(کلام امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام)

نہج البلاغہ

مقدمہ

فخر المحققین سیّد العلماء مولانا سیّد علی نقی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ و حواشی

علامہ مُفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ

مرکز افکار اسلامی

فہرست مضامین

کتابِ نہج البلاغہ

حصہ اوّل: خطبات

حصہ دوّم: مکتوبات

حصہ سوّم: حکم ومواعظ

تشریح طلب کلام

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ.

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو خلق کیا اور اس کی ہدایت کیلئے جہاں معصوم راہنما معین کئے وہاں اپنی طرف سے لا ریب کتابیں بھی نازل فرمائیں۔ چنانچہ وہ الٰہی نمائندے قول وعمل سے اپنا فریضہ انجام دیتے رہے اور اللہ کی کتاب کی تشریح فرماتے رہے۔ اللہ سبحانہ نے جہاں ان ہادیانِ حق کی عظمت مختلف طریقوں سے بیان فرمائی وہاں قلم وکتاب کی قسمیں کھا کر تحریر کی اہمیت سے بھی مطلع فرمایا۔ اللہ کے ان نمائندوں کی گفتگو ''حدیث'' کے نام سے محفوظ ہوتی رہی اور ہدایت کا سرچشمہ قرار پاتی رہی۔

یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہوئی اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب پہلی تمام کتابوں کی ناسخ بن کر قیامت تک کی راہنمائی کی ضامن بنی۔ آپؐ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب دین کی تکمیل کا اعلان کیا تبھی اپنے بعد کے قیامت تک کے ہادیوں کو قرآن کریم کا ہم پلہ قرار دیا اور مشہور ومتواتر حدیث ثقلین کے ذریعے اُمت کو ان کی عظمت سے آگاہ کیا اور ان سے تمسک اور وابستگی کو نجات وسعادت کا ضامن قرار دیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّىْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَآ اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا : كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِىْ اَهْلَ بَيْتِىْ، وَ اِنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَىَّ الْحَوْضَ.

تحقیق! میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان سے متمسک رہے ہرگز گمراہ نہ ہو گے، وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت، میرے اہل بیت علیہم السلام ہیں اور یہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) تک پہنچ جائیں گے۔[1]

اسی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار مقامات اور مناسبات پر اپنے ارشادات جلیلہ کے ذریعے اپنے ابن عم حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی قدسی شخصیت اور ان کی عظیم علمی منزلت کو بیان فرمایا۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِىٌّ بَابُهَا، فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِهِ مِنْ بَابِهٖ.

میں علم کا شہر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔ پس جو علم کا ارادہ رکھتا ہے اسے اس دروازہ سے آنا ہوگا۔[2]

---

[1] الارشاد، شیخ مفید، ج ۱، ص ۲۳۳۔ معجم صغیر، طبرانی، ج ۱، ص ۲۳۲، حدیث ۳۷۶۔

[2] معجم کبیر، طبرانی، ج ۹، ص ۲۷۸، حدیث ۱۰۸۹۸۔

اور اپنے بعد علی علیہ السلام کے قرآن مجید کے حقیقی ترجمان و مفسر ہونے پر اپنے اس فرمانِ ذیشان کے ذریعے مہر تصدیق ثبت فرمائی کہ:

عَلِيٌّ مَّعَ الْقُرْاٰنِ وَ الْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِيٍّ، لَا يَفْتَرِقَانِ حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ.

علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ میرے پاس حوض پر آپہنچیں گے۔[1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اللہ کی کتاب کی تفسیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی تشریح امیر المومنین علیہ السلام نے بیان کی۔ امام علیہ السلام کبھی خطبوں اور کلام کی صورت میں ارشاد فرماتے رہے اور چاہنے والے اسے ہدایت کا خزانہ سمجھ کر جمع کرتے رہے، اور کبھی کتابت کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے خود لکھواتے رہے اور یوں ہدایت کی راہ کو روشنی بخشتے رہے۔ اسی کے ساتھ خود آپؑ نے اپنے فرمان کے ذریعے ان ہدایت کے لازوال چشموں سے جناب حسنین شریفین علیہما السلام، اپنے اہل و اصحاب اور محبان و موالیان کے ساتھ تمام عالم انسانیت کو فیضیاب ہونے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

اُوْصِيْكُمَا وَ جَمِيْعَ وَلَدِيْ وَ اَهْلِيْ وَ مَنْ بَلَغَهٗ كِتَابِيْ...

میں تم دونوں، اپنی تمام اولاد، اپنے کنبہ کو اور جن تک میری یہ تحریر پہنچے، سب کو وصیت کرتا ہوں۔[2]

ابتدا میں امام علیہ السلام کے کلام کو اصبغ بن نباتہ جیسے آپؑ کے جلیل القدر اصحاب تحریر کرتے رہے اور ایک بہت بڑا سرمایہ اکٹھا ہو گیا۔ زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ سرمایہ بکھرتا رہا اور چوتھی صدی کے اواخر میں علامہ سید رضی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''خصائص الائمہ'' میں امام کے چند فرامین کو پڑھ کر لوگوں نے سیدرضیؒ سے امیر المومنین علیہ السلام کے فرامین کو الگ سے جمع کرنے کی خواہش کی تو سیدؒ نے ان کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے ان فرامین کی جمع آوری کا آغاز کیا اور ۴۰۰ ہجری میں اس سے فارغ ہوئے اور اس مجموعہ کا نام ''نہج البلاغہ'' رکھا۔

نہج البلاغہ کو جو شہرت ملی وہ بعد از کتابِ خدا شاید ہی کسی کتاب کو ملی ہو۔ اب اس بے پناہ شہرت کا سبب امام کا علم ہے، یا آپؑ کے کلام کی جامعیت، یا سیدرضیؒ کا خلوص؟ تو یقیناً اگر کہا جائے کہ سب وجوہ شامل ہیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

سیدرضیؒ نے اس کلام کے بارے کیا خوب جملہ فرمایا:

لِاَنَّ كَلَامَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْكَلَامُ الَّذِيْ عَلَيْهِ مَسْحَةٌ مِّنَ الْعِلْمِ الْاِلٰهِيْ، وَ فِيْهِ عَبْقَةٌ مِّنَ الْكَلَامِ النَّبَوِيِّ.

اس لئے کہ آپؑ کا کلام وہ ہے جس میں علم الٰہی کی جھلک اور کلام نبویؐ کی خوشبو ہے۔[3]

نہج البلاغہ کے تعارف، اس کی جامعیت اور اس کی تالیف و جمع آوری کے بارے میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں اور اس ترجمہ میں سید العلماء علامہ علی نقی نقن اعلی اللہ مقامہ کا علمی مقدمہ ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

اہل سنت کے مشہور عالم اور بیس جلدوں پر مشتمل شرح نہج البلاغہ کے مصنف جناب ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۵ ہجری، نہج البلاغہ کے بارے

---

[1] صواعق محرقہ، ج ۲، ص ۳۶۱۔

[2] نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۴۷۔

[3] مقدمہ نہج البلاغہ، از سیدرضیؒ۔

میں لکھتے ہیں:

اِنَّ کَثِیْرًا مِّنْ فُصُوْلِہٖ دَاخِلٌ فِیْ بَابِ الْمُعْجِزَاتِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ لِاشْتِمَالِھَا عَلَی الْاَخْبَارِ الْغَیْبِیَّۃِ وَ خُرُوْجِھَا عَنْ وُّسْعِ الطَّبِیْعَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ.

اس کتاب کے اکثر حصے معجزاتِ محمدیہؐ میں داخل ہیں، کیونکہ ان میں وہ غیبی خبریں شامل ہیں جو عام فرد بشر کی طاقت سے باہر ہیں۔[1]

نہج البلاغہ کو قرآن مجید کی تفسیر کے طور پر پیش کرتے ہوئے علامہ ابن ابی الحدید خطبہ ۲۱۸ کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَ اُقْسِمُ بِمَنْ تُقْسِمُ الْاُمَمُ کُلُّھَا بِہٖ! لَقَدْ قَرَاْتُ ھٰذِہِ الْخُطْبَۃَ مُنْذُ خَمْسِیْنَ سَنَۃً وَّ اِلَی الْاٰنَ اَکْثَرَ مِنْ اَلْفِ مَرَّۃً، مَا قَرَاْتُھَا قَطُّ اِلَّا وَ اَحْدَثَتْ عِنْدِیْ رَوْعَۃً وَّ خَوْفًا وَّ عِظَۃً، وَ اَثَّرَتْ فِیْ قَلْبِیْ وَجِیْبًا وَّ فِیْ اَعْضَآئِیْ رَعْدَۃً، وَ لَا تَاَمَّلْتُھَا اِلَّا وَ ذَکَرْتُ الْمَوْتٰی مِنْ اَھْلِیْ وَ اَقَارِبِیْ وَ اَرْبَابِ وُدِّیْ، وَ خَیَّلْتُ فِیْ نَفْسِیْ اَنِّیْ اَنَا ذٰلِکَ الشَّخْصُ الَّذِیْ وَصَفَ علیہ السلام حَالَہٗ.

میں اس خدا کی قسم اٹھا کر کہ جس کی ذات کی تمام امتیں قسم کھاتی ہیں! اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں گزشتہ پچاس سال سے اس خطبہ کو ہزار مرتبہ سے زیادہ پڑھ چکا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ میں نے جب بھی اسے پڑھا اس نے مجھ میں خوفِ خدا، قیامت کی یاد اور وعظ ونصیحت کی حالت کو زندہ کیا، اس کے ہر بار مطالعے سے میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں اور اعضائے بدن پر لرزہ طاری ہوگیا۔ میں نے جب بھی اسے پڑھا میرے رشتہ داروں، عزیزوں اور پیاروں کی موت میرے سامنے مجسم ہوگئی اور ہر بار مجھے یہی احساس ہوا کہ جیسے میں ہی وہ شخص ہوں جس کی حالت کو امیرالمومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں بیان کیا ہے۔[2]

نہج البلاغہ میں توحید کے بیان کے بارے میں ابن ابی الحدید قمطراز ہیں:

وَ اعْلَمْ اَنَّ التَّوْحِیْدَ وَ الْعَدْلَ وَ الْمَبَاحِثَ الشَّرِیْفَۃَ الْاِلٰھِیَّۃَ مَا عُرِفَتْ اِلَّا مِنْ کَلَامِ ھٰذَا الرَّجُلِ، وَ اَنَّ کَلَامَ غَیْرِہٖ مِنْ اَکَابِرِ الصَّحَابَۃِ لَمْ یَتَضَمَّنْ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ اَصْلًا وَّ لَا کَانُوْا یَتَصَوَّرُوْنَہٗ، وَ لَوْ تَصَوَّرُوْہُ لَذَکَرُوْہُ، وَ ھٰذِہِ الْفَضِیْلَۃُ عِنْدِیْ اَعْظَمُ فَضَآئِلِہٖ علیہ السلام .

جان لیجئے! توحید وعدل اور دوسری عظیم الٰہی ابحاث کی معرفت اس ہستی کے علاوہ کسی سے حاصل نہیں ہوئی۔ کسی اور بزرگ صحابی کا کلام ان مطالب کو حاوی نہیں، بلکہ یہ مطالب ان کی فکر میں بھی نہیں تھے۔ اگر وہ ان موضوعات کا تصور

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج۱،ص ۴-۵۔

[2] شرح ابن ابی الحدید، ج۱۱،ص ۱۵۳۔

رکھتے ہوتے تو اسے بیان کرتے اور علی علیہ السلام کی یہ فضیلت میرے نزدیک سب سے بڑی فضیلت ہے ۔[1]

مصر کے مشہور مفتی جناب علامہ شیخ محمد عبدہ متوفی ۱۳۲۳ ہجری اپنی شرح نہج البلاغہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَ اَحْيَانًا كُنْتُ اَشْهَدُ اَنَّ عَقْلًا نُّوْرَانِيًّا لَّا يُشْبِهُ خَلْقًا جَسَدَانِيًّا ، فَصَلَ عَنِ الْمَوْكِبِ الْاِلٰهِيِّ وَ اتَّصَلَ بِالرُّوْحِ الْاِنْسَانِيِّ، فَخَلَعَهُ عَنْ غَاشِيَاتِ الطَّبِيْعَةِ، وَ سَمَا بِهٖ اِلَى الْمَلَكُوْتِ الْاَعْلٰى، وَ نَمَا بِهٖ اِلٰى مَشْهَدِ النُّوْرِ الْاَجْلٰى، وَ سَكَنَ بِهٖ اِلٰى عَمَارِ جَانِبِ التَّقْدِيْسِ، بَعْدَ اسْتِخْلَاصِهٖ مِنْ شَوَآئِبِ التَّلْبِيْسِ.

(کتاب نہج البلاغہ کے مطالعے کے دوران) بعض اوقات میں ایسے مشاہدہ کرتا تھا کہ ایک نورانی عقل جو جسمانی مخلوق سے کسی حیثیت سے بھی مشابہ نہیں ہے، بارگاہِ خداوندی سے الگ ہوئی اور انسانی روح سے متصل ہو کر اسے طبیعت کے پردوں اور مادیت کے حجابوں سے نکال کر اسے عالم ملکوت تک پہنچا دیا اور تجلیات ربانی کے مرکز تک بلند کر دیا اور لے جا کر عالم قدسی کا ساکن بنا دیا۔[2]

نہج البلاغہ کے بارے میں آیت اللہ خمینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ ایک شفا بخش معجون اور فردی و اجتماعی دردوں کی دوا ہے۔[3]

آیت اللہ خامنہ ای فرماتے ہیں:

نہج البلاغہ حقیقت میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کے تعارف اور پہچان کی کتاب ہے۔ نہج البلاغہ ایک مجسم انسانِ کامل ہے۔ نہج البلاغہ، اسلام کی بے نظیر میراث ہے جسے زندہ رکھنا فقط شیعہ نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے۔[4]

نہج البلاغہ سے علی علیہ السلام کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔ گویا آپؑ آج صدا دے رہے ہیں:

﴿فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾! وَ ﴿اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾! وَ الْاَعْلَامُ قَآئِمَةٌ، وَ الْاٰيَاتُ وَاضِحَةٌ، وَ الْمَنَارُ مَنْصُوْبَةٌ.

تم کہاں جا رہے ہو اور تمہیں کدھر موڑا جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے پرچم بلند ہیں، نشانیاں ظاہر و روشن ہیں اور حق کے مینار نصب ہیں۔[5]

نہج البلاغہ میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہماری نجات کا حقیقی نسخہ بیان کرتے ہوں ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۶، ص ۳۴۶۔

[2] شرح نہج البلاغہ، شیخ محمد عبدہ، ج ۱، ص ۴، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت۔

[3] ہزارہ نہج البلاغہ کا پیغام۔

[4] ہزارہ نہج البلاغہ۔

[5] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۸۵۔

فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ، وَ فِرُّوٓا اِلَی اللهِ مِنَ اللهِ وَ امْضُوا فِی الَّذِیْ نَهَجَهٗ لَکُمْ، وَ قُوْمُوْا بِمَا عَصَبَهٗ بِکُمْ، فَعَلِیٌّ ضَامِنٌ لِّفَلْجِکُمْ اٰجِلًا، اِنْ لَّمْ تُمْنَحُوْهُ عَاجِلًا.

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اس کے غضب سے بھاگ کر اُس کے دامن رحمت میں پناہ لو، اللہ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلو اور اس کے عائد کردہ احکام بجالاؤ۔ اگر یہ روش اپناؤ تو علیؑ تمہاری نجات اُخروی کا ضامن ہے، اگرچہ اس دنیا میں کامیابی و کامرانی تمہیں نصیب نہ ہو۔[1]

نہج البلاغہ سے ایسے اقتباسات نقل کئے جائیں تو یہ خود ایک ضخیم کتاب بنتی ہے اور ان اقتباسات پر مشتمل کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اس لئے ہم اسے قارئین کے مطالعہ پر چھوڑتے ہیں۔

المختصر یہ کہ نہج البلاغہ اللہ کے ولی کا، اللہ کے بندوں کو، اللہ کی طرف بلانے کا دعوت نامہ ہے۔ نیز یہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا تعارف کرانے کا جامع و کامل ذریعہ اور اللہ کی کتاب کی بہترین تفسیر ہے۔

علامہ مفتی جعفر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اردو دان طبقہ پر احسان کیا کہ نہج البلاغہ کا اردو میں ترجمہ کیا اور نہج البلاغہ کے عربی ادب کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے اردو ادب کی تمام باریکیاں ترجمہ میں ملحوظ خاطر رکھیں۔ مفتی صاحب نے ۱۸ رجب ۱۳۷۵ ہجری کو یہ ترجمہ مکمل کیا۔ اگرچہ اس سے پہلے اور بعد میں نہج البلاغہ کے اردو میں کئی ترجمے ہوئے مگر علم دوست حلقوں میں جو مقبولیت اسے ملی وہ کسی اور ترجمہ کو نہیں ملی۔ اس وقت جب اردو اور فارسی میں درجنوں ترجمے موجود ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے مفتی صاحب کے ترجمہ کو دقت سے دیکھا جائے تو مفتی صاحب کے کمال علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ کی زندگی میں پہلی بار نہج البلاغہ تین جلدوں میں ''ادارہ علمیہ پاکستان لاہور'' کی طرف سے شائع ہوا۔ مفتی صاحب کی زندگی میں ہی دوسری بار چند نئے حواشی اور کچھ تصحیح کے ساتھ ''اضافہ شدہ ایڈیشن'' امامیہ کتب خانہ لاہور کی طرف سے شائع ہوا۔

* دوسرے ایڈیشن میں جو اضافات شامل کئے گئے ان کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:
* مثلاً خطبہ ۱۵۳ میں ادارہ علمیہ والے ایڈیشن میں حاشیہ نہیں ہے اور امامیہ کتب خانہ والے میں چمگادڑ سے متعلق حاشیہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔
* یا خطبہ ۱۶۳ میں پہلے ایڈیشن میں حاشیہ نہیں ہے اور دوسرے ایڈیشن میں حاشیہ موجود ہے۔
* یا خطبہ ۱۹ میں علامہ سید رضیؒ کی تشریح کی عربی عبارت نہیں ہے، جبکہ دوسرے ایڈیشن میں درج ہے۔
* عربی اور اردو عبارات میں بھی کئی مقامات پر دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کی گئی ہے۔
* پہلے ایڈیشن کی تیسری جلد کے آخر میں اٹھاون (۵۸) اغلاط کی نشاندہی کی گئی جن کی دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کر دی گئی۔

البتہ دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کے بعد جو اغلاط رہ گئیں وہ پھر مسلسل اسی انداز سے چھپتی رہیں۔ ایک کوشش امامیہ پبلیکیشنز لاہور والوں نے کی جو قابل قدر ہے مگر اس میں بھی درجنوں غلطیاں موجود ہیں اور پیراگراف بھی نہیں بنائے گئے۔

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۲۴۔

موجودہ ایڈیشن کی انفرادیت

الحمدللہ نہج البلاغہ کی مقبولیت روز بروز بڑھ رہی ہے اور متعدد ادارے اچھے سے اچھے انداز میں نہج البلاغہ کو طبع کرانے میں مشغول ہیں اور درجنوں قسم کے ایڈیشن بازار میں موجود ہیں۔ مرکزِ افکارِ اسلامی بھی ایک مدت سے کلام امیر المومنینؑ کو محبان امیر المومنینؑ تک پہنچانے کیلئے کوشاں ہے اور اس کیلئے متعدد قدم اٹھائے جن کے یہاں بیان کی ضرورت نہیں۔ طباعت کے حوالے سے ہمیشہ جن عمومی یا خصوصی کمزوریوں کا سامنا ہوتا تھا ان کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکز افکار اسلامی نے مکمل طور پر نئے سرے سے نہج البلاغہ کے زیر نظر ایڈیشن کو شائع کرانے کا ارادہ کیا۔ اس اشاعت میں جن امور کو مدنظر رکھا گیا ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

[1] سب سے پہلے عربی متن کی تصحیح کیلئے کام شروع کیا گیا تو اس نسخے کی تلاش شروع ہوئی جس سے مفتی صاحب نے استفادہ کیا تھا۔ چونکہ عربی میں کئی نسخے ہیں اور مفتی صاحب نے کہیں تحریر نہیں فرمایا کہ ان کے سامنے کونسا نسخہ تھا، تاکہ اس کے مطابق عربی کو دیکھا جائے۔ چنانچہ چند ماہ کی مسلسل کوشش اور ایران وعراق اور دیگر اسلامی ممالک میں دستیاب نہج البلاغہ کے درجن بھر نسخوں سے مفتی صاحب والے نسخہ کی تطبیق کے بعد واضح ہوا کہ مفتی صاحب نے عربی کتابت کیلئے شیخ محمد عبدہ مصری کا ''مطبعۃ الاستقامۃ مصر'' والا تین جلدی نسخہ استعمال کیا۔

چنانچہ اس نسخہ کو سامنے رکھتے ہوئے عربی عبارات کو مفتی صاحب کے نسخہ سے تطبیق دی اور اگر کہیں مفتی صاحب کا نسخہ شیخ محمد عبدہ والے نسخہ سے الگ تھا تو درج ذیل نسخوں کو دیکھا گیا جس میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا کہ اگر کوئی ایک نسخہ مفتی صاحب والے نسخہ سے مطابقت رکھتا ہے تو مفتی صاحب والی عربی عبارت کو باقی رکھا گیا اور اگر مفتی صاحب والا نسخہ کسی سے مطابقت نہیں رکھتا تو مفتی صاحب کے ترجمہ کو دیکھا گیا کہ جس عربی عبارت سے مفتی صاحب کا ترجمہ ملتا ہے اس عربی عبارت کو درج کیا گیا اور اگر ترجمہ میں کوئی فرق واضح نہیں ہوتا تھا تو جو عبارت اکثر نسخوں میں تھی اس کے مطابق عبارت کو رکھا گیا۔ اس مرحلہ پر جن نسخوں کو مدنظر رکھا گیا ان میں:

- (۱) شیخ محمد عبدہ کا مصری نسخہ
- (۲) حرم امیر المؤمنینؑ سے طبع شدہ الشیخ قیس بہجت العطار کا تحقیق شدہ نسخہ
- (۳) حرم امیر المؤمنینؑ ہی سے طبع شدہ السید ہاشم میلانی کا تحقیق شدہ نسخہ
- (۴) بنیاد نہج البلاغہ کا نسخہ
- (۵) صبحی صالح کا نسخہ
- (۶) منہاج البراعہ شرح نہج البلاغہ کا نسخہ
- (۷) ابن میثم بحرانی کی شرح والا نسخہ
- (۸) مصادر نہج البلاغہ، سیّد عبدالزہرا والا نسخہ

✵ (۹) شیخ محمد عبدہ کا موسستہ التاریخ العربی، بیروت لبنان والا نسخہ۔

✵ (۱۰) آقائے دشتی کا نسخہ

✵ (۱۱) پیام امام آقای مکارم والا نسخہ

✵ (۱۲) اور چند موارد میں آقای مرعشی نجفی کے مکتبہ سے شائع ہونے والے پانچویں صدی کے مخطوطہ سے استفادہ کیا گیا

[2] اردو نہج البلاغہ کے پہلے شائع ہونے والے نسخوں میں عربی عبارت اور اردو ترجمہ ایک دوسرے کے مقابل نہیں تھا، بلکہ طولانی خطبات میں ایسا بھی تھا کہ عربی ایک صفحہ پر ہے تو اردو اس سے اگلے صفحہ پر۔ جبکہ اس نسخہ میں عربی کے سامنے اس کا اردو ترجمہ لایا گیا۔

[3] عربی اور اردو عبارتوں میں پیرا گراف کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ بعض عبارتیں مسلسل تین صفحات پر جاری تھیں۔ اس نسخہ میں انہیں بڑی محنت سے چھوٹے پیرا گرافوں میں تقسیم کیا گیا جس کیلئے متعدد فارسی تراجم اور عربی میں چھپنے والے نسخوں کو مدنظر رکھا گیا۔

[4] عربی رسم الخط کیلئے اردو دان طبقہ کے ہاں رائج قرآنی رسم الخط کو استعمال کیا گیا۔

[5] اردو عبارت کیلئے بہترین فونٹ کو استعمال کیا گیا۔

[6] عربی اور اردو عبارتوں کی (،) (.) (۔) جیسی علامات لگا کر دقت سے جملہ بندی کی گئی تا کہ ترجمہ سمجھنے میں آسانی ہو اور کسی کو آپؑ کا کلام حفظ کرنا یا اس کی تلاوت کرنی ہو تو اسے بھی دقت نہ ہو۔

[7] حواشی کی عربی عبارات کو حتی المقدور حد تک اصل ماخذ سے تطبیق کیا گیا۔

[8] حواشی میں موجود عربی عبارتوں اور اشعار کی مکمل اعراب گزاری کی گئی تا کہ عام قارئین کو عربی عبارت پڑھنے میں آسانی ہو۔

[9] نہج البلاغہ کے متن یا حواشی میں جہاں آیات آئیں ان کیلئے مخصوص علامات کا استعمال کرکے انہیں واضح اور نمایاں کیا گیا۔ اس سلسلے میں عربی کیلئے (﴿ ﴾) اور اردو میں (" ") کی علامتوں کا استعمال کیا گیا تا کہ کتاب کے اصل متن یا حاشیہ میں موجود قرآنی آیات کا قاری کو با آسانی علم ہو جائے۔

[10] نہج البلاغہ کے متن میں موجود احادیث نبوی اور مخصوص جملات وعبارات کو («») کی علامتوں کے درمیان لکھ کر نمایاں کیا گیا۔

[11] حواشی کی عبارتوں میں موجود آیات کے مکمل حوالہ جات درج کئے گئے۔

[12] حواشی میں جہاں کلام معصومؑ ہے اس میں نہج البلاغہ کے اصل متن والا فونٹ استعمال کیا گیا اور متن یا حواشی میں عام عربی عبارت کیلئے متن سے الگ رسم الخط استعمال کیا گیا۔

[13] حواشی کی عربی عبارات کے جہاں مفتی صاحب نے حوالے درج کئے انہیں اسی طرح پیرا گراف کے آخر میں بریکٹوں میں درج کر دیا اور جہاں حوالے موجود نہ تھے وہاں ہم نے اپنے پاس دستیاب ماخذ سے دیکھ کر حوالہ جات کو فٹ نوٹ کی صورت میں شامل کر دیا۔

[14] پرنٹنگ کے مرحلے میں کاغذ و جلد اور دیگر چیزوں کا معیار آپ کے سامنے موجود ہے اس کا فیصلہ آپ خود کریں گے۔

[15] تحقیق وتطبیق کے دوران گزشتہ نسخوں میں چند موارد ایسے بھی دیکھنے میں آئے جہاں عربی عبارت تھی مگر ترجمہ نہیں تھا یا اردو ترجمہ موجود تھا مگر عربی عبارت درج نہ تھی۔ چنانچہ اس کی باریک بینی سے اصلاح کی گئی۔اس کے چند موارد درج ذیل تھے:

- (۱) خطبہ ۱۵۳ میں پہلے ایڈیشن میں: ''اوران کی پناہ میں ہوتے ہیں'' کا جملہ موجود ہے اور دوسرے ایڈیشن میں موجود نہیں۔
- (۲) خطبہ ۱۷۴ میں پہلے ایڈیشن میں جملہ ''اوراس کے خلاف خود اپنی رایوں پر بھروسا نہ کرو'' موجود ہے، جبکہ دوسرے ایڈیشن میں یہ موجود نہیں ہے۔
- (۳) خطبہ ۱۹۱ خطبۃ المتقین میں ''حِرْصًا فِي الْعِلْمِ '' کا ترجمہ نہیں ہے۔
- (۴) خطبہ ۲۱۸ میں ''كَانَ فِي الدُّنْيَا غَذِيَّ تَرَفٍ، وَ رَبِيْبَ شَرَفٍ '' کا ترجمہ درج نہیں ہے۔
- (۵) مکتوب ۵۳ میں ''وَ الْحَقُّ كُلُّهُ ثَقِيْلٌ '' کا ترجمہ درج نہیں تھا۔
- (۶) خطبہ ۲۰۳ میں ''وَ لَا وَقَعَ حُكْمٌ جِهِلْتُهُ، ۔۔۔'' سے تین جملوں کا ترجمہ نہیں ہے۔

ایسے کئی اور موارد بھی ہیں جن کی مناسب انداز میں تصحیح کر دی گئی۔

المختصر یہ کہ ہم نے کلام علیؑ کی خدمت کو عبادت جان کر ایک ایک حرف اور زبر زیر کی تصحیح کیلئے انتہائی دقت اور باریک بینی سے اپنی مقدور بھر کوشش کی ہے۔دُعا ہے اللہ قبول فرمائے اور کلامِ امامؑ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔اس تمام سعی وکوشش کے باوجود اگر ہم سے کوئی چیز رہ گئی ہو تو یقیناً قارئین کرام ہمیں اس سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کر لی جائے۔

ہم صمیم قلب سے شکر گزار ہیں برادر محترم جناب حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سیّد ریاض حسین صفوی صاحب کے جن کی محنت اور راہنمائی سے یہ کلامِ امامؑ اس انداز سے آپ کے سامنے پیش کر سکے۔پروردگار انہیں صحت وسلامتی اور اس خدمت کو شرف قبولیت عنایت فرمائے۔

اٰمِيْن ، يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

مقبول حسین علوی

مرکز افکار اسلامی پاکستان

☆☆☆☆☆

پیش کش

بحضرتِ سیّدِ الاَوْلِیَآءِ وَ اِمامِ الاَتقِیَآءِ اَمیرِ المُؤمِنِیْنَ

علی بن ابی طالب

عَلَیہِ الاَفُ التَّحِیَّۃِ وَ الثَّنَآءِ

تیرے حضور شمع امامت لئے ہوئے
قدسی کھڑے ہیں دفتر قدرت لئے ہوئے

میرے آقا!

جہاں تیرے سامنے ملاءِ اعلیٰ کے رہنے والے عجز و نیاز سے سر بخم ہیں، وہاں مجھ ایسے تہی دامانِ علم کی یہ جرأت و جسارت حیرت انگیز ہے کہ وہ تیرے خوش آب لعل و جواہر کی صورت بگاڑ کر تیرے حضور پیش کرے لیکن اس امید پر کہ کیا بعید ہے کہ تیری نگاہِ لطف و کرم اس ہدیہ ناچیز کو شرفِ قبولیت بخشے، اسے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

باسمہ سبحانہ

حرفِ اوّل

نہج البلاغہ علوم و معارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جس کی اہمیت و عظمت ہر دور میں مسلّم رہی ہے اور ہر عہد کے علماء و ادباء نے اس کی بلند پائگی کا اعتراف کیا ہے۔ یہ صرف ایک ادبی شاہکار ہی نہیں ہے، بلکہ اسلامی تعلیمات کا الہامی صحیفہ، حکمت و اخلاق کا سرچشمہ اور معارفِ ایمان و حقائق تاریخ کا ایک انمول خزانہ ہے، جس کے گوہرِ آبدار علم و ادب کے دامن کو زرنگار بنائے ہوئے ہیں اور اپنی چمک دمک سے جوہر شناسوں کو محوِ حیرت کئے ہوئے ہیں۔ افصح العرب کے آغوش میں پلنے والے اور آب وحی میں ڈھلی ہوئی زبان چوس کر پروان چڑھنے والے نے بلاغت کلام کے وہ جوہر دکھائے کہ ہر سمت سے ''فَوْقَ کَلَامِ الْمَخْلُوْقِ وَ تَحْتَ کَلَامِ الْخَالِقِ'' کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

یہ نثر اس دور کی نثر ہے جب عربوں کی طلاقت و جوش گفتاری صرف نظم تک محدود تھی، ریگزار عرب پر بستر لگا کے آزادی کی فضا میں پر بہار زندگی گزارنے والے فرزندان صحرا شعر و نظم اور تخیل و محاکات کے لازوال نقوش تو چھوڑ گئے، مگر جہاں تک نثر کا تعلق ہے، ان کے جیب و دامن میں کوئی ایسا گوہر شاہوار نہ تھا جسے بطورِ تفاخُر پیش کرتے اور اہل عالم کو اپنے مقابلہ میں للکارتے۔ دامن اسلام میں اگرچہ قرآن کریم ایسا عربی نثر کا زندہ جاوید معجزہ موجود ہے مگر وہ اپنے قائل کی عظمت و جلالت اور اعجازی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے انسانی کلام کے مقابلہ میں نہیں لایا جاسکتا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و ارشادات ہیں تو وہ اگرچہ معنوی لحاظ سے وسیع اور ہمہ گیر ہیں، مگر لفظی اعتبار سے اختصار بداماں۔

چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ''اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ'' اس کا شاہد ہے کہ آپ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ مطالب سمیٹ لیتے تھے اسی لیے آپ کے خطب و مکاتیب مختصر ہوتے تھے۔ رہی خلفاء کی نثر تو اس میں فطری حسنِ ادا اور طبعی سادگی کے بجائے بناوٹ اور تصنّع کا رنگ جھلکتا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انہیں مختصر سے مختصر تقریر کیلئے بھی خصوصی تیاری کی ضرورت ہوتی تھی اور اگر کہیں بغیر تیاری کے کھڑے ہو گئے تو ذہن میں قفل پڑ گئے، زبان لڑکھڑانے لگی اور منہ سے ایک لفظ نہ نکال سکے۔ اگرچہ ملکی فتوحات کے سلسلہ میں اُن کے ''کارہائے نمایاں'' نظر آتے ہیں، مگر کسی علمی و ثقافتی مرکز کی سرپرستی یا کسی علمی تحریک میں گام فرسائی کہیں نام کو نظر نہیں آتی۔

یہ باب مدینۃ العلم ہی کی ذات تھی جس نے علم و حکمت کے بند دروازے کھولے، نطق و فصاحت کے پرچم لہرائے اور علمی ذوق کو پھر سے زندہ کیا، باوجودیکہ آپ کا دور سکون و اطمینان سے یکسر خالی تھا اور ہوسِ اقتدار کی فتنہ سامانیوں نے اسے اپنی جولانگاہ بنا رکھا تھا اور شورش پسندوں نے خونِ عثمان کو ہوا دے کر آپؑ کو لڑائیوں میں الجھائے رکھنا ہی اپنے مقاصد کیلئے ضروری سمجھ لیا تھا، مگر ان رات دن کی لڑائیوں اور چپقلشوں کے باوجود آپؑ نشر علوم و معارف کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کبھی تلواروں کی جھنکار اور خون کی بارش میں علم و حکمت کے رموز بتائے اور کبھی ذہنی الجھاؤ اور افکار کے ہجوم میں ارشاد و ہدایت کے فرائض انجام دیئے۔ چنانچہ اس مجموعہ کے خطب و مکاتیب میں دو چار خطبوں اور ایک آدھ خط کے علاوہ تمام تحریریں اسی دور کی تخلیق ہیں کہ جب آپؑ ظاہری خلافت پر ایک دن بھی اطمینان و دلجمعی سے نہ بیٹھ سکے تھے۔ یہ بلاغت کے رگ وپے میں

سرایت کر جانے کا نتیجہ ہے کہ اس انتشار و پراگندگی خاطر کے باوجود نہ کلام میں انتشار و برہمی پیدا ہوتی ہے، نہ عبارت کے تسلسل و ہم آہنگی میں فرق آنے پاتا ہے اور ہر موقع پر اسلوبِ بیان کی یک رنگی اپنے خصوصی امتیازات کے ساتھ برقرار رہتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے علمی حقائق کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ علم ادب کی نشو و نما میں بھی پورا حصہ لیا اور عربی نثر کو نہ صرف حد کمال تک پہنچایا بلکہ فلسفیانہ نظر و فکر کو ادبی لطافتوں میں سمو کر ایک نئے طرز تحریر کی داغ بیل ڈالی جس کی اس زمانہ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ عرب تو خیر اس وقت میں منطقیانہ اندازِ استدلال سے روشناس ہی نہ تھے کہ اس دور میں اس کی مثال ڈھونڈی جائے۔ آج بھی جب کہ نثر ترقی کے مدارج طے کر چکی ہے اور ادبی و فنی ارتقاء اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ چکا ہے اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اگر کسی کلام میں معانی و بیان کی مناسبتیں اور تشبیہ و استعارہ کی لطافتیں پائی جاتی ہیں تو وہ حکمت و اخلاق کی تعلیمات سے تہی داماں ہے اور اگر کسی میں حکمت و اخلاق کے جوہر بھرے ہوئے ہیں تو طرزِ ادا کی شگفتگی اور رنگینی غائب ہے۔ فلسفہ و حکمت کے حقائق اور الٰہیات کے دقیق مسائل کو اس طرح بیان کرنا کہ کلام کی بلاغت، بیان کی ندرت اور طرزِ ادا کی لطافت میں کہیں جھول نہ آئے، بہت دشوار ہے، کیونکہ ہر فن کا ایک خاص لب و لہجہ، خاص پیرایہ اور خاص طریقۂ بیان ہوتا ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ علمی مطالب میں نہ بلیغانہ تعبیرات کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ ان میں اعلیٰ معیار بلاغت کو باقی رکھا جا سکتا ہے، کیونکہ ٹھوس حقائق کی وادی اور ہے اور بلاغت کا پر بہار چمن اور ہے۔ چنانچہ ابن خلدون کو یہ کہنا پڑا کہ علماء و فقہاء کی تحریروں میں فصاحت و بلاغت کو ڈھونڈنا بیکار ہے، کیونکہ فقہی عبارتیں، کلام و جدل کی تحریریں اور علمی و فنی تعبیریں اسلوب بلاغت سے میل نہیں کھاتیں۔

اہل فن کے ذہنوں میں جو مخصوص تعبیرات محفوظ ہوتی ہیں وہ انہی کو دہرانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ اگر اپنے بیان میں شعریت لانا بھی چاہیں گے تو ہر پھر کے وہی لفظیں، وہی تعبیریں ہوں گی جو ان کی زبانوں پر چڑھ کر منجھ چکی ہیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ: ابو القاسم ابن رضوان نے ایک دفعہ ابو العباس ابن شعیب کے سامنے شاعر کا یہ شعر پڑھا:

لَمْ اَدْرِ حِيْنَ وَقَفْتُ بِالْاِطْلَالِ   مَا الْفَرْقُ بَيْنَ جَدِيْدِهَا وَ الْبَالِيْ

(”میں جب دوست کے کھنڈروں کے پاس ٹھہرا تو نہ جان سکا کہ نئے اور پرانے کھنڈروں میں کیا فرق ہے“)۔

تو ابو العباس نے فوراً کہا کہ: یہ کسی فقیہ کا شعر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ: یہ مشہور فقیہ ابن النحوی کا شعر ہے، مگر آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا؟ ابو العباس نے کہا: اس میں لفظ ”مَا الْفَرْقُ“ بانگ دہل پکار رہی ہے کہ میں کسی فقیہ کی زبان سے نکلی ہوں۔ بھلا اس لفظ کو بلاغت اور اسلوب کلام عرب سے کیا واسطہ اور فقہی زبان کو شعر و سخن کی زبان سے کیا لگاؤ؟!۔

لیکن امیر المومنین علیہ السلام کے کلام کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ اس میں ادب کی سحر انگیزی اور علم و حکمت کی باریک نگاہی دونوں سمٹ کر جمع ہو گئی ہیں اور کسی پہلو میں بھی کمزوری کا شائبہ تک نہیں آنے پاتا۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام وہ پہلے مفکّرِ اسلام ہیں جنہوں نے خداوند عالم کی توحید اور اس کے صفات پر عقلی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں جو خطبات ارشاد فرمائے ہیں وہ علم الٰہیات میں نقش اوّل بھی ہیں اور حرفِ آخر بھی۔ ان کی بلند نظری و معنی آفرینی کے سامنے حکماء و متکلمین کی ذہنی رسائیاں ٹھٹک کر رہ جاتی ہیں اور نکتہ رس طبیعتوں کو عجز و نارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

بلا شبہ جن لوگوں نے الٰہیاتی مسائل میں علم و دانش کے دریا بہائے ہیں ان کا سرچشمہ آپؑ ہی کے حکیمانہ ارشادات ہیں۔

یوں تو مخلوقات کی نیرنگیوں سے خالق کی صنعت آفرینیوں پر استدلال کیا ہی جاتا ہے، لیکن جس طرح امیر المومنین علیہ السلام دنیائے کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی اور پست سے پست مخلوق میں نقاشِ فطرت کی نقش آرائیوں کی تصویر کھینچ کر صانع کے کمالِ صنعت اور اس کی قدرت وحکمت پر دلیل قائم کرتے ہیں، وہ ندرتِ بیانی واعجازِ کلامی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس موقع پر صرف طاؤس کی خوش خرامی اور اس کے پر و بال کی رنگینی و رعنائی ہی نظروں کو جذب نہیں کرتی، بلکہ چمگادڑ، ٹڈی اور چیونٹی ایسی روندی ہوئی اور ٹھکرائی ہوئی مخلوق کا دامن بھی فطرت کی فیاضیوں سے چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

ان خطبات و نگارشات میں مابعد الطبیعاتی و نفسیاتی مسائل کے علاوہ اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اصول، عدل و دادخواہی کے حدود، حرب و ضرب کے ضوابط اور عمال و محصلین زکوٰۃ کیلئے ہدایات بھی نمایاں حیثیت رکھتی ہیں اور ایک ایسا مکمل و جامع دستورِ حکومت بھی ان صفحات کی زینت ہے جس کی افادیت اس ترقی یافتہ دور میں بھی مسلم ہے کہ جب سیاست مدنی کے اصول اور جمہوری و غیر جمہوری حکومتوں کے آئین منضبط ہو چکے ہیں، یہ صرف نظریاتی چیز نہیں، بلکہ ایک عملی لائحہ ہے جس پر مسلمانانِ عالم بڑی آسانی سے عمل پیرا ہو کر دنیوی واُخروی ارتقاء کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتے ہیں۔

ان تحریروں میں اُن علمائے دنیا و فقہائے سوء کی فریب کاریوں سے بھی متنبہ کیا ہے کہ جنہیں علم سے تو کوئی لگاؤ ہوتا نہیں، مگر علماء کا روپ دھار کر مسند قضا پر بیٹھ جاتے ہیں اور علم و مشیخت کی دکان سجا کر دین فروشی کرتے ہیں۔ **"کہ ازیں خوب تر تجارت نیست"**۔

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نہج البلاغہ کے تعلیمات دنیوی تعمیر و ترقی میں سد راہ ہیں۔ بیشک امیر المومنین علیہ السلام اس ترقی وفراوانیٔ دنیا کے خواہاں نہ تھے جو اسلام کی سادگی کو قیصری و کسروی رنگ میں رنگ دے، بلکہ اُن کا اصل مقصد ہمیشہ روحانی ترقی و اخلاقی بلندی رہا، لیکن اس کے ساتھ وہ رہبانیت کا درس نہ دیتے تھے۔ چنانچہ بصرہ میں جب عاصم بن زیاد کے متعلق اس کے بھائی نے آپؑ سے گلہ کیا کہ وہ گھر بار اور زن و فرزند کو چھوڑ کر گوشہ گزیں ہو گیا ہے تو حضرتؑ نے اُسے بلایا اور سختی سے ڈانٹا کہ وہ اس ڈھونگ کو جلد ختم کرے اور دنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو۔

نہج البلاغہ میں جہاں جہاں ترکِ دنیا کی تعلیم ہے اس سے اس قسم کی رہبانیت قطعاً مراد نہیں ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسان دنیوی سروسامان پر بھروسا نہ کر بیٹھے کہ یہ صبح ہے تو شام نہیں، شام ہے تو صبح نہیں اور اس کی کامرانیوں اور دلفریبیوں میں کھو کر حیات بعد الممات سے غافل نہ ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں کہ اس کی نعمتوں اور آسائشوں سے کلیۃً دستبردار ہو جائے۔ وہ انہیں حد اعتدال میں رہ کر استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ دنیا کا بے اعتدالانہ استعمال جہاں اخلاقی تباہی کا پیش خیمہ اور روحانی زندگی کیلئے زہرِ ہلاہل بن جائے، کوئی اخلاقی رہنما اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

نہج البلاغہ اخلاقی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ اس کے مختصر جملے اور ضرب المثلیں، اخلاقی شائستگی، خود اعتمادی، حق گوئی اور حقیقت شناسی کا بہترین درس دیتی ہیں۔ اس کے ایک ایک فقرہ میں قرآن و حدیث کی روح اور اسلام کی صحیح تعلیم مضمر ہے۔ جن لوگوں نے اموی و عباسی دور کی نغمہ بار و حسن پاش رنگینیوں سے اسلامی اخلاق کا اندازہ لگایا ہے وہ اسلام کی پاکبازانہ تعلیم اور اس کے بلند معیارِ اخلاق سے بیگانہ ہیں اور اس وقت تک بیگانہ رہیں گے جب تک اس معلّمِ اسلام کے حکمت آگین کلام کے آئینہ میں اسلام کے خد و خال کو پہچاننے اور اس کے بلند پایہ اسرار و نکات تک پہنچنے کی کوشش نہ کریں گے۔

علامہ شریف رضیؒ کا دنیائے علم و ادب پر بڑا احسان ہے کہ وہ ان جواہر ریزوں کو بڑی کاہش و کاوش اور تحقیق و جستجو سے جمع کرنے کے بعد نہج البلاغہ کے نام سے چھوڑ گئے جس کے بلند پایہ حکم و معارف نے دنیا کی نظروں کو اپنی طرف موڑ لیا اور علامہ ممدوح کے دور سے لے کر اس وقت تک ہر مکتب خیال کے علماء و فضلاء نے اس کے مطالب و حقائق کو بقدر امکان واضح کرنے کیلئے اس کی شرحیں لکھیں جن کی تعداد سو سے کچھ ہی کم ہو گی، لیکن اردو دان طبقہ نہ اصل کتاب سے مستفید ہو سکتا ہے اور نہ شرحوں تک اس کی رسائی ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ضروری تشریحات کے ساتھ اس کا صحیح اور سلیس اردو میں ترجمہ ہو جائے۔ یوں تو اردو میں اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں مگر ''نیرنگ فصاحت'' کے علاوہ مکمل ترجمہ اس وقت تک منظرِ عام پر نہیں آیا۔ لیکن اس کے متعلق افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں بیشتر مواقع پر مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا ہے، مگر اردو میں نقش اوّل ہونے کی وجہ سے اس کے فضل اقدمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لاہور سے جس ترجمہ کو مکمل کہہ کے شائع کیا گیا ہے اسے مکمل کہنا واقع کے خلاف ہے اور پھر اس کا پہلا حصہ جو خطباتِ امیر المومنینؑ پر مشتمل ہے، اس میں بے احتیاطیوں کا یہ عالم ہے کہ جو شخص بھی اصل کتاب کو سمجھ سکتا ہے وہ اُس ترجمے کو دیکھے گا تو اس کی جبین پر شکن آئے بغیر نہ رہے گی اور مزید یہ کہ ادّعائے دیانت کے باوجود یہ روش بھی نظر آتی ہے کہ جہاں کسی جملہ کے متعلق یہ خیال ہوا کہ اس سے کسی کی شخصیت مجروح ہوتی ہے تو سرے سے اس کا ترجمہ ہی غائب ہے۔ یہ مانا کہ اصل کلام کی خصوصیات ترجمہ میں منتقل نہیں کی جا سکتیں اور آئینہ کے بالمقابل پھول رکھ کر اس کی پتیوں کی تہ میں لپٹی ہوئی خوشبو کی عکاسی ناممکن ہے کہ کوئی پھول کے عکس سے خوشبو سونگھنے کی توقع کرنے لگے، مگر پھول کی شکل و صورت اور رنگ روپ بھی نظر نہ آئے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ آئینہ ہی دھندلا ہے۔

ان حالات میں، مَیں نے نہج البلاغہ کا ترجمہ پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ ترجمہ جیسا کچھ بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔ میری کوشش تو یہی رہی ہے کہ میرے امکانی حدود تک ترجمہ صحیح ہو، لیکن میری کوشش کہاں تک بار آور ہوئی ہے اس کا اندازہ اربابِ علم ہی کر سکتے ہیں۔ میرے صحیح سمجھنے یا کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ترجمہ میں اصل کی لطافت و بلاغت اور علوی نطق و فصاحت کے جوہر کو سمویا جا سکے تاہم:

آبِ دریا را اگر نتوان کشید ہم بہ قدر تشنگی باید چشید!

جو ہو سکتا ہے وہ ظاہر الفاظ کا ایک حد تک صحیح ترجمہ ہے۔ چنانچہ اس کے لئے میں نے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ اب اس سے اگر تھوڑی بہت جھلک بھی کلامِ امام کی سامنے آجائے تو وہی بہت ہے:

گر بمعنی نہ رسی جلوۂ صورت چہ کم است

ترجمہ و حواشی کے سلسلے میں تاریخ و سیر و رجال کی کتابوں کے علاوہ نہج البلاغہ کے متعدد تراجم و شروح بھی میرے پیش نظر رہے ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ ضروری نہیں ہے۔ البتہ جن شروح سے میں نے خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھایا ہے اور جا بجا ان کا حوالہ دے دیا ہے، ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

ا۔ ''اعلام نہج البلاغۃ''

اس کے مصنف علی ابن الناصر ہیں جو جناب سید رضیؒ کے معاصر تھے۔ یہ نہج البلاغہ کی سب سے پہلی شرح ہے۔ گو مختصر ہے، لیکن حل لغات و تشریح مطالب کے لحاظ سے بہت بلند پایہ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ لکھنؤ میں کتب خانہ جناب سید تقی صاحب اعلی اللہ مقامہ میں موجود ہے۔ وہیں سے اس کو حاصل کر کے دیکھا۔

۲۔ ''شرح ابن میثم''

شیخ کمال الدین میثم ابن علی ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ ہجری کی تصنیف ہے جو علمائے امامیہ میں بڑی بلند شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی شرح معنی آفرینی و دقیقہ سنجی کے اعتبار سے بہت شہرت رکھتی ہے۔

۳۔ ''شرح ابن ابی الحدید''

ابو حامد عبد الحمید ابن ہبۃ اللہ معروف بہ ''ابن ابی الحدید'' مدائنی بغدادی، متوفی ۶۵۵ ہجری کی تصنیف ہے۔ یہ علمائے معتزلہ میں سے تھے۔ ان کی شرح شہرۂ آفاق ہے اور اہم مطالب پر مشتمل ہے اور مصر و ایران میں طبع ہو چکی ہے۔

۴۔ ''دُرّۂ نجفیہ''

الحاج میرزا ابراہیم خوئی شہید ۱۳۲۵ ہجری کی تصنیف ہے۔ مشہور و متداول شرح ہے۔ شرح ابن میثم سے متاثر ہو کر لکھی ہے اور اس کے علمی مطالب کو اپنی کتاب میں ''قال الفاضل'' کہہ کر درج کرتے ہیں اور کہیں کہیں پر اُن کے نقطۂ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس میں لغوی تشریحات بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

۵۔ ''منہاج البراعۃ''

سیّد حبیب اللہ خوئی متوفیٰ حدود ۱۳۲۶ ہجری کی تصنیف ہے۔ یہ شرح بہت بسیط اور تفصیلی واقعات پر مشتمل ہے۔ اکثر مواقع پر ابن ابی الحدید سے اُلجھے ہیں اور کہیں کہیں ابن میثم پر تنقید بھی کی ہے۔ شرح عربی میں ہے اور فارسی زبان میں ترجمہ بھی ساتھ ساتھ ہے۔

تشکر و امتنان

میں اپنے بزرگ و محترم حضرت سیّد العلماء دام ظلہ کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے میری عرضداشت پر ترجمہ و حواشی کے بیشتر اجزا سماعت فرمانے کے بعد اس پر ایک بسیط و محققانہ مقدمہ تحریر فرمایا اور مختلف موارد پر اپنے زرّیں مشوروں سے رہنمائی فرمائی۔ خداوند عالم آپ کے فیوض و برکات کو تادیر باقی و برقرار رکھے۔

الاحقر المذنب
جعفر حسین
عفی اللہ عنہ

☆☆☆☆☆

مقدمہ

حجۃ الاسلام سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ اٰلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ الطَّاہِرِیۡنَ

● نہج البلاغہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کلام کا وہ مشہورترین مجموعہ ہے جسے جناب سید رضیؒ برادر شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ نے چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کے بعد پانچویں صدی کے پہلے عشرہ میں آپ کا انتقال ہوگیا ہے اور نہج البلاغہ کے انداز تحریر سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انہوں نے طویل جستجو کے ساتھ درمیان میں خالی اوراق چھوڑ کر امیرالمومنین علیہ السلام کے کلام کو متفرق مقامات سے یکجا کیا تھا، جس میں ایک طویل مدت انہیں صرف ہوئی ہوگی اور اس میں اضافہ کا سلسلہ ان کے آخر عمر تک قائم رہا ہوگا۔ یہاں تک کہ بعض کلام جو کتاب کے یکجا ہونے کے بعد ملا ہے، اس کو تعجیل میں انہوں نے اس مقام کی تلاش کئے بغیر جہاں اسے درج ہونا چاہیے تھا کسی اور مقام پر شامل کر دیا ہے اور وہاں پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کلام کسی اور روایت کے مطابق اس کے پہلے کہیں پر درج ہوا ہے۔ یہ اندازِ جمع و تالیف خود ایک غیر جانبدار شخص کیلئے یہ پتہ دینے کے واسطے کافی ہے کہ اس میں خود سید رضیؒ کے ملکہ انشاء اور قوت تحریر کا کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صرف مختلف مقامات سے جمع آوری کر کے امیرالمومنین علیہ السلام کے کلام کو یکجا کر دینے پر اکتفا کی ہے۔ یہ پاشانی اور پریشانی جسے بحیثیت تالیف کے کتاب کا ایک نقص سمجھنا چاہیے، مقام اعتبار میں اس پر اعتماد پیدا کرنے والا ایک جوہر ہوگیا ہے۔ انہوں نے مختلف نسخوں اور مختلف راویوں کی یاد داشت کے مطابق نقل الفاظ میں اتنی احتیاط کی ہے کہ بعض وقت دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جاتا ہے کہ اس عبارت کے نقل کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا جبکہ ابھی ابھی ہم ایسی ہی عبارت پڑھ چکے ہیں۔ جیسے "ذم اہل بصرہ" میں اس شہر کی غرقابی کے تذکرے میں اس کی مسجد کا نقشہ کھینچنے میں مختلف عبارات کبھی: "نَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ" اور کبھی "کَجُؤْجُؤِ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ"[1] اور اس سے ملتے جلتے ہوئے اور الفاظ، یہ اسی طرح کا اہتمام صحت نقل میں ہے۔

جیسے موجودہ زمانہ میں اکثر کتابوں کی عکسی تصویر شائع کی جاتی ہے جس میں اغلاط کتابت تک کی اصلاح نہیں کی جاتی اور صرف حاشیہ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ بظاہر یہ لفظ غلط ہے، صحیح اس طرح ہونا چاہیے۔ دیکھنے والے کا دل تو ایسے مقام پر یہ چاہتا ہے کہ اصل عبارت ہی میں غلط کو کاٹ کر صحیح لفظ لکھ دی گئی ہوتی، مگر صحت نقل کے اظہار کیلئے یہ صورت اختیار کی جایا کرتی ہے، جیسے قرآن مجید میں بعض جگہ تالیف عثمانی کے کاتب نے جو کتابت کی غلطیاں

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۳۔

کر دی تھیں جیسے ''لَا اَذْبَحَنَّہٗ'' میں ''لا'' کے بعد ایک الف جو یقیناً غلط ہے، اس لئے کہ یہ ''لائے نافیہ'' نہیں، جس کے بعد ''اَذْبَحَنَّہٗ'' ، فعل آئے، بلکہ ''لام تاکید'' ہے جس سے ''اَذْبَحَنَّہٗ'' ، فعل متصل ہے، مگر اس قسم کے اغلاط کو بھی دور کرنا بعد کے مسلمانوں نے صحت نقل کے خلاف سمجھا۔ اسی طرح اِملائے قرآن گویا ایک تعبدی شکل سے معین ہوگیا۔ بعض جگہ ''رحمۃ'' کی ''ت'' لمبی لکھی جاتی ہے، بعض جگہ ''جنّت'' بغیر الف کے لکھا جاتا ہے۔ بعض جگہ ''یدعُو'' ایسے فعل واحد میں بھی وہ ''الف'' لکھا ہوا ہے کہ جو جمع کے بعد غیر ملفوظی ہونے کے باوجود لکھا جایا کرتا ہے۔ ان سب خصوصیات کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے، جس سے مقصود وثاقتِ نقل میں قوت پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح علامہ سیّد رضیؒ نے جس شکل میں جو فقرہ دیکھا اس کو درج کرنا ضروری سمجھا تاکہ کسی قسم کا تصرف کلام میں ہونے نہ پائے۔ یہ ایک درایتی پہلو ہے جو اس تصور کو بالکل ختم کر دیتا ہے کہ یہ کتاب سیّد رضیؒ رحمہ اللہ کی تصنیف کی حیثیت رکھتی ہو۔

● دوسرا پہلو خطبوں کے درمیان کے ''وَمِنْھَا، وَمِنْہٗ'' ہیں، جس میں عموماً بعد کا حصہ قبل سے بالکل غیر مرتبط ہوتا ہے، بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ قبل کا حصہ قبل بعثت سے متعلق ہے یا اوائل بعثت سے اور بعد کا حصہ بعد وفات رسولؐ سے متعلق ہے۔ یہ بھی دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جایا کرتا ہے، مگر اس سے بھی اس مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اگر سیّد رضیؒ کا کلام ہوتا تو فطری طور پر اس میں تسلسل ہوتا یا اگر انہیں دو موضوعوں پر لکھنا ہوتا تو اسے وہ دو خطبوں میں مستقل طور پر تحریر کرتے لیکن وہ کیا کرتے جبکہ انہیں کلام امیر المومنینؑ ہی کا انتخاب پیش کرنا تھا۔ اس لئے جہاں خطبہ کا پہلا جز اور آخر کا جز دو مختلف موضوعوں سے متعلق ہے اور درمیان کا حصہ کسی وجہ سے وہ درج نہیں کر رہے ہیں تو نہ وہ اس کو کلام واحد بنا سکتے ہیں نہ مستقل دو خطبے بلکہ انہیں ایک ہی کلام میں ''وَمِنْھَا'' کے فاصلے قائم کرنا پڑتے ہیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ یہ شکل بعض جگہ تو انتخاب کی وجہ سے ہوئی ہے اور بعض جگہ یہ بھی وجہ ہو سکتی ہے کہ سابق میں قلمی کتابوں کے سوا کوئی دوسری شکل مواد کے فراہم ہونے کی نہ ہوتی تھی اور قلمی کتابوں کے اکثر نسخے منحصر بفرد ہوتے تھے۔ اب اگر ان میں درمیان کا حصہ کرم خوردہ ہوگیا ہے یا اوراق ضائع ہو گئے ہیں یا رطوبت سے روشنائی پھیل جانے کی وجہ سے وہ ناقابل قرائت ہے تو علامہ سیّد رضیؒ اس موقع پر درمیان کا حصہ نقل کرنے سے قاصر رہے ہیں اور حرص جمع وحفاظت میں انہوں نے اس کے قبل یا بعد یا وسط کے وہ سطور تلاش کئے ہیں جو کسی مستقل مفاد کے حامل ہیں اور اس طرح درمیان کے حصوں میں انہوں نے ''وَمِنْھَا'' کہہ کر اس کے درج کرنے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ یہ بھی ہے کہ اس وقت علم کا ایک بڑا ذخیرہ حفاظ و ادباء و محدثین کے سینوں میں ہوتا تھا۔ فرض کیجئے کسی اپنے استاد اور شیخ حدیث سے علامہ سیّد رضیؒ نے کسی موقع کی مناسبت سے خطبہ کا ابتدائی حصہ سن لیا اور انہوں نے اسے فوراً قلم بند کر لیا، پھر دوسرے موقعہ پر انہوں نے ان کی زبان سے اسی خطبہ کے کچھ دوسرے فقرات سنے اور انہیں محفوظ کر لیا اور اتنا موقعہ نہ مل سکا کہ درمیانی اجزاء اِن سے دریافت کر کے لکھتے۔ اس طرح انہوں نے اس کی خانہ پری ''وَمِنْھَا'' کے ذریعہ سے کی۔ یہ بھی اس کی دلیل قوی ہے کہ انہوں نے اصل کلام امیر المومنینؑ کے ضبط وحفظ ہی کی کوشش کی ہے، قطعاً کوئی تصرف خود نہیں کرنا چاہا۔

● تیسرا شاہد اس کا خود جناب رضیؒ کے وہ مختصر تبصرے ہیں جو کہیں کہیں کچھ خطبوں کے بعد انہوں نے اس کلام کے متعلق اپنے احساسات وتاثرات کے اظہار پر مشتمل درج کر دیئے ہیں یا بعض جگہ کچھ الفاظ کی تشریح ضروری سمجھی ہے۔ ان تبصروں کی عبارت نے ان خطبوں سے متصل ہو کر ہر صاحب ذوق عربی دان کیلئے یہ اندازہ قطعی طور پر آسان کر دیا ہے کہ ان تبصروں کا انشاء پرداز وہ ہرگز نہیں ہو سکتا، جو ان خطبوں کا انشاء پرداز ہے۔

جس طرح خود علامہ رضیؒ نے اپنی مایۂ ناز تفسیر حقائق التنزیل میں اعجازِ قرآن کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ باوجودیکہ امیرالمومنینؑ کا کلام جو فصاحت وبلاغت میں مافوق البشر ہے مگر جب خود حضرتؑ کے کلام میں کوئی قرآن کی آیت آجاتی ہے تو وہ اس طرح چمکتی ہے جس طرح سنگریزوں میں گوہر شاہوار، بالکل اسی شکل سے اگرچہ علامہ سیّد رضیؒ اپنے دور کے افصح زمانہ تھے اور ادب عربی میں معراج کمال پر فائز تھے، مگر نہج البلاغہ میں امیرالمومنینؑ کے کلام کے بعد جب ان کی عبارت آجاتی ہے تو ہر دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ اس کی نگاہ بلندیوں سے گر کر نشیب میں پہنچ چکی ہے۔ حالانکہ ان عبارتوں میں علامہ سیّد رضیؒ نے ادبیت صرف کی ہے اور اپنی حد بھر اپنی قابلیت دکھائی ہے، مگر سابق کلام کی بلندی کو ہر مطالعہ کرنے والے کیلئے ایک امرِ محسوس کی حیثیت سے ظاہر کر دیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا داخلی شاہد ہے، اس تصور کے غلط ہونے کا کہ وہ علامہ سیّد رضیؒ کا کلام ہو۔

- چوتھا امر یہ ہے کہ جناب سیّد رضیؒ اپنے دور کے کوئی گمنام شخص نہ تھے۔ وہ دینی و دنیوی دونوں قسم کے ذمہ دار منصبوں پر فائز تھے۔ یہ دور بھی وہ تھا جو مذہب وملت کے علماء وفضلاء سے بھرا ہوا تھا۔ بغداد سلطنت عباسیہ کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے مرکز علم وادب بھی تھا۔ خود سیّد رضیؒ کے استاد شیخ مفیدؒ بھی نہج البلاغہ کے جمع وتالیف کے دور میں موجود تھے۔ اس لئے کہ جناب شیخ مفیدؒ علامہ سیّد رضیؒ کی وفات کے بعد تک موجود رہے ہیں اور شاگرد کا انتقال استاد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا اور معاصرین کو تو ایک شخص کے متعلق الزامات کی تلاش رہتی ہے۔ پھر شریف رضیؒ سے تو خود حکومت وقت کو بھی مخاصمت پیدا ہو چکی تھی، اس محضر پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے جو فاطمیین مصر کے خلاف حکومت نے مرتب کیا تھا اور جس پر علامہ رضیؒ کے بڑے بھائی اور ان کے والد بزرگوار تک نے حکومت کے تشدد کی بنا پر دستخط کر دیئے تھے مگر علامہ سیّد رضیؒ نے عواقب ونتائج سے بے نیاز ہو کر اس پر دستخط سے انکار کر دیا تھا۔ علاوہ اس کے کہ اس کردار کا شخص جو صداقت کو ایسے قوی ترین محرکات کے خلاف محفوظ رکھے اس طرح کی چھچھوری بات کر ہی نہیں سکتا کہ وہ ایک پوری کتاب خود لکھ کر امیرالمومنین علیہ السلام کی جانب منسوب کر دے جس کا غلط ہونا علمائے عصر سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر بالفرض وہ ایسا کرتے بھی تو ان کے دور میں ان کے خلاف علمائے وقت اور ارکان حکومت کی طرف سے اس الزام کو شدت سے اچھالا جاتا اور سخت سے سخت نکتہ چینی کی جاتی۔ حالانکہ ہمارے سامنے خود ان کے عصر کے علماء کی کتابیں اور ان کے بعد کے کئی صدی تک کے مصنفین کی تحریرات موجود ہیں، ان میں سے کسی میں کمزور سے کمزور طریقہ پر بھی ان کے حالات زندگی میں اس قسم کے الزام کا عائد کیا جانا یا اس بارے میں ان پر کسی قسم کی نکتہ چینی کا ہونا موجود نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ یہ صرف بر بنائے جذبات نہج البلاغہ کے بعض مندرجات کو اپنے معتقدات کے خلاف پا کر کچھ متعصب افراد کی بعد کی کارستانی ہے جو انہوں نے نہج البلاغہ کو کلامِ سیّد رضی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ خود جناب سیّد رضی اعلیٰ اللہ مقامہ کے دور میں اس کے مندرجات کا کلام امیرالمومنینؑ ہونا بلاتفریق فرقہ ومذہب ایک مسلّم چیز تھی اور اسی لئے ان پر اس بارے میں کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکا۔

- پانچواں امر یہ ہے کہ سیّد رضی اعلی اللہ مقامہ کے قبل ایسا نہیں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے خطبوں کا کوئی نام ونشان عالم اسلامی میں نہ پایا جاتا ہو، بلکہ کتب تاریخ وادب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسلم الثبوت ذخیرہ بحیثیت خطب امیرالمومنینؑ کے سیّد رضیؒ کے قبل سے موجود تھا۔ چنانچہ مؤرخ مسعودی نے جو علامہ سیّد رضیؒ سے مقدم طبقہ میں ہیں، بلکہ ان کی ولادت کے قبل وفات پا چکے تھے (اس لئے کہ علامہ سیّد رضیؒ کا دور شباب ہی میں ۴۰۶ھ میں انتقال ہوا ہے اور مسعودی کی وفات ۳۴۰ھ میں ہو چکی تھی، جس وقت سیّد رضیؒ کے استاد شیخ مفیدؒ ہی نہیں، بلکہ ان کے بھی استاد

شیخ صدوق محمد بن علی ابن بابویہ قمیؒ بھی زندہ تھے)، مسعودی نے اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھا ہے کہ:

وَ الَّذِیْ حَفِظَ النَّاسُ عَنْهُ مِنْ خُطَبِهٖ فِیْ سَآئِرِ مَقَامَاتِهٖ اَرْبَعَمِائَةِ خُطْبَةٍ وَّ نَیِّفٍ وَّ ثَمَانُوْنَ خُطْبَةً یُوْرِدُهَا عَلَى الْبَدِیْهَةِ تَدَاوَلَ النَّاسَ ذٰلِكَ عَنْهُ قَوْلًا وَّ عَمَلًا.

لوگوں نے آپؑ (حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ) کے جو خطبے مختلف موقعوں کے محفوظ کر لئے ہیں، وہ چارسو اسی (۴۸۰) سے کچھ زیادہ تعداد میں ہیں جنہیں آپؑ نے فی البدیہ ارشاد فرمایا تھا، جنہیں لوگوں نے نقل قول کے طور پر بھی بتواتر نقل کیا ہے اور اپنے خطب و مضامین میں ان کے اقتباسات وغیرہ سے بکثرت کام بھی لیتے رہے ہیں۔[1]

ظاہر ہے کہ یہ چارسو اسّی (۴۸۰) سے کچھ اوپر خطبے اگر تمام وکمال یکجا کئے جائیں تو بلاشبہ نہج البلاغہ سے بڑی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ جب یہ اتنا بڑا ذخیرہ سید رضیؒ کی ولادت سے پہلے سے موجود تھا تو پھر علامہ سید رضیؒ کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ اس ذخیرہ سے کام نہ لیں اور اپنی طرف سے نہج البلاغہ ایسی کتاب کو تحریر کر دیں۔ ایسا اس شخص کیلئے کیا جاتا ہے جو گمنام ہو اور جس کا کارنامہ کوئی موجود نہ ہو اور اس کے اخلاف یا منتسبین خواہ مخواہ اس کو نمایاں بنانے کیلئے اس کی جانب سے کوئی کارنامہ تصنیف کر دیں۔

صرف علامہ مسعودی کا یہ قول ہی اس ذخیرہ کے ثبوت کیلئے کافی تھا، جبکہ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ذخیرہ آثار قدیمہ کے طور پر کسی دور دراز عجائب خانہ یا کسی ایک عالم کے متروکات میں شامل نہیں تھا جس تک رسائی کسی زحمت کی طلبگار ہوتی ہو، بلکہ ''حَفِظَ النَّاسُ'' اور ''تَدَاوَلَ النَّاسَ'' کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ عموماً اہل علم کے ہاتھوں میں موجود اور متداول تھا۔ اس کے علاوہ دور عباسیہ کے یگانۂ روزگار کاتب عبدالحمید بن یحییٰ متوفی ۱۳۲ھ کا یہ مقولہ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں درج کیا ہے کہ:

حَفِظْتُ سَبْعِیْنَ خُطْبَةً مِّنْ خُطَبِ الْاَصْلَعِ فَفَاضَتْ ثُمَّ فَاضَتْ.

میں نے ستر خطبے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ازبر کئے ہیں، جن کے فیوض و برکات میرے یہاں نمایاں ہیں۔[2]

اس کے بعد ابن المقفع متوفی ۱۴۲ھ کا اعتراف ہے جسے علامہ حسن الندوبی نے اپنے ان حواشی میں، جو کتاب ''البیان والتبیین للجاحظ'' پر لکھے ہیں۔ وہ ابن مقفع کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ تَخَرَّجَ فِی الْبَلَاغَةِ عَلٰى خُطَبِ الْاِمَامِ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَام وَلِذٰلِكَ كَانَ یَقُوْلُ: شَرِبْتُ مِنَ الْخُطَبِ رَیًّا وَّلَمْ اَضْبَطْ لَهَا رَوِیًّا فَفَاضَتْ ثُمَّ فَاضَتْ.

غالباً ابن مقفع نے بلاغت میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطبوں سے استفادہ کیا تھا اور اسی بنا پر وہ کہتے تھے کہ: میں نے خطبوں کے چشمہ سے سیراب ہو کر پیا ہے اور اسے کسی ایک طریقہ میں محدود نہیں رکھا ہے تو اس چشمہ

---

[1] مروج الذہب، ج ۲، ص ۳۳ طبع مصر۔

[2] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۴۔

کے برکات بڑھے اور ہمیشہ بڑھتے رہے۔[1]

اس کے بعد ابن نباتہ متوفی ۳۷۴ھ۔ یہ بھی سیّد رضیؒ سے مقدم ہیں اور ان کا یہ قول ہے:

حَفِظْتُ مِنَ الْخِطَابَةِ كَنْزًا لَّا يَزِيْدُهُ الْاِنْفَاقُ اِلَّا سَعَةً وَّ كَثْرَةً. حَفِظْتُ مِائَةَ فَصْلٍ مِنْ مَوَاعِظِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام.

میں نے خطابت کا ایک خزانہ محفوظ کیا ہے، جس سے جتنا زیادہ کام لیا جائے، پھر بھی اس میں برکت زیادہ ہی ہوتی رہے گی۔ میں نے سو فصلیں علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مواعظ میں سے یاد کی ہیں۔[2]

ابن نباتہ کے اس قول کا بھی ابن ابی الحدید نے تذکرہ کیا ہے۔

رجال کشی میں ابو الصباح کنانی کے حالات میں لکھا ہے کہ: زید بن علیؑ ابن الحسینؑ کہ جو "زید شہید" کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ امامت میں ہوئی، وہ برابر امیر المومنین علیہ السلام کے خطبوں کو سنا کرتے تھے۔ ابو الصباح کہتے ہیں:

كَانَ يَسْمَعُ مِنِّيْ خُطَبَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَام.

(زید شہید مجھ سے امیر المومنین علی علیہ السلام کے خطبات سنا کرتے تھے)۔[3]

یہ دوسری صدی ہجری کا ذکر ہے اور اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ایک ذخیرہ خطبوں کا اس وقت بھی موجود تھا جو مسلّم طور پر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف نسبت رکھتا تھا۔

ان تمام مقامات پر بطور ارسال مسلمات "خطب علیؑ" کہنا بتاتا ہے کہ اس زمانے میں اس بارے میں کوئی شک وشبہ بھی محسوس نہیں کیا جاتا تھا۔ ورنہ جیسا کئی صدی بعد جب کچھ اغراض کی بنا پر مصنفین نے اس حقیقت کو مشکوک بنانا ضروری سمجھا تو "اَلْمَنْسُوْبَةُ اِلٰى عَلِيٍّ" کہنے لگے۔ دورِ اوّل میں اس قسم کے شک وشبہ کے اظہار کرنے والی کوئی لفظ پائی نہیں جاتی۔

رجال کبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ زید ابن وہب جہنی متوفی حدود ۹۰ھ نے جو خود حضرت امیر المومنینؑ کے رواۃِ احادیث میں سے ہیں، آپؑ کے خطبوں کو جمع کیا تھا اور اس کے بعد اور متعدد افراد ہیں، جنہوں نے سیّد رضیؒ سے پہلے حضرتؑ کے خطب واقوال کو جمع کیا جیسے:

۱۔ ہشام ابن محمد ابن سائب کلبی متوفی ۱۴۶ھ۔ ان کے جمع وتالیف کا ذکر فہرست ابن ندیم ج ۷، ص ۱۵۲ میں موجود ہے۔

۲۔ ابراہیم ابن ظہیر فرازی۔ ان کا ذکر فہرست طوسیؒ میں یوں ہے:

صَنَّفَ كُتُبًا مِّنْهَا كِتَابُ الْمَلَاحِمِ، وَكِتَابُ خُطَبِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام.

---

[1] البیان والتبیین، ج ۱، حاشیہ برحالات عبد اللہ بن المقفع۔

[2] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱ ص ۲۴۔

[3] رجال کشی، ص ۲۲۴۔

متعدد کتابیں تصنیف کیں، منجملہ ان کے کتاب ''الملاحم'' اور کتاب ''خطب علیؑ'' ہے۔[1]

اور رجال نجاشیؒ میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔[2]

۳۔ابومحمد مسعدہ بن صدقہ عبدی۔ان کے متعلّق رجال نجاشی میں ہے:

لَہٗ کُتُبٌ مِّنۡہَا کِتَابُ خُطَبِ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ .

ان کے متعدد تصنیفات ہیں جن میں سے ایک ''کتاب خطب علیؑ'' ہے۔[3]

۴۔ابو القاسم عبد العظیم ابن عبد اللہ حسنی جن کا مزار تہران سے تھوڑے فاصلہ پر ''شاہ عبد العظیم'' کے نام سے مشہور ہے، یہ امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ان کے جمع کردہ خطبوں کا ذکر رجال نجاشی میں اس طرح ہے:

لَہٗ کِتَابُ خُطَبِ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ ۔

ان کی ایک کتاب ''خطب امیر المومنینؑ'' ہے۔[4]

۵۔ابوالخیر صالح ابن ابی حماد رازی۔یہ بھی امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔نجاشی میں ہے:

لَہٗ کُتُبٌ مِّنۡہَا کِتَابُ خُطَبِ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ ۔

منجملہ آپ کی تالیفات کے کتاب ''خطب امیر المومنینؑ'' ہے۔[5]

۶۔علی ابن محمد ابن عبد اللہ مدائنی متوفی ۲۲۵ھ۔انہوں نے حضرتؑ کے خطبوں کو اور ان مکاتیب کو جمع کیا جو حضرتؑ نے اپنے عمال کو تحریر فرمائے تھے۔اس کا ذکر معجم الادباء، یاقوت حموی جزو ۵،ص ۳۱۳ میں ہے۔

۷۔ابومحمد عبد العزیز جلودی بصری متوفی ۳۳۰ھ کے تصانیف میں کتاب خطب علیؑ، کتاب رسائل، کتاب مواعظ علیؑ، کتاب خطب علیؑ فی الملاحم، کتاب دُعاءِ علیؑ موجود ہیں جن کا تذکرہ شیخ طوسیؒ نے فہرست میں اور نجاشیؒ نے ان کے طویل تصنیفات کے ذیل میں اپنے رجال میں کیا ہے۔

۸۔ابومحمد حسن بن علی ابن شعبہ حلبی متوفی ۳۲۰ھء نے اپنی مشہور کتاب ''تحف العقول'' میں امیر المومنین علیہ السلام کے کچھ کلمات، امثال اور خطب کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

اِنَّنَا لَوِ اسۡتَغۡرَقۡنَا جَمِیۡعَ مَا وَصَلَ اِلَیۡنَا مِنۡ خُطَبِہٖ وَ کَلَامِہٖ فِی التَّوۡحِیۡدِ خَاصَّۃً دُوۡنَ مَا سِوَاہُ

---

[1] الفہرست،ص ۳۵۔

[2] رجال نجاشی،ص ۱۵۔

[3] رجال نجاشی،ص ۴۱۵۔

[4] رجال نجاشی،ص ۲۴۷۔

[5] رجال نجاشی،ص ۱۹۸۔

مِنَ الْمَعَانِیْ لَکَانَ مِثْلَ جَمِیْعِ ھٰذَا الْکِتَابِ.

اگر ہم وہ سب لکھنا چاہیں جو ہم تک حضرت علی علیہ السلام کے خطبے اور آپؑ کا کلام صرف توحید کے بارے میں پہنچا ہے، علاوہ دوسرے موضوعات کے تو وہ پوری اس کتاب (تحف العقول) کے برابر ہوگا۔[1]

اب مذکورہ بالا تفصیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ:

پہلی صدی میں ''زید بن وہب جہنی'' نے حضرتؑ کے خطبوں کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔

دوسری صدی میں ''عبد الحمید ابن یحییٰ کاتب'' اور ''ابن مقفع'' کے دور میں وہ ذخیرہ مسلّم طور پر موجود تھا اور اس صدی کے وسطی دور میں وہ خطبے پڑھے اور سنے جاتے تھے، جیسا کہ زید شہیدؒ کے واقعہ سے ظاہر ہوا اور ادباء اس کو زبانی حفظ کرتے تھے، جیسا کہ عبد الحمید اور ابن مقفّع کے تصریحات سے ظاہر ہوا۔

اور تیسری صدی میں متعدد مصنفین نے جو جو خطبے ان تک پہنچے تھے، ان کو مدوّن کیا۔

ایسی صورت میں جناب سیّد رضیؒ کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ ان تمام ذخیروں کو نظر انداز کر کے یہ دماغی کاوش و کاہش گوارا کریں کہ وہ از خود کلام امیر المومنینؑ کے نام سے کوئی چیز تصنیف کریں۔

- چھٹا امر یہ ہے کہ ان تمام ذخیروں کے سابق سے موجود ہونے کے بعد ظاہر ہے کہ علامہ سیّد رضیؒ کیلئے یہ تو قطعی ممکن نہیں تھا کہ وہ ان تمام ذخائر کو تلف کرا دیتے اور پھر اسی کی ترویج کرتے جو انہوں نے کلامِ امیر المومنینؑ قرار دیا تھا۔ یہ قطعی ناممکن تھا۔ اگر وہ ذخیرہ کسی ایک مصنف کے پاس، کسی ایک دور دراز جگہ ہوتا، تو یہ امکان بھی تھا، جیسا کہ مشہور ہے کہ شیخ ابو علی سینا نے فارابی کی تمام مصنفات کو کسی شخص سے حاصل کر کے انہیں تلف کر دیا اور ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ یہاں یہ صورت قطعاً ناممکن تھی، جبکہ وہ کلام ادباء کے سینوں میں محفوظ تھا، اطراف و اقطار عالم اسلامی میں منتشر تھا اور بہت سے مصنّفین اس کی تدوین کر چکے تھے۔ پھر جبکہ سیّد رضیؒ کی تصنیف کے ساتھ ان ذخائر کا موجود ہونا لازمی تھا تو اگر سیّد رضیؒ کا جمع کردہ کلام اس ذخیرہ سے مختلف ہوتا یا اسلوب بیان میں اس سے جدا ہوتا تو وہ تمام اُدبائے زمانہ، خطبائے روزگار، علمائے وقت جو اس کلام کو دیکھے ہوئے، پڑھے ہوئے یا یاد کئے ہوئے تھے، صدائے احتجاج بلند کر دیتے، ان میں تلاطم ہو جاتا اور سیّد رضیؒ تمام دنیا میں اس کی وجہ سے بدنام ہو جاتے۔ کم از کم کوئی ان کے ہم عصر ادباء میں سے اس کی تنقید ہی کرتا ہوا ایک کتاب ہی اس موضوع پر لکھ دیتا کہ امیر المومنین علیہ السلام کا جو کلام اب تک محفوظ رہا یہ سیّد رضیؒ کے جمع کئے ہوئے ذخیرہ سے مختلف ہے۔ خصوصاً جب وہ وجہ جو بعد میں ایک طبقہ کو اس باب میں انکار یا تشکیک کی موجب ہوئی، جس کی تفصیل کسی حد تک آئندہ درج ہوگی۔ وہ ایک مذہبی بنیاد تھی، یعنی یہ کہ نہج البلاغہ میں ان افراد کے بارے میں جنہیں سواد اعظم قابل احترام سمجھتا ہے کچھ تعریضات یا انتقادی کلمات ہیں۔

ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سلطنت عباسیہ کے دار السلطنت میں لکھی گئی جو اہل سنت کا علمی مرکز تھا۔ اس وقت بڑے بڑے علما، حفاظ، ادباء، خطباء، اہل سیر

---

[1] تحف العقول، ص ۱۳، طبع ایران۔

اور محدثین اہل سنت میں موجود تھے اور ان کا جم غفیر خاص بغداد میں موجود تھا۔ اگر امیر المومنین علیہ السلام کے وہ خطبات جو ابن مقفع، ابن نباتہ، عبد الحمید ابن یحییٰ، جاحظ اور دیگر مسلّم الثبوت ادباء کے دور میں موجود تھے، ان تعریضات سے خالی تھے اور اس قسم کے مضامین ان میں نہ تھے، بلکہ فطری طور پر اس صورت میں اس کے خلاف چیزوں پر انہیں مشتمل ہونا چاہیے تھا، تو اس وقت کے اہل سنت کے علماء اس پر قیامت برپا کر دیتے اور اس کو اپنے مذہب کے خلاف ایک عظیم حملہ تصور کر کے پورے طور سے اس کا مقابلہ کرتے اور اس کی دھجیاں اُڑا دیتے مگر ایسا کچھ نہیں ہوا، کوئی دھیمی سی آواز بھی اس کے خلاف بلند نہیں ہوئی۔ یہ اس کا قطعی ثبوت ہے کہ سیّد رضیؒ کے جمع کردہ مجموعہ میں کوئی نئی چیز نہ تھی، بلکہ وہ وہی تھا جو اس کے پہلے مضبوط و مدون، متداول و محفوظ رہا تھا، علماء قطعاً اس سے اجنبیت نہ رکھتے تھے، بلکہ اس سے مانوس اور اس کے سننے کے اور یاد کرنے کے عادی تھے۔ وہ اس ادبی ذخیرہ کو اس کی ادبی افادیت کے اعتبار سے سر آنکھوں پر رکھتے تھے اور اس تنگ نظری میں مبتلا نہ تھے کہ چونکہ اس میں کچھ چیزیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں، اس لئے اس کا انکار کیا جائے یا اس سے اجنبیت برتی جائے۔

- ساتواں امر یہ ہے کہ بہت سی کتابیں علامہ سیّد رضیؒ کے قبل کی اس وقت بھی ایسی موجود ہیں، جن میں امیر المومنین علیہ السلام کے اکثر مواقع کے کلام یا خطبات کو کسی مناسبت سے ذکر کیا ہے جیسے:

جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کی ''البیان والتبیین''،

ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ کی ''عیون الاخبار و غریب الحدیث''،

ابن واضح یعقوبی متوفی ۲۷۸ھ کی مشہور ''تاریخ''،

ابو حنیفہ دینوری متوفی ۲۸۰ھ کی ''الاخبار الطوال''،

ابو العباس المبرد متوفی ۲۸۶ھ کی ''کتاب المبرد''،

مشہور مؤرخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی ''تاریخ کبیر''،

ابن درید متوفی ۳۲۱ھ کی کتاب ''المجتنیٰ''،

ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ کی ''عقد الفرید''،

ثقۃ الاسلام کلینی متوفی ۳۲۹ھ کی مشہور کتاب ''الکافی''،

مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کی تاریخ ''مروج الذہب''،

ابو الفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب ''اغانی''،

ابو علی قالی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب ''النوادر''،

شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ کی کتاب ''التوحید'' اور ان کے دوسرے جوامع حدیث۔

شیخ مفید رحمہ اللہ، متوفی ۴۱۶ھ (اگرچہ تاریخ وفات کے اعتبار سے جناب رضیؒ سے مؤخر ہیں مگر ان کے استاد ہونے کی وجہ سے طبقۃً مقدم ہیں)، ان کی کتاب ''الارشاد'' اور ''کتاب الجمل''۔

ان تمام کتابوں میں جو حضرت کے خطبے درج ہیں، ان کا جب مقابلہ علامہ سیّد رضیؒ کے مندرجہ خطب اور اجزاء کلام سے کیا جاتا ہے تو اکثر تو وہ بالکل متحد ہوتے ہیں اور نہج البلاغہ میں ایسا درج شدہ کلام اگر کوئی ہے جو ان کتابوں میں درج نہیں ہے یا ان کتابوں میں کوئی کلام ایسا ہے جو نہج البلاغہ میں مذکور نہیں ہے تو اسلوب بیان اور انداز کلام، تسلسل و بلند آہنگی، جوش و حقائق نگاری کے لحاظ سے یقیناً متحد ہوتا ہے، جس میں کسی واقف عربیت کو شک نہیں ہوسکتا۔ امیر المومنین علیہ السلام کے اس کلام کا جو نہج البلاغہ میں درج ہے اس تمام کلام سے جو حضرتؑ کی طرف نسبت دے کر اور دوسری کتابوں میں درج ہے متحد الاسلوب ہونا، پھر اس پہلو کے ضمیمہ کے ساتھ جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ وہ خود سیّد رضیؒ کے اس کلام سے جو نہج البلاغہ میں بطور مقدمہ یا تبصرہ موجود ہے، بالکل مختلف ہونا، ایک غیر جانبدار شخص کیلئے اس کا کافی ثبوت ہے کہ یہ واقعی امیر المومنین علیہ السلام ہی کا کلام ہے جسے علامہ سیّد رضیؒ نے صرف جمع کیا ہے۔

- آٹھواں امر یہ ہے کہ خود علامہ سیّد رضیؒ کے معاصرین یا ان سے قریب العہد متعدد لوگوں نے بطور خود بھی کلام امیر المومنینؑ کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کیا ہے جیسے:

ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ نے "تجارب الامم" میں،

حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے "حلیۃ الاولیاء" میں،

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے (جو شیخ مفید رحمہ اللہ سے تلمذ کی حیثیت سے علامہ رضیؒ کے ہم طبقہ اور علم الہدیٰ سیّد مرتضیٰؒ کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے اور نیز سال وفات کے اعتبار سے ان سے ذرا موخر ہیں) اپنی کتاب "تہذیب" اور کتاب "الامالی" میں،

نیز عبد الواحد ابن محمد ابن عبد الواحد آمدی جو اسی عصر کے تھے اپنی مستقل کتاب "غرر الحکم و درر الکلم" جو امیر المومنین علیہ السلام کے مختصر کلمات پر مشتمل ہے اور مصر و صیدا اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

نیز ابو سعید منصور ابن حسین آبی وزیر متوفی ۴۲۲ھ اپنی کتاب "نزہۃ الادب و نثر الدرر" میں جس کا ذکر "کشف الظنون" باب النون میں ہے اور قاضی ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ قطاعی شافعی متوفی ۴۵۳ھ جن کی عظیم الشان کتاب اس موضوع پر "دستور معالم الحکم" کے نام سے ہے اور وہ مصر میں طبع ہو چکی ہے، یہ سب تقریباً سیّد رضیؒ کے معاصرین ہی ہیں، ان سب کی کاوشیں ہمارے سامنے موجود ہیں، سوائے ابو سعید منصور کی کتاب کے جس کا کشف الظنون میں تذکرہ ہے، باقی یہ سب کتابیں مطبوع و متداول ہیں، ان میں جو کلام مندرج ہے وہ بھی علامہ سیّد رضیؒ کے درج کردہ کلام سے عیناً متحد یا اسلوب میں متفق ہی ہے۔

پھر اگر سیّد رضیؒ کی نسبت یہ تصور کیا جائے کہ انہوں نے خود اس کلام کو تصنیف کر دیا ہے تو ان تمام جامعین اور اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کرنے والے دوسرے افراد کو کیا کہا جائے گا۔ پھر ان کی نسبت بھی یہی تصور کرنا چاہیے، جبکہ ان میں سے سب یا زیادہ افراد یقیناً جلالت شان اور ورع و تقویٰ وغیرہ میں علامہ سیّد رضیؒ سے بالاتر نہیں معلوم ہوتے۔

اب اگر ان سب کی نسبت یہی خیال کیا جائے، تو خیر علامہ سیّد رضیؒ تو اشعر الطالبین تھے اور کتب سیر انہیں خود ادبیت اور فصاحت و بلاغت میں معراج کمال پر ظاہر کرتے ہیں، مگر ان میں سے ہر شخص کی نسبت تو یہ تصور قطعی غلط ہے کہ وہ سب علامہ سیّد رضیؒ ہی کے ادبی حیثیت سے ہم پایہ تھے، پھر

ایسے مختلف المرتبہ اشخاص کی ذہنی کاوشوں اور قلمی ثمرات میں اتنا ہی فرق کیوں نہیں ہے، جو خود ان اشخاص کے مبلغ علمی میں یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔ اشخاص کہ جو کلام کے جمع کرنے والے ہیں، ان میں آپس میں زمین و آسمان کا فرق اور کلام جو انہوں نے جمع کیا ہے وہ سب ایک ہی مرتبہ، ایک ہی شان کا، اسے دیکھتے ہوئے سوائے ایسے شخص کے جو جان بوجھ کر حقیقت کے انکار کرنے پر تلا ہوا ہو اور کسی کو اس میں شک وشبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ ان اشخاص کا کارنامہ صرف جمع و تالیف ہی ہے، جس میں ان کے سلیقہ اور ذوق کا اختلاف فقط شان ترتیب اور عنوان تالیف میں نمودار ہوتا ہے، لیکن اصل کلام میں ان کی ذاتی قابلیت، ذہانت اور مبلغ علمی اور معیار ادبی کو ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہے۔

● نواں امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا افراد اگرچہ اپنے زمانۂ حیات کے کچھ حصوں میں علامہ سیّد رضیؒ سے متحد ہیں، مگر ان میں سے متعدد افراد کے سال وفات کو دیکھتے ہوئے یہ یقین ہے کہ ان کا زمانہ جمع و تالیف نہج البلاغہ سے مؤخر ہے اور اس کے بعد ایک ایسا طبقہ ہے جو بالکل علامہ سیّد رضیؒ سے مؤخر ہی ہے۔ جیسے ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۵ھ، سبط ابن جوزی متوفی ۶۰۶ھ اور اس کے بعد بہت سے مصنفین۔ ظاہر ہے کہ علامہ رضیؒ کی کتاب نہج البلاغہ گوشۂ گمنامی میں اور ان لوگوں سے مخفی نہ تھی۔ ان لوگوں کا محرک اس جمع و تالیف پر صرف یہ تھا کہ علامہ سیّد رضیؒ نے انتخاب سے کام لیتے ہوئے یا ماخذوں کی کمی سے یا ان نسخوں کے کرم خوردہ یا ناقص ہونے کی وجہ سے جو ان کے پاس تھے، بہت سے اجزائے کلام امیر المومنینؑ کے نقل نہیں بھی کئے تھے۔ اس لئے مصنفین کو مستدرک اور مستدرک در مستدرک کی ضرورت پڑتی رہی، جس کا سلسلہ ماضی قریب میں علامہ شیخ ہادی آل کاشف الغطاءؒ تک جاری رہا جنہوں نے "مستدرک نہج البلاغہ" تحریر فرمایا جو نجف اشرف میں طبع ہو چکا ہے۔

اگر علامہ سیّد رضیؒ کے قریب العہد یا ان کے بعد کے اہل قلم میں کسی کو بھی نہج البلاغہ کے مندرجہ کلمات و خطب میں یہ خیال ہوتا کہ یہ جناب سیّد رضیؒ نے تصنیف کر کے اس میں شامل کر دیئے ہیں تو وہ سب بالخصوص معاصرین جو کسی رعایت کیلئے کبھی تیار نہیں ہوتے، اپنی کتابوں کی وجہ تالیف میں اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے کہ چونکہ اس کے قبل جو کتاب امیر المومنینؑ کے خطبوں پر مشتمل کہہ کر لکھی گئی ہے اس میں آپؑ کا اصل کلام موجود نہیں ہے، بلکہ وہ ساختہ و پرداختہ اور وضعی ہے، اس لئے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم آپؑ کا اصلی کلام منظر عام پر لائیں، جبکہ ایسا نہیں ہوا اور یہ بالکل مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ان سب کے نزدیک علامہ سیّد رضیؒ نے جو کلام جمع کیا وہ بلاشبہ کلام امیر المومنینؑ کی حیثیت سے اس کے پہلے سے مدوّن و متداول تھا اور ان کو سیّد رضیؒ سے شکایت صرف بعض خطبوں کو چھوڑ دینے یا احاطہ و استقصاء نہ کرنے یا شان ترتیب و عنوان تالیف میں کسی مناسب تر صورت کو اختیار نہ کرنے ہی کی تھی جس کیلئے انہوں نے بھی اس بارے میں کوشش ضروری سمجھی، جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور ممکن ہے کہ بعض مصنفین اب بھی کسی خاص ترتیب سے نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب کو دیکھنے کے متمنی ہوں۔ یہ دوسری چیز ہے اور اصل کلام کے بارے میں کسی شک وشبہ کا رکھنا دوسری چیز ہے۔

● دسواں امر یہ ہے کہ تلاش کی جاتی ہے تو نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب و اقوال کا پتہ اب بھی بعینہ الفاظہا نہج البلاغہ کے قبل تالیف شدہ کتابوں میں مل جاتا ہے اور جبکہ اکثر حصہ اس کا قبل کی کتابوں میں مندرج موجود ہے تو تھوڑا سا حصہ اگر دستیاب نہ بھی ہو تو ایک معتدل ذہن میں اس سے کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہو سکتا، جبکہ یہ معلوم ہے کہ دنیا میں مختلف حوادث کے ذیل میں کتابوں کے اتنے ذخیرے تلف ہوئے ہیں جو اگر موجود ہوتے تو یقیناً موجودہ ذخائر سے بدرجہا زیادہ ہوتے۔ خود تاریخ نے کلام امیر المومنینؑ کے جن جمع شدہ ذخیروں کا پتہ علامہ سیّد رضیؒ کے قبل ہم تک پہنچا

دیا ہے وہی سب اس وقت کہاں موجود ہیں؟ اس لئے اگر بعض مندرجات رائج الوقت کتابوں میں نہیں بھی ملتے تو ذہن یہی فیصلہ کرتا ہے کہ ان کتابوں میں موجود ہوں گے، جن تک ہماری اس وقت دسترس نہیں ہے۔ نہج البلاغہ کے مندرجات کے ان حوالوں کو پہلے علامہ شیخ ہادی کاشف الغطاءؒ نے مستدرک نہج البلاغہ کے اثناء تالیف ہی میں مدارک نہج البلاغہ کے نام سے مرتب کیا تھا، جو غالباً مکمل شائع نہیں ہوا ہے اور ایک قابل قدر کوشش رامپور کے ایک سنی فاضل عرشی صاحب نے کی ہے جو ''فاران'' کراچی میں مقالہ کی صورت میں شائع ہوئی ہے اور مزید تلاش کی جائے تو اس سلسلہ میں مزید کامیابی کا بھی امکان ہے۔

● گیارہواں امر یہ ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا رویہ دیکھا جائے تو وہ ہر اس کتاب یا مجموعہ کو جو معصومین علیہم السلام میں سے کسی کی طرف منسوب ہو بلا چون و چرا صرف اس لئے تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوجاتے کہ وہ معصومین علیہم السلام کی جانب منسوب ہے، بلکہ وہ پوری فراخ حوصلگی کے ساتھ محققانہ فریضہ کو انجام دیتے ہوئے۔ اگر وہ قابل انکار ہوتا ہے تو کھل کر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اگر مشکوک ہوتا ہے تو شک و شبہ کا اظہار کر دیا کرتے ہیں اور اس طرح بہت سے وہ ذخیرے جو کلام معصومینؑ کے نام سے موجود ہیں، مقام اعتبار میں مختلف درجے اختیار کر چکے ہیں۔

مثلاً ''دیوان امیر المومنینؑ'' بھی تو بطور کلام علیؑ ہی رائج ہے مگر علمائے شیعہ بلا رو رعایت اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اس سے بالاتر ذرا درجہ ''تفسیر امام حسن عسکریؑ'' کا ہے، حالانکہ وہ شہرت میں تقریباً نہج البلاغہ سے کم نہیں ہے اور شیخ صدوقؒ ایسے بلند مرتبہ قدیم محدث نے اس پر اعتماد کیا ہے مگر اکثر علمائے شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتے، یہاں تک کہ ہمارے قریبی دور کے محقق علامہ شیخ محمد جواد بلاغی نے ایک پورا رسالہ اس کے غلط ہونے کے اثبات میں لکھ دیا ہے۔ ''فقہ الرضاؑ''، امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے مگر اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کی بحث ایک مہتم بالشان علمی مسئلہ بن گئی ہے جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح ''جعفریات'' اور امام رضا علیہ السلام کا ''رسالہ ذہبیہ'' وغیرہ کوئی نقد و بحث سے نہیں بچا ہے۔

اس رویہ کے باوجود سید رضیؒ کے بعد سے اس وقت تک کسی دور میں بھی کسی شیعہ عالم کا نہج البلاغہ کے خلاف آواز بلند نہ کرنا اور اس میں ذرّہ بھر بھی شک و شبہ کا اظہار نہ کرنا اس کا ثبوت قطعی ہے کہ ان سب کی نظر میں اس کی حیثیت ان تمام مجموعوں سے ممتاز اور جداگانہ ہے۔ نہج البلاغہ کے ہم پلہ اس حیثیت سے اگر کوئی کتاب ہے تو صرف صحیفہ کاملہ جو اسی طرح مسلم طور پر امام زین العابدین علیہ السلام کے کلام کا مجموعہ ہے اور کوئی کتاب اس ذیل میں ان دونوں کے ہم مرتبہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ کا نتیجہ یہ ہے کہ علامہ سید رضیؒ کے بعد تقریباً دو ڈھائی سو برس تک نہج البلاغہ کے خلاف کوئی آواز اٹھتے ہوئے معلوم نہیں ہوتی، بلکہ متعدد علمائے اہل سنت نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے:

ابوالحسن علی ابن ابی القاسم بیہقی، متوفی ۵۶۵ھ،

امام فخر الدین، متوفی ۶۰۶ھ،

ابن ابی الحدید، متوفی ۶۵۵ھ،

علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ۔

غالباً انہی علمائے اہل سنت کے شروح وغیرہ لکھنے کا یہ نتیجہ تھا کہ عوام میں نہج البلاغہ کا چرچا پھیلا اور اس کے ان مضامین کے بارے میں جو

خلفائے ثلاثہ کے بارے میں ہیں اہلسنت میں بے چینی پیدا ہوئی اور اب آپس میں بحثیں شروع ہوگئیں اور اس کی وجہ سے علماء کو اپنے اصولِ عقائد سنبھالنے کیلئے اور عوام کو تسلی دینے کیلئے نہج البلاغہ کے بارے میں شکوک وشبہات اور رفتہ رفتہ انکار کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ سب سے پہلے ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ نے اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کی اور علامہ سیّد مرتضیٰؒ کے حالات میں یہ لکھا کہ:

قَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْ كِتَابِ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ الْمَجْمُوْعِ مِنْ كَلَامِ الْاِمَامِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، هَلْ هُوَ جَمَعَهٗ ، اَمْ جَمَعَهٗ اَخُوْهُ الرَّضِيُّ ؟ وَقَدْ قِيْلَ : اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ عَلِيٍّ، وَ اِنَّمَا الَّذِيْ جَمَعَهٗ وَ نَسَبَهٗ اِلَيْهِ هُوَ الَّذِيْ وَضَعَهٗ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

لوگوں میں کتاب نہج البلاغہ کے بارے میں جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کلام کا مجموعہ ہے، اختلاف ہے کہ وہ انہی (سیّد مرتضیٰؒ) کا جمع کردہ ہے یا ان کے بھائی سیّد رضیؒ کا اور بعض کہتے ہیں کہ: یہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہی نہیں ہے، بلکہ جسے جامع سمجھا جاتا ہے اسی کی یہ تصنیف ہے۔ واللہ اعلم۔[1]

یہ امر بہت قابل لحاظ ہے کہ نہج البلاغہ کے بارے میں اختلافی آواز ڈھائی صدی کے بعد بھی نہج البلاغہ کے تالیف کے مرکز یعنی بغداد یا ملک عراق کے کسی شہر سے بلند نہیں ہوئی، بلکہ مغربی مملکت جہاں بنی امیہ کی سلطنت تھی اور قیروان وقرطبہ میں جس سلطنت کے زیر اثر علماء کی پرورش ہو رہی تھی وہاں ابن خلکان مغربی کی زبان سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ جنہیں ''اِخْتَلَفَ النَّاسُ'' کہا جا رہا ہے، یہ مسلمان دار الخلافہ کے کوئی ذمہ دار افراد نہیں ہیں ورنہ ''اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ''، ''اِخْتَلَفَ الْمُحَقِّقُوْنَ''، ''اِخْتَلَفَ الْاُدَبَاءُ'' ایسے کوئی وقیع الفاظ درج کئے جاتے، بلکہ یہ ''النَّاس'' اموی سلطنت کے پروردہ مملکت مغربیہ کے سنی عوام ہیں جنہیں یہ خبر تک نہیں ہے کہ یہ کتاب سیّد رضیؒ کی جمع کردہ ہے یا سیّد مرتضیٰ کی اور یہ جناب ابن خلکان کا تقیہ ہے کہ وہ خود اپنی اطلاعات کو جو اس کتاب اور اس کے جامع کے بارے میں یقیناً ان کو تھے، پیش نہیں کرتے، بلکہ عوام کے جذبات کی تسلی کیلئے خود انہی عوام کے اختلافات کی ترجمانی کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ: ''بعض لوگ اسے سیّد مرتضیٰ کا جمع کردہ کہتے ہیں اور بعض سیّد رضیؒ کا'' اور خود ان کے ضمیر کا فیصلہ پہلے آجاتا ہے کہ جمع کرنے والا کوئی بھی ہو لیکن ہے وہ کلام امیر المومنینؑ ہی کا۔ اور پھر عوامی جذبات کو دھچکا پہنچنے کے اندیشے سے وہ بعض ان متعصب، مجہول الاسم والرسم اشخاص کے اس عذر کو جو اس کے مضامین کے تسلیم کرنے سے گریز کیلئے وہ مقام مناظرہ میں پیش کرتے تھے کہ ہم اسے کلام علیؑ ہی تسلیم نہیں کرتے، وہ ''قِيْلَ'' کہہ کے ذکر کر دیتے ہیں کہ: ''بعض ایسا کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہے ہی نہیں، بلکہ جس نے جمع کیا ہے اسی نے اس کو تصنیف کر دیا ہے''۔ یہ خود ''قِيْلَ'' اس قول کے ضعف کیلئے کافی تھا لیکن خود ان کا ضمیر اس ''قِيْلَ'' سے چونکہ مطمئن نہیں ہے، لہٰذا آخر میں ''وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ'' کہہ کے وہ اس میں مزید شک وشبہے کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سے صرف یہ پتا چلتا ہے کہ ابن خلکان اس بارے میں اپنے فیصلے کو ماحول کے دباؤ سے ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور وہ صرف عوام کی باہمی چہ مگوئیوں کا تذکرہ کر کے اپنا دامن بچالے جانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تشکیک کا علمی دنیا میں کوئی وزن ہی نہیں مانا جاسکتا۔

[1] وفیات الاعیان، ابن خلکان، ج ۳، ص ۳۱۳، مطبوعہ دار الثقافۃ، بیروت، ۱۹۷۲ء۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ اگرچہ علامہ ابن خلکان نے اپنے ضمیر کی تحریک سے بہت حد تک اپنے کو نہج البلاغہ کے انکار کی ذمہ داری سے بچایا تھا، مگر اُن کے اِن الفاظ نے بعد والے میدان مناظرہ کے پہلوانوں کو آسانی سے یہ داوٴ بتادیا کہ وہ نہج البلاغہ کے کلام امیر المومنینؑ ہونے کا انکار کر دیں۔ چنانچہ اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی نے جو اپنے دور کے انتہائی متعصب شخص تھے، یہ جراٴت کی کہ وہ اس شک کو یقین کا درجہ دے دیں اور انہوں نے سیّد مرتضیٰؒ کے حالات میں لکھ دیا کہ:

مَنْ طَالَعَ کِتَابَهٗ نَهْجَ الْبَلَاغَةِ جَزَمَ بِاَنَّهٗ مَکْذُوْبٌ عَلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَفِیْهِ السَّبُّ الصَّرِیْحُ وَ الْحَطُّ عَلَی السَّیِّدَیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ.

جو شخص ان کی کتاب نہج البلاغہ کو دیکھے وہ یقین کر سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت بالکل جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ اس میں کھلا ہوا سب وشتم اور ہمارے دونوں سرداروں ابوبکر و عمر کی تنقیص ہے۔[1]

اب آپ ذرا اس عجیب رفتار کو دیکھئے کہ تالیف نہج البلاغہ سے دو ڈھائی سو برس بعد یعنی ابن خلکان کے عہد تک تو اختلاف یا شک وشبہ کا بھی نہج البلاغہ کے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔ اس کے بعد ابن خلکان ملک مغرب میں بیٹھ کر عوام الناس کے اختلاف کا اس بارے میں اظہار کرتے ہیں کہ: یہ سیّد مرتضیٰؒ کی جمع کردہ کتاب ہے یا سیّد رضیؒ کی اور ایک ضعیف قول اس کا بیان کرتے ہیں کہ اس کی نسبت امیر المومنین علیہ السلام کی جانب غلط ہے اور پھر "واللہ اعلم" کہہ کر اس تغلیط کو مشکوک کرتے ہیں۔

یہ اس وقت جبکہ قرب عہد کی وجہ سے پھر بھی ذرائع اطلاع زیادہ ہو سکتے تھے اور اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی پہلے تو بیک گردش قلم اس اختلاف کو جو جامع کے بارے میں تھا، ختم کر کے اسے سیّد مرتضیٰؒ کا کارنامہ قرار دے دیتے ہیں اور پھر اس شک کو یقین کا درجہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ جو بھی نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے وہ ایسا ہی یقین کرے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے وقت تک تین سو برس میں گویا کسی نے اس کتاب کا مطالعہ ہی نہ کیا تھا یا انہیں کوئی ایسی عینک ملی ہے جو اس سے پہلے کسی کے پاس نہ تھی اور اب وہ اسی عینک سے اپنے دور کے بعد ہر شخص کو نہج البلاغہ کے مطالعہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ عینک کیا ہے؟ اسے خود اپنے آخر کلام میں درج کر دیتے ہیں۔

علمی حیثیت سے، اصول روایت کے لحاظ سے، تنقیدی قوانین کے پیش نظر انہیں چاہیے تھا کہ اسکی نسبت غلط ہونے کے ثبوت میں امیر المومنینؑ کا وہ مسلّم کلام پیش کرتے جو سیّد رضیؒ کے علاوہ دوسرے مستند ماخذوں سے ان کے نزدیک مسلم ہوتا اور وہ سیّد رضیؒ کے مندرجہ مضامین سے مختلف ہوتا۔ خود سیّد رضیؒ کے زمانہ والے مصنفین کے انتقادات کا حوالہ دیتے کہ انہوں نے بھی اسے غلط قرار دیا ہے۔ اس تین سو برس کی مدت میں دوسرے علماء و ناقدین نے جو کچھ اس کی ردّ وقدح کی ہوتی اسے پیش کرتے مگر ان کے جیب و دامن تحقیق میں کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے۔

ان کی دلیل اس نسبت کے یقینی طور پر جھوٹ ہونے کی صرف یہ ہے کہ اس میں ان کے دو سرداروں کی تنقیص ہے۔ کیا علمی دنیا میں اس دلیل کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے قرآن نازل ہونے کے چند صدی بعد کوئی طبقہ مشرکین کا، قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے صرف اس

[1] میزان الاعتدال، ذہبی، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۲ھ، ج ۳ ص ۱۲۴۔

لئے انکار کرے کہ اس میں ان کے اٰلِهه کے خلاف تنقیص و مذمت کی آیتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے جذبات کا تابع بنا کر اگر جانچا جائے، تو کوئی حقیقت باقی ہی نہیں رہ سکتی ﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾[1]۔

اس دروازہ کے کھل جانے کے بعد تمام اصول روایت و درایت معطل و بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر عقیدہ اور خیال کا انسان پھر ہر قوی سے قوی نص کو صرف اس بنا پر رد کر دے گا کہ وہ اس کے عقیدہ اور خیال کے خلاف ہے۔ جہاں تک خلفائے ثلاثہ کے مقابل میں شیعوں کے استدلال کا تعلق ہے، وہ احادیث رسولؐ یہاں تک کہ صحاح ستہ میں درج شدہ اخبار و احادیث سے بھی اس میں تمسک کرتے ہیں اور نہج البلاغہ کے مندرجات سے کچھ کم وہ احادیث پیغمبرؐ سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ محتاط اور علمی اصول کے کسی حد تک پابند علمائے اہل سنت کا یہ طریقہ رہا کہ وہ ان احادیث کے مضامین و مطالب کے تاویلوں سے ہمیشہ کام لیتے رہے اور بالکل ان احادیث کے انکار کی جرأت نہیں کی۔

مناظرانہ ضرورتوں سے انکارِ نصوص کا یہ رجحان جس کا مظاہرہ ذہبی نے کیا ہے، یہ بڑھتے بڑھتے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زمانہ میں یہاں تک آیا کہ شروع شروع عیسائی مبلغین سے مناظرہ میں انہیں وفات مسیح کے خیال کو پیش کرنے کی ضرورت ہوئی۔ صرف اس جذبہ کے ماتحت کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی یہ ایک طرح کی فضیلت عیسائی پیش کرتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں، لہٰذا اس کو ختم کرنا چاہیے۔ انہوں نے اس مناظرانہ ترکیب کو اصل قرار دیا اور پھر جو اسلامی نصوص اور متفق علیہ احادیث اس بارے میں تھیں ان سب کا انکار کر دیا اور آخر میں خود ان کے دعوائے مسیحیت کیلئے ایک راستہ بن گیا۔

یہی جذبہ ترقی کر کے اب اہل قرآن کے ہاتھوں، جن کی نمائندگی ''طلوع اسلام'' وغیرہ کر رہے ہیں، یہاں تک پہنچا ہے کہ وہ یہ دیکھتے ہوئے کہ طبری اور دوسرے مفسرین اور مؤرخین سب کے یہاں کچھ نہ کچھ شیعوں کے موافق باتیں موجود ہیں، اس لئے کلیۃً احادیث، تفاسیر اور تواریخ کے اعتبار پر انہوں نے ضرب لگا دی ہے اور ان سب کے انکار کی یہی بنیاد ہے کہ ان لوگوں نے شیعوں کے موافق چیزیں درج کی ہیں، لہٰذا یہ سب جھوٹ ہے۔ جو عمارت ایک غلط اساس پر قائم کی جاتی ہے، اس کا آخری انجام یہی ہوتا ہے۔ کاش! یہ لوگ حقیقت کو صرف حقیقت کے اعتبار سے دیکھتے اور پھر اپنے جذبات کو اس کے ماتحت لانے کی کوشش کرتے جو ایک عام مسلمان کا فریضہ ایمانی ہے، چہ جائیکہ وہ افراد جو اپنے کو علمائے اسلام قرار دیتے ہوں یا دنیا میں اس حیثیت سے متعارف ہوں۔

اس کے بعد کی صدیوں میں یہ دروازہ پاٹوں پاٹ کھل ہی گیا تھا۔ چنانچہ اب تو مناظرہ کے میدان کا یہ بہت ہی عام ہتھیار بن گیا کہ جب نہج البلاغہ کا کوئی کلام پیش ہو تو اسے غلط کہہ دیا جائے۔ اس کے بعد پھر موجودہ دور میں تو اور بھی بہت سے جذبات کارفرما ہو گئے ہیں: مثلاً تجدد پسند طبقے کا یہ رجحان کہ ''عورت ہر بات میں مرد کے برابر ہے''، جب نہج البلاغہ کے مندرجات سے مجروح ہوتا ہے تو اس جذبہ کے تحفظ کیلئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کا کلام نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں عورتوں کی تنقیص ہے۔ اور موجودہ سائنس سے اس کے نظریات کو ٹکراتے ہوئے دیکھا جاتا ہے تو سائنس کو اصل قرار دے کر اس کا انکار کر دیا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کا کلام ہو۔ کبھی اس جذبہ کے ماتحت کہ اس

---

[1] سورہ مومنون، آیت ۷۱۔

میں ان علوم وفنون کی حقیقتوں کا اظہار ہے جسے بعد والے اپنے وقت کا کارنامہ سمجھتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کلام بعد کی پیداوار ہے۔ اس لئے کہ اس وقت عرب میں یہ علوم وفنون تھے ہی نہیں، یہاں تک کہ کسی ایک لفظ مثلاً ''سلطان'' بمعنی بادشاہ کو حادث قرار دے کر اس لفظ کے استعمال کو نہج البلاغہ میں اس کی دلیل بنایا جاتا ہے کہ یہ جناب امیر علیہ السلام کی زبان سے نہیں نکل سکتا، حالانکہ یہ سب باتیں صرف اپنی خواہشوں کی تکمیل کا ایک بہانہ ہیں اور اپنے مزعومات کو اصل قرار دے کر حقیقتوں کو ان کا تابع بنالینے کا کرشمہ ہے۔

قرآن مجید میں درج شدہ حقائق کب ایسے ہیں جو اس وقت کے عربوں کو معلوم ہوں اور احادیث رسولؐ کے بہت سے معارف کب اس وقت کی دنیا کو معلوم تھے جو باب مدینۃ العلم کے اقوال میں کچھ ایسے علوم وفنون کے انکشاف پر تعجب کیا جائے، جن کو اس وقت کی دنیا کو خبر نہ تھی۔ ہر لفظ جس کیلئے کسی قدیم عربی شعر کو سند میں پیش کیا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس شعر سے پہلے اس کے ماخذ کا ہمیں علم نہیں ہوتا، ورنہ اس شعر کو ہم سند ہی قرار دینے کی کیوں زحمت محسوس کرتے۔ تو کیا اس تصور کو حقیقت قرار دے کر کہ اس کے پہلے یہ لفظ کہیں نہیں ہے، ہم اس شعر کا انکار کر دیں گے یا صحیح طریقہ یہ ہوگا اور یہی اصول معمول بہ ہے کہ اس شعر میں اس لفظ کے وجود سے خود ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس لفظ کا زبانِ عرب میں رواج تھا۔ اسی طرح ہم آخر لفظ ''سلطان'' میں یہ اصول کیوں اختیار کرتے ہیں کہ ہم اپنے اس مزعومہ کو وحی منزل قرار دیں کہ یہ لفظ حادث ہے اور کلام عرب میں موجود نہ تھا۔ خود جناب امیر علیہ السلام کے کلام میں اس کا وارد ہونا اس کا ثبوت کیوں نہ ہو کہ یہ لفظ چاہے عام اکثریت کی زبان پر جاری نہ ہو لیکن وہ کلیۃً مفقود نہیں تھا اور اس کا شاہد یہی کلام امیر المومنینؑ کیوں قرار نہ پائے؟۔ پھر ''السلطان'' کو لفظی طور پر بمعنی ''مَلِک'' (بادشاہ) قرار دینے کی ضرورت ہی کیا ہے، جبکہ وہ بمعنی مصدری یعنی حکومت واقتدار اور غلبہ یقینی موجود تھا اور قرآن مجید میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔ ذریعۂ غلبہ ہونے ہی کی بنا پر ''دلیل'' کو ''سلطان'' کہا گیا ہے جس طرح اسی اعتبار سے اس کو ''حجت'' کہا جاتا ہے اور یہی معنی مصدری بعد میں اسی شکل اختیار کر کے بمعنی ''مَلِک'' (بادشاہ) ہو گئے ہیں تو اس میں کیا دشواری ہے کہ ''اِذَا تَغَيَّرَ السُّلْطَانُ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ''[1] میں ہم ''السُّلْطَانُ'' کو حاکم کے معنی میں نہیں، بلکہ حکومت واقتدار کے معنی میں لیں جو ہماری زبان میں بھی بمعنی حاکم برابر رائج ہے۔ لفظی طور پر یہ معنی نہ کہیں کہ ''جب بادشاہ بدلتا ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے''، بلکہ یہ معنی کہیں کہ ''جب اقتدار بدلتا ہے تو زمانے میں بھی تغیر ہو جاتا ہے''، نتیجہ وہی ایک ہے، مگر وہ ہمارا مزعومہ بھی اگر ہمیں بہت عزیز ہو تو اس صورت میں محفوظ رہتا ہے۔ غرض یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں جو کسی اصول روایت و درایت پر منطبق نہیں ہوتیں۔

خلفاء کے بارے میں نہج البلاغہ میں ہرگز کوئی ایسی سخت بات نہیں ہے جو دوسری کتابوں میں موجود نہ ہو اور جناب امیر علیہ السلام کے ان رجحانات کے مطابق نہ ہو جو مسلم الثبوت حیثیت سے دوسری کتب اہلسنت میں بھی موجود ہیں۔ ایسی صورت میں اس قسم کے الفاظ کا حضرتؑ کی زبان پر آنا تو اس کا ثبوت ہے کہ وہ آپؑ کا کلام ہے۔ ہاں! اگر آپؑ کے واقعی رجحانات کے خلاف اس میں الفاظ ملتے تو اس پر تو غور کرنے کی بھی ضرورت ہوتی کہ وہ کس بنا پر ہیں یا انہیں کسی مجبوری کا نتیجہ قرار دینا پڑتا۔ جیسے بعض علماء کے خیال کے مطابق ''لِلّٰهِ بَلَآءُ فُلَانٍ''[2] والا خطبہ یہی نوعیت رکھتا ہے،

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۳۱۔

[2] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۲۲۸۔

مگر وہ کلام جو اپنے متکلم کے خیالات کا نمایاں طور پر آئینہ بردار ہو، اسے تو کسی حیثیت سے اس متکلم کی طرف نسبت صحیح ماننے میں تامل کا کوئی سبب ہی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ باوجود ابن خلکان کے اس اظہارِ تذبذب اور ذہبی کے اس جسارتِ انکار کے پھر بھی منصف مزاج اور حقیقت پسند علماء و محققین بلا تفریق مذہب و ملت، نہج البلاغہ کے مندرجات کو کلامِ امیر المومنینؑ مانتے رہے اور اس کا اظہار کرتے رہے، جن میں سے کچھ افراد کا جو سر دست پیش نظر ہیں، ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) علامہ شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ قریشی شافعی متوفی ۶۵۲ھ، اپنی کتاب "مطالب السؤل فی مناقب آل الرسولؑ" میں جو لکھنو میں بھی طبع ہو چکی ہے علوم امیر المومنینؑ کے بیان میں لکھتے ہیں:

وَ رَابِعُهَا: عِلْمُ الْبَلَاغَةِ وَ الْفَصَاحَةِ وَ كَانَ فِيهَا اِمَامًا لَّا يُشَقُّ غُبَارُهٗ وَ مُقَدَّمًا لَّا تُلْحَقُ اٰثَارُهٗ وَمَنْ وَّقَفَ عَلٰى كَلَامِهِ الْمَرْقُوْمِ الْمَوْسُوْمِ بِنَهْجِ الْبَلَاغَةِ صَارَ الْخَبَرُ عِنْدَهٗ عَنْ فَصَاحَتِهٖ عَيَانًا وَّ الظَّنُّ بِعُلُوِّ مَقَامِهٖ فِيْهِ اِيْقَانًا.

چوتھے: علم فصاحت و بلاغت، آپؑ اس میں امام کا درجہ رکھتے تھے جن کے گرد قدم تک بھی پہنچنا ناممکن ہے اور ایسے پیشرو تھے جن کے نشان قدم کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور جو حضرتؑ کے اس کلام پر مطلع ہو جو "نہج البلاغہ" کے نام سے موجود ہے، اس کیلئے آپؑ کی فصاحت کی سماعی خبر مشاہدہ بن جاتی ہے اور آپؑ کی بلندی مرتبہ کا اس باب میں گمان یقین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔[1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

اَلنَّوْعُ الْخَامِسُ فِي الْخُطَبِ وَ الْمَوَاعِظِ مِمَّا نَقَلَتْهُ الرُّوَاةُ وَ رَوَتْهُ الثِّقَاتُ عَنْهُ عليه السلام قَدِ اشْتَمَلَ كِتَابُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ الْمَنْسُوْبِ اِلَيْهِ عَلٰى اَنْوَاعٍ مِنْ خُطَبِهٖ وَ مَوَاعِظِهِ الصَّادِعَةِ بِاَوَامِرِهَا وَ نَوَاهِيْهَا الْمُطْلِعَةِ اَنْوَارَ الْفَصَاحَةِ وَ الْبَلَاغَةِ مُشْرِقَةٌ مِّنْ اَلْفَاظِهَا وَ مَعَانِيْهَا الْجَامِعَةِ حِكَمَ عُيُوْنِ عِلْمِ الْمَعَانِيْ وَ الْبَيَانِ عَلَى اخْتِلَافِ اَسَالِيْبِهَا.

پانچویں قسم ان خطب اور مواعظ کی شکل میں ہے جس کو راویوں نے بیان کیا ہے اور ثقات نے حضرتؑ سے ان کو نقل کیا ہے اور "نہج البلاغہ" کتاب جس کی نسبت حضرتؑ کی طرف دی جاتی ہے وہ آپؑ کے مختلف قسم کے خطبوں اور موعظوں پر مشتمل ہے جو اپنے اوامر و نواہی کو مکمل طور پر ظاہر کرتے اور فصاحت و بلاغت کے انوار کو اپنے الفاظ و معانی سے تابندہ شکل میں نمودار کرتے اور فن معانی و بیان کے اصول اور اسرار کو اپنے مختلف انداز بیان میں ہمہ گیر صورت سے ظاہر کرتے ہیں۔

اس میں مندرجاتِ نہج البلاغہ کو معتبر و ثقہ راویوں کے بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے یقینی طور پر کلام امیر المومنین علیہ السلام تسلیم کیا ہے۔ ایک جگہ جو "منسوب" کا لفظ ہے، اس سے کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے، وہ بحیثیت مجموعی کتاب بشکل کتاب سے متعلق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب امیر المومنینؑ کی

---

[1] مطالب السؤل فی مناقب آل الرسولؑ طبع لکھنو۔

جمع کردہ نہیں ہے۔کتاب تو حقیقتاً سید رضیؒ ہی کی ہے مگر عوام مجازی طور پر یا ناواقفیت کی بنا پر یونہی کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنینؑ کی کتاب ہے۔ یہ نسبت اس کلام کے لحاظ سے دی جاتی ہے جو اس کتاب میں درج ہے اور اسی لئے اس محل پر علامہ ابن طلحہ نے ''منسوب'' کا لفظ استعمال کیا ہے جو بالکل درست ہے۔اس سے اصل کلام کے بارے میں ان کے وثوق و اطمینان کو کوئی دھچکا نہیں پہنچتا۔

(۲) علامہ ابو حامد عبدالحمید ابن ہبۃ اللہ المعروف بابن ابی الحدید مدائنی بغدادی متوفی ۶۵۵ھ جنہوں نے اس کتاب کی مبسوط شرح لکھی ہے، وہ حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل ذاتیہ میں فصاحت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

اَمَّا الْفَصَاحَةُ فَهُوَ اِمَامُ الْفُصَحَآءِ وَ سَيِّدُ الْبُلَغَآءِ وَ عَنْ كَلَامِهٖ قِيْلَ: دُوْنَ كَلَامِ الْخَالِقِ وَ فَوْقَ كَلَامِ الْمَخْلُوْقِيْنَ، وَ مِنْهُ تَعَلَّمَ النَّاسُ الْخِطَابَةَ وَ الْكِتَابَةَ.

فصاحت کی آپؑ کا یہ عالم ہے کہ آپ فصحاء کے امام اور اہل بلاغت کے سرگروہ ہیں، آپؑ ہی کے کلام کے متعلق یہ مقولہ ہے کہ وہ خالق کے کلام کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے اور آپؑ ہی سے دنیا نے خطابت و بلاغت کے فن کو سیکھا۔

اس کے بعد عبدالحمید بن یحییٰ اور ابن نباتہ کے وہ اقوال درج کئے گئے ہیں، جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں پھر لکھا ہے:

وَ لَمَّا قَالَ مِحْقَنُ بْنُ اَبِیْ مِحْقَنٍ لِّمُعَاوِيَةَ: جِئْتُكَ مِنْ عِنْدِ اَعْيَا النَّاسِ، قَالَ لَهٗ: وَيْحَكَ! كَيْفَ يَكُوْنُ اَعْيَا النَّاسِ، فَوَاللهِ! مَا سَنَّ الْفَصَاحَةَ لِقُرَيْشٍ غَيْرُهٗ، وَ يَكْفِیْ هٰذَا الْكِتَابُ الَّذِیْ نَحْنُ شَارِحُوْهُ دَلَالَةً عَلٰۤى اَنَّهٗ لَا يُجَارٰى فِی الْفَصَاحَةِ وَ لَا يُبَارٰى فِی الْبَلَاغَةِ.

اور جب محقن بن ابی محقن نے (خوشامد میں) معاویہ سے کہا کہ: میں سب سے زیادہ گنگ شخص کے پاس سے آیا ہوں، معاویہ نے کہا کہ: وائے ہو تم پر! وہ گنگ کیونکر کہے جا سکتے ہیں، حالانکہ خدا کی قسم فصاحت کا راستہ قریش کو سوا ان کے کسی اور نے نہیں دکھایا ہے۔اور یہی کتاب جس کی ہم شرح لکھ رہے ہیں اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ حضرتؑ فصاحت میں وہ بلند درجہ رکھتے ہیں کہ کوئی آپؑ کے ساتھ نہیں چل سکتا اور بلاغت میں آپؑ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ مذکور دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں:

اِنَّ كَثِيْرًا مِنْ فُصُوْلِهٖ دَاخِلٌ فِیْ بَابِ الْمُعْجَزَاتِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لِاشْتِمَالِهَا عَلَى الْاَخْبَارِ الْغَيْبِيَّةِ وَ خُرُوْجِهَا مِنْ وُّسْعِ الطَّبِيْعَةِ الْبَشَرِيَّةِ.

اس کتاب کے اکثر مقامات حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا معجزہ کہے جا سکتے ہیں۔اس لئے کہ وہ غیبی خبروں پر مشتمل ہیں اور انسانی طاقت کے حدود سے باہر ہیں۔

حالانکہ علامہ ابن ابی الحدید اپنے معتقدات میں جو شیعیت کے خلاف ہیں پورے راسخ ہیں اور اس لئے نہج البلاغہ میں جہاں جہاں ان کے معتقدات کے خلاف چیزیں ہیں، ان کو کافی زحمت درپیش ہوئی ہے، مگر اس کے باوجود کسی ایک مقام پر بھی وہ اس شک و شبہ کا اظہار نہیں کرتے کہ یہ شاید امیر المومنینؑ کا کلام نہ ہو، بلکہ خطبہ شقشقیہ تک میں جو سب سے زیادہ ان کے جذبات کے خلاف مضامین پر مشتمل ہے، وہ اس امر کو بقوت تسلیم

کرتے ہیں کہ یہ ہے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ضرور، اور اس کے خلاف ہر تصور کو دلائل کے ساتھ ردّ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے خطبہ کی (شرح ہی) میں کہا کہ: «قَدَّمَ الْمَفْضُوْلَ عَلَى الْفَاضِلِ»: ''خدا نے (معاذ اللہ!) کسی مصلحت سے غیر افضل کو افضل پر مقدم کر دیا''، اور اسی طرح خطبہ شقشقیہ وغیرہ کی تشریحات میں انہوں نے اپنے معتقدات کا اظہار کر دیا ہے اور امیر المومنینؑ کے الفاظ کو معاذ اللہ! آپؑ کے بشری جذبات کا تقاضا قرار دیا ہے۔

یہ امور اس تصور کو ختم کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں اس شیعہ رئیس کی خوشامد مدنظر رکھی ہے جس کے نام پر انہوں نے یہ شرح معنون کی تھی۔ ابن العلقمی شیعہ ضرور تھے، مگر وہ سلطنت بنی عباس کے وزیر تھے اور یہ کتاب دولتِ عباسیہ کے سقوط سے پہلے ان کے دورِ وزارت میں لکھی گئی ہے۔ اوّل تو اگر خوشامد مدنظر ہوتی تو وزیر کے بجائے خود خلیفہ کے جذبات کا لحاظ کرنا زیادہ ضروری ہوتا۔ دوسرے ظاہر ہے کہ سلطنت عباسیہ کے وزیر ہونے کی بنا پر خود ابن العلقمی بھی کھل کر ایسے شخص کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتے تھے جو حکومت وقت کے مذہب کے موافق کوئی بات کہے نہ وہ خود ہی ایسے جذبات کا علانیہ اظہار کرتے تھے۔ پھر اگر ان کی خوشامد ہی پیش نظر ہوتی تو ابن ابی الحدید اسی کتاب میں شیعیت کی ردیں کرتے اور خلافتِ ثلاثہ کو شروع سے لے کر آخر تک بقدر امکان مضبوط کرنے کی کوشش کس لئے کرتے۔

ان کا یہ طرزِ عمل صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں اپنے حقیقی خیالات اور جذبات کو برابر پیش نظر رکھا ہے۔ وہ اگر نہج البلاغہ کی صحت میں ذرا سا شک و شبہ کا بھی اظہار کر دیتے تو وہ اس سے زیادہ ابن العلقمی کیلئے تکلیف دہ نہیں ہو سکتا تھا جتنا خدا کی طرف اس غلط کام کو منسوب کرنا کہ ''وہ مفضول کو فاضل پر ترجیح دے دیتا ہے'' یا امیر المومنین علیہ السلام کے اقوال کو معاذ اللہ! نفسانیت پر محمول کرنا جو خطبہ شقشقیہ وغیرہ کی شرح میں انہوں نے لکھ ڈالا ہے، بلکہ ایک شیعہ کیلئے ان الفاظ کے کلام امیر المومنینؑ ہونے سے انکار کر دینا اتنا صدمہ نہیں پہنچا سکتا اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اتنی بڑی توہین نہیں ہے جتنا یہ تصور کرنا کہ حضرتؑ نے معاذ اللہ! حقیقت کے خلاف صرف اپنی ذاتی رنجش کی بنا پر یہ الفاظ فرما دیئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہرگز ابن ابی الحدید کو ابن العلقمی کی کوئی خاطر داری اظہارِ خیالات میں پیش نظر نہ تھی اور اس کتاب پر ابن العلقمی نے اگر کوئی انعام دیا ہو تو یہ صرف ان کے وسعت صدر اور وسعت نظر اور تحمل کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ایک مخالفِ مذہب کے ایک علمی کارنامے کی صرف علمی کارنامہ ہونے کی بنا پر قدر کی جو کہ ان کے خود عقائد و خیالات سے متضاد مضامین پر بھی مشتمل تھا۔ میرے خیال میں تو ابن ابی الحدید نے اپنی سنّیت کو اس کتاب میں اتنا ضرورت سے زیادہ طشت از بام کیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کی رورعایت کا تصور بھی پیدا ہونا غلط ہے۔

(۳) ابو السعادات مبارک مجد الدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی مشہور کتاب نہایہ میں جو احادیث و آثار کے لغات کی شرح کے موضوع پر ہے، کثیر التعداد مقامات پر نہج البلاغہ کے الفاظ کو حل کیا ہے۔ ابن اثیر کی حیثیت فقط ایک عام لغوی کی نہیں ہے بلکہ وہ محدث بھی ہیں۔ اگر صرف ادبی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ان الفاظ کا حل کرنا ہی ضروری تھا تو وہ اس کو نہج البلاغہ کا نام لکھ کر درج کرتے، پھر واقعہ تو یہ ہے کہ اگر اس کو وہ کلام امیر المومنینؑ سمجھتے ہی نہ، تو انہیں اس کتاب میں جو صرف احادیث اور آثار کے حل کیلئے لکھی گئی ہے، ان لغات کو جگہ ہی نہ دینا چاہئے تھی، کیونکہ اصطلاحی طور پر ''اثر'' صرف صحابہ اور ممتاز تابعین کی زبان سے نکلے ہوئے اقوال کو کہتے ہیں۔ کسی متاخر عالم کی کتاب کے الفاظ نہ ''حدیث'' میں داخل ہیں اور نہ ''اثر'' میں۔ ان کا ان الفاظ کو جگہ دینا ہی اس کا ثبوت ہے کہ وہ اس کو سیّد رضیؒ کا کلام نہیں سمجھتے، بلکہ کلام امیر المومنینؑ قرار دیتے ہیں۔

پھر یہ کہ ان لغات کو درج کرنے میں ہر مقام پر تصریحاً وہ حدیث علیؑ کے لفظ کا استعمال کرتے ہیں، جیسے لغت ''جوی'' میں ''مِنۡهُ حَدِيۡث عَلِيٍّ''، یونہی ''فَتۡق الۡاَجۡوَآءِ وَ شَقّ الۡاَرۡجَآءِ''[1] میں زیادہ تر ان الفاظ کا تذکرہ ''حَدِيۡثُ عَلِيٍّ'' کے لفظوں کے ساتھ ہے اور کہیں پر ''خُطۡبَةُ عَلِيٍّ'' ہے، جیسے لغت ''لوط'' میں ''فِيۡ خُطۡبَةِ عَلِيٍّ: وَلَاطَهَا بِالۡبِلَّةِ حَتّٰى لَزَبَتۡ''[2]، ایک جگہ لغت ''ایم'' میں یہ الفاظ ہیں: ''كَلَامُ عَلِيٍّ: مَاتَ قَيِّمُهَا وَ طَالَ تَاَيُّمُهَا''[3]۔ اسی طرح لغت ''اسل'' میں ''فِيۡ كَلَامِ عَلِيٍّ'' کے الفاظ ہیں اور ایسے ہی دو ایک جگہ اور باقی تمام مقامات پر ''حَدِيۡثُ عَلِيٍّ'' لکھا ہے اور جو مکاتیب کے الفاظ ہیں انہیں ''كِتَابُ عَلِيٍّ'' کہہ کر درج کیا ہے۔ ان تمام مقامات کو استقصاء کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب ''نہج البلاغہ کا استناد'' میں درج کیا ہے، جو امامیہ مشن لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

(۴) علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں:

وَ اَيۡضًا هُوَ اَفۡصَحُهُمۡ لِسَانًا عَلٰى مَا يَشۡهَدُ بِهٖ كِتَابُ نَهۡجِ الۡبَلَاغَةِ.

حضرتؑ سب سے زیادہ فصیح اللسان بھی تھے، جس کی گواہی کتاب ''نہج البلاغہ'' دے رہی ہے۔[4]

(۵) جمال الدین ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ، انہوں نے بھی نہایہ کی طرح اپنی عظیم الشان کتاب لسان العرب میں مندرجہ الفاظ کو ''كَلَامُ عَلِيٍّ'' کہتے ہوئے حل کیا ہے۔

(۶) علامہ علاء الدین قوشجی متوفی ۸۷۵ھ شرح تجرید میں قول محقق طوسیؒ ''اَفۡصَحُهُمۡ لِسَانًا'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

عَلٰى مَايَشۡهَدُ بِهٖ كِتَابُ نَهۡجِ الۡبَلَاغَةِ وَ قَالَ الۡبُلَغَآءُ: اِنَّ كَلَامَهٗ دُوۡنَ كَلَامِ الۡخَالِقِ وَ فَوۡقَ كَلَامِ الۡمَخۡلُوۡقِ.

جس کی شاہد ہے آپ کی کتاب ''نہج البلاغہ'' اور اہل بلاغت کا قول ہے کہ: ''آپؑ کا کلام خالق کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے''۔[5]

(۷) محمد بن علی بن طباطبائی معروف بہ ابن طقطقی اپنی کتاب تاریخ الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، مطبوعہ مصر ص ۹ میں لکھتے ہیں:

عَدَلَ نَاسٌ اِلٰى نَهۡجِ الۡبَلَاغَةِ مِنۡ كَلَامِ اَمِيۡرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ عَلِيِّ ابۡنِ اَبِيۡ طَالِبٍ، فَاِنَّهُ الۡكِتَابُ الَّذِيۡ يُتَعَلَّمُ مِنۡهُ الۡحِكَمُ وَ الۡمَوَاعِظُ وَالۡخُطَبُ وَ التَّوۡحِيۡدُ وَالشَّجَاعَةُ وَ الزُّهۡدُ وَ عُلُوُّ الۡهِمَّةِ وَ اَدۡنٰى

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۔

[2] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۔

[3] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۶۹۔

[4] شرح مقاصد، ج ۵، ص ۲۹۹۔

[5] شرح تجرید، قوشجی، ص ۳۷۸۔

فَوَآئِدِهِ الْفَصَاحَةُ وَ الْبَلَاغَةُ.

بہت سے لوگوں نے کتاب ''نہج البلاغہ'' کی طرف توجہ کی جو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ہے، کیونکہ یہ وہ کتاب ہے کہ جس سے حکم اور مواعظ اور توحید اور زہد اور علو ہمت، ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اس کا سب سے ادنیٰ فیض فصاحت و بلاغت ہے۔

(۸) علامہ محدث ملا طاہر فتنی گجراتی، انہوں نے بھی مجمع بحارالانوار، نہایہ کی طرح احادیث و آثار کے لغات ہی کی شرح میں لکھی ہے اور انہوں نے بھی الفاظ نہج البلاغہ کو کلام امیر المومنین علیہ السلام تسلیم کرتے ہوئے ان کی شرح کی ہے۔

(۹) علامہ احمد بن منصور کازرونی اپنی کتاب مفتاح الفتوح میں امیر المومنین علیہ السلام کے حالات میں لکھتے ہیں:

وَمَنْ تَاَمَّلَ فِيْ كَلَامِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ خُطَبِهٖ وَ رِسَالَاتِهٖ، عَلِمَ اَنَّ عِلْمَهٗ لَا يُوَازِيْ عِلْمَ اَحَدٍ وَّ فَضَآئِلُهٗ لَا تُشَاكِلُ فَضَائِلَ اَحَدٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ مِنْ جُمْلَتِهَا كِتَابُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ. وَ اَيْمُ اللّٰهِ! لَقَدْ وَقَفَ دَوْنَهٗ فَصَاحَةُ الْفُصَحَآءِ وَ بَلَاغَةُ الْبُلَغَآءِ وَ حِكْمَةُ الْحُكَمَآءِ.

جو حضرتؑ کے کلام اور خطوط اور خطبوں اور تحریروں پر غور کی نگاہ ڈالے، اسے معلوم ہوگا کہ حضرتؑ کا علم کسی دوسرے کے علم کی طرح اور حضرتؑ کے فضائل پیغمبرؐ کے بعد کسی دوسرے کے فضائل کے قبیل سے نہیں تھے۔ (یعنی بدرجہا زیادہ تھے) اور انہی میں سے کتاب ''نہج البلاغہ'' ہے۔[1] اور خدا کی قسم! آپؑ کی فصاحت کے سامنے تمام فصحاء کی فصاحت اور بلیغوں کی بلاغت اور حکمائے روزگار کی حکمت مفلوج و معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۱۰) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں ''افصح'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

وَمَنْ اَرَادَ مُشَاهَدَةَ بَلَاغَتِهٖ وَ مُسَامَعَةَ فَصَاحَتِهٖ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى نَهْجِ الْبَلَاغَةِ وَ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّنْسَبَ هٰذَا الْكَلَامُ الْبَلِيْغُ اِلٰى رَجُلٍ شِيْعِيٍّ.

جو شخص آپؑ کی فصاحت کو دیکھنا اور آپ کی بلاغت کو سننا چاہتا ہو، وہ ''نہج البلاغہ'' پر نظر کرے اور ایسے فصیح و بلیغ کلام کو کسی شیعہ عالم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔

(۱۱) علامہ شیخ احمد ابن المصطفیٰ معروف بہ طاشکبری زادہ اپنی کتاب ''شقائق نعمانیہ فی علماء دولۃ عثمانیہ''، قاضی قوام الدین یوسف کی تصانیف کی فہرست میں لکھتے ہیں:

وَ شَرْحُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ لِلْاِمَامِ الْهُمَامِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ.

(۱۲) مفتی دیار مصریہ علامہ شیخ محمد عبدہ متوفی ۱۳۲۳ھ جن کی اس سعی جمیل کے مشکور ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے مصر اور

---

[1] اس کے معنی یہ ہیں کہ: مصنف کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ حضرتؑ کے کلام کا ذخیرہ ''نہج البلاغہ'' کے علاوہ بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے اور یہ صرف اس کا ایک جز ہے۔

بیروت وغیرہ اہل سنت کے علمی مرکزوں کو نہج البلاغہ کے فیوض سے بہرہ مند بنانے کا سامان کیا اور وہاں کے باشندوں کو ان کے سبب سے اس جلیل القدر کتاب کا تعارف ہوسکا، انہوں نے نہج البلاغہ کو اپنے تفسیری حواشی کے ساتھ مصر میں چھپوایا جس کے بہت سے ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں، وہ اپنے اس مقدمہ میں جو شروع کتاب میں درج کیا ہے، اپنی اس دہشت و حیرت کا اظہار کرتے ہوئے جو نہج البلاغہ کے حقائق آگیں عبارات سے ان پر طاری ہوئی ہے، تحریر کرتے ہیں:

كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيَّ فِيْ كُلِّ مَقَامٍ اَنَّ حُرُوْبًا شُبَّتْ، وَ غَارَاتٍ شُنَّتْ، وَ اَنَّ لِلْبَلَاغَةِ دَوْلَةً وَّ لِلْفَصَاحَةِ صَوْلَةً، وَ اَنَّ لِلْاَوْهَامِ عَرَامَةً وَّ لِلرَّيْبِ دَعَارَةً، وَ اَنَّ جَحَافِلَ الْخِطَابَةِ، وَ كَتَآئِبَ الذَّرَابَةِ، فِيْ عُقُوْدِ النِّظَامِ، وَ صُفُوْفِ الْاِنْتِظَامِ، تَنَافَحَ بِالصَّفِيْحِ الْاَبْلَجِ وَ الْقَوِيْمِ الْاَمْلَجِ، وَ تَمْتَلِجُ الْمُهَجُ بِرَوَاضِعِ الْحُجَجِ، فَتَفَلَّ مِنْ دَعَارَةِ الْوَسَاوِسِ وَ تُصِيْبُ مَقَاتِلَ الْخَوَانِسِ. فَمَآ اَنَا اِلَّا وَ الْحَقُّ مُنْتَصِرٌ، وَ الْبَاطِلُ مُنْكَسِرٌ، وَ مَرَجَ الشَّكُّ فِيْ خُمُوْدٍ وَ هَرَجَ الرَّيْبُ فِيْ رُكُوْدٍ. وَ اَنَّ مُدَبِّرَ تِلْكَ الدَّوْلَةِ، وَ بَاسِلَ تِلْكَ الصَّوْلَةِ، هُوَ حَامِلُ لِوَآئِهَا الْغَالِبِ، اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ علیہ السلام.

ہر مقام پر (اس کے اثناء مطالعہ میں) مجھے ایسا تصور ہو رہا تھا کہ جیسے لڑائیاں چھڑی ہوئی ہیں، نبرد آزمائیاں ہو رہی ہیں، بلاغت کا زور ہے اور فصاحت پوری قوت سے حملہ آور ہے، توہمات شکست کھا رہے ہیں، شکوک و شبہات پیچھے ہٹ رہے ہیں، خطابت کے لشکر صف بستہ ہیں، طلاقت لسان کی فوجیں شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں مصروف ہیں، وسوسوں کا خون بہایا جا رہا ہے اور توہمات کی لاشیں گر رہی ہیں اور ایک دفعہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ بس حق غالب آ گیا اور باطل کی شکست ہو گئی اور شک و شبہ کی آگ بجھ گئی اور تصورات باطل کا زور ختم ہو گیا اور اس فتح و نصرت کا سہرا اس کے علمبردار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے سر ہے۔

بَلْ كُنْتُ كُلَّمَا انْتَقَلْتُ مِنْ مَّوْضِعٍ اِلٰى مَوْضِعٍ اَحُسُّ بِتَغَيُّرِ الْمَشَاهِدِ، وَ تَحَوُّلِ الْمَعَاهِدِ:
بلکہ اس کتاب کے مطالعہ میں جتنا جتنا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا، میں نے مناظر کی تبدیلی اور مواقف کے تغیر کو محسوس کیا:

فَتَارَةً كُنْتُ اَجِدُنِيْ فِيْ عَالَمٍ يَّعْمُرُهٗ مِنَ الْمَعَانِيْ اَرْوَاحٌ عَالِيَةٌ، فِيْ حُلَلٍ مِّنَ الْعِبَارَاتِ الزَّاهِيَةِ، تَطُوْفُ عَلَى النُّفُوْسِ الزَّاكِيَةِ، وَ تَدْنُوْ مِنَ الْقُلُوْبِ الصَّافِيَةِ، تُوْحِيْ اِلَيْهَا رَشَادُهَا، وَ تَقُوْمُ مِنْهَا مُرَادُهَا، وَ تَنْفِرُ بِهَا عَنْ مَّدَاحِضِ الْمَزَالِ، اِلٰى جَوَادِ الْفَضْلِ وَ الْكَمَالِ.
کبھی میں اپنے کو ایسے عالم میں پاتا تھا جہاں معانی کی بلند روحیں خوش نما عبارتوں کے جامے پہنے ہوئے پاکیزہ نفوس کے

گرد چکر لگاتی اور صاف دلوں کے نزدیک آ کر انہیں سیدھے رستے پر چلنے کا اشارہ کرتی اور نفسانی خواہشوں کا قلع قمع کرتی اور لغزشِ مقامات سے متنفر بنا کر فضیلت و کمال کے راستوں کا سالک بناتی ہیں،

وَ طَوْرًا كَانَتْ تَتَكَشَّفُ لِيَ الْجُمَلُ عَنْ وُّجُوْهٍ بَاسِرَةٍ، وَ اَنْيَابٍ كَاشِرَةٍ، وَ اَرْوَاحٍ فِيْۤ اَشْبَاحِ النُّمُوْرِ، وَ مَخَالِبِ النُّسُوْرِ، قَدْ تَحَفَّزَتْ لِلْوِثَابِ، ثُمَّ انْقَضَّتْ لِلْاِخْتِلَابِ. فَخَلَبَتِ الْقُلُوْبَ عَنْ هَوَاهَا، وَ اَخَذَتِ الْخَوَاطِرَ دُوْنَ مَرْمَاهَا، وَ اغْتَالَتْ فَاسِدَ الْاَهْوَآءِ وَ بَاطِلَ الْاٰرَآءِ۔

اور کبھی ایسے جملے سامنے آجاتے ہیں جو معلوم ہوتا ہے کہ تیوریاں چڑھائے ہوئے اور دانت نکالے ہوئے ہولناک شکلوں میں آگے بڑھ رہے ہیں اور ایسی روحیں ہیں جو چیتوں کے پیکروں میں اور شکاری پرندوں کے پنجوں کے ساتھ حملہ پر آمادہ ہیں اور ایک دم شکار پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور دلوں کو ان کے ہوا و ہوس کے مرکزوں سے جھپٹ کر لے جاتے ہیں اور ضمیروں کو پست جذبات سے زبردستی علیحدہ کر دیتے اور غلط خواہشوں اور باطل عقیدوں کا قلع قمع کر دیتے ہیں۔

وَ اَحْيَانًا كُنْتُ اَشْهَدُ اَنَّ عَقْلًا نُوْرَانِيًّا لَّا يُشْبِهُ خَلْقًا جَسَدَانِيًّا، فَصَلَ عَنِ الْمَوْكِبِ الْاِلٰهِيِّ وَ اتَّصَلَ بِالرُّوْحِ الْاِنْسَانِيِّ، فَخَلَعَهٗ عَنْ غَاشِيَاتِ الطَّبِيْعَةِ، وَ سَمَا بِهٖ اِلَى الْمَلَكُوْتِ الْاَعْلٰى، وَ نَمَا بِهٖ اِلٰى مَشْهَدِ النُّوْرِ الْاَجْلٰى. وَ سَكَنَ بِهٖ اِلٰى عَمَارِ جَانِبِ التَّقْدِيْسِ، بَعْدَ اسْتِخْلَاصِهٖ مِنْ شَوَآئِبِ التَّلْبِيْسِ.

اور بعض اوقات میں جیسے مشاہدہ کرتا تھا کہ ایک نورانی عقل جو جسمانی مخلوق سے کسی حیثیت سے بھی مشابہ نہیں ہے، خداوندی بارگاہ سے الگ ہوئی اور انسانی روح سے متصل ہو کر اسے طبیعت کے پردوں سے اور مادیت کے حجابوں سے نکال لیا اور اسے عالم ملکوت تک پہنچا دیا اور تجلیات ربانی کے مرکز تک بلند کر دیا اور لے جا کر عالم قدس میں اس کو ساکن بنا دیا۔

وَ اٰنَاتٍ كَاَنِّيْۤ اَسْمَعُ خَطِيْبَ الْحِكْمَةِ يُنَادِيْ بِاَعْلِيَآءِ الْكَلِمَةِ، وَ اَوْلِيَآءِ اَمْرِ الْاُمَّةِ، يُعَرِّفُهُمْ مَوَاقِعَ الصَّوَابِ، وَ يُبْصِرُهُمْ مَوَاضِعَ الْاِرْتِيَابِ، وَ يُحَذِّرُهُمْ مَزَالِقَ الْاِضْطِرَابِ، وَ يُرْشِدُهُمْ اِلٰى دَقَآئِقِ السِّيَاسَةِ، وَ يَهْدِيْهِمْ طُرُقَ الْكِيَاسَةِ، وَ يَرْتَفِعُ بِهِمْ اِلٰى مَنَصَّاتِ الرِّئَاسَةِ وَ يُصْعِدُهُمْ شَرَفَ التَّدْبِيْرِ، وَ يُشْرِفُ بِهِمْ عَلٰى حُسْنِ الْمَصِيْرِ.

اور بعض لمحات میں معلوم ہوتا تھا کہ حکمت کا خطیب صاحبان اقتدار اور قوم کے اہل حل و عقد کو للکار رہا ہے اور انہیں صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دے رہا ہے اور ان کی غلطیوں پر متنبہ کر رہا ہے اور انہیں سیاست کی باریکیاں اور تدبر و حکمت کے دقیق نکتے سمجھا رہا ہے اور ان کی صلاحیتوں کو حکومت کے منصب اور تدبر و سیاست کی اہلیت پیدا کر کے مکمل بنا رہا ہے۔

اس میں علامہ محمد عبدہ نے جس طرح یقینی طور پر اس کو کلام امیر المومنین علیہ السلام تسلیم کیا ہے، اسی طرح اس کے مضامین کی حقانیت اور اس کے

مندرجات کی سچائی کا بھی اعتراف کیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب کے مضامین حق کی فتح اور باطل کی شکست اور شکوک واوہام کی فنا اور توہمات ووساوس کی بیخ کنی کا سبب ہیں اور وہ شروع سے آخر تک انسانی روح کیلئے روحانیت وطہارت اور جلال وکمال کی تعلیمات کی حامل ہیں۔

علامہ محمد عبدہ کو نہج البلاغہ سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ اسے قرآن مجید کے بعد ہر کتاب کے مقابلہ میں ترجیح کا مستحق سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنا یہ اعتقاد بتایا ہے کہ جامعہ اسلامیہ میں اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونا اسلام کی ایک صحیح خدمت ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ امیر المومنین علیہ السلام ایسے بلند مرتبہ مصلح عالم کا کلام ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

لَيۡسَ فِيۡ اَهۡلِ هٰذِهِ اللُّغَةِ اِلَّا قَآئِلٌ بِاَنَّ كَلَامَ الۡاِمَامِ عَلِيِّ بۡنِ اَبِيۡ طَالِبٍ هُوَ اَشۡرَفُ الۡكَلَامِ وَ اَبۡلَغُهٗ بَعۡدَ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ كَلَامِ نَبِيِّهٖ وَ اَغۡزَرُهٗ مَادَّةً وَ اَرۡفَعُهٗ اُسۡلُوۡبًا وَ اَجۡمَعُهٗ لِجَلَآئِلِ الۡمَعَانِيۡ، فَاَجۡدَرُ بِالطَّالِبِيۡنَ لِنَفَآئِسِ اللُّغَةِ وَ الطَّامِعِيۡنَ فِي التَّدَرُّجِ لِمَرَاقِيۡهَا اَنۡ يَّجۡعَلُوۡا هٰذَا الۡكِتَابَ اَهَمَّ مَحۡفُوۡظِهِمۡ وَ اَفۡضَلَ مَاۡثُوۡرِهِمۡ مَعَ تَفَهُّمِ مَعَانِيۡهِ فِي الۡاَغۡرَاضِ الَّتِيۡ جَآءَتۡ لِاَجۡلِهَا وَ تَاَمُّلِ اَلۡفَاظِهٖ فِي الۡمَعَانِي الَّتِيۡ صِيۡغَتۡ لِلدَّلَالَةِ عَلَيۡهَا، لِيُصِيۡبُوۡا بِذٰلِكَ اَفۡضَلَ غَايَةٍ وَ يَنۡتَهُوۡا اِلٰى خَيۡرِ نِهَايَةٍ.

اس عربی زبان والوں میں کوئی ایسا نہیں جو اس کا قائل نہ ہو کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کا کلام، کلام خدا وکلامِ رسولؐ کے بعد ہر کلام سے بلندتر، زیادہ پر معانی اور زیادہ فوائد کا حامل ہے۔ لہٰذا زبانِ عربی کے نفیس ذخیروں کے طلاب کیلئے یہ کتاب سب سے زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے اپنے محفوظات اور منقولات میں اہم درجہ پر رکھیں اور اس کے ساتھ ان معانی ومقاصد کے سمجھنے کی کوشش کریں جو اس کتاب کے الفاظ میں مضمر ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ علامہ محمد عبدہ کی یہ کوشش پورے طور پر بارآور بھی ہوئی۔ ایسے تنگ نظری کے ماحول میں جبکہ علمی دنیا کا یہ افسوسناک رویہ ہے کہ خود اہل سنت کی وہ کتابیں جو اہل بیت معصومین علیہم السلام سے یا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے متعلق ہیں، انہیں زیادہ تر ایران کے شیعی مطبعوں نے شائع کیا ہے مگر مصر و بیروت وغیرہ کے علمی مرکزوں نے انہیں کبھی قابل اشاعت نہ سمجھا۔ مثلاً: ''سبط ابن جوزی'' کتب سیر میں پوری علمی جلالت سے یاد کئے گئے ہیں، مگر ان کی کتاب ''تذکرہ'' صرف اس لئے سوادِ اعظم کی بارگاہ میں درخور اعتنا نہیں سمجھی گئی کہ اس میں اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زیادہ ہیں۔ اسی طرح حافظ نسائی کی خصائص وغیرہ۔ مگر نہج البلاغہ اپنے تمام مندرجات کے باوجود جن سے سواد اعظم کو اختلاف ہوسکتا ہے، پھر بھی مصر اور بیروت کے علمی حلقوں میں پوری پوری مقبولیت اور مرکزیت رکھتی ہے۔ اس کے مسلسل ایڈیشن شائع ہوتے ہیں اور مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصابوں میں داخل ہے۔ یہ صرف ہندوستان یا پاکستان کی مناظرانہ ذہنیت اور اس کی مسموم فضا ہے کہ یہاں کے مدارس میں اکثر اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا ہے جو خالص شیعی کتاب سے ہونا چاہیے۔

علامہ شیخ محمد عبدہ نے نہ صرف اس کتاب پر حواشی لکھ دیئے اور اسے طبع کر دیا بلکہ وہ اپنی گفتگوؤں میں برابر اس کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ''مجلّۃ الہلال'' مصر نے اپنی جلد نمبر ۳۵ کے شمارۂ اول بابت نومبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۷۸ پر چار سوالات علمی طبقہ کی توجہ کیلئے شائع کئے تھے جن

میں پہلا سوال یہ تھا کہ:

مَا هُوَ الْكِتَابُ اَوِ الْكُتُبُ الَّتِيْ طَالَعْتُمُوْهَا فِيْ شَبَابِكُمْ، فَاَفَادَتْكُمْ وَ كَانَ لَهَا اَثَرٌ فِيْ حَيَاتِكُمْ؟

وہ کونسی کتاب یا کتابیں ہیں، جن کا آپ نے دورِ شباب میں مطالعہ کیا تو انہوں نے آپ کو فائدہ پہنچایا اور ان کا آپ کی زندگی پر اثر پڑا؟

اس سوال کا جواب استاد شیخ مصطفی عبد الرزاق نے دیا ہے جو شمارۂ دوم بابت دسمبر ۱۹۲۶ھ کے صفحہ ۱۵۰ پر شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

طَالَعْتُ بِاِرْشَادِ الْاُسْتَاذِ الْمَرْحُوْمِ الشَّيْخِ مُحَمَّدٍ عَبْدُهٗ دِيْوَانَ الْحَمَاسَةِ وَ نَهْجَ الْبَلَاغَةِ.

میں نے استاد مرحوم شیخ محمد عبدہ کی ہدایت سے دیوان حماسہ اور نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا۔

عبد المسیح انطاکی نے بھی جن کی رائے اس کے بعد آئے گی، اس کا ذکر کیا ہے کہ علامہ محمد عبدہ نے مجھ سے فرمایا کہ: ''اگر تم چاہتے ہو کہ انشا پردازی کا درجہ حاصل کرو تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو اپنا استاد بناؤ اور ان کے کلام کو اپنے لئے چراغِ ہدایت قرار دو''۔

موصوف کا یہ عقیدہ نہج البلاغہ کے متعلق کہ وہ تمام وکمال امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہے، اتنا نمایاں تھا کہ ان کے تمام شاگرد جو ان کے بعد سے اب تک مصر کے بلند پایہ اساتذہ میں رہے، اس حقیقت سے واقف تھے۔ چنانچہ استاد محمد محی الدین عبد الحمید مدرس کلیہ لغت عربیہ جامعہ ازہر جن کے خود خیالات ان کی عبارت میں اس کے بعد پیش ہوں گے، اپنے شائع کردہ ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

عَسَيْتُ اَنْ تَسْئَلَ عَنْ رَّاْيِ الْاُسْتَاذِ الْاِمَامِ الشَّيْخِ مُحَمَّدٍ عَبْدُهٗ فِيْ ذٰلِكَ، وَ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ الْكِتَابَ مِنْ مَّرْقَدِهٖ، وَ لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَوْسَعَ مِنْهُ اِطِّلَاعًا، وَ لَآ اَدَقَّ تَفْكِيْرًا، وَ الْجَوَابُ عَلٰى هٰذَا التَّسَاؤُلِ: اَنَّا نَعْتَقِدُ اِنَّهٗ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ مُقْتَنِعًا بِاَنَّ الْكِتَابَ كُلَّهٗ لِلْاِمَامِ عَلِيٍّ رَّحِمَهُ اللّٰهُ.

ممکن ہے تم اس بارے میں استاد امام شیخ محمد عبدہ کی رائے دریافت کرنا چاہتے ہو جنہوں نے اس کتاب کو خوابِ گمنامی سے بیدار کیا اور ان سے بڑھ کر کوئی وسعتِ اطلاع اور باریکیٔ نگاہ میں مانا بھی نہیں جاسکتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو تمام وکمال امیر المومنین علیہ السلام کا کلام سمجھتے تھے۔

علامہ محمد عبدہ کا یہ مقدمہ جس کے اقتباسات ہم نے درج کئے ہیں، خود دنیائے ادبیت میں کافی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ سیّد احمد ہاشمی نے اپنی کتاب ''جواہر الادب'' حصہ اول میں صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸ پر اسے تمام وکمال درج کر دیا ہے اور اس پر عنوان قائم کیا ہے: وَصْفُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ لِلْاِمَامِ الْمَرْحُوْمِ الشَّيْخِ مُحَمَّدٍ عَبْدُهٗ الْمُتَوَفّٰى ۱۳۲۲ھ۔

(۱۳) ملک عرب کے مشہور مصنف، خطیب اور انشاء پرداز شیخ مصطفیٰ غلایینی استاذ التفسیر والفقہ والادب العربیۃ فی الکلیۃ الاسلامیۃ بیروت،

اپنی کتاب اریج الزہر میں زیرِعنوان ''نہج البلاغۃ واسالیب الکلام العربی'' ایک مبسوط مقالہ کے تحت میں تحریر کرتے ہیں:

مِنْ اَحْسَنِ مَا يَنْبَغِيْ مُطَالَعَتُهُ لِمَنْ يَتَطَلَّبُ الْاُسْلُوْبَ الْعَالِيَ كِتَابُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ لِلْاِمَامِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَ هُوَ الْكِتَابُ الَّذِيْ اُنْشِئَتْ هٰذَا الْمَقَالَ لِاَجْلِهٖ، فَاِنَّ فِيْهِ مِنْ بَلِيْغِ الْكَلَامِ وَ الْاَسَالِيْبِ الْمُدْهِشَةِ وَ الْمَعَانِي الرَّائِقَةِ وَ مَنَاحِي الْمَوْضُوْعَاتِ الْجَلِيْلَةِ مَا يَجْعَلُ مُطَالِعَهٗ، اِذْ اَزَاوَلَهٗ مُزَاوَلَةً صَحِيْحَةً، بَلِيْغًا فِيْ كِتَابَتِهٖ وَ خِطَابَتِهٖ وَ مَعَانِيْهِ.

بہترین چیز جس کا مطالعہ بلند معیار ادبی کے طلبگاروں کو لازم ہے، وہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی کتاب نہج البلاغہ ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس کیلئے خاص طور پر یہ مقدمہ لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں بلیغ کلام اور ششدر کر دینے والے طرز بیان اور خوش نما مضامین اور مختلف عظیم الشان مطالب ایسے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا اگر ان کی صحیح مزاولت کرے تو وہ اپنی انشاپردازی، اپنی خطابت اور اپنی گفتگو میں بلاغت کے معیار پر پورا اتر سکتا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کتاب سے کثیر التعداد افراد بلکہ اقوام نے استفادہ کیا ہے جن میں سے ایک کاتب الحروف بھی ہے۔ میں ان تمام افراد کو جو عربی کے بلند اسلوبِ تحریر کے طالب اور کلام بلیغ کے جویا ہوں، اس کتاب کے حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

(۱۴) استاد محمد کرد علی رئیس مجمع علمی دمشق نے الہلال کے چار سوالات کے جواب میں، جن میں سے تیسرا سوال یہ تھا کہ: ''مَا هِيَ الْكُتُبُ الَّتِيْ تَنْصَحُوْنَ لِشُبَّانِ الْيَوْمِ بِقَرَآئَتِهَا؟'': ''وہ کونسی کتابیں ہیں جن کے پڑھنے کی موجودہ زمانہ کے نوجوانوں کو آپ ہدایت کرتے ہیں؟'' اس سوال کے جواب میں لکھا ہے:

اِذَا طُلِبَ الْبَلَاغَةُ فِيْ اَتَمِّ مَظَاهِرِهَا وَ الْفَصَاحَةُ الَّتِيْ لَمْ تَشُبْهَا عُجْمَةٌ، فَعَلَيْكَ بِنَهْجِ الْبَلَاغَةِ، دِيْوَانِ خُطَبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عليه السلام وَ رَسَآئِلِهٖ اِلٰى عُمَّالِهٖ، يُرْجَعُ اِلٰى فَصْلِ الْاِنْشَآءِ وَ الْمُنْشِئِيْنَ فِيْ كِتَابِيْ ''اَلْقَدِيْمُ وَ الْحَدِيْثُ''.

اگر بلاغت کا اس کے مکمل ترین مظاہرات کے ساتھ مشاہدہ مطلوب ہو اور اس فصاحت کو جس میں ذرہ بھر بھی زبان کی کوتاہی شامل نہیں ہے، دیکھنا ہو تو تم کو نہج البلاغہ کا مطالعہ کرنا چاہیے جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطب و مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''القدیم والحدیث'' مطبوعہ مصر ۱۹۲۵ء ''فَصْلُ الْاِنْشَآءِ وَ الْمُنْشِئِيْنَ'' دیکھنا چاہیے۔

یہ جواب ''الہلال'' کی جلد نمبر پینتیس کے شمارہ نمبر ۵ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء میں صفحہ ۵۷۲ پر شائع ہوا ہے۔

(۱۵) استاد محمد محی الدین المدرس فی کلیۃ اللغۃ العربیۃ بالجامعۃ الازہر جنہوں نے نہج البلاغہ پر تعلیقات تحریر کئے ہیں اور علامہ شیخ محمد عبدہ کے حواشی برقرار رکھتے ہوئے بہت سے تحقیقات و شرح کا اضافہ کیا ہے اور ان حواشی کے ساتھ یہ کتاب مطبع استقامۃ مصر میں طبع ہوئی ہے، انہوں نے اس ایڈیشن کے شروع میں اپنی جانب سے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جس میں نہج البلاغہ کے استناد و اعتبار پر ایک سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے

ضروری اجزا یہاں درج کئے جاتے ہیں:

وَ بَعْدُ! فَهٰذَا كِتَابُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ، وَ هُوَ مَا اخْتَارَهُ الشَّرِيْفُ الرَّضِيُّ اَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمُوْسَوِيُّ مِنْ كَلَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ الَّذِيْ جَمَعَ بَيْنَ دَفَّتَيْهِ عُيُوْنَ الْبَلَاغَةِ وَ فُنُوْنَهَا وَ تَهَيَّأَتْ بِهٖ لِلنَّاظِرِ فِيْهِ اَسْبَابُ الْفَصَاحَةِ وَ دَنَا مِنْهُ قُطَّافُهَا، اِذْ كَانَ مِنْ كَلَامِ اَفْصَحِ الْخَلْقِ بَعْدَ الرَّسُوْلِ ﷺ مَنْطِقًا، وَ اَشَدِّهِمْ اقْتِدَارًا، وَ اَبْرَعِهِمْ حُجَّةً، وَ اَمْلَكِهِمْ لُغَةً، يُدِيْرُهَا كَيْفَ شَآءَ. اَلْحَكِيْمُ الَّذِيْ تَصْدُرُ الْحِكْمَةُ عَنْ بَيَانِهٖ، وَ الْخَطِيْبُ الَّذِيْ يَمْلَأُ الْقَلْبَ سِحْرُ لِسَانِهٖ، اَلْعَالِمُ الَّذِيْ تَهَيَّاَ لَهٗ مِنْ خِلَاطِ الرَّسُوْلِ وَ كِتَابَةِ الْوَحْيِ، وَ الْكِفَاحُ عَنِ الدِّيْنِ بِسَيْفِهٖ وَ لِسَانِهٖ، مُنْذُ حَدَاثَتِهٖ مَا لَمْ يَتَهَيَّاْ لِاَحَدٍ سِوَاهُ. هٰذَا كِتَابُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ وَ اَنَا بِهٖ حَفِيٌّ مُّنْذُ طَرَآئَةِ السِّنِّ وَ مَيْعَةِ الشَّبَابِ، فَلَقَدْ كُنْتُ اَجِدُ وَالِدِيْ كَثِيْرَ الْقَرَآئَةِ فِيْهِ وَ كُنْتُ اَجِدُ عَمِّيَ الْاَكْبَرَ يَقْضِيْ مَعَهٗ طَوِيْلَ السَّاعَاتِ يُرَدِّدُ عِبَارَاتِهٖ وَ يَسْتَخْرِجُ مَعَانِيَهَا وَ يَتَقَيَّلُ اُسْلُوْبَهٗ وَ كَانَ لَهُمَا مِنْ عَظِيْمِ التَّاْثِيْرِ عَلٰى نَفْسِيْ مَا جَعَلَنِيْ اَقْفُوْ اَثَرَهُمَا. فَاَحَلَّهٗ مِنْ قَلْبِي الْمَحَلَّ الْاَوَّلَ وَ اَجْعَلُهٗ سَمِيْرِيَ الَّذِيْ لَا يُمَلُّ وَ اَنِيْسِيَ الَّذِيْ اَخْلُوْا اِلَيْهِ اِذَا عَزَّ الْاَنِيْسُ.

یہ کتاب نہج البلاغہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے کلام کا وہ انتخاب ہے جو شریف رضی ابوالحسن محمد بن حسن موسوی نے کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو اپنے دامن میں بلاغت کے نمایاں جوہر اور فصاحت کے بہترین مرقعے رکھتی ہے اور ایسا ہونا ہی چاہیے کیونکہ وہ ایسے شخص کا کلام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام خلق میں سب سے زیادہ فصیح البیان، سب سے زیادہ قدرت کلام کا مالک اور قوت استدلال میں زیادہ اور الفاظ لغت عربی پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والا تھا کہ جس صورت سے چاہتا انہیں گردش دے دیتا تھا اور وہ بلند مرتبہ حکیم جس کے بیان سے حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور وہ خطیب جس کی جادو بیانی دلوں کو بھر دیتی ہے، وہ عالم جس کیلئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انتہائی روابط اور وحی کی کتابت اور دین کی نصرت میں شمشیر و زبان دونوں سے جہاد کے ابتدائی عمر سے وہ مواقع حاصل ہوئے جو کسی دوسرے کو ان کے سوا حاصل نہیں ہوئے، یہ ہے کتاب نہج البلاغہ! اور میں اپنے عنفوانِ شباب اور ابتدائے عمر ہی سے اس کا گرویدہ رہا ہوں، کیونکہ میں اپنے والد کو دیکھتا تھا کہ وہ اکثر اس کتاب کو پڑھتے تھے اور اپنے بڑے چچا کو بھی دیکھتا کہ وہ گھنٹوں پڑھتے رہتے، اس کے معانی کو سمجھتے رہتے اور اس کے انداز بیان پر غور کرتے رہتے اور ان دونوں بزرگواروں کا میرے دل پر اتنا بڑا اثر تھا جس نے مجھے بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کیلئے مجبور کر دیا اور میں نے اس کتاب کو اپنے قلب میں سب سے مقدم درجہ دے دیا، اسے اپنا مونس تنہائی قرار دیا جو ہمیشہ میرے لئے دلبستگی کا باعث ہے۔

اس کے بعد علامہ مذکور نے ان اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کا رجحان یہ ہے کہ وہ اسے شریف رضیؒ خود کا کلام قرار دیتے ہیں، ان کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے موصوف رقمطراز ہیں:

کہتے ہیں کہ سب سے اہم اسباب جو اس کتاب کے کلام امیر المومنینؑ نہ ہونے سے متعلق پیش کئے جاتے ہیں، صرف چار ہیں:

پہلے: یہ کہ اس میں اصحاب رسولؐ کی نسبت ایسی تعریضات ہیں جن کا حضرت علی علیہ السلام سے صادر ہونا تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصاً معاویہ، طلحہ، زبیر، عمرو بن عاص اور ان کے اتباع کے بارے میں سبّ وشتم تک موجود ہے۔

دوسرے: اس میں لفظی آرائش اور عبارت میں صنعت گری اس حد پر ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں مفقود تھی۔

تیسرے: اس میں تشبیہات واستعارات اور واقعات ومناظر کی صورت کشی اتنی مکمل ہے جس کا پتہ صدر اسلام میں اور کہیں نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ حکمت وفلسفہ کی اصطلاحیں اور مسائل کے بیان میں اعداد کا پیش کرنا یہ باتیں اس زمانہ میں رائج نہ تھیں۔

چوتھے: اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علم غیب کے اِدّعا کا پتہ چلتا ہے جو حضرت علی علیہ السلام ایسے پاکباز انسان کی شان سے بعید ہے۔

موصوف ان خیالات کو ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خدا گواہ ہے کہ ہمیں ان اسباب میں سے کسی ایک میں اور ان سب میں مجموعی طور پر بھی کوئی واقعی دلیل، بلکہ دلیل نما شکل بھی اس دعوے کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جو ان لوگوں کا مدعا ہے، بلکہ انہیں تو ایسے شکوک وشبہات کا درجہ بھی نہیں دیا جاسکتا جو کسی حقیقت کے ماننے میں تھوڑا سا دغدغہ بھی پیدا کر سکتے ہوں اور جن کے رفع کرنے کی ضرورت ہو۔

پھر انہوں نے ایک ایک کر کے ہر بات کو ردّ بھی کیا ہے۔ پہلی بات کے متعلق جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسئلہ خلافت میں طرز عمل ہی ایسا اختیار کیا گیا جس سے فطرتاً حضرت علی علیہ السلام کو شکایت ہونا ہی چاہیے تھی اور آپؑ کی خلافت کے دور میں اہل شام نے آپؑ کے خلاف جو بغاوت کی اس سے آپؑ کو تکلیف ہونا ہی چاہیے۔ ہر دور کے متعلق آپؑ کے جس طرح کے الفاظ ہیں وہ بالکل تاریخی حالات کے مطابق ہیں، اس لئے اس میں شک وشبہ کا کیا محل ہے؟

دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا سا مرتبہ فصاحت اور حکمت دونوں میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں تھا، تو پھر آپؑ کے کلام کی خصوصیتیں اس دور میں کسی اور کے یہاں مل ہی کیونکر سکتی ہیں۔ رہ گیا سجع وقافیہ کا التزام، وہ آپؑ کے یہاں اس طرح نہیں جس سے آورد ظاہر ہو یا معانی پر اس کا اثر پڑے اور اس حد تک قافیہ وغیرہ کا التزام اس دور میں عموماً رائج تھا۔

چوتھی دلیل کے جواب میں علامہ مذکور نے جو کہا ہے وہ ہمارے مذہبی عقائد کے بے شک مطابق نہیں ہے مگر وہ خود ان کے نقطۂ نظر کا حامل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جسے علم غیب سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسے ہم فراست اور زمانہ کی نبض شناسی کا نتیجہ سمجھتے ہیں جو علی علیہ السلام ایسے حکیم انسان سے بعید نہیں

ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا، یہ جواب انہوں نے مادی ذہنیت کے مطابق دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر خدا کے دیئے ہوئے علم غیب کا مظاہرہ باعث انکار قرار دیا جائے تو اکثر احادیث نبویہ بھی اس زد میں آجائیں گی اور خدا کی طرف سے علمِ غیب کا مظاہرہ تو اکثر قرآن کی آیات سے نمودار ہی ہے۔ پھر قرآن کی آیتوں کا بھی انکار کرنا چاہیے اور اگر علم الٰہی کی بنا پر ان آیات کو تسلیم کیا جائے تو اس کے عطا کردہ علم سے علی علیہ السلام ایسے عالم ربانی کے کلام میں اس طرح کی باتوں کے تذکرہ پر بھی کسی حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔

(۱۶) استاد شیخ محمد حسن نائل المرصفی نے بھی نہج البلاغہ کی ایک شرح لکھی ہے، جو دار الکتب العربیہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مقدمہ میں ”کلمۃ فی اللغۃ العربیۃ“ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

وَ لَقَدْ كَانَ الْمَجَلّٰى فِيْ هٰذِهِ الْحَلْبَةِ عَلِيٌّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ مَا حَسَبَنِيَ اَحْتَاجَ فِيْ اِثْبَاتِ هٰذَا اِلٰى دَلِيْلٍ اَكْثَرَ مِنْ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ. ذٰلِكَ الْكِتَابِ الَّذِيْ اَقَامَهُ اللّٰهُ حُجَّةً وَاضِحَةً عَلٰى اَنَّ عَلِيًّا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ كَانَ اَحْسَنَ مِثَالٍ حَيٍّ لِّنُوْرِ الْقُرْاٰنِ وَ حِكْمَتِهٖ وَ عِلْمِهٖ وَ هِدَايَتِهٖ وَ اِعْجَازِهٖ وَ فَصَاحَتِهٖ. اِجْتَمَعَ لِعَلِيٍّ عليه السلام فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ مَا لَمْ يَجْتَمِعْ لِكِبَارِ الْحُكَمَآءِ وَ اَفْذَاذِ الْفَلَاسِفَةِ وَ نَوَابِغِ الرَّبَّانِيِّيْنَ مِنْ اٰيَاتِ الْحِكْمَةِ السَّامِيَةِ وَ قَوَاعِدِ السِّيَاسَةِ الْمُسْتَقِيْمَةِ وَ مِنْ كُلِّ مَوْعِظَةٍ بَاهِرَةٍ وَّ حُجَّةٍ بَالِغَةٍ تَشْهَدُ لَهٗ بِالْفَضْلِ وَ حُسْنِ الْاَثَرِ. خَاضَ عَلِيٌّ عليه السلام فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ لُجَّةَ الْعِلْمِ وَ السِّيَاسَةِ وَ الدِّيْنِ. فَكَانَ فِيْ كُلِّ هٰذِهِ الْمَسَآئِلِ نَابِغَةً مُّبَرَّزًا.

اس میدان میں سب سے آگے حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام تھے اور اس دعویٰ کا سب سے بڑا ثبوت نہج البلاغہ ہے، جسے اللہ نے ایک واضح حجت اس کی بنایا ہے کہ علی ابن ابی طالب علیہما السلام قرآن کے نور اور حکمت اور علم اور ہدایت اور اعجاز اور فصاحت کی بہترین زندہ مثال تھے۔ اس میں حضرت علی علیہ السلام کی زبان سے اتنی چیزیں یکجا ہیں جو بڑے حکماء اور یکتائے زمانہ فلاسفہ اور شہرۂ آفاق علمائے ربانیین، ان سب کی زبانی ملا کر بھی یکجا نہیں ملتیں، حکمت کی بلند نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد، حیرت خیز موعظہ اور مؤثر استدلال۔ اس کتاب میں علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے علم سیاست اور دین کے ہر دریا کی غواصی کی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؑ ان میں سے ہر شعبہ میں یکتائے روزگار تھے۔

(۱۷) استاد محمد الزہری الغمراوی جنہوں نے مرصفی کی مذکورہ بالا شرح پر ایک مقدمہ تحریر کیا ہے، اس میں ”طبقات الفصحاء“ کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں:

وَ لَمْ يُنْقَلْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ هٰذِهِ الطَّبَقَاتِ مَا نُقِلَ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ. فَقَدِ اشْتَمَلَتْ مَقَالَاتُهٗ عَلَى الْمَوَاعِظِ الزُّهْدِيَّةِ وَ الْمَنَاهِجِ السِّيَاسِيَّةِ وَ الزَّوَاجِرِ الدِّيْنِيَّةِ وَ الْحِكَمِ النَّفِيْسَةِ وَ الْاٰدَابِ الْخُلُقِيَّةِ وَ الدُّرَرِ التَّوْحِيْدِيَّةِ وَ الْاِشَارَاتِ الْغَيْبِيَّةِ وَ

الرُّدُوْدِ عَلَی الْخُصُوْمِ وَ النَّصَآئِحِ عَلٰی وَجْہِ الْعُمُوْمِ وَ قَدِ احْتَوٰی عَلٰی غُرَرِ کَلَامِہٖ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ کِتَابُ نَھْجِ الْبَلَاغَۃِ الَّذِیْ جَمَعَہٗ وَ ھَذَّبَہٗ اَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ طَاھِرٍ الْمَشْھُوْرِ بِالشَّرِیْفِ الرَّضِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ وَ اَثَابَہٗ وَ اَرْضَاہُ.

ان تمام طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی وہ کارنامہ نقل ہو کر ہم تک نہیں پہنچا جو امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی زبانی پہنچا ہے۔ آپؑ کے مقالات، زاہدانہ مواعظ، سیاسی مسلک اور دینی ہدایات، نفیس فلسفی بیانات، اخلاقی تعلیمات، توحید کے جواہر، غیبی اشارات، مخالفین کی ردّ و قدح اور عمومی نصائح پر مشتمل ہیں اور آپؑ کے کلام کے روشن اقتباسات پر مشتمل کتاب نہج البلاغہ ہے جسے ابوالحسن محمد ابن طاہر مشہور بہ شریف رضی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے۔

(۱۸) الاستاذ عبدالوہاب حمودہ استاذ الادب الحدیث بکلیۃ الادب جامعۃ فواد الاول مصر نے اپنے مقالہ ''الآراء الاجتماعیہ فی نہج البلاغۃ'' میں جو رسالۃ الاسلام قاہرہ کی جلد ۳، عدد ۳، بابت ماہ رمضان ۱۳۷۰ھ مطابق جولائی ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ہے، لکھا ہے کہ:

وَ قَدِ اجْتَمَعَ لَہٗ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ کِتَابِ نَھْجِ الْبَلَاغَۃِ مَا یَجْتَمِعُ لِکِبَارِ الْحُکَمَآءِ وَ اَفْذَاذِ الْفَلَاسِفَۃِ وَ نَوَابِغِ الرَّبَّانِیِّیْنَ مِنْ اٰیَاتِ الْحِکْمَۃِ السَّامِیَۃِ، قَوَاعِدُ السِّیَاسِیَّۃِ الْمُسْتَقِیْمَۃِ وَ مِنْ کُلِّ مَوْعِظَۃٍ بَاھِرَۃٍ، وَ حُجَّۃٍ بَالِغَۃٍ وَّ اٰرَاءٍ اجْتِمَاعِیَّۃٍ، وَ اُسُسٍ حَرَبِیَّۃٍ، مِمَّا یَشْھَدُ لِلْاِمَامِ بِالْفَضْلِ وَ حُسْنِ الْاَثَرِ.

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زبان سے کتاب نہج البلاغہ میں تن تنہا وہ تمام چیزیں اکٹھا ہوگئی ہیں جو اکابر علماء اور یکتائے روزگار فلاسفہ اور سربرآوردہ علمائے ربانیین سے مجموعی طور پر یکجا کی جاسکتی ہیں، بلند حکمت کی نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد اور ہر طرح کا حیرت خیز موعظہ اور مؤثر استدلال اور اجتماعی تصورات، یہ سب امیرالمومنینؑ کی فضیلت اور بہترین کارگزاری کے بین گواہ ہیں۔

(۱۹) علامہ ابونصر پروفیسر بیروت یونیورسٹی نے اپنی کتاب ''علیؑ ابن ابی طالبؑ'' کی فصل ۳۱ میں امیرالمومنینؑ کے آثار عربی میں نہج البلاغہ کا ذکر کیا ہے اور اس ذیل میں لکھا ہے کہ: ''یہ کتاب علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی عظیم شخصیت کی مظہر ہے''۔

(۲۰) قاضی علی ابن محمد شوکانی صاحب نیل الاوطار نے اپنی کتاب ''اتحاف الاکابر باسانید الدفاتر''، طبع حیدرآباد (باب النون) میں نہج البلاغہ کیلئے اپنی سندِ متصل درج کرتے ہوئے لکھا ہے: «نَھْجُ الْبَلَاغَۃِ مِنْ کَلَامِ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ»: (نہج البلاغہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام ہے)

یہ وہ حقیقت ہے، جس کا متعدد عیسائی محققین نے بھی اعتراف کیا ہے:

۱) عبدالمسیح انطاکی صاحب جریدہ ''العمران'' مصر، جنہوں نے امیرالمومنین علیہ السلام کی سیرت میں اپنی مشہور کتاب ''شرح قصیدہ علویہ'' تحریر کی ہے اور وہ مطبع رعمسیس فجالہ مصر میں شائع ہوئی ہے، وہ اس کے ص ۵۳۹، پر تحریر کرتے ہیں:

لَا جِدَالَ اَنَّ سَیِّدَنَا عَلِیًّا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ھُوَ اِمَامُ الْفُصَحَآءِ وَ اُسْتَاذُ الْبُلَغَآءِ وَ اَعْظَمُ مِنْ

خُطَبٍ وَّ کُتُبٍ فِیْ حِرَفِ اَھْلِ ھٰذِہِ الصَّنَاعَۃِ الْاَلِبَّآءِ، وَ ھٰذَا کَلَامٌ قَدْ قِیْلَ فِیْہِ بِحَقٍّ: اِنَّہٗ فَوْقَ کَلَامِ الْخَلْقِ وَ تَحْتَ کَلَامِ الْخَالِقِ، قَالَ ھٰذَا کُلُّ مَنْ عَرَفَ فُنُوْنَ الْکِتَابَۃِ وَ اشْتَغَلَ فِیْ صَنَاعَۃِ التَّحْبِیْرِ وَ التَّحْرِیْرِ بَلْ ھُوَ اُسْتَاذُ الْکُتَّابِ الْعَرَبِ وَ مُعَلِّمُھُمْ بِلَا مَرَآءٍ، فَمَا مِنْ اَدِیْبٍ لَّبِیْبٍ حَاوَلَ اِتْقَانَ صَنَاعَۃَ التَّحْرِیْرِ اِلَّا وَ بَیْنَ یَدَیْہِ الْقُرْاٰنُ وَ نَھْجُ الْبَلَاغَۃِ. ذٰلِکَ کَلَامُ الْخَالِقِ وَ ھٰذَا کَلَامُ اَشْرَفِ الْمَخْلُوْقِیْنَ، وَ عَلَیْھِمَا یُعَوِّلُ فِی التَّحْرِیْرِ وَ التَّحْبِیْرِ اِذَآ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ مَعَاشِرِ الْکَتَبَۃِ الْمَجِیْدِیْنَ، وَ لَعَلَّ اَفْضَلَ مَنْ خَدَمَ لُغَۃَ قُرَیْشٍ الشَّرِیْفُ الرَّضِیُّ الَّذِیْ جَمَعَ خُطَبَ وَ اَقْوَالَ وَ حِکَمَ وَ رَسَآئِلَ سَیِّدِنَا اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَفْوَاہِ النَّاسِ وَ اَمَالِیْھِمْ وَ اَصَابَ کُلَّ الْاِصَابَۃِ بِاِطْلَاقِہٖ عَلَیْہِ اسْمَ ''نَھْجِ الْبَلَاغَۃِ'' وَ مَا ھٰذَا الْکِتَابُ اِلَّا صِرَاطُھَا الْمُسْتَقِیْمُ لِمَنْ یُّحَاوِلُ الْوُصُوْلَ اِلَیْھَا مِنْ مَّعَاشِرِ الْمُتَاَدِّبِیْنَ.

اس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا کہ سیدنا حضرت علی امیر المومنین علیہ السلام فصیحوں کے امام اور بلیغوں کے استاد اور عربی زبان میں خطابت اور کتابت کرنے والوں میں سب سے زیادہ عظیم المرتبت ہیں اور یہ وہ کلام ہے جس کے بارے میں بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ: یہ کلام خلق سے بالا اور خالق کلام سے نیچے ہے۔ یہ ہر اس شخص کا قول ہوگا، جس نے انشاء پردازی کے فنون سے واقفیت حاصل کی ہو اور تحریر کا مشغلہ رکھا ہو، بلکہ آپؑ بلا شبہ تمام عرب انشاء پردازوں کے استاد اور معلم ہیں۔ کوئی ادیب ایسا نہیں ہے جو تحریر کے فن میں کمال حاصل کرنا چاہے، مگر یہ کہ اس کے سامنے قرآن ہوگا اور نہج البلاغہ کہ ایک خالق کا کلام ہے اور دوسرا اشرف المخلوقین کا اور انہی پر اعتماد کرے گا ہر وہ شخص جو چاہے گا کہ اچھے لکھنے والوں میں اس کا شمار ہو۔ غالباً زبان عربی کی خدمت کرنے والوں میں سب سے بڑا درجہ شریف رضیؒ کا ہے جنہوں نے امیرالمومنینؑ کے یہ خطبے اور اقوال اور حکیمانہ ارشادات اور خطوط لوگوں کے محفوظات اور مخطوطات سے یکجا کئے ہیں اور انہوں نے اس کا نام ''نہج البلاغہ'' بھی بہت ٹھیک رکھا۔ بلاشبہ یہ بلاغت کا صراط مستقیم ہے ہر اس شخص کیلئے جو اس منزل تک پہنچنا چاہے۔[1]

اس کے بعد انہوں نے شیخ محمد عبدہ کی رائے بیان کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ شیخ ابراہیم یازجی نے جو اس آخری دور میں متفقہ طور پر عربی کے کامل انشاء پرداز اور امام اساتذۂ لغت مانے گئے ہیں، مجھ سے فرمایا کہ: مجھے اس فن میں جو مہارت حاصل ہوئی ہے، وہ صرف قرآن مجید اور نہج البلاغہ کے مطالعہ سے۔ یہ دونوں عربی زبان کے وہ خزانۂ عامرہ ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔

---

[1] ملحمۃ الامام علیؑ، عبد المسیح الانطاکی ص ۶۹۹ طبع مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، 1991ء۔

۲) فواد افرام البستانی، استاذ الآداب العربیہ فی کلیۃ القدیس یوسف (بیروت)۔ انہوں نے ایک سلسلہ تعلیمی کتابوں کا روائع کے نام سے شروع کیا ہے، جس میں مختلف جلیل المرتبہ مصنفین کے آثار قلمی اور تصانیف سے مختصر انتخابات، مصنف کے حالات، کمالات، کتاب کی تاریخی تحقیقات وغیرہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیئے ہیں اور وہ کیتھولک عیسائی پریس (بیروت) میں شائع ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ امیر المومنینؑ اور نہج البلاغہ سے متعلق ہے جس کے بارے میں مؤلف نے اپنے مقدمہ میں تحریر کیا ہے:

اِنَّنَا نَبۡدَاُ الۡیُوۡمَ بِنَشۡرِ مُنۡتَخَبَاتٍ مِّنۡ نَّھۡجِ الۡبَلَاغَۃِ لِلۡاِمَامِ عَلِیِّ ابۡنِ اَبِیۡ طَالِبٍ اَوَّلِ مُفَکِّرِی الۡاِسۡلَامِ.

ہم سب سے پہلے اس سلسلہ کی ابتدا کرتے ہیں کچھ انتخابات کے ساتھ نہج البلاغہ کے جو اسلام کے سب سے پہلے مفکر امام علیؑ ابن ابی طالبؑ کی کتاب ہے۔

اس کے بعد وہ سلسلہ شروع ہوا ہے جو سلسلۂ روائع کی پہلی قسط ہے۔ اس کا پہلا عنوان ہے: "علی ابن ابی طالبؑ" جس کے مختلف عناوین کے تحت میں امیر المومنینؑ کی سیرت اور حضرتؑ کی خصوصیات زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ایک عیسائی کی تحریر ہوتے ہوئے پورے طور سے شیعی نقطۂ نظر کے موافق نہ سہی لیکن پھر بھی حقیقت و انصاف کے بہت سے جوہر اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ دوسرا عنوان ہے: "نہج البلاغہ" اور اس کے ذیلی عناوین میں ایک عنوان ہے "جَمۡعُہٗ" اور دوسرا عنوان ہے "صِحَّۃُ نِسۡبَتِہٖ"، اس کے تحت میں لکھا ہے "نہج البلاغہ" کے جمع و تالیف کو بہت زمانہ نہیں گزرا تھا کہ بعض اہل نظر اور مؤرخین نے اس کی صحت میں شک کرنا شروع کیا، ان کا پیشرو ابن خلکان ہے، جس نے اس کتاب کو اس کے جامع کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر صفدی وغیرہ نے اس کی پیروی کی اور پھر شریف رضیؒ کے بسا اوقات اپنے دادا مرتضیٰؒ کے لقب سے یاد کئے جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کو دھوکہ ہوگیا اور وہ ان میں اور ان کے بھائی علی بن طاہر معروف بہ "سید مرتضیٰ"، متولد ۹۶۶ء متوفی ۱۰۴۴ء میں فرق کو نہ سمجھ سکے اور انہوں نے نہج البلاغہ کے جمع کو ثانی الذکر کی طرف منسوب کر دیا جیسا کہ جرجی زیدان نے کیا ہے اور بعض لوگوں نے جیسے مستشرق کلیمان نے یہ طرہ کیا کہ اصل مصنف کتاب کا سیّد مرتضیٰ ہی کو قرار دے دیا۔ ہم جب اس شک کے وجوہ و اسباب پر غور کرتے ہیں تو وہ ہر پھر کے پانچ امر ہوتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے شک کے وہی اسباب تقریباً تحریر کئے ہیں جو اس کے پہلے محی الدین عبد الحمید شارح نہج البلاغہ کے بیان میں گزر چکے ہیں اور پھر انہوں نے ان وجوہ کو رد کیا ہے۔

۳) بیروت کے شہرۂ آفاق مسیحی ادیب اور شاعر پولس سلامہ اپنی کتاب "اول ملحمۃ عربیۃ عید الغدیر" میں جو مطبعۃ النسر بیروت میں شائع ہوئی ہے صفحہ ۷۱، ۷۲ پر لکھتے ہیں:

نہج البلاغہ" مشہور ترین کتاب ہے، جس سے امام علی علیہ السلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کتاب سے بالاتر سوا قرآن کے اور کسی کتاب کی بلاغت نظر نہیں آتی۔

اس کے بعد حسب ذیل اشعار نہج البلاغہ کی مدح میں درج کئے ہیں:

هٰذِهِ الْكَفُّ لِلْمَعَارِفِ بَابٌ مُشْرَعٌ مِّنْ مَّدِيْنَةِ الْاَسْرَارِ

تَنْثُرُ الدُّرُّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ سِفْرِ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ الْمُخْتَارِ

هَوَ رَوْضٌ مِّنْ كُلِّ زَهْرٍ جَنِيٍّ اَطْلَعَتْهُ السَّمَآءُ فِيْ نُوَّارِ

فِيْهِ مِنْ نَّضْرَةِ الْوَرْدِ الْعَذَارٰى وَ الْخُزَامٰى وَ الْفُلِّ وَ الْجُلَّنَارِ

فِيْ صَفَآءِ الْيَنْبُوْعِ يَجْرِيْ زُلَالًا كَوْثَرًا رَآئِقًا بَعِيْدِ الْقَرَارِ

تَلْمَحُ الشَّطَّ وَ الضِّفَافُ وَ لٰكِنْ يَا لِعَجْزِ الْعُيُوْنِ فِي الْاَغْوَارِ

یہ معارف وعلوم کا مرکز اور اسرار ورموز کا کھلا ہوا دروازہ ہے۔

یہ نہج البلاغہ کیا ہے، ایک روشن کتاب میں بکھرے ہوئے موتی۔

یہ چنے ہوئے پھولوں کا ایک باغ ہے، جس میں پھولوں کی لطافت، چشموں کی صفائی اور آبِ کوثر کی شیرینی۔ جس نہر کی وسعت اور کنارے تو آنکھوں سے نظر آتے ہیں مگر تہہ تک نظریں پہنچنے سے قاصر ہیں۔

مذکورہ بالا ادباء اور محدثین کے کلام سے ''نہج البلاغہ'' کی لفظی اور معنوی اہمیت بھی ضمناً ثابت ہوگئی ہے۔ اب اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اب رہ گیا ہمارے فنی اصول سے اس کتاب کا وہ درجہ جس اعتبار سے ہم اس سے استدلال کرسکتے ہیں تو مجموعی طور پر ہمارے نزدیک اس کتاب کے مندرجات کی نسبت امیر المومنین علیہ السلام کی جانب اسی حد تک ثابت ہے جیسے صحیفہ کاملہ کی نسبت امام زین العابدین علیہ السلام کی جانب یا کتب اربعہ کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف یا معلقات سبعہ کی نسبت ان کے نظم کرنے والوں کی جانب۔ رہ گیا خصوصی عبارات اور الفاظ میں سے ہر ایک کی نسبت اطمینان، وہ اسلوب کلام اور انداز بیان سے وابستہ ہے اور ان مندرجات کی مطابقت کے اعتبار سے ہے، ان ماخذوں کے ساتھ جو صحیح طور پر ہمارے یہاں مسلّم الثبوت ہیں۔

اصطلاحی حیثیت سے قدماء کی تعریف کے مطابق جو صحت خبر کیلئے وثوق بالصدور کو کافی سمجھتے ہیں ان شرائط کے بعد اس کا ہر جز صحیح کی تعریف میں داخل ہے اور متاخرین کی اصطلاح کے مطابق جو صحت کو باعتبار صفات راوی قرار دیتے ہیں، نہج البلاغہ کے مندرجات کو مرسلات کی حیثیت حاصل ہے۔ مرسلات کی اہمیت ارسال کرنے والے کی شخصیت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ابن ابی عمیر اور بعض جلیل القدر اصحاب کے بارے میں علماء نے یہ رائے قائم کرلی ہے کہ ان تک جب خبر کی صحت ثابت ہوجائے تو پھر ان کے آگے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کون راوی ہے۔ اس لئے کہ ان کا نقل کرنا خود اس کے اعتبار کی دلیل ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ مرسلات ابن ابی عمیر حکم مسند میں ہیں۔ اس بنا پر خود جناب سیدرضی اعلی اللہ مقامہ کی جلالت قدر ضرور اسے عام مرسلات سے ممتاز کردیتی ہے۔ پھر بھی مواعظ وتواریخ وغیرہ کا ذکر نہیں جس میں عقیدہ وعمل ایسی اہمیت نہیں ہے،

لیکن مقام اعتقاد و عمل میں ہم نہج البلاغہ کے مندرجات کو اور ادلہ کے ساتھ جو اس باب میں موجود ہوں، اصول تعادل و تراجیح کے معیار پر جانچیں گے اور بعض موقعوں پر ممکن ہے جو مسند حدیث اس موضوع میں موجود ہو اس پر نہج البلاغہ کی روایت کو ترجیح ہو جائے اور بعض مقامات پر ممکن ہے تکافؤ ہو جائے اور بعض جگہ شاید ان دوسرے ادلہ کو ترجیح ہو جائے لیکن اس سے نہج البلاغہ کی مجموعی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کا وزن اسی طرح برقرار رہتا ہے جس طرح کافی کی بعض حدیثوں کو کسی وجہ سے نظر انداز کرنے کے بعد بھی کافی کا وزن مسلم ہے۔

بہر صورت نہج البلاغہ کی علمی و ادبی و مذہبی اہمیت اور اس کے حقائق آگیں مضامین اور اخلاقی مواعظ کا وزن ناقابل انکار ہے، مگر ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سے صحیح فائدہ وہی افراد اٹھا سکتے ہیں کہ جو عربی زبان میں مہارت رکھتے ہوں۔ غیر عربی داں اس خزینۂ عامرہ سے فیض حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی لئے ایرانی فضلاء و علماء کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اس کے فارسی ترجمے شائع کریں۔ چنانچہ متعدد ترجمے ایران میں اس کے شائع ہوتے رہے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اردو زبان میں ابھی تک نہج البلاغہ کا کوئی قابل اطمینان ترجمہ نہیں ہوا ہے۔ بعض ترجمے جو شائع ہوئے، ان میں سے کسی میں اغلاط بہت زیادہ تھے اور کسی میں عبارت آرائی نے ترجمہ کے حدود کو باقی نہیں رکھا، نیز حواشی میں کبھی خالص مناظرانہ انداز کی بہتات ہوگئی اور کبھی اختصار کی شدت نے ضروری مطالب نظر انداز کر دیئے۔

جناب مولانا مفتی جعفر حسین صاحب جو ہندوستان و پاکستان میں کسی تعارف کے محتاج نہیں اور اپنے علمی کمالات کے ساتھ بلندی سیرت اور سادگی معاشرت میں جن کی ذات ہندوستان و پاکستان میں ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے ان کی یہ کوشش نہایت قابل قدر ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے مکمل ترجمہ اور شارحانہ حواشی کے تحریر کا بیڑا اٹھایا اور کافی محنت و عرق ریزی سے اس کام کی تکمیل فرمائی۔ بغیر کسی شک و شبہ کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب تک ہماری زبان میں جتنے ترجمے اس کتاب کے اور حواشی شائع ہوئے ہیں، ان سب میں اس ترجمہ کا مرتبہ اپنی صحت اور سلاست اور حسن اُسلوب میں یقیناً بلند ہے اور حواشی میں بھی ضروری مطالب کے بیان میں کمی نہیں کی گئی اور زوائد کے درج کرنے سے احتراز کیا ہے۔ بلا شبہ نہج البلاغہ کے ضروری مندرجات اور اہم نکات پر مطلع کرنے کیلئے اس تالیف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے جس پر مصنف ممدوح قابل مبارکباد ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ صاحبانِ ذوق ہر طبقہ کے اس کتاب کا ویسا ہی خیر مقدم کریں گے جس کی وہ مستحق ہے۔

جَزَی اللهُ مُؤَلِّفَهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا!

علی نقی النقوی

(۴ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ)

☆☆☆☆☆

جامع نہج البلاغہ
علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ
کے مختصر سوانح حیات

سیّد علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر پہلو ان کے آباؤ اجداد کے کردار کا آئینہ دار اور ان کی سیرت کا ہر رخ آئمہ اطہار علیہم السلام کی پاکیزہ زندگیوں کا نمونہ تھا۔ وہ اپنے علمی تبحر، عملی کمال، پاکیزگی اخلاق اور حسن سیرت و استغناء نفس کی دل آویز اداؤں میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ نگاہیں ان کی خوبی و زیبائی پر جم کر رہ جاتیں تھیں اور دل اس ورثہ دار عظمت و رفعت کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

آپ کا نام ''محمد''، لقب ''رضی'' اور کنیت ''ابو الحسن'' تھی۔ ۳۵۹ ھ میں سر زمین بغداد میں پیدا ہوئے اور ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو علم و ہدایت کا مرکز اور عزت و شوکت کا محور تھا۔

اُن کے والد بزرگوار ابو احمد حسین تھے، جو پانچ مرتبہ نقابت آل ابی طالبؑ کے منصب پر فائز ہوئے اور بنی عباس اور بنی بویہ کے دور حکومت میں یکساں عظمت و بزرگی کی نظروں سے دیکھے گئے۔ چنانچہ ابو نصر بہاء الدولہ ابن بویہ نے انہیں ''الطاہر الاوحد'' کا لقب دیا اور ان کی جلالتِ علمی و شرافت نسبی کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھا۔ ان کا خاندانی سلسلہ صرف چار واسطوں سے امامت کے سلسلہ زرّیں سے مل جاتا ہے، جو اس شجرۂ نسب سے ظاہر ہے:

ابو احمد حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابن موسیٰ ابن ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔

۲۵ جمادی الاولیٰ ۴۰۰ ھ میں ستانوے (۹۷) برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور حائر حسینی میں دفن ہوئے۔ ابو العلاء معریٰ نے ان کا مرثیہ کہا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے:

اَنْتُمْ ذُوُو النَّسَبِ الْقَصِيْرِ فَطَوْلُكُمْ　　　بَادٍ عَلَى الْكُبَرَآءِ وَ الْاَشْرَافِ

''تمہارے اور امامؑ کے درمیان بہت تھوڑے سے وسائط حائل ہیں اور تمہاری بلندیاں اکابر و اشراف پر نمایاں ہیں''۔

آپ کی والدہ معظّمہ کی شرافت و بلندیِ مرتبت کی طرف آگے اشارہ ہوگا، یہاں پر صرف ان کا شجرۂ نسب درج کیا جاتا ہے:

فاطمہ بنت الحسین بن حسن الناصر ابن علی ابن حسن ابن عمر ابن علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ۔

ایسے نجیب و بلند مرتبت ماں باپ کی اخلاقی نگہداشت و حُسنِ تربیت کے ساتھ آپ کو استاد و مربی بھی ایسے نصیب ہوئے جو اپنے وقت کے ماہرین با کمال اور ائمۂ فن مانے جاتے تھے، جن میں سے چند کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے:

✶ **حسن ابن عبداللہ سیرافی:**

نحو و لغت و عروض و قوافی میں استادِ کامل تھے۔کتاب سیبویہ کی شرح اور متعدد کتابیں لکھی ہیں۔سیّد نے بچپن میں ان سے قواعد نحو پڑھے اور انہی کے متعلق آپ کا مشہور نحوی لطیفہ ہے کہ ایک دن حلقۂ درس میں نحوی اعراب کی مشق کراتے ہوئے سیّد رضیؒ سے پوچھا کہ: اِذَا قُلْنَا: رَاَیْتُ عُمَرَ، فَمَا عَلَامَةُ نَصْبِ عُمَرَ: ''جب ہم رَاَیْتُ عُمَرَ کہیں تو اس میں علامت نصب[1] کیا ہوگی''؟ آپ نے برجستہ جواب دیا: ''بُغْضُ عَلِیٍّ''۔اس جواب پر سیرافی اور دوسرے لوگ ان کی ذہانت و طباعی پر دنگ رہ گئے۔حالانکہ ابھی آپ کا سن دس برس کا بھی نہ تھا۔

سالی کہ نکو است از بہارش پیدا

✶ **ابو اسحاق ابراہیم احمد ابن محمد طبری:**

بڑے پایہ کے فقیہ و محدّث اور علم پرور و جوہر شناس تھے۔سیّد نے ان سے بچپن میں قرآن مجید کا درس لیا۔

✶ **علی ابن عیسیٰ ربعی:**

انہوں نے بیس برس ابو علی فارسی سے استفادہ کیا اور نحو میں چند کتابیں لکھی ہیں۔سیّد نے ان سے ''ایضاح'' ابو علی اور عروض و قوافی کی چند کتابیں پڑھیں۔

✶ **ابو الفتوح عثمان ابن جنی:**

علوم عربیہ کے بڑے ماہر تھے۔دیوانِ متنبّی کی شرح اور اصول و فقہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔سیّد نے ان سے بھی استفادۂ علمی کیا۔

✶ **ابو بکر محمد ابن موسیٰ خوارزمی:**

یہ اپنے وقت میں مرجع درس اور صاحب فتویٰ تھے۔سیّد نے ان سے بھی استفادہ علمی کیا۔

✶ **ابو عبداللہ شیخ مفید علیہ الرحمہ:**

سیّد رضیؒ کے اساتذہ میں سب سے زیادہ بلند منزلت ہیں۔علم و فقاہت اور مناظرہ و کلام میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتے تھے۔تقریباً دو سو کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

ابن ابی الحدید نے معد ابن فخار سے نقل کیا ہے کہ: ایک رات شیخ مفید نے خواب دیکھا کہ: جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا (امام) حسنؑ اور (امام) حسینؑ کے ہمراہ مسجد کرخ میں تشریف لائیں اور ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ: ''اے شیخ! میرے اِن بچوں کو علم فقہ و دین پڑھاؤ''۔شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو حیرت و استعجاب نے گھیر لیا اور ذہن خواب کی تعبیر میں اُلجھ کر رہ گیا۔اِسی عالم میں صبح ہوئی تو دیکھا کہ فاطمہ بنت الحسین کنیزوں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہی ہیں اور ان کے دونوں بیٹے سیّد مرتضیٰ اور سیّد رضی ان کے ہمراہ ہیں۔شیخ انہیں دیکھ کر تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے۔جب وہ قریب آئیں تو فرمایا: اے شیخ! میں اِن بچوں کو آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں، آپ انہیں علم دین پڑھائیں۔یہ سُن کر رات کا منظر ان کی نظروں میں پھرنے

---

[1] ''نصب'' علامتِ اعرابی ہے اور اس کے معنی ناصبیت کے بھی ہیں اور علّامہ نے اس لفظ کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔

لگا مجسم تعبیر نگاہوں کے سامنے آ گئی، آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ان سے رات کا خواب بیان کیا جسے سُن کر سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ شیخ نے اسی دن سے انہیں اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا اور انہوں نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علم و فضل میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی رفعت اپنوں ہی کو نظر نہ آتی تھی، بلکہ دوسرے بھی نظریں اُٹھا کر دیکھتے رہ جاتے تھے۔

سیّد علیہ الرحمہ علم و فضیلت میں یگانہ روزگار ہونے کے ساتھ ایک بہترین انشاء پرداز اور بلند پایہ سخن طراز بھی تھے۔ چنانچہ ابو حکیم خبری نے آپ کے جواہر پاروں کو چار ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے، جو شوکتِ الفاظ، سلاستِ بیان، حُسنِ ترکیب اور بلندیٔ اسلوب میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور پرکھنے والوں کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے لوحِ ادب پر جو بیش بہا موتی ٹانکے ہیں، ان کے سامنے کلام عرب کی چمک دمک ماند پڑ گئی اور بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قریش بھر میں ان سے بہتر کوئی ادیب و سخن راں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن سیّد علیہ الرحمہ نے کبھی اسے اپنے لئے وجہ نازش و سرمایہ افتخار نہیں سمجھا اور نہ ان کے دوسرے کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبع موزوں کی روانیوں کو اتنی اہمیت دی جا سکتی ہے کہ شعر و سخن کو ان کیلئے وجہ فضیلت سمجھ لیا جائے۔ البتہ انہوں نے اپنے مخصوص طرزِ نگارش میں جو علمی و تحقیقی نقش آرائیاں کی ہیں ان کی افادیت و معنویت کا پایہ اتنا بلند ہے کہ انہیں سیّد کی بلندیٔ نظر کا معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے اور ان کی تفسیر کے متعلق تو ابن خلکان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ: ''یَتَعَذَّرُ وُجُودُ مِثْلِهٖ''، ''اس کی مثل پیش کرنا دشوار ہے''۔

انہوں نے اپنی مختصر سی عمر میں جو علمی و ادبی نقوش اُبھارے ہیں وہ علم و ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔ چنانچہ ان کی چند نمایاں تصنیفات یہ ہیں:

- حقائق التاویل
- تلخیص البیان عن مجاز القرآن
- مجازات الآثار النبویۃ
- خصائص الائمہ
- حاشیۃ خلاف الفقہاء
- حاشیۃ ایضاح، وغیرہ۔

مگر ان تمام تصنیفات میں آپ کی تالیف کردہ کتاب ''نہج البلاغہ'' کا پایہ بلند ہے کہ جس میں امیر المومنین علیہ السلام کے خطبات و توقیعات اور حکم و نصائح کے انمول موتیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہے۔

سیّد ممدوح کے علمی خدوخال کو ان کی حمیت و خودداری اور عالی ظرفی و بلند نظری نے اور بھی نکھار دیا تھا۔ انہوں نے زندگی بھر بنی بویہ کے انتہائی اصرار کے باوجود ان کا کوئی صلہ و جائزہ قبول نہیں کیا اور نہ کسی کے زیر بار احسان ہو کر اپنی آن میں فرق اور نفس میں جھکاؤ آنے دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی تو اس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق ابو غالب فخر الملک وزیر بہاؤ الدولہ نے ایک ہزار دینار بھجوائے اور طبیعت شناس و مزاج آشنا ہونے کی وجہ سے یہ کہلوا بھیجا کہ یہ دایہ کیلئے بھیجے جا رہے ہیں۔ مگر آپ نے وہ دینار واپس کر دیئے اور یہ جواب دیا کہ:

ہمارے ہاں کا دستور نہیں کہ غیر عورتیں ہمارے حالات پر مطلع ہوں، اس لئے دوسری عورتوں سے یہ خدمت متعلق نہیں کی جایا کرتی، بلکہ ہمارے گھر کی بڑی بوڑھیاں خود ہی اسے سرانجام دے لیا کرتی ہیں اور وہ اس کیلئے کسی ہدیہ واُجرت کو قبول کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہوسکتیں۔

اسی عزتِ نفس واحساسِ رفعت نے انہیں سہارا دے کر جوانی ہی میں وقار و عظمت کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا کہ جو عمر طویل کی کارگزاریوں کی آخری منزل ہوسکتی ہے۔ ابھی ۲۱ سال کی عمر تھی کہ آل ابی طالب کی نقابت اور حجاج کی امارت کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس زمانہ میں یہ دونوں منصب بہت بلند سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً نقابت کا عہدہ تو اتنا ارفع و اعلیٰ تھا کہ نقیب کو حدود کے اجراء، اُمور شرعیہ کے نفاذ، باہمی تنازعات کے تصفیہ اور اس قبیل کے تمام اختیارات حاصل ہوتے تھے اور اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہوتا تھا کہ وہ سادات کے نسب کی حفاظت اور ان کے اخلاق و اطوار کی نگہداشت کرے اور آخر میں تو ان کی نقابت کا دائرہ اتنا ہمہ گیر و وسیع ہوگیا تھا کہ مملکت کا کوئی شہر اس سے مستثنیٰ نہ تھا اور ''نقیب النقباء'' کے لقب سے یاد کئے جانے لگے تھے۔ مگر عمر کی ابھی سینتالیس (۴۷) منزلیں ہی طے کرنے پائے تھے کہ ۴۰۶ ہجری میں نقیب موت نے ان کے دروازے پر دستک دی اور یہ وجود گرامی ہمیشہ کیلئے آنکھوں سے روپوش ہوگیا۔

لِلّٰهِ عُمْرُكَ مِنْ قَصِيْرٍ طَاهِرٍ وَ لَرُبَّ عُمْرٌ طَالَ بِالْاَدْنَاسِ

''تمہاری چھوٹی مگر پاک و پاکیزہ عمر کی خوبیوں کا کیا کہنا! اور بہت سی عمریں تو گندگیوں کے ساتھ بڑھ جایا کرتی ہیں''۔

ان کے بڑے بھائی علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے جس وقت یہ روح فرسا منظر دیکھا تو تاب و توانائی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور درد و غم کی شدّت سے بے قرار ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے جدّ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر آ کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ نماز جنازہ ابو غالب فخر الملک نے پڑھائی جس میں تمام اعیان و اشراف اور علماء و قضاۃ نے شرکت کی۔ اس کے بعد علم الہدیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکلوں سے انہیں واپس لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا مرثیہ ان کے قلبی تاثرات کا آئینہ دار ہے جس کا ایک شعر اُوپر درج کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

[مُقَدِّمَةُ السَّيِّدِ الشَّرِيْفِ الرَّضِيّ]

دیباچہ

مؤلف نہج البلاغہ علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ

اَمَّا بَعْدَ حَمْدِ اللهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَمْدَ ثَمَنًا لِّنَعْمَآئِهٖ، وَ مَعَاذًا مِّنْ بَلَآئِهٖ، وَ سَبِيْلًا اِلٰى جِنَانِهٖ، وَ سَبَبًا لِّزِيَادَةِ اِحْسَانِهٖ.

حمد و ستائش اس اللہ کیلئے ہے جس نے حمد کو اپنی نعمتوں کی قیمت، ابتلاؤں سے بچنے کا ذریعہ، جنت کا وسیلہ اور اپنے احسانات کے بڑھانے کا سبب قرار دیا ہے۔

وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، وَ اِمَامِ الْاَئِمَّةِ، وَ سِرَاجِ الْاُمَّةِ، الْمُنْتَخَبِ مِنْ طِيْنَةِ الْكَرَمِ، وَ سُلَالَةِ الْمَجْدِ الْاَقْدَمِ، وَ مَغْرِسِ الْفَخَارِ الْمُعْرِقِ، وَ فَرْعِ الْعَلَآءِ الْمُثْمِرِ الْمُوْرِقِ.

درود ہو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو نبی رحمت، پیشواؤں کا پیشوا، اُمت کا چراغ، دودمانِ شرافت کا انتخاب، قدیم ترین بزرگیوں کا نچوڑ، رگ و پے میں سمائے ہوئے فخر کی کھیتی، رفعت و بلندی کی برگ پوش وثمر دار شاخ ہے۔

وَ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتِهٖ مَصَابِيْحِ الظُّلَمِ، وَ عِصَمِ الْاُمَمِ، وَ مَنَارِ الدِّيْنِ الْوَاضِحَةِ، وَ مَثَاقِيْلِ الْفَضْلِ الرَّاجِحَةِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ، صَلَاةً تَكُوْنُ اِزَآءً لِّفَضْلِهِمْ، وَ مُكَافَاةً لِّعَمَلِهِمْ، وَ كِفَآءً لِّطِيْبِ فَرْعِهِمْ وَ اَصْلِهِمْ، مَاۤ اَنَارَ فَجْرٌ سَاطِعٌ، وَ خَوٰى نَجْمٌ طَالِعٌ.

اور آپؐ کے اہلبیتؑ پر رحمت ہو جو تاریکیوں کے چراغ، اُمت کیلئے سامانِ حفاظت، دین کے روشن مینار اور فضل و کمال کا بلند معیار ہیں۔ اللہ ان سب پر رحمت نازل کرے، ایسی رحمت جو ان کے فضل و کمال کے شایان، ان کے عمل و کردار کی جزا اور ان کی ذاتی و خاندانی پاکیزگی کے ہم پلہ ہو، جب تک صبح درخشاں لو دیتی رہے اور جگمگاتے ستارے اُبھر کر ڈوبتے رہیں۔

فَاِنِّیْ كُنْتُ فِیْ عُنْفُوَانِ السِّنِّ، وَ غَضَاضَةِ الْغُصْنِ، ابْتَدَاْتُ بِتَاْلِيْفِ كِتَابٍ فِیْ خَصَآئِصِ الْاَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ: يَشْتَمِلُ عَلٰى مَحَاسِنِ اَخْبَارِهِمْ، وَ جَوَاهِرِ كَلَامِهِمْ، حَدَانِیْ عَلَيْهِ غَرَضٌ ذَكَرْتُهٗ فِیْ صَدْرِ الْكِتَابِ، وَ جَعَلْتُهٗ اِمَامَ الْكَلَامِ. وَ فَرَغْتُ مِنَ الْخَصَآئِصِ الَّتِیْ تَخُصُّ

میں نے اوائل عمر اور شاخِ جوانی کی شادابی میں آئمہ علیہم السلام کے حالات و خصائص میں ایک کتاب کی تالیف شروع کی تھی جو ان کے نفیس واقعات اور ان کے کلام کے جواہر ریزوں پر مشتمل تھی، جس کا غرض تالیف میں نے اسی کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے اور اس میں وہ حصہ جو امیر المومنین علی علیہ السلام کے خصائص سے متعلق تھا پایہ تکمیل

اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیًّا علیہ السلام ، وَعَاقَتْ عَنْ اِتْمَامِ بَقِیَّةِ الْکِتَابِ مُحَاجَزَاتُ الزَّمَانِ، وَ مُمَاطَلَاتُ الْاَیَّامِ، وَ کُنْتُ قَدْ بَوَّبْتُ مَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ اَبْوَابًا، وَ فَصَّلْتُهٗ فُصُوْلًا، فَجَآءَ فِیْۤ اٰخِرِهَا فَصْلٌ یَّتَضَمَّنُ مَحَاسِنَ مَا نُقِلَ عَنْهُ مِنَ الْکَلَامِ الْقَصِیْرِ فِی الْمَوَاعِظِ وَ الْحِکَمِ وَالْاَمْثَالِ وَالْاٰدَابِ، دُوْنَ الْخُطَبِ الطَّوِیْلَةِ، وَالْکُتُبِ الْمَبْسُوْطَةِ.

فَاسْتَحْسَنَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْاَصْدِقَآءِ وَ الْاِخْوَانِ مَا اشْتَمَلَ عَلَیْهِ الْفَصْلُ الْمُقَدَّمُ ذِکْرُهٗ، مُعْجَبِیْنَ بِبَدَآئِعِهٖ، وَ مُتَعَجِّبِیْنَ مِنْ نَّوَاصِعِهٖ، وَ سَئَلُوْنِیْ عِنْدَ ذٰلِكَ اَنْ اَبْدَاَ بِتَاْلِیْفِ کِتَابٍ یَّحْتَوِیْ عَلٰی مُخْتَارِ کَلَامِ مَوْلَانَا اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام فِیْ جَمِیْعِ فُنُوْنِهٖ، وَ مُتَشَعِّبَاتِ غُصُوْنِهٖ مِنْ خُطَبٍ، وَ کُتُبٍ، وَ مَوَاعِظَ وَ اٰدَابٍ. عِلْمًا اَنَّ ذٰلِكَ یَتَضَمَّنُ مِنْ عَجَآئِبِ الْبَلَاغَةِ، وَ غَرَآئِبِ الْفَصَاحَةِ، وَ جَوَاهِرِ الْعَرَبِیَّةِ، وَ ثَوَاقِبِ الْکَلِمِ الدِّیْنِیَّةِ وَ الدُّنْیَوِیَّةِ، مَا لَا یُوْجَدُ مُجْتَمِعًا فِیْ کَلَامٍ، وَ لَا مَجْمُوْعَ الْاَطْرَافِ فِیْ کِتَابٍ، اِذْ کَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام مَشْرَعَ الْفَصَاحَةِ وَ مَوْرِدَهَا، وَ مَنْشَاَ الْبَلَاغَةِ وَ مَوْلِدَهَا، وَمِنْهُ علیہ السلام ظَهَرَ مَکْنُوْنُهَا، وَعَنْهُ اُخِذَتْ قَوَانِیْنُهَا، وَ عَلٰۤی اَمْثِلَتِهٖ حَذَا کُلُّ قَآئِلٍ خَطِیْبٍ، وَ بِکَلَامِهٖ اسْتَعَانَ کُلُّ وَاعِظٍ بَلِیْغٍ. وَ مَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ سَبَقَ وَ قَصَّرُوْا، وَ تَقَدَّمَ وَ تَاَخَّرُوْا، لِاَنَّ کَلَامَهٗ علیہ السلام اَلْکَلَامُ

کو پہنچا، لیکن زمانہ کی مزاحمتوں اور شب و روز کی رکاوٹوں نے بقیہ کتاب پایۂ تکمیل کو نہ پہنچنے دی۔ جتنا حصہ لکھا گیا تھا اُسے میں نے چند ابواب و فصول پر تقسیم کیا۔ چنانچہ اس کی آخری فصل حضرتؑ سے منقول شدہ پند و نصائح، حکم و امثلہ اور اخلاقیات کے حسین و مختصر جملوں پر مشتمل تھی، مگر طویل خطبات اور بسیط خطوط درج نہ تھے۔

احباب اور برادرانِ دینی کی ایک جماعت نے اِس کے لطیف و شگفتہ کلمات پر اظہارِ تعجب و حیرت کرتے ہوئے فصل مذکور کے مندرجات پسند کئے اور مجھ سے خواہشمند ہوئے کہ میں ایک ایسی کتاب ترتیب دوں جو امیر المومنین علیہ السلام کے تمام اَسالیب کلام اور اس کے متفرق شعبوں پر حاوی ہو، از قبیل خطبات و خطوط اور نصائح و آداب وغیرہ، اس یقین کے ساتھ کہ وہ فصاحت و بلاغت کے عجائب و نوادر، عربیت کے گہر ہائے تابدار اور دین و دنیا کے متعلق درخشندہ کلمات پر مشتمل ہو گی، جو نہ کسی کلام میں جمع اور نہ کسی کتاب میں یکجا ہیں۔ چونکہ امیرالمومنین علیہ السلام فصاحت کا سرچشمہ اور بلاغت کا مخرج و منبع تھے، فصاحت و بلاغت کی چھپی ہوئی باریکیاں آپؑ ہی سے ظاہر ہوئیں اور آپؑ ہی سے اس کے اُصول وقواعد سیکھے گئے اور ہر خطیب و متکلم کو آپؑ کی مثالوں پر چلنا پڑا اور ہر واعظِ بلیغ نے آپؑ کے کلام سے خوشہ چینی کی، پھر بھی وہ آپؑ کے برابر کبھی نہیں آسکے اور سبقت وتقدم کا سہرا آپؑ کے سر رہا۔ اس لئے کہ آپؑ کا

الَّذِیْ عَلَیْهِ مَسْحَةٌ مِّنَ الْعِلْمِ الْاِلٰهِیْ، وَ فِیْهِ عَبْقَةٌ مِّنَ الْكَلَامِ النَّبَوِیِّ. فَاَجَبْتُهُمْ اِلَی الْاِبْتِدَآءِ بِذٰلِكَ، عَالِمًا بِمَا فِیْهِ مِنْ عَظِیْمِ النَّفْعِ، وَ مَنْشُوْرِ الذِّكْرِ، وَ مَذْخُوْرِ الْاَجْرِ.

وَ اعْتَمَدْتُّ بِهٖۤ اَنْ اُبَیِّنَ مِنْ عَظِیْمِ قَدْرِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ هٰذِهِ الْفَضِیْلَةِ، مُضَافَةً اِلَی الْمَحَاسِنِ الدَّثِرَةِ، وَ الْفَضَآئِلِ الْجَمَّةِ، وَ اَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ انْفَرَدَ بِبُلُوْغِ غَایَتِهَا عَنْ جَمِیْعِ السَّلَفِ الْاَوَّلِیْنَ الَّذِیْنَ اِنَّمَا یُؤْثَرُ عَنْهُمْ مِنْهَا الْقَلِیْلُ النَّادِرُ، وَ الشَّاذُّ الشَّارِدُ، وَ اَمَّا كَلَامُهٗ فَهُوَ الْبَحْرُ الَّذِیْ لَا یُسَاجَلُ، وَ الْجَمُّ الَّذِیْ لَا یُحَافَلُ، وَ اَرَدْتُّ اَنْ یَّسُوْغَ لِیَ التَّمَثُّلُ فِی الْاِفْتِخَارِ بِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِقَوْلِ الْفَرَزْدَقِ:

اُولٰٓئِكَ اٰبَآئِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

وَ رَاَیْتُ كَلَامَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَدُوْرُ عَلٰۤی اَقْطَابٍ ثَلَاثَةٍ:

اَوَّلُهَا: الْخُطَبُ وَ الْاَوَامِرُ
وَ ثَانِیْهَا: الْكُتُبُ وَ الرَّسَآئِلُ
وَ ثَالِثُهَا: الْحِكَمُ وَ الْمَوَاعِظُ

فَاَجْمَعْتُ بِتَوْفِیْقِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَی الْاِبْتِدَآءِ بِاخْتِیَارِ مَحَاسِنِ الْخُطَبِ، ثُمَّ مَحَاسِنِ الْكُتُبِ، ثُمَّ مَحَاسِنِ الْحِكَمِ وَ الْاَدَبِ، مُفْرِدًا لِّكُلِّ صِنْفٍ مِّنْ ذٰلِكَ بَابًا، وَ مُفَصِّلًا فِیْهِ اَوْرَاقًا، لِتَكُوْنَ مُقَدِّمَةً لِّاسْتِدْرَاكِ مَا عَسَاهُ یَشُذُّ عَنِّیْ عَاجِلًا، وَ یَقَعُ اِلَیَّ اٰجِلًا، وَاِذَا جَآءَ شَیْءٌ مِّنْ كَلَامِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

کلام وہ ہے جس میں علم الٰہی کا پَرتو اور کلام نبویؐ کی بوباس ہے، چنانچہ اس فرمائش کو میں نے منظور کیا، یہ جانتے ہوئے کہ اِس میں نفع عظیم، نیک نامی اور ذخیرۂ اجر ہے۔

اس تالیف سے مقصود یہ ہے کہ میں امیرالمومنین علیہ السلام کی فن بلاغت میں رفعت و برتری کو ظاہر کروں جو آپؑ کی بے شمار خوبیوں اور ان گنت فضیلتوں کے علاوہ ہے اور یہ کہ آپؑ اس فضیلت کے مقامِ منتہا تک پہنچنے میں ان تمام سلف اوّلین میں یکتا ہیں جن کا کلام تھوڑا بہت پاشان و پریشان نقل کیا جاتا ہے، لیکن آپؑ کا کلام ایک ایسا اُمنڈتا ہوا دریا ہے جس کے بہاؤ سے ٹکر نہیں لی جا سکتی اور اتنی خوبیوں کا مجموعہ ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ میرے لئے جائز و خوشگوار ہو گا کہ میں حضرتؑ کی طرف اپنے نسبی استناد کی بنا پر فخر و ناز کرتے ہوئے فرزدق کا شعر بطورِ مثل پیش کروں:

”یہ ہیں میرے آبا و اجداد اے جریر! جب مجلسیں ہمیں ایک جا اکٹھا کریں تو ذرا ان کی مثال لاؤ“۔[1]

میری نظر میں حضرتؑ کا کلام تین بنیادی قسموں میں دائر ہے:

اوّل: خطبات و احکام
دوسرے: مکتوبات و رسائل
تیسرے: حکم و نصائح

میں نے بتوفیق ایزدی پہلے خطبات، پھر خطوط، پھر حکم و آداب کے انتخاب کا ارادہ کیا ہے اور ہر صنف کیلئے الگ الگ باب تجویز کیا ہے اور ہر باب کے بعد درمیان میں چند اوراق سادہ چھوڑ دیئے ہیں تاکہ جو کلام مجھ سے چھوٹ جائے اور بعد میں ہاتھ آئے اس کا اندراج ان میں ہو جائے اور ایسا کلام جو روز مرہ کی گفتگو یا کسی سوال

الْخَارِجِ فِيْٓ اَثْنَاءِ حِوَارٍ، اَوْجَوَابِ سُؤَالٍ، اَوْغَرَضٍ اٰخَرَ مِنَ الْاَغْرَاضِ۔فِيْ غَيْرِ الْاَنْحَآءِ الَّتِيْ ذَكَرْتُهَا، وَ قَرَّرْتُ الْقَاعِدَةَ عَلَيْهَا۔نَسَبْتُهٗ اِلَى اَلْيَقِ الْاَبْوَابِ بِهٖ، وَاَشَدِّهَا مُلَامَحَةً لِّغَرَضِهٖ. وَ رُبَّمَا جَآءَ فِيْمَآ اَخْتَارُهٗ مِنْ ذٰلِكَ فُصُوْلٌ غَيْرُ مُتَّسِقَةٍ، وَ مَحَاسِنُ كَلِمٍ غَيْرُ مُنْتَظِمَةٍ، لِاَنِّيْٓ اُوْرِدُ النُّكَتَ وَ اللُّمَعَ، وَلَآ اَقْصِدُ التَّتَالِيَ وَالنَّسَقَ.

وَ مِنْ عَجَآئِبِهٖ عليه السلام الَّتِي انْفَرَدَ بِهَا، وَ اَمِنَ الْمُشَارَكَةَ فِيْهَا، اَنَّ كَلَامَهٗ عليه السلام الْوَارِدَ فِي الزُّهْدِ وَ الْمَوَاعِظِ، وَ التَّذْكِيْرِ وَ الزَّوَاجِرِ، اِذَآ تَاَمَّلَهُ الْمُتَاَمِّلُ، وَ فَكَّرَ فِيْهِ الْمُتَفَكِّرُ، وَ خَلَعَ مِنْ قَلْبِهٖ اَنَّهٗ كَلَامُ مِثْلِهٖ مِمَّنْ عَظُمَ قَدْرُهٗ، وَ نَفَذَ اَمْرُهٗ، وَ اَحَاطَ بِالرِّقَابِ مُلْكُهٗ، لَمْ يَعْتَرِضْهُ الشَّكُّ فِيْٓ اَنَّهٗ مِنْ كَلَامِ مَنْ لَّا حَظَّ لَهٗ فِيْ غَيْرِ الزَّهَادَةِ، وَ لَا شُغْلَ لَهٗ بِغَيْرِ الْعِبَادَةِ، قَدْ قَبَعَ فِيْ كِسْرِ بَيْتٍ، اَوِ انْقَطَعَ اِلٰى سَفْحِ جَبَلٍ، لَا يَسْمَعُ اِلَّا حِسَّهٗ، وَ لَا يَرٰى اِلَّا نَفْسَهٗ،وَ لَا يَكَادُ يُوْقِنُ بِاَنَّهٗ كَلَامُ مَنْ يَّنْغَمِسُ فِي الْحَرْبِ مُصْلِتًا سَيْفَهٗ، فَيَقُطُّ الرِّقَابَ، وَ يُجَدِّلُ الْاَبْطَالَ،وَ يَعُوْدُ بِهٖ يَنْطُفُ دَمًا، وَ يَقْطُرُ مُهَجًا،وَ هُوَ مَعَ تِلْكَ الْحَالِ زَاهِدُ الزُّهَّادِ، وَبَدَلُ الْاَبْدَالِ.

وَ هٰذِهٖ مِنْ فَضَآئِلِهِ الْعَجِيْبَةِ، وَ خَصَآئِصِهِ اللَّطِيْفَةِ، الَّتِيْ جَمَعَ بِهَا بَيْنَ الْاَضْدَادِ، وَ اَلَّفَ

کے جواب میں یا کسی دوسرے مقصد کیلئے ہو جو اقسام مذکورہ اور میرے قرار دادہ قاعدے سے خارج ہو، اسے اس باب میں درج کر دیا جائے جو اس کیلئے مناسب اور اس کے مقاصد سے اشبہ ہو۔ میرے اس انتخاب میں کچھ فصلیں اور کلمے ایسے بھی آ گئے ہیں جن کے نظم و ترتیب میں برہمی و انتشار ہے، چونکہ میں رموز و دقائق اور درخشندہ کلمات کو صرف سمیٹ رہا ہوں، ربط و ترتیب مقصود نہیں ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام[۲] کے ان عجائب و خوارق میں کہ جن میں بلا شرکت غیرے آپؑ منفرد و یکتا ہیں، یہ ہے کہ آپؑ کے وہ کلمات جو زہد و پند، تذکیر و ارشاد اور زجر و توبیخ کے سلسلہ میں ہیں، جب فکر و تامل کرنے والے ان میں دقت نظر اور غور و فکر سے کام لے اور دل سے یہ بات نکال ڈالے کہ یہ ارشادات اس ہستی کے ہیں جس کا مرتبہ عظیم، جس کے احکام جاری و ساری، جس کی حکومت اس دنیا کی گردنوں پر محیط ہے تو اسے قطعاً اس میں شبہ نہ ہوگا کہ یہ ایسے شخص کا کلام ہے جو زہد و تقویٰ کے علاوہ کسی شے سے بہرہ مند نہیں اور اظہارِ عبودیت کے سوا اس کا کوئی مشغلہ نہیں، وہ کسی جھونپڑے کے گوشہ میں سر بگریباں یا کسی پہاڑ کے دامن میں دنیا سے الگ تھلگ پڑا ہوا ہے، جس کے کانوں میں اپنی حس و حرکت کے علاوہ کوئی آواز نہیں پہنچتی اور اپنے سوا اسے کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ بھلا کیونکر اسے یقین آئے گا کہ یہ اس کا کلام ہے جو تلوار سونت کر جنگ کی گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے تو گردنیں کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور شہ زوروں کو زمین پر پچھاڑ دیتا ہے اور تلوار لیکر اس طرح پلٹتا ہے کہ اس سے لہو برستا ہوتا ہے اور خونِ دل کی بوندیں ٹپک رہی ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود آپؑ زاہدوں میں ممتاز اور ولیوں میں فائق تھے۔

یہ فضیلت آپؑ کی اُن عجیب فضیلتوں اور لطیف خصوصیتوں میں شامل ہے کہ جس کی وجہ سے آپؑ نے متضاد صفتوں کو سمیٹ لیا

بَيْنَ الْاَشْتَاتِ، وَ كَثِيْرًا مَّاۤ اُذَاكِرُ الْاِخْوَانَ بِهَا، وَ اَسْتَخْرِجُ عَجَبَهُمْ مِنْهَا، وَ هِيَ مَوْضِعٌ لِّلْعِبْرَةِ بِهَا، وَ الْفِكْرَةِ فِيْهَا.

وَ رُبَّمَا جَآءَ فِيْۤ اَثْنَآءِ هٰذَا الْاِخْتِيَارِ اللَّفْظُ الْمَرَدَّدُ، وَ الْمَعْنَى الْمُكَرَّرُ، وَ الْعُذْرُ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ رِوَايَاتِ كَلَامِهٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَخْتَلِفُ اخْتِلَافًا شَدِيْدًا: فَرُبَّمَا اتَّفَقَ الْكَلَامُ الْمُخْتَارُ فِيْ رِوَايَةٍ فَنُقِلَ عَلٰى وَجْهِهٖ، ثُمَّ وُجِدَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى مَوْضُوْعًا غَيْرَ وَضْعِهِ الْاَوَّلِ: اِمَّا بِزِيَادَةٍ مُّخْتَارَةٍ، اَوْ بِلَفْظٍ اَحْسَنَ عِبَارَةً، فَتَقْتَضِي الْحَالُ اَنْ يُّعَادَ، اسْتِظْهَارًا لِّلْاِخْتِيَارِ، وَ غَيْرَةً عَلٰى عَقَآئِلِ الْكَلَامِ. وَ رُبَّمَا بَعُدَ الْعَهْدُ اَيْضًا بِمَا اخْتِيْرَ اَوَّلًا فَاُعِيْدَ بَعْضُهٗ سَهْوًا اَوْ نِسْيَانًا، لَا قَصْدًا وَ اعْتِمَادًا.

وَ لَاۤ اَدَّعِيْ ـ مَعَ ذٰلِكَ ـ اَنِّيْۤ اُحِيْطُ بِاَقْطَارِ جَمِيْعِ كَلَامِهٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰى لَا يَشِذَّ عَنِّيْ مِنْهُ شَاذٌّ، وَ لَا يَنِدَّ نَادٌّ، بَلْ لَاۤ اَبْعُدُ اَنْ يَّكُوْنَ الْقَاصِرُ عَنِّيْ فَوْقَ الْوَاقِعِ اِلَيَّ، وَ الْحَاصِلُ فِيْ رِبْقَتِيْ دُوْنَ الْخَارِجِ مِنْ يَّدَيَّ، وَ مَا عَلَيَّ اِلَّا بَذْلُ الْجُهْدِ، وَ بَلَاغُ الْوُسْعِ، وَ عَلَى اللهِ سُبْحَانَهٗ نَهْجُ السَّبِيْلِ، وَ رَشَادُ الدَّلِيْلِ، اِنْ شَآءَ اللهُ.

وَ رَاَيْتُ مِنْ بَعْدُ تَسْمِيَةَ هٰذَا الْكِتَابِ بِـ"نَهْجِ الْبَلَاغَةِ"، اِذْ كَانَ يَفْتَحُ لِلنَّاظِرِ فِيْهِ اَبْوَابَهَا، وَ يُقَرِّبُ عَلَيْهِ طِلَابَهَا، وَ فِيْهِ حَاجَةُ

اور بکھرے ہوئے کمالات کو پیوند لگا کر جوڑ دیا۔ اکثر برادرانِ دینی سے اس کا ذکر کر کے انہیں حیرت و استعجاب میں ڈالتا ہوں۔ یہ عبرت کی جگہ اور تفکر و تدبر کا مقام ہے۔

اس انتخاب میں کہیں کہیں الفاظ و مطالب کا تکرار بھی ہو گیا ہے جس کیلئے یہ عذر ہے کہ آپؑ کے کلام کی مختلف صورتوں سے روایت کی گئی ہے تو کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک کلام منتخب کو ایک روایت میں جس طرح پایا اسی طرح اسے نقل کر دیا پھر وہی کلام کسی اور روایت میں دوسری وضع و صورت میں پایا گیا یوں کہ اس میں کچھ قابل انتخاب اضافہ تھا یا الفاظ کا اسلوب و نہج زیادہ حسین و دلکش تھا، لہٰذا صورتِ حال اس کی مقتضی ہوئی کہ انتخاب کے مقصد کو زیادہ کامیاب بنانے کیلئے اور کلامِ نفیس و پاکیزہ کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کیلئے اس کا پھر سے اعادہ کیا جائے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ جو کلام پہلے نظر انتخاب میں آچکا تھا اس سے بعید العہد ہو جانے کی وجہ سے اس کی تکرار ہوگئی، یہ بھول چوک کی وجہ سے ہے، جس میں قصد و اختیار کو دخل نہیں تھا۔

مجھے یہ دعویٰ نہیں کہ میں نے حضرتؑ کا کلام ہر طرف سے سمیٹ لیا ہے اور کوئی اِکّا دُکّا جملہ اور بھولا بھٹکا فقرہ بھی چھوٹنے نہیں پایا، بلکہ میں یہ بعید نہیں سمجھتا کہ جو مجھ سے رہ گیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہو جو مجھ تک پہنچا ہے اور جو میرے احاطۂ علم و تصرف میں ہے وہ اس سے کہیں کم ہو جو میری دسترس سے باہر ہے۔ میرا کام جد و جہد اور بقدر وسعت سعی و کوشش کرنا ہے، یہ اللہ سبحانہ کا کام ہے کہ وہ راہ سہل و آسان کرے اور منزل کی طرف رہنمائی فرمائے۔ ان شاء اللہ!

اس جمع و انتخاب کے بعد میری رائے ہوئی کہ اس کتاب کا نام "نہج البلاغہ" رکھا جائے۔ اس لئے کہ یہ کتاب دیکھنے والے کیلئے بلاغت کے بند دروازے کھولے گی اور اس کیلئے راہِ تلاش قریب کرے گی۔

الْعَالِمِ وَ الْمُتَعَلِّمِ، وَ بُغْيَةُ الْبَلِيْغِ وَ الزَّاهِدِ، وَ يَمْضِیْ فِیْ اَثْنَآئِهٖ مِنْ عَجِيْبِ الْكَلَامِ فِی التَّوْحِيْدِ وَ الْعَدْلِ، وَ تَنْزِيْهِ اللهِ سُبْحَانَهٗ عَنْ شَبَهِ الْخَلْقِ، مَا هُوَ بِلَالُ كُلِّ غُلَّةٍ، وَشِفَآءُ كُلِّ عِلَّةٍ، وَ جِلَآءُ كُلِّ شُبْهَةٍ.

وَ مِنَ اللهِ سُبْحَانَهٗ اَسْتَمِدُّ التَّوْفِيْقَ وَ الْعِصْمَةَ، وَاَتَنَجَّزُ التَّسْدِيْدَ وَ الْمَعُوْنَةَ، وَ اَسْتَعِيْذُهٗ مِنْ خَطَاِ الْجَنَانِ، قَبْلَ خَطَاِ اللِّسَانِ، وَمِنْ زَلَّةِ الْكَلِمِ، قَبْلَ زَلَّةِ الْقَدَمِ، وَهُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ.

-----☆☆-----

اس سے عالم ومتعلم اپنی ضرورتیں پوری کریں گے اور صاحب بلاغت و تارکِ علائق دنیا اپنے مقاصد پائیں گے۔ اس کتاب میں توحید، عدل اور خدا وند عالم کے جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرّا ہونے کے متعلق عجیب وغریب کلام ملے گا جو ہر تشنگی کی سیرابی، ہر مرض کی شفا اور ہر شبہ کا دافع ہے۔

میں اللہ سے توفیق اور بے راہ روی سے بچاؤ کا طالب ہوں اور عمل کی درستگی اور اعانت کا خواستگار ہوں اور لغزشِ زبان سے پہلے لغزشِ دل و دماغ سے اور لغزشِ قدم سے پہلے لغزشِ کلام سے پناہ مانگتا ہوں۔ وہی میرے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

-----☆☆-----

ما ''فرزدق'' کہ جس کا نام ہمام ابن غالب ہے، قبیلۂ بنی دارم کا ایک فرد اور عرب کا نامور شاعر تھا۔ اس میں اور عرب کے ایک دوسرے شاعر جریر ابن عطیہ میں ہمیشہ نوک جھونک رہا کرتی تھی اور ایک دوسرے کی ہجو اور باہمی مفاخرت ہی میں ان کی طبیعتوں کے جوہر کھلا کرتے تھے۔ چنانچہ فرزدق کا یہ شعر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں جریر کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ: ''میرے آباؤ اجداد تو وہ ہیں (جن کی خوبیوں کو تو سن چکا ہے) اور اگر تیرے آباؤ اجداد میں بھی کوئی ان جیسا ہو گزرا ہو تو کسی بھری محفل میں اس کا نام لو۔

سید رضی علیہ الرحمہ اس شعر کو اپنے آباؤ اجداد کیلئے پیش کرتے ہوئے ہر شخص سے مخاطب ہیں کہ کوئی ان کی مثل ونظیر لا سکتا ہو تو لائے۔ فرزدق کے شعر میں تو خطاب صرف جریر سے کیا گیا ہے مگر یہاں اسے مثل کی صورت میں پیش کرنے سے عمومیت اور ہمہ گیری پیدا ہوگئی ہے اور خطاب کسی فردِ خاص سے نہیں رہا ہے، بلکہ ہر شخص اپنے کو اس کا مخاطب قرار دے سکتا ہے۔ مگر اتنی عمومیت و وسعت کے باوجود فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ کا دعویٰ ﴿فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾[1] کی طرح توڑا نہیں جا سکتا۔

سید رضیؒ نے اس نسبت و امتیاز کی طرف ایسے مناسب محل پر اشارہ کیا ہے کہ اس سے زیادہ موزوں مقام دوسرا نہیں ہو سکتا، کیونکہ جس ہستی پر افتخار مقصود ہے اس کی خوبیوں اور فضیلتوں کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور نگاہیں اس کے جمالِ عظمت سے خیرہ اور ذہن اس کے کمال رفعت سے متاثر ہو چکے ہیں۔ اب دلوں کو بآسانی اس فرد کی رفعت و بلندی کے آگے جھکایا جا سکتا ہے جسے اس ذاتِ ممدوح سے نسبت ہو۔ لہٰذا سید کی بلاغت آشنا نظروں نے دل و دماغ کے رجحان کے موقعہ پر نگاہوں کو اس طرف موڑا کہ وہ بھی اسی آفتابِ جہاں تاب کی کرن ہیں

[1] سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۔

جس کی طغیانی نور سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اسی شجرۂ طیبہ کے برگ و بار ہیں جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اب کون ہے جو اس نسبت و امتیاز سے متاثر ہو کر ان کے علو و رفعت کا قائل نہ ہو گا۔

مَنْ لَّمْ يَكُنْ عَلَوِيًّا حِيْنَ تَنْسُبُهٗ فَمَا لَهٗ فِيْ قَدِيْمِ الدَّهْرِ مُفْتَخَرٌ

(ترجمہ: ''جس شخص کا نسب حضرت علی علیہ السلام سے نہ ملے تو اس کیلئے بھلا فخر کیسا!'')۔ (عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۱۴۳)

۲۔ دنیا میں ایسے انسان خال خال ہی نظر آتے ہیں کہ جن میں ایک آدھ صفت کمال کے علاوہ کوئی اور بھی فضیلت نمایاں ہو، چہ جائیکہ تمام متضاد صفتیں کسی کے دامن میں جمع ہو جائیں، کیونکہ ہر طبیعت میں ہر کمال کے پھلنے پھولنے اور ہر صفت کے اُبھرنے کی صلاحیت نہیں ہوا کرتی، بلکہ ہر فضیلت ایک طبیعتِ خاص اور ہر کمال ایک مزاج مخصوص رکھتا ہے جو انہی اوصاف و کمالات سے سازگار ہو سکتا ہے جو اس سے یکسانیت و ہم رنگی رکھتے ہوں اور جہاں ہم آہنگی کے بجائے تضاد کی سی صورت ہو وہاں پر طبعی تقاضے روک بن کر کسی اور فضیلت کو اُبھرنے نہیں دیا کرتے۔ مثلاً جود و سخا کا تقاضا یہ ہے کہ انسان میں رحمدلی و خدا ترسی کا ولولہ ہو، کسی کو فقر و افلاس میں دیکھے تو اُس کا دل کڑھنے لگے اور دوسروں کے دکھ درد سے اس کے احساسات تڑپ اٹھیں۔ اور شجاعت و نبرد آزمائی کا تقاضا یہ ہے کہ طبیعت میں نرمی و رحمدلی کے بجائے خونریزی و سفاکی کا جذبہ ہو، ہر گھڑی لڑنے اُلجھنے کیلئے تیار اور مرنے مارنے کیلئے آمادہ نظر آئے اور ان دونوں تقاضوں میں اتنا بُعد ہے کہ کرم کی تبسم ریزیوں میں شجاعت کے کڑے تیوروں کو سمویا نہیں جا سکتا اور نہ حاتم سے شجاعتِ رستم کی امید اور نہ رستم سے سخاوتِ حاتم کی توقع کی جا سکتی ہے۔

مگر علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طبیعت ہر فضیلت سے پوری مناسبت اور ہر کمال سے پورا لگاؤ رکھتی تھی اور کوئی صفتِ حسن و کمال ایسی نہ تھی جس سے اُن کا دامن خالی رہا ہو اور کوئی خلعتِ خوبی و جمال ایسا نہ تھا جو ان کے قد و قامت پر راست نہ آیا ہو اور سخاوت و شجاعت کے متضاد تقاضے بھی ان میں پہلو بہ پہلو نظر آتے تھے۔ اگر وہ داد و دہش میں ابر باراں کی طرح برستے تھے تو پہاڑ کی طرح جم کر لڑتے اور دادِ شجاعت بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے جود و کرم کی یہ حالت تھی کہ فقر و افلاس کے زمانے میں بھی جو دن بھر کی مزدوری سے کماتے تھے اس کا بیشتر حصہ ناداروں اور فاقہ کشوں میں بانٹ دیتے تھے اور کبھی کسی سائل کو اپنے گھر سے ناکام واپس نہ جانے دیتے تھے، یہاں تک کہ اگر میدانِ جنگ میں دشمن نے تلوار مانگ لی تو آپؑ نے اپنے زورِ بازو پر بھروسا کرتے ہوئے تلوار اس کے آگے پھینک دی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اور ہمت و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ فوجوں کے ریلے آپؑ کے ثباتِ قدم کو جنبش نہ دے سکتے تھے اور ہر معرکہ میں فتح و کامرانی کا سہرا آپؑ کے سر رہتا تھا اور بہادر سے بہادر نبرد آزما بھی آپؑ کے مقابلے میں آ کر اپنی جان کو صحیح و سالم بچا کر لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔

چنانچہ ابن قتیبہ نے ''المعارف'' میں لکھا ہے کہ:

لَمْ يُصَارِعْ قَطُّ اَحَدٌ اِلَّا صَرَعَهٗ.

جس سے بھڑے اُسے پچھاڑے بغیر نہیں چھوڑا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ا،ص ۲۱)

شجاعوں کی من چلی طبیعتیں سوچ بچار کی عادی نہیں ہوا کرتیں اور نہ مصلحت بینی و مآل اندیشی سے انہیں کوئی لگاؤ ہوتا ہے، مگر آپؑ میں شجاعت کے ساتھ ساتھ سوجھ بوجھ کا مادہ بھی بدرجۂ اَتم پایا جاتا تھا۔ چنانچہ امام شافعی کا قول ہے کہ:

مَآ اَقُوْلُ فِيْ شَخْصٍ اجْتَمَعَتْ لَهٗ ثَلَاثَةٌ مَّعَ ثَلَاثَةٍ لَّا يَجْتَمِعُهُنَّ قَطُّ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ: اَلْجُوْدُ مَعَ الْفَقْرِ، وَ الشَّجَاعَةُ مَعَ الرَّاْيِ، وَ الْعِلْمُ مَعَ الْعَمَلِ.

میں اس ہستی کے بارے میں کیا کہوں جن میں تین صفتیں ایسی تین صفتوں کے ساتھ جمع تھیں جو کسی بشر میں جمع نہیں ہوئیں: فقر کے ساتھ سخاوت، شجاعت کے ساتھ تدبر و رائے اور علم کے ساتھ عملی کارگزاریاں۔ (فواتح میبذی، فاتحۂ ہفتم)[1]

اسی اصابتِ فکر و صحت رائے کا نتیجہ تھا کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے آپؑ کو تلوار اٹھانے کا مشورہ دیا اور فوجوں کے فراہم کرنے کا وعدہ کیا تو آپ نے ان کی رائے کو ٹھکرا دیا، حالانکہ ایسے موقعہ پر من چلے بہادروں کو ذرا سا سہارا بھی اُبھارنے کیلئے کافی ہوا کرتا ہے۔ مگر آپؑ کی طبع دور اندیش نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ اگر اس وقت معرکۂ کارزار گرم ہو گیا تو اسلام کی آواز تلواروں کی جھنکار میں دَب کر رہ جائے گی اور پھر کامیابی حاصل ہو بھی گئی تو کہنے میں یہی آئے گا کہ تلوار کے زور سے اس منصب کو حاصل کیا، ورنہ کوئی استحقاق نہ تھا۔ لہٰذا آپؑ نے تلوار کو روک کر ایک طرف اسلام کی حفاظت کا سر و سامان کیا اور دوسری طرف اپنے حق کو خونریزیوں سے داغ دار نہ ہونے دیا۔

جہاں رگ و پے میں شجاعت کا خون دوڑ رہا ہو اور سینہ میں غیض و غضب کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں وہاں ولولۂ انتقام کو دبا کر عفو و بخشش کا طرزِ عمل اختیار کرنا اور طاقت و اختیار کے ہوتے ہوئے درگزر سے کام لینا بڑی کٹھن آزمائش ہے۔ مگر ایسے ہی موقعوں پر آپؑ کی سیرت کے جوہر نکھرا کرتے تھے اور دامن عفو کی پہنائیوں میں خون کے پیاسوں تک کیلئے گنجائش نکل آیا کرتی تھی۔ چنانچہ جنگِ جمل کے خاتمہ پر آپؑ نے ایک اعلانِ عام فرمایا کہ کسی پیٹھ پھرانے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور ہمارے دامن میں پناہ لینے والے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور مروان بن حکم اور عبد اللہ بن زبیر ایسے دشمنوں کو بغیر انتقام و سرزنش کے چھوڑ دیا اور اُمّ المومنین کے ساتھ جو حسنِ سلوک کیا وہ آپؑ کی شرافت نفس اور بلندیٔ کردار کا بے نظیر نمونہ ہے کہ باوجود عناد و دشمنی کے کھلم کھلا مظاہروں کے آپؑ نے اُن کے شایانِ شان انتظامات کے ساتھ انہیں محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا۔

انسان اپنی ذاتی رنجشوں کو اصولی اختلاف کا لباس پہنا کر نہ صرف دوسروں کو فریب دیا کرتا ہے، بلکہ خود اپنے نفس کو بھی دھوکے میں رکھنے کی کوشش کیا کرتا ہے اور ایسے حالات میں ایسی نازک صورتیں بھی آجاتی ہیں کہ انسان ذاتی اور اصولی رنجش میں امتیاز کر کے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کرسکتا اور بآسانی ایک کو دوسرے میں سمو کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس نے حکم الٰہی کا امتثال کیا ہے اور ہوتا یہ ہے کہ اس کے

[1] کشف الاسرار فی شرح الاستبصار، ج ا،ص ۳۴۶۔

ساتھ ساتھ اپنے انتقامی جذبے کو بھی فرو کرلیا کرتا ہے۔مگر امیر المومنین علیہ السلام کی حد شناس نظریں نہ کبھی فریب کھاتی تھیں اور نہ جان بوجھ کر اپنے کو فریب دیتی تھیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب دشمن کو پچھاڑ کر اُس کے سینے پر سوار ہوئے تو اس نے آپؑ کے چہرے پر تھوک دیا۔ بشری تقاضا تو یہ تھا کہ اشتعال بڑھ جاتا، ہاتھ کی حرکت تیز ہو جاتی، مگر مشتعل ہونے کی بجائے اُس کے سینہ سے اُتر آئے کہ کہیں اس عمل میں خواہش نفس کی آمیزش نہ ہو جائے۔ جب غصہ فرو ہو گیا تو اُسے قتل کیا۔

جنگ و پیکار اور زہد و ورع میں بھی کوئی مناسبت نظر نہیں آتی، کیونکہ ایک سے ہمت و دلیری کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ایک سے عجز و فروماندگی ٹپکتی ہے۔ مگر آپؑ ان دونوں صفتوں کے اجتماع کا نادر نمونہ تھے کہ وقفِ دُعا رہنے والے ہاتھوں کو مشغولِ کارزار بھی رکھتے تھے اور گوشۂ اعتکاف میں بیٹھنے کے ساتھ میدانِ جنگ کا بھی طواف کرتے تھے۔ چنانچہ لیلۃ الہریر کا وہ منظر تو انسانی عقلوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے کہ جب آپؑ نے گرد و پیش سے آنکھیں بند کر کے خونی ہنگاموں میں مصلّٰی بچھا دیا تھا اور سکونِ خاطر و اطمینانِ قلب سے نماز میں مشغول ہو گئے تھے اور تیر تھے کہ کبھی آپؑ کے سر کے اوپر سے اور کبھی دائیں سمت سے اور کبھی بائیں جانب سے سنسناتے ہوئے گزر رہے تھے، مگر آپؑ بغیر کسی خوف و ہراس کے ذکرِ خدا میں محو رہے اور جب فارغ ہوئے تو ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا اور پھر جس قیامت کا رَن پڑا ہے تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ عالم یہ تھا کہ ہر طرف ایسی چیخ و پکار اور بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ البتہ لحظہ بہ لحظہ آپؑ کی صدائے تکبیر فضا میں بلند ہو کر کانوں میں گونج اُٹھتی تھی اور ہر تکبیر ایک دشمن کیلئے پیغامِ اَجل لیکر آتی تھی۔ گننے والوں نے اِن تکبیروں کو شمار کیا تو ان کی تعداد پانچ سو تیئیس (۵۲۳) تھی۔

نبرد آزمائی وصَف آرائی کے مشغلوں کے ساتھ علم و عرفان کا ذوق جمع نہیں ہوا کرتا، مگر آپؑ رزم آرائیوں کے ساتھ علم و معارف کی محفلیں بھی آراستہ کرتے تھے اور خون کی ندیاں بہانے کے ساتھ حقائق و معارف کے سرچشموں سے کشت زارِ اسلام کی آبیاری بھی فرماتے تھے۔

جہاں علمی کمال ہو وہاں عمل سے تہی دامنی نہ سہی مگر عملی کوتاہیوں میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا لیکن آپؑ کے قدم، علم و عمل کے میدان میں یکساں اٹھتے تھے۔ جیسا کہ امام شافعی کے قول میں اشارہ ہو چکا ہے۔

یونہی قول و عمل کی ہمنوائی کی مثالیں بھی کم ملتی ہیں، مگر آپؑ کا عمل پہلے ہوتا تھا اور قول بعد میں۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں:

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّيْ وَ اللهِ! مَآ اَحُثُّكُمْ عَلٰى طَاعَةٍ اِلَّا وَ اَسْبِقُكُمْ اِلَيْهَا وَ لَآ اَنْهَاكُمْ عَنْ مَّعْصِيَةٍ اِلَّا وَ اَتَنَاهٰى قَبْلَكُمْ عَنْهَا۔

اے لوگو! بخدا! میں تمہیں کسی عمل کی دعوت نہیں دیتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی چیز سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ پہلے اس سے اپنا دامن بچا تا ہوں۔ (نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۷۳)

جہاں کسی زاہد و متورع انسان کا تصور ہو وہاں ایک شکنوں بھرا چہرہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے، کیونکہ پرہیز گارانہ زندگی کیلئے خشک مزاجی و ترش روئی ایسا لازمی جزو بن کر رہ گئی ہے کہ کسی پرہیز گار و پارسا کے ہونٹوں کیلئے مسکراہٹ کا تصور بھی جرم سمجھا جانے لگا ہے۔ مگر آپؑ کمالِ تقویٰ و

پرہیزگاری کے باوجود ہمیشہ اس طرح دکھائی دیئے کہ شگفتہ مزاجی وخندہ روئی آپؑ کے خدوخال سے جھلکتی اور مسکراہٹ لبوں پر کھیلتی تھی اور کبھی خشک زاہدوں کی طرح تیوری پر بل اور جبیں پر شکن نہ آنے پاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب دنیاوالوں کو آپؑ میں کوئی عیب نظر نہ آیا تو اسی طبیعت کی لطافت کو عیب کی صورت میں پیش کیا جانے لگا اور درشت طبعی وتندخوئی کو حُسن سمجھ لیا گیا۔

اگر انسان میں زندہ دلی وخوش طبعی کی جھلک ہو تو اس کا رُعب و دبدبہ دلوں سے اُٹھ جایا کرتا ہے، مگر حضرتؑ کے بشاش چہرے پر جلال وتمکنت کا یہ عالم تھا کہ نگاہیں ان کے سامنے اٹھ نہ سکتی تھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ معاویہ نے طنزاً یہ کہا کہ: ''خدا ابوالحسنؑ پر رحم کرے، وہ ایک خوش مذاق آدمی تھے''، تو قیس ابن سعد نے کہا کہ:

اَمَا وَ اللّٰهِ! لَقَدْ كَانَ مَعَ تِلْكَ الْفُكَاهَةِ وَ الطَّلَاقَةِ اَهْيَبَ مِنْ ذِیْ لَبْدَتَيْنِ قَدْ مَسَّهُ الطُّوٰى، تِلْكَ هَيْبَةُ التَّقْوٰى لَيْسَ كَمَا يَهَابُكَ طَغَامُ اَهْلِ الشَّامِ۔

خدا کی قسم! وہ اس خوش مذاقی اور خندہ روئی کے باوجود بھوکے شیر سے بھی زیادہ پُر ہیبت تھے اور یہ ان کے تقویٰ کا رعب تھا، نہ ویسا جیسا شام کے چنداوباش تمہارا رُعب مانتے ہیں۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۲۵)

جہاں سطوت وحکومت ہو وہاں حشم وخدم کے جھرمٹ، تزک واحتشام کے پہرے اور کروفر کے ساز وسامان نظر آیا کرتے ہیں۔ مگر آپؑ کا دورِ فرماں روائی انتہائی سادگی کا نمونہ تھا اور اہلِ عالم کی نگاہوں نے ہمیشہ تاجِ سروری کی جگہ بوسیدہ عمامہ، حلۂ خسروی کے بجائے پیوند دار پیراہن اور مسند جہاں بانی کی جگہ فرشِ خاک ہی دیکھا۔ نہ آپؑ نے کبھی شان وشکوہ کو پسند کیا اور نہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کی نمائش گوارا کی۔ چنانچہ ایک موقعہ پر گھوڑے پر سوار ہو کر گزر رہے تھے کہ حرب ابن شرحبیل گفتگو کرتا ہوا آپؑ کے ہمرکاب ہو لیا تو آپؑ نے اس سے فرمایا:

اِرْجِعْ، فَاِنَّ مَشْیَ مِثْلِكَ مَعَ مِثْلِیْ فِتْنَةٌ لِّلْوَالِیْ وَ مَذَلَّةٌ لِّلْمُؤْمِنِ۔

پلٹ جاؤ، کیونکہ تم ایسے شخص کا یوں میرے ساتھ پیادہ پا چلنا والی کیلئے فتنہ اور مومن کیلئے ذِلّت کا باعث ہے۔

(نہج البلاغہ، حکمت ۳۲۲)

غرض یہ وہ جامع شخصیت تھی جس میں مختلف ومتضاد صفات سمٹ کر جمع ہو گئے تھے اور تمام محاسنِ اخلاق اپنی پوری تابندگیوں کے ساتھ جلوہ گر تھے۔ گویا ان کی ایک زندگی کئی زندگیوں کا مجموعہ اور ہر زندگی صفتِ کمال کا وہ نادر مرقع تھی جس سے فضیلت کے بے داغ خدوخال اُبھر کر سامنے آتے تھے اور جس کے ہر کمال پر نظریں جم کر رہ جاتی تھیں۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

☆☆☆☆☆

حصہ اوّل

خطبات

بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ خُطَبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عليه السلام وَ اَوَامِرِهٖ

وَيَدْخُلُ فِيْ ذٰلِكَ الْمُخْتَارِ مِنْ كَلَامِهِ الْجَارِيْ مَجْرَى الْخُطَبِ
فِي الْمَقَامَاتِ الْمَحْصُوْرَةِ وَالْمَوَاقِفِ الْمَذْكُوْرَةِ وَالْخُطُوْبِ الْوَارِدَةِ

امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب خطبات واحکام کا باب

اس باب میں آپؑ کی وہ گفتگوئیں بھی درج ہیں جنہیں مختلف مجلسوں، معرکوں اور
پیش آنے والے حادثوں میں خطبوں کے انداز پر ارشاد فرمایا ہے

(۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَذْكُرُ فِيْهَا ابْتِدَاءَ خَلْقِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

وَ خَلْقِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا يَبْلُغُ مِدْحَتَهُ الْقَآئِلُوْنَ، وَ لَا يُحْصِىْ نَعْمَآئَهُ الْعَادُّوْنَ وَ لَا يُؤَدِّىْ حَقَّهُ الْمُجْتَهِدُوْنَ، الَّذِىْ لَا يُدْرِكُهٗ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَ لَا يَنَالُهٗ غَوْصُ الْفِطَنِ، الَّذِىْ لَيْسَ لِصِفَتِهٖ حَدٌّ مَّحْدُوْدٌ، وَ لَا نَعْتٌ مَّوْجُوْدٌ، وَ لَا وَقْتٌ مَّعْدُوْدٌ، وَ لَآ اَجَلٌ مَّمْدُوْدٌ.

فَطَرَ الْخَلَآئِقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَ نَشَرَ الرِّيَاحَ بِرَحْمَتِهٖ، وَ وَتَّدَ بِالصُّخُوْرِ مَيَدَانَ اَرْضِهٖ.

اَوَّلُ الدِّيْنِ مَعْرِفَتُهٗ، وَ كَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِيْقُ بِهٖ، وَ كَمَالُ التَّصْدِيْقِ بِهٖ تَوْحِيْدُهٗ، وَ كَمَالُ تَوْحِيْدِهِ الْاِخْلَاصُ لَهٗ، وَ كَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَهٗ نَفْىُ الصِّفَاتِ عَنْهُ، لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ اَنَّهَا غَيْرُ الْمَوْصُوْفِ، وَ شَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوْفٍ اَنَّهٗ غَيْرُ الصِّفَةِ.

فَمَنْ وَّصَفَ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَقَدْ قَرَنَهٗ، وَ مَنْ قَرَنَهٗ فَقَدْ ثَنَّاهُ، وَ مَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّاَهٗ، وَ مَنْ جَزَّاَهٗ فَقَدْ جَهِلَهٗ، وَ مَنْ جَهِلَهٗ فَقَدْ اَشَارَ اِلَيْهِ، وَ مَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهٗ،

خطبہ (۱)

اس میں ابتدائے آفرینش زمین وآسمان اور پیدائش آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں، نہ عقل وفہم کی گہرائیاں اسکی تہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمالِ ذات کی کوئی حد معین نہیں، نہ اس کیلئے توصیفی الفاظ ہیں، نہ اس (کی ابتدا) کیلئے کوئی وقت ہے جسے شمار میں لایا جا سکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔

اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا اور تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔

دین کی ابتداء[1] اس کی معرفت ہے، کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے، کمالِ تصدیق توحید ہے، کمالِ توحید تنزیہ و اخلاص ہے اور کمالِ تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے، کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے اس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اس نے دوئی پیدا کی اور جس نے دوئی پیدا کی اس نے اس کیلئے جز بنا ڈالا اور جو اس کیلئے اجزاء کا قائل ہوا وہ اس سے بے خبر رہا اور جو اس سے بے خبر رہا اس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابلِ اشارہ

وَ مَنْ حَدَّهٗ فَقَدْ عَدَّهٗ، وَ مَنْ قَالَ: «فِيْمَ؟» فَقَدْ ضَمَّنَهٗ، وَ مَنْ قَالَ: «عَلَامَ؟» فَقَدْ اَخْلٰى مِنْهُ.

سمجھ لیا اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جو اسے محدود سمجھا وہ اسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا اور جس نے یہ کہا کہ ''وہ کس چیز میں ہے''؟ اس نے اسے کسی شے کے ضمن میں فرض کرلیا اور جس نے یہ کہا کہ ''وہ کس چیز پر ہے؟'' اس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔

كَائِنٌ لَّا عَنْ حَدَثٍ، مَّوْجُوْدٌ لَّا عَنْ عَدَمٍ، مَعَ كُلِّ شَیْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ، وَ غَيْرُ كُلِّ شَیْءٍ لَّا بِمُزَايَلَةٍ، فَاعِلٌ لَّا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَ الْاٰلَةِ، بَصِيْرٌ اِذْ لَا مَنْظُوْرَ اِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهٖ، مُتَوَحِّدٌ اِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَاْنِسُ بِهٖ وَ لَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهٖ.

وہ ہے ہوا نہیں، موجود ہے مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا، وہ ہر شے کے ساتھ ہے نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے نہ جسمانی دوری کے طور پر، وہ فاعل ہے لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی، وہ یگانہ ہے اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھوکر پریشان ہو جائے۔

اَنْشَاَ الْخَلْقَ اِنْشَآءً، وَ ابْتَدَاَهُ ابْتِدَآءً، بِلَا رَوِيَّةٍ اَجَالَهَا، وَ لَا تَجْرِبَةٍ اسْتَفَادَهَا، وَ لَا حَرَكَةٍ اَحْدَثَهَا، وَ لَا هَمَامَةِ نَفْسٍ اضْطَرَبَ فِيْهَا. اَحَالَ الْاَشْيَآءَ لِاَوْقَاتِهَا، وَ لَاَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا، وَ غَرَّزَ غَرَآئِزَهَا وَ اَلْزَمَهَا اَشْبَاحَهَا، عَالِمًا بِهَا قَبْلَ ابْتِدَآئِهَا، مُحِيْطًا بِحُدُوْدِهَا وَ انْتِهَآئِهَا، عَارِفًا بِقَرَآئِنِهَا وَ اَحْنَآئِهَا.

اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ اٹھانے کی اسے ضرورت پڑی ہو اور بغیر کسی حرکت کے جسے اس نے پیدا کیا ہو اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس سے وہ بیتاب ہوا ہو۔ ہر چیز کو اس کے وقت کے حوالے کیا، بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی، ہر چیز کو جداگانہ طبیعت اور مزاج کا حامل بنایا اور ان طبیعتوں کیلئے مناسب صورتیں ضروری قرار دیں۔ وہ ان چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا، ان کی حد و نہایت پر احاطہ کئے ہوئے تھا اور ان کے نفوس و اعضاء کو پہچانتا تھا۔

ثُمَّ اَنْشَاَ ـ سُبْحَانَهٗ ـ فَتْقَ الْاَجْوَآءِ، وَ شَقَّ الْاَرْجَآءِ، وَ سَكَآئِكَ الْهَوَآءِ، فَاَجْرٰى فِيْهَا مَآءً مُّتَلَاطِمًا تَيَّارُهٗ، مُتَرَاكِمًا زَخَّارُهٗ، حَمَلَهٗ عَلٰى مَتْنِ الرِّيْحِ الْعَاصِفَةِ، وَ الزَّعْزَعِ الْقَاصِفَةِ، فَاَمَرَهَا بِرَدِّهٖ، وَ سَلَّطَهَا عَلٰى شَدِّهٖ،

پھر یہ کہ اس نے کشادہ فضا، وسیع اطراف و اکناف اور خلا کی وسعتیں خلق کیں اور ان میں ایسا پانی بہایا جس کے دریائے مواج کی لہریں طوفانی اور بحر زخار کی موجیں تہ بہ تہ تھیں، اسے تیز ہوا اور تند آندھی کی پشت پر لادا، پھر اسے پانی کے پلٹانے کا حکم دیا اور اسے اس کے پابند رکھنے پر قابو دیا اور اسے پانی کی سرحد سے

وَ قَرَنَهَا اِلٰی حَدِّهٖ، اَلْهَوَآءُ مِنْ تَحْتِهَا فَتِيْقٌ وَّ الْمَآءُ مِنْ فَوْقِهَا دَفِيْقٌ.

ثُمَّ اَنْشَاَ سُبْحَانَهٗ رِيْحًا اِعْتَقَمَ مَهَبَّهَا، وَ اَدَامَ مُرَبَّهَا، وَ اَعْصَفَ مَجْرَاهَا، وَ اَبْعَدَ مَنْشَاهَا، فَاَمَرَهَا بِتَصْفِيْقِ الْمَآءِ الزَّخَّارِ، وَ اِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ، فَمَخَضَتْهُ مَخْضَ السِّقَآءِ، وَ عَصَفَتْ بِهٖ عَصْفَهَا بِالْفَضَآءِ، تَرُدُّ اَوَّلَهٗ اِلٰۤی اٰخِرِهٖ، وَ سَاجِيَهٗ اِلٰی مَآئِرِهٖ حَتّٰی عَبَّ عُبَابُهٗ، وَ رَمٰی بِالزَّبَدِ رُكَامُهٗ، فَرَفَعَهٗ فِیْ هَوَآءٍ مُّنْفَتِقٍ، وَ جَوٍّ مُّنْفَهِقٍ، فَسَوّٰی مِنْهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ، جَعَلَ سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا مَكْفُوْفًا وَ عُلْيَاهُنَّ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا،وَ سَمْكًا مَّرْفُوْعًا بِغَيْرِ عَمَدٍ يَّدْعَمُهَا، وَ لَا دِسَارٍ يَّنْظِمُهَا. ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ، وَ ضِيَآءِ الثَّوَاقِبِ وَ اَجْرٰی فِيْهَا سِرَاجًا مُّسْتَطِيْرًا، وَ قَمَرًا مُّنِيْرًا فِیْ فَلَكٍ دَآئِرٍ، وَ سَقْفٍ سَآئِرٍ، وَ رَقِيْمٍ مَآئِرٍ.

ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ الْعُلَا، فَمَلَاَهُنَّ اَطْوَارًا مِّنْ مَلٰٓئِكَتِهٖ: مِنْهُمْ سُجُوْدٌ لَّا يَرْكَعُوْنَ، وَ رُكُوْعٌ لَّا يَنْتَصِبُوْنَ، وَ صَآفُّوْنَ لَا يَتَزَايَلُوْنَ،

ملا دیا۔ اس کے نیچے ہوا دور تک پھیلی ہوئی تھی اوراوپر پانی ٹھاٹھیں ماررہاتھا۔

پھراللہ سبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہواخلق کی جس کا چلنا بانجھ (بے ثمر) تھااوراسے اس کے مرکز پر قرار رکھا، اس کے جھونکے تیز کر دیئے اوراس کے چلنے کی جگہ دور و دراز تک پھیلا دی، پھراس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کوتھپیڑے دے اور بحر بے کراں کی موجوں کواچھالے۔اس ہوانے پانی کو یوں متھ دیا جس طرح دہی کے مشکیزے کومتھا جاتا ہے اور اسے ڈھکیلتی ہوئی تیزی سے چلی جس طرح خالی فضامیں چلتی ہےاور پانی کے ابتدائی حصے کوآخری حصے پراور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی، یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہوگئی اوروہ تہ بہ تہ پانی جھاگ دینے لگا، اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضا کی طرف اٹھائی اوراس سے ساتوں آسمان پیدا کئے۔نیچے والے آسمان کورکی ہوئی موج کی طرح بنایااور اوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی، نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت۔پھران کوستاروں کی سج دھج اورروشن تاروں کی چمک دمک سے آراستہ کیا اور ان میں ضو پاش چراغ اور جگمگاتا چاند رواں کیا جوگھومنے والے فلک، چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے۔

پھرخداوندعالم نے بلندآسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کئے اوران کی وسعتوں کوطرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا۔کچھ ان میں سربسجود ہیں جو رکوع نہیں کرتے، کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے، کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے اور کچھ

وَ مُسَبِّحُوْنَ لَا يَسْاَمُوْنَ، لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعُيُوْنِ، وَ لَا سَهْوُ الْعُقُوْلِ، وَ لَا فَتْرَةُ الْاَبْدَانِ، وَ لَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ.

وَ مِنْهُمْ اُمَنَآءُ عَلٰى وَحْيِهٖ، وَ اَلْسِنَةٌ اِلٰى رُسُلِهٖ، وَ مُخْتَلِفُوْنَ بِقَضَآئِهٖ وَ اَمْرِهٖ. وَ مِنْهُمُ الْحَفَظَةُ لِعِبَادِهٖ، وَ السَّدَنَةُ لِاَبْوَابِ جِنَانِهٖ. وَ مِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِى الْاَرَضِيْنَ السُّفْلٰى اَقْدَامُهُمْ، وَ الْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَآءِ الْعُلْيَا اَعْنَاقُهُمْ، وَ الْخَارِجَةُ مِنَ الْاَقْطَارِ اَرْكَانُهُمْ، وَ الْمُنَاسِبَةُ لِقَوَآئِمِ الْعَرْشِ اَكْتَافُهُمْ، نَاكِسَةٌ دُوْنَهٗ اَبْصَارُهُمْ، مُتَلَفِّعُوْنَ تَحْتَهٗ بِاَجْنِحَتِهِمْ، مَضْرُوْبَةٌ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَنْ دُوْنَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ، وَ اَسْتَارُ الْقُدْرَةِ، لَا يَتَوَهَّمُوْنَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِيْرِ، وَ لَا يُجْرُوْنَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوْعِيْنَ، وَ لَا يَحُدُّوْنَهٗ بِالْاَمَاكِنِ، وَ لَا يُشِيْرُوْنَ اِلَيْهِ بِالنَّظَآئِرِ.

[صِفَةُ خَلْقِ اٰدَمَ علیہ السلام]

ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهٗ مِنْ حَزْنِ الْاَرْضِ وَ سَهْلِهَا، وَعَذْبِهَا وَ سَبَخِهَا، تُرْبَةً سَنَّهَا بِالْمَآءِ حَتّٰى خَلَصَتْ، وَ لَاطَهَا بِالْبَلَّةِ حَتّٰى لَزُبَتْ، فَجَبَلَ مِنْهَا صُوْرَةً ذَاتَ اَحْنَآءٍ وَّ وُصُوْلٍ، وَ اَعْضَآءٍ وَّ فُصُوْلٍ، اَجْمَدَهَا حَتّٰى

پاکیزگی بیان کررہے ہیں جو اکتاتے نہیں، نہ انکی آنکھوں میں نیند آتی ہے، نہ ان کی عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے، نہ ان کے بدنوں میں سستی و کاہلی آتی ہے، نہ ان پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے۔

ان میں کچھ تو وحی الٰہی کے امین، اس کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کیلئے زبانِ حق اور اس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں، کچھ وہ ہیں جن کے قدم زمین کی تہ میں جمے ہوئے ہیں (اور ان کی گردنیں بلند ترین آسمانوں سے بھی باہر نکلی ہوئی ہیں) اور ان کے پہلو اطراف عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں، ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں، عرش کے سامنے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور اس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان میں اور دوسری مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حائل ہیں۔ وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے رب کا تصور نہیں کرتے، نہ اس پر مخلوق کی صفتیں طاری کرتے ہیں، نہ اسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں، نہ اشباہ و نظائر سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

[آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرمایا:]

پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور تری سے اتنا گوندھا کہ اس میں لَس پیدا ہو گیا، اس سے ایک ایسی صورت بنائی جس میں موڑ ہیں اور جوڑ، اعضاء ہیں اور مختلف حصے، اسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود

اسْتَمْسَكَتْ، وَ اَصْلَدَهَا حَتّٰى صَلْصَلَتْ، لِوَقْتٍ مَّعْدُوْدٍ، وَاَمَدٍ مَّعْلُوْمٍ.

ثُمَّ نَفَخَ فِيْهَا مِنْ رُّوْحِهٖ فَمَثُلَتْ اِنْسَانًا ذَا اَذْهَانٍ يُّجِيْلُهَا، وَ فِكَرٍ يَّتَصَرَّفُ بِهَا، وَ جَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا، وَ اَدَوَاتٍ يُّقَلِّبُهَا، وَ مَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ، وَ الْاَذْوَاقِ وَ الْمَشَامِّ، وَ الْاَلْوَانِ وَ الْاَجْنَاسِ، مَعْجُوْنًا بِطِيْنَةِ الْاَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ، وَ الْاَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ، وَ الْاَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ، وَ الْاَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ، مِنَ الْحَرِّ وَ الْبَرْدِ، وَ الْبَلَّةِ وَ الْجُمُوْدِ.

وَاسْتَاْدَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَدِيْعَتَهٗ لَدَيْهِمْ، وَ عَهْدَ وَصِيَّتِهٖۤ اِلَيْهِمْ، فِى الْاِذْعَانِ بِالسُّجُوْدِ لَهٗ، وَ الْخُشُوْعِ لِتَكْرِمَتِهٖ، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ: ﴿اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ﴾، اعْتَرَتْهُ الْحَمِيَّةُ، وَ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ، وَ تَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ، وَ اسْتَوْهَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ، فَاَعْطَاهُ اللّٰهُ النَّظِرَةَ اسْتِحْقَاقًا لِّلسُّخْطَةِ، وَاسْتِتْمَامًا لِّلْبَلِيَّةِ، وَ اِنْجَازًا لِّلْعِدَةِ، فَقَالَ: ﴿اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۝﴾.

ثُمَّ اَسْكَنَ سُبْحَانَهٗ اٰدَمَ علیہ السلام دَارًا اَرْغَدَ فِيْهَا عِيْشَتَهٗ، وَ اٰمَنَ فِيْهَا مَحَلَّتَهٗ، وَ

تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھنکھنانے لگی۔ ایک وقت معین اور مدت معلوم تک اسے یونہی رہنے دیا۔

پھراس میں روح پھونکی تو وہ ایسے انسان کی صورت میں کھڑی ہوگئی جو قوائے ذہنی کو حرکت دینے والا، فکری حرکات سے تصرف کرنے والا، اعضاء وجوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے اور ایسی شناخت کا مالک ہے جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے اور مختلف مزوں، بوؤں، رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے۔ خود رنگا رنگ کی مٹی اور ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد خلطوں سے اس کا خمیر ہوا ہے، یعنی گرمی، سردی، تری، خشکی کا پیکر ہے۔

پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اس کی سونپی ہوئی ودیعت ادا کریں اور اس کے پیمانِ وصیت کو پورا کریں جو سجدۂ آدمؑ کے حکم کو تسلیم کرنے اور اس کی بزرگی کے سامنے تواضع وفروتنی کیلئے تھا۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ: "آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا"، اسے عصبیت نے گھیر لیا، بدبختی اس پر چھا گئی، آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے کو بزرگ و برتر سمجھا، اور کھنکھناتی ہوئی مٹی کی مخلوق کو ذلیل جانا، اللہ نے اسے مہلت دی تا کہ وہ پورے طور پر غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدمؑ) کی آزمائش پایۂ تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اس سے کہا کہ: "تجھے وقتِ معین کے دن تک کی مہلت ہے"۔

پھر اللہ نے آدم علیہ السلام کو ایسے گھر میں ٹھہرایا جہاں ان کی زندگی کو خوشگوار رکھا، انہیں شیطان اور اس کی عداوت سے

حَذَّرَهٗ اِبْلِيْسَ وَ عَدَاوَتَهٗ، فَاغْتَرَّهٗ عَدُوُّهٗ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ، وَ مُرَافَقَةِ الْاَبْرَارِ، فَبَاعَ الْيَقِيْنَ بِشَكِّهٖ، وَ الْعَزِيْمَةَ بِوَهْنِهٖ، وَاسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلًا، وَ بِالْاِغْتِرَارِ نَدَمًا.

ثُمَّ بَسَطَ اللهُ سُبْحَانَهٗ لَهٗ فِیْ تَوْبَتِهٖ، وَ لَقَّاهُ كَلِمَةَ رَحْمَتِهٖ، وَ وَعَدَهُ الْمَرَدَّ اِلٰى جَنَّتِهٖ، فَاَهْبَطَهٗ اِلٰى دَارِ الْبَلِيَّةِ، وَ تَنَاسُلِ الذُّرِّيَّةِ.

وَ اصْطَفٰى سُبْحَانَهٗ مِنْ وَّلَدِهٖ اَنْۢبِيَآءَ، اَخَذَ عَلَى الْوَحْیِ مِيْثَاقَهُمْ، وَ عَلٰى تَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ اَمَانَتَهُمْ، لَمَّا بَدَّلَ اَكْثَرُ خَلْقِهٖ عَهْدَ اللهِ اِلَيْهِمْ، فَجَهِلُوْا حَقَّهٗ، وَاتَّخَذُوا الْاَنْدَادَ مَعَهٗ، وَ اجْتَالَتْهُمُ الشَّيٰطِيْنُ عَنْ مَّعْرِفَتِهٖ، وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهٖ، فَبَعَثَ فِيْهِمْ رُسُلَهٗ، وَوَاتَرَ اِلَيْهِمْ اَنْۢبِيَآئَهٗ، لِيَسْتَاْدُوْهُمْ مِيْثَاقَ فِطْرَتِهٖ، وَ يُذَكِّرُوْهُمْ مَنْسِیَّ نِعْمَتِهٖ، وَ يَحْتَجُّوْا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيْغِ، وَ يُثِيْرُوْا لَهُمْ دَفَآئِنَ الْعُقُوْلِ، وَ يُرُوْهُمُ الْاٰيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ: مِنْ سَقْفٍ فَوْقَهُمْ مَرْفُوْعٍ، وَ مِهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوْعٍ، وَ مَعَايِشَ تُحْيِيْهِمْ، وَاٰجَالٍ تُفْنِيْهِمْ، وَاَوْصَابٍ تُهْرِمُهُمْ، وَاَحْدَاثٍ تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ.

وَ لَمْ يُخْلِ اللهُ سُبْحَانَهٗ خَلْقَهٗ مِنْ نَّبِیٍّ مُّرْسَلٍ، اَوْ كِتَابٍ مُّنْزَلٍ، اَوْ حُجَّةٍ لَّازِمَةٍ، اَوْ

بھی ہوشیار کر دیا، لیکن ان کے دشمن نے ان کے جنت میں ٹھہرنے اور نیکو کاروں میں مل جل کر رہنے پر حسد کیا اور آخر کار انہیں فریب دے دیا۔ آدم علیہ السلام نے یقین کو شک اور ارادے کے استحکام کو کمزوری کے ہاتھوں بیچ ڈالا، مسرت کو خوف سے بدل لیا اور فریب خوردگی کی وجہ سے ندامت اٹھائی۔

پھر اللہ نے آدم علیہ السلام کیلئے توبہ کی گنجائش رکھی، انہیں رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا ان سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتلا و محل افزائشِ نسل میں اتار دیا۔

اللہ سبحانہ نے ان کی اولاد سے انبیاء علیہم السلام چنے، وحی پر ان سے عہد و پیمان لیا، تبلیغ رسالت کا انہیں امین بنایا، جبکہ اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیا تھا، چنانچہ وہ اس کے حق سے بے خبر ہو گئے اوروں کو اس کا شریک بنا ڈالا، شیاطین نے اس کی معرفت سے انہیں روگرداں اور اس کی عبادت سے الگ کر دیا۔ اللہ نے ان میں اپنے رسولؑ مبعوث کئے اور لگاتار انبیاءؑ بھیجے تاکہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں، اس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں، پیغامِ ربانی پہنچا کر حجت تمام کریں، عقل کے دفینوں کو ابھاریں اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں: یہ سروں پر بلند بام آسمان، ان کے نیچے بچھا ہوا فرشِ زمیں، زندہ رکھنے والا سامانِ معیشت، فنا کرنے والی اجلیں، بوڑھا کر دینے والی بیماریاں اور پے در پے آنے والے حادثات۔

اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبرؑ یا آسمانی کتاب یا دلیلِ قطعی یا طریقِ روشن کے کبھی یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسولؑ، جنہیں

مَحَجَّةٍ قَآئِمَةٍ، رُسُلٌ لَّا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ عَدَدِهِمْ، وَلاَ كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ لَهُمْ، مِنْ سَابِقٍ سُمِّيَ لَهٗ مَنْ بَعْدَهٗ، اَوْ غَابِرٍ عَرَّفَهٗ مَنْ قَبْلَهٗ.

عَلٰى ذٰلِكَ نَسَلَتِ الْقُرُوْنُ، وَ مَضَتِ الدُّهُوْرُ، وَ سَلَفَتِ الْاٰبَآءُ، وَ خَلَفَتِ الْاَبْنَآءُ.

اِلٰٓى اَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ لِاِنْجَازِ عِدَتِهٖ وَ تَمَامِ نُبُوَّتِهٖ، مَاْخُوْذًا عَلَى النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقُهٗ، مَشْهُوْرَةً سِمَاتُهٗ، كَرِيْمًا مِيْلَادُهٗ. وَ اَهْلُ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُّتَفَرِّقَةٌ، وَ اَهْوَآءٌ مُّنْتَشِرَةٌ، وَ طَرَآئِقُ مُتَشَتِّتَةٌ، بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلْقِهٖ، اَوْ مُلْحِدٍ فِيْ اسْمِهٖ، اَوْ مُشِيْرٍ اِلٰى غَيْرِهٖ، فَهَدَاهُمْ بِهٖ مِنَ الضَّلَالَةِ، وَ اَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهٖ مِنَ الْجَهَالَةِ.

ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهٗ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ لِقَآئَهٗ، وَ رَضِيَ لَهٗ مَا عِنْدَهٗ، وَ اَكْرَمَهٗ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا، وَ رَغِبَ بِهٖ عَنْ مُّقَارَنَةِ الْبَلْوٰى، فَقَبَضَهٗ اِلَيْهِ كَرِيْمًا صلی اللہ علیہ وآلہ، وَ خَلَّفَ فِيْكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْاَنْبِيَآءُ فِيْٓ اُمَمِهَا، اِذْ لَمْ يَتْرُكُوْهُمْ هَمَلًا، بِغَيْرِ طَرِيْقٍ وَّاضِحٍ، وَلَا عَلَمٍ قَآئِمٍ:

كِتَابَ رَبِّكُمْ فِيْكُمْ مُبَيِّنًا حَلَالَهٗ وَ حَرَامَهٗ، وَ فَرَآئِضَهٗ وَ فَضَآئِلَهٗ، وَ نَاسِخَهٗ وَ

تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت در ماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی، ان میں کوئی سابق تھا جس نے بعد میں آنے والے کا نام ونشان بتایا، کوئی بعد میں آیا جسے پہلا پہچنوا چکا تھا۔

اسی طرح مدتیں گزر گئیں، زمانے بیت گئے، باپ داداؤں کی جگہ پر ان کی اولادیں بس گئیں۔

یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے ایفائے عہد و اِتمام نبوت کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا، جن کے علاماتِ (ظہور) مشہور، محل ولادت مبارک و مسعود تھا۔ اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جدا جدا، خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے، کچھ اسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ خداوندِ عالم نے آپؐ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔

پھر اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لقاء و قرب کیلئے چنا، اپنے خاص انعامات آپؐ کیلئے پسند فرمائے اور دارِ دنیا کی بود و باش سے آپؐ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپؐ کے رخ کو موڑا اور دنیا سے باعزت آپؐ کو اٹھا لیا۔ حضرتؐ تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے جو انبیاءؑ اپنی اُمتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔ اس لئے کہ وہ طریق واضح و نشانِ محکم قائم کئے بغیر یوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں چھوڑتے تھے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں چھوڑی ہے۔ اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب[۲] کے حلال و حرام،

مَنْسُوْخَهٗ، وَ رُخَصَهٗ وَ عَزَآئِمَهٗ، وَ خَاصَّهٗ وَ عَامَّهٗ، وَ عِبَرَهٗ وَ اَمْثَالَهٗ، وَ مُرْسَلَهٗ وَ مَحْدُوْدَهٗ، وَ مُحْكَمَهٗ وَ مُتَشَابِهَهٗ، مُفَسِّرًا مُجْمَلَهٗ، وَ مُبَيِّنًا غَوَامِضَهٗ.

بَيْنَ مَاْخُوْذٍ مِّيْثَاقُ عِلْمِهٖ، وَ مُوَسَّعٍ عَلَى الْعِبَادِ فِیْ جَهْلِهٖ، وَ بَيْنَ مُثْبَتٍ فِی الْكِتَابِ فَرْضُهٗ، وَ مَعْلُوْمٍ فِی السُّنَّةِ نَسْخُهٗ، وَ وَاجِبٍ فِی السُّنَّةِ اَخْذُهٗ، وَ مُرَخَّصٍ فِی الْكِتَابِ تَرْكُهٗ. وَ بَيْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهٖ، وَ زَآئِلٍ فِیْ مُسْتَقْبَلِهٖ، وَ مُبَايَنٍ بَيْنَ مَحَارِمِهٖ، مِنْ كَبِيْرٍ اَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيْرَانَهٗ، اَوْ صَغِيْرٍ اَرْصَدَ لَهٗ غُفْرَانَهٗ، وَ بَيْنَ مَقْبُوْلٍ فِیْۤ اَدْنَاهُ، وَ مُوَسَّعٍ فِیْۤ اَقْصَاهُ.

[مِنْهَا: فِیْ ذِكْرِ الْحَجِّ]

وَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ حَجَّ بَيْتِهِ الْحَرَامِ، الَّذِیْ جَعَلَهٗ قِبْلَةً لِّلْاَنَامِ، يَرِدُوْنَهٗ وُرُوْدَ الْاَنْعَامِ، وَ يَاْلَهُوْنَ اِلَيْهِ وُلُوْهَ الْحَمَامِ.

جَعَلَهٗ سُبْحَانَهٗ عَلَامَةً لِّتَوَاضُعِهِمْ لِعَظَمَتِهٖ، وَ اِذْعَانِهِمْ لِعِزَّتِهٖ، وَ اخْتَارَ مِنْ خَلْقِهٖ سُمَّاعًا اَجَابُوْۤا اِلَيْهِ دَعْوَتَهٗ، وَ صَدَّقُوْا

واجبات و مستحبات، ناسخ و منسوخ، رخص و عزائم، خاص و عام، عبر و امثال، مقید و مطلق، محکم و متشابہ کو واضح طور سے بیان کر دیا، مجمل آیتوں کی تفسیر کر دی، اس کی گتھیوں کو سلجھا دیا۔

اس میں کچھ آیتیں وہ ہیں جن کے جاننے کی پابندی عائد کی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اگر اس کے بندے ان سے ناواقف رہیں تو مضائقہ نہیں۔ کچھ احکام ایسے ہیں جن کا وجوب کتاب سے ثابت ہے اور حدیث سے ان کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور کچھ احکام ایسے ہیں جن پر عمل کرنا حدیث کی رُو سے واجب ہے لیکن کتاب میں ان کے ترک کی اجازت ہے۔ اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں جن کا وجوب وقت سے وابستہ ہے اور زمانہ آئندہ میں ان کا وجوب برطرف ہو جاتا ہے۔ قرآن کے محرمات میں بھی تفریق ہے: کچھ کبیرہ ہیں جن کیلئے آتش جہنم کی دھمکیاں ہیں اور کچھ صغیرہ ہیں جن کیلئے مغفرت کے توقعات پیدا کئے ہیں، کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا تھوڑا سا حصہ بھی مقبول ہے اور زیادہ سے زیادہ اضافہ کی گنجائش رکھی ہے۔

[اسی خطبہ میں حج کے سلسلہ میں فرمایا:]

اللہ نے اپنے گھر کا حج تم پر واجب کیا جسے لوگوں کا قبلہ بنایا ہے، جہاں لوگ اس طرح کھنچ کر آتے ہیں جس طرح پیاسے حیوان پانی کی طرف اور اس طرح وارفتگی سے بڑھتے ہیں جس طرح کبوتر اپنے آشیانوں کی جانب۔

اللہ جل شانہ نے اس کو اپنی عظمت کے سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشان بنایا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن لئے جنہوں نے اس کی آواز پر لبیک کہی اور اس

كَلِمَتَهُ، وَ وَقَفُوْا مَوَاقِفَ اَنْبِيَآئِهٖ، وَ تَشَبَّهُوْا بِمَلٰٓئِكَتِهِ الْمُطِيْفِيْنَ بِعَرْشِهٖ، يُحْرِزُوْنَ الْاَرْبَاحَ فِيْ مَتْجَرِ عِبَادَتِهٖ، وَ يَتَبَادَرُوْنَ عِنْدَ مَوْعِدِ مَغْفِرَتِهٖ.

جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالٰى لِلْاِسْلَامِ عَلَمًا، وَ لِلْعَآئِذِيْنَ حَرَمًا، فَرَضَ حَجَّهُ، وَ اَوْجَبَ حَقَّهُ، وَ كَتَبَ عَلَيْكُمْ وِفَادَتَهُ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ○﴾.

-----☆☆-----

کے کلام کی تصدیق کی، وہ انبیاء علیہم السلام کی جگہوں پر ٹھہرے، عرش پر طواف کرنے والے فرشتوں سے شباہت اختیار کی، وہ اپنی عبادت کی تجارت گاہ میں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہِ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔

اللہ سبحانہ نے اس گھر کو اسلام کا نشان (اور) پناہ چاہنے والوں کیلئے حرم بنایا ہے، اس کا حج فرض اور ادائیگی حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف راہ نوردی فرض کر دی ہے۔ چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا: "اللہ کا واجب الاداء حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے"۔

-----☆☆-----

۱؎ دین کی اصل و اساس خدا شناسی ہے۔ "دین" کے لغوی معنی اطاعت اور عرفی معنی شریعت کے ہیں۔ یہاں خواہ لغوی معنی مراد لئے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں اگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو تو نہ اطاعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا، کیونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہوگی تو منزل کے رخ پر بڑھنے کے کیا معنی؟ اور جب کوئی مقصد ہی پیشِ نظر نہ ہوگا تو اس کیلئے تگ و دو کرنے کا کیا مطلب؟ البتہ جب انسان کی عقل و فطرت اس کا سر رشتہ کسی مافوق الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوقِ پرستاری و جذبۂ عبودیت اسے کسی معبود کے آگے جھکا دیتا ہے تو وہ من مانی کر گزرنے کے بجائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے اور انہی پابندیوں کا نام "دین" ہے جس کا نقطۂ آغاز صانع کی معرفت اور اس کی ہستی کا اعتراف ہے۔

معرفت کی بنیادی حیثیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اس کے ضروری ارکان و شرائط بیان فرمائے ہیں اور عموماً افرادِ انسانی جن ناقص مراتب ادراک کو اپنی منزل آخر بنا کر قانع ہو جاتے ہیں ان کے ناکافی ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔

اور اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ فطرت کے وجدانی احساس اور ضمیر کی راہنمائی سے یا اہلِ مذاہب کی زبان سے سن کر اُس ان دیکھی ہستی کا تصور ذہن میں پیدا ہو جائے جو "خدا" کہی جاتی ہے۔ یہ تصور درحقیقت فکر و نظر کی ذمہ داری اور تحصیل معرفت کا حکم عائد ہونے کا عقلاً پیش خیمہ ہے، لیکن تساہل پسند یا ماحول کے دباؤ میں اسیر ہستیاں اس تصور کے پیدا ہونے کے باوجود طلب کی زحمت گوارا نہیں کرتیں تو وہ تصور تصدیق کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اس صورت میں وہ معرفت سے محروم ہو جاتی ہیں اور باوجودِ تصور بمنزل تصدیق سے ان کی محرومی چونکہ بالاختیار ہوتی ہے، اس لئے وہ اس پر مواخذہ کی مستحق ہوتی ہیں، لیکن جو اس تصور کی تحریک سے متاثر ہو کر قدم آگے بڑھاتا ہے وہ غور و فکر ضروری سمجھتا ہے۔

اور اس طرح دوسرا درجہ اِدراک کا حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مخلوقات کی بوقلمونیوں اور مصنوعات کی نیرنگیوں سے صانع عالم کا کھوج لگایا جائے۔ کیونکہ ہر نقش نقاش کے وجود پر اور ہر اثر مؤثر کی کارفرمائی پر ایک ٹھوس اور بے لچک دلیل ہے۔ چنانچہ انسان جب اپنے گردوپیش نظر دوڑاتا ہے تو اسے ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی کہ جو کسی صانع کی کارفرمائی کے بغیر موجود ہوگئی ہو، یہاں تک کہ کوئی نقشِ قدم بغیر راہرو کے اور کوئی عمارت بغیر معمار کے کھڑی ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا تو کیونکر یہ باور کرسکتا ہے کہ یہ فلک نیلگوں اور اسکی پہنائیوں میں آفتاب ومہتاب کی تجلیاں اور یہ زمین اور اسکی وسعتوں میں سبزہ وگل کی رعنائیاں بغیر کسی صانع کی صنعت طرازی کے موجود ہوگئی ہوں گی۔ لہٰذا موجودات عالم اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد کوئی انسان اس نتیجہ تک پہنچنے سے اپنے دل و دماغ کو نہیں روک سکتا کہ اس جہان رنگ و بو کا کوئی بنانے سنوارنے والا ہے، کیونکہ تہی دامانِ وجود سے فیضانِ وجود نہیں ہوسکتا اور نہ عدم سے وجود کا سرچشمہ پھوٹ سکتا ہے۔ قرآن نے اس استدلال کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے:

﴿اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾

کیا اللہ کے وجود میں شک ہوسکتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔[1]

لیکن یہ درجہ بھی ناکافی ہے، جبکہ اس کی تصدیق میں غیر کی اُلوہیت کے عقیدہ کی آمیزش ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی ہستی کا اقرار وحدت و یگانگت کے اعتراف کے ساتھ ہو۔ بغیر اس کے خدا کی تصدیق مکمل نہیں ہوسکتی، کیونکہ جس کے ساتھ اور بھی خدا مانے جائیں گے وہ ایک نہیں ہوگا اور خدا کیلئے ایک ہونا ضروری ہے، کیونکہ ایک سے زائد ہونے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کائنات کو ان میں سے ایک نے پیدا کیا ہے یا سب نے مل جل کر۔ اگر ایک نے پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی خصوصیت ہونا چاہیے، ورنہ اس ایک کو بلاوجہ ترجیح ہوگی جو عقلاً باطل ہے اور اگر سب نے مل جل کر بنایا ہے تو دو حال سے خالی نہیں: یا تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے اُمور کی انجام دہی نہ کرسکتا ہوگا یا ان کی شرکت وتعاون سے بے نیاز ہوگا۔ پہلی صورت میں اس کا محتاج و دستِ نگر ہونا اور دوسری صورت میں ایک فعل کیلئے کئی ایک مستقل فاعلوں کا کارفرما ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں صورتیں اپنے مقام پر باطل کی جاچکی ہیں۔ اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ سارے خداؤں نے حصہ رسدی مخلوقات کو آپس میں بانٹ کر ایجاد کیا ہے تو اس صورت میں تمام ممکنات کی ہر واجب الوجود سے یکساں نسبت نہ رہے گی، بلکہ صرف اپنے بنانے والے ہی سے نسبت ہوگی، حالانکہ ہر واجب کو ہر ممکن سے اور ہر ممکن کو ہر واجب سے یکساں نسبت ہونا چاہیے، کیونکہ تمام ممکنات اثر پذیری میں اور تمام واجب الوجود اثر اندازی میں ایک سے مانے گئے ہیں۔ تو اب اسے ایک مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ متعدد خالق ماننے کی صورت میں کسی چیز کے موجود ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے کیلئے تباہی و بربادی ضروری قرار پاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے اس دلیل کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ﴾

---

[1] سورۂ ابراہیم، آیت ۱۰۔

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو یہ زمین و آسمان دونوں تباہ و برباد ہو جاتے۔[1]

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسے ہر نقص و عیب سے پاک سمجھا جائے اور جسم و صورت، تمثیل و تشبیہ، مکان و زمان، حرکت و سکون اور عجز و جہل سے منزہ مانا جائے، کیونکہ اس باکمال و بے عیب ذات میں نہ کسی نقص کا گزر ہو سکتا ہے نہ اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبہ اُبھر سکتا ہے اور نہ اس کو کسی کے مثل و مانند ٹھہرایا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں وجوب کی بلندیوں سے اتار کر امکان کی پستیوں میں لے آنے والی ہیں۔ چنانچہ قدرت نے توحید کے پہلو بہ پہلو اپنی تنزیہ و تقدیس کو بھی جگہ دی ہے:

(۱) ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾

کہہ دو کہ اللہ یگانہ ہے، اسکی ذات بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ اسکی کوئی اولاد ہے اور نہ اسکا کوئی ہم پلّہ ہے۔[2]

(۲) ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝﴾

اس کو نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں، البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے۔[3]

(۳) ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

اللہ کیلئے مثالیں نہ گڑھ لیا کرو۔ بے شک اصل حقیقت کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔[4]

(۴) ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝﴾

کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔[5]

پانچواں درجہ یہ ہے جس سے معرفت مکمل ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں صفتوں کو الگ سے نہ سمویا جائے کہ ذاتِ احدیت میں دوئی کی جھلک پیدا ہو جائے اور توحید اپنے صحیح مفہوم کو کھو کر ایک، تین اور تین ایک کے چکر میں پڑ جائے، کیونکہ اس کی ذات جوہر و عرض کا مجموعہ نہیں کہ اس میں صفتیں اس طرح قائم ہوں جس طرح پھول میں خوشبو اور ستاروں میں چمک، بلکہ اس کی ذات خود تمام صفتوں کا سر چشمہ ہے اور وہ اپنے کمالاتِ ذاتی کے اظہار کیلئے کسی توسط کی محتاج نہیں ہے۔ اگر اسے ''عالم'' کہا جاتا ہے تو اس بنا پر کہ اس کے علم کے آثار نمایاں ہیں اور اگر اسے ''قادر'' کہا جاتا ہے تو اس لیے کہ ہر ذرہ اس کی قدرت و کارفرمائی کا پتہ دے رہا ہے اور ''سمیع و بصیر'' کہا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ کائنات کی شیرازہ بندی اور مخلوقات کی چارہ سازی دیکھے اور سنے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صفتوں کی نمود اس کی ذات میں اس طرح نہیں ٹھہرائی جا سکتی جس طرح ممکنات میں کہ اس میں علم آئے تو وہ عالم ہو اور ہاتھ پیروں میں توانائی آئے تو وہ قادر و توانا ہو، کیونکہ صفت کو ذات سے الگ ماننے کا

---

[1] سورۂ انبیاء، آیت ۲۲۔

[2] سورۂ اخلاص، آیت ۱-۴۔

[3] سورۂ الانبیاء، آیت ۱۰۳۔

[4] سورۂ نحل، آیت ۷۴۔

[5] سورۂ شوریٰ، آیت ۱۱۔

لازمی نتیجہ دوئی ہے اور جہاں دوئی کا تصور ہو وہاں توحید کا عقیدہ رخصت ہوا۔ اسی لئے امیر المومنین علیہ السلام نے زائد بر ذات صفات کی نفی فرما کر صحیح توحید کے خدوخال سے آشنا فرمایا ہے اور دامن وحدت کو کثرت کے دھبوں سے بدنما نہیں ہونے دیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کیلئے کوئی صفت تجویز ہی نہیں کی جا سکتی کہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہو جو سلبی تصورات کے بھیانک اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں، حالانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفتوں کے آثار سے چھلک رہا ہے اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جاننے والا ہے، قدرت والا ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے اور اپنے دامن ربوبیت میں پالنے والا اور سایۂ رحمت میں پروان چڑھانے والا ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی چیز تجویز نہیں کی جا سکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو، کیونکہ جو ذات ہے وہی صفت ہے اور جو صفت ہے وہی ذات ہے۔

اسی مطلب کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانِ فیض ترجمان سے سماعت فرمائیے اور پھر مذاہب عالم کے عقیدہ توحید کو اس کی روشنی میں دیکھئے اور پرکھئے کہ توحید کے صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فردیں کون تھیں۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

لَمْ یَزَلِ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ رَبَّنَا وَ الْعِلْمُ ذَاتُهٗ وَ لَا مَعْلُوْمَ وَ السَّمْعُ ذَاتُهٗ وَ لَا مَسْمُوْعَ وَ الْبَصَرُ ذَاتُهٗ وَ لَا مُبْصَرَ وَ الْقُدْرَةُ ذَاتُهٗ وَ لَا مَقْدُوْرَ، فَلَمَّآ اَحْدَثَ الْاَشْیَآءَ وَ كَانَ الْمَعْلُوْمُ وَقَعَ الْعِلْمُ مِنْهُ عَلَى الْمَعْلُوْمِ وَ السَّمْعُ عَلَى الْمَسْمُوْعِ وَ الْبَصَرُ عَلَى الْمُبْصَرِ وَ الْقُدْرَةُ عَلَى الْمَقْدُوْرِ.

ہمارا خدائے بزرگ و برتر ہمیشہ سے عین علم رہا حالانکہ معلوم ابھی کتم عدم میں تھا، اور عین سمع و بصر رہا حالانکہ نہ کسی آواز کی گونج بلند ہوئی تھی اور نہ کوئی دکھائی دینے والی چیز تھی، اور عین قدرت رہا، حالانکہ قدرت کے اثرات کو قبول کرنے والی کوئی شے نہ تھی۔ پھر جب اس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا تو اس کا علم معلومات پر پوری طرح منطبق ہوا، خواہ وہ سنی جانے والی صدائیں ہوں یا دیکھی جانے والی چیزیں ہوں اور مقدور کے تعلق سے اس کی قدرت نمایاں ہوئی۔ (توحید صدوق، ص ۱۳۹)

یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا اجماع ہے، مگر سواد اعظم نے اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور ذات و صفات میں علیحدگی کا تصور پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ شہرستانی نے تحریر کیا ہے کہ:

قَالَ اَبُو الْحَسَنِ: اَلْبَارِیْ تَعَالٰی عَالِمٌ بِعِلْمٍ، قَادِرٌ بِقُدْرَةٍ، حَیٌّ بِحَیَاةٍ، مُرِیْدٌ بِاِرَادَةٍ، مُتَكَلِّمٌ بِكَلَامٍ، سَمِیْعٌ بِسَمْعٍ، بَصِیْرٌ بِبَصَرٍ.

ابو الحسن اشعری کہتے ہیں کہ: باری تعالیٰ علم، قدرت، حیات، ارادہ، کلام اور سمع و بصر کے ذریعہ عالم، قادر، زندہ، مرید، متکلم اور سمیع و بصیر ہے۔ (الملل والنحل، شہرستانی، ج ۱، ص ۹۳)

اگر صفتوں کو اس طرح زائد بر ذات مانا جائے گا تو دو حال سے خالی نہیں: یا تو یہ صفتیں ہمیشہ سے اس میں ہوں گی یا بعد میں طاری ہوئی

ہوں گی۔ پہلی صورت میں جتنی اس کی صفتیں مانی جائیں گی اتنے ہی قدیم اور ماننا پڑیں گے جو قدامت میں اس کے شریک ہوں گے ﴿تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾۔ اور دوسری صورت میں اس کی ذات کو محل حوادث قرار دینے کے علاوہ یہ لازم آئے گا کہ وہ ان صفتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نہ عالم ہو، نہ قادر، نہ سمیع ہو اور نہ بصیر۔ اور یہ عقیدہ اساسی طور پر اسلام کے خلاف ہے۔

۲۔ قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

اس میں حلال وحرام کا بیان ہے، جیسے: ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾[1]: ''اللہ نے خرید وفروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے''۔

اس میں فرائض و مستحبات کا ذکر ہے، جیسے: ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ﴾[2]: ''جب نماز (خوف) ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو پھر (معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو''۔ نماز فرض ہے اور دوسرے اذکار مستحب ہیں۔

اس میں ناسخ ومنسوخ بھی ہیں۔ ''ناسخ'' جیسے عدہ وفات میں: ﴿اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ﴾[3]: ''چار مہینے دس دن'' اور ''منسوخ'' جیسے: ﴿مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ﴾ (سورہ بقرہ، آیت ۲۴۰) جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدہ وفات ایک سال ہے۔

اس میں مخصوص مواقع پر حرام چیزوں کیلئے رخصت و اجازت بھی ہے، جیسے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ﴾[4]: ''اگر کوئی شخص بحالت مجبوری (حرام چیزوں میں سے) کچھ کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، درآں صورتیکہ حدود شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو''۔

اس میں اٹل احکام بھی ہیں جیسے: ﴿وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾[5]: ''چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے''۔

اس میں خاص و عام بھی ہیں۔ ''خاص'' وہ کہ جس کے لفظ میں وسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ محدود ہو، جیسے: ﴿وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾[6]: ''اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے''۔ اس میں ''عالمین'' سے صرف انہی کا زمانہ مراد ہے، اگر چہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے، اور ''عام'' وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلاؤ رکھتا ہو، جیسے: ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾[7]: ''اللہ ہر چیز کا

---

[1] سورہ بقرہ، ۲۷۵۔
[2] سورہ نساء، آیت ۱۰۳۔
[3] سورہ بقرہ، آیت ۲۳۴۔
[4] سورہ بقرہ، آیت ۱۷۳۔
[5] سورہ کہف، آیت ۱۱۰۔
[6] سورہ بقرہ، آیت ۱۲۲۔
[7] سورہ نور، آیت ۳۵۔

جاننے والا ہے''۔

اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں: ''عبرتیں'' جیسے: ﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ؕ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ؕ﴿۲۶﴾﴾[1]: ''خدا نے اسے دنیا و آخرت کے عذاب میں دھر لیا، جو اللہ سے ڈرے اس کیلئے اس میں عبرت کا سامان ہے''۔ اور ''مثالیں'' جیسے: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ﴾[2]: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس بیج کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں''۔

اس میں مطلق و مقید ہیں۔ ''مطلق'' وہ کہ جس میں کسی قسم کی تقیید و پابندی نہ ہو، جیسے: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ﴾[3]: ''اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو''۔ اور ''مقید'' وہ کہ جس میں تشخص و قیود کی پابندی ہو، جیسے: ﴿اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ﴾[4]: ''اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ ہل میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو سینچا گیا ہو''۔

اس میں محکم و متشابہ بھی ہیں۔ ''محکم'' وہ کہ جس میں کوئی گنجلک نہ ہو جیسے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾﴾[5]: ''بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ اور ''متشابہ'' وہ کہ جس کے معنی الجھے ہوئے ہوں جیسے: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾﴾[6] جس کے ظاہر مفہوم سے یہ توہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور سے عرش پر برقرار ہے، لیکن مقصود غلبہ و تسلط ہے۔

اس میں بعض احکام مجمل ہیں، جیسے: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾[7]: ''نماز قائم کرو''۔

اس میں گہرے مطالب بھی ہیں جیسے وہ آیات کہ جن کے متعلق قدرت کا ارشاد ہے کہ: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ﴾[8]: ''ان کی تاویل کو اللہ اور رسولؐ اور علم کی گہرائیوں میں اترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا''۔

پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ:

اس میں کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے، جیسے: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾[9]: ''اس بات کو جانے رہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی

---

[1] سورۂ نازعات، آیت ۲۵-۲۶۔

[2] سورۂ بقرہ، آیت ۲۶۱۔

[3] سورۂ بقرہ، آیت ۶۷

[4] سورۂ بقرہ، آیت ۷۱۔

[5] سورۂ بقرہ، آیت ۱۰۹۔

[6] سورۂ طور، آیت ۵۔

[7] سورۂ بقرہ، آیت ۷۱۔

[8] سورۂ آلِ عمران، آیت ۷۔

[9] سورۂ محمدؐ، آیت ۱۹۔

معبود نہیں"۔اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے، جیسے:﴿الٓمّٓ ①﴾(سورۂ بقرہ،آیت ۱)وغیرہ۔

اور اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جو سنت پیغمبرؐ سے منسوخ ہو گئے ہیں، جیسے:﴿وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ شَہِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الۡمَوۡتُ﴾[1]:"تمہاری عورتوں میں سے جو بدچلنی کی مرتکب ہوں ان کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو، اگر وہ گواہی دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ موت ان کی زندگی ختم کر دے"۔ یہ سزا اوائل اسلام میں تھی لیکن بعد میں شوہر دار عورتوں کیلئے اس حکم کو حکم رجم سے منسوخ کر دیا گیا۔اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سنت پیغمبرؐ منسوخ ہوگئی، جیسے:﴿فَوَلِّ وَجۡہَکَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ﴾[2]:"چاہئے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑلو"۔ اس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔

اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پر واجب ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کا وجوب باقی نہیں رہتا، جیسے:﴿اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ﴾[3]:"جب جمعہ کے دن نماز کیلئے پکارا جائے تو ذکر الٰہی کی طرف جلدی سے بڑھو"۔

اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے، جیسے گناہوں کا صغیرہ و کبیرہ ہونا۔صغیرہ جیسے:﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ﴾[4]:"ایمان والوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں"۔اور کبیرہ جیسے:﴿وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا﴾[5]:"جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا"۔

اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے جنہیں تھوڑا سا بجالانا بھی کفایت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجالانے کی بھی گنجائش ہے. جیسے: ﴿فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ﴾[6]:"جتنا بآسانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو"۔

☆☆☆☆☆

[1] سورۂ نساء، آیت ۱۵۔

[2] سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۴۔

[3] سورۂ جمعہ، آیت ۹۔

[4] سورۂ نور، آیت ۳۰۔

[5] سورۂ نساء، آیت ۹۳۔

[6] سورۂ مزمل، آیت ۲۰۔

(۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعْدَ انْصِرَافِهٖ مِنْ صِفِّيْنَ

اَحْمَدُهٗ اسْتِتْمَامًا لِّنِعْمَتِهٖ، وَ اسْتِسْلَامًا لِّعِزَّتِهٖ، وَ اسْتِعْصَامًا مِّنْ مَّعْصِيَتِهٖ، وَ اَسْتَعِيْنُهٗ فَاقَةً اِلٰى كِفَايَتِهٖ، اِنَّهٗ لَا يَضِلُّ مَنْ هَدَاهُ، وَ لَا يَئِلُ مَنْ عَادَاهُ، وَ لَا يَفْتَقِرُ مَنْ كَفَاهُ، فَاِنَّهٗ اَرْجَحُ مَا وُزِنَ، وَ اَفْضَلُ مَا خُزِنَ.

وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، شَهَادَةً مُّمْتَحَنًا اِخْلَاصُهَا، مُعْتَقَدًا مُّصَاصُهَا، نَتَمَسَّكُ بِهَاۤ اَبَدًا مَّاۤ اَبْقَانَا، وَ نَدَّخِرُهَا لِاَهَاوِيْلِ مَا يَلْقَانَا، فَاِنَّهَا عَزِيْمَةُ الْاِيْمَانِ، وَ فَاتِحَةُ الْاِحْسَانِ، وَ مَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ، وَ مَدْحَرَةُ الشَّيْطٰنِ.

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ بِالدِّيْنِ الْمَشْهُوْرِ، وَ الْعَلَمِ الْمَاْثُوْرِ، وَ الْكِتَابِ الْمَسْطُوْرِ، وَ النُّوْرِ السَّاطِعِ، وَ الضِّيَآءِ اللَّامِعِ، وَ الْاَمْرِ الصَّادِعِ، اِزَاحَةً لِّلشُّبُهَاتِ، وَ احْتِجَاجًا بِالْبَيِّنَاتِ، وَ تَحْذِيْرًا بِالْاٰيَاتِ، وَ تَخْوِيْفًا بِالْمَثُلَاتِ.

وَ النَّاسُ فِیْ فِتَنٍ انْجَذَمَ فِيْهَا حَبْلُ الدِّيْنِ، وَ تَزَعْزَعَتْ سَوَارِی الْيَقِيْنِ، وَ

خطبہ (۲)

صفین سے پلٹنے کے بعد فرمایا

اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں، اس کی نعمتوں کی تکمیل چاہنے، اس کی عزت و جلال کے آگے سر جھکانے اور اس کی معصیت سے حفاظت حاصل کرنے کیلئے اور اس سے مدد مانگتا ہوں اس کی کفایت و دستگیری کا محتاج ہونے کی وجہ سے۔ جسے وہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا، جسے وہ دشمن رکھے اسے کوئی ٹھکانا نہیں ملتا، جس کا وہ کفیل ہو وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا۔ یہ (حمد اور طلبِ امداد) وہ ہے جس کا ہر وزن میں آنے والی چیز سے پلہ بھاری ہے اور ہر گنجِ گراں مایہ سے بہتر و برتر ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے، ایسی گواہی جس کا خلوص پرکھا جا چکا ہے اور جس کا نچوڑ بغیر کسی شائبہ کے دل کا عقیدہ بن چکا ہے، زندگی بھر ہم اسی سے وابستہ رہیں گے اور اسی کو پیش آنے والے خطرات کیلئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے، یہی گواہی ایمان کی مضبوط بنیاد اور حسنِ عمل کا پہلا قدم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ اور شیطان کی دوری کا سبب ہے۔

اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں، جنہیں شہرت یافتہ دین، منقول شدہ نشان، لکھی ہوئی کتاب[۱]، ضوفشاں نور، چمکتی ہوئی روشنی اور فیصلہ کن امر کے ساتھ بھیجا، تاکہ شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی جائے، آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے۔

(اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل،

اِخْتَلَفَ النَّجْرُ وَ تَشَتَّتَ الْاَمْرُ، وَ ضَاقَ الْمَخْرَجُ وَ عَمِیَ الْمَصْدَرُ، فَالْهُدٰی خَامِلٌ، و الْعَمٰی شَامِلٌ. عُصِیَ الرَّحْمٰنُ، وَ نُصِرَ الشَّیْطٰنُ، وَ خُذِلَ الْاِیْمَانُ، فَانْهَارَتْ دَعَآئِمُهٗ، وَ تَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهٗ، وَ دَرَسَتْ سُبُلُهٗ، وَ عَفَتْ شُرُكُهٗ.

اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے، نکلنے کی راہیں تنگ و تار تھیں، ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ (کھلے خزانوں) اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جا رہی تھی، ایمان بے سہارا تھا، چنانچہ اس کے ستون گر گئے، اس کے نشان تک پہچاننے میں نہ آتے تھے، اس کے راستے مٹ مٹا گئے، اور شاہراہیں اجڑ گئیں۔

اَطَاعُوا الشَّیْطٰنَ فَسَلَكُوْا مَسَالِكَهٗ، وَ وَرَدُوْا مَنَاهِلَهٗ، بِهِمْ سَارَتْ اَعْلَامُهٗ وَ قَامَ لِوَآئُهٗ، فِیْ فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِاَخْفَافِهَا وَ وَطِئَتْهُمْ بِاَظْلَافِهَا وَ قَامَتْ عَلٰی سَنَابِكِهَا، فَهُمْ فِیْهَا تَآئِهُوْنَ حَآئِرُوْنَ جَاهِلُوْنَ مَفْتُوْنُوْنَ، فِیْ خَیْرِ دَارٍ، وَ شَرِّ جِیْرَانٍ، نَوْمُهُمْ سُهُوْدٌ، وَ كُحْلُهُمْ دُمُوْعٌ، بِاَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ وَّ جَاهِلُهَا مُكْرَمٌ.

وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اتر پڑے، انہی کی وجہ سے اسکے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے، ایسے فتنوں میں جو انہیں اپنے سموں سے روندتے اور اپنے کُھروں سے کچلتے تھے اور اپنے پنجوں کے بَل مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے۔ تو وہ لوگ ان میں حیران و سرگرداں، جاہل و فریب خوردہ تھے، ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا[2] مگر اس کے بسنے والے برے تھے، جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سرمے کی جگہ آنسو تھے۔ اس سرزمین پر عالم کے منہ میں لگام تھی اور جاہل معزز و سرفراز تھا۔

[وَ مِنْهَا: یَعْنِیْ اٰلَ النَّبِیِّ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ]

[اسی خطبہ کا ایک حصہ جو اہل بیت نبی علیہم السلام سے متعلق ہے]

هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهٖ، وَ لَجَاُ اَمْرِهٖ، وَ عَیْبَةُ عِلْمِهٖ، وَ مَوْئِلُ حِكَمِهٖ، وَ كُهُوْفُ كُتُبِهٖ، وَ جِبَالُ دِیْنِهٖ، بِهِمْ اَقَامَ انْحِنَآءَ ظَهْرِهٖ، وَ اَذْهَبَ ارْتِعَادَ فَرَآئِصِهٖ.

وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں، علمِ الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں، کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی۔

[وَ مِنْهَا: یَعْنِیْ قَوْمًا اٰخَرِیْنَ]

[اسی خطبہ کا ایک حصہ جو دوسروں سے متعلق ہے]

زَرَعُوا الْفُجُوْرَ، وَ سَقَوْهُ الْغُرُوْرَ، وَ حَصَدُوا الثُّبُوْرَ.

انہوں نے فسق و فجور کی کاشت کی، غفلت و فریب کے پانی سے اسے سینچا اور اس سے ہلاکت کی جنس حاصل کی۔

لَا يُقَاسُ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَيۡهِمُ السَّلَامُ مِنۡ هٰذِهِ الۡاُمَّةِ اَحَدٌ، وَ لَا يُسَوّٰى بِهِمۡ مَنۡ جَرَتۡ نِعۡمَتُهُمۡ عَلَيۡهِ اَبَدًا. هُمۡ اَسَاسُ الدِّيۡنِ، وَ عِمَادُ الۡيَقِيۡنِ، اِلَيۡهِمۡ يَفِيۡٓءُ الۡغَالِيۡ وَ بِهِمۡ يَلۡحَقُ التَّالِيۡ، وَ لَهُمۡ خَصَآئِصُ حَقِّ الۡوِلَايَةِ، وَ فِيۡهِمُ الۡوَصِيَّةُ وَ الۡوِرَاثَةُ، اَلۡاٰنَ اِذۡ رَجَعَ الۡحَقُّ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ، وَ نُقِلَ اِلٰى مُنۡتَقَلِهٖ۔

-----☆☆-----

اس اُمت میں کسی کو آلِ محمد علیہم السلام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آ کر ملنا ہے۔ حقِ ولایت کی خصوصیات انہی کیلئے ہیں اور انہی[۳] کے بارے میں (پیغمبرؐ کی) وصیت اور انہی کیلئے (نبیؐ کی) وراثت ہے۔ اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح جگہ پر منتقل ہو گیا۔

-----☆☆-----

۱؎ ''لوحِ محفوظ'' میں۔

۲؎ اچھے گھر سے مراد ''مکہ'' اور برے ہمسایوں سے مراد ''کفارِ قریش'' ہیں۔

۳؎ ''اہلبیت پیغمبر علیہم السلام کے متعلق فرماتے ہیں کہ: ''دنیا کی کسی فرد کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی بلندی درجات میں کسی کو ان کا ہم پایہ سمجھا جا سکتا ہے''، کیونکہ دنیا ان کے احسانات کی گراں باریوں میں دبی ہوئی ہے اور انہی سے نعمتِ ہدایت پا کر اُخروی نعمتوں کی مستحق ہوئی ہے۔ وہ دین کی اساس و بنیاد اور اسکی زندگی و بقا کا سہارا ہیں۔ وہ علم و یقین کے ایسے محکم ستون ہیں کہ شک و شبہات کے طوفانوں کا دھارا موڑ سکتے ہیں اور افراط و تفریط کی راہوں میں وہ درمیانی راستہ ہیں کہ اگر کوئی غلو و افراط کی حد تک پہنچ جائے یا کوتاہی و تفریط میں پڑ جائے تو وہ جب تک پیچھے ہٹ کر یا آگے بڑھ کر اس جادۂ اعتدال پر نہیں آئے گا، اسلام کی راہ پر آہی نہیں سکتا اور انہی میں تمام وہ خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو امامت و قیادت میں ان کے حق کو فائق قرار دیتی ہیں۔ لہٰذا ان کے علاوہ کسی کو اُمت کی سرپرستی و نگہبانی کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کو اپنا وصی و وارث ٹھہرایا۔

وصیت و وراثت کے متعلق شارح معتزلی نے لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی وصایت میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ وراثت سے نیابت و جانشینی کی وراثت مراد نہیں ہے، بلکہ وراثت علمی مراد ہے۔ اگرچہ فرقہ امامیہ اس سے خلافت و نیابت ہی مراد لیتا ہے۔ اگر بقول ان کے وراثت سے وراثت علمی مراد لی جائے، جب بھی وہ اپنے مقصد میں کامران ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے، کیونکہ اس معنی کی رُو سے بھی نیابت پیغمبرؐ کا حق کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ خلافت کیلئے سب سے بڑی ضرورت علم کی ہے۔ اس لئے کہ خلیفۃ الرسولؐ کے اہم ترین فرائض میں سے مقدموں کا فیصلہ کرنا، شریعت کے مسائل حل کرنا، مشکل گتھیوں کو سلجھانا اور شرعی حدود کا اجرا کرنا ہے۔ اگر نائب رسولؐ کے فرائض میں سے ان چیزوں کو الگ کر دیا جائے تو اس کی حیثیت صرف ایک دنیوی حکمران کی رہ جاتی ہے۔

اسے دینی اقتدار کا مرکز نہیں قرار دیا جا سکتا۔لہٰذا یا تو حکومت کو خلافت سے الگ رکھئے یا جو رسول ﷺ کے علم کا وارث ہو، اسے ہی خلافت کے منصب کا اہل سمجھئے۔

ابن ابی الحدید کی یہ تشریح اس صورت میں قابل لحاظ ہو بھی سکتی تھی، جب یہ فقرہ اکیلا آپؑ کی زبان پر آیا ہوتا لیکن اس موقعہ کو دیکھتے ہوئے کہ وہ خلافتِ ظاہری کے تسلیم ہونے کے بعد کہا گیا ہے اور پھر اسی کے بعد: اِذْرَجَعَ الْحَقُّ اِلٰی اَھْلِہٖ کا فقرہ موجود ہے، ان کی یہ تشریح بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے، بلکہ وصایت سے بھی کوئی اور وصیت نہیں، بلکہ وہ نیابت وخلافت ہی کی وصیت مراد معلوم ہوتی ہے اور وراثت بھی نہ وراثت مالی اور نہ وراثت علمی، جس کے بیان کا یہ کوئی موقعہ نہیں، بلکہ حق امامت کی وراثت ہے جو صرف بر بنائے قرابت نہیں، بلکہ بر بنائے اوصافِ کمال ان کیلئے منجانب اللہ ثابت تھی۔

☆☆☆☆☆

(۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ هِيَ الْمَعْرُوْفَةُ بِالشِّقْشِقِيَّةِ

اَمَا وَ اللّٰهِ! لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ، وَ اِنَّهٗ لَيَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّيْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰى، يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ، وَ لَا يَرْقٰۤى اِلَیَّ الطَّيْرُ، فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا، وَ طَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا، وَ طَفِقْتُ اَرْتَئِیْ بَيْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِيَدٍ جَذَّآءَ، اَوْ اَصْبِرَ عَلٰى طَخْيَةٍ عَمْيَآءَ، يَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ، وَ يَشِيْبُ فِيْهَا الصَّغِيْرُ، وَ يَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰى يَلْقٰى رَبَّهٗ. فَرَاَيْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰى هَاتَاۤ اَحْجٰى، فَصَبَرْتُ وَ فِي الْعَيْنِ قَذًى، وَ فِي الْحَلْقِ شَجًا، اَرٰى تُرَاثِيْ نَهْبًا.

حَتّٰى مَضَى الْاَوَّلُ لِسَبِيْلِهٖ، فَاَدْلٰى بِهَاۤ اِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهٗ.

ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْاَعْشٰى:

شَتَّانَ مَا يَوْمِيْ عَلٰى كُوْرِهَا
وَ يَوْمُ حَيَّانَ اَخِيْ جَابِرِ

فَيَا عَجَبًا! بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيْلُهَا فِيْ حَيَاتِهٖ اِذْ عَقَدَهَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَيْهَا! فَصَيَّرَهَا فِيْ حَوْزَةٍ خَشْنَآءَ، يَغْلُظُ كَلْمُهَا وَ يَخْشُنُ مَسُّهَا، وَ يَكْثُرُ الْعِثَارُ

خطبہ (۳)

یہ خطبہ ''شقشقیہ'' [1] کے نام سے مشہور ہے

خدا کی قسم! فرزند ابو قحافہ نے پیراہنِ خلافت [2] پہن لیا، حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔ میں وہ (کوہ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس سے بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں، جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرینِ عقل نظر آیا۔ لہٰذا میں نے صبر کیا، حالانکہ آنکھوں میں (غبار اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم و رنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا۔

یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابنِ خطاب کو دے گیا۔

پھر حضرتؑ نے بطورِ تمثیل اعشیٰ کا یہ شعر پڑھا:

''کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیان [3] برادرِ جابر کی صحبت میں گزرتا تھا''۔

تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا، لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کیلئے استوار کرتا گیا۔ بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ اس نے خلافت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا جس کے چرکے کاری تھے، جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی، جہاں بات

فِيهَا وَ الْاِعْتِذَارُ مِنْهَا، فَصَاحِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ، اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَ اِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ، فَمُنِيَ النَّاسُ ـ لَعَمْرُ اللهِ!ـ بِخَبْطٍ وَّ شِمَاسٍ وَّ تَلَوُّنٍ وَّ اعْتِرَاضٍ. فَصَبَرْتُ عَلٰى طُوْلِ الْمُدَّةِ، وَ شِدَّةِ الْمِحْنَةِ.

حَتّٰۤى اِذَا مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ جَعَلَهَا فِيْ جَمَاعَةٍ زَعَمَ اَنِّيْۤ اَحَدُهُمْ.

فَيَا لَلّٰهِ وَ لِلشُّوْرٰى!. مَتَى اعْتَرَضَ الرَّيْبُ فِيَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْهُمْ، حَتّٰى صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰى هٰذِهِ النَّظَآئِرِ لٰكِنِّيْۤ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا، وَ طِرْتُ اِذْ طَارُوْا، فَصَغٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ وَ مَالَ الْاٰخَرُ لِصِهْرِهٖ، مَعَ هَنٍ وَّهَنٍ.

اِلٰۤى اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ، نَافِجًا حِضْنَيْهِ بَيْنَ نَثِيْلِهٖ وَ مُعْتَلَفِهٖ وَ قَامَ مَعَهٗ بَنُوْۤ اَبِيْهِ يَخْضِمُوْنَ مَالَ اللهِ خِضْمَةَ الْاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيْعِ، اِلٰۤى اَنِ انْتَكَثَ فَتْلُهٗ، وَ اَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهٗ وَ كَبَتْ بِهٖ بِطْنَتُهٗ.

بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا، جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اس کی منہ زوری سے) اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہوا جاتا ہے (جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہو جائے گا) اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے ایزد کی قسم! لوگ کجروی، سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا۔

یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا، اور خلافت[۴] کو ایک جماعت میں محدود کر گیا اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔

اے اللہ! مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق و فضیلت میں کب شک تھا جو اَب ان لوگوں میں مَیں بھی شامل کر لیا گیا ہوں۔ مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں (یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ کرتا رہوں[۵])۔ ان میں سے ایک شخص تو کینہ و عناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر جھک گیا۔

یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اس کے بھائی بند اٹھ کھڑے ہوئے جو اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصل ربیع کا چارہ چرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب اس کی بٹی ہوئی رسی کے بل کُھل گئے اور اس کی بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور شکم پُری نے اسے منہ کے بل گرا دیا۔

فَمَا رَاعَنِيْۤ اِلَّا وَ النَّاسُ كَعُرْفِ الضَّبُعِ اِلَيَّ، يَنْثَالُوْنَ عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، حَتّٰى لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ، وَ شُقَّ عِطْفَايَ، مُجْتَمِعِيْنَ حَوْلِيْ كَرَبِيْضَةِ الْغَنَمِ. فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ نَكَثَتْ طَآئِفَةٌ وَّ مَرَقَتْ اُخْرٰى وَ قَسَطَ اٰخَرُوْنَ، كَاَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوْا كَلَامَ اللّٰهِ حَيْثُ يَقُوْلُ: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۝﴾، بَلٰى! وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوْهَا وَ وَعَوْهَا، وَ لٰكِنَّهُمْ حَلِيَتِ الدُّنْيَا فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ، وَ رَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا.

اس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بجّو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگا تار بڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میری رِدا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کو لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کر لیا۔ گویا انہوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ: ”یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کیلئے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں، نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پرہیز گاروں کیلئے ہے“۔ ہاں ہاں خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس آیت کو سنا تھا اور یاد کیا تھا، لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کُھب گیا اور اس کی سج دھج نے انہیں لبھا دیا۔

اَمَا وَ الَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ! لَوْ لَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ وَ قِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ وَ مَاۤ اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَآءِ اَنْ لَّا يُقَارُّوْا عَلٰى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَّ لَا سَغَبِ مَظْلُوْمٍ، لَاَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلٰى غَارِبِهَا وَ لَسَقَيْتُ اٰخِرَهَا بِكَاْسِ اَوَّلِهَا، وَ لَاَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ اَزْهَدَ عِنْدِيْ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ.

دیکھو! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں! اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اسکے اوّل کو سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابلِ اعتنا پاتے۔

قَالُوْا: وَ قَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوْغِهٖ اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ خُطْبَتِهٖ، فَنَاوَلَهٗ كِتَابًا، فَاَقْبَلَ يَنْظُرُ فِيْهِ. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ

لوگوں کا بیان ہے کہ: جب حضرتؑ خطبہ پڑھتے ہوئے اس مقام تک پہنچے تو ایک عراقی باشندہ آگے بڑھا اور ایک نوشتہ حضرتؑ کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ اسے دیکھنے لگے۔ جب فارغ

قِرَآئَتِهٖ قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَوِ اطَّرَدْتَّ خُطْبَتَكَ مِنْ حَيْثُ اَفْضَيْتَ. فَقَالَ عليه السلام:

هَيْهَاتَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَوَاللّٰهِ مَآ اَسِفْتُ عَلٰى كَلَامٍ قَطُّ كَاَسَفِیْ عَلٰى هٰذَا الْكَلَامِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عليه السلام بَلَغَ مِنْهُ حَيْثُ اَرَادَ.

قَوْلُهٗ عليه السلام: «كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ، اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَ اِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ»: يُرِيْدُ اَنَّهٗ اِذَا شَدَّدَ عَلَيْهَا فِیْ جَذْبِ الزِّمَامِ وَ هِیَ تُنَازِعُهٗ رَاْسَهَا خَرَمَ اَنْفَهَا، وَ اِنْ اَرْخٰى لَهَا شَيْئًا مَّعَ صُعُوْبَتِهَا تَقَحَّمَتْ بِهٖ فَلَمْ يَمْلِكْهَا، يُقَالُ: اَشْنَقَ النَّاقَةَ اِذَا جَذَبَ رَاْسَهَا بِالزِّمَامِ فَرَفَعَهٗ، وَ شَنَقَهَا اَيْضًا، ذَكَرَ ذٰلِكَ ابْنُ السِّكِّيْتِ فِیْ «اِصْلَاحِ الْمَنْطِقِ».

وَ اِنَّمَا قَالَ عليه السلام: «اَشْنَقَ لَهَا» وَ لَمْ يَقُلْ: اَشْنَقَهَا لِاَنَّهٗ جَعَلَهٗ فِیْ مُقَابَلَةِ قَوْلِهٖ: «اَسْلَسَ لَهَا»، فَكَاَنَّهٗ عليه السلام قَالَ: اِنْ رَّفَعَ لَهَا رَاْسَهَا بِمَعْنٰى اَمْسَكَهٗ عَلَيْهَا بِالزِّمَامِ.

-----☆☆-----

ہوئے تو ابن عباس نے کہا: یا امیر المومنینؑ! آپؑ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اس کا سلسلہ آگے بڑھائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

اے ابن عباس! یہ تو ”شقشقہ“ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا جو اونٹ کے منہ سے مستی و ہیجان کے وقت نکلتا ہے) تھا جو اُبھر کر دب گیا۔

ابن عباس کہتے تھے کہ: مجھے کسی کلام کے متعلق اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس کلام کے متعلق اس بنا پر ہوا کہ حضرت وہاں تک نہ پہنچ سکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔

علامہ رضیؒ کہتے ہیں کہ: خطبے کے ان الفاظ: «كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ، اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَ اِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ» سے مراد یہ ہے کہ سوار جب مہار کھینچنے میں ناقہ پر سختی کرتا ہے تو اس کھینچا تانی میں اس کی ناک زخمی ہوئی جاتی ہے اور اگر اس کی سرکشی کے باوجود باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اسے کہیں نہ کہیں گرا دے گی اور اس کے قابو سے باہر ہو جائے گی۔ «اَشْنَقَ النَّاقَةَ» اس وقت بولا جاتا ہے جب سوار باگوں کو کھینچ کر اس کے سر کو اوپر کی طرف اٹھائے۔ اور اسی طرح «شَنَقَهَا» استعمال ہوتا ہے۔ ابن سکیت نے اصلاح المنطق میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اور حضرتؑ نے اَشْنَقَهَا کے بجائے «اَشْنَقَ لَهَا» استعمال کیا ہے۔ چونکہ آپؑ نے یہ لفظ «اَسْلَسَ لَهَا» کے بالمقابل استعمال کیا ہے۔ اور سلاست اسی وقت باقی رہ سکتی تھی جب ان دونوں لفظوں کا نہج استعمال ایک ہو۔ گویا حضرتؑ نے «اَشْنَقَ لَهَا» کو اِنْ رَّفَعَ لَهَا کی جگہ استعمال کیا ہے یعنی اس کی باگیں اوپر کی طرف اٹھا کر روک رکھے۔

--☆☆--

۱؎ یہ خطبہ ''خطبہ شقشقیہ'' کے نام سے موسوم اور امیر المومنین علیہ السلام کے مشہور ترین خطبات میں سے ہے جسے آپؑ نے مقامِ رحبہ میں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ بعض متعصّب وتنگ نظر افراد نے اس کے کلامِ علیؑ ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے سیّد رضیؒ کی طرف منسوب کر کے ان کی مسلمہ امانت و دیانت پر حرف رکھا ہے، مگر حقائق پسند علماء نے اس کی صحت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ انکار کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ جب کہ خلافت کے معاملہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی ہوئی چیز نہیں ہے کہ اس قسم کے تعریضات کو بعید سمجھا جائے اور پھر جن واقعات کی طرف اس خطبہ میں اشارات کئے گئے ہیں، تاریخ انہیں اپنے دامن میں محفوظ کئے ہوئے ہے اور بے کم وکاست ایک ایک حرف کی تصدیق اور ایک ایک جملہ کی ہمنوائی کرتی ہے۔ تو جن واقعات کو مؤرّخ کی زبانِ قلم بیان کر سکتی ہے وہی واقعات امیر المومنین علیہ السلام کی نوک زبان پر آجائیں تو اس سے انکار کی کیا وجہ؟ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جن نامساعد حالات سے آپؑ کو دوچار ہونا پڑا، اگر ان کی یاد سے کام و دہن تلخ ہو جائیں تو اس میں حیرت واستعجاب ہی کیا ہے؟ بے شک اس سے بعض شخصیتوں کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان سے عقیدت وارادت کو بھی دھچکا لگتا ہے، مگر اس کے کلامِ امیر المومنینؑ ہونے سے انکار کر دینے سے اسے سنبھالا نہیں جا سکتا، جب تک کہ اصل واقعات کا تجزیہ کر کے حقیقت کی نقاب کشائی نہ کی جائے۔ ورنہ محض اس بنا پر کہ اس میں چونکہ بعض افراد کی تنقیص ہے اس کے کلامِ امیر المومنینؑ ہونے سے انکار کر دینا کوئی وزن نہیں رکھتا، جب کہ اس قسم کے تعریضات دوسرے اُدباء ومؤرّخین نے بھی نقل کئے ہیں۔ چنانچہ عمرو ابن بحر جاحظ نے امیر المومنین علیہ السلام کے ایک خطبے کے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں جو خطبہ شقشقیہ کی کسی نکتہ چینی سے وزن میں کم نہیں ہیں:

سَبَقَ الرَّجُلَانِ وَ قَامَ الثَّالِثُ كَالْغُرَابِ، هِمَّتُهٗ بَطْنُهٗ، يَا وَيْحَهٗ! لَوْ قُصَّ جَنَاحَاهُ وَ قُطِعَ رَاْسُهٗ لَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ.

وہ دونوں گزر گئے اور تیسرا کوّے کے مانند اٹھ کھڑا ہوا جس کی ہمتیں پیٹ تک محدود تھیں۔ کاش! اس کے دونوں پر کتر دیئے ہوتے اور اس کا سر کاٹ دیا جاتا تو یہ اس کیلئے بہتر ہوتا۔ (کتاب البیان والتبیین، جزاوّل، ص ۱۷۰، مطبع علمیہ مصر)

لہٰذا یہ خیال کہ یہ سیّد رضیؒ کا گھڑا ہوا ہے، دُور از حقیقت اور عصبیت وجنبہ داری کا نتیجہ ہے۔ اور اگر یہ انکار کسی تحقیق وکاوش کا نتیجہ ہے تو اسے پیش کرنا چاہئے، ورنہ اس قسم کی خوش فہمیوں میں پڑے رہنے سے حقائق اپنا رخ نہیں بدلا کرتے اور نہ ناک بھوں چڑھانے سے قطعی دلائل کا زور دَب سکتا ہے۔

اب ہم ان علماء محدثین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس کے کلامِ امیر المومنینؑ ہونے کی صراحت کی ہے، تاکہ اس کی تاریخی اہمیت واضح ہو جائے۔ ان علماء میں کچھ وہ ہیں جن کا دور سیّد رضیؒ سے پیشتر تھا اور کچھ ان کے ہم عصر ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان کے بعد آئے اور اپنے اپنے سلسلہ سند سے اسے روایت کیا ہے:

- ۱۔ ابن ابی الحدید معتزلی تحریر کرتے ہیں کہ:

ہم سے ہمارے استاد مصدق ابن شبیب واسطی نے فرمایا کہ: میں نے اس خطبہ کو شیخ ابو محمد عبد اللہ ابن احمد سے کہ جو

''ابن خشاب'' کے نام سے مشہور ہیں پڑھا اور جب اس مقام پر پہنچا کہ (جہاں ابن عباسؓ نے اس خطبہ کے نامکمل رہ جانے پر اظہار افسوس کیا ہے) تو ابن خشاب نے مجھ سے کہا کہ: اگر میں ابن عباسؓ سے افسوس کے کلمات سنتا تو ان سے ضرور کہتا کہ: کیا آپ کے چچیرے بھائی کے جی میں ابھی کوئی حسرت رہ گئی ہے جو انہوں نے پوری نہ کی ہو۔ انہوں نے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ نہ اگلوں کو چھوڑا ہے نہ پچھلوں کو۔ جو کہنا چاہتے تھے سب کہہ ڈالا۔ اب افسوس کا ہے کا کہ: وہ اتنا نہ کہہ سکے جتنا کہنا چاہتے تھے۔

مصدق کہتے ہیں کہ: ابن خشاب بڑے زندہ دل اور خوش مذاق تھے۔ میں نے کہا: کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ گھڑا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! مجھے تو اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا یہ کہ تم مصدق ابن شبیب ہو۔ میں نے کہا کہ: بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ رضی کا کلام ہے۔ فرمایا کہ: بھلا رضی یا کسی اور میں یہ دم کہاں؟! اور یہ انداز بیان کہاں؟! ہم نے رضی کی تحریریں دیکھی ہیں اور ان کے طرزِ نگارش و اندازِ تحریر سے آگاہ ہیں۔ کہیں بھی ان کا کلام اس کلام سے میل نہیں کھاتا اور میں تو اسے ان کتابوں میں دیکھ چکا ہوں کہ جو سیّد رضیؒ کے پیدا ہونے سے دو سو برس پہلے لکھی ہوئی ہیں اور جانی پہنچانی ہوئی تحریروں میں میری نظر سے گزر چکا ہے کہ جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہ کن علماء اور کن اُدباء کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت رضی تو کیا، ان کے باپ ابو احمد نقیب بھی پیدا نہ ہوئے تھے۔

- ۲۔ پھر تحریر کرتے ہیں کہ:

میں نے اس خطبہ کو اپنے شیخ ابو القاسم بلخی (متوفی ۳۱۷ھ) کی تصنیفات میں دیکھا ہے۔ یہ مقتدر باللہ[1] کے عہدِ حکومت میں بغداد کی جماعت معتزلہ کے امام تھے اور مقتدر کا دور رضی کے پیدا ہونے سے بہت پہلے تھا۔

- ۳۔ پھر تحریر فرماتے ہیں کہ:

میں نے اس خطبہ کو ابو جعفر ابن قبہ کی کتاب ''الانصاف'' میں دیکھا ہے۔ یہ ابو القاسم بلخی کے شاگرد اور فرقہ امامیہ کے متکلمین میں سے تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۹)

- ۴۔ ابن میثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ ایسا دیکھا ہے جس پر مقتدر باللہ کے وزیر ابو الحسن علی ابن محمد ابن الفرات (متوفی ۳۱۲ھ) کی تحریر تھی۔

- ۵۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے شیخ قطب الدین راوندی کی تصنیف ''منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ'' سے اس سلسلہ سند کو نقل کیا ہے:

عَنِ الْحَافِظِ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ مَرْدَوَيْهِ الْاَصْفَهَانِیِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَحْمَدَ الطَّبَرَانِیِّ، عَنْ اَحْمَدَ

---

[1] مقتدر باللہ کی حکومت ۲۹۵ھ سے ۳۲۰ھ تک قائم رہی۔

بْنِ عَلِيٍّ الْاَبَّارِ، عَنْ اِسْحَاقَ ابْنِ سَعِيْدٍ اَبِيْ سَلَمَةَ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ خُلَيْدِ بْنِ دِعْلِجٍ، عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

حافظ ابوبکر ابن مردویہ اصفہانی[1] نے سلیمان ابن احمد طبرانی[2] سے، اس نے احمد ابن علی ابار سے، اس نے اسحاق ابن سعید ابوسلمہ دمشقی سے، اس نے خلید ابن دعلج سے، اس نے عطا ابن ابی رباح سے اور اس نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔ (بحارالانوار، ج ۸، ص ۱۶۱)

- ۶۔ علامہ مجلسیؒ نے اس کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ:

یہ خطبہ ابوعلی جبائی (متوفی ۳۰۳ھ) کے مصنفات میں بھی ہے۔

- ۷۔ علامہ مجلسیؒ نے اسی استناد کے سلسلے میں تحریر کیا ہے:

اِنَّ الْقَاضِیَ عَبْدَ الْجَبَّارِ الَّذِیْ هُوَ مِنْ مُّتَعَصِّبِی الْمُعْتَزِلَةِ قَدْ تَصَدّٰی فِیْ کِتَابِ الْمُغْنِیْ لِتَاْوِیْلِ بَعْضِ کَلِمَاتِ الْخُطْبَةِ، وَ مَنَعَ دَلَالَتَهَا عَلَی الطَّعْنِ فِیْ خِلَافَةِ مَنْ تَقَدَّمَ عَلَیْهِ، وَ لَمْ یُنْکِرِ اسْتِنَادَ الْخُطْبَةِ اِلَیْهِ.

قاضی عبدالجبار[3] جو متعصب معتزلی تھے، اپنی کتاب ''مغنی'' میں اس خطبہ کے بعض کلمات کی توجیہہ و تاویل کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے خلفاء پر کوئی زد نہیں پڑتی مگر اس کے کلام امیرالمومنینؑ ہونے سے انکار نہیں کرتے۔[4]

- ۸۔ ابوجعفر محمد ابن علی ابن بابویہ (شیخ صدوقؒ) متوفی ۳۸۱ھ تحریر فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ اِسْحَاقَ الطَّالَقَانِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ یَحْیٰی الْجَلُوْدِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَحْمَدُ بْنُ عَمَّارِ بْنِ خَالِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ الْحِمَّانِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عِیْسَی بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُذَیْفَةَ، عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

ہم سے محمد بن ابراہیم ابن اسحاق طالقانی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز ابن یحییٰ جلودی[5] نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے ابوعبداللہ ابن عمار بن خالد نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ ابن عبدالحمید حمانی[6]

---

[1] ابوبکر ابن مردویہ کا سنہ وفات ۴۱۶ھ ہے۔

[2] سلیمان ابن احمد طبرانی کا سالِ وفات ۳۶۰ھ ہے۔

[3] قاضی عبدالجبار ابن احمد کا سنہ وفات ۴۱۵ھ ہے۔

[4] بحارالانوار، ج ۲۹، ص ۵۰۸۔

[5] عبدالعزیز جلودی کا سنہ وفات ۳۳۲ھ ہے۔

[6] یحییٰ ابن عبدالحمید کا سنہ وفات ۲۲۸ھ ہے۔

نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ ابن راشد نے اور اس نے علی ابن حذیفہ سے اور اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا۔(علل الشرائع، باب ۱۲۲۔ معانی الاخبار، باب ۲۲۰)

- ۹۔ پھر ابن بابویہ اس سلسلہ سند کو درج کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ مَاجِيْلَوَيْهِ، عَنْ عَمِّهِ، مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي الْقَاسِمِ، عَنْ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ اللهِ الْبَرْقِيِّ عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ، عَنْ اَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ اَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

ہم سے محمد ابن علی ماجیلویہ نے، اس نے اپنے چچا محمد ابن ابی القاسم سے، اس نے احمد ابن ابی عبداللہ برقی سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابن عمیر سے، اس نے ابان ابن عثمان سے، اس نے ابان ابن تغلب سے، اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔[1]

- ۱۰۔ حسن ابن عبداللہ ابن سعید العسکری متوفی ۳۸۲ھ نے کہ جو اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں، اس خطبہ کی توضیح وتشریح کی ہے، جسے ابن بابویہ نے ''علل الشرائع'' اور ''معانی الاخبار'' میں درج کیا ہے۔

- ۱۱۔ سیّد نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

وَ قَدْ نَقَلَهَا صَاحِبُ كِتَابِ الْغَارَاتِ مُسْنَدَةً بِاَسَانِيْدِهِمْ، وَ تَارِيْخُ الْفَرَاغِ مِنْ ذٰلِكَ الْكِتَابِ يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ لِثَلَاثَةَ عَشَرَ خَلَوْنَ مِنْ شَوَّالَ سَنَةَ خَمْسَةٍ وَّ خَمْسِيْنَ وَ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَّ هٰذِهِ السَّنَةُ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا الْمُرْتَضَى الْمُوْسَوِيُّ وَ هُوَ اَكْبَرُ مِنْ اَخِيْهِ الرَّضِيِّ.

صاحب کتاب ''الغارات'' (ابو اسحاق ثقفی) نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے فراغت کی تاریخ ۱۳ شوال ۳۵۵ھ روز سہ شنبہ ہے اور اسی سال سید مرتضیٰ موسوی پیدا ہوئے اور یہ اپنے بھائی سید رضیؒ سے عمر میں بڑے تھے۔(انوار النعمانیہ، ص ۳۷)

- ۱۲۔ سیّد علی ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے کتاب ''الغارات'' سے اس سلسلہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الزَّعْفَرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَكَرِيَّا الْغَلَّابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے اور اس نے حسن ابن علی زعفرانی سے اور اس نے محمد ابن زکریا قلابی سے اور اس نے یعقوب ابن جعفر ابن سلیمان سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔(ترجمہ ''الطرائف''، ص ۲۰۲)

---

[1] علل الشرائع، ج ۱، ص ۱۵۳۔

- ۱۳۔شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسیؒ متوفی ۴۶۰ھ تحریر فرماتے ہیں:

قَالَ: اَخۡبَرَنَا الۡحَفَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو الۡقَاسِمِ الدِّعۡبِلِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِیۡ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَخِیۡ دِعۡبِلٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ سَلَامَةَ الشَّامِیُّ، عَنۡ زُرَارَةَ بۡنِ اَعۡیَنَ، عَنۡ اَبِیۡ جَعۡفَرٍ مُحَمَّدِ بۡنِ عَلِیٍّ (عَلَیۡهِمَا السَّلَامُ)، عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ.

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حفار نے اور اس نے ابوالقاسم دعبلی سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے بھائی دعبل سے اور اس نے محمد ابن سلامہ شامی سے اور اس نے زرارہ ابن اعین سے اور اس نے ابوجعفر محمد ابن علی علیہما السلام سے اور انہوں نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔(امالی شیخ الطائفہ ص ۲۳۷)

- ۱۴۔شیخ مفید متوفی ۴۱۶ھ کو جو جناب سید رضیؒ کے استاد تھے، اس خطبہ کے سلسلہ سند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

وَ رَوٰی جَمَاعَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ النَّقۡلِ مِنۡ طُرُقٍ مُّخۡتَلِفَةٍ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ.

روات حدیث کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ (ارشاد ص ۱۳۵)

- ۱۵۔علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کہ جو سید رضیؒ کے بڑے بھائی تھے، انہوں نے اپنی کتاب شافی ص ۲۹۲ پر اسے درج کیا ہے۔
- ۱۶۔ابومنصور طبرسی علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں:

وَ رَوٰی جَمَاعَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ النَّقۡلِ مِنۡ طُرُقٍ مُّخۡتَلِفَةٍ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: كُنۡتُ عِنۡدَ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بِالرَّحَبَةِ، فَذَكَرۡتُ الۡخِلَافَةَ وَ تَقَدُّمَ مَنۡ تَقَدَّمَ عَلَیۡهِ فَتَنَفَّسَ الصُّعَدَآءَ، ثُمَّ قَالَ.

روات کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: میں مقام رحبہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس موجود تھا کہ خلافت کا اور ان لوگوں کا کہ جو آپ سے پہلے خلیفہ گزرے تھے ذکر چھیڑا تو آپؑ نے آہ بھری اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔(احتجاج ص ۱۰۱)

- ۱۷۔عبدالرحمٰن ابن جوزی تحریر کرتے ہیں:

اَخۡبَرَنَا بِهَا شَیۡخُنَا اَبُو الۡقَاسِمِ الۡاَنۡبَارِیِّ بِاِسۡنَادِهٖ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا بُوۡیِعَ اَمِیۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نَادَاهُ رَجُلٌ مِّنَ الصَّفِّ وَ هُوَ عَلَى الۡمِنۡبَرِ مَا الَّذِیۡ اَبۡطَاَ بِكَ اِلَى الۡاٰنَ فَقَالَ بَدِیۡهًا.

ہمارے شیخ ابوالقاسم انباری نے اپنے سلسلہ سند سے کہ جو ابن عباس تک منتہی ہوتا ہے، اس خطبہ کو ہم سے نقل کیا۔ فرمایا کہ: جب امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت ہو چکی تو آپؑ منبر پر رونق افروز تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ: امیر المومنینؑ! آپؑ خاموش کیوں بیٹھے رہے؟ تو آپؑ نے برجستہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔(تذکرۃ خواص الامۃ ص ۷۳)

- ۱۸۔قاضی احمد شہاب خفاجی استشہاد کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:

وَ فِيْ كَلَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيْلُهَا فِيْ حَيَاتِهٖ اِذْ عَقَدَهَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ.

امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام میں وارد ہوا ہے کہ: ''تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے دستبردار ہونا چاہتا تھا، لیکن مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسروں کیلئے مضبوط کرتا گیا''۔ (شرح درۃ الغواص، ص ۹۷)

- ۱۹۔ شیخ علاء الدولہ احمد ابن محمد السمنانی تحریر کرتے ہیں:

اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سَيِّدُ الْعَارِفِيْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ سَلَامُ السَّلَامِ عَلَيْهِ حَيْثُ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ الْغَرَّآءِ: تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ.

امیرالمومنین سید العارفین علی علیہ السلام نے اپنے ایک درخشاں خطبے میں فرمایا ہے: تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ۔
(العروۃ لاهل الخلوۃ والجلوۃ، ص ۴، قلمی کتب خانہ، ناصریہ لکھنو)

- ۲۰۔ ابوالفضل میدانی نے لفظ ''شقشقیہ'' کے ذیل میں لکھا ہے:

لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٍّ خُطْبَةٌ تُعْرَفُ بِالشِّقْشِقِيَّةِ.

امیرالمومنین علی علیہ السلام کا ایک خطبہ ''خطبہ شقشقیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ (مجمع الامثال، ص ۳۲۳)

- ۲۱۔ ''نہایہ'' میں ابن اثیر جزری نے پندرہ مقامات پر اس خطبہ کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے اس کے کلام امیرالمومنینؑ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔
- ۲۲۔ شیخ محمد طاہر پٹنی نے ''مجمع بحار الانوار'' میں انہی الفاظ کے معانی لکھتے ہوئے: مِنْهُ حَدِيْثُ عَلِيٍّ کہہ کر اس کے کلام امیرالمومنینؑ ہونے کی توثیق کی ہے۔
- ۲۳۔ ابوالفضل ابن منظور نے ''لسان العرب''، ج ۱۲، ص ۵۴ میں «فِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ فِيْ خُطْبَةٍ لَهٗ: تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ» کہہ کر اس کے کلام علی ابن ابی طالبؑ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔
- ۲۴۔ فیروز آبادی نے قاموس میں لفظ ''شقشقہ'' کے ذیل میں لکھا ہے:

وَ الْخُطْبَةُ الشِّقْشِقِيَّةُ الْعَلَوِيَّةُ لِقَوْلِهٖ لِابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا قَالَ لَهٗ: لَوِ اطَّرَدْتَّ مَقَالَتَكَ مِنْ حَيْثُ اَفْضَيْتَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ.

خطبہ شقشقیہ حضرت علی علیہ السلام کا کلام ہے، جسے ''شقشقیہ'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب ابن عباس نے آپؑ سے عرض کیا کہ: آپؑ اپنے کلام کا سلسلہ وہاں سے شروع کریں جہاں تک آپؑ نے اسے پہنچایا تھا تو آپؑ نے فرمایا: ''اے ابن عباس! اب کہاں وہ تو ایک ''شقشقہ'' یعنی ایک ولولہ و جوش تھا جو ابھرا اور تھم گیا''۔

- ۲۵۔صاحب منتہی الارب تحریر کرتے ہیں: ''خطبہ شقشقیہ علوی است منسوب بہ علی کرم اللہ وجہہ''۔
- ۲۶۔مفتی مصر شیخ محمد عبدہٗ نے اسے کلامِ امیر المومنینؑ تسلیم کرتے ہوئے اس کی شرح کی ہے۔
- ۲۷۔محمد محی الدین عبد الحمید المدرس فی کلیۃ اللغۃ العربیہ (جامع الازہر) نے نہج البلاغہ پر حواشی تحریر کئے ہیں اور اس کے پہلے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں تمام ایسے خطبوں کو جن میں تعریضات پائے جاتے ہیں امیر المومنین علیہ السلام کا کلام تسلیم کیا ہے۔

ان مستند شہادتوں اور ناقابل انکار گواہیوں کے بعد کیا اس کی گنجائش ہے کہ یہ کہا جائے کہ: ''یہ امیر المومنین علیہ السلام کا کلام نہیں اور سیّد رضیؒ نے خود گھڑ لیا ہے؟''۔

۲۔ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کے سریر آرائے خلافت ہونے کو بطور استعارہ ''خلافت کا لبادہ اوڑھ لینے'' سے تعبیر کیا ہے اور یہ ایک عام استعارہ ہے۔ چنانچہ جب حضرت عثمان کو خلافت سے دستبردار ہونے کیلئے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا: لَآ اَنْزَعُ قَمِيْصًا قَمَّصَنِيْهِ اللّٰهُ: ''میں اس قمیص کو نہیں اتاروں گا جو اللہ نے مجھے پہنا دی ہے''۔ بیشک امیر المومنین علیہ السلام نے اس قمیص پہنانے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں دی ہے، بلکہ خود ان کی طرف دی ہے، کیونکہ ان کی خلافت باتفاق کل منجانب اللہ نہ تھی بلکہ بطور خود تھی۔ چنانچہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ: فرزند ابو قحافہ نے زبردستی جامۂ خلافت پہن لیا، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ خلافت ''جامہ بود کہ برقامت من دوختہ بود''، اور اس میں میری وہی حیثیت تھی جو چکی میں کیلی کی ہوتی ہے کہ نہ تو اس کے بغیر وہ اپنے محور پر قائم رہ سکتی ہے اور نہ اس کا کوئی مصرف ہی باقی رہ جاتا ہے۔ یونہی میں خلافت کا مرکزی نقطہ تھا کہ اگر میں نہ ہوتا تو اس کا تمام نظام اپنے محور سے ہٹ جاتا اور میں ہی تھا جو اس کے نظم و ضبط کا محافظ بن کر ہر آڑے وقت پر صحیح رہنمائی کرتا تھا۔ میرے سینہ سے علم کے دھارے امنڈتے تھے جو ہر گوشہ کو سیراب کرتے تھے اور میرا پایا اتنا بلند تھا کہ طائرِ فکر بھی وہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ مگر دنیا والوں کا ذوقِ جہاں بانی میرے حق کیلئے سنگِ راہ بن گیا اور مجھے گوشہ عزلت اختیار کرنا پڑا۔ چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرے پھیلے ہوئے تھے اور بھیانک ظلمتیں چھائی ہوئی تھیں۔ بچے بوڑھے ہو گئے اور بوڑھے قبروں میں پہنچ گئے، مگر یہ صبر آزما دور ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ میں برابر اپنی آنکھوں سے اپنی میراث کو لٹتے ہوئے دیکھتا رہا اور جامِ خلافت کے دست بدست گردش کرنے کا منظر میری نظروں کے سامنے رہا، لیکن میں صبر کے تلخ گھونٹ پیتا رہا اور بے سروسامانی کی وجہ سے ان کی دراز دستیوں کو نہ روک سکا۔

خلیفۃ الرسُول کی ضرورت اور اُس کا طریق تعین

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک ایسی ہستی کا وجود ناگزیر تھا جو اُمت کا شیرازہ بکھرنے نہ دے اور شریعت کو تبدیل و تحریف اور ان لوگوں کی دستبرد سے بچائے رکھے، جو اسے توڑ مروڑ کر اپنی خواہشوں کے مطابق ڈھال لینا چاہتے ہوں۔ اگر اس کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا جائے تو پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی نیابت و جانشینی کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دینے کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ ان کی تجہیز و تکفین پر سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کو مقدم سمجھ لیا جائے اور اگر اس کی ضرورت ثابت ہے تو کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں؟

اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکے کہ انہیں اس کی ضرورت یا عدم ضرورت کا احساس ہوتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذہن کو

ارتداد کی فتنہ انگیزیوں اور بدعتوں کی کارفرمائیوں کی خبر دینے کے باوجود ان کی روک تھام کی فکروتدبیر سے خالی سمجھ لینا عقل و بصیرت سے محرومی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ احساس تو تھا مگر مصلحت کی بنا پر اسے غیر طے شدہ چھوڑ جانے پر مجبور تھے تو اس صورت میں اس مصلحت کو زیر نقاب رہنے کے بجائے کھل کر سامنے آنا چاہیے، ورنہ بے وجہ خاموشی فرائض نبوت میں کوتاہی سمجھی جائے گی اور اگر کوئی مانع تھا تو اس مانع کو پیش کرنا چاہیے، ورنہ اسے تسلیم کیجئے کہ جس طرح آپؐ نے دین کا کوئی شعبہ اُدھورا نہیں چھوڑا، اسے بھی ناتمام نہیں رہنے دیا اور ایک ایسا لائحہ عمل تجویز فرمادیا کہ جس کے بروئے کار لانے سے دین دوسروں کی دستبرد و استیلا سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ لائحہ عمل اور طریق کار کیا تھا؟

اگر اجماع اُمت کو پیش کیا جائے تو اس کے وقوع پذیر ہونے کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ اجماع میں ایک ایک فرد کا اتفاق رائے ضروری ہوتا ہے اور انسانی طبائع کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ایک نقطۂ نظر پر متفق ہو جائیں اور نہ ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ جہاں ایسے موارد پر اختلاف کی کوئی آواز نہ اٹھی ہو۔ تو پھر کیونکر ایک ایسی بنیادی ضرورت کو ایک ناممکن الوقوع امر سے وابستہ کیا جاسکتا ہے کہ جس پر اسلام کے مستقبل کا انحصار اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا دارومدار ہو، لہٰذا نہ عقل اس معیار کو تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے اور نہ نقل ہی اس سے ہمنوا ہے۔ چنانچہ قاضی عضدالدین نے مواقف میں تحریر کیا ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّ ذٰلِكَ لَا يَفْتَقِرُ اِلَى الْاِجْمَاعِ اِذْ لَمْ يَقُمْ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ مِنَ الْعَقْلِ اَوِ السَّمْعِ.

تمہیں جاننا چاہیے کہ خلافت کا انعقاد اجماع پر منحصر نہیں، کیونکہ اس پر کوئی عقلی و نقلی دلیل قائم نہیں ہوسکی۔[1]

بلکہ مدعیان اجماع نے بھی جب یہ دیکھا کہ تمام رایوں کا متفق ہونا مشکل ہے تو اقلیت کے اختلاف کو نظرانداز کر کے اکثریت کے اتفاق کو اجماع کے قائم مقام ٹھہرا لیا، لیکن اس صورت میں بھی اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ حق و ناحق اور جائز و ناجائز وسائل کا زور اکثریت کا دھارا ادھر موڑ دیتا ہے کہ جہاں نہ شخصی فضیلت ہوتی ہے اور نہ ذاتی قابلیت جس کے نتیجہ میں اہل افراد دبکے پڑے رہ جاتے ہیں اور نااہل افراد اُبھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ تو جہاں صلاحیتیں پھڑ پھڑا کر رہ جائیں اور ذاتی غرضیں روک بن کر کھڑی ہو جائیں وہاں کسی صحیح شخصیت کے انتخاب کی کیونکر توقع کی جاسکتی ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمام رائے دینے والے ایسے افراد ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی رائے آزاد اور بے لاگ ہے، نہ ان میں کوئی صاحب غرض ہے، نہ کسی کی رُو رعایت رکھتا ہے تو بھی یہ کہاں ضروری ہے کہ اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہو اور وہ بھٹک کر غلط راہ پر آ ہی نہ سکے۔ جب کہ مشاہدہ بتا رہا ہے کہ اکثریت نے تجربہ کے بعد خود اپنے فیصلوں کو غلط بھی ٹھہرایا ہے تو اگر اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہی ہوتا ہے تو اس کے پہلے فیصلہ کو غلط ماننا پڑے گا، کیونکہ اس کو غلط قرار دینے کا فیصلہ بھی اسی کا فیصلہ ہے۔ اندریں حالات اگر خلیفہ و جانشین کا غلط انتخاب ہو گیا تو اس غلطی کے مہلک نتائج کا کون ذمہ دار ہوگا اور اسلام کی ہیئت اجتماعیہ کی تباہی و بربادی کا مظلمہ کس کی گردن پر آئے گا اور پھر انتخاب کی ہنگامہ آرائیوں اور

---

[1] المواقف، ج ۳ ص ۵۹۰ مطبوعہ دارالجیل، بیروت، ۱۹۹۷ء۔

شورش انگیزیوں میں جو خونریزی وفساد برپا ہوگا وہ کس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ جب کہ بزمِ ادب آموز کے بیٹھنے والوں کو بھی دیکھا جا چکا ہے کہ وہ باہم آویزیوں سے نہ بچ سکے تو کسی اور کا دامن کیا بچ سکتا ہے۔

اگر ان مفاسد سے بچنے کیلئے اسے اہلِ حل وعقد پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی صوابدید سے کسی ایک کو منتخب کرلیں تو یہاں بھی وہی انتشار و کشمکش کی صورت پیش آئے گی، کیونکہ انسانی طبیعتوں کا یہاں بھی ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ انہیں ذاتی اغراض کی سطح سے بلند قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ یہاں تصادم اور ٹکراؤ کے اسباب اور زیادہ قوی ہیں، کیونکہ ان میں سے سب نہیں تو اکثر خود اس منصب کے امیدوار ہوں گے اور اپنی کامیابی کیلئے حریف کو زک پہنچانے کی کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھیں گے اور جس طرح بن پڑے گا اس کی راہ میں روڑے اٹکائیں گے، جس کا لازمی نتیجہ باہم آویزی وفتنہ انگیزی ہوگا۔ تو جس اختلاف وکشمکش سے بچنے کیلئے یہ صورت پیدا کی گئی تھی اس سے بچاؤ نہ ہو سکے گا اور اُمت کسی صحیح فرد تک پہنچنے کے بجائے دوسروں کے ذاتی مفاد کا آلہ کار بن کر رہ جائے گی اور پھر یہ کہ اہل حل وعقد کا معیار کیا ہوگا؟ وہی جو ہر زمانہ میں رہا ہے کہ جس نے چند ہوا خواہ جمع کرلئے اور کسی اجتماع میں چند مخصوص پر جوش لفظیں دہرا کر ہلڑ مچوا دیا وہ اُبھر کر اہل حل وعقد کی صف میں آگیا۔ یا صلاحیتوں کو بھی پرکھا جائے گا؟ اگر صلاحیتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا ذریعہ یہی رائے عامہ ہے تو پھر وہی الجھنیں اور کشمکشیں یہاں بھی پیدا ہو جائیں گی جن سے بچنے کیلئے یہ راہ اختیار کی گئی تھی اور اگر کوئی اور معیار ہے تو اس پر ان کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے بجائے خود اسکی صلاحیت کو کیوں نہ پرکھ لیا جائے کہ جسے اس منصب کا اہل سمجھا جا رہا ہے اور پھر یہ کہ کتنے اہل حل وعقد کا فیصلہ سند سمجھا جائے گا، تو یہاں بھی معمول کے مطابق جو ایک دفعہ ہوگیا وہ ہمیشہ کیلئے سند بن گیا اور جتنے اہل حل وعقد نے کبھی کوئی فیصلہ کیا تھا وہ تعداد حجت بن گئی۔ چنانچہ قاضی عضدالدین تحریر فرماتے ہیں:

بَلِ الْوَاحِدُ وَ الْاِثْنَانِ مِنْ اَهْلِ الْحَلِّ وَ الْعَقْدِ كَافٍ لِّعِلْمِنَا اَنَّ الصَّحَابَةَ مَعَ صَلَابَتِهِمْ فِي الدِّيْنِ اكْتَفَوْا بِذٰلِكَ كَعَقْدِ عُمَرَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَّ عَقْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ لِّعُثْمَانَ.

بلکہ اہل حل وعقد میں سے ایک دو فردوں کا کسی کو نامزد کرلینا کافی ہے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے جو دین کے سختی سے پابند تھے اسی پر اکتفا کی، جیسا کہ عمر نے ابوبکر کو اور عبدالرحمٰن ابن عوف نے عثمان کو منتخب کرلیا۔[1]

لیجئے یہ ہے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع کی کارگزاری اور بزمِ شوریٰ کی گرم بازاری کہ ایک ہی شخص کے کارنامہ کا نام اجماع اور ایک ہی فرد کی کارفرمائی کا نام ''شوریٰ'' رکھ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا کہ اجماع ایک آدھ ہی کی رائے کا نام ہوا کرتا ہے جسے بھولے بھالے عوام کے سر منڈھ دیا جاتا ہے، اس لئے انہوں نے اجماع وشوریٰ کا رنگ چڑھائے بغیر علانیہ حضرت عمر کو نامزد کرکے اجماع کی پابندی، کثرت رائے کے معیار اور شورائی طریق انتخاب کو نظرانداز کردیا اور حضرت عائشہ کے نزدیک بھی خلافت کو اُمت یا چند مخصوص افراد کی رائے پر چھوڑ دینا فتنہ وفساد کو دعوت دینے کے ہم معنی تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمر کو بسترِ مرگ پر یہ پیغام بھجوایا:

لَا تَدَعْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ بِلَا رَاعٍ، اِسْتَخْلِفْ عَلَيْهِمْ، وَ لَا تَدَعْهُمْ بَعْدَكَ هَمَلًا، فَاِنِّيْ اَخْشٰى

---

[1] المواقف، ج ۳ ص ۵۹۰-۵۹۱۔

عَلَيْهِمُ الْفِتْنَةَ.

اُمّتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر کسی پاسبان کے نہ چھوڑ جائیے۔ اس پر کسی کو خلیفہ مقرر کرتے جائیے اور اسے بے مہارنہ چھوڑیئے، کیونکہ اس صورت میں مجھے اس کے متعلق فتنہ وشر کا اندیشہ ہے۔[1]

جب انتخاب اہل حل وعقد کا طریقہ بھی کامیاب نہ ہوا تو اسے بھی ختم کر دیا گیا اور صرف ''ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند'' معیار بن کر رہ گیا۔ یعنی جو دوسروں کو اپنے اقتدار کی گرفت اور تسلط کے بندھن میں جکڑ لے وہی خلیفہ برحق اور جانشین پیغمبرؐ ہے۔

یہ تھے وہ خود ساختہ اصول جن کے سامنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ تمام ارشادات جو انہوں نے دعوتِ عشیرہ، شب ہجرت، غزوۂ تبوک، تبلیغ سورہ برائت اور غدیرخم کے موقع پر فرمائے تھے، یکسر فراموش کر دیئے جاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ جب تینوں خلافتیں ایک فرد ہی کی رائے سے طے پاتی ہیں اور اس ایک فرد کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جاتا ہے تو پھر کس دلیل کی بنا پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حق سلب کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی کی تعیین خود فرما دیتے، جب کہ تمام نزاعوں کے سدباب کا یہی ایک ذریعہ ہوسکتا تھا کہ وہ خود اسے طے کر کے بعد میں پیدا ہونے والے خلفشاروں سے اُمت کو محفوظ کر جاتے اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اس کا فیصلہ چھوڑنے سے اسے بچالے جاتے جو نفسانی خواہشوں میں الجھے ہوئے اور خود غرضیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہی وہ صحیح طریق کار ہے جسے نہ صرف عقل کی تائید حاصل ہے، بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریحی ارشادات بھی اس کی حمایت میں ہیں۔

۳؎ ''حیان ابن سمین'' یمامہ میں قبیلۂ بنی حنیفہ کا سردار اور صاحب قلعہ وسپاہ تھا۔ جابر اس کے چھوٹے بھائی کا نام ہے اور ''اعشیٰ'' کہ جس کا اصلی نام ''میمون ابن قیس'' ہے اس کی بزم ناؤ نوش میں ندیم ومصاحب کی حیثیت رکھتا تھا اور اسکے انعام واکرام سے خوشحالی وفارغ البالی کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس شعر میں اس نے اپنی پہلی زندگی کا موجودہ زندگی سے تقابل کیا ہے کہ کہاں وہ دن کہ جب رزق کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اور کہاں یہ دن جو حیان کی مصاحبت میں آرام چین سے گزر رہے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام کے اس شعر کو بطور تمثیل لانے کا مقصد عموماً یہ سمجھا گیا ہے کہ اپنے اس دکھ بھرے زمانے کا مقابلہ اس زمانہ سے کریں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامانِ عاطفت میں گزرتا تھا اور ہر طرح کے غل وغش سے پاک اور روحانی سکون کا سروسامان لئے ہوئے تھا، لیکن محل تمثیل اور نیز مضمونِ شعر پر نظر کرتے ہوئے یہ مقصود ہو تو بعید نہیں ہے کہ برسرِ اقتدار افراد کی زمانہ رسولؐ میں بے وقعتی اور موجودہ حالت میں ان کے اقتدار واختیار کا فرق دکھلایا جائے۔ یعنی ایک وقت وہ تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں میرے سامنے ان کی بات بھی نہ پوچھی جاتی تھی اور اب یہ دور آیا ہے کہ یہ امورِ مسلمین کے واحد مالک بنے ہوئے ہیں۔

۴؎ جب حضرت عمر، ابولولو کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور دیکھا کہ اس کاری زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے تو آپ نے انتخابِ خلیفہ کیلئے ایک مجلسِ شوریٰ تشکیل دی جس میں علی ابن ابی طالب، عثمان ابن عفان، عبدالرحمٰن ابن عوف، زبیر ابن عوام، سعد ابن ابی وقاص اور طلحہ ابن عبیداللہ کو نامزد کیا

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ دینوری، ص ۴۲، مطبوعہ دارالاضواء، بیروت، ۱۹۹۱ء۔

اور ان پر یہ پابندی عائد کر دی کہ وہ ان کے مرنے کے بعد تین دن کے اندر اندر اپنے میں سے ایک کو خلافت کیلئے منتخب کر لیں اور یہ تینوں دن امامت کے فرائض صہیب انجام دیں۔ ان ہدایات کے بعد ارکان شوریٰ میں سے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے متعلق جو خیالات رکھتے ہوں ان کا اظہار فرماتے جائیں تاکہ ان کی روشنی میں قدم اٹھایا جائے۔ اس پر آپ نے فرداً فرداً ہر ایک کے متعلق اپنی زریں رائے کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سعد کے متعلق کہا کہ: وہ درشت خُو اور تند مزاج ہیں اور عبد الرحمٰن اس اُمت کے فرعون ہیں اور زبیر خوش ہوں تو مومن اور غصہ میں ہوں تو کافر اور طلحہ غرور و نخوت کا پتلا ہیں، اگر انہیں خلیفہ بنایا گیا تو خلافت کی انگوٹھی اپنی بیوی کے ہاتھ میں پہنا دیں گے اور عثمان کو اپنے قوم قبیلہ کے علاوہ کوئی دوسرا نظر ہی نہیں آتا۔ رہے علیؑ تو وہ خلافت پر ریجھے ہوئے ہیں، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ ایک وہی ایسے ہیں جو خلافت کو صحیح راہ پر چلائیں گے۔[1]

مگر اس اعتراف کے باوجود آپ نے مجلس شوریٰ کی تشکیل ضروری سمجھی اور اس کے انتخاب ارکان اور طریق کار میں وہ تمام صورتیں پیدا کر دیں کہ جس سے خلافت کا رخ ادھر ہی بڑھے جدھر آپ موڑنا چاہتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی بہت سمجھ بوجھ سے کام لینے والا بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اس میں حضرت عثمان کی کامیابی کے تمام اسباب فراہم تھے۔ اس کے ارکان کو دیکھئے تو ان میں ایک حضرت عثمان کے بہنوئی عبد الرحمٰن ابن عوف[2] ہیں اور دوسرے سعد ابن ابی وقاص ہیں جو امیر المومنینؑ سے کینہ و عناد رکھنے کے علاوہ عبد الرحمٰن کے عزیز و ہم قبیلہ بھی ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی حضرت عثمان کے خلاف تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تیسرے طلحہ ابن عبید اللہ تھے، جن کے متعلق علامہ محمد عبدہ حواشی نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں:

وَ قَدْ يَكْفِيْ فِيْ مَيْلِهٖۤ اِلٰى عُثْمَانَ انْحِرَافُهٗ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّهٗ تَيْمِيٌّ وَّ قَدْ كَانَ بَيْنَ بَنِيْ هَاشِمٍ وَّ بَنِيْ تَيْمٍ مَّوَاجِدُ لِمَكَانِ الْخِلَافَةِ فِيْۤ اَبِيْ بَكْرٍ.

طلحہ حضرت عثمان کی طرف مائل تھے اور مائل ہونے کی یہی وجہ کیا کم ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام سے منحرف تھے، کیونکہ یہ تیمی تھے اور ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے کے سبب سے بنی تیم و بنی ہاشم میں رنجشیں پیدا ہو چکی تھیں۔[3]

رہے زبیر تو یہ اگر حضرتؑ کا ساتھ دیتے بھی تو ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی۔ طبری وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ اس موقع پر

---

[1] وَاللهِ! مَا يَمْنَعُنِيْ اَنْ اَسْتَخْلِفَكَ يَا سَعْدُ اِلَّا شِدَّتُكَ وَ غِلْظَتُكَ مَعَ اَنَّكَ رَجُلُ حَرْبٍ، وَ مَا يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِلَّاۤ اَنَّكَ فِرْعَوْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، وَ مَا يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ يَا زُبَيْرُ اِلَّاۤ اَنَّكَ مُؤْمِنُ الرِّضَا كَافِرُ الْغَضَبِ، وَ مَا يَمْنَعُنِيْ مِنْ طَلْحَةَ اِلَّا نَخْوَتُهٗ وَ كِبْرُهٗ وَ لَوْ وَلِيَهَا وَضَعَ خَاتَمَهٗ فِيْۤ اِصْبَعِ امْرَاَتِهٖ، وَ مَا يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ يَا عُثْمَانُ اِلَّا عَصَبِيَّتُكَ وَ حُبُّكَ قَوْمَكَ وَ اَهْلَكَ، وَ مَا يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ يَا عَلِيُّ اِلَّا حِرْصُكَ عَلَيْهَا وَ اِنَّكَ اَحْرَى الْقَوْمِ اِنْ وَّلِيْتَهَاۤ اَنْ تُقِيْمَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ وَ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ.

(الامامۃ والسیاسۃ، ابن قتیبہ تحقیق زینی، ج ۱، ص ۲۹)

[2] حضرت عثمان کی والدہ اروی بنت کریز پہلے عقبہ ابن ابی معیط کے عقد میں تھیں جس سے ایک لڑکی اُم کلثوم پیدا ہوئی جو عبد الرحمٰن سے بیاہی گئی۔

[3] نہج البلاغہ، حاشیہ شیخ محمد عبدہ، ص ۳۴، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت۔

مدینہ میں موجود نہ تھے، لیکن ان کی عدم موجودگی حضرت عثمان کی کامیابی میں سدراہ نہ تھی، بلکہ وہ موجود بھی ہوتے جیسا کہ شوریٰ کے موقعہ پر پہنچ گئے تھے اور انہیں امیر المومنین علیہ السلام کا ہمنوا بھی سمجھ لیا جائے جب بھی حضرت عثمان کی کامیابی میں کوئی شبہ نہ تھا، کیونکہ حضرت عمر کے ذہن رسا نے طریق کار یہ تجویز کیا تھا کہ:

فَاِنْ رَّضِیَ ثَلاثَةٌ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَ ثَلاثَةٌ رَجُلًا مِّنْهُمْ ، فَحَكِّمُوْا عَبْدَ اللهِ ابن عُمَرَ ، فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ حَكَمَ لَهٗ فَلْیَخْتَارُوْا رَجُلًا مِّنْهُمْ ، فَاِنْ لَّمْ یَرْضَوْا بِحُكْمِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فَكُوْنُوا مَعَ الَّذِیْنَ فِیْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَ اقْتُلُوا الْبَاقِیْنَ اِنْ رَّغِبُوْا عَمَّا اجْتَمَعَ عَلَیْهِ النَّاسُ.

اگر تین ایک پر اور تین ایک پر رضامند ہوں تو اس صورت میں عبداللہ ابن عمر کو ثالث بناؤ۔ جس فریق کے متعلق وہ حکم لگائے وہی فریق اپنے میں سے خلیفہ کا انتخاب کرے اور اگر وہ عبداللہ ابن عمر کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوں تو تم اس فریق کا ساتھ دو جس میں عبدالرحمٰن ابن عوف ہو اور دوسرے لوگ اگر اس سے اتفاق نہ کریں تو انہیں اس متفقہ فیصلے کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے قتل کر دو۔ (تاریخ طبری، ج ۳ص ۲۹۴)

اس مقام پر عبداللہ ابن عمر کے فیصلہ پر نارضامندی کے کیا معنی؟ جب کہ انہیں یہ ہدایت کر دی جاتی ہے کہ وہ اسی گروہ کا ساتھ دیں جس میں عبدالرحمٰن ہوں۔ چنانچہ عبداللہ کو حکم دیا کہ:

یَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ! اِنِ اخْتَلَفَ الْقَوْمُ فَكُنْ مَّعَ الاَكْثَرِ، وَاِنْ كَانُوْا ثَلاثَةً وَّ ثَلاثَةً فَاتَّبِعِ الْحِزْبَ الَّذِیْ فِیْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

اے عبداللہ! اگر قوم میں اختلاف ہو تو تم اکثریت کا ساتھ دینا اور اگر تین ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو تم اس فریق کا ساتھ دینا جس میں عبدالرحمٰن ہوں۔ (تاریخ طبری، ج ۳ص ۲۶۵)

اس فرمائش سے اکثریت کی ہمنوائی سے بھی یہی مراد ہے کہ عبدالرحمٰن کا ساتھ دیا جائے، کیونکہ دوسری طرف اکثریت ہو ہی کیونکر سکتی تھی، جب کہ ابوطلحہ انصاری کی زیر قیادت پچاس خونخوار تلواروں کو حزب مخالف کے سروں پر مسلط کر کے عبدالرحمٰن کے اشارۂ چشم و اَبرو پر جھکنے کیلئے مجبور کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کی نظروں نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ خلافت حضرت عثمان کی ہو گی۔ جیسا کہ آپؑ کے اس کلام سے ظاہر ہے جو ابن عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

عُدِلَتْ عَنَّا! فَقَالَ: وَ مَا عِلْمُكَ؟ قَالَ: قُرِنَ بِیْ عُثْمَانَ وَ قَالَ: كُوْنُوْا مَعَ الْاَكْثَرِ، فَاِنْ رَّضِیَ رَجُلَانِ رَجُلًا وَّ رَجُلَانِ رَجُلًا فَكُوْنُوْا مَعَ الَّذِیْنَ فِیْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، فَسَعْدٌ لَّا یُخَالِفُ ابْنَ عَمِّهٖ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ صِهْرُ عُثْمَانَ.

خلافت کا رخ ہم سے موڑ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ: یہ کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا کہ: میرے ساتھ عثمان کو بھی لگا دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ: اکثریت کا ساتھ دو اور اگر دو ایک پر اور دو ایک پر رضامند ہوں تو تم ان لوگوں کا ساتھ دو جن میں عبد الرحمٰن بن عوف ہو۔ چنانچہ سعد تو اپنے چچیرے بھائی عبد الرحمٰن کا ساتھ دے گا اور عبد الرحمٰن تو عثمان کا بہنوئی ہوتا ہی ہے۔ (تاریخ طبری، ج ۳، ص ۲۹۴)

بہر حال حضرت عمر کی رحلت کے بعد حضرت عائشہ کے حجرہ میں یہ اجتماع ہوا اور دروازہ پر ابو طلحہ انصاری پچاس آدمیوں کے ساتھ شمشیر بکف آکھڑا ہوا۔ طلحہ نے کاروائی کی ابتدا کی اور سب کو گواہ بنا کر کہا کہ: میں اپنا حق رائے دہندگی حضرت عثمان کو دیتا ہوں۔ اس پر زبیر کی رگِ حمیت پھڑکی (کیونکہ ان کی والدہ حضرتؑ کی پھوپھی صفیہ بنت عبد المطلب تھیں) اور انہوں نے اپنا حق رائے دہندگی علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو سونپ دیا۔ پھر سعد ابن ابی وقاص نے اپنا حق رائے دہندگی عبد الرحمٰن کے حوالے کر دیا۔ اب مجلسِ شوریٰ کے ارکان صرف تین رہ گئے جن میں سے عبد الرحمٰن نے کہا کہ میں اس شرط پر اپنے حق سے دستبردار ہونے کیلئے تیار ہوں کہ آپؑ دونوں (علی ابن ابی طالب اور عثمان ابن عفان) اپنے میں سے ایک کو منتخب کر لینے کا حق مجھے دے دیں یا آپ میں سے کوئی ایک دستبردار ہو کر یہ حق لے لے۔ یہ ایک ایسا جال تھا جس میں امیر المومنین علیہ السلام کو ہر طرف سے جکڑ لیا گیا تھا کہ یا تو اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں یا عبد الرحمٰن کو اپنی من مانی کارروائی کرنے دیں۔ پہلی صورت آپؑ کیلئے ممکن ہی نہ تھی کہ حق سے دستبردار ہو کر عثمان یا عبد الرحمٰن کو منتخب کریں۔ اس لئے آپؑ اپنے حق پر جمے رہے اور عبد الرحمٰن نے اپنے کو اس سے الگ کر کے یہ اختیار سنبھال لیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا:

أُبَايِعُكَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَسِيْرَةِ الشَّيْخَيْنِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ.

میں اس شرط پر آپؑ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپؑ کتابِ خدا، سنت رسولؐ اور ابو بکر اور عمر کی سیرت پر چلیں۔

آپؑ نے کہا:

بَلْ عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وَ اَجْتَهِدُ رَاْيِيْ.

نہیں، بلکہ میں اللہ کی کتاب، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اپنے مسلک پر چلوں گا۔[1]

تین مرتبہ دریافت کرنے کے بعد جب یہی جواب ملا تو حضرت عثمان سے مخاطب ہو کر کہا کہ: کیا آپ کو یہ شرائط منظور ہیں؟ ان کیلئے انکار کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ انہوں نے ان شرائط کو مان لیا اور ان کی بیعت ہوگئی۔ جب امیر المومنینؑ نے اپنے حق کو یوں پامال ہوتے دیکھا تو فرمایا:

لَيْسَ هٰذَا اَوَّلَ يَوْمٍ تَظَاهَرْتُمْ فِيْهِ عَلَيْنَا، ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۝﴾، وَ اللهِ! مَا وَلَّيْتَ عُثْمَانَ اِلَّا لِيَرُدَّ الْاَمْرَ اِلَيْكَ.

یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر زیادتی کی ہو اب صبر جمیل کے علاوہ کیا چارہ ہے اور جو باتیں تم کرتے ہو اس پر اللہ ہی مددگار ہے۔ خدا کی قسم! تم نے عثمان کو اس اُمید پر خلافت دی ہے کہ وہ اسے کل تمہارے حوالہ کر جائے۔ (طبری، ج ۳، ص ۲۹۷)

---

[1] الحاوی الکبیر، علامۃ ابو الحسن الماوردی، ج ۱۶، ص ۳۱۴، مطبوعہ، دار الفکر، بیروت۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۸۸۔

ابن ابی الحدید نے شوریٰ کے واقعات کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہوگئی تو امیر المومنین علیہ السلام نے عبد الرحمٰن اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا:

دَقَّ اللّٰهُ بَيْنَكُمَا عِطْرَ مَنْشِمٍ.

خدا تمہارے درمیان عطرِ منشم [1] چھڑکے اور تمہاری ایک دوسرے سے بن نہ آئے۔ [2]

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہو گئے اور عبد الرحمٰن نے مرتے دم تک حضرت عثمان سے بات چیت کرنا گوارا نہ کی اور بسترِ مرگ پر بھی انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شوریٰ اسی کا نام ہے جو چھ آدمیوں میں منحصر ہو اور پھر تین میں اور آخر میں ایک ہی فرد میں منحصر ہو کر رہ جائے اور کیا انتخابِ خلافت کیلئے سیرتِ شیخین کی شرط حضرت عمر کی طرف سے تھی یا عبد الرحمٰن نے امیر المومنین علیہ السلام اور خلافت کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کیلئے پیش کی تھی، حالانکہ خلیفۂ اوّل نے خلیفۂ ثانی کو نامزد کرتے وقت یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ تمہیں میری سیرت پر چلنا ہوگا، تو اس کا یہاں پر کیا محل تھا؟

بہر صورت امیر المومنین علیہ السلام نے فتنہ وفساد کو روکنے اور حجت تمام کرنے کیلئے اس میں شرکت گوارا فرمالی تاکہ ان کے ذہنوں پر قفل پڑ جائیں اور یہ نہ کہتے پھریں کہ ہم تو انہی کے حق میں رائے دیتے مگر خود انہوں نے شوریٰ سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیں موقع نہ دیا کہ ہم آپؑ کو منتخب کرتے۔

۵ عہد ثالث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے برسرِ اقتدار آتے ہی بنی امیہ کی بن آئی اور انہوں نے بیت المال کو لوٹنا شروع کر دیا اور جس طرح چوپائے خشک سالیوں کے بعد ہرا بھرا سبزہ دیکھ لیں تو اسے پامال کر کے چھوڑتے ہیں، یونہی یہ اللہ کے مال پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ آخر اس خود پروری اور خویش نوازی نے انہیں وہ روزِ بد دکھایا کہ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں تلواروں کی زد پر رکھ لیا اور سب کھایا پیا اُگلوا لیا۔

اس دور میں جس طرح کی بدعنوانیاں ہوئیں ان پر کسی مسلمان کا دل دکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جلیل القدر صحابہ تو گوشوں میں پڑے ہوں، غربت ان پر چھائی ہوئی ہو، افلاس انہیں گھیرے ہوئے ہو اور بیت المال پر تسلط ہو تو بنی امیہ کا، عہدوں پر چھائے ہوئے ہوں تو انہیں کے نوخیز وناتجربہ کار افراد، مسلمانوں کی مخصوص ملکیتوں پر قبضہ ہو تو ان کا، تمام چراگاہوں میں چوپائے چریں تو ان کے، محلات تعمیر ہوں تو ان کے، باغات لگیں تو ان کے اور کوئی دردمند ان بے اعتدالیوں کے خلاف زبان ہلائے تو اس کی پسلیاں توڑ دی جائیں اور کوئی اس سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ زکوٰۃ وصدقات جو فقراء اور مساکین کا حق تھا اور بیت المال جو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھا اس کا

---

[1] ''منشم''، ایک عورت کا نام ہے جو زمانۂ جاہلیت میں حنوط وغیرہ بیچا کرتی تھی۔ اس وجہ سے جب قبائل عرب آپس میں لڑتے تھے تو بطورِ مثل کہا جاتا تھا کہ: ''ان پر عطرِ منشم چھڑکو''، یعنی وہ چیز کہ جس سے میت کو خوشبو دی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب یہ لڑ بھڑ کر ختم ہو جائیں گے، ان کیلئے کفن وحنوط تیار رکھو۔ (المعارف)

[2] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۸۷۔

مصرف کیا قرار دیا گیا تھا وہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے:

(۱) حکم ابن عاص کو کہ جسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا نہ صرف سنتِ رسولؐ بلکہ سیرت شیخین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے مدینہ واپس بلوا لیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔(معارف، ابن قتیبہ ص ۹۴)

(۲) ولید ابن عقبہ کو کہ جسے قرآن نے فاسق کہا ہے مسلمانوں کے مال میں سے ایک لاکھ درہم دیئے۔(عقد الفرید، ج ۳ ص ۹۴)

(۳) مروان ابن حکم سے اپنی بیٹی ابان کی شادی کی تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے دیئے۔(شرح ابن ابی الحدید، ج ۱ ص ۳۹)

(۴) حارث ابن حکم سے اپنی بیٹی عائشہ کا عقد کیا تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے عطا فرمائے۔(شرح ابن ابی الحدید، ج ۱ ص ۳۹)

(۵) ابوسفیان ابن حرب کو دو لاکھ درہم عطا فرمائے۔(شرح ابن ابی الحدید، ج ۱ ص ۳۹)

(۶) عبد اللہ ابن خالد کو چار لاکھ درہم عطا فرمائے۔(معارف ص ۸۴)

(۷) مال افریقہ کا خمس (پانچ لاکھ دینار) مروان کی نذر کر دیا۔(معارف ص ۸۴)

(۸) فدک کہ جسے صدقہ عام کہہ کر پیغمبرؐ کی قدسی صفات بیٹی سے روک لیا گیا تھا، مروان کو عطائے خسروانہ کے طور پر دے دیا۔(معارف ص ۸۴)

(۹) بازارِ مدینہ میں بہزور ایک جگہ تھی جسے رسولؐ نے مسلمانوں کیلئے وقف عام قرار دیا تھا، حارث ابن حکم کو بخش دی۔(معارف ص ۸۴)

(۱۰) مدینہ کے گرد جتنی چراگاہیں تھیں ان میں بنی امیہ کے علاوہ کسی کے اونٹوں کو چرنے کی اجازت نہ تھی۔(شرح ابن ابی الحدید، ج ۱ ص ۳۹)

(۱۱) مرنے کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار دینار[1] اور دس لاکھ درہم آپ کے ہاں نکلے۔ جاگیروں کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ صرف چند ایک جاگیروں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں ہوسکتا۔(مروج الذہب، ج ۱ ص ۴۳۵)

(۱۲) مرکزی شہروں پر آپ ہی کے عزیز و اقارب حکمران تھے۔ چنانچہ کوفہ پر ولید ابن عقبہ حاکم تھا، مگر جب اس نے شراب کے نشہ میں چور ہو کر صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی تو لوگوں کے شور مچانے پر اسے معزول تو کر دیا، مگر اس کی جگہ پر سعید ابن عاص جیسے فاسق کو مقرر کر دیا۔ مصر پر عبد اللہ ابن ابی سرح، شام پر معاویہ ابن ابی سفیان اور بصرہ پر عبد اللہ ابن عامر آپ کے مقرر کردہ حکمران تھے۔(مروج الذہب، ج ۱ ص ۴۳۵)

☆☆☆☆☆

---

[1] ''دینار'' سونے کا ایک سکّہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے ہوتا ہے۔(منتہی الادب)

(٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

بِنَا اهْتَدَیْتُمْ فِی الظَّلْمَآءِ، وَ تَسَنَّمْتُمُ الْعَلْیَآءِ، وَ بِنَا انْفَجَرْتُمْ عَنِ السَّرَارِ.

وُقِرَ سَمْعٌ لَّمْ یَفْقَهِ الْوَاعِیَةَ، وَ کَیْفَ یُرَاعِی النَّبْاَةَ مَنْ اَصَمَّتْهُ الصَّیْحَةُ، رُبِطَ جَنَانٌ لَّمْ یُفَارِقْهُ الْخَفَقَانُ، مَا زِلْتُ اَنْتَظِرُ بِکُمْ عَوَاقِبَ الْغَدْرِ، وَ اَتَوَسَّمُکُمْ بِحِلْیَةِ الْمُغْتَرِّیْنَ، سَتَرَنِیْ عَنْکُمْ جِلْبَابُ الدِّیْنِ، وَ بَصَّرَنِیْکُمْ صِدْقُ النِّیَّةِ. اَقَمْتُ لَکُمْ عَلٰی سَنَنِ الْحَقِّ فِیْ جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ، حَیْثُ تَلْتَقُوْنَ وَ لَا دَلِیْلَ وَ تَحْتَفِرُوْنَ وَ لَا تُمِیْهُوْنَ.

اَلْیَوْمَ اُنْطِقُ لَکُمُ الْعَجْمَآءَ ذَاتَ الْبَیَانِ، غَرَبَ رَاْیُ امْرِئٍ تَخَلَّفَ عَنِّیْ، مَا شَکَکْتُ فِی الْحَقِّ مُذْ اُرِیْتُهٗ، لَمْ یُوْجِسْ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ خِیْفَةً عَلٰی نَفْسِهٖ، اَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الْجُهَّالِ وَ دِوَلِ الضَّلَالِ، اَلْیَوْمَ تَوَاقَفْنَا عَلٰی سَبِیْلِ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ مَنْ وَّثِقَ بِمَآءٍ لَّمْ یَظْمَاْ.

-----☆☆-----

خطبہ (۴)

ہماری وجہ سے تم نے (گمراہی) کی تیرگیوں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت و بلندی کی چوٹیوں پر قدم رکھا اور ہمارے سبب سے اندھیری راتوں کو اندھیاریوں سے صبح (ہدایت) کے اجالوں میں آ گئے۔

وہ کان بہرے ہو جائیں جو چلّانے والے کی چیخ پکار کو نہ سنیں، بھلا وہ کیونکر میری کمزور اور دھیمی آواز کو سن پائیں گے جو اللہ و رسولؐ کی بلند بانگ صداؤں کے سننے سے بھی بہرے رہ چکے ہوں۔ ان دلوں کو سکون و قرار نصیب ہو جن سے خوفِ خدا کی دھڑکنیں الگ نہیں ہوتیں۔ میں تم سے ہمیشہ غدر و بیوفائی ہی کے نتائج کا منتظر رہا اور فریب خوردہ لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ کے ساتھ تمہیں بھانپ لیا تھا۔ اگرچہ دین کی نقاب نے مجھ کو تم سے چھپائے رکھا، لیکن میری نیت کے صدق و صفا نے تمہاری صورتیں مجھے دکھا دی تھیں۔ میں بھٹکانے والی راہوں میں تمہارے لئے جادۂ حق پر کھڑا تھا جہاں تم ملتے ملاتے تھے مگر کوئی راہ دکھانے والا نہ تھا، تم کنواں کھودتے تھے مگر پانی نہیں نکال سکتے تھے۔

آج میں نے اپنی اس خاموش زبان کو جس میں بڑی بیان کی قوت ہے، گویا کیا ہے۔ اس شخص کی رائے کیلئے دوری ہو جس نے مجھ سے کنارہ کشی کی۔ جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے کبھی اس میں شک و شبہ نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام[1] نے اپنی جان کیلئے خوف کا لحاظ کبھی نہیں کیا، بلکہ جاہلوں کے غلبہ اور گمراہی کے تسلط کا ڈر تھا (اسی طرح میری اب تک کی خاموشی کو سمجھنا چاہئے)۔ آج ہم اور تم حق و باطل کے دوراہے پر کھڑے ہوئے ہیں، جسے پانی کا اطمینان ہو وہ پیاس نہیں محسوس کرتا، (اسی طرح میری موجودگی میں تمہیں میری قدر نہیں)۔

--☆☆--

۱؎ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب ان کے مقابلے میں جادوگر بلائے گئے اور انہوں نے رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک کر اپنا سحر دکھایا تو آپؑ ڈرنے لگے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

﴿يُخَيَّلُ اِلَيۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰى ﴿۶۶﴾ فَاَوۡجَسَ فِىۡ نَفۡسِهٖ خِيۡفَةً مُّوۡسٰى ﴿۶۷﴾ قُلۡنَا لَا تَخَفۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡاَعۡلٰى ﴿۶۸﴾﴾

(ان کے جادو کی وجہ سے) موسیٰ علیہ السلام کو یوں محسوس ہوا کہ وہ دوڑ رہی ہیں جس سے وہ جی میں ڈرے۔ ہم نے کہا کہ موسیٰ! تم کوئی اندیشہ نہ کرو۔ یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔[۱]

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خوف کھانے کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ چونکہ رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ کی طرح دوڑتے دیکھ رہے تھے، اس لئے انہیں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو اور وہ اس سبب سے خائف ہو گئے ہوں، بلکہ ان کے ڈرنے کا سبب یہ خیال تھا کہ کہیں دنیا والے ان شعبدہ بازیوں سے متاثر ہو کر گمراہی میں نہ پڑ جائیں اور ان نظر بندیوں سے باطل کی بنیادیں مستحکم نہ ہو جائیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ کہہ کر ڈھارس نہیں دی جاتی کہ تمہاری جان محفوظ ہے، بلکہ یہ کہا گیا کہ تم ہی غالب رہو گے اور تمہارا ہی بول بالا ہو گا۔ چونکہ انہیں اندیشہ حق کے دب جانے اور باطل کے ابھر آنے کا تھا، نہ اپنی جان کے جانے کا کہ حق کی فتح و کامرانی کے بجائے حفظ جان کی انہیں تسلی دی جاتی۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خوف یہی ہے کہ کہیں دنیا والے ان لوگوں (طلحہ و زبیر وغیرہ) کی فریب کاریوں کے پھندے میں نہ پھنس جائیں اور حق سے منہ موڑ کر ضلالت و گمراہی میں نہ جا پڑیں، ورنہ مجھے اپنی جان کی کبھی پرواہ نہیں ہوئی۔

☆☆☆☆☆

---

[۱] سورۂ طٰہٰ، آیت ۶۶-۶۸۔

(۵) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ خَاطَبَهُ الْعَبَّاسُ وَ اَبُوْ سُفْیَانَ بْنُ حَرْبٍ فِیْۤ اَنْ یُّبَایِعَا لَهٗ بِالْخِلَافَةِ:

اَیُّهَا النَّاسُ! شُقُّوْۤا اَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ، وَ عَرِّجُوْا عَنْ طَرِیْقِ الْمُنَافَرَةِ، وَ ضَعُوْا عَنْ تِیْجَانِ الْمُفَاخَرَةِ. اَفْلَحَ مَنْ نَّهَضَ بِجَنَاحٍ، اَوِ اسْتَسْلَمَ فَاَرَاحَ، هٰذَا مَآءٌ اٰجِنٌ، وَ لُقْمَةٌ یَّغَصُّ بِهَا اٰكِلُهَا، وَ مُجْتَنِی الثَّمَرَةِ لِغَیْرِ وَقْتِ اِیْنَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَیْرِ اَرْضِهٖ.

فَاِنْ اَقُلْ یَقُوْلُوْا: حَرَصَ عَلَی الْمُلْكِ، وَ اِنْ اَسْكُتْ یَقُوْلُوْا: جَزِعَ مِنَ الْمَوْتِ! هَیْهَاتَ بَعْدَ اللَّتَیَّا وَ الَّتِیْ! وَ اللّٰهِ! لَابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اٰنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْیِ اُمِّهٖ، بَلِ انْدَمَجْتُ عَلٰی مَكْنُوْنِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِهٖ لَاضْطَرَبْتُمْ اضْطِرَابَ الْاَرْشِیَةِ فِی الطَّوِیِّ الْبَعِیْدَةِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی تو عباس اور ابوسفیان ابن حرب[1] نے آپؑ سے عرض کیا کہ ہم آپؑ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں جس پر حضرتؑ نے فرمایا

اے لوگو! فتنہ وفساد کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر اپنے کو نکال لے جاؤ، تفرقہ وانتشار کی راہوں سے اپنا رخ موڑ لو، فخر ومباہات کے تاج اتار ڈالو، صحیح طریقہ عمل اختیار کرنے میں کامیاب وہ ہے جو اٹھے تو پر وبال کے ساتھ اٹھے اور نہیں تو (اقتدار کی کرسی) دوسروں کیلئے چھوڑ بیٹھے اور اس طرح خلق خدا کو بدامنی سے راحت میں رکھے۔ یہ (اس وقت طلبِ خلافت کیلئے کھڑا ہونا) ایک گندلا پانی اور ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلوگیر ہو کر رہے گا۔ پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے چننے والا ایسا ہے جیسے دوسروں کی زمین میں کاشت کرنے والا۔

اگر بولتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیوی سلطنت پر مٹے ہوئے ہیں اور چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے۔ افسوس! اب یہ بات جب کہ میں ہر طرح کے نشیب وفراز دیکھے بیٹھا ہوں۔ خدا کی قسم! ابوطالبؑ کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں ہوتا[2]۔ البتہ ایک علم پوشیدہ میرے سینے کی تہوں میں لپٹا ہوا ہے کہ اسے ظاہر کردوں تو تم اسی طرح پیچ وتاب کھانے لگو جس طرح گہرے کنوؤں میں رسیاں لرزتی اور تھرتھراتی ہیں۔

--☆☆--

[1] جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے تو ابوسفیان مدینہ میں موجود نہ تھا۔ واپس آرہا تھا کہ راستہ میں اس المناک حادثہ کی اطلاع ملی۔ فوراً پوچھنے لگا کہ مسلمانوں کی امارت وقیادت کس کو ملی ہے۔ اسے بتایا گیا کہ لوگوں نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ یہ سن کر عرب کا مانا ہوا فتنہ پرداز سوچ میں پڑ گیا اور آخر ایک تجویز لے کر عباس ابن عبدالمطلب کے پاس آیا اور کہا کہ: دیکھو ان لوگوں نے دھاندلی مچا کر خلافت ایک تیمی کے حوالے کردی اور بنی ہاشم کو ہمیشہ کیلئے اس سے محروم کردیا اور یہ اپنے بعد بنی عدی کے ایک درشت خو وتندمزاج کو ہمارے سروں پر

مسلط کر جائے گا۔ چلو علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے کہیں کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑیں اور اپنا حق لینے کیلئے میدان میں اتر آئیں۔

چنانچہ وہ عباس کو ہمراہ لے کر حضرتؑ کے پاس آیا اور کہا کہ آپؑ ہاتھ بڑھائیں، میں آپؑ کی بیعت کرتا ہوں اور اگر کوئی مخالفت کیلئے اٹھا تو میں مدینہ کے گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ امیر المومنین علیہ السلام کیلئے یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ وہ اپنے کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح وارث و جانشین سمجھتے تھے اور ابوسفیان ایسا جتھے قبیلے والا امداد کیلئے آمادہ کھڑا تھا۔ صرف ایک اشارہ کافی تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے، مگر امیر المومنین علیہ السلام کے تدبر و اصابت رائے نے مسلمانوں کو فتنہ سے بچالیا اور آپؑ کی دوررس نظروں نے بھانپ لیا کہ یہ قبائلی تعصب اور نسلی امتیاز کو اُبھار کر آپس میں لڑوانا چاہتا ہے تاکہ اسلام میں ایک ایسا زلزلہ آئے جو اس کی بنیاد تک کو ہلا دے، لہٰذا آپؑ نے اس کی رائے کو ٹھکرا کر اسے سختی سے جھڑکا اور اس موقع پر یہ کلمات ارشاد فرمائے جن میں لوگوں کو فتنہ انگیزیوں اور بیجا سربلندیوں سے روکا ہے اور اپنا موقف یہ بتایا ہے کہ میرے لئے دو ہی صورتیں ہیں: یا تو جنگ کیلئے اٹھ کھڑا ہوں یا اپنے حق سے دستبردار ہو کر ایک گوشہ میں چپکے سے بیٹھ جاؤں۔ اگر جنگ کیلئے کھڑا ہوتا ہوں تو کوئی یار و مددگار دکھائی نہیں دیتا کہ ان ابھرنے والے فتنوں کو دبا سکوں۔ اب یہی چارہ کار ہے کہ خاموشی سے وقت کا انتظار کروں یہاں تک کہ حالات سازگار ہوں۔

اس موقع پر امیر المومنین علیہ السلام کی خاموشی، مصلحت بینی و دور اندیشی کی آئینہ دار تھی، کیونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ مہاجرین و انصار میں جس رنجش و چپقلش کی ابتدا ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی، منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشتی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لئے امیر المومنین علیہ السلام نے دکھ سہے، کڑیاں جھیلیں، مگر ہاتھوں کو جنبش نہیں دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں، مگر صبر و استقلال کو چھوڑ کر لڑنے الجھنے کیلئے تیار نہ ہوئے، چونکہ آپؐ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چھڑ گئی تو اسلام کے پھلنے پھولنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ البتہ جب پشت پر اتنے اعوان و انصار ہو لئے کہ جو کفر کی طغیانیوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح امیر المومنین علیہ السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو مشعل راہ بناتے ہوئے تلوار کی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں کرتے، چونکہ آپؑ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے ناصر و مددگار اٹھ کھڑا ہونا کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا۔ اس لئے اس موقع کے لحاظ سے طلب امارت کو ایک گندلے پانی اور گلے میں پھنس جانے والے لقمہ سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے چھینا جھپٹی کرکے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹھونس ٹھانس کر اسے نگل لینا چاہا تھا، ان کے گلے میں بھی یہ لقمہ اٹک کر رہ گیا کہ نہ نگلتے بنتی تھی اور نہ اُگلتے بنتی تھی۔ یعنی نہ تو وہ اسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان لغزشوں سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلے میں کھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندا اپنے گلے سے اتارنے کیلئے تیار ہوتے تھے۔

پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ: اگر میں ان ناسازگار حالات میں خلافت کے ثمر نارسیدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اجڑتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا۔ جیسے ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کر بیٹھے مگر نہ اس کی حفاظت کر سکے نہ جانوروں سے اسے بچا سکے، نہ وقت پر پانی دے سکے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکے، بلکہ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کہتا

ہوں کہ اس زمین کو خالی کر و تا کہ اس کا مالک خود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لالچی ہیں اور چپ رہتا ہوں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کس موقعہ پر ڈرا اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا، جبکہ ہر چھوٹا بڑا معرکہ میری بے جگری کا شاہد اور میری جرأت و ہمت کا گواہ ہے۔ جو تلواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے ٹکرائے وہ موت سے نہیں ڈرا کرتا۔ میں تو موت سے اتنا مانوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ سنو! میرے چپ رہنے کی وجہ وہ علم ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے۔ اگر ابھی سے اسے ظاہر کردوں تو تم سراسیمہ و مضطرب ہو جاؤ گے، کچھ دن گزرنے دو تو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لو گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اسلام کے نام سے کیسے کیسے لوگ اس مسند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے۔ میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں۔

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

۲۔ موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اتنی محبوب ہے کہ بچے کو اپنی ماں کی آغوش میں اپنے سرچشمہ غذا کی طرف ہمک کر بڑھنا اتنا محبوب نہیں ہوتا، کیونکہ ماں کی چھاتی سے بچے کا انس ایک طبعی تقاضے کے زیر اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ زمانۂ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلٹا کھاتی ہے تو جس سے مانوس رہتا ہے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے، لیکن لقائے پروردگار سے انبیاء و اولیاء علیہم السلام کا انس عقلی و روحانی ہوتا ہے اور عقلی و روحانی تقاضے بدلا نہیں کرتے اور نہ ان میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے اور چونکہ موت لقائے پروردگار کا ذریعہ اور اس منزل کا پہلا زینہ ہے، اس لئے موت سے بھی ان کی شیفتگی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس کی سختیاں ان کیلئے راحت کا ساز و سامان اور اس کی تلخیاں ان کے کام و دہن کیلئے لذت اندوزی کا سروسامان بن جایا کرتی ہیں اور اس سے ان کا انس ویسا ہی ہوتا ہے جیسا پیاسے کا کنویں سے اور بھٹکے ہوئے مسافر کا منزل سے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام جب ابن ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ:

وَ مَا كُنْتُ اِلَّا كَقَارِبٍ وَّرَدَ، وَ طَالِبٍ وَّجَدَ، ﴿وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾﴾.

میں موت کا سرچشمہ لگاتار ڈھونڈ رہا تھا کہ اس کے گھاٹ پر آپہنچا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پالیا اور نیکو کاروں کیلئے اللہ کے یہاں کی نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر کیا ہو سکتا ہے۔[1]

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ارشاد ہے کہ:

لَيْسَ لِلْمُؤْمِنِ رَاحَةٌ دُوْنَ لِقَآءِ اللّٰهِ.

لقائے ربانی کے علاوہ مومن کیلئے کہیں پر راحت کا سروسامان نہیں ہے۔[2]

☆☆☆☆☆

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۲۳۔

[2] منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ، (خوئی)، ج ۸ ص ۳۱۴۔

(٦) وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَمَّا اُشِيْرَ عَلَيْهِ بِاَنْ لَّا يَتْبَعَ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرَ وَ لَا يَرْصُدَ لَهُمَا الْقِتَالَ:

وَاللهِ! لَاۤ اَكُوْنُ كَالضَّبُعِ: تَنَامُ عَلٰى طُوْلِ اللَّدْمِ حَتّٰى يَصِلَ اِلَيْهَا طَالِبُهَا، وَ يَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا، وَ لٰكِنِّیْۤ اَضْرِبُ بِالْمُقْبِلِ اِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرَ عَنْهُ، وَ بِالسَّامِعِ الْمُطِيْعِ الْعَاصِیَ الْمُرِيْبَ اَبَدًا، حَتّٰى يَاْتِیَ عَلَیَّ يَوْمِیْ، فَوَاللهِ! مَا زِلْتُ مَدْفُوْعًا عَنْ حَقِّیْ، مُسْتَاْثَرًا عَلَیَّ، مُنْذُ قَبَضَ اللهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ ﷺ حَتّٰى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا.

-----☆☆-----

خطبہ (٦)

جب آپؑ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کرنے کی نہ ٹھان لیں تو آپؑ نے فرمایا:[1]

خدا کی قسم! میں اس بجو کی طرح نہ ہوں گا جو لگاتار کھٹکھٹائے جانے سے سوتا ہوا بن جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا طلبگار (شکاری) اس تک پہنچ جاتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پا لیتا ہے، بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش بر آواز اطاعت شعاروں کو لے کر ان خطا و شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا، یہاں تک کہ میری موت کا دن آ جائے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسولؐ کو دنیا سے اٹھایا، برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا۔

--☆☆--

[1] جب امیرالمومنین علیہ السلام نے طلحہ و زبیر کے عقب میں جانے کا ارادہ کیا تو آپؑ سے عرض کیا گیا کہ انہیں انکے حال پر چھوڑ دیا جائے، ایسا نہ ہو کہ ان سے آپؑ کو کوئی گزند پہنچ جائے تو اِسکے جواب میں آپؑ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ: میں کب تک اپنا حق چھنتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموش بیٹھا رہوں گا۔ اب تو جب تک میرے دم میں دم ہے، میں ان سے لڑوں گا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گا اور انہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ میں بجو کی طرح بآسانی انکے قابو میں آ جاؤں گا۔ ''ضبع'' کے معنی بجو کے ہیں۔ اسکی کنیت ''اُمّ عامر'' اور ''اُمّ طریق'' ہے اور اسے ''حضاجر'' بھی کہا جاتا ہے۔ حضاجر ''حضجر'' کی جمع ہے جس کے معنی پیٹو کے ہوتے ہیں، لیکن جب جمع کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے تو اس سے بجو مراد لی جاتی ہے، چونکہ یہ ہر چیز نگل جاتا ہے اور جو پاتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے۔ گویا کہ اس میں کئی ایک پیٹ جمع ہو گئے ہیں جو بھرنے میں نہیں آتے اور اسے ''نعثل'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا سیدھا سادھا اور بڑا بے وقوف جانور ہوتا ہے۔ اگر کسی کی انتہائی حماقت دکھانا مقصود ہو تو یہ کہا جاتا ہے: «فُلَانٌ اَحْمَقُ مِنَ الضَّبُعِ»: ''فلاں تو بجو سے بھی زیادہ بے وقوف ہے''۔ چنانچہ اسکی حماقت اسکے بآسانی شکار ہو جانے ہی سے ظاہر ہے کہ شکاری اس کے بھٹ کے گرد گھیرا ڈال لیتا ہے اور لکڑی سے یا پیر سے زمین کو تھپتھپاتا ہے اور چپکے سے کہتا ہے: «اَطْرِقِیْ اُمَّ طَرِيْقٍ، خَامِرِیْ اُمَّ عَامِرٍ»: ''اے بجو! اپنے سر کو جھکا لے، اے بجو! چھپ جا۔ اس جملہ کو دہرانے اور زمین کو تھپتھپانے سے وہ بھٹ کے ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر شکاری کہتا ہے: «اُمُّ عَامِرٍ لَّيْسَتْ فِیْ وِجَارِهَا، اُمُّ عَامِرٍ نَآئِمَةٌ»: ''بھلا وہ اپنے بھٹ میں کہاں وہ تو کسی گوشہ میں سویا پڑا ہو گا''۔ یہ سن کر وہ ہاتھ پیر پھیلا دیتا ہے اور سوتا ہوا بن جاتا ہے اور شکاری اس کے پیروں میں پھندا ڈال کر اسے باہر کھینچ لیتا ہے اور یہ بزدلوں کی طرح بغیر مقابلہ کئے اس کے قابو میں آ جاتا ہے۔ (منہاج البراعۃ، ج۳، ص۱۴۴)

(۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّخَذُوا الشَّيْطٰنَ لِاَمْرِهِمْ مِلَاكًا، وَ اتَّخَذَهُمْ لَهٗ اَشْرَاكًا، فَبَاضَ وَ فَرَّخَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ، وَ دَبَّ وَ دَرَجَ فِيْ حُجُوْرِهِمْ، فَنَظَرَ بِاَعْيُنِهِمْ، وَ نَطَقَ بِاَلْسِنَتِهِمْ، فَرَكِبَ بِهِمُ الزَّلَلَ، وَ زَيَّنَ لَهُمُ الْخَطَلَ، فِعْلَ مَنْ قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطٰنُ فِيْ سُلْطَانِهٖ، وَ نَطَقَ بِالْبَاطِلِ عَلٰى لِسَانِهٖ.

-----☆☆-----

خطبہ (۷)

انہوں نے اپنے ہر کام کا کرتا دھرتا شیطان کو بنا رکھا ہے اور اس نے ان کو اپنا آلہ کار بنا لیا ہے۔ اس نے ان کے سینوں میں انڈے دیئے ہیں اور بچے نکالے ہیں اور انہی کی گود میں وہ بچے رینگتے اور اچھلتے کودتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے تو ان کی آنکھوں سے اور بولتا ہے تو ان کی زبانوں سے۔ اس نے انہیں خطاؤں کی راہ پر لگایا ہے اور بُری باتیں سجا کر ان کے سامنے رکھی ہیں، جیسے اس نے انہیں اپنے تسلط میں شریک بنا لیا ہو اور انہی کی زبانوں سے اپنے کلام باطل کے ساتھ بولتا ہو۔[ف]

--☆☆--

[ف] منافقین کے متعلق فرماتے ہیں کہ: یہ لوگ شیطان کے رفیق کار اور اس کے معین و مددگار ہیں اور اس نے بھی ان سے اتنی راہ و رسم پیدا کر لی ہے کہ انہی کے ہاں ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور انہی کے سینوں کو اپنا آشیانہ بنا لیا ہے، یہیں پر وہ انڈے بچے دیتا ہے اور وہ بچے بغیر کسی جھجک کے ان کی گودیوں میں اُچھل کود مچاتے ہیں۔ یعنی ان کے دلوں میں شیطانی وسوسے جنم لیتے ہیں اور وہیں پر فروغ پاتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ نہ ان کیلئے کوئی روک ٹوک ہے، نہ کسی قسم کی بندش اور وہ اس طرح ان کے خون میں رچ گیا اور روح میں بس گیا ہے کہ دوئی کے پردے اٹھ چکے ہیں۔ اب آنکھیں ان کی ہیں اور نظر اس کی، زبان ان کی ہے اور قول اس کا۔ جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِیْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَی الدَّمِ۔

شیطان، اولادِ آدم کے رگ و پے میں خون کی جگہ دوڑتا ہے۔[1]

یعنی جس طرح خون کی گردش نہیں رکتی یوں ہی اس کی وسوسہ اندازیوں کا سلسلہ رکنے نہیں پاتا اور وہ انسان کو اس کے سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے برابر برائیوں کی طرف کھینچ کر لاتا ہے اور اس طرح اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے کہ ان کا ہر قول و عمل ہو بہو اس کے قول و عمل کی تصویر بن جاتا ہے۔ جن کے سینے ایمان کی ضیاباریوں سے جگمگا رہے ہیں وہ ان وسوسوں کی روک تھام کرتے ہیں اور کچھ ان کی پذیرائی کیلئے ہر وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور وہ وہی لوگ ہیں جو اسلام کی نقاب اوڑھ کر کفر کو فروغ دینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

[1] جامع الاخبار، ص ۱۸۰۔

(٨)وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَعْنِيْ بِهِ الزُّبَيْرَ فِيْ حَالٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ:

يَزْعُمُ اَنَّهٗ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهٖ، وَ لَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهٖ، فَقَدْ اَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ، وَ ادَّعَى الْوَلِيْجَةَ، فَلْيَاْتِ عَلَيْهَا بِاَمْرٍ يُّعْرَفُ، وَ اِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيْمَا خَرَجَ مِنْهُ.

-----☆☆-----

خطبہ (٨)

یہ کلام زبیر[1] کے متعلق اس وقت فرمایا جبکہ حالات اسی قسم کے بیان کے مقتضی تھے:

وہ ایسا ظاہر کرتا ہے کہ اس نے بیعت ہاتھ سے کر لی تھی مگر دل سے نہیں کی تھی۔ بہرصورت اس نے بیعت کا تو اقرار کر لیا، لیکن اس کا یہ اِدّعا کہ اس کے دل میں کھوٹ تھا تو اسے چاہیے کہ اس دعویٰ کیلئے کوئی دلیل واضح پیش کرے، ورنہ جس بیعت سے منحرف ہوا ہے اس میں واپس آئے۔

--☆☆--

[1] جب زبیر ابن عوام نے امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد بیعت شکنی کی تو وہ اس کیلئے کبھی یہ عذر کرتے تھے کہ مجھے بیعت کیلئے مجبور کیا گیا تھا اور مجبوری کی بیعت کوئی بیعت نہیں ہوا کرتی اور کبھی یہ فرماتے تھے کہ یہ تو صرف دکھاوے کی بیعت تھی، میرا دل اس سے ہمنوا نہ تھا۔ گویا کہ وہ خود ہی اپنی زبان سے اپنے ظاہر و باطن کے مختلف ہونے کا اعتراف کر لیا کرتے تھے، لیکن یہ عذر ایسا ہی ہے جیسے کوئی اسلام لانے کے بعد منحرف ہو جائے اور سزا سے بچنے کیلئے یہ کہہ دے کہ میں نے صرف زبان سے اسلام قبول کیا تھا، دل سے نہیں مانا تھا، تو ظاہر ہے کہ یہ عذر مسموع نہیں ہو سکتا اور نہ اس ادّعا کی بنا پر وہ سزا سے بچ سکتا ہے۔ اگر انہیں یہ شبہ تھا کہ حضرتؑ کے اشارے پر عثمان کا خون بہایا گیا ہے تو یہ شبہ اس وقت بھی دامن گیر ہونا چاہیئے تھا کہ جب اطاعت کیلئے حلف اٹھایا جا رہا تھا اور بیعت کیلئے ہاتھ بڑھ رہا تھا یا یہ کہ اب توقعات ناکام ہوتے ہوئے نظر آئے اور کہیں اور سے امید کی جھلکیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

حضرتؑ نے مختصر سے لفظوں میں ان کے دعویٰ کو یوں باطل کیا ہے کہ جب وہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہاتھ سے بیعت کی تھی تو پھر جب تک بیعت کے توڑنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا، انہیں بیعت پر برقرار رہنا چاہیئے اور اگر بقول ان کے کہ دل اس سے ہم آہنگ نہ تھا تو اس کیلئے انہیں کوئی واضح ثبوت پیش کرنا چاہیئے، لیکن دلی کیفیات پر تو کوئی دلیل لائی نہیں جا سکتی تو وہ اس کیلئے دلیل کہاں سے لائیں گے اور دعوائے بے دلیل قبول خرد نہیں۔

☆☆☆☆☆

خطبہ (۹)

(۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ اَرْعَدُوْا وَ اَبْرَقُوْا وَ مَعَ هٰذَيْنِ الْاَمْرَيْنِ الْفَشَلُ، وَ لَسْنَا نُرْعِدُ حَتّٰى نُوْقِعَ، وَ لَا نُسِيْلُ حَتّٰى نُمْطِرَ.

-----☆☆-----

وہ[1] رعد کی طرح گرجے اور بجلی کی طرح چمکے، مگران دونوں باتوں کے باوجود بزدلی ہی دکھائی اور ہم جب تک دشمن پر ٹوٹ نہیں پڑتے گرجتے نہیں اور جب تک (عملی طور پر) برس نہیں لیتے (لفظوں کا) سیلاب نہیں بہاتے۔

--☆☆--

[1] اصحاب جمل کے متعلق فرماتے ہیں کہ: وہ خوب گرجتے، گونجتے، دندناتے ہوئے اٹھے، مگر جب رن پڑا تو تنکوں کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئے۔ کہاں تو وہ زمین و آسمان کے قلابے ملاتے کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور کہاں یہ بودا پن کہ میدان چھوڑتے بنی۔ اور اپنی کیفیت یہ بیان فرماتے ہیں کہ: ہم لڑائی سے پہلے نہ دھمکیاں دیا کرتے ہیں اور نہ شیخیاں بگھارا کرتے ہیں اور نہ خواہ مخواہ کا ہلڑ مچا کر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں، کیونکہ بہادروں کا یہ وتیرہ نہیں ہوتا کہ وہ ہاتھ کے بجائے زبان سے کام لیں۔ چنانچہ آپؑ نے اس موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

اِيَّاكُمْ وَ كَثْرَةَ الْكَلَامِ، فَاِنَّهٗ فَشَلٌ.

زیادہ باتیں بنانے سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ بزدلی کی علامت ہے۔[1]

☆☆☆☆☆

[1] مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳، ص ۱۵۵۔

(۱۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهٗ، وَ اسْتَجْلَبَ خَيْلَهٗ وَرَجْلَهٗ، وَاِنَّ مَعِيْ لَبَصِيْرَتِيْ. مَا لَبَّسْتُ عَلٰى نَفْسِيْ وَ لَا لُبِّسَ عَلَيَّ. وَايْمُ اللهِ! لَاُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا اَنَا مَاتِحُهٗ، لَا يَصْدُرُوْنَ عَنْهُ وَ لَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۰)

شیطان[1] نے اپنے گروہ کو جمع کر لیا ہے اور اپنے سوار و پیادے سمیٹ لئے ہیں۔ میرے ساتھ یقیناً میری بصیرت ہے نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا۔ خدا کی قسم میں ان کیلئے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں، انہیں ہمیشہ کیلئے نکلنے یا (نکل کر) پھر واپس آنے کا کوئی امکان ہی نہ ہوگا۔

--☆☆--

[1] جب طلحہ وزبیر بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت عائشہ کی ہمراہی میں بصرہ کو روانہ ہوئے، تو حضرتؑ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو ایک طویل خطبہ کے اجزا ہیں۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ: اس خطبہ میں ''شیطان'' سے مراد شیطان حقیقی بھی لیا جا سکتا ہے اور معاویہ بھی مراد ہو سکتا ہے، کیونکہ در پردہ معاویہ ہی طلحہ و زبیر سے ساز باز کر کے امیر المومنین علیہ السلام سے لڑنے کیلئے آمادہ کر رہا تھا لیکن شیطانِ حقیقی مراد لینا موقع ومحل کے اعتبار سے مناسب اور زیادہ واضح ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۱) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِابْنِهٖ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ لَمَّآ اَعْطَاهُ الرَّايَةَ يَوْمَ الْجَمَلِ:

تَزُوْلُ الْجِبَالُ وَ لَا تَزُلْ، عَضَّ عَلٰى نَاجِذِكَ، اَعِرِ اللّٰهَ جُمْجُمَتَكَ، تِدْ فِي الْاَرْضِ قَدَمَكَ، اِرْمِ بِبَصَرِكَ اَقْصَى الْقَوْمِ، وَ غُضَّ بَصَرَكَ، وَ اعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ.

-----☆☆-----

خطبه (۱۱)

جب جنگ جمل میں علم اپنے فرزند محمد بن حنفیہ[۱] کو دیا تو ان سے فرمایا:

پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، اپنے دانتوں کو بھینچ لینا، اپنا کاسۂ سر اللہ کو عاریت دے دینا، اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا، لشکر کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت وطاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔[۲]

--☆☆--

محمد بن حنفیہ

[۱]

''محمد ابن حنفیہ'' امیر المومنین علیہ السلام کے صاحبزادے تھے اور مادری نسبت سے انہیں ''ابن حنفیہ'' کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ گرامی کا نام ''خولہ بنت جعفر'' تھا جو قبیلہ بنی حنیفہ کی نسبت سے ''حنفیہ'' کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ جب اہل یمامہ کو زکوٰۃ کے روک لینے پر مرتد قرار دے کر قتل و غارت کیا گیا اور ان کی عورتوں کو کنیزوں کی صورت میں مدینہ لایا گیا تو ان کے ساتھ آپ بھی وارد مدینہ ہوئیں۔ جب ان کے قبیلہ والے اس پر مطلع ہوئے تو وہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ انہیں کنیزی کے داغ سے بچا کر ان کی خاندانی عزت و شرافت کو بچائیں۔ چنانچہ حضرتؑ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور بعد میں ان سے عقد کیا اور ''محمد'' کی ولادت ہوئی۔

بیشتر مؤرخین نے ان کی کنیت ''ابو القاسم'' تحریر کی ہے۔ چنانچہ صاحب استیعاب نے ابو راشد ابن حفص زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

میں نے صحابہ زادوں میں سے چار ایسے افراد دیکھے ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم تھی:

(۱) محمد ابن حنفیہ، (۲) محمد ابن ابو بکر، (۳) محمد ابن طلحہ، (۴) محمد ابن سعد''۔

اس کے بعد تحریر ہے کہ:

''محمد ابن طلحہ'' کا نام اور کنیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی۔[۱]

اور واقدی نے لکھا ہے کہ: محمد ابن ابی بکر کا نام اور کنیت حضرت عائشہ نے تجویز کی تھی۔[۲]

---

[۱] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبد البر، ج ۳ ص ۱۳۷۱-۱۳۷۲، مطبوعہ دار الجیل، بیروت، ۱۹۹۲ء، طبعہ اولیٰ۔

[۲] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج ۳ ص ۱۳۶۶۔

بظاہر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محمد ابن طلحہ کیلئے اس نام اور کنیت کو جمع کر دینا درست نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو امیر المومنین علیہ السلام کے ایک فرزند کیلئے مخصوص کر دیا تھا اور ''وہ محمد ابن حنفیہ'' تھے۔ چنانچہ ابن خلکان نے محمد ابن حنفیہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے:

وَ اَمَّا كُنْيَتُهٗ بِاَبِي الْقَاسِمِ فَيُقَالُ: اِنَّهَا رُخْصَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، وَ اِنَّهٗ قَالَ لِعَلِيٍّ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُ: سَيُوْلَدُ لَكَ بَعْدِيْ غُلَامٌ وَّ قَدْ نَحَلْتُهُ اسْمِيْ وَ كُنْيَتِيْ وَ لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِيْ بَعْدَهٗ.

لیکن ان کی کنیت ابو القاسم اس بنا پر تھی جو کہا جاتا ہے کہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی اجازت تھی کہ آپؐ نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا کہ: میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، میں نے اسے اپنا نام اور اپنی کنیت عطا کی ہے اور اس کے بعد میری اُمت میں سے کسی کیلئے اس کنیت اور نام کو جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔ (وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۴۴۹)

اس قول کے پیش نظر کیونکر یہ صحیح سمجھا جا سکتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نام اور کنیت کو کسی اور کیلئے بھی جمع کر دیا ہوگا، جب کہ خصوصی اجازت کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو اور پھر بعض لوگوں نے ''ابن طلحہ'' کی کنیت ''ابو القاسم'' کے بجائے ''ابو سلیمان'' تحریر کی ہے جس سے ہمارے مسلک کو مزید تائید حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی محمد ابن ابی بکر کی کنیت اگر اس بنا پر تھی کہ ان کے بیٹے کا نام قاسم تھا جو فقہائے مدینہ میں سے تھے تو حضرت عائشہ کے یہ کنیت تجویز کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر نام کے ساتھ ہی کنیت تجویز کر دی تھی تو بعد میں محمد بن ابی بکر نے اس چیز کو کیونکر گوارا کر لیا ہوگا، جب کہ امیر المومنین علیہ السلام کے زیر سایہ پرورش پانے کی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ان سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور پھر یہ کہ اکثر لوگوں نے ان کی کنیت ''ابو عبد الرحمن'' لکھی ہے جس سے ابو راشد کے قول کو ضعف پہنچتا ہے۔

ان لوگوں کی کنیت کا ابو القاسم ہونا تو در کنار خود ابن حنفیہ کی بھی یہ کنیت ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ ابن خلکان نے امیر المومنین علیہ السلام کے اس فرزند سے کہ جس کیلئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خصوصیت قرار دی ہے محمد ابن حنفیہ ہی کو مراد لیا ہے، مگر علامہ مامقانی تحریر کرتے ہیں کہ:

هٰذَا التَّطْبِيْقُ مِنِ ابْنِ خَلْكَانَ اشْتِبَاهٌ، وَ اِنَّمَا الْمُرَادُ بِالذَّكَرِ الَّذِيْ يُوْلَدُ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لَا يَحِلُّ لِغَيْرِهِ الْجَمْعُ بَيْنَ اسْمِهٖ وَ كُنْيَتِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، هُوَ الْحُجَّةُ الْمُنْتَظَرُ اَرْوَاحُنَا فِدَاهُ دُوْنَ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، وَ كَوْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ اَبَا الْقَاسِمِ غَيْرُ مُسَلَّمٍ، وَ اِنَّمَا ذَكَرَهٗ بَعْضُ الْعَامَّةِ غَفْلَةً عَنِ الْمُرَادِ بِالْوَلَدِ الْمَذْكُوْرِ فِي النَّبَوِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ.

اس حدیث کو محمد ابن حنفیہ پر منطبق کرنے میں ابن خلکان کو اشتباہ ہوا ہے، کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام کے اس فرزند سے مراد کہ جس کے علاوہ کسی اور کیلئے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، وہ حضرت حجت (ارواحنا فداہ) ہیں نہ محمد ابن حنفیہ اور نہ ان کی کنیت ابو القاسم ثابت ہے، بلکہ اہل سنت نے مرادِ پیغمبرؐ سے غافل رہنے کی بنا پر اس سے محمد ابن حنفیہ کو مراد لے لیا ہے۔[1]

---

[1] تنقیح المقال، علامہ مامقانی، ج ۳، ص ۱۱۲۔

بہرحال محمد ابن حنفیہ صلاح وتقویٰ میں نمایاں، زہد وعبادت میں ممتاز، علم وفضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے ورثہ دار تھے۔ جمل وصفین میں ان کے کارناموں نے ان کی شجاعت وبے جگری کی ایسی دھاک عرب پر بٹھادی تھی کہ اچھے اچھے شاہزور آپ کے نام سے کانپ اٹھتے تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کو بھی ان کی ہمت وشجاعت پر ناز تھا اور ہمیشہ معرکوں میں انہیں آگے آگے رکھتے تھے۔

چنانچہ شیخ بہائی علیہ الرحمہ نے کشکول میں تحریر کیا ہے کہ:

علی ابن ابی طالب علیہ السلام انہیں جنگوں میں پیش پیش رکھتے تھے اور حسن وحسین علیہما السلام کو معرکوں میں پیش قدمی کی اجازت نہ دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ: «هُوَ وَلَدِيْ وَهُمَا ابْنَا رَسُوْلِ اللهِ»: ''یہ میرا بیٹا ہے اور وہ دونوں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں''، اور جب ایک خارجی نے ابن حنفیہ سے یہ کہا کہ: علیؑ تمہیں جنگ کے شعلوں میں ڈھکیل دیتے ہیں اور حسنؑ وحسینؑ کو بچالے جاتے ہیں تو آپ نے کہا کہ: «اَنَا يَمِيْنُهُ وَهُمَا عَيْنَاهُ، فَهُوَ يَدْفَعُ عَنْ عَيْنَيْهِ بِيَمِيْنِهِ»: ''میں ان کا دست و بازو تھا اور وہ دونوں بمنزلہ آنکھوں کے تھے اور وہ ہاتھ سے آنکھوں کی حفاظت کیا کرتے تھے''۔[1]

لیکن علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں لکھا ہے کہ:

یہ ابن حنیفہ کا جواب نہیں بلکہ خود امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب جنگِ صفین میں محمد نے شکوہ آمیز لہجے میں آپؑ سے اس کا ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ: تو میرا ہاتھ ہے اور وہ میری آنکھیں ہیں، لہٰذا ہاتھ کو آنکھوں کی حفاظت کرنا چاہیئے۔[2]

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امیر المومنین علیہ السلام نے محمد ابن حنفیہ کو یہ جواب دیا ہوگا اور بعد میں کسی نے محمد ابن حنفیہ سے اس چیز کا ذکر کیا ہوگا تو انہوں نے اس جواب کو پیش کر دیا ہوگا کہ اس سے زیادہ بلیغ جواب ہو نہیں سکتا اور اس جملہ کی بلاغت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ پہلے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی زبانِ بلاغت ترجمان ہی سے نکلا ہے کہ جسے بعد میں محمد ابن حنفیہ نے اپنا لیا ہے۔ اس لئے یہ دونوں روایتیں صحیح سمجھی جاسکتی ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں۔

بہرصورت آپ عہد ثانی میں پیدا ہوئے اور عبد الملک ابن مروان کے دورِ حکومت میں ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ سنہ وفات بعض نے ۸۰ ھ اور بعض نے ۸۱ ھ لکھا ہے اور محل وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے ''مدینہ''، بعض نے ''ایلہ'' اور بعض نے ''طائف'' تحریر کیا ہے۔

۲؎ جب جنگِ جمل میں محمد ابن حنفیہ کو میدان کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ: بیٹا کوہِ عزم وثبات بن کر دشمن کے سامنے اس طرح جم جاؤ کہ تمہیں فوج کے ریلے جنبش نہ دے سکیں اور دانت پیس کر دشمن پر حملہ کرو، کیونکہ دانت پر دانت جما لینے سے سر کے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے

---

[1] کشکول شیخ بہائی، ج ۳، ص ۹۲۔

[2] تنقیح المقال، ج ۳، ص ۱۱۲۔

جس سے تلوار کا وار اُچٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

وَ عَضُّوْا عَلَى النَّوَاجِذِ، فَاِنَّهٗ اَنْبٰى لِلسُّيُوْفِ عَنِ الْهَامِ.

دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلوار کی دھار سر سے اچٹ جاتی ہے۔[1]

پھر فرماتے ہیں کہ: بیٹا اپنا سر اللہ کو عاریت دے دو، تاکہ اس حیاتِ فانی کے بدلے حیاتِ باقی حاصل کرسکو۔ کیونکہ عاریت دی ہوئی چیز کے واپس لینے کا حق ہوتا ہے، لہٰذا جان سے بے نیاز ہو کر لڑو۔ اور یوں بھی اگر خیال جان میں اٹکا رہے گا تو مہلکوں میں قدم رکھنے سے ہچکچاؤ گے جس سے تمہاری شجاعت پر حرف آئے گا اور دیکھو اپنے قدموں کو ڈگمگانے نہ دو، کیونکہ قدموں کی لغزش سے دشمن کی ہمت بڑھ جایا کرتی ہے اور اکھڑے ہوئے قدم حریف کے قدم جما دیا کرتے ہیں اور آخری صفوں کو اپنا مطمحِ نظر بناؤ تاکہ دشمن تمہارے عزم کی بلندیوں سے مرعوب ہو جائیں اور ان کی صفوں کو چیر کر نکل جانے میں تمہیں آسانی ہو اور ان کی نقل و حرکت بھی تم سے مخفی نہ رہے اور دیکھو ان کی کثرت کو نگاہ میں نہ لانا ورنہ حوصلہ پست اور ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ: اس طرح آنکھیں پھاڑ کر نہ دیکھنا کہ ہتھیاروں کی چمک دمک نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دے اور دشمن اس سے فائدہ اٹھا کر وار کر بیٹھے۔ اور اس چیز کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ فتح و کامرانی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾[2]: ''اگر اللہ نے تمہاری مدد کی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا''۔ لہٰذا مادی اسباب پر بھروسا کرنے کے بجائے اس کی تائید و نصرت کا سہارا ڈھونڈو۔

☆☆☆☆☆

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۶۴۔

[2] سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۰۔

(۱۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّآ اَظْفَرَهُ اللّٰهُ بِاَصْحَابِ الْجَمَلِ وَ قَدْ قَالَ لَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ: وَدِدْتُّ اَنَّ اَخِيْ فُلَانًا كَانَ شَاهِدَنَا لِيَرٰى مَا نَصَرَكَ اللّٰهُ بِهٖ عَلٰۤى اَعْدَآئِكَ. فَقَالَ لَهٗ عليه السلام:

اَهَوٰى اَخِيْكَ مَعَنَا؟

فَقَالَ: نَعَمْ. قَالَ عليه السلام:

فَقَدْ شَهِدَنَا، وَ لَقَدْ شَهِدَنَا فِیْ عَسْكَرِنَا هٰذَاۤ اَقْوَامٌ فِیْۤ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَ اَرْحَامِ النِّسَآءِ، سَيَرْعَفُ بِهِمُ الزَّمَانُ، وَ يَقْوٰى بِهِمُ الْاِيْمَانُ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۲)

جب ؁ خداوند عالم نے آپؑ کو جمل والوں پر غلبہ عطا کیا تو اس موقعہ پر آپؑ کے ایک صحابی نے آپؑ سے عرض کیا کہ میرا فلاں بھائی بھی یہاں موجود ہوتا تو وہ بھی دیکھتا کہ اللہ نے کیسی آپؑ کو دشمنوں پر فتح و کامرانی عطا فرمائی ہے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ:

''کیا تمہارا بھائی ہمیں دوست رکھتا ہے؟''

اس نے کہا کہ ہاں، تو آپؑ نے فرمایا کہ:

وہ ہمارے پاس موجود تھا بلکہ ہمارے اس لشکر میں وہ اشخاص بھی موجود تھے جو ابھی مردوں کی صلب اور عورتوں کے شکم میں ہیں۔ عنقریب زمانہ انہیں ظاہر کرے گا اور ان سے ایمان کو تقویت پہنچے گی۔

--☆☆--

؁ اگر کوئی شخص اسباب و ذرائع کے ہوتے ہوئے کسی عمل خیر میں کوتاہی کر جائے تو یہ کوتاہی و بے التفاتی اس کی نیت کی کمزوری کی آئینہ دار ہوگی۔ اگر عمل میں کوئی مانع سد راہ ہو جائے یا زندگی وفا نہ کرے جس کی وجہ سے عمل تشنۂ تکمیل رہ جائے تو اس صورت میں «اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» کی بنا پر اللہ اسے اجر و ثواب سے محروم نہ کرے گا، کیونکہ اس کی نیت تو بہر حال عمل کے بجا لانے کی تھی، لہٰذا کسی حد تک وہ ثواب کا مستحق بھی ہوگا۔

عمل میں تو ممکن ہے کہ ثواب سے محرومی ہو جائے اس لئے کہ عمل میں ظاہر داری و ریاکاری ہو سکتی ہے، مگر نیت تو دل کی گہرائیوں میں مخفی ہوتی ہے، اس میں نہ دکھاوا ہو سکتا ہے نہ اس میں ریا کا شائبہ آ سکتا ہے، وہ خلوص و صداقت اور کمال صحت کی جس حد پر ہوگی اسی حد پر رہے گی، خواہ عمل کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو سکے، بلکہ اگر موقع و محل کے گزر جانے کی وجہ سے نیت و ارادہ کی گنجائش نہ بھی ہو، لیکن دل میں ایک تڑپ اور ولولہ ہو تو انسان اپنے قلبی کیفیات کی بنا پر اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا اور اسی چیز کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں اشارہ فرمایا ہے: اگر تمہارے بھائی کو ہم سے محبت تھی تو وہ ان لوگوں کے ثواب میں شریک ہوگا جنہوں نے ہماری معیت میں جام شہادت پیا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۳) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ ذَمِّ اَهْلِ الْبَصْرَةِ

كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْاَةِ وَ اَتْبَاعَ الْبَهِیْمَةِ، رَغَا فَاَجَبْتُمْ، وَ عُقِرَ فَهَرَبْتُمْ. اَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ وَّ عَهْدُكُمْ شِقَاقٌ، وَ دِیْنُكُمْ نِفَاقٌ، وَ مَآؤُكُمْ زُعَاقٌ، وَ الْمُقِیْمُ بَیْنَ اَظْهُرِكُمْ مُرْتَهَنٌۢ بِذَنْۢبِهٖ، وَ الشَّاخِصُ عَنْكُمْ مُتَدَارَكٌۢ بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ. كَاَنِّیْ بِمَسْجِدِكُمْ كَجُؤْجُؤِ سَفِیْنَةٍ، قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ عَلَیْهَا الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَ مِنْ تَحْتِهَا، وَ غَرِقَ مَنْ فِیْ ضِمْنِهَا.

[وَفِیْ رِوَایَةٍ]

وَایْمُ اللّٰهِ لَتَغْرَقَنَّ بَلْدَتُكُمْ حَتّٰی كَاَنِّیْۤ اَنْظُرُ اِلٰی مَسْجِدِهَا كَجُؤْجُؤِ سَفِیْنَةٍ، اَوْ نَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ.

[وَفِیْ رِوَایَةٍ]

كَجُؤْجُؤِ طَیْرٍ فِیْ لُجَّةِ بَحْرٍ.

[وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی]

بِلَادُكُمْ اَنْتَنُ بِلَادِ اللّٰهِ تُرْبَةً، اَقْرَبُهَا مِنَ الْمَآءِ وَ اَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَآءِ وَ بِهَا تِسْعَةُ اَعْشَارِ الشَّرِّ، الْمُحْتَبَسُ فِیْهَا بِذَنْۢبِهٖ، وَ الْخَارِجُ

خطبہ (۱۳)

اہل بصرہ[1] کی مذمت میں

تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک چوپائے کے تابع تھے۔ وہ بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق و عہد شکن ہو۔ تمہارے دین کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ تمہاری سرزمین کا پانی تک شور ہے۔ تم میں اقامت کرنے والا گناہوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے اور تم میں سے نکل جانے والا اپنے پروردگار کی رحمت کو پالینے والا ہے۔ وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے، جبکہ تمہاری مسجد یوں نمایاں ہوگی جس طرح کشتی کا سینہ درآنحالیکہ اللہ نے تمہارے شہر پر اس کے اوپر اور اس کے نیچے سے عذاب بھیج دیا ہوگا اور وہ اپنے رہنے والوں سمیت ڈوب چکا ہوگا۔

[ایک اور روایت میں یوں ہے:]

خدا کی قسم! تمہارا شہر غرق[2] ہو کر رہے گا، اس حد تک کہ اس کی مسجد کشتی کے اگلے حصے یا سینے کے بھل بیٹھے ہوئے شترمرغ کی طرح گویا مجھے نظر آ رہی ہے۔

[ایک اور روایت میں اس طرح ہے:]

جیسے پانی کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔

[ایک اور روایت میں اس طرح ہے:]

تمہارا شہر اللہ کے سب شہروں سے مٹی کے لحاظ سے گندا اور بدبودار ہے۔ یہ (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے دور ہے۔ برائی کے دس حصوں میں سے نو حصے اس میں پائے جاتے ہیں جو اس میں آ پہنچا وہ اپنے گناہوں میں اسیر ہے اور جو اس سے چل دیا عفو الٰہی اس

بِعَفْوِ اللّٰهِ. كَاَنِّیْۤ اَنْظُرُ اِلٰى قَرْيَتِكُمْ هٰذِهٖ قَدْ طَبَّقَهَا الْمَآءُ، حَتّٰى مَا يُرٰى مِنْهَا اِلَّا شُرَفُ الْمَسْجِدِ، كَاَنَّهٗ جُؤْجُؤُ طَيْرٍ فِیْ لُجَّةِ بَحْرٍ.

کے شریک حال رہا۔ گویا میں اپنی آنکھوں سے اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ سیلاب نے اسے اس حد تک ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔

--☆☆--

۱؎ ابن میثم لکھتے ہیں کہ: جب جنگِ جمل ختم ہوگئی تو اس کے تیسرے دن حضرتؑ نے بصرہ کی مسجد جامع میں صبح کی نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر مصلّٰی کی دائیں جانب دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اہل بصرہ کی پستی اخلاق اور ان کی سبکی عقل کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے دوسروں کے بھڑکانے پر بھڑک اٹھے اور ایک عورت کے ہاتھوں میں اپنی کمان سونپ کر اونٹ کے پیچھے لگ گئے اور بیعت کے بعد پیمان شکنی کی اور دورخی کر کے اپنی پست کرداری و بدباطنی کا ثبوت دیا۔ اس خطبہ میں عورت سے مراد حضرت عائشہ اور چوپائے سے مراد وہ اونٹ ہے کہ جس کی وجہ سے بصرہ کا معرکہ کارزار ''جنگ جمل'' کے نام سے مشہور ہوا۔

اس جنگ کی داغ بیل یوں پڑی کہ جناب عائشہ باوجودیکہ حضرت عثمان کی زندگی میں ان کی سخت مخالفت کیا کرتی تھیں اور محاصرہ میں ان کو چھوڑ کر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں اور اس اعتبار سے ان کے قتل میں ان کا کافی ہاتھ تھا جس کی تفصیل آئندہ مناسب موقعوں پر آئے گی، مگر جب آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف پلٹتے ہوئے عبد اللہ ابن ابی سلمہ سے یہ سنا کہ عثمان کے بعد علی ابن ابی طالب علیہ السلام خلیفہ تسلیم کر لئے گئے ہیں تو بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا:

لَيْتَ اَنَّ هٰذِهٖ انْطَبَقَتْ عَلٰى هٰذِهٖ اِنْ تَمَّ الْاَمْرُ لِصَاحِبِكَ! رُدُّوْنِیْ رُدُّوْنِیْ!.

اگر تمہارے ساتھی کی بیعت ہوگئی ہے تو کاش! یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے، مجھے اب مکہ ہی کی طرف جانے دو۔

چنانچہ آپ نے مکہ کی واپسی کا تہیہ کر لیا اور فرمانے لگیں:

قُتِلَ وَاللّٰهِ عُثْمَانُ مَظْلُوْمًا، وَ اللّٰهِ لَاَطْلُبَنَّ بِدَمِهٖ.

خدا کی قسم عثمان مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی۔

عبد اللہ ابن ابی سلمہ نے جب یوں زمین و آسمان بدلا ہوا دیکھا تو حیرت سے کہا کہ: یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟ آپ تو فرمایا کرتی تھیں: «اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا فَقَدْ كَفَرَ»: ''اس نعثل [1] کو قتل کر دو، یہ بے دین ہوگیا''۔ آپ نے فرمایا: میں کیا سب ہی لوگ یہ کہا کرتے تھے، مگر چھوڑو ان باتوں کو، جو میں اب کہہ رہی ہوں وہ سنو، وہ زیادہ بہتر اور قابل توجہ ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پہلے تو ان سے توبہ کرنے کیلئے

---

[1] فیروز آبادی نے قاموس میں لکھا ہے کہ: ''نعثل'' کے معنی نر بجّو اور بوڑھے احمق کے ہوتے ہیں اور مدینہ میں ایک یہودی اس نام کا تھا اور ایک دراز ریش شخص بھی تھا جس سے حضرت عثمان کو تشبیہ دی جاتی تھی۔

کہا جاتا ہے اور پھر اس کا موقع دیئے بغیر انہیں قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔اس پر ابن ابی سلمہ نے آپ سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھے:

فَمِنْكِ الْبَدَآءُ وَ مِنْكِ الْغِيَرُ ... وَمِنْكِ الرِّيَاحُ وَ مِنْكِ الْمَطَرُ

وَ اَنْتِ اَمَرْتِ بِقَتْلِ الْاِمَامِ ... وَ قُلْتِ لَنَا اِنَّهٗ قَدْ كَفَرْ

فَهَبْنَآ اَطَعْنَاكِ فِيْ قَتْلِهٖ ... وَ قَاتِلُهٗ عِنْدَنَا مَنْ اَمَرْ

وَ لَمْ يَسْقُطِ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِنَا ... وَ لَمْ يَنْكَسِفْ شَمْسُنَا وَ الْقَمَرْ

وَ قَدْ بَايَعَ النَّاسُ ذَا تُدْرَءٍ ... يُزِيْلُ الشَّبَا وَ يُقِيْمُ الصَّعَرْ

وَ يَلْبَسُ لِلْحَرْبِ اَثْوَابَهَا ... وَ مَا مَنْ وَّفٰى مِثْلُ مَنْ قَدْ غَدَرْ

''آپ ہی نے پہل کی اور آپ ہی نے (مخالفت کے) طوفانِ بادو باراں اٹھائے اور اب آپ ہی اپنا رنگ بدل رہی ہیں''۔

''آپ ہی نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ وہ بے دین ہو گئے ہیں''۔

''ہم نے مانا کہ آپ کا حکم بجالاتے ہوئے یہ قتل ہمارے ہاتھوں سے ہوا، مگر اصلی قاتل تو ہمارے نزدیک وہ ہے جس نے اس کا حکم دیا ہو''۔

''(سب کچھ ہوگیا مگر) نہ آسمان ہمارے اوپر پھٹا اور نہ چاند سورج کو گہن لگا''۔

''اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی جو قوت وشکوہ سے دشمنوں کو ہنکانے والا ہے، تلواروں کی دھاروں کو قریب پھٹکنے نہیں دیتا اور (گردن کشوں کے) بل نکال دیتا ہے''۔

''اور لڑائی کے پورے ساز وسامان سے آراستہ رہتا ہے اور وفا کرنے والا غدار کے مانند نہیں ہوا کرتا''۔[1]

بہرحال جب آپ انتقامی جذبے کو لے کر مکہ پہنچ گئیں تو حضرت عثمان کی مظلومیت کے چرچے کر کے لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ لینے کیلئے ابھارنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ ابن عامر حضرمی نے اس آواز پر لبیک کہی جو حضرت عثمان کے عہد میں مکہ کا والی رہ چکا تھا اور ساتھ ہی مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور دوسرے بنی اُمیہ ہم نوا بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ادھر طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن عوام بھی مدینہ سے مکہ چلے آئے۔یمن سے یعلی ابن منبہ جو دورِ عثمان میں وہاں کا حکمران تھا آپہنچا اور بصرہ کا سابق حکمران عبداللہ ابن عامر ابن کریز بھی پہنچ گیا اور آپس میں ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر کے منصوبہ بندی میں لگ گئے۔جنگ تو بہرحال طے تھی مگر رزم گاہ کی تجویز میں فکریں لڑ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ کی رائے تھی کہ مدینہ ہی کو تاخت وتاراج کا نشانہ بنایا جائے، مگر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اہل مدینہ سے نپٹنا مشکل ہے اور کسی جگہ کو مرکز بنانا چاہیے۔آخر بڑی ردوکد اور سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ بصرہ کی طرف بڑھنا چاہیے، وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہمارا ساتھ دے سکیں۔ چنانچہ عبداللہ ابن عامر کی بے پناہ دولت اور یعلی ابن منبہ کی چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹوں کی پیشکش کے سہارے تین ہزار کی

---

[1] الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج ۲، ص ۵۷۰، مطبوعہ، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء۔

فوج ترتیب دے کر بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔

راستے میں معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے اُمّ المومنین نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مقام پر آپ نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو ساربان سے پوچھ لیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ: ''حواَب''۔ یہ نام سنتے ہی پیغمبر ﷺ کی تنبیہ یاد آ گئی کہ انہوں نے ایک دفعہ ازواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: «لَيتَ شِعرِي اَيَّتُكُنَّ تَنبَحُهَا كِلَابُ الحَوْاَبِ»[1]: ''کچھ پتہ تو چلے کہ تم میں کون ہے جس پر حواَب کے کتے بھونکیں گے''۔ چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ازواج کے پردے میں مَیں ہی مخاطب تھی تو اونٹ کو تھپکی دے کر بٹھایا اور سفر کو ملتوی کر دینے کا ارادہ کیا، مگر ساتھ والوں کی وقتی سیاست نے بگڑے کام کو سنبھال لیا۔ عبداللہ ابن زبیر نے قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ مقام حواَب نہیں۔ طلحہ نے بھی اس کی تائید کی اور مزید تشفی کیلئے وہاں کے پچاس آدمیوں کو بلوا کر اس پر گواہی بھی دلوا دی۔ اب جہاں پوری قوم کا اجماع ہو وہاں ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی؟ آخر انہی کی جیت ہوئی اور اُمّ المومنین پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ آگے چل پڑیں۔

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو اس میں اُمّ المومنین کی سواری دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جاریہ ابن قدامہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ: اے اُمّ المومنین قتل عثمان تو ایک مصیبت تھی ہی لیکن اس سے کہیں یہ بڑھ کر مصیبت ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر بیٹھ کر نکل کھڑی ہوں اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دامن عزت و حرمت چاک کر ڈالیں۔ بہتر یہی ہے کہ واپس پلٹ جائیں۔ مگر جب حواَب کا واقعہ عناں گیر نہ ہو سکا اور ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾[2]: ''اپنے گھروں میں ٹک کر بیٹھی رہو'' کا حکم زنجیر پا نہ بن سکا تو ان آوازوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے سنی اَن سنی کر دی۔

جب اس لشکر نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو والی بصرہ عثمان ابن حنیف فوج کا ایک دستہ لے کر ان کی روک تھام کیلئے بڑھے۔ جب آمنا سامنا ہوا تو دونوں فریقوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ جب دونوں طرف سے اچھی خاصی تعداد میں آدمی مارے گئے تو حضرت عائشہ نے اپنے اثر سے کام لے کر بیچ بچاؤ کرا دیا اور فریقین اس قرارداد پر صلح کیلئے آمادہ ہو گئے کہ جب تک امیر المومنین علیہ السلام خود آ نہیں جاتے موجودہ نظم و نسق میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور عثمان ابن حنیف اپنے منصب پر بحال رہیں۔ مگر دو ہی دن گزرنے پائے تھے کہ انہوں نے سارے عہد و پیمان توڑ کر عثمان ابن حنیف پر شبخون مارا اور چالیس بے گناہوں کو جان سے مار ڈالا اور عثمان ابن حنیف کو زدوکوب کرنے کے بعد ان کی داڑھی کا ایک ایک بال نوچ ڈالا اور اپنی حراست میں لے کر بند کر دیا پھر بیت المال پر حملہ کیا اور اسے لوٹنے کے ساتھ بیس آدمی وہیں قتل کر ڈالے اور پچاس آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد تہ تیغ کیا، پھر غلہ کے انبار پر دھاوا بول دیا جس پر بصرہ کے ایک ممتاز سر برآوردہ بزرگ حکیم ابن جبلہ تڑپ اٹھے اور اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ اس غلہ میں سے کچھ اہل شہر کیلئے بھی رہنے دیا جائے، آخر ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، تم نے ہر طرف خونریزی و غارت گری کا طوفان مچا رکھا ہے اور عثمان

---

[1] الکامل فی التاریخ، ابن الاثیر، ج ۲، ص ۵۷۳۔

[2] سورۂ احزاب، آیت ۳۳۔

ابن حنیف کو قید میں ڈال دیا ہے۔خدا کیلئے ان تباہ کاریوں سے باز آؤ اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑ و، کیا تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں؟ ابن زبیر نے کہا کہ: یہ خونِ عثمان کا بدلہ ہے۔آپ نے کہا: جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے کیا وہ عثمان کے قاتل تھے، خدا کی قسم! اگر میرے پاس اعوان وانصار ہوتے تو میں ان مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیتا جنہیں تم لوگوں نے ناحق مار ڈالا ہے۔ابن زبیر نے جواب دیا کہ: نہ تو ہم اس غلہ میں سے کچھ دیں گے اور نہ عثمان ابن حنیف کو چھوڑا جائے گا۔آخر ان دونوں فریق میں لڑائی کی ٹھن گئی، مگر چند آدمی اتنی بڑی فوج سے کیونکر نپٹ سکتے تھے۔نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم ابن جبلہ اور ان کے بیٹے اشرف ابن حکیم اور ان کے بھائی رعل ابن جبلہ اور ان کے قبیلہ کے ستر آدمی مار ڈالے گئے۔غرضیکہ ہر طرف مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی، نہ کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ کسی کی عزت ومال کے بچاؤ کی کوئی صورت تھی۔

جب امیر المومنین علیہ السلام کو بصرہ کی روانگی کی اطلاع دی گئی تو آپ اس پیش قدمی کو روکنے کیلئے ایک فوج کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے، اس عالم میں کہ ستر بدریین اور چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ آپ کے ہمرکاب تھے۔جب مقام ذی قار پر پہنچ کر منزل کی تو حسن علیہ السلام اور عمار ابن یاسر کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں۔چنانچہ ابوموسیٰ اشعری کی رخنہ اندازیوں کے باوجود وہاں کے سات ہزار نبرد آزما اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنین علیہ السلام کی فوج میں مل گئے۔یہاں سے فوج کو مختلف سپہ سالاروں کی زیر قیادت ترتیب دے کر دشمن کے تعاقب میں چل پڑے۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ:

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ سامنے آیا جس کا پرچم ابوایوب انصاری کے ہاتھ میں تھا۔

اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک اور دستہ نمودار ہوا جس کے سپہ سالار خزیمہ بن ثابت انصاری تھے۔

پھر ایک اور دستہ نظر پڑا جس کا عَلم ابوقتادہ ابن ربعی اٹھائے ہوئے تھے۔

پھر ایک ہزار بوڑھے اور جوانوں کا جمگھٹا دکھائی دیا جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان چمک رہے تھے، چہروں پر خشیت الٰہی کے نقاب پڑے ہوئے تھے۔یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلالِ کبریا کے سامنے موقف حساب میں کھڑے ہیں۔ان کا سپہ سالار سبز گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس اور سر پر عمامہ باندھے بآواز بلند قرآن کی تلاوت کرتا جا رہا تھا۔یہ حضرت عمار ابن یاسر تھے۔

پھر ایک دستہ نظر آیا جس کا علم قیس ابن سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔

پھر ایک فوج دیکھنے میں آئی جس کا قائد سفید لباس پہنے اور سر پر سیاہ عمامہ باندھے تھا اور خوش جمال اتنا کہ نگاہیں اس کے گرد طواف کر رہی تھی۔یہ عبداللہ ابن عباس تھے۔

پھر اصحاب پیغمبرؐ کا ایک دستہ آیا جس کے علمبردار قثم ابن عباس تھے۔

پھر چند دستوں کے گزرنے کے بعد ایک انبوہ کثیر نظر آیا جس میں نیزوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے میں گتھے جا رہے تھے اور رنگا رنگ کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ان میں ایک بلند و بالا علم امتیازی شان لئے ہوئے تھا اور اس کے پیچھے جلال و عظمت کے پہروں میں

ایک سوار دکھائی دیا جس کے بازو بھرے ہوئے اور نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں اور ہیبت ووقار کا یہ عالم تھا کہ کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے جن کے دائیں بائیں حسن اور حسین علیہما السلام تھے اور آگے آگے محمد ابن حنفیہ پرچم فتح واقبال لئے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے اور پیچھے جوانانِ بنی ہاشم، اصحابِ بدر اور عبد اللہ ابن جعفر ابن ابی طالب تھے۔ جب یہ لشکر مقام زاویہ پر پہنچا تو امیر المومنین علیہ السلام گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد خاک پر رخسار رکھ دیئے اور جب سر اٹھایا تو زمین آنسوؤں سے تر تھی اور زبان پر یہ الفاظ تھے: ''اے آسمان وزمین اور عرشِ بریں کے پروردگار! یہ بصرہ ہے، اس کی بھلائی سے ہمارا دامن بھر اور اس کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ''۔

پھر یہاں سے آگے بڑھ کر میدانِ جمل میں اُتر پڑے کہ جہاں حریف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ حضرتؑ نے سب سے پہلے اپنے لشکر میں اعلان فرمایا کہ: دیکھو کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ لڑائی میں پہل کرے۔ یہ فرما کر فوجِ مخالف کے سامنے آئے اور طلحہ وزبیر سے کہا کہ: تم عائشہ سے خدا اور رسولؐ کی قسم دے کر پوچھو کہ کیا میں خونِ عثمان سے بری الذمہ نہیں ہوں؟ اور جو کچھ تم ان کے متعلق کہا کرتے تھے کیا میں بھی وہی کچھ کہا کرتا تھا؟ اور کیا میں نے تم کو بیعت کیلئے مجبور کیا تھا یا تم نے خود اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی؟ طلحہ تو ان باتوں پر چراغ پا ہونے لگے، مگر زبیر نرم پڑ گئے اور حضرتؑ اس گفتگو کے بعد پلٹ آئے اور مسلم مجاشعی کو قرآن دے کر ان کی طرف بھیجا، تاکہ انہیں قرآن مجید کا فیصلہ سنائیں۔ مگر ان لوگوں نے دونوں کو تیروں کی زد پر رکھ لیا اور اس مردِ باخدا کا جسم چھلنی کر دیا۔ پھر عمار یاسر تشریف لے گئے تاکہ انہیں سمجھائیں بجھائیں اور جنگ کے نتائج سے آگاہ کریں، مگر ان کی باتوں کا جواب بھی تیروں سے دیا گیا۔

ابھی تک امیر المومنین علیہ السلام نے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ سے دشمن کے حوصلے بڑھتے گئے اور وہ لگاتار تیر برساتے رہے۔ آخر چند جانبازوں کے دم توڑنے سے امیر المومنین علیہ السلام کی فوج میں بوکھلاہٹ سی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ چند لاشیں لے کر آپؑ کے سامنے آئے اور کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! آپؑ ہمیں لڑنے کی اجازت نہیں دیتے اور وہ ہمیں چھلنی کئے دے رہے ہیں۔ بھلا کب تک ہم اپنے سینوں کو خاموشی سے تیروں کا ہدف بناتے رہیں گے اور ان کی زیادتیوں پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔

اس موقع پر حضرتؑ کے تیور بدلے، مگر ضبط وحلم سے کام لیا اور اسی حالت میں بے زرہ وسلاح اُٹھ کر دشمن کی فوج کے سامنے آئے اور پکار کر کہا کہ: زبیر کہاں ہے؟ پہلے تو زبیر سامنے آنے سے ہچکچائے، مگر جب دیکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ سامنے بڑھ کر آئے۔ حضرتؑ نے فرمایا: کیوں اے زبیر! تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے کہا تھا کہ: «يَا زُبَيْرُ! اِنَّكَ تُقَاتِلُ عَلِيًّا وَّ اَنْتَ لَهٗ ظَالِمٌ»[1]: ''اے زبیر! تم علیؑ سے ایک دن جنگ کرو گے اور ظلم وزیادتی تمہاری طرف سے ہوگی''۔ زبیر نے کہا کہ: ہاں فرمایا تھا۔ تو آپؑ نے کہا: پھر کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ: ذہن سے اُتر گیا تھا اور اگر پہلے سے یاد آگیا ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ فرمایا: اچھا اب تو یاد آگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! اور یہ کہہ کر وہ سیدھے اُمّ المومنین کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ: میں تو واپس جا رہا ہوں۔ اُمّ المومنین

---

[1] کنز العمال، ج ۱۱، ص ۳۴۰، ح ۳۱۶۴۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۹ء۔

نے کہا کہ: اس کی وجہ؟ کہا: ابوالحسن علیہ السلام نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی ہے۔ میں بے راہ ہو چکا تھا، مگر اب راہ پر آگیا ہوں اور کسی قیمت پر بھی علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نہیں لڑوں گا۔ اُم المومنین نے کہا کہ: تم اولادِ عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں اور یہ کہہ کر باگیں موڑ لیں۔ بہرصورت یہی غنیمت ہے کہ ارشاد پیغمبرؐ کا کچھ تو پاس ولحاظ کیا، ورنہ مقامِ حوأب پر تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات یاد آجانے کے باوجود وقتی تاثر کے علاوہ کوئی دیرپا اثر نہیں لیا گیا تھا۔

بہر حال جب امیر المومنین علیہ السلام اس گفتگو کے بعد پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ دشمنوں نے فوج کے داہنے اور بائیں حصے پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرتؑ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ: بس اب حجت تمام ہو چکی ہے، میرے بیٹے محمد کو بلاؤ۔ وہ حاضر ہوئے تو فرمایا: بیٹا! اب حملہ کر دو۔ محمد نے سر جھکایا اور علم لے کر میدان کی طرف بڑھے، مگر تیر اس کثرت سے آرہے تھے کہ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے یہ دیکھا تو پکار کر کہا کہ: محمد! آگے کیوں نہیں بڑھتے۔ کہا کہ: بابا! تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ بھی ہو، بس اتنا توقف فرمائیے کہ تیروں کا ذرا زور تھم جائے۔ فرمایا کہ: نہیں! تیروں اور سنانوں کے اندر گھس کر حملہ کرو۔ ابن حنفیہ کچھ آگے بڑھے، مگر تیراندازوں نے اس طرح گھیرا ڈالا کہ قدم روک لینے پڑے۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین علیہ السلام کی جبین پر شکن آئی اور آگے بڑھ کر تلوار کا دستہ محمد کی پشت پر مارا اور فرمایا: «اَدْرَكَكَ عِرْقٌ مِّنْ اُمِّكَ»[1]: ''یہ مادری رگ کا اثر ہے''۔ اور یہ کہہ کر علم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور آستینوں کو چڑھا کر اس طرح حملہ کیا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فوجِ دشمن میں تہلکہ مچ گیا۔ جس صف کی طرف مڑے وہی صف خالی تھی اور جدھر کا رُخ کیا لاشے تڑپتے ہوئے اور سر گھوڑے کے سموں سے لنڈ ھکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ جب صفوں کو تہ و بالا کر کے پھر اپنے مرکز کی طرف پلٹ آئے تو ابن حنفیہ سے فرمایا کہ: دیکھو بیٹا! اس طرح سے جنگ کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر پھر علم انہیں دیا۔ فرمایا کہ: اب بڑھو! محمد انصار کا ایک دستہ لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔ دشمن بھی نیزے ہلاتے ہوئے اور برچھیاں تولتے ہوئے آگے نکل آئے، مگر شیر دل باپ کے جری بیٹے نے سب پرے اُلٹ دیئے اور دوسرے جانباز مجاہدوں نے بھی میدانِ کارزار کو لالہ زار بنا دیا اور کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

ادھر سے بھی جاں نثاری کا حق پوری طرح ادا کیا جا رہا تھا۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں، مگر اونٹ کے گرد پروانہ وار جان دیتے رہے اور بنی ضبہ کی تو یہ حالت تھی کہ اونٹ کی نکیل تھامنے پر ہاتھ کہنیوں سے کٹ رہے تھے اور سینے چھد رہے تھے، مگر زبانوں پر موت کا ترانہ گونجتا تھا:

نَحْنُ بَنُوْ ضَبَّةَ اَصْحَابُ الْجَمَلْ ۔۔۔ اَلْمَوْتُ اَحْلٰى عِنْدَنَا مِنَ الْعَسَلْ

نَنْعَى ابْنَ عَفَّانَ بِاَطْرَافِ الْاَسَلْ ۔۔۔ نَحْنُ بَنُو الْمَوْتِ اِذَا الْمَوْتُ نَزَلْ

رُدُّوْا عَلَيْنَا شَيْخَنَا ثُمَّ بَجَلْ

''ہمارے نزدیک موت شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ ہم ہیں بنوضبہ اونٹ کے رکھوالے''۔

''ہم موت کے بیٹے ہیں جب موت آئے۔ ہم ابن عفان کی سنانی نیزوں کی زبانی سناتے ہیں''۔

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۴۳۔

''ہمیں ہمارا سردار واپس پلٹا دو (ویسے کا ویسا) اور بس''۔[1]

ان بنی ضبہ کی پست کرداری اور دین سے بے خبری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہوسکتا ہے جسے مدائنی نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

میں نے بصرہ میں ایک شخص کا کان کٹا ہوا دیکھا تو اس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں ''جمل'' کے میدان میں کشتوں کا منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک زخمی نظر آیا جو کبھی سر اٹھاتا تھا اور کبھی زمین پر دے مارتا تھا۔ میں قریب ہوا تو اس کی زبان پر دو شعر تھے:

لَقَدْ اَوْرَدَتْنَا حَوْمَةَ الْمَوْتِ اُمُّنَا فَلَمْ نَنْصَرِفْ اِلَّا وَ نَحْنُ رِوَآءُ

اَطَعْنَا بَنِیْ تَیْمٍ لِشِقْوَةِ جَدِّنَا وَ مَا تَیْمٌ اِلَّآ اَعْبُدٌ وَ اِمَآءُ

''ہماری ماں نے ہمیں موت کے گہرے پانی میں ڈھکیل دیا اور اس وقت تک پلٹنے کا نام نہ لیا جب تک ہم چھک کر سیراب نہ ہو لئے''۔

''ہم نے شومئ قسمت سے بنی تیم کی اطاعت کر لی، حالانکہ ان کے مرد غلام اور ان کی عورتیں کنیزیں ہیں''۔

میں نے اس سے کہا کہ اب شعر پڑھنے کا کون سا موقع ہے، اللہ کو یاد کرو اور کلمہ شہادت پڑھو۔ یہ کہنا تھا کہ اُس نے مجھے غصہ کی نظروں سے دیکھا اور ایک سخت قسم کی گالی دے کر کہا کہ: تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں کلمہ پڑھوں اور آخری وقت میں ڈر جاؤں اور اب بے صبری کا مظاہرہ کروں؟ یہ سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور مزید کچھ کہنا سننا مناسب نہ سمجھا اور پلٹنے کا ارادہ کیا۔ جب اُس نے جانے کیلئے مجھے آمادہ پایا تو کہا کہ ٹھہرو، تمہاری خاطر اسے پڑھ لیتا ہوں، لیکن مجھے سکھا دو۔ میں اُسے کلمہ پڑھانے کیلئے قریب ہوا تو اس نے کہا اور قریب آؤ میں اور قریب ہوا تو اس نے میرا کان دانتوں میں دبا لیا اور اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اُسے جڑ سے نہ کاٹ لیا۔ میں نے سوچا کہ اس مرتے ہوئے پر کیا ہاتھ اٹھاؤں اسے لعن طعن کرتا ہوا پلٹنے کیلئے تیار ہوا تو اس نے کہا کہ: ایک بات اور سن لو۔ میں نے کہا کہ وہ بھی سنا لو تاکہ تمہیں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ اس نے کہا کہ: جب اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھے کہ یہ کان کس نے کاٹا ہے تو کہنا کہ عمرو ابن اہلب ضبی نے کہ جو ایک ایسی عورت کے بھرے میں آ گیا تھا جو امیر المومنین بننا چاہتی تھی۔[2]

بہر صورت جب تلواروں کی کوندتی ہوئی بجلیوں نے ہزاروں کے خرمن ہستی کو بھسم کر دیا اور بنی ازد و بنی ضبہ کے سینکڑوں آدمی نکیل پکڑنے پر کٹ مرے تو حضرتؑ نے فرمایا: «اعْقِرُوا الْجَمَلَ فَاِنَّهٗ شَيْطٰنٌ»[3]: ''اس اونٹ کو پے کرو، یہ شیطان ہے''۔ اور یہ کہہ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ چاروں طرف سے الامان و الحفیظ کی صدائیں آنے لگیں۔ جب اونٹ کے قریب پہنچے تو اشتر نخعی سے کہا کہ: دیکھتے کیا ہو اسے پے

---

[1] دیوان الحماسۃ، ج ۱، ص ۱۰۴۔

[2] مروج الذہب، ج ۱، ص ۳۲۱۔

[3] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۵۳۔

کرو۔ چنانچہ اشتر نے ایسا بھرپور ہاتھ چلایا کہ وہ بلبلاتا ہوا سینہ کے بل زمین پر گرا۔ اور اونٹ کا گرنا تھا کہ فوجِ مخالف میں بھگدڑ مچ گئی اور جنابِ عائشہ کا ہودج یکہ وتنہا رہ گیا۔ اصحابِ امیر المومنینؑ نے بڑھ کر ہودج کو سنبھالا اور محمد ابن ابی بکر نے امیر المومنین علیہ السلام کے حکم سے حضرت عائشہ کو صفیہ بنت حارث کے مکان پر پہنچا دیا۔

۱۰ جمادی الثانیہ ۳۶ھ کو یہ معرکہ ظہر کے وقت شروع ہوا اور اسی دن شام کو ختم ہو گیا۔ اس میں امیر المومنین علیہ السلام کے بائیس ہزار کے لشکر میں سے ایک ہزار ستر اور دوسری روایت کی بنا پر پانچ سو افراد شہید ہوئے اور اُمّ المومنین کے تیس ہزار کے لشکر میں سے سترہ ہزار، دوسرے قول کی بنا پر بیس ہزار کام آئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس ارشاد کی پوری تصدیق ہو گئی کہ: «لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَّوْا اَمْرَهُمُ امْرَاَةً»[1]: ''وہ قوم کبھی کامرانی کا منہ نہیں دیکھ سکتی جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو''۔ (کتاب الامامة والسیاسة، مروج الذہب، عقد الفرید، تاریخ طبری)

۲۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی اس پیشین گوئی کے مطابق بصرہ دو دفعہ غرقاب ہوا: ایک دفعہ قادر باللہ کے دور میں اور ایک دفعہ قائم بامر اللہ کے عہد حکومت میں۔ اور غرق ہونے کی بالکل یہی صورت تھی کہ شہر تو زیر آب تھا اور مسجد کے کنگرے پانی کی سطح پر یوں نظر آتے تھے جیسے کوئی پرندہ سینہ ٹیکے بیٹھا ہو۔

☆☆☆☆☆

[1] صحیح البخاری، ج ۱۰، ص ۵۲۲، حدیث ۴۴۲۵، مطبوعہ دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ۔

(١٤) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ

اَرْضُكُمْ قَرِيْبَةٌ مِّنَ الْمَآءِ، بَعِيْدَةٌ مِّنَ السَّمَآءِ، خَفَّتْ عُقُوْلُكُمْ، وَ سَفِهَتْ حُلُوْمُكُمْ، فَاَنْتُمْ غَرَضٌ لِّنَابِلٍ، وَ اُكْلَةٌ لِّاٰكِلٍ، وَ فَرِيْسَةٌ لِّصَآئِلٍ.

-----☆☆-----

خطبه (۱۴)

یہ بھی اہلِ بصرہ کی مذمت میں ہے

تمہاری زمین (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے دور ہے۔ تمہاری عقلیں سبک اور دانائیاں خام ہیں۔ تم ہر تیر انداز کا نشانہ، ہر کھانے والے کا لقمہ اور ہر شکاری کی صید افگنیوں کا شکار ہو۔

--☆☆--

(١٥) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْمَا رَدَّهٗ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَطَآئِعِ عُثْمَانَ

وَاللّٰهِ! لَوْ وَجَدْتُّهٗ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَآءُ وَ مُلِكَ بِهِ الْاِمَآءُ لَرَدَدْتُّهٗ، فَاِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً، وَ مَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ، فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ اَضْيَقُ.

-----☆☆-----

خطبه (۱۵)

حضرت عثمان کی عطا کردہ جاگیریں جب مسلمانوں کو پلٹا دیں تو فرمایا

خدا کی قسم! اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آتا جو عورتوں کے مہر اور کنیزوں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہوتا تو اسے بھی واپس پلٹا لیتا۔ چونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وسعت ہے اور جسے عدل کی صورت میں تنگی محسوس ہو اُسے ظلم کی صورت میں اور زیادہ تنگی محسوس ہوگی۔

--☆☆--

(١٦) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا بُوْيِعَ بِالْمَدِيْنَةِ

ذِمَّتِيْ بِمَآ اَقُوْلُ رَهِيْنَةٌ، ﴿وَ اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝﴾. اِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمَثُلَاتِ حَجَزَتْهُ التَّقْوٰى عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ، اَلَا وَ اِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ كَهَيْئَتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ، وَ الَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَتُبَلْبَلُنَّ بَلْبَلَةً، وَ لَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً وَ لَتُسَاطُنَّ سَوْطَ الْقِدْرِ

خطبه (۱۶)

جب مدینہ میں آپؑ کی بیعت ہوئی تو فرمایا

میں اپنے قول کا ذمہ دار اور اس کی صحت کا ضامن ہوں۔ جس شخص کو اس کے دیدۂ عبرت نے گزشتہ عقوبتیں واضح طور سے دکھا دی ہوں، اسے تقویٰ شبہات میں اندھا دھند کودنے سے روک لیتا ہے۔ تمہیں جاننا چاہیے کہ تمہارے لئے وہی ابتلا آت پھر پلٹ آئے ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت تھے۔ اس ذات کی قسم جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا! تم بری طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے اور اس طرح چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو

حَتّٰى يَعُوْدَ اَسْفَلُكُمْ اَعْلَاكُمْ، وَ اَعْلَاكُمْ اَسْفَلَكُمْ، وَ لَيَسْبِقَنَّ سَابِقُوْنَ كَانُوْا قَصَرُوْا، وَ لَيَقْصُرَنَّ سَبَّاقُوْنَ كَانُوْا سَبَقُوْا. وَاللهِ! مَا كَتَمْتُ وَشْمَةً وَّ لَا كَذَبْتُ كِذْبَةً، وَ لَقَدْ نُبِّئْتُ بِهٰذَا الْمَقَامِ وَ هٰذَا الْيَوْمِ.

چھانا جاتا ہے اور اس طرح خلط ملط کئے جاؤ گے جس طرح (چمچے سے) ہنڈیا، یہاں تک کہ تمہارے ادنیٰ اعلیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائیں گے جو پیچھے تھے آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے۔ خدا کی قسم! میں نے کوئی بات پردے میں نہیں رکھی، نہ کبھی کذب بیانی سے کام لیا۔ مجھے اس مقام اور اس دن کی پہلے ہی سے خبر دی جا چکی ہے۔

اَلَا وَ اِنَّ الْخَطَايَا خَيْلٌ شُمُسٌ حُمِلَ عَلَيْهَاۤ اَهْلُهَا، وَ خُلِعَتْ لُجُمُهَا فَتَقَحَّمَتْ بِهِمْ فِي النَّارِ، اَلَا وَ اِنَّ التَّقْوٰى مَطَايَا ذُلُلٌ حُمِلَ عَلَيْهَاۤ اَهْلُهَا، وَ اُعْطُوْۤا اَزِمَّتَهَا، فَاَوْرَدَتْهُمُ الْجَنَّةَ.

معلوم ہونا چاہیے کہ گناہ ان سرکش گھوڑوں کے مانند ہیں جن پر ان کے سواروں کو سوار کر دیا گیا ہو اور باگیں بھی ان کی اتار دی گئی ہوں اور وہ لے جا کر انہیں دوزخ میں پھاند پڑیں۔ اور تقویٰ رام کی ہوئی سواریوں کے مانند ہے جن پر انکے سواروں کو سوار کیا گیا ہو، اس طرح کہ باگیں ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہوں اور وہ انہیں (باطمینان) لے جا کر جنت میں اتار دیں۔

حَقٌّ وَّ بَاطِلٌ، وَ لِكُلٍّ اَهْلٌ، فَلَئِنْ اَمِرَ الْبَاطِلُ لَقَدِيْمًا فَعَلَ، وَ لَئِنْ قَلَّ الْحَقُّ فَلَرُبَّمَا وَ لَعَلَّ، وَ لَقَلَّمَاۤ اَدْبَرَ شَیْءٌ فَاَقْبَلَ.

ایک حق ہوتا ہے اور ایک باطل اور کچھ حق والے ہوتے ہیں، کچھ باطل والے۔ اب اگر باطل زیادہ ہو گیا تو یہ پہلے بھی بہت ہوتا رہا ہے اور اگر حق کم ہو گیا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اسکے بعد باطل پر چھا جائے۔ اگرچہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی چیز پیچھے ہٹ کر آگے بڑھے۔

اَقُوْلُ: اِنَّ فِیْ هٰذَا الْكَلَامِ الْاَدْنٰى مِنْ مَّوَاقِعِ الْاِحْسَانِ مَا لَا تَبْلُغُهٗ مَوَاقِعُ الْاِسْتِحْسَانِ، وَ اِنَّ حَظَّ الْعَجَبِ مِنْهُ اَكْثَرُ مِنْ حَظِّ الْعَجَبِ بِهٖ، وَ ـ فِيْهِ مَعَ الْحَالِ الَّتِیْ وَصَفْنَا ـ زَوَائِدُ مِنَ الْفَصَاحَةِ، لَا يَقُوْمُ بِهَا لِسَانٌ، وَ لَا يَطَّلِعُ فَجَّهَا اِنْسَانٌ، وَ لَا يَعْرِفُ مَاۤ اَقُوْلُ اِلَّا مَنْ ضَرَبَ فِیْ هٰذِهٖ

علامہ رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس مختصر سے کلام میں واقعی خوبیوں کے اتنے مقام ہیں کہ احساس خوبی کا اس کے تمام گوشوں کو پا نہیں سکتا اور اس کلام سے حیرت و استعجاب کا حصہ پسندیدگی کی مقدار سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس حالت کے باوجود جو ہم نے بیان کی ہے اس میں فصاحت کے اتنے بے شمار پہلو ہیں کہ جن کے بیان کرنے کا یارا نہیں، نہ کوئی انسان اس کی عمیق گہرائیوں تک پہنچ سکتا ہے۔ میری اس بات کو وہی جان سکتا ہے جس نے اس فن کا پورا پورا حق

الصِّنَاعَةِ بِحَقٍّ، وَ جَرٰى فِيْهَا عَلٰى عِرْقٍ، ﴿وَ مَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۝﴾.

[وَ مِنْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ]

شُغِلَ مَنِ الْجَنَّةُ وَ النَّارُ اَمَامَهٗ، سَاعٍ سَرِيْعٌ نَجَا، وَ طَالِبٌ بَطِيْءٌ رَّجَا، وَ مُقَصِّرٌ فِي النَّارِ هَوٰى. اَلْيَمِيْنُ وَ الشِّمَالُ مَضَلَّةٌ، وَ الطَّرِيْقُ الْوُسْطٰى هِيَ الْجَادَّةُ عَلَيْهَا بَاقِي الْكِتَابِ وَ اٰثَارُ النُّبُوَّةِ، وَ مِنْهَا مَنْفَذُ السُّنَّةِ، وَ اِلَيْهَا مَصِيْرُ الْعَاقِبَةِ.

هَلَكَ مَنِ ادَّعٰى، وَ خَابَ مَنِ افْتَرٰى، مَنْ اَبْدٰى صَفْحَتَهٗ لِلْحَقِّ هَلَكَ، وَ كَفٰى بِالْمَرْءِ جَهْلًا اَلَّا يَعْرِفَ قَدْرَهٗ، لَايَهْلِكُ عَلَى التَّقْوٰى سِنْخُ اَصْلٍ، وَ لَا يَظْمَاُ عَلَيْهَا زَرْعُ قَوْمٍ. فَاسْتَتِرُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ، ﴿وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾، وَ التَّوْبَةُ مِنْ وَّرَآئِكُمْ، وَ لَا يَحْمَدْ حَامِدٌ اِلَّا رَبَّهٗ، وَ لَا يَلُمْ لَآئِمٌ اِلَّا نَفْسَهٗ.

-----☆☆-----

ادا کیا ہو اور اس کے رگ و ریشہ سے واقف ہو اور "جاننے والوں کے سوا کوئی ان کو نہیں سمجھ سکتا"۔

[اسی خطبے کا ایک حصہ یہ ہے:]

جس کے پیشِ نظر دوزخ و جنت ہو، اس کی نظر کسی اور طرف نہیں اُٹھ سکتی، جو تیز قدم دوڑنے والا ہے وہ نجات یافتہ ہے اور جو طلبگار ہو، مگر سست رفتار اُسے بھی توقع ہو سکتی ہے، مگر جو (ارادۃً) کوتاہی کرنے والا ہو اُسے تو دوزخ ہی میں گرنا ہے۔ دائیں بائیں گمراہی کی راہیں ہیں اور درمیانی راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس راستے پر اللہ کی ہمیشہ رہنے والی کتاب اور نبوت کے آثار ہیں۔ اسی سے شریعت کا نفاذ و اجرا ہوا اور اسی کی طرف آخر کار بازگشت ہے۔

جس نے (غلط) ادّعا کیا وہ تباہ و برباد ہوا اور جس نے افتراء باندھا وہ ناکام و نامراد رہا[1]۔ جو حق کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے تباہ ہو جاتا ہے اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچانے[2]۔ وہ اصل و اساس، جو تقویٰ پر ہو برباد نہیں ہوتی اور اس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کشت (عمل) بے آب و خشک نہیں رہتی۔ تم اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ، آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرو، توبہ تمہارے عقب میں ہے۔ حمد کرنے والا صرف اپنے پروردگار کی حمد کرے اور بھلا برا کہنے والا اپنے ہی نفس کی ملامت کرے۔

--☆☆--

[1] بعض نسخوں میں: «مَنْ اَبْدٰى صَفْحَتَهٗ لِلْحَقِّ هَلَكَ» کے بعد «عِنْدَ جَهَلَةِ النَّاسِ» بھی مرقوم ہے۔ اس بنا پر اس جملہ کے یہ معنی ہوں گے کہ جو حق کی خاطر کھڑا ہو وہ جاہلوں کے نزدیک تباہ و برباد ہوتا ہے۔

[2] عظمت و جلالِ الٰہی سے دل و دماغ کے متاثر ہونے کا نام تقویٰ ہے جس کے نتیجے میں انسان کی روح خوف و خشیت الٰہی سے معمور ہو جاتی ہے

اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عبادت و ریاضت میں سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ناممکن ہے کہ دل میں اس کا خوف بسا ہو اور اس کا اظہار انسان کے افعال و اعمال سے نہ ہو اور عبادت و نیاز مندی سے چونکہ نفس کی اصلاح اور روح کی تربیت ہوتی ہے، لہٰذا جوں جوں عبادت میں اضافہ ہوتا ہے، نفس کی پاکیزگی بڑھتی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں تقویٰ کا اطلاق کبھی خوف و خشیت پر، کبھی بندگی اور نیاز مندی پر اور کبھی پاکیزگی قلب و روح پر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ﴿وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ﴾[1] میں تقویٰ سے مراد خوف ہے اور ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾[2] میں تقویٰ سے مراد عبادت و بندگی ہے اور ﴿وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾[3] میں تقویٰ سے مراد پاکیزگی نفس اور طہارتِ قلب ہے۔

احادیث میں تقویٰ کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں:

پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان واجبات کی پابندی اور محرمات سے کنارہ کشی کرے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ مستحبات کی بھی پابندی کرے اور مکروہات سے بھی دامن بچا کر رہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ شبہات میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے حلال چیزوں سے بھی ہاتھ اٹھالے۔

پہلا درجہ عوام کا، دوسرا درجہ خواص کا اور تیسرا درجہ خاص الخواص کا ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے ان تینوں درجوں کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اعمال بجالائے ان پر جو وہ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس میں کچھ گناہ نہیں۔ جب انہوں نے پرہیز گاری اختیار کر لی اور ایمان لے آئے اور نیک کام کئے، پھر پرہیز گاری کی اور ایمان لے آئے پھر پرہیز گاری کی اور اچھے کام کئے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔[4]

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسی عمل کیلئے جماؤ ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو اور وہی کشتِ عمل پھلے پھولے گی جسے تقویٰ کے پانی سے سینچا گیا ہو، کیونکہ عبادت وہی ہے جس میں احساسِ عبودیت کارفرما ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ﴾

---

[1] سورۂ بقرہ، آیت ۴۱۔

[2] سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۲۔

[3] سورۂ نور، آیت ۵۲۔

[4] سورۂ مائدہ، آیت ۹۳۔

کیاوہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اوراس کی خوشنودی پر رکھی، وہ بہتر ہے یاوہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ہ ایک گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ جو اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے ۔[1]

چنانچہ ہر وہ اعتقاد جس کی اساس،علم ویقین پر نہ ہواس عمارت کے مانند ہے جو بغیر بنیاد کے کھڑی کی گئی ہو،جس میں ثبات وقرار نہیں ہو سکتااور ہر وہ عمل جو بغیر تقویٰ کے ہواس کھیتی کے مانند ہے جو آبیاری کے نہ ہونے کی وجہ سے سُوکھ جائے ۔

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ توبہ، آیت ۱۰۹۔

(۱۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ صِفَةِ مَن يَّتَصَدّٰى لِلْحُكْمِ بَيْنَ الْاُمَّةِ وَ لَيْسَ لِذٰلِكَ بِاَهْلٍ:

اِنَّ اَبْغَضَ الْخَلَآئِقِ اِلَى اللهِ رَجُلَانِ:

رَجُلٌ وَّكَلَهُ اللهُ اِلٰى نَفْسِهٖ، فَهُوَ جَآئِرٌ عَنْ قَصْدِ السَّبِيْلِ، مَشْغُوْفٌۢ بِكَلَامِ بِدْعَةٍ وَّ دُعَآءِ ضَلَالَةٍ، فَهُوَ فِتْنَةٌ لِّمَنِ افْتَتَنَ بِهٖ، ضَالٌّ عَنْ هَدْيِ مَنْ كَانَ قَبْلَهٗ، مُضِلٌّ لِّمَنِ اقْتَدٰى بِهٖ فِیْ حَيَاتِهٖ وَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهٖ، رَهْنٌۢ بِخَطِيْٓئَتِهٖ.

وَ رَجُلٌ قَمَشَ جَهْلًا مُّوْضِعٌ فِیْ جُهَّالِ الْاُمَّةِ، عَادٍ فِیْٓ اَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ، عَمٍۢ بِمَا فِیْ عَقْدِ الْهُدْنَةِ، قَدْ سَمَّاهُ اَشْبَاهُ النَّاسِ عَالِمًا وَّ لَيْسَ بِهٖ، بَكَّرَ فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ، مَا قَلَّ مِنْهُ خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ، حَتّٰۤى اِذَا ارْتَوٰى مِنْ مَّآءٍ اٰجِنٍ، وَ اكْتَنَزَ مِن غَيْرِ طَآئِلٍ. جَلَسَ بَيْنَ النَّاسِ قَاضِيًا ضَامِنًا لِّتَخْلِيْصِ مَا الْتَبَسَ عَلٰى غَيْرِهٖ، فَاِنْ نَزَلَتْ بِهٖۤ اِحْدَى الْمُبْهَمَاتِ هَيَّاَ لَهَا حَشْوًا رَّثًّا مِّنْ رَّاْيِهٖ، ثُمَّ قَطَعَ بِهٖ، فَهُوَ مِنْ لَّبْسِ الشُّبُهَاتِ فِیْ مِثْلِ نَسْجِ

خطبہ (۱۷)

ان لوگوں کے بارے میں جو اُمت کے فیصلے چکانے کیلئے مسند قضا پر بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے:

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں:

ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہو (یعنی اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب کر لی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا، بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے ہوا خواہوں کیلئے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے برگشتہ ہے۔ وہ تمام ان لوگوں کیلئے جو اس کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد اس کی پیروی کریں، گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے اور خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے۔

اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے جہالت کی باتوں کو (اِدھر اُدھر سے) بٹور لیا ہے۔ وہ اُمت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کیا کرتا ہے اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ چند انسانی شکل و صورت سے ملتے جلتے ہوئے لوگوں نے اسے عالم کا لقب دے رکھا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ وہ ایسی (بے سود) باتوں کے سمیٹنے کیلئے منہ اندھیرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس گندے پانی سے سیراب ہو لیتا ہے اور لایعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے۔ اگر کوئی الجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اس کیلئے بھرتی کی فرسودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے اور پھر اس پر یقین بھی کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ

الْعَنْكَبُوْتِ، لَا يَدْرِیْ اَصَابَ اَمْ اَخْطَاَ، فَاِنْ اَصَابَ خَافَ اَنْ یَّكُوْنَ قَدْ اَخْطَاَ، وَ اِنْ اَخْطَاَ رَجَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ قَدْ اَصَابَ. جَاهِلٌ خَبَّاطُ جَهَالَاتٍ، عَاشٍ رَّكَّابُ عَشَوَاتٍ، لَمْ یَعَضَّ عَلَى الْعِلْمِ بِضِرْسٍ قَاطِعٍ، یُذْرِی الرِّوَایَاتِ اِذْرَآءَ الرِّیْحِ الْهَشِیْمَ. لَا مَلِیٌّ وَاللّٰهِ! بِاِصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَیْهِ، وَ لَا هُوَ اَهْلٌ لِّمَا فُوِّضَ اِلَیْهِ، لَا یَحْسَبُ الْعِلْمَ فِیْ شَیْءٍ مِّمَّاۤ اَنْكَرَهٗ، وَ لَا یَرٰی اَنَّ مِنْ وَّرَآءِ مَا بَلَغَ مَذْهَبًا لِّغَیْرِهٖ، وَ اِنْ اَظْلَمَ عَلَیْهِ اَمْرٌ اكْتَتَمَ بِهٖ لِمَا یَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهٖ، تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَآئِهِ الدِّمَآءُ، وَ تَعِجُّ مِنْهُ الْمَوَارِیْثُ.

اِلَى اللّٰهِ اَشْكُوْ مِنْ مَّعْشَرٍ یَّعِیْشُوْنَ جُهَّالًا، وَ یَمُوْتُوْنَ ضُلَّالًا، لَیْسَ فِیْهِمْ سِلْعَةٌ اَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ اِذَا تُلِیَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ، وَلَا سِلْعَةٌ اَنْفَقُ بَیْعًا وَّ لَاۤ اَغْلٰی ثَمَنًا مِّنَ الْكِتَابِ اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ، وَ لَا عِنْدَهُمْ اَنْكَرُ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَ لَاۤ اَعْرَفُ مِنَ الْمُنْكَرِ.

-----☆☆-----

شبہات کے الجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے جس طرح مکڑی خود اپنے ہی جالے کے اندر۔ وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح بات بھی کہی ہو تو اسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو۔ وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور اپنی نظر کے دھندلا پن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے۔ نہ اس نے حقیقت علم کو پرکھا نہ اس کی تہ تک پہنچا۔ وہ روایات کو اس طرح درہم و برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو۔ خدا کی قسم! وہ ان مسائل کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پوچھے جاتے ہیں۔ اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپرد کیا گیا ہے۔ جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابلِ اعتنا علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے اور جو بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی اسے پی جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی جہالت کو خود جانتا ہے۔ (ناحق بہائے ہوئے) خون اس کے ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد کو پہنچی ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں۔

اللہ ہی سے شکوہ ہے ان لوگوں کا جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مرجاتے ہیں۔ ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں، جبکہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں، اس وقت جب کہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے۔ ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں۔

--☆☆--

ل امیر المومنین علیہ السلام نے دو قسم کے لوگوں کو اللہ کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق قرار دیا ہے: ایک وہ جو سرے سے اصول عقائد ہی میں گمراہ ہیں اور گمراہی کی نشر و اشاعت میں لگے رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس و رائے سے احکام گڑھ لیتے ہیں اور اپنے مقلدین کا ایک حلقہ پیدا کر کے ان میں خود ساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں۔ایسے لوگوں کی گمراہی و کجروی صرف ان کی ذات تک محدود نہیں رہتی، بلکہ ان کی ضلالت کا بویا ہوا بیج برگ و بار لاتا ہے اور ایک تناور شجر کی صورت اختیار کر کے گمراہوں کو ہمیشہ اپنے سایہ میں پناہ دیتا رہتا ہے اور یہ گمراہی بڑھتی ہی رہتی ہے اور چونکہ اس گمراہی کے اصل بانی یہی لوگ ہوتے ہیں،اس لئے دوسروں کی گمراہی کا بوجھ بھی انہی کے سر لادا جائے گا۔چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَلَيَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ﴾

یہ لوگ اپنے (گناہوں کا) بوجھ تو یقیناً اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ (جنہیں گمراہ کیا ہے) ان کے بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑیں گے۔[1]

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ عنکبوت، آیت ۱۳۔

(۱۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ ذَمِّ اخْتِلَافِ الْعُلَمَآءِ فِی الْفُتْيَا

تَرِدُ عَلٰۤى اَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِیْ حُكْمٍ مِّنَ الْاَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيْهَا بِرَاْيِهٖ، ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا عَلٰى غَيْرِهٖ فَيَحْكُمُ فِيْهَا بِخِلَافِهٖ، ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْاِمَامِ الَّذِی اسْتَقْضَاهُمْ، فَيُصَوِّبُ اٰرَآءَهُمْ جَمِيْعًا، وَ اِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ، وَ نَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ، وَ كِتَابُهُمْ وَاحِدٌ.

اَفَاَمَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْاِخْتِلَافِ فَاَطَاعُوْهُ؟ اَمْ نَهَاهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ؟ اَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ دِيْنًا نَّاقِصًا فَاسْتَعَانَ بِهِمْ عَلٰۤى اِتْمَامِهٖ؟ اَمْ كَانُوْا شُرَكَآءَ لَهٗ فَلَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا وَ عَلَيْهِ اَنْ يَّرْضٰى؟ اَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ دِيْنًا تَامًّا فَقَصَّرَ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وآلہ عَنْ تَبْلِيْغِهٖ وَ اَدَآئِهٖ؟ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾، فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَیْءٍ، وَ ذَكَرَ اَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا، وَ اَنَّهٗ لَا اخْتِلَافَ فِيْهِ، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ: ﴿وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۝﴾. وَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ ظَاهِرُهٗ اَنِيْقٌ وَّ بَاطِنُهٗ عَمِيْقٌ، لَا تَفْنٰى عَجَآئِبُهٗ، وَ لَا

خطبه (۱۸)

فتاویٰ میں علماء کے مختلف الآرا ہونے کی مذمت میں فرمایا

جب[1] ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کیلئے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔ پھر وہی مسئلہ بعینہٖ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے۔ پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انہیں قاضی بنا رکھا ہے تو وہ سب کی رایوں کو صحیح قرار دیتا ہے، حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے۔

(انہیں غور تو کرنا چاہیے) کیا اللہ نے انہیں اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کر کے اس کا حکم بجا لاتے ہیں۔ یا اس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کر کے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کیلئے ہاتھ بٹانے کا خواہشمند ہوا تھا۔ یا یہ کہ اللہ کے شریک تھے کہ انہیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضا مند رہے۔ یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اتارا تھا مگر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی۔ اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ: "ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی" اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ: قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ: "اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا تو تم اس میں کافی اختلاف پاتے" اور یہ کہ اس کا ظاہر خوش نما اور باطن گہرا ہے۔ نہ اس کے

تَنْقَضِیْ غَرَآئِبُهٗ، وَ لَا تُكْشَفُ الظُّلُمٰتُ اِلَّا بِهٖ.

عجائبات مٹنے والے اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ ظلمت (جہالت) کا پردہ اسی سے چاک کیا جاتا ہے۔

-----☆☆-----

--☆☆--

۱؎ یہ مسئلہ محل نزاع ہے کہ جس چیز پر شرع کی رو سے کوئی قطعی دلیل قائم نہ ہو، آیا واقع میں اس کا کوئی حکم ہوتا بھی ہے یا نہیں؟
ابوالحسن اشعری اوران کے استاد ابوعلی جبائی کا مسلک یہ ہے کہ اللہ نے اس کیلئے کوئی حکم تجویز ہی نہیں کیا بلکہ ایسے موارد میں تشریع وحکم کا اختیار مجتہدین کو سونپ دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے جسے حرام ٹھہرالیں اسے واقعی حرام قرار دے دیا جائے گا اور جسے حلال کر دیں اسے واقعی حلال سمجھ لیا جائے گا اور اگر کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ تو پھر جتنی ان کی رائے ہوں گی اتنے احکام بنتے چلے جائیں گے اوران میں سے ہر ایک کا نقطہ نگاہ حکم واقعی کا ترجمان ہوگا۔ مثلاً اگر ایک مجتہد کی رائے یہ ٹھہری کہ نبیذ حرام ہے اور دوسرے مجتہد کی رائے یہ ہوئی کہ نبیذ حلال ہے تو وہ واقع میں حلال بھی ہوگی اور حرام بھی۔ یعنی جو اسے حرام سمجھے اس کیلئے پینا ناجائز ہے اور جو حلال سمجھ کر پیئے اس کیلئے پینا جائز ہے۔ چنانچہ شہرستانی اس تصویب کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

فَمِنَ الْاُصُوْلِیِّیْنَ مَنْ صَارَ اِلٰٓی اَنْ لَّا حُكْمَ لِلّٰهِ تَعَالٰی فِی الْوَقَآئِعِ الْمُجْتَهَدِ فِیْهَا حُكْمًا بِعَیْنِهٖ قَبْلَ الْاِجْتِهَادِ مِنْ جَوَازٍ وَّ حَظَرٍ وَّ حَلَالٍ وَّ حَرَامٍ، وَ اِنَّمَا حُكْمُهٗ تَعَالٰی مَآ اَدّٰی اِلَیْهِ اجْتِهَادُ الْمُجْتَهِدِ وَ اَنَّ هٰذَا الْحُكْمَ مَنُوْطٌ بِهٰذَا السَّبَبِ، فَمَا لَمْ یُوْجَدِ السَّبَبُ لَمْ یَثْبُتِ الْحُكْمُ۔۔۔ وَ عَلٰی هٰذَا الْمَذْهَبِ كُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِیْبٌ فِی الْحُكْمِ.

اصولیین کا ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد کیا جاتا ہے، ان کیلئے جواز وعدم جواز اور حلال وحرام کے اعتبار سے کوئی طے شدہ حکم نہیں ہوتا، بلکہ جو مجتہد کی رائے ہوتی ہے وہی خدا کا حکم ہوتا ہے۔ کیونکہ حکم کا قرار پانا ہی اس پر موقوف ہے کہ وہ کسی مجتہد کے نظریئے سے طے ہو۔ اگر یہ چیز نہ ہوگی تو حکم بھی ثابت نہ ہوگا۔ اور اس مسلک کی بنا پر ہر مجتہد اپنی رائے میں درست ہوگا۔ (کتاب الملل والنحل، ص ۹۸)

اس صورت میں مجتہد کو خطا سے اس لئے محفوظ سمجھا جاتا ہے کہ خطا تو وہاں متصور ہوا کرتی ہے جہاں کوئی قدم واقع کے خلاف اُٹھے اور جہاں کوئی واقع ہی نہ ہو وہاں خطا کے کیا معنی؟۔

اس کے علاوہ اس صورت میں بھی مجتہد سے خطا کا امکان نہ ہوگا کہ جب یہ نظریہ قائم کرلیا جائے کہ مجتہدین کی آئندہ جتنی رائیں ہونے والی تھیں اللہ نے ان سے باخبر ہونے کی بنا پر پہلے ہی سے اتنے احکام بنا رکھے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہر رائے حکم واقعی کے مطابق ہی پڑتی ہے۔

یا یہ کہ اس نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ مجتہدین کی رایوں کو ان طے شدہ احکام سے باہر نہ ہونے دے گا۔

یا یہ کہ برسبیل اتفاق ان میں سے ہر ایک کی رائے ان احکام میں سے کسی ایک نہ ایک حکم سے بہرصورت موافقت کرے گی۔

لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہد کی رائے کے تابع ٹھہرایا ہے اور نہ آراء کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کیلئے واقع میں متعدد احکامات بنائے ہیں۔ البتہ جب مجتہد کی حکم واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی تو تلاش وتفحص کے بعد جو نظریہ اس کا قرار پاتا ہے اس پر عمل پیرا ہونا اس کیلئے اور اس کے مقلدین کیلئے کفایت کرجاتا ہے، لیکن اس کی حیثیت صرف حکم ظاہری کی ہوتی ہے جو حکم واقعی کا بدل ہے اور ایسی صورت میں حکم واقعی کے چھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اس کی تہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ مگر اس پر کیا اختیار کہ دُرِشاہوار کے بجائے خالی صدف ہی اس کے ہاتھ لگے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اس کی بھی آدھی قیمت لگا دے تاکہ نہ اس کی محنت اکارت جائے اور نہ اس کی ہمت ٹوٹنے پائے۔

اگر اس تصویب کے اصول کو مان لیا جائے تو پھر ہر فتویٰ کو درست اور ہر قول کو صحیح ماننا پڑے گا۔ جیسا کہ میبذی نے فواتح میں لکھا ہے:

حق در این مسئلہ مذہب اشعری است، پس تو اند بود کہ مذاہب متناقضہ ہمہ حق باشند زنہار در شانِ علماء گمان بد مبر و زبان بطعن ایشان مکشا۔

جب متضاد نظریئے اور مختلف فتوے تک صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں تو حیرت ہے کہ بعض نمایاں افراد کے اقدامات کو خطائے اجتہادی سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے، جب کہ مجتہد کیلئے خطا کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ اگر عقیدہ تصویب صحیح ہے تو امیر شام اور اُمّ المومنین کے اقدامات درست ماننا پڑیں گے اور اگر ان کے اقدامات غلط سمجھے جاتے ہیں تو تسلیم کیجئے کہ اجتہاد ٹھوکر بھی کھا سکتا ہے اور تصویب کا عقیدہ غلط ہے اور یہ اپنے مقام پر طے ہوتا رہے گا کہ اُمّ المومنین کے اجتہاد میں انوثیت تو سدراہ نہیں ہوتی یا امیر شام کا یہ اجتہاد تھا یا کچھ اور۔ بہرصورت یہ تصویب کا عقیدہ خطاؤں کو چھپانے اور غلطیوں پر حکم الٰہی کی نقاب ڈالنے کیلئے ایجاد کیا گیا تھا تاکہ نہ مقصد برآریوں میں روک پیدا ہو اور نہ من مانی کارروائیوں کے خلاف کوئی زبان کھول سکے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کی راہ سے کٹ کر اور وحی الٰہی کی روشنی سے آنکھیں بند کر کے قیاس ورائے کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں اور دین کو افکار وآراء کی آماجگاہ بنا کر نت نئے فتوے دیتے رہتے ہیں اور اپنے جی سے احکام گڑھ کر اختلافات کے شاخسانے چھوڑتے رہتے ہیں اور پھر تصویب کی بنا پر تمام مختلف ومتضاد احکام کو اللہ کی طرف سے سمجھ لیتے ہیں۔ گویا ان کا ہر حکم وحی الٰہی کا ترجمان ہے کہ نہ ان کا کوئی حکم غلط ہوسکتا ہے اور نہ کسی موقعہ پر وہ ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرتؑ اس مسلک کی ردّ میں فرماتے ہیں کہ:

* ا۔ جب اللہ ایک، کتاب ایک اور رسول ایک ہے، تو پھر دین بھی ایک ہی ہونا چاہیے اور جب دین ایک ہے تو ایک ہی چیز کیلئے مختلف و متضاد احکام کیونکر ہو سکتے ہیں، کیونکہ حکم میں تضاد اس صورت میں ہوا کرتا ہے کہ جب حکم دینے والا پہلا حکم بھول چکا ہو، یا اس پر غفلت یا مدہوشی طاری ہوگئی ہو، یا جان بوجھ کر ان بھول بھلیوں میں رکھنا چاہتا ہو اور اللہ و رسولؐ ان چیزوں سے بلند تر ہیں۔ لہٰذا اس اختلاف کو ان کی طرف

منسوب نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ اختلافات ان لوگوں کے خیالات و آراء کا نتیجہ ہیں کہ جنہوں نے قیاس آرائیوں سے دین کے نقوش کو مسخ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

✶ ۲۔ اللہ نے یا تو ان اختلافات سے منع کیا ہوگا یا اختلاف پیدا کرنے کا حکم دیا ہوگا۔ اگر حکم دیا ہے تو وہ کہاں اور کس مقام پر ہے اور ممانعت کو سننا چاہو تو قرآن کہتا ہے:

﴿قُلْ آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ۝۵۹﴾

ان سے کہو کہ کیا اللہ نے تمہیں اجازت دے دی ہے یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو۔[1]

یعنی ہر وہ چیز جو بحکم خدا نہ ہو وہ افترا ہے اور افترا ممنوع و حرام ہے اور افترا پردازوں کیلئے عقبیٰ میں نہ فوز و کامرانی ہے نہ فلاح و بہبود۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۝۱۱۶ؕ﴾

جو تمہاری زبانوں پر جھوٹی باتیں چڑھی ہوئی ہیں انہیں کہا نہ کرو اور نہ اپنی طرف سے حکم لگایا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تا کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو اور جو افترا پردازیاں کرتے ہیں وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار نہ ہوں گے۔[2]

✶ ۳۔ اگر اللہ ہی نے دین کو نا تمام رکھا ہے تو اسے ادھورا چھوڑنے کی یہ وجہ ہوگی کہ اس نے اپنے بندوں سے یہ چاہا ہوگا کہ وہ شریعت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور شریعت سازی میں اس کے شریک ہوں، تو یہ عقیدہ سراسر شرک ہے۔ اگر اس نے دین کو مکمل اتارا ہے تو پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پہنچانے میں کوتاہی کی ہوگی تا کہ دوسروں کیلئے اس میں قیاس و رائے کی گنجائش رہے تو معاذ اللہ! یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمزوری اور انتخابِ قدرت پر بدنما دھبہ ہوگا۔

✶ ۴۔ اللہ سبحانہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ: ”ہم نے کتاب میں کسی چیز کو اٹھا نہیں رکھا اور ہر ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیا ہے“ تو پھر قرآن سے ہٹ کر جو حکم تراشا جائے گا وہ شریعت سے باہر ہوگا اور اس کی اساس علم و بصیرت اور قرآن و سنت پر نہ ہوگی، بلکہ اپنی ذاتی رائے اور اپنا ذاتی فیصلہ ہوگا جس کا دین و مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں سمجھا جا سکتا۔

✶ ۵۔ قرآن دین کا مبنیٰ و ماخذ اور احکامِ شریعت کا سرچشمہ ہے۔ اگر احکامِ شریعت مختلف اور جدا جدا ہوتے تو پھر اس میں بھی اختلاف ہونا چاہیے تھا اور اس میں اختلاف ہوتا تو یہ اللہ کا کلام نہ رہتا اور جب یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر شریعت کے احکام مختلف ہو ہی نہیں سکتے کہ تمام مختلف و متضاد نظریوں کو صحیح سمجھ لیا جائے اور قیاسی فتووں کو اس کا حکم قرار دے دیا جائے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ یونس، آیت ۵۹۔

[2] سورۂ نحل، آیت ۱۱۶۔

(۱۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لِلْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ وَّ هُوَ عَلٰى مِنْۢبَرِ الْكُوْفَةِ يَخْطُبُ، فَمَضٰى فِیْ بَعْضِ كَلَامِهٖ شَیْءٌ اعْتَرَضَهُ الْاَشْعَثُ فَقَالَ: يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذِهٖ عَلَيْكَ لَا لَكَ، فَخَفَضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَيْهِ بَصَرَهٗ ثُمَّ قَالَ:

مَا يُدْرِيْكَ مَا عَلَیَّ مِمَّا لِیْ؟ عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ لَعْنَةُ اللَّاعِنِيْنَ! حَآئِكُ ابْنُ حَآئِكٍ! مُنَافِقُ ابْنُ كَافِرٍ! وَاللّٰهِ! لَقَدْ اَسَرَكَ الْكُفْرُ مَرَّةً وَّ الْاِسْلَامُ اُخْرٰى، فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَّاحِدَةٍ مِّنْهُمَا مَالُكَ وَ لَا حَسَبُكَ. وَ اِنَّ امْرَاً دَلَّ عَلٰى قَوْمِهِ السَّيْفَ، وَ سَاقَ اِلَيْهِمُ الْحَتْفَ، لَحَرِیٌّ اَنْ يَّمْقُتَهُ الْاَقْرَبُ، وَ لَا يَاْمَنَهُ الْاَبْعَدُ.

اَقُوْلُ: يُرِيْدُ عليه السلام اَنَّهٗ اُسِرَ فِی الْكُفْرِ مَرَّةً، وَ فِی الْاِسْلَامِ مَرَّةً. وَ اَمَّا قَوْلُهٗ عليه السلام «دَلَّ عَلٰى قَوْمِهِ السَّيْفَ» فَاَرَادَ بِهٖ حَدِيْثًا كَانَ لِلْاَشْعَثِ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ بِالْيَمَامَةِ، غَرَّ فِيْهِ قَوْمَهٗ، وَ مَكَرَ بِهِمْ حَتّٰۤى اَوْقَعَ بِهِمْ خَالِدٌ، وَ كَانَ قَوْمُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ يُسَمُّوْنَهٗ «عُرْفَ النَّارِ»، وَ هُوَ اسْمٌ لِّلْغَادِرِ عِنْدَهُمْ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۹)

امیر المومنین علیہ السلام منبرِ کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اشعث ابن قیس[1] نے آپؑ کے کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! یہ بات تو آپؑ کے حق میں نہیں، بلکہ آپؑ کے خلاف پڑتی ہے تو حضرتؑ نے اسے نگاہِ غضب سے دیکھا اور فرمایا:

تجھے کیا معلوم کہ کونسی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف جاتی ہے۔ تجھ پر اللہ کی پھٹکار اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو! تو جولاہے کا بیٹا جولاہا اور کافر کی گود میں پلنے والا منافق ہے۔ تو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں میں اور ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا۔ لیکن تجھ کو تیرا مال اور حسب اس عار سے نہ بچا سکا اور جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے اور اس کی طرف موت کو دعوت اور ہلاکت کا بلاوا دے، وہ اسی قابل ہے کہ قریبی اس سے نفرت کریں اور دور والے بھی اس پر بھروسا نہ کریں۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ ایک دفعہ کفر کے زمانہ میں اور ایک دفعہ اسلام کے زمانہ میں اسیر کیا گیا تھا۔ رہا حضرتؑ کا یہ ارشاد کہ: ”جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے“ تو اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو اشعث کو خالد ابن ولید کے مقابلہ میں یمامہ میں پیش آیا تھا کہ جہاں اس نے اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور ان سے چال چلی تھی، یہاں تک کہ خالد نے ان پر حملہ کر دیا اور اس واقعہ کے بعد اس کی قوم والوں نے اس کا لقب ”عرف النار“ رکھ دیا اور یہ ان کے محاورہ میں غدار کیلئے بولا جاتا ہے۔

--☆☆--

اشعث ابن قیس کندی ۱؎

اس کا اصل نام ''معدیکرب'' اور کنیت ''ابو محمد'' ہے، مگر اپنے بالوں کی پراگندگی کی وجہ سے ''اشعث'' (پراگندہ مُو) کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ جب بعثت کے بعد یہ اپنے قبیلہ سمیت مکہ آیا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے اسے اور اس کے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی، لیکن یہ سب منہ موڑ کر چلتے ہوئے اور ایک بھی اسلام قبول کرنے کیلئے آمادہ نہ ہوا۔ اور جب ہجرت کے بعد اسلام کے قدم جم گئے اور اس کا پرچم لہرانے لگا اور اطراف و جوانب کے وفد جوق در جوق مدینہ آنا شروع ہوئے تو یہ بھی بنی کندہ کے ایک وفد کے ہمراہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا۔ صاحبِ استیعاب لکھتے ہیں کہ یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد مرتد ہوگیا اور حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں کہ جب اسے اسیر کر کے مدینہ لایا گیا تو پھر سے اسلام قبول کیا مگر اس وقت بھی اس کا اسلام صرف دکھاوے کا تھا۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے حاشیہ نہج البلاغہ پر تحریر کیا ہے کہ:

كَانَ الْاَشْعَثُ فِیْۤ اَصْحَابِ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَیِّ ابْنِ سَلُوْلَ فِیْۤ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ، كُلٌّ مِّنْهُمَا رَاْسُ النِّفَاقِ فِیْ زَمَنِهٖ.

جس طرح عبد اللہ ابن ابی ابن سلول اصحاب رسولؐ میں تھا ویسا ہی اشعث، علی ابن ابی طالب کی جماعت میں تھا اور یہ دونوں اپنے اپنے عہد میں چوٹی کے منافق تھے۔ ۱؎

جنگِ یرموک میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے المعارف میں اسے کانوں کی فہرست میں درج کیا ہے اور حضرت ابو بکر کی بہن اُم فروہ بنتِ ابی قحافہ جو پہلے ایک ازدی کے نکاح میں اور پھر تمیم دارمی کے عقد میں تھیں تیسری دفعہ اسی اشعث سے بیاہی گئیں جن سے تین لڑکے محمد، اسماعیل اور اسحاق پیدا ہوئے۔ کتب رجال میں درج ہے کہ یہ بھی ایک آنکھ سے معذور تھیں۔

ابن ابی الحدید نے ابو الفرج سے یہ عبارت نقل کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قتل امیر المومنینؑ کی سازش میں برابر کا شریک تھا:

وَ قَدْ كَانَ ابْنُ مُلْجَمٍ اَتَى الْاَشْعَثَ بْنَ قَیْسٍ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ فَخَلَا بِهٖ فِیْ بَعْضِ نَوَاحِی الْمَسْجِدِ وَ مَرَّ بِهِمَا حُجْرُ بْنُ عَدِیٍّ، فَسَمِعَ الْاَشْعَثَ وَ هُوَ یَقُوْلُ لِابْنِ مُلْجَمٍ: اَلنَّجَآءَ النَّجَآءَ بِحَاجَتِكَ فَقَدْ فَضَحَكَ الصُّبْحُ، قَالَ لَهٗ حُجْرٌ: قَتَلْتَهٗ یَاۤ اَعْوَرُ! وَ خَرَجَ مُبَادِرًا اِلٰى عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ قَدْ سَبَقَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ فَضَرَبَهٗ فَاَقْبَلَ حُجْرٌ وَّ النَّاسُ یَقُوْلُوْنَ: قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ.

شبِ ضربت ابن ملجم، اشعث ابن قیس کے پاس آیا اور دونوں علیحدگی میں مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے کہ اُدھر سے حجر ابن عدی کا گزر ہوا، تو انہوں نے سنا کہ اشعث، ابن ملجم سے کہہ رہا ہے کہ: بس اب جلدی کرو، ورنہ پو پھوٹ کر تمہیں رسوا کر دے گی۔ حجر نے یہ سنا تو اشعث سے کہا کہ: اے کانے! تو علی علیہ السلام کے قتل کا سر و سامان کر رہا ہے اور پھر تیزی سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف گئے، مگر جب امیر المومنین علیہ السلام کو نہ پا کر پلٹے تو ابن ملجم اپنا کام کر چکا تھا

۱؎ نہج البلاغہ، حاشیہ شیخ محمد عبدہ، ص ۵۶۔

اور لوگ کہہ رہے تھے کہ امیر المومنین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۶ ص ۴۳)

اس کی بیٹی جعدہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دے کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ امْرَاَتَهٗ جَعْدَةَ بِنْتَ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ الْكِنْدِيِّ سَقَتْهُ السَّمَّ، وَ قَدْ كَانَ مُعَاوِيَةُ دَسَّ اِلَيْهَا: اِنَّكِ اِنِ احْتَلْتِ فِيْ قَتْلِ الْحَسَنِ وَجَّهْتُ اِلَيْكِ بِمِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ وَ زَوَّجْتُكِ مِنْ يَزِيْدَ.

آپؑ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کندی نے آپؑ کو زہر دیا اور معاویہ نے اس سے یہ ساز باز کی تھی کہ اگر تم کسی طریقہ سے حسن علیہ السلام کو زہر دے دو تو میں تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تمہارا عقد کر دوں گا۔ (مروج الذہب، ج ۲ ص ۵۰)

اس کا بیٹا محمد ابن اشعث کوفہ میں حضرت مسلم کو فریب دینے اور کربلا میں خون سید الشہداءؑ بہانے میں شریک تھا مگر ان سب باتوں کے باوجود بخاری، مسلم، ابو داوٗد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راویانِ حدیث میں سے ہے۔

۲۔ جنگِ نہروان کے بعد مسجد کوفہ میں تحکیم کی بدعنوانیوں کے سلسلہ میں حضرتؑ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! آپؑ نے پہلے تو ہمیں اس تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا، ہمیں نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح اور مناسب تھی۔ حضرتؑ نے یہ سن کر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: «هٰذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ»[1]: ”جو ٹھوس رائے کو چھوڑ دیتا ہے اسے ایسا ہی خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے“۔ یعنی یہ تمہارے کرتوت کا پھل ہے جو تم نے حزم و احتیاط کا دامن چھوڑ کر تحکیم کے مان لینے پر اصرار کیا تھا مگر اشعث اس سے یہ سمجھا کہ حضرتؑ اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ میری یہ حیرانی و سرگردانی تحکیم کے مان لینے کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا بول اٹھا کہ: یا امیر المومنینؑ! اس سے تو آپؑ ہی کی ذات پر حرف آتا ہے، جس پر حضرتؑ نے بگڑ کر فرمایا کہ: تمہیں کیا معلوم کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم کیا جانو کہ کونسی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف پڑتی ہے، تم جولاہے اور جولاہے کے بیٹے اور کافر کی گود میں پروان چڑھنے والے منافق ہو، تم پر اللہ کی اور ساری دنیا کی لعنت ہو۔

شارحین نے امیر المومنین علیہ السلام کے اشعث کو ”حائک“ (جولاہا) کہنے کی چند وجہیں لکھی ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اور اس کا باپ اپنے اکثر اہلِ وطن کی طرح کپڑا بننے کا دھندا کرتے تھے، اس لئے اس کے پیشہ کی پستی و دنایت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اسے جولاہا کہا ہے۔ یوں تو یمنیوں کے پیشے اور بھی کئی تھے، مگر زیادہ دھندا ان کے ہاں یہی ہوتا تھا۔ چنانچہ خالد ابن صفوان نے ان کے پیشوں کا تعارف کراتے ہوئے پہلے اسی پیشے کا ذکر کیا ہے:

مَا عَسٰى اَنْ اَقُوْلَ لِقَوْمٍ كَانُوْا بَيْنَ نَاسِجِ بُرْدٍ وَّ دَابِغِ جِلْدٍ وَّ سَآئِسِ قِرْدٍ وَّ رَاكِبِ عَرْدٍ، دَلَّ عَلَيْهِمْ هُدْهُدٌ وَ غَرَّقَتْهُمْ فَاْرَةٌ وَّ مَلَّكَتْهُمُ امْرَاَةٌ.

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۱۹۔

میں اس قوم کے بارے میں کیا کہوں کہ جن میں صرف کپڑا بننے والے، چمڑا رنگنے والے، بندر نچانے والے اور گدھے پر سوار ہونے والے ہی ہوتے ہیں۔ ہُد ہُد نے ان کا ٹھکانا بتایا، ایک چوہیا نے انہیں غرق کر دیا اور ایک عورت نے ان پر حکومت کی۔ (البیان والتبیین، ج ا ص ۱۳۰)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ''حیاکت'' کے معنی جھوم کر اور بل کھا کر چلنے کے ہیں اور یہ چونکہ غرور اور تکبر کی وجہ سے شانے مٹکا کر اور بل کھا کر چلتا تھا، اس بنا پر اسے ''حائک'' فرمایا۔

تیسری وجہ یہ ہے اور یہی زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ اس کی حماقت و دنانیت ظاہر کرنے کیلئے اسے جولاہا کہا ہے، چونکہ ہر دَنی و فرومایہ کو مثل کے طور پر جولاہا کہہ دیا جاتا ہے۔ ان کے فہم و فراست کا یہی عروج کیا کم تھا کہ ان کی حماقتیں ضرب المثل بن چکی تھیں جب کہ کسی خصوصی امتیاز کے بغیر کوئی چیز ضرب المثل کی حیثیت حاصل نہیں کیا کرتی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اس کی توثیق فرما دی کہ جس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے کہ جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جوڑ توڑ کرے اور افترا پردازیوں کے جال بنے کہ جو صرف منافق ہی کا شیوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وسائل الشیعہ میں ہے کہ:

ذُكِرَ الْحَآئِكُ عِنْدَ اَبِیْ عَبْدِ اللهِ علیہ السلام اَنَّهٗ مَلْعُوْنٌ، فَقَالَ: اِنَّمَا ذٰلِكَ الَّذِیْ یَحُوْكُ الْكَذِبَ عَلَى اللهِ وَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ.

امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حائک کے ملعون ہونے کا ذکر ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ: اس سے مراد وہ ہے جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا باندھتا ہے۔[1]

(حضرتؑ نے اس خطبے میں) لفظ ''حائک'' کے بعد لفظ ''منافق'' ارشاد فرمایا ہے اور دونوں میں واو عطف کا بھی فاصلہ نہیں رکھا تاکہ دونوں کے قریب المعنی ہونے پر روشنی پڑے اور پھر اس نفاق و حق پوشی کی بنا پر اسے اللہ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾﴾

وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی نشانیوں اور رہنمائیوں کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے کتاب میں انہیں کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔[2]

---

[1] وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۴۸، مطبوعہ ناشر: مؤسسۃ آل البیتؑ، قم، ۱۴۰۹ھ۔

[2] سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۹۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ: تم کفر میں بھی اسیری کی ذلت سے نہ بچ سکے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان رسوائیوں نے تمہارا پیچھا نہ چھوڑا اور تمہیں اسیر بنالیا گیا۔

چنانچہ کفر کی حالت میں اس کی اسیری کی صورت یہ ہوئی کہ جب اس کے باپ قیس کو قبیلہ بنی مراد نے قتل کر ڈالا تو اس نے بنی کندہ کے جنگ آزماؤں کو جمع کیا اور انہیں تین ٹولیوں میں بانٹ دیا۔ ایک ٹولی کی باگ ڈور خود سنبھالی اور دوسری دو ٹولیوں پر کبش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم کو سردار مقرر کیا اور بنی مراد پر حملہ کرنے کیلئے چل کھڑا ہوا۔ مگر بدبختی جو آئی تو بنی مراد کے بجائے بنی حارث ابن کعب پر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم قتل کر دیئے گئے اور اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ آخر تین ہزار اونٹ فدیہ کے دے کر ان سے جان چھڑائی۔ امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد: فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَّاحِدَةٍ مِّنْهُمَا مَالُكَ وَ لَا حَسَبُكَ: (تجھے تیرا مال وحسب ان دونوں گرفتاریوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ چھڑا سکا) میں فدیہ سے مراد حقیقی فدیہ نہیں ہے، کیونکہ وہ فدیہ دے کر ہی آزاد ہوا تھا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے مال کی فراوانی اور کنبہ میں توقیر و سربلندی اس عار سے نہ بچا سکی اور وہ اسیری کی ذلتوں سے اپنا دامن محفوظ نہ رکھ سکا۔

اس کی دوسری اسیری کا واقعہ یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضرموت کے علاقہ میں بغاوت پھیل گئی جسے فرو کرنے کیلئے حضرت ابوبکر نے وہاں کے حاکم زیاد ابن لبید کو لکھا کہ وہ ان لوگوں سے بیعت لے اور ان سے زکوٰۃ و صدقات وصول کرے۔ چنانچہ جب زیاد ابن لبید قبیلہ بنی عمرو ابن معاویہ کے ہاں زکوٰۃ جمع کرنے کیلئے گیا تو شیطان ابن حجر کی ایک اونٹنی جو بڑی خوبصورت اور مضبوط ڈیل ڈول کی تھی اسے پسند آگئی۔ اس نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ شیطان اسے دینے پر رضامند نہ ہوا اور کہا کہ اسے رہنے دیجئے اور اس کے بدلہ میں کوئی اور اونٹنی لے لیجئے، مگر زیاد نہ مانا۔ شیطان نے اپنے بھائی عداء ابن حجر کو اپنی حمایت کیلئے بلا لیا۔ اس نے بھی آ کر کہا سنا، مگر زیاد اپنی ضد پر اڑا رہا اور کسی صورت میں اونٹنی سے ہاتھ اٹھانے کیلئے آمادہ نہ ہوا۔ آخر ان دونوں بھائیوں نے مسروق ابن معدیکرب سے فریاد کی۔ چنانچہ مسروق نے بھی اپنا زور لگایا کہ کسی طرح زیاد اس اونٹنی کو چھوڑ دے مگر اس نے صاف صاف انکار کر دیا جس پر مسروق کو جوش آیا اور اس نے بڑھ کر اونٹنی کھول لی اور شیطان کے حوالے کر دی۔

زیاد اس پر بھڑک اٹھا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور مرنے مارنے کیلئے تل گیا۔ ادھر بنی لبید بھی مقابلہ کیلئے اکٹھا ہو گئے، مگر زیاد کو شکست نہ دے سکے، بلکہ بُری طرح اس کے ہاتھوں پٹے۔ عورتیں چھنوائیں اور مال و متاع لٹوایا۔ آخر جو بچے کھچے رہ گئے تھے وہ اشعث کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اشعث نے اس شرط پر کمک کا وعدہ کیا کہ اسے اس علاقہ کا حکمران مان لیا جائے۔ ان لوگوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور باقاعدہ اس کی رسمِ تاجپوشی بھی ادا کر دی۔ جب یہ اپنا اقتدار منوا چکا تو ایک فوج کو ترتیب دے کر زیاد سے لڑنے کیلئے نکل کھڑا ہوا۔

ادھر حضرت ابوبکر نے مہاجر ابن امیہ والی یمن کو لکھ رکھا تھا کہ وہ ایک دستہ لے کر زیاد کی مدد کیلئے پہنچ جائے۔ چنانچہ مہاجر فوجی دستہ لئے آ رہا تھا کہ اس کا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تلواریں سونت لیں اور مقام زرقان میں معرکہ کارزار گرم کر دیا۔ مگر نتیجہ میں اشعث میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ قلعہ نجیر میں قلعہ بند ہو گیا۔ دشمن ایسے نہ تھے جو پیچھا چھوڑ دیتے۔ انہوں نے

قلعہ کے گرد محاصرہ ڈال دیا۔

اشعث نے سوچا کہ وہ اس بے سروسامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصور رہ سکتا ہے، رہائی کی کوئی ترتیب کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ چپکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا، زیاد اور مہاجر سے جا کر ملا اور ان سے یہ ساز باز کی کہ اگر اسے اور اس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دے دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کھلوا دے گا۔ انہوں نے اس شرط کو مان لیا اور اس سے کہا کہ ان کے نام لکھ کر ہمیں دے دو۔ اس نے نو نام لکھ کر ان کے حوالے کر دیئے اور اپنی روایتی دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام اس فہرست میں لکھنا بھول گیا۔ ادھر یہ طے کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہ کہا کہ میں تمہارے لئے امان حاصل کر چکا ہوں، اب قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے۔ جب دروازہ کھولا گیا تو زیاد کی فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا۔ زیاد کی سپاہ نے کہا کہ غلط، اشعث نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کیلئے امان چاہی تھی جن کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ غرض کہ آٹھ سو آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور کئی عورتوں کے ہاتھ قلم کئے گئے اور حسبِ معاہدہ نو آدمیوں کو چھوڑ دیا گیا، مگر اشعث کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور آخر یہ طے پایا کہ اسے حضرت ابو بکر کے پاس بھیج دیا جائے وہی اس کا فیصلہ کریں گے۔ آخر ایک ہزار قیدی عورتوں کے ساتھ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ راستے میں اپنے، بیگانے، عورتیں، مرد سب اس پر لعنت کرتے جاتے تھے اور عورتیں اسے غدار کہہ کر پکار رہی تھیں۔ اور جو اپنی قوم پر تلوار چلا دے اس سے زیادہ غدار ہو بھی کون سکتا ہے۔ بہرصورت جب یہ مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکر نے اسے رہا کر دیا اور اسی موقع پر اُمِّ فروہ سے اس کا عقد ہوا۔

☆☆☆☆☆

(۲۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَاِنَّكُمْ لَوْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ مَّاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَ وَهِلْتُمْ وَ سَمِعْتُمْ وَ اَطَعْتُمْ، وَ لٰكِنْ مَّحْجُوْبٌ عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوْا، وَ قَرِيْبٌ مَّا يُطْرَحُ الْحِجَابُ، وَ لَقَدْ بُصِّرْتُمْ اِنْ اَبْصَرْتُمْ، وَ اُسْمِعْتُمْ اِنْ سَمِعْتُمْ، وَ هُدِيْتُمْ اِنِ اهْتَدَيْتُمْ.

بِحَقٍّ اَقُوْلُ لَكُمْ: لَقَدْ جَاهَرَتْكُمُ الْعِبَرُ وَ زُجِرْتُمْ بِمَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ، وَ مَا يُبَلِّغُ عَنِ اللّٰهِ بَعْدَ رُسُلِ السَّمَآءِ اِلَّا الْبَشَرُ.

خطبہ (۲۰)

جن چیزوں کو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا ہے اگر تم بھی انہیں دیکھ لیتے تو گھبرا جاتے اور سراسیمہ اور مضطرب ہو جاتے اور (حق کی بات) سنتے اور اس پر عمل کرتے، لیکن جو انہوں نے دیکھا ہے وہ ابھی تم سے پوشیدہ ہے اور قریب ہے کہ وہ پردہ اٹھا دیا جائے۔ اگر تم چشمِ بینا و گوشِ شنوا رکھتے ہو تو تمہیں سنایا اور دکھایا جا چکا ہے اور ہدایت کی طلب ہے تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ عبرتیں تمہیں بلند آواز سے پکار چکی ہیں اور دھمکانے والی چیزوں سے تمہیں دھمکایا جا چکا ہے۔ آسمانی رسولوں (فرشتوں) کے بعد بشر ہی ہوتے ہیں جو تم تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ (اسی طرح میری زبان سے جو ہدایت ہو رہی ہے، درحقیقت اللہ کا پیغام ہے جو تم تک پہنچ رہا ہے)۔

--☆☆--

(۲۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَاِنَّ الْغَايَةَ اَمَامَكُمْ، وَ اِنَّ وَرَآءَكُمُ السَّاعَةَ تَحْدُوْكُمْ، تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا، فَاِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِاَوَّلِكُمْ اٰخِرُكُمْ.

اَقُوْلُ: اِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ لَوْ وُزِنَ بَعْدَ كَلَامِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ، وَ بَعْدَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِكُلِّ كَلَامٍ لَّمَالَ بِهٖ رَاجِحًا وَ بَرَّزَ عَلَيْهِ سَابِقًا. فَاَمَّا قَوْلُهٗ عليه السلام: «تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا»، فَمَا سُمِعَ كَلَامٌ اَقَلُّ مِنْهُ مَسْمُوْعًا وَ لَا اَكْثَرُ مَحْصُوْلًا، وَ مَاۤ اَبْعَدَ غَوْرَهَا مِنْ كَلِمَةٍ، وَ اَنْقَعَ

خطبہ (۲۱)

تمہاری منزل مقصود تمہارے سامنے ہے۔ موت کی ساعت تمہارے عقب میں ہے جو تمہیں آگے کی طرف لے چل رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو تاکہ آگے بڑھنے والوں کو پا سکو۔ تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے (کہ یہ بھی ان تک پہنچ جائیں)۔

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ: کلامِ خدا و رسولؐ کے بعد جس کلام سے بھی ان کلمات کا موازنہ کیا جائے تو حسن و خوبی میں ان کا پلہ بھاری رہے گا اور ہر حیثیت سے بڑھے چڑھے رہیں گے اور آپؑ کا یہ ارشاد کہ: «تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا» اس سے بڑھ کر تو کوئی جملہ سننے ہی میں نہیں آیا جس کے الفاظ کم ہوں اور معنی بہت ہوں۔ اللہ اکبر! کتنے اس کلمہ کے معنی بلند اور اس حکمت کا چشمہ صاف و شفاف ہے اور ہم نے

نُطْفَتَهَا مِنْ حِكْمَةٍ، وَ قَدْ نَبَّهْنَا فِيْ كِتَابِ الْخَصَآئِصِ عَلٰى عِظَمِ قَدْرِهَا وَ شَرَفِ جَوْهَرِهَا.

-----☆☆-----

اپنی کتاب خصائص میں اس فقرے کی عظمت اور اس کے معنی کی بلندی پر روشنی ڈالی ہے۔

--☆☆--

(۲۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ ذَمَرَ حِزْبَهٗ، وَ اسْتَجْلَبَ جَلَبَهٗ، لِيَعُوْدَ الْجَوْرُ اِلٰٓى اَوْطَانِهٖ، وَ يَرْجِعَ الْبَاطِلُ اِلٰى نِصَابِهٖ، وَاللّٰهِ مَآ اَنْكَرُوْا عَلَيَّ مُنْكَرًا، وَ لَا جَعَلُوْا بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ نَصِفًا. وَ اِنَّهُمْ لَيَطْلُبُوْنَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوْهُ، وَ دَمًا هُمْ سَفَكُوْهُ، فَلَئِنْ كُنْتُ شَرِيْكَهُمْ فِيْهِ فَاِنَّ لَهُمْ لَنَصِيْبَهُمْ مِنْهُ، وَ لَئِنْ كَانُوْا وَلُوْهُ دُوْنِيْ، فَمَا التَّبِعَةُ اِلَّا عِنْدَهُمْ، وَ اِنَّ اَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ، يَرْتَضِعُوْنَ اُمًّا قَدْ فَطَمَتْ، وَ يُحْيُوْنَ بِدْعَةً قَدْ اُمِيْتَتْ.

يَا خَيْبَةَ الدَّاعِيْ! مَنْ دَعَا وَ اِلَامَ اُجِيْبَ! وَ اِنِّيْ لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَ عِلْمِهٖ فِيْهِمْ. فَاِنْ اَبَوْا اَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ السَّيْفِ، وَ كَفٰى بِهٖ شَافِيًا مِّنَ الْبَاطِلِ، وَ نَاصِرًا لِّلْحَقِّ وَ مِنَ الْعَجَبِ بَعْثُهُمْ اِلَيَّ اَنْ اَبْرُزَ لِلطِّعَانِ! وَ اَنْ اَصْبِرَ لِلْجِلَادِ! هَبِلَتْهُمُ الْهَبُوْلُ، لَقَدْ كُنْتُ وَ مَآ اُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَ لَآ اُرَهَّبُ بِالضَّرْبِ،

خطبہ (۲۲)

معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان نے اپنے گروہ کو بھڑکانا شروع کر دیا اور اپنی فوجیں فراہم کر لی ہیں تاکہ ظلم اپنی انتہا کی حد تک اور باطل اپنے مقام پر پلٹ آئے۔ خدا کی قسم! انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں مَیں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اسکے مرتکب ہوئے ہیں، مَیں نہیں تو پھر اسکی سزا بھی صرف انہی کو بھگتنا چاہیے۔ جو سب سے بڑی دلیل وہ میرے خلاف پیش کریں گے وہ انہی کے خلاف پڑے گی۔ وہ اس ماں کا دودھ پینا چاہتے ہیں جسکا دودھ منقطع ہو چکا ہے اور مری ہوئی بدعت کو پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں۔

اُف کتنا نامراد یہ (جنگ کیلئے) پکارنے والا ہے۔ یہ ہے کون جو للکارنے والا ہے اور کس مقصد کیلئے اس کی بات کو سنا جا رہا ہے اور میں تو اس سے خوش ہوں کہ ان پر اللہ کی حجت تمام ہو چکی ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ اگر ان لوگوں نے اطاعت سے انکار کیا تو میں تلوار کی باڑ ان کے سامنے رکھ دوں گا جو باطل سے شفا دینے اور حق کی نصرت کیلئے کافی ہے۔ حیرت ہے کہ وہ مجھے یہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں نیزہ زنی کیلئے میدان میں اتر آؤں اور تلواروں کی جنگ کیلئے جمنے پر تیار رہوں۔ رونے والیاں ان کے غم میں روئیں! مَیں تو ہمیشہ ایسا رہا کہ جنگ سے مجھے دھمکایا نہیں جا سکا اور شمشیر زنی سے خوفزدہ نہیں کیا جا سکا

وَ اِنِّیْ لَعَلٰی یَقِیْنٍ مِّنْ رَّبِّیْ، وَ غَیْرِ شُبْهَةٍ مِّنْ دِیْنِیْ.

اور میں اپنے پروردگار کی طرف سے یقین کے درجہ پر فائز ہوں اور اپنے دین کی حقانیت میں مجھے کوئی شک نہیں ہے۔[1]

-----☆☆-----

--☆☆--

[1] جب امیر المومنین علیہ السلام پر قتل عثمان کی تہمت لگائی گئی تو اس غلط الزام کی تردید میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں الزام رکھنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ: یہ انتقام کی رٹ لگانے والے یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ تنہا میں ہی قاتل ہوں اور اس میں اور کوئی شریک نہ تھا اور نہ یہ کہہ کر سامنے کے واقعات کو جھٹلا سکتے ہیں کہ وہ خود اس سے بے تعلق تھے، تو پھر اس انتقام کیلئے مجھے ہی کیوں آگے دھر لیا ہے۔ میرے ساتھ اپنے کو بھی شریک کریں اور اگر مَیں اس سے بری الذمہ ہوں تو وہ تو خود اپنی برائت ثابت نہیں کر سکتے، لہٰذا اس پاداش سے اپنے کو کیوں الگ کرتے ہیں۔ حقیقت امر یہ ہے کہ مجھے موردِ الزام ٹھہرانے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ میں ان سے وُہی روش اختیار کروں جس کے یہ عادی رہ چکے ہیں، لیکن ان کو مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا چاہیے کہ میں سابقہ دور کی بدعتوں کو پھر سے زندہ کروں۔ رہا جنگ کا سوال تو میں نہ اس سے کبھی ڈرا ہوں اور نہ اب خائف ہوں۔ میری نیت کو اللہ جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ انتقام کا سہارا لے کر کھڑے ہونے والے ہی ان کے خون سے ہاتھ رنگنے والے ہیں۔

چنانچہ تاریخ اس سے ہمنوا ہے کہ جن لوگوں نے اشتعال دلا کر ان کی موت کا سروسامان کیا تھا اور جنازہ پر پتھر برسوا کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے تک سے مانع ہوئے تھے وہ وہی لوگ تھے جو ان کے خون کا بدلہ لینے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں طلحہ ابن عبید اللہ، زبیر ابن عوام اور اُمّ المومنین عائشہ کا نام سرِ فہرست نظر آتا ہے اور دونوں موقعوں پر ان کی کوششیں نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں۔

چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

رَوَی النَّاسُ الَّذِیْنَ صَنَّفُوْا فِیْ وَاقِعَةِ الدَّارِ اَنَّ طَلْحَةَ كَانَ یَوْمَ قَتْلِ عُثْمَانَ مُقَنِّعًا بِثَوْبٍ قَدِ اسْتَتَرَ بِهٖ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ یَرْمِی الدَّارَ بِالسِّهَامِ.

جن لوگوں نے قتل عثمان کے سلسلے میں واقعات تحریر کئے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے قتل کے دن طلحہ کی یہ حالت تھی کہ وہ لوگوں کی نظروں سے بچنے کیلئے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے حضرت عثمان کے گھر پر تیر بارانی کر رہے تھے۔

اور اس سلسلہ میں زبیر کے خیالات کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

وَ رَوَوْا اَیْضًا اَنَّ الزُّبَیْرَ كَانَ یَقُوْلُ: اقْتُلُوْهُ فَقَدْ بَدَّلَ دِیْنَكُمْ، فَقَالُوْا: اِنَّ ابْنَكَ یُحَامِیْ عَنْهُ بِالْبَابِ؟ فَقَالَ: مَاۤ اَكْرَهُ اَنْ یُّقْتَلَ عُثْمَانُ وَ لَوْ بُدِئَ بِابْنِیْ، اِنَّ عُثْمَانَ لَجِیْفَةٌ عَلَی الصِّرَاطِ غَدًا.

مورّخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زبیر یہ کہتے تھے کہ: عثمان کو قتل کر دو، اس نے تمہارا دین ہی بدل ڈالا ہے۔ لوگوں

نے کہا کہ آپ کا بیٹا تو ان کے دروازے پر کھڑا ہوا ان کی حفاظت کر رہا ہے؟ آپ نے کہا کہ: خواہ میرا بیٹا ہی پہلے کام آجائے، مگر عثمان قتل کر دیا جائے، یہ تو کل پل صراط پر مردار کی صورت میں پڑا ہو گا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۴۰۴)

اور اُمّ المومنین کے متعلق ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ:

دَخَلَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ عَلٰى عَآئِشَةَ فَقَالَتْ: يَآ اَبَا عَبْدِ اللهِ! لَوْ رَاَيْتَنِيْ يَوْمَ الْجَمَلِ قَدْ نَفَذَتْ النِّصَالُ هَوْدَجِيْ حَتّٰى وَصَلَ بَعْضُهَا اِلٰى جِلْدِيْ! قَالَ لَهَا الْمُغِيْرَةُ: وَدِدْتُّ وَاللهِ! اَنَّ بَعْضَهَا كَانَ قَتَلَكِ! قَالَتْ يَرْحَمُكَ اللهُ! وَلِمَ تَقُوْلُ هٰذَا؟ قَالَ: لَعَلَّهَا تَكُوْنُ كَفَّارَةً فِيْ سَعْيِكِ عَلٰى عُثْمَانَ.

مغیرہ ابن شعبہ حضرت عائشہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اے ابو عبداللہ! کاش تم جمل کے موقعہ پر میری حالت دیکھتے کہ کس طرح تیر میرے ہودج کو چیرتے ہوئے نکل رہے تھے، یہاں تک کہ کچھ تو میرے جسم سے ٹکرا جاتے تھے۔ مغیرہ نے کہا کہ: خدا کی قسم! میں تو یہ چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک آدھ تیر آپ کا خاتمہ کر دیتا۔ آپ نے کہا کہ: خدا تمہارا بھلا کرے یہ کیسی بات کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ: یہ اس لئے کہ حضرت عثمان کے خلاف جو آپ نے تگ و دو کی تھی اس کا کچھ تو کفارہ ہو جاتا۔ (عقد الفرید، ج ۳، ص ۸۷)

☆☆☆☆☆

(۲۳) وَمِنْ خُطبةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْاَمْرَ یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ كَقَطَرَاتِ الْمَطَرِ اِلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِیَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ، فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ لِاَخِیْهِ غَفِیْرَةً فِیْۤ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ اَوْ نَفْسٍ فَلَا تَكُوْنَنَّ لَهٗ فِتْنَةً، فَاِنَّ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ مَا لَمْ یَغْشَ دَنَآءَةً تَظْهَرُ فَیَخْشَعُ لَهَاۤ اِذَا ذُكِرَتْ، وَ تُغْرٰى بِهَا لِئَامُ النَّاسِ، كَانَ كَالْفَالِجِ الْیَاسِرِ الَّذِیْ یَنْتَظِرُ اَوَّلَ فَوْزَةٍ مِّنْ قِدَاحِهٖ تُوْجِبُ لَهُ الْمَغْنَمَ، وَ یُرْفَعُ بِهَا عَنْهُ الْمَغْرَمُ.

وَ كَذٰلِكَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ الْبَرِیْٓءُ مِنَ الْخِیَانَةِ یَنْتَظِرُ مِنَ اللهِ ﴿اِحْدَى الْحُسْنَیَیْنِ﴾: اِمَّا دَاعِیَ اللهِ فَمَا عِنْدَ اللهِ خَیْرٌ لَّهٗ، وَ اِمَّا رِزْقَ اللهِ فَاِذَا هُوَ ذُوْ اَهْلٍ وَّ مَالٍ، وَ مَعَهٗ دِیْنُهٗ وَ حَسَبُهٗ.

اِنَّ الْمَالَ وَ الْبَنِیْنَ حَرْثُ الدُّنْیَا، وَ الْعَمَلَ الصَّالِحَ حَرْثُ الْاٰخِرَةِ، وَ قَدْ یَجْمَعُهُمَا اللهُ لِاَقْوَامٍ، فَاحْذَرُوْا مِنَ اللهِ مَا حَذَّرَكُمْ مِّنْ نَّفْسِهٖ، وَ اخْشَوْهُ خَشْیَةً لَّیْسَتْ بِتَعْذِیْرٍ وَ اعْمَلُوْا فِیْ غَیْرِ رِیَآءٍ وَّ لَا سُمْعَةٍ، فَاِنَّهٗ مَنْ یَّعْمَلْ

خطبہ (۲۳)

ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہوتا ہے، اسے لے کر فرمان قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرات، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے اہل و مال و نفس میں فراوانی و وسعت پائے تو یہ چیز اس کیلئے کبیدگی خاطر کا سبب نہ بنے۔ جب تک کوئی مرد مسلمان کسی ایسی ذلیل حرکت کا مرتکب نہیں ہوتا کہ جو ظاہر ہو جائے تو اس کے تذکرہ سے اسے آنکھیں نیچی کرنا پڑیں اور جس سے ذلیل آدمیوں کی جرأت بڑھے، وہ اس کامیاب جواری کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے مرحلے پر ہی ایسی جیت کا متوقع ہوتا ہے جس سے اسے فائدہ حاصل ہو اور پہلے نقصان ہو بھی چکا ہے تو وہ دور ہو جائے۔

اسی طرح وہ مسلمان جو بد دیانتی سے پاک دامن ہو، وہ دو اچھائیوں میں سے ایک کا منتظر رہتا ہے: یا اللہ کی طرف سے بلاوا آئے تو اس شکل میں اللہ کے یہاں کی نعمتیں ہی اس کیلئے بہتر ہیں اور یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے (دنیا کی) نعمتیں حاصل ہوں تو اس صورت میں اس کے مال بھی ہے اور اولاد بھی اور پھر اس کا دین اور عزتِ نفس بھی برقرار رہے۔

بیشک مال و اولاد دنیا کی کھیتی اور عمل صالح آخرت کی کشتِ زار ہے اور بعض لوگوں کیلئے اللہ ان دونوں چیزوں کو یکجا کر دیتا ہے۔ جتنا اللہ نے ڈرایا ہے اتنا اس سے ڈرتے رہو اور اتنا اس سے خوف کھاؤ کہ تمہیں عذر نہ کرنا پڑے۔ عمل بے ریا کرو اس لئے کہ جو شخص کسی اور کیلئے عمل کرتا ہے، اللہ اس

لِغَيْرِ اللهِ يَكِلُهُ اللهُ اِلٰى مَنْ عَمِلَ لَهٗ. نَسْئَلُ اللهَ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ، وَ مُعَايَشَةَ السُّعَدَآءِ، وَ مُرَافَقَةَ الْاَنْۢبِيَآءِ.

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّهٗ لَا يَسْتَغْنِى الرَّجُلُ وَ اِنْ كَانَ ذَا مَالٍ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ، وَ دِفَاعِهِمْ عَنْهُ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَلْسِنَتِهِمْ، وَ هُمْ اَعْظَمُ النَّاسِ حِيْطَةً مِّنْ وَّرَآئِهٖ وَ اَلَمُّهُمْ لِشَعَثِهٖ، وَ اَعْطَفُهُمْ عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ اِذَا نَزَلَتْ بِهٖ. وَ لِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللهُ لِلْمَرْءِ فِى النَّاسِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الْمَالِ يُوَرِّثُهٗ غَيْرَهٗ.

کو اسی کے حوالہ کر دیتا ہے۔ ہم اللہ سے شہیدوں کی منزلت، نیکوں کی ہمدمی اور انبیاءؑ کی رفاقت کا سوال کرتے ہیں۔

اے لوگو! کوئی شخص بھی اگرچہ وہ مالدار ہو اپنے قبیلہ والوں اور اس امر سے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے اس کی حمایت کریں بے نیاز نہیں ہوسکتا اور وہی لوگ سب سے زیادہ اس کے پشت پناہ اور اس کی پریشانیوں کو دور کرنے والے اور مصیبت پڑنے کی صورت میں اس پر شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ اللہ جس شخص کا سچا ذکرِ خیر لوگوں میں برقرار رکھتا ہے تو یہ اس مال سے کہیں بہتر ہے جس کا وہ دوسروں کو وارث بنا جاتا ہے۔

[مِنْهَا]

اَلَا لَا يَعْدِلَنَّ اَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ يَرٰى بِهَا الْخَصَاصَةَ اَنْ يَّسُدَّهَا بِالَّذِىْ لَا يَزِيْدُهٗ اِنْ اَمْسَكَهٗ وَ لَا يَنْقُصُهٗ اِنْ اَهْلَكَهٗ، وَ مَنْ يَّقْبِضْ يَدَهٗ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ، فَاِنَّمَا تُقْبَضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَّاحِدَةٌ، وَ تُقْبَضُ مِنْهُمْ عَنْهُ اَيْدٍ كَثِيْرَةٌ، وَ مَنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهٗ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهِ الْمَوَدَّةَ.

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

دیکھو تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے قریبیوں کو فقر و فاقہ میں پائے تو ان کی احتیاج کو اس امداد سے دُور کرنے میں پہلو تہی نہ کرے جس کے روکنے سے یہ کچھ بڑھ نہ جائے گا اور صرف کرنے سے اس میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ جو شخص اپنے قبیلے کی اعانت سے ہاتھ روک لیتا ہے تو اس کا تو ایک ہاتھ رکتا ہے لیکن وقت پڑنے پر بہت سے ہاتھ اس کی مدد سے رُک جاتے ہیں۔ جو شخص نرم خو ہو وہ اپنی قوم کی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے

اَقُوْلُ: «اَلْغَفِيْرَةُ» هٰهُنَا الزِّيَادَةُ وَ الْكَثْرَةُ مِنْ قَوْلِهِمْ لِلْجَمْعِ الْكَثِيْرِ: اَلْجَمُّ الْغَفِيْرُ، وَ الْجَمَّآءُ الْغَفِيْرُ، وَ يُرْوٰى عَفْوَةً مِّنْ اَهْلٍ اَوْ مَالٍ، وَ الْعَفْوَةُ الْخِيَارُ مِنَ الشَّيْءِ، يُقَالُ: اَكَلْتُ عَفْوَةَ الطَّعَامِ اَىْ: خِيَارَهٗ.

وَ مَآ اَحْسَنَ الْمَعْنَى الَّذِيْ اَرَادَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

شریف رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہاں پر «اَلْغَفِيْرَةُ» کے معنی کثرت و زیادتی کے ہیں اور یہ عربوں کے قول: اَلْجَمُّ الْغَفِيْرُ، وَ الْجَمَّآءُ الْغَفِيْرُ: (اژدہام) سے ماخوذ ہے اور بعض روایتوں میں ''غفیرہ'' کے بجائے عَفْوَةً ہے اور عَفْوَةً کسی شے کے عمدہ اور منتخب حصہ کو کہتے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے: اَكَلْتُ عَفْوَةَ الطَّعَامِ یعنی میں نے منتخب اور عمدہ کھانا کھایا۔ «وَ مَنْ يَّقْبِضْ يَدَهٗ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ» (تا آخر کلام) کے متعلق

بِقَوْلِهٖ: «وَ مَنْ یَّقْبِضْ یَدَهٗ عَنْ عَشِیْرَتِهٖ» اِلٰی تَمَامِ الْكَلَامِ، فَاِنَّ الْمُمْسِكَ خَیْرَهٗ عَنْ عَشِیْرَتِهٖ اِنَّمَا یُمْسِكُ نَفْعَ یَدٍ وَّاحِدَةٍ فَاِذَا احْتَاجَ اِلٰی نُصْرَتِهِمْ وَ اضْطَرَّ اِلٰی مُرَافَدَتِهِمْ قَعَدُوْا عَنْ نَّصْرِهٖ، وَ تَثَاقَلُوْا عَنْ صَوْتِهٖ، فَمُنِعَ تَرَافُدَ الْاَیْدِی الْكَثِیْرَةِ وَ تَنَاهُضَ الْاَقْدَامِ الْجَمَّةِ.

-----☆☆-----

(٢٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

وَلَعَمْرِیْ مَا عَلَیَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ، وَ خَابَطَ الْغَیَّ مِنْ اِدْهَانٍ وَ لَاۤ اِیْهَانٍ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ، وَ فِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَ امْضُوْا فِی الَّذِیْ نَهَجَهٗ لَكُمْ، وَ قُوْمُوْا بِمَا عَصَبَهٗ بِكُمْ، فَعَلِیٌّ ضَامِنٌ لِّفَلْجِكُمْ اٰجِلًا، اِنْ لَمْ تُمْنَحُوْهُ عَاجِلًا.

-----☆☆-----

(٢٥) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ تَوَاتَرَتْ عَلَیْهِ الْاَخْبَارُ بِاسْتِیْلَآءِ اَصْحَابِ مُعَاوِیَةَ عَلَی الْبِلَادِ وَ قَدِمَ عَلَیْهِ عَامِلَاهُ عَلَی الْیَمَنِ وَ هُمَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَّ سَعِیْدُ بْنُ نُمْرَانَ لَمَّا غَلَبَ عَلَیْهِمَا بُسْرُ بْنُ اَبِیْ اَرْطَاةَ، فَقَامَ علیہ السلام عَلَی الْمِنْۢبَرِ ضَجِرًا بِتَثَاقُلِ اَصْحَابِهٖ عَنِ الْجِهَادِ وَ مُخَالَفَتِهِمْ لَهٗ فِی الرَّاْیِ، فَقَالَ:

مَا هِیَ اِلَّا الْكُوْفَةُ، اَقْبِضُهَا وَ اَبْسُطُهَا اِنْ

فرماتے ہیں کہ اس جملہ کے معنی کتنے حسین و دلکش ہیں۔ حضرتؑ کی مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے قبیلہ سے حُسنِ سلوک نہیں کرتا تو اس نے ایک ہی ہاتھ کی منفعت کو روکا، لیکن جب ان کی امداد کی ضرورت پڑے گی اور ان کی ہمدردی و اعانت کیلئے لاچار و مضطر ہو گا تو وہ ان کے بہت سے بڑھنے والے ہاتھوں اور اٹھنے والے قدموں کی ہمدردریوں اور چارہ سازیوں سے محروم ہوجائے گا۔

--☆☆--

خطبہ (۲۴)

مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں حق کے خلاف چلنے والوں اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جنگ میں کسی قسم کی رُو رعایت اور سستی نہیں کروں گا۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اس کے غضب سے بھاگ کر اس کے دامنِ رحمت میں پناہ لو، اللہ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلو اور اس کے عائد کردہ احکام کو بجالاؤ (اگر ایسا ہو تو) علیؑ تمہاری نجات اُخروی کا ضامن ہے، اگرچہ دنیوی کامرانی تمہیں حاصل نہ ہو۔

--☆☆--

خطبہ (۲۵)

جب امیر المومنین علیہ السلام کو پے درپے یہ اطلاعات ملیں کہ معاویہ کے اصحاب (آپؑ کے مقبوضہ) شہروں پر تسلط جما رہے ہیں اور یمن کے عامل عبید اللہ ابن عباس اور سپہ سالارِ لشکر سعید ابن نُمران، بسر ابن ابی ارطات سے مغلوب ہو کر حضرتؑ کے پاس پلٹ آئے تو آپؑ اپنے اصحاب کی جہاد میں سُستی اور رائے کی خلاف ورزی سے بد دل ہو کر منبر کی طرف بڑھے اور فرمایا:[1]

یہ عالم ہے اس کوفہ کا جس کا بندوبست میرے ہاتھ میں ہے۔

لَّمْ تَكُوْنِيْ اِلَّاۤ اَنْتِ، تَهُبُّ اَعَاصِيْرُكِ، فَقَبَّحَكِ اللّٰهُ!.

(اے شہر کوفہ!) اگر تیرا یہی عالم رہا کہ تجھ میں آندھیاں چلتی رہیں تو خدا تجھے غارت کرے!۔

[وَ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ]

لَعَمْرُ اَبِيْكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُو اِنَّنِيْ
عَلٰى وَضَرٍ مِّنْ ذَا الْاِنَآءِ قَلِيْلِ

[پھر آپؑ نے شاعر کا یہ شعر بطورِ تمثیل پڑھا]

''اے عمرو! تیرے اچھے باپ کی قسم! مجھے تو اس برتن سے تھوڑی سی چکناہٹ ہی ملی ہے (جو برتن کے خالی ہونے کے بعد اس میں لگی رہ جاتی ہے)''۔

[ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ]

اُنْۢبِئْتُ بُسْرًا قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ وَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ! لَاَظُنُّ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُوْنَ مِنْكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلٰى بَاطِلِهِمْ، وَ تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ، وَ بِمَعْصِيَتِكُمْ اِمَامَكُمْ فِي الْحَقِّ، وَ طَاعَتِهِمْ اِمَامَهُمْ فِي الْبَاطِلِ، وَ بِاَدَآئِهِمُ الْاَمَانَةَ اِلٰى صَاحِبِهِمْ وَ خِيَانَتِكُمْ، وَ بِصَلَاحِهِمْ فِيْ بِلَادِهِمْ وَ فَسَادِكُمْ، فَلَوِ ائْتَمَنْتُ اَحَدَكُمْ عَلٰى قَعْبٍ لَّخَشِيْتُ اَنْ يَّذْهَبَ بِعِلَاقَتِهٖ.

[پھر آپؑ نے فرمایا]

مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بسر یمن پر چھا گیا ہے۔ بخدا! میں تو اب ان لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ عنقریب سلطنت و دولت کو تم سے ہتھیالیں گے، اس لئے کہ وہ (مرکز) باطل پر متحد و یکجا ہیں اور تم اپنے (مرکز) حق سے پراگندہ و منتشر۔ تم امرِ حق میں اپنے امام کے نافرمان اور وہ باطل میں بھی اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کے ساتھ امانت داری کے فرض کو پورا کرتے ہیں اور تم خیانت کرنے سے نہیں چوکتے۔ وہ اپنے شہروں میں امن بحال رکھتے ہیں اور تم شورشیں برپا کرتے ہو۔ میں اگر تم میں سے کسی کو لکڑی کے ایک پیالے کا بھی امین بناؤں تو یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اس کے کنڈے کو توڑ کر لے جائے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ قَدْ مَلِلْتُهُمْ وَ مَلُّوْنِيْ، وَ سَئِمْتُهُمْ وَ سَئِمُوْنِيْ، فَاَبْدِلْنِيْ بِهِمْ خَيْرًا مِّنْهُمْ، وَ اَبْدِلْهُمْ بِيْ شَرًّا مِّنِّيْ، اَللّٰهُمَّ مِثْ قُلُوْبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَآءِ، اَمَا وَاللّٰهِ! لَوَدِدْتُّ اَنَّ لِيْ بِكُمْ اَلْفَ فَارِسٍ مِّنْ بَنِيْ فِرَاسِ بْنِ غَنْمٍ:

اے اللہ! وہ مجھ سے تنگ دل ہو چکے ہیں اور میں ان سے، وہ مجھ سے اُکتا چکے ہیں اور میں ان سے، مجھے ان کے بدلے میں اچھے لوگ عطا کر اور میرے بدلے میں انہیں کوئی اور بُرا حاکم دے۔ خدایا! ان کے دلوں کو اس طرح (اپنے غضب سے) پگھلا دے جس طرح نمک پانی میں گھول دیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ تمہارے بجائے میرے پاس بنی فراس ابن غنم کے ایک ہی ہزار سوار ہوتے ایسے (جن کا وصف شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ:)

هُنَالِكَ، لَوْ دَعَوْتَ، اَتَاكَ مِنْهُمْ
فَوَارِسُ مِثْلُ اَرْمِيَةِ الْحَمِيْمِ

ثُمَّ نَزَلَ عَلَيْهِ السَّلَام مِنَ الْمِنْبَرِ۔

اَقُوْلُ: «اَلْاَرْمِيَةُ» جَمْعُ «رَمِيٍّ» وَ هُوَ السَّحَابُ، وَ الْحَمِيْمُ هٰهُنَا وَقْتُ الصَّيْفِ، وَ اِنَّمَا خَصَّ الشَّاعِرُ سَحَابَ الصَّيْفِ بِالذِّكْرِ لِاَنَّهٗ اَشَدُّ جُفُوْلًا وَّ اَسْرَعُ خُفُوْفًا، لِاَنَّهٗ لَا مَآءَ فِيْهِ، وَ اِنَّمَا يَكُوْنُ السَّحَابُ ثَقِيْلَ السَّيْرِ لِامْتِلَآئِهٖ بِالْمَآءِ، وَ ذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ فِي الْاَكْثَرِ اِلَّا زَمَانَ الشِّتَآءِ، وَ اِنَّمَا اَرَادَ الشَّاعِرُ وَصْفَهُمْ بِالسُّرْعَةِ اِذَا دُعُوْا وَ الْاِغَاثَةِ اِذَا اسْتُغِيْثُوْا، وَ الدَّلِيْلُ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ: «هُنَالِكَ، لَوْ دَعَوْتَ، اَتَاكَ مِنْهُمْ...»۔

-----☆☆-----

”اگر تم کسی موقعہ پر انہیں پکارو تو تمہارے پاس ایسے سوار پہنچیں جو تیز روی میں گرمیوں کے ابر کے مانند ہیں“۔

اس کے بعد حضرتؑ منبر سے نیچے اتر آئے۔

سیّد رضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: اس شعر میں لفظ: ”اُرمیہ“، رمی کی جمع ہے، جس کے معنی ابر کے ہیں اور ”حمیم“ کے معنی یہاں پر موسم گرم کے ہیں اور شاعر نے گرمیوں کے ابر کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ سریع السیر اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پانی سے خالی ہوتا ہے۔ اور ابر سست گام اس وقت ہوتا ہے جب اس میں پانی بھرا ہوا ہو اور ایسے ابر (ملک عرب میں) عموماً سردیوں میں اٹھتے ہیں۔ اس شعر سے شاعر کا مقصود یہ ہے کہ انہیں جب مدد کیلئے پکارا جاتا ہے اور ان سے فریاد رسی کی جاتی ہے تو وہ تیزی سے بڑھتے ہیں اور اس کی دلیل شعر کا پہلا مصرع ہے: «هُنَالِكَ، لَوْ دَعَوْتَ، اَتَاكَ مِنْهُمْ»: ”اگر تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے“۔

--☆☆--

ا۔ جب تحکیم کے بعد معاویہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے تو اس نے اپنا دائرہ سلطنت وسیع کرنے کیلئے امیر المومنین علیہ السلام کے مقبوضہ شہروں پر قبضہ جمانے کی تدبیریں شروع کر دیں اور مختلف علاقوں میں اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ جبر و تشدد سے امیر شام کیلئے بیعت حاصل کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بسر ابن ابی ارطاۃ کو حجاز روانہ کیا جس نے حجاز سے لے کر یمن تک ہزاروں بے گناہوں کے خون بہائے، قبیلوں کے قبیلے زندہ آگ میں جلا دیئے اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو قتل کیا، یہاں تک کہ عبید اللہ ابن عباس والی یمن کے دو کمسن بچوں قثم اور عبد الرحمٰن کو ان کی ماں حوریہ بنت خالد کے سامنے ذبح کر دیا۔

امیر المومنین علیہ السلام کو جب اس کی سفاکیوں اور خونریزیوں کا علم ہوا تو آپؑ نے اس کی سرکوبی کیلئے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر پیہم جنگ آزمائیوں کی وجہ سے لوگ جنگ سے جی چھوڑ بیٹھے تھے اور سرگرمی کے بجائے بددلی ان میں پیدا ہو چکی تھی۔ حضرتؑ نے جب ان کو جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے دیکھا تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہیں حمیت و غیرت دلائی ہے اور دشمن کی باطل نوازیوں اور ان کے مقابلے میں ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کر کے انہیں جہاد پر ابھارا ہے۔ آخر جاریہ ابن قدامہ نے آپؑ کی آواز پر لبیک کہی اور دو ہزار کے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کا پیچھا کر کے اسے امیر المومنین علیہ السلام کے مقبوضات سے نکال باہر کیا۔

☆☆☆☆☆

(٢٦) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ نَذِيْرًا لِّلْعٰلَمِيْنَ، وَ اَمِيْنًا عَلَى التَّنْزِيْلِ، وَ اَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلٰى شَرِّ دِيْنٍ، وَ فِيْ شَرِّ دَارٍ، مُنِيْخُوْنَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ وَّ حَيَّاتٍ صُمٍّ، تَشْرَبُوْنَ الْكَدِرَ، وَ تَاْكُلُوْنَ الْجَشِبَ، وَ تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ، وَتَقْطَعُوْنَ اَرْحَامَكُمْ، اَلْاَصْنَامُ فِيْكُمْ مَنْصُوْبَةٌ، وَالْاٰثَامُ بِكُمْ مَعْصُوْبَةٌ.

[وَ مِنْهَا]

فَنَظَرْتُ فَاِذَا لَيْسَ لِيْ مُعِيْنٌ اِلَّاۤ اَهْلُ بَيْتِيْ، فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ، وَ اَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذٰى، وَ شَرِبْتُ عَلَى الشَّجَا، وَ صَبَرْتُ عَلٰۤى اَخْذِ الْكَظَمِ، وَ عَلٰۤى اَمَرَّ مِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ.

[وَ مِنْهَا]

وَلَمْ يُبَايِعْ حَتّٰى شَرَطَ اَنْ يُّؤْتِيَهٗ عَلَى الْبَيْعَةِ ثَمَنًا، فَلَا ظَفِرَتْ يَدُ الْبَآئِعِ، وَ خَزِيَتْ اَمَانَةُ الْمُبْتَاعِ! فَخُذُوْا لِلْحَرْبِ اُهْبَتَهَا، وَ اَعِدُّوْا لَهَا عُدَّتَهَا، فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا، وَ عَلَا سَنَاهَا، وَ اسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ، فَاِنَّهٗۤ اَدْعٰۤى اِلَى النَّصْرِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۲۶)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کو (ان کی بد اعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب! اس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے، کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بودوباش رکھتے تھے، تم گدلا پانی پیتے اور موٹا جھوٹا کھاتے تھے، ایک دوسرے کا خون بہاتے اور رشتہ قرابت قطع کیا کرتے تھے۔ بت تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چمٹے ہوئے تھے۔

[اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے]

میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو مجھے اپنے اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی اپنا معین و مددگار نظر نہ آیا۔ میں نے انہیں موت کے منہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی، حلق میں پھندے تھے مگر میں نے غم و غصہ کے گھونٹ پی لئے اور گلوگرفتگی کے باوجود حنظل سے زیادہ تلخ حالات پر صبر کیا۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے] [1]

اس نے اس وقت تک معاویہ کی بیعت نہیں کی جب تک یہ شرط اس سے منوا نہ لی کہ وہ اس بیعت کی قیمت ادا کرے۔ اس بیعت کرنے والے کے ہاتھوں کو فتح و فیروز مندی نصیب نہ ہو اور خریدنے والے کے معاہدے کو ذلت و رسوائی حاصل ہو۔ (لو اب وقت آ گیا کہ) تم جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ اور اس کیلئے ساز و سامان مہیا کر لو۔ اس کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں اور لپٹیں بلند ہو رہی ہیں اور جامۂ صبر پہن لو کہ اس سے نصرت و کامرانی حاصل ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

--☆☆--

ؕ حضرتؑ نے نہروان کی طرف متوجہ ہونے سے قبل ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس کے تین ٹکڑے یہ ہیں: پہلے ٹکڑے میں بعثت سے قبل جو عرب کی حالت تھی اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور دوسرے حصے میں رسول ﷺ کی رحلت کے بعد جن حالات نے آپؑ کو گوشہ عزلت میں بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور تیسرے حصے میں معاویہ اور عمرو بن عاص کے درمیان جو قول و قرار ہوا تھا اس کا ذکر کیا ہے۔ اس باہمی معاہدہ کی صورت یہ تھی کہ جب امیر المومنین علیہ السلام نے جریر ابن عبد اللہ بجلی کو بیعت لینے کیلئے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اس نے جریر کو جواب دینے کے بہانے روک لیا اور اس دوران میں اہل شام کو ٹٹولنا شروع کیا کہ وہ کہاں تک اس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ جب انہیں خونِ عثمان کے انتقام پر اُبھار کر اپنا ہمنوا بنا لیا تو اپنے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان سے مشورہ کیا۔ اس نے رائے دی کہ اگر اس کام میں عمرو ابن عاص کو ساتھ ملا لیا جائے تو وہ اپنی سوجھ بوجھ سے بہت سی مشکلوں کو آسان کر سکتا ہے، لیکن وہ یوں ہی تمہارے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کیلئے آمادہ نہیں ہوگا، جب تک کہ اس کی منہ مانگی قیمت حاصل نہ کرے گا۔ اگر تم اس کیلئے تیار ہو تو وہ تمہارے لئے بہترین مشیر و معاون ثابت ہوگا۔ معاویہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمرو ابن عاص کو بلا کر اس سے گفتگو کی اور آخر یہ طے پایا کہ وہ حکومت مصر کے بدلے میں امیر المومنین علیہ السلام کو موردِ الزام ٹھہرا کر قتل عثمان کا انتقام لے گا اور جس طرح بن پڑے گا معاویہ کے شامی اقتدار کو متزلزل نہ ہونے دے گا۔ چنانچہ ان دونوں نے معاہدہ کی پابندی کی اور اپنے قول و قرار کو پوری طرح نبھایا۔

☆☆☆☆☆

(۲۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَتَحَهُ اللهُ لِخَاصَّةِ اَوْلِيَآئِهٖ، وَ هُوَ لِبَاسُ التَّقْوٰى، وَ دِرْعُ اللهِ الْحَصِيْنَةُ، وَ جُنَّتُهُ الْوَثِيْقَةُ، فَمَنْ تَرَكَهٗ رَغْبَةً عَنْهُ اَلْبَسَهُ اللهُ ثَوْبَ الذُّلِّ، وَ شَمْلَةَ الْبَلَآءِ، وَ دُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَ الْقَمَآءِ، وَ ضُرِبَ عَلٰى قَلْبِهٖ بِالْاَسْدَادِ، وَ اُدِيْلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيْعِ الْجِهَادِ، وَ سِيْمَ الْخَسْفَ، وَ مُنِعَ النِّصْفَ.

اَلَا وَ اِنِّیْ قَدْ دَعَوْتُكُمْ اِلٰى قِتَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَيْلًا وَّ نَهَارًا، وَ سِرًّا وَّ اِعْلَانًا، وَ قُلْتُ لَكُمْ: اغْزُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَّغْزُوْكُمْ، فَوَاللهِ! مَا غُزِیَ قَوْمٌ قَطُّ فِیْ عُقْرِ دَارِهِمْ اِلَّا ذَلُّوْا، فَتَوَاكَلْتُمْ وَ تَخَاذَلْتُمْ حَتّٰى شُنَّتْ عَلَيْكُمُ الْغَارَاتُ، وَ مُلِكَتْ عَلَيْكُمُ الْاَوْطَانُ.

وَ هٰذَاۤ اَخُوْ غَامِدٍ قَدْ وَرَدَتْ خَيْلُهُ الْاَنْۢبَارَ وَ قَدْ قَتَلَ حَسَّانَ بْنَ حَسَّانَ الْبَكْرِیَّ، وَ اَزَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ مَّسَالِحِهَا وَ لَقَدْ بَلَغَنِیْۤ اَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى الْمَرْاَةِ الْمُسْلِمَةِ، وَ الْاُخْرَى الْمُعَاهِدَةِ، فَيَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَ قُلْبَهَا وَقَلَآئِدَهَا وَ رِعَاثَهَا، مَا تَمْتَنِعُ مِنْهُ اِلَّا بِالْاِسْتِرْجَاعِ وَ الْاِسْتِرْحَامِ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا وَافِرِيْنَ

خطبہ (۲۷)

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے خاص دوستوں کیلئے کھولا ہے۔ یہ پرہیزگاری کا لباس، اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے۔ جو اس سے پہلو بچاتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا ہے، خدا اسے ذلت وخواری کا لباس پہنا اور مصیبت وابتلا کی ردا اوڑھا دیتا ہے اور ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے اور مدہوشی و غفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے اور جہاد کو ضائع و برباد کرنے سے حق اس کے ہاتھ سے لے لیا جاتا ہے، ذلت اسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے۔

میں نے اس قوم سے لڑنے کیلئے رات بھی اور دن بھی، علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی تمہیں پکارا اور للکارا اور تم سے کہا کہ قبل اس کے کہ وہ جنگ کیلئے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو۔ خدا کی قسم! جن افرادِ قوم پر ان کے گھروں کے حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے وہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں، لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے۔ یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں اور تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔

اسی بنی غامد کے آدمی (سفیان ابنِ عوف) ہی کو دیکھ لو کہ اس کی فوج کے سوار (شہر) انبار کے اندر پہنچ گئے اور حسان ابن حسان بکری کو قتل کر دیا اور تمہارے محافظ سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور ان کے (پیروں سے) کڑے، (ہاتھوں سے) کنگن اور گلو بند اور گوشوارے اتار لیتا تھا اور ان کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ آتا تھا۔ سوا اس کے کہ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ کہتے ہوئے صبر سے کام لیں یا

مَا نَالَ رَجُلًا مِّنْهُمْ كَلْمٌ وَّ لَا اُرِيْقَ لَهُمْ دَمٌ، فَلَوْ اَنَّ امْرَأً مُّسْلِمًا مَّاتَ مِنْ بَعْدِ هٰذَآ اَسَفًا مَّا كَانَ بِهٖ مَلُوْمًا، بَلْ كَانَ بِهٖ عِنْدِيْ جَدِيْرًا. فَيَا عَجَبًا! عَجَبًا وَاللهِ! يُمِيْتُ الْقَلْبَ وَ يَجْلِبُ الْهَمَّ مِنِ اجْتِمَاعِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ عَلٰى بَاطِلِهِمْ، وَ تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ! فَقُبْحًا لَّكُمْ وَ تَرَحًا حِيْنَ صِرْتُمْ غَرَضًا يُرْمٰى: يُغَارُ عَلَيْكُمْ وَ لَا تُغِيْرُوْنَ، وَ تُغْزَوْنَ وَ لَا تَغْزُوْنَ، وَ يُعْصَى اللهُ وَ تَرْضَوْنَ!.

فَاِذَآ اَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ اِلَيْهِمْ فِيْٓ اَيَّامِ الْحَرِّ قُلْتُمْ: هٰذِهٖ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ اَمْهِلْنَا يُسَبَّخْ عَنَّا الْحَرُّ، وَ اِذَآ اَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ اِلَيْهِمْ فِي الشِّتَآءِ قُلْتُمْ: هٰذِهٖ صَبَارَّةُ الْقُرِّ اَمْهِلْنَا يَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ، كُلُّ هٰذَا فِرَارًا مِّنَ الْحَرِّ وَ الْقُرِّ، فَاِذَا كُنْتُمْ مِنَ الْحَرِّ وَ الْقُرِّ تَفِرُّوْنَ فَاَنْتُمْ وَاللهِ! مِنَ السَّيْفِ اَفَرُّ!

يَآ اَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَ لَا رِجَالَ! حُلُوْمُ الْاَطْفَالِ، وَ عُقُوْلُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ، لَوَدِدْتُّ اَنِّيْ لَمْ اَرَكُمْ وَ لَمْ اَعْرِفْكُمْ مَعْرِفَةً ـ وَاللهِ!ـ جَرَّتْ نَدَمًا، وَ اَعْقَبَتْ سَدَمًا.

قَاتَلَكُمُ اللهُ! لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِيْ قَيْحًا، وَ شَحَنْتُمْ صَدْرِيْ غَيْظًا، وَ جَرَّعْتُمُوْنِيْ نُغَبَ التَّهْمَامِ اَنْفَاسًا، وَ اَفْسَدْتُّمْ عَلَيَّ رَاْيِيْ

خوشامدیں کر کے اس سے رحم کی التجا کریں، پھر وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے۔ نہ کسی کے زخم آیا نہ کسی کا خون بہا۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج و ملال سے مر جائے تو اسے ملامت نہیں کی جاسکتی، بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اَلْعَجَبُ ثُمَّ الْعَجَبُ خدا کی قسم! ان لوگوں کا باطل پر ایکا کر لینا اور تمہاری جمعیت کا حق سے منتشر ہو جانا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج و اندوہ بڑھا دیتا ہے۔ تمہارا بُرا ہو! تم غم و حزن میں مبتلا رہو! تم تو تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو۔ تمہیں ہلاک و تاراج کیا جا رہا ہے مگر تمہارے قدم حملے کیلئے نہیں اٹھتے۔ وہ تم سے لڑ بھڑ رہے ہیں اور تم جنگ سے جی چراتے ہو۔ اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو۔

اگر گرمیوں میں تمہیں ان کی طرف بڑھنے کیلئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے، اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے۔ اور اگر سردیوں میں چلنے کیلئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ کڑا کے کا جاڑا پڑ رہا ہے، اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی کا موسم گزر جائے۔ یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کیلئے باتیں ہیں۔ جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو تو پھر خدا کی قسم! تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھاگو گے۔

اے مردوں کی شکل و صورت والے نامردو! تمہاری عقلیں بچوں کی سی اور تمہاری سمجھ حجلہ نشین عورتوں کے مانند ہے۔ میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا، نہ تم سے جان پہچان ہوتی۔ ایسی شناسائی جو ندامت کا سبب اور رنج و اندوہ کا باعث بنی ہے۔

اللہ تمہیں مارے! تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے غم و حزن کے جُرعے پے در پے پلائے، نافرمانی کر کے میری

بِالْعِصْيَانِ وَ الْخِذْلَانِ، حَتّٰى لَقَدْ قَالَتْ قُرَيْشٌ: اِنَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ، وَ لٰكِنْ لَّا عِلْمَ لَهٗ بِالْحَرْبِ.

لِلّٰهِ اَبُوْهُمْ! وَ هَلْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَشَدُّ لَهَا مِرَاسًا، وَ اَقْدَمُ فِيْهَا مَقَامًا مِّنِّيْ؟! لَقَدْ نَهَضْتُ فِيْهَا وَ مَا بَلَغْتُ الْعِشْرِيْنَ، وَ هَا اَنَا ذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّيْنَ! وَ لٰكِنْ لَّا رَاْيَ لِمَنْ لَّا يُطَاعُ!

-----☆☆-----

تدبیر و رائے کو تباہ کر دیا، یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ: علیؑ ہے تو مردِ شجاع، لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں۔

اللہ ان کا بھلا کرے! کیا ان میں سے کوئی ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدانِ وغا میں میرے پہلے سے کارِ نمایاں کئے ہوئے ہو۔ میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کیلئے اٹھ کھڑا ہوا اور اب تو ساٹھ سے بھی اوپر ہو گیا ہوں، لیکن اس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔[1]

--☆☆--

[1] جنگِ صفین کے بعد معاویہ نے ہر طرف کشت وخون کا بازار گرم کر رکھا تھا اور امیر المومنین علیہ السلام کے مقبوضہ شہروں پر جارحانہ اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہیت، انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کیلئے سفیان ابن عوف غامدی کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ پہلے تو ہیت پہنچا، مگر اسے خالی پا کر انبار کی طرف بڑھ نکلا۔ یہاں پر امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ حفاظت کیلئے مقرر تھا، مگر وہ معاویہ کے اس لشکرِ جرار کو دیکھ کر جم نہ سکا۔ صرف سو آدمی اپنے مقام پر جمے رہے اور انہوں نے جہاں تک ممکن تھا ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا، مگر دشمن کی فوج نے مل کر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کے بھی قدم اکھڑ گئے اور رئیس لشکر حسان ابن حسان بکری تیس آدمیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔ جب میدان خالی ہو گیا تو دشمنوں نے پوری آزادی کے ساتھ انبار کو لوٹا اور شہر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

امیر المومنین علیہ السلام کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی تو آپؑ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو دشمن کی سرکوبی کیلئے ابھارا اور جہاد کی دعوت دی، مگر کسی طرف سے صدائے ''لبیک'' بلند نہ ہوئی، تو آپؑ پیچ و تاب کھاتے ہوئے منبر سے نیچے اتر آئے اور اسی عالم میں پیادہ پا دشمن کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو ان کی غیرت و حمیت بھی جوش میں آئی اور وہ بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ جب وادی نخیلہ میں پہنچ کر حضرتؑ نے منزل کی، تو ان لوگوں نے آپؑ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور باصرار کہنے لگے کہ: یا امیر المومنینؑ! آپؑ پلٹ جائیں، ہم فوج دشمن سے نپٹ لینے کیلئے کافی ہیں۔ جب ان لوگوں کا اصرار حد سے بڑھا تو آپؑ پلٹنے کیلئے آمادہ ہو گئے اور سعید ابن قیس آٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ادھر روانہ ہو گئے۔ مگر سفیان ابن عوف کا لشکر جا چکا تھا اور سعید ابن قیس بے لڑے واپس آئے۔

جب سعید کوفہ پہنچے تو ابن ابی الحدید کی روایت کی بنا پر حضرتؑ رنج و اندوہ کے عالم میں باب السدہ پر آ کر بیٹھ گئے اور ناسازیِ طبیعت کی وجہ سے یہ خطبہ لکھ کر اپنے غلام سعد کو دیا کہ وہ پڑھ کر سنا دے۔ مگر مبرد نے ابن عائشہ سے یہ روایت کیا ہے کہ: حضرتؑ نے یہ خطبہ مقامِ نخیلہ میں ایک بلندی پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا اور ابن میثم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اَدْبَرَتْ وَ اٰذَنَتْ بِوَدَاعٍ، وَ اِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَقْبَلَتْ وَ اَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ، اَلَا وَ اِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارَ وَ غَدًا السِّبَاقَ، وَ السَّبَقَةُ الْجَنَّةُ، وَ الْغَايَةُ النَّارُ، اَ فَلَا تَآئِبٌ مِّنْ خَطِيْٓئَتِهٖ قَبْلَ مَنِيَّتِهٖ؟ اَلَا عَامِلٌ لِّنَفْسِهٖ قَبْلَ يَوْمِ بُؤْسِهٖ؟ اَلَا وَ اِنَّكُمْ فِيْۤ اَيَّامِ اَمَلٍ مِّنْ وَّرَآئِهٖ اَجَلٌ، فَمَنْ عَمِلَ فِيْۤ اَيَّامِ اَمَلِهٖ قَبْلَ حُضُوْرِ اَجَلِهٖ فَقَدْ نَفَعَهٗ عَمَلُهٗ وَ لَمْ يَضْرُرْهُ اَجَلُهٗ، وَمَنْ قَصَّرَ فِيْۤ اَيَّامِ اَمَلِهٖ قَبْلَ حُضُوْرِ اَجَلِهٖ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُهٗ وَ ضَرَّهٗ اَجَلُهٗ.

اَلَا فَاعْمَلُوْا فِي الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُوْنَ فِي الرَّهْبَةِ، اَلَا وَ اِنِّيْ لَمْ اَرَ كَالْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا، وَ لَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا، اَلَا وَ اِنَّهٗ مَنْ لَّا يَنْفَعُهُ الْحَقُّ يَضُرُّهُ الْبَاطِلُ، وَ مَنْ لَّا يَسْتَقِيْمُ بِهِ الْهُدٰى يَجُرُّ بِهِ الضَّلَالُ اِلَى الرَّدٰى، اَلَا وَ اِنَّكُمْ قَدْ اُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ، وَ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ. وَ اِنَّ اَخْوَفَ مَاۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ: اتِّبَاعُ الْهَوٰى وَ طُوْلُ الْاَمَلِ، تَزَوَّدُوْا فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تَحْرُزُوْنَ بِهٖۤ اَنْفُسَكُمْ غَدًا.

خطبہ (۲۸)

دنیا نے پیٹھ پھرا کر اپنے رخصت ہونے کا اعلان اور منزلِ عقبیٰ نے سامنے آ کر اپنی آمد سے آگاہ کر دیا ہے۔ آج کا دن تیاری کا ہے اور کل دوڑ کا ہو گا۔ جس طرف آگے بڑھنا ہے وہ تو جنت ہے اور جہاں کچھ اشخاص (اپنے اعمال کی بدولت بلا اختیار) پہنچ جائیں گے، وہ دوزخ ہے۔ کیا موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی نہیں؟ اور کیا اس روزِ مصیبت کے آنے سے پہلے عمل (خیر) کرنے والا ایک بھی نہیں؟ تم امیدوں کے دور میں ہو جس کے پیچھے موت کا ہنگامہ ہے۔ تو جو شخص موت سے پہلے ان امیدوں کے دنوں میں عمل کر لیتا ہے تو یہ عمل اُس کیلئے سودمند ثابت ہوتا ہے اور موت اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور جو شخص موت سے قبل زمانہ امید و آرزو میں کوتاہیاں کرتا ہے تو وہ عمل کے اعتبار سے نقصان رسیدہ رہتا ہے اور موت اس کیلئے پیغامِ ضرر لے کر آتی ہے۔

لہٰذا جس طرح اس وقت جب ناگوار حالات کا اندیشہ ہو نیک اعمال میں منہمک ہوتے ہو، ویسا ہی اس وقت بھی نیک اعمال کرو جبکہ مستقبل کے آثار مسرت افزا محسوس ہو رہے ہوں۔ مجھے جنت ہی ایسی چیز نظر آتی ہے جس کا طلبگار سویا پڑا ہو اور جہنم ہی ایسی شے دکھائی دیتی ہے جس سے دور بھاگنے والا خوابِ غفلت میں محو ہو۔ جو حق سے فائدہ نہیں اٹھاتا اسے باطل کا نقصان و ضرر اٹھانا پڑے گا۔ جس کو ہدایت ثابت قدم نہ رکھے اسے گمراہی ہلاکت کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ تمہیں کوچ کا حکم مل چکا ہے اور زادِ راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے۔ مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ دو ہی چیزوں کا خطرہ ہے: ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا زادلے لو جس سے کل اپنے نفسوں کو بچا سکو۔

اَقُوْلُ: اِنَّهٗ لَوْ كَانَ كَلَامٌ يَّاْخُذُ بِالْاَعْنَاقِ اِلَى الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا، وَ يَضْطَرُّ اِلٰى عَمَلِ الْاٰخِرَةِ لَكَانَ هٰذَا الْكَلَامُ، وَ كَفٰى بِهٖ قَاطِعًا لِّعَلَآئِقِ الْاٰمَالِ، وَ قَادِحًا زِنَادَ الْاِتِّعَاظِ وا لْاِزْدِجَارِ. وَ مِنْ اَعْجَبِهٖ قَوْلُهٗ عليه السلام: «اَلَا وَ اِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارَ وَ غَدًا السِّبَاقَ، وَ السَّبَقَةُ الْجَنَّةُ، وَ الْغَايَةُ النَّارُ»، فَاِنَّ فِيْهِ مَعَ فَخَامَةِ اللَّفْظِ وَ عِظَمِ قَدْرِ الْمَعْنٰى وَ صَادِقِ التَّمْثِيْلِ وَ وَاقِعِ التَّشْبِيْهِ سِرًّا عَجِيْبًا، وَ مَعْنًى لَّطِيْفًا، وَ هُوَ قَوْلُهٗ عليه السلام: «وَ السَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَ الْغَايَةُ النَّارُ»، فَخَالَفَ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ لِاخْتِلَافِ الْمَعْنَيَيْنِ، وَ لَمْ يَقُلْ: وَ السَّبْقَةُ النَّارُ، كَمَا قَالَ: «وَ السَّبَقَةُ الْجَنَّةُ»، لِاَنَّ الْاِسْتِبَاقَ اِنَّمَا يَكُوْنُ اِلٰى اَمْرٍ مَّحْبُوْبٍ وَّ غَرَضٍ مَّطْلُوْبٍ، وَ هٰذِهٖ صِفَةُ الْجَنَّةِ، وَ لَيْسَ هٰذَا الْمَعْنٰى مَوْجُوْدًا فِي النَّارِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا.

فَلَمْ يَجُزْ اَنْ يَّقُوْلَ: وَ السَّبَقَةُ النَّارُ، بَلْ قَالَ: «وَ الْغَايَةُ النَّارُ»، لِاَنَّ الْغَايَةَ قَدْ يَنْتَهِيْ اِلَيْهَا مَنْ لَّا يَسُرُّهُ الْاِنْتِهَآءُ اِلَيْهَا وَ مَنْ يَّسُرُّهٗ ذٰلِكَ، فَصَلَحَ اَنْ يُّعَبَّرَ بِهَا عَنِ الْاَمْرَيْنِ مَعًا، فَهِيَ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ كَالْمَصِيْرِ وَ الْمَاٰلِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾، وَ لَا يَجُوْزُ فِيْ هٰذَا

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: اگر کوئی کلام گردن پکڑ کر زہد دنیوی کی طرف لانے والا اور عمل اُخروی کیلئے مجبور ومضطر کر دینے والا ہوسکتا ہے تو وہ یہ کلام ہے جو امیدوں کے بندھنوں کو توڑنے اور وعظ و سرزنش سے اثر پذیری کے جذبات کو مشتعل کرنے کیلئے کافی و وافی ہے۔ اس خطبے میں یہ جملہ: «اَلَا وَ اِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارَ وَ غَدًا السِّبَاقَ، وَ السَّبَقَةُ الْجَنَّةُ، وَ الْغَايَةُ النَّارُ» تو بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ اس میں لفظوں کی جلالت، معنی کی بلندی، سچی تمثیل اور صحیح تشبیہ کے ساتھ عجیب اسرار اور باریک نکات ملتے ہیں۔ حضرتؑ نے اپنے ارشاد: «وَ السَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَ الْغَايَةُ النَّارُ» میں معنی مقصود کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے دو جداگانہ لفظیں: "اَلسَّبَقَةُ وَ الْغَايَةُ" استعمال کی ہیں۔ جنت کے لئے لفظ "اَلسَّبَقَةُ" (بڑھنا) فرمائی ہے اور جہنم کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کی، کیونکہ ''سبقت'' اس چیز کی طرف کی جاتی ہے جو مطلوب و مرغوب ہو اور یہ بہشت ہی کی شان ہے اور دوزخ میں مطلوبیت و مرغوبیت کہاں کہ اس کی جستجو و تلاش میں بڑھا جائے (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا)۔

چونکہ "اَلسَّبَقَةُ النَّارُ" کہنا صحیح و درست نہیں ہوسکتا تھا، اسی لئے «وَ الْغَايَةُ النَّارُ» فرمایا اور ''غایت'' صرف منزل منتہا کو کہتے ہیں، اس تک پہنچنے والے کو خواہ رنج و کوفت ہو یا شادمانی و مسرت، یہ ان دونوں معنوں کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہر صورت اسے مصیر و مآل (باز گشت) کے معنی میں سمجھنا چاہیے اور ارشاد قرآنی ہے: ﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾: (کہو کہ تم دنیا سے اچھی طرح حظ اٹھا لو آخر تو تمہاری باز گشت جہنم کی طرف ہے)۔ یہاں مَصِيْرَكُمْ کی بجائے

الْمَوْضِعِ اَنْ يُّقَالَ: سَبَقْتُكُمْ اِلَى النَّارِ، فَتَاَمَّلْ ذٰلِكَ، فَبَاطِنُهٗ عَجِيْبٌ، وَ غَوْرُهٗ بَعِيْدٌ لَّطِيْفٌ، وَ كَذٰلِكَ اَكْثَرُ كَلَامِهٖ عليه السلام.

[وَ فِيْ بَعْضِ النُّسَخِ]

وَ قَدْ جَآءَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى: «وَ السُّبْقَةُ الْجَنَّةُ»، بِضَمِّ السِّيْنِ، وَ السُّبْقَةُ عِنْدَهُمْ اسْمٌ لِّمَا يُجْعَلُ لِلسَّابِقِ اِذَا سَبَقَ مِنْ مَّالٍ اَوْ عَرَضٍ، وَ الْمَعْنَيَانِ مُتَقَارِبَانِ، لِاَنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ جَزَآءً عَلٰى فِعْلِ الْاَمْرِ الْمَذْمُوْمِ، وَ اِنَّمَا يَكُوْنُ جَزَآءً عَلٰى فِعْلِ الْاَمْرِ الْمَحْمُوْدِ.

سَبَقْتُكُمْ کہنا کسی طرح صحیح و درست نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس میں غور وفکر کرو اور دیکھو کہ اس کا باطن کتنا عجیب اور اس کا گہراؤ لطافتوں کو لئے ہوئے کتنی دور تک چلا گیا ہے اور حضرتؑ کا بیشتر کلام اسی انداز پر ہوتا ہے۔

[اور بعض نسخوں میں ہے کہ:]

اور بعض روایتوں میں «وَ السُّبْقَةُ» بضم سین بھی آیا ہے اور السُّبْقَةُ اُس مال و متاع کو کہتے ہیں جو آگے نکل جانے والے کے لئے بطور انعام رکھا جاتا ہے۔ بہر صورت دونوں کے معنی قریب قریب یکساں ہیں۔ اس لئے کہ معاوضہ و انعام کسی قابل مذمت فعل پر نہیں ہوتا، بلکہ کسی اچھے اور لائق ستائش کارنامے کے بدلے ہی میں ہوتا ہے۔

-----☆☆-----

(۲۹) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۲۹)

اَيُّهَا النَّاسُ! الْمُجْتَمِعَةُ اَبْدَانُهُمْ، الْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَآءُهُمْ، كَلَامُكُمْ يُوْهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ، وَ فِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيْكُمُ الْاَعْدَآءَ! تَقُوْلُوْنَ فِي الْمَجَالِسِ: كَيْتَ وَ كَيْتَ، فَاِذَا جَآءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ: حِيْدِيْ حَيَادِ! مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ، وَ لَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ، اَعَالِيْلُ بِاَضَالِيْلَ، سَئَلْتُمُوْنِي التَّطْوِيْلَ، دِفَاعَ ذِي الدَّيْنِ الْمَطُوْلِ، لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيْلُ! وَلَا يُدْرَكُ الْحَقُّ اِلَّا بِالْجِدِّ!.

اَيَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُوْنَ؟ وَ مَعَ اَيِّ اِمَامٍ بَعْدِيْ تُقَاتِلُوْنَ؟

اے وہ لوگو جن کے جسم یکجا اور خواہشیں جُدا جُدا ہیں۔ تمہاری باتیں تو سخت پتھروں کو بھی نرم کر دیتی ہیں اور تمہارا عمل ایسا ہے کہ جو دشمنوں کو تم پر دندان آز تیز کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اپنی مجلسوں میں تو تم کہتے پھرتے ہو کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور جب جنگ چھڑ ہی جاتی ہے تو تم اس سے پناہ مانگنے لگتے ہو۔ جو تم کو مدد کیلئے پکارے اس کی صدا بے وقعت اور جس کا تم جیسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہو اس کا دل ہمیشہ بے چین ہے۔ حیلے حوالے ہیں غلط سلط اور مجھ سے جنگ میں تاخیر کرنے کی خواہشیں ہیں، جیسے نادہندہ مقروض اپنے قرض خواہ کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذلیل آدمی ذلت آمیز زیادتیوں کی روک تھام نہیں کرسکتا اور حق تو بغیر کوشش کے نہیں ملا کرتا۔

اس گھر کے بعد اور کون سا گھر ہے جس کی حفاظت کرو گے؟ اور میرے بعد اور کس امام کے ساتھ ہو کر جہاد کرو گے؟ خدا کی قسم! جسے تم

الْمَغْرُوْرُ ـ وَاللهِ ـ مَنْ غَرَرْتُمُوْهُ، وَ مَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ ـ وَ اللهِ ـ بِالسَّهْمِ الْاَخْيَبِ، وَمَنْ رَّمٰى بِكُمْ فَقَدْ رَمٰى بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ.

اَصْبَحْتُ وَاللهِ! لَاۤ اُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ، وَ لَاۤ اَطْمَعُ فِیْ نَصْرِكُمْ، وَ لَاۤ اُوْعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ. مَا بَالُكُمْ؟ مَا دَوَآؤُكُمْ؟ مَا طِبُّكُمْ؟ اَلْقَوْمُ رِجَالٌ اَمْثَالُكُمْ، اَ قَوْلًا بِغَيْرِ عِلْمٍ! وَ غَفْلَةً مِّنْ غَيْرِ وَرَعٍ! وَ طَمَعًا فِیْ غَيْرِ حَقٍّ؟!.

-----☆☆-----

نے دھوکا دے دیا ہو اس کے فریب خوردہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور جسے تم جیسے لوگ ملے ہوں تو اس کے حصہ میں وہ تیر آتا ہے جو خالی ہوتا ہے اور جس نے تم کو (تیروں کی طرح) دشمنوں پر پھینکا ہو اس نے گویا ایسا تیر پھینکا ہے جس کا سوفار ٹوٹ چکا ہو اور پیکان بھی شکستہ ہو۔

خدا کی قسم! میری کیفیت تو اب یہ ہے کہ نہ میں تمہاری کسی بات کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمہاری نصرت کی مجھے آس باقی رہی ہے اور نہ تمہاری وجہ سے دشمن کو جنگ کی دھمکی دے سکتا ہوں۔ تمہیں کیا ہو گیا؟ تمہارا مرض کیا ہے؟ اور اسکا چارہ کیا ہے؟ اس قوم (اہل شام) کے افراد بھی تو تمہاری ہی شکل و صورت کے مرد ہیں۔ کیا باتیں ہی باتیں رہیں گی، جانے بُوجھے بغیر؟ اور صرف غفلت و مدہوشی ہے، تقویٰ و پرہیز گاری کے بغیر؟ (بلندی کی) حرص ہی حرص ہے، مگر بالکل ناحق؟۔[1]

--☆☆--

[1] جنگ نہروان کے بعد معاویہ نے ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ اطرافِ کوفہ میں اس مقصد سے بھیجا کہ وہ ان نواح میں شورش و انتشار پھیلائے اور جسے پائے اسے قتل کر دے اور جہاں تک ہو سکے قتل و غارت کا بازار گرم کرے تاکہ امیر المومنین علیہ السلام سکون و اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد کو سرانجام دینے کیلئے روانہ ہوا اور بے گناہوں کے خون بہاتا ہوا اور ہر طرف تباہی مچاتا ہوا مقام ثعلبیہ تک پہنچ گیا۔ یہاں پر حجاج کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور پھر مقامِ قطقطانہ پر صحابی رسول عبد اللہ ابن مسعود کے بھتیجے عمرو ابن عمیس اور اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیا اور یونہی ہر جگہ وحشت و خونخواری شروع کر دی۔

امیر المومنین علیہ السلام کو جب ان غارت گریوں کا علم ہوا تو آپؑ نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کیلئے بلایا تاکہ ان درندگیوں کی روک تھام کی جائے۔ مگر لوگ جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے نظر آئے۔ آپؑ ان لوگوں کی سست قدمی و بددلی سے متاثر ہو کر منبر پر تشریف لے گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کو غیرت دلائی ہے کہ وہ بزدلوں کی طرح جنگ سے بچنے کی کوشش نہ کریں اور اپنے ملک کی حفاظت کیلئے جوانمردوں کی طرح اُٹھ کھڑے ہوں اور غلط سلط حیلے حوالوں سے کام نہ لیں۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ دشمن کی سرکوبی کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مقام تدمر پر اسے جا لیا۔ ابھی دونوں فریق میں معمولی سی جھڑپ ہوئی تھی کہ رات کا اندھیرا پھیلنے لگا اور وہ صرف انیس آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ امیر المومنین علیہ السلام کی فوج میں سے بھی دو آدمیوں نے جامِ شہادت پیا۔

☆☆☆☆☆

(۳۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ مَعْنٰی قَتْلِ عُثْمَانَ

لَوْ اَمَرْتُ بِهٖ لَكُنْتُ قَاتِلًا، اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِرًا، غَيْرَ اَنَّ مَنْ نَّصَرَهٗ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقُوْلَ: خَذَلَهٗ مَنْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ، وَ مَنْ خَذَلَهٗ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّقُوْلَ: نَصَرَهٗ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ.

وَ اَنَا جَامِعٌ لَّكُمْ اَمْرَهٗ، اسْتَاْثَرَ فَاَسَآءَ الْاَثَرَةَ وَ جَزِعْتُمْ فَاَسَاْتُمُ الْجَزَعَ، وَ لِلّٰهِ حُكْمٌ وَّاقِعٌ فِی الْمُسْتَاْثِرِ وَالْجَازِعِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۳۰)

قتل عثمان کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا

اگر مَیں [۱] ان کے قتل کا حکم دیتا تو البتہ ان کا قاتل ٹھہرتا اور اگر ان کے قتل سے (دوسروں کو) روکتا تو ان کا معاون و مددگار رہوتا (میں بالکل غیر جانبدار رہا)، لیکن حالات ایسے تھے کہ جن لوگوں نے ان کی نصرت و امداد کی وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم ان کی نصرت نہ کرنے والوں سے بہتر ہیں اور جن لوگوں نے ان کی نصرت سے ہاتھ اٹھالیا وہ نہیں خیال کرتے کہ ان کی مدد کرنے والے ہم سے بہتر و برتر ہیں۔

میں حقیقت امر کو تم سے بیان کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے (اپنے عزیزوں کی) طرفداری کی تو طرفداری بُری طرح کی اور تم گھبرا گئے تو بُری طرح گھبرا گئے اور (ان دونوں فریق کی) بے جا طرفداری کرنے والے اور گھبرا اٹھنے والے کے درمیان اصل فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔

--☆☆--

[۱] حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم ۲۴ ھ میں ستر برس کی عمر میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور بارہ برس تک مسلمانوں کے سیاہ وسفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ھ میں قتل ہو کر حش کوکب میں دفن ہوئے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور ان کے عمّال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے اور ان کے گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی ان کی حمایت و مدافعت کیلئے کھڑا نہ ہوتا۔ مسلمان یقیناً ان کے سن وسال، ان کی بزرگی و وقار اور شرفِ مصاحبت کا پاس ولحاظ کرتے، مگر ان کے طور طریقوں نے فضا کو اس طرح بگاڑ رکھا تھا کہ کوئی ان کی ہمدردی و پاسداری کیلئے آمادہ نظر نہ آتا تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ صحابیوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا گیا تھا، اس نے قبائل عرب میں ان کے خلاف غم وغصہ کی لہر دوڑا رکھی تھی۔ ہر شخص پیچ وتاب کھا رہا تھا اور ان کی خودسری و بے راہروی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوذر کی توہین و تذلیل اور جلاوطنی کے سبب سے بنی غفار اور ان کے حلیف قبائل، عبداللہ ابن مسعود کو بے دردی سے پٹوانے کی وجہ سے بنی ہذیل اور ان کے حلیف بنی زہرہ، عمار ابن یاسر کی پسلیاں توڑ دینے کے باعث بنی مخزوم اور ان کے حلیف قبیلے اور محمد ابن ابی بکر کے قتل کا سروسامان کرنے کی وجہ سے بنی تیم کے دلوں میں غصہ کا ایک طوفان موجزن تھا۔ دوسرے

شہروں کے مسلمان بھی ان کے عمال کے ہاتھوں سے نالاں تھے کہ جو دولت کی سرشاریوں اور بادۂ عشرت کی سرمستیوں میں جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے اور جسے چاہتے تھے پامال کر کے رکھ دیتے تھے۔ نہ انہیں مرکز کی طرف سے عتاب کا ڈر تھا اور نہ کسی باز پرس کا اندیشہ۔ لوگ ان کے پنجہ استبداد سے نکلنے کیلئے پھڑ پھڑاتے تھے مگر کوئی ان کے کرب و اذیت کی صدائیں سننے کیلئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ نفرت کے جذبات اُبھر رہے تھے، مگر انہیں دبانے کی کوئی فکر نہ کی جاتی تھی۔ صحابہ بھی ان سے بددل ہو چکے تھے، کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے، کہ امن عالم تباہ، نظم ونسق تہ و بالا اور اسلامی خدوخال مسخ کئے جا رہے ہیں۔ نادار و فاقہ کش سُوکھے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں اور بنی امیہ کے ہاں ہن برس رہا ہے۔ خلافت شکم پری کا ذریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے۔ لہٰذا وہ بھی ان کے قتل کیلئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ انہی کے خطوط و پیغامات کی بنا پر کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ مدینہ میں آ جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان نے معاویہ کو تحریر کیا کہ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَدْ كَفَرُوْا وَ اَخْلَفُوا الطَّاعَةَ وَ نَكَثُوا الْبَيْعَةَ، فَابْعَثْ اِلَيَّ مِنْ قِبَلِكَ مِنْ مُّقَاتِلَةِ اَهْلِ الشَّامِ عَلٰى كُلِّ صَعْبٍ وَّ ذَلُوْلٍ.

واضح ہو کہ اہل مدینہ کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے اور بیعت توڑ ڈالی ہے۔ تم شام کے لڑنے بھڑنے والوں کو تندو تیز سواریوں پر میری طرف بھیجو۔

معاویہ نے اس خط کے پہنچنے پر جو طرز عمل اختیار کیا، اس سے بھی صحابہ کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ طبری نے اسکے بعد لکھا ہے کہ:

فَلَمَّا جَآءَ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابُ تَرَبَّصَ بِهٖ وَ كَرِهَ اِظْهَارَ مُخَالَفَةِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ قَدْ عَلِمَ اجْتِمَاعَهُمْ.

جب معاویہ کو یہ خط ملا تو اس نے توقف کیا اور اصحابِ پیغمبرؐ کی کھلم کھلا مخالفت کو برا جانا، چونکہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ان کی مخالفت پر یکجہتی سے متفق ہیں۔ (طبری، ج ۳، ص ۴۰۲)

ان واقعات کے پیش نظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلوائیوں کے سر تھوپ دینا، حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے۔ جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر مدینہ ہی میں موجود تھے اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دکھ درد کی چارہ جوئی کیلئے جمع ہوئے تھے جن کا مقصد صرف اصلاحِ حال تھا، نہ قتل و خونریزی۔ اگر ان کی داد فریاد سن لی جاتی تو اس خون خرابے تک کبھی نوبت نہ پہنچتی۔

مگر ہوا یہ کہ جب اہلِ مصر حضرت عثمان کے دُودھ شریک بھائی عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف بڑھے اور شہر کے قریب وادی ذی خشب میں پڑاؤ ڈال دیا تو ایک شخص کے ہاتھ خط بھیج کر حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ ان کے مظالم مٹائے جائیں، موجودہ روش کو بدلا جائے اور آئندہ کیلئے توبہ کی جائے۔ مگر آپ نے جواب دینے کی بجائے اس شخص کو گھر سے نکلوا دیا اور ان کے مطالبہ کو قابل اعتنا نہ سمجھا، جس پر وہ لوگ اس غرور و طغیان کے خلاف آواز بلند کرنے کیلئے شہر کے اندر داخل ہوئے اور لوگوں سے حکومت کی

ستمرانیوں کے ساتھ اس طرزِ عمل کا بھی شکوہ کیا۔

ادھر کوفہ اور بصرہ کے بھی سینکڑوں آدمی اپنے شکوے شکایات لے کر مدینہ آئے ہوئے تھے جو ان سے ہمنوا ہو کر اہلِ مدینہ کی پشت پناہی پر آگے بڑھے اور حضرت عثمان کو پابند مسکن بنا دیا۔ مگر ان کیلئے مسجد میں آنے جانے کیلئے کوئی رکاوٹ نہ تھی، لیکن انہوں نے پہلے ہی جمعہ میں جو خطبہ دیا اس میں ان لوگوں کو سخت الفاظ میں برا بھلا کہا اور ملعون تک قرار دیا جس پر لوگوں نے مشتعل ہو کر ان پر سنگریزے پھینکے جس سے بے حال ہو کر منبر سے نیچے گر پڑے اور چند دنوں کے بعد ان کے مسجد میں آنے جانے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔

جب حضرت عثمان نے اس حد تک حالات بگڑے ہوئے دیکھے تو بڑی لجاجت سے امیر المومنین علیہ السلام سے خواہش کی کہ وہ ان کیلئے چھٹکارے کی کوئی سبیل کریں اور جس طرح بن پڑے ان لوگوں کو متفرق کر دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ: میں کس قرارداد پر انہیں جانے کیلئے کہوں، جبکہ ان کے مطالبات حق بجانب ہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس کا اختیار آپؑ کو دیتا ہوں، آپؑ ان سے جو بھی معاہدہ کریں گے میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ حضرتؑ مصریوں سے جا کر ملے اور ان سے بات چیت کی اور وہ اس شرط پر واپس پلٹ جانے کیلئے آمادہ ہو گئے کہ تمام مظالم مٹائے جائیں اور ابن ابی سرح کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد ابن ابی بکر کو مقرر کیا جائے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے پلٹ کر حضرت عثمان کے سامنے ان کا مطالبہ رکھا جسے انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے مان لیا اور یہ کہا کہ ان تمام مظالم سے عہدہ برآ ہونے کیلئے کچھ مہلت ہونا چاہیئے۔ حضرتؑ نے فرمایا: جو چیزیں مدینہ سے متعلق ہیں ان میں مہلت کے کوئی معنی نہیں، البتہ دوسری جگہوں کیلئے اتنا وقفہ دیا جا سکتا ہے کہ تمہارا پیغام وہاں تک پہنچ سکے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مدینہ کیلئے بھی تین دن کی مہلت ہونی چاہیئے۔ حضرتؑ نے مصریوں سے بات چیت کرنے کے بعد اسے بھی منظور کر لیا اور ان کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی اور وہ لوگ حضرتؑ کے کہنے سے منتشر ہو گئے۔ کچھ محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مصر چلے گئے اور کچھ لوگ وادی ذی خشب [1] میں آ کر ٹھہر گئے اور یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

اس واقعہ کے دوسرے دن مروان نے حضرت عثمان سے کہا کہ خیر یہ لوگ تو چلتے بنے، مگر دوسرے شہروں سے آنے والوں کی روک تھام کیلئے آپ ایک بیان دیں تاکہ وہ ادھر کا رخ نہ کریں اور اپنی اپنی جگہ پر مطمئن ہو کر بیٹھے رہیں اور وہ بیان یہ ہو کہ: مصر کے کچھ لوگ جھوٹ سچ باتیں سن کر مدینہ میں جمع ہو گئے تھے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ وہ جو سنتے تھے غلط تھا تو وہ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت عثمان ایسا صریح جھوٹ بولنا نہ چاہتے تھے، مگر مروان نے کچھ ایسا چکمہ دیا کہ وہ آمادہ ہو گئے اور مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمَ مِنْ اَهْلِ مِصْرَ كَانَ بَلَغَهُمْ عَنْ اِمَامِهِمْ اَمْرٌ، فَلَمَّا تَيَقَّنُوْۤا اَنَّهٗ بَاطِلٌ مَّا بَلَغَهُمْ عَنْهُ رَجَعُوْۤا اِلٰى بِلَادِهِمْ.

ان مصریوں کو اپنے خلیفہ کے متعلق کچھ خبریں ملی تھیں اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط اور بے سر و پا تھیں تو وہ اپنے شہروں کی طرف پلٹ گئے۔ (طبری، ج ۳، ص ۳۹۵)

---

[1] مدینہ سے ایک رات کے فاصلہ پر ایک وادی کا نام ہے۔

یہ کہنا تھا کہ مسجد میں ایک ہلڑ مچ گیا اور لوگوں نے پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ: اے عثمان! توبہ کرو، اللہ سے ڈرو، یہ کیا جھوٹ کہہ رہے ہو۔ حضرت عثمان اس ہڑ بونگ میں سٹپٹا کر رہ گئے اور توبہ کرتے ہی بنی۔ چنانچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور پھر گھر پلٹ آئے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے غالباً اسی واقعہ کے بعد حضرت عثمان کو یہ مشورہ دیا کہ تم سابقہ لغزشوں سے کھلم کھلا توبہ کرو، تاکہ یہ شورشیں ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیں، ورنہ کل کو کہیں اور کے لوگ آ گئے تو پھر مجھے چمٹو گے کہ تمہاری گلو خلاصی کراؤں۔ چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں خطبہ دیا جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی اور آئندہ محتاط رہنے کا عہد کیا اور لوگوں سے کہا کہ جب میں منبر سے اُتروں تو تمہارے نمائندے میرے گھر پر آئیں، میں تمہاری شکایتوں کا ازالہ کروں گا اور تمہارے مطالبے پورے کروں گا۔ جس پر لوگوں نے آپ کے اس اقدام کو بہت سراہا اور بڑی حد تک دلی کدورتوں کو آنسوؤں سے دھو ڈالا۔

یہاں سے فارغ ہو کر جب دولت سرا پر پہنچے تو مروان نے کچھ کہنے کی اجازت چاہی، مگر حضرت عثمان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ مانع ہوئیں اور مروان سے مخاطب ہو کر کہا کہ: خدا کیلئے تم چپ رہو، تم کوئی ایسی ہی بات کہو گے جو ان کیلئے موت کا پیش خیمہ بن کر رہے گی۔ مروان نے بگڑ کر کہا کہ تمہیں ان معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ تم اسی کی تو بیٹی ہو جسے مرتے دم تک وضو کرنا بھی نہ آیا۔ نائلہ نے جھلا کر کہا کہ تم غلط کہتے ہو اور بہتان باندھتے ہو، میرے باپ کو کچھ کہنے سے پہلے ذرا اپنے باپ کا حلیہ بھی دیکھ لیا ہوتا۔ اگر ان بڑے میاں کا خیال نہ ہوتا تو پھر وہ سناتی کہ لوگ کانوں پر ہاتھ رکھتے اور ہر بات میں میری ہاں میں ہاں ملاتے۔

حضرت عثمان نے جب بات بڑھتے دیکھی تو انہیں روک دیا اور مروان سے کہا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ مروان نے کہا کہ یہ آپ مسجد میں کیا کہہ آئے ہیں اور کیسی توبہ کر آئے ہیں۔ میرے نزدیک تو گناہ پر اڑے رہنا آپ کی اس توبہ سے ہزار درجہ بہتر تھا، کیونکہ گناہ خواہ کس حد تک بڑھ جائیں، ان کیلئے توبہ کی گنجائش رہتی ہے اور مارے باندھے کی توبہ کوئی توبہ نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو آپ کہہ آئے ہیں، مگر اس صلائے عام کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ دروازے پر لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے ہیں۔ تو اب آگے بڑھئے اور پورا کیجئے ان کے مطالبات کو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ خیر میں جو کہہ آیا سو کہہ آیا، اب تم ان لوگوں سے نپٹ لو، میرے بس کا یہ روگ نہیں کہ میں انہیں نپٹاؤں۔

چنانچہ مروان آپ کا ایماء پا کر باہر آیا اور لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو؟ کیا دھاوا بولنے کا ارادہ ہے یا لُوٹ مار کا قصد ہے؟ یاد رکھو کہ تم بآسانی ہمارے ہاتھوں سے اقتدار نہیں چھین سکتے اور یہ خیال دلوں سے نکال ڈالو کہ تم ہمیں دبا لو گے۔ ہم کسی سے دَب کر رہنے والے نہیں ہیں۔ یہاں سے مُنہ کالا کرو، خدا تمہیں رسوا و ذلیل کرے۔

لوگوں نے یہ بگڑے ہوئے تیور اور بدلا ہوا نقشہ دیکھا تو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے امیر المومنین علیہ السلام کے ہاں پہنچے اور انہیں ساری روئیداد سنائی جسے سن کر حضرتؑ مارے غصے کے پیچ و تاب کھانے لگے اور اسی وقت اٹھ کر عثمان کے ہاں گئے اور ان سے کہا: واہ، سبحان اللہ! کیا مسلمانوں کی درگت بنائی ہے، تم نے ایک بے دین و بدکردار کی خاطر دین سے بھی ہاتھ

اٹھالیا اور عقل کو بھی جواب دے دیا۔ آخر تمہیں کچھ تو اپنے وعدے کا پاس ولحاظ ہونا چاہیئے تھا۔ یہ کیا کہ مروان کے اشارے پر آنکھ بند کر کے چل پڑو۔ یاد رکھو کہ وہ تمہیں ایسے اندھے کنوئیں میں پھینکے گا کہ پھر اس سے نکل نہ سکو گے۔ تم تو مروان کی سواری بن گئے ہو کہ وہ جس طرح چاہے تم پر سواری گانٹھ لے اور جس غلط راہ پر چاہے تمہیں ڈال دے۔ آئندہ سے میں تمہاری معاملہ میں کوئی دخل نہ دوں گا اور نہ لوگوں سے کچھ کہوں سنوں گا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔

اتنا کہہ سن کر حضرتؑ تو واپس ہوئے اور نائلہ کی بن آئی۔ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ مَیں نہ کہتی تھی کہ مروان سے پیچھا چھڑائیے، ورنہ وہ ایسا کلنک کا ٹیکہ لگائے گا کہ مٹائے نہ مٹے گا، بھلا اس کے کہنے پر کیا چلنا کہ جو لوگوں میں بے آبرو اور نظروں سے گرا ہوا ہو۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو منائیے ورنہ یاد رکھئے کہ بگڑے ہوئے حالات کا بنانا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ مروان کے اختیار میں ہے۔

حضرت عثمان اس سے متاثر ہوئے اور امیر المومنین علیہ السلام کے پیچھے آدمی بھیجا۔ مگر حضرتؑ نے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ خود حضرت عثمان کے گرد گو محاصرہ نہ تھا، مگر حیا زنجیر پا تھی، کون سامنہ لے کر گھر سے باہر نکلتے، مگر نکلے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا، لہٰذا رات کے پردے میں چپکے سے نکلے اور امیر المومنین علیہ السلام کے ہاں جا پہنچے اور اپنی بے بسی اور لاچاری کا رونا رویا۔ عذر معذرت بھی کی، وعدے کی پابندی کا یقین بھی دلایا، مگر حضرتؑ نے فرمایا کہ تم مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں ایک وعدہ کرتے ہو تو اس کا ایفا یوں ہوتا ہے کہ جب لوگ تمہارے ہاں پہنچتے ہیں تو انہیں بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور گالیاں تک دی جاتی ہیں۔ جب تمہارے قول و قرار کی یہ صورت ہے کہ جسے دنیا دیکھ چکی ہے تو کس بھروسے پر میں آئندہ کیلئے تمہاری کسی بات پر اعتماد کرلوں۔ اب مجھ سے کوئی توقع نہ رکھو۔ میں تمہاری طرف سے کوئی ذمہ داری اپنے سر پر لینے کیلئے تیار نہیں۔ راستے تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہیں جو راستہ چاہو اختیار کرو اور جس دھڑے پر چاہو چلو۔

اس بات چیت کے بعد حضرت عثمان پلٹ آئے اور الٹا امیر المومنین علیہ السلام کو موردِ الزام ٹھہرانا شروع کر دیا کہ ان کی شہ پر یہ ہنگامے اٹھ رہے ہیں اور سب کچھ کر سکنے کے باوجود کچھ نہیں کرتے۔

ادھر توبہ کا جو حشر ہوا سو ہوا، اب دوسری طرف کی سنئے کہ جب محمد ابن ابی بکر حجاز کی سرحد طے کر کے دریائے قلزم کے کنارے مقام ایلہ تک پہنچے تو لوگوں کی نظریں ایک ناقہ سوار پر پڑیں جو اپنی سواری کو اس طرح بگٹٹ دوڑائے لئے جا رہا تھا جیسے دشمن اس کے تعاقب میں ہوں۔ ان لوگوں کو اس پر کچھ شبہ ہوا تو اسے بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں حضرت عثمان کا غلام ہوں۔ پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ مصر کا۔ پوچھا کہ: کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ والی مصر کے پاس۔ لوگوں نے کہا کہ والی مصر تو ہمارے ہمراہ ہے، تم کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے ابن ابی سرح کے پاس جانا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی خط وغیرہ بھی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کہ: کس مقصد سے جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ یہ نہیں معلوم۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی جامہ تلاشی لینا چاہیئے۔ چنانچہ تلاشی لی گئی مگر اس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ کنانہ بن بشر نے کہا کہ ذرا اس کا مشکیزہ تو دیکھو۔ لوگوں نے کہا کہ چھوڑو، بھلا پانی میں خط کہاں ہو سکتا ہے! کنانہ نے کہا کہ تم کیا جانو کہ یہ لوگ کیا کیا چالیں چلا کرتے ہیں۔ چنانچہ مشکیزہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سیسے کی ایک نلکی تھی جس میں خط رکھا ہوا تھا۔

جب کھول کر پڑھا گیا تو فرمانِ خلافت یہ تھا کہ: ''جب محمد ابن ابی بکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچے تو ان میں سے فلاں کو قتل کرو، فلاں کے ہاتھ کاٹو اور فلاں کو جیل میں ڈالو، اور اپنے عہدہ پر برقرار رہو''۔ یہ پڑھ کر سب پر سناٹا چھا گیا اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

بسوخت عقل ز حیرت که ایں چه بو العجبی است

اب آگے بڑھنا تو موت کے منہ میں جانا تھا، چنانچہ اس غلام کو ساتھ لے کر سب مدینہ کی طرف پلٹ پڑے اور وہاں پہنچ کر وہ خط صحابہ کے مجمع کے سامنے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو جس نے سُنا انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا اور کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو حضرت عثمان کو بُرا نہ کہہ رہا ہو۔ اس کے بعد چند صحابہ ان لوگوں کے ہمراہ حضرت عثمان کے ہاں پہنچے اور وہ خط ان کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ اس خط پر مہر کس کی ہے؟ کہا کہ میری۔ پوچھا کہ یہ تحریر کس کی ہے؟ کہا کہ میرے کاتب کی۔ پوچھا یہ غلام کس کا ہے؟ کہا کہ میرا۔ پوچھا کہ یہ سواری کس کی ہے؟ کہا کہ حکومت کی۔ پوچھا کہ یہ بھیجا کس نے ہے؟ فرمایا کہ اس کا مجھے علم نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ! سب کچھ آپ کا اور آپ کو یہ تک پتہ نہ چلنے پائے کہ یہ کس نے بھیجا ہے! جب آپ اتنے ہی بے بس ہیں تو چھوڑ یئے خلافت کو اور الگ ہو جائیے تا کہ کوئی ایسا شخص آئے جو مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کر سکتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس پیراہن کو اتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے۔ البتہ توبہ کیے لیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ توبہ کی بھلی کہی۔ اس کی مٹی تو اسی دن خراب ہوگئی تھی جب آپ کے دروازے پر مروان آپ کی ترجمانی کر رہا تھا اور رہی سہی کسر اس خط نے نکال دی ہے۔ اب ہم ان بھرّوں میں آنے والے نہیں ہیں، خلافت کو چھوڑ یئے۔ اگر آپ کے بھائی بند ہمارے سدّ راہ ہوئے تو ہم انہیں روکیں گے اور اگر لڑنے کیلئے آمادہ ہوئے تو ہم بھی لڑیں گے۔ نہ ہمارے ہاتھ شَل ہیں اور نہ ہماری تلواریں کُند ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور انصاف کے علمبردار ہیں تو مروان کو ہمارے حوالے کیجئے تا کہ ہم اس سے باز پرس کریں کہ وہ کس کے بل بوتے پر خط لکھ کر مسلمانوں کی عزیز جانوں سے کھیلنا چاہ رہا ہے۔ مگر آپ نے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور مروان کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس پر لوگوں نے کہا کہ پھر یہ خط بھی آپ ہی کے حکم سے لکھا گیا ہے۔

بہر صورت سدھرے ہوئے حالات پھر سے بگڑ گئے اور انہیں بگڑنا ہی چاہیئے تھا۔ کیونکہ مطلوبہ مدّت کے گزر جانے کے باوجود ہر چیز جوں کی توں تھی اور رائی برابر بھی ادھر سے اُدھر نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ توبہ کا انجام دیکھنے کیلئے وادی خشب میں جو لوگ ٹھہرے ہوئے تھے وہ بھی پھر سیلاب کی طرح بڑھے اور مدینہ کی گلیوں میں پھیل گئے اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

انہی محاصرہ کے دنوں میں پیغمبر ﷺ کے ایک صحابی نیار ابن عیاض نے حضرت عثمان سے بات چیت کرنا چاہی اور ان کے ہاں پہنچ کر انہیں پکارا۔ جب انہوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو آپ نے کہا کہ: اے عثمان! خدا کیلئے اس خلافت سے دست بردار ہو جاؤ اور مسلمانوں کو اس خون خرابے سے بچاؤ۔ ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان کے آدمیوں میں سے ایک نے انہیں تیر کا نشانہ بنا کر جان سے مار ڈالا۔ جس پر لوگ بھڑک اٹھے اور پکار کر کہا کہ: نیار کا قاتل ہمارے حوالہ کرو مگر حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے ایک

مددگار کو تمہارے حوالے کردوں۔

اس سینہ زوری نے آگ میں ہوا کا کام کیا اور لوگوں نے جوش میں آکر ان کے گھر کے دروازے کو آگ لگا دی اور اندر گھسنے کیلئے آگے بڑھے کہ مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور مغیرہ ابن اخنس اپنے اپنے جتھوں کے ساتھ محاصرہ کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے اور دروازے پر کشت و خون شروع ہو گیا۔ لوگ گھر کے اندر گھسنا چاہتے تھے، مگر انہیں دھکیل دیا جاتا تھا۔ اتنے میں عمرو ابن حزم انصاری نے کہ جن کا مکان حضرت عثمان کے مکان سے متصل تھا اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا اور للکار کر کہا کہ آؤ ادھر سے بڑھو۔ چنانچہ محاصرہ کرنے والے اس مکان کے ذریعہ کاشانہ خلافت کی چھت پر پہنچ گئے اور وہاں سے گھر کے صحن میں اتر کر تلواریں سونت لیں۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ حضرت عثمان کے گھر والوں کے علاوہ ان کے ہوا خواہ اور بنی امیہ مدینہ کی گلیوں میں بھاگ کھڑے ہوئے اور کچھ اُم حبیبہ کے گھر میں جا چھپے اور جو رہ گئے وہ حضرت عثمان کا حق نمک ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ قتل ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء و تاریخ طبری)

آپ کے قتل پر مختلف شعراء نے مرثیے کہے۔ سرِ دست ابوہریرہ کے مرثیہ کا ایک شعر پیش نظر ہے:

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَ لِيَ فِي الْيَوْمِ هَمَّانِ فَقْدُ الْجِرَابِ وَ قَتْلُ الشَّيْخِ عُثْمَانَ

”لوگوں کو تو آج کے دن صرف ایک صدمہ ہے، لیکن مجھے برابر کے دو صدمے ہیں: ایک حضرت عثمان کے قتل ہونے کا اور دوسرا اپنے تھیلے کے کھو جانے کا“۔

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کا مؤقف واضح ہو جاتا ہے کہ نہ آپؑ اس جماعت کا ساتھ دے رہے تھے جو ان کے قتل پر اُبھار رہی تھی اور نہ اس گروہ میں لائے جا سکتے ہیں کہ جو ان کی حمایت و مدافعت پر کھڑا ہوا تھا۔ بیشک جہاں تک حالات اجازت دیتے رہے، وہ ان کے بچاؤ کی صورتیں انہیں سمجھاتے رہے اور جب یہ دیکھا کہ جو کہا جاتا ہے وہ عملاً کیا نہیں جاتا تو آپؑ اپنا دامن بچا کر الگ ہو گئے۔ جب دونوں فریق کو دیکھا جاتا ہے تو جن لوگوں نے حضرت عثمان کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا تھا، ان میں اُمّ المومنین عائشہ اور روایاتِ جمہور کے مطابق عشرہ مبشرہ، بقیہ اہلِ شوریٰ، انصار و مہاجرین اوّلین، اصحابِ بدر اور دیگر ممتاز و جلیل القدر افراد نظر آتے ہیں اور دوسری طرف بارگاہِ خلافت کے چند غلام اور بنی اُمیہ کی چند فردیں دکھائی دیتی ہیں۔ اگر مروان و سعید ابن عاص جیسے لوگوں کو مہاجرین اوّلین پر فوقیت نہیں دی جا سکتی تو پھر ان کے عمل کو بھی ان کے طرزِ عمل پر فوقیت دینا مشکل ہو گا اور اگر اجماع مخصوص موارد ہی کیلئے حجت نہیں ہے تو صحابہ کی اس زبردست اتفاق رائے پر انگشت نمائی مشکل ہو گی۔

☆☆☆☆☆

(٣١) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِابْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا اَرْسَلَهٗ اِلَى الزُّبَيْرِ لِيَسْتَفِيْئَهٗ اِلٰى طَاعَتِهٖ قَبْلَ حَرْبِ الْجَمَلِ:

لَا تَلْقَيَنَّ طَلْحَةَ، فَاِنَّكَ اِنْ تَلْقَهٗ تَجِدْهُ كَالثَّوْرِ عَاقِصًا قَرْنَهٗ، يَرْكَبُ الصَّعْبَ وَ يَقُوْلُ: هُوَ الذَّلُوْلُ، وَ لٰكِنِ الْقَ الزُّبَيْرَ، فَاِنَّهٗ اَلْيَنُ عَرِيْكَةً، فَقُلْ لَهٗ: يَقُوْلُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ: عَرَفْتَنِيْ بِالْحِجَازِ وَ اَنْكَرْتَنِيْ بِالْعِرَاقِ، فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا.

اَقُوْلُ: وَ هُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلُ مَنْ سُمِعَتْ مِنْهُ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ، اَعْنِيْ: «فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا»۔

خطبه (۳۱)

جب جنگِ جمل شروع ہونے سے پہلے حضرتؑ نے ابن عباس کو زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں اطاعت کی طرف پلٹائیں تو اس موقعہ پر ان سے فرمایا:

طلحہ سے ملاقات نہ کرنا۔ اگر تم اس سے ملے تو تم اس کو ایک ایسا سرکش بیل پاؤ گے جس کے سینگ کانوں کی طرف مڑے ہوئے ہوں، وہ منہ زور سواری پر سوار ہوتا ہے اور پھر کہتا یہ ہے کہ یہ رام کی ہوئی سواری ہے، بلکہ تم زبیر سے ملنا۔ اس لئے کہ وہ نرم طبیعت ہے اور اس سے یہ کہنا کہ تمہارے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ تم حجاز میں تو جیسے مجھ سے جان پہچان رکھتے تھے اور یہاں عراق میں آ کر بالکل اجنبی بن گئے۔ آخر اس تبدیلی کا کیا سبب ہے؟

علامہ رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کلام کا آخری جملہ «فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا» جس کا مطلب یہ ہے کہ ”اس تبدیلی کا کیا سبب ہوا“، سب سے پہلے آپؑ ہی کی زبان سے سنا گیا ہے۔

--☆☆--

(٣٢) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّا قَدْ اَصْبَحْنَا فِيْ دَهْرٍ عَنُوْدٍ، وَ زَمَنٍ كَنُوْدٍ، يُعَدُّ فِيْهِ الْمُحْسِنُ مُسِيْٓـئًا، وَ يَزْدَادُ الظَّالِمُ فِيْهِ عُتُوًّا، لَا نَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا، وَ لَا نَسْئَلُ عَمَّا جَهِلْنَا، وَ لَا نَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتّٰى تَحُلَّ بِنَا. فَالنَّاسُ عَلٰۤى اَرْبَعَةِ اَصْنَافٍ:

مِنْهُمْ مَنْ لَّا يَمْنَعُهُ الْفَسَادَ اِلَّا مَهَانَةُ نَفْسِهٖ، وَ كَلَالَةُ حَدِّهٖ وَ نَضِيْضُ وَفْرِهٖ،

خطبه (۳۲)

اے لوگو! ہم ایک ایسے کج رفتار زمانہ اور ناشکر گزار دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ جس میں نیکو کار کو خطا کار سمجھا جاتا ہے اور ظالم اپنی سرکشی میں بڑھتا ہی جاتا ہے۔ جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جن چیزوں کو نہیں جانتے انہیں دریافت نہیں کرتے اور جب تک مصیبت آ نہیں جاتی ہم خطرہ محسوس نہیں کرتے۔ (اس زمانے کے) لوگ چار طرح کے ہیں:

کچھ وہ ہیں جنہیں مفسدہ انگیزی سے مانع صرف ان کے نفس کا بے وقعت ہونا، ان کی دھار کا کند ہونا اور ان کے پاس مال کا کم ہونا ہے۔

وَ مِنْهُمُ الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهٖ، وَ الْمُعْلِنُ بِشَرِّهٖ، وَ الْمُجْلِبُ بِخَيْلِهٖ وَ رَجْلِهٖ، قَدْ اَشْرَطَ نَفْسَهٗ وَ اَوْبَقَ دِيْنَهٗ لِحُطَامٍ يَنْتَهِزُهٗ اَوْ مِقْنَبٍ يَّقُوْدُهٗ، اَوْ مِنْۢبَرٍ يَفْرَعُهٗ وَ لَبِئْسَ الْمَتْجَرُ اَنْ تَرَى الدُّنْيَا لِنَفْسِكَ ثَمَنًا، وَ مِمَّا لَكَ عِنْدَ اللهِ عِوَضًا!.

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو تلواریں سونتے ہوئے علانیہ شر پھیلا رہے ہیں اور انہوں نے اپنے سوار اور پیادے جمع کر رکھے ہیں۔ صرف کچھ مال بٹورنے، یا کسی دستہ کی قیادت کرنے، یا منبر پر بلند ہونے کیلئے انہوں نے اپنے نفسوں کو وقف کر دیا ہے اور دین کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے۔ کتنا ہی بُرا سودا ہے کہ تم دنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور اللہ کے یہاں کی نعمتوں کا بدل قرار دے لو۔

وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّطْلُبُ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْاٰخِرَةِ، وَ لَا يَطْلُبُ الْاٰخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا، قَدْ طَامَنَ مِنْ شَخْصِهٖ، وَ قَارَبَ مِنْ خَطْوِهٖ، وَ شَمَّرَ مِنْ ثَوْبِهٖ، وَ زَخْرَفَ مِنْ نَّفْسِهٖ لِلْاَمَانَةِ، وَ اتَّخَذَ سِتْرَ اللهِ ذَرِيْعَةً اِلَى الْمَعْصِيَةِ.

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو آخرت والے کاموں سے دنیا طلبی کرتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ دنیا کے کاموں سے بھی آخرت کا بنانا مقصود رکھیں۔ یہ اپنے اوپر بڑا سکون و وقار طاری رکھتے ہیں۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہیں اور دامنوں کو اوپر کی طرف سمیٹتے رہتے ہیں اور اپنے نفسوں کو اس طرح سنوار لیتے ہیں کہ لوگ انہیں امین سمجھ لیں۔ یہ لوگ اللہ کی پردہ پوشی سے فائدہ اٹھا کر اس کا گناہ کرتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ اَقْعَدَهٗ عَنْ طَلَبِ الْمُلْكِ ضُؤُلَةُ نَفْسِهٖ وَ انْقِطَاعُ سَبَبِهٖ، فَقَصَرَتْهُ الْحَالُ عَلٰى حَالِهٖ، فَتَحَلّٰى بِاسْمِ الْقَنَاعَةِ، وَ تَزَيَّنَ بِلِبَاسِ اَهْلِ الزَّهَادَةِ، وَ لَيْسَ مِنْ ذٰلِكَ فِیْ مَرَاحٍ وَّلَا مَغْدًى.

اور کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں ان کے نفسوں کی کمزوری اور ساز و سامان کی نافراہمی ملک گیری کیلئے اٹھنے نہیں دیتی۔ ان حالات نے انہیں ترقی و بلندی حاصل کرنے سے درماندہ و عاجز کر دیا ہے۔ اس لئے قناعت کے نام سے انہوں نے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے اور زاہدوں کے لباس سے اپنے کو سج لیا ہے، حالانکہ انہیں ان چیزوں سے کسی وقت کبھی کوئی لگاؤ نہیں رہا۔

وَ بَقِیَ رِجَالٌ غَضَّ اَبْصَارَهُمْ ذِكْرُ الْمَرْجِعِ، وَ اَرَاقَ دُمُوْعَهُمْ خَوْفُ الْمَحْشَرِ، فَهُمْ بَيْنَ شَرِيْدٍ نَّادٍّ، وَ خَآئِفٍ مَّقْمُوْعٍ، وَ سَاكِتٍ مَّكْعُوْمٍ، وَ دَاعٍ مُّخْلِصٍ، وَ ثَكْلَانَ مُوْجَعٍ، قَدْ اَخْمَلَتْهُمُ

اِسکے بعد تھوڑے سے وہ لوگ رہ گئے جن کی آنکھیں آخرت کی یاد اور حشر کے خوف سے جھکی ہوئی ہیں اور ان سے آنسو رواں رہتے ہیں۔ ان میں کچھ تو وہ ہیں جو دنیا والوں سے الگ تھلگ تنہائی میں پڑے ہیں اور کچھ خوف و ہراس کے عالم میں ذلتیں سہہ رہے ہیں اور بعض نے اس طرح چپ سادھ لی ہے کہ گویا انکے منہ باندھ دیئے گئے ہیں، کچھ خلوص سے دُعائیں مانگ رہے ہیں، کچھ غم زدہ و درد رسیدہ ہیں جنہیں

التَّقِيَّةُ وَ شَمِلَتْهُمُ الذِّلَّةُ، فَهُمْ فِيْ بَحْرٍ اُجَاجٍ، اَفْوَاهُهُمْ ضَامِزَةٌ، وَ قُلُوْبُهُمْ قَرِحَةٌ، وَ قَدْ وَعَظُوْا حَتّٰى مَلُّوْا وَ قُهِرُوْا حَتّٰى ذَلُّوْا، وَ قُتِلُوْا حَتّٰى قَلُّوْا.

خوف نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا ہے اور خستگی و درماندگی ان پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ ایک شور دریا میں ہیں (کہ باوجود پانی کی کثرت کے پھر وہ پیاسے ہیں)۔ انکے منہ بند اور دل مجروح ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو اتنا سمجھایا بجھایا کہ وہ اکتا گئے اور اتنا ان پر جبر کیا گیا کہ وہ بالکل دب گئے اور اتنے قتل کئے گئے کہ ان میں (نمایاں) کمی ہوگئی۔

فَلْتَكُنِ الدُّنْيَاۤ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ اَصْغَرَ مِنْ حُثَالَةِ الْقَرَظِ وَ قُرَاضَةِ الْجَلَمِ وَ اتَّعِظُوْا بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَبْلَ اَنْ يَّتَّعِظَ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَ ارْفُضُوْهَا ذَمِيْمَةً، فَاِنَّهَا قَدْ رَفَضَتْ مَنْ كَانَ اَشْغَفَ بِهَا مِنْكُمْ.

اس دنیا کو تمہاری نظروں میں کیکر کے چھلکوں اور ان کے ریزوں سے بھی زیادہ حقیر و پست ہونا چاہیے اور اپنے قبل کے لوگوں سے تم عبرت حاصل کرلو۔ اس کے قبل کہ تمہارے حالات سے بعد والے عبرت حاصل کریں اور اس دنیا کی بُرائی محسوس کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرو۔ اس لئے کہ اس نے آخر میں ایسوں سے قطع تعلق کرلیا جو تم سے زیادہ اس کے والہ وشیدا تھے۔

اَقُوْلُ: هٰذِهِ الْخُطْبَةُ رُبَّمَا نَسَبَهَا مَنْ لَّا عِلْمَ لَهٗ اِلٰى مُعَاوِيَةَ، وَ هِيَ مِنْ كَلَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِيْ لَا يُشَكُّ فِيْهِ وَ اَيْنَ الذَّهَبُ مِنَ الرَّغَامِ؟ وَ الْعَذْبُ مِنَ الْاُجَاجِ؟ وَ قَدْ دَلَّ عَلٰى ذٰلِكَ الدَّلِيْلُ الْخِرِّيْتُ، وَ نَقَدَهُ النَّاقِدُ الْبَصِيْرُ عَمْرُو بْنُ بَحْرٍ الْجَاحِظُ، فَاِنَّهٗ ذَكَرَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ فِيْ كِتَابِ «الْبَيَانِ وَ التَّبْيِيْنِ»، وَ ذَكَرَ مَنْ نَّسَبَهَا اِلٰى مُعَاوِيَةَ، ثُمَّ قَالَ: هِيَ بِكَلَامِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَشْبَهُ، وَ بِمَذْهَبِهٖ فِيْ تَصْنِيْفِ النَّاسِ وَ بِالْاِخْبَارِ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْقَهْرِ وَ الْاِذْلَالِ وَ مِنَ التَّقِيَّةِ وَ الْخَوْفِ اَلْيَقُ. قَالَ: وَ مَتٰى وَجَدْنَا مُعَاوِيَةَ فِيْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ يَسْلُكُ فِيْ كَلَامِهٖ مَسْلَكَ الزُّهَّادِ وَ مَذَاهِبَ الْعُبَّادِ؟!.

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: بعض لوگوں نے اپنی لاعلمی کی بنا پر اس خطبہ کو معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ یہ امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بھلا سونے کو مٹی سے کیا نسبت؟ اور شیریں پانی کو شور پانی سے کیا ربط؟۔ چنانچہ اس وادی میں راہ دکھانے والے ماہرِ فن اور پرکھنے والے با بصیرت عمر و ابن بحر جاحظ نے اس کی خبر دی ہے، اور اپنی کتاب «البیان والتبیین» میں اس کا ذکر کیا ہے اور ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے، جنہوں نے اسے معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے، اس کے بعد کہا ہے کہ: یہ کلام علی علیہ السلام کے کلام سے ہُو بہُو ملتا جلتا ہے اور اس میں جو لوگوں کی تقسیم اور ان کی ذلت و پستی اور خوف و ہراس کی حالت بیان کی ہے، یہ آپؑ ہی کے مسلک سے میل کھاتی ہے۔ ہم نے تو کسی حالت میں بھی معاویہ کو زاہدوں کے انداز اور عابدوں کے طریقہ پر کلام کرتے ہوئے نہیں پایا۔

-----☆☆-----

(۳۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِنْدَ خُرُوْجِهٖ لِقِتَالِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ

قَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْعَبَّاسِ: دَخَلْتُ عَلٰٓى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذِیْ قَارٍ وَّ هُوَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ، فَقَالَ لِیْ: مَا قِيْمَةُ هٰذِهِ النَّعْلِ؟ فَقُلْتُ: لَا قِيْمَةَ لَهَا! فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

وَ اللهِ! لَهِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اِمْرَتِكُمْ، اِلَّآ اَنْ اُقِيْمَ حَقًّا، اَوْ اَدْفَعَ بَاطِلًا.

ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، وَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ يَقْرَاُ كِتَابًا، وَ لَا يَدَّعِیْ نُبُوَّةً، فَسَاقَ النَّاسَ حَتّٰى بَوَّاَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، وَ بَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ، فَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ، وَ اطْمَاَنَّتْ صَفَاتُهُمْ.

اَمَا وَاللهِ! اِنْ كُنْتُ لَفِیْ سَاقَتِهَا حَتّٰى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيْرِهَا، مَا ضَعُفْتُ وَ لَا جَبُنْتُ، وَ اِنَّ مَسِيْرِیْ هٰذَا لِمِثْلِهَا، فَلَاَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى يَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْبِهٖ.

مَا لِیْ وَ لِقُرَيْشٍ! وَاللهِ! لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِيْنَ، وَ لَاُقَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُوْنِيْنَ، وَ اِنِّیْ لَصَاحِبُهُمْ بِالْاَمْسِ، كَمَآ اَنَا صَاحِبُهُمُ الْيَوْمَ.

-----☆☆-----

خطبہ (۳۳)

امیرالمومنین علیہ السلام جب اہل بصرہ سے جنگ کیلئے نکلے

تو عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ: میں مقامِ ذی قار میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ اپنا جوتا ٹانک رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ: اے ابنِ عباس! اس جوتے کی کیا قیمت ہوگی؟ میں نے کہا کہ: اب تو اس کی کچھ بھی قیمت نہ ہوگی، تو آپؑ نے فرمایا کہ: اگر میرے پیش نظر حق کا قیام اور باطل کا مٹانا نہ ہوتو تم لوگوں پر حکومت کرنے سے یہ جوتا مجھے کہیں زیادہ عزیز ہے۔

پھر آپؑ باہر تشریف لائے اور لوگوں میں یہ خطبہ دیا:

اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب (آسمانی) کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعوے دار۔ آپؐ نے ان لوگوں کو ان کے (صحیح) مقام پر اتارا اور نجات کی منزل پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ ان کے سارے خم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہو گئے۔

خدا کی قسم! میں بھی ان لوگوں میں تھا جو اس صورتِ حال میں انقلاب پیدا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ انقلاب مکمل ہو گیا۔ میں نے (اس کام میں) نہ کمزوری دکھائی نہ بزدلی سے کام لیا اور اب بھی میرا اقدام ویسے ہی مقصد کیلئے ہے تو سہی جو میں باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں۔

مجھے قریش سے وجہ نزاع ہی اور کیا ہے؟ خدا کی قسم! میں نے تو ان سے جنگ کی جبکہ وہ کافر تھے اور اب بھی جنگ کروں گا جبکہ وہ باطل کے ورغلانے میں آ چکے ہیں اور جس شان سے مَیں کل اُن کا مدّمقابل رہ چکا ہوں ویسا ہی آج ثابت ہوں گا۔

--☆☆--

(٣٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ اسْتِنْفَارِ النَّاسِ اِلٰى اَهْلِ الشَّامِ

اُفٍّ لَّكُمْ! لَقَدْ سَئِمْتُ عِتَابَكُمْ! ﴿اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ﴾ عِوَضًا؟ وَ بِالذُّلِّ مِنَ الْعِزِّ خَلَفًا؟ اِذَا دَعَوْتُكُمْ اِلٰى جِهَادِ عَدُوِّكُمْ دَارَتْ اَعْيُنُكُمْ، كَاَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِيْ غَمْرَةٍ، وَ مِنَ الذُّهُوْلِ فِيْ سَكْرَةٍ، يُرْتَجُ عَلَيْكُمْ حَوَارِيْ فَتَعْمَهُوْنَ، فَكَاَنَّ قُلُوْبَكُمْ مَاْلُوْسَةٌ، فَاَنْتُمْ لَا تَعْقِلُوْنَ. مَاۤ اَنْتُمْ لِيْ بِثِقَةٍ سَجِيْسَ اللَّيَالِيْ، وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِرُكْنٍ يُّمَالُ بِكُمْ، وَ لَا زَوَافِرِ عِزٍّ يُّفْتَقَرُ اِلَيْكُمْ.

مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا كَاِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا، فَكُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ انْتَشَرَتْ مِنْ اٰخَرَ، لَبِئْسَ ـ لَعَمْرُ اللهِ! ـ سُعْرُ نَارِ الْحَرْبِ اَنْتُمْ، تُكَادُوْنَ وَ لَا تَكِيْدُوْنَ، وَ تُنْتَقَصُ اَطْرَافُكُمْ فَلَا تَمْتَعِضُوْنَ، لَا يُنَامُ عَنْكُمْ وَ اَنْتُمْ فِيْ غَفْلَةٍ سَاهُوْنَ، غُلِبَ وَاللهِ الْمُتَخَاذِلُوْنَ، وَايْمُ اللهِ! اِنِّيْ لَاَظُنُّ بِكُمْ اَنْ لَّوْ حَمِسَ الْوَغٰى، وَ اسْتَحَرَّ الْمَوْتُ، قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّاْسِ.

خطبہ (۳۴)

لوگوں کو اہلِ شام سے آمادہ جنگ کرنے کیلئے فرمایا

حیف ہے تم پر! میں تو تمہیں ملامت کرتے کرتے بھی اُکتا گیا ہوں۔ ”کیا تمہیں آخرت کے بدلے دنیوی زندگی اور عزت کے بدلے ذلّت ہی گوارا ہے“؟ جب تمہیں دشمنوں سے لڑنے کیلئے بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے لگ جاتی ہیں کہ گویا تم موت کے گرداب میں ہو اور جان کنی کی غفلت اور مدہوشی تم پر طاری ہے۔ میری باتیں جیسے تمہاری سمجھ ہی میں نہیں آتیں تو تم ششدر رہ جاتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے جیسے تمہارے دل و دماغ پر دیوانگی کا اثر ہے کہ تم کچھ عقل سے کام نہیں لے سکتے۔ تم ہمیشہ کیلئے مجھ سے اپنا اعتماد کھو چکے ہو۔ نہ تم کوئی قوی سہارا ہو کہ تم پر بھروسا کر کے دشمنوں کی طرف رُخ کیا جائے اور نہ تم عزت و کامرانی کے وسیلے ہو کہ تمہاری ضرورت محسوس ہو۔

تمہاری مثال تو ان اونٹوں کی سی ہے جن کے چرواہے گُم ہو گئے ہوں، اگر انہیں ایک طرف سے سمیٹا جائے تو دوسری طرف سے تتر بتر ہو جائینگے۔ خدا کی قسم! تم جنگ کے شعلے بھڑکانے کیلئے بہت برے ثابت ہوئے ہو۔ تمہارے خلاف سب تدبیریں ہوا کرتی ہیں اور تم دشمنوں کے خلاف کوئی تدبیر نہیں کرتے۔ تمہارے (شہروں کے) حدود (دن بہ دن) کم ہوتے جا رہے ہیں مگر تمہیں غصہ نہیں آتا۔ وہ تمہاری طرف سے کبھی غافل نہیں ہوتے اور تم ہو کہ غفلت میں سب کچھ بھولے ہوئے ہو۔ خدا کی قسم! ایک دوسرے پر ٹالنے والے ہارا ہی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں تمہارے متعلق یہ گمان رکھتا ہوں کہ اگر جنگ زور پکڑ لے اور موت کی گرم بازاری ہو تو تم ابن ابی طالب سے اس طرح کٹ جاؤ گے جس طرح بدن سے سر[1] (کہ دوبارہ پلٹنا ممکن ہی نہ ہو)۔

وَاللهِ! اِنَّ امْرَأً يُّمَكِّنُ عَدُوَّهٗ مِنْ نَّفْسِهٖ يَعْرُقُ لَحْمَهٗ، وَ يَهْشِمُ عَظْمَهٗ، وَ يَفْرِيْ جِلْدَهٗ، لَعَظِيْمٌ عَجْزُهٗ، ضَعِيْفٌ مَّا ضُمَّتْ عَلَيْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهٖ. اَنْتَ فَكُنْ ذَاكَ اِنْ شِئْتَ، فَاَمَّا اَنَا فَوَاللهِ! دُوْنَ اَنْ اُعْطِيَ ذٰلِكَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِيَّةِ تَطِيْرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ، وَ تَطِيْحُ السَّوَاعِدُ وَ الْاَقْدَامُ، وَ يَفْعَلُ اللهُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا يَشَآءُ.

(خدا کی قسم!) جو شخص کہ اپنے دشمن کو اس طرح اپنے پر قابو دے دے کہ وہ اس کی ہڈیوں سے گوشت تک اتار ڈالے اور ہڈیوں کو توڑ دے اور کھال کو پارہ پارہ کر دے، تو اس کا عجز انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور سینے کی پسلیوں میں گھرا ہوا (دل) کمزور و ناتواں ہے۔ اگر تم ایسا ہونا چاہتے ہو تو ہوا کرو، لیکن میں تو ایسا اس وقت تک نہ ہونے دوں گا جب تک مقام مشارف کی (تیز دھار) تلواریں چلا نہ لوں کہ جس سے سر کی ہڈیوں کے پرخچے اڑ جائیں اور بازو اور قدم کٹ کٹ کر گرنے لگیں۔ اس کے بعد جو اللہ چاہے وہ کرے۔

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ لِيْ عَلَيْكُمْ حَقًّا، وَ لَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ: فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ: فَالنَّصِيْحَةُ لَكُمْ، وَ تَوْفِيْرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ، وَ تَعْلِيْمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوْا، وَ تَاْدِيْبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوْا. وَ اَمَّا حَقِّيْ عَلَيْكُمْ فَالْوَفَآءُ بِالْبَيْعَةِ، وَ النَّصِيْحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَ الْمَغِيْبِ، وَ الْاِجَابَةُ حِيْنَ اَدْعُوْكُمْ، وَ الطَّاعَةُ حِيْنَ اٰمُرُكُمْ.

اے لوگو! ایک تو میرا تم پر حق ہے اور ایک تمہارا مجھ پر حق ہے۔ (تمہارا مجھ پر حق یہ ہے) کہ میں تمہاری خیر خواہی پیشِ نظر رکھوں اور بیت المال سے تمہیں پورا پورا حصہ دوں اور تمہیں تعلیم دوں تا کہ تم جاہل نہ رہو اور اس طرح تمہیں تہذیب سکھاؤں جس پر تم عمل کرو، اور میرا تم پر یہ حق ہے کہ بیعت کی ذمہ داریوں کو پورا کرو اور سامنے اور پس پشت خیر خواہی کرو۔ جب بلاؤں تو میری صدا پر لبیک کہو اور جب کوئی حکم دوں تو اس کی تعمیل کرو۔

--☆☆--

۱ یہ جملہ ایسی علیحدگی کیلئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کے بعد پھر مل بیٹھنے کی کوئی آس نہ رہے۔

صاحب درّہ نجفیہ نے اس کی توجیہ میں چند اقوال نقل کئے ہیں:

- ۱۔ ابن درید کا قول یہ ہے کہ: اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر بدن سے کٹ جاتا ہے تو پھر اس کا جڑنا ناممکن ہوتا ہے، یونہی تم ایک دفعہ ساتھ چھوڑنے کے بعد پھر مجھ سے نہ مل سکو گے۔
- ۲۔ مفضل کا قول ہے کہ: ''راْس'' (سر) ایک شخص کا نام تھا اور شام کا ایک گاؤں ''بیت الراْس'' اسی کے نام پر ہے۔ یہ شخص اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا اور پھر پلٹ کر اپنے گاؤں میں نہ آیا، جس سے یہ کہاوت چل نکلی کہ تم تو یوں گئے جس طرح راس گیا تھا۔

- ۳۔ایک معنی یہ ہیں کہ: جس طرح سر کی ہڈیوں کے جوڑ الگ الگ ہو جائیں تو پھر آپس میں جڑا نہیں کرتے یونہی تم مجھ سے کٹ کر پھر نہ جڑ سکو گے۔
- ۴۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جملہ: «اِنْفَرَجْتُمْ عَنِّیْ رَاْسًا» (یعنی تم پورے طور پر مجھ سے جدا ہو جاؤ گے) کے معنی میں ہے۔

شارح معتزلی نے یہ معنی قطب الدین راوندی کی شرح سے نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ: یہ معنی درست نہیں ہیں، کیونکہ ’’راس‘‘ جب کلیۃً کے معنی میں آتا ہے تو اس پر الف لام داخل نہیں ہوا کرتا۔

- ۵۔اس کے یہ معنی بھی کئے جاتے ہیں کہ: تم مجھ سے اس طرح دامن چھڑا کر چلتے بنو گے جس طرح کوئی سر بچا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک آدھ معنی اور بھی کہے گئے ہیں مگر بعید ہونے کی وجہ سے انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔سب سے پہلے اس کا استعمال حکیم عرب اکثم ابن صیفی نے اپنے بچوں کو اتفاق و اتحاد کی تعلیم دیتے ہوئے کیا۔ چنانچہ اس کا قول ہے کہ:

یَا بُنَیَّ! لَا تَنْفَرِجُوْا عِنْدَ الشَّدَآئِدِ انْفِرَاجَ الرَّاْسِ، فَاِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا تَجْتَمِعُوْنَ.

بیٹو! سختی کے وقت ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جانا، ورنہ پھر کبھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکو گے۔

☆☆☆☆☆

(۳۵) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

بَعْدَ التَّحْكِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ اِنْ اَتَى الدَّهْرُ بِالْخَطْبِ الْفَادِحِ، وَ الْحَدَثِ الْجَلِيْلِ. وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَيْسَ مَعَهٗۤ اِلٰهٌ غَيْرُهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ﷺ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيْقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُوْرِثُ الْحَسْرَةَ، وَ تُعْقِبُ النَّدَامَةَ. وَ قَدْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ فِيْ هٰذِهِ الْحُكُوْمَةِ اَمْرِیْ، وَ نَخَلْتُ لَكُمْ مَخْزُوْنَ رَاْيِيْ، لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيْرٍ اَمْرٌ! فَاَبَيْتُمْ عَلَیَّ اِبَآءَ الْمُخَالِفِيْنَ الْجُفَاةِ، وَ الْمُنَابِذِيْنَ الْعُصَاةِ، حَتّٰى ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهٖ، وَ ضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهٖ، فَكُنْتُ اَنَا وَ اِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ اَخُوْ هَوَازِنَ:

اَمَرْتُكُمْ اَمْرِیْ بِمُنْعَرَجِ اللِّوٰى
فَلَمْ تَسْتَبِيْنُوا النُّصْحَ اِلَّا ضُحَى الْغَدِ

-----☆☆-----

خطبہ (۳۵)

تحکیم[۱] کے بعد فرمایا

(ہر حالت میں) اللہ کیلئے حمد و ثنا ہے۔ گو زمانہ (ہمارے لئے) جانکاہ مصیبتیں اور صبر آزما حادثے لے آیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ یکتا و لاشریک ہے، اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں۔

(تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) مہربان، باخبر اور تجربہ کار ناصح کی مخالفت کا ثمرہ، حسرت و ندامت ہوتا ہے۔ میں نے اس تحکیم کے متعلق اپنا فرمان سنا دیا تھا اور اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ تمہارے سامنے رکھ دیا تھا۔ کاش کہ "قصیر[۲]" کا حکم مان لیا جاتا، لیکن تم تو تندخو مخالفین اور عہد شکن نافرمانوں کی طرح انکار پر تل گئے۔ یہاں تک کہ ناصح خود اپنی نصیحت کے متعلق سوچ میں پڑ گیا اور طبیعت اس چقماق کی طرح بجھ گئی کہ جس نے شعلے بھڑکانا بند کر دیا ہو۔ میری اور تمہاری حالت شاعر بنی ہوازن[۳] کے اس قول کے مطابق ہے:

"میں نے مقامِ منعرج اللویٰ (ٹیلے کا موڑ) پر تمہیں اپنے حکم سے آگاہ کیا (گو اس وقت تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا) لیکن دوسرے دن کی چاشت کو میری نصیحت کی صداقت دیکھ لی"۔

--☆☆--

[۱] جب اہل عراق کی خونریز تلواروں سے شامیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور لیلۃ الہریر کے تابڑ توڑ حملوں نے ان کے حوصلے پست اور ولولے ختم کر دیئے تو عمرو بن عاص نے معاویہ کو یہ چال سوجھائی کہ قرآن کو نیزوں پر بلند کر کے اسے حَکَم ٹھہرانے کا نعرہ لگایا جائے، جس کا اثر یہ ہوگا کہ کچھ لوگ جنگ کو رکوانا چاہیں گے اور کچھ جاری رکھنا چاہیں گے اور ہم اس طرح ان میں پھوٹ ڈلوا کر جنگ کو دوسرے موقعہ کیلئے ملتوی کرا سکیں گے۔ چنانچہ قرآن نیزوں پر بلند کئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند سر پھروں نے شور و غوغا مچا کر تمام لشکر میں انتشار و برہمی پیدا کر

دی اور سادہ لوح مسلمانوں کی سرگرمیاں فتح کے قریب پہنچ کر دھیمی پڑ گئیں اور بے سوچے سمجھے پکارنے لگے کہ: ہمیں جنگ پر قرآن کے فیصلے کو ترجیح دینا چاہیے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے جب قرآن کو آلہ کار بنتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ: اے لوگو! اس مکروفریب میں نہ آؤ۔ یہ صرف شکست کی روسیاہیوں سے بچنے کیلئے چال چل رہے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ایک کی سیرت کو جانتا ہوں۔ نہ یہ قرآن والے ہیں اور نہ دین ومذہب سے انہیں کوئی لگاؤ ہے۔ ہمارے جنگ کرنے کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ یہ لوگ قرآن کو مانیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ خدا کیلئے ان کی فریب کاریوں میں نہ آؤ۔ عزم وہمت کے ولولوں کے ساتھ آگے بڑھو اور دم توڑتے ہوئے دشمن کو ختم کر کے دم لو۔

مگر باطل کا پرفریب حربہ چل چکا تھا۔ لوگ طغیان وسرکشی پر اُتر آئے۔ سعد ابن فدکی تمیمی اور زید ابن حصین طائی دونوں بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھے اور امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ اے علیؑ! اگر آپؑ نے قرآن کی آواز پر لبیک نہ کہی تو پھر ہم آپ کا وہی حشر کریں گے جو عثمان کا کیا تھا۔ آپؑ فوراً جنگ ختم کرائیں اور قرآن کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ حضرتؑ نے بہت سمجھانے بجھانے کی کوشش کی، لیکن شیطان قرآن کا جامہ پہنے ہوئے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے ایک نہ چلنے دی اور ان لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام کو مجبور کر دیا کہ وہ کسی کو بھیج کر مالک اشتر کو میدان جنگ سے واپس لوٹائیں۔

حضرتؑ نے لاچار ہو کر یزید ابن ہانی کو مالک کے بلانے کیلئے بھیجا۔ مالک نے جب یہ حکم سنا تو وہ چکرا سے گئے اور کہا کہ ان سے کہیے کہ یہ موقعہ مورچہ سے الگ ہونے کا نہیں ہے، کچھ دیر توقف فرمائیں تو میں نوید فتح لے کر حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ یزید ابن ہانی نے پلٹ کر یہ پیغام دیا تو لوگوں نے غُل مچایا کہ آپؑ نے چپکے سے انہیں جنگ پر جمے رہنے کیلئے کہلوا بھیجا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ مجھے اس کا موقعہ کہاں ملا ہے کہ میں علیحدگی میں اسے کوئی پیغام دیتا۔ جو کچھ کہا ہے تمہارے سامنے کہا ہے۔ لوگوں نے کہا آپؑ اسے دوبارہ بھیجیں اور اگر مالک نے آنے میں تاخیر کی تو پھر آپؑ اپنی جان سے ہاتھ دھولیں۔ حضرتؑ نے ہانی کو پھر روانہ کیا اور کہلوا بھیجا کہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے، جس حالت میں ہو فوراً آؤ۔ چنانچہ ہانی نے مالک سے جا کر کہا کہ: تمہیں فتح عزیز ہے یا امیر المومنین علیہ السلام کی جان؟ اگر ان کی جان عزیز ہے تو جنگ سے ہاتھ اٹھاؤ اور ان کے پاس پہنچو۔ مالک فتح کی کامرانیوں کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حسرت واندوہ لئے ہوئے حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے۔ وہاں ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا۔ آپؑ نے لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا، مگر حالات اس طرح پلٹا کھا چکے تھے کہ انہیں سدھارا نہ جاسکتا تھا۔

اب یہ طے پایا کہ دونوں فریق میں سے ایک ایک حَکَم منتخب کر لیا جائے تاکہ وہ قرآن وسنت کے مطابق خلافت کا فیصلہ کریں۔ معاویہ کی طرف سے عمرو ابن عاص قرار پایا اور حضرتؑ کی طرف سے لوگوں نے ابوموسیٰ اشعری کا نام پیش کیا۔ حضرتؑ نے اس غلط انتخاب کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ: اگر تم نے تحکیم کے بارے میں میرا حکم نہیں مانا تو اتنا تو کرو کہ اس (ابوموسیٰ) کو حَکَم نہ بناؤ۔ یہ بھروسے کا آدمی نہیں ہے۔ یہ عبداللہ ابن عباس ہیں، یہ مالک اشتر ہیں، ان میں سے کسی ایک کو منتخب کرلو۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور اسی کے نام پر اَڑ گئے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ: اچھا جو چاہو کرو اور وُہ دن دُور نہیں ہے کہ اپنی بے راہ رویوں پر اپنے ہاتھ کاٹو گے۔

حکمین کی نامزدگی کے بعد جب عہد نامہ لکھا جانے لگا تو ''علی ابن ابی طالبؑ'' کے نام کے ساتھ ''امیر المومنین'' لکھا گیا۔ عمرو ابن عاص نے کہا کہ اس لفظ کو مٹا دیا جائے۔ اگر ہم انہیں امیر المومنین سمجھتے ہوتے تو یہ جنگ ہی کیوں لڑی جاتی۔ حضرتؑ نے پہلے تو اسے مٹانے سے انکار کیا اور جب وہ کسی طرح نہ مانے تو اسے مٹا دیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ حدیبیہ کے واقعہ سے بالکل ملتا جلتا ہے کہ جب کفار اس پر اَڑ گئے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے ساتھ ''رسول اللہ'' کی لفظ مٹادی جائے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے مٹا دیا۔ اس پر عمرو ابن عاص نے بگڑ کر کہا کہ: کیا آپؑ ہمیں کفار کی طرح سمجھتے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ: تمہیں کس دن ایمان والوں سے لگاؤ رہا ہے اور کب ان کے ہمنوا رہے ہو؟

بہر صورت اس قرارداد کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور ان دونوں حکموں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ جب اس کے اعلان کا وقت آیا تو عراق اور شام کے درمیان مقام دومۃ الجندل میں اجتماع ہوا اور یہ دونوں حَکَم بھی مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سنانے کیلئے پہنچ گئے۔ عمرو ابن عاص نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے ابو موسیٰ سے کہا کہ میں آپ پر سبقت کرنا سوءِ اَدب سمجھتا ہوں، آپ سن و سال کے لحاظ سے بزرگ ہیں، لہٰذا پہلے آپ اعلان فرمائیں۔ چنانچہ ابو موسیٰ تاننے میں آ گئے اور جھوُمتے ہوئے مجمع کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: اے مسلمانو! ہم نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ اور معاویہ کو معزول کر دیا جائے اور انتخاب خلافت کا حق مسلمانوں کو دے دیا جائے، وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے۔ اب عمرو ابن عاص کی باری آئی اور اس نے کہا کہ اے مسلمانو! تم نے سن لیا ہے کہ ابو موسیٰ نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو معزول کر دیا ہے، میں بھی اس سے متفق ہوں، رہا معاویہ تو اس کے معزول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا مَیں اسے اس جگہ پر نصب کرتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ ہر طرف شور مچ گیا۔ ابو موسیٰ بہت چیخے چلائے کہ یہ دھوکا ہے، فریب ہے اور عمرو ابن عاص سے کہا کہ تم نے چالبازی سے کام لیا ہے اور تمہاری مثال اس کتے کی سی ہے کہ جس پر کچھ لادو، جب ہانپے گا، چھوڑ دو جب ہانپے گا۔ عمرو ابن عاص نے کہا کہ تمہاری مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ غرض عمرو ابن عاص کی چالاکی کام کر گئی اور معاویہ کے اُکھڑے ہوئے قدم پھر سے جم گئے۔

یہ تھا اس تحکیم کا مختصر سا خاکہ جس کی اساس قرآن و سنت کو قرار دیا گیا تھا۔ مگر کیا یہ قرآن و سنت کا فیصلہ تھا؟ یا ان فریب کاریوں کا نتیجہ کہ جو دنیا والے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے کام میں لایا کرتے ہیں؟ کاش کہ تاریخ کے ان اوراق کو مستقبل کیلئے مشعل راہ بنایا جائے اور قرآن و سنت کو آڑ بنا کر حصول اقتدار کا ذریعہ اور دنیا طلبی کا وسیلہ نہ بننے دیا جائے۔

امیر المومنین علیہ السلام کو جب تحکیم کے اس افسوسناک نتیجہ کی اطلاع ملی تو آپؑ منبر پر تشریف لائے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے لفظ لفظ سے آپؑ کا اندوہ و قلق جھلک رہا ہے اور ساتھ ہی آپؑ کی صحت فکر و نظر، اصابتِ رائے اور دُور رس بصیرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

۲؎ یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کسی نصیحت کرنے والے کی بات ٹھکرا دی جائے اور بعد میں پچھتایا جائے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حیرہ کے فرمانروا جذیمہ ابرش نے جزیرہ کے تاجدار عمرو ابن طرب کو قتل کر دیا جس کے بعد اس کی بیٹی زباء جزیرہ کی حکمران قرار پائی۔ اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے باپ کے انتقام لینے کی یہ تدبیر کی کہ جذیمہ کو پیغام بھیجا کہ میں تنہا امور سلطنت کی انجام دہی نہیں کر سکتی،

اگر تم مجھے اپنے حبالہ عقد میں لے کر میری سرپرستی کرو تو میں شکر گزار رہوں گی۔ جذیمہ اس پیشکش پر پھولا نہ سمایا اور ہزار سوار ہمراہ لے کر جزیرہ جانے کیلئے آمادہ ہوگیا۔ اس کے غلام قصیر نے بہت سمجھایا بجھایا کہ یہ دھوکا اور فریب ہے۔ اس خطرے میں اپنے آپ کو نہ ڈالئے، مگر اس کی عقل پر ایسا پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ زباء نے اپنی رفاقت کیلئے اپنے باپ کے قاتل ہی کو کیوں منتخب کیا ہے۔ بہرصورت یہ چل کھڑا ہوا اور جب حدودِ جزیرہ میں پہنچا تو گو زباء کا لشکر استقبال کیلئے موجود تھا مگر نہ اس نے کوئی خاص آؤ بھگت کی، نہ پرتپاک خیر مقدم کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر قصیر کا پھر ماتھا ٹھنکا اور اس نے جذیمہ سے پلٹ جانے کو کہا۔ مگر منزل کے نزدیک پہنچ کر آتشِ شوق اور بھڑک اٹھی تھی۔ اس نے پرواہ نہ کی اور قدم بڑھا کر شہر کے اندر داخل ہوگیا۔ وہاں پہنچتے ہی قتل کر ڈالا گیا۔ قصیر نے یہ دیکھا تو کہا: «لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيْرٍ اَمْرٌ» (کاش قصیر کی بات مان لی ہوتی) اور اس وقت سے یہ مثل چل نکلی۔

۳؎ شاعر بنی ہوازن سے مراد ''دُرید ابن صمہ'' ہے اور یہ شعر اس نے اپنے بھائی عبد اللہ ابن صمہ کے مرنے کے بعد کہا۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ عبد اللہ اپنے بھائی کے ہمراہ بنی بکر ابن ہوازن پر حملہ آور ہوا اور ان کے بہت سے اونٹ ہنکا لایا۔ واپسی پر جب مقام منعرج اللوی میں سستانے کا ارادہ کیا تو دُرید نے کہا کہ: یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے، ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے دشمن ٹوٹ پڑے، مگر عبد اللہ نہ مانا اور وہاں ٹھہر گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح ہوتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا اور عبد اللہ کو وہیں پر قتل کر دیا۔ دُرید کے بھی زخم آئے، لیکن وہ بچ نکلا اور اس کے بعد چند اشعار کہے ان میں سے ایک شعر یہ ہے جس میں اس کی رائے کے ٹھکرا دیئے جانے سے جو تباہی آئی تھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

(٣٦) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ تَخْوِيْفِ اَهْلِ النَّهْرَوَانِ

فَاَنَا نَذِيْرٌ لَّكُمْ اَنْ تُصْبِحُوْا صَرْعٰى بِاَثْنَآءِ هٰذَا النَّهْرِ، وَ بِاَهْضَامِ هٰذَا الْغَآئِطِ، عَلٰى غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ، وَ لَا سُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ مَّعَكُمْ، قَدْ طَوَّحَتْ بِكُمُ الدَّارُ، وَ احْتَبَلَكُمُ الْمِقْدَارُ، وَ قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْحُكُوْمَةِ فَاَبَيْتُمْ عَلَيَّ اِبَآءَ الْمُخَالِفِيْنَ الْمُنَابِذِيْنَ، حَتّٰى صَرَفْتُ رَاْيِيْ اِلٰى هَوَاكُمْ، وَ اَنْتُمْ مَعَاشِرُ اَخِفَّآءُ الْهَامِ، سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ، وَ لَمْ اٰتِ ـ لَآ اَبَا لَكُمْ ـ بُجْرًا، وَ لَآ اَرَدْتُّ لَكُمْ ضُرًّا.

-----☆☆-----

خطبہ (۳۶)

اہل نہروان [1] کو ان کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا

میں تمہیں متنبہ کر رہا ہوں کہ تم لوگ اس نہر کے موڑوں اور اس نشیب کی ہموار زمینوں پر قتل ہو ہو کر گرے ہوئے ہوگے، اس عالم میں کہ نہ تمہارے پاس اللہ کے سامنے (عذر کرنے کیلئے) کوئی واضح دلیل ہوگی نہ کوئی روشن ثبوت، اس طرح کہ تم اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے اور پھر قضائے الٰہی نے تمہیں اپنے پھندے میں جکڑ لیا۔ میں نے تو تمہیں پہلے ہی اس تحکیم سے روکا تھا، لیکن تم نے میرا حکم ماننے سے مخالف پیمان شکنوں کی طرح انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ (مجبوراً) مجھے بھی اپنی رائے کو ادھر موڑنا پڑا جو تم چاہتے تھے۔ تم ایک ایسا گروہ ہو جس کے افراد کے سر عقلوں سے خالی اور فہم و دانش سے عاری ہیں۔ خدا تمہارا بُرا کرے میں نے تمہیں نہ کسی مصیبت میں پھنسایا ہے نہ تمہارا بُرا چاہا تھا۔

--☆☆--

[1] جنگ نہروان کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تحکیم کی قرارداد کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کوفہ کی طرف پلٹ رہے تھے تو جو لوگ تحکیم کے منوانے میں پیش پیش تھے، یہ کہنے لگے کہ: اللہ کے علاوہ کسی کو حکم ٹھہرانا کفر ہے اور معاذ اللہ! امیر المومنین علیہ السلام تحکیم کو مان کر کافر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ» (حکم اللہ کیلئے مخصوص ہے) کو غلط معنی پہنا کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے کٹ کر کوفہ کے قریب مقام حروراء میں ڈیرے ڈال دیئے۔ امیر المومنین علیہ السلام کو ان ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تو آپؑ نے صعصعہ ابن صوحان اور زیاد ابن نضر حارثی کو ابن عباس کے ہمراہ ان کی طرف روانہ کیا اور بعد میں خود ان کی قیام گاہ تک تشریف لے گئے اور انہیں سمجھا بجھا کر منتشر کر دیا۔

جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے تحکیم کے معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے اور وہ پھر سے شامیوں کے مقابلہ کیلئے آمادہ ہیں۔ حضرتؑ کو معلوم ہوا تو آپؑ نے اس کی تردید فرمائی جس پر یہ لوگ فتنہ انگیزی کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بغداد سے بارہ میل کے فاصلہ پر نہر کے نشیبی حصہ میں کہ جسے "نہروان" کہا جاتا ہے پڑاؤ ڈال دیا۔

ادھر امیر المومنین علیہ السلام تحکیم کا فیصلہ سن کر سپاہِ شام سے لڑنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور خوارج کو تحریر کیا کہ حکمین نے کتاب و سنت کے بجائے خواہش نفسانی سے کام لیتے ہوئے جو فیصلہ کیا ہے وہ ہمیں منظور نہیں ہے، لہٰذا ہم نے ان سے لڑنے کی ٹھان لی ہے، تم بھی ہمارا ساتھ دو

تاکہ دشمن کی سرکوبی کی جائے۔ مگر خوارج نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپؑ نے جب تحکیم مان لی تھی تو آپؑ ہمارے نزدیک کافر ہو گئے تھے۔ اب اگر آپؑ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کریں تو ہم اس معاملہ میں غور کریں گے اور سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

حضرتؑ نے ان کے جواب سے سمجھ لیا کہ ان کی سرکشی و گمراہی بہت شدید ہو گئی ہے۔ اب ان سے کسی قسم کی امید رکھنا بیکار ہے۔ لہٰذا آپؑ نے انہیں نظرانداز کر کے شام کی طرف کوچ کرنے کیلئے وادی نخیلہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جب لشکر ترتیب دیا جا چکا تو حضرتؑ کو معلوم ہوا کہ لشکر کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پہلے اہل نہروان سے نپٹ لیں اور بعد میں شام کا رخ کریں۔ مگر حضرتؑ نے فرمایا کہ ابھی ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑو، پہلے شام کی طرف بڑھو اور پھر انہیں دیکھ لیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپؑ کے ہر حکم کی تعمیل کیلئے بدل و جان حاضر ہیں۔ خواہ اِدھر چلیے یا اُدھر بڑھیے، لیکن ابھی لشکر نے حرکت نہ کی تھی کہ خوارج کی شورش انگیزیوں کی خبریں آنے لگیں اور معلوم ہوا کہ انہوں نے عامل نہروان عبداللہ ابن خباب اور ان کی کنیز کو اس بچے سمیت جو اس کے شکم میں تھا ذبح کر ڈالا ہے اور بنی طےَ کی تین عورتوں اور اُمّ سنان صیداویہ کو بھی قتل کر دیا ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے حارث ابن مرہ کو تحقیق حال کیلئے روانہ کیا، لیکن یہ بھی ان کے ہاتھ سے مارے گئے۔

جب ان کی شورش انگیزیاں اس حد تک بڑھ گئیں تو انہیں جھنجھوڑنا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ لشکر نے نہروان کا رُخ کر لیا اور وہاں پہنچ کر حضرتؑ نے انہیں کہلوا بھیجا کہ جن لوگوں نے عبداللہ ابن خباب اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا ہے انہیں ہمارے حوالے کرو تاکہ ہم اُن سے خون کا قصاص لیں۔ مگر اُن لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم سب نے مل کر اُن کو مارا ہے اور ہمارے نزدیک تم سب کا خون مباح ہے۔ اس پر بھی امیرالمومنینؑ نے جنگ میں پہل نہ کی، بلکہ حضرت ابوایوب انصاری کو پیغامِ امن دے کر اُن کی طرف بھیجا۔ چنانچہ اُنہوں نے پکار کر اُن سے کہا کہ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا یا اس جماعت سے کٹ کر کوفہ یا مدائن چلا جائے گا، اس کیلئے امان ہے اور اُس سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ فروہ ابن نوفل اشجعی نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس بنیاد پر امیرالمومنین علیہ السلام سے آمادۂ پیکار ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر پانچ سو آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گئے اور یونہی لوگ گروہ در گروہ چھٹنا شروع ہو گئے اور کچھ لوگ امیرالمومنین علیہ السلام سے آملے۔ جو لوگ باقی رہ گئے اُن کی تعداد چار ہزار تھی۔ (طبری کی روایت کی بنا پر دو ہزار آٹھ سو تھی)۔ یہ لوگ کسی صورت میں دعوتِ حق کی پکار سننے کیلئے تیار نہ تھے اور مرنے مارنے پر اُتر آئے تھے۔

حضرتؑ نے اپنی فوج کو پہل کرنے سے روک رکھا تھا مگر خوارج نے کمانوں میں تیر جوڑ لئے اور تلواروں کی نیامیں توڑ کر پھینک دیں۔ حضرت علیہ السلام نے اس موقعہ پر بھی جنگ کے ہولناک نتائج اور اس کے انجامِ بد سے انہیں آگاہ کیا اور یہ خطبہ بھی اسی زجر و توبیخ کے سلسلہ میں ہے۔ لیکن وہ اس طرح جوش میں بھرے بیٹھے تھے کہ یک لخت سپاہِ امیرالمومنین علیہ السلام پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ اتنا بے پناہ تھا کہ پیادوں کے قدم اُکھڑ گئے، لیکن پھر اس طرح جمے کہ تیر و سنان کے حملے انہیں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے اور دیکھتے ہی دیکھتے خوارج کا اس طرح صفایا کیا کہ نو آدمیوں کے علاوہ کہ جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی ایک متنفّس بھی زندہ نہ بچا۔ امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہوئے۔

یہ جنگ ۹ صفر ۳۸ھ میں واقع ہوئی۔

☆☆☆☆☆

(۳۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَجْرِیْ مَجْرَى الْخُطْبَةِ

فَقُمْتُ بِالْاَمْرِ حِیْنَ فَشِلُوْا، وَ تَطَلَّعْتُ حِیْنَ تَقَبَّعُوْا، وَ نَطَقْتُ حِیْنَ تَعْتَعُوْا، وَ مَضَیْتُ بِنُوْرِ اللهِ حِیْنَ وَقَفُوْا، وَ كُنْتُ اَخْفَضَهُمْ صَوْتًا، وَ اَعْلَاهُمْ فَوْتًا، فَطِرْتُ بِعِنَانِهَا، وَ اسْتَبْدَدْتُّ بِرِهَانِهَا، كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْقَوَاصِفُ، وَ لَا تُزِیْلُهُ الْعَوَاصِفُ، لَمْ یَكُنْ لِّاَحَدٍ فِیَّ مَهْمَزٌ، وَ لَا لِقَآئِلٍ فِیَّ مَغْمَزٌ.

اَلذَّلِیْلُ عِنْدِیْ عَزِیْزٌ حَتّٰۤی اٰخُذَ الْحَقَّ لَهٗ، وَ الْقَوِیُّ عِنْدِیْ ضَعِیْفٌ حَتّٰۤی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ، رَضِیْنَا عَنِ اللهِ قَضَآئَهٗ، وَ سَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهٗ. اَتَرَانِیْۤ اَكْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ وَاللهِ! لَاَنَاۤ اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ فَلَاۤ اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَیْهِ. فَنَظَرْتُ فِیْۤ اَمْرِیْ، فَاِذَا طَاعَتِیْ قَدْ سَبَقَتْ بَیْعَتِیْ، وَ اِذَا الْمِیْثَاقُ فِیْ عُنُقِیْ لِغَیْرِیْ.

-----☆☆-----

خطبه (۳۷)

(بمنزلۂ خطبہ)

میں نے اس وقت اپنے فرائض انجام دیئے جبکہ اور سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ رکھتے تھے اور اُس وقت سر اٹھا کر سامنے آیا جبکہ دوسرے گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اس وقت زبان کھولی جبکہ دوسرے گنگ نظر آتے تھے اور اس وقت نورِ خدا (کی روشنی) میں آگے بڑھا جبکہ دوسرے زمین گیر ہو چکے تھے۔ گو میری آواز ان سب سے دھیمی تھی، مگر سبقت و پیش قدمی میں مَیں سب سے آگے تھا۔ میرا اس تحریک کی باگ تھامنا تھا کہ وہ اُڑسی گئی اور میں صرف تھا جو اس میدان میں بازی لے گیا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ، جسے نہ تند ہوائیں جنبش دے سکتی ہیں اور نہ تیز جھکڑ اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں۔ کسی کیلئے بھی مجھ میں عیب گیری کا موقع اور حرف گیری کی گنجائش نہ تھی۔

دبا ہوا میری نظروں میں طاقتور ہے جب تک کہ میں اس کا حق دلوا نہ دوں اور طاقتور میرے یہاں کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے دوسرے کا حق دلوا نہ لوں۔ ہم قضائے الٰہی پر راضی ہو چکے ہیں اور اُسی کو سارے امور سونپ دیئے ہیں۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں وہ ہوں جس نے سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کی تو اب آپؐ پر کذب تراشی میں کس طرح پہل کروں گا۔ میں نے اپنے حالات پر نظر کی تو دیکھا کہ میرے لئے ہر قسم کی بیعت سے اطاعتِ رسولؐ مقدم تھی اور ان سے کئے ہوئے عہد و پیمان کا جُوا میری گردن میں تھا۔

--☆☆--

(۳۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ اِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً لِاَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ، فَاَمَّا اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ فَضِيَآئُهُمْ فِيْهَا الْيَقِيْنُ، وَدَلِيْلُهُمْ سَمْتُ الْهُدٰى، وَ اَمَّا اَعْدَآءُ اللّٰهِ فَدُعَآئُهُمْ فِيْهَا الضَّلَالُ، وَ دَلِيْلُهُمُ الْعَمٰى، فَمَا يَنْجُوْ مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهٗ، وَ لَا يُعْطَى الْبَقَآءَ مَنْ اَحَبَّهٗ.

خطبہ (۳۸)

''شبہ'' کو شبہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے شباہت رکھتا ہے، تو جو دوستانِ خدا ہوتے ہیں ان کیلئے شبہات (کے اندھیروں) میں یقین اُجالے کا اور ہدایت کی سمت رہنما کا کام دیتی ہے اور جو دشمنانِ خدا ہیں وہ ان شبہات میں گمراہی کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں اور کوری و بے بصری ان کی رہبر ہوتی ہے۔ موت وہ چیز ہے کہ ڈرنے والا اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا اور ہمیشہ کی زندگی چاہنے والا ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔

--☆☆--

(۳۹) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مُنِيْتُ بِمَنْ لَّا يُطِيْعُ اِذَا اَمَرْتُ، وَ لَا يُجِيْبُ اِذَا دَعَوْتُ، لَآ اَبَا لَكُمْ! مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ؟ اَمَا دِيْنٌ يَجْمَعُكُمْ؟ وَ لَا حَمِيَّةَ تُحْمِشُكُمْ؟ اَقُوْمُ فِيْكُمْ مُسْتَصْرِخًا، وَ اُنَادِيْكُمْ مُتَغَوِّثًا، فَلَا تَسْمَعُوْنَ لِيْ قَوْلًا، وَ لَا تُطِيْعُوْنَ لِيَ اَمْرًا، حَتّٰى تَكَشَّفَ الْاُمُوْرُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَآئَةِ، فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ، وَ لَا يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ، دَعَوْتُكُمْ اِلٰى نَصْرِ اِخْوَانِكُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَةَ الْجَمَلِ الْاَسَرِّ، وَ تَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْاَدْبَرِ، ثُمَّ خَرَجَ اِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَذَآئِبٌ ضَعِيْفٌ، ﴿كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ؕ﴾.

خطبہ (۳۹)

میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جنہیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں، بلاتا ہوں تو آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تمہارا بُرا ہو! اب اپنے اللہ کی نصرت کرنے میں تمہیں کس چیز کا انتظار ہے؟ کیا دین تمہیں ایک جگہ اکھٹا نہیں کرتا اور غیرت و حمیت تمہیں جوش میں نہیں لاتی؟ میں تم میں کھڑا ہو کر چلاتا ہوں اور مدد کیلئے پکارتا ہوں لیکن تم نہ میری کوئی بات سنتے ہو، نہ میرا کوئی حکم مانتے ہو، یہاں تک کہ ان نافرمانیوں کے بُرے نتائج کھل کر سامنے آ جائیں۔ نہ تمہارے ذریعے خون کا بدلا لیا جا سکتا ہے، نہ کسی مقصد تک پہنچا جا سکتا ہے۔ میں نے تم کو تمہارے ہی بھائیوں کی مدد کیلئے پکارا تھا۔ مگر تم اس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے جس کی ناف میں درد ہو رہا ہو اور اس لاغر و کمزور شتر کی طرح ڈھیلے پڑ گئے جس کی پیٹھ زخمی ہو، پھر میرے پاس تم لوگوں کی ایک چھوٹی سی متزلزل و کمزور فوج آئی، اس عالم میں کہ گویا اسے اس کی نظروں کے سامنے موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔[1]

اَقُوْل: قَوْلُهٗ علیہ السلام : «مُتَذَآئِبٌ» اَیْ مُضْطَرِبٌ، مِنْ قَوْلِهِمْ: تَذَائَبَتِ الرِّیْحُ اَیِ اضْطَرَبَ هُبُوْبُهَا، وَ مِنْهُ سُمِّیَ الذِّئْبُ ذِئْبًا، لِاضْطِرَابِ مِشْیَتِهٖ.

-----☆☆-----

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس خطبہ میں جو لفظ «مُتَذَآئِبٌ» آیا ہے اس کے معنی مضطرب کے ہیں۔ جب ہوائیں بل کھاتی ہوئی چلتی ہیں تو عرب اس موقعہ پر «تَذَائَبَتِ الرِّیْحُ» بولتے ہیں اور بھیڑیئے کو بھی ''ذئب'' اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی چال میں ایک اضطرابی کیفیت ہوتی ہے۔

--☆☆--

۱؎ معاویہ نے مقام ''عین التمر'' پر دھاوا بولنے کیلئے دو ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ نعمان ابن بشیر کی سرکردگی میں بھیجا۔ یہ جگہ کوفہ کے قریب امیر المومنین علیہ السلام کا ایک دفاعی مورچہ تھی، جس کے نگران مالک ابن کعب ارجبی تھے۔ گو ان کے ماتحت ایک ہزار جنگجو افراد تھے، مگر اس موقعہ پر صرف سو آدمی وہاں موجود تھے۔ جب مالک نے حملہ آور لشکر کو بڑھتے دیکھا تو امیر المومنین علیہ السلام کو کمک کیلئے تحریر کیا۔ جب امیر المومنین علیہ السلام کو یہ پیغام ملا تو آپؑ نے لوگوں کو ان کی امداد کیلئے کہا، مگر صرف تین سو آدمی آمادہ ہوئے جس سے حضرتؑ بہت بددل ہوئے اور انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرتؑ خطبہ دینے کے بعد جب مکان پر پہنچے تو عدی ابن حاتم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا امیر المومنینؑ! میرے ہاتھ میں بنی طے کے ایک ہزار افراد ہیں، اگر آپؑ حکم دیں تو انہیں روانہ کر دوں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ: یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دشمن کے سامنے ایک ہی قبیلہ کے لوگ پیش کیے جائیں، تم وادی نخیلہ میں جا کر لشکر بندی کرو۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو جہاد کی دعوت دی تو بنی طے کے علاوہ ایک ہزار اور جنگ آزما جمع ہو گئے۔ یہ ابھی کوچ کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ مالک ابن کعب کا پیغام آ گیا کہ اب مدد کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگایا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مالک نے عبد اللہ ابن جوزہ کو قرظہ ابن کعب اور مخنف ابن سلیم کے پاس دوڑا دیا تھا کہ اگر کوفہ سے مدد آنے میں تاخیر ہو تو یہاں سے بروقت امداد مل سکے۔ چنانچہ عبد اللہ دونوں کے پاس گیا مگر قرظہ سے کوئی امداد نہ مل سکی، البتہ مخنف ابن سلیم نے پچاس آدمی عبد الرحمٰن ابن مخنف کے ہمراہ تیار کیے جو عصر کے قریب وہاں پہنچے۔ اس وقت تک یہ دو ہزار آدمی مالک کے سو آدمیوں کو پسپا نہ کر سکے تھے۔ جب نعمان نے ان پچاس آدمیوں کو دیکھا تو یہ خیال کیا کہ اب ان کی فوجیں آنا شروع ہو گئی ہیں، لہٰذا وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مالک نے ان کے جاتے جاتے بھی عقب سے حملہ کر کے ان کے تین آدمیوں کو مار ڈالا۔

☆☆☆☆☆

(۴۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي الْخَوَارِجِ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَهُمْ: «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ»، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

كَلِمَةُ حَقٍّ يُّرَادُ بِهَا بَاطِلٌ! نَعَمْ اِنَّهٗ لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ، وَلٰكِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يَقُوْلُوْنَ: لَآ اِمْرَةَ اِلَّا لِلّٰهِ، وَ اِنَّهٗ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ، يَعْمَلُ فِيْٓ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ، وَ يَسْتَمْتِعُ فِيْهَا الْكَافِرُ، وَ يُبَلِّغُ اللّٰهُ فِيْهَا الْاَجَلَ، وَ يُجْمَعُ بِهِ الْفَیْءُ، وَ يُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ، وَ تَاْمَنُ بِهِ السُّبُلُ، وَ يُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِيْفِ مِنَ الْقَوِيِّ، حَتّٰى يَسْتَرِيْحَ بَرٌّ، وَ يُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ.

وَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى: اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا سَمِعَ تَحْكِيْمَهُمْ قَالَ:

حُكْمَ اللّٰهِ اَنْتَظِرُ فِيْكُمْ.

وَ قَالَ:

اَمَّا الْاِمْرَةُ الْبَرَّةُ فَيَعْمَلُ فِيْهَا التَّقِيُّ، وَ اَمَّا الْاِمْرَةُ الْفَاجِرَةُ فَيَتَمَتَّعُ فِيْهَا الشَّقِيُّ، اِلٰٓى اَنْ تَنْقَطِعَ مُدَّتُهٗ، وَ تُدْرِكَهٗ مَنِيَّتُهٗ.

-----☆☆-----

خطبہ (۴۰)

جب آپؑ نے خوارج کا قول «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ» (حکم اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا

یہ جملہ تو صحیح ہے مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں وہ غلط ہے۔ ہاں! بیشک حکم اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے، مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہوسکتی۔ حالانکہ لوگوں کیلئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔ (اگر اچھا ہوگا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا، (اگر برا ہوگا تو) کافر اس کے عہد میں لذائذ سے بہرہ اندوز ہوگا اور اللہ اس نظامِ حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج و غنیمت) جمع ہوتا ہے، دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پُرامن رہتے ہیں اور قوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) راحت پائے اور برے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ: جب آپ علیہ السلام نے تحکیم کے سلسلے میں (ان کا قول) سنا تو فرمایا:

میں تمہارے بارے میں حکم خدا ہی کا منتظر ہوں۔

پھر فرمایا کہ:

اگر حکومت نیک ہو تو اس میں متقی و پرہیزگار اچھے عمل کرتا ہے اور بری حکومت ہو تو اس میں بدبخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا زمانہ ختم ہو جائے اور موت انہیں پا لے۔

--☆☆--

(٤١) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الْوَفَآءَ تَوْاَمُ الصِّدْقِ، وَ لَاۤ اَعْلَمُ جُنَّةً اَوْقٰى مِنْهُ، وَ لَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ، وَ لَقَدْ اَصْبَحْنَا فِیْ زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ اَكْثَرُ اَهْلِهِ الْغَدْرَ كَيْسًا، وَ نَسَبَهُمْ اَهْلُ الْجَهْلِ فِيْهِ اِلٰى حُسْنِ الْحِيْلَةِ. مَا لَهُمْ! قَاتَلَهُمُ اللهُ! قَدْ يَرَى الْحُوَّلُ الْقُلَّبُ وَجْهَ الْحِيْلَةِ وَ دُوْنَهٗ مَانِعٌ مِّنْ اَمْرِ اللهِ وَ نَهْيِهٖ، فَيَدَعُهَا رَاْیَ عَيْنٍ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَ يَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَنْ لَّا حَرِيْجَةَ لَهٗ فِی الدِّيْنِ.

خطبہ (۴۱)

وفائے عہد اور سچائی دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور میرے علم میں اس سے بڑھ کر حفاظت کی اور کوئی سپر نہیں۔ جو شخص اپنی بازگشت کی حقیقت جان لیتا ہے وہ کبھی غداری نہیں کرتا۔ مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے غدر و فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے اور جاہلوں نے ان کی (چالوں) کو حسنِ تدبیر سے منسوب کر دیا ہے۔ اللہ انہیں غارت کرے! انہیں کیا ہو گیا ہے؟ وہ شخص جو زمانے کی اُونچ نیچ دیکھ چکا ہے اور اس کے ہیر پھیر سے آگاہ ہے وہ کبھی کوئی تدبیر اپنے لئے دیکھتا ہے، مگر اللہ کے اوامر و نواہی اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو وہ اس حیلہ و تدبیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس پر قابو پانے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اور جسے کوئی دینی احساس سدِ راہ نہیں ہے وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا لے جاتا ہے۔

☆☆

(٤٢) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ اَخْوَفَ مَاۤ اَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَانِ: اتِّبَاعُ الْهَوٰى، وَ طُوْلُ الْاَمَلِ، فَاَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَ اَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِی الْاٰخِرَةَ.

اَلَا وَ اِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّآءَ، فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَآءِ اصْطَبَّهَا صَابُّهَا، اَلَا وَ اِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَقْبَلَتْ، وَ لِكُلٍّ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ، فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ، وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا، فَاِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِاُمِّهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَ اِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ

خطبہ (۴۲)

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے: ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے، مگر اتنا ہے کہ جیسے کوئی انڈیلنے والا برتن کو انڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے۔ اور آخرت ادھر کا رخ لئے ہوئے آ رہی ہے اور دنیا و آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں۔ تو تم فرزندِ آخرت بنو اور ابنائے دنیا نہ بنو۔ اس لئے کہ ہر بیٹا روزِ قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا۔ آج عمل کا دن ہے اور حساب

وّ لَا حِسَابَ، وَ غَدًا حِسَابٌ وّ لَا عَمَلَ.

اَقُوْلُ: اَلْحَذَّآءُ: اَلسَّرِيْعَةُ، وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّرْوِيْهِ «جَذَّاءَ» بِالْجِيْمِ وَ الذَّالِ، اَىِ انْقَطَعَ دَرُّهَا وَ خَيْرُهَا.

نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہوگا عمل نہ ہو سکے گا۔

علامہ رضیؒ کہتے ہیں کہ: اَلْحَذَّآءُ کے معنی تیز رو کے ہیں اور بعض نے «جَذَّاءَ» روایت کیا ہے۔ اس روایت کی بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ: ''دنیا کی لذتوں کا سلسلہ جلد ختم ہو جائے گا''۔

-----☆☆-----

(٤٣) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ اَشَارَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهٗ بِالْاِسْتِعْدَادِ لِلْحَرْبِ بَعْدَ اِرْسَالِهٖ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِّيَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ:

اِنَّ اسْتِعْدَادِیْ لِحَرْبِ اَهْلِ الشَّامِ وَ جَرِيْرٌ عِنْدَهُمْ، اِغْلَاقٌ لِّلشَّامِ، وَ صَرْفٌ لِّاَهْلِهٖ عَنْ خَيْرٍ اِنْ اَرَادُوْهُ، وَ لٰكِنْ قَدْ وَقَّتُّ لِجَرِيْرٍ وَّقْتًا لَّا يُقِيْمُ بَعْدَهٗ اِلَّا مَخْدُوْعًا اَوْ عَاصِيًا، وَ الرَّاْیُ عِنْدِیْ مَعَ الْاَنَاةِ، فَاَرْوِدُوْا، وَ لَاۤ اَكْرَهُ لَكُمُ الْاِعْدَادَ.

وَ لَقَدْ ضَرَبْتُ اَنْفَ هٰذَا الْاَمْرِ وَ عَيْنَهٗ، وَ قَلَّبْتُ ظَهْرَهٗ وَ بَطْنَهٗ، فَلَمْ اَرَ لِیَ اِلَّا الْقِتَالَ اَوِ الْكُفْرَ بِمَا جَآءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ. اِنَّهٗ قَدْ كَانَ عَلَى الْاُمَّةِ وَالٍ اَحْدَثَ اَحْدَاثًا، وَ اَوْجَدَ لِلنَّاسِ مَقَالًا، فَقَالُوْا، ثُمَّ نَقَمُوْا فَغَيَّرُوْا.

-----☆☆-----

خطبہ (۴۳)

جب امیر المومنین علیہ السلام نے جریر ابن عبداللہ بجلی کو معاویہ کے پاس (بیعت لینے کے لیے) بھیجا تو آپؑ کے اصحاب نے آپؑ کو جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا، جس پر آپؑ نے فرمایا:

میرا جنگ کیلئے مستعد و آمادہ ہونا جب کہ جریر ابھی وہیں ہے، شام کا دروازہ بند کرنا ہے اور وہاں کے لوگ بیعت کا ارادہ بھی کریں تو انہیں اس ارادہ خیر سے روک دینا ہے۔ بے شک میں نے جریر کیلئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ ٹھہرے گا تو یا ان سے فریب میں مبتلا ہو کر یا (عمداً) سرتابی کرتے ہوئے۔ صحیح رائے کا تقاضا صبر و توقف ہے۔ اس لئے ابھی ٹھہرے رہو۔ البتہ اس چیز کو میں تمہارے لئے برا نہیں سمجھتا کہ (در پردہ) جنگ کا ساز و سامان کرتے رہو۔

میں نے اس امر کو اچھی طرح سے پرکھ لیا ہے اور اندر باہر سے دیکھ لیا ہے۔ مجھے تو جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آتا، یا یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی خبروں سے انکار کر دوں۔ حقیقت یہ ہے (مجھ سے پہلے) اس اُمت پر ایک ایسا حکمران تھا جس نے دین میں بدعتیں پھیلائیں اور لوگوں کو زبانِ طعن کھولنے کا موقعہ دیا۔ (پہلے تو) لوگوں نے اُسے زبانی کہا سنا، پھر اس پر بگڑے اور آخر سارا ڈھانچہ بدل دیا۔

-----☆☆-----

(٤٤) وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَمَّا هَرَبَ مَصْقَلَةُ بْنُ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِيُّ اِلٰى مُعَاوِيَةَ وَ كَانَ قَدِ ابْتَاعَ سَبْيَ بَنِيْ نَاجِيَةَ مِنْ عَامِلِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَام وَ اَعْتَقَهُمْ، فَلَمَّا طَالَبَهٗ بِالْمَالِ خَاسَ بِهٖ وَ هَرَبَ اِلَى الشَّامِ:

قَبَّحَ اللّٰهُ مَصْقَلَةَ! فَعَلَ فِعْلَ السَّادَةِ، وَ فَرَّ فِرَارَ الْعَبِيْدِ! فَمَاۤ اَنْطَقَ مَادِحَهٗ حَتّٰۤى اَسْكَتَهٗ، وَ لَا صَدَّقَ وَاصِفَهٗ حَتّٰى بَكَّتَهٗ، وَ لَوْ اَقَامَ لَاَخَذْنَا مَيْسُوْرَهٗ، وَ انْتَظَرْنَا بِمَالِهٖ وُفُوْرَهٗ.

-----☆☆-----

خطبہ (۴۴)

جب [1] مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی معاویہ کے پاس بھاگ گیا۔ چونکہ اس نے حضرتؑ کے ایک عامل سے بنی ناجیہ کے کچھ اسیر خریدے تھے۔ جب امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا تو وہ بدیانتی کرتے ہوئے شام چلا گیا، جس پر آپؑ نے فرمایا:

خدا مصقلہ کا بُرا کرے! کام تو اس نے شریفوں کا سا کیا، لیکن غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ اس نے مدح کرنے والے کا منہ بولنے سے پہلے ہی بند کر دیا اور توصیف کرنے والے کے قول کے مطابق اپنا عمل پیش کرنے سے پہلے ہی اسے خاموش کر دیا۔ اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم اس سے اتنا لے لیتے جتنا اس کیلئے ممکن ہوتا اور بقیہ کیلئے اس کے مال کے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے۔

--☆☆--

[1] تحکیم کے بعد جب خوارج نے سر اٹھایا تو ان میں سے بنی ناجیہ کا ایک شخص خریت ابن راشد لوگوں کو بھڑکانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا، اور ایک جتھے کے ساتھ مار دھاڑ کرتا ہوا مدائن کے رخ پر چل پڑا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کی روک تھام کیلئے زیاد ابن حفصہ کو ایک سو تین آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ جب مدائن میں دونوں فریق کا آمنا سامنا ہوا تو تلواریں لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا اور جنگ روک دینا پڑی۔ جب صبح ہوئی تو زیاد کے ساتھیوں نے دیکھا کہ خوارج کے پانچ لاشے پڑے ہیں اور خود میدان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر زیاد اپنے آدمیوں کے ساتھ بصرہ کی طرف چل پڑا تو وہاں سے معلوم ہوا کہ خوارج اہواز کی طرف چلے گئے ہیں۔ زیاد نے سپاہ کی قلت کی وجہ سے قدم روک لئے اور امیر المومنین علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی۔ حضرتؑ نے زیاد کو واپس بلوا لیا اور معقل ابن قیس ریاحی کو دو ہزار نبرد آزماؤں کے ہمراہ اہواز کی طرف روانہ کیا اور والی بصرہ عبد اللہ ابن عباس کو تحریر فرمایا کہ: بصرہ کے دو ہزار شمشیر زن معقل کی کمک کیلئے بھیج دو۔ چنانچہ بصرہ کا دستہ بھی ان سے اہواز میں جا ملا اور یہ پوری طرح منظم ہو کر دشمن پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہو گئے، لیکن خریت اپنے لاؤ لشکر کو لے کر رامہرمز کی پہاڑیوں کی طرف چل دیا۔

یہ لوگ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے آگے بڑھے اور ان پہاڑیوں کے قریب اس کو آلیا۔ دونوں نے اپنے اپنے لشکر کی صف بندی کی اور ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے۔ اس جھڑپ کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے تین سو ستر آدمی میدان میں کھیت رہے اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ معقل نے اپنی کارگزاری اور دشمن کے فرار کی امیر المومنین علیہ السلام کو اطلاع دی تو حضرتؑ نے تحریر فرمایا کہ ابھی تم ان کا پیچھا کرو اور اس

طرح انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دو کہ پھر سر اٹھانے کا ان میں دم نہ رہے۔ چنانچہ اس فرمان کے بعد وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھے، اور بحرِ فارس کے ساحل پر اسے پالیا کہ جہاں اس نے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اپنا ہمنوا بنالیا تھا اور اِدھر اُدھر سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اچھی خاصی جمعیت بہم پہنچالی تھی۔ جس وقت معقل وہاں پر پہنچے تو آپ نے پہلے امان کا جھنڈا بلند کیا اور اعلان کیا کہ جو لوگ ادھر ادھر سے جمع ہو گئے ہیں، وہ الگ ہو جائیں ان سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ چھٹ گئے۔ اس نے انہی کو منظم کیا اور جنگ چھیڑ دی، مگر کوفہ و بصرہ کے سرفروشوں نے تیغ زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ دیکھتے ہی دیکھتے باغیوں کے ایک سو ستر آدمی مارے گئے اور خریت سے نعمان ابن صہبان نے دو دو ہاتھ کئے اور آخر اسے مار گرایا جس کے گرتے ہی دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد معقل نے ان کی قیام گاہوں میں جتنے مَرد، عورتیں اور بچے پائے انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ ان میں جو مسلمان تھے ان سے بیعت لے کر انہیں رہا کر دیا اور جو مرتد ہو گئے تھے انہیں اسلام قبول کرنے کیلئے کہا۔ چنانچہ ایک بوڑھے نصرانی کے علاوہ سب نے اسلام قبول کر کے رہائی پائی اور بوڑھے کو قتل کر دیا گیا اور جن بنی ناجیہ کے عیسائیوں نے اس شورش انگیزی میں حصہ لیا تھا انہیں ان کے اہل وعیال سمیت کہ جن کی تعداد پانچ سو تھی اپنے ہمراہ لے لیا اور جب معقل اردشیر خرہ (ایران کا ایک شہر) پہنچے تو یہ قیدی وہاں کے حاکم مصقلہ ابن ہبیرہ کے سامنے چیخے چلائے اور گڑگڑا کر اس سے التجائیں کیں کہ ان کی رہائی کی کوئی صورت کی جائے۔ مصقلہ نے ذہل ابن حارث کے ذریعے معقل کو کہلوایا کہ ان اسیروں کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ معقل نے اسے منظور کیا اور پانچ لاکھ درہم میں وہ اسیر اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اس سے کہا کہ ان کی قیمت جلد از جلد امیر المومنین علیہ السلام کو بھیج دو۔ اس نے کہا کہ میں پہلی قسط ابھی بھیج رہا ہوں اور بقیہ قسطیں بھی جلد بھیج دی جائیں گی۔ جب معقل امیر المومنین علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یہ سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔ حضرتؑ نے اس اقدام کو سراہا اور کچھ دنوں تک قیمت کا انتظار کیا، مگر مصقلہ نے ایسی چُپ سادھ لی کہ گویا اس کے ذمہ کوئی مطالبہ ہی نہیں ہے۔ آخر حضرتؑ نے ایک قاصد اس کی طرف روانہ کیا اور اسے کہلوا بھیجا کہ یا تو قیمت بھیجو یا خود آؤ۔ وہ حضرتؑ کے فرمان پر کوفہ آیا اور قیمت طلب کرنے پر دو لاکھ درہم پیش کر دیئے اور بقایا مطالبہ سے بچنے کیلئے معاویہ کے پاس چلا گیا جس نے اسے طبرستان کا حاکم بنا دیا۔ حضرتؑ کو جب اس کا علم ہوا تو آپؑ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ: اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم مال کی وصولی میں اس سے رعایت کرتے اور اس کی مالی حالت کے درست ہونے کا انتظار کرتے، لیکن وہ تو ایک نمائشی کارنامہ دکھا کر غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ ابھی اس کی بلند حوصلگی کے چرچے شروع ہی ہوئے تھے کہ زبانوں پر اس کی دنائت و پستی کے تذکرے آنے لگے۔

☆☆☆☆☆

(۴۵) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَقْنُوْطٍ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ، وَ لَا مَخْلُوٍّ مِّنْ نِّعْمَتِهٖ، وَ لَا مَاْيُوْسٍ مِّنْ مَّغْفِرَتِهٖ، وَ لَا مُسْتَنْكَفٍ عَنْ عِبَادَتِهٖ، الَّذِیْ لَا تَبْرَحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ، وَ لَا تُفْقَدُ لَهٗ نِعْمَةٌ.

وَ الدُّنْيَا دَارٌ مُّنِیَ لَهَا الْفَنَآءُ، وَ لِاَهْلِهَا مِنْهَا الْجَلَآءُ، وَ هِیَ حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَ قَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ، وَ الْتَبَسَتْ بِقَلْبِ النَّاظِرِ، فَارْتَحِلُوْا مِنْهَا بِاَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ، وَ لَا تَسْئَلُوْا فِيْهَا فَوْقَ الْكَفَافِ، وَ لَا تَطْلُبُوْا مِنْهَا اَكْثَرَ مِنَ الْبَلَاغِ.

خطبہ (۴۵)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی رحمت سے ناامیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں۔ نہ اس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اس کی عبادت سے کسی کو عار ہوسکتا ہے اور نہ اس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے اور نہ اس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رکتا ہے۔

دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کیلئے فنا طے شدہ امر ہے اور اس میں بسنے والوں کیلئے یہاں سے بہر صورت نکلنا ہے۔ یہ دنیا شیریں و شاداب ہے۔ اپنے چاہنے والے کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور دیکھنے والے کے دل میں سما جاتی ہے۔ جو تمہارے پاس بہتر سے بہتر توشہ ہو سکے اسے لے کر دنیا سے چل دینے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو اور جس سے زندگی بسر ہو سکے اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرو۔

--☆☆--

(۴۶) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِنْدَ عَزْمِهٖ عَلَى الْمَسِيْرِ اِلَى الشَّامِ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ، وَ كَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَ سُوْٓءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَ الْمَالِ. اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ، وَ اَنْتَ الْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ، وَ لَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ، لِاَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا يَكُوْنُ مُسْتَصْحَبًا، وَ الْمُسْتَصْحَبُ لَا يَكُوْنُ مُسْتَخْلَفًا.

اَقُوْلُ: وَ ابْتِدَاءُ هٰذَا الْكَلَامِ مَرْوِیٌّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَ قَدْ قَفَّاهُ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ علیہ السلام

خطبہ (۴۶)

جب شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا تو یہ کلمات فرمائے

اے اللہ! مَیں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ اور اہل و مال کی بدحالی کے منظر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں رفیق اور بال بچوں کا محافظ ہے۔ سفر و حضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا، کیونکہ جسے پیچھے چھوڑا جائے وہ ساتھی نہیں ہو سکتا اور جسے ساتھ لیا جائے اسے پیچھے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کلام کا ابتدائی حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے آخر میں بلیغ ترین جملوں کا

بِاَبْلَغِ كَلَامٍ وَّ تَمَّمَهٗ بِاَحْسَنِ تَمَامٍ مِنْ قَوْلِهٖ: «وَ لَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ» اِلٰى اٰخِرِ الْفَصْلِ.

اضافہ فرما کر اسے نہایت احسن طریق سے مکمل کر دیا ہے اور وہ اضافہ ''سفر وحضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا'' سے لے کر آخر کلام تک ہے۔

--☆☆--

(۴۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ ذِكْرِ الْكُوْفَةِ

كَاَنِّيْ بِكِ يَا كُوْفَةُ! تُمَدِّيْنَ مَدَّ الْاَدِيْمِ الْعُكَاظِيِّ، تُعْرَكِيْنَ بِالنَّوَازِلِ، وَتُرْكَبِيْنَ بِالزَّلَازِلِ، وَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّهٗ مَا اَرَادَ بِكِ جَبَّارٌ سُوْٓءًا اِلَّا ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِشَاغِلٍ، وَرَمَاهُ بِقَاتِلٍ!

--☆☆--

خطبہ (۴۷)

(کوفہ پر وارد ہونے والے مصائب کے متعلق فرمایا)

اے کوفہ! یہ منظر گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تجھے اس طرح سے کھینچا جا رہا ہے جیسے بازار عکاظ[1] کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کو اور مصائب اور آلام کی تاخت وتاراج سے تجھے کچلا جا رہا ہے اور شدائد وحوادث کا تو مرکب بنا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جو ظالم و سرکش تجھ سے برائی کا ارادہ کریگا اللہ اُسے کسی مصیبت میں جکڑ دے گا اور کسی قاتل کی زد پر لے آئے گا۔[2]

--☆☆--

[1] زمانہ جاہلیت میں ہر سال مکہ کے قریب ایک بازار لگتا تھا جس کا نام ''عکاظ'' تھا جہاں زیادہ تر کھالوں کی خرید وفروخت ہوتی تھی جس کی وجہ سے چمڑے کو اس کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ خرید وفروخت کے علاوہ شعر وسخن کی محفلیں بھی جمتی تھیں اور عرب اپنے کارنامے سنا کر دادِ تحسین حاصل کرتے تھے، مگر اسلام کے بعد اس کا نعم البدل حج کے اجتماع کی صورت میں حاصل ہو جانے کے وجہ سے وہ بازار سرد پڑ گیا۔

[2] امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جن لوگوں نے کوفہ میں اپنی قہرمانی قوتوں کے بل بوتے پر ظلم وستم ڈھائے تھے ان کا انجام کتنا عبرتناک ہوا اور ان کی ہلاکت آفرینیوں نے ان کیلئے ہلاکت کے کیا کیا سروسامان کئے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ کا حشر یہ ہوا کہ جب اس نے امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف ناسزا کلمات کہلوانے کیلئے خطبہ دینا چاہا تو اچانک اس پر فالج گرا اور پھر وہ بستر سے نہ اٹھ سکا۔ عبید اللہ ابن زیاد کی سفاکیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوڑھ میں مبتلا ہو گیا اور آخر خون آشام تلواروں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حجاج بن یوسف کی خونخواریوں نے اسے یہ روزِ بد دکھایا کہ اس کے پیٹ میں سانپ پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر اس نے جان دی۔ عمر ابن ہبیرہ مبروص ہو کر مرا۔ خالد قسری نے قید وبند کی سختیاں جھیلیں اور بری طرح مارا گیا۔ مصعب ابن زبیر اور یزید ابن مہلب بھی تیغوں کی نذر ہوئے۔

☆☆☆☆☆

(٤٨) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِنْدَ الْمَسِيْرِ اِلَى الشَّامِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَ غَسَقَ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَّ خَفَقَ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُوْدِ الْاِنْعَامِ، وَلَا مُكَافَاِ الْاِفْضَالِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّمَتِیْ، وَ اَمَرْتُهُمْ بِلُزُوْمِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ، حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ اَمْرِیْ، وَ قَدْ اَرَدْتُّ اَنْ اَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ اِلٰى شِرْذِمَةٍ مِّنْكُمْ، مُوْطِنِيْنَ اَكْنَافَ دِجْلَةَ، فَاُنْهِضَهُمْ مَّعَكُمْ اِلٰى عَدُوِّكُمْ، وَاَجْعَلَهُمْ مِنْ اَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ.

اَقُوْلُ: يَعْنِیْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِـ «الْمِلْطَاطِ» هٰهُنَا السَّمْتَ الَّذِیْ اَمَرَهُمْ بِلُزُوْمِهٖ وَ هُوَ شَاطِئُ الْفُرَاتِ، وَ يُقَالُ ذٰلِكَ اَيْضًا لِشَاطِئِ الْبَحْرِ، وَ اَصْلُهٗ مَا اسْتَوٰى مِنَ الْاَرْضِ، وَ يَعْنِیْ بِـ «النُّطْفَةِ» مَآءَ الْفُرَاتِ ، وَ هُوَ مِنْ غَرِيْبِ الْعِبَارَاتِ وَ عَجِيْبِهَا.

-----☆☆-----

خطبہ (۴۸)

جب شام روانہ ہوئے تو فرمایا

اللہ کیلئے حمد وثنا ہے جب بھی رات آئے اور اندھیرا پھیلے اور اللہ کیلئے تعریف وتوصیف ہے جب بھی ستارہ نکلے اور ڈوبے اور اس اللہ کیلئے مدح وستائش ہے کہ جس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے اور جس کے احسانات کا بدلہ اتارا نہیں جا سکتا۔

(آگاہ رہو کہ) میں نے فوج کا ہراول دستہ آگے بھیج دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ میرا فرمان پہنچنے تک اس دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالے رہے اور میرا ارادہ ہے کہ اس پانی کو عبور کر کے اس چھوٹے سے گروہ کے پاس پہنچ جاؤں جو اطراف دجلہ (مدائن) میں آباد ہے اور اسے بھی تمہارے ساتھ دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑا کروں اور انہیں تمہاری کمک کیلئے ذخیرہ بناؤں۔[1]

علامہ رضیؒ کہتے ہیں کہ: امیر المومنین علیہ السلام نے اس مقام پر «الْمِلْطَاطِ» سے وہ سمت مراد لی ہے جہاں انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا اور وہ سمت کنارہ فرات ہے اور ''ملطاط'' کنارۂ دریا کو کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اصل معنی ہموار زمین کے ہیں۔ اور «النُّطْفَةِ» (صاف و شفاف پانی) سے آپؑ کی مراد آبِ فرات ہے اور یہ عجیب و غریب تعبیرات میں سے ہے۔

--☆☆--

[1] جب امیر المومنین علیہ السلام نے صفین کے ارادہ سے وادی نخیلہ میں پڑاؤ ڈالا تو ۵ شوال ۳۷ھ بروز چہارشنبہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں حضرتؑ نے جس ہراول دستے کا ذکر کیا ہے، اس سے وہ بارہ ہزار افراد مراد ہیں جو زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کے زیر قیادت صفین کی طرف روانہ فرمائے تھے اور مدائن کے جس چھوٹے سے گروہ کا ذکر کیا ہے وہ بارہ سو افراد کا ایک جتھا تھا جو آپؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

(۴۹) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بَطَنَ خَفِيَّاتِ الْاُمُوْرِ، وَ دَلَّتْ عَلَيْهِ اَعْلَامُ الظُّهُوْرِ، وَ امْتَنَعَ عَلٰى عَيْنِ الْبَصِيْرِ، فَلَا عَيْنُ مَنْ لَّمْ يَرَهٗ تُنْكِرُهٗ، وَ لَا قَلْبُ مَنْ اَثْبَتَهٗ يُبْصِرُهٗ.

سَبَقَ فِی الْعُلُوِّ فَلَا شَیْءَ اَعْلٰى مِنْهُ، وَ قَرُبَ فِی الدُّنُوِّ فَلَا شَیْءَ اَقْرَبُ مِنْهُ، فَلَا اسْتِعْلَآؤُهٗ بَاعَدَهٗ عَنْ شَیْءٍ مِّنْ خَلْقِهٖ، وَ لَا قُرْبُهٗ سَاوَاهُمْ فِی الْمَكَانِ بِهٖ، لَمْ يُطْلِعِ الْعُقُوْلَ عَلٰى تَحْدِيْدِ صِفَتِهٖ، وَلَمْ يَحْجُبْهَا عَنْ وَّاجِبِ مَعْرِفَتِهٖ، فَهُوَ الَّذِیْ تَشْهَدُ لَهٗٓ اَعْلَامُ الْوُجُوْدِ، عَلٰٓى اِقْرَارِ قَلْبِ ذِی الْجُحُوْدِ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الْمُشَبِّهُوْنَ بِهٖ وَ الْجَاحِدُوْنَ لَهٗ عُلُوًّا كَبِيْرًا!.

-----☆☆-----

خطبہ (۴۹)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی گہرائیوں میں اُترا ہوا ہے۔ اس کے ظاہر و ہویدا ہونے کی نشانیاں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ گو دیکھنے والے کی آنکھ سے وہ نظر نہیں آتا، پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔

وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے۔ اور نہ اس کی بلندی نے اسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے اور نہ اسکے قرب نے اسے دوسروں کی سطح پر لا کر ان کے برابر کر دیا ہے۔ اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حد و نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کیلئے ان کے آگے پردے بھی حائل نہیں کئے۔ وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل بھی اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ ان لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں اور اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

--☆☆--

(۵۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّمَا بَدْءُ وُقُوْعِ الْفِتَنِ اَهْوَآءٌ تُتَّبَعُ، وَ اَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ، يُخَالَفُ فِيْهَا كِتَابُ اللّٰهِ، وَ يَتَوَلّٰى عَلَيْهَا رِجَالٌ رِّجَالًا، عَلٰى غَيْرِ دِيْنِ اللّٰهِ، فَلَوْ اَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِّزَاجِ الْحَقِّ لَمْ يَخْفَ عَلَى الْمُرْتَادِيْنَ، وَ لَوْ اَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَّبْسِ الْبَاطِلِ لَانْقَطَعَتْ عَنْهُ

خطبہ (۵۰)

فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جنکی پیروی کی جاتی ہے اور وہ نئے ایجاد کردہ احکام کہ جن میں قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے اور جنہیں فروغ دینے کیلئے کچھ لوگ دین الٰہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہیں۔ تو اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا تو وہ ڈھونڈنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق باطل کے شائبہ سے پاک و صاف سامنے آتا تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی بند ہو

اَلْسُنُ الْمُعَانِدِيْنَ، وَ لٰكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ، وَ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ، فَيُمْزَجَانِ! فَهُنَالِكَ يَسْتَوْلِي الشَّيْطٰنُ عَلٰى اَوْلِيَآئِهٖ، وَ يَنْجُو الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ الْحُسْنٰى.

-----☆☆-----

جاتیں، لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ ادھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ ادھر سے اور دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کیلئے توفیق الٰہی اور عنایت خداوندی پہلے سے موجود ہو۔

--☆☆--

(۵۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا غَلَبَ اَصْحَابُ مُعَاوِيَةَ اَصْحَابَهٗ عليه السلام عَلٰى شَرِيْعَةِ الْفُرَاتِ بِصِفِّيْنَ وَ مَنَعُوْهُمْ مِنَ الْمَآءِ:

قَدِ اسْتَطْعَمُوْكُمُ الْقِتَالَ، فَاَقِرُّوْا عَلٰى مَذَلَّةٍ، وَ تَاْخِيْرِ مَحَلَّةٍ، اَوْ رَوُّوا السُّيُوْفَ مِنَ الدِّمَآءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَاءِ، فَالْمَوْتُ فِيْ حَيَاتِكُمْ مَقْهُوْرِيْنَ، وَ الْحَيٰوةُ فِيْ مَوْتِكُمْ قَاهِرِيْنَ. اَلَا وَ اِنَّ مُعَاوِيَةَ قَادَ لُمَةً مِّنَ الْغُوَاةِ، وَ عَمَّسَ عَلَيْهِمُ الْخَبَرَ، حَتّٰى جَعَلُوْا نُحُوْرَهُمْ اَغْرَاضَ الْمَنِيَّةِ.

-----☆☆-----

خطبه (۵۱)

جب صفین میں معاویہ کے ساتھیوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب پر غلبہ پا کر فرات کے گھاٹ پر قبضہ جما لیا اور پانی لینے سے مانع ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:

وہ[1] تم سے جنگ کے لقمے طلب کرتے ہیں۔ تو اب یا تو تم ذلت اور اپنے مقام کی پستی و حقارت پر سرِ تسلیم خم کر دو، یا تلواروں کی پیاس خون سے بجھا کر اپنی پیاس پانی سے بجھاؤ۔ تمہارا ان سے دب جانا جیتے جی موت ہے اور غالب آ کر مرنا بھی جینے کے برابر ہے۔ معاویہ گم کردۂ راہ سر پھروں کا ایک چھوٹا سا جتھا لئے پھرتا ہے اور واقعات سے انہیں اندھیرے میں رکھ چھوڑا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے سینوں کو موت (کے تیروں) کا ہدف بنا لیا ہے۔

--☆☆--

[1] امیر المومنین علیہ السلام ابھی صفین میں پہنچے نہ تھے کہ معاویہ نے گھاٹ کا راستہ بند کرنے کیلئے دریا کے کنارے چالیس ہزار آدمیوں کا پہرہ لگا دیا، تا کہ شامیوں کے علاوہ کوئی وہاں سے پانی نہ لے سکے۔ جب امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر وہاں پر اترا تو اس گھاٹ کے علاوہ آس پاس کوئی گھاٹ نہ تھا کہ وہاں سے پانی لے سکتے اور اگر تھا تو اونچے اونچے ٹیلوں کو عبور کر کے وہاں تک پہنچنا دشوار تھا۔ حضرتؑ نے صعصعہ ابن صوحان کو معاویہ کے پاس بھیجا اور اسے کہلوایا کہ پانی سے پہرا اٹھا لیا جائے، مگر معاویہ نے اس سے انکار کیا۔ ادھر امیر المومنین علیہ السلام کا لشکر پیاسا پڑا تھا۔ حضرتؑ نے یہ صورت دیکھی تو فرمایا کہ: اٹھو اور تلواروں کے زور سے پانی حاصل کرو۔ چنانچہ ان تشنہ کاموں نے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں اور تیر کمانوں میں جوڑ لئے اور معاویہ کی فوجوں کو درہم و برہم کرتے ہوئے دریا کے اندر تک اُتر گئے اور ان پہرہ داروں کو مار بھگایا اور خود گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔ اب حضرتؑ کے اصحاب نے بھی چاہا کہ جس طرح معاویہ نے گھاٹ پر قبضہ جما کر پانی کی بندش کر دی تھی ویسا ہی اس کے اور اس کے

ساتھیوں کے ساتھ برتاؤ کیا جائے اور ایک شامی کو بھی پانی نہ لینے دیا جائے اور ایک ایک کو پیاسا تڑپا کر مارا جائے، مگر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ: کیا تم بھی وہی جاہلانہ قدم اٹھانا چاہتے ہو جو ان شامیوں نے اٹھایا تھا؟ ہرگز کسی کو پانی سے نہ روکو، جو چاہے پیئے اور جس کا جی چاہے لے جائے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کی فوج کا دریا پر قبضہ ہونے کے باوجود کسی کو پانی سے نہیں روکا گیا اور ہر شخص کو پانی لینے کی پوری آزادی دی گئی۔

☆☆☆☆☆

(۵۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَ اِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّمَتْ، وَ اٰذَنَتْ بِانْقِضَآءٍ، وَ تَنَكَّرَ مَعْرُوْفُهَا، وَ اَدْبَرَتْ حَذَّآءَ، فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَآءِ سُكَّانَهَا، وَ تَحْدُوْ بِالْمَوْتِ جِيْرَانَهَا، وَ قَدْ اَمَرَّ مِنْهَا مَا كَانَ حُلْوًا، وَ كَدِرَ مِنْهَا مَا كَانَ صَفْوًا، فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا سَمَلَةٌ كَسَمَلَةِ الْاِدَاوَةِ، اَوْ جُرْعَةٌ كَجُرْعَةِ الْمَقْلَةِ، لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدْيَانُ لَمْ يَنْقَعْ، فَاَزْمِعُوْا عِبَادَ اللّٰهِ الرَّحِيْلَ عَنْ هٰذِهِ الدَّارِ الْمَقْدُوْرِ عَلٰۤى اَهْلِهَا الزَّوَالُ، وَ لَا يَغْلِبَنَّكُمْ فِيْهَا الْاَمَلُ، وَ لَا يَطُوْلَنَّ عَلَيْكُمُ الْاَمَدُ.

فَوَاللّٰهِ! لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِيْنَ الْوُلَّهِ الْعِجَالِ، وَ دَعَوْتُمْ بِهَدِيْلِ الْحَمَامِ، وَ جَاَرْتُمْ جُؤَارَ مُتَبَتِّلِي الرُّهْبَانِ، وَ خَرَجْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ، الْتِمَاسَ الْقُرْبَةِ اِلَيْهِ فِيْ ارْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهٗ، اَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ اَحْصَتْهَا كُتُبُهٗ، وَ حَفِظَتْهَا رُسُلُهٗ، لَكَانَ قَلِيْلًا فِيْمَاۤ اَرْجُوْ لَكُمْ مِنْ ثَوَابِهٖ، وَ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ عِقَابِهٖ.

وَاللّٰهِ! لَوِ انْمَاثَتْ قُلُوْبُكُمْ انْمِيَاثًا، وَ

خطبہ (۵۲)

دنیا اپنا دامن سمیٹ رہی ہے اور اس نے اپنے رخصت ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس کی جانی پہچانی ہوئی چیزیں اجنبی ہو گئیں اور وہ تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی ہے اور اپنے رہنے والوں کو فنا کی طرف بڑھا رہی ہے اور اپنے پڑوس میں بسنے والوں کو موت کی طرف ڈھکیل رہی ہے۔ اس کے شیریں (مزے) تلخ اور صاف و شفاف (لمحے) مکدر ہو گئے ہیں۔ دنیا سے بس اتنا باقی رہ گیا ہے جتنا برتن میں تھوڑا سا بچا پانی یا ناپا تلا ہوا جرعۂ آب کہ پیاسا اگر اسے پئے تو اُس کی پیاس نہ بجھے۔ خدا کے بندو! اس دارِ دنیا سے کہ جس کے رہنے والوں کیلئے زوال امرِ مسلّم ہے، نکلنے کا تہیہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آرزوئیں تم پر غالب آ جائیں اور اس (چند روزہ زندگی) کی مدت کو دراز سمجھ بیٹھو۔

خدا کی قسم! اگر تم اُن اونٹنیوں کی طرح فریاد کرو جو اپنے بچوں کو کھو چکی ہوں اور ان کبوتروں کی طرح نالہ و فغاں کرو (جو اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گئے ہوں) اور اُن گوشہ نشین راہبوں کی طرح چیخو چلاؤ جو گھر بار چھوڑ چکے ہوں اور مال اور اولاد سے بھی اپنا ہاتھ اٹھا لو، اس غرض سے کہ تمہیں بارگاہِ الٰہی میں تقرب حاصل ہو درجہ کی بلندی کے ساتھ اس کے یہاں، یا ان گناہوں کے معاف ہونے کے ساتھ جو صحیفہ اعمال میں درج اور کراماً کاتبین کو یاد ہیں، تو وہ تمام بے تابی اور نالہ و فریاد اُس ثواب کے لحاظ سے جس کا میں تمہارے لئے امیدوار ہوں اور اس عقاب کے اعتبار سے جس کا مجھے تمہارے لئے خوف و اندیشہ ہے بہت ہی کم ہوگی۔

خدا کی قسم! اگر تمہارے دل بالکل پگھل جائیں اور تمہاری آنکھیں

سَالَتْ عُيُوْنُكُمْ مِنْ رَّغْبَةٍ اِلَيْهِ وَ رَهْبَةٍ مِّنْهُ دَمًا، ثُمَّ عُمِّرْتُمْ فِي الدُّنْيَا، مَا الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ، مَا جَزَتْ اَعْمَالُكُمْ ـ وَ لَوْ لَمْ تُبْقُوْا شَيْئًا مِّنْ جُهْدِكُمْ ـ اَنْعُمَهٗ عَلَيْكُمُ الْعِظَامَ، وَ هُدَاهُ اِيَّاكُمْ لِلْاِيْمَانِ.

امید و بیم سے خون بہانے لگیں اور پھر رہتی دنیا تک (اسی حالت میں) جیتے بھی رہو تو بھی تمہارے اعمال اگرچہ تم نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ہو، اس کی نعماتِ عظیم کی بخشش اور ایمان کی طرف راہنمائی کا بدلہ نہیں اتار سکتے۔

--☆☆--

(۵۳) [وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ]

فِيْ ذِكْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَ صِفَةِ الْاُضْحِيَّةِ

وَ مِنْ تَمَامِ الْاُضْحِيَّةِ اسْتِشْرَافُ اُذُنِهَا، وَ سَلَامَةُ عَيْنِهَا، فَاِذَا سَلِمَتِ الْاُذُنُ وَ الْعَيْنُ سَلِمَتِ الْاُضْحِيَّةُ وَ تَمَّتْ، وَ لَوْ كَانَتْ عَضْبَآءَ الْقَرْنِ تَجُرُّ رِجْلَهَا اِلَى الْمَنْسَكِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ الْمَنْسَكُ هٰهُنَا الْمَذْبَحُ.

خطبہ (۵۳)

اس میں عید قربان اور ان صفتوں کا ذکر کیا ہے جو گوسفند قربانی میں ہونا چاہئیں

قربانی کے جانور کا مکمل ہونا یہ ہے کہ اس کے کان اُٹھے ہوئے ہوں (یعنی کٹے ہوئے نہ ہوں) اور اس کی آنکھیں صحیح وسالم ہوں۔ اگر کان اور آنکھیں سالم ہیں تو قربانی بھی سالم اور ہر طرح سے مکمل ہے۔ اگرچہ اس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں اور ذبح کی جگہ تک اپنے پیر کو گھسیٹ کر پہنچے۔

علامہ رضیؒ فرماتے ہیں: اس خطبہ میں «اَلْمَنْسَکُ» سے مراد ذبح کی جگہ ہے۔

--☆☆--

(٥٤) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَتَدَاكُّوْا عَلَيَّ تَدَاكَّ الْاِبِلِ الْهِيْمِ يَوْمَ وِرْدِهَا، قَدْ اَرْسَلَهَا رَاعِيْهَا، وَ خُلِعَتْ مَثَانِيْهَا، حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ، اَوْ بَعْضُهُمْ قَاتِلُ بَعْضٍ لَّدَيَّ، وَ قَدْ قَلَّبْتُ هٰذَا الْاَمْرَ بَطْنَهٗ وَ ظَهْرَهٗ، فَمَا وَجَدْتُّنِيْ يَسَعُنِيْۤ اِلَّا قِتَالُهُمْ اَوِ الْجُحُوْدُ بِمَا جَآءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ، فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ اَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ

خطبہ (۵۴)

وہ اس طرح بے تحاشا میری طرف لپکے جس طرح پانی پینے کے دن وہ اونٹ ایک دوسرے پر ٹوٹتے ہیں کہ جنہیں ان کے ساربان نے پیروں کے بندھن کھول کر کھلا چھوڑ دیا ہو۔ یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یا تو مجھے مار ڈالیں گے، یا میرے سامنے ان میں سے کوئی کسی کا خون کر دے گا۔ میں نے اس امر کو اندر باہر سے الٹ پلٹ کر دیکھا تو مجھے جنگ کے علاوہ کوئی صورت نظر نہ آئی، یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے احکام سے انکار کر دوں، لیکن آخرت کی

مُّعَالَجَةِ الْعِقَابِ، وَ مَوْتَاتُ الدُّنْيَا اَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مَّوْتَاتِ الْاٰخِرَةِ.

سختیاں جھیلنے سے مجھے جنگ کی سختیاں جھیلنا سہل نظر آیا اور آخرت کی تباہیوں سے دنیا کی ہلاکتیں میرے لئے آسان نظر آئیں۔

-----☆☆-----

(٥٥) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدِ اسْتَبْطَأَ اَصْحَابُهٗ اِذْنَهٗ لَهُمْ فِي الْقِتَالِ بِصِفِّيْنَ:

اَمَّا قَوْلُكُمْ: اَكُلُّ ذٰلِكَ كَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ؟ فَوَاللهِ! مَآ اُبَالِيْ دَخَلْتُ اِلَى الْمَوْتِ اَوْ خَرَجَ الْمَوْتُ اِلَيَّ.

وَ اَمَّا قَوْلُكُمْ: شَكًّا فِيْ اَهْلِ الشَّامِ! فَوَاللهِ! مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْمًا اِلَّا وَ اَنَا اَطْمَعُ اَنْ تَلْحَقَ بِيْ طَآئِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِيْ، وَ تَعْشُوَ اِلٰى ضَوْئِيْ، وَ ذٰلِكَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقْتُلَهَا عَلٰى ضَلَالِهَا، وَ اِنْ كَانَتْ تَبُوْٓءُ بِاٰثَامِهَا.

خطبه (٥٥)

صفین میں حضرت علیہ السلام کے اصحاب نے جب اِذنِ جہاد دینے میں تاخیر پر بے چینی کا اظہار کیا، تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

تم لوگوں کا یہ کہنا: یہ پس و پیش کیا اس لئے ہے کہ میں موت کو ناخوش جانتا ہوں اور اس سے بھاگتا ہوں، تو خدا کی قسم! مجھے ذرا پروا نہیں کہ مَیں موت کی طرف بڑھوں یا موت میری طرف بڑھے۔

اور اس طرح تم لوگوں کا یہ کہنا کہ مجھے اہل شام سے جہاد کرنے کے جواز میں کچھ شبہ ہے تو خدا کی قسم! میں نے جنگ کو ایک دن کیلئے بھی التوا میں نہیں ڈالا، مگر اس خیال سے کہ ان میں سے شاید کوئی گروہ مجھ سے آکر مل جائے اور میری وجہ سے ہدایت پا جائے اور اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری روشنی کو بھی دیکھ لے اور مجھے یہ چیز گمراہی کی حالت میں انہیں قتل کر دینے سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ اگرچہ اپنے گناہوں کے ذمہ دار بہر حال یہ خود ہوں گے۔

-----☆☆-----

(٥٦) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ لَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، نَقْتُلُ اٰبَآئَنَا وَ اَبْنَآئَنَا وَ اِخْوَانَنَا وَ اَعْمَامَنَا، مَا يَزِيْدُنَا ذٰلِكَ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا، وَ مُضِيًّا عَلَى اللَّقَمِ، وَ صَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْاَلَمِ، وَ جِدًّا فِيْ جِهَادِ الْعَدُوِّ، وَ لَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَ الْاٰخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ

خطبه (٥٦)

ہم (مسلمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا، اطاعت اور راہِ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب و الم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی کوششیں بڑھ جاتی تھیں۔ (جہاد کی صورت یہ تھی کہ) ہم میں کا ایک شخص اور فوجِ دشمن کا کوئی سپاہی،

اَلْفَحْلَيْنِ، يَتَخَالَسَانِ اَنْفُسَهُمَا: اَيُّهُمَا يَسْقِيْ صَاحِبَهٗ كَاْسَ الْمَنُوْنِ، فَمَرَّةً لَّنَا مِنْ عَدُوِّنَا، وَ مَرَّةً لِّعَدُوِّنَا مِنَّا، فَلَمَّا رَاَى اللهُ صِدْقَنَا اَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ، وَ اَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ، حَتّٰى اسْتَقَرَّ الْاِسْلَامُ مُلْقِيًا جِرَانَهٗ وَ مُتَبَوِّئًا اَوْطَانَهٗ، وَ لَعَمْرِیْ! لَوْ كُنَّا نَاْتِیْ مَاۤ اَتَيْتُمْ، مَا قَامَ لِلدِّيْنِ عَمُوْدٌ، وَ لَا اخْضَرَّ لِلْاِيْمَانِ عُوْدٌ. وَ ايْمُ اللهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَمًا، وَ لَتُتْبِعُنَّهَا نَدَمًا!.

-----☆☆-----

دونوں مَردوں کی طرح آپس میں بھڑتے تھے اور جان لینے کیلئے ایک دوسرے پر جھپٹے پڑتے تھے کہ کون اپنے حریف کو موت کا پیالہ پلاتا ہے، کبھی ہماری جیت ہوتی تھی اور کبھی ہمارے دشمن کی۔ چنانچہ جب خداوند عالم نے ہماری (نیتوں کی) سچائی دیکھ لی تو اس نے ہمارے دشمنوں کو رسوا و ذلیل کیا اور ہماری نصرت و تائید فرمائی، یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ پر جم گیا اور اپنی منزل پر برقرار ہو گیا۔ خدا کی قسم! اگر ہم بھی تمہاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون گڑتا اور نہ ایمان کا تنا برگ و بار لاتا۔ خدا کی قسم! تم اپنے کئے کے بدلے میں (دودھ کے بجائے) خون دوہو گے اور آخر تمہیں ندامت و شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ [۱]

--☆☆--

[۱] جب محمد ابن ابی بکر شہید کر دیئے گئے تو معاویہ نے عبد اللہ ابن عامر حضرمی کو بصرہ کی طرف بھیجا تا کہ اہلِ بصرہ کو پھر سے قتل عثمان کے انتقام کیلئے آمادہ کرے۔ چونکہ بیشتر اہالی بصرہ اور خصوصاً بنی تمیم کا طبعی رجحان حضرت عثمان کی طرف تھا۔ چنانچہ وہ بنی تمیم ہی کے ہاں آ کر فروکش ہوا۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ والی بصرہ عبد اللہ ابن عباس، زیاد ابن عبید کو قائم مقام بنا کر محمد ابن ابی بکر کی تعزیت کیلئے کوفہ گئے ہوئے تھے۔

جب بصرہ کی فضا بگڑنے لگی تو زیاد نے امیر المومنین علیہ السلام کو تمام واقعات سے اطلاع دی۔ حضرتؑ نے کوفہ کے بنی تمیم کو بصرہ کیلئے آمادہ کرنا چاہا، مگر انہوں نے چپ سادھ لی اور کوئی جواب نہ دیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے جب ان کی اس کمزوری و بے حمیتی کو دیکھا تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ: ہم تو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں سے قتل ہونے والے ہمارے ہی بھائی بند اور قریبی عزیز ہوتے ہیں، بلکہ جو حق سے ٹکراتا تھا ہم اس سے ٹکرانے کیلئے تیار ہو جاتے تھے اور اگر ہم بھی تمہاری طرح غفلت و بے عملی کی راہ پر چلتے تو نہ دین کی بنیادیں مضبوط ہوتیں اور نہ اسلام پروان چڑھتا۔ چنانچہ اس جھنجھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعین ابن صبیعہ تیار ہوئے۔ مگر وہ بصرہ پہنچ کر دشمنوں کی تلواروں سے شہید ہو گئے۔ پھر حضرت نے جاریہ ابن قدامہ کو بنی تمیم کے پچاس افراد کے ساتھ روانہ کیا۔ انہوں نے اپنے قوم قبیلے کو سمجھانے بجھانے کی سر توڑ کوششیں کیں مگر وہ راہ راست پر آنے کے بجائے گالم گلوچ اور دست درازی پر اتر آئے تو جاریہ نے زیاد اور بنی ازد کو اپنی مدد کیلئے پکارا۔ ان کے پہنچتے ہی ابن حضرمی بھی اپنی جماعت کو لے کر نکل آیا۔ دونوں طرف سے کچھ دیر تک تلواریں چلتی رہیں۔ آخر ابن حضرمی ستر آدمیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا اور سبیل سعدی کے گھر میں پناہ لی۔ جاریہ کو جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو انہوں نے اس کے گھر میں آگ لگوا دی۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے، تو وہ سراسیمہ ہو کر بچنے کیلئے ہاتھ پیر مارنے لگے مگر فرار میں کامیاب نہ ہو سکے کچھ دیوار کے نیچے دب کر مر گئے اور کچھ قتل کر دیئے گئے۔

☆☆☆☆☆

(۵۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِاَصْحَابِهٖ

اَمَا اِنَّهٗ سَيَظْهَرُ عَلَيْكُمْ بَعْدِیْ رَجُلٌ رَّحْبُ الْبُلْعُوْمِ، مُنْدَحِقُ الْبَطْنِ، يَاْكُلُ مَا يَجِدُ، وَ يَطْلُبُ مَا لَا يَجِدُ، فَاقْتُلُوْهُ، وَ لَنْ تَقْتُلُوْهُ! اَلَا وَ اِنَّهٗ سَيَاْمُرُكُمْ بِسَبِّیْ وَ الْبَرَآءَةِ مِنِّیْ، فَاَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِیْ، فَاِنَّهٗ لِیْ زَكَاةٌ، وَ لَكُمْ نَجَاةٌ، وَ اَمَّا الْبَرَآءَةُ فَلَا تَتَبَرَّاُوْا مِنِّیْ، فَاِنِّیْ وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَ سَبَقْتُ اِلَى الْاِيْمَانِ وَ الْهِجْرَةِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۵۷)

اپنے اصحاب سے فرمایا

میرے بعد جلد ہی تم پر ایک ایسا شخص[1] مسلط ہو گا جس کا حلق کشادہ اور پیٹ بڑا ہو گا، جو پائے گا اُسے نگل جائے گا اور جو نہ پائے گا اس کی اسے ڈھونڈ لگی رہے گی۔ (بہتر تو یہ ہے کہ) تم اسے قتل کر ڈالنا، لیکن یہ معلوم ہے کہ تم اسے ہرگز قتل نہ کرو گے۔ وہ تمہیں حکم دے گا کہ مجھے بُرا کہو اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ جہاں تک بُرا کہنے کا تعلق ہے، مجھے بُرا کہہ لینا۔ اس لئے کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سبب اور تمہارے لئے (دشمنوں سے) نجات پانے کا باعث ہے۔ لیکن (دل سے) بیزاری اختیار نہ کرنا اس لئے کہ میں (دین) فطرت پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان و ہجرت میں سابق ہوں۔

--☆☆--

[1] اس خطبہ میں جس شخص کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے، اس سے بعض نے زیاد ابن ابیہ، بعض نے حجاج ابن یوسف اور بعض نے مغیرہ ابن شعبہ کو مراد لیا ہے، لیکن اکثر شارحین نے اس سے معاویہ مراد لیا ہے اور یہی صحیح ہے، کیونکہ جو اوصاف حضرتؑ نے بیان فرمائے ہیں، وہ اسی پر پورے طور سے صادق آتے ہیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے مُعاویہ کی زیادہ خوری کے متعلق لکھا ہے کہ:

> پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک دفعہ اسے بلوا بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ پھر دوبارہ سہ بارہ آدمی بھیجا تو یہی خبر لایا، جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: «اَللّٰهُمَّ لَا تُشْبِعْ بَطْنَهٗ» (خدایا! اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرنا)۔ اس بد دُعا کا اثر یہ ہوا کہ جب کھاتے کھاتے اُکتا جاتا تھا تو کہنے لگتا تھا: «اِرْفَعُوْا، فَوَاللّٰهِ! مَا شَبِعْتُ وَ لٰكِنْ مَّلَلْتُ وَ تَعِبْتُ»: دسترخوان بڑھاؤ، خدا کی قسم! میں کھاتے کھاتے عاجز آ گیا ہوں مگر پیٹ ہے کہ بھرنے ہی میں نہیں آتا۔[2]

یونہی امیر المومنین علیہ السلام پر سبّ و شتم کرنا اور اپنے عاملوں کو اس کا حکم دینا تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور منبر پر ایسے الفاظ کہے جاتے تھے کہ جن کی زد میں اللہ و رسولؐ بھی آجاتے تھے۔ چنانچہ اُمّ المومنین اُمّ سلمہ نے معاویہ کو لکھا:

اِنَّكُمْ تَلْعَنُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ عَلٰى مَنَابِرِكُمْ، وَ ذٰلِكَ اَنَّكُمْ تَلْعَنُوْنَ عَلِيَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَّ مَنْ اَحَبَّهٗ، وَ اَنَا اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ اَحَبَّهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

[2] شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۵۵۔

تم اپنے منبروں پر اللہ اور اس کے رسولؐ پر لعنت کرتے ہو۔ وہ یوں کہ تم علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور انہیں دوست رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہو، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ کو اللہ بھی دوست رکھتا تھا اور اس کا رسولؐ بھی۔

(عقد الفرید، ج ۳، ص ۱۳۱)

خدا عمر ابن عبد العزیز کا بھلا کرے کہ جس نے اسے بند کر دیا اور خطبوں میں سبّ وشتم کی جگہ اس آیت کو رواج دیا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٩٠﴾﴾

اللہ تمہیں انصاف اور حسنِ سلوک اور صاحبان قرابت کو دینے کا حکم دیتا ہے اور لغو باتوں، برائیوں اور ستم کاریوں سے روکتا ہے۔ اللہ اس سے تمہیں نصیحت کرتا ہے شاید کہ تم سوچ بچار سے کام لینے لگو۔[1]

حضرتؑ نے اس کلام میں اس کے قتل کا حکم اس بنا پر دیا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِذَا رَاَيْتُمْ مُعَاوِيَةَ عَلٰى مِنْبَرِىْ فَاقْتُلُوْهُ.

جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کردو۔ (فردوس دیلمی)

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ نحل، آیت ۹۰۔

(٥٨) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

كَلَّمَ بِهِ الْخَوَارِجَ

اَصَابَكُمْ حَاصِبٌ، وَ لَا بَقِيَ مِنْكُمْ اٰبِرٌ، اَ بَعْدَ اِيْمَانِيْ بِاللّٰهِ وَ جِهَادِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَشْهَدُ عَلٰى نَفْسِيْ بِالْكُفْرِ! لَ﴿قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۝﴾! فَاُوْبُوْا شَرَّ مَاٰبٍ، وَ ارْجِعُوْا عَلٰۤى اٰثَرِ الْاَعْقَابِ، اَمَا اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ ذُلًّا شَامِلًا، وَ سَيْفًا قَاطِعًا، وَ اَثَرَةً يَّتَّخِذُهَا الظّٰلِمُوْنَ فِيْكُمْ سُنَّةً.

قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ: «وَ لَا بَقِيَ مِنْكُمْ اٰبِرٌ»، يُرْوٰى بِالْبَآءِ وَ الرَّآءِ مِنْ قَوْلِهِمْ: «رَجُلٌ اٰبِرٌ» لِلَّذِيْ يَاْبُرُ النَّخْلَ اَيْ يُصْلِحُهٗ. وَ يُرْوٰى «اٰثِرٌ» وَ هُوَ الَّذِيْ يَاْثِرُ الْحَدِيْثَ اَيْ يَرْوِيْهِ وَ يَحْكِيْهِ وَ هُوَ اَصَحُّ الْوُجُوْهِ عِنْدِيْ، كَاَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ: «لَا بَقِيَ مِنْكُمْ مُخْبِرٌ» وَ يُرْوٰى «اٰبِزٌ» بِالزَّايِ الْمُعْجَمَةِ وَ هُوَ الْوَاثِبُ، وَ الْهَالِكُ اَيْضًا يُقَالُ لَهٗ «اٰبِزٌ».

-----☆☆-----

خطبہ (۵۸)

آپؑ کا کلام خوارج کو مخاطب فرماتے ہوئے

تم پر سخت آندھیاں آئیں اور تم میں کوئی اصلاح کرنے والا باقی نہ رہے! کیا میں اللہ پر ایمان لانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی دے سکتا ہوں؟ پھر تو میں گمراہ ہو گیا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہا۔ تم اپنے (پرانے) بدترین ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی ایڑیوں کے نشانوں پر پیچھے کی طرف پلٹ جاؤ۔ یاد رکھو کہ تمہیں میرے بعد چھا جانے والی ذلّت اور کاٹنے والی تلوار سے دو چار ہونا ہے اور ظالموں کے اس وتیرے سے سابقہ پڑنا ہے کہ وہ تمہیں محروم کر کے ہر چیز اپنے لئے مخصوص کر لیں۔[1]

علامہ رضیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرتؑ کے اس ارشاد: «وَ لَا بَقِيَ مِنْكُمْ اٰبِرٌ» (تم میں کوئی اصلاح کرنے والا نہ رہے) میں لفظ «اٰبِرٌ» ”ب“ اور ”ر“ کے ساتھ روایت ہوا ہے اور یہ عربوں کے قول: «رَجُلٌ اٰبِرٌ» سے لیا گیا ہے جس کے معنی خرما کے درختوں کے چھانٹنے والے اور ان کی اصلاح کرنے والے کے ہیں۔ اور ایک روایت میں «اٰثِرٌ» ہے اور اس کے معنی خبر دینے والے اور اقوال نقل کرنے والے کے ہیں۔ میرے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ گویا حضرتؑ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ: ”تم میں کوئی خبر دینے والا نہ بچے“۔ اور ایک روایت میں «اٰبِزٌ» زائے معجمہ کے ساتھ آیا ہے جس کے معنی کودنے والے کے ہیں اور ہلاک ہونے والے کو بھی ”آبز“ کہا جاتا ہے۔

--☆☆--

۱؎ تاریخ شاہد ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے بعد خوارج کو ہر طرح کی ذلتوں اور خواریوں سے دوچار ہونا پڑا اور جب بھی انہوں نے فتنہ انگیزی کیلئے سر اٹھایا تو تلواروں اور نیزوں پر دھر لئے گئے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ، عبید اللہ ابن زیاد، مصعب ابن زبیر، حجاج ابن یوسف اور مہلب ابن ابی صفرہ نے انہیں صفحہ ہستی سے نابود کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ خصوصاً مہلب نے انیس برس تک ان کا مقابلہ کر کے ان کے سارے دم خم نکال دیئے اور ان کی تباہی و بربادی کو تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔

طبری نے لکھا ہے کہ مقامِ ''سلی سلبری'' میں جب دس ہزار خوارج جنگ و قتال کیلئے سمٹ کر جمع ہو گئے تو مہلب نے اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ سات ہزار خارجیوں کو تہِ تیغ کر دیا اور بقیہ تین ہزار کرمان کی طرف بھاگ کر جان بچا سکے، لیکن والی فارس عبید اللہ ابن عمر نے جب ان کی شورش انگیزیاں دیکھیں تو مقامِ سابور میں انہیں گھیر لیا اور ان میں کافی تعداد وہیں پر ختم کر دی اور جو بچے کھچے رہ گئے، وہ پھر اصفہان و کرمان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے وہاں سے پھر جتھا بنا کر بصرہ کی راہ سے کوفہ کی طرف بڑھے تو حارث ابن ابی ربیعہ اور عبد الرحمٰن ابن مخنف چھ ہزار جنگ آزماؤں کو لے کر ان کا راستہ روکنے کیلئے کھڑے ہو گئے اور عراق کی سرحد سے انہیں نکال باہر کیا۔ یوں ہی تابڑ توڑ حملوں نے ان کی عسکری قوتوں کو پامال کر کے رکھ دیا اور آبادیوں سے نکال کر صحراؤں اور جنگلوں میں خاک چھاننے پر مجبور کر دیا اور بعد میں بھی جب کبھی جتھا بنا کر اٹھے تو کچل کر رکھ دیئے گئے۔

☆☆☆☆☆

(۵۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا عَزَمَ عَلٰى حَرْبِ الْخَوَارِجِ وَ قِيْلَ لَهٗ: اِنَّهُمْ قَدْ عَبَرُوْا جِسْرَ النَّهْرَوَانِ:

مَصَارِعُهُمْ دُوْنَ النُّطْفَةِ، وَاللهِ! لَا يُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ، وَ لَا يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ.

يَعْنِيْ بِالنُّطْفَةِ مَآءَ النَّهْرِ، وَ هِيَ اَفْصَحُ كِنَايَةٍ عَنِ الْمَآءِ وَ اِنْ كَانَ كَثِيْرًا جَمًّا.

و لَمَّا قُتِلَ الْخَوَارِجُ فَقِيْلَ لَهٗ: يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هَلَكَ الْقَوْمُ بِاَجْمَعِهِمْ. فَقَالَ عليه السلام:

كَلَّا وَاللهِ! اِنَّهُمْ نُطَفٌ فِيْۤ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَ قَرَارَاتِ النِّسَآءِ، كُلَّمَا نَجَمَ مِنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُهُمْ لُصُوْصًا سَلَّابِيْنَ.

وَ قَالَ عليه السلام فِيْهِمْ:

لَا تَقْتُلُوا الْخَوَارِجَ بَعْدِيْ، فَلَيْسَ مَنْ طَلَبَ الْحَقَّ فَاَخْطَاَهٗ كَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَاَدْرَكَهٗ.

يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ وَ اَصْحَابَهٗ.

-----☆☆-----

خطبہ (۵۹)

جب[1] آپؑ نے خوارج سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپؑ سے کہا گیا کہ: وہ نہروان کا پل عبور کر کے ادھر جا چکے ہیں، تو آپؑ نے فرمایا:

ان کے گرنے کی جگہ تو پانی کے اسی طرف ہے۔ خدا کی قسم! ان میں سے دس بھی بچ کر نہ جا سکیں گے اور تم میں سے دس بھی ہلاک نہ ہوں گے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس خطبہ میں ''نطفہ'' سے مراد نہر (فرات) کا پانی ہے اور پانی کیلئے یہ بہترین کنایہ ہے، چاہے پانی زیادہ بھی ہو۔

جب خوارج مارے گئے تو آپؑ سے کہا گیا کہ: وہ لوگ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ آپؑ نے فرمایا:

ہرگز نہیں! ابھی تو وہ مردوں کی صلبوں اور عورتوں کے شکموں میں موجود ہیں[2]۔ جب بھی ان میں کوئی سردار ظاہر ہوگا تو اسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا، یہاں تک کہ ان کی آخری فرد یں چور اور ڈاکو ہو کر رہ جائیں گی۔

انہی خوارج کے متعلق فرمایا:

میرے بعد خوارج کو قتل نہ کرنا![3] اس لئے کہ جو حق کا طالب ہو اور اسے نہ پا سکے وہ ویسا نہیں ہے کہ جو باطل ہی کی طلب میں ہو اور پھر اُسے پا بھی لے۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: اس سے مراد معاویہ اور اس کے ساتھی ہیں۔

--☆☆--

[1] اس پیشین گوئی کو فراست و ثاقب نظری کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا، کیونکہ دُور رس نظریں فتح و شکست کا اندازہ تو لگا سکتی ہیں اور جنگ کے نتائج کو بھانپ لے جا سکتی ہیں، لیکن دونوں فریق کے مقتولین کی صحیح صحیح تعداد سے آگاہ کر دینا ان کی حدودِ پرواز سے باہر ہے۔ یہ اسی کی باطن بین نگاہیں حکم لگا سکتی ہیں کہ جو غیب کے پردے الٹ کر آنے والے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اور علمِ امامت کی چھوٹ مستقبل کے صفحہ پر ابھرنے والے نقوش اس کو دکھا رہی ہو۔ چنانچہ اس وارثِ علم نبوت نے جو فرمایا تھا وُہی ہوا اور خوارج میں سے نو آدمیوں کے علاوہ سب کے

سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے جن میں سے دو عمان کی طرف، دو سجستان کی طرف، دو کرمان کی طرف اور دو جزیرہ کی طرف بھاگ گئے اور ایک یمن میں تل موروں چلا آیا۔ اور آپؑ کی جماعت میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہوئے جن کے نام یہ ہیں: رو بہ ابن و بر بجلی، سعید ابن خالد سبیعی، عبداللہ ابن حماد اجنی، فیاض ابن خلیل از دی، کیسوم ابن سلمہ جہنی، عبید ابن عبید خولانی، جمیع ابن جعشم کندی، حبیب ابن عاصم اسدی۔

۲؎ امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی اور خوارج میں جو سردار بھی اٹھا تلواروں پر دھر لیا گیا۔ چنانچہ ان کے چند سرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو بری طرح موت کے گھاٹ اتارے گئے:

نافع ابن ازرق:

خوارج کا سب سے بڑا گروہ ''ازارقہ'' اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ مسلم ابن عبیس کے لشکر کے مقابلہ میں سلامہ باہلی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

نجدہ ابن عامر:

خوارج کا فرقہ ''نجدات'' اس کی طرف منسوب ہے۔ ابو فدیک خارجی نے اسے قتل کروا دیا۔

عبداللہ ابن اباض:

فرقہ ''اباضیہ'' اس کی طرف منسوب ہے۔ یہ عبداللہ ابن محمد ابن عطیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابو بہیس ہیصم ابن جابر:

فرقہ ''بیہسیہ'' اس کی طرف منسوب ہے۔ عثمان ابن جبان والی مدینہ نے پہلے اس کے ہاتھ پیر کٹوائے اور پھر اسے قتل کر دیا۔

عروہ ابن اُدَیہ:

معاویہ کے عہد حکومت میں زیاد نے اسے قتل کیا۔

قطری ابن فجاءۃ:

طبرستان کے علاقہ میں جب سفیان ابن ابرو کی فوج کا اس کے لشکر سے ٹکراؤں ہوا تو سورہ ابن ابجر دارمی نے اسے قتل کیا۔

شوذب خارجی:

سعید ابن عمرو حرشی کے مقابلہ میں مارا گیا۔

حوثرہ ابن وداع اسدی:

بنی طے کے ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

مستورد ابن عرفہ:

معاویہ کے عہد میں مغفل ابن قیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

شبیب ابن یزید خارجی:

دریامیں ڈوب کرمرا۔

عمران ابن حرب سراسبی:

جنگ دولاب میں مارا گیا۔

زحاف ابن طائی:

بنو طاحیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

زبیر ابن علی سلیطی:

عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

علی ابن بشیر:

اسے حجاج نے قتل کروایا۔

عبیداللہ ابن بشیر:

مہلب ابن ابی صفرہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

عبداللہ ابن الماحوز:

جنگ دولاب میں مارا گیا۔

عبیداللہ ابن الماحوز:

عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابوالوازع:

مقبرہ بنی یشکر میں ایک شخص نے اس پر دیوار گرا کر اسے ختم کر دیا۔

عبیداللہ ابن یحییٰ کندی:

مروان ابن محمد کے عہد میں ابن عطیہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

۳؎ قتل خوارج سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ امیرالمومنین علیہ السلام کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آپؑ کے بعد تسلط واقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا جو جہاد کے موقعہ ومحل سے بے خبر ہوں گے اور صرف اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے تلوار چلائیں گے اور یہ وہی لوگ تھے کہ جو امیرالمومنین علیہ السلام کو بُرا سمجھنے اور بُرا کہنے میں خوارج سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے تھے، لہٰذا جو خود گم کردہ راہ ہوں انہیں دوسرے گمراہوں سے جنگ وقتال کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور نہ جان بوجھ کر گمراہیوں میں پڑے رہنے والے اس کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ بھولے سے بے راہ ہو جانے

والوں کے خلاف صف آرائی کریں۔

چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا یہ ارشاد واضح طور سے اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے کہ خوارج کی گمراہی جان بوجھ کر نہ تھی، بلکہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر باطل کو حق سمجھنے لگے اور اسی پر اڑ گئے اور معاویہ اور اس کی جماعت کی گمراہی کی یہ صورت تھی کہ انہوں نے حق کو حق سمجھ کر ٹھکرایا اور باطل کو باطل سمجھ کر اپنا شعار بنائے رکھا اور دین کے معاملہ میں ان کی بیباکیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ نہ انہیں غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ان پر خطائے اجتہادی کا پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ جب کہ وہ علانیہ دین کے حدود کو توڑ دیتے تھے اور اپنی رائے کے سامنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ:

> پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ابو الدرداء نے معاویہ کے ہاں سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال دیکھا تو فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: «اِنَّ الشَّارِبَ فِيْهِمَا لَيُجَرْجِرُ فِيْ جَوْفِهٖ نَارُ جَهَنَّمَ»: ”چاندی اور سونے کے برتنوں میں پینے والے کے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے لپکے اٹھیں گے“۔ تو معایہ نے کہا کہ: «اَمَّا اَنَا فَلَا اَدْرِیْ بِذٰلِكَ بَاْسًا»: لیکن میری رائے میں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔[1]

اور اسی طرح زیاد ابن ابیہ کو اپنے سے ملا لینے کیلئے قولِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھکرا کر اپنے اجتہاد کو کارفرما کرنا، منبر رسولؐ پر اہل بیت رسول علیہم السلام کو برا کہنا، حدودِ شرعیہ کو پامال کرنا، بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنا اور ایک فاسق کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر کے زندقہ و الحاد کی راہیں کھول دینا، ایسے واقعات ہیں کہ انہیں کسی غلط فہمی پر محمول کرنا حقائق سے عمداً چشم پوشی کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۵، ص ۱۳۰۔

(٦٠) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا خُوِّفَ مِنَ الْغِيْلَةِ

وَ اِنَّ عَلَيَّ مِنَ اللّٰهِ جُنَّةً حَصِيْنَةً فَاِذَا جَآءَ يَوْمِي انْفَرَجَتْ عَنِّيْ وَ اَسْلَمَتْنِيْ، فَحِيْنَئِذٍ لَّا يَطِيْشُ السَّهْمُ وَ لَا يَبْرَاُ الْكَلْمُ.

-----☆☆-----

خطبہ (٦٠)

جب آپؑ کو اچانک قتل کئے جانے سے خوف دلایا گیا تو آپؑ نے فرمایا

مجھ پر اللہ کی ایک محکم سپر ہے۔ جب موت کا دن آئے گا تو وہ مجھے موت کے حوالے کر کے مجھ سے الگ ہو جائے گی۔ اس وقت نہ تیر خطا کرے گا اور نہ زخم بھر سکے گا۔

--☆☆--

(٦١) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَ اِنَّ الدُّنْيَا دَارٌ لَّا يُسْلَمُ مِنْهَا اِلَّا فِيْهَا، وَ لَا يُنْجٰى بِشَيْءٍ كَانَ لَهَا. ابْتُلِيَ النَّاسُ بِهَا فِتْنَةً، فَمَاۤ اَخَذُوْهُ مِنْهَا لَهَا اُخْرِجُوْا مِنْهُ وَ حُوسِبُوْا عَلَيْهِ، وَ مَاۤ اَخَذُوْهُ مِنْهَا لِغَيْرِهَا قَدِمُوْا عَلَيْهِ وَ اَقَامُوْا فِيْهِ، فَاِنَّهَا عِنْدَ ذَوِي الْعُقُوْلِ كَفَيْءِ الظِّلِّ، بَيْنَا تَرَاهُ سَابِغًا حَتّٰى قَلَصَ، وَ زَآئِدًا حَتّٰى نَقَصَ.

-----☆☆-----

خطبہ (٦١)

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا ایسا گھر ہے کہ اس (کے عواقب) سے بچاؤ کا ساز و سامان اسی میں رہ کر کیا جا سکتا ہے اور کسی ایسے کام سے جو صرف اسی دنیا کی خاطر کیا جائے نجات نہیں مل سکتی۔ لوگ اس دنیا میں آزمائش میں ڈالے گئے ہیں۔ لوگوں نے اس دنیا سے جو دنیا کیلئے حاصل کیا ہو گا اس سے الگ کر دیئے جائیں گے اور اس پر ان سے حساب لیا جائے گا اور جو اس دنیا سے آخرت کیلئے کمایا ہو گا اسے آگے پہنچ کر پالیں گے اور اسی میں رہیں سہیں گے۔ دنیا عقلمندوں کے نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے، جسے ابھی بڑھا ہوا اور پھیلا ہوا دیکھ رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹ کر اور سمٹ کر رہ گیا۔

--☆☆--

(٦٢) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ، وَ بَادِرُوْا اٰجَالَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ، وَ ابْتَاعُوْا مَا يَبْقٰى لَكُمْ بِمَا يَزُوْلُ عَنْكُمْ، وَ تَرَحَّلُوْا فَقَدْ جُدَّ بِكُمْ، وَ اسْتَعِدُّوْا لِلْمَوْتِ فَقَدْ اَظَلَّكُمْ، وَ كُوْنُوْا قَوْمًا صِيْحَ بِهِمْ فَانْتَبَهُوْا، وَ عَلِمُوْا اَنَّ الدُّنْيَا لَيْسَتْ لَهُمْ بِدَارٍ فَاسْتَبْدَلُوْا، فَاِنَّ اللّٰهَ

خطبہ (٦٢)

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور موت سے پہلے اپنے اعمال کا ذخیرہ فراہم کر لو، اور دنیا کی فانی چیزیں دے کر باقی رہنے والی چیزیں خرید لو۔ چلنے کا سامان کرو کیونکہ تمہیں تیزی سے لے جایا جا رہا ہے اور موت کیلئے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ تمہیں ایسے لوگ ہونا چاہیے جنہیں پکارا گیا تو وہ جاگ اٹھے اور یہ جان لینے پر کہ دنیا ان کا گھر نہیں ہے، اسے (آخرت سے) بدل لیا ہو۔ اس لئے کہ

سُبْحَانَهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا، وَ لَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى، وَ مَا بَيْنَ اَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ الْجَنَّةِ اَوِ النَّارِ اِلَّا الْمَوْتُ اَنْ يَّنْزِلَ بِهٖ.

وَ اِنَّ غَايَةً تَنْقُصُهَا اللَّحْظَةُ، وَ تَهْدِمُهَا السَّاعَةُ، لَجَدِيْرَةٌ بِقِصَرِ الْمُدَّةِ، وَ اِنَّ غَآئِبًا يَّحْدُوْهُ الْجَدِيْدَانِ: اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ، لَحَرِيٌّ بِسُرْعَةِ الْاَوْبَةِ، وَ اِنَّ قَادِمًا يَّقْدَمُ بِالْفَوْزِ اَوِ الشِّقْوَةِ لَمُسْتَحِقٌّ لِّاَفْضَلِ الْعُدَّةِ، فَتَزَوَّدُوْا فِی الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا، مَا تُحْرِزُوْنَ بِهٖٓ اَنْفُسَكُمْ غَدًا. فَاتَّقٰى عَبْدٌ رَبَّهٗ، وَ نَصَحَ نَفْسَهٗ، وَ قَدَّمَ تَوْبَتَهٗ، وَ غَلَبَ شَهْوَتَهٗ، فَاِنَّ اَجَلَهٗ مَسْتُوْرٌ عَنْهُ، وَ اَمَلَهٗ خَادِعٌ لَّهٗ، وَ الشَّيْطٰنُ مُوَكَّلٌ بِهٖ، يُزَيِّنُ لَهُ الْمَعْصِيَةَ لِيَرْكَبَهَا، وَ يُمَنِّيْهِ التَّوْبَةَ لِيُسَوِّفَهَا، حَتّٰى تَهْجُمَ مَنِيَّتُهٗ عَلَيْهِ اَغْفَلَ مَا يَكُوْنُ عَنْهَا.

فَيَا لَهَا حَسْرَةً عَلٰى ذِیْ غَفْلَةٍ اَنْ يَّكُوْنَ عُمُرُهٗ عَلَيْهِ حُجَّةً، وَ اَنْ تُؤَدِّيَهٗ اَيَّامُهٗ اِلَى الشِّقْوَةِ! نَسْئَلُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّجْعَلَنَا وَ اِيَّاكُمْ مِمَّنْ لَّا تُبْطِرُهٗ نِعْمَةٌ، وَ لَا تُقَصِّرُ بِهٖ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهٖ غَايَةٌ، وَ لَا تَحُلُّ بِهٖ بَعْدَ الْمَوْتِ نَدَامَةٌ وَّ لَا كَاٰبَةٌ.

-----☆☆-----

اللہ نے تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ اس نے تمہیں بے قید و بند چھوڑ دیا ہے۔ موت تمہاری راہ میں حائل ہے۔ اس کے آتے ہی تمہارے لئے جنت ہے یا دوزخ ہے۔

وہ مدتِ حیات جسے ہر گزرنے والا لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اس کی عمارت کو ڈھا رہی ہو، کم ہی سمجھی جانے کے لائق ہے اور وہ مسافر جسے ہر نیا دن اور ہر نئی رات (لگاتار) کھینچے لئے جا رہے ہوں، اس کا منزل تک پہنچنا جلد ہی سمجھنا چاہیے اور وہ عازمِ سفر جس کے سامنے ہمیشہ کی کامرانی یا ناکامی کا سوال ہے، اس کو اچھے سے اچھا زاد مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا توشۂ آخرت لے لو جس کے ذریعہ کل اپنے نفسوں کو بچا سکو جس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ سے ڈرے۔ اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے، (مرنے سے پہلے) توبہ کرے اپنی خواہشوں پر قابو رکھے، چونکہ موت اس کی نگاہ سے اوجھل ہے اور امیدیں فریب دینے والی ہیں اور شیطان اس پر چھایا ہوا ہے، جو گناہوں کو سج کر اس کے سامنے لاتا ہے کہ وہ اس میں مبتلا ہو اور توبہ کی ڈھارس بندھاتا رہتا ہے کہ وہ اسے تعویق میں ڈالتا رہے۔ یہاں تک کہ موت غفلت و بیخبری کی حالت میں اس پر اچانک ٹوٹ پڑتی ہے۔

واحسرتا! کہ اس غافل و بےخبر کی مدت حیات ہی اسکے خلاف ایک حجت بن جائے اور اس کی زندگی کا انجام بدبختی کی صورت میں ہو۔ ہم اللہ سبحانہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمہیں ایسا کر دے کہ (دنیا کی) نعمتیں سرکش و متمرد نہ بنا سکیں اور کسی منزل پر اطاعتِ پروردگار سے درماندہ و عاجز نہ ہوں اور مرنے کے بعد نہ شرمساری اٹھانا پڑے اور نہ رنج و غم سہنا پڑے۔

--☆☆--

(٦٣) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَسْبِقْ لَهٗ حَالٌ حَالًا، فَیَكُوْنَ اَوَّلًا قَبْلَ اَنْ یَّكُوْنَ اٰخِرًا، وَ یَكُوْنَ ظَاهِرًا قَبْلَ اَنْ یَّكُوْنَ بَاطِنًا.

كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَیْرُهٗ قَلِیْلٌ، وَ كُلُّ عَزِیْزٍ غَیْرُهٗ ذَلِیْلٌ، وَ كُلُّ قَوِیٍّ غَیْرُهٗ ضَعِیْفٌ، وَ كُلُّ مَالِكٍ غَیْرُهٗ مَمْلُوْكٌ، وَ كُلُّ عَالِمٍ غَیْرُهٗ مُتَعَلِّمٌ، وَ كُلُّ قَادِرٍ غَیْرُهٗ یَقْدِرُ وَ یَعْجِزُ، وَ كُلُّ سَمِیْعٍ غَیْرُهٗ یَصَمُّ عَنْ لَّطِیْفِ الْاَصْوَاتِ، وَ یُصِمُّهٗ كَبِیْرُهَا، وَ یَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ مِنْهَا، وَ كُلُّ بَصِیْرٍ غَیْرُهٗ یَعْمٰى عَنْ خَفِیِّ الْاَلْوَانِ وَ لَطِیْفِ الْاَجْسَامِ، وَ كُلُّ ظَاهِرٍ غَیْرُهٗ غَیْرُ بَاطِنٍ، وَ كُلُّ بَاطِنٍ غَیْرُهٗ غَیْرُ ظَاهِرٍ.

لَمْ یَخْلُقْ مَا خَلَقَهٗ لِتَشْدِیْدِ سُلْطَانٍ، وَ لَا تَخَوُّفٍ مِنْ عَوَاقِبِ زَمَانٍ، وَ لَا اسْتِعَانَةٍ عَلٰى نِدٍّ مُّثَاوِرٍ، وَ لَا شَرِیْكٍ مُّكَاثِرٍ، وَ لَا ضِدٍّ مُّنَافِرٍ، وَ لٰكِنْ خَلَآئِقُ مَرْبُوْبُوْنَ، وَ عِبَادٌ دَاخِرُوْنَ، لَمْ یَحْلُلْ فِی الْاَشْیَآءِ فَیُقَالَ: هُوَ فِیْهَا كَآئِنٌ، وَ لَمْ یَنْاَ عَنْهَا فَیُقَالَ: هُوَ مِنْهَا بَآئِنٌ.

لَمْ یَؤُدْهُ خَلْقُ مَا ابْتَدَاَ، وَ لَا تَدْبِیْرُ مَا ذَرَاَ، وَ لَا وَقَفَ بِهٖ عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ، وَ لَا

خطبہ (۶۳)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اوّل اور ظاہر ہونے سے پہلے باطن رہا ہو۔

اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا، وہ قلت و کمی میں ہوگا۔ اس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے۔ اس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز اور اس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہوسکتا اور کوئی باطن اس کے سوا ظاہر نہیں ہوسکتا۔

اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اسے کوئی خطرہ تھا یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مدمقابل کے خلاف اسے مدد حاصل کرنا تھی، بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں۔ وہ دوسری چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان کے اندر ہے اور نہ ان چیزوں سے دور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے۔

ایجادِ خلق اور تدبیر عالم نے اسے خستہ و درماندہ نہیں کیا اور نہ (حسب منشا) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اسے دامن گیر ہوا ہے

وَلَجَتْ عَلَيْهِ شُبْهَةٌ فِيْمَا قَضٰى وَ قَدَّرَ، بَلْ قَضَآءٌ مُّتْقَنٌ، وَ عِلْمٌ مُّحْكَمٌ، وَ اَمْرٌ مُّبْرَمٌ. الْمَاْمُوْلُ مَعَ النِّقَمِ، الْمَرْهُوْبُ مَعَ النِّعَمِ.

-----☆☆-----

اور نہ اسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے، بلکہ اس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں۔ مصیبت کے وقت بھی اسی کی آس رہتی ہے اور نعمت کے وقت بھی اس کا ڈر لگا رہتا ہے۔

--☆☆--

(٦٤) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (٦٤)

كَانَ يَقُوْلُهٗ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِ صِفِّيْنَ

صفین کے دنوں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے

مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ! اسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ، وَ تَجَلْبَبُوا السَّكِيْنَةَ، وَ عَضُّوْا عَلَى النَّوَاجِذِ، فَاِنَّهٗ اَنْبٰى لِلسُّيُوْفِ عَنِ الْهَامِ.

اے گروہِ مسلمین! خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ، اطمینان و وقار کی چادر اوڑھ لو اور اپنے دانتوں کو بھینچ لو۔ اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جایا کرتی ہیں۔

وَ اَكْمِلُوا اللَّاْمَةَ، وَ قَلْقِلُوا السُّيُوْفَ فِيْۤ اَغْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا. وَ الْحَظُوا الْخَزْرَ، وَ اطْعُنُوا الشَّزْرَ، وَ نَافِحُوْا بِالظُّبَا، وَ صِلُوا السُّيُوْفَ بِالْخُطَا، وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللّٰهِ، وَ مَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

زرّہ کی تکمیل کرو (یعنی اس کے ساتھ خود، جوشن بھی پہن لو) اور تلواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جُلا لو اور دشمن کو ترچھی نظروں سے دیکھتے رہو اور دائیں بائیں (دونوں طرف) نیزوں کے وار کرو اور دشمن کو تلواروں کی باڑ پر رکھ لو اور تلواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ اور یقین رکھو کہ تم اللہ کے رُو برُو اور رسول ﷺ کے چچازاد بھائی کے ساتھ ہو۔

فَعَاوِدُوا الْكَرَّ، وَ اسْتَحْيُوْا مِنَ الْفَرِّ، فَاِنَّهٗ عَارٌ فِی الْاَعْقَابِ، وَ نَارٌ يَّوْمَ الْحِسَابِ، وَ طِيْبُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمْ نَفْسًا، وَ امْشُوْا اِلَى الْمَوْتِ مَشْيًا سُجُحًا، وَ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوَادِ الْاَعْظَمِ، وَ الرِّوَاقِ الْمُطَنَّبِ، فَاضْرِبُوْا ثَبَجَهٗ، فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ كَامِنٌ فِیْ كِسْرِهٖ، قَدْ قَدَّمَ لِلْوَثْبَةِ يَدًا، وَ اَخَّرَ لِلنُّكُوْصِ رِجْلًا فَصَمْدًا صَمْدًا! حَتّٰى يَنْجَلِیَ لَكُمْ عَمُوْدُ الْحَقِّ، ﴿وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۗ﴾ وَ اللّٰهُ

بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو۔ اس لئے کہ یہ پشتوں تک کیلئے ننگ و عار اور روزِ محشر جہنم کی آگ کا باعث ہے۔ خوشی سے اپنی جانیں اللہ کو دے دو اور پُر اطمینان رفتار سے موت کی جانب پیش قدمی کرو اور (شامیوں کی) اس بڑی جماعت اور طنابوں سے کھنچے ہوئے خیمے کو اپنے پیشِ نظر رکھو اور اس کے وسط پر حملہ کرو۔ اس لئے کہ شیطان اسی کے ایک گوشے میں چھپا بیٹھا ہے، جس نے ایک طرف تو حملے کیلئے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے اور دوسری طرف بھاگنے کیلئے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو، یہاں تک کہ حق (صبح کے) اجالے کی طرح ظاہر ہو جائے۔ (نتیجہ میں) تم ہی غالب ہو اور خدا

مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ○﴾.

تمہارے ساتھ ہے، وہ تمہارے اعمال کو ضائع و برباد نہیں ہونے دیگا۔

(٦٥) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ مَعْنَى الْاَنْصَارِ

قَالُوْا: لَمَّا انْتَهَتْ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْبَآءُ السَّقِيْفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا قَالَتِ الْاَنْصَارُ؟ قَالُوْا: قَالَتْ: مِنَّاۤ اَمِيْرٌ وَ مِنْكُمْ اَمِيْرٌ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ: بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَصّٰى بِاَنْ يُّحْسَنَ اِلٰى مُحْسِنِهِمْ وَ يُتَجَاوَزَ عَنْ مُّسِيْٓئِهِمْ؟ قَالُوْا: وَ مَا فِيْ هٰذَا مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَوْ كَانَتِ الْاِمَارَةُ فِيْهِمْ لَمْ تَكُنِ الْوَصِيَّةُ بِهِمْ. ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَمَاذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ؟ قَالُوْا: احْتَجَّتْ بِاَنَّهَا شَجَرَةُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: احْتَجُّوْا بِالشَّجَرَةِ وَ اَضَاعُوا الثَّمَرَةَ.

خطبه (٦٥)

انصار کے بارے میں

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچیں تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ: ''انصار کیا کہتے تھے؟'' لوگوں نے کہا کہ: وہ کہتے تھے کہ ایک ہم میں سے امیر ہو جائے اور ایک تم میں سے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ: ''تم نے یہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ انصار میں جو اچھا ہو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور جو برا ہو اس سے درگزر کیا جائے''۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں ان کے خلاف کیا ثبوت ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ: ''اگر حکومت و امارت ان کیلئے ہوتی تو پھر ان کے بارے میں دوسروں کو وصیت کیوں کی جاتی''۔ پھر حضرتؑ نے پوچھا کہ: ''قریش نے کیا کہا؟'' لوگوں نے کہا کہ: انہوں نے شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی وجہ سے اپنے استحقاق پر استدلال کیا۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ: ''انہوں نے شجرہ ایک ہونے سے تو استدلال کیا، لیکن اس کے پھلوں کو ضائع و برباد کر دیا''۔[1]

---

[1] سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انصار کے مقابلے میں مہاجرین کی سب سے بڑی دلیل اور وجہ کامرانی یہی چیز تھی کہ قریش چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم قوم و ہم قبیلہ ہیں، لہٰذا ان کے ہوتے ہوئے کوئی غیر خلافت کا حقدار نہیں ہو سکتا اور اسی بنا پر انصار کا جمِ غفیر تین مہاجرین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار ہو گیا اور وہ نسلی امتیاز کو پیش کر کے خلافت کی بازی جیتنے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ مؤرخ طبری واقعات سقیفہ کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جب انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے اجتماع کیا تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور ابوعبیدہ ابن جراح بھی سن گن پا کر وہاں پہنچ گئے۔ اس موقعہ کیلئے حضرت عمر نے پہلے سے کچھ سوچ لیا تھا جسے کہنے

کیلئے اٹھے، مگر حضرت ابو بکر نے انہیں روک دیا اور کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد و ثنا اور مہاجرین کی ہجرت اور سبقت ایمانی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

فَهُمْ اَوَّلُ مَنْ عَبَدَ اللهَ فِي الْاَرْضِ وَ اٰمَنَ بِاللهِ وَ بِالرَّسُوْلِ، وَ هُمْ اَوْلِيَآؤُهٗ وَ عَشِيْرَتُهٗ، وَ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ بَعْدِهٖ، وَ لَا يُنَازِعُهُمْ ذٰلِكَ اِلَّا ظَالِمٌ.

یہ وہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے زمین میں اللہ کی پرستش کی اور سب سے پہلے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ یہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست اور ان کے کنبہ والے ہیں اور یہی سب سے زائد خلافت کے حقدار ہیں، جو ان سے ٹکرائے گا وہ ظالم ہوگا۔ (طبری، ج ۲، ص ۴۵۷)

جب حضرت ابو بکر اپنا بیان ختم کر چکے، تو حباب ابن منذر کھڑے ہوئے اور انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

اے گروہ انصار! تم اپنی باگ ڈور دوسروں کے ہاتھ میں نہ دو۔ دنیا تمہارے سایہ میں بس رہی ہے۔ تم عزت و ثروت والے اور قبیلے جتھے والے ہو۔ اگر مہاجرین کو بعض چیزوں میں تم پر فضیلت ہے تو تمہیں بھی بعض چیزوں میں ان پر فوقیت حاصل ہے۔ تم نے انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی، تم اسلام کے بازوئے شمشیر زن ہو، تمہاری وجہ سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، تمہارے شہروں میں آزادی سے اللہ کی نمازیں قائم ہوئیں، تم تفرقہ و انتشار سے اپنے کو بچاؤ اور اپنے حق پر یکجہتی سے جمے رہو اور اگر مہاجرین تمہارا حق تسلیم نہ کریں تو پھر ان سے کہو کہ: ایک امیر تم میں سے ہوگا اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا۔

حباب یہ کہہ کر بیٹھے ہی تھے کہ حضرت عمر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

هَيْهَاتَ لَا يَجْتَمِعُ اثْنَانِ فِيْ قَرْنٍ، وَاللهِ! لَا تَرْضَى الْعَرَبُ اَنْ يُّؤَمِّرُوْكُمْ وَ نَبِيُّهَا مِنْ غَيْرِكُمْ وَ لٰكِنَّ الْعَرَبَ لَا تَمْنَعُ اَنْ تَوَلّٰى اَمْرَهَا مَنْ كَانَتِ النُّبُوَّةُ فِيْهِمْ وَ وَلّٰى اُمُوْرَهُمْ مِنْهُمْ، وَ لَنَا بِذٰلِكَ عَلٰى مَنْ اَبٰى مِنَ الْعَرَبِ الْحُجَّةُ الظَّاهِرَةُ وَ السُّلْطَانُ الْمُبِيْنُ مَنْ ذَا يُنَازِعُنَا سُلْطَانَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اِمَارَتَهٗ وَ نَحْنُ اَوْلِيَآؤُهٗ وَ عَشِيْرَتُهٗ اِلَّا مُدْلٍ بِبَاطِلٍ اَوْ مُتَجَانِفٌ لِّاِثْمٍ وَّ مُتَوَرِّطٌ فِيْ هَلَكَةٍ.

ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک زمانہ میں دو (حکمران) جمع ہو جائیں۔ خدا کی قسم! عرب اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے نہیں ہے۔ البتہ عرب کو اس میں ذرا پس و پیش نہ ہوگا کہ وہ خلافت اس کے حوالے کریں کہ جس کے گھرانے میں نبوت ہو اور صاحب امر بھی انہی میں سے ہو اور انکار کرنے والے کے سامنے اس سے ہمارے حق میں کھلم کھلا دلیل اور روا ضح برہان لائی جا سکتی ہے۔ جو ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت و امارت میں ٹکرائے

گا، وہ باطل کی طرف جھکنے والا، گناہ کا مرتکب ہونے والا اور ورطۂ ہلاکت میں گرنے والا ہے۔ (طبری، ج ۲،ص ۴۵۷)

حضرت عمر کے بعد حباب پھر کھڑے ہوئے اور انصار سے کہا کہ:

دیکھو! اپنی بات پر ڈٹے رہو اور اس کی اور اسکے ساتھیوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ یہ تمہارے حق کو دبانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو انہیں اپنے شہروں سے نکال باہر کرو اور خلافت کو سنبھال لو۔ بھلا تم سے زیادہ اس کا کون حقدار ہوسکتا ہے۔

حباب خاموش ہوئے تو حضرت عمر نے انہیں سخت سست کہا۔ ادھر سے بھی کچھ تلخ کلامی ہوئی اور بزم کا رنگ بگڑنے لگا۔ ابو عبیدہ نے جب یہ دیکھا تو انصار کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے ڈھرے پر لانے کیلئے کہا کہ:

اے گروہِ انصار! تم وہی لوگ ہو جنہوں نے ہمیں سہارا دیا، ہماری ہر طرح کی مدد امداد کی، اب اپنی روش کو نہ بدلو اور اپنے طور طریقوں کو نہ چھوڑو۔

مگر انصار ان باتوں میں نہ آئے اور وہ سعد کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہ تھے اور ان کی طرف لوگ بڑھا ہی چاہتے تھے کہ سعد کے قبیلہ کا ایک آدمی بشیر خزرجی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ:

بے شک ہم نے جہاد میں قدم بڑھایا، دین کو سہارا دیا مگر اس سے ہماری غرض صرف اللہ کی رضامندی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تھی۔ ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم تفوق جتلائیں اور خلافت میں جھگڑا کریں۔ اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم مِنۡ قُرَیۡشٍ وَّ قَوۡمُهٗ اَحَقُّ بِهٖ وَ اَوۡلٰی: ''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں سے تھے، لہٰذا ان کی نیابت و وراثت کا حق بھی انہی کی قوم کو پہنچتا ہے''۔

بشیر کا یہ کہنا تھا کہ انصار میں پھوٹ پڑگئی اور اس کا مقصد بھی یہی تھا، چونکہ وہ اپنے کنبہ کے ایک آدمی کو اس طرح بڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا، لہٰذا مہاجرین نے انصار کے اس افتراق سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور حضرت عمر اور ابو عبیدہ نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کا تہیہ کرلیا۔ ابھی وہ بیعت کیلئے بڑھے ہی تھے کہ بشیر نے سب سے پہلے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر رکھ دیا اور پھر حضرت عمر اور ابو عبیدہ نے بیعت کی اور پھر بشیر کے قوم قبیلے والے بڑھے اور بیعت کی اور سعد ابن عبادہ کو پیروں تلے روند کر رکھ دیا۔

امیر المومنین علیہ السلام اس موقعہ پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل و کفن میں مصروف تھے۔ بعد میں جب سقیفہ کے اجتماع کے متعلق سنا اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ مہاجرین نے اپنے کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قوم وقبیلہ کہہ کر انصار سے بازی جیت لی ہے تو یہ لطیف جملہ فرمایا کہ: ''شجرہ ایک ہونے سے تو دلیل لائے ہیں اور اس کے پھلوں کو ضائع کر دیا ہے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیتؑ ہیں''۔ یعنی اگر شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی بنا پر ان کا حق مانا گیا ہے تو جو اس شجرۂ رسالت کے پھل ہیں وہ کیونکر نظر انداز کئے جاسکتے ہیں؟۔ حیرت ہے کہ حضرت ابو بکر جو ساتویں پشت پر اور حضرت عمر جو نویں پشت پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملتے ہیں، وہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قوم وقبیلہ بن جائیں اور جو ابن عم تھا اسکے بھائی ہونے سے بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(٦٦) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا قَلَّدَ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِیْ بَكْرٍ مِّصْرَ فَمُلِكَتْ عَلَيْهِ وَ قُتِلَ:

وَ قَدْ اَرَدْتُّ تَوْلِيَةَ مِصْرَ هَاشِمَ بْنَ عُتْبَةَ، وَ لَوْ وَلَّيْتُهٗ اِيَّاهَا لَمَا خَلّٰى لَهُمُ الْعَرْصَةَ، وَ لَاۤ اَنْهَزَهُمُ الْفُرْصَةَ، بِلَا ذَمٍّ لِّمُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ، فَلَقَدْ كَانَ اِلَیَّ حَبِيْبًا، وَ كَانَ لِیْ رَبِيْبًا.

-----☆☆-----

خطبہ (٦٦)

محمد ابن ابی بکر[1] کو جب حضرتؑ نے مصر کی حکومت سپرد کی اور نتیجہ میں انکے خلاف غلبہ حاصل کر لیا گیا اور وہ قتل کر دیئے گئے تو حضرتؑ نے فرمایا:

میں نے تو چاہا تھا کہ ہاشم ابن عتبہ کو مصر کا والی بناؤں اور اگر اسے حاکم بنا دیا ہوتا تو وہ کبھی دشمنوں کیلئے میدان خالی نہ کرتا اور نہ انہیں مہلت دیتا۔ اس سے محمد ابن ابی بکر کی مذمت مقصود نہیں، وہ تو مجھے بہت محبوب اور میرا پروردہ تھا۔

--☆☆--

[1] ”محمد ابن ابی بکر“ کی والدہ گرامی اسماء بنت عمیس تھیں جن سے امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کے انتقال کے بعد عقد کر لیا تھا۔ چنانچہ محمد نے آپؑ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی اور آپؑ ہی کے طور طریقوں کو اپنایا۔ امیر المومنین علیہ السلام بھی انہیں بہت چاہتے تھے اور بمنزلہ اپنے فرزند کے سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: «مُحَمَّدٌ اِبْنِیْ مِنْ صُلْبِ اَبِیْ بَكْرٍ»: ”محمد میرا بیٹا ہے اگرچہ ابو بکر کی صلب سے ہے“۔ سفر حجۃ الوداع میں پیدا ہوئے اور ۳۸ھ میں اٹھائیس برس کی عمر میں شہادت پائی۔

امیر المومنین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسند خلافت پر آنے کے بعد قیس ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کا حکمران منتخب کیا تھا مگر کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ انہیں معزول کر کے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کا والی مقرر کرنا پڑا۔ قیس ابن سعد کی روش یہاں پر یہ تھی کہ وہ عثمانی گروہ کے خلاف متشددانہ قدم اٹھانا مصالح کے خلاف سمجھتے تھے، مگر محمد کا رویہ اس سے مختلف تھا۔ انہوں نے ایک مہینہ گزارنے کے بعد انہیں کہلوا بھیجا کہ اگر تم ہماری اطاعت نہ کرو گے تو تمہارا یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اس پر ان لوگوں نے ان کے خلاف ایک محاذ بنا لیا اور چپکے چپکے ریشہ دوانیاں کرتے رہے، مگر تحکیم کی قرارداد کے بعد پر پرزے نکالے اور انتقام کا نعرہ لگا کر شر و فساد پھیلانے لگے اور مصر کی فضا کو مکدر کر کے رکھ دیا۔

امیر المومنین علیہ السلام کو جب ان بگڑے ہوئے حالات کا علم ہوا تو آپؑ نے مالک ابن حارث اشتر کو مصر کی امارت دے کر ادھر روانہ کیا تا کہ وہ مخالف عناصر کو دبا کر نظم و نسق کو بگڑنے نہ دیں۔ مگر اموی کارندوں کی دسیسہ کاریوں سے نہ بچ سکے اور راستے ہی میں شہید کر دیئے گئے اور مصر کی حکومت محمد ہی کے ہاتھوں میں رہی۔

ادھر تحکیم کے سلسلہ میں عمرو ابن عاص کی کارکردگی نے معاویہ کو اپنا وعدہ یاد دلایا۔ چنانچہ اس نے چھ ہزار جنگ آزما اس کے سپرد کر کے مصر پر دھاوا بولنے کیلئے اسے روانہ کیا۔ محمد ابن ابی بکر نے جب دشمن کی بڑھتی ہوئی یلغار کو دیکھا تو امیر المومنین علیہ السلام کو کمک کیلئے لکھا۔ حضرتؑ نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو جمع کرو، میں مزید کمک تمہارے لئے روانہ کیا چاہتا ہوں۔ چنانچہ محمد نے چار ہزار آدمیوں کو اپنے پرچم کے

نیچے جمع کیا اور انہیں دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا اور ایک حصہ کا سپہ سالار بشر بن کنانہ کو بنا کر دشمن کی روک تھام کیلئے آگے بھیج دیا۔ جب یہ فوج دشمن کے سامنے پڑاؤ ڈال کر اتر پڑی، تو ان کی مختلف ٹولیوں نے ان پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے، جنہیں یہ اپنی جرأت وہمت سے روکتے رہے۔ آخر معاویہ ابن خدیج کندی نے پوری فوج کے ساتھ حملہ کر دیا، مگر ان سرفروشوں نے تلواروں سے منہ نہ موڑا اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس شکست کا اثر یہ ہوا کہ محمد ابن ابی بکر کے ساتھی ہراساں ہو گئے اور ان کا ساتھ چھوڑ کر چلتے بنے۔ محمد نے جب اپنے کو اکیلا پایا تو بھاگ کر ایک خرابے میں پناہ لی، مگر دشمنوں کو ایک شخص کے ذریعہ ان کا پتہ مل گیا اور انہوں نے اس حالت میں انہیں آلیا کہ یہ پیاس سے قریب بہ ہلاکت پہنچ چکے تھے۔ محمد نے پانی کی خواہش کی تو ان سنگدلوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور اسی تشنگی کے عالم میں انہیں شہید کر دیا اور ان کی لاش کو ایک مردہ گدھے کے پیٹ میں رکھ کر جلا دیا۔

کوفہ سے مالک ابن کعب ارجی دو ہزار آدمیوں کو لے کر نکل چکے تھے، مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن مصر پر قبضہ کر چکا تھا۔

☆☆☆☆☆

(٦٧) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ ذَمِّ اَصْحَابِهٖ

كَمْ اُدَارِيْكُمْ كَمَا تُدَارَى الْبِكَارُ الْعَمِدَةُ، وَ الثِّيَابُ الْمُتَدَاعِيَةُ! كُلَّمَا حِيْصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ اٰخَرَ، كُلَّمَا اَطَلَّ عَلَيْكُمْ مَنْسِرٌ مِّنْ مَّنَاسِرِ اَهْلِ الشَّامِ اَغْلَقَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بَابَهٗ، وَ انْجَحَرَ انْجِحَارَ الضَّبَّةِ فِیْ جُحْرِهَا، وَ الضَّبُعِ فِیْ وِجَارِهَا.

الذَّلِيْلُ وَاللّٰهِ! مَنْ نَّصَرْتُمُوْهُ! وَ مَنْ رُّمِیَ بِكُمْ فَقَدْ رُمِیَ بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ. وَ اِنَّكُمْ ـ وَاللّٰهِ ـ لَكَثِيْرٌ فِی الْبَاحَاتِ، قَلِيْلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ، وَ اِنِّیْ لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ، وَ يُقِيْمُ اَوَدَكُمْ، وَ لٰكِنِّیْ لَاۤ اَرٰى اِصْلَاحَكُمْ بِاِفْسَادِ نَفْسِیْ.

اَضْرَعَ اللّٰهُ خُدُوْدَكُمْ، وَ اَتْعَسَ جُدُوْدَكُمْ! لَا تَعْرِفُوْنَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلَ، وَ لَا تُبْطِلُوْنَ الْبَاطِلَ كَاِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ!.

-----☆☆-----

خطبہ (٦٧)

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا

کب تک میں تمہارے ساتھ ایسی نرمی اور رورعایت کرتا رہوں گا جیسی ان اونٹوں سے کی جاتی ہے جن کی کوہانیں اندر سے کھوکھلی ہوچکی ہوں اور ان پھٹے پرانے کپڑوں سے کہ جنہیں ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتے ہیں۔ جب بھی شامیوں کے ہراول دستوں میں سے کوئی دستہ تم پر منڈلاتا ہے تو تم سب کے سب (اپنے گھروں) کے دروازے بند کر لیتے ہو اور اس طرح اندر دبک جاتے ہو جس طرح گوہ اپنے سُوراخ میں اور بجّو اپنے بھٹ میں۔

جس کے تمہارے ایسے مددگار ہوں اسے تو ذلیل ہی ہونا ہے اور جس پر تم (تیر کی طرح) پھینکے جاؤ تو گویا اس پر ایسا تیر پھینکا گیا جس کا سوفار بھی شکستہ اور پیکان بھی ٹوٹا ہوا ہے۔ خدا کی قسم! (گھروں کے) صحن میں تو تم بڑی تعداد میں نظر آتے ہو، لیکن جھنڈوں کے نیچے تھوڑے سے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس چیز سے تمہاری اصلاح اور کس چیز سے تمہاری کجروی کو دور کیا جاسکتا ہے، لیکن میں اپنے نفس کو بگاڑ کر تمہاری اصلاح کرنا نہیں چاہتا۔

خدا تمہارے چہروں کو بے آبرو کرے اور تمہیں بدنصیب کرے۔ جیسی تم باطل سے شناسائی رکھتے ہو ویسی حق سے تمہاری جان پہچان نہیں اور جتنا حق کو مٹاتے ہو باطل اتنا تم سے نہیں دبایا جاتا۔

--☆☆--

(٦٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ سُحْرَةِ الْيَوْمِ الَّذِیْ ضُرِبَ فِيْهِ

مَلَكَتْنِیْ عَيْنِیْ وَ اَنَا جَالِسٌ، فَسَنَحَ لِیْ

خطبہ (٦٨)

آپؑ نے یہ کلام شبِ ضربت کی سحر کو فرمایا

میں بیٹھا ہوا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَاذَا لَقِيْتُ مِنْ اُمَّتِكَ مِنَ الْاَوَدِ وَ اللَّدَدِ؟ فَقَالَ: «ادْعُ عَلَيْهِمْ»، فَقُلْتُ: اَبْدَلَنِي اللهُ بِهِمْ خَيْرًا مِّنْهُمْ، وَ اَبْدَلَهُمْ بِيْ شَرًّا لَّهُمْ مِنِّيْ.

يَعْنِيْ بِـ«الْاَوَدِ»: الْاِعْوِجَاجَ، وَ بِـ«اللَّدَدِ»: الْخِصَامَ. وَهٰذَا مِنْ اَفْصَحِ الْكَلَامِ.

-----☆☆-----

میرے سامنے جلوہ فرما ہوئے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہؐ! مجھے آپؐ کی اُمت کے ہاتھوں کیسی کیسی کجرویوں اور دشمنیوں سے دو چار ہونا پڑا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: «تم ان کیلئے بددُعا کرو»، تو میں نے (صرف اتنا) کہا کہ: اللہ مجھے ان کے بدلے میں ان سے اچھے لوگ عطا کرے اور ان کو میرے بدلے میں کوئی بُرا (امیر) دے۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ: «اَوَد» کے معنی ٹیڑھا پن اور «لَدَد» کے معنی دشمنی و عناد کے ہیں اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔

--☆☆--

(٦٩) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ ذَمِّ اَهْلِ الْعِرَاقِ

اَمَّا بَعْدُ، يَاۤ اَهْلَ الْعِرَاقِ! فَاِنَّمَا اَنْتُمْ كَالْمَرْاَةِ الْحَامِلِ، حَمَلَتْ فَلَمَّا اَتَمَّتْ اَمْلَصَتْ، وَ مَاتَ قَيِّمُهَا، وَ طَالَ تَاَيُّمُهَا، وَ وَرِثَهَا اَبْعَدُهَا.

اَمَا وَاللهِ! مَاۤ اَتَيْتُكُمْ اخْتِيَارًا، وَ لٰكِنْ جِئْتُ اِلَيْكُمْ سَوْقًا، وَ لَقَدْ بَلَغَنِيْۤ اَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ: عَلِيٌّ يَّكْذِبُ، قَاتَلَكُمُ اللهُ! فَعَلٰى مَنْ اَكْذِبُ؟ اَعَلَى اللهِ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ! اَمْ عَلٰى نَبِيِّهٖ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ! كَلَّا وَ اللهِ! وَ لٰكِنَّهَا لَهْجَةٌ غِبْتُمْ عَنْهَا، وَ لَمْ تَكُوْنُوْا مِنْ اَهْلِهَا، وَيْلُمِّهٖ، كَيْلًا بِغَيْرِ ثَمَنٍ! لَوْ كَانَ لَهٗ وِعَآءٌ، ﴿وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾.

-----☆☆-----

خطبہ (٦٩)

اہل عراق کی مذمت میں فرمایا

اے اہل عراق![1] تم اس حاملہ عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہونے کے بعد جب حمل کے دن پورے کرے تو مرا ہوا بچہ گرا دے اور اس کا شوہر بھی مر چکا ہو اور رنڈاپے کی مدت بھی دراز ہو چکی ہو اور (قریبی نہ ہونے کی وجہ سے) دُور کے عزیز ہی اس کے وارث ہوں۔

بخدا! میں تمہاری طرف بخوشی نہیں آیا، بلکہ حالات سے مجبور ہو کر آ گیا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ: علیؑ کذب بیانی کرتے ہیں۔ خدا تمہیں ہلاک کرے! (بتاؤ) میں کس پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں؟ کیا اللہ پر؟ تو میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں، یا اس کے نبیؐ پر؟ تو میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں! بلکہ وہ ایک ایسا انداز کلام تھا جو تمہارے سمجھنے کا نہ تھا اور نہ تم میں اس کے سمجھنے کی اہلیت تھی۔ خدا تمہیں سمجھے! میں تو بغیر کسی عوض کے (علمی جواہر ریزے) ناپ ناپ کر دے رہا ہوں۔ کاش کہ ان کیلئے کسی کے ظرف میں سمائی ہوتی۔ "(ٹھہرو) کچھ دیر بعد تم بھی اس کی حقیقت کو جان لوگے"۔

--☆☆--

۱ ؎ تحکیم کے بعد جب عراقیوں نے معاویہ کے تابڑ توڑ حملوں کا جواب دینے میں سستی و بددلی کا مظاہرہ کیا تو ان کی مذمت و توبیخ کے سلسلے میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صفین کے موقعہ پر ان کی فریب خوردگی اور جنگ سے دستبرداری کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کی حالت کو اس عورت سے تشبیہ دی ہے جس میں یہ پانچ وصف ہوں:

- ۱۔وہ حاملہ ہو:

اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ لڑنے بھڑنے کی پوری پوری صلاحیت و استعداد رکھتے تھے۔اس بانجھ عورت کے مانند نہ تھے کہ جس سے کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی۔

- ۲۔مدت حمل پوری کر چکی ہو:

یعنی تمام کٹھن اور دشوار گزار منزلوں کو طے کر کے فتح و کامرانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔

- ۳۔ازخود حمل کو ساقط کر دیا ہو:

یعنی فتح کے قریب پہنچ کر صلح پر اتر آئے اور دامن مراد بھرنے کے بجائے نامرادیوں کو سمیٹ لیا۔

- ۴۔اس کے رنڈاپے کی مدت دراز ہو:

یعنی ان کی حالت ایسی ہوگئی جیسے ان کا کوئی سرپرست و نگران نہ ہو اور وہ بے والی و وارث بھٹک رہے ہوں۔

- ۵۔بیگانے اس کے وارث ہوں:

یعنی اہلِ شام ان کے املاک پر قبضہ و تسلط جما رہے ہیں کہ جو ان سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے۔

☆☆☆☆☆

(۷۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

عَلَّمَ فِیْهَا النَّاسَ الصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ، وَ دَاعِمَ الْمَسْمُوْكَاتِ، وَ جَابِلَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا: شَقِيِّهَا وَ سَعِيْدِهَا، اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوَاتِكَ، وَ نَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ، عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ، الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَ الْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ، وَ الْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَ الدَّافِعِ جَیْشَاتِ الْاَبَاطِیْلِ، وَ الدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْاَضَالِیْلِ۔

كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ قَآئِمًا بِاَمْرِكَ، مُسْتَوْفِزًا فِیْ مَرْضَاتِكَ، غَیْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ، وَ لَا وَاهٍ فِیْ عَزْمٍ، وَاعِيًا لِّوَحْیِكَ، حَافِظًا لِّعَهْدِكَ، مَاضِیًا عَلٰى نَفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰۤى اَوْرٰى قَبَسَ الْقَابِسِ، وَ اَضَآءَ الطَّرِیْقَ لِلْخَابِطِ، وَ هُدِیَتْ بِهِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَ الْاٰثَامِ، وَ اَقَامَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَ نَیِّرَاتِ الْاَحْكَامِ، فَهُوَ اَمِیْنُكَ الْمَاْمُوْنُ، وَ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ، وَ شَهِیْدُكَ یَوْمَ الدِّیْنِ، وَ بَعِیْثُكَ بِالْحَقِّ، وَ رَسُوْلُكَ اِلَى الْخَلْقِ.

اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ مَفْسَحًا فِیْ ظِلِّكَ، وَ اجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَیْرِ مِنْ فَضْلِكَ.

خطبه (۷۰)

اس میں آپؑ نے لوگوں کو پیغمبر ﷺ پر صلوات بھیجنے کا طریقہ بتایا ہے

اے اللہ! اے فرش زمین کے بچھانے والے اور بلند آسمانوں کو (بغیر سہارے کے) روکنے والے! دلوں کو اچھی اور بُری فطرت پر پیدا کرنے والے! اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے اپنے عبد اور رسول محمد ﷺ کیلئے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے اور بند (دل) کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے۔

جیسا ان پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا اس کو انہوں نے اٹھایا، (تیرے امر کے ساتھ قیام کیا) اور تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے کیلئے مضبوطی سے جم کر کھڑے ہو گئے۔ نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔ وہ تیری وحی کے حافظ اور تیرے پیمان کے محافظ تھے اور تیرے حکموں کے پھیلانے کی دھن میں لگے رہنے والے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے روشنی ڈھونڈنے والے کیلئے شعلے بھڑکا دیئے اور اندھیرے میں بھٹکنے والے کیلئے راستہ روشن کر دیا۔ فتنوں فسادوں میں سرگرمیوں کے بعد دلوں نے آپؐ کی وجہ سے ہدایت پائی۔ انہوں نے راہ دکھانے والے نشانات قائم کئے، روشن و تابندہ احکام جاری کئے۔ وہ تیرے امین، معتمد اور تیرے علم مخفی کے خزینہ دار تھے اور قیامت کے دن تیرے گواہ اور تیرے پیغمبر برحق اور خلق کی طرف فرستادہ رسول تھے۔

خدایا! ان کی منزل کو اپنے زیر سایہ وسیع و کشادہ بنا اور اپنے فضل سے انہیں دہرے حسنات عطا کر۔

اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَآءِ الْبَانِيْنَ بِنَآئَهٗ، وَ اَكْرِمْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهٗ، وَ اَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ، وَ اجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ، مَرْضِیَّ الْمَقَالَةِ، ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ، وَ خُطَّةٍ فَصْلٍ.

اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهٗ فِیْ بَرْدِ الْعَيْشِ، وَ قَرَارِ النِّعْمَةِ، وَ مُنَى الشَّهَوَاتِ، وَ اَهْوَآءِ اللَّذَّاتِ. وَ رَخَآءِ الدَّعَةِ وَ مُنْتَهَى الطُّمَاْنِيْنَةِ، وَ تُحَفِ الْكَرَامَةِ.

-----☆☆-----

خداوندا! تمام بنیاد قائم کرنے والوں کی عمارت پر ان کی بنا کردہ عمارت کو فوقیت عطا کر اور انہیں باعزت مرتبے سے سرفراز کر اور ان کے نور کو پورا پورا فروغ دے اور انہیں رسالت کے صلہ میں شہادت کی قبولیت و پذیرائی اور قول و سخن کی پسندیدگی عطا کر۔ جب کہ آپؐ کی باتیں سراپا عدل اور فیصلے حق و باطل کو چھانٹنے والے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بھی ان کے ساتھ خوشگوار و پاکیزہ زندگی اور منزلِ نعمات میں یکجا کر اور مرغوب و دل پسند خواہشوں اور لذتوں اور آسائش و فارغ البالی اور شرف و کرامت کے تحفوں میں شریک بنا۔

--☆☆--

(۷۱) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لِمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ بِالْبَصْرَةِ

قَالُوْا: اُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَّوْمَ الْجَمَلِ، فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اِلٰٓى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عليه السلام فَكَلَّمَاهُ فِيْهِ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ: فَقَالَا لَهٗ يُبَايِعُكَ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقَالَ عليه السلام:

اَ وَ لَمْ يُبَايِعْنِیْ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ؟ لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْ بَيْعَتِهٖ! اِنَّهَا كَفٌّ يَّهُوْدِيَّةٌ، لَوْ بَايَعَنِیْ بِكَفِّهٖ لَغَدَرَ بِسَبَّتِهٖ. اَمَا اِنَّ لَهٗ اِمْرَةً كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ اَنْفَهٗ، وَ هُوَ اَبُو الْاَكْبُشِ الْاَرْبَعَةِ، وَ سَتَلْقَى الْاُمَّةُ مِنْهُ وَ مِنْ وَّلَدِهٖ يَوْمًا اَحْمَرَ!

-----☆☆-----

خطبہ (۷۱)

جمل کے موقعہ پر جب مروان بن حکمؑ گرفتار کیا گیا تو اس نے حسن اور حسین علیہما السلام سے خواہش کی کہ وہ امیر المومنین علیہ السلام سے اس کی سفارش کریں۔ چنانچہ ان دونوں حضراتؑ نے امیر المومنینؑ سے اس سلسلہ میں بات چیت کی اور حضرتؑ نے اُسے رہا کر دیا۔ پھر دونوں شہزادوں نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! یہ آپؑ کی بیعت کرنا چاہتا ہے، تو حضرت علی علیہ السلام نے اس کے متعلق فرمایا:

کیا اس نے عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟ اب مجھے اُسکی بیعت کی ضرورت نہیں۔ یہ یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔ اگر ہاتھ سے بیعت کریگا تو ذلیل طریقے سے توڑ بھی دیگا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بھی اتنی دیر کہ کتا اپنی ناک چاٹنے سے فارغ ہو، حکومت کرے گا اور اس کے چار بیٹے بھی حکمران ہوں گے اور اُمت اس کے اور اس کے بیٹوں کے ہاتھوں سے سختیوں کے دن دیکھے گی۔

--☆☆--

۱۵ ''مروان ابن حکم'' حضرت عثمان کا بھتیجا اور داماد تھا اور اکہرا جسم اور لمبا قد ہونے کی وجہ سے ''خیط باطل'' (باطل کا ڈورا) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا چنانچہ عبد الملک ابن مروان نے جب عمرو ابن سعید اشدق کو قتل کر دیا تو اس کے بھائی یحییٰ ابن سعید نے کہا:

غَدَرْتُمْ بِعَمْرٍو يَا بَنِيْ خَيْطِ بَاطِلٍ وَ مِثْلُكُمْ يَبْنِي الْبُيُوْتَ عَلَى الْغَدَرِ

''اے خیط باطل کی اولاد! تم نے عمرو سے غداری کی اور تمہارے ایسے لوگ غداری ہی کی بنیادوں پر اپنے اقتدار کی عمارتیں کھڑی کیا کرتے ہیں''۔[1]

اس کا باپ ''حکم'' گو فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لے آیا تھا مگر اس کے طور طریقے ایسے تھے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے انتہائی اذیت کا باعث ہوتے تھے۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت کی اور فرمایا کہ:

وَيْلٌ لِأُمَّتِيْ مِنْ صُلْبِ هٰذَا۔

یعنی اس کی اولاد کے ہاتھوں میری اُمت تباہی کے دن دیکھے گی۔ (اسد الغابہ)

آخر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بڑھتی ہوئی سازشوں کے پیش نظر اسے مدینہ سے وادی وج (طائف میں ایک جگہ ہے) کی طرف نکلوا دیا اور مروان بھی اس کے ساتھ چلتا بنا اور پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی بھر ان دونوں کو مدینہ نہ آنے دیا۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے بھی ایسا ہی کیا، لیکن حضرت عثمان نے اپنے عہد میں ان دونوں کو واپس بلوا لیا اور مروان کو تو اس عروج پر پہنچایا کہ گویا خلافت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے اور پھر اس کے حالات اس طرح سازگار ہوئے کہ معاویہ ابن یزید کے مرنے کے بعد خلیفۃ المسلمین بن گیا، لیکن ابھی نو مہینے اٹھارہ دن ہی حکومت کرتے ہوئے گزرے تھے کہ ۳ رمضان سن ۶۵ ہجری میں ۶۳ برس کی عمر میں قضا نے اس طرح آ گھیرا کہ اس کی بیوی اس کے منہ پر تکیہ رکھ کر بیٹھ گئی اور اُس وقت تک الگ نہ ہوئی جب تک اُس نے دم نہ توڑ دیا۔

اس کے جن چار بیٹوں کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے وہ عبد الملک ابن مروان کے چار بیٹے: ولید، سلیمان، یزید اور ہشام ہیں کہ جو عبد الملک کے بعد یکے بعد دیگرے تختِ خلافت پر بیٹھے اور اپنی خونچکاں داستانوں سے صفحاتِ تاریخ رنگین کر گئے۔

اور بعض شارحین نے خود اس کے صلبی بیٹے مراد لئے ہیں جن کے نام یہ ہیں: عبد الملک، عبد العزیز، بشر اور محمد۔ ان میں سے عبد الملک تو خلیفہ ہو گیا اور عبد العزیز مصر کا، بشر عراق کا اور محمد جزیرہ کا والی قرار پایا۔

☆☆☆☆☆

[1] الأوائل، ابو ہلال العسکری، ج ۱، ص ۲۴۹، مطبوعہ دار البشیر، طنطا، ۱۴۰۸ھ۔

(۷۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا عَزَمُوْا عَلٰى بَيْعَةِ عُثْمَانَ

لَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّیْۤ اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِیْ، وَ وَاللهِ! لَاُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ اُمُوْرُ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا جَوْرٌ اِلَّا عَلَیَّ خَاصَّةً، الْتِمَاسًا لِاَجْرِ ذٰلِكَ وَ فَضْلِهٖ، وَ زُهْدًا فِيْمَا تَنَافَسْتُمُوْهُ مِنْ زُخْرُفِهٖ وَ زِبْرِجِهٖ.

-----☆☆-----

خطبہ (۷۲)

جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا تو آپؑ نے فرمایا

تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں سے زیادہ خلافت کا حق پہنچتا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں کے امور کا نظم ونسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور کا نشانہ بنتی رہے گی، میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا۔ تاکہ (اس صبر پر) اللہ سے اجر وثواب طلب کروں اور اس زیب و زینت اور آرائش کو ٹھکرا دوں جس پر تم مٹے ہوئے ہو۔

--☆☆--

(۷۳) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا بَلَغَهُ اتِّهَامُ بَنِیْۤ اُمَيَّةَ لَهٗ بِالْمُشَارَكَةِ فِیْ دَمِ عُثْمَانَ:

اَوَ لَمْ يَنْهَ بَنِیْۤ اُمَيَّةَ عِلْمُهَا بِیْ عَنْ قَرْفِیْ؟ اَوَ مَا وَزَعَ الْجُهَّالَ سَابِقَتِیْ عَنْ تُهَمَتِیْ؟! وَ لَمَا وَعَظَهُمُ اللهُ بِهٖۤ اَبْلَغُ مِنْ لِّسَانِیْ.

اَنَا حَجِيْجُ الْمَارِقِيْنَ، وَ خَصِيْمُ الْمُرْتَابِيْنَ، وَ عَلٰى كِتَابِ اللهِ تُعْرَضُ الْاَمْثَالُ، وَ بِمَا فِی الصُّدُوْرِ تُجَازَی الْعِبَادُ!.

-----☆☆-----

خطبہ (۷۳)

جب آپؑ کو معلوم ہوا کہ بنی امیہ قتل عثمان میں شرکت کا الزام آپؑ پر رکھتے ہیں تو ارشاد فرمایا

میرے متعلق سب کچھ جاننے بوجھنے نے بنی امیہ کو مجھ پر افترا پردازیوں سے باز نہیں رکھا اور نہ میری سبقت ایمانی اور دیرینہ اسلامی خدمات نے ان جاہلوں کو اتہام لگانے سے روکا اور جو اللہ نے (کذب وافتراء کے متعلق) انہیں پند ونصیحت کی ہے وہ میرے بیان سے کہیں بلیغ ہے۔

میں (ان) بے دینوں پر حجت لانے والا اور (دین میں) شک و شبہ کرنے والوں کا فریق مخالف ہوں اور قرآن پر پیش ہونا چاہیے تمام مشتبہ باتوں کو اور بندوں کو جیسی ان کی نیت ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔

--☆☆--

(۷۴) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَحِمَ اللهُ امْرَاً سَمِعَ حُكْمًا فَوَعٰى، وَ دُعِیَ اِلٰى رَشَادٍ فَدَنَا، وَ اَخَذَ بِحُجْزَةِ هَادٍ فَنَجَا، رَاقَبَ رَبَّهٗ، وَ خَافَ ذَنْبَهٗ، قَدَّمَ خَالِصًا، وَ

خطبہ (۷۴)

خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا تو اسے گرہ میں باندھ لیا، ہدایت کی طرف اسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا، صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی، اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا اور

عَمِلَ صَالِحًا، اكْتَسَبَ مَذْخُورًا، وَ اجْتَنَبَ مَحْذُورًا، رَمٰى غَرَضًا، وَ اَحْرَزَ عِوَضًا، كَابَرَ هَوَاهُ، وَ كَذَّبَ مُنَاهُ، جَعَلَ الصَّبْرَ مَطِيَّةَ نَجَاتِهٖ، وَ التَّقْوٰى عُدَّةَ وَفَاتِهٖ، رَكِبَ الطَّرِيْقَةَ الْغَرَّآءَ، وَلَزِمَ الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَآءَ، اغْتَنَمَ الْمَهَلَ، وَ بَادَرَ الْاَجَلَ، وَ تَزَوَّدَ مِنَ الْعَمَلِ.

گناہوں سے خوف کھایا، عمل بے ریا پیش کیا، نیک کام کئے، ثواب کا ذخیرہ جمع کیا، بُری باتوں سے اجتناب برتا، صحیح مقصد کو پالیا۔ اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ امیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری بنا لیا۔ موت کیلئے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہوا۔ حق کی شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا زادساتھ لیا۔

-----☆☆-----

(۷۵) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۷۵)

اِنَّ بَنِیْۤ اُمَيَّةَ لَيُفَوِّقُوْنَنِیْ تُرَاثَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ تَفْوِيْقًا، وَاللّٰهِ! لَئِنْ بَقِيْتُ لَهُمْ لَاَنْفُضَنَّهُمْ نَفْضَ اللَّحَّامِ الْوِذَامَ التَّرِبَةَ!.

وَ يُرْوٰى: «التُّرَابُ الْوَذَمَةُ»، وَ هُوَ عَلَى الْقَلْبِ.

بنی اُمیہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورثہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو انہیں اس طرح جھاڑ پھینکوں گا جس طرح قصائی خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے سے مٹی جھاڑ دیتا ہے۔

علامہ رضیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک روایت میں «اَلْوِذَامُ التَّرِبَةُ» (خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے کے بجائے) «التُّرَابُ الْوَذَمَةُ» (مٹی جو گوشت کے ٹکڑے میں بھر گئی ہو) آیا ہے، یعنی صفت کی جگہ موصوف اور موصوف کی جگہ صفت رکھ دی گئی ہے۔

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «لَيُفَوِّقُوْنَنِیْ» اَیْ: يُعْطُوْنَنِیْ مِنَ الْمَالِ قَلِيْلًا قَلِيْلًا كَفُوَاقِ النَّاقَةِ، وَ هُوَ الْحَلْبَةُ الْوَاحِدَةُ مِنْ لَّبَنِهَا.

اور «لَيُفَوِّقُوْنَنِیْ» سے حضرتؑ کی مراد یہ ہے کہ وہ مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں جس طرح اونٹنی کو ذرا سا دوہ لیا جائے اور پھر تھنوں کو اس کے بچے کے منہ سے لگا دیا جائے تا کہ وہ دوہے جانے کیلئے تیار ہو جائے۔

و «الْوِذَامُ»: جَمْعُ وَذَمَةٍ، وَ هِیَ: الْحُزَّةُ مِنَ الْكَرِشِ اَوِ الْكَبِدِ تَقَعُ فِی التُّرَابِ فَتُنْفَضُ.

اور ''وذام'' وذمہ کی جمع ہے جس کے معنی اوجھڑی یا جگر کے ٹکڑے کے ہیں جو مٹی میں گر پڑے اور پھر مٹی اس سے جھاڑ دی جائے۔

-----☆☆-----

(٧٦) وَمِنْ كَلِمَاتٍ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَدْعُوْ بِهَا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَاۤ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ، فَاِنْ عُدْتُّ فَعُدْ عَلَیَّ بِالْمَغْفِرَةِ.

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا وَاَیْتُ مِنْ نَّفْسِیْ، وَ لَمْ تَجِدْ لَهٗ وَفَآءً عِنْدِیْ.

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا تَقَرَّبْتُ بِهٖ اِلَیْكَ بِلِسَانِیْ، ثُمَّ خَالَفَهٗ قَلْبِیْ.

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ، وَ سَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ، وَ شَهَوَاتِ الْجَنَانِ، وَ هَفَوَاتِ اللِّسَانِ.

خطبہ (۷۶)

امیر المومنین علیہ السلام کے دُعائیہ کلمات

اے اللہ! تو ان چیزوں کو بخش دے جنہیں تُو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف پلٹوں تو تُو اپنی مغفرت کے ساتھ پلٹ۔

بارِ الٰہا! جس عمل خیر کے بجالانے کا مَیں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا، مگر تو نے اسے پورا ہوتے ہوئے نہ پایا، اسے بھی بخش دے۔

میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے، جن سے تیرا تقرب چاہا تھا، مگر دل ان سے ہمنوا نہ ہوسکا، ان سے بھی درگزر کر۔

پروردگار! تو آنکھوں کے (طنزیہ) اشاروں اور ناشائستہ کلموں اور دل کی (بُری) خواہشوں اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کردے۔

--☆☆--

(٧٧) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ لَمَّا عَزَمَ عَلَى الْمَسِیْرِ اِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ لَهٗ یَاۤ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اِنْ سِرْتَ فِیْ هٰذَا الْوَقْتِ خَشِیْتُ اَنْ لَّا تَظْفَرَ بِمُرَادِكَ مِنْ طَرِیْقِ عِلْمِ النُّجُوْمِ، فَقَالَ علیہ السلام:

اَ تَزْعَمُ اَنَّكَ تَهْدِیْ اِلَى السَّاعَةِ الَّتِیْ مَنْ سَارَ فِیْهَا صُرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءُ؟ وَ تُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِیْ مَنْ سَارَ فِیْهَا حَاقَ بِهِ الضُّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَ بِهٰذَا فَقَدْ كَذَّبَ الْقُرْاٰنَ، وَ اسْتَغْنٰى عَنِ الْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِیْ نَیْلِ الْمَحْبُوْبِ وَ دَفْعِ الْمَكْرُوْهِ، وَ تَبْتَغِیْ فِیْ قَوْلِكَ لِلْعَامِلِ بِاَمْرِكَ اَنْ یُّوْلِیَكَ الْحَمْدَ

خطبہ (۷۷)

جب آپؑ نے جنگ خوارج کیلئے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک شخص نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! اگر آپ اس وقت نکلے تو علم نجوم کی رُو سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران نہیں ہوسکیں گے، جس پر آپؑ نے فرمایا کہ:

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس گھڑی کا پتہ دیتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اس کیلئے کوئی بُرائی نہ ہوگی اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اسے نقصان درپیش ہوگا، تو جس نے اسے صحیح سمجھا، اس نے قرآن کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دور کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہو گیا۔ تم اپنی ان باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گُن گائے۔ اس لئے کہ تم نے اپنے خیال میں

دُوْنَ رَبِّہٖ، لِاَنَّكَ۔ بِزَعْمِكَ۔ اَنْتَ هَدَيْتَهٗ اِلَى السَّاعَةِ الَّتِيْ نَالَ فِيْهَا النَّفْعَ، وَ اَمِنَ الضُّرَّ.

اس ساعت کا پتہ دیا کہ جو اس کیلئے فائدہ کا سبب اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ بنی۔

ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ:

پھر آپؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ! اِيَّاكُمْ وَ تَعَلُّمَ النُّجُوْمِ، اِلَّا مَا يُهْتَدٰى بِهٖ فِيْ بَرٍّ اَوْ بَحْرٍ، فَاِنَّهَا تَدْعُوْ اِلَى الْكَهَانَةِ، وَ الْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ، وَ الْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ، وَ السَّاحِرُ كَالْكَافِرِ! وَ الْكَافِرُ فِي النَّارِ! سِيْرُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ.

اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو، مگر اتنا کہ جس سے خشکی اور تری میں راستے معلوم کر سکو۔ اس لئے کہ نجوم کا سیکھنا کہانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے اور کافر کا ٹھکانا جہنم ہے۔ بس اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو۔

--☆☆--

ط جب امیر المومنین علیہ السلام نے خوارج کی شورشوں کو دبانے کیلئے نہروان کا ارادہ کیا تو عفیف ابن قیس نے آپؑ سے عرض کیا کہ: یہ ساعت اچھی نہیں ہے، اگر آپؑ اس وقت روانہ ہوئے تو فتح وظفرمندی کے بجائے شکست و ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ مگر حضرتؑ نے اس کی بات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور اسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور نتیجہ میں خوارج کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ ان کے چار ہزار جنگجوؤں میں سے صرف نو آدمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے اور باقی کا صفایا ہو گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے نجوم کے غلط و نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال فرمایا ہے:

پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کو درست مان لیا جائے تو قرآن کو جھٹلانا پڑے گا، کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا ادّعا کرتا ہے اور قرآن یہ کہتا ہے کہ:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ[ط]﴾

آسمان وزمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔[1]

دوسرے یہ کہ وہ اپنے زعمِ ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہو کر اپنے نفع ونقصان کو جان سکتا ہے، تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اس سے مدد چاہنے میں اپنے کو بے نیاز سمجھے گا۔ اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اس کے مقابلہ میں خود اعتمادی ایک طرح کا زندقہ و الحاد ہے جو اللہ سے اس کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہو گا تو اس کامیابی کو اپنے علم کا نتیجہ قرار دے گا جس سے وہ اللہ کے بجائے خود اپنے نفس کو سراہے گا اور اس سلسلہ میں جن کی راہنمائی کرے گا ان سے بھی یہی چاہے گا کہ وہ اللہ کے شکر گزار ہونے کے بجائے اس کے شکر گزار رہوں۔

---

[1] سورۂ نمل، آیت ۶۵۔

یہ تمام چیزیں فن نجوم میں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں جس حد تک نجوم کی تاثیر کو منجانب اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قبیل سے مانا جائے جس میں قدرت الٰہی پھر بھی موانع پیدا کر کے سدّراہ ہوسکتی ہے۔ ہمارے اکثر علمائے اسلام جو علمِ نجوم میں مہارت حاصل کئے ہوئے تھے، وہ اسی بنا پر صحیح ہے کہ وہ اس کے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے۔

☆☆☆☆☆

(۷۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعْدَ فِرَاغِهٖ مِنْ حَرْبِ الْجَمَلِ فِيْ ذَمِّ النِّسَآءِ:

مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّ النِّسَآءَ نَوَاقِصُ الْاِيْمَانِ، نَوَاقِصُ الْحُظُوْظِ، نَوَاقِصُ الْعُقُوْلِ:

فَاَمَّا نُقْصَانُ اِيْمَانِهِنَّ فَقُعُوْدُهُنَّ عَنِ الصَّلٰوةِ وَ الصِّيَامِ فِيْۤ اَيَّامِ حَيْضِهِنَّ، وَ اَمَّا نُقْصَانُ عُقُوْلِهِنَّ فَشَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ كَشَهَادَةِ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ، وَ اَمَّا نُقْصَانُ حُظُوْظِهِنَّ فَمَوَارِيْثُهُنَّ عَلَى الْاَنْصَافِ مِنْ مَّوَارِيْثِ الرِّجَالِ.

فَاتَّقُوْا شِرَارَ النِّسَآءِ، وَ كُوْنُوْا مِنْ خِيَارِهِنَّ عَلٰى حَذَرٍ، وَ لَا تُطِيْعُوْهُنَّ فِي الْمَعْرُوْفِ حَتّٰى لَا يَطْمَعْنَ فِي الْمُنْكَرِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۷۸)

جنگِ جمل سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کی مذمت میں فرمایا:[1]

اے لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص، حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں:

نقصِ ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ایام کے دور میں نماز اور روزہ انہیں چھوڑنا پڑتا ہے اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے اور حصہ و نصیب میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے آدھا ہوتا ہے۔

بُری عورتوں سے ڈرو اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو۔ تم ان کی اچھی باتیں بھی نہ مانو تاکہ آگے بڑھ کر وہ بری باتوں کے منوانے پر نہ اتر آئیں۔

--☆☆--

[1] یہ خطبہ جنگِ جمل کی تباہ کاریوں کے بعد ارشاد فرمایا اور چونکہ اس جنگ کی ہلاکت آفرینیاں ایک عورت کے حکم پر آنکھ بند کر کے چل پڑنے کا نتیجہ تھیں، اس لئے اس میں ان کے فطری نقائص اور ان کے وجوہ و اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ان کی پہلی کمزوری یہ ہے کہ انہیں ہر مہینہ میں چند دنوں کیلئے نماز و روزہ سے دستبردار ہونا پڑتا ہے اور یہ اعمال سے علیحدگی ان کے ایمان کے نقص کی دلیل ہے۔ اگرچہ ایمان کے حقیقی معنی تصدیق قلبی و اعتقاد باطنی کے ہیں، مگر بطورِ مجاز عمل و کردار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چونکہ اعمال ایمان کا آئینہ ہوتے ہیں لہٰذا اعمال کو بھی ایمان کا جزو قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

اِنَّ الْاِيْمَانَ هُوَ التَّصْدِيْقُ بِالْقَلْبِ وَ الْاِقْرَارُ بِاللِّسَانِ وَ الْعَمَلُ بِالْاَرْكَانِ.

ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار، اور اعضا سے عمل کرنے کا نام ہے۔[2]

دوسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی فطری استعداد عقلی تصرفات کو پورے طور سے قبول کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے میدان عمل کی

---

[2] درۂ نجفیہ، ص ۱۳۶۔

وسعت ہی کے لحاظ سے فطرت نے ان کو قوائے عقلیہ دیئے ہیں جو حمل، ولادت، رضاعت، تربیتِ اولاد اور امورِ خانہ داری میں ان کی رہنمائی کر سکیں اور اسی ذہنی و عقلی کمزوری کی بنا پر ان کی گواہی کو مرد کی گواہی کا درجہ نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ﴾

اپنے مردوں میں سے جنہیں تم گواہی کیلئے پسند کرو دو مردوں کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اگر ایک بھول جائے گی تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلادے گی۔[1]

تیسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصہ میراث سے نصف ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۚ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ﴾

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا۔[2]

اس سے عورت کی کمزوری کا پتہ یوں چلتا ہے کہ میراث میں اس کا حصہ نصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کفالت کا بار مرد پر ہوتا ہے تو جب مرد کی حیثیت ایک کفیل و نگران کی قرار پائی تو نگرانی و سرپرستی کی محتاج صنف اپنی کمزوری کی خود آئینہ دار ہوگی۔

ان کی فطری کمزوریوں کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ان کی اندھا دھند پیروی اور غلط اطاعت کے مفاسد کا ذکر کرتے ہیں کہ بری بات تو خیر بری ہوتی ہی ہے، اگر وہ کسی اچھی بات کیلئے بھی کہیں تو اسے اس طرح انجام نہیں دینا چاہیے کہ انہیں یہ خیال ہونے لگے کہ یہ ان کی خاطر اور رضاجوئی کیلئے بجالائی گئی ہے، بلکہ اس طرح کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اس اچھے کام کو اس کے اچھا ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے اس میں ان کی خواہش و رضامندی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اور اگر ان کو یہ وہم بھی ہوگیا کہ اس میں ان کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو وہ ہاتھ پکڑتے ہوئے پہنچہ پکڑنے پر اتر آئیں گی اور یہ چاہنے لگیں گی کہ ان کی ہر بری سے بری بات کے آگے سر جھکا یا جائے، جس کا لازمی نتیجہ تباہی و بربادی ہوگا۔

امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کے متعلق علامہ محمد عبدہ تحریر کرتے ہیں کہ:

وَ لَقَدْ قَالَ الْاِمَامُ قَوْلًا صَدَّقَتْهُ التَّجَارِبُ فِي الْاَحْقَابِ الْمُتَطَاوِلَةِ.

امیر المومنین علیہ السلام نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ طویل صدیوں کے تجربے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔[3]

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۲۔

[2] سورۂ نساء، آیت ۱۱۔

[3] نہج البلاغہ، شیخ محمد عبدہ، ص ۱۲۹۔

(۷۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! الزَّهَادَةُ قِصَرُ الْاَمَلِ، وَ الشُّكْرُ عِنْدَ النِّعَمِ، وَ الْوَرَعُ عِنْدَ الْمَحَارِمِ، فَاِنْ عَزَبَ ذٰلِكَ عَنْكُمْ فَلَا يَغْلِبِ الْحَرَامُ صَبْرَكُمْ، وَ لَا تَنْسَوْا عِنْدَ النِّعَمِ شُكْرَكُمْ، فَقَدْ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ بِحُجَجٍ مُّسْفِرَةٍ ظَاهِرَةٍ، وَ كُتُبٍ بَارِزَةِ الْعُذْرِ وَاضِحَةٍ.

خطبه (۷۹)

اے لوگو! امیدوں کو کم کرنا، نعمتوں پر شکرادا کرنا اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہد و ورع ہے۔ اگر (دامن امید کو سمیٹنا) تمہارے لئے مشکل ہوجائے تو اتنا تو ہو کہ حرام تمہارے صبر وشکیب پر غالب نہ آ جائے اور نعمتوں کے وقت شکر کو بھول نہ جاؤ۔ خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں کے ذریعے تمہارے لئے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا۔

--☆☆--

(۸۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي صِفَةِ الدُّنْيَا

مَاۤ اَصِفُ مِنْ دَارٍ اَوَّلُهَا عَنَآءٌ! وَ اٰخِرُهَا فَنَآءٌ! فِيْ حَلَالِهَا حِسَابٌ، وَ فِيْ حَرَامِهَا عِقَابٌ. مَنِ اسْتَغْنٰى فِيْهَا فُتِنَ، وَ مَنِ افْتَقَرَ فِيْهَا حَزِنَ، وَ مَنْ سَاعَاهَا فَاتَتْهُ، وَ مَنْ قَعَدَ عَنْهَا وَاتَتْهُ، وَ مَنْ اَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ، وَ مَنْ اَبْصَرَ اِلَيْهَاۤ اَعْمَتْهُ.

اَقُوْلُ: وَ اِذَا تَاَمَّلَ الْمُتَاَمِّلُ قَوْلَهٗ علیہ السلام: «وَ مَنْ اَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ» وَجَدَ تَحْتَهٗ مِنَ الْمَعْنَى الْعَجِيْبِ، وَ الْغَرَضِ الْبَعِيْدِ، مَا لَا تُبْلَغُ غَايَتُهٗ وَ لَا يُدْرَكُ غَوْرُهٗ، وَ لَا سِيَّمَا اِذَا

خطبه (۸۰)

(دنیا کی حقیقت)

میں اس دارِ دنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتدا رنج اور انتہا فنا ہو، جس کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا و عقاب ہو۔ یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے۔ جو دنیا کیلئے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے اس کی دُنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں اور جو کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے دنیا خود ہی اس سے سازگار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کو عبرتوں کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے تو وہ اس کی آنکھوں کو روشن و بینا کر دیتی ہے اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے تو وہ اسے کُور و نابینا بنا دیتی ہے۔[1]

علامہ رضیؒ کہتے ہیں کہ: اگر کوئی غور و فکر کرنے والا حضرتؑ کے اس ارشاد: «وَمَنْ اَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ» (جو اس دنیا کو عبرت حاصل کرنے کیلئے دیکھے تو وہ اسے بصیر و بینا بنا دیتی ہے) کو دقت و غور کی نگاہوں سے دیکھے تو وہ اس میں عجیب و غریب معنی اور گہرے مطالب پائے گا کہ نہ اس کی انتہا تک پہنچ اور نہ اس کے گہراؤ تک رسائی ہو سکتی ہے، خصوصاً اس

قَرَنَ اِلَیْهِ قَوْلَهٗ: «وَ مَنْ اَبْصَرَ اِلَیْهَا اَعْمَتْهُ»، فَاِنَّهٗ یَجِدُ الْفَرْقَ بَیْنَ «اَبْصَرَ بِهَا» وَ «اَبْصَرَ اِلَیْهَا» وَاضِحًا نَیِّرًا وَ عَجِیْبًا بَاهِرًا!.

-----☆☆-----

کے ساتھ یہ جملہ: «وَ مَنْ اَبْصَرَ اِلَیْهَا اَعْمَتْهُ» (اور جو صرف دنیا کو دیکھتا رہے تو وہ اس سے آنکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے) بھی ملا یا جائے تو «اَبْصَرَ بِهَا» اور «اَبْصَرَ اِلَیْهَا» میں واضح فرق محسوس کرے گا اور حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گے۔

--☆☆--

ؒ ”دنیا کی ابتدا مشقت اور انتہا ہلاکت ہے“۔ یہ جملہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے جسے قرآن نے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ﴾[1] (ہم نے انسان کو تعب و مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے) کی لفظوں میں پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے دورِ حیات کی کروٹیں شکم مادر کی تنگنائیوں سے لے کر فضائے عالم کی وسعتوں تک کہیں بھی سکون و قرار سے ہمکنار نہیں ہوتیں۔ جب زندگی سے آشنا ہوتا ہے تو وہ اپنے کو ایک ایسے تیرہ و تار زندان میں جکڑا ہوا پاتا ہے کہ جہاں نہ ہاتھ پیروں کو جنبش دے سکتا ہے اور نہ پہلو بدل سکتا ہے۔ اور جب ان جکڑ بندیوں سے چھٹکارا پا کر دنیا میں آتا ہے تو مختلف صعوبتوں کے دَور سے اسے گزرنا پڑتا ہے۔ ابتدا میں نہ زبان سے بول سکتا ہے کہ اپنے دُکھ دَرد کو بیان کر سکے اور نہ اعضاو جوارح میں سکت رکھتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ صرف اس کی دبی ہوئی سسکیاں اور اشکوں کی روانیاں ہی اس کی ضروریات کا اظہار اور اس کے رنج و قلق کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس دَور کے گزرنے کے بعد جب تعلیم و تربیت کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو بات بات پر ڈانٹ ڈپٹ کی آوازیں اس کا خیر مقدم کرتی ہیں، ہر وقت خوف زدہ اور سہا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جب اس دورِ محکومیت سے نجات پاتا ہے تو اہل و عیال کی بندشوں اور معاش کی فکروں میں گھر جاتا ہے۔ جہاں کبھی ہم پیشہ رقیبوں سے چپقلش، کبھی دشمنوں سے ٹکراؤ، کبھی حوادثِ زمانہ کا مقابلہ، کبھی بیماریوں کا حملہ اور کبھی اولاد کا صدمہ اسے درپیش رہتا ہے، یہاں تک کہ بڑھاپا لاچاریوں اور بے بسیوں کا پیغام لے کر آ پہنچتا ہے اور آخر دل میں حسرت و اندوہ لئے ہوئے اس جہانِ فانی کو خیر باد کہہ دیتا ہے۔

پھر اس دنیا کے متعلق فرماتے ہیں کہ: اس کی حلال چیزوں میں حساب کی موشگافیاں اور حرام چیزوں میں عقاب کی سختیاں ہیں جس سے خوشگوار لذتیں بھی اس کے کام و دہن میں تلخی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر اس دنیا میں مال و دولت کی فراوانی ہو تو انسان ایک ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ جس سے راحت و سکون کو کھو بیٹھتا ہے اور اگر تنگدستی و ناداری ہو تو دولت کے غم میں گھلا جاتا ہے۔ اور جو اس دنیا کیلئے تگ و دو میں لگا رہتا ہے اس کی آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ایک امید بر آتی ہے تو دوسری آرزو کو پورا کرنے کی ہوس دامن گیر ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کی مثال سایہ کی طرح ہے کہ اگر اس کے پیچھے دوڑو تو وہ آگے بھاگتا ہے اور اگر اس سے دامن چھڑا کر پیچھے بھاگو تو وہ پیچھے دوڑنے لگتا ہے، یونہی جو اس دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا تو وہ خود اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو حرص و ہوس کے پھندوں کو توڑ کر بے جا دنیا طلبی سے دست کش ہو جاتا ہے، دنیا اسے بھی حاصل ہوتی ہے اور وہ اس سے محروم نہیں کر دیا جاتا۔ لہٰذا جو شخص دنیا کی سطح سے بلند ہو کر دنیا کو دیکھے اور اس کے احوال و واردات سے عبرت حاصل کرے اور اس کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں سے صانع عالم کی قدرت، تدبیر و حکمت اور رحمت و رأفت اور اس کی

[1] سورۂ بلد، آیت ۴۔

ربوبیت کا پتہ لگائے تو اس کی آنکھیں روشن و بینا ہو جائیں گی اور جو شخص صرف دنیا کی رنگینیوں میں کھو یا رہتا ہے اور اس کی آرائشوں پر مَر مٹتا ہے، تو وہ دیدۂ دل کی روشنی کھو کر اس کی اندھیاریوں ہی میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی لئے قدرت نے ایسی نظروں سے دنیا کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾

کچھ لوگوں کو ہم نے زندگانی دنیا کی شادابی سے بہرہ مند کیا ہے تا کہ ان کو اس سے آزمائیں۔ تم اس متاعِ دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔[1]

☆☆☆☆☆

[1] سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۳۱۔

(۸۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ هِيَ مِنَ الْخُطَبِ الْعَجِيْبَةِ وَ تُسَمَّى «الْغَرَّآءَ»:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَا بِحَوْلِهٖ، وَ دَنَا بِطَوْلِهٖ، مَانِحِ كُلِّ غَنِيْمَةٍ وَّ فَضْلٍ، وَ كَاشِفِ كُلِّ عَظِيْمَةٍ وَ اَزْلٍ. اَحْمَدُهٗ عَلٰى عَوَاطِفِ كَرَمِهٖ، وَ سَوَابِغِ نِعَمِهٖ، وَ اُوْمِنُ بِهٖ اَوَّلًا بَادِيًا، وَ اَسْتَهْدِيْهِ قَرِيْبًا هَادِيًا، وَ اَسْتَعِيْنُهٗ قَادِرًا قَاهِرًا، وَ اَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ كَافِيًا نَاصِرًا. وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ لِاِنْفَاذِ اَمْرِهٖ، وَ اِنْهَآءِ عُذْرِهٖ وَ تَقْدِيْمِ نُذُرِهٖ.

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِیْ ضَرَبَ لَكُمُ الْاَمْثَالَ، وَ وَقَّتَ لَكُمُ الْاٰجَالَ، وَ اَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ، وَ اَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ، وَ اَحَاطَ بِكُمُ الْاِحْصَآءَ، وَ اَرْصَدَ لَكُمُ الْجَزَآءَ، وَ اٰثَرَكُمْ بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ، وَ الرِّفَدِ الرَّوَافِغِ، وَ اَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ الْبَوَالِغِ، فَاَحْصَاكُمْ عَدَدًا، وَ وَظَّفَ لَكُمْ مُدَدًا، فِیْ قَرَارِ خِبْرَةٍ، وَ دَارِ عِبْرَةٍ، اَنْتُمْ مُّخْتَبَرُوْنَ فِيْهَا، وَ مُحَاسَبُوْنَ عَلَيْهَا.

فَاِنَّ الدُّنْيَا رَنِقٌ مَّشْرَبُهَا، رَدِغٌ

خطبہ (۸۱)

اس خطبہ کا نام ”غراء“ ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کے عجیب و غریب خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند، اپنی بخشش کے لحاظ سے قریب ہے۔ ہر نفع و زیادتی کا عطا کرنے والا اور ہر مصیبت و ابتلاء کا دور کرنے والا ہے۔ میں اس کے کرم کی نوازشوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بنا پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، چونکہ وہ اوّل و ظاہر ہے اور اس سے ہدایت چاہتا ہوں، چونکہ وہ قریب تر اور ہادی ہے اور اس سے مدد چاہتا ہوں، چونکہ وہ قادر و توانا ہے اور اس پر بھروسا کرتا ہوں، چونکہ وہ ہر طرح کی کفایت و اعانت کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے عبد و رسول ہیں، جنہیں احکام کے نفاذ اور حجت کے اتمام اور عبرتناک واقعات پیش کر کے پہلے سے متنبہ کر دینے کیلئے بھیجا۔

خدا کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے (سمجھانے کے) لئے مثالیں پیش کیں اور تمہاری زندگی کے اوقات مقرر کئے، تمہیں (مختلف) لباسوں[1] سے ڈھانپا اور تمہارے رزق کا سامان فراواں کیا۔ اس نے تمہارا پورا جائزہ لے رکھا ہے اور تمہارے لئے جزا مقرر کی ہے اور تمہیں اپنی وسیع نعمتوں اور فراخ عطیوں سے نوازا اور مؤثر دلیلوں سے تمہیں متنبہ کر دیا ہے۔ وہ ایک ایک کر کے تمہیں گن چکا ہے اور اس مقامِ آزمائش و محل عبرت میں اس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں۔ اس میں تمہاری آزمائش ہے اور اس کی درآمد و برآمد پر تمہارا حساب ہوگا۔

اس دنیا کا گھاٹ گندلا اور سیراب ہونے کی جگہ کیچڑ سے بھری

مَّشْرَعُهَا، يُوْنِقُ مَنْظَرُهَا، وَ يُوْبِقُ مَخْبَرُهَا، غُرُوْرٌ حَآئِلٌ، وَ ضَوْءٌ اٰفِلٌ، وَ ظِلٌّ زَآئِلٌ، وَ سِنَادٌ مَّآئِلٌ، حَتّٰى اِذَا اَنِسَ نَافِرُهَا، وَ اطْمَاَنَّ نَاكِرُهَا، قَمَصَتْ بِاَرْجُلِهَا، وَ قَنَصَتْ بِاَحْبُلِهَا، وَ اَقْصَدَتْ بِاَسْهُمِهَا، وَ اَعْلَقَتِ الْمَرْءَ اَوْهَاقَ الْمَنِيَّةِ قَآئِدَةً لَّهٗۤ اِلٰى ضَنْكِ الْمَضْجَعِ، وَ وَحْشَةِ الْمَرْجِعِ، وَ مُعَايَنَةِ الْمَحَلِّ، وَ ثَوَابِ الْعَمَلِ، وَ كَذٰلِكَ الْخَلَفُ يَعْقُبُ السَّلَفَ، لَا تُقْلِعُ الْمَنِيَّةُ اخْتِرَامًا، وَ لَا يَرْعَوِى الْبَاقُوْنَ اجْتِرَامًا، يَحْتَذُوْنَ مِثَالًا، وَ يَمْضُوْنَ اَرْسَالًا، اِلٰى غَايَةِ الْاِنْتِهَآءِ، وَ صَيُّوْرِ الْفَنَآءِ.

حَتّٰى اِذَا تَصَرَّمَتِ الْاُمُوْرُ، وَ تَقَضَّتِ الدُّهُوْرُ، وَ اَزِفَ النُّشُوْرُ، اَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَرَآئِحِ الْقُبُوْرِ، وَ اَوْكَارِ الطُّيُوْرِ، وَ اَوْجِرَةِ السِّبَاعِ، وَ مَطَارِحِ الْمَهَالِكِ، سِرَاعًا اِلٰۤى اَمْرِهٖ، مُهْطِعِيْنَ اِلٰى مَعَادِهٖ، رَعِيْلًا صُمُوْتًا، قِيَامًا صُفُوْفًا، يَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَ يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، عَلَيْهِمْ لَبُوْسُ الْاِسْتِكَانَةِ، وَ ضَرَعُ الْاِسْتِسْلَامِ وَ الذِّلَّةِ، قَدْ ضَلَّتِ الْحِيَلُ، وَ انْقَطَعَ الْاَمَلُ، وَ هَوَتِ الْاَفْئِدَةُ كَاظِمَةً، وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ مُهَيْنِمَةً، وَ اَلْجَمَ الْعَرَقُ، وَ عَظُمَ الشَّفَقُ،

ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر خوشنما اور باطن تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکا، غروب ہو جانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ اور جھکا ہوا ستون ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا اس سے دل لگا لیتا ہے اور اجنبی اس سے مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ اپنے پیروں کو اُٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے اور اپنے جال میں پھانس لیتی ہے اور اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیتی ہے اور اس کے گلے میں موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اور وحشت ناک منزل تک لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا (جنت یا دوزخ) دیکھ لے اور اپنے کئے کا نتیجہ پا لے۔ بعد میں آنے والوں کی حالت بھی اگلوں کی سی ہے۔ نہ موت کانٹ چھانٹ سے منہ موڑتی ہے اور نہ باقی رہنے والے گناہ سے باز آتے ہیں۔ باہم ایک دوسرے کے طور طریقوں کی پیروی کرتے ہیں اور یکے بعد دیگرے منزلِ منتہا و مقامِ فنا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

یہاں تک کہ جب تمام معاملات ختم ہو جائیں گے اور دنیا کی عمر تمام ہو جائے گی اور قیامت کا ہنگام آ جائے گا تو اللہ سب کو قبر کے گوشوں[۲]، پرندوں کے گھونسلوں، درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت گاہوں سے نکالے گا، گروہ در گروہ، صامت و ساکت، ایستادہ و صف بستہ امر الٰہی کی طرف بڑھتے ہوئے اور اپنی جائے بازگشت کی جانب دوڑتے ہوئے، نگاہِ قدرت ان پر حاوی اور پکارنے والے کی آواز ان سب کے کان میں آتی ہوئی ہوگی۔ وہ ضعف و بے چارگی کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور عجز و بے کسی کی وجہ سے ذلت ان پر چھائی ہوئی ہوگی، حیلے اور ترکیبیں غائب اور امیدیں منقطع ہو چکی ہوں گی، دل مایوسانہ خاموشیوں کے ساتھ بیٹھتے ہوں گے، آوازیں دَب کر خاموش ہو جائینگی، پسینہ منہ میں پھندا ڈال دے گا، وحشت

وَ اُرْعِدَتِ الْاَسْمَاعُ لِزَبْرَةِ الدَّاعِیْ اِلٰی فَصْلِ الْخِطَابِ، وَ مُقَایَضَةِ الْجَزَآءِ، وَ نَكَالِ الْعِقَابِ، وَ نَوَالِ الثَّوَابِ.

عِبَادٌ مَّخْلُوْقُوْنَ اقْتِدَارًا، وَ مَرْبُوْبُوْنَ اقْتِسَارًا، وَ مَقْبُوْضُوْنَ احْتِضَارًا، وَ مُضَمَّنُوْنَ اَجْدَاثًا، وَ كَآئِنُوْنَ رُفَاتًا، وَ مَبْعُوْثُوْنَ اَفْرَادًا، وَ مَدِیْنُوْنَ جَزَآءً، وَ مُمَیَّزُوْنَ حِسَابًا قَدْ اُمْهِلُوْا فِیْ طَلَبِ الْمَخْرَجِ، وَ هُدُوْا سَبِیْلَ الْمَنْهَجِ، وَ عُمِّرُوْا مَهَلَ الْمُسْتَعْتِبِ، وَ كُشِفَتْ عَنْهُمْ سُدَفُ الرِّیَبِ، وَ خُلُّوْا لِمِضْمَارِ الْجِیَادِ، وَ رَوِیَّةِ الْاِرْتِیَادِ، وَ اَنَاةِ الْمُقْتَبِسِ الْمُرْتَادِ، فِیْ مُدَّةِ الْاَجَلِ، وَ مُضْطَرَبِ الْمَهَلِ.

فَیَالَهَا اَمْثَالًا صَآئِبَةً، وَ مَوَاعِظَ شَافِیَةً، لَوْ صَادَفَتْ قُلُوْبًا زَاكِیَةً، وَ اَسْمَاعًا وَّاعِیَةً، وَ اٰرَآءً عَازِمَةً، وَ اَلْبَابًا حَازِمَةً!.

فَاتَّقُوا اللهَ تَقِیَّةَ مَنْ سَمِعَ فَخَشَعَ، وَ اقْتَرَفَ فَاعْتَرَفَ، وَ وَجِلَ فَعَمِلَ، وَ حَاذَرَ فَبَادَرَ، وَ اَیْقَنَ فَاَحْسَنَ، وَ عُبِّرَ فَاعْتَبَرَ، وَ حُذِّرَ فَازْدَجَرَ، وَ اَجَابَ فَاَنَابَ، وَ رَجَعَ فَتَابَ،

بڑھ جائے گی اور جب انہیں آخری فیصلہ سنانے، عملوں کا معاوضہ دینے اور عذاب وعقوبت اور اجر وثواب کیلئے بُلایا جائے گا تو پکارنے والے کی گرجدار آواز سے کان لرز اٹھیں گے۔

یہ بندے اس کے اقتدار کا ثبوت دینے کیلئے وجود میں آئے ہیں اور غلبہ وتسلط کے ساتھ ان کی تربیت ہوئی ہے۔ نزع کے وقت ان کی روحیں قبض کر لی جاتی ہیں اور قبروں میں رکھ دیئے جاتے ہیں، (جہاں) یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور (پھر) قبروں سے اکیلے اٹھائے جائیں گے اور عملوں کے مطابق جزا پائیں گے اور سب کو الگ الگ حساب دینا ہوگا۔ انہیں دنیا میں رہتے ہوئے گلوخلاصی کا موقع دیا گیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا جا چکا تھا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مہلت بھی دی گئی تھی، شک وشبہات کی تاریکیاں ان سے دُور کر دی گئی تھیں اور اس مدتِ حیات و آماجگاہ عمل میں انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ آخرت میں دوڑ لگانے کی تیاری اور سوچ بچار سے مقصد کی تلاش کر لیں اور اتنی مہلت پائیں جتنی فوائد کے حاصل کرنے اور اپنی آئندہ منزل کا سامان کرنے کیلئے ضروری ہے۔

یہ کتنی ہی صحیح مثالیں اور شفا بخش نصیحتیں ہیں، بشرطیکہ انہیں پاکیزہ دل اور سننے والے کان اور مضبوط رائیں اور ہوشیار عقلیں نصیب ہوں۔

اللہ سے ڈرو! اس شخص کے مانند جس نے نصیحت کی باتوں کو سُنا تو جھک گیا، گناہ کیا تو اس کا اعتراف کیا، ڈرا تو عمل کیا، خوف کیا تو نیکیوں کی طرف بڑھا، قیامت کا یقین کیا تو اچھے اعمال بجالایا، عبرتیں دلائی گئیں تو اس نے عبرت حاصل کی اور خوف دلایا گیا تو بُرائیوں سے رُک گیا اور (اللہ کی پکار پر) لبیک کہی تو پھر اس کی طرف رخ موڑ لیا اور

وَ اقْتَدٰی فَاحْتَذٰی، وَ اُرِیَ فَرَاٰی، فَاَسْرَعَ طَالِبًا، وَ نَجَا هَارِبًا، فَاَفَادَ ذَخِیْرَةً، وَ اَطَابَ سَرِیْرَةً، وَ عَمَّرَ مَعَادًا، وَ اسْتَظْهَرَ زَادًا لِیَوْمِ رَحِیْلِهٖ وَ وَجْهِ سَبِیْلِهٖ، وَ حَالِ حَاجَتِهٖ، وَ مَوْطِنِ فَاقَتِهٖ، وَ قَدَّمَ اَمَامَهٗ لِدَارِ مُقَامِهٖ.

اس کی طرف توبہ و اِنابت کے ساتھ متوجہ ہوا، (اَگلوں کی) پوری پوری پیروی کی اور حق کے دکھائے جانے پر اسے دیکھ لیا۔ ایسا شخص طلبِ حق کیلئے سرگرم عمل رہا اور (دنیا کے بندھنوں سے) چھوٹ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے لئے ذخیرہ فراہم کیا اور باطن کو پاک و صاف رکھا اور آخرت کا گھر آباد کر لیا۔ سفرِ آخرت اور اس کی راہ نوردی کیلئے اور احتیاج کے مواقع اور فقر و فاقہ کے مقامات کے پیشِ نظر اس نے زاد اپنے ہمراہ بار کر لیا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ! جِهَةَ مَا خَلَقَكُمْ لَهٗ، وَ احْذَرُوْا مِنْهُ كُنْهَ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَّفْسِهٖ، وَ اسْتَحِقُّوْا مِنْهُ مَاۤ اَعَدَّ لَكُمْ بِالتَّنَجُّزِ لِصِدْقِ مِیْعَادِهٖ، وَ الْحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهٖ.

اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیشِ نظر اس سے ڈرتے رہو اور جس حد تک اس نے تمہیں ڈرایا ہے اس حد تک اس سے خوف کھاتے رہو اور اس سے اس کے سچے وعدے کا ایفاء چاہتے ہوئے اور ہولِ قیامت سے ڈرتے ہوئے ان چیزوں کا استحقاق پیدا کرو جو اس نے تمہارے لئے مہیا کر رکھی ہیں۔

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ میں یہ بھی الفاظ ہیں]

جَعَلَ لَكُمْ اَسْمَاعًا لِّتَعِیَ مَا عَنَاهَا، وَ اَبْصَارًا لِّتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا، وَ اَشْلَآءً جَامِعَةً لِّاَعْضَآئِهَا، مُلَآئِمَةً لِاَحْنَآئِهَا فِیْ تَرْكِیْبِ صُوَرِهَا، وَ مُدَدِ عُمُرِهَا، بِاَبْدَانٍ قَآئِمَةٍ بِاَرْفَاقِهَا، وَ قُلُوْبٍ رَآئِدَةٍ لِّاَرْزَاقِهَا، فِیْ مُجَلِّلَاتِ نِعَمِهٖ، وَ مُوْجِبَاتِ مِنَنِهٖ، وَ حَوَاجِزِ عَافِیَتِهٖ.

اس نے تمہارے لئے کان بنائے تا کہ ضروری اور اہم چیزوں کو سن کر محفوظ رکھیں اور اس نے تمہیں آنکھیں دی ہیں تا کہ وہ کوری و بے بصری سے نکل کر روشن و ضیاء بار ہوں اور جسم کے مختلف حصے جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضاء ہیں جن کے پیچ و خم ان کی مناسبت سے ہیں۔ اپنی صورتوں کی ترکیب اور عمر کی مدتوں کے تناسب کے ساتھ ساتھ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنے ضروریات کو پورا کر رہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں جو اپنی غذائے روحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ علاوہ دیگر بڑی نعمتوں اور احسان مند بنانے والی بخششوں اور سلامتی کے حصاروں کے۔

وَ قَدَّرَ لَكُمْ اَعْمَارًا سَتَرَهَا عَنْكُمْ،

اور اس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں جنہیں تم سے مخفی رکھا ہے

وَ خَلَّفَ لَكُمْ عِبَرًا مِّنْ اٰثَارِ الْمَاضِيْنَ قَبْلَكُمْ، مِنْ مُّسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ، وَ مُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ. اَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَايَا دُوْنَ الْاٰمَالِ، وَ شَذَّبَهُمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْاٰجَالِ، لَمْ يَمْهَدُوْا فِیْ سَلَامَةِ الْاَبْدَانِ، وَ لَمْ يَعْتَبِرُوْا فِیْۤ اُنُفِ الْاَوَانِ.

اور گزشتہ لوگوں کے حالات و واقعات سے تمہارے لئے عبرت اندوزی کے مواقع باقی رکھ چھوڑے ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنے حظ ونصیب سے لذت اندوز تھے اور کھلے بندوں آزاد پھرتے تھے، کس طرح امیدوں کے برآنے سے پہلے موت نے انہیں جالیا اور عمر کے ہاتھ نے انہیں ان امیدوں سے دُور کر دیا۔ اس وقت انہوں نے کچھ سامان نہ کیا کہ جب بدن تندرست تھے اور اس وقت عبرت و نصیحت حاصل نہ کی کہ جب جوانی کا دَور تھا۔

فَهَلْ يَنْتَظِرُ اَهْلُ بَضَاضَةِ الشَّبَابِ اِلَّا حَوَانِیَ الْهَرَمِ؟ وَ اَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ اِلَّا نَوَازِلَ السَّقَمِ؟ وَ اَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَآءِ اِلَّاۤ اٰوِنَةَ الْفَنَآءِ؟ مَعَ قُرْبِ الزِّيَالِ، وَ اُزُوْفِ الْاِنْتِقَالِ، وَ عَلَزِ الْقَلَقِ، وَ اَلَمِ الْمَضَضِ، وَ غُصَصِ الْجَرَضِ، وَ تَلَفُّتِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِنُصْرَةِ الْحَفَدَةِ وَ الْاَقْرِبَآءِ، وَ الْاَعِزَّةِ وَ الْقُرَنَآءِ! فَهَلْ دَفَعَتِ الْاَقَارِبُ، اَوْ نَفَعَتِ النَّوَاحِبُ؟

کیا یہ بھرپور جوانی والے، کمر جھکا دینے والے بڑھاپے کے منتظر ہیں اور صحت کی تروتازگی والے ٹوٹ پڑنے والی بیماریوں کے انتظار میں ہیں اور یہ زندگی والے فنا کی گھڑیاں دیکھ رہے ہیں؟ جب چل چلاؤ کا ہنگام نزدیک اور کوچ قریب ہوگا اور (بستر مرگ پر) قلق و اضطراب کی بےقراریاں اور سوز و تپش کی بےچینیاں اور لعابِ دہن کے پھندے ہوں گے اور عزیز و اقارب اور اولاد و احباب سے مدد کیلئے فریاد کرتے ہوئے ادھر ادھر کروٹیں بدلنے کا وقت آ گیا ہوگا تو کیا قریبیوں نے موت کو روک لیا، یا رونے والیوں کے (رونے نے) کچھ فائدہ پہنچایا۔

وَ قَدْ غُوْدِرَ فِیْ مَحَلَّةِ الْاَمْوَاتِ رَهِيْنًا، وَ فِیْ ضِيْقِ الْمَضْجَعِ وَحِيْدًا، قَدْ هَتَكَتِ الْهَوَامُّ جِلْدَتَهٗ، وَ اَبْلَتِ النَّوَاهِكُ جِدَّتَهٗ، وَ عَفَتِ الْعَوَاصِفُ اٰثَارَهٗ، وَ مَحَا الْحَدَثَانُ مَعَالِمَهٗ، وَ صَارَتِ الْاَجْسَادُ شَحِبَةً بَعْدَ بَضَّتِهَا، وَ الْعِظَامُ نَخِرَةً بَعْدَ قُوَّتِهَا، وَ الْاَرْوَاحُ مُرْتَهَنَةً بِثِقَلِ اَعْبَآئِهَا، مُوْقِنَةً

اسے تو قبرستان میں قبر کے ایک تنگ گوشے کے اندر جکڑ باندھ کر اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے، سانپ اور بچھوؤں نے اس کی جلد کو چھلنی کر دیا ہے اور (وہاں کی) پامالیوں نے اس کی تروتازگی کو فنا کر دیا ہے، آندھیوں نے اس کے آثار مٹا ڈالے اور حادثات نے اس کے نشانات تک محو کر دیئے۔ تروتازہ جسم لاغر و پژمردہ ہو گئے، ہڈیاں گل سڑ گئیں اور رُوحیں (گناہ کے) بارِ گراں کے نیچے دبی پڑی ہیں اور غیب کی خبروں پر یقین کر چکی ہیں، لیکن ان کیلئے اب

بِغَيْبِ اَنْبَآئِهَا، لَا تُسْتَزَادُ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا، وَلَا تُسْتَعْتَبُ مِنْ سَيِّئِ زَلَلِهَا!.

اَوَ لَسْتُمْ اَبْنَآءَ الْقَوْمِ وَ الْاٰبَآءَ، وَ اِخْوَانَهُمْ وَالْاَقْرِبَآءَ؟ تَحْتَذُوْنَ اَمْثِلَتَهُمْ، وَ تَرْكَبُوْنَ قِدَّتَهُمْ، وَ تَطَؤُوْنَ جَادَّتَهُمْ؟! فَالْقُلُوْبُ قَاسِيَةٌ عَنْ حَظِّهَا، لَاهِيَةٌ عَنْ رُشْدِهَا، سَالِكَةٌ فِیْ غَيْرِ مِضْمَارِهَا! كَاَنَّ الْمَعْنِیَّ سِوَاهَا، وَ كَاَنَّ الرُّشْدَ فِیْۤ اِحْرَازِ دُنْيَاهَا.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ مَجَازَكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ وَ مَزَالِقِ دَحْضِهٖ، وَ اَهَاوِيْلِ زَلَلِهٖ، وَ تَارَاتِ اَهْوَالِهٖ.

فَاتَّقُوا اللّٰهَ تَقِيَّةَ ذِیْ لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ قَلْبَهٗ، وَ اَنْصَبَ الْخَوْفُ بَدَنَهٗ، وَ اَسْهَرَ التَّهَجُّدُ غِرَارَ نَوْمِهٖ، وَ اَظْمَاَ الرَّجَآءُ هَوَاجِرَ يَوْمِهٖ، وَ ظَلَفَ الزُّهْدُ شَهَوَاتِهٖ، وَ اَوْجَفَ الذِّكْرُ بِلِسَانِهٖ، وَ قَدَّمَ الْخَوْفَ لِاَمَانِهٖ، وَ تَنَكَّبَ الْمَخَالِجَ عَنْ وَّضَحِ السَّبِيْلِ، وَ سَلَكَ اَقْصَدَ الْمَسَالِكَ اِلَى النَّهْجِ الْمَطْلُوْبِ، وَ لَمْ تَفْتِلْهُ فَاتِلَاتُ الْغُرُوْرِ، وَ لَمْ تَعْمَ عَلَيْهِ مُشْتَبِهَاتُ الْاُمُوْرِ، ظَافِرًۢا بِفَرْحَةِ الْبُشْرٰى، وَ رَاحَةِ النُّعْمٰى،

نہ اچھے عملوں میں اضافہ کی کوئی صورت اور نہ بداعمالیوں سے توبہ کی کچھ گنجائش ہے۔

کیا تم انہی مر چکنے والوں کے بیٹے، باپ، بھائی اور قریبی نہیں ہو؟ آخر تمہیں بھی تو ہُو بہو انہی کے سے حالات کا سامنا کرنا اور انہی کی راہ پر چلنا ہے اور انہی کی شاہراہ پر گزرنا ہے۔ مگر دل اب بھی حظ وسعادت سے بے رغبت اور ہدایت سے بے پروا ہیں اور غلط میدان میں جا رہے ہیں۔ گویا ان کے علاوہ کوئی اور مراد ومخاطب ہے اور گویا ان کیلئے دنیا سمیٹ لینا ہی صحیح راستہ ہے۔

یاد رکھو کہ تمہیں گزرنا ہے صراط پر اور وہاں کی ایسی جگہوں پر جہاں قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں اور پیر پھسل جاتے ہیں اور قدم قدم پر خوف ودہشت کے خطرات ہیں۔

اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح وہ مردِ زیرک ودانا ڈرتا ہے کہ جس کے دل کو (عقبیٰ کی) سوچ بچار نے اور چیزوں سے غافل کر دیا ہو اور خوف نے اس کے بدن کو تعب وکلفت میں ڈال دیا ہو اور نمازِ شب نے اس کی تھوڑی بہت نیند کو بھی بیداری سے بدل دیا ہو اور امید ثواب میں اس کے دن کی تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزرتی ہوں اور زہد وورع نے اس کی خواہشوں کو روک دیا ہو اور ذکر الٰہی سے اس کی زبان ہر وقت حرکت میں ہو، خطروں کے آنے سے پہلے اس نے خوف کھایا ہو اور کٹی پھٹی راہوں سے بچتا ہوا سیدھی راہ پر ہو لیا ہو اور راہِ مقصود پر آنے کیلئے سیدھا راستہ اختیار کیا ہو، نہ خوش فریبیوں نے اس میں پیچ وتاب پیدا کیا ہو اور نہ مشتبہ باتوں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہو، بشارت کی خوشیوں اور نعمت کی آسائشوں کو پا کر میٹھی نیند

فِیْۤ اَنْعَمِ نَوْمِهٖ، وَ اٰمَنِ یَوْمِهٖ. قَدْ عَبَرَ مَعْبَرَ الْعَاجِلَةِ حَمِیْدًا، وَ قَدَّمَ زَادَ الْاٰجِلَةِ سَعِیْدًا، وَ بَادَرَ مِنْ وَّجَلٍ، وَ اَكْمَشَ فِیْ مَهَلٍ، وَ رَغِبَ فِیْ طَلَبٍ، وَ ذَهَبَ عَنْ هَرَبٍ، وَ رَاقَبَ فِیْ یَوْمِهٖ غَدَهٗ، وَ نَظَرَ قُدُمًا اَمَامَهٗ.

فَكَفٰى بِالْجَنَّةِ ثَوَابًا وَّ نَوَالًا، وَ كَفٰى بِالنَّارِ عِقَابًا وَّ وَبَالًا! وَ كَفٰى بِاللّٰهِ مُنْتَقِمًا وَّ نَصِیْرًا! وَ كَفٰى بِالْكِتَابِ حَجِیْجًا وَّ خَصِیْمًا!.

اُوْصِیْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَعْذَرَ بِمَاۤ اَنْذَرَ، وَ احْتَجَّ بِمَا نَهَجَ، وَ حَذَّرَكُمْ عَدُوًّا نَّفَذَ فِی الصُّدُوْرِ خَفِیًّا، وَ نَفَثَ فِی الْاٰذَانِ نَجِیًّا، فَاَضَلَّ وَ اَرْدٰى، وَ وَعَدَ فَمَنّٰى، وَ زَیَّنَ سَیِّئَاتِ الْجَرَآئِمِ، وَ هَوَّنَ مُوْبِقَاتِ الْعَظَآئِمِ، حَتّٰۤى اِذَا اسْتَدْرَجَ قَرِیْنَتَهٗ، وَ اسْتَغْلَقَ رَهِیْنَتَهٗ، اَنْكَرَ مَا زَیَّنَ، وَ اسْتَعْظَمَ مَا هَوَّنَ، وَ حَذَّرَ مَاۤ اَمَّنَ.

سوتا ہے اور امن چین سے دن گزارتا ہے، وہ دنیا کی عبور گاہ سے قابلِ تعریف سیرت کے ساتھ گزر گیا اور آخرت کی منزل پر سعادتوں کے ساتھ پہنچا، (وہاں کے) خطروں کے پیش نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا اور اچھائیوں کیلئے اس وقفہ حیات میں تیز گام چلا، طلبِ آخرت میں دلجمعی و رغبت سے بڑھتا گیا اور برائیوں سے بھاگتا رہا اور آج کے دن کل کا خیال رکھا اور پہلے سے اپنے آگے کی ضرورتوں پر نظر رکھی۔

بخشش وعطا کیلئے جنت اور عقاب وعذاب کیلئے دوزخ سے بڑھ کر کیا ہوگا اور انتقام لینے اور مدد کرنے کیلئے اللہ سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے؟ اور سند و حجت بن کر اپنے خلاف سامنے آنے کیلئے قرآن سے بڑھ کر کیا ہے؟

میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے ڈرانے والی چیزوں کے ذریعے عذر تراشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی اور سیدھی راہ دکھا کر حجت تمام کر دی ہے اور تمہیں اُس دشمن سے ہوشیار کر دیا ہے جو چپکے سے سینوں میں نفوذ کر جاتا ہے اور کانا پھوسی کرتے ہوئے کانوں میں پھونک دیتا ہے۔ چنانچہ وہ گمراہ کر کے تباہ و برباد کر دیتا ہے اور وعدے کر کے طفل تسلیوں سے ڈھارس بندھائے رکھتا ہے۔ (پہلے تو) بڑے سے بڑے جرموں کو سنوار کر سامنے لاتا ہے اور بڑے بڑے مہلک گناہوں کو ہلکا اور سبک کر کے دکھاتا ہے اور جب بہکائے ہوئے نفس کو گمراہی کے ڈھرے پر لگا دیتا ہے اور اسے اپنے پھندوں میں اچھی طرح جکڑ لیتا ہے تو جسے سجایا تھا اُس کو برا کہنے لگتا ہے اور جسے ہلکا اور سبک دکھایا تھا اس کی گراں باری واہمیت بتاتا ہے اور جس سے مطمئن اور بے خوف کیا تھا اس سے ڈرانے لگتا ہے۔

[وَ مِنْهَا: فِیْ صِفَةِ خَلْقِ الْاِنْسَانِ]

اَمْ هٰذَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهٗ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْحَامِ، وَ شُغُفِ الْاَسْتَارِ، نُطْفَةً دِهَاقًا، وَ عَلَقَةً مُّحَاقًا، وَ جَنِیْنًا وَّ رَاضِعًا، وَ وَلِیْدًا وَّ یَافِعًا. ثُمَّ مَنَحَهٗ قَلْبًا حَافِظًا، وَ لِسَانًا لَّافِظًا، وَ بَصَرًا لَّاحِظًا، لِیَفْهَمَ مُعْتَبِرًا، وَ یُقَصِّرَ مُزْدَجِرًا.

حَتّٰۤی اِذَا قَامَ اعْتِدَالُهٗ، وَ اسْتَوٰی مِثَالُهٗ، نَفَرَ مُسْتَكْبِرًا، وَ خَبَطَ سَادِرًا، مَاتِحًا فِیْ غَرْبِ هَوَاهُ، كَادِحًا سَعْیًا لِّدُنْیَاهُ، فِیْ لَذَّاتِ طَرَبِهٖ، وَ بَدَوَاتِ اَرَبِهٖ، لَا یَحْتَسِبُ رَزِیَّةً، وَ لَا یَخْشَعُ تَقِیَّةً، فَمَاتَ فِیْ فِتْنَتِهٖ غَرِیْرًا، وَ عَاشَ فِیْ هَفْوَتِهٖ یَسِیْرًا، لَمْ یُفِدْ عِوَضًا، وَ لَمْ یَقْضِ مُفْتَرَضًا.

دَهِمَتْهُ فَجَعَاتُ الْمَنِیَّةِ فِیْ غُبَّرِ جِمَاحِهٖ، وَ سَنَنِ مِرَاحِهٖ، فَظَلَّ سَادِرًا، وَ بَاتَ سَاهِرًا، فِیْ غَمَرَاتِ الْاٰلَامِ، وَ طَوَارِقِ الْاَوْجَاعِ وَ الْاَسْقَامِ، بَیْنَ اَخٍ شَقِیْقٍ، وَ وَالِدٍ شَفِیْقٍ، وَ دَاعِیَةٍ بِالْوَیْلِ جَزَعًا، وَ لَادِمَةٍ لِّلصَّدْرِ

[اسی خطبے کا ایک جزیہ ہے کہ جس میں انسان کی پیدائش کا بیان ہے]

یا پھر اسے دیکھو جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا، جو ایک (جراثیمِ حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل وصورت کا منجمد خون تھا، (پھر انسانی خط وخال کے سانچے میں ڈھل کر) جنین بنا اور (پھر) طفل شیر خوار اور (پھر حدِ رضاعت سے نکل کر)، طفل (نوخیز) اور (پھر) پورا پورا جوان ہوا۔ (پھر) اللہ نے اسے نگہداشت کرنیوالا دل اور بولنے والی زبان اور دیکھنے والی آنکھیں دیں تا کہ عبرت حاصل کرتے ہوئے کچھ سمجھے بوجھے اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے۔

مگر ہوا یہ کہ جب اس (کے اعضاء) میں توازن و اعتدال پیدا ہو گیا اور اس کا قد وقامت اپنی بلندی پر پہنچ گیا تو غرور وسرمستی میں آ کر (ہدایت سے) بھڑک اٹھا اور اندھا دھند بھٹکنے لگا۔ اس طرح کہ رندی و ہوسنا کی کے ڈول بھر بھر کے کھینچ رہا تھا اور نشاط وطرب کی کیفیتوں اور ہوس بازی کی تمناؤں کو پورا کرنے میں جان کھپائے ہوئے تھا۔ نہ کسی مصیبت کو خاطر میں لاتا تھا، نہ کسی ڈر اندیشے کا اثر لیتا تھا۔ آخر انہی شوریدگیوں میں غافل و مدہوش حالت میں مر گیا اور جو تھوڑی بہت زندگی تھی اسے بیہودگیوں میں گزار گیا۔ نہ ثواب کمایا نہ کوئی فریضہ پورا کیا۔

ابھی وہ باقی ماندہ سرکشیوں کی راہ ہی میں تھا کہ موت لانے والی بیماریاں اس پو ٹوٹ پڑیں کہ وہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا اور اس نے رات اندوہ ومصیبت کی کلفتوں اور درد وآلام کی سختیوں میں جاگتے ہوئے اس طرح گزار دی کہ وہ حقیقی بھائی، مہربان باپ، بے چینی سے فریاد کرنے والی ماں اور بے قراری سے سینہ کوٹنے والی بہن کے سامنے

قَلَقًا. وَ الْمَرْءُ فِيْ سَكْرَةٍ مُّلْهِيَةٍ، وَ غَمْرَةٍ كَارِثَةٍ، وَ اَنَّةٍ مُّوْجِعَةٍ، وَ جَذْبَةٍ مُّكْرِبَةٍ وَّ سَوْقَةٍ مُّتْعِبَةٍ.

ثُمَّ اُدْرِجَ فِيْۤ اَكْفَانِهٖ مُبْلِسًا، وَ جُذِبَ مُنْقَادًا سَلِسًا، ثُمَّ اُلْقِيَ عَلَى الْاَعْوَادِ رَجِيْعَ وَصَبٍ، وَ نِضْوَ سَقَمٍ، تَحْمِلُهٗ حَفَدَةُ الْوِلْدَانِ، وَ حَشَدَةُ الْاِخْوَانِ، اِلٰى دَارِ غُرْبَتِهٖ، وَ مُنْقَطَعِ زَوْرَتِهٖ.

حَتّٰۤى اِذَا انْصَرَفَ الْمُشَيِّعُ، وَ رَجَعَ الْمُتَفَجِّعُ اُقْعِدَ فِيْ حُفْرَتِهٖ نَجِيًّا، لِبَهْتَةِ السُّؤَالِ، وَ عَثْرَةِ الْاِمْتِحَانِ. وَ اَعْظَمُ مَا هُنَالِكَ بَلِيَّةً نُّزُوْلُ الْحَمِيْمِ، وَ تَصْلِيَةُ الْجَحِيْمِ، وَ فَوْرَاتُ السَّعِيْرِ، وَ سَوْرَاتُ الزَّفِيْرِ، لَا فَتْرَةٌ مُّرِيْحَةٌ، وَ لَا دَعَةٌ مُّزِيْحَةٌ، وَ لَا قُوَّةٌ حَاجِزَةٌ، وَ لَا مَوْتَةٌ نَّاجِزَةٌ، وَ لَا سِنَةٌ مُّسَلِّيَةٌ، بَيْنَ اَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ، وَ عَذَابِ السَّاعَاتِ! اِنَّا بِاللّٰهِ عَآئِذُوْنَ!.

عِبَادَ اللّٰهِ! اَيْنَ الَّذِيْنَ عُمِّرُوْا فَنَعِمُوْا، وَ عُلِّمُوْا فَفَهِمُوْا، وَ اُنْظِرُوْا فَلَهَوْا، وَ سَلِمُوْا فَنَسُوْا؟ اُمْهِلُوْا طَوِيْلًا،

سکرات کی مدہوشیوں اور سخت بدحواسیوں اور دردناک چیخوں اور سانس اُکھڑنے کی بے چینیوں اور نزع کی درماندہ کر دینے والی شدتوں میں پڑا ہوا تھا۔

پھر اسے کفن میں نامرادی کے عالم میں لپیٹ دیا گیا اور وہ بڑے چپکے سے بلا مزاحمت دوسروں کی نقل وحرکت کا پابند رہا۔ پھر اسے تختے پر ڈالا گیا، اس عالم میں کہ وہ محنت ومشقت سے خستہ حال اور بیماریوں کے سبب سے نڈھال ہو چکا تھا۔ اسے سہارا دینے والے نوجوانوں اور تعاون کرنے والے بھائیوں نے کاندھا دے کر پردیس کے گھر تک پہنچا دیا کہ جہاں میل ملاقات کے سارے سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں۔

اور جب مشایعت کرنے والے اور مصیبت زدہ (عزیز واقارب) پلٹ آئے تو اُسے قبر کے گڑھے میں اٹھا کر بٹھا دیا گیا۔ فرشتوں کے سوال و جواب کے واسطے سوال کی دہشتوں اور امتحان کی ٹھوکریں کھانے کیلئے اور پھر وہاں کی سب سے بڑی آفت کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی اور جہنم میں داخل ہونا ہے اور دوزخ کی لپٹیں اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تیزیاں ہیں۔ نہ اس میں راحت کیلئے کوئی وقفہ ہے اور نہ سکون و راحت کیلئے کچھ دیر کیلئے بچاؤ ہے، نہ روکنے والی کوئی قوت ہے اور نہ اب سکون دینے والی موت، نہ تکلیف کو بھلا دینے کیلئے نیند، بلکہ وہ ہر وقت قسم قسم کی موتوں اور گھڑی گھڑی کے (نت نئے) عذابوں میں ہوگا۔ ہم اللہ ہی سے پناہ کے خواستگار ہیں۔

اللہ کے بندو! وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں عمریں دی گئیں تو وہ نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے اور انہیں بتایا گیا تو وہ سب کچھ سمجھ گئے اور وقت دیا گیا تو انہوں نے وقت غفلت میں گزار دیا اور صحیح وسالم رکھے گئے تو اس نعمت کو بھول گئے۔ انہیں لمبی مہلت دی گئی تھی، اچھی

وَ مُنِحُوا جَمِيلًا، وَ حُذِّرُوا اَلِيمًا، وَ وُعِدُوا جَسِيمًا! احْذَرُوا الذُّنُوبَ الْمُوَرِّطَةَ، وَالْعُيُوبَ الْمُسْخِطَةَ.

اُولِي الْاَبْصَارِ وَ الْاَسْمَاعِ، وَ الْعَافِيَةِ وَ الْمَتَاعِ! هَلْ مِنْ مَّنَاصٍ اَوْ خَلَاصٍ، اَوْ مَعَاذٍ اَوْ مَلَاذٍ، اَوْ فِرَارٍ اَوْ مَحَارٍ! اَمْ لَا؟ ﴿فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۝﴾! اَمْ اَيْنَ تُصْرَفُوْنَ! اَمْ بِمَاذَا تَغْتَرُّوْنَ؟ وَ اِنَّمَا حَظُّ اَحَدِكُمْ مِنَ الْاَرْضِ، ذَاتِ الطُّوْلِ وَ الْعَرْضِ، قِيْدُ قَدِّهٖ، مُتَعَفِّرًا عَلٰى خَدِّهٖ!.

اَلْاٰنَ عِبَادَ اللهِ! وَ الْخِنَاقُ مُهْمَلٌ، وَ الرُّوْحُ مُرْسَلٌ، فِیْ فَيْنَةِ الْاِرْشَادِ، وَ رَاحَةِ الْاَجْسَادِ، وَ بَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ، وَ مَهَلِ الْبَقِيَّةِ، وَ اُنُفِ الْمَشِيَّةِ، وَ اِنْظَارِ التَّوْبَةِ، وَ انْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنْكِ وَ الْمَضِيْقِ، وَ الرَّوْعِ وَ الزُّهُوْقِ، وَ قَبْلَ قُدُوْمِ الْغَآئِبِ الْمُنْتَظَرِ، وَاِخْذَةِ الْعَزِيْزِ الْمُقْتَدِرِ.

وَ فِی الْخَبَرِ: اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا خَطَبَ بِهٰذِهِ الْخُطْبَةِ اقْشَعَرَّتْ لَهَا الْجُلُوْدُ، وَ بَكَتِ الْعُيُوْنُ، وَ رَجَفَتِ الْقُلُوْبُ. وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّسَمِّیْ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ: «الْغَرَّآءَ».

-----☆☆-----

چیزیں بھی انہیں بخشی گئی تھیں، دردناک عذاب سے انہیں ڈرایا بھی گیا تھا اور بڑی چیزوں کے ان سے وعدے بھی کئے گئے تھے۔ (تو اب تم ہی) ورطۂ ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں اور اللہ کو ناراض کرنے والی خطاؤں سے بچتے رہو۔

اے چشم و گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا ہے؟ بھاگ نکلنے کا موقع یا پھر دنیا میں پلٹ کر آنے کی کوئی صورت ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو؟ اور کدھر کا رخ کئے ہوئے ہو؟ یا کن چیزوں کے فریب میں آ گئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد بھر کا ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بل پڑا ہوگا۔

یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو، جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے اور روح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت اور مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت اور ازسرنو اختیار سے کام لینے کے مواقع اور توبہ کی گنجائش اور اطمینان کی حالت میں، قبل اس کے کہ تنگی و ضیق میں پڑ جائے اور خوف و اضمحلال اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت آ جائے اور قادر و غالب کی گرفت اسے جکڑ لے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: وارد ہوا ہے کہ جب حضرتؑ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تو بدن لرزنے لگے، رونگٹے کھڑے ہو گئے، آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور دل کانپ اُٹھے۔ بعض لوگ اس خطبہ کو ”خطبۂ غراء“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

--☆☆--

۱ے خداوند عالم نے ہر جاندار کو قدرتی لباس سے آراستہ کیا ہے جو سردی اور گرمی میں اس کیلئے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی کو پَروں میں ڈھانپ رکھا ہے اور کسی کو اونی لبادے اُڑھا دیئے ہیں، مگر انسانی شعور کی بلندی اور اس کی شرم وحیا کا جوہر دوسری مخلوقات سے امتیاز چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کے امتیاز کو برقرار رکھنے کیلئے اسے تن پوشی کے طریقے بتائے گئے۔ اسی فطری تقاضے کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے بدن سے لباس اتروالیا گیا تو انہوں نے جنت کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کر لی جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ط﴾

جب ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) کو چکھا تو اُن کے لباس اتر گئے اور بہشت کے پتوں کو جوڑ کر اپنے اوپر ڈھانپنے لگے۔[1]

یہ اس عتاب کا نتیجہ تھا جو ترکِ اَولیٰ کی وجہ سے ہوا تھا۔ تو جب لباس کا اُتروانا عتاب کا اظہار ہے تو اس کا پہنانا لطف واحسان ہوگا اور یہ چونکہ انسان کیلئے مخصوص ہے، اس لئے خصوصیت سے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۲ے مقصد یہ ہے کہ خداوندِ عالم تمام مرنے والوں کو محشور کرے گا۔ خواہ وہ درندوں کا لقمہ اور گوشت خور پرندوں کی غذا بن کر ان کے جزوِ بدن ہو چکے ہوں۔ اس سے ان حکماء کی ردّ مقصود ہے کہ جو «اَلْمَعْدُوْمُ لَا يُعَادُ» (اعادہ معدوم محال ہے) کی بنا پر معادِ جسمانی کے قائل نہیں ہیں۔

ان کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو کر معدوم ہو جائے، وہ بعینہٖ دوبارہ پلٹ نہیں سکتی، لہٰذا کائنات کے مٹ جانے کے بعد کسی چیز کا دوبارہ پلٹ کر آنا ناممکن ہے، لیکن یہ عقیدہ درست نہیں۔ کیونکہ اجزاء کا منتشر و پاشاں ہو جانا ان کا نابود ہو جانا نہیں ہے کہ ان کے دوبارہ ترکیب پا کر یکجا ہونے کو ''اعادہ معدوم'' سے تعبیر کیا جائے، بلکہ متفرق و پراگندہ اجزاء کسی نہ کسی شکل وصورت میں موجود رہتے ہیں۔

البتہ اس سلسلہ میں یہ اعتراض کچھ وزن رکھتا ہے کہ جب ہر شخص کو بعینہٖ اپنے اجزاء کے ساتھ محشور ہونا ہے تو درصورتیکہ ایک انسان دوسرے انسان کو نگل چکا ہوگا اور ایک کے اجزائے بدن دوسرے کے اجزائے بدن بن چکے ہوں گے تو ان دونوں کو انہی کے اجزائے بدن کے ساتھ کیونکر پلٹانا ممکن ہوگا، جب کہ اس سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی کا رونما ہونا ضروری ہے۔

اس کا جواب متکلمین نے یہ دیا ہے کہ ہر بدن میں کچھ اجزاء اصلی ہوتے ہیں اور کچھ اجزاء غیر اصلی۔ اصلی اجزاء ابتدائے عمر سے آخر عمر تک قائم و برقرار رہتے ہیں اور ان میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا اور حشر ونشر کا تعلق انہی اصلی اجزاء سے ہے کہ جن کے پلٹا لینے سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی پیدا نہ ہوگی۔

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ اعراف، آیت ۲۲۔

(۸۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ ذِكْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

عَجَبًا لِّابْنِ النَّابِغَةِ! يَزْعُمُ لِاَهْلِ الشَّامِ اَنَّ فِيَّ دُعَابَةً، وَ اَنِّي امْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ: اُعَافِسُ وَ اُمَارِسُ! لَقَدْ قَالَ بَاطِلًا، وَ نَطَقَ اٰثِمًا. اَمَا ـ وَ شَرُّ الْقَوْلِ الْكَذِبُ ـ اِنَّهٗ لَيَقُوْلُ فَيَكْذِبُ، وَ يَعِدُ فَيُخْلِفُ، وَ يَسْئَلُ فَيُلْحِفُ، وَ يُسْئَلُ فَيَبْخَلُ، وَ يَخُوْنُ الْعَهْدَ، وَ يَقْطَعُ الْاِلَّ، فَاِذَا كَانَ عِنْدَ الْحَرْبِ فَاَيُّ زَاجِرٍ وَّ اٰمِرٍ هُوَ! مَا لَمْ تَاْخُذِ السُّيُوْفُ مَاٰخِذَهَا، فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ اَكْبَرُ مَكِيْدَتِهٖ اَنْ يَّمْنَحَ الْقِرْمَ سَبَّتَهٗ.

اَمَا وَاللهِ! اِنِّيْ لَيَمْنَعُنِيْ مِنَ اللَّعِبِ ذِكْرُ الْمَوْتِ، وَ اِنَّهٗ لَيَمْنَعُهٗ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ نِسْيَانُ الْاٰخِرَةِ، اِنَّهٗ لَمْ يُبَايِعْ مُعَاوِيَةَ حَتّٰى شَرَطَ لَهٗ اَنْ يُّؤْتِيَهٗ اٰتِيَّةً، وَ يَرْضَخَ لَهٗ عَلٰى تَرْكِ الدِّيْنِ رَضِيْخَةً.

-----☆☆-----

خطبہ (۸۲)

عمرو ابن عاص کے بارے میں

نابغہ کے بیٹے پر حیرت ہے کہ وہ میرے بارے میں اہل شام سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ مجھ میں مسخرہ پن پایا جاتا ہے اور میں کھیل وتفریح میں پڑا رہتا ہوں۔ اس نے غلط کہا اور کہہ کر گنہگار ہوا۔ یاد رکھو کہ بدترین قول وہ ہے جو جھوٹ ہو اور وہ خود بات کرتا ہے تو جھوٹی اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے اور خود اس سے مانگا جائے تو اس میں بخل کر جاتا ہے۔ وہ پیمان شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے اور جنگ کے موقعہ پر بڑی شان سے بڑھ بڑھ کر ڈانٹتا اور حکم چلاتا ہے مگر اسی وقت تک کہ تلواریں اپنی جگہ پر زور نہ پکڑ لیں اور جب ایسا وقت آتا ہے تو اس کی بڑی چال یہ ہوتی ہے کہ اپنے حریف کے سامنے عُریاں[1] ہو جائے۔

خدا کی قسم! مجھے تو موت کی یاد نے کھیل کود سے باز رکھا ہے اور اسے عاقبت فراموشی نے سچ بولنے سے روک دیا ہے۔ اس نے معاویہ کی بیعت یوں ہی نہیں کی، بلکہ پہلے اس سے یہ شرط منوالی کہ اسے اس کے بدلے میں صلہ دینا ہوگا اور دین کے چھوڑنے پر ایک ہدیہ پیش کرنا ہوگا۔

--☆☆--

[1] ''فاتح مصر'' عمرو ابن عاص نے اپنی عریانی کو سپر بنا کر جو جوانمردی دکھائی تھی، اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ جب میدانِ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام سے اور اس سے مڈبھیڑ ہوئی تو اس نے تلوار کی زد سے بچنے کیلئے اپنے کو برہنہ کر دیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس کی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور اس کی جان بخش دی۔ عرب کے شاعر فرزدق نے اس کے متعلق کہا ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ دَفْعِ الْاَذٰى بِمَذَلَّةٍ ۔۔۔ كَمَا رَدَّهٗ يَوْمًا بِسَوْئَتِهٖ عَمْرٌو

”کسی ذلیل حرکت کے ذریعے گزند کو دُور کرنے میں کوئی خوبی نہیں، جس طرح عمرو نے ایک دن برہنہ ہو کر اپنے سے گزند کو دُور کیا“۔[1]

عمرو کو اس قسم کی دنی حرکتوں میں بھی اجتہاد فکر نصیب نہ تھا، بلکہ ان میں بھی دوسروں ہی کا مقلد تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ حرکت کی تھی، وہ طلحہ ابن ابی طلحہ تھا جس نے اُحد کے میدان میں امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے برہنہ ہو کر اپنی جان بچائی تھی اور اسی نے دوسروں کو بھی یہ راستہ دکھا دیا تھا۔ چنانچہ عمرو کے علاوہ بسر ابن ابی ارطاۃ نے بھی حضرتؑ کی تلوار کی زد پر آ کر یہی حرکت کی اور جب یہ کارِ نمایاں دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا تو اس نے عمرو ابن عاص کے کارنامے کو بطور سند پیش کر کے اس کی خجالت کو مٹانے کیلئے کہا:

لَا عَلَيْكَ يَا بُسْرُ! ارْفَعْ طَرْفَكَ وَلَا تَسْتَحِ، فَلَكَ بِعَمْرٍو أُسْوَةٌ.

اے بسر! کوئی مضائقہ نہیں! اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے۔[2]

☆☆☆☆☆

---

[1] خزانۃ الادب، ج ۱، ص ۴۰۷، مطبوعہ دار ومکتبۃ الہلال، بیروت، ۱۹۸۷ء۔

[2] بحار الانوار، ج ۳۳، ص ۲۳۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

(۸۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، الْاَوَّلُ لَا شَیْءَ قَبْلَهٗ، وَ الْاٰخِرُ لَا غَايَةَ لَهٗ، لَا تَقَعُ الْاَوْهَامُ لَهٗ عَلٰى صِفَةٍ، وَ لَا تُعْقَدُ الْقُلُوْبُ مِنْهُ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ، وَ لَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَ التَّبْعِيْضُ، وَ لَا تُحِيْطُ بِهِ الْاَبْصَارُ وَ الْقُلُوْبُ.

[مِنْهَا]

فَاتَّعِظُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ، وَ اعْتَبِرُوْا بِالْاٰيِ السَّوَاطِعِ، وَ ازْدَجِرُوْا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ، وَ انْتَفِعُوْا بِالذِّكْرِ وَ الْمَوَاعِظِ، فَكَاَنْ قَدْ عَلِقَتْكُمْ مَّخَالِبُ الْمَنِيَّةِ، وَ انْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عَلَآئِقُ الْاُمْنِيَّةِ، وَ دَهَمَتْكُمْ مُّفْظِعَاتُ الْاُمُوْرِ، وَ السِّيَاقَةُ اِلَى الْوِرْدِ الْمَوْرُوْدِ، وَ ﴿كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ۝﴾: سَآئِقٌ يَّسُوْقُهَا اِلٰى مَحْشَرِهَا وَ شَاهِدٌ يَّشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا.

[وَ مِنْهَا: فِيْ صِفَةِ الْجَنَّةِ]

دَرَجَاتٌ مُّتَفَاضِلَاتٌ، وَ مَنَازِلُ مُّتَفَاوِتَاتٌ، لَا يَنْقَطِعُ نَعِيْمُهَا، وَ لَا يَظْعَنُ مُقِيْمُهَا، وَ لَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا، وَ لَا يَبْاَسُ سَاكِنُهَا.

-----☆☆-----

خطبہ (۸۳)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے۔ وہ اوّل ہے اس طرح کہ اس کے پہلے کوئی چیز نہیں، وہ آخر ہے یوں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی کسی صفت سے وہم و گمان باخبر نہیں ہو سکتے، نہ اس کی کسی کیفیت پر دلوں کا عقیدہ جم سکتا ہے، نہ اس کے اجزاء ہیں کہ اس کا تجزیہ کیا جا سکے اور نہ قلب و چشم اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

[اس خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے]

خدا کے بندو! مفید عبرتوں سے پند و نصیحت اور کھلی ہوئی دلیلوں سے عبرت حاصل کرو اور مؤثر خوف دہانیوں سے اثر لو اور مواعظ و اذکار سے فائدہ اٹھاؤ، کیونکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ موت کے پنجے تم میں گڑ چکے ہیں اور تمہاری امید و آرزو کے تمام بندھن ایک دم ٹوٹ چکے ہیں، سختیاں تم پر ٹوٹ پڑی ہیں اور (موت کے) چشمہ پر کہ جہاں اترا جاتا ہے تمہیں کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے اور ”ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہوتا ہے اور ایک شہادت دینے والا“۔ ہنکانے والا اسے میدانِ حشر تک ہنکا کر لے جائے گا اور گواہ اس کے عملوں کی شہادت دے گا۔

[اسی خطبے کا یہ جز جنت کے متعلق ہے]

اس میں ایک دوسرے سے بڑھے چڑھے ہوئے درجے ہیں اور مختلف معیار کی منزلیں ہیں۔ نہ اس کی نعمتوں کا سلسلہ ٹوٹے گا، نہ اس میں ٹھہرنے والوں کو وہاں سے کوچ کرنا ہے اور نہ اس میں ہمیشہ کے رہنے والوں کو بوڑھا ہونا ہے اور نہ اس میں بسنے والوں کو فقر و ناداری سے سابقہ پڑنا ہے۔

--☆☆--

(٨٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْ عَلِمَ السَّرَآئِرَ، وَ خَبَرَ الضَّمَآئِرَ، لَهُ الْاِحَاطَةُ بِكُلِّ شَیْءٍ، وَ الْغَلَبَةُ لِكُلِّ شَیْءٍ، وَ الْقُوَّةُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ. فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُ مِنْكُمْ فِیْۤ اَيَّامِ مَهَلِهٖ، قَبْلَ اِرْهَاقِ اَجَلِهٖ، وَ فِیْ فَرَاغِهٖ قَبْلَ اَوَانِ شُغُلِهٖ، وَ فِیْ مُتَنَفَّسِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّؤْخَذَ بِكَظَمِهٖ، وَ لْيُمَهِّدْ لِنَفْسِهٖ وَ قَدَمِهٖ، وَ لْيَتَزَوَّدْ مِنْ دَارِ ظَعْنِهٖ لِدَارِ اِقَامَتِهٖ.

فَاللّٰهَ اللّٰهَ اَيُّهَا النَّاسُ! فِيْمَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهٖ، وَ اسْتَوْدَعَكُمْ مِّنْ حُقُوْقِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا، وَ لَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى، وَ لَمْ يَدَعْكُمْ فِیْ جَهَالَةٍ وَّ لَا عَمًى، قَدْ سَمّٰى اٰثَارَكُمْ، وَ عَلِمَ اَعْمَالَكُمْ، وَ كَتَبَ اٰجَالَكُمْ، وَ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ ﴿الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ ، وَ عَمَّرَ فِيْكُمْ نَبِيَّهٗ اَزْمَانًا، حَتّٰۤى اَكْمَلَ لَهٗ وَ لَكُمْ - فِيْمَاۤ اَنْزَلَ مِنْ كِتَابِهٖ - دِيْنَهُ الَّذِیْ رَضِیَ لِنَفْسِهٖ، وَ اَنْهٰۤى اِلَيْكُمْ - عَلٰى لِسَانِهٖ - مَحَابَّهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ وَ مَكَارِهَهٗ، وَ نَوَاهِيَهٗ وَ اَوَامِرَهٗ، فَاَلْقٰى اِلَيْكُمُ الْمَعْذِرَةَ، وَ اتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ، وَ قَدَّمَ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ، وَ اَنْذَرَكُمْ ﴿بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۝﴾.

فَاسْتَدْرِكُوْا بَقِيَّةَ اَيَّامِكُمْ، وَ اصْبِرُوْا

خطبہ (۸۴)

وہ دل کی نیتوں اور اندر کے بھیدوں کو جانتا پہچانتا ہے، وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شے پر چھایا ہوا ہے اور ہر چیز پر اس کا زور چلتا ہے۔ تم میں سے جسے کچھ کرنا ہو اسے موت کے حائل ہونے سے پہلے مہلت کے دنوں میں اور مصروفیت سے قبل فرصت کے لمحوں میں اور گلا گھٹنے سے پہلے سانس چلنے کے زمانہ میں کر لینا چاہیے۔ وہ اپنے لئے اور اپنی منزل پر پہنچنے کیلئے سامان کا تہیا کر لے اور اس گزرگاہ سے منزل اقامت کیلئے زادفراہم کرتا جائے۔

اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت تم سے چاہی ہے اور جو حقوق تمہارے ذمے کئے ہیں، ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ اس نے تمہیں بے قید و بند جہالت و گمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اس نے تمہارے کرنے اور نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیئے اور (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے) سکھا دیئے ہیں۔ اس نے تمہاری عمریں لکھ دی ہیں اور تمہاری طرف ”ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں ہر چیز کا کھلا کھلا بیان ہے“ اور اپنے نبیؐ کو زندگی دے کر مدتوں تم میں رکھا، یہاں تک کہ اس نے اپنی اتاری ہوئی کتاب میں اپنے نبیؐ کیلئے اور تمہارے لئے اس دین کو جو اسے پسند ہے کامل کر دیا اور ان کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال (کی تفصیل) اور اپنے اوامر و نواہی تم تک پہنچائے۔ اس نے اپنے دلائل تمہارے سامنے رکھ دیئے اور تم پر اپنی حجت قائم کر دی اور پہلے سے ڈرا دھمکا دیا اور (آنے والے) سخت عذاب سے خبردار کر دیا۔

تو اب تم اپنی زندگی کے بقیہ دنوں میں (پہلی کوتاہیوں کی) تلافی

لَهَا اَنْفُسَكُمْ، فَاِنَّهَا قَلِيْلٌ فِیْ كَثِيْرِ الْاَيَّامِ الَّتِیْ تَكُوْنُ مِنْكُمْ فِيْهَا الْغَفْلَةُ وَ التَّشَاغُلُ عَنِ الْمَوْعِظَةِ، وَ لَا تُرَخِّصُوْا لِاَنْفُسِكُمْ، فَتَذْهَبَ بِكُمُ الرُّخَصُ مَذَاهِبَ الظَّلَمَةِ، وَ لَا تُدَاهِنُوْا فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْاِدْهَانُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ.

عِبَادَ اللهِ! اِنَّ اَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهٖ اَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهٖ، وَ اِنَّ اَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهٖ اَعْصَاهُمْ لِرَبِّهٖ، وَ الْمَغْبُوْنُ مَنْ غَبَنَ نَفْسَهٗ، وَ الْمَغْبُوْطُ مَنْ سَلِمَ لَهٗ دِيْنُهٗ، وَ السَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ، وَ الشَّقِیُّ مَنِ انْخَدَعَ لِهَوَاهُ (وَ غُرُوْرِهٖ).

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ يَسِيْرَ الرِّيَآءِ شِرْكٌ، وَ مُجَالَسَةَ اَهْلِ الْهَوٰى مَنْسَاةٌ لِّلْاِيْمَانِ، وَ مَحْضَرَةٌ لِّلشَّيْطٰنِ. جَانِبُوا الْكَذِبَ فَاِنَّهٗ مُجَانِبٌ لِّلْاِيْمَانِ، الصَّادِقُ عَلٰى شَرَفِ مَنْجَاةٍ وَّ كَرَامَةٍ، وَ الْكَاذِبُ عَلٰى شَفَا مَهْوَاةٍ وَّ مَهَانَةٍ.

وَ لَا تَحَاسَدُوْا، فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْاِيْمَانَ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ، وَ لَا تَبَاغَضُوْا، فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ الْاَمَلَ يُسْهِی الْعَقْلَ، وَ

کرو اور اپنے نفسوں کو ان دنوں (کی کلفتوں) کا متحمل بناؤ۔ اس لئے کہ یہ دن تو ان دنوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو تمہاری غفلتوں میں بیت گئے اور وعظ و پند سے بے رخی میں کٹ گئے۔ اپنے نفسوں کیلئے جائز چیزوں میں بھی ڈھیل نہ دو، ورنہ یہ ڈھیل تمہیں ظالموں کی راہ پر ڈال دے گی اور (مکروہات میں بھی) سہل انگاری سے کام نہ لو، ورنہ یہ نرم روی اور بے پرواہی تمہیں معصیت کی طرف ڈھکیل کر لے جائے گی۔

اللہ کے بندو! لوگوں میں وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کا خیر خواہ ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہے اور وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کو فریب دینے والا ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ گنہگار ہے۔ اصلی فریب خوردہ وہ ہے جس نے اپنے نفس کو فریب دے کر نقصان پہنچایا اور قابلِ رشک و غبطہ وہ ہے جس کا دین محفوظ رہا اور نیک بخت وہ ہے جس نے دوسروں سے پند و نصیحت کو حاصل کر لیا اور بد بخت وہ ہے جو ہوا و ہوس کے چکر میں پڑ گیا۔

اور یاد رکھو! کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور ہوس پرستوں کی مصاحبت ایمان فراموشی کی منزل اور شیطان کی آمد کا مقام ہے۔ جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ وہ ایمان سے الگ چیز ہے۔ راست گفتار نجات اور بزرگی کی بلندیوں پر ہے اور دروغ گو پستی و ذلت کے کنارے پر ہے۔

باہم حسد نہ کرو، اس لئے کہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور کینہ و بغض نہ رکھو، اس لئے کہ یہ (نیکیوں کو) چھیل ڈالتا ہے۔

اور سمجھ لو کہ آرزوئیں عقلوں پر سہو کا اور یاد الٰہی پر نسیان کا پردہ

يُنْسِي الذِّكْرَ، فَاَكْذِبُوا الْاَمَلَ فَاِنَّهٗ غُرُوْرٌ، وَ صَاحِبُهٗ مَغْرُوْرٌ.

ڈال دیتی ہیں۔ امیدوں کو جھٹلاؤ، اس لئے کہ یہ دھوکا ہیں اور امیدیں باندھنے والا فریب خوردہ ہے۔

--☆☆--

(۸۵) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۸۵)

عِبَادَ اللّٰهِ! اِنَّ مِنْ اَحَبِّ عِبَادِ اللّٰهِ اِلَيْهِ عَبْدًا اَعَانَهُ اللّٰهُ عَلٰى نَفْسِهٖ، فَاسْتَشْعَرَ الْحُزْنَ، وَ تَجَلْبَبَ الْخَوْفَ، فَزَهَرَ مِصْبَاحُ الْهُدٰى فِيْ قَلْبِهٖ، وَ اَعَدَّ الْقِرٰى لِيَوْمِهِ النَّازِلِ بِهٖ، فَقَرَّبَ عَلٰى نَفْسِهِ الْبَعِيْدَ، وَ هَوَّنَ الشَّدِيْدَ، نَظَرَ فَاَبْصَرَ، وَ ذَكَرَ فَاسْتَكْثَرَ، وَ ارْتَوٰى مِنْ عَذْبٍ فُرَاتٍ سُهِّلَتْ لَهٗ مَوَارِدُهٗ، فَشَرِبَ نَهَلًا، وَ سَلَكَ سَبِيْلًا جَدَدًا. قَدْ خَلَعَ سَرَابِيْلَ الشَّهَوَاتِ، وَ تَخَلّٰى مِنَ الْهُمُوْمِ، اِلَّا هَمًّا وَّاحِدًا انْفَرَدَ بِهٖ، فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ الْعَمٰى، وَ مُشَارَكَةِ اَهْلِ الْهَوٰى، وَ صَارَ مِنْ مَّفَاتِيْحِ اَبْوَابِ الْهُدٰى، وَ مَغَالِيْقِ اَبْوَابِ الرَّدٰى.

قَدْ اَبْصَرَ طَرِيْقَهٗ، وَ سَلَكَ سَبِيْلَهٗ، وَ عَرَفَ مَنَارَهٗ، وَ قَطَعَ غِمَارَهٗ، اسْتَمْسَكَ مِنَ الْعُرٰى بِاَوْثَقِهَا، وَ مِنَ الْحِبَالِ بِاَمْتَنِهَا، فَهُوَ مِنَ الْيَقِيْنِ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ،

اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ محبوب ہے جسے اس نے نفس کی خلاف ورزی کی قوت دی ہے، جس کا اندرونی لباس حزن اور بیرونی جامہ خوف ہے (یعنی اندوہ و ملال اسے چمٹا رہتا ہے اور خوف اس پر چھایا رہتا ہے)۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہے اور آنے والے دن کی مہمانی کا اس نے تہیہ کر رکھا ہے، (موت کو) جو دُور ہے اسے وہ قریب سمجھتا ہے اور سختیوں کو اپنے لئے آسان سمجھ لیا ہے، دیکھتا ہے تو بصیرت و معرفت حاصل کرتا ہے، (اللہ کو) یاد کرتا ہے تو عمل کرنے پر تل جاتا ہے۔ (وہ اس سرچشمہ ہدایت کا) شیریں و خوشگوار پانی پی کر سیراب ہوا ہے جس کے گھاٹ تک (اللہ کی رہنمائی سے) وہ با آسانی پہنچ گیا ہے۔ اس نے پہلی ہی دفعہ چھک کر پی لیا ہے اور ہموار راستے پر چل پڑا ہے، شہوتوں کا لباس اتار پھینکا ہے، (دنیا کے) سارے اندیشوں سے بے فکر ہو کر صرف ایک ہی دُھن میں لگا ہوا ہے۔ وہ گمراہی کی حالت اور ہوس پرستوں کی ہوس رانیوں میں حصہ لینے سے دور رہتا ہے۔ وہ ہدایت کے ابواب کھولنے اور ہلاکت و گمراہی کے دروازے بند کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

اس نے اپنا راستہ دیکھ لیا ہے اور اس پر گامزن ہے، (ہدایت کے) مینار کو پہچان لیا ہے اور دھاروں کو طے کر کے اس تک پہنچ گیا ہے، محکم وسیلوں اور مضبوط سہاروں کو تھام لیا ہے۔ وہ یقین کی وجہ سے ایسے اجالے میں ہے جو سورج کی چمک دمک کے مانند ہے۔ وہ صرف اللہ کی خاطر سب سے اونچے مقصد کو پورا کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ

قَدْ نَصَبَ نَفْسَهٗ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ فِیْۤ اَرْفَعِ الْاُمُوْرِ، مِنْ اِصْدَارِ كُلِّ وَارِدٍ عَلَيْهِ، وَ تَصْیِیْرِ كُلِّ فَرْعٍ اِلٰۤى اَصْلِهٖ. مِصْبَاحُ ظُلُمَاتٍ، كَشَّافُ عَشَوَاتٍ، مِفْتَاحُ مُبْهَمَاتٍ، دَفَّاعُ مُعْضِلَاتٍ، دَلِیْلُ فَلَوَاتٍ، یَقُوْلُ فَیُفْهِمُ، وَیَسْكُتُ فَیَسْلَمُ.

قَدْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ فَاسْتَخْلَصَهٗ، فَهُوَ مِنْ مَّعَادِنِ دِیْنِهٖ، وَ اَوْتَادِ اَرْضِهٖ. قَدْ اَلْزَمَ نَفْسَهُ الْعَدْلَ، فَكَانَ اَوَّلُ عَدْلِهٖ نَفْیَ الْهَوٰى عَنْ نَّفْسِهٖ، یَصِفُ الْحَقَّ وَ یَعْمَلُ بِهٖ، لَا یَدَعُ لِلْخَیْرِ غَایَةً اِلَّاۤ اَمَّهَا، وَ لَا مَظِنَّةً اِلَّا قَصَدَهَا، قَدْ اَمْكَنَ الْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهٖ، فَهُوَ قَآئِدُهٗ وَ اِمَامُهٗ، یَحُلُّ حَیْثُ حَلَّ ثَقَلُهٗ، وَ یَنْزِلُ حَیْثُ كَانَ مَنْزِلُهٗ.

وَ اٰخَرُ قَدْ تَسَمّٰى عَالِمًا وَّ لَیْسَ بِهٖ، فَاقْتَبَسَ جَهَآئِلَ مِنْ جُهَّالٍ وَّ اَضَالِیْلَ مِنْ ضُلَّالٍ، وَ نَصَبَ لِلنَّاسِ اَشْرَاكًا مِّنْ حَبَآئِلِ غُرُوْرٍ، وَ قَوْلِ زُوْرٍ، قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ عَلٰۤى اٰرَآئِهٖ، وَ عَطَفَ الْحَقَّ عَلٰۤى اَهْوَآئِهٖ، یُؤَمِّنُ النَّاسَ مِنَ الْعَظَآئِمِ، وَ یُهَوِّنُ كَبِیْرَ الْجَرَآئِمِ، یَقُوْلُ: اَقِفُ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ، وَ

ہر مشکل کو جو اسکے سامنے آئے، مناسب طور سے حل کر دے، ہر فرع کو اسکے اصل و مآخذ کی طرف راجع کرے۔ وہ تاریکیوں میں روشنی پھیلانے والا، مشتبہ باتوں کو حل کرنے والا، الجھے ہوئے مسئلوں کو سلجھانے والا، گتھلکوں کو دور کرنے والا اور لق و دق صحراؤں میں راہ دکھانے والا ہے۔ وہ بولتا ہے تو پوری طرح سمجھا دیتا ہے اور کبھی چپ ہو جاتا ہے اس وقت جب چپ رہنا ہی سلامتی کا ذریعہ ہے۔

اس نے ہر کام اللہ کیلئے کیا تو اللہ نے بھی اسے اپنا بنا لیا ہے۔ وہ دین خدا کا معدن اور اس کی زمین میں گڑی ہوئی میخ کی طرح ہے۔ اس نے اپنے لئے عدل کو لازم کر لیا ہے چنانچہ اس کے عدل کا پہلا قدم خواہشوں کو اپنے نفس سے دور رکھنا ہے۔ حق کو بیان کرتا ہے تو اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کوئی نیکی کی حد ایسی نہیں جس کا اس نے ارادہ نہ کیا ہو اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں نیکی کا امکان ہو اور اس نے قصد نہ کیا ہو۔ اس نے اپنی باگ ڈور قرآن کے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ وہی اس کا رہبر اور وہی اس کا پیشوا ہے۔ جہاں اس کا بارِ گراں اترتا ہے وہیں اس کا سامان اترتا ہے اور جہاں اس کی منزل ہوتی ہے وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔

(اس کے علاوہ) ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کیلئے مکر و فریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ کہتا تو یہ ہے کہ: میں شبہات میں توقف کرتا ہوں

فِيْهَا وَقَعَ، وَ يَقُوْلُ: اَعْتَزِلُ الْبِدَعَ، وَ بَيْنَهَا اضْطَجَعَ، فَالصُّوْرَةُ صُوْرَةُ اِنْسَانٍ، وَ الْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوَانٍ، لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدٰى فَيَتَّبِعَهٗ، وَ لَا بَابَ الْعَمٰى فَيَصُدَّ عَنْهُ، وَ ذٰلِكَ مَيِّتُ الْاَحْيَآءِ!.

حالانکہ انہی میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا قول یہ ہے کہ: میں بدعتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں، حالانکہ انہی میں اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ صورت تو اسکی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سا۔ نہ اسے ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک آ سکے اور نہ گمراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رخ موڑ سکے۔ یہ تو زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔

﴿فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ﴾ وَ ﴿اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾! وَ الْاَعْلَامُ قَآئِمَةٌ، وَ الْاٰيَاتُ وَاضِحَةٌ، وَ الْمَنَارُ مَنْصُوْبَةٌ، فَاَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ؟ بَلْ كَيْفَ تَعْمَهُوْنَ وَ بَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ؟ وَ هُمْ اَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَ اَعْلَامُ الدِّيْنِ، وَ اَلْسِنَةُ الصِّدْقِ! فَاَنْزِلُوْهُمْ بِاَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْاٰنِ، وَ رِدُوْهُمْ وُرُوْدَ الْهِيْمِ الْعِطَاشِ.

اب تم کہاں جا رہے ہو؟ اور تمہیں کدھر موڑا جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں اور تمہیں کہاں بہکایا جا رہا ہے اور کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عترتؑ تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو وہیں انہیں بھی جگہ دو اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سرچشمہ ہدایت پر اترو۔

اَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوْهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صلی اللہ علیہ و آلہ: «اِنَّهٗ يَمُوْتُ مَنْ مَّاتَ مِنَّا وَ لَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَ يَبْلٰى مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَ لَيْسَ بِبَالٍ».

اے لوگو! خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد[1] کو سنو کہ (انہوں نے فرمایا:) «ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے (جو بظاہر مر کر) بوسیدہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا»۔

فَلَا تَقُوْلُوْا بِمَا لَا تَعْرِفُوْنَ، فَاِنَّ اَكْثَرَ الْحَقِّ فِيْمَا تُنْكِرُوْنَ، وَ اعْذِرُوْا مَنْ لَّا حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ ـ وَ اَنَا هُوَ ـ.

جو باتیں تم نہیں جانتے ان کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو۔ اس لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہی چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن سے تم بیگانہ و نا آشنا ہو۔ (جس شخص کی تم پر حجت تمام ہو) اور تمہاری کوئی حجت اس پر تمام نہ ہو اسے معذور سمجھو اور وہ میں ہوں۔

اَلَمْ اَعْمَلْ فِيْكُمْ بِالثَّقَلِ الْاَكْبَرِ؟! وَ اَتْرُكْ فِيْكُمُ الثَّقَلَ الْاَصْغَرَ؟! وَ رَكَزْتُ فِيْكُمْ رَايَةَ الْاِيْمَانِ، وَ وَقَفْتُكُمْ عَلٰى حُدُوْدِ

کیا میں نے تمہارے سامنے ثقلِ اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا اور ثقلِ اصغر (اہلبیت علیہم السلام) کو تم میں نہیں رکھا[2]۔ میں نے تمہارے درمیان ایمان کا جھنڈا گاڑا، حلال و حرام کی

اَلْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ، وَ اَلْبَسْتُكُمُ الْعَافِيَةَ مِنْ عَدْلِىْ، وَ فَرَشْتُكُمُ الْمَعْرُوْفَ مِنْ قَوْلِىْ وَ فِعْلِىْ، وَ اَرَيْتُكُمْ كَرَآئِمَ الْاَخْلَاقِ مِنْ نَّفْسِىْ، فَلَا تَسْتَعْمِلُوا الرَّاْىَ فِيْمَا لَا يُدْرِكُ قَعْرَهُ الْبَصَرُ، وَ لَا تَتَغَلْغَلُ اِلَيْهِ الْفِكَرُ.

حدیں بتائیں اور اپنے عدل سے تمہیں عافیت کے جامے پہنائے اور اپنے قول و عمل سے حسنِ سلوک کا فرش تمہارے لئے بچھا دیا اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہنچ سکے اور فکر کی جولانیاں عاجز رہیں اس میں اپنی رائے کو کارفرما نہ کرو۔

[وَ مِنْهَا]

حَتّٰى يَظُنَّ الظَّانُّ اَنَّ الدُّنْيَا مَعْقُوْلَةٌ عَلٰى بَنِىْۤ اُمَيَّةَ، تَمْنَحُهُمْ دَرَّهَا، وَ تُوْرِدُهُمْ صَفْوَهَا، وَ لَا يُرْفَعُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَوْطُهَا وَ لَا سَيْفُهَا، وَ كَذَبَ الظَّانُّ لِذٰلِكَ. بَلْ هِىَ مَجَّةٌ مِّنْ لَّذِيْذِ الْعَيْشِ يَتَطَعَّمُوْنَهَا بُرْهَةً، ثُمَّ يَلْفِظُوْنَهَا جُمْلَةً!.

[اسی خطبہ کا ایک جزو بنی اُمیہ کے متعلق ہے]

یہاں تک کہ گمان کرنے والے یہ گمان کرنے لگیں گے کہ بس اب دنیا بنی امیہ ہی کے دامن سے بندھی رہے گی اور انہیں ہی اپنے سارے فائدے بخشتی رہے گی اور انہیں ہی اپنے صاف چشمہ پر سیراب ہونے کیلئے اتارتی رہے گی اور اس اُمت کی (گردن پر) ان کی تلوار اور (پشت پر) ان کا تازیانہ ہمیشہ رہے گا۔ جو یہ خیال کرے گا، غلط خیال کرے گا، بلکہ یہ تو زندگی کے مزوں میں سے چند شہد کے قطرے ہیں، جنہیں کچھ دیر تک وہ چوسیں گے اور پھر سارے کا سارا تھوک دیں گے۔

-----☆☆-----

--☆☆--

[۱] پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ کا یہ ارشاد اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی فرد کی زندگی ختم نہیں ہوتی اور ظاہری موت سے ان کے مرگ و حیات میں شعورِ زندگی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ اس زندگی کے احوال و واردات کے سمجھنے سے انسانی شعور عاجز ہے، مگر ماورائے محسوسات کتنی ہی حقیقتیں ایسی ہیں جن تک انسان کا شعور و ادراک نہیں پہنچ سکتا۔ کون بتا سکتا ہے کہ قبر کے تنگ گوشے میں کہ جہاں سانس بھی نہیں لی جا سکتی کیونکر منکر و نکیر کے سوالات کا جواب دیا جا سکے گا۔ یونہی شہدائے راہ خدا کہ جو نہ حس و حرکت رکھتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں ان کی زندگی کا مفہوم کیا ہے۔ گو ہمیں وہ بظاہر مُردہ نظر آتے ہیں، مگر قرآن ان کی زندگی کی شہادت دیتا ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۝۱۵۴﴾

جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ نہ کہنا، بلکہ وہ جیتے جاگتے ہیں، مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔[۱]

[۱] سورۂ بقرہ، آیت ۱۵۴۔

دوسرے مقام پر ان کی زندگی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾

جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں سے روزی پاتے ہیں۔[1]

جب عام شہدائے راہِ خدا کے بارے میں قلب و زبان پر پہرہ بٹھا دیا گیا ہے کہ نہ انہیں مردہ کہا جائے اور نہ انہیں مردہ سمجھا جائے تو وہ معصوم ہستیاں کہ جن کی گردنیں تلوار کیلئے اور کام و دہن زہر کیلئے وقف ہو کر رہ گئے تھے کیونکر زندۂ جاوید نہ ہوں گے۔

پھر ان جسموں کے متعلق فرمایا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ان میں کہنگی و بوسیدگی کے آثار پیدا نہیں ہوتے، بلکہ وہ اسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں شہید ہوتے ہیں۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ مادی ذرائع سے ہزار ہا برس کی محفوظ کی ہوئی میتیں اس وقت تک موجود ہیں تو جب مادی اسباب سے یہ ممکن ہے تو کیا قادرِ مطلق کے احاطۂ قدرت سے یہ باہر ہے کہ جن کی موت میں زندگی کے احساسات ودیعت کر دیئے ہوں ان کے جسموں کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے؟ چنانچہ شہدائے بدر کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زَمِّلُوْهُمْ بِكُلُوْمِهِمْ وَدِمَآئِهِمْ فَاِنَّهُمْ يُحْشَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوْدَاجُهُمْ تَشْخَبُ دَمًا.

انہیں انہی زخموں اور خون کی روانیوں کے ساتھ لپیٹ دو، کیونکہ جب یہ قیامت میں محشور ہوں گے تو ان کے رگہائے گلو سے خون اُبلتا ہوگا۔[2]

۲۔ ”ثقل اکبر“ سے مراد قرآن اور ”ثقل اصغر“ سے اہل بیت علیہم السلام مراد ہیں۔ جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد «اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ» میں لفظ ”ثقلین“ سے قرآن و اہل بیت علیہم السلام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کے چند وجوہ ہیں:

- پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیماتِ قرآن و سیرتِ اہل بیت علیہم السلام پر عمل پیرا ہونا عموماً طبائع پر ثقیل و گراں گزرتا ہے، اس لئے انہیں ”ثقلین“ سے تعبیر فرمایا ہے۔
- دوسری وجہ یہ ہے کہ ”ثقل“ کے معنی سامانِ مسافر کے ہوتے ہیں، جس کے محلِ احتیاج ہونے کی وجہ سے اس کی ہر وقت حفاظت کی جاتی ہے اور چونکہ قدرت نے انہیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ کر ان کی حفاظت کا سروسامان کیا ہے، اس لئے انہیں ”ثقلین“ کہا گیا ہے۔ یا یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہ پیمائے جادۂ آخرت ہونے کے وقت انہیں اپنا متاعِ بے بہا قرار دے کر اُمت سے ان کی حفاظت چاہی ہے۔
- تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کی نفاست و گرانقدری کے پیشِ نظر انہیں ”ثقلین“ سے یاد کیا گیا ہے، کیونکہ ”ثقل“ کے معنی نفیس اور پاکیزہ شے

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۹۔

[2] منہاج البراعۃ، ج ۶، ص ۲۱۲۔ تیسیر التحریر، ج ۴، ص ۳۹۔

کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر مکی نے تحریر کیا ہے:

سَمّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْقُرْاٰنَ وَ عِتْرَتَہٗ ثَقَلَیْنِ، لِاَنَّ الثِّقْلَ کُلُّ نَفِیْسٍ خَطِیْرٍ مَصُوْنٍ، وَ ھٰذَانِ کَذٰلِکَ، اِذْ کُلٌّ مِّنْھُمَا مَعْدِنٌ لِّلْعُلُوْمِ اللَّدُنِّیَّۃِ وَ الْاَسْرَارِ وَ الْحِکَمِ الْعُلْیَۃِ وَ الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ، وَ لِذَا حَثَّ ﷺ عَلَی الْاِقْتِدَآءِ وَ التَّمَسُّکِ بِھِمْ وَ التَّعَلُّمِ مِنْھُمْ، ثُمَّ اَحَقُّ مَنْ یُّتَمَسَّکُ بِہٖ مِنْھُمْ اِمَامُھُمْ وَ عَالِمُھُمْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ لِمَا قَدَّمْنَاہُ مِنْ مَّزِیْدِ عِلْمِہٖ وَ دَقَآئِقِ مُسْتَنْبِطَاتِہٖ۔

پیغمبر ﷺ نے قرآن اور اپنی عترت کا نام "ثقلین" رکھا ہے، کیونکہ "ثقل" ہر نفیس، عمدہ اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں اور یہ دونوں ایسے ہی تھے۔ ان میں سے ہر ایک علم لدنی کا گنجینہ اور بلند پایہ اسرار و حکم اور احکام شرعیہ کا مخزن ہے۔ اسی لئے پیغمبر ﷺ نے ان کی اقتدا اور ان کے دامن سے وابستگی اور ان سے تحصیل علوم کیلئے اُمت کو آمادہ کیا اور ان میں سے تمسک کئے جانے کے زیادہ حقدار امام و عالم آلِ محمد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں، آپؑ کی اس علمی فراوانی اور استنباط میں دقت پسندی کی بنا پر کہ جس کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔ (صواعق محرقہ ص ۹۰)

پیغمبر اکرم ﷺ نے چونکہ مقامِ تعبیر میں "کتاب" کی نسبت "اللہ" کی جانب دی ہے اور "عترت" کی نسبت اپنی طرف، اس لئے حفظِ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے "اکبر" اور اِسے "اصغر" سے تعبیر فرمایا ہے، ورنہ مقامِ تمسک میں اہمیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعمیر اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے میں گنجائش انکار نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

(۸۶) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْصِمْ جَبَّارِیْ دَهْرٍ قَطُّ اِلَّا بَعْدَ تَمْهِيْلٍ وَّ رَخَآءٍ، وَ لَمْ يَجْبُرْ عَظْمَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ اِلَّا بَعْدَ اَزْلٍ وَّ بَلَآءٍ، وَ فِیْ دُوْنِ مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ عَتْبٍ وَّ مَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِنْ خَطْبٍ مُّعْتَبَرٌ! وَ مَا كُلُّ ذِیْ قَلْبٍ بِلَبِيْبٍ، وَ لَا كُلُّ ذِیْ سَمْعٍ بِسَمِيْعٍ، وَ لَا كُلُّ نَاظِرٍ بِبَصِيْرٍ.

فَيَا عَجَبًا! وَ مَا لِیَ لَآ اَعْجَبُ مِنْ خَطَاِ هٰذِهِ الْفِرَقِ عَلَى اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِیْ دِيْنِهَا! لَا يَقْتَصُّوْنَ اَثَرَ نَبِیٍّ، وَ لَايَقْتَدُوْنَ بِعَمَلِ وَصِیٍّ، وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِغَيْبٍ، وَ لَا يَعِفُّوْنَ عَنْ عَيْبٍ، يَعْمَلُوْنَ فِی الشُّبُهَاتِ، وَ يَسِيْرُوْنَ فِی الشَّهَوَاتِ، الْمَعْرُوْفُ فِيْهِمْ مَا عَرَفُوْا، وَ الْمُنْكَرُ عِنْدَهُمْ مَآ اَنْكَرُوْا، مَفْزَعُهُمْ فِی الْمُعْضِلَاتِ اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ، وَ تَعْوِيْلُهُمْ فِی الْمُبْهَمَاتِ عَلٰۤى اٰرَآئِهِمْ، كَاَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اِمَامُ نَفْسِهٖ، قَدْ اَخَذَ مِنْهَا فِيْمَا يَرٰى بِعُرًى ثِقَاتٍ، وَ اَسْبَابٍ مُّحْكَمَاتٍ.

خطبه (۸۶)

اللہ نے زمانے کے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک کہ اسے مہلت وفراغت نہیں عطا کر دی اور کسی اُمت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اسے شدت وسختی اور ابتلا و آزمائش میں ڈال نہیں لیا۔ جو مصیبتیں تمہیں پیش آنے والی اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو ان سے کم بھی عبرت اندوزی کیلئے کافی ہیں۔ ہر صاحبِ دل عاقل نہیں ہوتا اور نہ ہر کان رکھنے والا گوش شنوا اور نہ ہر آنکھ والا چشمِ بینا رکھتا ہے۔

مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو، ان فرقوں کی خطاؤں پر جنہوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں، جو نہ نبی کے نقش قدم پر چلتے ہیں، نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں، نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں، مشکوک ومشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں۔ جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں ان کے نزدیک بس وہ اچھی ہے اور جس بات کو وہ برا جانیں ان کے نزدیک بس وہ بری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کیلئے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ گویا ان میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے اور اس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے اس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابل اطمینان وسیلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔

--☆☆--

(۸۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ طُوْلِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ، وَ اعْتِزَامٍ مِّنَ الْفِتَنِ، وَ

خطبه (۸۷)

اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور ساری اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں، فتنے

انْتِشَارٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ، وَ تَلَظٍّ مِّنَ الْحُرُوْبِ، وَ الدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّوْرِ، ظَاهِرَةُ الْغُرُوْرِ، عَلٰى حِيْنِ اصْفِرَارٍ مِّنْ وَّرَقِهَا، وَ اِيَاسٍ مِّنْ ثَمَرِهَا، وَ اغْوِرَارٍ مِّنْ مَّآئِهَا، قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدٰى، وَ ظَهَرَتْ اَعْلَامُ الرَّدٰى، فَهِيَ مُتَجَهِّمَةٌ لِّاَهْلِهَا، عَابِسَةٌ فِيْ وَجْهِ طَالِبِهَا، ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ، وَ طَعَامُهَا الْجِيْفَةُ، وَ شِعَارُهَا الْخَوْفُ، وَ دِثَارُهَا السَّيْفُ.

سر اُٹھا رہے تھے، سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا، جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، دنیا بے رونق و بے نور تھی اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں۔ اس وقت اس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے ناامیدی تھی۔ پانی زمین میں تہ نشین ہو چکا تھا، ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے، ہلاکت و گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے اور دنیا والوں کے سامنے کڑے تیوروں سے اور تیوری چڑھائے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ اس کا پھل فتنہ تھا اور اس کی غذا مردار تھی، اندر کا لباس خوف اور باہر کا پہناوا تلوار تھا۔

فَاعْتَبِرُوْا عِبَادَ اللهِ، وَ اذْكُرُوْا تِيْكَ الَّتِيْ اٰبَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ بِهَا مُرْتَهَنُوْنَ، وَ عَلَيْهَا مُحَاسَبُوْنَ.

خدا کے بندو! عبرت حاصل کرو اور ان (بداعمالیوں) کو یاد کرو جن (کے نتائج) میں تمہارے باپ، بھائی جکڑے ہوئے ہیں اور جن پر ان سے حساب ہونے والا ہے۔

وَ لَعَمْرِيْ! مَا تَقَادَمَتْ بِكُمْ وَ لَا بِهِمُ الْعُهُوْدُ، وَ لَا خَلَتْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمُ الْاَحْقَابُ وَ الْقُرُوْنُ، وَ مَاۤ اَنْتُمُ الْيَوْمَ مِنْ يَّوْمَ كُنْتُمْ فِيْۤ اَصْلَابِهِمْ بِبَعِيْدٍ.

مجھے اپنی زندگی کی قسم! تمہارا زمانہ ان کے زمانہ سے زیادہ پیچھے نہیں ہے اور نہ تمہارے اور ان کے درمیان صدیوں اور زمانوں کا فاصلہ ہے۔ ابھی تم اس دن سے زیادہ دور نہیں ہوئے کہ جب ان کی صلبوں میں تھے۔

وَاللهِ! مَاۤ اَسْمَعَهُمُ الرَّسُوْلُ ﷺ شَيْئًا اِلَّا وَ هَاۤ اَنَا ذَا الْيَوْمَ مُسْمِعُكُمُوْهُ، وَ مَاۤ اَسْمَاعُكُمُ الْيَوْمَ بِدُوْنِ اَسْمَاعِهِمْ بِالْاَمْسِ، وَ لَا شُقَّتْ لَهُمُ الْاَبْصَارُ، وَ لَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْاَفْئِدَةُ فِيْ ذٰلِكَ الْاَوَانِ، اِلَّا وَ قَدْ اُعْطِيْتُمْ مِثْلَهَا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ.

خدا کی قسم! جو باتیں رسول ﷺ نے ان کے کانوں تک پہنچائیں، وہی باتیں میں تمہیں آج سنا رہا ہوں اور جتنا انہیں سنایا گیا تھا اس سے کچھ کم تمہیں نہیں سنایا جا رہا ہے اور جس طرح اس وقت ان کی آنکھیں کھولی گئی تھیں اور دل بنائے گئے تھے، ویسی ہی آنکھیں اور ویسے ہی دل اس وقت تمہیں دیئے گئے ہیں۔

وَ وَاللهِ! مَا بُصِّرْتُمْ بَعْدَهُمْ شَيْئًا جَهِلُوْهُ، وَ لَاۤ اُصْفِيْتُمْ بِهٖ وَ حُرِمُوْهُ، وَ لَقَدْ نَزَلَتْ بِكُمُ الْبَلِيَّةُ

خدا کی قسم! ان کے بعد تمہیں کوئی ایسی نئی چیز نہیں بتائی گئی ہے جس سے وہ ناآشنا رہے ہوں اور کوئی خاص چیز نہیں دی گئی ہے جس سے وہ محروم تھے۔ ہاں ایک ایسی مصیبت تمہیں پیش آ گئی ہے (جو اس اونٹنی

جَآئِلًا خِطَامُهَا، رِخْوًا بِطَانُهَا، فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ مَآ اَصْبَحَ فِيْهِ اَهْلُ الْغُرُوْرِ، فَاِنَّمَا هُوَ ظِلٌّ مَّمْدُوْدٌ، اِلٰۤى اَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ.

-----☆☆-----

(۸۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوْفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ، وَ الْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، الَّذِیْ لَمْ يَزَلْ قَآئِمًا دَآئِمًا، اِذْ لَا سَمَآءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ، وَ لَا حُجُبٌ ذَاتُ اِرْتَاجٍ، وَ لَا لَيْلٌ دَاجٍ، وَ لَا بَحْرٌ سَاجٍ، وَ لَا جَبَلٌ ذُوْ فِجَاجٍ، وَ لَا فَجٌّ ذُوْ اعْوِجَاجٍ، وَ لَاۤ اَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ، وَ لَا خَلْقٌ ذُوْ اعْتِمَادٍ: ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ الْخَلْقِ وَ وَارِثُهٗ، وَ اِلٰهُ الْخَلْقِ وَ رَازِقُهٗ، وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ دَآئِبَانِ فِیْ مَرْضَاتِهٖ: يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيْدٍ، وَ يُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيْدٍ.

قَسَمَ اَرْزَاقَهُمْ، وَ اَحْصٰى اٰثَارَهُمْ وَ اَعْمَالَهُمْ، وَ عَدَدَ اَنْفَاسِهِمْ، وَ خَآئِنَةَ اَعْيُنِهِمْ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ مِنَ الضَّمِيْرِ، وَ مُسْتَقَرَّهُمْ وَ مُسْتَوْدَعَهُمْ مِّنَ الْاَرْحَامِ وَ الظُّهُوْرِ، اِلٰۤى اَنْ تَتَنَاهٰى بِهِمُ الْغَايَاتُ.

هُوَ الَّذِیْ اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهٗ عَلٰۤى اَعْدَآئِهٖ فِیْ سَعَةِ رَحْمَتِهٖ، وَ اتَّسَعَتْ رَحْمَتُهٗ لِاَوْلِيَآئِهٖ فِیْ شِدَّةِ نِقْمَتِهٖ،

کے مانند ہے) جس کی نکیل جھول رہی اور تنگ ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ (جو کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھائے گی)۔ دیکھو! ان فریب خوردہ لوگوں کے ٹھاٹھ باٹھ تمہیں ورغلا نہ دیں، اس لئے کہ یہ ایک پھیلا ہوا سایہ ہے جس کا وقت محدود ہے۔

--☆☆--

خطبہ (۸۸)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہوا ہے اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اس وقت بھی دائم و برقرار تھا جب کہ نہ برجوں والا آسمان تھا، نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے، نہ اندھیری راتیں، نہ ٹھہرا ہوا سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ آڑی ترچھی پہاڑی راہیں اور نہ یہ بچھے ہوئے فرشوں والی زمین، نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی۔ وہی مخلوقات کو پیدا کرنے والا اور اس کا وارث ہے اور کائنات کا معبود اور ان کا رازق ہے۔ سورج اور چاند اس کی منشا کے مطابق (ایک ڈھرے پر) بڑھے جانے کی سرتوڑ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، جو ہر نئی چیز کو فرسودہ اور دور کی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں۔

اس نے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے۔ وہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار تک کو جانتا ہے۔ وہ چوری چھپی نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب میں ان کے ٹھکانوں اور شکم میں ان کے سونپے جانے کی جگہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، یہاں تک کہ ان کی عمریں اپنی حد و انتہا کو پہنچ جائیں۔

وہ ایسی ذات ہے کہ رحمت کی وسعتوں کے باوجود اس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہے اور عذاب کی سختیوں کے باوجود دوستوں کیلئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ جو اسے دبانا چاہے اس پر قابو پالینے والا اور جو

قَاهِرُ مَنْ عَازَّهٗ، وَ مُدَمِّرُ مَنْ شَاقَّهٗ، وَ مُذِلُّ مَنْ نَّاوَاهُ، وَ غَالِبُ مَنْ عَادَاهُ. مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ، وَ مَنْ سَئَلَهٗ اَعْطَاهُ، وَ مَنْ اَقْرَضَهٗ قَضَاهُ، وَ مَنْ شَكَرَهٗ جَزَاهُ.

عِبَادَ اللهِ! زِنُوْٓا اَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُوْزَنُوْا، وَ حَاسِبُوْهَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تُحَاسَبُوْا، وَ تَنَفَّسُوْا قَبْلَ ضِيْقِ الْخِنَاقِ، وَ انْقَادُوْا قَبْلَ عُنْفِ السِّيَاقِ، وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ لَّمْ يُعَنْ عَلٰى نَفْسِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ لَهٗ مِنْهَا وَاعِظٌ وَّ زَاجِرٌ، لَمْ يَكُنْ لَّهٗ مِنْ غَيْرِهَا زَاجِرٌ وَّ لَا وَاعِظٌ.

-----☆☆-----

(۸۹) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تُعْرَفُ بِـ «خُطْبَةِ الْاَشْبَاحِ» وَ هِيَ مِنْ جَلَآئِلِ خُطَبِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ كَانَ سَئَلَهٗ سَآئِلٌ اَنْ يَّصِفَ اللهَ حَتّٰى كَاَنَّهٗ يَرَاهُ عِيَانًا، فَغَضِبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِذٰلِكَ (وَ قَالَ:)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يَفِرُهُ الْمَنْعُ وَ الْجُمُوْدُ، وَ لَا يُكْدِيْهِ الْاِعْطَآءُ وَ الْجُوْدُ، اِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُّنْتَقِصٌ سِوَاهُ، وَ كُلُّ مَانِعٍ مَّذْمُوْمٌ مَا خَلَاهُ،

اس سے ٹکر لینا چاہے اسے تباہ و برباد کرنے والا اور جو اس کی مخالفت کرے اُسے رسوا و ذلیل کرنے والا اور جو اس سے دشمنی برتے اس پر غلبہ پانے والا ہے۔ جو اس پر بھروسا کرتا ہے وہ اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس سے مانگتا ہے اُسے دے دیتا ہے اور جو اسے قرضہ دیتا ہے (یعنی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اسے ادا کرتا ہے۔ جو شکر کرتا ہے اُسے بدلہ دیتا ہے۔

اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کو تولے جانے سے پہلے تول لو اور محاسبہ کئے جانے سے قبل خود اپنا محاسبہ کر لو۔ گلے کا پھندا تنگ ہونے سے پہلے سانس لے لو اور سختی کے ساتھ ہنکائے جانے سے پہلے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ جسے اپنے نفس کیلئے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کر لے اور برائیوں پر متنبہ کر دے تو پھر کسی اور کی بھی پند و توبیخ اس پر اثر نہیں کر سکتی۔

--☆☆--

خطبہ (۸۹)

یہ خطبہ ''اشباح''[۱] کے نام سے مشہور ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسے ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا جس نے آپؑ سے یہ سوال کیا تھا کہ: آپؑ خلاق عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم ہو جیسے ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس پر حضرتؑ غضب ناک ہو گئے اور فرمایا:

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جو فیض و عطا کے روکنے سے مالدار نہیں ہو جاتا اور جود و عطا سے کبھی عاجز و قاصر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے سوا ہر دینے والے کے یہاں داد و دہش سے کمی واقع ہوتی ہے اور ہاتھ روک لینے پر انہیں برا سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ فائدہ بخش نعمتوں اور

وَ هُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَآئِدِ النِّعَمِ، وَ عَوآئِدِ الْمَزِيْدِ وَ الْقِسَمِ، عِيَالُهُ الْخَلَآئِقُ، ضَمِنَ اَرْزَاقَهُمْ، وَ قَدَّرَ اَقْوَاتَهُمْ، وَ نَهَجَ سَبِيْلَ الرَّاغِبِيْنَ اِلَيْهِ، وَ الطَّالِبِيْنَ مَا لَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِاَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْئَلُ.

عطیوں کی فراوانیوں اور روزیوں (کی تقسیم) سے ممنون احسان بنانے والا ہے۔ ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے، اس نے سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے اور سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں[2]۔ اس نے اپنے خواہش مندوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں کیلئے راہ کھول دی ہے۔ وہ دستِ طلب کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب وسوال کا ہاتھ بڑھنے پر۔

اَلْاَوَّلُ الَّذِیْ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ قَبْلٌ فَیَكُوْنَ شَیْءٌ قَبْلَهٗ، وَ الْاٰخِرُ الَّذِیْ لَیْسَ لَهٗ بَعْدٌ فَیَكُوْنَ شَیْءٌ بَعْدَهٗ، وَ الرَّادِعُ اَنَاسِیَّ الْاَبْصَارِ عَنْ اَنْ تَنَالَهٗ اَوْ تُدْرِكَهٗ، مَا اخْتَلَفَ عَلَیْهِ دَهْرٌ فَیَخْتَلِفَ مِنْهُ الْحَالُ، وَ لَا كَانَ فِیْ مَكَانٍ فَیَجُوْزَ عَلَیْهِ الْاِنْتِقَالُ.

وہ ایسا اوّل ہے جس کیلئے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ کوئی شے اس سے پہلے ہو سکے اور ایسا آخر ہے جس کیلئے کوئی بعد ہے ہی نہیں تا کہ کوئی چیز اس کے بعد فرض کی جا سکے۔ وہ آنکھ کی پتلیوں کو (دور ہی سے) روک دینے والا ہے کہ وہ اسے پا سکیں یا اس کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ اس پر زمانہ کے مختلف دور نہیں گزرتے کہ اس کے حالات میں تغیر وتبدل پیدا ہو۔ وہ کسی جگہ میں نہیں ہے کہ اس کیلئے نقل وحرکت صحیح ہو سکے۔

وَ لَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ، وَ ضَحِكَتْ عَنْهُ اَصْدَافُ الْبِحَارِ، مِنْ فِلِزِّ اللُّجَیْنِ وَ الْعِقْیَانِ، وَ نُثَارَةِ الدُّرِّ وَ حَصِیْدِ الْمَرْجَانِ، مَاۤ اَثَّرَ ذٰلِكَ فِیْ جُوْدِهٖ، وَ لَاۤ اَنْفَدَ سَعَةَ مَا عِنْدَهٗ، وَ لَكَانَ عِنْدَهٗ مِنْ ذَخَآئِرِ الْاِنْعَامِ مَا لَا تُنْفِدُهٗ مَطَالِبُ الْاَنَامِ، لِاَنَّهُ الْجَوَادُ الَّذِیْ لَا یَغِیْضُهٗ سُؤَالُ السَّآئِلِیْنَ، وَ لَا یُبْخِلُهٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ.

اگر وہ چاندی اور سونے جیسی نفیس دھاتیں کہ جنہیں پہاڑوں کے معدن (لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اچھال دیتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی شاخیں کہ جنہیں دریاؤں کی سیپیاں کھکھلا کر ہنستے ہوئے اُگل دیتی ہیں، بخش دے تو اس سے اس کے جود وعطا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اس کی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا ہے اور اس کے پاس پھر بھی انعام واکرام کے اتنے ذخیرے موجود رہیں گے جنہیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ وہ ایسا فیاض ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا اور گڑگڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا۔

فَانْظُرْ اَیُّهَا السَّآئِلُ: فَمَا دَلَّكَ الْقُرْاٰنُ عَلَیْهِ مِنْ صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ وَ اسْتَضِیْٓءْ بِنُوْرِ

اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (ان میں) تم اس کی پیروی کرو

هِدَايَتِهٖ، وَ مَا كَلَّفَكَ الشَّيْطٰنُ عِلْمَهٗ مِمَّا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ عَلَيْكَ فَرْضُهٗ، وَ لَا فِيْ سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَ اَئِمَّةِ الْهُدٰى اَثَرُهٗ، فَكِلْ عِلْمَهٗ اِلَى اللهِ سُبْحَانَهٗ، فَاِنَّ ذٰلِكَ مُنْتَهٰى حَقِّ اللهِ عَلَيْكَ.

وَ اعْلَمْ اَنَّ الرَّاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ هُمُ الَّذِيْنَ اَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ السُّدَدِ الْمَضْرُوْبَةِ دُوْنَ الْغُيُوْبِ، الْاِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوْا تَفْسِيْرَهٗ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوْبِ، فَمَدَحَ اللهُ اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِهٖ عِلْمًا، وَ سَمّٰى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيْمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهٖ رُسُوْخًا، فَاقْتَصِرْ عَلٰى ذٰلِكَ، وَ لَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ.

هُوَ الْقَادِرُ الَّذِيْۤ اِذَا ارْتَمَتِ الْاَوْهَامُ لِتُدْرِكَ مُنْقَطَعَ قُدْرَتِهٖ، وَ حَاوَلَ الْفِكْرُ الْمُبَرَّاُ مِنْ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ فِيْ عَمِيْقَاتِ غُيُوْبِ مَلَكُوْتِهٖ، وَ تَوَلَّهَتِ الْقُلُوْبُ اِلَيْهِ لِتَجْرِيَ فِيْ كَيْفِيَّةِ صِفَاتِهٖ، وَ غَمَضَتْ مَدَاخِلُ الْعُقُوْلِ فِيْ حَيْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَاوُلِ عِلْمِ ذَاتِهٖ، رَدَعَهَا وَ هِيَ

اور اسی کے نور ہدایت سے کسب ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبرؐ و آئمہ ہدیٰ میں ان کا نام و نشان ہے اور صرف شیطان نے اس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے، اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے۔

اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں میں چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور ان پر اعتقاد رکھتے) ہیں، اگرچہ ان کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں درانہ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔ اور اللہ نے اس بات پر ان کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہوتی ہے اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ، ورنہ تمہارا شمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا۔

وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کیلئے وہم اپنے تیر چلا رہا ہو اور فکر ہر طرح کے وسوسوں کے ادھیڑ بن سے آزاد ہو کر اس کے قلمرو مملکت کے گہرے بھیدوں پر آگاہ ہونے کے درپے ہو اور دل اس کی صفتوں کی کیفیت سمجھنے کیلئے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور ذاتِ الٰہی کو جاننے کیلئے عقلوں کی جستجو و تلاش کی راہیں حدّ بیان سے زیادہ دور تک چلی گئی ہوں تو اللہ اس وقت جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی ہیں،

تَجُوْبُ مَهَاوِیَ سُدَفِ الْغُیُوْبِ، مُتَخَلِّصَةً اِلَیْهِ ـ سُبْحَانَهٗ ـ فَرَجَعَتْ اِذْ جُبِهَتْ، مُعْتَرِفَةً بِاَنَّهٗ لَا یُنَالُ بِجَوْرِ الْاِعْتِسَافِ كُنْهُ مَعْرِفَتِهٖ، وَ لَا تَخْطُرُ بِبَالِ اُولِی الرَّوِیَّاتِ خَاطِرَةٌ مِّنْ تَقْدِیْرِ جَلَالِ عِزَّتِهٖ.

ان سب کو (ناکامیوں کے ساتھ) پلٹا دیتا ہے۔ چنانچہ جب اس طرح منہ کی کھا کر پلٹتی ہیں تو انہیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ رویوں سے اس کی معرفت کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا اور نہ فکر پیماؤں کے دلوں میں اس کی عزت کے تمکنت و جلال کا ذرا سا شائبہ آ سکتا ہے۔

اَلَّذِیْ ابْتَدَعَ الْخَلْقَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ امْتَثَلَهٗ، وَ لَا مِقْدَارٍ احْتَذٰی عَلَیْهِ، مِنْ خَالِقٍ مَّعْبُوْدٍ كَانَ قَبْلَهٗ، وَ اَرَانَا مِنْ مَّلَكُوْتِ قُدْرَتِهٖ، وَ عَجَآئِبِ مَا نَطَقَتْ بِهٖ اٰثَارُ حِكْمَتِهٖ، وَ اعْتِرَافِ الْحَاجَةِ مِنَ الْخَلْقِ اِلٰۤی اَنْ یُّقِیْمَهَا بِمَسَاكِ قُوَّتِهٖ، مَا دَلَّنَا بِاضْطِرَارِ قِیَامِ الْحُجَّةِ لَهٗ عَلٰی مَعْرِفَتِهٖ، وَ ظَهَرَتْ فِی الْبَدَآئِعِ الَّتِیْ اَحْدَثَهَاۤ اٰثَارُ صَنْعَتِهٖ، وَ اَعْلَامُ حِكْمَتِهٖ، فَصَارَ كُلُّ مَا خَلَقَ حُجَّةً لَّهٗ وَ دَلِیْلًا عَلَیْهِ، وَ اِنْ كَانَ خَلْقًا صَامِتًا، فَحُجَّتُهٗ بِالتَّدْبِیْرِ نَاطِقَةٌ، وَ دَلَالَتُهٗ عَلَى الْمُبْدِعِ قَآئِمَةٌ.

وہ وہی ہے کہ جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا بغیر اس کے کہ کوئی مثال اپنے سامنے رکھتا اور بغیر اس کے کہ اپنے سے پہلے کسی اور خالق و معبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چربہ اُتارتا۔ اس نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور ان عجیب چیزوں کے واسطہ سے کہ جن میں اس کی حکمت و دانائی کے آثار (منہ سے) بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتراف سے کہ وہ اپنے رکنے تھمنے میں اس کے سہارے کی محتاج ہے، ہمیں وہ چیزیں دکھائی ہیں کہ جنہوں نے قہراً دلیل قائم ہو جانے کے دباؤ سے اس کی معرفت کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور اس کی پیدا کردہ عجیب و غریب چیزوں میں اس کی صنعت کے نقش و نگار اور حکمت کے آثار نمایاں اور واضح ہیں۔ چنانچہ ہر مخلوق اس کی ایک حجت اور ایک برہان بن گئی ہے۔ چاہے وہ خاموش مخلوق ہو، مگر اللہ کی تدبیر و کارسازی کی ایک بولتی ہوئی دلیل ہے اور ہستی صانع کی طرف اس کی راہنمائی ثابت و برقرار ہے۔

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مَنْ شَبَّهَكَ بِتَبَایُنِ اَعْضَآءِ خَلْقِكَ، وَ تَلَاحُمِ حِقَاقِ مَفَاصِلِهِمُ الْمُحْتَجِبَةِ لِتَدْبِیْرِ حِكْمَتِكَ، لَمْ یَعْقِدْ غَیْبَ ضَمِیْرِهٖ عَلٰی مَعْرِفَتِكَ، وَ لَمْ یُبَاشِرْ قَلْبَهُ الْیَقِیْنُ بِاَنَّهٗ لَا نِدَّ لَكَ،

میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے ان کے اعضاء کے الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی کارسازیوں سے گوشت و پوست میں ڈھکے ہوئے ان کے جوڑوں کے سروں کے ملنے میں تشبیہ دی، اس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اس کے دل کو یہ یقین چھو بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی شریک

وَ كَاَنَّهٗ لَمْ یَسْمَعْ تَبَرُّؤَ التَّابِعِیْنَ مِنَ الْمَتْبُوْعِیْنَ اِذْ یَقُوْلُوْنَ: ﴿تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ۝ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝﴾.

كَذَبَ الْعَادِلُوْنَ بِكَ، اِذْ شَبَّهُوْكَ بِاَصْنَامِهِمْ وَ نَحَلُوْكَ حِلْیَةَ الْمَخْلُوْقِیْنَ بِاَوْهَامِهِمْ، وَ جَزَّاُوْكَ تَجْزِئَةَ الْمُجَسَّمَاتِ بِخَوَاطِرِهِمْ، وَ قَدَّرُوْكَ عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوٰى، بِقَرَآئِحِ عُقُوْلِهِمْ.

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مَنْ سَاوَاكَ بِشَیْءٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَقَدْ عَدَلَ بِكَ، وَ الْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهٖ مُحْكَمَاتُ اٰیَاتِكَ، وَ نَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ بَیِّنَاتِكَ، وَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَمْ تَتَنَاهَ فِی الْعُقُوْلِ، فَتَكُوْنَ فِیْ مَهَبِّ فِكْرِهَا مُكَیَّفًا، وَ لَا فِیْ رَوِیَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُوْنَ مَحْدُوْدًا مُّصَرَّفًا.

[وَ مِنْهَا]

قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَاَحْكَمَ تَقْدِیْرَهٗ، وَ دَبَّرَهٗ فَاَلْطَفَ تَدْبِیْرَهٗ، وَ وَجَّهَهٗ لِوِجْهَتِهٖ فَلَمْ یَتَعَدَّ حُدُوْدَ مَنْزِلَتِهٖ، وَ لَمْ یَقْصُرْ دُوْنَ الْاِنْتِهَآءِ اِلٰى غَایَتِهٖ، وَ لَمْ یَسْتَصْعِبْ اِذْ اُمِرَ بِالْمُضِیِّ عَلٰۤى اِرَادَتِهٖ، وَ كَیْفَ وَ اِنَّمَا صَدَرَتِ الْاُمُوْرُ عَنْ مَّشِیَّتِهٖ؟

نہیں۔ گویا اس نے پیروکاروں کا یہ قول نہیں سنا جو اپنے مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ: ”خدا کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ جب ہم سارے جہاں کے پالنے والے کے برابر تمہیں ٹھہرایا کرتے تھے“۔

وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اپنے وہم میں تجھ پر مخلوقات کی صفتیں جڑ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں اس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں جس طرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کئے جاتے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی مخلوقات پر قیاس کرتے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری مخلوق میں سے کسی کے برابر جانا اس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم آیتوں کے مضامین اور ان حقائق کا جنہیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کر رہے ہیں منکر ہے۔ تو وہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں سکتا کہ ان کی سوچ بچار کی زد پر آ کر کیفیات کو قبول کر لے اور نہ ان کے غور و فکر کی جولانیوں میں تیری سمائی ہے کہ تو محدود ہو کر ان کے فکری تصرفات کا پابند بن جائے۔

[اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے]

اس نے جو چیزیں پیدا کیں ان کا ایک اندازہ رکھا مضبوط و مستحکم اور ان کا انتظام کیا عمدہ و پاکیزہ اور انہیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری منزل کی حدوں سے آگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کی۔ جب انہیں اللہ کے ارادے پر چل پڑنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی کیوں کر سکتی تھیں، جب کہ تمام امور اسی کی مشیت و ارادہ سے صادر ہوئے ہیں۔

اَلْمُنْشِئُ اَصْنَافَ الْاَشْیَآءِ بِلَا رَوِیَّةِ فِكْرٍ اٰلَ اِلَیْهَا، وَ لَا قَرِیْحَةِ غَرِیْزَةٍ اَضْمَرَ عَلَیْهَا، وَ لَا تَجْرِبَةٍ اَفَادَهَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُوْرِ، وَ لَا شَرِیْكٍ اَعَانَهٗ عَلَى ابْتِدَاعِ عَجَآئِبِ الْاُمُوْرِ، فَتَمَّ خَلْقُهٗ، وَ اَذْعَنَ لِطَاعَتِهٖ، وَ اَجَابَ اِلٰى دَعْوَتِهٖ، وَ لَمْ یَعْتَرِضْ دُوْنَهٗ رَیْثُ الْمُبْطِئِ، وَ لَاۤ اَنَاةُ الْمُتَلَكِّئِ، فَاَقَامَ مِنَ الْاَشْیَآءِ اَوَدَهَا، وَ نَهَجَ حُدُوْدَهَا، وَ لَآءَمَ بِقُدْرَتِهٖ بَیْنَ مُتَضَادِّهَا، وَ وَصَلَ اَسْبَابَ قَرَآئِنِهَا، وَ فَرَّقَهَا اَجْنَاسًا مُّخْتَلِفَاتٍ فِی الْحُدُوْدِ وَ الْاَقْدَارِ، وَ الْغَرَآئِزِ وَ الْهَیْئَاتِ، بَدَایَا خَلَآئِقَ اَحْكَمَ صُنْعَهَا، وَ فَطَرَهَا عَلٰى مَاۤ اَرَادَ وَ ابْتَدَعَهَا!.

وہ گونا گوں چیزوں کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچار کی طرف رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربہ کے کہ جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو ان عجیب و غریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو۔ چنانچہ مخلوق (بن بنا کر) مکمل ہوگئی اور اس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور (فوراً) اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی، نہ کسی دیر کرنے والے کی سی سست رفتاری دامن گیر ہوئی اور نہ کسی حیل حجت کرنے والے کی سی سستی اور ڈھیل حائل ہوئی۔ اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معین کر دیں اور اپنی قدرت سے ان متضاد چیزوں میں ہم رنگی و ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے (بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انہیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا جو اپنی حدوں، اندازوں، طبیعتوں اور صورتوں میں جُدا جُدا ہیں۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اس نے مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اسے بنایا اور ایجاد کیا۔

[مِنْهَا: فِیْ صِفَةِ السَّمَآءِ]

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے آسمان کے وصف میں]

وَ نَظَمَ بِلَا تَعْلِیْقٍ رَّهَوَاتِ فُرَجِهَا، وَ لَاحَمَ صُدُوْعَ انْفِرَاجِهَا، وَ وَشَّجَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ اَزْوَاجِهَا، وَ ذَلَّلَ لِلْهَابِطِیْنَ بِاَمْرِهٖ، وَ الصَّاعِدِیْنَ بِاَعْمَالِ خَلْقِهٖ، حُزُوْنَةَ مِعْرَاجِهَا، وَ نَادَاهَا بَعْدَ اِذْ هِیَ دُخَانٌ، فَالْتَحَمَتْ عُرٰی اَشْرَاجِهَا، وَ فَتَقَ بَعْدَ الْاِرْتِتَاقِ صَوَامِتَ اَبْوَابِهَا، وَ اَقَامَ رَصَدًا مِّنَ الشُّهُبِ الثَّوَاقِبِ عَلٰى نِقَابِهَا، وَ

اس نے بغیر (کسی چیز سے) وابستہ کئے اس کے شگافوں کے نشیب و فراز کو مرتب کر دیا اور اس کے دراڑوں کی کشادگیوں کو ملا دیا اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑ دیا اور اس کے احکام کو لے کر اترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والوں کیلئے اس کی بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا۔ ابھی وہ آسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے کہ اللہ نے انہیں پکارا تو (فوراً) ان کے تسموں کے رشتے آپس میں متصل ہو گئے۔ اس نے ان کے بند دروازوں کو بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور ان کے سوراخوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں

اَمْسَكَهَا مِنْ اَنْ تَمُوْرَ فِیْ خَرْقِ الْهَوَآءِ بِاَيْدِهٖ، وَ اَمَرَهَا اَنْ تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِّاَمْرِهٖ، وَ جَعَلَ شَمْسَهَا اٰيَةً مُّبْصِرَةً لِّنَهَارِهَا، وَ قَمَرَهَا اٰيَةً مَّمْحُوَّةً مِّنْ لَّيْلِهَا، وَ اَجْرَاهُمَا فِیْ مَنَاقِلِ مَجْرَاهُمَا، وَ قَدَّرَ سَيْرَهُمَا فِیْ مَدَارِجِ دَرَجِهِمَا، لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ بِهِمَا، وَ لِيُعْلَمَ عَدَدُ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابُ بِمَقَادِيْرِهِمَا.

ثُمَّ عَلَّقَ فِیْ جَوِّهَا فَلَكَهَا، وَ نَاطَ بِهَا زِيْنَتَهَا، مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيِّهَا وَ مَصَابِيْحِ كَوَاكِبِهَا، وَ رَمٰى مُسْتَرِقِی السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شُهُبِهَا، وَ اَجْرَاهَا عَلٰۤى اِذْلَالِ تَسْخِيْرِهَا مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا، وَ مَسِيْرِ سَآئِرِهَا، وَ هُبُوْطِهَا وَ صُعُوْدِهَا، وَ نُحُوْسِهَا وَ سُعُوْدِهَا.

[وَ مِنْهَا: فِیْ صِفَةِ الْمَلٰٓئِكَةِ]

ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهٗ لِاِسْكَانِ سَمٰوٰتِهٖ، وَ عِمَارَةِ الصَّفِيْحِ الْاَعْلٰى مِنْ مَّلَكُوْتِهٖ، خَلْقًۢا بَدِيْعًا مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِهٖ، وَ مَلَاَ بِهِمْ فُرُوْجَ فِجَاجِهَا، وَ حَشَا بِهِمْ فُتُوْقَ اَجْوَآئِهَا، وَ بَيْنَ فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوْجِ زَجَلُ الْمُسَبِّحِيْنَ مِنْهُمْ فِیْ حَظَآئِرِ الْقُدُسِ، وَ سُتُرَاتِ الْحُجُبِ، وَ سُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ، وَ وَرَآءَ ذٰلِكَ الرَّجِيْجِ الَّذِیْ تَسْتَكُّ مِنْهُ

کے نگہبان کھڑے کر دیئے اور انہیں اپنے زور سے روک دیا کہ کہیں وہ ہوا کے پھیلاؤ میں ادھر ادھر نہ ہو جائیں اور انہیں مامور کیا کہ وہ اس کے حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے اپنے مرکز پر ٹھہرے رہیں۔ اس نے فلک کے سورج کو دن کی روشن نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے اور انہیں ان کی منزلوں پر چلایا ہے اور ان کی گزرگاہوں میں ان کی رفتار مقرر کر دی ہے، تاکہ ان کے ذریعہ سے شب و روز کی تمیز ہو سکے اور انہی کے اعتبار سے برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب جانے جا سکیں۔

پھر یہ کہ اس نے آسمانی فضا میں اس فلک کو آویزاں کیا اور اس میں اسی کی آرائش کیلئے مُنّے مُنّے موتیوں ایسے تارے اور چراغوں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے آویزاں کئے اور چوری چھپے کان لگانے والوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے تیر چلائے اور ستاروں کو اپنے جبر و قہر سے ان کے ڈھرے پر لگایا کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیار، کبھی اُتار ہو اور کبھی اُبھار اور کسی میں نحوست ہو اور کسی میں سعادت۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے فرشتوں کے وصف میں]

پھر اللہ سبحانہ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنی مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کیلئے فرشتوں کی عجیب و غریب مخلوق پیدا کی۔ ان سے آسمان کے وسیع راستوں کا گوشہ گوشہ بھر دیا اور اس کی فضا کی وسعتوں کا کونا کونا چھلکا دیا اور ان وسیع اطراف کی پہنائیوں میں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس و پاکیزگی کی چار دیواریوں اور عظمت کے گہرے حجابوں اور بزرگی و جلال کے سراپردوں میں گونجتی ہیں اور اس گونج کے پیچھے جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں تجلیات نور کی اتنی فراوانیاں ہیں کہ

الْاَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُوْرٍ تَرْدَعُ الْاَبْصَارَ عَنْ بُلُوْغِهَا، فَتَقِفُ خَاسِئَةً عَلٰى حُدُوْدِهَا.

اَنْشَاَهُمْ عَلٰى صُوَرٍ مُّخْتَلِفَاتٍ، وَ اَقْدَارٍ مُّتَفَاوِتَاتٍ، ﴿اُولِیْۤ اَجْنِحَةٍ﴾ تُسَبِّحُ جَلَالَ عِزَّتِهٖ، لَا یَنْتَحِلُوْنَ مَا ظَهَرَ فِی الْخَلْقِ مِنْ صُنْعِهٖ، وَ لَا یَدَّعُوْنَ اَنَّهُمْ یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا مَّعَهٗ مِمَّا انْفَرَدَ بِهٖ، ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۝ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ۝﴾.

جَعَلَهُمْ فِیْمَا هُنَالِكَ اَهْلَ الْاَمَانَةِ عَلٰى وَحْیِهٖ، وَ حَمَّلَهُمْ اِلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَ دَآئِعَ اَمْرِهٖ وَ نَهْیِهٖ، وَ عَصَمَهُمْ مِنْ رَّیْبِ الشُّبُهَاتِ، فَمَا مِنْهُمْ زَآئِغٌ عَنْ سَبِیْلِ مَرْضَاتِهٖ، وَ اَمَدَّهُمْ بِفَوَآئِدِ الْمَعُوْنَةِ، وَ اَشْعَرَ قُلُوْبَهُمْ تَوَاضُعَ اِخْبَاتِ السَّكِیْنَةِ، وَ فَتَحَ لَهُمْ اَبْوَابًا ذُلُلًا اِلٰى تَمَاجِیْدِهٖ، وَ نَصَبَ لَهُمْ مَنَارًا وَّاضِحَةً عَلٰۤى اَعْلَامِ تَوْحِیْدِهٖ،

لَمْ تُثْقِلْهُمْ مُوْصِرَاتُ الْاٰثَامِ، وَ لَمْ تَرْتَحِلْهُمْ عُقَبُ اللَّیَالِیْ وَ الْاَیَّامِ، وَ لَمْ تَرْمِ الشُّكُوْكُ بِنَوَازِعِهَا عَزِیْمَةَ اِیْمَانِهِمْ، وَلَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُوْنُ عَلٰى مَعَاقِدِ یَقِیْنِهِمْ، وَ لَا قَدَحَتْ قَادِحَةُ الْاِحَنِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ، وَ لَا سَلَبَتْهُمُ الْحَیْرَةُ مَا لَاقَ مِنْ مَّعْرِفَتِهٖ

جو نگاہوں کو اپنے تک پہنچنے سے روک دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ ناکام ونامراد ہوکر اپنی جگہ پر ٹھہری رہتی ہیں۔

اللہ نے ان (فرشتوں) کو جُدا جُدا صورتوں اور الگ الگ پیمانوں پر پیدا کیا ہے۔ وہ بال و پَر رکھتے ہیں اور اس کے جلال و عزت کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور مخلوق میں جو اس کی صنعتیں اُجاگر ہوئی ہیں انہیں اپنی طرف نسبت نہیں دیتے اور نہ یہ اِدّعا کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی شے کو پیدا کر سکتے ہیں کہ جس کے پیدا کرنے میں وہ منفرد و یکتا ہے، "بلکہ وہ اس کے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں"۔

اللہ نے انہیں وہاں اپنی وحی کا امانتدار اور اپنے اوامر و نواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے اور شک و شبہات کے خدشوں سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو ان میں سے کوئی بھی اس کی رضا جوئی کی راہ سے کترانے والا نہیں اور اس نے اپنی توفیق و اعانت سے ان کی دستگیری کی اور خضوع و خشوع کی عجز و شکستگی سے ان کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور تسبیح و تقدیس کی سہولتوں کے دروازے ان کیلئے کھول دیئے ہیں اور اپنی توحید کے نشانوں پر ان کیلئے روشن مینار نصب کئے ہیں۔

نہ گناہوں کی گرانباریوں نے انہیں دبا رکھا ہے، نہ شب و روز کی گردشوں نے ان پر (سواری کیلئے) پالان ڈالے ہیں اور نہ شکوک و شبہات نے ان کے ایمان کے استحکام پر تیر چلائے ہیں اور نہ ان کے یقین کی پختگیوں پر (اوہام و) ظنون نے دھاوا بولا ہے اور نہ ان کے درمیان کبھی کینہ و حسد کی چنگاریاں بھڑکی ہیں اور نہ حیرانی و سراسیمگی

بِضَمَآئِرِهِمْ، وَ مَا سَكَنَ مِنْ عَظَمَتِهٖ وَ هَيْبَةِ جَلَالَتِهٖ فِيْٓ اَثْنَآءِ صُدُوْرِهِمْ، وَ لَمْ تَطْمَعْ فِيْهِمُ الْوَسَاوِسُ فَتَقْتَرِعَ بِرَيْنِهَا عَلٰى فِكْرِهِمْ.

ان کے دلوں میں سرایت کی ہوئی معرفت اور ان کے سینے کی تہوں میں جمی ہوئی عظمت خداوندی و ہیبتِ جلال الٰہی کو چھین سکی ہے، نہ کبھی وسوسوں نے ان پر دندان آز تیز کیا ہے کہ ان کے فکروں کو زنگ وتکدر سے آلودہ کر دیں۔

مِنْهُمْ مَنْ هُوَ فِيْ خَلْقِ الْغَمَامِ الدُّلَّحِ، وَ فِيْ عِظَمِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ، وَ فِيْ قَتْرَةِ الظَّلَامِ الْاَيْهَمِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ قَدْ خَرَقَتْ اَقْدَامُهُمْ تُخُوْمَ الْاَرْضِ السُّفْلٰى، فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيْضٍ قَدْ نَفَذَتْ فِيْ مَخَارِقِ الْهَوَآءِ، وَ تَحْتَهَا رِيْحٌ هَفَّافَةٌ تَحْبِسُهَا عَلٰى حَيْثُ انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُوْدِ الْمُتَنَاهِيَةِ.

ان میں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے پیدا کردہ بوجھل بادلوں اور اونچے پہاڑوں کی بلندیوں اور گھٹا ٹوپ اندھیروں کی سیاہیوں کی صورتوں میں ہیں اور ان میں کچھ وہ ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ کی حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں تو وہ سفید جھنڈوں کے مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ہیں اور ان پھریروں کے آخری سرے تک ایک ہلکی ہوا چل رہی ہے جو انہیں روکے ہوئے ہے۔

قَدِ اسْتَفْرَغَتْهُمْ اَشْغَالُ عِبَادَتِهٖ، وَ وَصَلَتْ حَقَآئِقُ الْاِيْمَانِ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهٖ، وَ قَطَعَهُمُ الْاِيْقَانُ بِهٖٓ اِلَى الْوَلَهِ اِلَيْهِ، وَ لَمْ تُجَاوِزْ رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهٗ اِلٰى مَا عِنْدَ غَيْرِهٖ.

ان فرشتوں کو عبادت کی مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا اور ایمان کے ٹھوس عقیدے ان کیلئے اللہ کی معرفت کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یقین کامل نے اوروں سے ہٹا کر اسی سے ان کی لو لگا دی ہے۔ اللہ کی طرف کی نعمتوں کے سوا کسی غیر کے عطا و انعام کی انہیں خواہش ہی نہیں ہوتی۔

قَدْ ذَاقُوْا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهٖ، وَ شَرِبُوْا بِالْكَاْسِ الرَّوِيَّةِ مِنْ مَّحَبَّتِهٖ، وَ تَمَكَّنَتْ مِنْ سُوَيْدَآءِ قُلُوْبِهِمْ وَ شِيْجَةُ خِيْفَتِهٖ، فَحَنَوْا بِطُوْلِ الطَّاعَةِ اعْتِدَالَ ظُهُوْرِهِمْ، وَ لَمْ يُنْفِدْ طُوْلُ الرَّغْبَةِ اِلَيْهِ مَادَّةَ تَضَرُّعِهِمْ، وَ لَآ اَطْلَقَ عَنْهُمْ عَظِيْمُ الزُّلْفَةِ رِبَقَ خُشُوْعِهِمْ.

انہوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے ہیں اور اس کی محبت کے سیراب کرنے والے جام سے سرشار ہیں اور ان کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے، تو انہوں نے لمبی چوڑی عبادتوں سے اپنی سیدھی کمریں ٹیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی کی طلب میں لگے رہنے کے باوجود ان کے تضرع و عاجزی کے ذخیرے ختم نہیں ہوتے اور قرب الٰہی کی بلندیوں کے باوجود خوف وخشوع کے پھندے ان (کے گلے) سے نہیں اترتے۔

وَ لَمْ يَتَوَلَّهُمُ الْاِعْجَابُ فَيَسْتَكْثِرُوْا مَا سَلَفَ مِنْهُمْ، وَ لَا تَرَكَتْ لَهُمُ اسْتِكَانَةُ الْاِجْلَالِ نَصِيْبًا فِىْ تَعْظِيْمِ حَسَنَاتِهِمْ، وَ لَمْ تَجْرِ الْفَتَرَاتُ فِيْهِمْ عَلٰى طُوْلِ دُؤُبِهِمْ، وَ لَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُهُمْ فَيُخَالِفُوْا عَنْ رَّجَآءِ رَبِّهِمْ، وَ لَمْ تَجِفَّ لِطُوْلِ الْمُنَاجَاةِ اَسَلَاتُ اَلْسِنَتِهِمْ، وَ لَا مَلَكَتْهُمُ الْاَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ بِهَمْسِ الْجُؤَارِ اِلَيْهِ اَصْوَاتُهُمْ، وَ لَمْ تَخْتَلِفْ فِىْ مَقَاوِمِ الطَّاعَةِ مَنَاكِبُهُمْ، وَ لَمْ يَثْنُوْٓا اِلٰى رَاحَةِ التَّقْصِيْرِ فِىْٓ اَمْرِهٖ رِقَابَهُمْ، وَ لَا تَعْدُوْ عَلٰى عَزِيْمَةِ جِدِّهِمْ بَلَادَةُ الْغَفَلَاتِ، وَ لَا تَنْتَضِلُ فِىْ هِمَمِهِمْ خَدَآئِعُ الشَّهَوَاتِ.

نہ ان میں کبھی خود پسندی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے گزشتہ اعمال کو زیادہ خیال کرنے لگیں اور نہ جلال پروردگار کے سامنے ان کے عجز و انکسار نے یہ موقع آنے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا سمجھ سکیں۔ ان میں مسلسل تعب اٹھانے کے باوجود بھی سستی نہیں آنے پاتی اور نہ ان کی طلب و رغبت میں کبھی کمی پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنے پالنے والے کے توقعات سے روگرداں ہو جائیں اور نہ مسلسل مناجاتوں سے ان کی زبان کی نوکیں خشک ہوتی ہیں اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی وجہ سے تضرع و زاری کی آوازوں کو دھیما کر لیں اور نہ عبادت کی صفوں میں ان کے شانے آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اور نہ وہ آرام و راحت کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کر کے اپنی گردنوں کو ادھر سے ادھر کرتے ہیں، نہ ان کی کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں حملہ آور ہوتی ہیں، اور نہ ان کی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے والے وسوسوں کا گزر ہوتا ہے۔

قَدِ اتَّخَذُوْا ذَا الْعَرْشِ ذَخِيْرَةً لِّيَوْمِ فَاقَتِهِمْ، وَ يَمَّمُوْهُ عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ اِلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ بِرَغْبَتِهِمْ، لَا يَقْطَعُوْنَ اَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهٖ، وَ لَا يَرْجِعُ بِهِمُ الْاِسْتِهْتَارُ بِلُزُوْمِ طَاعَتِهٖ، اِلَّآ اِلٰى مَوَادَّ مِنْ قُلُوْبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ مِّنْ رَّجَآئِهٖ وَ مَخَافَتِهٖ، لَمْ تَنْقَطِعْ اَسْبَابُ الشَّفَقَةِ مِنْهُمْ، فَيَنُوْا فِىْ جِدِّهِمْ، وَ لَمْ تَاْسِرْهُمُ الْاَطْمَاعُ فَيُؤْثِرُوْا وَشِيْكَ السَّعْيِ عَلٰى اجْتِهَادِهِمْ. وَ لَمْ يَسْتَعْظِمُوْا مَا مَضٰى مِنْ اَعْمَالِهِمْ، وَ لَوِ

انہوں نے احتیاج کے دن کیلئے صاحب عرش کو اپنا ذخیرہ بنا رکھا ہے اور جب دوسرے لوگ مخلوقات کی طرف اپنی خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں تو یہ بس اسی سے لو لگاتے ہیں۔ وہ اس کی عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے۔ انہیں عبادت کا والہانہ شوق (کسی اور طرف لے جانے کے بجائے) ان کی قلبی امید و بیم کے ان ہی سرچشموں کی طرف لے جاتا ہے جن کے سوتے کبھی موقوف نہیں ہوتے۔ خوف کھانے کے وجوہ ختم نہیں ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں سستی کریں اور نہ دنیا کے طمعوں نے انہیں جکڑ رکھا ہے کہ وہ دنیا کیلئے وقتی کوششوں کو اپنی اس جدوجہد پر ترجیح دیں اور نہ انہوں نے اپنے سابقہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے اور اگر بڑا سمجھتے تو پھر امیدیں خوف خدا کے اندیشوں کو ان (کے

اسْتَعْظَمُوْا ذٰلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَآءُ مِنْهُمْ شَفَقَاتِ وَجَلِهِمْ، وَ لَمْ يَخْتَلِفُوْا فِیْ رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ الشَّيْطٰنِ عَلَيْهِمْ، وَ لَمْ يُفَرِّقْهُمْ سُوْٓءُ التَّقَاطُعِ، وَ لَا تَوَلَّاهُمْ غِلُّ التَّحَاسُدِ، وَ لَا تَشَعَّبَتْهُمْ مَصَارِفُ الرِّيَبِ، وَ لَا اقْتَسَمَتْهُمْ اَخْيَافُ الْهِمَمِ.

فَهُمْ اُسَرَآءُ اِيْمَانٍ لَّمْ يَفُكَّهُمْ مِنْ رِبْقَتِهٖ زَيْغٌ وَّ لَا عُدُوْلٌ وَّ لَا وَنًى وَّ لَا فُتُوْرٌ، وَ لَيْسَ فِیْۤ اَطْبَاقِ السَّمَآءِ مَوْضِعُ اِهَابٍ اِلَّا وَ عَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ، اَوْ سَاعٍ حَافِدٌ، يَزْدَادُوْنَ عَلٰى طُوْلِ الطَّاعَةِ بِرَبِّهِمْ عِلْمًا، وَ تَزْدَادُ عِزَّةُ رَبِّهِمْ فِیْ قُلُوْبِهِمْ عِظَمًا.

[وَ مِنْهَا: فِیْ صِفَةِ الْاَرْضِ وَ دَحْوِهَا عَلَى الْمَآءِ]

كَبَسَ الْاَرْضَ عَلٰى مَوْرِ اَمْوَاجٍ مُّسْتَفْحِلَةٍ، وَ لُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ، تَلْتَطِمُ اَوَاذِیُّ اَمْوَاجِهَا، وَ تَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ اَثْبَاجِهَا، وَ تَرْغُوْ زَبَدًا كَالْفُحُوْلِ عِنْدَ هِيَاجِهَا، فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَآءِ الْمُتَلَاطِمِ لِثِقَلِ حَمْلِهَا، وَ سَكَنَ هَيْجُ ارْتِمَآئِهٖ اِذْ وَطِئَتْهُ بِكَلْكَلِهَا، وَ ذَلَّ مُسْتَخْذِيًا اِذْ تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا، فَاَصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ اَمْوَاجِهٖ، سَاجِيًا مَّقْهُوْرًا،

صفحہ دل) سے مٹا دیتیں اور نہ شیطان کے ورغلانے سے ان میں باہم اپنے پروردگار کے متعلق کبھی کوئی اختلاف پیدا ہوا اور نہ ایک دوسرے سے کٹنے (اور بگاڑ پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ ومتفرق ہوئے اور نہ آپس میں حسد رکھنے کے سبب سے ان کے دلوں میں کینہ وبغض پیدا ہوا اور نہ شک وشبہات میں پڑنے کی وجہ سے تتر بتر ہوئے اور نہ پست ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا۔

وہ ایمان کے پابند ہیں، انہیں اس کے بندھنوں سے کجی، روگردانی سستی یا کاہلی نے کبھی نہیں چھڑایا۔ سطح آسمان پر کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی سجدہ کرنے والا فرشتہ یا تیزی سے تگ ودو کرنے والا ملک نہ ہو، پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان کے علم میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت کی عظمت وجلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

[اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے جس میں زمین اور اس کے پانی پر بچھائے جانے کی کیفیت بیان فرمائی ہے]

(اللہ نے) زمین کو تہ و بالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کی اتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا، جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح پھین دے رہی تھیں جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نر اونٹ۔ چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرو ہوگئیں اور جب اس نے اپنا سینہ اس پر ٹیک کر اسے روندا تو سارا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ گیا اور جب اپنے شانے ٹکا کر اس پر لوٹی تو وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ رام ہوگیا۔ کہاں تو اس کی موجیں دندنا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس ہو کر تھم گیا اور ذلت کی لگاموں

وَ فِیْ حَكَمَةِ الذُّلِّ مُنْقَادًا اَسِیْرًا، وَ سَكَنَتِ الْاَرْضُ مَدْحُوَّةً فِیْ لُجَّةِ تَیَّارِهٖ، وَ رَدَّتْ مِنْ نَّخْوَةِ بَاْوِهٖ وَ اعْتِلَآئِهٖ، وَ شُمُوْخِ اَنْفِهٖ وَ سُمُوِّ غُلَوَآئِهٖ، وَ كَعَمَتْهُ عَلٰى كِظَّةِ جَرْیَتِهٖ، فَهَمَدَ بَعْدَ نَزَقَاتِهٖ، وَ لَبَدَ بَعْدَ زَیَفَانِ وَثَبَاتِهٖ.

میں اسیر ہو کر مطیع ہو گیا اور زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی اور اس کے اٹھلانے اور سر اٹھانے کے غرور اور تکبر سے ناک اوپر چڑھانے اور بہاؤ میں تفوق و سر بلندی دکھانے کا خاتمہ کر دیا اور اس کی روانی کی بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے کہ وہ اچھلنے کودنے کے بعد (بالکل بے دم) ہو کر ٹھہر گیا اور جست و خیز کی سرمستیاں دکھا کر تھم گیا۔

فَلَمَّا سَكَنَ هَیْجُ الْمَآءِ مِنْ تَحْتِ اَكْنَافِهَا، وَ حَمَلَ شَوَاهِقَ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ الْبُذَّخِ عَلٰۤى اَكْتَافِهَا، فَجَّرَ یَنَابِیْعَ الْعُیُوْنِ مِنْ عَرَانِیْنِ اُنُوْفِهَا، وَ فَرَّقَهَا فِیْ سُهُوْبِ بِیْدِهَا وَ اَخَادِیْدِهَا، وَ عَدَّلَ حَرَكَاتِهَا بِالرَّاسِیَاتِ مِنْ جَلَامِیْدِهَا، وَ ذَوَاتِ الشَّنَاخِیْبِ الشُّمِّ مِنْ صَیَاخِیْدِهَا، فَسَكَنَتْ مِنَ الْمَیَدَانِ لِرُسُوْبِ الْجِبَالِ فِیْ قِطَعِ اَدِیْمِهَا، وَ تَغَلْغُلِهَا مُتَسَرِّبَةً فِیْ جَوْبَاتِ خَیَاشِیْمِهَا، وَ رُكُوْبِهَاۤ اَعْنَاقَ سُهُوْلِ الْاَرَضِیْنَ وَ جَرَاثِیْمِهَا،

جب اس کے کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور و شور سکون پذیر ہوا اور اس کے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا تو (اللہ نے) اس کی ناک کے بانسوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے جنہیں دور و دراز جنگلوں اور کھدے ہوئے گڑھوں میں پھیلا دیا اور پتھروں کی مضبوط چٹانوں اور بلند چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں سے اس کی حرکت میں اعتدال پیدا کیا۔ چنانچہ اس کی سطح کے مختلف حصوں میں پہاڑوں کے ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی تہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصوں کی بلندیوں اور پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے اس کی تھرتھراہٹ جاتی رہی۔

وَ فَسَحَ بَیْنَ الْجَوِّ وَ بَیْنَهَا، وَ اَعَدَّ الْهَوَآءَ مُتَنَسَّمًا لِّسَاكِنِهَا، وَ اَخْرَجَ اِلَیْهَاۤ اَهْلَهَا عَلٰى تَمَامِ مَرَافِقِهَا.

اور اللہ نے زمین سے لے کر فضائے بسیط تک پھیلاؤ اور وسعت رکھی اور اس میں رہنے والوں کو سانس لینے کو ہوا مہیا کی اور اس میں بسنے والوں کو ان کی تمام ضروریات کے ساتھ ٹھہرایا۔

ثُمَّ لَمْ یَدَعْ جُرُزَ الْاَرْضِ الَّتِیْ تَقْصُرُ مِیَاهُ الْعُیُوْنِ عَنْ رَّوَابِیْهَا، وَ لَا تَجِدُ جَدَاوِلُ الْاَنْهَارِ ذَرِیْعَةً اِلٰى بُلُوْغِهَا، حَتّٰى

پھر اس نے چٹیل زمینوں کو کہ جن کی بلندیوں تک نہ چشموں کا پانی پہنچ سکتا ہے اور نہ نہروں کے نالے وہاں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ رکھتے ہیں، یونہی نہیں رہنے دیا، بلکہ ان کیلئے ہوا پر اٹھنے والی گھٹائیں پیدا

اَنْشَاَ لَهَا نَاشِئَةَ سَحَابٍ تُحْيِیْ مَوَاتَهَا، وَ تَسْتَخْرِجُ نَبَاتَهَا. اَلَّفَ غَمَامَهَا بَعْدَ افْتِرَاقِ لُمَعِهٖ، وَ تَبَایُنِ قَزَعِهٖ. حَتّٰۤى اِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ الْمُزْنِ فِیْهِ، وَ الْتَمَعَ بَرْقُهٗ فِیْ كُفَفِهٖ، وَ لَمْ یَنَمْ وَمِیْضُهٗ فِیْ كَنَهْوَرِ رَبَابِهٖ، وَ مُتَرَاكِمِ سَحَابِهٖ، اَرْسَلَهٗ سَحًّا مُّتَدَارِكًا، قَدْ اَسَفَّ هَیْدَبُهٗ، تَمْرِیْهِ الْجَنُوْبُ دِرَرَ اَهَاضِیْبِهٖ، وَ دُفَعَ شَاٰبِیْبِهٖ.

کیں جو مردہ زمین میں زندگی کی لہریں دوڑا دیتی ہیں اور اس سے گھاس پات اُگاتی ہیں۔ اس نے ابر کی بکھری ہوئی چمکیلی ٹکڑیوں اور پراگندہ بدلیوں کو یکجا کر کے اَبر محیط بنایا اور جب اس کے اندر پانی کے ذخیرے حرکت میں آ گئے اور اس کے کناروں میں بجلیاں تڑپنے لگیں اور برق کی چمک سفید اَبروں کی تہوں اور گھنے بادلوں کے اندر مسلسل جاری رہی تو اللہ نے انہیں موسلا دھار برسنے کیلئے بھیج دیا۔ اس طرح کہ اس کے پانی سے بھرے ہوئے بوجھل ٹکڑے زمین پر منڈلا رہے تھے اور جنوبی ہوائیں انہیں مسل مسل کر برسنے والے مینہ کی بوندیں اور ایک دم ٹوٹ پڑنے والی بارش کے جھالے برسا رہی تھیں۔

فَلَمَّاۤ اَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بِوَانِیْهَا، وَ بَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهٖ مِنَ الْعِبْءِ الْمَحْمُوْلِ عَلَیْهَا، اَخْرَجَ بِهٖ مِنْ هَوَامِدِ الْاَرْضِ النَّبَاتَ، وَ مِنْ زُعْرِ الْجِبَالِ الْاَعْشَابَ، فَهِیَ تَبْهَجُ بِزِیْنَةِ رِیَاضِهَا، وَ تَزْدَهِیْ بِمَاۤ اُلْبِسَتْهُ مِنْ رَّیْطِ اَزَاهِیْرِهَا، وَ حِلْیَةِ مَا سُمِطَتْ بِهٖ مِنْ نَّاضِرِ اَنْوَارِهَا، وَ جَعَلَ ذٰلِكَ بَلَاغًا لِّلْاَنَامِ، وَ رِزْقًا لِّلْاَنْعَامِ، وَ خَرَقَ الْفِجَاجَ فِیْۤ اٰفَاقِهَا، وَ اَقَامَ الْمَنَارَ لِلسَّالِكِیْنَ عَلٰی جَوَادِّ طُرُقِهَا.

جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پیروں سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا لدایا بوجھ اس پر پھینک دیا تو اللہ نے اُفتادہ زمینوں سے سر سبز کھیتیاں اُگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا بھرا سبزہ پھیلا دیا۔ زمین بھی اپنے مرغزاروں کے بناؤ سنگار سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں سے جو اسے اوڑھا دی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب کلیوں کے زیوروں سے جو اسے پہنا دیئے گئے تھے، اترانے لگی۔ اللہ نے ان چیزوں کو لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چوپائیوں کا رزق قرار دیا ہے اور اسی نے زمین کی سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں اور اس کی شاہراہوں پر چلنے والوں کیلئے روشنی کے مینار نصب کئے ہیں۔

فَلَمَّا مَهَدَ اَرْضَهٗ، وَ اَنْفَذَ اَمْرَهٗ، اخْتَارَ اٰدَمَ علیہ السلام، خِیْرَةً مِّنْ خَلْقِهٖ، وَ جَعَلَهٗ اَوَّلَ جِبِلَّتِهٖ، وَ اَسْكَنَهٗ جَنَّتَهٗ، وَ اَرْغَدَ فِیْهَاۤ اُكُلَهٗ، وَ اَوْعَزَ اِلَیْهِ فِیْمَا نَهَاهُ عَنْهُ،

جب اللہ نے فرشِ زمین بچھا لیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انہیں نوع انسانی کی فرد اوّل قرار دیا اور انہیں اپنی جنت میں ٹھہرایا جہاں دل کھول کر ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور جس سے منع کرنا

وَ اَعْلَمَهٗ اَنَّ فِي الْاِقْدَامِ عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهٖ، وَ الْمُخَاطَرَةَ بِمَنْزِلَتِهٖ فَاَقْدَمَ عَلٰى مَا نَهَاهُ عَنْهُ ـ مُوَافَاةً لِّسَابِقِ عِلْمِهٖ ـ فَاَهْبَطَهٗ بَعْدَ التَّوْبَةِ لِيَعْمُرَ اَرْضَهٗ بِنَسْلِهٖ، وَ لِيُقِيْمَ الْحُجَّةَ بِهٖ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَ لَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ اَنْ قَبَضَهٗ، مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوْبِيَّتِهٖ، وَ يَصِلُ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهٖ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلٰى اَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ اَنْۢبِيَآئِهٖ، وَ مُتَحَمِّلِيْ وَدَآئِعِ رِسَالَاتِهٖ، قَرْنًا فَقَرْنًا، حَتّٰى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ حُجَّتُهٗ، وَ بَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهٗ وَ نُذُرُهٗ.

تھا اس سے پہلے ہی خبر دار کر دیا تھا اور یہ بتا دیا تھا کہ اس کی طرف قدم بڑھانے میں عدول حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے، لیکن جس چیز سے انہیں روکا تھا انہوں نے اسی کا رخ کیا، جیسا کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا۔ چنانچہ توبہ کے بعد انہیں جنت سے نیچے اتار دیا، تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے اور ان کے ذریعے بندوں پر حجت پیش کرے۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور بندوں کیلئے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانتداروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا، یہاں تک کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہوگئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطۂ اختتام کو پہنچ گیا۔

وَ قَدَّرَ الْاَرْزَاقَ فَكَثَّرَهَا وَ قَلَّلَهَا، وَ قَسَّمَهَا عَلَى الضِّيْقِ وَ السَّعَةِ فَعَدَلَ فِيْهَا لِيَبْتَلِيَ مَنْ اَرَادَ بِمَيْسُوْرِهَا وَ مَعْسُوْرِهَا، وَ لِيَخْتَبِرَ بِذٰلِكَ الشُّكْرَ وَ الصَّبْرَ مِنْ غَنِيِّهَا وَ فَقِيْرِهَا، ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا عَقَابِيْلَ فَاقَتِهَا، وَ بِسَلَامَتِهَا طَوَارِقَ اٰفَاتِهَا، وَ بِفُرَجِ اَفْرَاحِهَا غُصَصَ اَتْرَاحِهَا.

اس نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں [۳]، (کسی کیلئے) زیادہ اور (کسی کیلئے) کم اور اس کی تقسیم میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی اور یہ بالکل عدل کے مطابق تھا۔ اس طرح کہ اس نے جس جس صورت سے چاہا امتحان لیا ہے۔ رزق کی آسانی یا دشواری کے ساتھ اور مال دار اور فقیر کے شکر اور صبر کو جانچا ہے۔ پھر اس نے رزق کی فراخیوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرے اور اس کی سلامتیوں میں نت نئی آفتوں کے دغدغے اور فراخی و وسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم و غصہ کے گلوگیر پھندے بھی لگا رکھے ہیں۔

وَ خَلَقَ الْاٰجَالَ فَاَطَالَهَا وَ قَصَّرَهَا، وَ قَدَّمَهَا وَ اَخَّرَهَا، وَ وَصَلَ بِالْمَوْتِ

اس نے زندگی کی (مختلف) مدتیں مقرر کی ہیں، کسی کو زیادہ، کسی کو کم، کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کر دیا ہے اور ان مدتوں کی رسیوں کی

اَسْبَابَهَا، وَ جَعَلَهٗ خَالِجًا لِّاَشْطَانِهَا، وَ قَاطِعًا لِّمَرَآئِرِ اَقْرَانِهَا.

عَالِمُ السِّرِّ مِنْ ضَمَآئِرِ الْمُضْمِرِيْنَ، وَ نَجْوَى الْمُتَخَافِتِيْنَ، وَ خَوَاطِرِ رَجْمِ الظُّنُوْنِ، وَ عُقَدِ عَزِيْمَاتِ الْيَقِيْنِ، وَ مَسَارِقِ اِيْمَاضِ الْجُفُوْنِ، وَ مَا ضَمِنَتْهُ اَكْنَانُ الْقُلُوْبِ وَ غَيَابَاتُ الْغُيُوْبِ، وَ مَآ اَصْغَتْ لِاسْتِرَاقِهٖ مَصَآئِخُ الْاَسْمَاعِ، وَ مَصَآئِفِ الذَّرِّ، وَ مَشَاتِي الْهَوَامِّ، وَ رَجْعِ الْحَنِيْنِ مِنَ الْمُوْلَهَاتِ، وَ هَمْسِ الْاَقْدَامِ، وَ مُنْفَسَحِ الثَّمَرَةِ مِنْ وَلَآئِجِ غُلُفِ الْاَكْمَامِ، وَ مُنْقَمَعِ الْوُحُوْشِ مِنْ غِيْرَانِ الْجِبَالِ وَ اَوْدِيَتِهَا، وَ مُخْتَبَاِ الْبَعُوْضِ بَيْنَ سُوْقِ الْاَشْجَارِ وَ اَلْحِيَتِهَا، وَ مَغْرِزِ الْاَوْرَاقِ مِنَ الْاَفْنَانِ، وَ مَحَطِّ الْاَمْشَاجِ مِنْ مَّسَارِبِ الْاَصْلَابِ، وَ نَاشِئَةِ الْغُيُوْمِ وَ مُتَلَاحِمِهَا، وَ دُرُوْرِ قَطْرِ السَّحَابِ فِيْ مُتَرَاكِمِهَا، وَ مَا تَسْفِي الْاَعَاصِيْرُ بِذُيُوْلِهَا، وَ تَعْفُو الْاَمْطَارُ بِسُيُوْلِهَا، وَ عَوْمِ بَنَاتِ الْاَرْضِ فِيْ كُثْبَانِ الرِّمَالِ، وَ مُسْتَقَرِّ ذَوَاتِ الْاَجْنِحَةِ بِذُرٰى شَنَاخِيْبِ الْجِبَالِ، وَ تَغْرِيْدِ ذَوَاتِ الْمَنْطِقِ فِيْ دَيَاجِيْرِ الْاَوْكَارِ، وَ مَآ اَوْعَبَتْهُ الْاَصْدَافُ، وَ حَضَنَتْ عَلَيْهِ

موت سے گرہ لگا دی ہے اور وہ موت ان کو کھینچے لئے جاتی ہے اور ان کے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتی ہے۔

وہ بھید چھپانے والوں کی نیتوں،[۴] کھسر پھسر کرنے والوں کی سرگوشیوں، مظنون اور بے بنیاد خیالوں، دل میں جمے ہوئے یقینی ارادوں، پلکوں (کے نیچے) کنکھیوں کے اشاروں، دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور (ان آوازوں کا سننے والا ہے) جن کو کان لگا کر سننے کیلئے کانوں کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے اور چیونٹیوں کے موسم گرما کے مسکنوں اور حشرات الارض کے موسم سرما بسر کرنے کے مقاموں سے آگاہ ہے اور پسر مردہ عورتوں کے (درد بھرے) نالوں کی گونج اور قدموں کی چاپ کا سننے والا ہے اور سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشوونما پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں اور ان کے نشیبوں میں وحشی جانوروں کی پناہ گاہوں اور درختوں کے تنوں اور ان کے چھلکوں میں مچھروں کے سر چھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گزرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور زمین سے اٹھنے والے اَبر کے لکوں اور آپس میں جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ جمے ہوئے اَبروں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے اور ریگ (بیابان) کے ذرّے جنہیں بادبگولوں نے اپنے دامنوں سے اڑایا ہے اور وہ نشانات جنہیں بارشوں کے سیلابوں نے مٹا ڈالا ہے، اس کے علم میں ہیں اور ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سربلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پَر و بال رکھنے والے طائروں کے نشیمنوں اور گھونسلوں کی اندھیاریوں میں چہچہانے والے پرندوں کے نغموں کو جانتا ہے اور جن چیزوں کو سیپیوں

اَمْوَاجُ الْبِحَارِ، وَ مَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ، اَوْ ذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ، وَ مَاۤ اعْتَقَبَتْ عَلَيْهِ اَطْبَاقُ الدَّيَاجِيْرِ، وَ سُبُحَاتُ النُّوْرِ، وَ اَثَرِ كُلِّ خَطْوَةٍ، وَ حِسِّ كُلِّ حَرَكَةٍ، وَ رَجْعِ كُلِّ كَلِمَةٍ، وَ تَحْرِيْكِ كُلِّ شَفَةٍ، وَ مُسْتَقَرِّ كُلِّ نَسَمَةٍ، وَ مِثْقَالِ كُلِّ ذَرَّةٍ، وَ هَمَاهِمِ كُلِّ نَفْسٍ هَامَّةٍ، وَ مَا عَلَيْهَا مِنْ ثَمَرِ شَجَرَةٍ، اَوْ سَاقِطِ وَرَقَةٍ، اَوْ قَرَارَةِ نُطْفَةٍ، اَوْ نُقَاعَةِ دَمٍ وَّ مُضْغَةٍ، اَوْ نَاشِئَةِ خَلْقٍ وَّ سُلَالَةٍ.

نے سمیٹ رکھا ہے اور جن چیزوں کو دریا کی موجیں اپنے پہلو کے نیچے دبائے ہوئے ہیں اور جن کو رات (کی تاریک چادروں) نے ڈھانپ رکھا ہے اور جن پر دن کے سورج نے اپنی کرنوں سے نور بکھیرا ہے اور جن پر کبھی ظلمت کی تہیں جم جاتی ہیں اور کبھی نور کے دھارے بہہ نکلتے ہیں پہچانتا ہے۔ وہ ہر قدم کا نشان، ہر چیز کی حس و حرکت، ہر لفظ کی گونج، ہر ہونٹ کی جنبش، ہر جاندار کا ٹھکانا، ہر ذرّے کا وزن اور ہر جی دار کی سسکیوں کی آواز اور جو کچھ بھی اس زمین پر ہے، سب اس کے علم میں ہے۔ وہ درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر گرنے والا پتہ، یا نطفے یا منجمد خون کا ٹھکانا اور لوتھڑا یا (اس کے بعد) بننے والی مخلوق اور پیدا ہونیوالا بچہ۔

لَمْ تَلْحَقْهُ فِیْ ذٰلِكَ كُلْفَةٌ، وَ لَا اعْتَرَضَتْهُ فِیْ حِفْظِ مَا ابْتَدَعَ مِنْ خَلْقِهٖ عَارِضَةٌ، وَ لَا اعْتَوَرَتْهُ فِیْ تَنْفِيْذِ الْاُمُوْرِ وَ تَدَابِيْرِ الْمَخْلُوْقِيْنَ مَلَالَةٌ وَّ لَا فَتْرَةٌ، بَلْ نَفَذَهُمْ عِلْمُهٗ، وَ اَحْصَاهُمْ عَدُّهٗ، وَ وَسِعَهُمْ عَدْلُهٗ، وَ غَمَرَهُمْ فَضْلُهٗ، مَعَ تَقْصِيْرِهِمْ عَنْ كُنْهِ مَا هُوَ اَهْلُهٗ.

(ان چیزوں کے جاننے میں) اسے کلفت و تعب اٹھانا نہیں پڑی اور نہ اسے اپنی مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوئی اور نہ اسے اپنے احکام کے چلانے اور مخلوقات کا انتظام کرنے سے سستی اور تھکن لاحق ہوئی، بلکہ اس کا علم تو ان چیزوں کے اندر تک اترا ہوا ہے اور ایک ایک چیز اس کے شمار میں ہے۔ اس کا عدل ہمہ گیر اور اس کا فضل سب کے شامل حال ہے اور اس کے ساتھ وہ اس کے شایان شان حق کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَهْلُ الْوَصْفِ الْجَمِيْلِ، وَ التَّعْدَادِ الْكَثِيْرِ، اِنْ تُؤَمَّلْ فَخَيْرُ مَاْمُوْلٍ، وَ اِنْ تُرْجَ فَاَكْرَمُ مَرْجُوٍّ.

اے خدا! تو ہی توصیف و ثنا اور انتہائی درجہ تک سراہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر تجھ سے آس لگائی جائے تو تو دلوں کی بہترین ڈھارس ہے اور اگر تجھ سے اُمیدیں باندھی جائیں تو تو بہترین چشمہ امید ہے۔

اَللّٰهُمَّ وَ قَدْ بَسَطْتَّ لِیْ فِيْمَا لَاۤ اَمْدَحُ بِهٖ غَيْرَكَ، وَ لَاۤ اُثْنِیْ بِهٖ عَلٰۤى اَحَدٍ سِوَاكَ، وَ لَاۤ اُوَجِّهُهٗۤ اِلٰى مَعَادِنِ الْخَيْبَةِ وَ مَوَاضِعِ الرِّيْبَةِ،

تو نے مجھے ایسی قوت بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں اور میں اپنی مدح کا رخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا جو نا امیدیوں کا مرکز اور بدگمانیوں کے

وَ عَدَلْتَ بِلِسَانِیْ عَنْ مَّدَآئِحِ الْاٰدَمِیِّیْنَ، وَ الثَّنَآءِ عَلَى الْمَرْبُوْبِیْنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ.

اَللّٰهُمَّ وَ لِكُلِّ مُثْنٍ عَلٰى مَنْ اَثْنٰى عَلَیْهِ مَثُوْبَةٌ مِّنْ جَزَآءٍ، اَوْ عَارِفَةٌ مِّنْ عَطَآءٍ، وَ قَدْ رَجَوْتُكَ دَلِیْلًا عَلٰى ذَخَآئِرِ الرَّحْمَةِ وَ كُنُوْزِ الْمَغْفِرَةِ.

اَللّٰهُمَّ وَ هٰذَا مَقَامُ مَنْ اَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِیْدِ الَّذِیْ هُوَ لَكَ، وَ لَمْ یَرَ مُسْتَحِقًّا لِّهٰذِهِ الْمَحَامِدِ وَ الْمَمَادِحِ غَیْرَكَ، وَ بِیْ فَاقَةٌ اِلَیْكَ لَا یَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا اِلَّا فَضْلُكَ، وَ لَا یَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا اِلَّا مَنُّكَ وَ جُوْدُكَ، فَهَبْ لَنَا فِیْ هٰذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ، وَ اَغْنِنَا عَنْ مَّدِّ الْاَیْدِیْ اِلٰى مَنْ سِوَاكَ، ﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾!.

-----☆☆-----

مقامات ہیں، تو نے میری زبان کو انسانوں کی مدح اور پروردہ مخلوق کی تعریف وثنا سے ہٹا لیا ہے۔

بار الہا! ہر ثنا گستر کیلئے اپنے ممدوح پر انعام و اکرام اور عطا و بخشش پانے کا حق ہوتا ہے اور میں تجھ سے امید لگائے بیٹھا ہوں، یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کا پتا دینے والا ہے۔

خدایا! یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید و یکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے اور ان ستائشوں اور تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا، میری احتیاج تجھ سے وابستہ ہے، تیری ہی بخششوں اور کامرانیوں سے اس کی بے نوائی کا علاج ہوسکتا ہے اور اس کے فقر و فاقہ کو تیرا ہی جود و احسان سہارا دے سکتا ہے، ہمیں تُو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخش دے اور دوسروں کی طرف دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دے، ”تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے“۔

--☆☆--

۱؎ اس خطبہ کا نام ”خطبہ اشباح“ ہے۔ ”اشباح“، شبح کی جمع ہے جس کے معنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں، چونکہ اس میں ملائکہ اور مختلف قسم کے پیکروں کا تذکرہ ہے، اس لئے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ مسعدہ ابن صدقہ عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ: جب حضرتؑ سائل کے سوال پر برہم ہوئے تو مسجد کوفہ میں ایک جم غفیر کے سامنے یہ خطبہ دیا۔

سائل پر برہم ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا سوال تکلیف شرعی سے غیر متعلق اور حدود امکان سے باہر تھا۔

۲؎ خداوند عالم رزق کا ضامن اور روزی کا کفیل ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾

زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ نے نہ لیا ہو۔[۱]

لیکن اس کے ضامن رزق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سب کیلئے زندگی و معیشت کے سروسامان مہیا کر دیئے ہیں اور جنگلوں،

[۱] سورۂ ھود، آیت ۶۔

پہاڑوں، دریاؤں، معدنوں اور زمین کی وسعتوں میں سب کا حصہ یکساں رکھا ہے اور ہر ایک کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا ہے۔ اس کے انعامات کسی ایک سے مخصوص نہیں ہیں اور نہ اس کے رزق کا دروازہ کسی کیلئے بند ہے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَهٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝۲۰﴾

ہم اِن کی اور اُن کی تمہارے پروردگار کی بخششوں سے مدد کرتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی کیلئے بند نہیں۔[1]

اب اگر کوئی تن آسانی و سہولت پسندی کی وجہ سے ان چیزوں کو حاصل نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے تو ایسا نہیں کہ گھر بیٹھے روزی پہنچ جایا کرے۔ اس نے تو زمین پر گوناگوں نعمتوں کے خوان چن دیئے ہیں، لیکن انہیں حاصل کرنے کیلئے ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ سمندر کی تہ میں موتی بکھیر دیئے ہیں، لیکن انہیں نکالنے کیلئے غوطہ زنی کی حاجت ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں لعل و جواہر بھر دیئے ہیں، لیکن کوہ کنی کے بغیر ان تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ زمین میں نمو کے خزانے موجود ہیں، مگر تخم پاشی کے بغیر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ دنیا میں چوطرفہ رزق کے انبار بکھرے ہوئے ہیں، مگر سفر کی مشقتوں کے بغیر انہیں سمیٹا نہیں جا سکتا۔

چنانچہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

﴿فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ﴾

زمین کے اطراف و جوانب میں چلو پھرو، اور اس کا رزق کھاؤ۔[2]

اس کے ''رازق'' ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نہ کدو کاوش کرنا پڑے، نہ تلاشِ معاش میں گھر سے نکلنا پڑے اور خود بخود روزی پہنچ جایا کرے۔ بلکہ رازق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے زمین میں نشوونما کی صلاحیت پیدا کی، روئیدگی کیلئے بادل برسائے، پھل، سبزیاں اور غلے پیدا کئے۔ یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن ان کا حاصل کرنا انسان کی سعی و عمل سے وابستہ ہے۔ جو جدوجہد کرے گا وہ اپنی کوشش و ریاضت کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوگا اور جو اپنی کوشش سے ہاتھ اٹھالے گا وہ اپنی سستی و کوتاہی کے نتائج سے دوچار ہوگا۔

چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝۳۹ۙ﴾

انسان کو وہی حاصل ہوتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔[3]

نظامِ قدرت اسی پر قائم ہے کہ ''بوؤ اور کاٹو'' اور بوئے بغیر روئیدگی کی امید رکھنا اور کئے بغیر نتائج کی آس لگانا غلط ہے۔ اعضاء و جوارح ہیں ہی اس لئے کہ انہیں برسرِ عمل رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت باری کا جناب مریم علیہا السلام سے خطاب ہے:

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۰

[2] سورۂ ملک، آیت ۱۵۔

[3] سورۂ نجم، آیت ۳۹۔

﴿وَهُزِّيٓ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِيۡ وَاشۡرَبِيۡ وَقَرِّيۡ عَيۡنًا﴾

تم خرمے کے درخت کا تنہ اپنی طرف ہلاؤ، تم پر پکے ہوئے خرمے گریں گے، انہیں کھاؤ اور (چشمے کا پانی) پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔[1]

قدرت نے حضرت مریم علیہا السلام کیلئے کھانے پینے کا سامان مہیا کر دیا لیکن ایسا نہیں کیا کہ خرموں کو درخت سے اتار کر ان کی جھولی میں ڈال دیا ہو، کیونکہ جہاں تک رزق کے پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ اسی کا کام ہے، اس لئے درخت کو سرسبز و شاداب کیا، اس میں پھل لگائے اور پھلوں کو پختہ کر دیا۔ لیکن جب انہیں اتارنے کی نوبت آتی ہے تو قدرت دخل نہیں دیتی۔ صرف حضرت مریم علیہا السلام کو ان کا کام یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہلائیں اور اپنے رزق کو حاصل کریں۔

اگر اس کی رازقیت کے یہی معنی ہیں کہ ''جو دیتا ہے وہی دیتا ہے اور جو ملتا ہے اسی کی طرف سے ملتا ہے'' تو پھر انسان جو کچھ بھی کھائے کمائے گا اور جس طرح بھی حاصل کرے گا، وہ اس کیلئے حلال ہی ہوگا۔ خواہ چوری سے حاصل ہو یا رشوت سے، ظلم سے حاصل ہو یا غصب سے۔ کیونکہ یہ اللہ کا فعل اور اس کا دیا ہوا رزق ہوگا جس میں انسان کے اختیار کا کچھ دخل نہ ہوگا اور جہاں کوئی چیز اختیار کے حدود سے باہر ہو اس کیلئے حلال وحرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس سے کسی قسم کی باز پرس ہوتی ہے، اور جب ایسا نہیں بلکہ اس سے حلال وحرام کا تعلق ہوتا ہے تو پھر اسے انسانی اعمال سے متعلق ہونا چاہئے تاکہ اس سے پوچھا جاسکے کہ اس نے حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے۔ البتہ جہاں اس نے اکتساب رزق کی قوتیں ہی نہیں دیں وہاں رزق رسانی کا ذمہ خود لیا ہے۔ چنانچہ شکمِ مادر میں جنین کیلئے غذا کے پہنچانے کا سروسامان کیا جو اس کی ضرورت اور احتیاج کے مطابق اسے ملتا رہتا ہے، لیکن جب یہی بچہ کارگاہ ہستی میں قدم رکھتا ہے اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت اس میں آجاتی ہے تو پھر منہ ہلائے بغیر اپنے سرچشمۂ رزق سے غذا حاصل نہیں کرسکتا۔

۳۔ کائناتِ ہستی کے نظم ونسق میں جس طرح نتائج کے ترتّب کو انسانی کارگزاریوں سے وابستہ کیا ہے جس سے قوت عمل باطل نہیں ہوتی، اسی طرح ان مساعی کی کامیابی و ناکامی کو اپنی مشیت کا پابند بھی بنایا ہے تاکہ انسان اپنی طاقتِ عمل پر بھروسا کر کے خالق کو نہ بھول جائے۔ یہی ''جبر وتفویض'' کے درمیان ''امر بین الامرین'' کا نقطہ ہے۔ چنانچہ جس طرح تمام کائنات میں قدرت کا ہمہ گیر اور محکم قانون کام کر رہا ہے، اسی طرح رزق کی پیداوار اور اس کی تقسیم بھی تدبیر وتقدیر دونوں کی کارفرمائی کے ساتھ اس کے ٹھہرائے ہوئے اندازے کے مطابق ہوتی ہے جو انسانی نتائج عمل کے تناسب اور پھر اس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی وجہ سے کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ۔ اب چونکہ سامان معیشت کا وہی خالق وموجد ہے اور اکتسابِ رزق کی قوتیں اس کی بخشی ہوئی ہیں، اس لئے رزق کی کمی وبیشی کی نسبت اسی کی طرف دی گئی ہے کہ اس نے سعی وعمل کے اختلاف اور مصالح عباد کے پیش نظر رزق کے الگ الگ معیار اور مختلف پیمانے مقرر کئے ہیں۔ کہیں افلاس ہے اور کہیں خوش حالی، کہیں تکلیف ہے اور کہیں راحت، کوئی مسرت واطمینان کے گہوارے میں جھول رہا ہے اور کوئی فقر وناداری کی سختیاں جھیل رہا ہے۔

---

[1] سورہ مریم، آیت ۲۵-۲۶۔

چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾﴾

اللہ جس کیلئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔[1]

امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ ۲۳ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْاَمْرَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ كَقَطَرَاتِ الْمَطَرِ اِلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ.

ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہے اسے لے کر فرمانِ قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے۔

چنانچہ جس طرح بارش کے فیضان کا ایک نظم و انضباط ہے کہ سطح سمندر سے بخارات اٹھیں اور پانی کے ذخیرے اٹھائے ہوئے فضا میں گھنگور گھٹا کی صورت میں پھیل جائیں اور قطرہ قطرہ کر کے اس طرح ٹپکیں کہ قطروں کے تار بندھ جائیں اور میدانی زمینوں اور بلند ٹیلوں کی رگوں اور نسوں کو سیراب کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں اور جہاں نشیب ہو پانی کے خزانے جمع کرتے رہیں تا کہ پیاسے آ کر پئیں، جانور سیراب ہوں اور سوکھی زمینوں کی اس سے آبیاری ہو، یونہی اللہ سبحانہ نے زندگی و معیشت کے تمام سروسامان مہیا کر رکھے ہیں، لیکن اس کی بخشش کا ایک مقررہ اندازہ ہے جس میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا چنانچہ ارشاد قدرت ہے:

﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۚ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾﴾

کوئی چیز ایسی نہیں جس کے (بھرپور) خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں، لیکن ہم ہر چیز کو مقررہ پیمانے پر بھیجتے ہیں۔[2]

اگر انسان کی بڑھتی ہوئی طمع و حرص کے پیمانے چھلکنے لگیں تو جس طرح بارش کی فراوانی، روئیدگی اور شادابی کے بجائے فصلیں تباہ کر دیتی ہے، یونہی سامانِ معیشت و ضروریاتِ زندگی کی کثرت، انسان کو اللہ سے بے نیاز اور بغاوت و سرکشی پر آمادہ کر دے۔

چنانچہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾﴾

اگر خدا اپنے بندوں کی روزی میں فراخی کر دے تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں۔ وہ تو ایک اندازے پر جس کیلئے جتنا

---

[1] سورۂ شوریٰ، آیت ۱۲۔

[2] سورۂ حجر، آیت ۲۱۔

چاہتا ہے بھیجتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کی مصلحتوں) سے واقف اور ان پر نظر رکھتا ہے۔[1]

اور اگر رزق میں کمی کر دے تو جس طرح بارش کا رک جانا زمین کو بنجر اور چوپاؤں کو ہلاک کر دیتا ہے، یونہی ذرائع رزق کی بندش سے انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے اور زندگی و معیشت کا کوئی سر و سامان باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ یَرۡزُقُکُمۡ اِنۡ اَمۡسَکَ رِزۡقَهٗ﴾

اگر خدا اپنی روزی کو روک لے تو کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے۔[2]

لہٰذا اس حکیم و دانا نے ایک متناسب و معتدل طریقہ پر نظام رزق جاری کیا ہے اور رزق و روزی کی اہمیت ظاہر کرنے اور ایک کو دوسرے سے مرتبط رکھنے کیلئے رزق کی تقسیم میں تفرقے پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ تفرقہ اور غیر مساویانہ تقسیم کبھی خود انسانی مساعی کے اختلاف کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی نظام عالم کے مجموعی مفاد اور اس کی حکمت و مصلحت کی کارفرمائی کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر فقر و احتیاج میں نادار کے صبر و استقلال کا امتحان لیا ہے تو ثروت و دولت میں دولتمند کے شکر اور ادائیگی حقوق کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ فقراء و مساکین کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، ناداروں اور فاقہ کشوں کی خبر لیتا ہے یا نہیں۔ اور پھر جہاں دولت ہو گی، طرح طرح کے خطرات بھی پیدا ہوں گے، کبھی مال و جائیداد کیلئے خطرہ ہو گا، کبھی فقر و افلاس کا کھٹکا ہو گا۔ چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو دولت کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو زیادہ مطمئن اور خوش پاتے ہوں گے۔ ان کے نزدیک یہ بے سر و سامانی اور بے مائیگی اس دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہو گی جو ان کے آرام و اطمینان کو چھین لے اور کبھی یہی دولت جسے انسان جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اس کی جان جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب تک دولت نہ تھی، اخلاق محفوظ تھے، سیرت بے داغ تھی اور ادھر مال و دولت کی فراوانی ہوئی کہ اخلاق تباہ ہو گئے، کردار بگڑ گیا۔ اب شراب کا دور بھی ہے، مہوشوں کا جمگھٹا بھی ہے، نغمہ و سرود کی بزم بھی ہے۔ اس صورت میں دولت کا نہ ہونا ہی ایک نعمت تھا، لیکن انسان اللہ کی مصلحت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے چیخ اٹھتا ہے اور وقتی تکلیف سے متاثر ہو کر شکوہ شکایت پر اتر آتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کتنی برائیوں سے اس کا دامن بچا رہا ہے کہ جو دولت کے ہونے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی تھیں، لہٰذا دولت اگر راحت کی کفیل ہے تو فقر اخلاق کا نگہبان ہے۔

۴ امیر المومنین علیہ السلام نے جس اعجازی بلاغت کے ساتھ خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور جن پرشکوہ لفظوں کے ساتھ اس کے علم کی ہمہ گیری کی تصویر کھینچی ہے، وہ منکر کے ذہن کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:

لَوْ سَمِعَ هٰذَا الْكَلَامَ اَرِسْطُوْطَالِيْسُ الْقَائِلُ بِاَنَّهٗ تَعَالٰى لَا يَعْلَمُ الْجُزْئِيَّاتِ لَخَشَعَ قَلْبُهٗ وَ قَفَّ شَعْرُهٗ وَ اضْطَرَبَ فِكْرُهٗ، اَلَا تَرٰى مَا عَلَيْهِ مِنَ الرُّوَآءِ وَ الْمَهَابَةِ وَ الْعَظَمَةِ وَ الْفَخَامَةِ وَ الْمَتَانَةِ وَ الْجَزَالَةِ مَعَ مَا قَدْ اُشْرِبَ مِنَ الْحَلَاوَةِ وَ الطَّلَاوَةِ وَ اللُّطْفِ وَ السَّلَاسَةِ، لَا اَرٰى

---

[1] سورۂ شوریٰ، آیت ۲۷۔

[2] سورۂ ملک، آیت ۲۱۔

كَلَامًا يَّشْبَهُ هٰذَا اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ كَلَامَ الْخَالِقِ سُبْحَانَهٗ، فَاِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ نَبْعَةٌ مِّنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَ جَدْوَلٌ مِّنْ ذٰلِكَ الْبَحْرِ وَ جَذْوَةٌ مِّنْ تِلْكَ النَّارِ.

اگرارسطاطالیس کہ جوخداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہے،اس کلام کو سنے تو اس کا بھی دل جھک جائے، رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے۔کیا اس کلام کی آب و تاب، دبدبہ وطنطنہ،شکوہ و جلال اور متانت و پختگی تم نہیں دیکھتے اوران اوصاف کے علاوہ اس میں شیریں بیانی،رنگینی،لطافت اور سلاست کے جوہر نمایاں ہیں۔مجھے تو کوئی کلام اس سے ملتا جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ہاں! اگر کوئی کلام اس سے میل کھاتا ہے تو وہ خالقِ کلام کا کلام ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے، جبکہ یہ اسی شجر کی بلند شاخ، اسی دریا کی جدول اور اسی تجلی کا پرتو ہے۔[1]

جن لوگوں نے صرف اسے عالم کلیات مانا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ جزئیات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے،لہٰذا اسے عالم جزئیات ماننے کی صورت میں اس کے علم کو بھی متغیر ماننا پڑے گا اور علم چونکہ عین ذات ہے،لہٰذا ذات بھی تغیرات کی آماجگاہ بن جائے گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ حادث قرار پا کر اپنی قدامت کو کھو بیٹھے گا۔

مگر یہ ایک ظاہر فریب مغالطہ ہے۔اس لئے کہ تغیر معلوم سے تغیر علم اس وقت لازم آتا ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اسے ان تغیرات کا علم نہیں اور اگر تمام تغیر و تبدل کی صورتیں اس کے سامنے آئینہ ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ تغیر معلومات سے اس کے علم کو بھی تغیر پذیر سمجھ لیا جائے جب کہ یہ تغیر صرف معلوم تک محدود ہے اور علم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۷، ص ۲۴۔

(۹۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّآ اُرِيْدُ عَلَى الْبَيْعَةِ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ:

دَعُوْنِيْ وَ الْتَمِسُوْا غَيْرِيْ، فَاِنَّا مُسْتَقْبِلُوْنَ اَمْرًا لَّهٗ وُجُوْهٌ وَّ اَلْوَانٌ، لَا تَقُوْمُ لَهُ الْقُلُوْبُ، وَ لَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُوْلُ، وَ اِنَّ الْاٰفَاقَ قَدْ اَغَامَتْ، وَ الْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنِّيْ اِنْ اَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَاۤ اَعْلَمُ، وَ لَمْ اُصْغِ اِلٰى قَوْلِ الْقَآئِلِ وَ عَتْبِ الْعَاتِبِ، وَ اِنْ تَرَكْتُمُوْنِيْ فَاَنَا كَاَحَدِكُمْ، وَ لَعَلِّيْۤ اَسْمَعُكُمْ وَ اَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَّلَّيْتُمُوْهُ اَمْرَكُمْ، وَ اَنَا لَكُمْ وَزِيْرًا، خَيْرٌ لَّكُمْ مِنِّيْ اَمِيْرًا!.

-----☆☆-----

خطبہ (۹۰)

جب قتل عثمان کے بعد آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

مجھے چھوڑ دو اور (اس خلافت کیلئے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جس کے کئی رخ اور کئی رنگ ہیں۔ جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اسے مان سکتی ہیں۔ (دیکھو!) اُفق عالم پر گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں تو تمہیں اس راستے پر لے چلوں گا جو میرے علم میں ہے اور اس کے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو تو پھر جیسے تم ہو ویسا میں ہوں اور ہوسکتا ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ اس کی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں اور میرا (تمہارے دنیوی مفاد کیلئے) امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے۔[1]

--☆☆--

[1] جب حضرت عثمان کے قتل ہو جانے سے مسند حکومت خالی ہوئی تو مسلمانوں کی نظریں امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اٹھنے لگیں جن کی سلامت روی، اصول پرستی اور سیاسی بصیرت کا اس طویل مدت میں انہیں بڑی حد تک تجربہ ہو چکا تھا، چنانچہ متفقہ طور پر آپؑ کے دستِ حق پرست پر بیعت کیلئے اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح بھولے بھٹکے مسافر دور سے منزل کی جھلک دیکھ کر اس کی سمت لپک پڑتے ہیں۔ جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے:

فَغَشِيَ النَّاسُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالُوْا: نُبَايِعُكَ، فَقَدْ تَرٰى مَا نَزَلَ بِالْاِسْلَامِ، وَ مَا ابْتُلِيْنَا بِهٖ مِنْ ذَوِي الْقُرْبٰى.

لوگ امیر المومنین علیہ السلام پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آپؑ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ رہی ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبیوں کے بارے میں ہماری کیسی آزمائش ہو رہی ہے۔

(طبری، ج ۵ ص ۱۵۶)

مگر امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی خواہش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس پر ان لوگوں نے شور مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ: اے ابوالحسنؑ! آپؑ اسلام کی تباہی پر نظر نہیں کرتے؟ فتنہ وشر کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہیں دیکھتے؟ کیا آپؑ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے؟ پھر بھی حضرتؑ نے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا، کیونکہ آپؑ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد جو ماحول بن گیا تھا اس کے اثرات دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں، طبیعتوں میں خودغرضی و جاہ پسندی جڑ پکڑ چکی ہے، ذہنوں پر مادیت کے غلاف چڑھ چکے ہیں اور حکومت کو مقصد برآریوں کا ذریعہ قرار دینے کی عادت پڑ چکی ہے، اب خلافت الٰہیہ کو بھی مادیت کا رنگ دے کر اس سے کھیلنا چاہیں گے، ان حالات میں ذہنیتوں کو بدلنے اور طبیعتوں کے رخ موڑنے میں لوہے لگ جائیں گے۔ ان تاثرات کے علاوہ یہ مصلحت بھی کارفرما تھی کہ ان لوگوں کو سوچ سمجھ لینے کا موقعہ دے دیا جائے تاکہ کل اپنے مادی توقعات کو ناکام ہوتے دیکھ کر یہ نہ کہنے لگیں کہ یہ بیعت وقتی ضرورت اور ہنگامی جذبہ کے زیر اثر ہوگئی تھی، اس میں سوچ بچار سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ جیسا کہ خلافتِ اوّل کے متعلق حضرت عمر کا یہی نظریہ تھا جو ان کے اس قول سے ظاہر ہے:

اِنَّ بَيْعَةَ اَبِيْ بَكْرٍ كَانَتْ فَلْتَةً وَّقَى اللهُ شَرَّهَا، فَمَنْ عَادَ اِلٰى مِثْلِهَا فَاقْتُلُوْهُ.

ابوبکر کی خلافت بے سوچے سمجھے ہوگئی، مگر اللہ نے اس کے شر سے بچالیا۔ اب اگر کوئی ایسا کرے تو اسے قتل کر دینا۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۶۰)

غرض جب اصرار حد سے بڑھا تو اس موقع پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ اگر تم مجھے دنیاوی مقاصد کیلئے چاہتے ہو تو میں تمہارا آلہ کار بننے کیلئے تیار نہیں، مجھے چھوڑ دو اور اس مقصد کیلئے کسی اور کو منتخب کر لو جو تمہارے توقعات پورے کر سکے۔ تم میری سابقہ سیرت کو دیکھ چکے ہو کہ میں قرآن وسنت کے علاوہ کسی کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کیلئے تیار نہیں اور نہ حکومت کیلئے اپنے اصول سے ہاتھ اٹھاؤں گا۔ اگر تم کسی اور کو منتخب کرو گے تو میں ملکی قوانین وآئین حکومت کا اتنا ہی خیال کروں گا جتنا ایک پر امن شہری کو کرنا چاہیے۔ میں نے کسی مرحلہ پر شورش برپا کر کے مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کو پراگندہ ومنتشر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ اب بھی ایسا ہی ہوگا، بلکہ جس طرح مصالح عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیشہ صحیح مشورے دیتا رہا ہوں، اب بھی دریغ نہ کروں گا اور اگر تم مجھے اسی سطح پر رہنے دو تو یہ چیز تمہارے دنیوی مفاد کیلئے بہتر ہوگی، کیونکہ اس صورت میں میرے ہاتھوں میں اقتدار نہیں ہوگا کہ تمہارے دنیوی مفادات کیلئے سد راہ بن سکوں اور تمہاری من مانی خواہشوں میں روڑے اٹکاؤں اور اگر یہ ٹھان چکے ہو کہ میرے ہاتھوں پر بیعت کئے بغیر نہ رہو گے تو پھر یاد رکھو کہ چاہے تمہاری پیشانیوں پر بل آئے اور چاہے تمہاری زبانیں میرے خلاف کھلیں، میں تمہیں حق کی راہ پر لے چلنے پر مجبور کر دوں گا اور حق کے معاملہ میں کسی کی رورعایت نہیں کروں گا۔ اس پر بھی اگر بیعت کرنا چاہتے ہو تو اپنا شوق پورا کر لو۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ان لوگوں کے بارے میں جو نظریہ قائم کیا تھا بعد کے واقعات اس کی پوری پوری تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے ذاتی اغراض ومقاصد کے پیش نظر بیعت کی تھی، جب انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی تو بیعت توڑ کر الگ ہوگئے اور بے بنیاد الزامات تراش کر حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

☆☆☆☆☆

(۹۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَمَّا بَعْدُ! اَيُّهَا النَّاسُ! فَاَنَا فَقَاْتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَ لَمْ يَكُنْ لِّيَجْتَرِئَ عَلَيْهَاۤ اَحَدٌ غَيْرِیْ بَعْدَ اَنْ مَّاجَ غَيْهَبُهَا، وَ اشْتَدَّ كَلَبُهَا.

فَاسْئَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ، فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ! لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ السَّاعَةِ، وَ لَا عَنْ فِئَةٍ تَهْدِیْ مِائَةً وَ تُضِلُّ مِائَةً اِلَّاۤ اَنْبَاْتُكُمْ بِنَاعِقِهَا وَ قَآئِدِهَا وَ سَآئِقِهَا، وَ مُنَاخِ رِكَابِهَا، وَ مَحَطِّ رِحَالِهَا، وَ مَنْ يُّقْتَلُ مِنْ اَهْلِهَا قَتْلًا وَ مَنْ يَّمُوْتُ مِنْهُمْ مَوْتًا.

وَ لَوْ قَدْ فَقَدْتُّمُوْنِیْ وَ نَزَلَتْ بِكُمْ كَرَآئِهُ الْاُمُوْرِ، وَ حَوَازِبُ الْخُطُوْبِ، لَاَطْرَقَ كَثِيْرٌ مِّنَ السَّآئِلِيْنَ، وَ فَشِلَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْمَسْؤُوْلِيْنَ، وَ ذٰلِكَ اِذَا قَلَّصَتْ حَرْبُكُمْ، وَ شَمَّرَتْ عَنْ سَاقٍ، وَ ضَاقَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ ضِيْقًا، تَسْتَطِيْلُوْنَ مَعَهٗ اَيَّامَ الْبَلَآءِ عَلَيْكُمْ، حَتّٰى يَفْتَحَ اللهُ لِبَقِيَّةِ الْاَبْرَارِ مِنْكُمْ.

اِنَّ الْفِتَنَ اِذَا اَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ،

خطبہ (۹۱)

اے لوگو![1] میں نے فتنہ و شر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں اور جب اس کی تاریکیاں (موجوں کی طرح) تہ و بالا ہو رہی تھیں اور (دیوانے کتوں کی طرح) اس کی دیوانگی زوروں پر تھی تو میرے علاوہ کسی ایک میں جرأت نہ تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھتا۔

اب (موقعہ ہے جو چاہو) مجھ سے پوچھ لو[2]، پیشتر اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم اس وقت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصے کی جو بات مجھ سے پوچھو گے میں بتاؤں گا اور کسی ایسے گروہ کے متعلق دریافت کرو گے کہ جس نے سو کو ہدایت کی ہو اور سو کو گمراہ کیا ہو تو میں اس کے للکارنے والے اور اسے آگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے ڈھکیلنے والے اور اس کی سواریوں کی منزل اور اس کے (ساز و سامان سے لدے ہوئے) پالانوں کے اترنے کی جگہ تک بتا دوں گا اور یہ کہ کون ان میں سے قتل کیا جائے گا اور کون (اپنی موت) مرے گا۔

اور جب میں نہ رہوں گا اور ناخوشگوار چیزیں اور سخت مشکلیں پیش آئیں گی (تو دیکھ لینا) کہ بہت سے پوچھنے والے (پریشانی سے) سر نیچے ڈال دیں گے اور بتانے والے عاجز و درماندہ ہو جائیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا کہ جب تم پر لڑائیاں زور سے ٹوٹ پڑیں گے اور اس کی سختیاں نمایاں ہو جائیں گی اور دنیا اس طرح تم پر تنگ ہو جائے گی کہ مصیبتوں کے دنوں کو تم یہ سمجھنے لگو گے کہ وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ خداوند عالم تمہارے باقی ماندہ لوگوں کو فتح و کامرانی دے گا۔

فتنوں کی یہ صورت ہوتی ہے کہ جب وہ آتے ہیں تو اس طرح

وَ اِذَآ اَدۡبَرَتۡ نَبَّهَتۡ، يُنۡكَرۡنَ مُقۡبِلَاتٍ، وَ يُعۡرَفۡنَ مُدۡبِرَاتٍ، يَحُمۡنَ حَوۡمَ الرِّيَاحِ، يُصِبۡنَ بَلَدًا وَّ يُخۡطِئۡنَ بَلَدًا.

اندھیرے میں ڈال دیتے ہیں کہ (حق و باطل) کا امتیاز نہیں ہوتا اور پلٹتے ہیں تو ہوشیار کر کے جاتے ہیں۔ جب آتے ہیں تو شناخت نہیں ہوتی، پیچھے ہٹتے ہیں تو پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ہواؤں کی طرح چکر لگاتے ہیں، کسی شہر کو اپنی زد پر رکھ لیتے ہیں اور کوئی ان سے رہ جاتا ہے۔

اَلَا وَ اِنَّ اَخۡوَفَ الۡفِتَنِ عِنۡدِیۡ عَلَيۡكُمۡ فِتۡنَةُ بَنِیۡۤ اُمَيَّةَ، فَاِنَّهَا فِتۡنَةٌ عَمۡيَآءُ مُظۡلِمَةٌ: عَمَّتۡ خُطَّتُهَا، وَ خَصَّتۡ بَلِيَّتُهَا، وَ اَصَابَ الۡبَلَآءُ مَنۡ اَبۡصَرَ فِيۡهَا، وَ اَخۡطَاَ الۡبَلَآءُ مَنۡ عَمِیَ عَنۡهَا.

میرے نزدیک سب فتنوں سے زیادہ خوفناک تمہارے لئے بنی اُمیہ کا فتنہ ہے جسے نہ خود کچھ نظر آتا ہے اور نہ اس میں کوئی چیز سجھائی دیتی ہے، اس کے اثرات تو سب کو شامل ہیں لیکن خصوصیت سے اس کی آفتیں خاص ہی افراد کیلئے ہیں۔ جو اس میں حق کو پیش نظر رکھے گا اس پر مصیبتیں آئینگی اور جو آنکھیں بند رکھے گا وہ ان سے بچا رہے گا۔

وَ ايۡمُ اللّٰهِ لَتَجِدُنَّ بَنِیۡۤ اُمَيَّةَ لَكُمۡ اَرۡبَابَ سُوۡٓءٍ بَعۡدِیۡ، كَالنَّابِ الضَّرُوۡسِ: تَعۡذِمُ بِفِيۡهَا، وَ تَخۡبِطُ بِيَدِهَا، وَ تَزۡبِنُ بِرِجۡلِهَا، وَ تَمۡنَعُ دَرَّهَا، لَا يَزَالُوۡنَ بِكُمۡ حَتّٰى لَا يَتۡرُكُوۡا مِنۡكُمۡ اِلَّا نَافِعًا لَّهُمۡ، اَوۡ غَيۡرَ ضَآئِرٍ بِهِمۡ، وَ لَا يَزَالُ بَلَآؤُهُمۡ حَتّٰى لَا يَكُوۡنَ انۡتِصَارُ اَحَدِكُمۡ مِنۡهُمۡ اِلَّا كَانۡتِصَارِ الۡعَبۡدِ مِنۡ رَّبِّهٖ، وَ الصَّاحِبِ مِنۡ مُّسۡتَصۡحِبِهٖ، تَرِدُ عَلَيۡكُمۡ فِتۡنَتُهُمۡ شَوۡهَآءَ مَخۡشِيَّةً، وَ قِطَعًا جَاهِلِيَّةً، لَيۡسَ فِيۡهَا مَنَارُ هُدًى، وَ لَا عَلَمٌ يُّرٰى.

خدا کی قسم! میرے بعد تم بنی امیہ کو اپنے لئے بدترین حکمران پاؤ گے۔ وہ تو اس بوڑھی اور سرکش اونٹنی کے مانند ہیں جو منہ سے کاٹتی ہو اور اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارتی ہو اور دوہنے والے پر ٹانگیں چلاتی ہو اور دودھ دینے سے انکار کر دیتی ہو۔ وہ برابر تمہارا قلع قمع کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ صرف اسے چھوڑیں گے جو ان کے مفید مطلب ہو یا (کم از کم) ان کیلئے نقصان رساں نہ ہو۔ اور ان کی مصیبت اسی طرح گھیرے رہے گی کہ ان سے دادخواہی ایسی ہی مشکل ہو جائے گی جیسے غلام کیلئے اپنے آقا سے اور مرید کی اپنے پیر سے۔ تم پر ان کا فتنہ ایسی بھیانک صورت میں آئے گا کہ جس سے ڈر لگنے لگے گا اور زمانہ جاہلیت کی مختلف حالتوں کو لئے ہوگا۔ نہ اس میں ہدایت کا مینار نصب ہوگا اور نہ راستہ دکھانے والا کوئی نشان نظر آئے گا۔

نَحۡنُ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ مِنۡهَا بِمَنۡجَاةٍ، وَ لَسۡنَا فِيۡهَا بِدُعَاةٍ، ثُمَّ يُفَرِّجُهَا اللّٰهُ

ہم اہل بیتِ (رسول علیہم السلام) ان فتنہ انگیزیوں (کے گناہ) سے بچے ہوں گے اور ان کی طرف لوگوں کو بلانے میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

عَنْكُمْ كَتَفْرِيْجِ الْاَدِيْمِ: بِمَنْ يَّسُوْمُهُمْ خَسْفًا، وَ يَسُوْقُهُمْ عُنْفًا، وَ يَسْقِيْهِمْ بِكَاْسٍ مُّصَبَّرَةٍ، لَا يُعْطِيْهِمْ اِلَّا السَّيْفَ، وَ لَا يُحْلِسُهُمْ اِلَّا الْخَوْفَ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَوَدُّ قُرَيْشٌ بِالدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا لَوْ يَرَوْنَنِیْ مَقَامًا وَّاحِدًا، وَ لَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُوْرٍ، لِاَقْبَلَ مِنْهُمْ مَاۤ اَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهٗ فَلَا يُعْطُوْنَنِيْهِ!.

-----☆☆-----

پھر ایک دن وہ آئے گا کہ اللہ اس شخص کے ذریعہ سے جو انہیں ذلت کا مزا چکھائے اور سختی سے ہنکائے اور (موت کے) تلخ جام پلائے اور ان کے سامنے تلوار رکھے اور خوف انہیں چمٹا دے، ان فتنوں سے اس طرح علیحدہ کر دے گا جس طرح ذبیحہ سے کھال الگ کی جاتی ہے۔ اس وقت قریش دنیا و مافیہا کے بدلے میں یہ چاہیں گے کہ وہ مجھے صرف اتنی دیر کہ جتنی اونٹ کے ذبح ہونے میں لگتی ہے، کہیں ایک دفعہ دیکھ لیں تاکہ میں اس چیز کو قبول کر لوں کہ جس کا آج کچھ حصہ بھی طلب کرنے کے باوجود دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔

--☆☆--

۱؎ امیر المومنین علیہ السلام نے یہ خطبہ جنگ نہروان کے بعد ارشاد فرمایا۔ اس میں ”فتنہ“ سے مراد وہ جنگیں ہیں جو بصرہ، صفین اور نہروان میں لڑی گئیں۔ چونکہ ان کی نوعیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگوں سے جداگانہ تھی، کیونکہ وہاں مدمقابل کفار ہوتے تھے اور یہاں مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو چہروں پر اسلام کی نقاب ڈالے ہوئے تھے۔ اس لئے لوگ اہل قبلہ سے جنگ کرنے کیلئے متردّد تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو لوگ اذانیں دیتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں ان سے قتال کیسا؟ چنانچہ خزیمہ ابن ثابت انصاری جیسے بزرگ اس وقت تک صفین میں شریک جنگ نہیں ہوئے جب تک عمار یاسر کی شہادت نے شامیوں کا گروہ باغی ہونا ثابت نہ کر دیا۔ یونہی بصرہ میں اُمّ المومنین کے ہمراہ عشرہ مبشرہ میں شمار ہونے والے طلحہ و زبیر ایسے صحابہ کی موجودگی اور نہروان میں خوارج کی پیشانیوں کے گھٹے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذہنوں میں خلفشار پیدا کئے ہوئے تھیں۔ اندریں حالات ان کے سامنے شمشیر بکف کھڑے ہونے کی جرأت وہی کر سکتا تھا جو ان کے مکنونِ قلب سے واقف اور ان کے ایمان کی حقیقت سے آشنا ہو اور یہ امیر المومنین علیہ السلام ہی کی بصیرتِ خاص و ایمانی جرأت کا کام تھا کہ ان کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق فرما دی:

سَتُقَاتِلُ بَعْدِی النَّاكِثِيْنَ وَ الْقَاسِطِيْنَ وَ الْمَارِقِيْنَ۔

اے علیؑ! تم میرے بعد بیعت توڑنے والوں (اصحابِ جمل) ظلم ڈھانے والوں (اہل شام) اور دین سے بے راہ ہو جانے والوں (خوارج) سے جنگ کرو گے۔[1]

۲؎ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی متنفس امیر المومنین علیہ السلام کے علاوہ یہ دعویٰ نہ کر سکا کہ: ”جو پوچھنا چاہو پوچھ لو“۔ چنانچہ ابن حجر نے ”صواعق محرقہ“

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج۱، ص۲۰۱۔

میں لکھا ہے کہ:

لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ يَقُوْلُ سَلُوْنِيْ اِلَّا عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عليه السلام .

صحابہ میں سے کوئی ایک بھی یہ دعویٰ نہ کرسکا کہ: ''جو پوچھنا چاہو ہم سے پوچھ لو سوا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے۔[1]

البتہ صحابہ کے علاوہ تاریخ میں چند نام ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت کی: جیسے ابراہیم ابن ہشام، مقاتل ابن سلیمان، قتادہ، سبط ابن جوزی اور محمد ابن ادریس شافعی وغیرہ۔ مگر ان میں سے ہر شخص سوال کے موقع پر رسوا اور اپنے اس دعوے کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔ یہ دعویٰ وہی کرسکتا ہے جو حقائق عالم سے واقف اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ ہو۔ چنانچہ امیر المومنین ہی وہ درکشائے علوم نبوت تھے جو کسی موقعہ پر کسی سوال کے جواب سے عاجز ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کو بھی یہ کہنا پڑتا تھا کہ:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ مُّعْضَلَةٍ لَّيْسَ لَهَا اَبُو الْحَسَنِ عليه السلام .

میں اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کیلئے امیر المومنین علیہ السلام نہ ہوں۔[2]

یونہی مستقبل کے متعلق جو پیشین گوئیاں آپؑ نے کیں، وہ حرف بحرف پوری ہو کر آپؑ کی وسعتِ علمی کی آئینہ دار ہیں۔ وہ بنی اُمیہ کی تباہ کاریوں کے متعلق ہوں یا خوارج کی شورش انگیزیوں کے متعلق، وہ تاتاریوں کی تاخت و تاراج کے بارے میں ہوں یا زنگیوں کی حملہ آوریوں کے متعلق، وہ بصرہ کی غرقابی کے بارے میں ہوں یا کوفہ کی تباہی کے متعلق۔ غرض جب یہ واقعات تاریخی حیثیت سے مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپؑ کے اس دعوے پر تعجب کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

---

[1] صواعق محرقہ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۷ء۔

[2] البدایۃ والنہایۃ، ج ۷، ص ۳۶۰ مطبوعہ مکتبۃ المعارف، بیروت۔

(۹۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا یَبْلُغُهٗ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَ لَا یَنَالُهٗ حَدْسُ الْفِطَنِ، الْاَوَّلُ الَّذِیْ لَا غَایَةَ لَهٗ فَیَنْتَهِیَ، وَ لَاۤ اٰخِرَ لَهٗ فَیَنْقَضِیَ.

[مِنْهَا: فِیْ وَصْفِ الْاَنْۢبِیَآءِ]

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِیْۤ اَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَ اَقَرَّهُمْ فِیْ خَیْرِ مُسْتَقَرٍّ، تَنَاسَخَتْهُمْ کَرَآئِمُ الْاَصْلَابِ اِلٰی مُطَهَّرَاتِ الْاَرْحَامِ، کُلَّمَا مَضٰی مِنْهُمْ سَلَفٌ، قَامَ مِنْهُمْ بِدِیْنِ اللّٰهِ خَلَفٌ.

حَتّٰۤی اَفْضَتْ کَرَامَةُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اِلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ، فَاَخْرَجَهٗ مِنْ اَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْۢبِتًا وَّ اَعَزِّ الْاَرُوْمَاتِ مَغْرِسًا، مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِیْ صَدَعَ مِنْهَا اَنْۢبِیَآئَهٗ، وَ انْتَخَبَ مِنْهَاۤ اُمَنَآئَهٗ.

عِتْرَتُهٗ خَیْرُ الْعِتَرِ، وَ اُسْرَتُهٗ خَیْرُ الْاُسَرِ، وَ شَجَرَتُهٗ خَیْرُ الشَّجَرِ، نَبَتَتْ فِیْ حَرَمٍ، وَ بَسَقَتْ فِیْ کَرَمٍ، لَهَا فُرُوْعٌ طِوَالٌ، وَ ثَمَرَةٌ لَّا تُنَالُ.

فَهُوَ اِمَامُ مَنِ اتَّقٰی، وَ بَصِیْرَةُ مَنِ اهْتَدٰی، سِرَاجٌ لَّمَعَ ضَوْئُهٗ، وَ شِهَابٌ سَطَعَ نُوْرُهٗ، وَ زَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهٗ، سِیْرَتُهُ الْقَصْدُ، وَ سُنَّتُهُ الرُّشْدُ،

خطبہ (۹۲)

بابرکت ہے وہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل و فہم کی قوتیں اسے پا سکتی ہیں۔ وہ ایسا اوّل ہے کہ جس کیلئے نہ کوئی نقطۂ ابتدا ہے کہ وہ محدود ہو جائے اور نہ کوئی اس کا آخر ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ختم ہو جائے۔

[اسی خطبہ کے ذیل میں (انبیاءؑ کے بارے میں) فرمایا]

اس نے ان (انبیاءؑ) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب ان میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہو گیا۔

یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو و نما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا، اسی شجرہ سے کہ جس سے انبیاءؑ پیدا کئے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔

ان کی عترت بہترین عترت اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے، جو سر زمین حرم پر اُگا اور بزرگی کے سایہ میں بڑھا، جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔

وہ پرہیزگاروں کے امام اور ہدایت حاصل کرنے والوں کیلئے (سرچشمہ) بصیرت ہیں۔ وہ ایسا چراغ ہیں جسکی روشنی لو دیتی ہے اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش اور ایسا چقماق جس کی ضو شعلہ فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط و تفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور

وَ كَلَامُهُ الْفَصْلُ، وَ حُكْمُهُ الْعَدْلُ، اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ هَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَ غَبَاوَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ.

اِعْمَلُوْا، رَحِمَكُمُ اللّٰهُ! عَلٰۤى اَعْلَامٍ بَيِّنَةٍ، فَالطَّرِيْقُ نَهْجٌ يَّدْعُوْ اِلٰى دَارِ السَّلَامِ، وَ اَنْتُمْ فِیْ دَارِ مُسْتَعْتَبٍ عَلٰى مَهَلٍ وَ فَرَاغٍ، وَ الصُّحُفُ مَنْشُوْرَةٌ، وَ الْاَقْلَامُ جَارِيَةٌ، وَ الْاَبْدَانُ صَحِيْحَةٌ، وَ الْاَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَ التَّوْبَةُ مَسْمُوْعَةٌ، وَ الْاَعْمَالُ مَقْبُوْلَةٌ.

سنت ہدایت کرنا ہے۔ ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انہیں اس وقت بھیجا کہ جب رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا، بد عملی پھیلی ہوئی اور اُمتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔

اللہ تم پر رحم کرے! روشن نشانوں پر جم کر عمل کرو۔ راستہ بالکل سیدھا ہے۔ وہ تمہیں سلامتیوں کے گھر (جنت) کی طرف بلا رہا ہے اور ابھی تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمہیں اتنی مہلت و فراغت ہے کہ اس کی خوشنودیاں حاصل کر سکو۔ (ابھی موقعہ ہے، چونکہ) اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں، قلم چل رہے ہیں، بدن تندرست و توانا ہیں، زبان آزاد ہے، توبہ سنی جا سکتی ہے اور اعمال قبول کئے جا سکتے ہیں۔

--☆☆--

(٩٣) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعَثَهٗ وَ النَّاسُ ضُلَّالٌ فِیْ حَيْرَةٍ، وَ خَابِطُوْنَ فِیْ فِتْنَةٍ، قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الْاَهْوَآءُ، وَ اسْتَزَلَّتْهُمُ الْكِبْرِيَآءُ، وَ اسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَآءُ حَيَارٰى فِیْ زِلْزَالٍ مِّنَ الْاَمْرِ، وَ بَلَآءٍ مِّنَ الْجَهْلِ، فَبَالَغَ ﷺ فِی النَّصِيْحَةِ، وَ مَضٰى عَلَى الطَّرِيْقَةِ، وَ دَعَا اِلَى الْحِكْمَةِ ﴿وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾.

خطبہ (۹۳)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردہ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے، نفسانی خواہشوں نے انہیں بھٹکا دیا تھا اور غرور نے بہکا دیا تھا اور بھرپور جاہلیت نے ان کی عقلیں کھو دی تھیں اور حالات کے ڈانواں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و پریشان تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا، خود سیدھے راستے پر جمے رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں بلاتے رہے۔

--☆☆--

(٩٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَوَّلِ فَلَا شَیْءَ قَبْلَهٗ، وَ الْاٰخِرِ فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ، وَ الظَّاهِرِ فَلَا شَیْءَ فَوْقَهٗ، وَ الْبَاطِنِ فَلَا شَیْءَ دُوْنَهٗ.

خطبہ (۹۴)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو اوّل ہے اور کوئی شے اس سے پہلے نہیں اور آخر ہے اور کوئی چیز اس کے بعد نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں اور باطن ہے اور کوئی چیز اس سے قریب تر نہیں۔

[مِنۡهَا: فِیۡ ذِکۡرِ الرَّسُوۡلِ ﷺ]

مُسۡتَقَرُّهٗ خَيۡرُ مُسۡتَقَرٍّ، وَ مَنۡۢبِتُهٗ اَشۡرَفُ مَنۡۢبِتٍ، فِیۡ مَعَادِنِ الۡكَرَامَةِ، وَ مَمَاهِدِ السَّلَامَةِ، قَدۡ صُرِفَتۡ نَحۡوَهٗ اَفۡئِدَةُ الۡاَبۡرَارِ، وَ ثُنِيَتۡ اِلَيۡهِ اَزِمَّةُ الۡاَبۡصَارِ، دَفَنَ اللّٰهُ بِهِ الضَّغَآئِنَ، وَ اَطۡفَاَ بِهِ الثَّوَآئِرَ، وَ اَلَّفَ بِهٖۤ اِخۡوَانًا، وَ فَرَّقَ بِهٖۤ اَقۡرَانًا، اَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ، وَ اَذَلَّ بِهِ الۡعِزَّةَ، كَلَامُهٗ بَيَانٌ، وَ صَمۡتُهٗ لِسَانٌ.

[اسی خطبہ کے ذیل میں رسول ﷺ کا ذکر فرمایا]

بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں میں ان کا مقام بہترین مقام اور مرز بوم بہترین مرز بوم ہے۔ ان کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیئے گئے ہیں اور نگاہوں کے رخ موڑ دیئے گئے ہیں۔ خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دیئے اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیئے، بھائیوں میں اُلفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا، (اسلام کی) پستی و ذلت کو عزت بخشی اور (کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔ ان کا کلام (شریعت کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان تھی۔

--☆☆--

(۹۵) وَمِنۡ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

خطبہ (۹۵)

وَ لَئِنۡ اَمۡهَلَ اللّٰهُ الظَّالِمَ فَلَنۡ يَّفُوۡتَ اَخۡذُهٗ، وَ هُوَ لَهٗ بِالۡمِرۡصَادِ عَلٰى مَجَازِ طَرِيۡقِهٖ، وَ بِمَوۡضِعِ الشَّجَا مِنۡ مَّسَاغِ رِيۡقِهٖ.

اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کی گرفت سے تو وہ ہرگز نہیں نکل سکتا اور وہ اس کی گزرگاہ اور گلے میں ہڈی پھنسنے کی جگہ پر موقع کا منتظر ہے۔

اَمَا وَ الَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِيَدِهٖ! لَيَظۡهَرَنَّ هٰٓؤُلَآءِ الۡقَوۡمُ عَلَيۡكُمۡ، لَيۡسَ لِاَنَّهُمۡ اَوۡلٰى بِالۡحَقِّ مِنۡكُمۡ، وَ لٰكِنۡ لِّاِسۡرَاعِهِمۡ اِلٰى بَاطِلِ صَاحِبِهِمۡ، وَ اِبۡطَآئِكُمۡ عَنۡ حَقِّیۡ.

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یہ قوم (اہل شام) تم پر غالب آ کر رہے گی۔ اس لئے نہیں کہ ان کا حق تم سے فائق ہے، بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کی طرف باطل پر ہونے کے باوجود تیزی سے لپکتے ہیں اور تم میرے حق پر ہونے کے باوجود سستی کرتے ہو۔

وَ لَقَدۡ اَصۡبَحَتِ الۡاُمَمُ تَخَافُ ظُلۡمَ رُعَاتِهَا، وَ اَصۡبَحۡتُ اَخَافُ ظُلۡمَ رَعِيَّتِیۡ. اَسۡتَنۡفَرۡتُكُمۡ لِلۡجِهَادِ فَلَمۡ تَنۡفِرُوۡا، وَ اَسۡمَعۡتُكُمۡ فَلَمۡ تَسۡمَعُوۡا، وَ دَعَوۡتُكُمۡ سِرًّا وَّ جَهۡرًا فَلَمۡ تَسۡتَجِيۡبُوۡا، وَ

رعیتیں[1] اپنے حکمرانوں کے ظلم و جور سے ڈرا کرتی تھیں اور میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔ میں نے تمہیں جہاد کیلئے ابھارا لیکن تم (اپنے گھروں سے) نہ نکلے۔ میں نے تمہیں (کارآمد باتوں کو) سنانا چاہا مگر تم نے ایک نہ سنی اور میں نے پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی تمہیں جہاد کیلئے پکارا اور للکارا لیکن تم نے ایک نہ مانی اور سمجھایا بجھایا مگر تم نے

نَصَحۡتُ لَکُمۡ فَلَمۡ تَقۡبَلُوۡا. اَشُهُوۡدٌ کَغُیَّابٍ، وَ عَبِیۡدٌ کَاَرۡبَابٍ؟!.

اَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمُ الۡحِکَمَ فَتَنۡفِرُوۡنَ مِنۡهَا، وَ اَعِظُکُمۡ بِالۡمَوۡعِظَةِ الۡبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُوۡنَ عَنۡهَا، وَ اَحُثُّکُمۡ عَلٰی جِهَادِ اَهۡلِ الۡبَغۡیِ فَمَاۤ اٰتِیۡ عَلٰۤی اٰخِرِ قَوۡلِیۡ حَتّٰۤی اَرَاکُمۡ مُتَفَرِّقِیۡنَ اَیَادِیَ سَبَا، تَرۡجِعُوۡنَ اِلٰی مَجَالِسِکُمۡ، وَ تَتَخَادَعُوۡنَ عَنۡ مَّوَاعِظِکُمۡ، اُقَوِّمُکُمۡ غُدۡوَةً، وَ تَرۡجِعُوۡنَ اِلَیَّ عَشِیَّةً، کَظَهۡرِ الۡحَنِیَّةِ، عَجَزَ الۡمُقَوِّمُ، وَ اَعۡضَلَ الۡمُقَوَّمُ.

اَیُّهَا الشَّاهِدَةُ اَبۡدَانُهُمۡ، الۡغَآئِبَةُ عَنۡهُمۡ عُقُوۡلُهُمۡ، الۡمُخۡتَلِفَةُ اَهۡوَآئُهُمۡ، الۡمُبۡتَلٰی بِهِمۡ اُمَرَآئُهُمۡ! صَاحِبُکُمۡ یُطِیۡعُ اللّٰهَ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡصُوۡنَهٗ، وَ صَاحِبُ اَهۡلِ الشَّامِ یَعۡصِی اللّٰهَ وَ هُمۡ یُطِیۡعُوۡنَهٗ، لَوَدِدۡتُّ وَاللّٰهِ! اَنَّ مُعَاوِیَةَ صَارَفَنِیۡ بِکُمۡ صَرۡفَ الدِّیۡنَارِ بِالدِّرۡهَمِ، فَاَخَذَ مِنِّیۡ عَشَرَةً مِّنۡکُمۡ وَ اَعۡطَانِیۡ رَجُلًا مِّنۡهُمۡ!.

یَاۤ اَهۡلَ الۡکُوۡفَةِ! مُنِیۡتُ مِنۡکُمۡ بِثَلَاثٍ وَّ اثۡنَتَیۡنِ: صُمٌّ ذَوُوۡ اَسۡمَاعٍ، وَ بُکۡمٌ ذَوُوۡ کَلَامٍ، وَ عُمۡیٌ ذَوُوۡ اَبۡصَارٍ، لَاۤ اَحۡرَارُ صِدۡقٍ عِنۡدَ اللِّقَآءِ،

میری نصیحتیں قبول نہ کیں۔ کیا تم موجود ہوتے ہوئے بھی غائب رہتے ہو؟ حلقہ بگوش ہوتے ہوئے گویا خود مالک ہو؟۔

میں تمہارے سامنے حکمت اور دانائی کی باتیں بیان کرتا ہوں اور تم ان سے بھڑکتے ہو۔ تمہیں بلند پایہ نصیحتیں کرتا ہوں اور تم پراگندہ خاطر ہو جاتے ہو۔ میں ان باغیوں سے جہاد کرنے کیلئے تمہیں آمادہ کرتا ہوں تو ابھی میری بات ختم بھی نہیں ہوتی کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اولادِ سبا [۲] کی طرح تتر بتر ہو کر اپنی نشست گاہوں کی طرف واپس چلے جاتے ہو اور ان نصیحتوں سے غافل ہو کر ایک دوسرے کے چکمے میں آ جاتے ہو۔ صبح کو میں تمہیں سیدھا کرتا ہوں اور شام کو جب آتے ہو تو (ویسے کے ویسے) کمان کی پشت کی طرح ٹیڑھے۔ سیدھا کرنے والا عاجز آ گیا اور جسے سیدھا کیا جا رہا ہے وہ لاعلاج ثابت ہوا۔

اے وہ لوگو جن کے جسم تو حاضر ہیں اور عقلیں غائب اور خواہشیں جُدا جُدا ہیں، ان پر حکومت کرنے والے ان کے ہاتھوں آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں، تمہارا حاکم اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو اور اہل شام کا حاکم اللہ کی نافرمانی کرتا ہے مگر وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ معاویہ تم میں سے دس مجھ سے لے لے اور بدلے میں اپنا ایک آدمی مجھے دے دے، جس طرح دینار کا تبادلہ درہموں سے ہوتا ہے۔

اے اہل کوفہ! میں تمہاری تین اور ان کے علاوہ دو باتوں میں مبتلا ہوں۔ پہلے تو یہ کہ تم کان رکھتے ہوئے بہرے ہو اور بولنے چالنے کے باوجود گونگے ہو اور آنکھیں ہوتے ہوئے اندھے ہو، اور پھر یہ کہ نہ تم جنگ کے موقعہ پر سچے جوانمرد ہو اور نہ قابل اعتماد بھائی ہو۔

وَ لَآ اِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَآءِ! تَرِبَتْ اَيْدِيْكُمْ! يَآ اَشْبَاهَ الْاِبِلِ غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا! كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ جَانِبٍ اٰخَرَ، وَاللهِ! لَكَاَنِّيْ بِكُمْ فِيْمَآ اِخَالُ: اَنْ لَّوْ حَمِسَ الْوَغٰى، وَ حَمِيَ الضِّرَابُ، قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ انْفِرَاجَ الْمَرْاَةِ عَنْ قُبُلِهَا، وَ اِنِّيْ لَعَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ، وَ مِنْهَاجٍ مِّنْ نَّبِيِّيْ، وَ اِنِّيْ لَعَلَى الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ اَلْقُطُهٗ لَقْطًا.

اُنْظُرُوْٓا اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ فَالْزَمُوْا سَمْتَهُمْ، وَ اتَّبِعُوْٓا اَثَرَهُمْ فَلَنْ يُّخْرِجُوْكُمْ مِنْ هُدًى، وَ لَنْ يُّعِيْدُوْكُمْ فِيْ رَدًى، فَاِنْ لَّبَدُوْا فَالْبُدُوْا، وَاِنْ نَّهَضُوْا فَانْهَضُوْا، وَ لَا تَسْبِقُوْهُمْ فَتَضِلُّوْا، وَ لَا تَتَاَخَّرُوْا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوْا.

لَقَدْ رَاَيْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ، فَمَآ اَرٰى اَحَدًا مِنْكُمْ يُشْبِهُهُمْ! لَقَدْ كَانُوْا يُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا، قَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّ قِيَامًا، يُرَاوِحُوْنَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَ خُدُوْدِهِمْ، وَ يَقِفُوْنَ عَلٰى مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ! كَاَنَّ بَيْنَ اَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزٰى مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ! اِذَا

اے ان اونٹوں کی چال ڈھال والو کہ جن کے چرواہے گم ہو چکے ہوں اور انہیں ایک طرف سے گھیر کر لایا جاتا ہے تو دوسری طرف سے بکھر جاتے ہیں، خدا کی قسم! جیسا کہ میرا تمہارے متعلق خیال ہے، گویا یہ منظر میرے سامنے ہے کہ اگر جنگ شدت اختیار کر لے اور میدان کارزار گرم ہو جائے تو تم ابن ابی طالب علیہ السلام سے ایسے شرمناک طریقے پر علیحدہ ہو جاؤ گے جیسے عورت بالکل برہنہ ہو جائے۔ میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے اور شاہراہ حق پر ہوں جسے میں باطل کے راستوں میں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پا تا رہتا ہوں۔

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام کو دیکھو، ان کی سیرت پر چلو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو۔ وہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے۔ اگر وہ کہیں ٹھہریں تو تم بھی ٹھہر جاؤ اور اگر وہ اٹھیں تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔ ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور نہ (انہیں چھوڑ کر) پیچھے رہ جاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خاص اصحاب دیکھے ہیں۔ مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو ان کے مثل ہو۔ وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اَٹے ہوتے تھے جب کہ رات کو وہ سجود و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے، اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رخسار، اور حشر کی یاد سے اس طرح (بے چین رہتے تھے کہ) جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہوں، اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) بکری کے گھٹنوں ایسے گٹے

ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ جُيُوْبَهُمْ، وَ مَادُوْا كَمَا يَمِيْدُ الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيْحِ الْعَاصِفِ، خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ، وَ رَجَآءً لِلثَّوَابِ!.

-----☆☆-----

پڑے ہوئے تھے۔ جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر آجاتا تھا تو ان کی آنکھیں برس پڑتی تھیں، یہاں تک کہ ان کے گریبانوں کو بھگو دیتی تھیں۔ وہ اس طرح کانپتے رہتے تھے جس طرح تیز جھکڑ والے دن درخت تھرتھراتے ہیں، سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں۔

--☆☆--

۱؎ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو فضا پیدا کر دی گئی تھی اس میں اہل بیت علیہم السلام کیلئے گوشہ گزینی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا جس کی وجہ سے دنیا ان کے اصلی خدوخال سے بیگانہ اور ان کے علوم و کمالات سے نا آشنا ہو کر رہ گئی اور انہیں نظروں سے گرانا اور اقتدار سے الگ رکھنا ہی اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصور کر لیا گیا۔ اگر حضرت عثمان کی کھلم کھلا بے عنوانیاں مسلمانوں کو کروٹ لینے اور آنکھ کھولنے کا موقع نہ دیتیں تو ان کے بعد بھی امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا تھا، بلکہ اقتدار جس رخ پر بڑھ رہا تھا اسی رخ پر بڑھتا رہتا۔ لیکن جن لوگوں کا اس سلسلہ میں نام لیا جا سکتا تھا وہ اپنے دامن و بند قبا کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرتے تھے اور معاویہ مرکز سے دور اپنی راجدھانی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان حالات میں امیر المومنین علیہ السلام کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس کی طرف نظریں اٹھتیں۔ چنانچہ نگاہیں آپؑ کے گرد طواف کرنے لگیں اور وہی عوام جو سیلاب کے بہاؤ اور ہوا کا رخ دیکھ کر دوسروں کی بیعت کرتے رہے تھے، آپؑ کے ہاتھوں پر بیعت کیلئے ٹوٹ پڑے۔ لیکن یہ بیعت اس حیثیت سے نہ تھی کہ وہ آپؑ کی خلافت کو منجانب اللہ اور آپؑ کو امام مفترض الطاعۃ سمجھ رہے ہوں، بلکہ انہی کے قرارداد اصول کے ماتحت تھی جسے جمہوری و شورائی قسم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ البتہ ایک گروہ ایسا تھا جو آپؑ کی خلافت کو نصّی سمجھتے ہوئے دینی فریضہ کی حیثیت سے بیعت کر رہا تھا، ورنہ اکثریت تو آپؑ کو دوسرے خلفاء کی طرح ایک فرمانروا اور بلحاظ فضیلت چوتھے درجہ پر یا خلفائے ثلاثہ کے بعد عام صحابہ کی سطح پر سمجھتی تھی اور چونکہ رعیت، فوج اور عہدہ دار سابقہ حکمرانوں کے عقائد و اعمال سے متاثر اور ان کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اس لئے جب کوئی بات اپنی منشا کے خلاف پاتے تو بگڑتے، الجھتے، جنگ سے جی چراتے اور سرکشی و نافرمانی پر اتر آتے تھے۔ اور پھر جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے کچھ دنیا کے طلبگار تھے اور کچھ آخرت کے، اسی طرح یہاں بھی دنیا پرستوں کی کمی نہ تھی جو بظاہر امیر المومنین علیہ السلام سے ملے ہوئے تھے اور درپردہ معاویہ سے ساز باز رکھتے تھے جس نے ان میں سے کسی سے منصب کا وعدہ کر رکھا تھا اور کسی کو دولت کا لالچ دے رکھا تھا۔

ان لوگوں کو شیعانِ امیر المومنین علیہ السلام قرار دے کر شیعیت کو مورد الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے جب کہ ان لوگوں کا مسلک وہی ہو سکتا ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کو چوتھے درجہ پر سمجھنے والوں کا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید ان لوگوں کے مسلک و مذہب پر واشگاف لفظوں میں روشنی ڈالتے ہیں:

وَ مَنْ تَاَمَّلَ اَحْوَالَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ خِلَافَتِهٖ عَلِمَ اَنَّهٗ كَانَ كَالْمَحْجُوْرِ عَلَيْهِ لَا يَتَمَكَّنُ مِنْ بُلُوْغِ

مَا فِیْ نَفْسِهٖ، وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْعَارِفِیْنَ بِحَقِیْقَةِ حَالِهٖ كَانُوْا قَلِیْلِیْنَ وَ كَانَ السَّوَادُ الْاَعْظَمُ لَا یَعْتَقِدُوْنَ فِیْهِ الْاَمْرَ الَّذِیْ یَجِبُ اعْتِقَادُهٗ فِیْهِ، وَ یَرَوْنَ تَفْضِیْلَ مَنْ تَقَدَّمَهٗ مِنَ الْخُلَفَآءِ عَلَیْهِ وَ یَظُنُّوْنَ اَنَّ الْاَفْضَلِیَّةَ اِنَّمَا هِیَ الْخِلَافَةُ وَ یُقَلِّدُ اَخْلَافُهُمْ اَسْلَافَهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ لَا اَنَّ الْاَوَآئِلَ عَلِمُوْا فَضْلَ الْمُتَقَدِّمِیْنَ عَلَیْهِ لَمَا قَدَّمُوْهُمْ وَ لَا یَرَوْنَهٗ اِلَّا بِعَیْنِ التَّبَعِیَّةِ لِمَنْ سَبَقَهٗ وَ اَنَّهٗ كَانَ رَعِیَّةً لَّهُمْ وَ اَكْثَرُهُمْ اِنَّمَا یُحَارِبُ مَعَهٗ بِالْحَمِیَّةِ وَ بِنَخْوَةِ الْعَرَبِیَّةِ، لَا بِالدِّیْنِ وَ الْعَقِیْدَةِ.

جو شخص امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ خلافت کے واقعات کو گہری نظروں سے دیکھے گا، وہ اس امر کو جان لے گا کہ امیر المومنین علیہ السلام مجبور و بے بس بنا دیئے گئے تھے۔ کیونکہ آپؑ کی حقیقی منزلت کے پہچاننے والے بہت کم تھے اور سوادِ اعظم آپؑ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ رکھتا تھا جو اعتقاد آپؑ کے متعلق رکھنا واجب و ضروری تھا۔ وہ پہلے خلفاء کو آپؑ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ فضیلت کا معیار خلافت ہے اور اس مسئلہ میں بعد والے اگلوں کی تقلید و پیروی کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اگر پہلے لوگوں کو یہ علم نہ ہوتا کہ پہلے خلفاء آپؑ پر فضیلت رکھتے تھے تو وہ آپؑ پر انہیں مقدم نہ کرتے اور یہ لوگ تو آپؑ کو ایک تابع اور ان کی رعیت کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے اور جو لوگ آپؑ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتے تھے، ان میں اکثر حمیت اور عربی عصبیت کے پیش نظر شریک جنگ ہوتے تھے، نہ کہ دین اور عقیدہ کی بنا پر۔[1]

۲۔ ”سبا ابن یشجب ابن یعرب ابن قحطان“ کی اولاد قبیلہ ”سبا“ کے نام سے موسوم ہے۔ جب ان لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانا شروع کیا تو قدرت نے انہیں جھنجوڑنے کیلئے ان پر پانی کا سیلاب مسلّط کر دیا جس سے ان کے باغات تہہ آب ہو گئے اور وہ خود گھر بار چھوڑ کر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ اس واقعہ سے یہ مثل چل نکلی اور جہاں کہیں لوگ اس طرح جدا ہو جائیں کہ پھر مجتمع ہونے کی توقع نہ رہے تو یہ مثل استعمال کی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۷، ص ۷۲۔

(۹۶) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَاللّٰهِ! لَا يَزَالُوْنَ حَتّٰى لَا يَدَعُوْا لِلّٰهِ مُحَرَّمًا اِلَّا اسْتَحَلُّوْهُ، وَ لَا عَقْدًا اِلَّا حَلُّوْهُ، وَ حَتّٰى لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَّ لَا وَبَرٍ اِلَّا دَخَلَهٗ ظُلْمُهُمْ وَ نَبَا بِهٖ سُوْٓءُ رَعْيِهِمْ، وَ حَتّٰى يَقُوْمَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ: بَاكٍ يَّبْكِيْ لِدِيْنِهٖ، وَ بَاكٍ يَّبْكِيْ لِدُنْيَاهُ، وَ حَتّٰى تَكُوْنَ نُصْرَةُ اَحَدِكُمْ مِنْ اَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ، اِذَا شَهِدَ اَطَاعَهٗ، وَ اِذَا غَابَ اغْتَابَهٗ، وَ حَتّٰى يَكُوْنَ اَعْظَمَكُمْ فِيْهَا عَنَآءً اَحْسَنُكُمْ بِاللّٰهِ ظَنًّا، فَاِنْ اَتَاكُمُ اللّٰهُ بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوْا، وَ اِنِ ابْتُلِيْتُمْ فَاصْبِرُوْا، فَـ ﴿اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ۠﴾.

خطبہ (۹۶)

خدا کی قسم! وہ ہمیشہ یونہی (ظلم ڈھاتے) رہیں گے اور کوئی اللہ کی حرام کی ہوئی چیز ایسی نہ ہوگی جسے وہ حلال نہ سمجھ لیں گے اور ایک بھی عہد و پیمان ایسا نہ ہوگا جسے وہ توڑ نہ ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اینٹ پتھر کا گھر اور اُون کا خیمہ ان کے ظلم کی زد سے محفوظ نہ رہے گا اور ان کی بُری طرز نگہداشت سے لوگوں کا اپنے گھروں میں رہنا مشکل ہو جائے گا اور یہاں تک کہ دو قسم کے رونے والے کھڑے ہو جائیں گے: ایک دین کیلئے رونے والا اور ایک دنیا کیلئے اور یہاں تک کہ تم میں سے کسی ایک کا ان میں سے کسی ایک سے دادخواہی کرنا ایسا ہی ہوگا جیسے غلام کا اپنے آقا سے کہ وہ سامنے اطاعت کرتا ہے اور پیٹھ پیچھے برائی کرتا (اور دل کی بھڑاس نکالتا) ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ تم میں سے جو اللہ کا زیادہ اعتقاد رکھے گا اتنا ہی وہ زحمت و مشقت میں بڑھا چڑھا ہوگا۔ اس صورت میں اگر اللہ تمہیں امن و عافیت میں رکھے تو (اس کا شکر کرتے ہوئے) اسے قبول کرو اور اگر ابتلا و آزمائش میں ڈالے جاؤ تو صبر کرو۔ اس لئے کہ اچھا انجام پرہیزگاروں کیلئے ہے۔

☆☆

(۹۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا كَانَ، وَ نَسْتَعِيْنُهٗ مِنْ اَمْرِنَا عَلٰى مَا يَكُوْنُ، وَ نَسْئَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْاَدْيَانِ، كَمَا نَسْئَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْاَبْدَانِ.

عِبَادَ اللّٰهِ! اُوْصِيْكُمْ بِالرَّفْضِ لِهٰذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَ اِنْ لَّمْ تُحِبُّوْا تَرْكَهَا، وَ الْمُبْلِيَةِ لِاَجْسَامِكُمْ وَ اِنْ كُنْتُمْ

خطبہ (۹۷)

جو ہو چکا اس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور جو ہوگا اس کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتے ہیں۔ جس طرح اس سے جسموں کی صحت کا سوال کرتے ہیں اسی طرح دین و ایمان کی سلامتی کے طلبگار ہیں۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے، حالانکہ تم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے اور وہ تمہارے جسموں کو کہنہ و بوسیدہ بنانے والی ہے حالانکہ تم

تُحِبُّوْنَ تَجْدِيْدَهَا، فَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُهَا كَسَفْرٍ سَلَكُوْا سَبِيْلًا فَكَاَنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوْهُ، وَ اَمُّوْا عَلَمًا فَكَاَنَّهُمْ قَدْ بَلَغُوْهُ، وَ كَمْ عَسَى الْمُجْرِيَ اِلَى الْغَايَةِ اَنْ يَّجْرِيَ اِلَيْهَا حَتّٰى يَبْلُغَهَا! وَ مَا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَقَآءُ مَنْ لَّهٗ يَوْمٌ لَّا يَعْدُوْهُ، وَ طَالِبٌ حَثِيْثٌ يَحْدُوْهُ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُفَارِقَهَا!.

فَلَاتَنَافَسُوْا فِيْ عِزِّ الدُّنْيَا وَفَخْرِهَا، وَلَا تَعْجَبُوْا بِزِيْنَتِهَا وَ نَعِيْمِهَا، وَلَا تَجْزَعُوْا مِنْ ضَرَّآئِهَا وَ بُؤْسِهَا، فَاِنَّ عِزَّهَا وَ فَخْرَهَا اِلَى انْقِطَاعٍ، وَاِنَّ زِيْنَتَهَا وَ نَعِيْمَهَا اِلٰى زَوَالٍ، وَ ضَرَّآئَهَا وَ بُؤْسَهَا اِلٰى نَفَادٍ، وَ كُلُّ مُدَّةٍ فِيْهَآ اِلَى انْتِهَآءٍ، وَكُلُّ حَيٍّ فِيْهَا اِلٰى فَنَآءٍ.

اَوَ لَيْسَ لَكُمْ فِيْٓ اٰثَارِ الْاَوَّلِيْنَ مُزْدَجَرٌ، وَ فِيْٓ اٰبَآئِكُمُ الْمَاضِيْنَ تَبْصِرَةٌ وَّ مُعْتَبَرٌ، اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ! اَوَ لَمْ تَرَوْا اِلَى الْمَاضِيْنَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ، وَ اِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِيْنَ لَا يَبْقَوْنَ! اَوَ لَسْتُمْ تَرَوْنَ اَهْلَ الدُّنْيَا يُصْبِحُوْنَ وَ يُمْسُوْنَ عَلٰٓى اَحْوَالٍ شَتّٰى: فَمَيِّتٌ يُّبْكٰى وَ اٰخَرُ يُعَزّٰى، وَ صَرِيْعٌ مُّبْتَلًى وَّ عَآئِدٌ يَّعُوْدُ، وَ اٰخَرُ بِنَفْسِهٖ يَجُوْدُ، وَ طَالِبٌ لِّلدُّنْيَا وَ

اسے تر و تازہ رکھنے ہی کی کوشش کرتے ہو۔ تمہاری اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے چند مسافر کسی راہ پر چلیں اور چلتے ہی منزل طے کر لیں اور کسی بلند نشان کا قصد کریں اور فوراً وہاں تک پہنچ جائیں۔ کتنا ہی تھوڑا وقفہ ہے اس (گھوڑا) دوڑانے والے کا کہ جو اسے دوڑا کر انتہا کی منزل تک پہنچ جائے اور اس شخص کی بقا ہی کیا ہے کہ جس کیلئے ایک ایسا دن ہو کہ جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا اور دنیا میں ایک تیز گام طلب کرنیوالا اسے ہنکا رہا ہو یہاں تک کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ جائے۔

دنیا کی عزت اور اس میں فخر و سر بلندی کی خواہش نہ کرو اور نہ اس کی آرائشوں اور نعمتوں پر خوش ہو اور نہ اس کی سختیوں اور تنگیوں پر بے صبری سے چیخنے چلانے لگو۔ اس لئے کہ اس کی عزت و فخر دونوں مٹ جانیوالے ہیں اور اسکی آرائشیں اور نعمتیں زائل ہو جانے والی ہیں اور اسکی سختیاں اور تنگیاں آخر ختم ہو جائیں گی۔ اس کی ہر مدت کا نتیجہ اختتام اور ہر زندہ کا انجام فنا ہونا ہے۔

کیا پہلے لوگوں کے واقعات میں تمہارے لئے کافی تنبیہ کا سامان نہیں؟ اور تمہارے گزرے ہوئے آباؤ اجداد (کے حالات) میں تمہارے لئے عبرت اور بصیرت نہیں؟ اگر تم سوچو سمجھو۔ کیا تم گزرے ہوئے لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلٹ کر نہیں آتے اور ان کے بعد باقی رہنے والے بھی زندہ نہیں رہتے؟ تم دنیا والوں پر نظر نہیں کرتے کہ جو مختلف حالتوں میں صبح و شام کرتے ہیں؟ کہیں کوئی میت ہے جس پر رویا جا رہا ہے اور کہیں کسی کو تعزیت دی جا رہی ہے، کوئی عاجز و زمین گیر مبتلائے مرض ہے اور کوئی عیادت کرنے والا عیادت کر رہا ہے، کہیں کوئی دم توڑ رہا ہے، کوئی دنیا تلاش کرتا پھرتا ہے اور موت اسے تلاش کر رہی ہے اور کوئی غفلت میں پڑا ہے لیکن (موت) اس سے

الْمَوْتُ يَطْلُبُهٗ، وَ غَافِلٌ وَّ لَيْسَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْهُ، وَعَلٰۤى اَثَرِ الْمَاضِىْ مَا يَمْضِى الْبَاقِىْ!.

اَلَا فَاذْكُرُوْا هَادِمَ اللَّذَّاتِ، وَ مُنَغِّصَ الشَّهَوَاتِ، وَ قَاطِعَ الْاُمْنِيَّاتِ، عِنْدَ الْمُسَاوَرَةِ لِلْاَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ، وَ اسْتَعِيْنُوا اللّٰهَ عَلٰۤى اَدَآءِ وَاجِبِ حَقِّهٖ، وَ مَا لَا يُحْصٰى مِنْ اَعْدَادِ نِعَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ.

-----☆☆-----

غافل نہیں ہے۔ گزر جانے والوں کے نقشِ قدم پر ہی باقی رہ جانے والے چل رہے ہیں۔

میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ بداعمالیوں کے ارتکاب کے وقت ذرا موت کو بھی یاد کرلیا کرو کہ جو تمام لذتوں کو مٹا دینے والی اور تمام نفسانی مزوں کو کِرکرا دینے والی ہے۔ اللہ کے واجب الادا حقوق ادا کرنے اور اس کی اَن گنت نعمتوں اور لاتعداد احسانوں کا شکر بجالانے کیلئے اس سے مدد مانگتے رہو۔

--☆☆--

(۹۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ النَّاشِرِ فِى الْخَلْقِ فَضْلَهٗ، وَ الْبَاسِطِ فِيْهِمْ بِالْجُوْدِ يَدَهٗ. نَحْمَدُهٗ فِىْ جَمِيْعِ اُمُوْرِهٖ، وَ نَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى رِعَايَةِ حُقُوْقِهٖ،

وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ غَيْرُهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ بِاَمْرِهٖ صَادِعًا، وَ بِذِكْرِهٖ نَاطِقًا، فَاَدّٰى اَمِيْنًا، وَ مَضٰى رَشِيْدًا، وَ خَلَّفَ فِيْنَا رَايَةَ الْحَقِّ، مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ، وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ، وَ مَنْ لَّزِمَهَا لَحِقَ، دَلِيْلُهَا مَكِيْثُ الْكَلَامِ، بَطِیْٓءُ الْقِيَامِ، سَرِيْعٌ اِذَا قَامَ.

خطبہ (۹۸)

اس اللہ کیلئے حمد وثنا ہے جو مخلوقات میں اپنا (دامن) فضل پھیلائے ہوئے اور اپنا دست کرم بڑھائے ہوئے ہے۔ ہم تمام اُمور میں اس کی حمد کرتے ہیں اور اس کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھنے میں اس سے مدد مانگتے ہیں۔

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے سنانے اور اپنا ذکر زبان پر لانے کیلئے بھیجا۔ آپؐ نے امانتداری کے ساتھ اسے پہنچایا اور راہ راست پر برقرار رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے اور ہم میں حق کا وہ پرچم چھوڑ گئے کہ جو اس سے آگے بڑھے گا وہ (دین سے) نکل جائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ مٹ جائے گا اور جو اس سے چمٹا رہے گا وہ حق کے ساتھ رہے گا۔ اس پرچم کی طرف راہنمائی کرنے والا وہ ہے جو بات کہنے میں جلد بازی نہیں کرتا اور (پوری طرح غور کرنے کیلئے) اپنے اقدام میں تاخیر کرتا ہے اور جب کسی امر کو لے کر کھڑا ہو جائے تو پھر تیز گام ہے۔

فَاِذَآ اَنْتُمْ اَلَنْتُمْ لَهٗ رِقَابَكُمْ، وَ اَشَرْتُمْ اِلَيْهِ بِاَصَابِعِكُمْ، جَآئَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ بِهٖ، فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهٗ مَا شَآءَ اللهُ حَتّٰى يُطْلِعَ اللهُ لَكُمْ مَنْ يَّجْمَعُكُمْ وَ يَضُمُّ نَشْرَكُمْ.

جب تم اس کے سامنے گردنیں خم کردو گے اور (اسکی عظمت وجلال کے پیش نظر) اس کی طرف انگلیوں کے اشارے کرنے لگو گے تو اسے موت آجائے گی اور اسے لے جائے گی اور پھر جب تک اللہ چاہے تم (انتظار میں) ٹھہرے رہو گے، یہاں تک کہ اللہ اس شخص کو ظاہر کرے جو تمہیں ایک جگہ پر جمع کرے اور تمہاری شیرازہ بندی کرے۔

فَلَا تَطْمَعُوْا فِيْ غَيْرِ مُقْبِلٍ، وَ لَا تَيْاَسُوْا مِنْ مُّدْبِرٍ، فَاِنَّ الْمُدْبِرَ عَسٰى اَنْ تَزِلَّ اِحْدٰى قَآئِمَتَيْهِ، وَ تَثْبُتَ الْاُخْرٰى، وَ تَرْجِعَا حَتّٰى تَثْبُتَا جَمِيْعًا.

جو کچھ ہونے والا نہیں ہے اس کی لالچ نہ کرو اور بہت ممکن کہ برگشتہ صورت حال کا ایک قدم اُکھڑ گیا ہو اور دوسرا قدم جما ہوا ہو اور پھر کوئی ایسی صورت ہو کہ دونوں قدم جم ہی جائیں۔[1]

اَلَا اِنَّ مَثَلَ اٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ، كَمَثَلِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ: اِذَا خَوٰى نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ، فَكَاَنَّكُمْ قَدْ تَكَامَلَتْ مِنَ اللهِ فِيْكُمُ الصَّنَآئِعُ، وَ اَرَاكُمْ مَا كُنْتُمْ تَاْمُلُوْنَ.

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آلِ محمد علیہم السلام آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں، جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا اُبھر آتا ہے۔ گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہوگئی ہیں اور جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے۔

-----☆☆-----

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر سرِ دست تمہارے توقعات پورے نہیں ہو رہے تو مایوس نہ ہو جاؤ، کیونکہ ممکن ہے کہ صورت حال میں تبدیلی ہو اور اصلاح میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور ہو جائیں اور معاملات تمہارے حسبِ دلخواہ طے پا جائیں۔

☆☆☆☆☆

(۹۹) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ اَوَّلٍ، وَ الْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ اٰخِرٍ، بِاَوَّلِيَّتِهٖ وَجَبَ اَنْ لَّاۤ اَوَّلَ لَهٗ، وَ بِاٰخِرِيَّتِهٖ وَجَبَ اَنْ لَّاۤ اٰخِرَ لَهٗ.

وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً يُّوَافِقُ فِيْهَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ، وَ الْقَلْبُ اللِّسَانَ.

اَيُّهَا النَّاسُ! ﴿لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ﴾، وَ لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ عِصْيَانِيْ، وَ لَا تَتَرَامَوْا بِالْاَبْصَارِ عِنْدَ مَا تَسْمَعُوْنَهٗ مِنِّيْ.

فَوَ الَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ! اِنَّ الَّذِيْۤ اُنَبِّئُكُمْ بِهٖ عَنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ﷺ، مَا كَذَبَ الْمُبَلِّغُ، وَ لَا جَهِلَ السَّامِعُ.

لَكَاَنِّيْۤ اَنْظُرُ اِلٰى ضِلِّيْلٍ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَ فَحَصَ بِرَايَاتِهٖ فِيْ ضَوَاحِيْ كُوْفَانَ. فَاِذَا فَغَرَتْ فَاغِرَتُهٗ، وَ اشْتَدَّتْ شَكِيْمَتُهٗ، وَ ثَقُلَتْ فِي الْاَرْضِ وَطْاَتُهٗ، عَضَّتِ الْفِتْنَةُ اَبْنَآئَهَا بِاَنْيَابِهَا، وَ مَاجَتِ الْحَرْبُ بِاَمْوَاجِهَا، وَ بَدَا مِنَ الْاَيَّامِ كُلُوْحُهَا، وَ مِنَ اللَّيَالِيْ كُدُوْحُهَا.

فَاِذَاۤ اَيْنَعَ زَرْعُهٗ، وَ قَامَ عَلٰى يَنْعِهٖ، وَ هَدَرَتْ شَقَاشِقُهٗ، وَ بَرَقَتْ بَوَارِقُهٗ، عُقِدَتْ

خطبہ (۹۹)

وہ ہر اوّل سے پہلے اوّل ہے اور ہر آخر کے بعد آخر ہے۔ اس کی اولیت کے سبب سے واجب ہے کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو اور اس کے آخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ ہو۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ایسی گواہی جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو اور میری نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو۔ میری باتیں سنتے وقت ایک دوسرے کی طرف آنکھوں کے اشارے نہ کرو۔

اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور ذی روح کو پیدا کیا ہے! میں جو خبر تمہیں دیتا ہوں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پہنچی ہوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے (رسولؐ) نے جھوٹ کہا، نہ سننے والا جاہل تھا۔

(لوسنو!) میں ایک سخت گمراہیوں میں پڑے ہوئے شخص[1] کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور اس نے اپنے جھنڈے کوفہ کے آس پاس کھلے میدانوں میں گاڑ دیئے ہیں۔ چنانچہ جب اس کا منہ (پھاڑ کھانے کو) کھل گیا اور اس کی لگام کا دہانہ مضبوط ہو گیا اور زمین میں اس کی پامالیاں سخت سے سخت ہو گئیں تو فتنوں نے اپنے دانتوں سے دنیا والوں کو کاٹنا شروع کر دیا اور جنگ کا دریا تھپیڑے مارنے لگا اور دنوں کی سختی سامنے آگئی اور راتوں کی تکلیف شدت اختیار کر گئی۔

بس ادھر اس کی کھیتی پختہ ہوئی اور فصل تیار ہوئی اور اس کی سرمستیاں جوش دکھانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں، اُدھر سخت

---

[1] اس سے بعض نے ”معاویہ“ اور بعض نے ”عبدالملک ابن مروان“ مراد لیا ہے۔

رَايَاتُ الْفِتَنِ الْمُعْضِلَةِ، وَ اَقْبَلْنَ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَالْبَحْرِ الْمُلْتَطِمِ.

هٰذَا، وَ كَمْ يَخْرِقُ الْكُوْفَةَ مِنْ قَاصِفٍ، وَ يَمُرُّ عَلَيْهَا مِنْ عَاصِفٍ! وَ عَنْ قَلِيْلٍ تَلْتَفُّ الْقُرُوْنُ بِالْقُرُوْنِ، وَ يُحْصَدُ الْقَآئِمُ، وَ يُحْطَمُ الْمَحْصُوْدُ!

فتنہ وشر کے جھنڈے گڑ گئے اور اندھیری رات اور متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھ آئے۔

اس کے علاوہ اور کتنے ہی تیز جھکڑ کوفہ کو اُکھیڑ ڈالیں گے اور کتنی ہی سخت آندھیاں اس پر آئیں گیں اور عنقریب جماعتیں جماعتوں سے گتھ جائیں گی اور کھڑی کھیتیوں کو کاٹ دیا جائے گا اور کٹے ہوئے حاصلوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔

--☆☆--

(۱۰۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۰۰)

يَجْرِيْ مَجْرَى الْخُطْبَةِ

(بمنزلۂ خطبہ)

وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْمَعُ اللّٰهُ فِيْهِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ لِنِقَاشِ الْحِسَابِ وَ جَزَآءِ الْاَعْمَالِ، خُضُوْعًا، قِيَامًا، قَدْ اَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ، وَ رَجَفَتْ بِهِمُ الْاَرْضُ، فَاَحْسَنُهُمْ حَالًا مَّنْ وَّجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعًا، وَلِنَفْسِهٖ مُتَّسَعًا.

وہ ایسا دن ہوگا کہ اللہ حساب کی چھان بین اور عملوں کی جزا کیلئے سب اَگلے پچھلوں کو جمع کرے گا۔ وہ خضوع کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہوں گے، پسینہ منہ تک پہنچ کر ان کے منہ میں لگام ڈال دے گا، زمین ان لوگوں سمیت لرزتی اور تھرتھراتی ہوگی۔ اس وقت سب سے بڑا خوش حال وہ ہوگا جسے اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ اور سانس لینے کو کھلی فضا مل جائے۔

[مِنْهُ]

[اسی خطبے کا ایک جزیہ ہے]

فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، لَا تَقُوْمُ لَهَا قَآئِمَةٌ، وَ لَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ، تَاْتِيْكُمْ مَزْمُوْمَةً مَّرْحُوْلَةً: يَحْفِزُهَا قَآئِدُهَا، وَ يَجْهَدُهَا رَاكِبُهَا، اَهْلُهَا قَوْمٌ شَدِيْدٌ كَلَبُهُمْ، قَلِيْلٌ سَلَبُهُمْ، يُجَاهِدُهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَوْمٌ اَذِلَّةٌ عِنْدَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ، فِي الْاَرْضِ مَجْهُوْلُوْنَ، وَ فِي السَّمَآءِ مَعْرُوْفُوْنَ.

وہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے۔ ان کے مقابلے کیلئے (گھوڑوں کے) پیر جم نہ سکیں گے اور نہ ان کے جھنڈے پلٹائے جاسکیں گے۔ وہ تمہارے پاس اس طرح آئیں گے کہ ان کی لگامیں چڑھی ہوں گی اور ان پر پالان کسے ہوں گے۔ ان کا پیشرو انہیں تیزی سے ہنکائے گا اور سوار ہونے والا انہیں ہلکان کر دے گا۔ وہ لوگ اس قوم سے ہیں جن کے حملے سخت ہوتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کم۔ ان سے وہ قوم فی سبیل اللہ جہاد کرے گی جو متکبروں کے نزدیک پست اور ذلیل، زمین میں گمنام اور آسمان میں جانی پہچانی ہوئی ہوگی۔

فَوَيْلٌ لَّكِ يَا بَصْرَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ، مِنْ جَيْشٍ مِّنْ نِّقَمِ اللهِ! لَا رَهَجَ لَهٗ، وَ لَا حَسَّ، وَ سَيُبْتَلٰى اَهْلُكِ بِالْمَوْتِ الْاَحْمَرِ، وَ الْجُوْعِ الْاَغْبَرِ!.

اے بصرہ! تیری حالت پر افسوس ہے کہ جب تجھ پر اللہ کے عذاب کے لشکر ٹوٹ پڑیں گے، جس میں نہ غبار اڑے گا اور نہ شور و غوغا ہوگا اور تیرے بسنے والے قتل اور سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔

--☆☆--

(۱۰۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۰۱)

اُنْظُرُوْا اِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ الزَّاهِدِيْنَ فِيْهَا، الصَّادِفِيْنَ عَنْهَا، فَاِنَّهَا وَاللهِ! عَمَّا قَلِيْلٍ تُزِيْلُ الثَّاوِیَ السَّاكِنَ، وَ تَفْجَعُ الْمُتْرَفَ الْاٰمِنَ، لَا يَرْجِعُ مَا تَوَلّٰى مِنْهَا فَاَدْبَرَ، وَ لَا يُدْرٰى مَا هُوَ اٰتٍ مِّنْهَا فَيُنْتَظَرَ.

دنیا کو زہد اختیار کرنے والوں اور اس سے پہلو بچانے والوں کی نظر سے دیکھو۔ خدا کی قسم! وہ جلد ہی اپنے رہنے سہنے والوں کو اپنے سے الگ کر دے گی اور امن و خوشحالی میں بسر کرنے والوں کو رنج و اندوہ میں ڈال دے گی اور جو چیز اس میں کی منہ موڑ کر پیٹھ پھرا لے وہ واپس نہیں آیا کرتی اور آنے والی چیز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی راہ دیکھی جائے۔

سُرُوْرُهَا مَشُوْبٌ بِالْحُزْنِ، وَجَلَدُ الرِّجَالِ فِيْهَا اِلَى الضَّعْفِ وَ الْوَهْنِ، فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيْهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا.

اس کی مسرتیں رنج میں سمودی گئی ہیں اور جوانمردوں کی ہمت و طاقت اس میں کمزوری و ناتوانی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ (دیکھو) دنیا کو خوش کر دینے والی چیزوں کی زیادتی تمہیں مغرور نہ بنا دے۔ اس لئے کہ جو چیزیں تمہارا ساتھ دیں گی وہ بہت کم ہیں۔

رَحِمَ اللهُ امْرَاً تَفَكَّرَ فَاعْتَبَرَ، وَ اعْتَبَرَ فَاَبْصَرَ، فَكَاَنَّ مَا هُوَ كَآئِنٌ مِّنَ الدُّنْيَا عَنْ قَلِيْلٍ لَّمْ يَكُنْ، وَ كَاَنَّ مَا هُوَ كَآئِنٌ مِّنَ الْاٰخِرَةِ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّمْ يَزَلْ، وَ كُلُّ مَعْدُوْدٍ مُّنْقَضٍ، وَ كُلُّ مُتَوَقَّعٍ اٰتٍ، وَ كُلُّ اٰتٍ قَرِيْبٌ دَانٍ.

خدا اس شخص پر رحم کرے جو سوچ بچار سے عبرت اور عبرت سے بصیرت حاصل کرے۔ دنیا کی ساری موجود چیزیں معدوم ہو جائیں گی، گویا کہ وہ موجود تھیں ہی نہیں اور آخرت میں پیش ہونے والی چیزیں جلد ہی موجود ہو جائیں گی، گویا کہ وہ ابھی سے موجود ہیں۔ ہر شمار میں آنے والی چیز ختم ہو جایا کرتی ہے اور جس کی آمد کا انتظار ہو اسے آیا ہی جانو اور ہر آنے والے کو نزدیک اور پہنچا ہوا سمجھو۔

[مِنْهَا]

[اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

اَلْعَالِمُ مَنْ عَرَفَ قَدْرَهٗ، وَ كَفٰى بِالْمَرْءِ

عالم وہ ہے جو اپنا مرتبہ شناس ہو اور انسان کی جہالت اس سے

جَهْلًا اَلَّا یَعْرِفَ قَدْرَهٗ، وَ اِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الرِّجَالِ اِلَی اللهِ لَعَبْدًا وَّكَلَهُ اللهُ اِلٰی نَفْسِهٖ، جَآئِرًا عَنْ قَصْدِ السَّبِیْلِ، سَآئِرًا بِغَیْرِ دَلِیْلٍ، اِنْ دُعِیَ اِلٰی حَرْثِ الدُّنْیَا عَمِلَ، وَ اِنْ دُعِیَ اِلٰی حَرْثِ الْاٰخِرَةِ كَسِلَ! كَاَنَّ مَا عَمِلَ لَهٗ وَاجِبٌ عَلَیْهِ، وَ كَاَنَّ مَا وَنٰی فِیْهِ سَاقِطٌ عَنْهُ!.

[وَ مِنْهَا]

وَذٰلِكَ زَمَانٌ لَّا یَنْجُوْ فِیْهِ اِلَّا كُلُّ مُؤْمِنٍ نُّوَمَةٍ، اِنْ شَهِدَ لَمْ یُعْرَفْ، وَ اِنْ غَابَ لَمْ یُفْتَقَدْ، اُولٰٓئِكَ مَصَابِیْحُ الْهُدٰی، وَ اَعْلَامُ السُّرٰی، لَیْسُوْا بِالْمَسَایِیْحِ، وَ لَا الْمَذَایِیْعِ الْبُذُرِ، اُولٰٓئِكَ یَفْتَحُ اللهُ لَهُمْ اَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ، وَ یَكْشِفُ عَنْهُمْ ضَرَّآءَ نِقْمَتِهٖ.

اَیُّهَا النَّاسُ! سَیَاْتِیْ عَلَیْكُمْ زَمَانٌ یُّكْفَاُ فِیْهِ الْاِسْلَامُ، كَمَا یُكْفَاُ الْاِنَآءُ بِمَا فِیْهِ.

اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّ اللهَ قَدْ اَعَاذَكُمْ مِنْ اَنْ یَّجُوْرَ عَلَیْكُمْ، وَ لَمْ یُعِذْكُمْ مِنْ اَنْ یَّبْتَلِیَكُمْ، وَ قَدْ قَالَ جَلَّ مِنْ قَآئِلٍ: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ۝﴾.

اَمَّا قَوْلُهٗ علیہ السلام: «كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ» فَاِنَّمَا

بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت نہ پہچانے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند، اللہ کو وہ بندہ ہے جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہے۔ اس طرح کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا اور بغیر رہنما کے چلنے والا ہے۔ اگر اسے دنیا کی کھیتی (بونے) کیلئے بلایا جاتا ہے تو سرگرمی دکھاتا ہے اور آخرت کی کھیتی (بونے) کیلئے کہا جاتا ہے تو کاہلی کرنے لگتا ہے۔ گویا جس چیز کیلئے اس نے سرگرمی دکھائی ہے وہ تو ضروری تھی اور جس میں سستی و کوتاہی کی ہے وہ اس سے ساقط تھی۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ جس میں وہ خوابیدہ مومن ہی بچ کر نکل سکے گا کہ جو سامنے آنے پر جانا پہچانا نہ جائے اور نگاہ سے اوجھل ہونے پر اسے ڈھونڈھا نہ جائے۔ یہی لوگ تو ہدایت کے جگمگاتے چراغ اور شب پیمائیوں میں روشن نشان ہیں۔ نہ وہ اِدھر اُدھر کچھ کا کچھ لگاتے پھرتے ہیں، نہ لوگوں کی برائیاں اچھالتے ہیں اور نہ ان کے راز فاش کرتے ہیں۔ اللہ انہی لوگوں کیلئے رحمت کے دروازے کھول دے گا اور ان سے اپنے عذاب کی سختیاں دور رکھے گا۔

اے لوگو! وہ زمانہ تمہارے سامنے آنے والا ہے کہ جس میں اسلام کو اس طرح اوندھا کر دیا جائے گا جس طرح برتن کو ان چیزوں سمیت جو اس میں ہوں، اُلٹ دیا جائے۔

اے لوگو! اللہ نے تمہیں اس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے۔ مگر اس سے پناہ نہیں کہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے۔ اس بزرگ و برتر کہنے والے کا ارشاد ہے: ”اس میں ہماری بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم تو بس ان کا امتحان لیا کرتے ہیں“۔

سیّد رضی فرماتے ہیں: حضرتؑ کے ارشاد ”ہر خوابیدہ مومن“ میں ”خوابیدہ“

اَرَادَ بِهٖ: الْخَامِلَ الذِّكْرِ الْقَلِيْلَ الشَّرِّ.

وَ «الْمَسَايِيْحِ»: جَمْعُ مِسْيَاحٍ، وَ هُوَ الَّذِیْ يَسِيْحُ بَيْنَ النَّاسِ بِالْفَسَادِ وَ النَّمَآئِمِ.

وَ «الْمَذَايِيْعِ»: جَمْعُ مِذْيَاعٍ، وَ هُوَ الَّذِیْ اِذَا سَمِعَ لِغَيْرِهٖ بِفَاحِشَةٍ اَذَاعَهَا وَ نَوَّهَ بِهَا. وَ «الْبُذُرُ» : جَمْعُ بَذُوْرٍ وَ هُوَ الَّذِیْ يَكْثُرُ سَفَهُهٗ وَ يَلْغُوْ مَنْطِقُهٗ.

-----☆☆-----

سے مراد وہ شخص ہے کہ جو گمنام اور بے شر ہو۔

اور «الْمَسَايِيْحِ» مسیاح کی جمع ہے۔ اور ''مسیاح'' اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں میں فتنہ و شر پھیلاتا رہے اور لگائی بجھائی کرتا رہے۔

اور «الْمَذَايِيْعِ» مذیاع کی جمع ہے اور ''مذیاع'' اسے کہتے ہیں کہ جو کسی کی برائی سنے تو اسے اچھالے اور علانیہ بیان کرے اور «الْبُذُرُ» بذور کی جمع ہے اور ''بذور'' اسے کہتے ہیں کہ جو احمق اور اَول فول بکنے والا ہو۔

--☆☆--

(۱۰۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ تَقَدَّمَ مُخْتَارُهَا بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، وَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ يَقْرَاُ كِتَابًا، وَ لَا يَدَّعِیْ نُبُوَّةً وَّ لَا وَحْيًا، فَقَاتَلَ بِمَنْ اَطَاعَهٗ مَنْ عَصَاهُ، يَسُوْقُهُمْ اِلٰى مَنْجَاتِهِمْ، وَ يُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ اَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ، يَحْسِرُ الْحَسِيْرُ، وَ يَقِفُ الْكَسِيْرُ فَيُقِيْمُ عَلَيْهِ حَتّٰى يُلْحِقَهٗ غَايَتَهٗ، اِلَّا هَالِكًا لَّا خَيْرَ فِيْهِ، حَتّٰى اَرَاهُمْ مَنْجَاتَهُمْ وَ بَوَّاَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ، وَ اسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ، وَايْمُ اللّٰهِ! لَقَدْ كُنْتُ مِنْ سَاقَتِهَا حَتّٰى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيْرِهَا، وَ اسْتَوْسَقَتْ فِیْ قِيَادِهَا، مَا ضَعُفْتُ، وَلَا جَبُنْتُ، وَ لَا خُنْتُ، وَ لَا

خطبہ (۱۰۲)

ایک دوسری روایت کی بنا پر یہ خطبہ پہلے درج ہو چکا ہے:

جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا تو عربوں میں نہ کوئی (آسمانی) کتاب کا پڑھنے والا تھا اور نہ کوئی نبوت و وحی کا دعوے دار۔ آپؐ نے اطاعت کرنے والوں کو لے کر اپنے مخالفوں سے جنگ کی۔ درآنحالیکہ آپؐ ان لوگوں کو نجات کی طرف لے جا رہے تھے اور قبل اس کے کہ موت ان لوگوں پر آ پڑے، ان کی ہدایت کیلئے بڑھ رہے تھے۔ جب کوئی تھکا ماندہ رک جاتا تھا اور خستہ و درماندہ ٹھہر جاتا تھا تو آپؐ اس کے (سر پر) کھڑے ہو جاتے تھے اور اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی ایسا تباہ حال ہو جس میں ذرّہ بھر بھلائی ہی نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپؐ نے انہیں نجات کی منزل دکھا دی اور انہیں ان کے مرتبہ پر پہنچا دیا، چنانچہ ان کی چکی گھومنے لگی اور ان کے نیزے کا خم جاتا رہا۔ خدا کی قسم میں بھی انہیں ہنکانے والوں میں تھا۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح پسپا ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دیئے گئے۔ اس دوران میں نہ مَیں عاجز ہوا نہ

وَهَنْتُ، وَايْمُ اللهِ! لَاَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰی اُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهٖ.

بزدلی دکھائی، نہ کسی قسم کی خیانت کی اور نہ مجھ میں کمزوری آئی۔ خدا کی قسم! میں (اب بھی) باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں گا۔

-----☆☆-----

(۱۰۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۰۳)

حَتّٰی بَعَثَ اللهُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ، شَهِيْدًا وَّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا، خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلًا، وَ اَنْجَبَهَا كَهْلًا، اَطْهَرَ الْمُطَهَّرِيْنَ شِيْمَةً، وَ اَجْوَدَ الْمُسْتَمْطَرِيْنَ دِيْمَةً.

آخر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا درآنحالیکہ وہ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے۔ جو بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرفِ کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خوخصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود و سخا میں ابر صفت، برسائے جانے والوں میں سب سے زائد لگا تار برسنے والے تھے۔

فَمَا احْلَوْلَتْ لَكُمُ الدُّنْيَا فِيْ لَذَّتِهَا، وَ لَا تَمَكَّنْتُمْ مِنْ رَّضَاعِ اَخْلَافِهَا، اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا صَادَفْتُمُوْهَا جَآئِلًا خِطَامُهَا، قَلِقًا وَضِيْنُهَا، قَدْ صَارَ حَرَامُهَا عِنْدَ اَقْوَامٍ بِمَنْزِلَةِ السِّدْرِ الْمَخْضُوْدِ، وَ حَلَالُهَا بَعِيْدًا غَيْرَ مَوْجُوْدٍ.

دنیا اپنی لذتوں میں اس وقت تمہارے لئے شیریں و خوشگوار ہوئی اور اس وقت تم اس کے تھنوں سے دودھ پینے پر قادر ہوئے کہ جبکہ اس کے پہلے اس کی مہاریں جھول رہی تھیں اور اس کا تنگ (ڈھیلا ہو کر) ہل رہا تھا (یعنی اس کا کوئی سوار اور دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا جو اس کی باگیں اٹھاتا اور اس کا تنگ کستا)۔ کچھ قوموں کیلئے تو حرام اس بیری کے مانند (خوشگوار اور مزے دار) ہو گیا تھا جس کی شاخیں پھلوں کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں اور حلال ان کیلئے (کوسوں) دور اور نایاب تھا۔

وَ صَادَفْتُمُوْهَا وَاللهِ! ظِلًّا مَّمْدُوْدًا اِلٰۤى اَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ، فَالْاَرْضُ لَكُمْ شَاغِرَةٌ، وَ اَيْدِيْكُمْ فِيْهَا مَبْسُوْطَةٌ، وَ اَيْدِی الْقَادَةِ عَنْكُمْ مَكْفُوْفَةٌ، وَ سُيُوْفُكُمْ عَلَيْهِمْ مُسَلَّطَةٌ، وَ سُيُوْفُهُمْ عَنْكُمْ مَقْبُوْضَةٌ.

خدا کی قسم! یہ دنیا لمبی چھاؤں کی صورت میں ایک مقررہ وقت تک تمہارے پاس ہے۔ مگر اس وقت تو زمین بغیر روک ٹوک کے تمہارے قبضے میں ہے، تمہارے ہاتھ اس میں کھلے ہوئے ہیں اور پیشواؤں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، تمہاری تلواریں ان پر مسلط ہیں اور ان کی تلواریں روکی جا چکی ہیں۔

اَلَاۤ اِنَّ لِكُلِّ دَمٍ ثَآئِرًا، وَ لِكُلِّ حَقٍّ طَالِبًا، وَ اِنَّ الثَّآئِرَ فِيْ دِمَآئِنَا كَالْحَاكِمِ

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر خون کا کوئی قصاص لینے والا اور ہر حق کا کوئی طلب کرنے والا بھی ہوتا ہے اور ہمارے خون کا قصاص لینے

فِیْ حَقِّ نَفْسِہٖ، وَ ھُوَ اللهُ الَّذِیْ لَا یُعْجِزُہٗ مَنْ طَلَبَ، وَ لَا یَفُوْتُہٗ مَنْ ھَرَبَ.

والا اس حاکم کے مانند ہے جو اپنے ہی حق کے بارے میں فیصلہ کرے اور وہ اللہ ہے کہ جسے وہ تلاش کرے وہ اسے بے بس نہیں بنا سکتا اور جو بھاگنے کی کوشش کرے وہ اس کے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔

فَاُقْسِمُ بِاللهِ یَا بَنِیْۤ اُمَیَّةَ! عَمَّا قَلِیْلٍ لَّتَعْرِفُنَّهَا فِیْۤ اَیْدِیْ غَیْرِکُمْ وَ فِیْ دَارِ عَدُوِّکُمْ! اَلَا اِنَّ اَبْصَرَ الْاَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِی الْخَیْرِ طَرْفُہٗ! اَلَا اِنَّ اَسْمَعَ الْاَسْمَاعِ مَا وَعَی التَّذْکِیْرَ وَ قَبِلَہٗ.

اے بنی امیہ! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جلد ہی تم اپنی دنیا (اور اس کی ثروتوں کو) دوسروں کے ہاتھوں اور دشمنوں کے گھروں میں دیکھو گے۔ سب آنکھوں سے زیادہ دیکھنے والی وہ آنکھ ہے جس کی نظر نیکیوں میں اتر جائے اور سب کانوں سے بڑھ کر سننے والا وہ کان ہے کہ جو نصیحت کی باتیں سنے اور انہیں قبول کرے۔

اَیُّهَا النَّاسُ! اسْتَصْبِحُوْا مِنْ شُعْلَةِ مِصْبَاحٍ وَّاعِظٍ مُّتَّعِظٍ، وَ امْتَاحُوْا مِنْ صَفْوِ عَیْنٍ قَدْ رُوِّقَتْ مِنَ الْکَدَرِ.

اے لوگو! واعظِ باعمل کے چراغ (ہدایت) کی لو سے اپنے چراغ روشن کر لو اور اس صاف و شفاف چشمہ سے پانی بھر لو جو (شبہات کی) آمیزشوں اور کدورتوں سے نتھر چکا ہے۔

عِبَادَ اللهِ! لَا تَرْکَنُوْۤا اِلٰی جَهَالَتِکُمْ، وَ لَا تَنْقَادُوْا لِاَهْوَآئِکُمْ، فَاِنَّ النَّازِلَ بِهٰذَا الْمَنْزِلِ نَازِلٌۢ بِشَفَا جُرُفٍ هَارٍ، یَنْقُلُ الرَّدٰی عَلٰی ظَهْرِہٖ مِنْ مَّوْضِعٍ اِلٰی مَوْضِعٍ، لِرَاْیٍ یُّحْدِثُہٗ بَعْدَ رَاْیٍ، یُرِیْدُ اَنْ یُّلْصِقَ مَا لَا یَلْتَصِقُ، وَ یُقَرِّبَ مَا لَا یَتَقَارَبُ! فَاللهَ اللهَ! اَنْ تَشْکُوْا اِلٰی مَنْ لَّا یُشْکِیْ شَجْوَکُمْ، وَ لَا یَنْقُضُ بِرَاْیِہٖ مَا قَدْ اُبْرِمَ لَکُمْ.

اے اللہ کے بندو! اپنی جہالتوں کی طرف نہ مڑو اور نہ اپنی خواہشوں کے تابع ہو جاؤ۔ اس لئے کہ خواہشوں کی منزل میں اترنے والا ایسا ہے جیسے کوئی سیلاب زدہ دیوار کے کنارے پر کھڑا ہو کہ جو گرا چاہتی ہو، وہ ہلاکتوں کا پلندہ اپنی پیٹھ پر اٹھائے کبھی اس کندھے پر رکھتا ہے کبھی اس کندھے پر۔ اپنی ان رایوں کی صورت میں جنہیں وہ بدلتا رہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس پر (کوئی دلیل) چسپاں کرے مگر جو چپکنے والی نہیں ہوتی اور اسے (ذہنوں سے) قریب کرنا چاہتا ہے جو قریب ہونے کے قابل نہیں۔ اللہ سے ڈرو کہ تم اپنی شکایتیں اس شخص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ کہ جو (تمہاری خواہشوں کے مطابق) تمہارے شکووں کے قلق کو دور نہیں کرے گا اور نہ شریعت کے محکم و مضبوط احکام کو توڑے گا۔

اِنَّہٗ لَیْسَ عَلَی الْاَمَامِ اِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ

امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف

اَمْرِ رَبِّهٖ: اَلْاِبْلَاغُ فِی الْمَوْعِظَةِ، وَ الْاِجْتِهَادُ فِی النَّصِیْحَةِ، وَ الْاِحْیَآءُ لِلسُّنَّةِ، وَ اِقَامَةُ الْحُدُوْدِ عَلٰی مُسْتَحِقِّیْهَا، وَ اِصْدَارُ السُّهْمَانِ عَلٰۤی اَهْلِهَا.

فَبَادِرُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِ تَصْوِیْحِ نَبْتِهٖ، وَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُشْغَلُوْا بِاَنْفُسِكُمْ عَنْ مُّسْتَثَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ اَهْلِهٖ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تَنَاهَوْا عَنْهُ، فَاِنَّمَاۤ اُمِرْتُمْ بِالنَّهْیِ بَعْدَ التَّنَاهِیْ!.

-----☆☆-----

سے سپرد ہوا ہے (اسے انجام دے) اور وہ یہ ہے کہ پند و نصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے، سمجھانے بجھانے میں پوری پوری کوشش کرے، سنت کو زندہ رکھے اور جن پر حد لگنا ہے ان پر حد جاری کرے اور (غصب کئے ہوئے) حصوں کو اِنکے اصلی وارثوں تک پہنچائے۔

تمہیں چاہیے کہ علم کی طرف بڑھو قبل اس کے کہ اس کا (ہرا بھرا) سبزہ خشک ہوجائے اور قبل اس کے کہ اہل علم سے علم سیکھنے میں اپنے ہی نفس کی مصروفیتیں حائل ہوجائیں۔ دوسروں کو برائیوں سے روکو اور خود بھی رکے رہو۔ اس لئے کہ تمہیں برائیوں سے رکنے کا حکم پہلے ہے اور دوسروں کو روکنے کا بعد میں ہے۔

--☆☆--

(۱۰۴) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۰۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَعَ الْاِسْلَامَ فَسَهَّلَ شَرَآئِعَهٗ لِمَنْ وَرَدَهٗ، وَ اَعَزَّ اَرْكَانَهٗ عَلٰی مَنْ غَالَبَهٗ، فَجَعَلَهٗ اَمْنًا لِّمَنْ عَلِقَهٗ، وَ سِلْمًا لِّمَنْ دَخَلَهٗ، وَ بُرْهَانًا لِّمَنْ تَكَلَّمَ بِهٖ، وَ شَاهِدًا لِّمَنْ خَاصَمَ بِهٖ، وَ نُوْرًا لِّمَنِ اسْتَضَآءَ بِهٖ، وَ فَهْمًا لِّمَنْ عَقَلَ، وَ لُبًّا لِّمَنْ تَدَبَّرَ، وَ اٰیَةً لِّمَنْ تَوَسَّمَ، وَ تَبْصِرَةً لِّمَنْ عَزَمَ، وَ عِبْرَةً لِّمَنِ اتَّعَظَ، وَ نَجَاةً لِّمَنْ صَدَّقَ، وَ ثِقَةً لِّمَنْ تَوَكَّلَ، وَ رَاحَةً لِّمَنْ فَوَّضَ، وَ جُنَّةً لِّمَنْ صَبَرَ.

فَهُوَ اَبْلَجُ الْمَنَاهِجِ، وَاَضِحُ الْوَلَآئِجِ،

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے شریعت اسلام کو جاری کیا اور اس کے (سرچشمہ) ہدایت پر اترنے والوں کیلئے اس کے قوانین کو آسان کیا اور اس کے ارکان کو حریف کے مقابلے میں غلبہ و سرفرازی دی۔ چنانچہ جو اس سے وابستہ ہو اس کیلئے امن، جو اس میں داخل ہو اس کیلئے صلح و آشتی، جو اس کی بات کرے اس کیلئے دلیل، جو اس کی مدد لے کر مقابلہ کرے اس کیلئے اسے گواہ قرار دیا ہے اور اس سے کسب ضیا کرنے والے کیلئے نور، سمجھنے بوجھنے اور سوچ بچار کرنے والے کیلئے فہم و دانش، غور کرنے والے کیلئے (روشن) نشانی، ارادہ کرنے والے کیلئے بصیرت، نصیحت قبول کرنے والے کیلئے عبرت، تصدیق کرنے والے کیلئے نجات، بھروسا کرنے والے کیلئے اطمینان، ہر چیز اسے سونپ دینے والے کیلئے راحت اور صبر کرنے والے کیلئے سپر بنایا ہے۔

وہ تمام سیدھی راہوں میں زیادہ روشن اور تمام عقیدوں میں زیادہ

مُشْرَفُ الْمَنَارِ، مُشْرِقُ الْجَوَادِّ، مُضِيْٓءُ الْمَصَابِيْحِ، كَرِيْمُ الْمِضْمَارِ، رَفِيْعُ الْغَايَةِ، جَامِعُ الْحَلْبَةِ، مُتَنَافِسُ السُّبْقَةِ، شَرِيْفُ الْفُرْسَانِ. التَّصْدِيْقُ مِنْهَاجُهٗ، وَ الصَّالِحَاتُ مَنَارُهٗ، وَ الْمَوْتُ غَايَتُهٗ، وَ الدُّنْيَا مِضْمَارُهٗ، وَ الْقِيٰمَةُ حَلْبَتُهٗ، وَ الْجَنَّةُ سُبْقَتُهٗ.

واضح ہے۔ اس کے مینار بلند، راہیں درخشاں اور چراغ روشن ہیں۔ اس کا میدان (عمل) باوقار اور مقصد و غایت بلند ہے۔ اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے۔ اس کی طرف بڑھنا مطلوب و پسندیدہ ہے۔ اس کے شاہسوار عزت والے اور اس کا راستہ (اللہ و رسولؐ کی) تصدیق ہے اور اچھے اعمال (راستے کے) نشانات ہیں۔ دنیا گھوڑ دوڑ کا میدان اور موت پہنچنے کی حد اور قیامت گھوڑوں کے جمع ہونے کی جگہ اور جنت بڑھنے کا انعام ہے۔

[مِنْهَا: فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ]

[اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے]

حَتّٰۤى اَوْرٰى قَبَسًا لِّقَابِسٍ، وَ اَنَارَ عَلَمًا لِّحَابِسٍ، فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ، وَ شَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ، وَ بَعِيْثُكَ نِعْمَةً، وَ رَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً.

یہاں تک کہ آپؐ نے روشنی ڈھونڈنے والے کیلئے شعلے بھڑکائے اور (راستہ کھو کر) سواری کے روکنے والے کیلئے نشانات روشن کئے۔ (اے اللہ!) وہ تیرے بھروسے کا امین اور قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے، وہ تیرا نبی مرسل و رسول برحق ہے جو (دنیا کیلئے) نعمت و رحمت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَهٗ مَقْسَمًا مِّنْ عَدْلِكَ، وَ اجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ.

(خدایا!) تو انہیں اپنے عدل و انصاف سے ان کا حصہ عطا کر اور اپنے فضل سے انہیں دہرے حسنات اجر میں دے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَآءِ الْبَانِيْنَ بِنَآئَهٗ، وَ اَكْرِمْ لَدَيْكَ نُزُلَهٗ، وَ شَرِّفْ لَدَيْكَ مَنْزِلَهٗ، وَ اٰتِهِ الْوَسِيْلَةَ، وَ اَعْطِهِ السَّنَآءَ وَ الْفَضِيْلَةَ، وَ احْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ غَيْرَ خَزَايَا، وَ لَا نَادِمِيْنَ، وَ لَا نَاكِبِيْنَ، وَ لَا نَاكِثِيْنَ، وَ لَا ضَآلِّيْنَ، وَ لَا مُضِلِّيْنَ وَ لَا مَفْتُوْنِيْنَ.

(اے اللہ!) ان کی عمارت کو تمام معماروں کی عمارتوں پر فوقیت عطا کر اور اپنے پاس ان کی عزت و آبرو سے مہمانی کر اور ان کے مرتبہ کو بلندی و شرف بخش اور انہیں بلند درجہ دے اور رفعت و فضیلت عطا کر اور ہمیں ان کی جماعت میں اس طرح محشور کر کہ نہ ہم ذلیل و رسوا ہوں، نہ نادم و پریشان، نہ حق سے روگردان، نہ عہد شکن، نہ گمراہ، نہ گمراہ کن اور نہ فریب خوردہ۔

وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْمَا تَقَدَّمَ اِلَّاۤ اَنَّنَا كَرَّرْنَاهُ هٰهُنَا لِمَا فِي الرِّوَايَتَيْنِ مِنَ الْاِخْتِلَافِ.

سید رضیؒ کہتے ہیں: یہ کلام اگرچہ پہلے گزر چکا ہے، مگر ہم نے پھر اعادہ کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ اختلاف ہے۔

[مِنْهَا: فِیْ خِطَابِ اَصْحَابِهٖ]

وَ قَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللّٰهِ لَكُمْ مَّنْزِلَةً تُكْرَمُ بِهَا اِمَآؤُكُمْ، وَ تُوْصَلُ بِهَا جِیْرَانُكُمْ، وَ یُعَظِّمُكُمْ مَّنْ لَّا فَضْلَ لَكُمْ عَلَیْهِ، وَ لَا یَدَ لَكُمْ عِنْدَهٗ، وَ یَهَابُكُمْ مَنْ لَّا یَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً، وَ لَا لَكُمْ عَلَیْهِ اِمْرَةٌ.

وَ قَدْ تَرَوْنَ عُهُوْدَ اللّٰهِ مَنْقُوْضَةً فَلَا تَغْضَبُوْنَ! وَ اَنْتُمْ لِنَقْضِ ذِمَمِ اٰبَآئِكُمْ تَاْنَفُوْنَ! وَ كَانَتْ اُمُوْرُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ تَرِدُ، وَ عَنْكُمْ تَصْدُرُ، وَ اِلَیْكُمْ تَرْجِعُ، فَمَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَّنْزِلَتِكُمْ، وَ اَلْقَیْتُمْ اِلَیْهِمْ اَزِمَّتَكُمْ، وَ اَسْلَمْتُمْ اُمُوْرَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ، یَعْمَلُوْنَ بِالشُّبُهَاتِ، وَ یَسِیْرُوْنَ فِی الشَّهَوَاتِ، وَ اَیْمُ اللّٰهِ! لَوْ فَرَّقُوْكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ لَّجَمَعَكُمُ اللّٰهُ لِشَرِّ یَوْمٍ لَّهُمْ.

-----☆☆-----

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے جس میں اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا ہے]

تم اپنے اللہ کے لطف و کرم کی بدولت ایسے مرتبہ پر پہنچ گئے کہ تمہاری کنیزیں بھی محترم سمجھی جانے لگیں اور تمہارے ہمسایوں سے بھی اچھا برتاؤ کیا جانے لگا اور وہ لوگ بھی تمہاری تعظیم کرنے لگے جن پر تمہیں نہ کوئی فضیلت تھی، نہ تمہارا کوئی ان پر احسان تھا اور وہ لوگ بھی تم سے دہشت کھانے لگے جنہیں تمہارے حملہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا اور نہ تمہارا ان پر تسلط تھا۔

مگر اس وقت تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ کے عہد توڑے جا رہے ہیں اور تم غیظ میں نہیں آتے، حالانکہ اپنے آبا و اجداد کے قائم کردہ رسم و آئین کے توڑے جانے سے تمہاری رگِ حمیت جنبش میں آ جاتی ہے۔ حالانکہ اب تک اللہ کے معاملات تمہارے ہی سامنے پیش ہوتے رہے اور تمہارے ہی (ذریعہ سے) ان کا حل ہوتا رہا ہے اور تمہاری ہی طرف ہر پھر کر آتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنی جگہ ظالموں کے حوالے کر دی ہے اور اپنی باگ ڈور انہیں تھما دی ہے اور اللہ کے معاملات انہیں سونپ دیئے ہیں کہ وہ شبہوں پر عمل پیرا اور نفسانی خواہشوں پر گامزن ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمہیں ہر ستارے کے نیچے بکھیر دیں تو بھی اللہ تمہیں اس دن (ضرور) جمع کرے گا جو ان کیلئے بہت بُرا دن ہوگا۔

--☆☆--

(۱۰۵) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

فِیْ بَعْضِ اَیَّامِ صِفِّیْنَ

وَ قَدْ رَاَیْتُ جَوْلَتَكُمْ، وَ انْحِیَازَكُمْ عَنْ صُفُوْفِكُمْ، تَحُوْزُكُمُ الْجُفَاةُ الطَّغَامُ، وَ اَعْرَابُ اَهْلِ الشَّامِ، وَ اَنْتُمْ لَهَامِیْمُ الْعَرَبِ، وَ یَاٰفِیْخُ الشَّرَفِ، وَ الْاَنْفُ

خطبہ (۱۰۵)

جنگِ صفین کے دوران فرمایا

میں نے تمہیں بھاگتے اور صفوں سے منتشر ہوتے ہوئے دیکھا، (جبکہ) تمہیں چند کھرے قسم کے اوباشوں اور شام کے بدوؤں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ حالانکہ تم عرب کے جوانمرد، شرف کے راس و رئیس، (قوم میں) اونچی ناک والے اور چوٹی کی بلندی والے

الْمُقَدَّمُ، وَ السَّنَامُ الْاَعْظَمُ، وَ لَقَدْ شَفٰى وَ حَاوِحَ صَدْرِیْ اَنْ رَّاَیْتُكُمْ بِاَخَرَةٍ، تَحُوْزُوْنَهُمْ كَمَا حَازُوْكُمْ، وَ تُزِیْلُوْنَهُمْ عَنْ مَّوَاقِفِهِمْ كَمَاۤ اَزَالُوْكُمْ حَسًّا بِالنِّصَالِ، وَ شَجْرًا بِالرِّمَاحِ، تَرْكَبُ اُوْلَاهُمْ اُخْرَاهُمْ كَالْاِبِلِ الْهِیْمِ الْمَطْرُوْدَةِ، تُرْمٰى عَنْ حِیَاضِهَا، وَ تُذَادُ عَنْ مَّوَارِدِهَا.

ہو۔ میرے سینے سے نکلنے والی کراہنے کی آوازیں اسی وقت دَب سکتی ہیں کہ جب میں دیکھ لوں کہ آخر کار جس طرح انہوں نے تمہیں گھیر رکھا ہے تم نے بھی انہیں اپنے نرغہ میں لے لیا ہو اور جس طرح انہوں نے تمہارے قدم اکھیڑ دیئے ہیں اسی طرح تم نے بھی ان کے قدم ان کی جگہوں سے اکھیڑ ڈالے ہوں، تیروں کی بوچھاڑ سے انہیں قتل کرتے ہوئے اور نیزوں کے ایسے ہاتھ چلاتے ہوئے کہ جس سے ان کی پہلی صفیں دوسری صفوں پر چڑھی جاتی ہوں، جیسے ہنکائے ہوئے پیاسے اونٹ کہ جنہیں ان کے تالابوں سے دور پھینک دیا گیا ہو اور انکے گھاٹوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔

--☆☆--

(۱۰۶) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ هِیَ مِنْ خُطَبِ الْمَلَاحِمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّیْ لِخَلْقِهٖ بِخَلْقِهٖ، وَ الظَّاهِرِ لِقُلُوْبِهِمْ بِحُجَّتِهٖ، خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَیْرِ رَوِیَّةٍ، اِذْ كَانَتِ الرَّوِیَّاتُ لَا تَلِیْقُ اِلَّا بِذَوِی الضَّمَآئِرِ، وَ لَیْسَ بِذِیْ ضَمِیْرٍ فِیْ نَفْسِهٖ. خَرَقَ عِلْمُهٗ بَاطِنَ غَیْبِ السُّتُرَاتِ، وَ اَحَاطَ بِغُمُوْضِ عَقَآئِدِ السَّرِیْرَاتِ.

[مِنْهَا: فِیْ ذِكْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم]

اِخْتَارَهٗ مِنْ شَجَرَةِ الْاَنْۢبِیَآءِ، وَ مِشْكَاةِ الضِّیَآءِ، وَ ذُؤَابَةِ الْعَلْیَآءِ، وَ سُرَّةِ الْبَطْحَآءِ، وَ مَصَابِیْحِ الظُّلْمَةِ، وَ یَنَابِیْعِ الْحِكْمَةِ.

خطبہ (۱۰۶)

یہ ان خطبوں میں سے ہے جن میں زمانہ کے حوادث وفتن کا تذکرہ ہے

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو اپنے مخلوقات کی وجہ سے مخلوقات کے سامنے عیاں ہے اور اپنی حجت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے۔ اس نے بغیر سوچ بچار میں پڑے مخلوق کو پیدا کیا۔ اس لئے کہ غور وفکر اس کے مناسب ہوا کرتی ہے جو دل و دماغ (جیسے اعضاء) رکھتا ہو اور وہ دل و دماغ کی احتیاج سے بری ہے۔ اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عقیدوں کی گہرائیوں کی تہ تک اترا ہوا ہے۔

[اس خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے]

انہیں انبیاءؑ کے شجرہ، روشنی کے مرکز (آل ابراہیمؑ)، بلندی کی جبیں (قریش)، بطحاء کی ناف (مکہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے منتخب کیا۔

[وَ مِنۡهَا]

طَبِيۡبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهٖ، قَدۡ اَحۡكَمَ مَرَاهِمَهٗ، وَ اَحۡمٰى مَوَاسِمَهٗ، يَضَعُ مِنۡ ذٰلِكَ حَيۡثُ الۡحَاجَةُ اِلَيۡهِ، مِنۡ قُلُوۡبٍ عُمۡيٍ، وَ اٰذَانٍ صُمٍّ، وَ اَلۡسِنَةٍ بُكۡمٍ، مُتَتَبِّعٌ بِدَوَآئِهٖ مَوَاضِعَ الۡغَفۡلَةِ، وَ مَوَاطِنَ الۡحَيۡرَةِ، لَمۡ يَسۡتَضِيۡٓئُوۡا بِاَضۡوَآءِ الۡحِكۡمَةِ، وَ لَمۡ يَقۡدَحُوۡا بِزِنَادِ الۡعُلُوۡمِ الثَّاقِبَةِ، فَهُمۡ فِيۡ ذٰلِكَ كَالۡاَنۡعَامِ السَّآئِمَةِ، وَ الصُّخُوۡرِ الۡقَاسِيَةِ.

قَدِ انۡجَابَتِ السَّرَآئِرُ لِاَهۡلِ الۡبَصَآئِرِ، وَ وَضَحَتۡ مَحَجَّةُ الۡحَقِّ لِخَابِطِهَا، وَ اَسۡفَرَتِ السَّاعَةُ عَنۡ وَّجۡهِهَا، وَ ظَهَرَتِ الۡعَلَامَةُ لِمُتَوَسِّمِهَا. مَا لِيۡۤ اَرَاكُمۡ اَشۡبَاحًا بِلَاۤ اَرۡوَاحٍ، وَ اَرۡوَاحًا بِلَاۤ اَشۡبَاحٍ، وَ نُسَّاكًا بِلَا صَلَاحٍ، وَ تُجَّارًا بِلَاۤ اَرۡبَاحٍ، وَ اَيۡقَاظًا نُّوَّمًا، وَ شُهُوۡدًا غُيَّبًا، وَ نَاظِرَةً عَمۡيَآءَ، وَ سَامِعَةً صَمَّآءَ، وَ نَاطِقَةً بَكۡمَآءَ.

رَايَةُ ضَلَالَةٍ قَدۡ قَامَتۡ عَلٰى قُطۡبِهَا، وَ تَفَرَّقَتۡ بِشُعَبِهَا، تَكِيۡلُكُمۡ بِصَاعِهَا، وَ تَخۡبِطُكُمۡ بِبَاعِهَا، قَآئِدُهَا خَارِجٌ مِّنَ الۡمِلَّةِ، قَآئِمٌ عَلَى الضَّلَّةِ، فَلَا يَبۡقٰى يَوۡمَئِذٍ مِّنۡكُمۡ اِلَّا ثُفَالَةٌ كَثُفَالَةِ الۡقِدۡرِ، اَوۡ نُفَاضَةٌ كَنُفَاضَةِ

[اس خطبہ کا یہ حصہ بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے متعلق ہے]

وہ ایک طبیب تھے جو اپنی حکمت وطب کو لئے ہوئے چکر لگا رہا ہو، اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک کر لئے ہوں اور داغنے کے آلات تپا لئے ہوں، وہ اندھے دلوں، بہرے کانوں، گونگی زبانوں (کے علاج معالجہ) میں جہاں ضرورت ہوتی ہے، ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو اور دوا لئے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو۔ مگر لوگوں نے نہ تو حکمت کی تنویروں سے ضیا و نور کو حاصل کیا اور نہ علومِ درخشاں کے چقماق کو رگڑ کر نورانی شعلے پیدا کئے، وہ اس معاملہ میں چرنے والے حیوانوں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں۔

اہل بصیرت کیلئے چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہو گئی ہیں اور بھٹکنے والوں کیلئے حق کی راہ واضح ہو گئی اور آنے والی ساعت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور غور سے دیکھنے والوں کیلئے علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں، لیکن تمہیں مَیں دیکھتا ہوں کہ پیکر بے روح اور روحِ بے قالب بنے ہوئے ہو، عابد بنے پھرتے ہو بغیر صلاح و تقویٰ کے اور تاجر بنے ہوئے ہو بغیر فائدوں کے، بیدار ہو مگر سو رہے ہو، حاضر ہو مگر ایسے جیسے غائب ہوں، دیکھنے والے ہو مگر اندھے، سننے والے ہو مگر بہرے، بولنے والے ہو مگر گونگے۔

گمراہی کا جھنڈا تو اپنے مرکز پر جم چکا ہے اور اسکی شاخیں (ہر سُو) پھیل گئی ہیں۔ تمہیں (تباہ کرنے کیلئے) اپنے پیمانوں میں تول رہا ہے اور اپنے ہاتھوں سے تمہیں اِدھر اُدھر بھٹکا رہا ہے اس کا پیشرو ملتِ (اسلام) سے خارج ہے اور گمراہی پر ڈٹا کھڑا ہے۔ اس دن تم میں سے کوئی نہیں بچے گا، مگر کچھ گرے پڑے لوگ، جیسے دیگ کی کُھرچن یا تھیلے کے جھاڑنے سے گرے ہوئے ریزے۔ وہ گمراہی تمہیں اس

الْعِكْمِ، تَعْرُكُكُمْ عَرْكَ الْاَدِيْمِ، وَ تَدُوْسُكُمْ دَوْسَ الْحَصِيْدِ، وَ تَسْتَخْلِصُ الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِكُمْ اسْتِخْلَاصَ الطَّيْرِ الْحَبَّةَ الْبَطِيْنَةَ مِنْ بَيْنِ هَزِيْلِ الْحَبِّ.

طرح مسل ڈالے گی جس طرح چمڑے کو مسلا جاتا ہے اور اس طرح روندے گی جیسے کٹی ہوئی زراعت کو روندا جاتا ہے اور (مصیبت وابتلا کیلئے) تم میں سے مومن (کامل) کو اس طرح چن لے گی جس طرح پرندہ باریک دانوں میں سے موٹے دانہ کو چن لیتا ہے۔

اَيْنَ تَذْهَبُ بِكُمُ الْمَذَاهِبُ، وَ تَتِيْهُ بِكُمُ الْغَيَاهِبُ، وَ تَخْدَعُكُمُ الْكَوَاذِبُ؟ وَ مِنْ اَيْنَ تُؤْتَوْنَ وَ ﴿اَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾؟ فَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ، وَ لِكُلِّ غَيْبَةٍ اِيَابٌ، فَاسْتَمِعُوْا مِنْ رَّبَّانِيِّكُمْ، وَ اَحْضِرُوْا قُلُوْبَكُمْ، وَ اسْتَيْقِظُوْا اِنْ هَتَفَ بِكُمْ، وَ لْيَصْدُقْ رَآئِدٌ اَهْلَهٗ، وَ لْيَجْمَعْ شَمْلَهٗ، وَ لْيُحْضِرْ ذِهْنَهٗ، فَلَقَدْ فَلَقَ لَكُمُ الْاَمْرَ فَلْقَ الْخَرَزَةِ، وَ قَرَفَهٗ قَرْفَ الصَّمْغَةِ.

یہ (غلط) روشیں تمہیں کہاں لئے جا رہی ہیں اور یہ اندھیاریاں تمہیں کن پریشانیوں میں ڈال رہی ہیں اور یہ جھوٹی امیدیں تمہیں کاہے کا فریب دے رہی ہیں؟ کہاں سے لائے جاتے ہو اور کدھر پلٹائے جاتے ہو؟ ہر میعاد کا ایک نوشتہ ہوتا ہے اور ہر غائب کو پلٹ کر آنا ہے۔ اپنے عالم ربانی سے سنو۔ اپنے دلوں کو حاضر کرو۔ اگر تمہیں پکارے تو جاگ اٹھو۔ قوم کے نمائندہ کو تو اپنی قوم سے سچ ہی بولنا چاہیے اور اپنی پریشاں خاطری میں یکسوئی پیدا کرنا اور اپنے ذہن کو حاضر رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے حقیقت کو اسطرح واشگاف کر دیا ہے جس طرح (دھاگے میں پروئے جانے والے) مہرہ کو چیر دیا جاتا ہے اور اس طرح اسے (تہ سے) چھیل ڈالا ہے جیسے درخت سے گوند۔

فَعِنْدَ ذٰلِكَ اَخَذَ الْبَاطِلُ مَاٰخِذَهٗ، وَ رَكِبَ الْجَهْلُ مَرَاكِبَهٗ، وَ عَظُمَتِ الطَّاغِيَةُ، وَ قَلَّتِ الدَّاعِيَةُ، وَ صَالَ الدَّهْرُ صِيَالَ السَّبُعِ الْعَقُوْرِ، وَ هَدَرَ فَنِيْقُ الْبَاطِلِ بَعْدَ كُظُوْمٍ، وَ تَوَاخَى النَّاسُ عَلَى الْفُجُوْرِ، وَ تَهَاجَرُوْا عَلَى الدِّيْنِ، وَ تَحَابُّوْا عَلَى الْكَذِبِ، وَ تَبَاغَضُوْا عَلَى الصِّدْقِ.

باوجود اس کے باطل پھر اپنے مرکز پر آ گیا اور جہالت اپنی سواریوں پر چڑھ بیٹھی، اس کی طغیانیاں بڑھ گئی ہیں اور (حق کی) آواز دب گئی ہے اور زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندے کی طرح حملہ کر دیا ہے اور باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے، لوگوں نے فسق و فجور پر آپس میں بھائی چارہ کر لیا ہے اور دین کے سلسلہ میں ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے، جھوٹ پر تو ایک دوسرے سے یارانہ گانٹھ رکھا ہے اور سچ کے معاملہ میں باہم کد رکھتے ہیں۔

فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ الْوَلَدُ غَيْظًا، وَ الْمَطَرُ قَيْظًا، وَ تَفِيْضُ اللِّئَامُ فَيْضًا،

(ایسے موقعہ پر) بیٹا (آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے بجائے) غیظ وغضب کا سبب ہوگا اور بارشیں گرمی و تپش کا، کمینے پھیل جائیں

وَ تَغِيْضُ الْكِرَامُ غَيْضًا، وَ كَانَ اَهْلُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ذِئَابًا، وَسَلَاطِيْنُهٗ سِبَاعًا، وَ اَوْسَاطُهٗ اُكَّالًا، وَ فُقَرَاؤُهٗ اَمْوَاتًا، وَ غَارَ الصِّدْقُ، وَ فَاضَ الْكَذِبُ، وَ اسْتُعْمِلَتِ الْمَوَدَّةُ بِاللِّسَانِ، وَ تَشَاجَرَ النَّاسُ بِالْقُلُوْبِ، وَ صَارَ الْفُسُوْقُ نَسَبًا، وَ الْعَفَافُ عَجَبًا، وَ لُبِسَ الْاِسْلَامُ لُبْسَ الْفَرْوِ مَقْلُوْبًا.

گے اور شریف گھٹتے جائیں گے۔ اس زمانہ کے لوگ بھیڑیئے ہوں گے اور حکمران درندے، درمیانی طبقہ کے لوگ کھا پی کر مست رہنے والے اور فقیر و نادار بالکل مردہ، سچائی دَب جائے گی اور جھوٹ اُبھر آئے گا، محبت (کی لفظیں) صرف زبانوں پر آئیں گی اور لوگ دلوں میں ایک دوسرے سے کشیدہ رہیں گے، نسب کا معیار زنا ہوگا، عفت و پاکدامنی نرالی چیز سمجھی جائے گی اور اسلام کا لبادہ پوستین کی طرح الٹا اوڑھا جائے گا۔

-----☆☆-----

(۱۰۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۰۷)

كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَّهٗ، وَكُلُّ شَيْءٍ قَآئِمٌ بِهٖ: غِنٰى كُلِّ فَقِيْرٍ، وَ عِزُّ كُلِّ ذَلِيْلٍ، وَ قُوَّةُ كُلِّ ضَعِيْفٍ، وَ مَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوْفٍ، مَنْ تَكَلَّمَ سَمِعَ نُطْقَهٗ، وَ مَنْ سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهٗ، وَ مَنْ عَاشَ فَعَلَيْهِ رِزْقُهٗ، وَ مَنْ مَّاتَ فَاِلَيْهِ مُنْقَلَبُهٗ. لَمْ تَرَكَ الْعُيُوْنُ فَتُخْبِرَ عَنْكَ، بَلْ كُنْتَ قَبْلَ الْوَاصِفِيْنَ مِنْ خَلْقِكَ.

ہر چیز اس کے سامنے عاجز و سرنگوں اور ہر شے اس کے سہارے وابستہ ہے۔ وہ ہر فقیر کا سرمایہ، ہر ذلیل کی آبرو، ہر کمزور کی توانائی اور ہر مظلوم کی پناہ گاہ ہے۔ جو کہے اس کی بات بھی وہ سنتا ہے اور جو چپ رہے اس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے۔ جو زندہ ہے اس کے رزق کا ذمہ اس پر ہے اور جو مر جائے اس کا پلٹنا اسی کی طرف ہے۔ (اے اللہ!) آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں، بلکہ تُو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے پہلے موجود تھا۔

لَمْ تَخْلُقِ الْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ، وَ لَا اسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ، وَ لَا يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ، وَ لَا يُفْلِتُكَ مَنْ اَخَذْتَ، وَ لَا يَنْقُصُ سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ، وَ لَا يَزِيْدُ فِيْ مُلْكِكَ مَنْ اَطَاعَكَ، وَ لَا يَرُدُّ اَمْرَكَ مَنْ سَخِطَ قَضَآءَكَ، وَ لَا يَسْتَغْنِيْ عَنْكَ مَنْ تَوَلّٰى عَنْ اَمْرِكَ، كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ، وَ كُلُّ غَيْبٍ

تو نے (تنہائی کی) وحشتوں سے اکتا کر مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ اپنے کسی فائدے کے پیشِ نظر ان سے اعمال کرائے۔ جسے تو گرفت میں لانا چاہے وہ تجھ سے آگے بڑھ کر جا نہیں سکتا اور جسے تو نے گرفت میں لے لیا پھر وہ نکل نہیں سکتا۔ جو تیری مخالفت کرتا ہے ایسا نہیں کہ وہ تیری فرمانروائی کو نقصان پہنچائے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے وہ تیرے ملک (کی وسعتوں) کو بڑھا نہیں دیتا اور جو تیری قضا و قدر پر بگڑ اُٹھے وہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا اور جو تیرے حکم سے منہ موڑ لے وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ہر چھپی ہوئی چیز تیرے لئے ظاہر اور

عِنْدَكَ شَهَادَةٌ.

اَنْتَ الْاَبَدُ فَلَاۤ اَمَدَ لَكَ، وَ اَنْتَ الْمُنْتَهٰى فَلَا مَحِيْصَ عَنْكَ، وَ اَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجٰى مِنْكَ اِلَّاۤ اِلَيْكَ، بِيَدِكَ نَاصِيَةُ كُلِّ دَآبَّةٍ، وَ اِلَيْكَ مَصِيْرُ كُلِّ نَسَمَةٍ.

سُبْحَانَكَ مَاۤ اَعْظَمَ مَا نَرٰى مِنْ خَلْقِكَ! وَ مَاۤ اَصْغَرَ عِظَمَهٗ فِیْ جَنْبِ قُدْرَتِكَ! وَ مَاۤ اَهْوَلَ مَا نَرٰى مِنْ مَّلَكُوْتِكَ! وَ مَاۤ اَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيْمَا غَابَ عَنَّا مِنْ سُلْطَانِكَ! وَ مَاۤ اَسْبَغَ نِعَمَكَ فِي الدُّنْيَا، وَ مَاۤ اَصْغَرَهَا فِیْ نِعَمِ الْاٰخِرَةِ!.

[مِنْهَا]

مِنْ مَّلٰٓئِكَةٍ اَسْكَنْتَهُمْ سَمٰوَاتِكَ، وَ رَفَعْتَهُمْ عَنْ اَرْضِكَ، هُمْ اَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ، وَ اَخْوَفُهُمْ لَكَ، وَ اَقْرَبُهُمْ مِّنْكَ. لَمْ يَسْكُنُوا الْاَصْلَابَ، وَ لَمْ يُضَمَّنُوا الْاَرْحَامَ، وَ لَمْ يُخْلَقُوْا ﴿مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۝﴾، وَ لَمْ يَتَشَعَّبْهُمْ رَيْبُ الْمَنُوْنِ، وَ اِنَّهُمْ عَلٰى مَكَانِهِمْ مِنْكَ، وَ مَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَ اسْتِجْمَاعِ اَهْوَآئِهِمْ فِيْكَ، وَ كَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَ قِلَّةِ غَفْلَتِهِمْ عَنْ اَمْرِكَ، لَوْ عَايَنُوْا كُنْهَ مَا خَفِیَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ لَحَقَّرُوْا اَعْمَالَهُمْ، وَ لَزَرَوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ، وَ لَعَرَفُوْا

ہر غیب تیرے سامنے بے نقاب ہے۔

تو ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں اور تو ہی (سب کی) منزل منتہا ہے کہ جس سے کوئی گریز کی راہ نہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ سے چھٹکارا پانے کی کوئی جگہ نہیں مگر تیری ہی ذات۔ ہر راہ چلنے والا تیرے قبضہ میں ہے اور ہر ذی روح کی بازگشت تیری طرف ہے۔

سبحان اللہ! یہ تیری کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں، کتنی عظیم الشان ہے اور تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت کتنی کم ہے اور یہ تیری بادشاہت جو ہماری نظروں کے سامنے ہے کتنی پر شکوہ ہے۔ لیکن تیری اس سلطنت کے مقابلہ میں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے کتنی حقیر ہے اور دنیا میں یہ تیری نعمتیں کتنی کامل و ہمہ گیر ہیں مگر آخرت کی نعمتوں کے سامنے وہ کتنی مختصر ہیں۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

تو نے فرشتوں کو آسمانوں میں بسایا اور انہیں زمین کی سطح سے بلند رکھا۔ وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں اور سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں۔ نہ وہ صلبوں میں ٹھہرے، نہ شکموں میں رکھے گئے، نہ ذلیل پانی (نطفہ) سے ان کی پیدائش ہوئی اور نہ زمانہ کے حوادث نے انہیں منتشر کیا۔ وہ تیرے قرب میں اپنے مقام و منزلت کی بلندی اور تیرے بارے میں خیالات کی یکسوئی اور تیری عبادت کی فراوانی اور تیرے احکام میں عدم غفلت کے باوجود اگر تیرے راز ہائے قدرت کی اس تہ تک پہنچ جائیں کہ جو ان سے پوشیدہ ہے، تو وہ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر سمجھیں گے اور اپنے نفسوں پر حرف گیری کریں گے

اَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوْكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ، وَ لَمْ يُطِيْعُوْكَ حَقَّ طَاعَتِكَ.

سُبْحَانَكَ خَالِقًا وَّ مَعْبُوْدًا! بِحُسْنِ بَلَآئِكَ عِنْدَ خَلْقِكَ، خَلَقْتَ دَارًا وَّ جَعَلْتَ فِيْهَا مَاْدُبَةً: مَشْرَبًا وَّ مَطْعَمًا، وَ اَزْوَاجًا وَّ خَدَمًا، وَ قُصُوْرًا وَّ اَنْهَارًا، وَ زُرُوْعًا وَّ ثِمَارًا.

ثُمَّ اَرْسَلْتَ دَاعِيًا يَّدْعُوْ اِلَيْهَا، فَلَا الدَّاعِیَ اَجَابُوْا، وَ لَا فِيْمَا رَغَّبْتَ رَغِبُوْا، وَ لَاۤ اِلٰى مَا شَوَّقْتَ اِلَيْهِ اشْتَاقُوْا.

اَقْبَلُوْا عَلٰى جِيْفَةٍ قَدِ افْتَضَحُوْا بِاَكْلِهَا، وَ اصْطَلَحُوْا عَلٰى حُبِّهَا، وَ مَنْ عَشِقَ شَيْـئًا اَعْشٰى بَصَرَهٗ، وَ اَمْرَضَ قَلْبَهٗ، فَهُوَ يَنْظُرُ بِعَيْنٍ غَيْرِ صَحِيْحَةٍ، وَ يَسْمَعُ بِاُذُنٍ غَيْرِ سَمِيْعَةٍ، قَدْ خَرَقَتِ الشَّهَوَاتُ عَقْلَهٗ، وَ اَمَاتَتِ الدُّنْيَا قَلْبَهٗ، وَ وَلِهَتْ عَلَيْهَا نَفْسُهٗ، فَهُوَ عَبْدٌ لَّهَا، وَ لِمَنْ فِیْ يَدَيْهِ شَیْءٌ مِّنْهَا، حَيْثُمَا زَالَتْ زَالَ اِلَيْهَا، وَ حَيْثُمَاۤ اَقْبَلَتْ اَقْبَلَ عَلَيْهَا، لَا يَنْزَجِرُ مِنَ اللهِ بِزَاجِرٍ، وَ لَا يَتَّعِظُ مِنْهُ بِوَاعِظٍ، وَ هُوَ يَرَى الْمَاْخُوْذِيْنَ عَلَى الْغِرَّةِ، حَيْثُ لَاۤ اِقَالَةَ لَهُمْ وَ لَا رَجْعَةَ،

اور یہ جان لیں گے کہ انہوں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا اور نہ کماحقہ تیری اطاعت کی ہے۔

میں خالق و معبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تیرے اس بہترین سلوک کی بنا پر جو تیرا اپنے مخلوقات کے ساتھ ہے۔ تو نے ایک ایسا گھر (جنت) بنایا ہے کہ جس میں مہمانی کیلئے کھانے پینے کی چیزیں، حوریں، غلمان، محل، نہریں، کھیت اور پھل مہیا کئے ہیں۔

پھر تو نے ان نعمتوں کی طرف دعوت دینے والا بھیجا، مگر نہ انہوں نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہی اور نہ ان چیزوں کی طرف راغب ہوئے جن کی تو نے رغبت دلائی تھی اور نہ ان چیزوں کے مشتاق ہوئے جن کا تو نے اشتیاق دلایا تھا۔

وہ تو اسی مردار دنیا پر ٹوٹ پڑے کہ جسے نوچ کھانے میں اپنی عزت آبرو گنوا رہے تھے اور اس کی چاہت پر ایکا کر لیا تھا۔ جو شخص کسی شے سے بے تحاشا محبت کرتا ہے تو وہ اس کی آنکھوں کو اندھا، دل کو مریض کر دیتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو بیمار آنکھوں سے، سنتا ہے تو نہ سننے والے کانوں سے۔ شہوتوں نے اس کی عقل کا دامن چاک کر دیا ہے اور دنیا نے اس کے دل کو مردہ بنا دیا ہے اور اس کا نفس اس پر مرمٹا ہے۔ یہ دنیا کا اور ان لوگوں کا جن کے پاس کچھ بھی وہ دنیا ہے بندہ و غلام بن گیا ہے۔ جدھر وہ مڑتی ہے ادھر یہ مڑتا ہے، جدھر اس کا رخ ہوتا ہے ادھر ہی اس کا رخ ہوتا ہے۔ نہ اللہ کی طرف سے کسی روکنے والے کے کہنے سننے سے وہ رکتا ہے اور نہ ہی اس کے کسی وعظ و پند کرنے والے کی نصیحت مانتا ہے۔ حالانکہ وہ ان لوگوں کو دیکھتا ہے کہ جنہیں عین غفلت کی حالت میں وہاں پر جکڑ لیا گیا کہ جہاں نہ تدارک کی گنجائش اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کا موقعہ ہوتا ہے اور کس طرح وہ

كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوْا يَجْهَلُوْنَ، وَ جَآءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا مَا كَانُوْا يَاْمَنُوْنَ، وَ قَدِمُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ عَلٰى مَا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ.

چیزیں ان پر ٹوٹ پڑیں کہ جن سے وہ بے خبر تھے اور کس طرح اس دنیا سے جدائی (کی گھڑی سامنے) آ گئی کہ جس سے پوری طرح مطمئن تھے اور کیونکر آخرت کی ان چیزوں تک پہنچ گئے کہ جن کی انہیں خبر دی گئی تھی۔

فَغَيْرُ مَوْصُوْفٍ مَّا نَزَلَ بِهِمْ: اِجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ وَ حَسْرَةُ الْفَوْتِ، فَفَتَرَتْ لَهَا اَطْرَافُهُمْ، وَ تَغَيَّرَتْ لَهَا اَلْوَانُهُمْ. ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ فِيْهِمْ وُلُوْجًا، فَحِيْلَ بَيْنَ اَحَدِهِمْ وَ بَيْنَ مَنْطِقِهٖ، وَ اِنَّهٗ لَبَيْنَ اَهْلِهٖ يَنْظُرُ بِبَصَرِهٖ، وَ يَسْمَعُ بِاُذُنِهٖ، عَلٰى صِحَّةٍ مِّنْ عَقْلِهٖ، وَ بَقَآءٍ مِّنْ لُّبِّهٖ، يُفَكِّرُ فِيْمَ اَفْنٰى عُمُرَهٗ، وَ فِيْمَ اَذْهَبَ دَهْرَهٗ! وَ يَتَذَكَّرُ اَمْوَالًا جَمَعَهَا، اَغْمَضَ فِیْ مَطَالِبِهَا، وَ اَخَذَهَا مِنْ مُّصَرَّحَاتِهَا وَ مُشْتَبِهَاتِهَا، قَدْ لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا، وَ اَشْرَفَ عَلٰى فِرَاقِهَا، تَبْقٰى لِمَنْ وَّرَآءَهٗ يَنْعَمُوْنَ فِيْهَا، وَ يَتَمَتَّعُوْنَ بِهَا، فَيَكُوْنُ الْمَهْنَاُ لِغَيْرِهٖ، وَالْعِبْءُ عَلٰى ظَهْرِهٖ. وَالْمَرْءُ قَدْ غَلِقَتْ رُهُوْنُهٗ بِهَا، فَهُوَ يَعَضُّ يَدَهٗ نَدَامَةً عَلٰى مَاۤ اَصْحَرَ لَهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ مِنْ اَمْرِهٖ، وَ يَزْهَدُ فِيْمَا كَانَ يَرْغَبُ فِيْهِ اَيَّامَ عُمُرِهٖ، وَ يَتَمَنّٰۤى اَنَّ الَّذِیْ كَانَ يَغْبِطُهٗ بِهَا وَ يَحْسُدُهٗ عَلَيْهَا

اب جو مصیبتیں ان پر ٹوٹ پڑی ہیں انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا، موت کی سختیاں اور دنیا چھوڑنے کی حسرتیں مل کر انہیں گھیر لیتی ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور رنگتیں بدل جاتی ہیں۔ پھر ان (کے اعضاء) میں موت کی دخل اندازیاں بڑھ جاتی ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی اس کی زبان بند ہو جاتی ہے، درصورتیکہ اس کی عقل درست اور ہوش و حواس باقی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے گھر والوں کے سامنے پڑا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے سنتا ہے اور ان چیزوں کو سوچتا ہے کہ جن میں اس نے اپنی عمر گنوا دی ہے اور اپنا زمانہ گزار دیا ہے اور اپنے جمع کیے ہوئے مال و متاع کو یاد کرتا ہے کہ جس کے طلب کرنے میں (جائز و ناجائز سے) آنکھیں بند کر لی تھیں اور جسے صاف اور مشکوک ہر طرح کی جگہوں سے حاصل کیا تھا۔ اس کا وبال اپنے سر لے کر اسے چھوڑ دینے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ مال (اب) اس کے پچھلوں کیلئے رہ جائے گا کہ وہ اس سے عیش و آرام کریں اور گلچھرے اڑائیں۔ اس طرح وہ دوسروں کو تو بغیر ہاتھ پیر ہلائے یونہی مل گیا، لیکن اس کا بوجھ اس کی پیٹھ پر رہا اور یہ اس مال کی وجہ سے ایسا گروی ہوا ہے کہ بس اپنے کو چھڑا نہیں سکتا۔ مرنے کے وقت یہ حقیقت جو کھل کر اس کے سامنے آ گئی تو ندامت سے وہ اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا ہے اور عمر بھر جن چیزوں کا طلب گار رہا تھا اب ان سے کنارہ ڈھونڈتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ جو اس مال کی وجہ سے اس پر

قَدْ حَازَهَا دُوْنَهٗ.

فَلَمْ يَزَلِ الْمَوْتُ يُبَالِغُ فِيْ جَسَدِهٖ حَتّٰى خَالَطَ لِسَانُهٗ سَمْعَهٗ، فَصَارَ بَيْنَ اَهْلِهٖ، لَا يَنْطِقُ بِلِسَانِهٖ، وَ لَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهٖ: يُرَدِّدُ طَرْفَهٗ بِالنَّظَرِ فِيْ وُجُوْهِهِمْ، يَرٰى حَرَكَاتِ اَلْسِنَتِهِمْ، وَ لَا يَسْمَعُ رَجْعَ كَلَامِهِمْ. ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ الْتِيَاطًا بِهٖ، فَقُبِضَ بَصَرُهٗ كَمَا قُبِضَ سَمْعُهٗ، وَ خَرَجَتِ الرُّوْحُ مِنْ جَسَدِهٖ، فَصَارَ جِيْفَةً بَيْنَ اَهْلِهٖ، قَدْ اَوْحَشُوْا مِنْ جَانِبِهٖ، وَ تَبَاعَدُوْا مِنْ قُرْبِهٖ. لَا يُسْعِدُ بَاكِيًا، وَ لَا يُجِيْبُ دَاعِيًا. ثُمَّ حَمَلُوْهُ اِلٰى مَخَطٍّ فِي الْاَرْضِ، فَاَسْلَمُوْهُ فِيْهِ اِلٰى عَمَلِهٖ، وَ انْقَطَعُوْا عَنْ زَوْرَتِهٖ.

حَتّٰى اِذَا بَلَغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ، وَ الْاَمْرُ مَقَادِيْرَهٗ، وَ اُلْحِقَ اٰخِرُ الْخَلْقِ بِاَوَّلِهٖ، وَ جَآءَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ مَا يُرِيْدُهٗ مِنْ تَجْدِيْدِ خَلْقِهٖ، اَمَادَ السَّمَآءَ وَ فَطَرَهَا، وَ اَرَجَّ الْاَرْضَ وَ اَرْجَفَهَا، وَ قَلَعَ جِبَالَهَا وَ نَسَفَهَا، وَ دَكَّ بَعْضُهَا بَعْضًا مِّنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهٖ وَ مَخُوْفِ سَطْوَتِهٖ، وَ اَخْرَجَ مَنْ فِيْهَا، فَجَدَّدَهُمْ بَعْدَ اِخْلَاقِهِمْ، وَ جَمَعَهُمْ

رشک وحسد کیا کرتے تھے (کاش کہ) وہی اس مال کو سمیٹتے نہ وہ۔

اب موت کے تصرفات اس کے جسم میں اور بڑھے، یہاں تک کہ زبان کے ساتھ ساتھ کانوں پر بھی موت چھا گئی۔ گھر والوں کے سامنے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نہ زبان سے بول سکتا ہے، نہ کانوں سے سن سکتا ہے، آنکھیں گھما گھما کر ان کے چہروں کو تکتا ہے، ان کی زبانوں کی جنبشوں کو دیکھتا ہے، لیکن بات چیت کی آوازیں نہیں سُن پاتا۔ پھر اس سے موت اور لپٹ گئی کہ اس کی آنکھوں کو بھی بند کر دیا جس طرح اس کے کانوں کو بند کیا تھا اور روح اس کے جسم سے مفارقت کر گئی۔ اب وہ گھر والوں کے سامنے ایک مردار کی صورت میں پڑا ہوا ہے کہ اس کی طرف سے انہیں وحشت ہوتی ہے اور اس کے پاس پھٹکنے سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ نہ رونے والے کی کچھ مدد کر سکتا ہے، نہ پکارنے والے کو جواب دے سکتا ہے۔ پھر اسے اٹھا کر زمین میں جہاں اس کی قبر بننا ہے لے جاتے ہیں اور اسے اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ اب وہ جانے اور اس کا کام اور اس کی ملاقات سے ہمیشہ کیلئے منہ موڑ لیتے ہیں۔

یہاں تک کہ نوشتہ (تقدیر) اپنی میعاد کو اور حکمِ الٰہی اپنی مقررہ حد کو پہنچ جائے گا اور پچھلوں کو اگلوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور فرمان قضا پھر سرے سے پیدا کرنے کا ارادہ لیکر آئے گا تو وہ آسمانوں کو جنبش میں لائے گا اور انہیں پھاڑ دے گا اور زمین کو ہلا ڈالے گا اور اس کی بنیادیں کھوکھلی کر دے گا اور پہاڑوں کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ دے گا اور وہ اس کے جلال کی ہیبت اور قہر و غلبہ کی دہشت سے آپس میں ٹکرانے لگیں گے۔ وہ زمین کے اندر سے سب کو نکالے گا اور انہیں سڑ گل جانے کے بعد پھر از سر نو تر و تازہ کرے گا اور متفرق و پراگندہ ہونے

بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ.

ثُمَّ مَيَّزَهُمْ لِمَا يُرِيْدُ مِنْ مَّسْئَلَتِهِمْ عَنْ خَفَايَا الْاَعْمَالِ وَ خَبَايَا الْاَفْعَالِ، وَ جَعَلَهُمْ فَرِيْقَيْنِ: اَنْعَمَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَ انْتَقَمَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ. فَاَمَّا اَهْلُ الطَّاعَةِ فَاَثَابَهُمْ بِجِوَارِهٖ، وَ خَلَّدَهُمْ فِیْ دَارِهٖ، حَيْثُ لَا يَظْعَنُ النُّزَّالُ، وَ لَا تَتَغَيَّرُ بِهِمُ الْحَالُ، وَ لَا تَنُوْبُهُمُ الْاَفْزَاعُ، وَ لَا تَنَالُهُمُ الْاَسْقَامُ، وَ لَا تَعْرِضُ لَهُمُ الْاَخْطَارُ، وَ لَا تُشْخِصُهُمُ الْاَسْفَارُ.

وَ اَمَّا اَهْلُ الْمَعْصِيَةِ فَاَنْزَلَهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَ غَلَّ الْاَيْدِیَ اِلَى الْاَعْنَاقِ، وَ قَرَنَ النَّوَاصِیَ بِالْاَقْدَامِ، وَ اَلْبَسَهُمْ سَرَابِيْلَ الْقَطِرَانِ، وَ مُقَطَّعَاتِ النِّيْرَانِ، فِیْ عَذَابٍ قَدِ اشْتَدَّ حَرُّهٗ، وَ بَابٍ قَدْ اُطْبِقَ عَلٰۤى اَهْلِهٖ، فِیْ نَارٍ لَّهَا كَلَبٌ وَّ لَجَبٌ، وَ لَهَبٌ سَاطِعٌ، وَ قَصِيْفٌ هَآئِلٌ، لَا يَظْعَنُ مُقِيْمُهَا، وَ لَا يُفَادٰى اَسِيْرُهَا، وَ لَا تُفْصَمُ كُبُوْلُهَا. لَا مُدَّةَ لِلدَّارِ فَتَفْنٰى، وَ لَا اَجَلَ لِلْقَوْمِ فَيُقْضٰى.

کے بعد پھر یکجا کر دے گا۔

پھر ان کے چھپے ہوئے اعمال اور پوشیدہ کارگزاریوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کیلئے انہیں جدا جدا کرے گا اور انہیں دو حصوں میں بانٹ دے گا۔ ایک کو وہ انعام و اکرام دے گا اور ایک سے انتقام لے گا۔ جو فرمانبردار تھے انہیں جزا دے گا کہ وہ اس کے جوارِ رحمت میں رہیں اور اپنے گھر میں انہیں ہمیشہ کیلئے ٹھہرا دے گا کہ جہاں اترنے والے پھر کوچ نہیں کیا کرتے اور نہ ان کے حالات ادلتے بدلتے رہتے ہیں اور نہ انہیں گھڑی گھڑی خوف ستاتا ہے، نہ بیماریاں ان پر آتی ہیں، نہ انہیں خطرات درپیش ہوتے ہیں اور نہ انہیں سفر ایک جگہ سے دوسری جگہ لئے پھرتے ہیں۔

اور جو نافرمان ہوں گے انہیں ایک برے گھر میں پھینکے گا اور ان کے ہاتھ گردن سے (کس کر) باندھ دے گا اور ان کی پیشانیوں پر لٹکنے والے بالوں کو قدموں سے جکڑ دے گا اور انہیں تارکول کی قمیضیں اور آگ سے قطع کئے ہوئے کپڑے پہنائے گا (یعنی ان پر تیل چھڑک کر آگ میں جھونک دے گا)۔ وہ ایسے عذاب میں ہونگے کہ جسکی تپش بڑی سخت ہوگی اور (ایسی جگہ میں ہوں گے کہ جہاں) ان پر دروازے بند کر دیئے جائینگے اور ایسی آگ میں ہونگے کہ جس میں تیز شرارے، بھڑکنے کی آوازیں، اٹھتی ہوئی لپٹیں اور ہولناک چیخیں ہونگی۔ اس میں ٹھہرنے والا نکل نہ سکے گا اور نہ ہی اِسکے قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑایا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی ہیں۔ اس گھر کی کوئی مدّت مقرر نہیں کہ اس کے بعد مٹ مٹا جائے، نہ رہنے والوں کیلئے کوئی مقررہ میعاد ہے کہ وہ پوری ہو جائے (تو پھر چھوڑ دیئے جائیں)۔

[مِنْهَا: فِیْ ذِکْرِ النَّبِیِّ ﷺ]

قَدْ حَقَّرَ الدُّنْیَا وَ صَغَّرَهَا، وَ اَهْوَنَ بِهَا وَ هَوَّنَهَا، وَ عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِیَارًا، وَ بَسَطَهَا لِغَیْرِهٖ احْتِقَارًا، فَاَعْرَضَ عَنِ الدُّنْیَا بِقَلْبِهٖ، وَ اَمَاتَ ذِکْرَهَا عَنْ نَّفْسِهٖ، وَ اَحَبَّ اَنْ تَغِیْبَ زِیْنَتُهَا عَنْ عَیْنِهٖ، لِکَیْلَا یَتَّخِذَ مِنْهَا رِیَاشًا، اَوْ یَرْجُوَ فِیْهَا مُقَامًا. بَلَّغَ عَنْ رَّبِّهٖ مُعْذِرًا، وَ نَصَحَ لِاُمَّتِهٖ مُنْذِرًا، وَ دَعَاۤ اِلَی الْجَنَّةِ مُبَشِّرًا.

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَ مَحَطُّ الرِّسَالَةِ، وَ مُخْتَلَفُ الْمَلٰٓئِکَةِ، وَ مَعَادِنُ الْعِلْمِ، وَ یَنَابِیْعُ الْحِکَمِ، نَاصِرُنَا وَ مُحِبُّنَا یَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ، وَ عَدُوُّنَا وَ مُبْغِضُنَا یَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ.

-----☆☆-----

(۱۰۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُوْنَ اِلَی اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ الْاِیْمَانُ بِهٖ وَ بِرَسُوْلِهٖ، وَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَاِنَّهٗ ذِرْوَةُ الْاِسْلَامِ، وَ کَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ فَاِنَّهَا الْفِطْرَةُ، وَ اِقَامُ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا الْمِلَّةُ، وَ اِیْتَآءُ الزَّکٰوةِ فَاِنَّهَا فَرِیْضَةٌ وَّاجِبَةٌ، وَ صَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِنَّهٗ جُنَّةٌ مِّنَ الْعِقَابِ، وَ حَجُّ الْبَیْتِ وَاعْتِمَارُهٗ فَاِنَّهُمَا یَنْفِیَانِ الْفَقْرَ وَ یَرْحَضَانِ الذَّنْبَ،

[اسی خطبہ کا یہ جز نبی ﷺ کے متعلق ہے]

انہوں نے (اس) دنیا کو ذلیل وخوار سمجھا اور پست وحقیر جانا اور جانتے تھے کہ اللہ نے ان کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے دنیا کا رخ ان سے موڑا ہے اور اسے گھٹیا سمجھتے ہوئے دوسروں کیلئے اس کا دامن پھیلا دیا ہے، لہٰذا آپؐ نے دنیا سے دل ہٹا لیا اور اس کی یاد اپنے نفس سے مٹا ڈالی اور یہ چاہتے رہے کہ اس کی سج دھج ان کی نظروں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اس میں قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے عذر تمام کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور ڈراتے ہوئے اُمت کو پند ونصیحت کی اور خوشخبری سناتے ہوئے جنت کی طرف دعوت دی۔

ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی فرودگاہ، علم کا معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں۔ ہماری نصرت کرنے والا اور ہم سے محبت کرنے والا رحمت کیلئے چشم براہ ہے اور ہم سے دشمنی وعناد رکھنے والے کو قہر (الٰہی) کا منتظر رہنا چاہیے۔

--☆☆--

خطبہ (۱۰۸)

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کیلئے بہترین وسیلہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سر بلند چوٹی ہے اور کلمہ توحید کہ وہ فطرت (کی آواز) ہے اور نماز کی پابندی کہ وہ عین دین ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا کہ وہ فرض و واجب ہے اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا کہ وہ عذاب کی سپر ہیں اور خانہ کعبہ کا حج وعمرہ بجا لانا کہ وہ فقر کو دور کرتے اور گناہوں کو دھو دیتے ہیں اور

وَ صِلَةُ الرَّحِمِ فَاِنَّهَا مَثْرَاَةٌ فِي الْمَالِ وَ مَنْسَاَةٌ فِي الْاَجَلِ، وَ صَدَقَةُ السِّرِّ فَاِنَّهَا تُكَفِّرُ الْخَطِيْٓئَةَ، وَ صَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ فَاِنَّهَا تَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْٓءِ، وَ صَنَآئِعُ الْمَعْرُوْفِ فَاِنَّهَا تَقِيْ مَصَارِعَ الْهَوَانِ.

عزیزوں سے حسن سلوک کرنا کہ وہ مال کی فروانی اور عمر کی درازی کا سبب ہے اور مخفی طور پر خیرات کرنا کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے اور کھلم کھلا خیرات کرنا کہ وہ بری موت سے بچاتا ہے اور لوگوں پر احسانات کرنا کہ وہ ذلّت ورسوائی کے مواقع سے بچاتا ہے۔

اَفِيْضُوْا فِيْ ذِكْرِ اللهِ فَاِنَّهٗ اَحْسَنُ الذِّكْرِ، وَ ارْغَبُوْا فِيْمَا وَعَدَ الْمُتَّقِيْنَ فَاِنَّ وَعْدَهٗ اَصْدَقُ الْوَعْدِ، وَ اقْتَدُوْا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ فَاِنَّهٗ اَفْضَلُ الْهَدْيِ، وَ اسْتَنُّوْا بِسُنَّتِهٖ فَاِنَّهَا اَهْدَى السُّنَنِ.

اللہ کے ذکر میں بڑھے چلو اس لئے کہ وہ بہترین ذکر ہے اور اس چیز کے خواہشمند بنو کہ جس کا اللہ نے پرہیز گاروں سے وعدہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کا وعدہ سب وعدوں سے زیادہ سچا ہے۔ نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرو کہ وہ بہترین سیرت ہے اور ان کی سنت پر چلو کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہے۔

وَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ، وَ تَفَقَّهُوْا فِيْهِ فَاِنَّهٗ رَبِيْعُ الْقُلُوْبِ، وَ اسْتَشْفُوْا بِنُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ شِفَآءُ الصُّدُوْرِ، وَ اَحْسِنُوْا تِلَاوَتَهٗ فَاِنَّهٗ اَنْفَعُ الْقَصَصِ.

اور قرآن کا علم حاصل کرو کہ وہ بہترین کلام ہے اور اس میں غور وفکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ سینوں (کے اندر چھپی ہوئی بیماریوں) کیلئے شفا ہے اور اس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں۔

فَاِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ كَالْجَاهِلِ الْحَآئِرِ الَّذِيْ لَا يَسْتَفِيْقُ مِنْ جَهْلِهٖ، بَلِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ اَعْظَمُ، وَ الْحَسْرَةُ لَهٗ اَلْزَمُ، وَ هُوَ عِنْدَ اللهِ اَلْوَمُ.

وہ عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اس سرگرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سرمستیوں سے ہوش میں نہیں آتا، بلکہ اس پر (اللہ کی) حجت زیادہ ہے اور حسرت وافسوس اس کیلئے لازم وضروری ہے اور اللہ کے نزدیک وہ زیادہ قابل ملامت ہے۔

☆☆

(۱۰۹) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۰۹)

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّيْۤ اُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا، فَاِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، وَ تَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ، وَ رَاقَتْ بِالْقَلِيْلِ،

میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں، اس لئے کہ یہ (بظاہر) شیریں و خوشگوار، تروتازہ و شاداب ہے، نفسانی خواہشیں اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں، وہ اپنی جلد میسر آ جانے والی نعمتوں کی وجہ سے

وَ تَحَلَّتْ بِالْاٰمَالِ، وَ تَزَيَّنَتْ بِالْغُرُوْرِ، لَا تَدُوْمُ حَبْرَتُهَا، وَ لَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا، غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ، حَآئِلَةٌ زَآئِلَةٌ، نَافِدَةٌ بَآئِدَةٌ، اَكَّالَةٌ غَوَّالَةٌ، لَا تَعْدُوْ. اِذَا تَنَاهَتْ اِلٰۤى اُمْنِيَّةِ اَهْلِ الرَّغْبَةِ فِيْهَا وَ الرِّضَآءِ بِهَا. اَنْ تَكُوْنَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سُبْحَانَهٗ: ﴿كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا۝﴾.

لوگوں کو محبوب ہوتی ہے اور اپنی تھوڑی سی (آرائشوں) سے مشتاق بنا لیتی ہے۔ وہ (جھوٹی) امیدوں سے سجی ہوئی اور دھوکے اور فریب سے بنی سنوری ہوئی ہے۔ نہ اس کی مسرتیں دیر پا ہیں اور نہ اس کی ناگہانی مصیبتوں سے مطمئن رہا جا سکتا ہے۔ وہ دھوکے باز، نقصان رساں، ادلنے بدلنے والی اور فنا ہونے والی ہے، ختم ہونے والی اور مٹ جانے والی ہے، کھا جانے اور ہلاک کر دینے والی ہے۔ جب یہ اپنی طرف مائل ہونے والوں اور خوش ہونے والوں کی انتہائی آرزوؤں تک پہنچ جاتی ہے تو بس وہی ہوتا ہے جو اللہ سبحانہ نے بیان کیا ہے: "(اس دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے) جیسے وہ پانی جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو زمین کا سبزہ اس سے گھل مل گیا اور (اچھی طرح پھولا پھلا) پھر سوکھ کر تنکا تنکا ہو گیا جسے ہوائیں (اِدھر سے اُدھر) اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

لَمْ يَكُنِ امْرُؤٌ مِّنْهَا فِیْ حَبْرَةٍ اِلَّاۤ اَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً، وَ لَمْ يَلْقَ مِنْ سَرَّآئِهَا بَطْنًا اِلَّا مَنَحَتْهُ مِنْ ضَرَّآئِهَا ظَهْرًا، وَ لَمْ تَطُلَّهُ فِيْهَا دِيْمَةُ رَخَآءٍ اِلَّا هَتَنَتْ عَلَيْهِ مُزْنَةُ بَلَآءٍ، وَ حَرِیٌّ اِذَاۤ اَصْبَحَتْ لَهٗ مُنْتَصِرَةً اَنْ تُمْسِیَ لَهٗ مُتَنَكِّرَةً، وَ اِنْ جَانِبٌ مِّنْهَا اعْذَوْذَبَ وَ احْلَوْلٰى، اَمَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ فَاَوْبٰى.

جو شخص اس دنیا کا عیش و آرام پاتا ہے تو اس کے بعد اس کے آنسو بھی بہتے ہیں اور جو شخص دنیا کی مسرتوں کا رخ دیکھتا ہے وہ مصیبتوں میں دھکیل کر اس کو اپنی بے رخی بھی دکھاتی ہے اور جس شخص پر راحت و آرام کی بارش کے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑتے ہیں اس پر مصیبت و بلا کی دھواں دھار بارشیں بھی ہوتی ہیں یہ دنیا ہی کے مناسبِ حال ہے کہ صبح کو کسی کی دوست بن کر اس کا (دشمن سے) بدلہ چکائے اور شام کو یوں ہو جائے کہ گویا کوئی جان پہچان ہی نہ تھی۔ اگر اس کا ایک جنبہ شیریں و خوشگوار ہے تو دوسرا حصہ تلخ اور بلا انگیز۔

لَا يَنَالُ امْرُؤٌ مِّنْ غَضَارَتِهَا رَغَبًا، اِلَّاۤ اَرْهَقَتْهُ مِنْ نَّوَآئِبِهَا تَعَبًا، وَ لَا يُمْسِیْ مِنْهَا فِیْ جَنَاحِ اَمْنٍ،

جو شخص بھی دنیا کی تر و تازگی سے اپنی کوئی تمنا پوری کرتا ہے تو وہ اس پر مصیبتوں کی مشقتیں بھی لاد دیتی ہے۔ جسے امن و سلامتی کے پر و بال پر شام ہوتی ہے تو اسے صبح خوف کے پروں پر ہوتی ہے۔ وہ

اِلَّاۤ اَصْبَحَ عَلٰى قَوَادِمِ خَوْفٍ، غَرَّارَةٌ غُرُوْرٌ مَّا فِيْهَا، فَانِيَةٌ فَانٍ مَّنْ عَلَيْهَا، لَا خَيْرَ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ اَزْوَادِهَاۤ اِلَّا التَّقْوٰى، مَنْ اَقَلَّ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهٗ، وَ مَنِ اسْتَكْثَرَ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُوْبِقُهٗ، وَ زَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ عَنْهُ.

دھوکے باز ہے اور اس کی ہر چیز دھوکا، وہ خود بھی فنا ہو جانے والی ہے اور اس میں رہنے والا بھی فانی ہے۔ اس کے کسی زاد میں سوا زادِ تقویٰ کے بھلائی نہیں ہے۔ جو شخص کم حصہ لیتا ہے وہ اپنے لئے راحت کے سامان بڑھا لیتا ہے اور جو دنیا کو زیادہ سمیٹتا ہے وہ اپنے لئے تباہ کن چیزوں کا اضافہ کر لیتا ہے۔ (حالانکہ) اسے اپنے مال و متاع سے بھی جلد ہی الگ ہونا ہے۔

كَمْ مِّنْ وَّاثِقٍ بِهَا قَدْ فَجَعَتْهُ، وَ ذِيْ طُمَاْنِيْنَةٍ اِلَيْهَا قَدْ صَرَعَتْهُ، وَ ذِيْۤ اُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ حَقِيْرًا، وَ ذِيْ نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيْلًا، سُلْطَانُهَا دُوَلٌ، وَ عَيْشُهَا رَنِقٌ، وَ عَذْبُهَا اُجَاجٌ، وَ حُلْوُهَا صَبِرٌ، وَ غِذَآؤُهَا سِمَامٌ، وَ اَسْبَابُهَا رِمَامٌ، حَيُّهَا بِعَرَضِ مَوْتٍ، وَ صَحِيْحُهَا بِعَرَضِ سُقْمٍ، مُلْكُهَا مَسْلُوْبٌ، وَ عَزِيْزُهَا مَغْلُوْبٌ، وَ مَوْفُوْرُهَا مَنْكُوْبٌ، وَ جَارُهَا مَحْرُوْبٌ.

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دنیا پر بھروسا کیا اور اس نے انہیں مصیبتوں میں ڈال دیا اور کتنے ہی اس پر اطمینان کئے بیٹھے تھے جنہیں اس نے پچھاڑ دیا اور کتنے ہی رعب و طنطنہ والے تھے جنہیں حقیر و پست بنا دیا اور کتنے ہی نخوت و غرور والے تھے جنہیں ذلیل کر کے چھوڑا۔ اس کی بادشاہی دست بدست منتقل ہونے والی چیز، اس کا سر چشمہ گدلا، اس کا خوشگوار پانی کھاری، اس کی حلاوتیں ایلوا (کے مانند تلخ) ہیں، اس کے کھانے زہر ہلاہل اور اس کے اسباب و ذرائع کے سلسلے بودے ہیں، زندہ رہنے والا معرض ہلاکت میں ہے اور تندرست کو بیماریوں کا سامنا ہے، اس کی سلطنت چھن جانے والی، اس کا زبردست زیر دست بننے والا، مالدار بدبختیوں کا ستایا ہوا اور ہمسایہ لٹا لٹایا ہوا ہے۔

اَلَسْتُمْ فِيْ مَسَاكِنِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَطْوَلَ اَعْمَارًا، وَ اَبْقٰۤى اٰثَارًا، وَ اَبْعَدَ اٰمَالًا، وَ اَعَدَّ عَدِيْدًا، وَ اَكْثَفَ جُنُوْدًا، تَعَبَّدُوْا لِلدُّنْيَا اَيَّ تَعَبُّدٍ، وَ اٰثَرُوْهَا اَيَّ اِيْثَارٍ، ثُمَّ ظَعَنُوْا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُّبَلِّغٍ وَّ لَا ظَهْرٍ قَاطِعٍ؟ فَهَلْ بَلَغَكُمْ اَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْسًا

کیا تم انہی سابقہ لوگوں کے گھروں میں نہیں بستے جو لمبی عمروں والے، پائیدار نشانیوں والے، بڑی بڑی امیدیں باندھنے والے، زیادہ گنتی و شمار والے اور بڑے لاؤ لشکر والے تھے؟ وہ دنیا کی کس کس طرح پرستش کرتے رہے اور اسے آخرت پر کیسا کیسا ترجیح دیتے رہے۔ پھر بغیر کسی ایسے زاد و راحلہ کے جو انہیں راستہ طے کر کے منزل تک پہنچاتا، چل دیئے۔ کیا تمہیں کبھی یہ خبر پہنچی ہے کہ دنیا نے ان کے

بِفِدْيَةٍ؟ اَوْ اَعَانَتْهُمْ بِمَعُوْنَةٍ؟ اَوْ اَحْسَنَتْ لَهُمْ صُحْبَةً؟ بَلْ اَرْهَقَتْهُمْ بِالْفَوَادِحِ، وَ اَوْهَنَتْهُمْ بِالْقَوَارِعِ، وَ ضَعْضَعَتْهُمْ بِالنَّوَآئِبِ، وَ عَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ، وَ وَطِئَتْهُمْ بِالْمَنَاسِمِ، وَ اَعَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴿رَيْبَ الْمَنُوْنِ۝﴾، فَقَدْ رَاَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَ اٰثَرَهَا وَ اَخْلَدَ اِلَيْهَا، حَتّٰى ظَعَنُوْا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْاَبَدِ. وَ هَلْ زَوَّدَتْهُمْ اِلَّا السَّغَبَ؟ اَوْ اَحَلَّتْهُمْ اِلَّا الضَّنْكَ؟ اَوْ نَوَّرَتْ لَهُمْ اِلَّا الظُّلْمَةَ؟ اَوْ اَعْقَبَتْهُمْ اِلَّا النَّدَامَةَ؟ اَفَهٰذِهٖ تُؤْثِرُوْنَ؟ اَمْ اِلَيْهَا تَطْمَئِنُّوْنَ؟ اَمْ عَلَيْهَا تَحْرِصُوْنَ؟.

بدلہ میں کسی فدیہ کی پیشکش کی ہو؟ یا انہیں کوئی مدد پہنچائی ہو؟ یا اچھی طرح ان کے ساتھ رہی سہی ہو؟ بلکہ اس نے تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے، آفتوں سے انہیں عاجز و درماندہ کر دیا اور لوٹ لوٹ کر آنے والی زحمتوں سے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ناک کے بل انہیں خاک پر پچھاڑ دیا اور اپنے کھروں سے کچل ڈالا اور ان کے خلاف زمانہ کے حوادث کا ہاتھ بٹایا۔ تم نے تو دیکھا ہے کہ جو ذرا دنیا کی طرف جھکا اور اسے اختیار کیا اور اس سے لپٹا تو اس نے (اپنے تیور بدل کر ان سے کیسی) اجنبیت اختیار کر لی، یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس سے جدا ہو کر چل دیئے اور اس نے انہیں بھوک کے سوا کچھ زادِ راہ نہ دیا، اور ایک تنگ جگہ کے سوا کوئی ٹھہرنے کا سامان نہ کیا اور سوا گھپ اندھیرے کے کوئی روشنی نہ دی اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ دیا۔ تو کیا تم اسی دنیا کو ترجیح دیتے ہو؟ یا اسی پر مطمئن ہو گئے ہو؟ یا اسی پر مرے جا رہے ہو؟۔

فَبِئْسَتِ الدَّارُ لِمَنْ لَّمْ يَتَّهِمْهَا، وَ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا عَلٰى وَجَلٍ مِّنْهَا، فَاعْلَمُوْا۔ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ بِاَنَّكُمْ تَارِكُوْهَا وَ ظَاعِنُوْنَ عَنْهَا، وَ اتَّعِظُوْا فِيْهَا بِالَّذِيْنَ ﴿قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ﴾، حُمِلُوْا اِلٰى قُبُوْرِهِمْ فَلَا يُدْعَوْنَ رُكْبَانًا، وَ اُنْزِلُوا الْاَجْدَاثَ فَلَا يُدْعَوْنَ ضِيْفَانًا، وَ جُعِلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيْحِ اَجْنَانٌ، وَ مِنَ التُّرَابِ اَكْفَانٌ، وَ مِنَ الرُّفَاتِ جِيْرَانٌ.

جو دنیا پر بے اعتماد نہ رہے اور اس میں بے خوف و خطر ہو کر رہے اس کیلئے یہ بہت بُرا گھر ہے۔ جان لو اور حقیقت میں تم جانتے ہی ہو کہ (ایک نہ ایک دن) تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہے اور یہاں سے کوچ کرنا ہے ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے کہ: ہم سے زیادہ قوت و طاقت میں کون ہے؟ انہیں لاد کر قبروں تک پہنچایا گیا مگر اس طرح نہیں کہ انہیں سوار سمجھا جائے، انہیں قبروں میں اتار دیا گیا مگر وہ مہمان نہیں کہلاتے، پتھروں سے ان کی قبریں چن دی گئیں اور خاک کے کفن ان پر ڈال دیئے گئے اور گلی سڑی ہڈیوں کو ان کا ہمسایہ بنا دیا گیا ہے۔

فَهُمْ جِيْرَةٌ لَّا يُجِيْبُوْنَ دَاعِيًا، وَ لَا

وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ جو پکارنے والے کو جواب نہیں دیتے اور نہ

يَمْنَعُوْنَ ضَيْمًا، وَ لَا يُبَالُوْنَ مَنْدَبَةً، اِنْ جِيْدُوْا لَمْ يَفْرَحُوْا، وَ اِنْ قُحِطُوْا لَمْ يَقْنَطُوْا، جَمِيْعٌ وَّ هُمْ اٰحَادٌ، وَ جِيْرَةٌ وَّ هُمْ اَبْعَادٌ، مُتَدَانُوْنَ لَا يَتَزَاوَرُوْنَ، وَ قَرِيْبُوْنَ لَا يَتَقَارَبُوْنَ، حُلَمَآءُ قَدْ ذَهَبَتْ اَضْغَانُهُمْ، وَ جُهَلَآءُ قَدْ مَاتَتْ اَحْقَادُهُمْ، لَا يُخْشٰى فَجْعُهُمْ، وَ لَا يُرْجٰى دَفْعُهُمْ.

اِسْتَبْدَلُوْا بِظَهْرِ الْاَرْضِ بَطْنًا، وَ بِالسَّعَةِ ضِيْقًا، وَ بِالْاَهْلِ غُرْبَةً، وَ بِالنُّوْرِ ظُلْمَةً، فَجَآؤُوْهَا كَمَا فَارَقُوْهَا، حُفَاةً عُرَاةً، قَدْ ظَعَنُوْا عَنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ اِلَى الْحَيَاةِ الدَّآئِمَةِ وَ الدَّارِ الْبَاقِيَةِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ: ﴿كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ۝﴾.

زیادتیوں کو روک سکتے ہیں اور نہ رونے دھونے والوں کی پروا کرتے ہیں۔ اگر بادل (جھوم کر) ان پر برسیں تو خوش نہیں ہوتے اور قحط آئے تو ان پر مایوسی نہیں چھا جاتی۔ وہ ایک جگہ ہیں مگر الگ الگ، وہ آپس میں ہمسائے ہیں مگر دور دور۔ پاس پاس ہیں مگر میل ملاقات نہیں، قریب قریب ہیں مگر ایک دوسرے کے پاس نہیں پھٹکتے۔ وہ بردبار بنے ہوئے بے خبر پڑے ہیں۔ ان کے بغض و عناد ختم ہو گئے اور کینے مٹ گئے۔ نہ ان سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے، نہ کسی تکلیف کے دور کرنے کی توقع ہے۔

انہوں نے زمین کے اوپر کا حصہ اندر کے حصہ سے اور کشادگی اور وسعت تنگی سے اور گھر بار پردیس سے اور روشنی اندھیرے سے بدل لی ہے اور جس طرح ننگے پیر اور ننگے بدن پیدا ہوئے تھے ویسے ہی زمین میں (پیوند خاک) ہو گئے اور اس دنیا سے صرف عمل لے کر ہمیشہ کی زندگی اور سدا رہنے والے گھر کی طرف کوچ کر گئے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے: "جس طرح ہم نے مخلوقات کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے، اس وعدہ کا پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ہم اسے ضرور پورا کر کے رہیں گے"۔

--☆☆--

(۱۱۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۱۰)

ذَكَرَ فِيْهَا مَلَكَ الْمَوْتِ وَ تَوْفِيَةَ النَّفْسِ

اس میں ملک الموت اور اس کے روح قبض کرنے کا ذکر فرمایا ہے

هَلْ تُحِسُّ بِهٖۤ اِذَا دَخَلَ مَنْزِلًا؟ اَمْ هَلْ تَرَاهُ اِذَا تَوَفّٰۤى اَحَدًا؟ بَلْ كَيْفَ يَتَوَفَّى الْجَنِيْنَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ؟ اَ يَلِجُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ جَوَارِحِهَا؟ اَمِ الرُّوْحُ اَجَابَتْهُ بِاِذْنِ رَبِّهَا؟ اَمْ هُوَ سَاكِنٌ مَّعَهٗ فِيْۤ

جب (ملک الموت) کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو کبھی تم اسکی آہٹ محسوس کرتے ہو؟ یا جب کسی کی روح قبض کرتا ہے تو کیا تم اسے دیکھتے ہو؟ (حیرت ہے) کہ وہ کس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ کیا وہ ماں کے جسم کے کسی حصہ سے وہاں تک پہنچتا ہے؟ یا اللہ کے حکم سے روح اسکی آواز پر لبیک کہتی ہوئی بڑھتی ہے؟ یا

اَحْشَآئِهَا؟ كَيْفَ يَصِفُ اِلٰهَهٗ مَنْ يَّعْجِزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوْقٍ مِّثْلِهٖ؟!

-----☆☆-----

وہ بچہ کے ساتھ شکم مادر میں ٹھہرا ہوا ہے؟ جو اس جیسی مخلوق کے بارے میں بھی کچھ نہ بیان کر سکے، وہ اپنے اللہ کے متعلق کیا بتا سکتا ہے۔

--☆☆--

(۱۱۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ اُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا، فَاِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَ لَيْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ، قَدْ تَزَيَّنَتْ بِغُرُوْرِهَا، وَ غَرَّتْ بِزِيْنَتِهَا، دَارٌ هَانَتْ عَلٰى رَبِّهَا، فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا، وَ خَيْرَهَا بِشَرِّهَا، وَ حَيَاتَهَا بِمَوْتِهَا، وَ حُلْوَهَا بِمُرِّهَا. لَمْ يُصْفِهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِاَوْلِيَآئِهٖ، وَ لَمْ يَضِنَّ بِهَا عَلٰٓى اَعْدَآئِهٖ، خَيْرُهَا زَهِيْدٌ، وَ شَرُّهَا عَتِيْدٌ، وَ جَمْعُهَا يَنْفَدُ، وَ مُلْكُهَا يُسْلَبُ، وَ عَامِرُهَا يَخْرَبُ. فَمَا خَيْرُ دَارٍ تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَآءِ، وَ عُمُرٍ يَّفْنٰى فَنَآءَ الزَّادِ، وَ مُدَّةٍ تَنْقَطِعُ انْقِطَاعَ السَّيْرِ!.

اِجْعَلُوْا مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِكُمْ، وَ اسْئَلُوْهُ مِنْ اَدَآءِ حَقِّهٖ مَا سَئَلَكُمْ، وَ اَسْمِعُوْا دَعْوَةَ الْمَوْتِ اٰذَانَكُمْ قَبْلَ اَنْ يُّدْعٰى بِكُمْ. اِنَّ الزَّاهِدِيْنَ فِي الدُّنْيَا تَبْكِيْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِنْ ضَحِكُوْا، وَ يَشْتَدُّ حُزْنُهُمْ وَ اِنْ فَرِحُوْا،

خطبہ (۱۱۱)

میں تمہیں دنیا سے خبردار کئے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کیلئے قرار نہیں اور ایسا گھر ہے جس میں آب و دانہ نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ چنانچہ اس نے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں خلط ملط کر دی ہیں اور اپنے دوستوں کیلئے اسے بے غل و غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو دینے میں بخل کیا ہے۔ اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں اور برائیاں (جہاں چاہو) موجود۔ اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے والی اور اس کا ملک چھن جانے والا اور اس کی آبادیاں ویران ہو جانے والی ہیں۔ بھلا اس گھر میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے جو مسمار عمارت کی طرح گر جائے اور اس عمر میں جو زادِ راہ کی طرح ختم ہو جائے اور اس مدت میں جو چلنے پھرنے کی طرح تمام ہو جائے۔

جن چیزوں کی تمہیں طلب و تلاش رہتی ہے ان میں اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کر لو اور جو اللہ نے تم سے چاہا ہے اسے پورا کرنے کی توفیق بھی اس سے مانگو۔ موت کا پیغام آنے سے پہلے موت کی پکار اپنے کانوں کو سنا دو۔ اس دنیا میں زاہدوں کے دل روتے ہیں، اگرچہ وہ ہنس رہے ہوں اور ان کا غم و اندوہ حد سے بڑھا ہوتا ہے، اگرچہ ان (کے چہروں) سے مسرت ٹپک رہی ہو اور انہیں اپنے نفسوں سے

وَ يَكْثُرُ مَقْتُهُمْ اَنْفُسَهُمْ وَ اِنِ اغْتُبِطُوْا بِمَا رُزِقُوْا.

انتہائی بیر ہوتا ہے، اگرچہ اس رزق کی وجہ سے جو انہیں میسر ہے ان پر رشک کیا جاتا ہو۔

قَدْ غَابَ عَنْ قُلُوْبِكُمْ ذِكْرُ الْاٰجَالِ، وَ حَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْاٰمَالِ، فَصَارَتِ الدُّنْيَا اَمْلَكَ بِكُمْ مِنَ الْاٰخِرَةِ، وَ الْعَاجِلَةُ اَذْهَبَ بِكُمْ مِنَ الْاٰجِلَةِ، وَ اِنَّمَاۤ اَنْتُمْ اِخْوَانٌ عَلٰى دِيْنِ اللّٰهِ، مَا فَرَّقَ بَيْنَكُمْ اِلَّا خُبْثُ السَّرَآئِرِ، وَ سُوْٓءُ الضَّمَآئِرِ، فَلَا تَوَازَرُوْنَ، وَ لَا تَنَاصَحُوْنَ، وَلَا تَبَاذَلُوْنَ، وَلَا تَوَادُّوْنَ.

تمہارے دلوں سے موت کی یاد جاتی رہی ہے اور جھوٹی امیدیں (تمہارے اندر) موجود ہیں۔ آخرت سے زیادہ دنیا تم پر چھائی ہوئی ہے اور وہ عقبیٰ سے زیادہ تمہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تم دین خدا کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو، لیکن بدنیتی اور بدباطنی نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ نہ تم ایک دوسرے کا بوجھ بٹاتے ہو، نہ باہم پندونصیحت کرتے ہو، نہ ایک دوسرے پر کچھ خرچ کرتے ہو، نہ تمہیں ایک دوسرے کی چاہت ہے۔

مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُوْنَ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الدُّنْيَا تُدْرِكُوْنَهٗ، وَ لَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيْرُ مِنَ الْاٰخِرَةِ تُحْرَمُوْنَهٗ، وَ يُقْلِقُكُمُ الْيَسِيْرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوْتُكُمْ، حَتّٰى يَتَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِكُمْ، وَ قِلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا عَنْكُمْ، كَاَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ، وَ كَاَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ.

تھوڑی سی دنیا پا کر خوش ہونے لگتے ہو اور آخرت کے بیشتر حصہ سے بھی محرومی تمہیں غم زدہ نہیں کرتی۔ ذرا سی دنیا کا تمہارے ہاتھوں سے نکلنا تمہیں بے چین کر دیتا ہے، یہاں تک کہ بے چینی تمہارے چہروں سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور کھوئی ہوئی چیز پر تمہاری بے صبریوں سے آشکارا ہو جاتی ہے، گویا یہ دنیا تمہارا (مستقل) مقام ہے اور دنیا کا ساز و برگ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

وَ مَا يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ اَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهٖ، اِلَّا مَخَافَةُ اَنْ يَّسْتَقْبِلَهٗ بِمِثْلِهٖ. قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلٰى رَفْضِ الْاٰجِلِ وَ حُبِّ الْعَاجِلِ، وَ صَارَ دِيْنُ اَحَدِكُمْ لُعْقَةً عَلٰى لِسَانِهٖ، صَنِيْعَ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهٖ، وَ اَحْرَزَ رِضٰى سَيِّدِهٖ.

تم میں سے کسی کو بھی اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب اچھالنے سے کہ جسکے ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے صرف یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا ویسا ہی عیب کھول کر اسکے سامنے رکھ دے گا۔ تم نے آخرت کو ٹھکرانے اور دنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ تم لوگوں کا دین تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان سے چاٹ لیا جائے (یعنی صرف زبانی اقرار) اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمئن) ہو چکے ہو کہ جو اپنے کام دھندوں سے فارغ ہو گیا ہو اور اپنے مالک کی رضامندی حاصل کر لی ہو۔

--☆☆--

(۱۱۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ بِالنِّعَمِ، وَ النِّعَمَ بِالشُّكْرِ، نَحْمَدُهٗ عَلٰۤى اٰلَآئِهٖ كَمَا نَحْمَدُهٗ عَلٰى بَلَآئِهٖ، وَ نَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى هٰذِهِ النُّفُوْسِ الْبِطَآءِ عَمَّاۤ اُمِرَتْ بِهٖ، السِّرَاعِ اِلٰى مَا نُهِيَتْ عَنْهُ، وَ نَسْتَغْفِرُهٗ مِمَّاۤ اَحَاطَ بِهٖ عِلْمُهٗ، وَ اَحْصَاهُ كِتَابُهٗ، عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ، وَ كِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ، وَ نُؤْمِنُ بِهٖ اِيْمَانَ مَنْ عَايَنَ الْغُيُوْبَ وَ وَقَفَ عَلَى الْمَوْعُوْدِ، اِيْمَانًا نَّفٰى اِخْلَاصُهُ الشِّرْكَ، وَ يَقِيْنُهُ الشَّكَّ.

وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ الْقَوْلَ، وَ تَرْفَعَانِ الْعَمَلَ، لَا يَخِفُّ مِيْزَانٌ تُوْضَعَانِ فِيْهِ، وَ لَا يَثْقُلُ مِيْزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ.

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّتِيْ هِيَ الزَّادُ وَ بِهَا الْمَعَادُ، زَادٌ مُّبَلِّغٌ وَّ مَعَادٌ مُّنْجِحٌ، دَعَاۤ اِلَيْهَاۤ اَسْمَعُ دَاعٍ، وَ وَعَاهَا خَيْرُ وَاعٍ، فَاَسْمَعَ دَاعِيْهَا، وَ فَازَ وَاعِيْهَا.

عِبَادَ اللّٰهِ! اِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ حَمَتْ اَوْلِيَآءَ

خطبه (۱۱۲)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو حمد کا پیوند نعمتوں سے اور نعمتوں کا سلسلہ شکر سے ملانے والا ہے۔ ہم اس کی نعمتوں پر اسی طرح حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی آزمائشوں پر ثنا و شکر بجالاتے ہیں اور ان نفسوں کے خلاف اس سے مدد مانگتے ہیں کہ جو احکام کے بجالانے میں سست قدم اور ممنوع چیزوں کی طرف بڑھنے میں تیز گام ہیں۔ اور (ان گناہوں سے) مغفرت چاہتے ہیں کہ جن پر اس کا علم محیط اور نامۂ اعمال حاوی ہے۔ نہ علم کوئی کمی کرنے والا ہے اور نہ نامۂ اعمال کسی چیز کو چھوڑنے والا ہے۔ ہم اس شخص کے مانند اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے غیب کی چیزوں کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہو اور وعدہ کی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔ ایسا ایمان کہ جس کے خلوص نے شرک کو اور یقین نے شک کو دور پھینک دیا ہو۔

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں (اچھی) باتوں کو اونچا اور (نیک) اعمال کو بلند کرتی ہیں۔ جس ترازو میں انہیں رکھ دیا جائے گا اس کا پلہ ہلکا نہیں ہوگا اور جس میزان سے انہیں الگ کر لیا جائے گا اس کا پلہ بھاری نہیں ہوسکتا۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ یہی تقویٰ زاد راہ ہے اور اسی کو لے کر پلٹنا ہے۔ یہ زاد (منزل تک) پہنچانے والا اور یہ پلٹنا کامیاب پلٹنا ہے۔ اس کی طرف سب سے بہتر سنا دینے والے نے دعوت دی اور بہترین سننے والے نے اسے سن کر محفوظ کر لیا۔ چنانچہ دعوت دینے والے نے سنا دیا اور سننے والا بہرہ اندوز ہو گیا۔

اللہ کے بندو! تقویٰ ہی نے اللہ کے دوستوں کو منہیات سے

اللهِ مَحَارِمَهٗ، وَ اَلْزَمَتْ قُلُوْبَهُمْ مَخَافَتَهٗ، حَتّٰۤى اَسْهَرَتْ لَيَالِيَهُمْ، وَ اَظْمَاَتْ هَوَاجِرَهُمْ، فَاَخَذُوا الرَّاحَةَ بِالنَّصَبِ، وَ الرِّيَّ بِالظَّمَاِ، وَ اسْتَقْرَبُوا الْاَجَلَ فَبَادَرُوا الْعَمَلَ، وَ كَذَّبُوا الْاَمَلَ فَلَاحَظُوا الْاَجَلَ.

بچایا ہے اور ان کے دلوں میں خوف پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی راتیں جاگتے اور تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزر جاتی ہیں اور اس تعب و کلفت کے عوض راحت (دائمی) اور اس پیاس کے بدلہ میں (تسنیم و کوثر سے) سیرابی حاصل کرتے ہیں۔ انہوں نے موت کو قریب سمجھ کر اعمال میں جلدی کی اور امیدوں کو جھٹلا کر اجل کو نگاہ میں رکھا۔

ثُمَّ اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَآءٍ وَّ عَنَآءٍ، وَ غِيَرٍ وَّ عِبَرٍ:

پھر یہ دنیا تو فنا اور مشقت، تغیر اور عبرت کی جگہ ہے:

فَمِنَ الْفَنَآءِ اَنَّ الدَّهْرَ مُوَتِّرٌ قَوْسَهٗ، لَا تُخْطِئُ سِهَامُهٗ، وَ لَا تُؤْسٰى جِرَاحُهٗ، يَرْمِى الْحَىَّ بِالْمَوْتِ، وَ الصَّحِيْحَ بِالسَّقَمِ، وَ النَّاجِىَ بِالْعَطَبِ، اٰكِلٌ لَّا يَشْبَعُ، وَ شَارِبٌ لَّا يَنْقَعُ.

چنانچہ فنا کرنے کی صورت یہ ہے کہ زمانہ اپنی کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے ہے جس کے تیر خطا نہیں کرتے اور نہ اس کے زخموں کا کوئی مداوا ہو سکتا ہے، زندہ پر موت کے، تندرست پر بیماری کے اور محفوظ پر ہلاکت کے تیر چلاتا رہتا ہے۔ وہ ایسا کھاؤ ہے کہ سیر نہیں ہوتا اور ایسا پینے والا ہے کہ اس کی پیاس بجھتی ہی نہیں۔

وَ مِنَ الْعَنَآءِ اَنَّ الْمَرْءَ يَجْمَعُ مَا لَا يَاْكُلُ، وَ يَبْنِىْ مَا لَا يَسْكُنُ، ثُمَّ يَخْرُجُ اِلَى اللهِ، لَا مَالًا حَمَلَ، وَ لَا بِنَآءً نَقَلَ.

اور رنج و تعب کی صورت یہ ہے کہ انسان مال جمع کرتا ہے لیکن اس میں سے کھانا اسے نصیب نہیں ہوتا، گھر بناتا ہے مگر اس میں رہنے نہیں پاتا اور پھر اللہ کی طرف اس طرح چل دیتا ہے کہ نہ مال ساتھ اٹھا کر لے جا سکتا ہے اور نہ گھر ہی ادھر منتقل کر سکتا ہے۔

وَ مِنْ غِيَرِهَا اَنَّكَ تَرَى الْمَرْحُوْمَ مَغْبُوْطًا، وَ الْمَغْبُوْطَ مَرْحُوْمًا، لَيْسَ ذٰلِكَ اِلَّا نَعِيْمًا زَلَّ، وَ بُؤْسًا نَزَلَ.

اور اس کے تغیّر کی یہ حالت ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہو جس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے اور وہ (دیکھتے ہی دیکھتے) اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس پر رشک کھایا جائے اور قابل رشک آدمی کو دیکھتے ہو کہ (چند ہی دنوں میں) اس کی حالت پر ترس آنے لگتا ہے۔ اس کی یہی وجہ تو ہے کہ اس سے نعمت جاتی رہی اور اس پر فقر و افلاس ٹوٹ پڑا۔

وَ مِنْ عِبَرِهَا اَنَّ الْمَرْءَ يُشْرِفُ عَلٰۤى اَمَلِهٖ فَيَقْتَطِعُهٗ حُضُوْرُ اَجَلِهٖ،

اور اس سے عبرت حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی امیدوں کی انتہا تک پہنچنے والا ہی ہوتا ہے کہ موت پہنچ کر امیدوں کے

فَلَآ اَمَلٌ يُّدْرَكُ، وَ لَا مُؤَمَّلٌ يُّتْرَكُ.

فَسُبْحَانَ اللهِ! مَآ اَغَرَّ سُرُوْرَهَا! وَ اَظْمَاَ رِيَّهَا! وَ اَضْحٰى فَيْئَهَا! لَا جَآءٍ يُرَدُّ، وَ لَا مَاضٍ يَّرْتَدُّ. فَسُبْحَانَ اللهِ! مَآ اَقْرَبَ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ لِلَحَاقِهٖ بِهٖ، وَ اَبْعَدَ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ لِانْقِطَاعِهٖ عَنْهُ.

اِنَّهٗ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِّنَ الشَّرِّ اِلَّا عِقَابُهٗ، وَ لَيْسَ شَيْءٌ بِخَيْرٍ مِّنَ الْخَيْرِ اِلَّا ثَوَابُهٗ، وَ كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الدُّنْيَا سَمَاعُهٗ اَعْظَمُ مِنْ عِيَانِهٖ، وَ كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ عِيَانُهٗ اَعْظَمُ مِنْ سَمَاعِهٖ، فَلْيَكْفِكُمْ مِنَ الْعِيَانِ السَّمَاعُ، وَ مِنَ الْغَيْبِ الْخَبَرُ.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ مَا نَقَصَ مِنَ الدُّنْيَا وَ زَادَ فِی الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ مِّمَّا نَقَصَ مِنَ الْاٰخِرَةِ وَ زَادَ فِی الدُّنْيَا، فَكَمْ مِنْ مَّنْقُوْصٍ رَّابِحٍ وَّ مَزِيْدٍ خَاسِرٍ! اِنَّ الَّذِیْۤ اُمِرْتُمْ بِهٖۤ اَوْسَعُ مِنَ الَّذِیْ نُهِيْتُمْ عَنْهُ، وَ مَاۤ اُحِلَّ لَكُمْ اَكْثَرُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ، فَذَرُوْا مَا قَلَّ لِمَا كَثُرَ، وَ مَا ضَاقَ لِمَا اتَّسَعَ.

قَدْ تَكَفَّلَ لَكُمْ بِالرِّزْقِ، وَ اُمِرْتُمْ بِالْعَمَلِ، فَلَا يَكُوْنَنَّ الْمَضْمُوْنُ لَكُمْ طَلَبُهٗ

سارے بندھن توڑ دیتی ہے۔ اس طرح نہ امیدیں بر آتی ہیں اور نہ امیدیں باندھنے والا ہی باقی چھوڑا جاتا ہے۔

اللہ اکبر! اس دنیا کی مسرت کی فریب کاریاں اور اس کی سیرابی کی تشنہ کامیاں کتنی زیادہ ہیں اور اس کے سایہ میں دھوپ کی شرکت کتنی زیادہ ہے۔ نہ آنے والی (موت) کو پلٹایا جا سکتا ہے اور نہ جانے والا پلٹ کر آ سکتا ہے۔ سبحان اللہ! زندہ مُردوں سے انہی میں مل جانے کی وجہ سے کتنا قریب ہے اور مُردہ زندوں سے تمام تعلقات کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کس قدر دور ہے۔

بیشک کوئی بدی سے بدتر شے نہیں سوا اس کے عذاب کے اور کوئی اچھائی سے اچھی چیز نہیں سوا اس کے ثواب کے۔ دنیا کی ہر چیز کا سننا اس کے دیکھنے سے عظیم تر ہے، مگر آخرت کی ہر شے کا دیکھنا سننے سے کہیں بڑھا چڑھا ہوا ہے۔ تم اسی سننے سے اس کی اصلی حالت کا جو مشاہدہ میں آئے گی اندازہ اور خبر ہی سُن کر اس غیب کی تصدیق کر لو۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی کمی اور آخرت کا اضافہ عقبیٰ کی کمی اور دنیا کے اضافے سے کہیں بہتر ہے۔ بہت سے گھاٹا اٹھانے والے فائدہ میں رہتے ہیں اور بہت سے زیادہ سمیٹ لینے والے نقصان میں رہتے ہیں۔ جن چیزوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے (اور تمہارے لئے جائز رکھی ہیں) ان کا دامن ان چیزوں سے کہیں وسیع ہے جن سے روکا ہے اور حرام کی ہوئی چیزوں سے حلال چیزیں کہیں زیادہ ہیں۔ لہٰذا زیادہ چیزوں کی وجہ سے کم چیزوں کو چھوڑ دو، اور تنگنائے حرام سے نکل کر حلال کی وسعتوں میں آ جاؤ۔

اس نے تمہارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے اور تمہیں اعمال بجا لانے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا جس چیز کا ذمہ لیا جا چکا ہے اس کی

اَوْلٰی بِکُمْ مِنَ الْمَفْرُوْضِ عَلَیْکُمْ عَمَلُهٗ، مَعَ اَنَّهٗ وَاللّٰهِ! لَقَدِ اعْتَرَضَ الشَّكُّ، وَ دَخِلَ الْیَقِیْنُ، حَتّٰی كَاَنَّ الَّذِیْ ضُمِنَ لَكُمْ قَدْ فُرِضَ عَلَیْكُمْ، وَ كَاَنَّ الَّذِیْ قَدْ فُرِضَ عَلَیْكُمْ قَدْ وُضِعَ عَنْكُمْ.

فَبَادِرُوا الْعَمَلَ، وَ خَافُوْا بَغْتَةَ الْاَجَلِ، فَاِنَّهٗ لَا یُرْجٰی مِنْ رَجْعَةِ الْعُمُرِ مَا یُرْجٰی مِنْ رَّجْعَةِ الرِّزْقِ، مَا فَاتَ الْیَوْمَ مِنَ الرِّزْقِ رُجِیَ غَدًا زِیَادَتُهٗ، وَ مَا فَاتَ اَمْسِ مِنَ الْعُمُرِ لَمْ یُرْجَ الْیَوْمَ رَجْعَتُهٗ. اَلرَّجَآءُ مَعَ الْجَآئِیْ، وَ الْیَاْسُ مَعَ الْمَاضِیْ، فَـ ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾.

تلاش وطلب، اعمال وفرائض کے بجالانے سے تمہاری نظروں میں مقدم نہ ہونا چاہیے۔ مگر خدا کی قسم! تمہارا طرز عمل ایسا ہے کہ دیکھنے والے کو شبہ ہونے لگے اور ایسا معلوم ہو کہ رزق کا حاصل کرنا تو تم پر فرض ہے اور جو واقعی تمہارا فریضہ ہے یعنی واجبات کا بجا لانا، وہ تم سے ساقط ہے۔

عمل کی طرف بڑھو اور موت کے اچانک آ جانے سے ڈرو۔ اس لئے کہ عمر کے پلٹ کر آنے کی آس نہیں لگائی جا سکتی، جبکہ رزق کے پلٹنے کی امید ہو سکتی ہے۔ جو رزق ہاتھ نہیں لگا کل اس کی زیادتی کی توقع ہو سکتی ہے اور امید نہیں کہ عمر کا گزرا ہوا ”کل“ آج پلٹ آئے گا۔ امید تو آنے والے کی ہو سکتی ہے اور جو گزر جائے اس سے تو مایوسی ہی ہے۔ ”اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب موت آئے تو تم کو بہر صورت مسلمان ہونا چاہیے“۔

☆☆

(۱۱۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

فِی الْاِسْتِسْقَآءِ

اَللّٰهُمَّ قَدِ انْصَاحَتْ جِبَالُنَا، وَ اغْبَرَّتْ اَرْضُنَا، وَ هَامَتْ دَوَآبُّنَا، وَ تَحَیَّرَتْ فِیْ مَرَابِضِهَا، وَ عَجَّتْ عَجِیْجَ الثَّكَالٰی عَلٰۤی اَوْلَادِهَا، وَ مَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِیْ مَرَاتِعِهَا، وَ الْحَنِیْنَ اِلٰی مَوَارِدِهَا.

اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ اَنِیْنَ الْاٰنَّةِ، وَ حَنِیْنَ الْحَانَّةِ، اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ حَیْرَتَهَا فِیْ مَذَاهِبِهَا، وَ اَنِیْنَهَا فِیْ مَوَالِجِهَا، اَللّٰهُمَّ

خطبہ (۱۱۳)

طلب باراں کیلئے آپؑ کے دُعائیہ کلمات

بارالٰہا! (خشک سالی سے) ہمارے پہاڑوں کا سبزہ بالکل سوکھ گیا ہے اور زمین پر خاک اُڑ رہی ہے، ہمارے چوپائے پیاسے ہیں اور اپنے چوپالوں میں بوکھلائے ہوئے پھرتے ہیں اور اس طرح چلّا رہے ہیں جس طرح رونے والیاں اپنے بچوں پر بین کرتی ہیں اور اپنی چراگاہوں کے پھیرے کرنے اور تالابوں کی طرف بصد شوق بڑھنے سے عاجز آ گئے ہیں۔

پروردگارا! ان چیخنے والی بکریوں اور ان شوق بھرے لہجے میں پکارنے والے اونٹوں پر رحم کر۔ خدایا! تو راستوں میں ان کی پریشانی اور گھروں میں ان کی چیخ و پکار پر ترس کھا۔ بارخدایا! جب کہ قحط سالی

خَرَجْنَا اِلَيْكَ حِيْنَ اعْتَكَرَتْ عَلَيْنَا حَدَابِيْرُ السِّنِيْنَ، وَ اَخْلَفَتْنَا مَخَآئِلُ الْجُوْدِ، فَكُنْتَ الرَّجَآءَ لِلْمُبْتَئِسِ، وَ الْبَلَاغَ لِلْمُلْتَمِسِ.

نَدْعُوْكَ حِيْنَ قَنَطَ الْاَنَامُ، وَ مُنِعَ الْغَمَامُ، وَ هَلَكَ السَّوَامُ، اَنْ لَّا تُؤَاخِذَنَا بِاَعْمَالِنَا، وَ لَا تَاْخُذَنَا بِذُنُوْبِنَا، وَ انْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ الْمُنْبَعِقِ، وَ الرَّبِيْعِ الْمُغْدِقِ، وَ النَّبَاتِ الْمُوْنِقِ، سَحًّا وَّابِلًا تُحْيِیْ بِهٖ مَا قَدْ مَاتَ، وَ تَرُدُّ بِهٖ مَا قَدْ فَاتَ.

اَللّٰهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ مُحْيِيَةً مُّرْوِيَةً، تَامَّةً عَامَّةً، طَيِّبَةً مُّبَارَكَةً، هَنِيْٓئَةً مَرِيْعَةً، زَاكِيًا نَّبْتُهَا، ثَامِرًا فَرْعُهَا، نَاضِرًا وَّرَقُهَا، تَنْعَشُ بِهَا الضَّعِيْفَ مِنْ عِبَادِكَ، وَ تُحْيِیْ بِهَا الْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ.

اَللّٰهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا، وَ تَجْرِیْ بِهَا وِهَادُنَا، وَ يُخْصِبُ بِهَا جَنَابُنَا، وَ تُقْبِلُ بِهَا ثِمَارُنَا، وَ تَعِيْشُ بِهَا مَوَاشِيْنَا، وَ تَنْدٰى بِهَا اَقَاصِيْنَا، وَ تَسْتَعِيْنُ بِهَا ضَوَاحِيْنَا، مِنْ بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ، وَ

کے لاغر اور نڈھال اونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں اور بظاہر برسنے والی گھٹائیں آ آ کے بن برسے گزر گئیں تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں۔ تو ہی دکھ درد کے ماروں کی آس ہے اور تو ہی التجا کرنے والوں کا سہارا ہے۔

جب کہ لوگ بے آس ہو گئے اور بادلوں کا اٹھنا بند ہو گیا اور مویشی بے جان ہو گئے تو ہم تجھ سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہماری گرفت نہ کر اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں (اپنے عذاب میں) نہ دھر لے۔ اے اللہ! تو دھواں دھار بارشوں والے ابر اور چھاجوں پانی برسانے والی برکھا رُت اور نظروں میں کھب جانے والے ہریاول سے اپنے دامانِ رحمت کو ہم پر پھیلا دے۔ وہ موسلا دھار اور لگا تار اس طرح برسیں کہ ان سے مَری ہوئی چیزوں کو تو زندہ کر دے اور گزری ہوئی بہاروں کو پلٹا دے۔

خدایا! ایسی سیرابی ہو کہ جو (مردہ زمینوں کو) زندہ کرنے والی، سیراب بنانے والی اور بھرپور برسنے والی اور سب جگہ پھیل جانے والی اور پاکیزہ و بابرکت اور خوشگوار و شاداب ہو، جس سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں، شاخیں بارآور اور پتے ہرے بھرے ہو جائیں اور جس سے تو اپنے عاجز و زمین گیر بندوں کو سہارا دے کر اوپر اٹھائے اور اپنے مردہ شہروں کو زندگی بخش دے۔

اے اللہ! ایسی سیرابی کہ جس سے ہمارے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں اور ندی نالے بہہ نکلیں اور آس پاس کے اطراف سرسبز و شاداب ہو جائیں اور پھل نکل آئیں اور چوپائے جی اٹھیں اور دور کی زمینیں بھی تر بتر ہو جائیں اور کھلے میدان بھی اس سے مدد پا سکیں۔ اپنی پھیلنے والی برکتوں اور بڑی بڑی بخششوں

عَطَايَاكَ الْجَزِيْلَةِ، عَلٰى بَرِيَّتِكَ الْمُرْمِلَةِ وَ وَحْشِكَ الْمُهْمَلَةِ.

وَ اَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَآءً مُّخْضِلَةً، مِدْرَارًا هَاطِلَةً، يُدَافِعُ الْوَدْقُ مِنْهَا الْوَدْقَ، وَ يَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرَ، غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَ لَا جَهَامٍ عَارِضُهَا، وَ لَا قَزَعٍ رَّبَابُهَا، وَ لَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتّٰى يُخْصِبَ لِاِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُوْنَ، وَ يَحْيَا بِبَرَكَتِهَا الْمُسْنِتُوْنَ، فَاِنَّكَ تُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا، وَ تَنْشُرُ رَحْمَتَكَ، وَ اَنْتَ ﴿الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ۝﴾.

سے جو تیری تباہ حال مخلوق اور بغیر چرواہے کے کھلے پھرنے والے حیوانوں پر ہیں۔

ہم پر ایسی بارش ہو جو پانی سے شرابور کر دینے والی اور موسلا دھار اور لگا تار برسنے والی ہو۔ اس طرح کہ بارشیں بارشوں سے ٹکرائیں اور بوندیں بوندوں کو تیزی سے ڈھکیلیں (کہ تار بندھ جائے)، اس کی بجلی دھوکہ دینے والی نہ ہو اور نہ اُفق پر چھا جانے والی گھٹا پانی سے خالی ہو اور نہ سفید ابر کے ٹکڑے بکھرے بکھرے سے ہوں اور نہ صرف ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں والی بوندا باندی ہو کر رہ جائے، (یوں برسا) کہ قحط کے مارے ہوئے اس کی سرسبزیوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک سالی کی سختیاں جھیلنے والے اسکی برکتوں سے جی اٹھیں اور تو ہی وہ ہے جو لوگوں کے نا امید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت کے دامن پھیلا دیتا ہے اور تو ہی والی و وارث اور (اچھی) صفتوں والا ہے۔

[تَفْسِيْرُ مَا فِيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيْبِ]

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَام: «انْصَاحَتْ جِبَالُنَا» اَیْ: تَشَقَّقَتْ مِنَ الْمُحُوْلِ، يُقَالُ: انْصَاحَ الثَّوْبُ: اِذَا انْشَقَّ، وَ يُقَالُ اَيْضًا: انْصَاحَ النَّبْتُ وَ صَاحَ وَ صَوَّحَ: اِذَا جَفَّ وَ يَبِسَ. وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَام: «وَ هَامَتْ دَوَابُّنَا» اَیْ: عَطِشَتْ، وَ الْهُيَامُ: الْعَطَشُ. وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَام: «حَدَابِيْرُ السِّنِيْنَ» جَمْعُ حِدْبَارٍ، وَ هِیَ: النَّاقَةُ الَّتِیْ اَنْضَاهَا السَّيْرُ، فَشَبَّهَ بِهَا السَّنَةَ الَّتِیْ فَشَا فِيْهَا الْجَدْبُ، قَالَ ذُو الرُّمَّةِ:

[اس خطبہ کے بعض مشکل الفاظ کی تشریح]

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: امیر المومنینؑ کے اس ارشاد: «انْصَاحَتْ جِبَالُنَا» کے معنی یہ ہیں کہ پہاڑوں میں قحط سالی سے شگاف پڑ گئے ہیں۔ ”انْصَاحَ الثَّوْبُ“ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کپڑا پھٹ جائے اور ”انْصَاحَ النَّبْتُ، صَاحَ النَّبْتُ اور صَوَّحَ النَّبْتُ“ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب سبزہ خشک ہو جائے اور بالکل سوکھ جائے۔ اور «وَ هَامَتْ دَوَابُّنَا» کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے چوپائے پیاسے ہو گئے ہیں۔ ”هیام“ کے معنی پیاس کے ہوتے ہیں۔ اور «حَدَابِيْرُ السِّنِيْنَ» میں ”حدابیر“ حدبار کی جمع ہے جس کے معنی اس اونٹنی کے ہیں جسے سفروں نے لاغر اور نڈھال کر دیا ہو۔ چنانچہ حضرت علیہ السلام نے قحط زدہ سال کو اسی سفروں کی ماری ہوئی اونٹنی سے تشبیہ دی ہے۔ (عرب کے شاعر) ”ذو الرمہ“ نے کہا ہے:

حَدَابِيرُ مَا تَنفَكُّ اِلَّا مُنَاخَةً
عَلَى الْخَسْفِ اَوْ نَرْمِيْ بِهَا بَلَدًا قَفْرًا

''یہ لاغر اور کمزور اونٹنیاں ہیں کہ جو یا تو بس ہر سختی وصعوبت کو جھیل کر اپنی جگہ پر بیٹھی رہتی ہیں اور یا یہ کہ ہم انہیں کسی بے آب وگیاہ جنگل کے سفر میں لے جاتے ہیں تو وہاں جاتی ہیں''۔

وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «وَ لَا قَزَعٍ رَبَابُهَا»، اَلْقَزَعُ: اَلْقِطَعُ الصِّغَارُ الْمُتَفَرِّقَةُ مِنَ السَّحَابِ. وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «وَ لَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا» فَاِنَّ تَقْدِيْرَهٗ: وَ لَا ذَاتِ شَفَّانٍ ذِهَابُهَا. وَ الشَّفَّانُ: الرِّيْحُ الْبَارِدَةُ. وَ الذِّهَابُ: الْاَمْطَارُ اللَّيِّنَةُ. فَحَذَفَ ''ذَاتَ'' لِعِلْمِ السَّامِعِ بِهٖ.

اور «وَ لَا قَزَعٍ رَّبَابُهَا» میں قزع چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی بدلیوں کو کہتے ہیں۔ اور «وَ لَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا» میں ''شفان'' کے معنی ٹھنڈی ہواؤں کے ہیں اور ''الذِّهَابُ'' ہلکی ہلکی بوندا باندی کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں والی پھوار۔ اور ''ذات'' کی لفظ جس کے معنی ''والی'' ہوتے ہیں اس جگہ حذف فرما دی ہے۔ اس لئے کہ سننے والا اسے خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

--☆☆--

(۱۱۴) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَرْسَلَهٗ دَاعِيًا اِلَى الْحَقِّ، وَ شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ، فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ غَيْرَ وَانٍ وَّ لَا مُقَصِّرٍ، وَ جَاهَدَ فِي اللّٰهِ اَعْدَآئَهٗ غَيْرَ وَاهِنٍ وَّ لَا مُعَذِّرٍ، اِمَامُ مَنِ اتَّقٰى، وَ بَصَرُ مَنِ اهْتَدٰى.

خطبہ (۱۱۴)

اللہ نے آپؐ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچایا۔ نہ اس میں کچھ سستی کی، نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا، جس میں نہ کمزوری دکھائی، نہ حیلے بہانے کئے۔ وہ پرہیزگاروں کے امام اور ہدایت پانے والوں (کی آنکھوں) کیلئے بصارت ہیں۔

[مِنْهَا]

وَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَاۤ اَعْلَمُ مِمَّا طُوِیَ عَنْكُمْ غَيْبُهٗ، اِذًا لَّخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ، تَبْكُوْنَ عَلٰۤى اَعْمَالِكُمْ، وَ تَلْتَدِمُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ، وَ لَتَرَكْتُمْ اَمْوَالَكُمْ لَا حَارِسَ لَهَا وَ لَا خَالِفَ عَلَيْهَا، وَ لَهَمَّتْ كُلَّ امْرِئٍ

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

جو چیزیں تم سے پردۂ غیب میں لپیٹ دی گئی ہیں اگر تم بھی انہیں جان لیتے جس طرح میں جانتا ہوں تو بلا شبہ تم اپنی بداعمالیوں پر روتے ہوئے اور اپنے نفسوں کا ماتم کرتے ہوئے اور اپنے مال ومتاع کو بغیر کسی نگہبان اور بغیر کسی نگہداشت کرنے والے کے یونہی چھوڑ چھاڑ کر کھلے میدانوں میں نکل پڑتے اور ہر شخص کو اپنے ہی نفس کی پڑی ہوتی،

مِّنۡكُمۡ نَفۡسُهٗ، لَا يَلۡتَفِتُ اِلٰى غَيۡرِهَا وَ لٰكِنَّكُمۡ نَسِيۡتُمۡ مَا ذُكِّرۡتُمۡ، وَ اَمِنۡتُمۡ مَا حُذِّرۡتُمۡ، فَتَاهَ عَنۡكُمۡ رَاۡيُكُمۡ، وَ تَشَتَّتَ عَلَيۡكُمۡ اَمۡرُكُمۡ.

وَ لَوَدِدۡتُّ اَنَّ اللّٰهَ فَرَّقَ بَيۡنِيۡ وَ بَيۡنَكُمۡ، وَ اَلۡحَقَنِيۡ بِمَنۡ هُوَ اَحَقُّ بِيۡ مِنۡكُمۡ، قَوۡمٌ وَّاللّٰهِ! مَيَامِيۡنُ الرَّاۡيِ، مَرَاجِيۡحُ الۡحِلۡمِ، مَقَاوِيۡلُ بِالۡحَقِّ، مَتَارِيۡكُ لِلۡبَغۡيِ. مَضَوۡا قُدُمًا عَلَى الطَّرِيۡقَةِ، وَ اَوۡجَفُوۡا عَلَى الۡمَحَجَّةِ، فَظَفِرُوۡا بِالۡعُقۡبَى الدَّآئِمَةِ، وَ الۡكَرَامَةِ الۡبَارِدَةِ.

اَمَا وَاللّٰهِ! لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيۡكُمۡ غُلَامُ ثَقِيۡفٍ الذَّيَّالُ الۡمَيَّالُ، يَاۡكُلُ خَضِرَتَكُمۡ، وَ يُذِيۡبُ شَحۡمَتَكُمۡ، اِيۡهٍ اَبَا وَذَحَةَ.

اَقُوۡلُ: اَلۡوَذَحَةُ: اَلۡخُنۡفَسَآءُ. وَ هٰذَا الۡقَوۡلُ يُوۡمِئُ بِهٖ اِلَى الۡحَجَّاجِ، وَ لَهٗ مَعَ الۡوَذَحَةِ حَدِيۡثٌ لَّيۡسَ هٰذَا مَوۡضِعَ ذِكۡرِهٖ.

-----☆☆-----

کسی اور کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا۔ لیکن جو تمہیں یاد دلایا گیا تھا اسے تم بھول گئے اور جن چیزوں سے تمہیں ڈرایا گیا تھا اس سے تم نڈر ہو گئے۔ اس طرح تمہارے خیالات بھٹک گئے اور تمہارے سارے امور درہم و برہم ہو گئے۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے اور مجھے ان لوگوں سے ملا دے جو تم سے زیادہ میرے حقدار ہیں۔ خدا کی قسم! وہ ایسے لوگ ہیں جن کے خیالات مبارک اور عقلیں ٹھوس تھیں۔ وہ کھل کر حق بات کہنے والے اور سرکشی و بغاوت کو چھوڑنے والے تھے۔ وہ قدم آگے بڑھا کر اللہ کی راہ پر ہو لئے اور سیدھی راہ پر (بے کھٹکے) دوڑے چلے گئے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیشہ رہنے والی آخرت اور عمدہ و پاکیزہ نعمتوں کو پا لیا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم پر بنی ثقیف کا ایک لڑکا تسلط پا لے گا وہ دراز قد ہو گا اور بل کھا کر چلے گا۔ وہ تمہارے تمام سبزہ زاروں کو چر جائے گا اور تمہاری چربی (تک) پگھلا دے گا۔ ہاں اے ابووذحہ کچھ اور!۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں: کہ ''وذحہ'' کے معنی ''خنفساء'' کے ہیں۔ آپؑ نے اپنے اس ارشاد سے حجاج (ابن یوسف ثقفی) کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس کا خنفساء سے متعلق ایک واقعہ ہے[1] جس کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے۔

--☆☆--

[1] اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ: حجاج ایک دن نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہوا تو ''خنفساء'' اس کی طرف بڑھا۔ حجاج نے ہاتھ بڑھا کر اسے روکنا چاہا مگر اس نے اسے کاٹ لیا جس سے اس کے ہاتھ پر ورم آ گیا اور آخر اس کے اثر سے اس کی موت واقع ہوئی۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ ''وذحہ'' اس گوبر کو کہتے ہیں جو کسی حیوان کی دُم پر لگا رہ گیا ہو اور اس کنیت سے مقصود اس کی تذلیل ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۱۵) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَلَآ اَمْوَالَ بَذَلْتُمُوْهَا لِلَّذِیْ رَزَقَهَا، وَ لَآ اَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِیْ خَلَقَهَا، تَكْرُمُوْنَ بِاللهِ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَ لَا تُكْرِمُوْنَ اللهَ فِیْ عِبَادِهٖ، فَاعْتَبِرُوْا بِنُزُوْلِكُمْ مَنَازِلَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ انْقِطَاعِكُمْ عَنْ اَوْصَلِ اِخْوَانِكُمْ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۱۵)

جس نے تم کو مال ومتاع بخشا ہے اس کی راہ میں تم اسے صرف نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اس کیلئے خطرہ میں ڈالتے ہو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ تم نے اللہ کی وجہ سے بندوں میں عزت وآبرو پائی، لیکن اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے اس کا احترام و اکرام نہیں کرتے۔ جن مکانات میں اگلے لوگ آباد تھے ان میں اب تم مقیم ہوتے ہو اور قریب سے قریب تر بھائی گزر جاتے اور تم رہ جاتے ہو، اس سے عبرت حاصل کرو۔

--☆☆--

(۱۱۶) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَنْتُمُ الْاَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ، وَ الْاِخْوَانُ فِی الدِّیْنِ، وَ الْجُنَنُ یَوْمَ الْبَاْسِ، وَ الْبِطَانَةُ دُوْنَ النَّاسِ، بِكُمْ اَضْرِبُ الْمُدْبِرَ، وَ اَرْجُوْ طَاعَةَ الْمُقْبِلِ، فَاَعِیْنُوْنِیْ بِمُنَاصَحَةٍ خَلِیَّةٍ مِّنَ الْغِشِّ، سَلِیْمَةٍ مِّنَ الرَّیْبِ، فَوَاللهِ! اِنِّیْ لَاَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۱۶)

تم حق کے قائم کرنے میں (میرے) ناصرو مدد گار ہو، اور دین میں (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہو اور سختیوں میں (میری) سپر ہو، اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے راز دار ہو، تمہاری مدد سے روگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیش قدمی کرنے والے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں۔ ایسی خیر خواہی کے ساتھ میری مدد کرو۔ کہ جس میں دھوکا فریب ذرا نہ ہو، اور شک و بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس لیے کہ میں ہی لوگوں (کی امامت) کیلئے سب سے زیادہ اولیٰ ومقدم ہوں۔

--☆☆--

(۱۱۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ جَمَعَ النَّاسَ وَ حَضَّهُمْ عَلَى الْجِهَادِ، فَسَكَتُوْا مَلِیًّا، فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ:

مَا بَالُكُمْ اَمُخْرَسُوْنَ اَنْتُمْ؟

فَقَالَ قَوْمٌ مِّنْهُمْ: یَآ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! اِنْ

خطبہ (۱۱۷)

امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنا چاہا تو وہ لوگ دیر تک چپ رہے، تو آپؑ نے فرمایا:[1]

تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟

تو ایک گروہ نے کہا کہ اے امیر المومنین علیہ السلام اگر آپؑ چلیں، تو ہم بھی

سِرْتَ سِرْنَا مَعَكَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ :

مَا بَالُكُمْ! لَا سُدِّدْتُّمْ لِرُشْدٍ! وَ لَا هُدِيْتُمْ لِقَصْدٍ! اَ فِیْ مِثْلِ هٰذَا يَنْۢبَغِیْ لِیْۤ اَنْ اَخْرُجَ؟ اِنَّمَا يَخْرُجُ فِیْ مِثْلِ هٰذَا رَجُلٌ مِّمَّنْ اَرْضَاهُ مِنْ شُجْعَانِكُمْ وَ ذَوِیْ بَاْسِكُمْ، وَ لَا يَنْۢبَغِیْ لِیْۤ اَنْ اَدَعَ الْجُنْدَ، وَ الْمِصْرَ، وَ بَيْتَ الْمَالِ، وَ جِبَايَةَ الْاَرْضِ، وَ الْقَضَآءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ النَّظَرَ فِیْ حُقُوْقِ الْمُطَالِبِيْنَ، ثُمَّ اَخْرُجَ فِیْ كَتِيْبَةٍ اَتْبَعُ اُخْرٰى، اَتَقَلْقَلُ تَقَلْقُلَ الْقِدْحِ فِی الْجَفِيْرِ الْفَارِغِ، وَ اِنَّمَا اَنَا قُطْبُ الرَّحَا، تَدُوْرُ عَلَیَّ وَ اَنَا بِمَكَانِیْ، فَاِذَا فَارَقْتُهٗ اسْتَحَارَ مَدَارُهَا، وَ اضْطَرَبَ ثِفَالُهَا.

هٰذَا لَعَمْرُ اللهِ! الرَّاْیُ السُّوْٓءُ. وَاللهِ! لَوْلَا رَجَآئِیَ الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَآئِیَ الْعَدُوَّ۔ لَوْ قَدْ حُمَّ لِیْ لِقَاؤُهٗ۔ لَقَرَّبْتُ رِكَابِیْ ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْكُمْ، فَلَاۤ اَطْلُبُكُمْ مَا اخْتَلَفَ جَنُوْبٌ وَّ شَمَالٌ.

اِنَّهٗ لَا غَنَآءَ فِیْ كَثْرَةِ عَدَدِكُمْ مَعَ قِلَّةِ اجْتِمَاعِ قُلُوْبِكُمْ. لَقَدْ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ الَّتِیْ لَا يَهْلِكُ عَلَيْهَا اِلَّا

آپؑ کے ہمراہ چلیں گے۔ جس پر حضرتؑ نے فرمایا:

تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تمہیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ سیدھی راہ دیکھنا نصیب ہو! کیا ایسے حالات میں مَیں ہی نکلوں۔ اس وقت تو تمہارے جوانمردوں اور طاقتوروں میں سے جس شخص کو میں پسند کروں اسے جانا چاہیے، میرے لئے مناسب نہیں کہ میں لشکر، شہر، بیت المال، زمین کے خراج کی فراہمی، مسلمانوں کے مقدمات کا تصفیہ اور مطالبہ کرنے والوں کے حقوق کی دیکھ بھال چھوڑ دوں اور لشکر لئے ہوئے دوسرے لشکر کے پیچھے نکل کھڑا ہوں اور جس طرح خالی ترکش میں بے پیکاں کا تیر ہلتا جلتا ہے جنبش کھاتا رہوں۔ میں چکی کے اندر کا وہ قطب ہوں کہ جس پر وہ گھومتی ہے جب تک میں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہوں اور اگر میں نے اپنا مقام چھوڑ دیا تو اس کے گھومنے کا دائرہ متزلزل ہو جائے گا اور اس کا نیچے والا پتھر بھی بے ٹھکانے ہو جائے گا۔

خدا کی قسم! یہ بہت بُرا مشورہ ہے۔ قسم بخدا! اگر دشمن کا مقابلہ کرنے سے مجھے شہادت کی اُمید نہ ہو جب کہ وہ مقابلہ میرے لئے مقدر ہو چکا ہو تو میں اپنی سواریوں کو (سوار ہونے کیلئے) قریب کر لیتا اور تمہیں چھوڑ چھاڑ کر نکل جاتا اور جب تک جنوبی و شمالی ہوائیں چلتی رہتیں تمہیں کبھی طلب نہ کرتا۔

تمہارے شمار میں زیادہ ہونے سے کیا فائدہ جبکہ تم یک دل نہیں ہو پاتے۔ میں نے تمہیں صحیح راستے پر لگایا ہے کہ جس میں ایسا ہی شخص تباہ و برباد ہو گا جو خود اپنے لئے ہلاکت کا سامان کئے بیٹھا ہو اور جو اس

هَالِكٌ، مَنِ اسْتَقَامَ فَإِلَى الْجَنَّةِ، وَ مَنْ زَلَّ فَإِلَى النَّارِ!.

-----☆☆-----

راہ پر جمارہے گا وہ جنت کی طرف اور جو پھسل جائے گا وہ دوزخ کی جانب بڑھے گا۔

--☆☆--

۱؎ جنگ صفین کے بعد جب معاویہ کی فوجوں نے آپؑ کے مختلف علاقوں پر حملے شروع کر دیئے تو ان کی روک تھام کیلئے آپؑ نے عراقیوں سے کہا لیکن انہوں نے ٹالنے کیلئے یہ عذر تراشا کہ اگر آپؑ فوج کے ہمراہ چلیں تو ہم بھی چلنے کو تیار ہیں جس پر حضرتؑ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنی مجبوریوں کو واضح کیا کہ اگر میں چلوں تو مملکت کا نظم وضبط برقرار نہیں رہ سکتا اور اس عالم میں کہ دشمن کے حملے چاروں طرف سے شروع ہو چکے ہیں مرکز کو خالی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے۔ مگر ان لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی تھی جنہوں نے صفین کی فتح کو شکست سے بدل کر ان حملوں کا دروازہ کھول دیا ہو۔

☆☆☆☆☆

(۱۱۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَاللهِ! لَقَدْ عَلِمْتُ تَبْلِيْغَ الرِّسَالَاتِ، وَ اِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَ تَمَامَ الْكَلِمَاتِ. وَ عِنْدَنَا ـ اَهْلَ الْبَيْتِ ـ اَبْوَابُ الْحِكَمِ وَ ضِيَآءُ الْاَمْرِ.

اَلَا وَ اِنَّ شَرَآئِعَ الدِّيْنِ وَاحِدَةٌ، وَ سُبُلَهٗ قَاصِدَةٌ، مَنْ اَخَذَ بِهَا لَحِقَ وَ غَنِمَ، وَ مَنْ وَّقَفَ عَنْهَا ضَلَّ وَ نَدِمَ.

اِعْمَلُوْا لِيَوْمٍ تُذْخَرُ لَهُ الذَّخَآئِرُ، وَ تُبْلٰى فِيْهِ السَّرَآئِرُ، وَ مَنْ لَّا يَنْفَعُهٗ حَاضِرُ لُبِّهٖ فَعَازِبُهٗ عَنْهُ اَعْجَزُ، وَ غَآئِبُهٗ اَعْوَزُ.

وَ اتَّقُوْا نَارًا حَرُّهَا شَدِيْدٌ، وَ قَعْرُهَا بَعِيْدٌ، وَ حِلْيَتُهَا حَدِيْدٌ، وَ شَرَابُهَا صَدِيْدٌ. اَلَا وَ اِنَّ اللِّسَانَ الصَّالِحَ يَجْعَلُهُ اللهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ، خَيْرٌ لَّهٗ مِنَ الْمَالِ يُوْرِثُهٗ مَنْ لَّا يَحْمَدُهٗ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۱۸)

خدا کی قسم! مجھے پیغاموں کے پہنچانے، وعدوں کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا خوب علم ہے اور ہم اہل بیتؑ (نبوت) کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں۔

آگاہ رہو کہ دین کے تمام قوانین کی روح ایک اور اس کی راہیں سیدھی ہیں۔ جو ان پر ہولیا وہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہوا اور جو ٹھہرا رہا وہ گمراہ ہوا اور (آخرکار) نادم و پشیمان ہوا۔

اس دن کیلئے عمل کرو کہ جس کیلئے ذخیرے فراہم کئے جاتے ہیں اور جس میں نیتوں کو جانچا جائے گا۔ جسے اپنی ہی عقل فائدہ نہ پہنچائے کہ جو اس کے پاس موجود ہے تو (دوسروں کی) عقلیں کہ جو اس سے دور اور اوجھل ہیں فائدہ رسانی سے بہت عاجز و قاصر ہوں گی۔

(دوزخ کی) آگ سے ڈرو کہ جس کی تپش تیز اور گہرائی بہت زیادہ ہے اور (جہاں پہننے کو) لوہے کے زیور اور (پینے کو) پیپ بھرا لہو ہے۔ ہاں! [۱] جس شخص کا ذکرِ خیر لوگوں میں خدا برقرار رکھے وہ اس کیلئے اس مال سے کہیں بہتر ہے جس کا ایسوں کو وارث بنایا جاتا ہے جو اس کو سراہتے تک نہیں۔

--☆☆--

[۱] اگر انسان جیتے جاگتے اپنے اختیار سے کسی کو کچھ دے جائے تو لینے والا اس کا احسان مند ہوتا ہے، لیکن جو مال مجبوری سے چھن جائے تو چھین لینے والا اپنے کو اس کا زیر بار احسان نہیں سمجھتا اور نہ اسے سراہتا ہے۔ یہی حالت مرنے والے کی ہوتی ہے کہ اس کے ورثا یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ چھوڑ گیا ہے وہ ہمارا حق تھا کہ جو ہمیں ملنا چاہیئے تھا، اس میں اس کا احسان ہی کیا کہ اسے سراہا جائے، لیکن اسی مال سے اگر وہ کوئی اچھا کام کر جاتا تو دنیا میں اس کا نام بھی رہتا اور دنیا والے اس کی تحسین و آفرین بھی کرتے۔

خنک تنی که پس از وی حدیث خیر کنند　　که جز حدیث نمی ماند از بنی آدم

☆☆☆☆☆

(۱۱۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ قَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ: نَهَيْتَنَا عَنِ الْحُكُوْمَةِ ثُمَّ اَمَرْتَنَا بِهَا، فَمَا نَدْرِیْۤ اَیُّ الْاَمْرَيْنِ اَرْشَدُ؟ فَصَفَّقَ علیہ السلام اِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى، ثُمَّ قَالَ:

هٰذَا جَزَآءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ! اَمَا وَاللّٰهِ! لَوْ اَنِّیْ حِيْنَ اَمَرْتُكُمْ بِمَاۤ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوْهِ الَّذِیْ يَجْعَلُ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا، فَاِنِ اسْتَقَمْتُمْ هَدَيْتُكُمْ، وَ اِنِ اعْوَجَجْتُمْ قَوَّمْتُكُمْ، وَ اِنْ اَبَيْتُمْ تَدَارَكْتُكُمْ، لَكَانَتِ الْوُثْقٰى، وَ لٰكِنْ بِمَنْ وَّ اِلٰى مَنْ؟ اُرِيْدُ اَنْ اُدَاوِیَ بِكُمْ وَاَنْتُمْ دَآئِیْ، كَنَاقِشِ الشَّوْكَةِ بِالشَّوْكَةِ، وَ هُوَ يَعْلَمُ اَنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا. اَللّٰهُمَّ قَدْ مَلَّتْ اَطِبَّآءُ هٰذَا الدَّآءِ الدَّوِیِّ، وَ كَلَّتِ النَّزَعَةُ بِاَشْطَانِ الرَّكِیِّ!.

اَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ دُعُوْۤا اِلَى الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوْهُ؟ وَ قَرَؤُوا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ؟ وَ هِيْجُوْۤا اِلَى الْجِهَادِ، فَوَلِهُوْا وَلَهَ اللِّقَاحِ اِلٰۤى اَوْلَادِهَا، وَ سَلَبُوا السُّيُوْفَ اَغْمَادَهَا، وَ اَخَذُوْا بِاَطْرَافِ الْاَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَّ صَفًّا صَفًّا، بَعْضٌ هَلَكَ، وَ بَعْضٌ نَّجَا. لَا يُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْيَآءِ، وَ لَا يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰى، مُرْهُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَآءِ، خُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ

خطبه (۱۱۹)

حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھ کر آپؑ کے سامنے آیا اور کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! پہلے تو آپؑ نے ہمیں تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا، نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کونسی بات زیادہ صحیح ہے۔ (یہ سن کر) حضرتؑ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

جس نے عہدِ وفا کو توڑ دیا ہو اس کی یہی پاداش ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم! جب میں نے تمہیں تحکیم کے مان لینے کا حکم دیا تھا اگر اسی امر ناگوار (جنگ) پر تمہیں ٹھہرائے رکھتا کہ جس میں اللہ تمہارے لئے بہتری ہی کرتا، چنانچہ تم اس پر جمے رہتے تو میں تمہیں سیدھی راہ پر لے چلتا اور اگر ٹیڑھے ہوتے تو تمہیں سیدھا کر دیتا اور اگر انکار کرتے تو تمہارا تدارک کرتا، تو بلاشبہ یہ ایک مضبوط طریق کار ہوتا، لیکن کس کی مدد سے اور کس کے بھروسے پر؟ میں تم سے اپنا چارہ چاہتا تھا اور تم ہی میرا مرض نکلے۔ جیسے کانٹے کو کانٹے سے نکالنے والا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بھی اسی کی طرف جھکے گا۔ خدایا! اس موذی مرض سے چارہ گر عاجز آ گئے ہیں اور اس کنوئیں کی رسیاں کھینچنے والے تھک کر بیٹھ گئے ہیں۔

وہ لوگ[۱] کہاں ہیں کہ جنہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر لیا اور قرآن کو پڑھا تو اس پر عمل بھی کیا، جہاد کیلئے انہیں ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے جیسے دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف۔ انہوں نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا اور دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پا لیا۔ (ان میں سے) کچھ مر گئے کچھ بچ گئے۔ نہ زندہ رہنے والوں کے مژدہ سے وہ خوش ہوتے ہیں اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثر ہوتے ہیں۔ رونے سے ان کی آنکھیں

الصِّيَامِ، ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَآءِ، صُفْرُ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ، عَلٰى وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِيْنَ.

سفید، روزوں سے ان کے پیٹ لاغر، دُعاؤں سے ان کے ہونٹ خشک اور جاگنے سے ان کے رنگ زرد ہو گئے تھے اور فروتنی و عاجزی کرنے والوں کی طرح ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔

اُولٰٓئِكَ اِخْوَانِيَ الذَّاهِبُوْنَ، فَحَقَّ لَنَاۤ اَنْ نَّظْمَاَ اِلَيْهِمْ وَ نَعَضَّ الْاَيْدِيَ عَلٰى فِرَاقِهِمْ! اِنَّ الشَّيْطٰنَ يُسَنِّيْ لَكُمْ طُرُقَهٗ، وَ يُرِيْدُ اَنْ يَّحُلَّ دِيْنَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً، وَ يُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ، فَاصْدِفُوْا عَنْ نَّزَغَاتِهٖ وَ نَفَثَاتِهٖ، وَ اقْبَلُوا النَّصِيْحَةَ مِمَّنْ اَهْدَاهَاۤ اِلَيْكُمْ، وَ اعْقِلُوْهَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ.

یہ میرے وہ بھائی تھے جو (دنیا سے) گزر گئے۔ اب ہم حق بجانب ہیں اگر ان کی دید کے پیاسے ہوں اور ان کے فراق میں اپنی بوٹیاں کاٹیں۔ بے شک تمہارے لئے شیطان نے اپنی راہیں آسان کر دی ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول دے اور تم میں یکجائی کے بجائے پھوٹ ڈلوائے۔ تم اس کے وسوسوں اور جھاڑ پھونک سے منہ موڑے رہو اور نصیحت کی پیشکش کرنے والے کا ہدیہ قبول کرو اور اپنے نفسوں میں اس کی گرہ باندھ لو۔

--☆☆--

۱؎ امیر المومنین علیہ السلام کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے گو آپؑ ہی کی جماعت میں شمار ہوتے تھے مگر جن کی آنکھوں میں آنسو، چہروں پر زردی، زبانوں پر قرآنی نغمہ، دلوں میں ایمانی ولولہ، پیروں میں ثبات وقرار، روح میں عزم وہمت اور نفس میں صبر و استقامت کا جوہر ہوتا تھا انہی کو صحیح معنوں میں شیعانِ علیؑ کہا جاسکتا ہے اور یہی وہ لوگ تھے جن کی جدائی میں امیر المومنین علیہ السلام کے دل کی بے تابیاں آہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں اور آتش فراق کے لوکے قلب و جگر کو پھونکے دے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو دیوانہ وار موت کی طرف لپکتے تھے اور بچ رہنے پر انہیں مسرت وشادمانی نہ ہوتی تھی، بلکہ ان کے دل کی آواز یہ ہوتی تھی کہ:

شرمندہ ماندہ ایم کہ چرا زندہ ماندہ ایم

جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی وہی متبع آلِ محمد علیہم السلام اور شیعہ علی علیہ السلام کہلا سکتا ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسا لفظ ہوگا جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا ہو۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک جماعت کو اپنے دروازہ پر دیکھا تو قنبر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ قنبر نے کہا کہ: یا امیر المومنین علیہ السلام یہ آپؑ کے شیعہ ہیں۔ یہ سن کر حضرتؑ کی پیشانی پر بَل آیا اور فرمایا: مَا لِيْ لَاۤ اَرٰى فِيْهِمْ سِيْمَآءَ الشِّيْعَةِ؟: ''کیا وجہ ہے کہ یہ شیعہ کہلاتے ہیں اور ان میں شیعوں کی کوئی بھی علامت نظر نہیں آتی''؟ اس پر قنبر نے دریافت کیا کہ شیعوں کی علامت کیا ہوتی ہے؟ تو حضرتؑ نے جواب میں فرمایا:

خُمُصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الطَّوٰى، يُبْسُ الشِّفَاهِ مِنَ الظَّمَاِ، عُمْشُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَآءِ.

بھوک سے ان کے پیٹ لاغر، پیاس سے ان کے ہونٹ خشک اور رونے سے ان کی آنکھیں بے رونق ہوگئی ہوتی ہیں۔ [۱]

۱؎ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۱۲۔

(۱۲۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لِلْخَوَارِجِ وَ قَدْ خَرَجَ اِلٰى مُعَسْكَرِهِمْ وَ هُمْ مُقِيْمُوْنَ عَلٰۤى اِنْكَارِ الْحُكُوْمَةِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّيْنَ؟ فَقَالُوْا: مِنَّا مَنْ شَهِدَ وَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَشْهَدْ. قَالَ: فَامْتَازُوْا فِرْقَتَيْنِ، فَلْيَكُنْ مَّنْ شَهِدَ صِفِّيْنَ فِرْقَةً، وَ مَنْ لَّمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً، حَتّٰۤى اُكَلِّمَ كُلًّا مِّنْكُمْ بِكَلَامِهٖ.

وَ نَادَى النَّاسَ، فَقَالَ: اَمْسِكُوْا عَنِ الْكَلَامِ، وَ اَنْصِتُوْا لِقَوْلِيْ، وَ اَقْبِلُوْا بِاَفْئِدَتِكُمْ اِلَيَّ، فَمَنْ نَّشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهٖ فِيْهَا.

ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيْلٍ، مِنْ جُمْلَتِهٖۤ اَنْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلَمْ تَقُوْلُوْا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ - حِيْلَةً وَّ غِيْلَةً وَّ مَكْرًا وَّ خَدِيْعَةً -: اِخْوَانُنَا وَ اَهْلُ دَعْوَتِنَا اسْتَقَالُوْنَا وَ اسْتَرَاحُوْۤا اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ، فَالرَّاْیُ الْقَبُوْلُ مِنْهُمْ وَ التَّنْفِيْسُ عَنْهُمْ؟ فَقُلْتُ لَكُمْ: هٰذَاۤ اَمْرٌ ظَاهِرُهٗۤ اِيْمَانٌ وَّ بَاطِنُهٗ عُدْوَانٌ، وَ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّ اٰخِرُهٗ نَدَامَةٌ، فَاَقِيْمُوْا عَلٰى شَاْنِكُمْ، وَ الْزَمُوْا طَرِيْقَتَكُمْ، وَ عَضُّوْا عَلَى الْجِهَادِ بِنَوَاجِذِكُمْ، وَ لَا تَلْتَفِتُوْۤا اِلٰى نَاعِقٍ نَّعَقَ:

خطبه (۱۲۰)

جب خوارج تحکیم کے نہ ماننے پر اَڑ گئے تو حضرتؑ ان کے پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:[1]

کیا تم سب کے سب ہمارے ساتھ صفین میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ تھے اور کچھ نہیں تھے۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ: پھر تم دو گروہوں میں الگ الگ ہو جاؤ: ایک وہ جو صفین میں موجود تھا اور ایک وہ جو وہاں موجود نہ تھا تاکہ میں ہر ایک سے جو گفتگو اس سے مناسب ہو وہ کروں۔

اور لوگوں سے پکار کر کہا کہ: بس اب (آپس میں) بات چیت نہ کرو اور خاموشی سے میری بات سنو اور دل سے توجہ کرو اور جس سے ہم گواہی طلب کریں وہ اپنے علم کے مطابق (جوں کی توں) گواہی دے۔

پھر حضرتؑ نے ان لوگوں سے ایک طویل گفتگو فرمائی۔ منجملہ اس کے یہ فرمایا کہ: جب ان لوگوں نے حیلہ و مکر اور جعل و فریب سے قرآن (نیزوں پر) اٹھائے تھے تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ: وہ ہمارے بھائی بند اور ہمارے ساتھ (اسلام کی) دعوت قبول کرنیوالے ہیں۔ اب چاہتے ہیں کہ ہم جنگ سے ہاتھ اٹھا لیں اور وہ اللہ سبحانہ کی کتاب پر (سمجھوتا کیلئے) ٹھہر گئے ہیں، صحیح رائے یہ ہے کہ انکی بات مان لی جائے اور انکی گلوخلاصی کی جائے، تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اس چیز کے باہر ایمان اور اندر کینہ و عناد ہے۔ اسکی ابتدا شفقت و مہربانی اور نتیجہ ندامت و پشیمانی ہے۔ لہٰذا تم اپنے رویہ پر ٹھہرے رہو اور اپنی راہ پر مضبوطی سے جمے رہو اور جہاد کیلئے اپنے دانتوں کو بھینچ لو اور اس چلّانے والے[2] کی طرف دھیان نہ دو کہ اگر اس کی آواز پر لبیک کہی گئی تو یہ گمراہ

اِنْ اُجِيْبَ اَضَلَّ، وَاِنْ تُرِكَ ذَلَّ.

وَ قَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْفَعْلَةُ، وَ قَدْ رَاَيْتُكُمْ اَعْطَيْتُمُوْهَا، وَاللهِ! لَئِنْ اَبَيْتُهَا مَا وَجَبَتْ عَلَيَّ فَرِيْضَتُهَا وَ لَا حَمَّلَنِي اللهُ ذَنْبَهَا، وَ وَاللهِ! اِنْ جِئْتُهَا آ اِنِّيْ لَلْمُحِقُّ الَّذِيْ يُتَّبَعُ، وَ اِنَّ الْكِتَابَ لَمَعِيْ، مَا فَارَقْتُهٗ مُذْ صَحِبْتُهٗ. فَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله، وَ اِنَّ الْقَتْلَ لَيَدُوْرُ عَلَى الْاٰبَآءِ وَ الْاَبْنَآءِ وَ الْاِخْوَانِ وَ الْقَرَابَاتِ، فَمَا نَزْدَادُ عَلٰى كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَّ شِدَّةٍ اِلَّاۤ اِيْمَانًا، وَ مُضِيًّا عَلَى الْحَقِّ، وَ تَسْلِيْمًا لِّلْاَمْرِ، وَ صَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْجِرَاحِ.

وَ لٰكِنَّاۤ اِنَّمَاۤ اَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ اِخْوَانَنَا فِي الْاِسْلَامِ عَلٰى مَا دَخَلَ فِيْهِ مِنَ الزَّيْغِ وَ الْاِعْوِجَاجِ، وَ الشُّبْهَةِ وَ التَّاْوِيْلِ، فَاِذَا طَمِعْنَا فِيْ خَصْلَةٍ يَّلُمُّ اللهُ بِهَا شَعَثَنَا، وَ نَتَدَانٰى بِهَاۤ اِلَى الْبَقِيَّةِ فِيْمَا بَيْنَنَا، رَغِبْنَا فِيْهَا، وَ اَمْسَكْنَا عَمَّا سِوَاهَا.

-----☆☆-----

کریگا اور اگر اسے یونہی رہنے دیا جائے تو ذلیل ہو کر رہ جائے گا۔

(لیکن) جب تحکیم کی صورت انجام پا گئی تو میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم ہی اس پر رضامندی دینے والے تھے۔ خدا کی قسم! اگر میں نے اس سے انکار کر دیا ہوتا تو مجھ پر اس کا کوئی فریضہ واجب نہ ہوتا اور نہ اللہ مجھ پر اس (کے ترک) کا گناہ عائد کرتا اور قسم بخدا اگر میں اس کی طرف بڑھا تو اس صورت میں بھی میں ہی وہ حق پرست ہوں جس کی پیروی کی جانا چاہیے اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اس سے الگ نہیں ہوا۔ ہم (جنگوں میں) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور قتل ہونے والے وہی تھے جو ایک دوسرے کے باپ، بیٹے، بھائی اور رشتہ دار ہوتے تھے، لیکن ہر مصیبت اور سختی میں ہمارا ایمان بڑھتا تھا اور حق کی پیروی اور دین کی اطاعت میں زیادتی ہوتی تھی اور زخموں کی ٹیسوں پر صبر میں اضافہ ہوتا تھا۔

مگر اب ہم کو ان لوگوں سے کہ جو اسلام کی رُو سے ہمارے بھائی کہلاتے ہیں جنگ کرنا پڑ گئی ہے، چونکہ (انکی وجہ سے) اس میں گمراہی، کجی، شبہات اور غلط سلط تاویلات داخل ہو گئے ہیں تو جب ہمیں کوئی ایسا ذریعہ نظر آئے کہ جس سے (ممکن ہے) اللہ ہماری پریشانیوں کو دور کر دے اور اسکی وجہ سے ہمارے درمیان جو باقی ماندہ (لگاؤ) رہ گیا ہے، اسکی طرف بڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے قریب ہوں تو ہم اسی کے خواہشمند رہینگے اور کسی دوسری صورت سے جو اسکے خلاف ہو ہاتھ روک لینگے۔

--☆☆--

۱؎ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ تین ایسے ٹکڑوں پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے سے غیر مرتبط ہیں۔ چونکہ علامہ سیّد رضیؒ حضرتؑ کے خطبوں کا کچھ حصہ منتخب کرتے تھے اور کچھ درج نہ کرتے تھے جس سے سلسلہ کلام ٹوٹ جاتا تھا اور ربط برقرار نہ رہتا تھا۔ چنانچہ ایک ٹکڑا «وَ اِنْ تُرِكَ ذَلَّ» پر اور دوسرا «وَ صَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْجِرَاحِ» پر ختم ہوتا ہے اور تیسرا آخر کلام تک ہے۔

۲؎ اس سے معاویہ یا عمرو بن عاص مراد ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۲۱) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ سَاحَةِ الْحَرْبِ

وَ اَيُّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ اَحَسَّ مِنْ نَّفْسِهٖ رِبَاطَةَ جَاْشٍ عِنْدَ اللِّقَآءِ، وَ رَاٰى مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اِخْوَانِهٖ فَشَلًا، فَلْيَذُبَّ عَنْ اَخِيْهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِيْ فُضِّلَ بِهَا عَلَيْهِ كَمَا يَذُبُّ عَنْ نَّفْسِهٖ، فَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهٗ مِثْلَهٗ.

اِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِيْثٌ لَّا يَفُوْتُهُ الْمُقِيْمُ، وَ لَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ. اِنَّ اَكْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ! وَالَّذِيْ نَفْسُ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ بِيَدِهٖ، لَاَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ اَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ مِّيْتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ!.

[مِنْهُ]

وَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْكُمْ تَكِشُّوْنَ كَشِيْشَ الضِّبَابِ: لَا تَاْخُذُوْنَ حَقًّا، وَ لَا تَمْنَعُوْنَ ضَيْمًا. قَدْ خُلِّيْتُمْ وَ الطَّرِيْقَ، فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ، وَ الْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۲۱)

جنگ کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا

تم میں سے جو شخص بھی جنگ کے موقع پر اپنے دل میں حوصلہ و دلیری محسوس کرے اور اپنے کسی بھائی سے کمزوری کے آثار دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنی شجاعت کی برتری کے ذریعہ سے جس کے لحاظ سے وہ اس پر فوقیت رکھتا ہے اس سے (دشمنوں کو) اسی طرح دور کرے جیسے انہیں اپنے سے دور ہٹاتا ہے۔ اس لئے کہ اگر اللہ چاہے تو اسے بھی ویسا ہی کردے۔

بیشک موت تیزی سے ڈھونڈ ھنے والی ہے۔ نہ ٹھہرنے والا اس سے بچ کر نکل سکتا ہے اور نہ بھاگنے والا اسے عاجز کرسکتا ہے۔ بلاشبہ قتل ہونا عزت کی موت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابن ابی طالبؑ کی جان ہے کہ بستر پر اپنی موت مرنے سے تلوار کے ہزار وار کھانا مجھے آسان ہیں۔

[اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے]

گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم (شکست و ہزیمت کے وقت) اس طرح کی آوازیں نکال رہے ہو جس طرح سوسماروں کے اژدہام کے وقت ان کے جسموں کے رگڑ کھانے کی آواز ہوتی ہے۔ نہ تم اپنا حق لیتے ہو اور نہ توہین آمیز زیادتیوں کی روک تھام کرسکتے ہو۔ تمہیں راستے پر کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ نجات اس کیلئے ہے کہ جو اپنے کو (جنگ میں) جھونک دے اور جو سوچتا ہی رہ جائے اس کیلئے ہلاکت وتباہی ہے۔

--☆☆--

(۱۲۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ حَثِّ اَصْحَابِهٖ عَلَى الْقِتَالِ

فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ، وَ اَخِّرُوا الْحَاسِرَ، وَ عَضُّوْا عَلَى الْاَضْرَاسِ، فَاِنَّهٗ اَنْبٰى لِلسُّيُوْفِ عَنِ الْهَامِ، وَ الْتَوُوْا فِيْۤ اَطْرَافِ الرِّمَاحِ، فَاِنَّهٗۤ اَمْوَرُ لِلْاَسِنَّةِ، وَ غُضُّوا الْاَبْصَارَ، فَاِنَّهٗ اَرْبَطُ لِلْجَاْشِ وَ اَسْكَنُ لِلْقُلُوْبِ، وَ اَمِيْتُوا الْاَصْوَاتَ فَاِنَّهٗ اَطْرَدُ لِلْفَشَلِ.

وَ رَايَتَكُمْ فَلَا تُمِيْلُوْهَا وَ لَا تُخِلُّوْهَا، وَ لَا تَجْعَلُوْهَا اِلَّا بِاَيْدِيْ شُجْعَانِكُمْ، وَ الْمَانِعِيْنَ الذِّمَارَ مِنْكُمْ، فَاِنَّ الصَّابِرِيْنَ عَلٰى نُزُوْلِ الْحَقَآئِقِ هُمُ الَّذِيْنَ يَحُفُّوْنَ بِرَايَاتِهِمْ، وَ يَكْتَنِفُوْنَهَا: حِفَافَيْهَا، وَ وَرَآءَهَا، وَ اَمَامَهَا، لَا يَتَاَخَّرُوْنَ عَنْهَا فَيُسْلِمُوْهَا، وَ لَا يَتَقَدَّمُوْنَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوْهَا. اَجْزَاَ امْرُؤٌ قِرْنَهٗ، وَ اٰسٰى اَخَاهُ بِنَفْسِهٖ، وَ لَمْ يَكِلْ قِرْنَهٗ اِلٰۤى اَخِيْهِ فَيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ قِرْنُهٗ وَ قِرْنُ اَخِيْهِ.

وَايْمُ اللهِ! لَئِنْ فَرَرْتُمْ مِنْ سَيْفِ الْعَاجِلَةِ، لَا تَسْلَمُوْا مِنْ سَيْفِ الْاٰخِرَةِ، وَ اَنْتُمْ لَهَامِيْمُ الْعَرَبِ، وَ السَّنَامُ الْاَعْظَمُ، اِنَّ فِي الْفِرَارِ مَوْجِدَةَ اللهِ، وَ الذُّلَّ اللَّازِمَ، وَ الْعَارَ الْبَاقِيَ، وَ اِنَّ الْفَارَّ لَغَيْرُ مَزِيْدٍ فِيْ عُمُرِهٖ، وَ لَا مَحْجُوْزٍ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ يَوْمِهٖ.

خطبہ (۱۲۲)

اپنے اصحابؑ کو جنگ پر آمادہ کرنے کیلئے فرمایا

زرہ پوش کو آگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے کر دو اور دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جاتی ہیں اور نیزوں کی انیوں کو پہلو بدل کر خالی دیا کرو کہ اس سے اُن کے رخ پلٹ جاتے ہیں۔ آنکھیں جھکائے رکھو کہ اس سے حوصلہ مضبوط رہتا ہے اور دل ٹھہرے رہتے ہیں اور آوازوں کو بلند نہ کرو کہ اس سے بزدلی دور رہتی ہے۔

اور اپنا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دو اور نہ اسے اکیلا چھوڑو۔ اسے اپنے جوانمردوں اور عزت کے پاسبانوں کے ہاتھوں ہی میں رکھو، چونکہ مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے پر وہی لوگ صبر کرتے ہیں جو اپنے جھنڈوں کے گرد گھیرا ڈال کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ وہ پیچھے نہیں ہٹتے کہ اسے (دشمنوں کے ہاتھوں میں) سونپ دیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے اکیلا چھوڑ دیں۔ ہر شخص اپنے مدمقابل سے خود نپٹے اور دل و جان سے اپنے بھائی کی بھی مدد کرے اور اپنے حریف کو کسی اور بھائی کے حوالے نہ کرے کہ یہ اور اس کا حریف ایکا کر کے اس پر ٹوٹ پڑیں۔

خدا کی قسم! تم اگر دنیا کی تلوار سے بھاگے تو آخرت کی تلوار سے نہیں بچ سکتے۔ تم تو عرب کے جوانمرد اور سر بلند لوگ ہو۔ (یاد رکھو کہ) بھاگنے میں اللہ کا غضب اور نہ مٹنے والی رسوائی اور ہمیشہ کیلئے ننگ و عار ہے۔ بھاگنے والا اپنی عمر بڑھا نہیں لیتا اور نہ اس میں اور اس کی موت کے دن میں کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے۔

اَلرَّآئِحُ اِلَى اللّٰهِ كَالظَّمْاٰنِ يَرِدُ الْمَآءَ. اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَطْرَافِ الْعَوَالِيْ! اَلْيَوْمَ تُبْلَى الْاَخْبَارُ! وَاللّٰهِ! لَاَنَا اَشْوَقُ اِلٰى لِقَآئِهِمْ مِنْهُمْ اِلٰى دِيَارِهِمْ.

اَللّٰهُمَّ فَاِنْ رَّدُّوا الْحَقَّ فَافْضُضْ جَمَاعَتَهُمْ، وَ شَتِّتْ كَلِمَتَهُمْ، وَ اَبْسِلْهُمْ بِخَطَايَاهُمْ. اِنَّهُمْ لَنْ يَّزُوْلُوْا عَنْ مَّوَاقِفِهِمْ دُوْنَ طَعْنٍ دِرَاكٍ يَّخْرُجُ مِنْهُ النَّسِيْمُ، وَ ضَرْبٍ يَّفْلِقُ الْهَامَ، وَ يُطِيْحُ الْعِظَامَ، وَ يُنْدِرُ السَّوَاعِدَ وَ الْاَقْدَامَ، وَ حَتّٰى يُرْمَوْا بِالْمَنَاسِرِ تَتْبَعُهَا الْمَنَاسِرُ، وَ يُرْجَمُوْا بِالْكَتَآئِبِ تَقْفُوْهَا الْحَلَآئِبُ، وَ حَتّٰى يُجَرَّ بِبِلَادِهِمُ الْخَمِيْسُ يَتْلُوْهُ الْخَمِيْسُ، وَ حَتّٰى تَدْعَقَ الْخُيُوْلُ فِيْ نَوَاحِرِ اَرْضِهِمْ، وَ بِاَعْنَانِ مَسَارِبِهِمْ وَ مَسَارِحِهِمْ.

اَقُوْلُ: «اَلدَّعْقُ»: الدَّقُّ، اَیْ: تَدُقُّ الْخُيُوْلُ بِحَوَافِرِهَا اَرْضَهُمْ.

وَ «نَوَاحِرِ اَرْضِهِمْ»: مُتَقَابِلَاتُهَا، يُقَالُ: مَنَازِلُ بَنِیْ فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ، اَیْ: تَتَقَابَلُ.

-----☆☆-----

اللہ کی طرف جانے والا تو ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا پانی تک پہنچ جائے۔ جنت نیزوں کی انیوں کے نیچے ہے۔ آج حالات پرکھ لئے جائینگے۔ خدا کی قسم! میں ان دشمنوں سے دوبدو ہوکر لڑنے کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں جتنا یہ اپنے گھروں کو پلٹنے کے مشتاق ہوں گے۔

خداوندا! اگر یہ حق کو ٹھکرا دیں تو ان کے جتھے کو توڑ دے اور انہیں ایک آواز پر جمع نہ ہونے دے اور ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ و برباد کر۔ یہ اپنے موقف (شر و فساد) سے اس وقت تک ہٹنے والے نہیں جب تک تابڑ توڑ نیزوں کے ایسے وار نہ ہوں کہ (جس سے زخموں کے منہ اس طرح کھل جائیں کہ) ہوا کے جھونکے گزر سکیں اور تلواروں کی ایسی چوٹیں نہ پڑیں کہ جو سروں کو شگافتہ کر دیں اور ہڈیوں کے پرخچے اڑا دیں اور بازوؤں اور قدموں کو توڑ کر پھینک دیں اور پے در پے لشکروں کا نشانہ نہ بنائے جائیں اور ایسی فوجیں ان پر ٹوٹ نہ پڑیں کہ جن کے پیچھے (کمک کیلئے) اور شہسواروں کے دستے ہوں اور جب تک کہ ان کے شہروں پر یکے بعد دیگرے فوجوں کی چڑھائی نہ ہو، یہاں تک کہ گھوڑے ان کی زمینوں کو آخر تک روند ڈالیں اور ان کے سبزہ زاروں اور چراگاہوں کو پامال کر دیں۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ: «اَلدَّعْقُ» کے معنی روندنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے اپنے سموں سے انکی زمینوں کو روند دیں۔

اور «نَوَاحِرِ اَرْضِهِمْ» سے مراد وہ زمینیں ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ عرب اگر یوں کہیں کہ: «مَنَازِلُ بَنِیْ فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ» تو اسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلاں قبیلے کے گھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔

--☆☆--

۱۵ حضرتؑ نے یہ خطبہ جنگِ صفین کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ یہ جنگ امیر المومنین علیہ السلام اور امیر شام معاویہ کے درمیان ۳۷ھ میں خونِ عثمان کے قصاص کے نام سے لڑی گئی، مگر اصل حقیقت اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ امیر شام جو حضرت عمر کے عہد سے شام کا خود مختار حکمران چلا آ رہا تھا، حضرتؑ کے ہاتھوں پر بیعت کر کے شام کی ولایت سے دستبردار ہونا نہ چاہتا تھا اور قتل عثمان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ جیسا کہ بعد کے واقعات اس کے شاہد ہیں کہ اس نے حکومت حاصل کر لینے کے بعد خونِ عثمان کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اٹھایا اور بھولے سے بھی قاتلین عثمان کا نام نہ لیا۔

امیر المومنین علیہ السلام کو اگرچہ پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ اس سے ایک نہ ایک دن جنگ ضرور ہو گی، تاہم اس پر اتمام حجت کر دینا ضروری تھا۔ اس لیے جب ۱۲ رجب روز دوشنبہ ۳۶ھ میں جنگ جمل سے فارغ ہو کر وارد کوفہ ہوئے تو جریر ابن عبد اللہ بجلی کو خط دے کر معاویہ کے پاس دمشق روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا کہ مہاجرین و انصار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں، لہٰذا تم بھی میری اطاعت قبول کرتے ہوئے پہلے بیعت کرو اور پھر قتل عثمان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو تاکہ میں کتاب و سنت کے مطابق اس کا فیصلہ کروں۔ مگر معاویہ نے جریر کو حیلے بہانوں سے روک لیا اور عمرو ابن عاص سے مشورہ کرنے کے بعد خون عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے سربرآوردہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و نافہم عوام کو یقین دلا دیا کہ حضرت عثمان کے قتل کی ذمہ داری حضرت علی علیہ السلام پر عائد ہوتی ہے اور وہی اپنے طرز عمل سے محاصرہ کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنے والے اور انہیں اپنے دامن میں پناہ دینے والے ہیں اور ادھر حضرت عثمان کا خون آلودہ پیراہن اور ان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر لٹکا دیں جس کے گرد ستر ہزار شامی دھاڑیں مار مار کر روتے اور قصاصِ عثمان کے عہد و پیمان باندھتے تھے۔ جب معاویہ نے شامیوں کے جذبات اس حد تک بھڑکا دیئے کہ وہ جان دینے اور کٹ مرنے کیلئے آمادہ ہو گئے تو خونِ عثمان کے قصاص پر ان سے بیعت لی اور حرب و پیکار کے سروسامان کرنے میں مصروف ہو گیا اور جریر کو یہ سارا نقشہ دکھا کر ناکام ان رخصت کر دیا۔

جب امیر المومنین علیہ السلام کو جریر ابن عبد اللہ کی زبانی ان واقعات کا علم ہوا تو آپؑ اس کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور مالک بن حبیب یربوعی کو وادی نخیلہ میں فوجوں کی فراہمی کا حکم دیا۔ چنانچہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں پر جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کی تعداد اسّی (۸۰) ہزار سے متجاوز ہو گئی۔ حضرتؑ نے پہلے آٹھ ہزار کا ایک ہراول دستہ زیاد ابن نضر حارثی کی زیر قیادت اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح بن ہانی کی زیر سرکردگی شام کی جانب روانہ کیا اور اس مقدمۃ الجیش کی روانگی کے بعد ۵ شوال روز چہارشنبہ خود بھی بقایا لشکر کو لے کر شام کی جانب چل دیئے۔

جب حدود کوفہ سے نکلے تو نماز ظہر ادا فرمائی اور دیر ابو موسیٰ، نہر نرس، قبہ قبین، بابل، دیر کعب، کربلا، ساباط، بہر سیر، انبار اور جزیرہ میں منزل کرتے ہوئے مقام رقہ پر پہنچے۔ یہاں کے لوگ حضرت عثمان کے ہوا خواہ تھے اور یہیں پر سماک ابن مخرمہ اسدی بنی اسد کے آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ یہ لوگ امیر المومنین علیہ السلام سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس جانے کیلئے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے

حضرتؑ کی فوج کو دیکھا تو دریائے فرات پر سے کشتیوں کا پل اتار دیا تا کہ آپؑ کی فوج ادھر سے دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نہ جا سکے، مگر مالک اشتر کے ڈرانے دھمکانے سے وہ لوگ خوفزدہ ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد کشتیوں کو پھر سے جوڑ دیا جس سے حضرتؑ اپنے لشکر سمیت گزر گئے۔

جب دریا کے اس پار اترے تو دیکھا کہ زیاد اور شریح بھی اپنے اپنے دستوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہیں۔ چونکہ ان دونوں نے دریائے فرات کے کنارے خشکی کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہاں پہنچ کر جب انہیں معلوم ہوا کہ امیر شام اپنی فوجوں کے ہمراہ فرات کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ شامی فوج کا مقابلہ نہ کرسکیں گے امیر المومنین علیہ السلام کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے۔ جب ان لوگوں نے اپنے رک جانے کی وجہ بیان کی تو حضرتؑ نے ان کے عذر کو صحیح قرار دیا اور یہاں سے پھر انہیں آگے کی جانب روانہ کر دیا۔

جب یہ فصیل روم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ابوالاعور سلمی سپاہ شام کے ساتھ چھاؤنی ڈالے ہوئے ہے۔ ان دونوں نے امیر المومنین علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی جس پر حضرت نے مالک بن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر ان کے عقب میں روانہ کر دیا اور انہیں تاکید فرما دی کہ جنگ میں پہل نہ کریں اور جہاں تک بن پڑے انہیں سمجھانے بجھانے اور حقیقت حال پر مطلع کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ مالک اشتر نے وہاں پہنچ کر ان سے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ جنگ تو ہر وقت شروع کی جا سکتی تھی مگر انہوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ایسا اقدام کیا کہ جس سے جنگ کے چھڑنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی۔ مگر ابوالاعور نے اچانک رات کے وقت ان پر حملہ بول دیا جس پر انہوں نے بھی تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان کی روک تھام کیلئے آمادہ ہو گئے۔ کچھ دیر تک آپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں۔ آخر وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جنگ کی ابتدا تو ہو چکی تھی۔ صبح ہوتے ہی عراقیوں کے ایک سپہ سالار ہاشم ابن عتبہ میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ ادھر سے بھی فوج کا ایک دستہ مقابلہ کیلئے اتر آیا اور دونوں طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ آخر مالک اشتر نے ابوالاعور کو اپنے مقابلہ کیلئے للکارا مگر وہ ان کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا اور شام کے وقت اپنے لشکر کو لے کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔

دوسرے دن امیر المومنین علیہ السلام بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ہراول دستوں اور فوجوں کے ہمراہ صفین کے رخ پر چل دیئے کہ جہاں معاویہ نے پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر مورچے قائم کر لئے تھے اور فرات کے گھاٹ پر پہرا بٹھا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرتؑ نے وہاں پہنچ کر اسے فرات پر سے پہرا اٹھا لینے کیلئے کہلوایا مگر اس نے انکار کیا جس پر عراقی سپاہیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور دلیرانہ حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو حضرتؑ نے بشیر ابن عمرو انصاری، سعید ابن قیس ہمدانی اور شبث ابن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بھیجا تا کہ اسے جنگ کے نشیب و فراز سمجھائیں اور مصالحت و بیعت کیلئے آمادہ کریں۔ مگر اس نے یہ جواب دیا کہ ہم کسی طرح عثمان کے خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی۔

چنانچہ ذی الحجہ ۳۶ ھ میں دونوں فریق میں جنگ کی ٹھن گئی اور دونوں طرف سے مردان کارزار اپنے حریف کے مقابلہ کیلئے میدان میں اتر آئے۔ حضرتؑ کی طرف سے میدانِ مقابلہ میں آنے والے حجر بن عدی کندی، شبث بن ربعی، خالد بن معمر، زیاد بن نصر، زیاد بن خصفہ تمیمی،

سعید بن قیس، قیس بن سعد اور مالک بن حارث اشتر تھے اور شامیوں کی طرف سے عبد الرحمٰن بن خالد مخزومی، ابو الاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ فہری، عبد اللہ ابن ذی الکلاع حمیری، عبید اللہ بن عمر بن خطاب، شرحبیل ابن سمط کندی اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے۔ جب ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہو گیا تو محرم میں جنگ کا سلسلہ روک دینا پڑا اور یکم صفر روز چہار شنبہ سے پھر جنگ شروع ہو گئی اور دونوں فریق تلواروں، نیزوں، تیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئے۔ حضرتؑ کی طرف سے اہل کوفہ کے سواروں پر مالک اشتر اور پیادوں پر عمار بن یاسر اور اہل بصرہ کے سواروں پر سہل بن حنیف اور پیادوں پر قیس بن سعد سپہ سالار متعین ہوئے اور علم لشکر ہاشم بن عتبہ کے سپرد کیا گیا اور سپاہ شام کے میمنہ پر ابن ذی الکلاع اور میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور سواروں پر عمرو بن عاص اور پیادوں پر ضحاک بن قیس امیر سپاہ مقرر ہوئے۔

- پہلے دن مالک اشتر اپنے دستہ کے ساتھ میدان وَغا میں آئے اور ادھر سے ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلمہ اپنی فوج کو لے کر نکلا اور دونوں طرف سے خونریز جنگ شروع ہو گئی اور دن بھر تلواریں تلواروں سے اور نیزے نیزوں سے ٹکراتے رہے۔
- دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سپاہ علوی کے ساتھ نکلے اور ادھر سے ابو الاعور سوار و پیادے لے کر مقابلہ میں آیا اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو سوار سواروں پر اور پیادے پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑے صبر و استقلال سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور سہتے رہے۔
- تیسرے دن عمار بن یاسر اور زیاد بن نضر سوار و پیادے لے کر نکلے اور ادھر سے عمرو بن عاص سپاہ کثیر لے کر بڑھا۔ زیاد نے فوجِ مخالف کے سواروں پر اور عمار یاسر نے پیادوں پر ایسے جوش و خروش سے حملے کئے کہ سپاہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر اپنی قیام گاہوں کی طرف پلٹ گئے۔
- چوتھے دن محمد بن حنفیہ اپنے دستہ فوج کے ساتھ میدان میں آئے اور ادھر سے عبید اللہ بن عمر شامیوں کے لشکر کے ساتھ بڑھا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔
- پانچویں دن عبد اللہ بن عباس آگے بڑھے اور ادھر سے ولید بن عتبہ سامنے آیا۔ عبد اللہ بن عباس نے بڑی پامردی و جرأت سے حملے کئے اور اس طرح جوہر شجاعت دکھائے کہ دشمن میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔
- چھٹے دن قیس بن سعد انصاری فوج کو لے کر بڑھے اور ان کے مقابلہ میں ذو الکلاع اپنا دستہ لے کر بڑھا اور ایسا سخت رن پڑا کہ قدم قدم پر لاشے تڑپتے اور خون کے سیلاب بہتے ہوئے نظر آنے لگے۔ آخر رات کے اندھیرے نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔
- ساتویں دن مالک اشتر نکلے اور ان کے مقابلہ میں حبیب ابن مسلمہ اپنی سپاہ کے ساتھ بڑھا اور ظہر تک معرکہ کارزار گرم رہا۔
- آٹھویں دن خود امیر المومنین علیہ السلام لشکر کے جلو میں نکلے اور اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں زلزلہ آ گیا اور صفوں کو چیرتے اور تیر و سنان کے حملے روکتے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور معاویہ کو للکارا جس پر وہ عمرو ابن عاص کو لئے ہوئے کچھ قریب آیا تو

آپؑ نے فرمایا:

أُبْرُزْ إِلَيَّ، فَأَيُّنَا قَتَلَ صَاحِبَهُ فَالْأَمْرُ لَهُ.

تم خود میرے مقابلہ کیلئے نکلو اور پھر جو اپنے حریف کو مار لے وہ خلافت کو سنبھال لے۔[1]

جس پر عمرو ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ علی علیہ السلام بات تو انصاف کی کہتے ہیں۔ ذرا جرأت کرو اور مقابلہ کر دیکھو۔ معاویہ نے کہا کہ میں تمہارے تاننے کی وجہ سے اپنی جان گنوانے کیلئے تیار نہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گیا۔ حضرتؑ نے اسے جاتے دیکھا تو مسکرا کر خود بھی لوٹ آئے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے صفین کے میدان میں جس بے جگری سے حملے کئے اسے اعجازی قوت ہی کا کرشمہ کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب بھی آپؑ میدان میں للکارتے ہوئے نکلتے، دشمن کی صفین ابتری اور سراسیمگی کے عالم میں منتشر ہو جاتیں اور جی توڑ کر لڑنے والے بھی آپؑ کے مقابلہ میں آنے سے ہچکچانے لگتے۔ اسی لئے حضرتؑ بعض دفعہ لباس تبدیل فرما کر میدان میں آئے تا کہ دشمن پہچان نہ سکے اور کوئی دو بدو ہو کر لڑنے کیلئے تیار ہو جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ عباس ابن ربیعہ کے مقابلہ میں ادھر سے غراز ابن ادہم نکلا اور دونوں داؤ پیچ دکھاتے رہے مگر کوئی اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا۔ اتنے میں عباس کو اس کی زرہ کا ایک حلقہ ڈھیلا دکھائی دیا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت چابکدستی سے اس حلقہ کو تلوار کی نوک میں پرو لیا اور جھٹکا دے کر زرہ کے حلقے چیر ڈالے اور پھر تاک کر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے سینہ کے اندر اتر گئی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ معاویہ اس آواز پر چونکا اور جب اسے یہ معلوم ہوا کہ غراز مارا گیا تو پیچ وتاب کھانے لگا اور پکار کر کہا کہ کوئی ہے جو عباس کو قتل کر کے غراز کا بدلہ لے۔ جس پر قبیلہ بنی لخم کے دو شمشیر زن اٹھ کھڑے ہوئے اور عباس کو اپنے مقابلہ میں للکارا۔ عباس نے کہا کہ میں اپنے امیر سے اجازت لے کر آتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرتؑ کے پاس اجازت طلب کرنے کیلئے آئے۔ حضرتؑ نے انہیں روک کر ان کا لباس خود پہن لیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آ گئے۔ لخمی آپؑ کو عباس سمجھ کر کہنے لگا کہ: کیا اپنے امیر سے اجازت لے آئے ہو؟ حضرتؑ نے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾[2]: ''جن (مسلمانوں) کے خلاف (کافر) لڑا کرتے ہیں اب انہیں بھی جنگ کی اجازت ہے، کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے''۔

اب ان میں سے ایک فیل مست کی طرح چنگھاڑتا ہوا نکلا اور آپؑ پر حملہ کیا مگر آپؑ نے اس کا وار خالی جانے دیا اور پھر اس طرح صفائی سے اس کی کمر پر تلوار چلائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے یہ سمجھا کہ وار خالی گیا ہے مگر جب اس کا گھوڑا اچھلا تو اس کے دونوں ٹکڑے الگ الگ زمین پر جا پڑے۔ اس کے بعد دوسرا نکلا اور وہ بھی چشم زدن میں ڈھیر ہو گیا۔ پھر حضرتؑ نے دوسروں کو مقابلہ کیلئے للکارا مگر دشمن تلوار کے وار سے سمجھ گیا کہ عباس کے بھیس میں خود امیر المومنین علیہ السلام ہیں اس لئے کسی نے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔

---

[1] وقعۃ صفین، ص ۲۷۵۔

[2] سورہ حج، آیت ۳۹۔

- نویں دن میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے اور میسرہ عبداللہ ابن عباس کے زیر کمان تھا اور قلب لشکر میں خود امیر المومنین علیہ السلام رونق افزا تھے اور ادھر سے حبیب ابن مسلمہ سپاہ شام کی قیادت کر رہا تھا۔ جب دونوں صفیں ایک دوسرے کے قریب ہوئیں تو بہادروں نے تلواریں سونت لیں اور ایک دوسرے پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور ہر طرف رَن پر رَن پڑنے لگا۔ حضرتؑ کے میمنہ لشکر کا علم بنی ہمدان کے ہاتھوں میں گردش کر رہا تھا۔ چنانچہ جب بھی ان میں سے کوئی شہید ہو کر گرتا تھا تو دوسرا بڑھ کر علم اٹھا لیتا۔ پہلے کریب ابن شریح نے علم سپاہ بلند کیا۔ ان کے شہید ہونے پر شرحبیل ابن شریح نے، پھر مرثد ابن شریح نے، پھر ہبیرہ ابن شریح نے، پھر ندیم ابن شریح نے۔ ان سب بھائیوں کے مارے جانے کے بعد عمیر ابن بشیر نے بڑھ کر علم لے لیا۔ ان کے شہید ہونے کے بعد حارث ابن بشیر نے اور پھر وہب ابن کریب نے اٹھا لیا۔ آج دشمن کا زیادہ زور میمنہ ہی پر تھا اور اس کے حملے اتنے شدید تھے کہ میمنہ لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا اور رئیس میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے ہمراہ صرف دو تین سو آدمی رہ گئے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو مالک اشتر سے فرمایا: ذرا انہیں پکارو اور کہو کہ کہاں بھاگے جا رہے ہو، اگر زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں تو بھاگ کر موت سے بچ نہیں سکتے۔ ادھر میمنہ لشکر کی ہزیمت سے قلب لشکر کا متاثر ہونا بھی چونکہ ضروری تھا اس لئے حضرتؑ میسرہ کی طرف مڑ گئے اور صفوں کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے کہ بنی امیہ کے ایک غلام احمر نامی نے حضرتؑ سے کہا کہ: خدا مجھے مارے اگر میں آج آپؑ کو قتل نہ کروں۔ یہ سن کر حضرتؑ کا غلام کیسان اس کی طرف جھپٹا مگر اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ حضرتؑ نے یہ دیکھا تو بڑھ کر اسے دامن زرہ سے پکڑ لیا اور اونچا لے جا کر اس طرح زمین پر پٹکا کہ اس کے جوڑ بند الگ ہو گئے اور امام حسن علیہ السلام اور محمد ابن حنفیہ نے بڑھ کر اسے دار البوار میں پہنچا دیا۔

ادھر مالک اشتر کے للکارنے اور شرم و غیرت دلانے سے بھاگنے والے پلٹ پڑے اور پھر جم کر اس طرح حملہ کیا کہ دشمن کو ڈھکیلتے ہوئے وہیں پہنچ گئے جہاں عبداللہ ابن بدیل نرغہ میں گھرے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے اپنے آدمیوں کو دیکھا تو ان کی ہمت بندھ گئی اور تلوار سونت کر معاویہ کے خیمہ کی طرف لپکے۔ مالک اشتر نے انہیں روکنا چاہا مگر وہ نہ رکے اور سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر معاویہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ معاویہ نے جب انہیں بڑھتے دیکھا تو ان پر پتھراؤ کا حکم دیا جس سے آپ نڈھال ہو کر گر پڑے اور شامیوں نے ہجوم کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ مالک اشتر نے یہ دیکھا تو قبیلہ ہمدان اور بنی مذحج کے جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ پر حملہ کرنے کیلئے بڑھے اور اس کے گرد حلقہ کرنے والے حفاظتی دستوں کو منتشر کرنا شروع کیا۔ جب ان کے پانچ حلقوں میں سے صرف ایک حلقہ منتشر ہونے سے رہ گیا تو معاویہ نے گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ دیا اور بھاگنے پر تیار ہو گیا مگر ایک شخص کے ڈھارس بندھانے سے پھر رک گیا۔

ادھر میدان کارزار میں عمار ابن یاسر اور ہاشم ابن عتبہ کی تلواروں سے اس سرے سے لے کر اس سرے تک تلاطم برپا تھا۔ حضرت عمار جدھر سے ہو کر گزرتے تھے صحابہ ہجوم کر کے آپؑ کے ساتھ ہو لیتے تھے اور پھر مل کر اس طرح حملہ کرتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچ جاتا تھا۔ معاویہ نے جب ان کو بڑھتے دیکھا تو اپنی تازہ دم فوجیں ان کی طرف جھونک دیں۔ مگر آپ تلواروں اور سنانوں کے ہجوم میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر ابو عادیہ مری نے آپ پر نیزہ لگایا جس سے آپ سنبھل نہ سکے اور ابن جون نے آگے بڑھ کر آپ کو

شہید کر دیا۔ عمار یاسر کی شہادت سے معاویہ کی فوج میں ہلچل مچ گئی، کیونکہ ان کے متعلق پیغمبر ﷺ کا ارشاد: «تَقْتُلُ عَمَّارَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ»[1]: ''عمار ایک باغی گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے'' وہ سن چکے تھے۔ چنانچہ ان کی شہادت سے پہلے ذوالکلاع نے عمرو ابن عاص سے کہا بھی تھا کہ میں عمار کو علی علیہ السلام کے ساتھ دیکھ رہا ہوں، کیا وہ باغی گروہ ہم ہی تو نہیں؟ جس پر عمرو نے یہ کہا تھا کہ: آخر میں عمار ہمارے ساتھ مل جائیں گے۔ مگر جب وہ امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اگرچہ باغی گروہ بے نقاب ہو چکا تھا اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تھی مگر معاویہ نے شامیوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ: عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علی علیہ السلام ہیں، چونکہ وہی انہیں میدان جنگ میں لانے والے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے یہ پرفریب جملہ سنا تو فرمایا کہ: پھر حمزہ کے قاتل رسول اللہ ﷺ تھے جو انہیں میدان اُحد میں لائے تھے۔ اس معرکہ میں ہاشم ابن عتبہ بھی کام آ گئے جو حارث ابن منذر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ان کے بعد علمِ لشکر ان کے فرزند عبداللہ نے سنبھال لیا۔

جب ایسے ایسے جان نثار ختم ہو چکے تو حضرتؑ نے قبیلہ ہمدان اور ربیعہ کے جوانمردوں سے کہا کہ تم میرے لئے بمنزلہ زرہ اور نیزہ کے ہو۔ اٹھو اور ان باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ چنانچہ قبیلہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار نبرد آزما شمشیر بکف اٹھ کھڑے ہوئے۔ علم لشکر حصین ابن منذر نے اٹھا لیا اور دشمن کی صفوں میں گھس کر اس طرح تلواریں چلائیں کہ سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے اور ہر طرف خون کے سیلاب بہہ نکلے مگر ان شمشیر زنوں کے حملے کسی طرح رکنے میں نہ آتے تھے۔ یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سمٹنے لگا اور شام کے بھیانک اندھیرے پھیلنے لگے اور وہ دہشت انگیز و بلاخیز رات شروع ہوئی جسے تاریخ میں ''لیلۃ الہریر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس میں ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور شامیوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ امیر المومنین علیہ السلام کے باطل شکن نعروں سے ایک طرف دلوں میں ہمت و شجاعت کی لہریں دوڑ رہی تھیں اور دوسری طرف سینوں میں کلیجے دہل رہے تھے۔ جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی، تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے، نیزوں کی چوبیں ٹوٹ چکی تھیں، صرف تلواروں سے دست بدست جنگ ہوتی رہی اور کشتوں کے پشتے لگتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہونے تک مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو گئی۔

- دسویں دن امیر المومنین علیہ السلام کے لشکریوں کے وہی دم خم تھے۔ میمنہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر ابن عباس متعین تھے اور تازہ دم سپاہیوں کی طرح حملوں پر حملے کئے جا رہے تھے۔ شامیوں پر شکست کے آثار ظاہر ہو چکے تھے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کو تیار ہی تھے کہ پانچ سو (۵۰۰) قرآن نیزوں پر بلند کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا گیا۔ چلتی ہوئی تلواریں رک گئیں، فریب کا حربہ چل نکلا اور باطل کے اقتدار کیلئے راستہ ہموار ہو گیا۔ اس جنگ میں ۴۵ ہزار شامی مارے گئے اور ۲۵ ہزار عراقی شہید ہوئے۔

(کتاب صفین، نصر ابن مزاحم المنقری المتوفی ۲۱۲ھ۔ تاریخ طبری)

☆☆☆☆☆

[1] البدایۃ والنہایۃ، ج ۳ ص ۲۱۷۔

(۱۲۳) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي التَّحْكِيْمِ

اِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ، وَ اِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْاٰنَ. وَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَّسْتُوْرٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ، لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ، وَ لَا بُدَّ لَهٗ مِنْ تَرْجُمَانٍ، وَ اِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ.

وَ لَمَّا دَعَانَا الْقَوْمُ اِلٰۤى اَنْ نُّحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْاٰنَ لَمْ نَكُنِ الْفَرِيْقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾، فَرَدُّهٗۤ اِلَى اللّٰهِ اَنْ نَّحْكُمَ بِكِتَابِهٖ، وَ رَدُّهٗۤ اِلَى الرَّسُوْلِ اَنْ نَّاْخُذَ بِسُنَّتِهٖ، فَاِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَنَحْنُ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٖ، وَ اِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فَنَحْنُ اَوْلَاهُمْ بِهٖ.

وَ اَمَّا قَوْلُكُمْ: لِمَ جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ اَجَلًا فِي التَّحْكِيْمِ؟ فَاِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ وَ يَتَثَبَّتَ الْعَالِمُ، وَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ فِيْ هٰذِهِ الْهُدْنَةِ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، وَ لَا تُؤْخَذَ بِاَكْظَامِهَا فَتَعْجَلَ عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ وَ تَنْقَادَ لِاَوَّلِ الْغَيِّ.

خطبہ (۱۲۳)

تحکیم کے بارے میں فرمایا

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا۔ چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کیلئے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں۔

جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے، جبکہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ”اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کیلئے) اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو“۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پر چلیں۔ چنانچہ اگر کتابِ خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رُو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حقدار ہوں گے اور اگر سنتِ رسولؐ کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے۔

اب رہا تمہارا یہ قول کہ: ”آپؑ نے تحکیم کیلئے اپنے اور ان کے درمیان مہلت کیوں رکھی؟“، تو یہ میں نے اس لئے کیا کہ (اس عرصہ میں) نہ جاننے والا تحقیق کر لے اور جاننے والا اپنے مسلک پر جم جائے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ اس صلح کی وجہ سے اس اُمت کے حالات درست کر دے اور وہ (بے خبری میں) گلا گھونٹ کر تیار نہ کی جائے کہ حق کے واضح ہونے سے پہلے جلدی میں کوئی قدم اٹھا بیٹھے اور پہلی ہی گمراہی کے پیچھے لگ جائے۔

اِنَّ اَفۡضَلَ النَّاسِ عِنۡدَ اللهِ مَنۡ كَانَ الۡعَمَلُ بِالۡحَقِّ اَحَبَّ اِلَيۡهِ ـ وَ اِنۡ نَّقَصَهٗ وَ كَرَثَهٗ ـ مِنَ الۡبَاطِلِ وَ اِنۡ جَرَّ اِلَيۡهِ فَآئِدَةً وَّ زَادَهٗ، فَاَيۡنَ يُتَاهُ بِكُمۡ ! وَ مِنۡ اَيۡنَ اُتِيۡتُمۡ ! اِسۡتَعِدُّوۡا لِلۡمَسِيۡرِ اِلٰى قَوۡمٍ حَيَارٰى عَنِ الۡحَقِّ لَا يُبۡصِرُوۡنَهٗ وَ مُوۡزَعِيۡنَ بِالۡجَوۡرِ لَا يَعۡدِلُوۡنَ بِهٖ، جُفَاةٍ عَنِ الۡكِتَابِ، نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيۡقِ.

مَاۤ اَنۡتُمۡ بِوَثِيۡقَةٍ يُعۡلَقُ بِهَا، وَ لَا زَوَافِرِ عِزٍّ يُّعۡتَصَمُ اِلَيۡهَا. لَبِئۡسَ حُشَّاشُ نَارِ الۡحَرۡبِ اَنۡتُمۡ! اُفٍّ لَّكُمۡ! لَقَدۡ لَقِيۡتُ مِنۡكُمۡ بَرۡحًا، يَوۡمًا اُنَادِيۡكُمۡ وَ يَوۡمًا اُنَاجِيۡكُمۡ، فَلَاۤ اَحۡرَارُ صِدۡقٍ عِنۡدَ النِّدَآءِ، وَ لَاۤ اِخۡوَانُ ثِقَةٍ عِنۡدَ النَّجَآءِ!.

-----☆☆-----

بلا شبہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو حق پر عمل پیرا رہے، چاہے وہ اس کیلئے باعث نقصان و مضرت ہو اور باطل کی طرف رخ نہ کرے، چاہے وہ اس کے کچھ فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ تمہیں تو بھٹکایا جارہا ہے۔ آخر تم کہاں سے (شیطان کی راہ پر) لائے گئے ہو۔ تم اس قوم کی طرف بڑھنے کیلئے مستعد و آمادہ ہو جاؤ کہ جو حق سے منہ موڑ کر بھٹک رہی ہے کہ اسے دیکھتی ہی نہیں اور وہ بے راہ رویوں میں بہکا دیئے گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ کتاب خدا سے الگ رہنے والے اور صحیح راستے سے ہٹ جانے والے ہیں۔

لیکن تم تو کوئی مضبوط وسیلہ ہی نہیں ہو کہ تم پر بھروسا کیا جائے اور نہ عزت کے سہارے ہو کہ تم سے وابستہ ہوا جائے۔ تم (دشمن کیلئے) جنگ کی آگ بھڑکانے کے اہل نہیں ہو۔ تم پر افسوس ہے کہ مجھے تم سے کتنی تکلیفیں اٹھانا پڑی ہیں۔ میں کسی دن تمہیں (دین کی امداد کیلئے) پکارتا ہوں اور کسی دن تم سے (جنگ کی) راز دارانہ باتیں کرتا ہوں، مگر تم نہ پکارنے کے وقت سچے جوانمرد اور نہ راز کی باتوں کیلئے قابل اعتماد بھائی ثابت ہوتے ہو۔

--☆☆--

(۱۲۴) وَمِنۡ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۲۴)

لَمَّا عُوۡتِبَ عَلَى التَّسۡوِيَةِ فِي الۡعَطَآءِ:

جب مال کی تقسیم میں آپؑ کے برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اُٹھے تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اَتَاۡمُرُوۡنِّيۡۤ اَنۡ اَطۡلُبَ النَّصۡرَ بِالۡجَوۡرِ فِيۡمَنۡ وُّلِّيۡتُ عَلَيۡهِ! وَاللهِ! لَاۤ اَطُوۡرُ بِهٖ مَا سَمَرَ سَمِيۡرٌ، وَ مَاۤ اَمَّ نَجۡمٌ فِي السَّمَآءِ نَجۡمًا! لَوۡ كَانَ الۡمَالُ لِيۡ لَسَوَّيۡتُ بَيۡنَهُمۡ، فَكَيۡفَ وَ اِنَّمَا الۡمَالُ

کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں ان پر ظلم و زیادتی کر کے (کچھ لوگوں کی) امداد حاصل کروں تو خدا کی قسم! جب تک دنیا کا قصہ چلتا رہے گا اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے، میں اس چیز کے قریب بھی نہیں پھٹکوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم

مَالُ اللّٰهِ.

اَلَا وَ اِنَّ اِعْطَآءَ الْمَالِ فِیْ غَیْرِ حَقِّهٖ تَبْذِیْرٌ وَّ اِسْرَافٌ، وَ هُوَ یَرْفَعُ صَاحِبَهٗ فِی الدُّنْیَا وَ یَضَعُهٗ فِی الْاٰخِرَةِ، وَ یُكْرِمُهٗ فِی النَّاسِ وَ یُهِیْنُهٗ عِنْدَ اللّٰهِ، وَ لَمْ یَضَعِ امْرُؤٌ مَالَهٗ فِیْ غَیْرِ حَقِّهٖ وَ لَا عِنْدَ غَیْرِ اَهْلِهٖ اِلَّا حَرَمَهُ اللّٰهُ شُكْرَهُمْ وَ كَانَ لِغَیْرِهٖ وُدُّهُمْ، فَاِنْ زَلَّتْ بِهِ النَّعْلُ یَوْمًا فَاحْتَاجَ اِلٰی مَعُوْنَتِهِمْ فَشَرُّ خَدِیْنٍ وَّ اَلْاَمُ خَلِیْلٍ!.

-----☆☆-----

کرتا، چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔

دیکھو بغیر کسی حق کے داد و دہش کرنا بے اعتدالی اور فضول خرچی ہے اور یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کر دیتی ہے، لیکن آخرت میں پست کرتی ہے اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتی، مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے۔ جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے یا نااہل افراد کو دے گا اللہ اسے ان کے شکریہ سے محروم ہی رکھے گا اور ان کی دوستی و محبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گی اور اگر کسی دن اس کے پیر پھسل جائیں (یعنی فقر و تنگدستی اسے گھیر لے) اور انکی امداد کا محتاج ہو جائے تو وہ اس کیلئے بہت ہی بُرے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے۔

--☆☆--

(۱۲۵) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِلْخَوَارِجِ اَیْضًا

فَاِنْ اَبَیْتُمْ اِلَّا اَنْ تَزْعُمُوْا اَنِّیْۤ اَخْطَاْتُ وَ ضَلَلْتُ، فَلِمَ تُضَلِّلُوْنَ عَامَّةَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ بِضَلَالِیْ، وَ تَاْخُذُوْنَهُمْ بِخَطَئِیْ، وَ تُكَفِّرُوْنَهُمْ بِذُنُوْبِیْ! سُیُوْفُكُمْ عَلٰی عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُوْنَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ وَ السُّقْمِ، وَتَخْلِطُوْنَ مَنْ اَذْنَبَ بِمَنْ لَّمْ یُذْنِبْ.

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ رَجَمَ الزَّانِیَ الْمُحْصَنَ، ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْهِ ثُمَّ وَرَّثَهٗ اَهْلَهٗ، وَ قَتَلَ الْقَاتِلَ وَ وَرَّثَ مِیْرَاثَهٗ اَهْلَهٗ، وَ قَطَعَ السَّارِقَ وَ جَلَدَ الزَّانِیَ غَیْرَ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَیْهِمَا مِنَ الْفَیْءِ وَ نَكَحَا

خطبہ (۱۲۵)

خوارج کے متعلق فرمایا

اگر تم اس خیال سے باز آنے والے نہیں ہو کہ میں نے غلطی کی اور گمراہ ہو گیا ہوں تو میری گمراہی کی وجہ سے اُمتِ محمدؐ کے عام افراد کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو؟ اور میری غلطی کی پاداش انہیں کیوں دیتے ہو؟ اور میرے گناہوں کے سبب سے انہیں کیوں کافر کہتے ہو؟ تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہر موقع و بے موقع جگہ پر وار کئے جا رہے ہو اور بے خطاؤں کو خطا کاروں کے ساتھ ملائے دیتے ہو۔

حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اس کی پڑھی اور اس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا اور قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی، چور کے ہاتھ کاٹے اور زنائے غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا اور انہوں نے (مسلمان ہونیکی حیثیت سے) مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کئے۔

الْمُسْلِمَاتِ فَاَخَذَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِذُنُوْبِهِمْ، وَ اَقَامَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهِمْ، وَ لَمْ يَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِنَ الْاِسْلَامِ، وَ لَمْ يُخْرِجْ اَسْمَآئَهُمْ مِنْ بَيْنِ اَهْلِهٖ. ثُمَّ اَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ، وَ مَنْ رَّمٰى بِهِ الشَّيْطٰنُ مَرَامِيَهٗ، وَضَرَبَ بِهٖ تِيْهَهٗ!.

وَ سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ: مُحِبٌّ مُّفْرِطٌ يَّذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ، وَ مُبْغِضٌ مُّفْرِطٌ يَّذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ اِلٰى غَيْرِ الْحَقِّ، وَ خَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالًا النَّمَطُ الْاَوْسَطُ فَالْزَمُوْهُ، وَ الْزَمُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ، فَاِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ، وَ اِيَّاكُمْ وَ الْفُرْقَةَ! فَاِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطٰنِ، كَمَاۤ اَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ.

اَلَا مَنْ دَعَاۤ اِلٰى هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوْهُ، وَ لَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِيْ هٰذِهٖ، وَ اِنَّمَا حُكِّمَ الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَا مَاۤ اَحْيَا الْقُرْاٰنُ، وَ يُمِيْتَا مَاۤ اَمَاتَ الْقُرْاٰنُ، وَ اِحْيَآؤُهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلَيْهِ، وَ اِمَاتَتُهُ الْاِفْتِرَاقُ عَنْهُ، فَاِنْ جَرَّنَا الْقُرْاٰنُ اِلَيْهِمْ

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اور جو ان کے بارے میں اللہ کا حق (حد شرعی) تھا اسے جاری کیا، مگر انہیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کئے۔ اس کے بعد (ان شر انگیزیوں کے معنی یہ ہیں کہ) تم ہو ہی شر پسند اور وہ کہ جنہیں شیطان نے اپنی مقصد برآری کی راہ پر لگا رکھا ہے اور گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے۔

(یاد رکھو کہ) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے: ایک حد سے زیادہ چاہنے والے جنہیں محبت (کی افراط) غلط راستے پر لگا دے گی اور ایک میرے مرتبہ میں کمی کر کے دشمنی رکھنے والے کہ جنہیں یہ عناد حق سے بے راہ کر دے گا۔ میرے متعلق درمیانی راہ اختیار کرنے والے ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے۔ تم اسی راہ پر جمے رہو اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ لگ جاؤ۔ چونکہ اللہ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد رکھنے والوں پر ہے اور تفرقہ و انتشار سے باز آ جاؤ اس لئے کہ جماعت سے الگ ہو جانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے، جس طرح گلہ سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیئے کو مل جاتی ہے۔

خبردار! جو بھی ایسے نعرے لگا کر اپنی طرف بلائے اسے قتل کر دو، اگرچہ وہ اسی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو (یعنی میں خود کیوں نہ ہوں) اور وہ دونوں حکم (ابوموسیٰ و عمرو ابن عاص) تو صرف اس لئے ثالث مقرر کئے گئے تھے کہ وہ انہی چیزوں کو زندہ کریں جنہیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور انہی چیزوں کو نیست و نابود کریں جنہیں قرآن نے نیست و نابود کیا ہے۔ کسی چیز کے زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر یکجہتی کے ساتھ متحد ہوا جائے اور اس کے نیست و نابود کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ اب اگر قرآن ہمیں ان لوگوں

اتَّبَعْنَاهُمْ، وَ اِنْ جَرَّهُمْ اِلَيْنَا اتَّبَعُوْنَا.

فَلَمْ اٰتِ ـ لَا اَبَا لَكُمْ ـ بُجْرًا، وَ لَا خَتَلْتُكُمْ عَنْ اَمْرِكُمْ، وَ لَا لَبَّسْتُهٗ عَلَيْكُمْ، اِنَّمَا اجْتَمَعَ رَاْیُ مَلَئِكُمْ عَلٰى اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ، اَخَذْنَا عَلَيْهِمَاۤ اَنْ لَّا يَتَعَدَّيَا الْقُرْاٰنَ، فَتَاهَا عَنْهُ، وَ تَرَكَا الْحَقَّ وَ هُمَا يُبْصِرَانِهٖ، وَ كَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَيَا عَلَيْهِ، وَ قَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَآؤُنَا عَلَيْهِمَا ـ فِی الْحُكُوْمَةِ بِالْعَدْلِ، وَ الصَّمْدِ لِلْحَقِّ ـ سُوْٓءَ رَاْيِهِمَا وَ جَوْرَ حُكْمِهِمَا.

(کی اطاعت) کی طرف لے جاتا تو ہم ان کے پیرو بن جاتے اور اگر انہیں ہماری طرف لائے تو پھر انہیں ہمارا اتباع کرنا چاہیے۔

تمہارا بُرا ہو! میں نے کوئی مصیبت تو کھڑی نہیں کی اور نہ کسی بات میں تمہیں دھوکا دیا ہے اور نہ اس میں فریب کاری کی ہے۔ تمہاری جماعت ہی کی یہ رائے قرار پائی تھی کہ دو آدمی چن لئے جائیں جن سے ہم نے یہ اقرار لے لیا تھا کہ وہ قرآن سے تجاوز نہ کریں گے۔ لیکن وہ اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے باوجود قرآن سے بہک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے اور ان کے جذبات بے راہ روی کے مقتضی ہوئے۔ چنانچہ وہ اس روش پر چل پڑے (حالانکہ) ہم نے پہلے ہی ان سے شرط کر لی تھی کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق کا مقصد پیش نظر رکھنے میں بدنیتی و بے راہ روی کو دخل نہ دیں گے۔ (اگر ایسا ہوا تو وہ فیصلہ ہمارے لئے قابل تسلیم نہ ہوگا)۔

--☆☆--

(۱۲۶) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْمَا يُخْبِرُ بِهٖ عَنِ الْمَلَاحِمِ بِالْبَصْرَةِ

يَاۤ اَحْنَفُ! كَاَنِّیْ بِهٖ وَ قَدْ سَارَ بِالْجَيْشِ الَّذِیْ لَا يَكُوْنُ لَهٗ غُبَارٌ وَّ لَا لَجَبٌ، وَ لَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ، وَ لَا حَمْحَمَةُ خَيْلٍ، يُثِيْرُوْنَ الْاَرْضَ بِاَقْدَامِهِمْ كَاَنَّهَاۤ اَقْدَامُ النَّعَامِ.

يُوْمِئُ بِذٰلِكَ اِلٰى صَاحِبِ الزَّنْجِ. ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

وَيْلٌ لِّسِكَكِكُمُ الْعَامِرَةِ، وَ الدُّوْرِ الْمُزَخْرَفَةِ الَّتِیْ لَهَاۤ اَجْنِحَةٌ كَاَجْنِحَةِ

خطبہ (۱۲۶)

اس میں بصرہ کے اندر برپا ہونے والے ہنگاموں کا تذکرہ ہے

اے احنف! میں اس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ گرد و غبار ہے، نہ شور و غوغا، نہ لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے اور نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز۔ وہ لوگ زمین کو اپنے پیروں سے جو شتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں روندر ہے ہوں گے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس سے حبشیوں کے سردار[1] کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

ان لوگوں کے ہاتھوں سے کہ جن کے قتل ہو جانے والوں پر بین نہیں کیا جاتا اور گم ہونے والوں کو ڈھونڈھا نہیں جاتا، تمہاری ان آباد

النُّسُوْرِ، وَ خَرَاطِيْمُ كَخَرَاطِيْمِ الْفِيَلَةِ، مِنْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَا يُنْدَبُ قَتِيْلُهُمْ، وَ لَا يُفْقَدُ غَآئِبُهُمْ. اَنَا كَابُّ الدُّنْيَا لِوَجْهِهَا، وَ قَادِرُهَا بِقَدْرِهَا، وَ نَاظِرُهَا بِعَيْنِهَا.

[مِنْهُ: يُوْمِئُ بِهٖۤ اِلٰى وَصْفِ الْاَتْرَاكِ]

كَاَنِّیْۤ اَرَاهُمْ قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ، يَلْبَسُوْنَ السَّرَقَ وَ الدِّيْبَاجَ، وَ يَعْتَقِبُوْنَ الْخَيْلَ الْعِتَاقَ، وَ يَكُوْنُ هُنَاكَ اسْتِحْرَارُ قَتْلٍ، حَتّٰى يَمْشِیَ الْمَجْرُوْحُ عَلَى الْمَقْتُوْلِ، وَ يَكُوْنَ الْمُفْلِتُ اَقَلَّ مِنَ الْمَاْسُوْرِ!.

فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ: لَقَدْ اُعْطِيْتَ يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عِلْمَ الْغَيْبِ! فَضَحِكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قَالَ لِلرَّجُلِ ـ وَ كَانَ كَلْبِيًّا ـ:

يَاۤ اَخَا كَلْبٍ! لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ، وَ اِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِّنْ ذِیْ عِلْمٍ، وَ اِنَّمَا عِلْمُ الْغَيْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَ مَا عَدَّدَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِقَوْلِهٖ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ...﴾ الْاٰيَةَ، فَيَعْلَمُ سُبْحَانَهٗ مَا فِی الْاَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى، وَ قَبِيْحٍ اَوْ جَمِيْلٍ، وَ سَخِیٍّ اَوْ بَخِيْلٍ، وَ شَقِیٍّ اَوْ سَعِيْدٍ، وَ مَنْ يَّكُوْنُ فِی النَّارِ حَطَبًا، اَوْ فِی الْجِنَانِ لِلنَّبِيِّيْنَ مُرَافِقًا، فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِیْ لَا يَعْلَمُهٗۤ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ، وَ مَا سِوٰى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ

گلیوں اور سجے سجائے مکانوں کیلئے تباہی ہے کہ جن کے چھجے گِدوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کے مانند ہیں۔ میں دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اور اس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں۔

[اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے]

میں ایسے لوگوں[۲] کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں۔ وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اصیل گھوڑوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہو گی، یہاں تک کہ زخمی کشتوں کے اوپر سے ہو کر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے۔

(اس موقع پر) آپؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلہ بنی کلب سے تھا عرض کیا کہ: یا امیر المومنینؑ! آپؑ کو تو علم غیب[۳] حاصل ہے۔ جس پر آپؑ ہنسے اور فرمایا:

اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں، بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے جاننے کا نام ہے کہ جنہیں اللہ سبحانہ نے ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ ...﴾ والی آیت میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شکموں میں کیا ہے، نر ہے یا مادہ، بدصورت ہے یا خوبصورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہو گا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو دیا اور نبیؐ نے مجھے بتایا اور میرے

عَلَّمَهُ اللّٰهُ نَبِيَّهُ بِهٖ فَعَلَّمَنِيْهِ، وَ دَعَا لِيْ بِاَنْ يَّعِيَهُ صَدْرِيْ، وَ تَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِيْ.

-----☆☆-----

لئے دُعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔

--☆☆--

ا؂ علی ابن محمد ”رے“ کے مضافات میں ورزنین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ خوارج کے فرقہ ازارقہ سے تعلق رکھتا تھا اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مُدعی بنتا تھا، مگر اہل انساب و سیر نے اس کے دعوائے سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے باپ کا نام ”محمد ابن احمد“ کے بجائے ”محمد ابن ابراہیم“ تحریر کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولد ہوا تھا۔

علی ابن محمد نے ۲۵۵ھ میں مہتدی باللہ کے دور میں خروج کیا اور اطراف بصرہ میں بسنے والے غلاموں کو مال و دولت اور آزادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ۱۷ شوال ۲۵۷ھ میں مار دھاڑ کرتا ہوا بصرہ کے اندر داخل ہوا اور صرف دو دن میں تیس ہزار افراد کو کہ جن میں بچے، بوڑھے، عورتیں سب ہی تھیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور ظلم و سفاکی اور وحشت و خونخواری کی انتہا کر دی۔ مکانوں کو مسمار کر دیا اور مسجدوں میں آگ لگا دی اور لگاتار چودہ برس تک قتل و غارت گری کے بعد موفق کے دور میں صفر ۲۷۰ھ میں قتل ہوا اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے نجات ملی۔

امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی ان پیشین گوئیوں میں سے ہے جو آپؑ کے علم امامت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لشکر کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے کہ نہ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز اور نہ ہتھیاروں کے کھڑکھڑانے کی صدا ہوگی، ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ: جب یہ خروج کے ارادے سے مقام کرخ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اس کا خیر مقدم کیا اور ایک شخص نے ایک گھوڑا بطور تحفہ اسے پیش کیا، مگر تلاش کے باوجود اس کیلئے لگام نہ مل سکی۔ آخر ایک رسی کی لگام دے کر اس پر سوار ہوا اور یونہی اس کے لشکر میں اس وقت صرف تین تلواریں تھیں: ایک خود اس کے پاس اور ایک علی ابن ابان مہلبی اور ایک محمد ابن مسلم کے پاس اور بعد میں لوٹ مار سے کچھ اور اسلحہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

۲؂ امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی تاتاریوں کے حملہ کے متعلق ہے جو ترکستان کے شمال مشرق کی جانب صحرائے منگولیا کے رہنے والے تھے۔ ان نیم وحشی قبیلوں کی زندگی لوٹ مار اور قتل و غارت میں گزرتی تھی اور آپس میں لڑتے بھڑتے اور گرد و نواح پر حملے کرتے رہتے تھے۔ ہر قبیلہ کا سردار الگ الگ ہوتا تھا جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ چنگیز خان جو انہی تاتاری قبائل کے حکمران خاندان کا ایک فرد اور بڑا باہمت و جرأت مند تھا ان تمام منتشر و پراگندہ قبیلوں کو منظم کرنے کیلئے اٹھا اور ان کے مزاحم ہونے کے باوجود اپنی قوت و حسن تدبیر سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا اور ایک کثیر تعداد اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے ۶۰۶ھ میں سیلاب کی طرح امنڈا اور شہروں کو غرق اور آبادیوں کو ویران کرتا ہوا شمالی چین تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

جب اس کا اقتدار قائم ہو گیا تو اس نے اپنے ہمسایہ ملک ترکستان کے فرمانروا علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف دست مصالحت بڑھایا اور ایک وفد بھیج کر اس سے عہد لیا کہ تاتاری تاجر اس کے علاقہ میں خرید و فروخت کیلئے آتے جاتے رہیں گے۔ ان کے جان و مال کو کسی قسم کا گزند

نہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک وہ بے کھٹکے آتے جاتے رہے، مگر ایک موقع پر اس نے تاتاری تاجروں پر جاسوسی کا الزام لگا کر ان کا مال لوٹ لیا اور انہیں والیٔ اترار کے ذریعہ قتل کروا دیا۔ چنگیز خان کو جب معاہدہ کی خلاف ورزی اور تاتاری تاجروں کے مارے جانے کا علم ہوا تو اس کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، غصہ میں پیچ و تاب کھانے لگا اور علاؤ الدین کو پیغام بھیجا کہ وہ تاتاری تاجروں کا مال واپس کرے اور والیٔ اترار کو اس کے حوالے کرے، مگر علاؤ الدین اپنی قوت و طاقت کے نشہ میں مدہوش تھا، اس نے کوئی پروانہ کی اور ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے چنگیز خان کے ایلچی کو بھی مروا دیا۔ اب چنگیز خان میں تابِ ضبط نہ رہی۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا، شمشیر بکف اٹھ کھڑا ہوا اور تاتاری جنگجو باد رفتار گھوڑے دوڑاتے ہوئے بخارا پر چڑھ دوڑے۔ علاؤ الدین بھی چار لاکھ نبرد آزماؤں کے ساتھ مقابلہ کو نکلا مگر تاتاریوں کے تابڑ توڑ حملوں کو نہ روک سکا اور چند ہی حملوں میں سپر انداختہ ہو کر جیحون کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ تاتاریوں نے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ مسجدوں اور مدرسوں کو مسمار اور گھروں کو پھونک کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور بلا امتیاز زن و مرد سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اگلے سال سمرقند پر یورش کی اور اسے بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

علاؤ الدین کے نکل بھاگنے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی تھی۔ تاتاریوں نے اس کا بھی پیچھا کیا، مگر وہ دس برس تک اِدھر سے اُدھر بھاگتا پھرا اور ان کے ہاتھ نہ لگا اور آخر دریا کو عبور کر کے اپنی حدودِ سلطنت سے باہر نکل گیا۔ اس اثنا میں تاتاریوں نے آباد زمینوں کو ویران اور نسل انسانی کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ نہ کوئی شہر ان کی غارت گریوں سے بچ سکا اور نہ کوئی آبادی ان کی پامالیوں سے محفوظ رہ سکی۔ جدھر کا رخ کیا مملکتوں کو تہ و بالا کر دیا، حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور تھوڑے عرصہ میں ایشیا کے بالائی حصہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

جب ۶۲۲ھ میں چنگیز خان کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اوکتائی خان تخت نشین ہوا جس نے ۶۲۸ھ میں جلال الدین کو ڈھونڈھ نکالا اور اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد چنگیز خان کے دوسرے لڑکے تولی خان کا بیٹا منکو خان تخت حکومت پر بیٹھا۔ منکو خان کے بعد قبیلائی خان مملکت کے ایک حصہ کا وارث ہوا اور وسط ایشیا اس کے بھائی ہلاکو خان کے حصہ میں آیا۔ جب سلطنت چنگیز خان کے پوتوں میں بٹ گئی تو ہلاکو خان اسلامی ممالک کو تسخیر کرنے کی فکر میں تھا ہی کہ خراسان کے حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آ کر اسے خراسان پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس نے خراسان پر چڑھائی کر دی اور حنفیوں نے اپنے کو تاتاری تلواروں سے محفوظ سمجھتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ مگر تاتاریوں نے حنفیوں اور شافعیوں میں کوئی امتیاز نہ کیا اور جو سامنے آیا اسے تہ تیغ کر دیا اور وہاں کی بیشتر آبادی کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا اور انہی شافعیوں اور حنفیوں کے جھگڑوں نے اس کیلئے عراق تک کے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ خراسان کو فتح کرنے کے بعد اس کی ہمت بڑھ گئی اور ۶۵۶ھ میں دو لاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد کی جانب لشکر کشی کی۔ معتصم باللہ کی فوج اور اہل بغداد نے مل کر مقابلہ کیا مگر اس سیلاب بلا کو روکنا ان کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ تاتاری مار دھاڑ کرتے ہوئے عاشورا کے دن بغداد کے اندر داخل ہو گئے اور چالیس دن تک اپنی خون آشام تلواروں کی پیاس بجھاتے رہے۔ گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہا دیں، راستے لاشوں سے پاٹ دیئے، لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور معتصم باللہ کو پیروں کے نیچے روند کر مار ڈالا اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنوؤں اور تہ خانوں میں

چھپ کر ان کی انکھوں سے اوجھل رہ سکے۔ یہ تھی بغداد کی وہ تباہی کہ جس سے عباسی سلطنت بنیاد سے ہل گئی اور اس کا پرچم پھر لہرا نہ سکا۔

بعض مؤرخین نے اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری ابن علقمی پر عائد کی ہے کہ اس نے شیعوں کے قتل عام اور محلہ کرخ کی تباہی سے متاثر ہو کر نصیر الدین طوسی وزیر ہلاکو خان کی وساطت سے اسے بغداد پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ اگر ایسا ہو بھی تو اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے پہلے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی تحریک خلیفہ عباسی الناصر لدین اللہ کر چکا تھا۔ چنانچہ جب خوارزمیوں نے مرکز خلافت کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے چنگیز خان کو خوارزم پر حملہ کرنے کیلئے کہلوایا تھا جس سے تاتاریوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں میں یکجہتی و اتحاد نہیں ہے اور پھر حنفیوں نے شافعیوں کی سرکوبی کیلئے ہلاکو خان کو بلوا بھیجا تھا جس کے نتیجہ میں خراسان پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا اور بغداد کی طرف پیش قدمی کرنے کیلئے انہیں راستہ مل گیا۔ ان حالات میں بغداد کی تباہی کا ذمہ دار صرف ابن علقمی کو ٹھہرانا اور الناصر لدین اللہ کی تحریک اور حنفی و شافعی نزاع کو نظر انداز کر دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے، جب کہ بغداد کی تباہی کا پیش خیمہ یہی خراسان کی فتح تھی کہ جس کا سبب وہاں کے حنفی باشندے تھے۔ چنانچہ اسی فتح کی وجہ سے اس کا اتنا حوصلہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ آور ہو، ورنہ محض ایک شخص کے پیغام کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بغداد ایسے قدیم مرکز پر یلغار کرتا ہوا پہنچ جاتا کہ جس کی سطوت و ہیبت کی دھاک ایک دنیا کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

۳؎ ذاتی طور پر عالم الغیب ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی طرف سے کسی امر پر مطلع ہو کر خبر دینا دوسری چیز ہے۔ انبیاء و اولیاء علیہم السلام کو جو مستقبل کا علم ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے سکھانے اور بتانے سے ہوتا ہے اگر کوئی ذاتی طور پر مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہے تو وہ صرف اللہ سبحانہ ہے۔ البتہ وہ جس کو چاہتا ہے امور غیب پر مطلع کر دیتا ہے، چنانچہ اس کا ارشاد ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝۲۶ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾

وہی غیب کا جاننے والا ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔[1]

یونہی امیر المومنین علیہ السلام کو بھی مستقبل کا علم تعلیم رسولؐ و القائے ربانی سے حاصل ہوتا تھا جس کیلئے آپؑ کا یہ کلام شاہد ہے۔ البتہ کبھی بعض چیزوں پر مطلع کرنے کی مصلحت یا ضرورت نہیں ہوتی تو انہیں پردۂ خفا میں رہنے دیا جاتا ہے جن پر کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۳۴﴾

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور شکموں میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ (ان چیزوں سے) آگاہ اور باخبر ہے۔[2]

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ جن، آیت ۲۶-۲۷۔

[2] سورۂ لقمان، آیت ۳۴۔

(۱۲۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ ذِكْرِ الْمَكَايِيْلِ وَ الْمَوَازِيْنِ

عِبَادَ اللهِ! اِنَّكُمْ ـ وَ مَا تَاْمُلُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَاـ اَثْوِيَآءُ مُؤَجَّلُوْنَ، وَ مَدِيْنُوْنَ مُقْتَضَوْنَ: اَجَلٌ مَّنْقُوْصٌ، وَ عَمَلٌ مَّحْفُوْظٌ، فَرُبَّ دَآئِبٍ مُّضَيِّعٌ، وَ رُبَّ كَادِحٍ خَاسِرٌ. وَ قَدْ اَصْبَحْتُمْ فِیْ زَمَنٍ لَّا يَزْدَادُ الْخَيْرُ فِيْهِ اِلَّاۤ اِدْبَارًا، وَ لَا الشَّرُّ اِلَّا اِقْبَالًا، وَ لَا الشَّيْطٰنُ فِیْ هَلَاكِ النَّاسِ اِلَّا طَمَعًا.

فَهٰذَا اَوَانٌ قَوِيَتْ عُدَّتُهٗ، وَ عَمَّتْ مَكِيْدَتُهٗ، وَ اَمْكَنَتْ فَرِيْسَتُهٗ. اِضْرِبْ بِطَرْفِكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ، فَهَلْ تُبْصِرُ اِلَّا فَقِيْرًا يُكَابِدُ فَقْرًا، اَوْ غَنِيًّا بَدَّلَ نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا، اَوْ بَخِيْلًا اتَّخَذَ الْبُخْلَ بِحَقِّ اللهِ وَفْرًا، اَوْ مُتَمَرِّدًا كَاَنَّ بِاُذُنِهٖ عَنْ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ وَقْرًا!.

اَيْنَ خِيَارُكُمْ وَ صُلَحَآؤُكُمْ! وَ اَيْنَ اَحْرَارُكُمْ وَ سُمَحَآؤُكُمْ! وَ اَيْنَ الْمُتَوَرِّعُوْنَ فِیْ مَكَاسِبِهِمْ، وَ الْمُتَنَزِّهُوْنَ فِیْ مَذَاهِبِهِمْ! اَ لَيْسَ قَدْ ظَعَنُوْا جَمِيْعًا عَنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ، وَ الْعَاجِلَةِ الْمُنَغِّصَةِ، وَ هَلْ خُلِّفْتُمْ اِلَّا فِیْ حُثَالَةٍ لَّا تَلْتَقِیْ بِذَمِّهِمُ الشَّفَتَانِ،

خطبہ (۱۲۷)

جس میں آپؑ نے پیمانوں اور ترازوؤں کا ذکر فرمایا ہے

اللہ کے بندو! تم اور تمہاری اس دنیا سے بندھی ہوئی امیدیں مقررہ مدت کی مہمان ہیں اور ایسے قرضدار جن سے ادائیگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔ عمر ہے جو گھٹتی جا رہی ہے اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں۔ بہت سے دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں اور بہت سے سعی و کوشش میں لگے رہنے والے گھاٹے میں جا رہے ہیں۔ تم ایسے زمانے میں ہو کہ جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور برائی آگے بڑھ رہی ہے اور لوگوں کو تباہ کرنے میں شیطان کی حرص تیز ہوتی جا رہی ہے۔

چنانچہ یہی وہ وقت ہے کہ اس (کے ہتھکنڈوں) کا سروسامان مضبوط ہو چکا ہے اور اس کی سازشیں پھیل رہی ہیں اور اس کے شکار آسانی سے پھنس رہے ہیں۔ جدھر چاہو لوگوں پر نگاہ دوڑاؤ، تم یہی دیکھو گے کہ ایک طرف کوئی فقیر فقر و فاقہ جھیل رہا ہے اور دوسری طرف دولت مند نعمتوں کو کفرانِ نعمت سے بدل رہا ہے اور کوئی بخیل اللہ کے حق کو دبا کر مال بڑھا رہا ہے اور کوئی سرکش پند و نصیحت سے کان بند کئے پڑا ہے۔

کہاں ہیں تمہارے نیک اور صالح افراد؟ اور کہاں ہیں تمہارے عالی حوصلہ اور کریم النفس لوگ؟ کہاں ہیں کاروبار میں (دغا و فریب) سے بچنے والے اور اپنے طور طریقوں میں پاک و پاکیزہ رہنے والے؟ کیا وہ سب کے سب اس ذلیل اور زندگی کا مزا کرکرا کرنے والی تیز رو دنیا سے گزر نہیں گئے اور کیا تم ان کے بعد ایسے رذیل اور ادنیٰ لوگوں میں نہیں رہ گئے کہ جن کے مرتبہ کو پست و حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کے

اسْتِصْغَارًا لِقَدْرِهِمْ، وَ ذَهَابًا عَنْ ذِكْرِهِمْ؟! فَ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾، ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ﴾ فَلَا مُنْكِرٌ مُّغَيِّرٌ، وَلَا زَاجِرٌ مُّزْدَجِرٌ.

اَفَبِهٰذَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُجَاوِرُوا اللّٰهَ فِيْ دَارِ قُدْسِهٖ، وَ تَكُوْنُوْۤا اَعَزَّ اَوْلِيَآئِهٖ عِنْدَهٗ؟ هَيْهَاتَ! لَا يُخْدَعُ اللّٰهُ عَنْ جَنَّتِهٖ، وَلَا تُنَالُ مَرْضَاتُهٗ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ. لَعَنَ اللّٰهُ الْاٰمِرِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِكِيْنَ لَهٗ، وَ النَّاهِيْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِيْنَ بِهٖ!.

-----☆☆-----

ذکر سے پہلو بچاتے ہوئے ہونٹ ان کی مذمت میں بھی کھلنا گوارا نہیں کرتے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾، فساد اُبھر آیا ہے، برائی کا وہ دور ایسا ہے کہ انقلاب کے کوئی آثار نہیں اور نہ کوئی روک تھام کرنے والا ہے جو خود بھی باز رہے۔

کیا انہی کرتوتوں سے جنت میں اللہ کے پڑوس میں بسنے اور اس کا گہرا دوست بننے کا ارادہ ہے؟ ارے توبہ! اللہ کو دھوکا دے کر اس سے جنت نہیں لی جا سکتی اور بغیر اس کی اطاعت کے اس کی رضامندیاں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے کہ جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں اور خود اسے چھوڑ بیٹھیں اور دوسروں کو بری باتوں سے روکیں اور خود ان پر عمل کرتے ہیں۔

--☆☆--

(۱۲۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِاَبِيْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لَمَّاۤ اُخْرِجَ اِلَى الرَّبَذَةِ:

يَاۤ اَبَا ذَرٍّ! اِنَّكَ غَضِبْتَ لِلّٰهِ، فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهٗ، اِنَّ الْقَوْمَ خَافُوْكَ عَلٰى دُنْيَاهُمْ، وَ خِفْتَهُمْ عَلٰى دِيْنِكَ، فَاتْرُكْ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ مَا خَافُوْكَ عَلَيْهِ، وَ اهْرُبْ مِنْهُمْ بِمَا خِفْتَهُمْ عَلَيْهِ، فَمَاۤ اَحْوَجَهُمْ اِلٰى مَا مَنَعْتَهُمْ، وَ مَاۤ اَغْنَاكَ عَمَّا مَنَعُوْكَ! وَ سَتَعْلَمُ مَنِ الرَّابِحُ غَدًا، وَ الْاَكْثَرُ حُسَّدًا.

خطبہ (۱۲۸)

جب حضرت ابوذرؓ کو ربذہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو ان سے خطاب کر کے فرمایا:

اے ابوذر! تم اللہ کیلئے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اسی سے امید بھی رکھو۔ ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے اور تمہیں ان سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے، لہٰذا جس چیز کیلئے انہیں تم سے کھٹکا ہے وہ انہیں کے ہاتھ میں چھوڑ دو اور جس شے کیلئے تمہیں ان سے اندیشہ ہے اسے لے کر ان سے بھاگ نکلو۔ جس چیز سے تم انہیں محروم کر کے جا رہے ہو (کاش کہ وہ سمجھتے کہ) وہ اس کے کتنے حاجتمند ہیں اور جس چیز کو انہوں نے تم سے روک لیا ہے اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لو گے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد کرنے والے زیادہ ہیں۔

وَ لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرَضِيْنَ كَانَتَا عَلٰى عَبْدٍ رَتْقًا، ثُمَّ اتَّقَى اللّٰهَ، لَجَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْهُمَا مَخْرَجًا! لَا يُؤْنِسَنَّكَ اِلَّا الْحَقُّ، وَ لَا يُوْحِشَنَّكَ اِلَّا الْبَاطِلُ، فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَاَحَبُّوْكَ، وَلَوْ قَرَضْتَ مِنْهَا لَاَمَّنُوْكَ.

-----☆☆-----

اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اس کیلئے زمین و آسمان کی راہیں کھول دے گا۔ تمہیں صرف حق سے دلچسپی ہونا چاہیے اور صرف باطل ہی سے گھبرانا چاہیے۔ اگر تم ان کی دنیا قبول کر لیتے تو وہ تمہیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصہ اپنے لئے مقرر کرا لیتے تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے۔

--☆☆--

(ابوذرّ غفاریؓ) [1]

''ابوذرغفاری'' کا نام جندب ابن جنادہ تھا۔ ربذہ کے رہنے والے تھے جو مدینہ کی مشرقی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جب بعثتِ رسولؐ کا تذکرہ سنا تو مکہ آئے اور پوچھ گچھ کرنے کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں باریاب ہو کر اسلام قبول کیا جس پر کفار قریش نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اذیتوں پر اذیتیں پہنچائیں۔ مگر آپ کے ثباتِ قدم میں لغزش نہ آئی۔ اسلام لانے والوں میں آپ تیسرے یا چوتھے یا پانچویں ہیں اور اس سبقت اسلامی کے ساتھ آپ کے زہد و اتقاء کا یہ عالم تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَبُوْ ذَرٍّ فِیْ اُمَّتِیْ شَبِیْهُ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ فِیْ زُهْدِهٖ وَ وَرَعِهٖ.

میری اُمت میں ابوذر زہد و ورع میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی مثال ہیں۔ [1]

آپ حضرت عمر کے دورِ حکومت میں شام چلے گئے اور حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں بھی وہیں مقیم تھے۔ زندگی کے شب و روز ہدایت و تبلیغ کے فرائض سر انجام دینے، اہل بیت رسول علیہم السلام کی عظمت سے روشناس کرنے اور جادۂ حق کی طرف رہنمائی فرمانے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ شام اور جبل عامل میں شیعیت کے جو اثرات پائے جاتے ہیں وہ آپ ہی کی تبلیغ و مساعی کا نتیجہ اور آپ ہی کے بوئے ہوئے بیج کے برگ و بار ہیں۔ امیر شام معاویہ کو ان کی یہ روش پسند نہ تھی۔ چنانچہ وہ ان کے کھلم کھلا لے دے کرنے اور حضرت عثمان کی زراندوزی و بے راہ روی کے تذکرے کرنے سے انتہائی بیزار تھے، مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔ آخر اس نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر یہ کچھ عرصہ اور یہاں مقیم رہے تو ان اطراف کے لوگوں کو تم سے برگشتہ کر دیں گے، لہٰذا اس کا انسداد ہونا چاہیے۔ جس پر انہوں نے لکھا کہ ابوذر کو شتر بے پالان پر سوار کر کے مدینہ روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور انہیں مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو یہاں بھی حق و صداقت کی تبلیغ شروع کر دی۔ مسلمانوں کو پیغمبر کا عہد یاد دلاتے، کسروی و قیصری شان کے مظاہروں سے روکتے، جس پر حضرت عثمان جز بز ہوتے، ان کی زبان بندی کی تدبیریں کرتے۔ چنانچہ ایک دن انہیں بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے پھرتے ہو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

اِذَا كَمُلَتْ بَنُوْ اُمَيَّةَ ثَلَاثِيْنَ رَجُلًا، اتَّخَذُوْا بِلَادَ اللّٰهِ دُوَلًا، وَ عِبَادَ اللّٰهِ خَوَلًا، وَ دِيْنَ اللّٰهِ دَغَلًا.

---

[1] بحار الانوار، ج ٦، ص ۴۔

جب بنی امیہ کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے شہروں کو اپنی جاگیر اور اس کے بندوں کو اپنا غلام اور اس کے دین کو فریب کاری کا ذریعہ قرار دے لیں گے۔[1]

آپ نے کہا کہ بیشک میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ کو یہ فرماتے سنا تھا۔ عثمان نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور پاس بیٹھنے والوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے۔ سب نے نفی میں جواب دیا۔ جس پر حضرت ابوذر نے فرمایا کہ: امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے دریافت کیا جائے۔ چنانچہ آپؑ کو بلا کر دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ: ہاں یہ درست ہے اور ابوذر سچ کہتے ہیں۔ عثمان نے کہا کہ آپؑ کس بنا پر اس حدیث کی صحت کی گواہی دیتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو فرماتے سنا ہے کہ:

مَآ اَظَلَّتِ الْخَضْرَآءُ وَ لَآ اَقَلَّتِ الْغَبْرَآءُ عَلٰى ذِیْ لَهْجَةٍ اَصْدَقَ مِنْ اَبِیْ ذَرٍّ.

کسی بولنے والے پر آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے اسے نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔[2]

اب حضرت عثمان کیا کہہ سکتے تھے اگر جھٹلاتے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی تکذیب لازم آتی تھی۔ پیچ و تاب کھا کر رہ گئے اور کوئی تردید نہ کر سکے۔ ادھر حضرت ابوذر نے سرمایہ پرستی کے خلاف کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عثمان کو دیکھتے تو اس آیت کی تلاوت فرماتے:

﴿وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۳۴﴾ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾﴾

وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن کہ ان کا جمع کیا ہوا سونا چاندی دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جسے تم نے اپنے لئے ذخیرہ بنا کر رکھا تھا تو اب اس ذخیرہ اندوزی کا مزا چکھو۔[3]

حضرت عثمان نے مال و دولت کا لالچ دیا مگر اس طائر آزاد کو سنہری جال میں نہ جکڑ سکے۔ تشدد و سختی سے بھی کام لیا مگر ان کی زبان حق ترجمان کو بند نہ کر سکے۔ آخر انہیں مدینہ چھوڑ دینے اور ربذہ کی جانب چلے جانے کا حکم دیا اور طرید رسولؐ کے فرزند مروان کو اس پر مامور کیا کہ وہ انہیں مدینہ سے باہر نکال دے اور اس کے ساتھ یہ قہرمانی فرمان بھی صادر فرمایا کہ کوئی ان سے کلام نہ کرے اور نہ انہیں الوداع کہے۔ مگر امیر المومنین علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، عقیل، عبد اللہ ابن جعفر اور عمار یاسر نے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں رخصت کرنے کیلئے ساتھ ہو لئے اور اسی رخصت کے موقعہ پر حضرتؑ نے ان سے یہ کلمات فرمائے۔

---

[1] تاریخ الیعقوبی، ج ۱، ص ۱۷۵۔

[2] معانی الاخبار، ص ۱۷۸؛ طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۲۲۸۔

[3] سورۂ توبہ، آیت ۳۴-۳۵۔

ربذہ میں حضرت ابو ذر کی زندگی بڑی ابتلاؤں میں کٹی ۔یہیں پر آپ کے فرزند ''ذر'' اور اہلیہ نے انتقال کیا اور جو بھیڑ بکریاں گزارے کیلئے پال رکھی تھیں وہ بھی ہلاک ہوگئیں ۔اولاد میں صرف ایک دختر رہ گئی جو فاقوں اور دکھوں میں برابر کی شریک تھی ۔جب سر و سامان زندگی ناپید ہوگئے اور فاقوں پر فاقے ہونے لگے تو اس نے حضرت ابو ذر سے عرض کیا کہ: بابا یہ زندگی کے دن کس طرح کٹیں گے؟ کہیں آنا جانا چاہئے اور رزق کی تلاش کرنا چاہئے ۔جس پر حضرت ابو ذرؓ اسے ہمراہ لے کر صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے مگر گھاس پات بھی میسر نہ آسکا ۔آخر تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ریت جمع کر کے اس کا ڈھیر بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے اسی عالم میں سانسیں اکھڑ گئیں، پتلیاں اوپر چڑھ گئیں، نزع کی حالت طاری ہوگئی ۔جب دختر ابو ذرؓ نے یہ حالت دیکھی تو سراسیمہ و مضطرب ہو کر کہنے لگی کہ: بابا! اگر آپ نے اس لق و دق صحرا میں انتقال فرمایا تو میں اکیلی کیسے دفن و کفن کا سامان کروں گی؟ آپ نے فرمایا کہ: بیٹی گھبراؤ نہیں، پیغمبر اکرم ﷺ مجھ سے فرما گئے تھے کہ: ''اے ابو ذرؓ! تم عالم غربت میں مرو گے اور کچھ عراقی تمہاری تجہیز و تکفین کریں گے''۔تم میرے مرنے کے بعد ایک چادر میرے اوپر ڈال دینا اور سرِ راہ جا بیٹھنا اور جب ادھر سے کوئی قافلہ گزرے تو اس سے کہنا کہ پیغمبر ﷺ کے صحابی ابو ذرؓ نے انتقال کیا ہے ۔چنانچہ ان کی رحلت کے بعد وہ سرِ راہ جا کر بیٹھ گئی ۔کچھ دیر کے بعد ادھر سے ایک قافلہ گزرا جس میں ہلال ابن مالک مزنی، احنف ابن قیس تمیمی، صعصعہ ابن صوحان عبدی، اسود ابن قیس تمیمی اور مالک ابن حارث اشتر تھے ۔جب انہوں نے حضرت ابو ذر کے انتقال کی خبر سنی تو اس بے کسی کی موت پر تڑپ اٹھے ۔سواریاں روک لیں اور ان کی تجہیز و تکفین کیلئے سفر ملتوی کر دیا ۔مالک اشتر نے ایک حلہ کفن کیلئے دیا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور تجہیز و تکفین کے فرائض سر انجام دے کر رخصت ہوئے ۔یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ کا ہے ۔

☆☆☆☆☆

(۱۲۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيَّتُهَا النُّفُوْسُ الْمُخْتَلِفَةُ، وَ الْقُلُوْبُ الْمُتَشَتِّتَةُ، الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ، وَ الْغَآئِبَةُ عَنْهُمْ عُقُوْلُهُمْ، اَظْاَرُكُمْ عَلَى الْحَقِّ وَ اَنْتُمْ تَنْفِرُوْنَ عَنْهُ نُفُوْرَ الْمِعْزٰى مِنْ وَّعْوَعَةِ الْاَسَدِ! هَيْهَاتَ اَنْ اَطْلَعَ بِكُمْ سَرَارَ الْعَدْلِ، اَوْ اُقِيْمَ اعْوِجَاجَ الْحَقِّ.

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنِ الَّذِیْ كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِیْ سُلْطَانٍ، وَ لَا الْتِمَاسَ شَیْءٍ مِّنْ فُضُوْلِ الْحُطَامِ، وَ لٰكِنْ لِّنَرُدَّ الْمَعَالِمَ مِنْ دِيْنِكَ، وَ نُظْهِرَ الْاِصْلَاحَ فِیْ بِلَادِكَ، فَيَاْمَنَ الْمَظْلُوْمُوْنَ مِنْ عِبَادِكَ، وَ تُقَامَ الْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُوْدِكَ.

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَوَّلُ مَنْ اَنَابَ، وَ سَمِعَ وَ اَجَابَ، لَمْ يَسْبِقْنِیْۤ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِالصَّلٰوةِ.

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّهٗ لَا يَنْۢبَغِیْۤ اَنْ يَّكُوْنَ الْوَالِیَ عَلَى الْفُرُوْجِ وَ الدِّمَآءِ وَ الْمَغَانِمِ وَ الْاَحْكَامِ وَ اِمَامَةِ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَخِيْلُ، فَتَكُوْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهٗ، وَ لَا الْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهٖ، وَ لَا الْجَافِیْ فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَآئِهٖ، وَ لَا الْحَآئِفُ لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ، وَ لَا الْمُرْتَشِیْ فِی الْحُكْمِ فَيَذْهَبَ

خطبہ (۱۲۹)

اے الگ الگ طبیعتوں اور پراگندہ دل و دماغ والو کہ جن کے جسم موجود اور عقلیں گم ہیں، میں تمہیں نرمی و شفقت سے حق کی طرف لانا چاہتا ہوں اور تم اس سے اس طرح بھڑک اٹھتے ہو جس طرح شیر کے ڈکارنے سے بھیڑ بکریاں۔ کتنا دشوار ہے کہ میں تمہارے سہارے پر چھپے ہوئے عدل کو ظاہر کروں یا حق میں پیدا کی ہوئی کجیوں کو سیدھا کروں۔

بارالٰہا! تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے (جنگ و پیکار کی صورت میں) ظاہر ہوا اس لئے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی خواہش تھی یا مال دنیا کی طلب تھی، بلکہ یہ اس لئے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو (پھر ان کی جگہ پر) پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تا کہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام (پھر سے) جاری ہو جائیں جنہیں بیکار بنا دیا گیا ہے۔

اے اللہ! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کی اور تیرے حکم کو سن کر لبیک کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی نے بھی نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی۔

(اے لوگو!) تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مالِ غنیمت، (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کیلئے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو، کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ (دوسروں

بِالْحُقُوْقِ وَيَقِفَ بِهَا دُوْنَ الْمَقَاطِعِ، وَ لَا الْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ الْاُمَّةَ.

کے) حقوق کو رائیگاں کر دے گا اور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ اُمت کو تباہ و برباد کر دے گا۔

-----☆☆-----

(۱۳۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبه (۱۳۰)

نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَاۤ اَخَذَ وَ اَعْطٰى، وَ عَلٰى مَاۤ اَبْلٰى وَ ابْتَلٰى، الْبَاطِنُ لِكُلِّ خَفِيَّةٍ، الْحَاضِرُ لِكُلِّ سَرِيْرَةٍ، الْعَالِمُ بِمَا تُكِنُّ الصُّدُوْرُ، وَ مَا تَخُوْنُ الْعُيُوْنُ. وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ غَيْرُهٗ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وآله نَّجِيْبُهٗ وَ بَعِيْثُهٗ، شَهَادَةً يُّوَافِقُ فِيْهَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ، وَ الْقَلْبُ اللِّسَانَ.

وہ جو کچھ لے اور جو کچھ دے اور جو نعمتیں بخشے اور جن آزمائشوں میں ڈالے (سب پر) ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ وہ ہر چھپی ہوئی چیز کی گہرائیوں سے آگاہ اور ہر پوشیدہ شے پر حاضر و ناظر ہے۔ وہ سینوں میں چھپی ہوئی چیزوں اور آنکھوں کے چوری چھپے اشاروں کا جاننے والا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے برگزیدہ (بندے) اور فرستادہ (رسول) ہیں۔ ایسی گواہی کہ جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

فَاِنَّهٗ وَاللهِ! الْجِدُّ لَا اللَّعِبُ، وَ الْحَقُّ لَا الْكَذِبُ، وَ مَا هُوَ اِلَّا الْمَوْتُ اَسْمَعَ دَاعِيْهِ، وَ اَعْجَلَ حَادِيْهِ، فَلَا يَغُرَّنَّكَ سَوَادُ النَّاسِ مِنْ نَّفْسِكَ، فَقَدْ رَاَيْتَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِمَّنْ جَمَعَ الْمَالَ وَ حَذِرَ الْاِقْلَالَ، وَ اَمِنَ الْعَوَاقِبَ ـ طُوْلَ اَمَلٍ وَّ اسْتِبْعَادَ اَجَلٍ ـ كَيْفَ نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ فَاَزْعَجَهٗ عَنْ وَّطَنِهٖ، وَ اَخَذَهٗ مِنْ مَّاْمَنِهٖ، مَحْمُوْلًا عَلٰۤى اَعْوَادِ الْمَنَايَا يَتَعَاطٰى بِهِ الرِّجَالُ الرِّجَالَ، حَمْلًا عَلَى الْمَنَاكِبِ وَ اِمْسَاكًا بِالْاَنَامِلِ.

خدا کی قسم! وہ چیز جو سراسر حقیقت ہے ہنسی کھیل نہیں اور سرتا پا حق ہے جھوٹ نہیں، وہ صرف موت ہے۔ اس کے پکارنے والے نے اپنی آواز پہنچا دی ہے اور اس کے ہنکانے والے نے جلدی مچا رکھی ہے۔ یہ (زندہ) لوگوں کی کثرت تمہارے نفس کو دھوکا نہ دے (کہ اپنی موت کو بھول جاؤ)۔ تم ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے، جنہوں نے مال و دولت کو سمیٹا تھا، جو افلاس سے ڈرتے تھے اور امیدوں کی درازی اور موت کی دوری کا (فریب کھا کر) نتائج سے بے خوف بن چکے تھے، دیکھ چکے ہو کہ کس طرح موت ان پر ٹوٹ پڑی کہ انہیں وطن سے نکال باہر کیا اور ان کی جائے امن سے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا، اس عالم میں کہ وہ تابوت پر لدے ہوئے تھے اور لوگ یکے بعد دیگرے کندھا دے رہے تھے اور اپنی انگلیوں (کے سہارے) سے روکے ہوئے تھے۔

اَ مَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَاْمُلُوْنَ بَعِیْدًا، وَ یَبْنُوْنَ مَشِیْدًا، وَ یَجْمَعُوْنَ کَثِیْرًا! کَیْفَ اَصْبَحَتْ بُیُوْتُهُمْ قُبُوْرًا، وَ مَا جَمَعُوْا بُوْرًا، وَ صَارَتْ اَمْوَالُهُمْ لِلْوَارِثِیْنَ، وَ اَزْوَاجُهُمْ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ، لَا فِیْ حَسَنَةٍ یَزِیْدُوْنَ، وَ لَا مِنْ سَیِّئَةٍ یَّسْتَعْتِبُوْنَ!.

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دور کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے، جنہوں نے مضبوط محل بنائے تھے اور ڈھیروں مال جمع کیا تھا، کس طرح اِنکے گھر قبروں میں بدل گئے اور جمع پونجی تباہ ہو گئی اور ان کا مال وارثوں کا ہو گیا اور ان کی بیویاں دوسروں کے پاس پہنچ گئیں۔ (اب) نہ وہ نیکیوں میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کا کوئی موقعہ ہے کہ وہ کسی گناہ کے بعد (توبہ کر کے) اللہ کی رضا مندیاں حاصل کر لیں۔

فَمَنْ اَشْعَرَ التَّقْوٰی قَلْبَهٗ بَرَّزَ مَهَلُهٗ، وَ فَازَ عَمَلُهٗ. فَاهْتَبِلُوْا هَبَلَهَا، وَ اعْمَلُوْا لِلْجَنَّةِ عَمَلَهَا، فَاِنَّ الدُّنْیَا لَمْ تُخْلَقْ لَکُمْ دَارَ مُقَامٍ، بَلْ خُلِقَتْ لَکُمْ مَجَازًا لِّتَزَوَّدُوْا مِنْهَا الْاَعْمَالَ اِلٰی دَارِ الْقَرَارِ، فَکُوْنُوْا مِنْهَا عَلٰۤی اَوْفَازٍ، وَ قَرِّبُوا الظُّهُوْرَ لِلزِّیَالِ.

جس شخص نے اپنے دل کو تقویٰ شعار بنا لیا وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا اور اس کا کیا کرایا سوارت ہوا۔ تقویٰ حاصل کرنے کا موقعہ غنیمت سمجھو اور جنت کیلئے جو عمل ہونا چاہیے اسے انجام دو، کیونکہ دنیا تمہاری قیام گاہ نہیں بنائی گئی، بلکہ یہ تو تمہارے لئے گزرگاہ ہے، تاکہ تم اس سے اپنی مستقل قیام گاہ کیلئے زاد اکٹھا کر سکو۔ اس دنیا سے چل نکلنے کیلئے آمادہ رہو اور کوچ کیلئے سواریاں اپنے سے قریب کر لو (کہ وقت آنے پر باآسانی سوار ہو سکو)۔

-----☆☆-----

(۱۳۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۳۱)

وَ انْقَادَتْ لَهُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةُ بِاَزِمَّتِهَا، وَ قَذَفَتْ اِلَیْهِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرَضُوْنَ مَقَالِیْدَهَا، وَ سَجَدَتْ لَهٗ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ الْاَشْجَارُ النَّاضِرَةُ، وَ قَدَحَتْ لَهٗ مِنْ قُضْبَانِهَا النِّیْرَانَ الْمُضِیْٓئَةَ، وَ اٰتَتْ اُکُلَهَا بِکَلِمَاتِهِ الثِّمَارُ الْیَانِعَةُ.

دنیا و آخرت اپنی باگ ڈور اللہ کو سونپے ہوئے اس کے زیرِ فرمان ہے اور آسمان و زمین نے اپنی کنجیاں اس کے آگے ڈال دی ہیں اور تروتازہ و شاداب درخت صبح و شام اس کے آگے سربسجود ہیں اور اپنی شاخوں سے چمکتی ہوئی آگ (کے شعلے) بھڑکاتے ہیں اور اس کے حکم سے (پھل پھول کر) پکے ہوئے میووں (کی ڈالیاں) پیش کرتے ہیں۔

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

وَ کِتَابُ اللهِ بَیْنَ اَظْهُرِکُمْ، نَاطِقٌ لَّا یَعْیَا لِسَانُهٗ، وَ بَیْتٌ لَّا تُهْدَمُ اَرْکَانُهٗ، وَ عِزٌّ

اللہ کی کتاب تمہارے سامنے اس طرح (کھل کر) بولنے والی ہے کہ اِسکی زبان کہیں لڑکھڑاتی نہیں اور ایسا گھر ہے جسکے کھمبے سرنگوں نہیں

لَّا تُهْزَمُ اَعْوَانُهٗ.

هوتے اور ایسی عزت ہے کہ اس کے معاون شکست نہیں کھاتے۔

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا]

اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ تَنَازُعٍ مِّنَ الْاَلْسُنِ، فَقَفّٰى بِهِ الرُّسُلَ، وَ خَتَمَ بِهِ الْوَحْیَ، فَجَاهَدَ فِی اللّٰهِ الْمُدْبِرِيْنَ عَنْهُ، وَ الْعَادِلِيْنَ بِهٖ.

اللہ نے آپؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپؐ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپؐ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپؐ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

وَ اِنَّمَا الدُّنْيَا مُنْتَهٰى بَصَرِ الْاَعْمٰى، لَا يُبْصِرُ مِمَّا وَرَآءَهَا شَيْئًا، وَ الْبَصِيْرُ يَنْفُذُهَا بَصَرُهٗ، وَ يَعْلَمُ اَنَّ الدَّارَ وَرَآءَهَا. فَالْبَصِيْرُ مِنْهَا شَاخِصٌ، وَ الْاَعْمٰى اِلَيْهَا شَاخِصٌ، وَ الْبَصِيْرُ مِنْهَا مُتَزَوِّدٌ، وَ الْاَعْمٰى لَهَا مُتَزَوِّدٌ.

(دل کے) اندھے کا منتہائے نظر یہی دنیا ہوتی ہے کہ اسے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور نظر رکھنے والے کی نگاہیں اس سے پار چلی جاتی ہیں اور وہ اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک گھر ہے۔ نگاہ رکھنے والا اس سے نکلنا چاہتا ہے اور اندھا اسی پر نظریں جمائے رہتا ہے۔ بابصیرت اس سے (آخرت کیلئے) زاد حاصل کرتا ہے اور بے بصیرت اسی کے سروسامان میں لگا رہتا ہے۔

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا وَ يَكَادُ صَاحِبُهٗ يَشْبَعُ مِنْهُ وَ يَمَلُّهٗ، اِلَّا الْحَيَاةَ فَاِنَّهٗ لَا يَجِدُ لَهٗ فِی الْمَوْتِ رَاحَةً. وَ اِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْحِكْمَةِ الَّتِیْ هِیَ حَيَاةٌ لِّلْقَلْبِ الْمَيِّتِ، وَ بَصَرٌ لِّلْعَيْنِ الْعَمْيَآءِ، وَ سَمْعٌ لِّلْاُذُنِ الصَّمَّآءِ، وَ رِیٌّ لِّلظَّمْاٰنِ، وَ فِيْهَا الْغِنٰى كُلُّهٗ وَ السَّلَامَةُ.

تمہیں جاننا چاہیے کہ ہر شے سے آدمی کبھی کبھی سیر ہو جاتا ہے اور اُکتا جاتا ہے سوا زندگی کے کہ وہ کبھی مرنے میں راحت نہیں محسوس کرتا اور یہ اس حکمت کی طرح ہے کہ جو قلب مردہ کیلئے حیات، اندھی آنکھوں کیلئے بینائی، بہرے کانوں کیلئے شنوائی اور تشنہ کام کیلئے سیرابی ہے اور اسی میں پورا پورا سامانِ کفایت و سروسامانِ حفاظت ہے۔

كِتَابُ اللّٰهِ تُبْصِرُوْنَ بِهٖ، وَ تَنْطِقُوْنَ بِهٖ، وَ تَسْمَعُوْنَ بِهٖ، وَ يَنْطِقُ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ،

یہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کے ذریعہ تمہیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو۔ اس کے

وَ يَشْهَدُ بَعْضُهُ عَلٰى بَعْضٍ، لَا يَخْتَلِفُ فِي اللهِ، وَ لَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهِ عَنِ اللهِ. قَدِ اصْطَلَحْتُمْ عَلَى الْغِلِّ فِيْمَا بَيْنَكُمْ، وَ نَبَتَ الْمَرْعٰى عَلٰى دِمَنِكُمْ، وَ تَصَافَيْتُمْ عَلٰى حُبِّ الْاٰمَالِ، وَ تَعَادَيْتُمْ فِيْ كَسْبِ الْاَمْوَالِ.

لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكُمُ الْخَبِيْثُ، وَ تَاهَ بِكُمُ الْغُرُوْرُ، وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى نَفْسِيْ وَ اَنْفُسِكُمْ.

کچھ حصے کچھ حصوں کی وضاحت کرتے ہیں اور بعض بعض کی (صداقت کی) گواہی دیتے ہیں۔ یہ ذاتِ الٰہی کے متعلق الگ الگ نظریئے نہیں پیش کرتا اور نہ اپنے ساتھی کو اِسکی راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے۔ (مگر) تم نے دلی کدورتوں اور گھورے پر اُگے ہوئے سبزہ کی خواہش پر ایکا کر لیا ہے۔ امیدوں کی چاہت پر تو تم میں صلح صفائی ہے اور مال کے کمانے پر ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہو۔

تمہیں (شیطان) خبیث نے بھٹکا دیا ہے اور فریبوں نے تمہیں بہکا رکھا ہے۔ میرے اور تمہارے نفسوں کے مقابل میں اللہ ہی مددگار رہے۔

--☆☆--

(۱۳۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۳۲)

وَ قَدْ شَاوَرَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوْجِ اِلٰى غَزْوِ الرُّوْمِ بِنَفْسِهٖ:

جب حضرت عمر ابن خطاب[ا] نے غزوہ روم میں شرکت کیلئے حضرتؑ سے مشورہ لیا تو آپؑ نے فرمایا:

وَ قَدْ تَوَكَّلَ اللهُ لِاَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَةِ، وَ سَتْرِ الْعَوْرَةِ، وَ الَّذِيْ نَصَرَهُمْ وَ هُمْ قَلِيْلٌ لَّا يَنْتَصِرُوْنَ، وَ مَنَعَهُمْ وَ هُمْ قَلِيْلٌ لَّا يَمْتَنِعُوْنَ، حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ.

اللہ نے دین والوں کی حدوں کو تقویت پہنچانے اور ان کی غیر محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے بچائے رکھنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ وہی خدا (اب بھی) زندہ و غیر فانی ہے کہ جس نے اس وقت ان کی تائید و نصرت کی تھی جبکہ وہ اتنے تھوڑے تھے کہ دشمن سے انتقام نہیں لے سکتے تھے اور ان کی حفاظت کی جب وہ اتنے کم تھے کہ اپنے کو محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔

اِنَّكَ مَتٰى تَسِرْ اِلٰى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ، فَتَلْقَهُمْ بِشَخْصِكَ فَتُنْكَبْ، لَا تَكُنْ لِّلْمُسْلِمِيْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰى بِلَادِهِمْ، وَ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَّرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ، فَابْعَثْ اِلَيْهِمْ رَجُلًا مِّحْرَبًا، وَ احْفِزْ مَعَهٗ اَهْلَ الْبَلَاۗءِ وَ النَّصِيْحَةِ، فَاِنْ اَظْهَرَ اللهُ فَذَاكَ مَا

تم اگر خود ان دشمنوں کی طرف بڑھے اور ان سے ٹکرائے اور کسی اُفتاد میں پڑ گئے تو اس صورت میں مسلمانوں کیلئے دور کے شہروں کے پہلے کوئی ٹھکانا نہ رہے گا اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی پلٹنے کہ جگہ ہوگی کہ اس کی طرف پلٹ کر آسکیں۔ تم ان کی طرف (اپنے بجائے) کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھی کارکردگی والے اور خیر خواہی کرنے والے لوگوں کو بھیج دو۔ اگر اللہ نے غلبہ دے دیا تو تم یہی

تُحِبُّ، وَ اِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى، كُنْتَ رِدْاً لِّلنَّاسِ وَ مَثَابَةً لِّلْمُسْلِمِيْنَ.

چاہتے ہو اور اگر دوسری صورت (شکست) ہو گئی تو تم لوگوں کیلئے ایک مددگار اور مسلمانوں کیلئے پلٹنے کا مقام ہو گے۔

-----☆☆-----

--☆☆--

ط۱ امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق یہ عجیب روش اختیار کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپؑ امورِ سیاست سے بے خبر اور طریق جہانبانی سے نا آشنا تھے کہ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بنی امیہ کے ہوس اقتدار سے پیدا کی ہوئی شورشوں کو آپ کی کمزوریٔ سیاست کا نتیجہ قرار دیا جائے اور دوسری طرف خلفائے وقت نے مملکت کے اہم معاملات اور کفار سے محاربات کے سلسلہ میں جو مختلف مواقع پر آپؑ سے مشورے لئے انہیں بڑی اہمیت دے کر اچھالا جاتا ہے۔ جس سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آپؑ کی صحتِ فکر و نظر، اصابتِ رائے اور رسا بصیرت کو پیش کیا جائے، بلکہ صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ آپؑ اور خلفاء میں اتحاد، یگانگت اور یکجہتی کا مظاہرہ کیا جائے، تاکہ ادھر توجہ ہی مبذول نہ ہونے پائے کہ آپؑ کسی مرحلہ پر ان سے متصادم بھی رہے ہیں اور باہم اختلاف و مناقشات بھی رونما ہوتے رہے ہیں۔

چنانچہ تاریخی حقائق اس کے شاہد ہیں کہ آپؑ ان کے نظریات سے اختلاف کرتے تھے اور ان کے ہر اقدام کو درست و صحیح نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ خطبہ شقشقیہ میں ہر دور کے متعلق واشگاف لفظوں میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اختلافِ رائے اور غم و غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن اس اختلاف کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلامی و اجتماعی مفاد کے سلسلہ میں صحیح رہنمائی نہ کی جائے۔ پھر امیر المومنین علیہ السلام کی سیرت تو اتنی بلند تھی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ آپؑ کسی ایسے مشورے سے پہلو تہی کریں گے کہ جس سے مفادِ عامہ وابستہ ہو یا کوئی ایسا مشورہ دیں گے جس سے مصالح عامہ کو نقصان پہنچے۔ اسی لئے نظریات کے اختلاف کے باوجود آپؑ سے مشورے لئے جاتے تھے جس سے آپؑ کے کردار کی عظمت اور صحتِ فکر و نظر پر روشنی پڑتی ہے۔

اور جس طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر ہے کہ کفار قریش آپؐ کو دعوتِ نبوت میں جھٹلانے کے باوجود بہترین امانتدار سمجھتے تھے اور کبھی آپؐ کی امانت پر شبہہ نہ کر سکے، بلکہ مخالفت کے ہنگاموں میں بھی اپنی امانتیں بے کھٹکے آپؐ کے سپرد کر دیتے تھے اور کبھی یہ وہم بھی نہ کرتے تھے کہ اُن کی امانتیں خُرد بُرد ہو جائیں گی۔ یوں ہی امیر المومنین علیہ السلام بھی وثوق و اعتماد کی اس سطح بلند پر سمجھے جاتے تھے کہ دوست و دشمن ان کی اصابتِ رائے پر اعتماد کرتے تھے تو جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل سے ان کے کمال امانتداری کا پتہ چلتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ ان میں اور کفار میں یگانگت تھی، کیونکہ امانت اپنے مقام پر ہے اور کفر و اسلام کا ٹکراؤ اپنے مقام پر، اسی طرح امیر المومنین علیہ السلام خلفاء سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی نظروں میں ملکی و قومی مفاد کے محافظ اور اسلام کی فلاح و بہبود کے نگران سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ جہاں نوعی مفاد کا سوال پیدا ہوتا تھا آپؑ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپؑ شخصی اغراض کی سطح سے بلند ہو کر اپنی بے لاگ رائے کا اظہار فرما دیتے تھے اور حدیث نبوی «اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ»[1]: ''مشیر امین ہوتا ہے'' کے پیش نظر کبھی غل و غش

---

[1] تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۵۰۔

گوارا نہ کرتے تھے۔

چنانچہ جنگ فلسطین کے موقعہ پر جب حضرت عمر نے اپنی شرکت کے بارے میں ان سے مشورہ لیا تو قطع نظر اس سے کہ آپؑ کی رائے ان کے جذبات کے موافق ہو یا مخالف، آپؑ اسلام کی عزت و بقا کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور محاذِ جنگ میں ایسے شخص کو بھیجنے کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فنون حرب و ضرب میں ماہر ہو، کیونکہ نا تجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے اسلام کی بندھی ہوئی ہوا اُکھڑ جاتی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے جو مسلمانوں کی دھاک بیٹھ چکی تھی ختم ہو جاتی اور ان کے چلے جانے سے فتح و کامرانی کے بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپؑ کو نظر آ رہے تھے۔ اس لئے انہیں روک دینے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا۔ چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے کہ: اگر تمہیں میدان چھوڑ کر پلٹنا پڑے تو یہ صرف تمہاری شکست نہ ہوگی بلکہ اس سے مسلمان بد دل ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے روگرداں ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے، کیونکہ رئیس لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جم نہ سکیں گے اور ادھر مرکز کے خالی ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع بھی نہ کی جا سکے گی کہ عقب سے مزید فوجی کمک آ جائے گی کہ جس سے لڑنے بھڑنے والوں کی ڈھارس بندھی رہے۔

یہ ہے وہ مشورہ جسے باہمی روابط پر دلیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ مشورہ صرف اسلام کی سربلندی اور اس کی عزت و بقا کے پیشِ نظر تھا جو آپؑ کو ہر مفاد سے زیادہ عزیز تھی اور کسی خاص شخص کی جان عزیز نہ تھی کہ جس کی بنا پر اسے جنگ میں شرکت سے روکا ہو۔

☆☆☆☆☆

(۱۳۳) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ وَقَعَتْ مُشَاجَرَةٌ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ عُثْمَانَ، فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ الْاَخْنَسِ لِعُثْمَانَ: اَنَا اَكْفِيْكَهٗ، فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْمُغِيْرَةِ:

يَابْنَ اللَّعِيْنِ الْاَبْتَرِ، وَ الشَّجَرَةِ الَّتِيْ لَا اَصْلَ لَهَا وَ لَا فَرْعَ، اَنْتَ تَكْفِيْنِيْ؟ فَوَاللّٰهِ مَاۤ اَعَزَّ اللّٰهُ مَنْ اَنْتَ نَاصِرُهٗ، وَ لَا قَامَ مَنْ اَنْتَ مُنْهِضُهٗ، اخْرُجْ عَنَّاۤ اَبْعَدَ اللّٰهُ نَوَاكَ، ثُمَّ ابْلُغْ جَهْدَكَ، فَلَاۤ اَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ اِنْ اَبْقَيْتَ!.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۳۳)

آپؑ میں اور عثمان ابن عفان میں کچھ بحث ہوئی تو مغیرہ ابن اخنس نے عثمان سے کہا: میں تمہاری طرف سے نپٹے لیتا ہوں، جس پر آپؑ نے مغیرہ سے کہا:

اے بے اولاد لعین[1] کے بیٹے اور ایسے درخت کے پھل جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ، تو بھلا مجھ سے کیا نپٹے گا۔ خدا کی قسم! جس کا تجھ ایسا مدد گار ہو، اللہ اسے غلبہ و سرفرازی نہیں دیتا اور جس کا تجھ ایسا ابھارنے والا ہو وہ (اپنے پیروں پر) کھڑا نہیں ہوسکتا۔ ہم سے دور ہو! خدا تیری منزل کو دور ہی رکھے اور اس کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے تو خدا تجھ پر رحم نہ کرے۔

--☆☆--

[1] ''مغیرہ ابن اخنس'' حضرت عثمان کے ہوا خواہوں میں سے تھا۔ اس کا بھائی ابو الحکم ابن اخنس اُحد میں امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ حضرتؑ کی طرف سے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا۔ اس کا باپ ان لوگوں میں سے تھا جو فتح مکہ کے موقع پر بظاہر ایمان لے آئے، مگر دلوں میں کفر و نفاق لئے ہوئے تھے، اس لئے اسے ''لعین'' فرمایا ہے۔ اور ''ابتر'' اس لئے کہا ہے کہ جس کی مغیرہ ایسی اولاد ہو وہ بے اولاد ہی سمجھے جانے کے لائق ہے۔

☆☆☆☆☆

(١٣٤) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمْ تَكُنْ بَيْعَتُكُمْ اِيَّايَ فَلْتَةً، وَ لَيْسَ اَمْرِيْ وَ اَمْرُكُمْ وَاحِدًا. اِنِّيْ اُرِيْدُكُمْ لِلّٰهِ وَ اَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَنِيْ لِاَنْفُسِكُمْ.

اَيُّهَا النَّاسُ! اَعِيْنُوْنِيْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَايْمُ اللهِ! لَاُنْصِفَنَّ الْمَظْلُوْمَ مِنْ ظَالِمِهٖ، وَ لَاَقُوْدَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهٖ حَتّٰۤى اُوْرِدَهٗ مَنْهَلَ الْحَقِّ وَاِنْ كَانَ كَارِهًا.

--☆☆--

خطبہ (۱۳۴)

تم نے میری بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے نہیں کی تھی اور نہ میرا اور تمہارا معاملہ یکساں ہے۔ میں تمہیں اللہ کیلئے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے شخصی فوائد کیلئے چاہتے ہو۔

اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم! میں مظلوم کا اس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اسے سرچشمہ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا۔ اگرچہ اسے یہ ناگوار کیوں نہ گزرے۔

--☆☆--

(١٣٥) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ مَعْنٰى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ

وَ اللهِ! مَاۤ اَنْكَرُوْا عَلَيَّ مُنْكَرًا، وَ لَا جَعَلُوْا بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ نِصْفًا، وَ اِنَّهُمْ لَيَطْلُبُوْنَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوْهُ، وَ دَمًا هُمْ سَفَكُوْهُ، فَاِنْ كُنْتُ شَرِيْكَهُمْ فِيْهِ فَاِنَّ لَهُمْ نَصِيْبَهُمْ مِنْهُ، وَ اِنْ كَانُوْا وَلُوْهُ دُوْنِيْ فَمَا الطَّلِبَةُ اِلَّا قِبَلَهُمْ، وَ اِنَّ اَوَّلَ عَدْلِهِمْ لَلْحُكْمُ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ، وَ اِنَّ مَعِيْ لَبَصِيْرَتِيْ، مَا لَبَّسْتُ وَ لَا لُبِّسَ عَلَيَّ، وَ اِنَّهَا لَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، فِيْهَا الْحَمَاُ وَ الْحُمَةُ وَ الشُّبْهَةُ الْمُغْدِفَةُ، وَ اِنَّ الْاَمْرَ لَوَاضِحٌ، وَ قَدْ زَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ نِّصَابِهٖ، وَ انْقَطَعَ لِسَانُهٗ عَنْ شَغْبِهٖ.

خطبہ (۱۳۵)

طلحہ وزبیر کے متعلق ارشاد فرمایا

خدا کی قسم! انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں مَیں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں، میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انہی سے ہونا چاہیے اور ان کے عدل و انصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے، نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنک (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردے ڈالنے والے شبہے ہیں۔ (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شر انگیزی سے اس کی زبان بندی ہو چکی ہے۔

وَايْمُ اللهِ! لَأُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا اَنَا مَاتِحُهٗ، لَا يَصْدُرُوْنَ عَنْهُ بِرِيٍّ، وَ لَا يَعُبُّوْنَ بَعْدَهٗ فِيْ حَسْيٍ.

خدا کی قسم! میں ان کیلئے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں کہ جس سے سیراب ہوکر پلٹنا ان کے امکان میں نہ ہوگا اور نہ اس کے بعد کوئی گڑھا کھود کر پانی پی سکیں گے۔

[مِنْهُ]

[اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے]

فَاَقْبَلْتُمْ اِلَیَّ اِقْبَالَ الْعُوْذِ الْمَطَافِيْلِ عَلٰۤى اَوْلَادِهَا، تَقُوْلُوْنَ: الْبَيْعَةَ الْبَيْعَةَ! قَبَضْتُ كَفِّيْ فَبَسَطْتُّمُوْهَا، وَ نَازَعْتُكُمْ يَدِيْ فَجَاذَبْتُمُوْهَا.

تم اس طرح (شوق و رغبت سے) بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انہیں اپنی جانب پھیلایا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھیننا چاہا مگر تم نے انہیں کھینچا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمَا قَطَعَانِيْ وَ ظَلَمَانِيْ، وَ نَكَثَا بَيْعَتِيْ، وَ اَلَّبَا النَّاسَ عَلَیَّ، فَاحْلُلْ مَا عَقَدَا، وَ لَا تُحْكِمْ لَهُمَا مَاۤ اَبْرَمَا، وَ اَرِهِمَا الْمَسَآءَةَ فِيْمَاۤ اَمَّلَا وَ عَمِلَا، وَ لَقَدِ اسْتَثَبْتُهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ، وَ اسْتَاْنَيْتُ بِهِمَاۤ اَمَامَ الْوِقَاعِ، فَغَمَطَا النِّعْمَةَ، وَ رَدَّا الْعَافِيَةَ.

خدایا! ان دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے، لہٰذا تو جو انہوں نے گرہیں لگائی ہیں انہیں کھول دے اور جو انہوں نے بٹا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور انہیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا بُرا نتیجہ دکھا۔ میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انہیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انہیں ڈھیل دیتا رہا، لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا۔

-----☆☆-----

(۱۳۶) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۳۶)

يُوْمِئُ فِيْهَا اِلٰى ذِكْرِ الْمَلَاحِمِ

اس میں آنے والے فتنوں اور ہنگاموں کی طرف اشارہ کیا ہے

يَعْطِفُ الْهَوٰى عَلَى الْهُدٰى اِذَا عَطَفُوا الْهُدٰى عَلَى الْهَوٰى، وَ يَعْطِفُ الرَّاْیَ عَلَى الْقُرْاٰنِ اِذَا عَطَفُوا الْقُرْاٰنَ عَلَى الرَّاْيِ.

وہ خواہشوں کو ہدایت کی طرف موڑے گا جبکہ لوگوں نے ہدایت کو خواہشوں کی طرف موڑ دیا ہوگا اور ان کی رایوں کو قرآن کی طرف پھیرے گا جب کہ انہوں نے قرآن کو (توڑ مروڑ کر) قیاس و رائے کے ڈھرے پر لگا لیا ہوگا۔

[مِنۡهَا]

حَتّٰى تَقُوْمَ الْحَرْبُ بِكُمْ عَلٰى سَاقٍ، بَادِيًا نَّوَاجِذُهَا، مَمْلُوْءَةً اَخْلَافُهَا، حُلْوًا رَضَاعُهَا، عَلْقَمًا عَاقِبَتُهَا. اَلَا وَ فِیْ غَدٍ ـ وَ سَیَاْتِیْ غَدٌۢ بِمَا لَا تَعْرِفُوْنَ ـ یَاْخُذُ الْوَالِیْ مِنْ غَیْرِهَا عُمَّالَهَا عَلٰى مَسَاوِیْۤ اَعْمَالِهَا، وَ تُخْرِجُ لَهُ الْاَرْضُ اَفَالِیْذَ كَبِدِهَا، وَ تُلْقِیْۤ اِلَیْهِ سِلْمًا مَّقَالِیْدَهَا، فَیُرِیْكُمْ كَیْفَ عَدْلُ السِّیْرَةِ وَ یُحْیِیْ مَیِّتَ الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ.

[اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے[1]]

(اس داعی حق سے پہلے) یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی، دانت نکالے ہوئے اور تھن بھرے ہوئے، جن کا دودھ شیریں و خوش گوار معلوم ہوگا، لیکن اس کا انجام تلخ و نا گوار ہوگا۔ ہاں! کل اور یہ کل بہت نزدیک ہے کہ ایسی چیزوں کو لے کر آجائے جنہیں ابھی تم نہیں پہچانتے۔ حاکم و والی جو اس جماعت میں سے نہیں ہوگا تمام حکمرانوں سے ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے مواخذہ کرے گا اور زمین اس کے سامنے اپنے خزانے انڈیل دے گی اور اپنی کنجیاں بسہولت اس کے آگے ڈال دے گی، چنانچہ وہ تمہیں دکھائے گا کہ حق و عدالت کی روش کیا ہوتی ہے اور وہ دم توڑ چکنے والی کتاب و سنت کو پھر سے زندہ کر دے گا۔

[مِنۡهَا]

كَاَنِّیْ بِهٖ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَ فَحَصَ بِرَایَاتِهٖ فِیْ ضَوَاحِیْ كُوْفَانَ، فَعَطَفَ عَلَیْهَا عَطْفَ الضَّرُوْسِ، وَ فَرَشَ الْاَرْضَ بِالرُّؤُوْسِ. قَدْ فَغَرَتْ فَاغِرَتُهٗ، وَ ثَقُلَتْ فِی الْاَرْضِ وَطْاَتُهٗ، بَعِیْدَ الْجَوْلَةِ، عَظِیْمَ الصَّوْلَةِ.

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

گویا یہ منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ[2] (داعی باطل) شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور کوفہ کے اطراف میں اپنے جھنڈے لہرا رہا ہے اور کاٹ کھانے والی اونٹنی کی طرح اس پر (حملہ کرنے کیلئے) جھکا ہوا ہے اور اس نے زمین پر سروں کا فرش بچھا دیا ہے۔ اس کا منہ (پھاڑ کھانے کیلئے) کھل چکا ہے اور زمین میں اس کی پامالیاں بہت سخت ہو چکی ہیں وہ دور دور تک بڑھ جانے والا اور بڑے شدومد سے حملہ کرنے والا ہے۔

وَاللهِ! لَیُشَرِّدَنَّكُمْ فِیْۤ اَطْرَافِ الْاَرْضِ حَتّٰى لَا یَبْقٰى مِنْكُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ، كَالْكُحْلِ فِی الْعَیْنِ، فَلَا تَزَالُوْنَ كَذٰلِكَ، حَتّٰى تَؤُوْبَ اِلَى الْعَرَبِ عَوَازِبُ اَحْلَامِهَا! فَالْزَمُوا السُّنَنَ

بخدا! وہ تمہیں اطراف زمین میں بکھیر دے گا، یہاں تک کہ تم میں سے کچھ تھوڑے ہی بچیں گے جیسے آنکھ میں سُرمہ۔ تم اسی سراسیمگی کے عالم میں رہو گے، یہاں تک کہ عربوں کی عقلیں پھر اپنے ٹھکانے پر آجائیں۔ تم مضبوط طریقوں، روشن نشانیوں اور اسی قریب کے

الْقَآئِمَةَ، وَالْاٰثَارَ الْبَيِّنَةَ، وَ الْعَهْدَ الْقَرِيْبَ الَّذِىْ عَلَيْهِ بَاقِى النُّبُوَّةِ. وَاعْلَمُوْا اَنَّ الشَّيْطٰنَ اِنَّمَا يُسَنِّىْ لَكُمْ طُرُقَهٗ لِتَتَّبِعُوْا عَقِبَهٗ.

-----☆☆-----

عہد پر جمے رہو کہ جس میں نبوت کے پائیدار آثار ہیں اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان اپنے قدم بقدم چلانے کیلئے راہیں آسان کرتا رہتا ہے۔

--☆☆--

ؑ۱ امیرالمومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی حضرت حجت علیہ السلام کے ظہور کے سلسلہ میں ہے۔

ؑ۲ یہ عبدالملک ابن مروان کی طرف اشارہ ہے کہ جو مروان کے بعد شام میں برسر اقتدار آیا اور پھر مصعب کے مقابلہ میں مختار ابن ابی عبید کے مارے جانے پر یہ اپنے پرچم لہراتا ہوا عراق کی طرف بڑھا اور اطراف کوفہ میں دیر جاثلیق کے نزدیک مقام مسکن پر مصعب کی فوجوں سے نبرد آزما ہوا اور اسے شکست دینے کے بعد فتح مندانہ کوفہ میں داخل ہوا اور وہاں کے باشندوں سے بیعت لی اور پھر حجاج ابن یوسف ثقفی کو عبداللہ ابن زبیر سے لڑنے کیلئے مکہ روانہ کیا، چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور ہزاروں بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہایا، ابن زبیر کو قتل کر کے اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور خلق خدا پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے کہ جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۳۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ وَقْتِ الشُّوْرٰی

لَنْ یُّسْرِعَ اَحَدٌ قَبْلِیْۤ اِلٰی دَعْوَةِ حَقٍّ، وَ صِلَةِ رَحِمٍ، وَ عَآئِدَةِ كَرَمٍ. فَاسْمَعُوْا قَوْلِیْ، وَعُوْا مَنْطِقِیْ، عَسٰۤی اَنْ تَرَوْا هٰذَا الْاَمْرَ مِنْۢ بَعْدِ هٰذَا الْیَوْمِ تُنْتَضٰی فِیْهِ السُّیُوْفُ، وَ تُخَانُ فِیْهِ الْعُهُوْدُ، حَتّٰی یَكُوْنَ بَعْضُكُمْ اَئِمَّةً لِّاَهْلِ الضَّلَالَةِ، وَ شِیْعَةً لِّاَهْلِ الْجَهَالَةِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۳۷)

شوریٰ کے موقع پر فرمایا

مجھ سے پہلے تبلیغِ حق، صلہ رحم اور جود و کرم کی طرف کسی نے بھی تیزی سے قدم نہیں بڑھایا، لہٰذا تم میرے قول کو سنو اور میری باتوں کو یاد رکھو کہ تم جلدی ہی دیکھ لو گے کہ اس دن کے بعد سے خلافت کیلئے تلواریں سونت لی جائیں گی اور عہد و پیمان توڑ کر رکھ دیئے جائیں گے، یہاں تک کہ کچھ لوگ گمراہ لوگوں کے پیشوا بن کے کھڑے ہوں گے اور کچھ جاہلوں کے پیرو کار ہو جائیں گے۔

--☆☆--

(۱۳۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِی النَّهْیِ عَنْ عَیْبِ النَّاسِ

وَ اِنَّمَا یَنْۢبَغِیْ لِاَهْلِ الْعِصْمَةِ وَ الْمَصْنُوْعِ اِلَیْهِمْ فِی السَّلَامَةِ اَنْ یَّرْحَمُوْۤا اَهْلَ الذُّنُوْبِ وَ الْمَعْصِیَةِ، وَ یَكُوْنَ الشُّكْرُ هُوَ الْغَالِبَ عَلَیْهِمْ وَ الْحَاجِزَ لَهُمْ عَنْهُمْ، فَكَیْفَ بِالْعَآئِبِ الَّذِیْ عَابَ اَخَاهُ وَ عَیَّرَهٗ بِبَلْوَاهُ!.

اَمَا ذَكَرَ مَوْضِعَ سَتْرِ اللّٰهِ عَلَیْهِ مِنْ ذُنُوْبِهٖ مِمَّا هُوَ اَعْظَمُ مِنَ الذَّنْۢبِ الَّذِیْ عَابَهٗ بِهٖ! وَ كَیْفَ یَذُمُّهٗ بِذَنْۢبٍ قَدْ رَكِبَ مِثْلَهٗ! فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ رَّكِبَ ذٰلِكَ الذَّنْۢبَ بِعَیْنِهٖ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ فِیْمَا سِوَاهُ مِمَّا هُوَ اَعْظَمُ مِنْهُ. وَایْمُ اللّٰهِ لَئِنْ لَّمْ یَكُنْ عَصَاهُ فِی الْكَبِیْرِ وَ عَصَاهُ فِی الصَّغِیْرِ، لَجُرْاَتُهٗ عَلٰی

خطبہ (۱۳۸)

اس میں لوگوں کو دوسروں کے عیب بیان کرنے سے روکا ہے

جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف ہے اور بفضل الٰہی گناہوں سے محفوظ ہیں، انہیں چاہیے کہ وہ گنہگاروں اور خطا کاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی (کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے) ان پر غالب اور دوسروں (کے عیب اچھالنے) سے مانع رہے، چہ جائیکہ وہ عیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے اور اس کے عیب بیان کر کے طعن و تشنیع کرے۔[1]

یہ آخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اور کیونکر کسی ایسے گناہ کی بنا پر اس کی بُرائی کرتا ہے جبکہ خود بھی ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے اور اگر بعینہ ویسا گناہ نہیں بھی کیا تو ایسے گناہ کئے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ خدا کی قسم! اگر اس نے گناہ کبیرہ نہیں بھی کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان

عَيْبِ النَّاسِ اَكْبَرُ!.

يَا عَبْدَ اللهِ! لَا تَعْجَلْ فِيْ عَيْبِ اَحَدٍ بِذَنْبِهٖ فَلَعَلَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ، وَ لَا تَاْمَنْ عَلٰى نَفْسِكَ صَغِيْرَ مَعْصِيَةٍ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ عَلَيْهِ، فَلْيَكْفُفْ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ عَيْبَ غَيْرِهٖ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ عَيْبِ نَفْسِهٖ، وَلْيَكُنِ الشُّكْرُ شَاغِلًا لَّهٗ عَلٰى مُعَافَاتِهٖ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهٖ غَيْرُهٗ.

-----☆☆-----

کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اے خدا کے بندے! جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگا، شاید اللہ نے وہ بخش دیا ہو اور اپنے کسی چھوٹے (سے چھوٹے) گناہ کیلئے بھی اطمینان نہ کر، شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی کسی دوسرے کے عیوب جانتا ہو اسے ان کے اظہار سے باز رہنا چاہیے اس علم کی وجہ سے جو خود اسے اپنے گناہوں کے متعلق ہے اور اس امر کا شکر کہ اللہ نے اسے ان چیزوں سے محفوظ رکھا ہے کہ جن میں دوسرے مبتلا ہیں کسی اور طرف اسے متوجہ نہ ہونے دے۔

--☆☆--

ط۱ عیب جوئی و خوردہ گیری کا مشغلہ اتنا عام اور ہمہ گیر ہو چکا ہے کہ اس کی برائی کا احساس تک جاتا رہا ہے اور اب تو نہ خواص کی زبانیں بند ہیں نہ عوام کی، نہ منبر کی رفعت اس سے مانع ہے نہ محراب کی تقدیس، بلکہ جہاں چند ہم خیال جمع ہوں گے موضوع سخن اور دلچسپ مشغلہ یہی ہوگا کہ اپنے فریق مخالف کے عیوب رنگ آمیزیوں سے بیان کئے جائیں اور کان دھر کر ذوق سماعت کا مظاہرہ کیا جائے۔ حالانکہ غیبت کرنے والے کا دامن ان آلودگیوں سے خود آلودہ ہوتا ہے جن کا اظہار وہ دوسروں کیلئے کرتا ہے، مگر وہ اپنے لئے یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے عیوب آشکارا ہوں تو پھر اسے دوسروں کے جذبات کا بھی پاس و لحاظ کرتے ہوئے ان کی عیب گیری و دل آزاری سے احتراز کرنا چاہئے اور «آنچہ برای خود نمی پسندی برای دیگران هم مپسند» پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

”غیبت“ کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کسی برادر مومن کے عیب کو بغرض تنقیص اس طرح بے نقاب کرنا کہ اس کیلئے دل آزاری کا باعث ہو، چاہے یہ اظہار زبان سے ہو، یا محاکات سے، اشارہ سے ہو یا کنایہ و تعریض سے۔ بعض لوگ غیبت بس اسی کو سمجھتے ہیں جو غلط اور خلاف واقع ہو اور جو دیکھا اور سنا ہو اسے جوں کا توں بیان کر دینا ان کے نزدیک غیبت نہیں ہوتی اور وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم غیبت نہیں کرتے، بلکہ جو دیکھا یا سنا ہے اسے صحیح صحیح بیان کر دیا ہے۔ حالانکہ غیبت اسی سچ کہنے کا نام ہے اور اگر جھوٹ ہو تو وہ افترا و بہتان ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ:

هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ؟ قَالُوْا: اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ، قِيْلَ: اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْۤ اَخِيْ مَاۤ اَقُوْلُ؟ قَالَ: اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهٗ.

تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ: غیبت

یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہو جو اس کیلئے ناگواری کا باعث ہو۔ کہنے والے نے کہا کہ: اگر میں وہی بات کہوں جو واقعاً اس میں پائی جاتی ہو؟ آپؐ نے فرمایا کہ: اگر ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر نہ ہو تو تم نے اس پر افترا باندھا ہے۔[1]

غیبت میں مبتلا ہونے کے بہت سے وجوہ و اسباب ہیں جن کی وجہ سے انسان کہیں دانستہ اور کہیں نادانستہ اس کا مرتکب ہوتا ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں ان وجوہ و اسباب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ان میں چند نمایاں اسباب یہ ہیں:

- ا۔کسی کی ہنسی اڑانے اور اسے پست و سبک دکھانے کیلئے۔
- ۲۔لوگوں کو ہنسانے اور اپنی زندہ دلی و خوش طبعی کا مظاہرہ کرنے کیلئے۔
- ۳۔غیظ و غضب کے تقاضوں سے متاثر ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کیلئے۔
- ۴۔کسی کی تنقیص سے اپنا تفوق جتلانے کیلئے۔
- ۵۔اپنی بے تعلقی اور برائت ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ بات مجھ سے سرزد نہیں ہوئی بلکہ فلاں سے سرزد ہوئی ہے۔
- ۶۔کسی بزم میں بیٹھ کر ہم رنگ جماعت ہونے کیلئے تاکہ اس سے اجنبیت نہ برتی جائے۔
- ۷۔کسی ایسے شخص کی بات کو بے وقعت بنانے کیلئے کہ جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے کسی عیب کو بے نقاب کر دے گا۔
- ۸۔اپنے کسی ہم پیشہ رقیب کی سرد بازاری کیلئے۔
- ۹۔کسی رئیس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کیلئے۔
- ۱۰۔اظہار رنج و تاسف کیلئے یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے کہ فلاں شریف زادہ فلاں بُری بات میں مبتلا ہو گیا ہے۔
- ۱۱۔اظہار تعجب کیلئے مثلاً اس طرح کہنا کہ مجھے حیرت ہے کہ فلاں شخص اور یہ کام کرے۔
- ۱۲۔کسی امر قبیح پر غم و غصہ کا اظہار کرنے کیلئے اس کے مرتکب کا نام لے دینا۔

البتہ چند صورتوں میں عیب گیری و نکتہ چینی غیبت میں شمار نہیں ہوتی:

- ا۔مظلوم اگر دادرسی کیلئے ظالم کا گلہ کرے تو غیبت نہیں ہے۔ جیسا کہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ۭ﴾

اللہ برائی کے اچھالنے کو پسند نہیں کرتا مگر وہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو۔[2]

- ۲۔مشورہ دینے کے موقعہ پر کسی کا کوئی عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے، کیونکہ مشورہ میں غل و غش جائز نہیں ہے۔
- ۳۔اگر استفتاء کے سلسلہ میں کسی خاص شخص کو متعین کئے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو علی قدر الضرورۃ اس کا عیب بیان کر دینا غیبت نہ ہوگا۔

---

[1] عوالی اللئالی، ج ا،ص ۲۷۵ تفسیر الطبری، ج ۲۲،ص ۳۰۵۔

[2] سورۂ نساء، آیت ۱۴۸۔

- ۴۔کسی مسلمان کو ضرر سے بچانے کیلئے کسی خائن و بد دیانت کی بد یانتی سے آگاہ کر دینا غیبت نہ ہوگا۔
- ۵۔کسی ایسے شخص کے سامنے کسی کی برائی بیان کرنا کہ جو اسے برائی سے روک سکتا ہو غیبت نہیں ہے۔
- ۶۔روایت کے سلسلہ میں رواۃ پر نقد و تبصرہ غیبت میں داخل نہیں ہے۔
- ۷۔اگر کوئی شخص اپنے کسی عیب ہی سے متعارف ہو تو اسے پہچنوانے کیلئے اس عیب کا ذکر کرنا غیبت نہ ہوگا جیسے بہرا، گونگا، گنجا، لنگڑا وغیرہ۔
- ۸۔بغرض علاج طبیب کے سامنے مریض کے کسی عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔
- ۹۔اگر کوئی غلط نسب کا مدعی ہو تو اس کے نسب کی تردید کرنا غیبت نہ ہوگا۔
- ۱۰۔اگر کسی کی جان، مال یا عزت کا بچاؤ اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اسے کسی عیب سے روشناس کیا جائے تو یہ بھی غیبت نہیں ہے۔
- ۱۱۔اگر دو شخص آپس میں کسی کی ایسی برائی کا ذکر کریں کہ جو انہیں پہلے سے معلوم ہو تو یہ اگرچہ غیبت نہیں ہے تاہم زبان کو بچانا ہی بہتر ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھول چکا ہو۔
- ۱۲۔جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہو، اس کی برائی کرنا غیبت نہیں جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے:

مَنْ اَلْقٰی جِلْبَابَ الْحَیَآءِ فَلَا غِیْبَةَ لَهٗ.

جو حیاء کی چادر اتار ڈالے اس کی غیبت، غیبت نہیں۔[1]

☆☆☆☆☆

---

[1] تفسیر درمنثور، ج ۷، ص ۵۷۷۔

(۱۳۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ عَرَفَ مِنْ اَخِيْهِ وَثِيْقَةَ دِيْنٍ وَّ سَدَادَ طَرِيْقٍ، فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيْهِ اَقَاوِيْلَ الرِّجَالِ، اَمَاۤ اِنَّهٗ قَدْ يَرْمِي الرَّامِيْ، وَ تُخْطِئُ السِّهَامُ، وَ يَحِيْلُ الْكَلَامُ، وَ بَاطِلُ ذٰلِكَ يَبُوْرُ، وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ وَّ شَهِيْدٌ.

اَمَاۤ اِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَرْبَعُ اَصَابِعَ.

فَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَّعْنٰى قَوْلِهٖ هٰذَا، فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ وَ وَضَعَهَا بَيْنَ اُذُنِهٖ وَ عَيْنِهٖ، ثُمَّ قَالَ:

اَلْبَاطِلُ اَنْ تَقُوْلَ سَمِعْتُ، وَ الْحَقُّ اَنْ تَقُوْلَ رَاَيْتُ!.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۳۹)

اے لوگو! اگر تمہیں اپنے کسی بھائی کی دینداری کی پختگی اور طور طریقوں کی درستگی کا علم ہو تو پھر اس کے بارے میں افواہی باتوں پر کان نہ دھرو۔ دیکھو! کبھی تیر چلانے والا تیر چلاتا ہے اور اتفاق سے تیر خطا کر جاتا ہے اور بات ذرا میں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہے اور جو غلط بات ہوگی وہ خود ہی نیست و نابود ہو جائے گی۔ اللہ ہر چیز کا سننے والا اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ سچ اور جھوٹ میں صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔

جب آپؑ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپؑ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے کان اور آنکھ کے درمیان رکھا اور فرمایا:

جھوٹ وہ ہے جسے تم کہو کہ: میں نے سنا اور سچ وہ ہے جسے تم کہو کہ: میں نے دیکھا۔

--☆☆--

(۱۴۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ لَيْسَ لِوَاضِعِ الْمَعْرُوْفِ فِيْ غَيْرِ حَقِّهٖ وَ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ، مِنَ الْحَظِّ فِيْمَاۤ اَتٰى اِلَّا مَحْمَدَةُ اللِّئَامِ، وَثَنَآءُ الْاَشْرَارِ، وَ مَقَالَةُ الْجُهَّالِ، مَادَامَ مُنْعِمًا عَلَيْهِمْ، مَاۤ اَجْوَدَ يَدَهٗ! وَ هُوَ عَنْ ذَاتِ اللّٰهِ بَخِيْلٌ!.

فَمَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلْيَصِلْ بِهِ الْقَرَابَةَ، وَ لْيُحْسِنْ مِنْهُ الضِّيَافَةَ، وَ لْيَفُكَّ بِهِ الْاَسِيْرَ وَ الْعَانِيَ، وَ لْيُعْطِ مِنْهُ الْفَقِيْرَ وَ الْغَارِمَ، وَ لْيَصْبِرْ نَفْسَهٗ عَلَى الْحُقُوْقِ وَ

خطبہ (۱۴۰)

جو شخص غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک برتتا ہے اور نا اہلوں کے ساتھ احسان کرتا ہے، اس کے پلے یہی پڑتا ہے کہ کمینے اور شریر اس کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں اور جب تک وہ دیتا دلاتا رہے جاہل کہتے رہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کتنا سخی ہے۔ حالانکہ اللہ کے معاملہ میں وہ بخل کرتا ہے۔

چاہیے تو یہ کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے وہ اس سے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، خوش اسلوبی سے مہمان نوازی کرے، قیدیوں اور خستہ حال اسیروں کو آزاد کرائے، محتاجوں اور قرضداروں کو دے اور ثواب کی خواہش میں حقوق کی ادائیگی اور مختلف زحمتوں کو

النَّوَآئِبِ ابْتِغَآءَ الثَّوَابِ، فَاِنَّ فَوْزًا بِهٰذِهِ الْخِصَالِ شَرَفُ مَكَارِمِ الدُّنْيَا، وَ دَرْكُ فَضَآئِلِ الْاٰخِرَةِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

-----☆☆-----

(۱۴۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي الْاِسْتِسْقَآءِ

اَلَا وَ اِنَّ الْاَرْضَ الَّتِيْ تَحْمِلُكُمْ، وَ السَّمَآءَ الَّتِيْ تُظِلُّكُمْ، مُطِيْعَتَانِ لِرَبِّكُمْ، وَ مَاۤ اَصْبَحَتَا تَجُوْدَانِ لَكُمْ بِبَرَكَتِهِمَا تَوَجُّعًا لَّكُمْ، وَ لَا زُلْفَةً اِلَيْكُمْ، وَ لَا لِخَيْرٍ تَرْجُوَانِهٖ مِنْكُمْ، وَ لٰكِنْ اُمِرَتَا بِمَنَافِعِكُمْ فَاَطَاعَتَا، وَ اُقِيْمَتَا عَلٰى حُدُوْدِ مَصَالِحِكُمْ فَقَامَتَا.

اِنَّ اللّٰهَ يَبْتَلِيْ عِبَادَهٗ عِنْدَ الْاَعْمَالِ السَّيِّئَةِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ، وَ حَبْسِ الْبَرَكَاتِ، وَ اِغْلَاقِ خَزَآئِنِ الْخَيْرَاتِ، لِيَتُوْبَ تَآئِبٌ، وَ يُقْلِعَ مُقْلِعٌ، وَ يَتَذَكَّرَ مُتَذَكِّرٌ، وَ يَزْدَجِرَ مُزْدَجِرٌ.

وَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْاِسْتِغْفَارَ سَبَبًا لِّدُرُوْرِ الرِّزْقِ وَ رَحْمَةِ الْخَلْقِ، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ: ﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ﴾. فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهٗ، وَ اسْتَقَالَ خَطِيْٓئَتَهٗ،

اپنے نفس پر برداشت کرے۔ اس لئے کہ ان خصائل و عادات سے آراستہ ہونا دنیا کی بزرگیوں سے شرفیاب ہونا اور آخرت کی فضیلتوں کو پالینا ہے۔ ان شاء اللہ!

--☆☆--

خطبہ (۱۴۱)

طلب باراں کے سلسلہ میں

دیکھو یہ زمین جو تمہیں اٹھائے ہوئے ہے اور یہ آسمان جو تم پر سایہ گستر ہے، دونوں تمہارے پروردگار کے زیر فرمان ہیں۔ یہ اپنی برکتوں سے اس لئے تمہیں مالا مال نہیں کرتے کہ ان کا دل تم پر کڑھتا ہے، یا تمہارا تقرب چاہتے ہیں، یا کسی بھلائی کے تم سے امیدوار ہیں، بلکہ یہ تو تمہاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجالاتے ہیں اور تمہاری مصلحتوں کی حدوں پر انہیں ٹھہرایا گیا ہے چنانچہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

(البتہ) اللہ سبحانہ بندوں کو ان کی بداعمالیوں کے وقت پھلوں کے کم کرنے، برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو بند کر دینے سے آزماتا ہے، تاکہ توبہ کرنے والا توبہ کرے، (انکار و سرکشی سے) باز آنے والا باز آجائے، نصیحت و عبرت حاصل کرنے والا نصیحت و بصیرت حاصل کرے اور گناہوں سے رکنے والا رک جائے۔

اللہ سبحانہ نے توبہ و استغفار کو روزی کے اترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ: ”اپنے پروردگار سے توبہ و استغفار کرو، بلا شبہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔ وہی تم پر موسلا دھار مینہ برساتا ہے اور مال و اولاد سے تمہیں سہارا دیتا ہے“۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جو توبہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے اور موت

وَ بَادَرَ مَنِيَّتَهُ!.

سے پہلے نیک اعمال کرلے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَرَجْنَآ اِلَيْكَ مِنْ تَحْتِ الْاَسْتَارِ وَ الْاَكْنَانِ، وَ بَعْدَ عَجِيْجِ الْبَهَآئِمِ وَ الْوِلْدَانِ، رَاغِبِيْنَ فِيْ رَحْمَتِكَ، وَ رَاجِيْنَ فَضْلَ نِعْمَتِكَ، وَ خَآئِفِيْنَ مِنْ عَذَابِكَ وَ نِقْمَتِكَ.

بارالٰہا! تیری رحمت کی خواہش کرتے ہوئے اور نعمتوں کی فراوانی چاہتے ہوئے اور تیرے عذاب و غضب سے ڈرتے ہوئے ہم پردوں اور گھروں کے گوشوں سے تیری طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں، اس وقت جبکہ چوپائے چیخ رہے ہیں اور بچے چلا رہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ فَاسْقِنَا غَيْثَكَ، وَ لَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ، وَ لَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِيْنَ، وَ لَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ.

خدایا! ہمیں بارش سے سیراب کر دے اور ہمیں مایوس نہ کر اور خشک سالی سے ہمیں ہلاک نہ ہونے دے اور ہم میں سے کچھ بے وقوفوں کے کرتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے، اے رحم کرنیوالوں میں بہت رحم کرنے والے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَرَجْنَآ اِلَيْكَ نَشْكُوْٓ اِلَيْكَ مَا لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ، حِيْنَ اَلْجَاَتْنَا الْمَضَآئِقُ الْوَعْرَةُ، وَ اَجَآءَتْنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ، وَ اَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ، وَ تَلَاحَمَتْ عَلَيْنَا الْفِتَنُ الْمُسْتَصْعَبَةُ.

خدایا! جب ہمیں سخت تنگیوں نے مضطرب و بے چین کردیا اور قحط سالیوں نے بے بس بنا دیا اور شدید حاجتمندیوں نے لاچار بنا ڈالا اور منہ زور فتنوں کا ہم پر تانتا بندھ گیا تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں گلہ لے کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اَنْ لَّا تَرُدَّنَا خَآئِبِيْنَ، وَ لَا تَقْلِبَنَا وَاجِمِيْنَ، وَ لَا تُخَاطِبَنَا بِذُنُوْبِنَا، وَ لَا تُقَايِسَنَا بِاَعْمَالِنَا.

اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلٹا اور نہ اس طرح کہ ہم اپنے نفسوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہوں اور ہمارے گناہوں کی بنا پر ہم سے (عتاب آمیز) خطاب نہ کر اور ہمارے کئے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر۔

اَللّٰهُمَّ انْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ وَ بَرَكَتَكَ، وَ رِزْقَكَ وَ رَحْمَتَكَ، وَ اسْقِنَا سُقْيًا نَّافِعَةً مُّرْوِيَةً مُّعْشِبَةً، تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدْ فَاتَ، وَ تُحْيِيْ بِهَا مَا قَدْ مَاتَ،

خداوندا! تو ہم پر باران و برکت اور رزق و رحمت کا دامن پھیلا دے اور ایسی سیرابی سے ہمیں نہال کر دے جو فائدہ بخشنے والی اور سیراب کرنے والی اور گھاس پات اُگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی گزری ہوئی (کھیتیوں میں پھر سے) روئیدگی لے آئے اور مردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے۔ وہ ایسی سیرابی ہو کہ جس کی

نَافِعَةَ الْحَيَا، كَثِيْرَةَ الْمُجْتَنٰى، تُرْوِىْ بِهَا الْقِيْعَانَ، وَ تُسِيْلُ الْبُطْنَانَ، وَ تَسْتَوْرِقُ الْاَشْجَارَ، وَ تُرْخِصُ الْاَسْعَارَ، اِنَّكَ عَلٰى مَا تَشَآءُ قَدِيْرٌ.

تر و تازگی (سرتاسر) فائدہ منداور چنے ہوئے پھلوں کے انبار لئے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل تھل بنا دے اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کو برگ و بار سے سرسبز کر دے اور نرخوں کو سستا کر دے۔ بلاشبہ تو جو چاہے اس پر قادر ہے۔

-----☆☆-----

(۱۴۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۴۲)

بَعَثَ اللّٰهُ رُسُلَهٗ بِمَا خَصَّهُمْ بِهٖ مِنْ وَّحْيِهٖ، وَ جَعَلَهُمْ حُجَّةً لَّهٗ عَلٰى خَلْقِهٖ، لِئَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرْكِ الْاِعْذَارِ اِلَيْهِمْ، فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ اِلٰى سَبِيْلِ الْحَقِّ.

اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا اور انہیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھہرایا تا کہ وہ یہ عذر نہ کرسکیں کہ ان پر حجت تمام نہیں ہوئی۔ چنانچہ اللہ نے انہیں سچی زبانوں سے راہ حق کی دعوت دی۔

اَلَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَشَفَ الْخَلْقَ كَشْفَةً، لَاۤ اَنَّهٗ جَهِلَ مَاۤ اَخْفَوْهُ مِنْ مَّصُوْنِ اَسْرَارِهِمْ وَ مَكْنُوْنِ ضَمَآئِرِهِمْ، وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا، فَيَكُوْنَ الثَّوَابُ جَزَآءً، وَ الْعِقَابُ بَوَآءً.

(یوں تو) اللہ مخلوقات کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے اور لوگوں کے ان رازوں اور بھیدوں سے کہ جنہیں وہ چھپا کر رکھتے ہیں بے خبر نہیں۔ (پھر یہ حکم و احکام اس لئے دیئے ہیں) کہ وہ ان لوگوں کو آزما کر ظاہر کر دے کہ ان میں اعمال کے اعتبار سے کون اچھا ہے تا کہ ثواب ان کی جزا اور عقاب ان کی (بداعمالیوں) کی پاداش ہو۔

اَيْنَ الَّذِيْنَ زَعَمُوْۤا اَنَّهُمْ ﴿الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ دُوْنَنَا، كَذِبًا وَّ بَغْيًا عَلَيْنَا، اَنْ رَّفَعَنَا اللّٰهُ وَ وَضَعَهُمْ، وَ اَعْطَانَا وَ حَرَمَهُمْ، وَ اَدْخَلَنَا وَ اَخْرَجَهُمْ. بِنَا يُسْتَعْطَى الْهُدٰى، وَ يُسْتَجْلَى الْعَمٰى.

کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادّعا کرتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں نہ ہم؟ چونکہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انہیں گرایا ہے اور ہمیں (منصبِ امامت) دیا ہے اور انہیں محروم رکھا ہے اور ہمیں (منزلِ علم میں) داخل کیا ہے اور انہیں دور کر دیا ہے۔ ہم ہی سے ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جا سکتی ہے۔

اِنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ قُرَيْشٍ غُرِسُوْا فِيْ هٰذَا الْبَطْنِ مِنْ هَاشِمٍ، لَا تَصْلُحُ عَلٰى سِوَاهُمْ، وَ لَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ مِنْ غَيْرِهِمْ.

بلاشبہ امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے ابھریں گے۔ نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہوسکتا ہے۔

[مِنۡهَا]

اُثَرُوْا عَاجِلًا، وَ اَخَّرُوْا اٰجِلًا، وَ تَرَكُوْا صَافِيًا، وَ شَرِبُوْا اٰجِنًا، كَاَنِّیْۤ اَنْظُرُ اِلٰى فَاسِقِهِمْ وَ قَدْ صَحِبَ الْمُنْكَرَ فَاَلِفَهٗ، وَ بَسِئَ بِهٖ وَ وَافَقَهٗ، حَتّٰى شَابَتْ عَلَيْهِ مَفَارِقُهٗ، وَ صُبِغَتْ بِهٖ خَلَآئِقُهٗ، ثُمَّ اَقْبَلَ مُزْبِدًا كَالتَّيَّارِ لَا يُبَالِیْ مَا غَرَّقَ، اَوْ كَوَقْعِ النَّارِ فِی الْهَشِيْمِ لَا يَحْفِلُ مَا حَرَّقَ!.

اَيْنَ الْعُقُوْلُ الْمُسْتَصْبِحَةُ بِمَصَابِيْحِ الْهُدٰى، وَ الْاَبْصَارُ اللَّامِحَةُ اِلٰى مَنَارِ التَّقْوٰى! اَيْنَ الْقُلُوْبُ الَّتِیْ وُهِبَتْ لِلّٰهِ، وَ عُوْقِدَتْ عَلٰى طَاعَةِ اللهِ! ازْدَحَمُوْا عَلَى الْحُطَامِ، وَ تَشَاحُّوْا عَلَى الْحَرَامِ، وَ رُفِعَ لَهُمْ عَلَمُ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ، فَصَرَفُوْا عَنِ الْجَنَّةِ وُجُوْهَهُمْ، وَ اَقْبَلُوْۤا اِلَى النَّارِ بِاَعْمَالِهِمْ، دَعَاهُمْ رَبُّهُمْ فَنَفَرُوْا وَ وَلَّوْا، وَ دَعَاهُمُ الشَّيْطٰنُ فَاسْتَجَابُوْا وَ اَقْبَلُوْا!.

-----☆☆-----

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

ان لوگوں نے دنیا کو اختیار کرلیا ہے اور عقبیٰ کو پیچھے ڈال دیا ہے، صاف پانی چھوڑ دیا ہے اور گندا پانی پینے لگے ہیں۔ گویا میں ان کے فاسق[1] کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ برائیوں میں رہا اتنا کہ انہی برائیوں سے اسے محبت ہوگئی اور ان سے مانوس ہوا اور ان سے اتفاق کرتا رہا۔ یہاں تک کہ (انہی برائیوں میں) اس کے سر کے بال سفید ہوگئے اور اسی رنگ میں اس کی طبیعت رنگ گئی۔ پھر یہ کہ وہ (منہ سے) کف دیتا ہوا متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھا، بغیر اس کا کچھ خیال کئے کہ کس کو ڈبو رہا ہے اور بھوسے میں لگی ہوئی آگ کی طرح پھیلا، بغیر اس کی پروا کئے ہوئے کہ کونسی چیزیں جلا رہا ہے۔

کہاں ہیں ہدایت کے چراغوں سے روشن ہونے والی عقلیں؟ اور کہاں ہیں تقویٰ کے روشن مینار کی طرف دیکھنے والی آنکھیں؟ اور کہاں ہیں اللہ کے ہو جانے والے قلوب اور اس کی اطاعت پر جم جانے والے دل؟ وہ تو مال دنیا پر ٹوٹ پڑے ہیں اور (مال) حرام پر جھگڑ رہے ہیں۔ ان کے سامنے جنت اور دوزخ کے جھنڈے بلند ہیں، لیکن انہوں نے جنت سے اپنے منہ موڑ لئے ہیں اور اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخ کی طرف بڑھ نکلے ہیں۔ اللہ نے ان لوگوں کو بلایا تو یہ بھڑک اٹھے اور پیٹھ پھرا کر چل دیئے اور شیطان نے ان کو دعوت دی تو لبیک کہتے ہوئے اس کی طرف لپک پڑے۔

--☆☆--

---

[1] اس سے "عبدالملک ابن مروان" مراد ہے کہ جس نے اپنے عامل حجاج ابن یوسف کے ذریعہ ظلم وسفاکی کی انتہا کردی تھی۔

☆☆☆☆☆

(١٤٣) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَاۤ اَنْتُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِیْهِ الْمَنَایَا، مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَ فِیْ كُلِّ اَكْلَةٍ غَصَصٌ! لَا تَنَالُوْنَ مِنْهَا نِعْمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخْرٰی، وَ لَا یُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِّنْكُمْ یَوْمًا مِّنْ عُمُرِهٖ اِلَّا بِهَدْمِ اٰخَرَ مِنْ اَجَلِهٖ، وَ لَا تُجَدَّدُ لَهٗ زِیَادَةٌ فِیْۤ اَكْلِهٖۤ اِلَّا بِنَفَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِّزْقِهٖ، وَ لَا یَحْیَا لَهٗۤ اَثَرٌ اِلَّا مَاتَ لَهٗ اَثَرٌ، وَ لَا یَتَجَدَّدُ لَهٗ جَدِیْدٌ اِلَّا بَعْدَ اَنْ یَّخْلَقَ لَهٗ جَدِیْدٌ، وَ لَا تَقُوْمُ لَهٗ نَابِتَةٌ اِلَّا وَ تَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُوْدَةٌ، وَ قَدْ مَضَتْ اُصُوْلٌ نَّحْنُ فُرُوْعُهَا، فَمَا بَقَآءُ فَرْعٍ بَعْدَ ذَهَابِ اَصْلِهٖ!.

[مِنْهَا]

وَ مَاۤ اُحْدِثَتْ بِدْعَةٌ اِلَّا تُرِكَ بِهَا سُنَّةٌ، فَاتَّقُوا الْبِدَعَ، وَ الْزَمُوا الْمَهْیَعَ، اِنَّ عَوَازِمَ الْاُمُوْرِ اَفْضَلُهَا، وَاِنَّ مُحْدَثَاتِهَا شِرَارُهَا.

-----☆☆-----

(١٤٤) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

وَ قَدِ اسْتَشَارَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِی الشُّخُوْصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهٖ:

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ یَكُنْ نَّصْرُهٗ وَ لَا خِذْلَانُهٗ بِكَثْرَةٍ وَّ لَا بِقِلَّةٍ، وَ هُوَ دِیْنُ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَظْهَرَهٗ، وَ جُنْدُهُ الَّذِیْۤ اَعَدَّهٗ وَ اَمَدَّهٗ،

خطبہ (۱۴۳)

اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیر اندازیوں کا ہدف ہو (جہاں) ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ میں گلو گیر پھندا ہے۔ جہاں تم ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا ایک دن کی زندگی میں قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدتِ حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہوتا جب تک پہلا رزق ختم نہ ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش ابھرتا نہیں اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ و فرسودہ نہ ہو جائے دوسری نئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور جب تک کٹی ہوئی فصل گر نہ جائے نئی فصل کھڑی نہیں ہوتی۔ آبا و اجداد گزر گئے اور ہم انہی کی شاخیں ہیں۔ جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

کوئی بدعت وجود میں نہیں آتی، مگر یہ کہ اسکی وجہ سے سنت کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ بدعتی لوگوں سے بچو، روشن طریقہ پر جمے رہو۔ پرانی باتیں ہی اچھی ہیں اور (دین میں) پیدا کی ہوئی نئی چیزیں بدترین ہیں۔

--☆☆--

خطبہ (۱۴۴)

جب حضرت عمر ابن خطاب نے جنگ فارس میں شریک ہونے کیلئے آپؑ سے مشورہ لیا تو آپؑ نے فرمایا:[1]

اس امر میں کامیابی و ناکامیابی کا دارومدار فوج کی کمی بیشی پر نہیں رہا ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جسے اُس نے (سب دینوں پر) غالب رکھا ہے اور اسی کا لشکر ہے جسے اُس نے تیار کیا ہے اور اس کی ایسی

حَتّٰی بَلَغَ مَا بَلَغَ، وَ طَلَعَ حَیْثُ طَلَعَ، وَ نَحْنُ عَلٰی مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللهِ، وَاللهُ مُنْجِزٌ وَّعْدَهٗ، وَ نَاصِرٌ جُنْدَهٗ.

نصرت کی ہے کہ وہ بڑھ کر اپنی موجودہ حد تک پہنچ گیا ہے اور پھیل کر اپنے موجودہ پھیلاؤ پر آ گیا ہے اور ہم سے اللہ کا ایک وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی خود ہی مدد کرے گا۔

وَ مَكَانُ الْقَیِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ یَجْمَعُهٗ وَ یَضُمُّهٗ، فَاِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَ ذَهَبَ، ثُمَّ لَمْ یَجْتَمِعْ بِحَذَافِیْرِهٖ اَبَدًا. وَ الْعَرَبُ الْیَوْمَ وَ اِنْ كَانُوْا قَلِیْلًا، فَهُمْ كَثِیْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ، وَ عَزِیْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ! فَكُنْ قُطْبًا، وَ اسْتَدِرِ الرَّحٰی بِالْعَرَبِ، وَ اَصْلِهِمْ دُوْنَكَ نَارَ الْحَرْبِ، فَاِنَّكَ اِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَیْكَ الْعَرَبُ مِنْ اَطْرَافِهَا وَ اَقْطَارِهَا، حَتّٰی یَكُوْنَ مَا تَدَعُ وَرَآءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ اَهَمَّ اِلَیْكَ مِمَّا بَیْنَ یَدَیْكَ.

امور (سلطنت) میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو انہیں سمیٹ کر رکھتا ہے۔ جب ڈورا ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جائیں گے اور پھر کبھی سمٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگرچہ گنتی میں کم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے وہ بہت ہیں اور اتحاد باہمی کے سبب سے (فتح و) غلبہ پانے والے ہیں۔ تم اپنے مقام پر کھونٹی کی طرح جمے رہو اور عرب کا نظم و نسق برقرار رکھو اور ان ہی کو جنگ کی آگ کا مقابلہ کرنے دو۔ اس لئے کہ اگر تم نے اس سرزمین کو چھوڑا تو عرب اطراف و جوانب سے تم پر ٹوٹ پڑیں گے، یہاں تک کہ تمہیں اپنے سامنے کے حالات سے زیادہ ان مقامات کی فکر ہو جائے گی جنہیں تم اپنے پس پشت غیر محفوظ چھوڑ کر گئے ہو۔

اِنَّ الْاَعَاجِمَ اِنْ یَّنْظُرُوْٓا اِلَیْكَ غَدًا یَقُوْلُوْا: هٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ، فَاِذَا اقْتَطَعْتُمُوْهُ اسْتَرَحْتُمْ، فَیَكُوْنُ ذٰلِكَ اَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَیْكَ، وَ طَمَعِهِمْ فِیْكَ.

کل اگر عجم والے تمہیں دیکھیں گے تو (آپس میں) یہ کہیں گے کہ یہ ہے ''سردار عرب'' اگر تم نے اس کا قلع قمع کر دیا تو آسودہ ہو جاؤ گے۔ تو اس کی وجہ سے ان کی حرص و طمع تم پر زیادہ ہو جائے گی۔

فَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ مَّسِیْرِ الْقَوْمِ اِلٰی قِتَالِ الْمُسْلِمِیْنَ، فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ هُوَ اَكْرَهُ لِمَسِیْرِهِمْ مِنْكَ، وَ هُوَ اَقْدَرُ عَلٰی تَغْیِیْرِ مَا یَكْرَهُ. وَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ، فَاِنَّا لَمْ نَكُنْ نُّقَاتِلُ فِیْمَا مَضٰی بِالْكَثْرَةِ، وَ اِنَّمَا كُنَّا

لیکن یہ جو تم کہتے ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے لڑنے بھڑنے کیلئے چل کھڑے ہوئے ہیں تو اللہ ان کے بڑھنے کو تم سے زیادہ برا سمجھتا ہے اور وہ جسے برا سمجھے اس کے بدلنے (اور روکنے) پر بہت قدرت رکھتا ہے اور ان کی تعداد کے متعلق جو کہتے ہو (کہ وہ بہت ہیں) تو ہم سابق میں کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے تھے بلکہ (اللہ کی) تائید و

نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَ الْمَعُوْنَةِ!. نصرت (کے سہارے) پر۔

-----☆☆-----

--☆☆--

[1] جب حضرت عمر کو کچھ لوگوں نے جنگ قادسیہ یا جنگِ نہاوند کے موقع پر شریک کارزار ہونے کا مشورہ دیا تو آپ نے لوگوں کے مشورہ کو اپنے جذبات کے خلاف سمجھتے ہوئے امیر المومنین علیہ السلام سے مشورہ لینا بھی ضروری سمجھا کہ اگر انہوں نے ٹھہرنے کا مشورہ دیا تو دوسروں کے سامنے یہ عذر کر دیا جائے گا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے مشورہ کی وجہ سے رک گیا ہوں اور اگر انہوں نے بھی شریک جنگ ہونے کا مشورہ دیا تو پھر کوئی اور تدبیر سوچ لی جائے گی۔ چنانچہ حضرتؑ نے دوسروں کے خلاف انہیں ٹھہرے رہنے ہی کا مشورہ دیا۔ دوسرے لوگوں نے تو اس بنا پر انہیں شرکت کا مشورہ دیا تھا کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف لشکر والوں ہی کو جنگ میں نہ جھونکتے تھے بلکہ خود بھی شرکت فرماتے تھے اور اپنے خاندان کے عزیز ترین فردوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امیر المومنین علیہ السلام کے پیش نظر یہ چیز تھی کہ ان کی شرکت اسلام کیلئے مفید نہیں ہوسکتی، بلکہ ان کا اپنے مقام پر ٹھہرے رہنا ہی مسلمانوں کو پراگندگی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرتؑ کا ارشاد کہ "حاکم کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کے گرد نظام مملکت گھومتا ہے"، ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی خاص شخصیت کے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حکمران مسلمان ہو یا کافر، عادل ہو یا ظالم، نیک عمل ہو یا بد کردار، مملکت کے نظم و نسق کیلئے اس کا وجود ناگزیر ہے۔ جیسا کہ حضرتؑ نے اس مطلب کو دوسرے مقام پر وضاحت سے بیان فرمایا ہے:

وَ اِنَّهٗ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ، يَعْمَلُ فِیْۤ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ، وَ يَسْتَمْتِعُ فِيْهَا الْكَافِرُ، وَ يُبَلِّغُ اللّٰهُ فِيْهَا الْاَجَلَ، وَ يُجْمَعُ بِهِ الْفَیْءُ، وَ يُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ، وَ تَاْمَنُ بِهِ السُّبُلُ، وَ يُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِيْفِ مِنَ الْقَوِيِّ، حَتّٰى يَسْتَرِيْحَ بَرٌّ، وَ يُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ.

لوگوں کیلئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے، وہ نیک ہو یا بد کردار۔ (اگر نیک ہوگا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اور (اگر فاسق ہوگا تو) کافر اس کے عہد میں بہرہ اندوز ہوں گے اور اللہ اس نظام حکومت کی ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اس حاکم کی وجہ سے (چاہے وہ اچھا ہو یا برا) مالیات فراہم ہوتے ہیں، دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پر امن رہتے ہیں، یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) راحت پائے اور برے حاکم (کے مرنے یا معزول ہونے) سے دوسروں کو راحت پہنچے۔[1]

حضرتؑ نے مشورہ کے موقع پر جو الفاظ کہے ہیں ان سے حضرت عمر کے حاکم و صاحب اقتدار ہونے کے علاوہ اور کسی خصوصیت کا اظہار نہیں ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہیں دنیاوی اقتدار حاصل تھا، چاہے وہ صحیح طریق سے حاصل ہوا ہو یا غلط طریق سے اور جہاں اقتدار ہو وہاں رعیت کی مرکزیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرتؑ نے فرمایا کہ: اگر وہ نکل کھڑے ہوں گے تو پھر عرب بھی جوق در جوق میدان جنگ کا

[1] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۴۰۔

رُخ کریں گے، کیونکہ جب حکمران ہی نکل کھڑا ہو تو رعیت پیچھے رہنا گوارا نہ کرے گی اور ان کے نکلنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ شہروں کے شہر خالی ہو جائیں گے اور دشمن بھی ان کے میدان جنگ میں پہنچ جانے سے یہ اندازہ کر لے گا کہ اسلامی شہر خالی پڑے ہیں۔ اگر انہیں پسپا کر دیا گیا تو پھر مسلمانوں کو مرکز سے کمک حاصل نہیں ہو سکتی اور اگر حکمران ہی کو ختم کر دیا گیا تو فوج خود بخود منتشر ہو جائے گی۔ کیونکہ حکمران بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہوتا ہے۔ جب بنیاد ہی ہل جائے تو دیواریں کہاں کھڑی رہ سکتی ہیں۔ یہ "اصل العرب" (عرب کی جڑ) کی لفظ حضرتؑ نے اپنی طرف سے نہیں فرمائی، بلکہ عجموں کی زبان سے نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی نظروں میں بنیاد عرب ہی سمجھے جا رہے تھے اور پھر یہ اضافت "ملک" کی طرف ہے، "اسلام" یا "مسلمین" کی طرف نہیں ہے کہ اسلامی اعتبار سے ان کی کسی اہمیت کا اظہار ہو۔

جب حضرتؑ نے انہیں بتایا کہ ان کے پہنچ جانے سے عجم انہی کی تاک میں رہیں گے اور ہتھے چڑھ جانے پر وہ قتل کئے بغیر نہ رہیں گے تو ایسی باتیں اگرچہ شجاعوں کیلئے سمند ہمت پر تازیانہ کا کام دیتی ہیں اور ان کا جوش و ولولہ اُبھر آتا ہے، مگر آپ نے ٹھہرے رہنے ہی کا مشورہ پسند فرمایا اور جنگ کے شعلوں سے اپنا دامن بچانا ہی بہتر سمجھا۔ اگر یہ مشورہ ان کے طبعی میلان کے موافق نہ ہوتا تو وہ اس طرح خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم نہ کرتے، بلکہ کچھ کہتے سنتے اور یہ سمجھانے کی کوشش کرتے کہ ملک میں کسی کو نائب بنا کر ملکی نظم و نسق کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اور پھر جب اور لوگوں نے جانے کا مشورہ دیا تھا تو امیر المومنین علیہ السلام سے مشورہ لینے کا داعی اس کے علاوہ ہو ہی کیا سکتا تھا کہ رک جانے کا کوئی سہارا مل جائے۔

☆☆☆☆☆

(١٤٥) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَبَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهٗ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اِلٰى عِبَادَتِهٖ، وَ مِنْ طَاعَةِ الشَّيْطٰنِ اِلٰى طَاعَتِهٖ، بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَيَّنَهٗ وَ اَحْكَمَهٗ، لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ اِذْ جَهِلُوْهُ، وَ لِيُقِرُّوْا بِهٖ بَعْدَ اِذْ جَحَدُوْهُ، وَ لِيُثْبِتُوْهُ بَعْدَ اِذْ اَنْكَرُوْهُ. فَتَجَلّٰى سُبْحَانَهٗ لَهُمْ فِیْ كِتَابِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنُوْا رَاَوْهُ، بِمَاۤ اَرَاهُمْ مِنْ قُدْرَتِهٖ، وَ خَوَّفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهٖ، وَ كَيْفَ مَحَقَ مَنْ مَّحَقَ بِالْمَثُلَاتِ، وَ احْتَصَدَ مَنِ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ!.

وَ اِنَّهٗ سَيَاْتِیْ عَلَيْكُمْ مِنْۢ بَعْدِیْ زَمَانٌ لَّيْسَ فِيْهِ شَیْءٌ اَخْفٰى مِنَ الْحَقِّ، وَ لَاۤ اَظْهَرَ مِنَ الْبَاطِلِ، وَ لَاۤ اَكْثَرَ مِنَ الْكَذِبِ عَلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ، وَ لَيْسَ عِنْدَ اَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ سِلْعَةٌ اَبْوَرَ مِنَ الْكِتَابِ اِذَا تُلِیَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ، وَ لَاۤ اَنْفَقَ مِنْهُ اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ، وَ لَا فِی الْبِلَادِ شَیْءٌ اَنْكَرَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ، وَ لَاۤ اَعْرَفَ مِنَ الْمُنْكَرِ!.

فَقَدْ نَبَذَ الْكِتَابَ حَمَلَتُهٗ، وَ تَنَاسَاهُ حَفَظَتُهٗ، فَالْكِتَابُ يَوْمَئِذٍ وَّ اَهْلُهٗ مَنْفِيَّانِ طَرِيْدَانِ، وَ صَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ فِیْ طَرِيْقٍ وَّاحِدٍ لَا يُؤْوِيْهِمَا مُؤْوٍ، فَالْكِتَابُ وَ اَهْلُهٗ فِیْ

خطبہ (۱۴۵)

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی پرستش کی طرف اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں، تا کہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔ اللہ ان کے سامنے بغیر اس کے کہ اسے دیکھا ہو قدرت کی (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے کہ جو اس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت و شوکت کی (قہرمانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنہیں اسے مٹانا تھا انہیں کس طرح اس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور جنہیں تہس نہس کرنا تھا انہیں کیونکر اپنے عذابوں سے تہس نہس کر دیا۔

میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہوگا اور اللہ و رسولؐ پر افترا پردازی کا زور ہوگا۔ اس زمانہ والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہوگی اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے اور نہ (ان کے) شہروں میں نیکی سے زیادہ کوئی برائی اور برائی سے زیادہ کوئی نیکی ہوگی۔

چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ کریں گے اور حفظ کرنے والے اس کی (تعلیم) بھلا بیٹھیں گے اور قرآن اور قرآن والے (اہلبیتؑ) بے گھر اور بے در ہوں گے اور ایک ہی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ انہیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ وہ

ذٰلِكَ الزَّمَانِ فِي النَّاسِ وَ لَيْسَا فِيهِمْ، وَ مَعَهُمْ وَ لَيْسَا مَعَهُمْ! لِاَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُوَافِقُ الْهُدٰى وَاِنِ اجْتَمَعَا.

فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْفُرْقَةِ وَ افْتَرَقُوْا عَنِ الْجَمَاعَةِ، كَاَنَّهُمْ اَئِمَّةُ الْكِتَابِ وَ لَيْسَ الْكِتَابُ اِمَامَهُمْ، فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِنْهُ اِلَّا اسْمُهٗ، وَ لَا يَعْرِفُوْنَ اِلَّا خَطَّهٗ وَ زَبْرَهٗ، وَ مِنْ قَبْلُ مَا مَثَّلُوْا بِالصَّالِحِيْنَ كُلَّ مُثْلَةٍ، وَ سَمَّوْا صِدْقَهُمْ عَلَى اللهِ فِرْيَةً، وَ جَعَلُوْا فِي الْحَسَنَةِ عُقُوْبَةَ السَّيِّئَةِ. وَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِطُوْلِ اٰمَالِهِمْ وَ تَغَيُّبِ اٰجَالِهِمْ، حَتّٰى نَزَلَ بِهِمُ الْمَوْعُوْدُ الَّذِيْ تُرَدُّ عَنْهُ الْمَعْذِرَةُ، وَ تُرْفَعُ عَنْهُ التَّوْبَةُ، وَ تَحُلُّ مَعَهُ الْقَارِعَةُ وَالنِّقْمَةُ.

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّهٗ مَنِ اسْتَنْصَحَ اللهَ وُفِّقَ، وَ مَنِ اتَّخَذَ قَوْلَهٗ دَلِيْلًا هُدِيَ ﴿لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾، فَاِنَّ جَارَ اللهِ اٰمِنٌ وَّ عَدُوَّهٗ خَآئِفٌ، وَ اِنَّهٗ لَا يَنْۢبَغِيْ لِمَنْ عَرَفَ عَظَمَةَ اللهِ اَنْ يَّتَعَظَّمَ، فَاِنَّ رِفْعَةَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا عَظَمَتُهٗ اَنْ يَّتَوَاضَعُوْا لَهٗ، وَ سَلَامَةَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا قُدْرَتُهٗ اَنْ يَّسْتَسْلِمُوْا لَهٗ، فَلَا تَنْفِرُوْا مِنَ الْحَقِّ نِفَارَ الصَّحِيْحِ مِنَ الْاَجْرَبِ، وَالْبَارِئِ مِنْ ذِي السَّقَمِ.

(بظاہر) لوگوں میں ہوں گے مگر ان سے الگ تھلگ۔ ان کے ساتھ ہوں گے مگر بے تعلق۔ اس لئے کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہوسکتی اگر چہ وہ یک جا ہوں۔

لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کرلیا ہے اور جماعت سے کٹ گئے ہیں۔ گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں کتاب ان کی پیشوا نہیں۔ ان کے پاس تو صرف قرآن کا نام رہ گیا ہے اور صرف اس کے خطوط ونقوش کو پہچان سکتے ہیں۔ اس آنے والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا چکے ہوں گے اور اللہ کے متعلق ان کی سچی باتوں کا نام بھی بہتان رکھ دیا ہوگا اور نیکیوں کے بدلہ میں انہیں بری سزائیں دی ہوں گی۔ تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کا سبب یہ ہے کہ وہ امیدوں کے دامن پھیلاتے رہے اور موت کو نظروں سے اوجھل سمجھا کئے، یہاں تک کہ جب وعدہ کی ہوئی (موت) آ گئی تو ان کی معذرت کو ٹھکرا دیا گیا اور توبہ اٹھا لی گئی اور مصیبت وبلا ان پر ٹوٹ پڑی۔

اے لوگو! جو اللہ سے نصیحت چاہے اسے ہی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جو اس کے ارشادات کو رہنما بنائے وہ سیدھے راستہ پر ہو لیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی ہمسائیگی میں رہنے والا امن وسلامتی میں ہے اور اس کا دشمن خوف و ہراس میں۔ جو اللہ کی عظمت وجلالت کو پہچان لے اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عظمت کی نمائش کرے، چونکہ جو اسکی عظمت کو پہچان چکے ہیں ان کی رفعت و بلندی اسی میں ہے کہ اس کے آگے جھک جائیں اور جو اِسکی قدرت کو جان چکے ہیں ان کی سلامتی اسی میں ہے کہ اسکے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ حق سے اس طرح بھڑک نہ اٹھو جس طرح صحیح وسالم خارش زدہ سے یا تندرست بیمار سے۔

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ لَنْ تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِیْ تَرَكَهٗ، وَ لَنْ تَاْخُذُوْا بِمِیْثَاقِ الْكِتَابِ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِیْ نَقَضَهٗ، وَ لَنْ تَمَسَّكُوْا بِهٖ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِیْ نَبَذَهٗ.

فَالْتَمِسُوْا ذٰلِكَ مِنْ عِنْدِ اَهْلِهٖ، فَاِنَّهُمْ عَیْشُ الْعِلْمِ، وَ مَوْتُ الْجَهْلِ، هُمُ الَّذِیْنَ یُخْبِرُكُمْ حُكْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ، وَ صَمْتُهُمْ عَنْ مَّنْطِقِهِمْ، وَ ظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ، لَا یُخَالِفُوْنَ الدِّیْنَ وَ لَا یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ، فَهُوَ بَیْنَهُمْ شَاهِدٌ صَادِقٌ، وَ صَامِتٌ نَّاطِقٌ.

تم ہدایت کو اس وقت تک نہ پہچان سکو گے جب تک اس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور قرآن کے عہد و پیمان کے پابند نہ رہ سکو گے جب تک اس کے توڑنے والے کو نہ جان لو اور اس سے وابستہ نہیں رہ سکتے جب تک اسے دور پھینکنے والے کی شناخت نہ کرلو۔

جو ہدایت والے ہیں انہی سے ہدایت طلب کرو۔ وہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا (دیا ہوا) ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دے گی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے۔ وہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں نہ اس کے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان ہے جو بول رہا ہے۔

-----☆☆-----

(۱۴۶) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

فِیْ ذِكْرِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ

كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا یَرْجُو الْاَمْرَ لَهٗ، وَ یَعْطِفُهٗ عَلَیْهِ دُوْنَ صَاحِبِهٖ، لَا یَمُتَّانِ اِلَى اللّٰهِ بِحَبْلٍ، وَ لَا یَمُدَّانِ اِلَیْهِ بِسَبَبٍ. كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَامِلُ ضَبٍّ لِّصَاحِبِهٖ، وَ عَمَّا قَلِیْلٍ یُّكْشَفُ قِنَاعُهٗ بِهٖ!.

وَاللّٰهِ! لَئِنْ اَصَابُوا الَّذِیْ یُرِیْدُوْنَ لَیَنْتَزِعَنَّ هٰذَا نَفْسَ هٰذَا، وَ لَیَاْتِیَنَّ هٰذَا عَلٰى هٰذَا، قَدْ قَامَتِ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ، فَاَیْنَ الْمُحْتَسِبُوْنَ؟! قَدْ سُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ، وَ قُدِّمَ لَهُمُ الْخَبَرُ.

خطبہ (۱۴۶)

(اہل بصرہ کے بارے میں)

ان دونوں (طلحہ و زبیر) میں سے ہر ایک اپنے لئے خلافت کا امیدوار ہے اور اسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے، نہ اپنے ساتھی کی طرف۔ وہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے توسل نہیں ڈھونڈتے اور نہ کوئی ذریعہ لے کر اس کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے (دلوں میں) کینہ لئے ہوئے ہیں اور جلد ہی اس سلسلے میں بے نقاب ہوجائیں گے۔

خدا کی قسم! اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوجائیں تو ایک ان میں دوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے اور ختم کر کے ہی دم لے۔ (دیکھو) باغی گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ (اب) کہاں ہیں اجر و ثواب کے چاہنے والے جب کہ حق کی راہیں مقرر ہوچکی ہیں اور یہ خبر انہیں پہلے سے دی جاچکی ہے۔

وَ لِكُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ، وَ لِكُلِّ نَاكِثٍ شُبْهَةٌ. وَاللهِ! لَاۤ اَكُوْنُ كَمُسْتَمِعِ اللَّدْمِ، يَسْمَعُ النَّاعِيَ، وَ يَحْضُرُ الْبَاكِيَ، ثُمَّ لَا يَعْتَبِرُ!.

ہر گمراہی کیلئے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں اور ہر پیمان شکن (دوسروں کو) اشتباہ میں ڈالنے کیلئے کوئی نہ کوئی بات بنایا کرتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کی طرح نہیں ہوں گا جو ماتم کی آواز پر کان دھرے، موت کی سنائی دینے والے کی آواز سنے اور رونے والے کے پاس (پُرسے کیلئے) بھی جائے اور پھر عبرت حاصل نہ کرے۔

-----☆☆-----

(۱۴۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَبْلَ مَوْتِهٖ

خطبہ (۱۴۷)

شہادت سے پہلے فرمایا

اَيُّهَا النَّاسُ! كُلُّ امْرِئٍ لَّاقٍ مَّا يَفِرُّ مِنْهُ فِيْ فِرَارِهٖ، وَ الْاَجَلُ مَسَاقُ النَّفْسِ، وَ الْهَرَبُ مِنْهُ مُوَافَاتُهٗ. كَمْ اَطْرَدْتُّ الْاَيَّامَ اَبْحَثُهَا عَنْ مَّكْنُوْنِ هٰذَا الْاَمْرِ، فَاَبَى اللهُ اِلَّاۤ اِخْفَآءَهٗ، هَيْهَاتَ! عِلْمٌ مَّخْزُوْنٌ!.

اے لوگو! ہر شخص اسی چیز کا سامنا کرنے والا ہے جس سے وہ راہِ فرار اختیار کئے ہوئے ہے اور جہاں زندگی کا سفر کھینچ کر لے جاتا ہے وہی حیات کی منزل منتہا ہے۔ موت[1] سے بھاگنا اسے پا لینا ہے۔ میں نے اس موت کے چھپے ہوئے بھیدوں کی جستجو میں کتنا ہی زمانہ گزارا اگر مشیت ایز دی یہی رہی کہ اس کی (تفصیلات) بےنقاب نہ ہوں۔ اس کی منزل تک رسائی کہاں وہ تو ایک پوشیدہ علم ہے۔

اَمَّا وَصِيَّتِيْ: فَاللهُ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَ مُحَمَّدٌ ﷺ فَلَا تُضَيِّعُوْا سُنَّتَهٗ، اَقِيْمُوْا هٰذَيْنِ الْعَمُوْدَيْنِ، وَ اَوْقِدُوْا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ، وَ خَلَاكُمْ ذَمٌّ مَّالَمْ تَشْرُدُوْا. حُمِّلَ كُلُّ امْرِئٍ مَّجْهُوْدَهٗ، وَ خُفِّفَ عَنِ الْجَهَلَةِ، رَبٌّ رَّحِيْمٌ، وَ دِيْنٌ قَوِيْمٌ، وَ اِمَامٌ عَلِيْمٌ.

تو ہاں میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو۔ جب تک منتشر و پراگندہ نہیں ہوتے تم میں کوئی برائی[2] نہیں آئے گی۔ تم میں سے ہر شخص اپنی وسعت بھر بوجھ اٹھائے۔ نہ جاننے والوں کا بوجھ بھی ہلکا رکھا گیا ہے۔ (کیونکہ) اللہ رحم کرنے والا، دین سیدھا (کہ جس میں کوئی الجھاؤ نہیں) اور پیغمبرؐ عالم و دانا ہے۔

اَنَا بِالْاَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَ اَنَا الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَّكُمْ، وَ غَدًا مُّفَارِقُكُمْ! غَفَرَ اللهُ لِيْ وَ لَكُمْ! اِنْ تَثْبُتِ الْوَطَاَةُ فِيْ هٰذِهِ الْمَزَلَّةِ

میں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لئے عبرت بنا ہوا ہوں اور کل تم سے چھوٹ جاؤں گا۔ خدا مجھے اور تمہیں مغفرت عطا کرے۔ اگر اس پھسلنے کی جگہ پر قدم جمے رہے تو خیر اور اگر

فَذَاكَ، وَ اِنْ تَدْحَضِ الْقَدَمُ فَاِنَّا كُنَّا فِیْۤ اَفْیَآءِ اَغْصَانٍ، وَ مَهَابِّ رِیَاحٍ، وَ تَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ، اضْمَحَلَّ فِی الْجَوِّ مُتَلَفِّقُهَا، وَ عَفَا فِی الْاَرْضِ مَخَطُّهَا.

قدموں کا جماؤ اکھڑ گیا تو ہم بھی انہی (گھنی) شاخوں کی چھاؤں، ہوا کی گزرگاہوں اور چھائے ہوئے ابر کے سایوں میں تھے، (لیکن) اس کے تہ بہ تہ جمے ہوئے لکے چھٹ گئے اور ہوا کے نشانات مٹ مٹا گئے۔

وَ اِنَّمَا كُنْتُ جَارًا جَاوَرَكُمْ بَدَنِیْۤ اَیَّامًا، وَ سَتُعْقَبُوْنَ مِنِّیْ جُثَّةً خَلَآءً: سَاكِنَةً بَعْدَ حَرَاكٍ، وَ صَامِتَةً بَعْدَ نُطْقٍ، لِیَعِظْكُمْ هُدُوِّیْ، وَ خُفُوْتُ اِطْرَاقِیْ، وَ سُكُوْنُ اَطْرَافِیْ، فَاِنَّهٗ اَوْعَظُ لِلْمُعْتَبِرِیْنَ مِنَ الْمَنْطِقِ الْبَلِیْغِ وَ الْقَوْلِ الْمَسْمُوْعِ، وَ دَاعِیْكُمْ وَدَاعُ امْرِئٍ مُّرْصِدٍ لِّلتَّلَاقِیْ! غَدًا تَرَوْنَ اَیَّامِیْ، وَ یُكْشَفُ لَكُمْ عَنْ سَرَآئِرِیْ، وَ تَعْرِفُوْنَنِیْ بَعْدَ خُلُوِّ مَكَانِیْ وَ قِیَامِ غَیْرِیْ مَقَامِیْ.

میں تمہارا ہمسایہ تھا کہ میرا جسم چند دن تمہارے پڑوس میں رہا اور میرے مرنے کے بعد مجھے جسدِ بے روح پاؤ گے کہ جو حرکت کرنے کے بعد تھم گیا اور بولنے کے بعد خاموش ہو گیا، تاکہ میرا یہ سکون اور ٹھہراؤ اور آنکھوں کا مندھ جانا اور ہاتھ پیروں کا بے حس و حرکت ہو جانا تمہیں پند و نصیحت کرے[3] کیونکہ عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے یہ (منظر) بلیغ کلموں اور کان میں پڑنے والی باتوں سے زیادہ موعظت و عبرت دلانے والا ہوتا ہے۔ میں تم سے اس طرح رخصت ہو رہا ہوں جیسے کوئی شخص (کسی کی) ملاقات کیلئے چشم براہ ہو۔ کل تم میرے اس دور کو یاد کرو گے اور میری نیتیں کھل کر تمہارے سامنے آ جائیں گی اور میری جگہ کے خالی ہونے اور دوسروں کے اس مقام پر آنے سے تمہیں میری قدر و منزلت کی پہچان ہو گی۔

-----☆☆-----

۱؎ یعنی انسان موت سے بچنے کیلئے جو ہاتھ پیر مارتا ہے اور چارہ سازی کرتا ہے اس میں جتنا زمانہ صرف ہوتا ہے وہ مدت حیات ہی ہے کہ جو کم ہو رہی ہے اور جوں جوں وقت گزرتا ہے موت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ زندگی ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

۲؎ «خَلَاكُمْ ذَمٌّ»: ”تم پر کوئی برائی عائد نہ ہو گی“، یہ جملہ بطور مثل استعمال ہوتا ہے، جسے سب سے پہلے جذیمہ ابرش کے غلام قصیر نے استعمال کیا تھا۔

۳؎ مقصد یہ ہے کہ جب یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی تو ان میں رہنے والے کیونکر موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ یقیناً انہیں بھی ہر چیز کی طرح ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے، لہٰذا میرے جامِ حیات کے چھلک جانے پر تعجب ہی کیا۔

☆☆☆☆☆

(۱۴۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي الْمَلَاحِمِ

وَ اَخَذُوْا يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا ظَعْنًا فِيْ مَسَالِكِ الْغَيِّ، وَ تَرْكًا لِّمَذَاهِبِ الرُّشْدِ. فَلَا تَسْتَعْجِلُوْا مَا هُوَ كَآئِنٌ مُّرْصَدٌ، وَ لَا تَسْتَبْطِئُوْا مَا يَجِيْٓءُ بِهِ الْغَدُ. فَكَمْ مِّنْ مُّسْتَعْجِلٍ بِمَاۤ اِنْ اَدْرَكَهٗ وَدَّ اَنَّهٗ لَمْ يُدْرِكْهُ. وَ مَاۤ اَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيْرِ غَدٍ!.

يَا قَوْمِ! هٰذَاۤ اِبَّانُ وُرُوْدِ كُلِّ مَوْعُوْدٍ، وَ دُنُوٍّ مِّنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُوْنَ.

اَلَا وَ اِنَّ مَنْ اَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِيْ فِيْهَا بِسِرَاجٍ مُّنِيْرٍ، وَ يَحْذُوْ فِيْهَا عَلٰى مِثَالِ الصَّالِحِيْنَ، لِيَحُلَّ فِيْهَا رِبْقًا، وَ يُعْتِقَ رِقًّا، وَ يَصْدَعَ شَعْبًا، وَ يَشْعَبَ صَدْعًا، فِيْ سُتْرَةٍ عَنِ النَّاسِ، لَا يُبْصِرُ الْقَآئِفُ اَثَرَهٗ وَ لَوْ تَابَعَ نَظَرَهٗ. ثُمَّ لَيُشْحَذَنَّ فِيْهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَيْنِ النَّصْلَ تُجْلٰى بِالتَّنْزِيْلِ اَبْصَارُهُمْ، وَ يُرْمٰى بِالتَّفْسِيْرِ فِيْ مَسَامِعِهِمْ، وَ يُغْبَقُوْنَ كَاْسَ الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوْحِ!.

خطبہ (۱۴۸)

(حوادث کے بارے میں)

(وہ لوگ) گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر (افراط وتفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر ہو لئے ہیں۔ جو بات کہ ہوکر رہنے والی اور محل انتظار میں ہو اس کیلئے جلدی نہ مچاؤ اور جسے ''کل'' اپنے ساتھ لئے آرہا ہے اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو۔ بہتیرے لوگ ایسے ہیں کہ جو کسی چیز کیلئے جلدی مچاتے ہیں اور جب اسے پالیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی پاتے تو اچھا تھا۔ ''آج'' آنے والے ''کل'' کے اجالوں سے کتنا قریب ہے۔

اے میری قوم! یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہوکر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو۔

دیکھو! ہم (اہلبیتؑ) میں سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ وروش پر قدم اٹھائے گا، تا کہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے۔ وہ لوگوں کی (نگاہوں سے) پوشیدہ ہوگا۔ کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اِسکے نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو (حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اِسکے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح وشام پلائے جائینگے۔

[مِنْهَا]

وَ طَالَ الْاَمَدُ بِهِمْ لِيَسْتَكْمِلُوْا الْخِزْيَ، وَ يَسْتَوْجِبُوا الْغِيَرَ، حَتّٰۤى اِذَا اخْلَوْلَقَ الْاَجَلُ، وَ اسْتَرَاحَ قَوْمٌ اِلَى الْفِتَنِ، وَ اَشَالُوْا عَنْ لَّقَاحِ حَرْبِهِمْ، لَمْ يَمُنُّوْا عَلَى اللهِ بِالصَّبْرِ، وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوْا بَذْلَ اَنْفُسِهِمْ فِي الْحَقِّ، حَتّٰۤى اِذَا وَافَقَ وَارِدُ الْقَضَآءِ انْقِطَاعَ مُدَّةِ الْبَلَآءِ، حَمَلُوْا بَصَآئِرَهُمْ عَلٰۤى اَسْيَافِهِمْ، وَ دَانُوْا لِرَبِّهِمْ بِاَمْرِ وَاعِظِهِمْ، حَتّٰۤى اِذَا قَبَضَ اللهُ رَسُوْلَهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْاَعْقَابِ، وَ غَالَتْهُمُ السُّبُلُ، وَ اتَّكَلُوْا عَلَى الْوَلَآئِجِ، وَ وَصَلُوْا غَيْرَ الرَّحِمِ، وَ هَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِيْۤ اُمِرُوْا بِمَوَدَّتِهٖ، وَ نَقَلُوا الْبِنَآءَ عَنْ رَّصِّ اَسَاسِهٖ، فَبَنَوْهُ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ. مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيْٓئَةٍ وَّ اَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ فِيْ غَمْرَةٍ. قَدْ مَارُوْا فِي الْحَيْرَةِ، وَ ذَهَلُوْا فِي السَّكْرَةِ، عَلٰى سُنَّةٍ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ: مِنْ مُّنْقَطِعٍ اِلَى الدُّنْيَا رَاكِنٍ، اَوْ مُفَارِقٍ لِّلدِّيْنِ مُبَايِنٍ.

-----☆☆-----

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی رہا، تا کہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا کر لیں۔ یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آ گئی اور ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کیلئے کھڑی ہو گئی تو اس وقت (ایمان لانے والے) اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتاتے تھے اور نہ حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حکم قضا نے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھا لیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے اٹھا لیا تو ایک گروہ الٹے پیروں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا، (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اسے مودّت کا حکم دیا گیا تھا انہیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا جو اس کی جگہ نہ تھی۔ یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آل فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے۔ کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے۔

--☆☆--

(١٤٩) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ اَحْمَدُ اللهَ وَ اَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى مَدَاحِرِ الشَّيْطٰنِ وَ مَزَاجِرِهٖ، وَ الْاِعْتِصَامِ مِنْ حَبَآئِلِهٖ وَ مَخَاتِلِهٖ.

خطبہ (۱۴۹)

میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور ان چیزوں کیلئے اس سے مدد مانگتا ہوں کہ جو شیطان کو راندہ اور دور کرنے والی اور اس کے پھندوں اور ہتھکنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھنے والی ہیں۔

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ نَجِيْبُهٗ وَ صَفْوَتُهٗ، لَا يُؤَازٰى فَضْلُهٗ، وَ لَا يُجْبَرُ فَقْدُهٗ، اَضَآءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ، وَ الْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ، وَ الْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ، وَ النَّاسُ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْمَ، وَ يَسْتَذِلُّوْنَ الْحَكِيْمَ، يَحْيَوْنَ عَلٰى فَتْرَةٍ، وَ يَمُوْتُوْنَ عَلٰى كَفْرَةٍ!.

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں۔ نہ ان کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہو سکتی ہے۔ تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن و منور ہو گئے، جبکہ لوگ حلال کو حرام اور مرد زیرک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے۔ نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہی کی حالت میں مر جاتے تھے۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ مَّعْشَرَ الْعَرَبِ! اَغْرَاضُ بَلَايَا قَدِ اقْتَرَبَتْ، فَاتَّقُوْا سَكَرَاتِ النِّعْمَةِ، وَ احْذَرُوْا بَوَآئِقَ النِّقْمَةِ، وَ تَثَبَّتُوْا فِیْ قَتَامِ الْعَشْوَةِ، وَ اعْوِجَاجِ الْفِتْنَةِ عِنْدَ طُلُوْعِ جَنِيْنِهَا، وَ ظُهُوْرِ كَمِيْنِهَا، وَ انْتِصَابِ قُطْبِهَا، وَ مَدَارِ رَحَاهَا. تَبْدَاُ فِیْ مَدَارِجَ خَفِيَّةٍ، وَ تَؤُوْلُ اِلٰى فَظَاعَةٍ جَلِيَّةٍ، شِبَابُهَا كَشِبَابِ الْغُلَامِ، وَ اٰثَارُهَا كَاٰثَارِ السِّلَامِ، تَتَوَارَثُهَا الظَّلَمَةُ بِالْعُهُوْدِ! اَوَّلُهُمْ قَآئِدٌ لِّاٰخِرِهِمْ، وَ اٰخِرُهُمْ مُقْتَدٍ بِاَوَّلِهِمْ، يَتَنَافَسُوْنَ فِیْ دُنْيَا دَنِيَّةٍ، وَ يَتَكَالَبُوْنَ عَلٰى جِيْفَةٍ مُّرِيْحَةٍ، وَ عَنْ قَلِيْلٍ يَتَبَرَّاُ التَّابِعُ مِنَ الْمَتْبُوْعِ، وَ الْقَآئِدُ مِنَ الْمَقُوْدِ، فَيَتَزَايَلُوْنَ بِالْبَغْضَآءِ، وَ يَتَلَاعَنُوْنَ عِنْدَ اللِّقَآءِ.

پھر یہ کہ اے گروہ عرب! تم ایسی ابتلاؤں کا نشانہ بننے والے ہو کہ جو قریب پہنچ چکی ہیں۔ عیش و تنعم کی بدمستیوں سے بچو اور عذاب کی تباہ کاریوں سے ڈرو۔ شبہات کے دھندلکوں اور فتنہ کی کجرویوں میں اپنے قدموں کو روک لو، جبکہ اس کا چھپا ہوا خدشہ سر اٹھائے اور مخفی اندیشہ سامنے آجائے اور اس کا کھونٹا مضبوط ہو جائے۔ فتنے ہمیشہ چھپے ہوئے راستوں سے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور انجام کار ان کی کھلم کھلا برائیوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے اور ان کی اٹھان ایسی ہوتی ہے جیسے نوخیز بچے کی اور ان کے نشانات ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر (کی چوٹوں) کے۔ ظالم آپس کے عہد و پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں۔ اگلا پچھلے کا رہنما اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ اسی رذیل دنیا پر مر مٹتے ہیں اور اس سڑے ہوئے مردار پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ جلد ہی پیرو کار اپنے پیشرو رہنماؤں سے اظہار بیزاری کریں گے اور ایک دوسرے کی دشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لیں گے اور سامنے ہونے پر ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔

ثُمَّ يَاْتِیْ بَعْدَ ذٰلِكَ طَالِعُ الْفِتْنَةِ الرَّجُوْفِ، وَ الْقَاصِمَةِ الزَّحُوْفِ، فَتَزِيْغُ

اس دور کے بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو امن و سلامتی کو تہ و بالا کرنے والا اور تباہی مچانے والا اور خلق خدا پر سختی کے ساتھ حملہ آور ہوگا

قُلُوْبٌ بَعْدَ اسْتِقَامَةٍ، وَ تَضِلُّ رِجَالٌ بَعْدَ سَلَامَةٍ، وَ تَخْتَلِفُ الْاَهْوَآءُ عِنْدَ هُجُوْمِهَا، وَ تَلْتَبِسُ الْاٰرَآءُ عِنْدَ نُجُوْمِهَا، مَنْ اَشْرَفَ لَهَا قَصَمَتْهُ، وَ مَنْ سَعٰى فِيْهَا حَطَمَتْهُ، يَتَكَادَمُوْنَ فِيْهَا تَكَادُمَ الْحُمُرِ فِي الْعَانَةِ! قَدِ اضْطَرَبَ مَعْقُوْدُ الْحَبْلِ، وَ عَمِيَ وَجْهُ الْاَمْرِ، تَغِيْضُ فِيْهَا الْحِكْمَةُ، وَ تَنْطِقُ فِيْهَا الظَّلَمَةُ، وَ تَدُقُّ اَهْلَ الْبَدْوِ بِمِسْحَلِهَا، وَ تَرُضُّهُمْ بِكَلْكَلِهَا! يَضِيْعُ فِيْ غُبَارِهَا الْوُحْدَانُ، وَ يَهْلِكُ فِيْ طَرِيْقِهَا الرُّكْبَانُ، تَرِدُ بِمُرِّ الْقَضَآءِ، وَ تَحْلُبُ عَبِيْطَ الدِّمَآءِ، وَ تَثْلِمُ مَنَارَ الدِّيْنِ، وَ تَنْقُضُ عَقْدَ الْيَقِيْنِ، تَهْرُبُ مِنْهَا الْاَكْيَاسُ، وَ تُدَبِّرُهَا الْاَرْجَاسُ، مِرْعَادٌ مِّبْرَاقٌ، كَاشِفَةٌ عَنْ سَاقٍ! تُقْطَعُ فِيْهَا الْاَرْحَامُ، وَ يُفَارَقُ عَلَيْهَا الْاِسْلَامُ! بَرِيُّهَا سَقِيْمٌ، وَ ظَاعِنُهَا مُقِيْمٌ!.

تو بہت سے دل ٹھہراؤ کے بعد ڈانواں ڈول اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے بعد گمراہ ہوجائیں گے۔ اس کے حملہ آور ہونے کے وقت خواہشیں بٹ جائیں گی اور اس کے اُبھرنے کے وقت رائیں مشتبہ ہوجائیں گی۔ جو اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا وہ اسے تباہ کردے گا اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اسے جڑ بنیاد سے اکھیڑ دے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کاٹنے لگیں گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اسلام کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل جائیں گے، صحیح طریق کار چھپ جائے گا، حکمت کا پانی خشک ہوجائے گا اور ظالموں کی زبان کھل جائے گی۔ وہ فتنہ بادیہ نشینوں کو اپنے ہتھوڑوں سے کچل دے گا اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اس کے گرد و غبار میں اکیلے دوکیلے تباہ و برباد ہوجائیں گے اور سوار اس کی راہوں میں ہلاک ہوجائیں گے۔ وہ حکم الٰہی کی تلخیاں لے کر آئے گا اور (دودھ کے بجائے) خالص خون دوہے گا۔ دین کے میناروں کو ڈھا دے گا اور یقین کے اصولوں کو توڑ دے گا۔ عقلمند اس سے بھاگیں گے اور شر پسند اس کے کرتا دھرتا ہوں گے۔ وہ گرجنے اور چمکنے والا ہوگا اور پورے زوروں کے ساتھ سامنے آئے گا۔ سب رشتے ناطے اس میں توڑ دیئے جائیں گے اور اسلام سے علیحدگی اختیار کرلی جائے گی۔ اس سے الگ تھلگ رہنے والا بھی اس میں مبتلا ہو جائے گا اور اس سے نکل بھاگنے والا بھی اپنے قدم اس سے باہر نہ نکال سکے گا۔

[مِنْهَا]

بَيْنَ قَتِيْلٍ مَّطْلُوْلٍ، وَ خَآئِفٍ مُّسْتَجِيْرٍ، يُخْتَلُوْنَ بِعَقْدِ الْاَيْمَانِ وَ بِغُرُوْرِ الْاِيْمَانِ،

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے (جس میں ایمان والوں کی حالت کا ذکر ہے)]

کچھ تو ان میں سے شہید ہوں گے کہ جن کا بدلہ نہ لیا جاسکے گا اور کچھ خوف زدہ ہوں گے جو اپنے لئے پناہ ڈھونڈتے پھریں گے۔ انہیں

فَلَا تَكُوْنُوْۤا اَنْصَابَ الْفِتَنِ، وَ اَعْلَامَ الْبِدَعِ، وَ الْزَمُوْا مَا عُقِدَ عَلَيْهِ حَبْلُ الْجَمَاعَةِ، وَ بُنِيَتْ عَلَيْهِ اَرْكَانُ الطَّاعَةِ، وَ اقْدَمُوْا عَلَى اللهِ مَظْلُوْمِيْنَ، وَ لَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ ظَالِمِيْنَ، وَ اتَّقُوْا مَدَارِجَ الشَّيْطٰنِ وَ مَهَابِطَ الْعُدْوَانِ، وَ لَا تُدْخِلُوْا بُطُوْنَكُمْ لُعَقَ الْحَرَامِ، فَاِنَّكُمْ بِعَيْنِ مَنْ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَعْصِيَةَ، وَ سَهَّلَ لَكُمْ سُبُلَ الطَّاعَةِ.

قسموں اور (ظاہری) ایمان کی فریب کاریوں سے دھوکا دیا جائے گا۔ تم فتنوں کی طرف راہ دکھانے والے نشان اور بدعتوں کے سربراہ نہ بنو۔ تم (ایمان والی) جماعت کے اصولوں اوران کی عبادت واطاعت کے طور طریقوں پر جمے رہو۔ اللہ کے پاس مظلوم بن کر جاؤ ظالم بن کر نہ جاؤ۔ شیطان کی راہوں اور تمرد وسرکشی کے مقاموں سے بچو۔ اپنے پیٹ میں حرام کے لقمے نہ ڈالو۔ اس لئے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے ہو جس نے معصیت وخطا کو تمہارے لئے حرام کیا ہے اور اطاعت کی راہیں آسان کردی ہیں۔

-----☆☆-----

(۱۵۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبه (۱۵۰)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الدَّالِّ عَلٰى وُجُوْدِهٖ بِخَلْقِهٖ، وَ بِمُحْدَثِ خَلْقِهٖ عَلٰۤى اَزَلِيَّتِهٖ، وَ بِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰۤى اَنْ لَّا شَبَهَ لَهٗ. لَا تَسْتَلِمُهُ الْمَشَاعِرُ، وَ لَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ، لِافْتِرَاقِ الصَّانِعِ وَ الْمَصْنُوْعِ، وَ الْحَادِّ وَ الْمَحْدُوْدِ، وَ الرَّبِّ وَ الْمَرْبُوْبِ.

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے کہ جوخلق (کائنات سے) اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم وازلی ہونے کا اوران کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دینے والا ہے۔ نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ چونکہ بنانے والے اور بننے والے، گھیرنے والے اور گھرنے والے، پالنے والے اور پرورش پانے والے میں فرق ہوتا ہے۔

اَلْاَحَدِ لَا بِتَاْوِيْلِ عَدَدٍ، وَ الْخَالِقِ لَا بِمَعْنٰى حَرَكَةٍ وَّ نَصَبٍ، وَ السَّمِيْعِ لَا بِاَدَاةٍ، وَ الْبَصِيْرِ لَا بِتَفْرِيْقِ اٰلَةٍ، وَ الشَّاهِدِ لَا بِمُمَاسَّةٍ، وَ الْبَآئِنِ لَا بِتَرَاخِيْ مَسَافَةٍ، وَ الظَّاهِرِ لَا بِرُؤْيَةٍ، وَ الْبَاطِنِ لَا بِلَطَافَةٍ.

وہ ایک ہے لیکن نہ ویسا کہ جو شمار میں آئے، وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن نہ اس معنی سے کہ اسے حرکت کرنا اور تعب اٹھانا پڑے، وہ سننے والا ہے لیکن نہ کسی عضو کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے، لیکن نہ اس طرح کہ آنکھیں پھیلائے، وہ حاضر ہے لیکن نہ اس طرح کہ چھوا جاسکے، وہ جدا ہے نہ اس طرح کہ بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذاتاً پوشیدہ ہے نہ لطافت جسمانی کی بنا پر۔

بَانَ مِنَ الْاَشْيَآءِ بِالْقَهْرِ لَهَا، وَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَ بَانَتِ الْاَشْيَآءُ مِنْهُ بِالْخُضُوْعِ لَهٗ، وَ الرُّجُوْعِ اِلَيْهِ.

وہ سب چیزوں سے اس لئے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اوران پر اقتدار رکھتا ہے اور تمام چیزیں اِس لئے اُس سے جدا ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی طرف پلٹنے والی ہیں۔

مَنْ وَّصَفَهٗ فَقَدْ حَدَّهٗ، وَ مَنْ حَدَّهٗ فَقَدْ عَدَّهٗ، وَ مَنْ عَدَّهٗ فَقَدْ اَبْطَلَ اَزَلَهٗ، وَ مَنْ قَالَ: «كَيْفَ» فَقَدِ اسْتَوْصَفَهٗ، وَ مَنْ قَالَ: «اَيْنَ» فَقَدْ حَيَّزَهٗ.

جس نے (ذات کے علاوہ) اس کیلئے صفات تجویز کئے اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی سے انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ ''کیسا'' ہے وہ اس کیلئے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈھنے لگا اور جس نے یہ کہا کہ وہ ''کہاں'' ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا۔

عَالِمٌ اِذْ لَا مَعْلُوْمٌ، وَ رَبٌّ اِذْ لَا مَرْبُوْبٌ، وَ قَادِرٌ اِذْ لَا مَقْدُوْرٌ.

وہ اس وقت بھی عالم تھا جب کہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اس وقت بھی ربّ تھا جب کہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جب کہ یہ زیر قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی۔[1]

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

قَدْ طَلَعَ طَالِعٌ، وَ لَمَعَ لَامِعٌ، وَ لَاحَ لَآئِحٌ، وَ اعْتَدَلَ مَآئِلٌ، وَ اسْتَبْدَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ قَوْمًا، وَ بِيَوْمٍ يَوْمًا، وَ انْتَظَرْنَا الْغِيَرَ انْتِظَارَ الْمُجْدِبِ الْمَطَرَ.

ابھرنے والا ابھر آیا، چمکنے والا چمک اٹھا، ظاہر ہونے والا ظاہر ہوا اور ٹیڑھے معاملے سیدھے ہو گئے۔ اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا ہے۔ ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا۔

وَ اِنَّمَا الْاَئِمَّةُ قُوَّامُ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ، وَ عُرَفَآؤُهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ، لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَ عَرَفُوْهُ، وَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا مَنْ اَنْكَرَهُمْ وَ اَنْكَرُوْهُ.

بلاشبہ آئمہ اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حاکم ہیں اور اسکو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں۔ جنت میں وہی جائے گا جسے انکی معرفت ہو اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو نہ انہیں پہچانے اور نہ وہ اسے پہچانیں۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَصَّكُمْ بِالْاِسْلَامِ، وَ اسْتَخْلَصَكُمْ لَهٗ، وَ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ اسْمُ

اللہ نے تمہیں اسلام کیلئے مخصوص کر لیا ہے اور اس کیلئے تمہیں چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام اور عزت انسانی کا

سَلَامَةٍ، وَ جِمَاعُ كَرَامَةٍ، اصْطَفَى اللهُ تَعَالٰى مَنْهَجَهٗ، وَ بَيَّنَ حُجَجَهٗ، مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ، وَ بَاطِنِ حِكَمٍ، لَا تَفْنٰى غَرَآئِبُهٗ، وَ لَا تَنْقَضِىْ عَجَآئِبُهٗ، فِيْهِ مَرَابِيْعُ النِّعَمِ، وَ مَصَابِيْحُ الظُّلَمِ. لَا تُفْتَحُ الْخَيْرَاتُ اِلَّا بِمَفَاتِيْحِهٖ، وَ لَا تُكْشَفُ الظُّلُمٰتُ اِلَّا بِمَصَابِيْحِهٖ، قَدْ اَحْمٰى حِمَاهُ، وَ اَرْعٰى مَرْعَاهُ، فِيْهِ شِفَآءُ الْمُسْتَشْفِىْ، وَ كِفَايَةُ الْمُكْتَفِىْ.

-----☆☆-----

سرمایہ ہے۔اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لئے چن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اس کے دلائل واضح کر دیئے ہیں۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں، اسی میں نعمتوں کی بارشیں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں، اسی کی کنجیوں سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے۔ خدا نے اس کے ممنوعہ مقامات سے روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت دی ہے۔ شفا چاہنے والے کیلئے اس میں شفا اور بے نیازی چاہنے والے کیلئے اس میں بے نیازی ہے۔

--☆☆--

؎ اس خطبہ کا پہلا جز علم الٰہیات کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلق کائنات سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال فرماتے ہوئے اس کی ازلیت و عینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی محرک کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے۔ جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کوئی اثر مؤثر کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کا ایک بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں میں یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی چھونے والا ہے۔ جس کا اظہار وہ آنکھوں کو کھولنے یا مڑ کر دیکھنے سے کرتا ہے تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور عالم کون و مکاں کا نظم و نسق کسی خالق و منتظم کے بغیر مانا جاسکتا ہے؟۔

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اسے موجود بالذات ہونا چاہیے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتدا ہے اس کیلئے ایک مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے کہ جس تک وہ منتہی ہو۔ تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہو گا تو پھر اس موجد کیلئے سوال ہو گا کہ وہ از خود ہے یا کسی کا بنایا ہوا اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کیلئے علۃ العلل ہو، عقل علت و معلول کے نامتناہی سلسلوں میں بھٹک کر سلسلہ موجودات کی آخری کڑی کا تصور بھی نہ کر سکے گی اور تسلسل کے چکر میں پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ نصیب نہ ہو گا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہو گا یا تو وہ معدوم ہو گا یا موجود، اگر معدوم ہو گا تو معدوم کسی کو موجود نہیں بنا سکتا اور اگر موجود ہو گا تو اسے دوبارہ موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے، لہٰذا اسے ایسا موجود ماننا پڑے گا جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کی محتاج ہو اور یہی احتیاج کائنات اس سرچشمہ وجود کے ازلی اور ہمیشہ سے برقرار ہونے کی شاہد ہے۔

اور اس کے علاوہ چونکہ ہر چیز تغیر پذیر ہے، محل و مکان کی محتاج ہے اور عوارض و صفات میں ایک دوسرے کے مشابہ ہے اور مشابہت کثرت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے، اس لئے کوئی چیز اس کی مثل و نظیر نہیں ہوسکتی اور ایک کہی جانے والی چیزوں کو

بھی اس کی یکتائی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد و یگانہ ہے۔ وہ ان تمام چیزوں سے منزہ و مبرا ہے جو جسم و جسمانیات میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ نہ وہ جسم ہے، نہ رنگ ہے، نہ شکل ہے، نہ کسی جہت میں واقع ہے اور نہ کسی محل و مکان میں محدود ہے۔ اس لئے انسان اپنے حواس و مشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک و مشاہدہ نہیں کر سکتا، کیونکہ حواس انہی چیزوں کا ادراک کر سکتے ہیں جو زمان و مکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جاسکتا ہے اس کیلئے جسم مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت و مکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں ہے کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آر پار ہو جاتی ہیں اور آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں۔ جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا، بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے۔ البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔

وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے، لیکن آلات سماعت و بصارت کا محتاج نہیں، کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کیلئے اعضاء کا محتاج ہو گا تو اس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کی دست نگر ہو گی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی، حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اس کا کوئی کمال اس کی ذات سے الگ نہیں، کیونکہ ذات کے علاوہ الگ سے صفات ماننے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک ذات ہو گی اور کچھ صفتیں اور اس ذات و صفات کے مجموعہ کا نام ہو گا "خدا" اور جو چیز اجزا سے مرکب ہو وہ اپنے وجود میں اجزا کی محتاج ہوتی ہے اور ان اجزا کو مرکب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہیے۔ تو جب اجزا اس پر مقدم ہوں گے تو وہ ہمیشہ سے موجود او راز لی کیونکر ہو سکتا ہے، جبکہ اس کا وجود اجزا سے متاخر ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت بھی علم و قدرت و ربوبیت لئے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی، کیونکہ اسکی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی، بلکہ جو صفت ہے وہی ذات ہے اور جو ذات ہے وہی صفت ہے۔ اس لئے اس کا علم اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہولے تو پھر وہ جانے، کیونکہ اس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ اس کی قدرت کیلئے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وہ قادر سمجھا جائے، کیونکہ قادر اسے کہتے ہیں جو ترک و فعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو اور اس کیلئے مقدور کا ہونا ضروری نہیں اور یونہی ربّ کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود ہونے کے بعد مالک ہے اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اسے معدوم رہنے دے اور چاہے اسے وجود بخش دے۔

☆☆☆☆☆

(۱۵۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ هُوَ فِیْ مُهْلَةٍ مِّنَ اللّٰهِ يَهْوِیْ مَعَ الْغٰفِلِيْنَ، وَ يَغْدُوْ مَعَ الْمُذْنِبِيْنَ، بِلَا سَبِيْلٍ قَاصِدٍ، وَ لَاۤ اِمَامٍ قَآئِدٍ.

[مِنْهَا]

حَتّٰۤى اِذَا كَشَفَ لَهُمْ عَنْ جَزَآءِ مَعْصِيَتِهِمْ، وَ اسْتَخْرَجَهُمْ مِنْ جَلَابِيْبِ غَفْلَتِهِمْ، اسْتَقْبَلُوْا مُدْبِرًا، وَ اسْتَدْبَرُوْا مُقْبِلًا، فَلَمْ يَنْتَفِعُوْا بِمَاۤ اَدْرَكُوْا مِنْ طَلِبَتِهِمْ، وَ لَا بِمَا قَضَوْا مِنْ وَّطَرِهِمْ.

وَ اِنِّیْۤ اُحَذِّرُكُمْ وَ نَفْسِیْ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ، فَلْيَنْتَفِعِ امْرُؤٌ بِنَفْسِهٖ، فَاِنَّمَا الْبَصِيْرُ مَنْ سَمِعَ فَتَفَكَّرَ، وَ نَظَرَ فَاَبْصَرَ، وَ انْتَفَعَ بِالْعِبَرِ، ثُمَّ سَلَكَ جَدَدًا وَّاضِحًا يَّتَجَنَّبُ فِيْهِ الصَّرْعَةَ فِی الْمَهَاوِیْ، وَ الضَّلَالَ فِی الْمَغَاوِیْ، وَ لَا يُعِيْنُ عَلٰى نَفْسِهِ الْغُوَاةَ بِتَعَسُّفٍ فِیْ حَقٍّ، اَوْ تَحْرِيْفٍ فِیْ نُطْقٍ، اَوْ تَخَوُّفٍ مِّنْ صِدْقٍ.

فَاَفِقْ اَيُّهَا السَّامِعُ مِنْ سَكْرَتِكَ، وَاسْتَيْقِظْ مِنْ غَفْلَتِكَ، وَ اخْتَصِرْ مِنْ عَجَلَتِكَ، وَ اَنْعِمِ الْفِكْرَ فِيْمَا جَآءَكَ عَلٰى لِسَانِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ﷺ مِمَّا لَابُدَّ مِنْهُ وَ لَا مَحِيْصَ عَنْهُ، وَ خَالِفْ مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ اِلٰى

خطبہ (۱۵۱)

اسے اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہے۔ وہ غفلت شعاروں کے ساتھ (تباہیوں میں) گرتا ہے، بغیر سیدھی راہ اختیار کئے اور بغیر کسی ہادی و رہبر کے ساتھ دیئے صبح سویرے ہی گنہگاروں کے ساتھ ہو لیتا ہے۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

آخر کار جب اللہ ان کے گناہوں کا نتیجہ ان کے سامنے لائے گا اور غفلت کے پردوں سے انہیں نکال باہر کرے گا تو پھر اس چیز کی طرف بڑھیں گے جسے پیٹھ دکھاتے تھے اور اس شے سے پیٹھ پھرائیں گے جس کی طرف ان کا رخ رہتا تھا۔ انہوں نے اپنے مطلوبہ سر و سامان کو پا کر اور خواہشوں کو پورا کر کے کچھ بھی تو فائدہ حاصل نہ کیا۔

میں تمہیں اور خود اپنے کو اس مرحلہ سے متنبہ کرتا ہوں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس سے فائدہ اٹھائے۔ اس لئے کہ آنکھوں والا وہ ہے جو سنے تو غور کرے اور نظر اٹھائے تو حقیقتوں کو دیکھ لے اور عبرتوں سے فائدہ اٹھائے۔ پھر واضح راستہ اختیار کرے جس کے بعد گڑھوں میں گرنے اور شبہات میں بھٹک جانے سے بچتا رہے اور حق سے بے راہ ہونے اور بات میں ردّ و بدل کرنے اور سچائی میں خوف کھانے سے گمراہوں کی مدد کر کے زیاں کار نہ بنے۔

اے سننے والو! اپنی سرمستیوں سے ہوش میں آؤ، غفلت سے آنکھیں کھولو، اس (دنیا کی) دوڑ دھوپ کو کم کرو اور جو باتیں نبی اُمّیؐ کی زبان (مبارک) سے پہنچی ہیں ان میں اچھی طرح غور و فکر کرو کہ ان سے نہ کوئی چارہ ہے اور نہ کوئی گریز کی راہ۔ جو ان کی خلاف ورزی کرے تم اس سے دوسری طرف رخ

غَيْرِهٖ، وَ دَعْهُ وَ مَا رَضِيَ لِنَفْسِهٖ، وَ ضَعْ فَخْرَكَ، وَ احْطُطْ كِبْرَكَ، وَاذْكُرْ قَبْرَكَ، فَاِنَّ عَلَيْهِ مَمَرَّكَ، وَ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ، وَكَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ، وَمَا قَدَّمْتَ الْيَوْمَ تَقْدَمُ عَلَيْهِ غَدًا، فَامْهَدْ لِقَدَمِكَ، وَقَدِّمْ لِيَوْمِكَ.

فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ اَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ! وَ الْجِدَّ الْجِدَّ اَيُّهَا الْغَافِلُ! ﴿وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾. اِنَّ مِنْ عَزَآئِمِ اللهِ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، الَّتِيْ عَلَيْهَا يُثِيْبُ وَ يُعَاقِبُ، وَ لَهَا يَرْضٰى وَ يَسْخَطُ، اَنَّهٗ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا ـ وَ اِنْ اَجْهَدَ نَفْسَهٗ، وَ اَخْلَصَ فِعْلَهٗ ـ اَنْ يَّخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا لَاقِيًا رَبَّهٗ بِخَصْلَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا: اَنْ يُشْرِكَ بِاللهِ فِيْمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَتِهٖ، اَوْ يَشْفِيَ غَيْظَهٗ بِهَلَاكِ نَفْسٍ، اَوْ يَعُرَّ بِاَمْرٍ فَعَلَهٗ غَيْرُهٗ، اَوْ يَسْتَنْجِحَ حَاجَةً اِلَى النَّاسِ بِاِظْهَارِ بِدْعَةٍ فِيْ دِيْنِهٖ، اَوْ يَلْقَى النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ، اَوْ يَمْشِيَ فِيْهِمْ بِلِسَانَيْنِ. اِعْقِلْ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْمِثْلَ دَلِيْلٌ عَلٰى شِبْهِهٖ.

اِنَّ الْبَهَآئِمَ هَمُّهَا بُطُوْنُهَا، وَاِنَّ السِّبَاعَ هَمُّهَا الْعُدْوَانُ عَلٰى غَيْرِهَا، وَ اِنَّ النِّسَآءَ هَمُّهُنَّ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ الْفَسَادُ فِيْهَا.

پھیر لو اور اسے چھوڑو کہ وہ اپنے نفس کی مرضی پر چلتا رہے۔ فخر کے پاس نہ جاؤ اور بڑائی (کے سر) کو نیچا کرو۔ اپنی قبر کو یاد رکھو کہ تمہارا راستہ وہی ہے اور جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے، جو بوؤ گے وہی کاٹو گے، جو آج آگے بھیجو گے وہی کل پا لو گے، آگے کیلئے کچھ تہیہ کرو اور اس دن کیلئے سروسامان تیار رکھو۔

اے سننے والو! ڈرو ڈرو اور اے غفلت کرنے والو! کوشش کرو، کوشش کرو! تمہیں خبر رکھنے والا جو بتائے گا وہ دوسرا نہیں بتا سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ کے ان اٹل اصول میں سے کہ جن پر وہ جزا و سزا دیتا ہے اور راضی و ناراض ہوتا ہے، یہ چیز ہے کہ کسی بندے کو چاہے وہ جو کچھ جتن کر ڈالے دنیا سے نکل کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ذرا فائدہ نہیں پہنچا سکتا جبکہ وہ ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت سے توبہ کئے بغیر مر جائے: ایک یہ کہ فرائض عبادت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو، یا کسی کو ہلاک کر کے اپنے غضب کو ٹھنڈا کیا ہو، یا دوسرے کے کئے پر عیب لگایا ہو، یا دین میں بدعتیں ڈال کر لوگوں سے اپنا مقصد پورا کیا ہو، یا لوگوں سے دو رُخی چال چلتا ہو، یا دو زبانوں سے لوگوں سے گفتگو کرتا ہو۔ اس بات کو سمجھو! اس لئے کہ ایک نظیر دوسری نظیر کی دلیل ہوا کرتی ہے۔

بلاشبہ چوپاؤں کا مقصد پیٹ (بھرنا) اور درندوں کا مقصد دوسروں پر حملہ آور ہونا اور عورتوں کا مقصد اس پست دنیا کو بنانا سنوارنا اور فتنے اٹھانا ہی ہوتا ہے۔[1]

اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُسْتَكِيْنُوْنَ، اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُشْفِقُوْنَ، اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ خَآئِفُوْنَ.

-----☆☆-----

مومن وہ ہیں جو تکبر و غرور سے دور ہوں۔ مومن وہ ہیں جو خائف وترسان ہوں۔ مومن وہ ہیں جو ہراساں ہو۔

--☆☆--

ط۱ مقصد یہ ہے کہ تمام شر و مفاسد کا سر چشمہ قوتِ شہویہ وقوتِ غضبیہ ہوتی ہے۔ اگر انسان قوتِ شہویہ سے مغلوب ہو کر پیٹ بھرنا ہی اپنا مقصد بنا لے تو اس میں اور چوپائے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، کیونکہ چوپائے کے پیش نظر بھی پیٹ بھرنے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا اور اگر قوت غضبیہ سے مغلوب ہو کر ہلاکت وتباہ کاری شروع کر دے تو اس میں اور درندے میں کوئی فرق نہ رہے گا، کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی چیرنا پھاڑنا ہوتا ہے اور اگر دونوں قوتیں اس میں کارفرما ہوں تو پھر عورت کی مانند ہے، کیونکہ عورت میں یہ دونوں قوتیں کارفرما ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ بناؤ سنگار پر جان دیتی ہے اور فتنہ وفساد کو ہوا دینے میں اپنی کوششوں کو برسر کار رکھتی ہے۔ البتہ مرد مومن کبھی یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ ان حیوانی خصلتوں کو اپنا شعار بنائے، بلکہ وہ ان قوتوں کو دبائے رکھتا ہے۔ یوں کہ نہ وہ غرور وخود پسندی کو اپنے پاس پھٹکنے دیتا ہے اور نہ خوفِ خدا کی وجہ سے فتنہ وشر کو ہوا دیتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ حضرتؑ نے یہ خطبہ بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت ارشاد فرمایا اور بصرہ کا ہنگامہ چونکہ ایک عورت کے ابھارنے کا نتیجہ تھا اس لئے چوپاؤں اور درندوں کی طبعی عادتوں کا ذکر کرنے کے بعد عورت کو بھی انہی خصلتوں کا حامل قرار دیا ہے۔ چنانچہ انہی کے نتیجہ میں بصرہ کی خونریز جنگ ہوئی اور ہزاروں افراد ہلاکت وتباہی کی لپیٹ میں آ گئے۔

☆☆☆☆☆

(۱۵۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

وَ نَاظِرُ قَلْبِ اللَّبِیْبِ بِهٖ یُبْصِرُ اَمَدَهٗ، وَ یَعْرِفُ غَوْرَهٗ وَ نَجْدَهٗ. دَاعٍ دَعَا، وَ رَاعٍ رَّعٰى، فَاسْتَجِیْبُوْا لِلدَّاعِیْ، وَ اتَّبِعُوا الرَّاعِیَ.

قَدْ خَاضُوْا بِحَارَ الْفِتَنِ، وَ اَخَذُوْا بِالْبِدَعِ دُوْنَ السُّنَنِ، وَ اَرَزَ الْمُؤْمِنُوْنَ، وَ نَطَقَ الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ.

نَحْنُ الشِّعَارُ وَ الْاَصْحَابُ، وَ الْخَزَنَةُ وَ الْاَبْوَابُ، وَ لَا تُؤْتَى الْبُیُوْتُ اِلَّا مِنْ اَبْوَابِهَا، فَمَنْ اَتَاهَا مِنْ غَیْرِ اَبْوَابِهَا سُمِّیَ سَارِقًا.

[مِنْهَا]

فِیْهِمْ كَرَآئِمُ الْقُرْاٰنِ، وَ هُمْ كُنُوْزُ الرَّحْمٰنِ، اِنْ نَّطَقُوْا صَدَقُوْا، وَ اِنْ صَمَتُوْا لَمْ یُسْبَقُوْا.

فَلْیَصْدُقْ رَآئِدٌ اَهْلَهٗ، وَ لْیُحْضِرْ عَقْلَهٗ، وَ لْیَكُنْ مِّنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ، فَاِنَّهٗ مِنْهَا قَدِمَ وَ اِلَیْهَا یَنْقَلِبُ. فَالنَّاظِرُ بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ یَكُوْنُ مُبْتَدَاُ عَمَلِهٖۤ اَنْ یَّعْلَمَ: اَ عَمَلُهٗ عَلَیْهِ اَمْ لَهٗ؟! فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَضٰى فِیْهِ، وَ اِنْ كَانَ عَلَیْهِ وَقَفَ عَنْهُ.

فَاِنَّ الْعَامِلَ بِغَیْرِ عِلْمٍ كَالسَّآئِرِ عَلٰى

خطبه (۱۵۲)

عقلمند دل کی آنکھوں سے اپنا مآلِ کار دیکھتا ہے اور اپنی اونچ نیچ (اچھی بری راہوں) کو پہچانتا ہے۔ دعوت دینے والے نے پکارا اور نگہداشت کرنے والے نے نگہداشت کی۔ بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو اور نگہداشت کرنے والے کی پیروی کرو۔

کچھ لوگ فتنوں کے دریاؤں میں اترے ہوئے ہیں اور سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں میں پڑ چکے ہیں، ایمان والے دبکے پڑے ہیں اور گمراہوں اور جھٹلانے والوں کی زبانیں کھلی ہوئی ہیں۔

ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اس کا نام چور ہوتا ہے۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

(آل محمدؐ) انہی کے بارے میں قرآن کی نفیس آیتیں اتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں۔ اگر بولتے ہیں تو سچ بولتے ہیں اور اگر خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بات میں پہل کا حق نہیں۔

پیشرو کو اپنے قوم قبیلے سے (ہر بات) سچ سچ بیان کرنا چاہیے اور اپنی عقل کو گم نہ ہونے دے اور اہل آخرت میں سے بنے۔ اس لئے کہ وہ اُدھر ہی سے آیا ہے اور اُدھر ہی اسے پلٹ کر جانا ہے۔ دل (کی آنکھوں) سے دیکھنے والے اور بصیرت کے ساتھ عمل کرنے والے کے عمل کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ وہ (پہلے) یہ جان لیتا ہے کہ یہ عمل اس کیلئے فائدہ مند ہے یا نقصان رساں۔ اگر مفید ہوتا ہے تو آگے بڑھتا ہے، مضر ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے۔

اس لئے کہ بے جانے بوجھے ہوئے بڑھنے والا ایسا ہے جیسے کوئی

غَيْرِ طَرِيْقٍ، فَلَا يَزِيْدُهٗ بُعْدُهٗ عَنِ الطَّرِيْقِ اِلَّا بُعْدًا مِّنْ حَاجَتِهٖ، وَ الْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّآئِرِ عَلَى الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ، فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ: اَسَآئِرٌ هُوَ اَمْ رَاجِعٌ؟!.

غلط راستے پر چل نکلے تو جتنا وہ اس راہ پر بڑھتا جائے گا اتنا ہی مقصد سے دور ہوتا جائے گا اور علم کی (روشنی میں) عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی روشن راہ پر چل رہا ہو۔ (تو اب) دیکھنے والے کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ آگے کی طرف بڑھ رہا ہے یا پیچھے کی طرف پلٹ رہا ہے۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ لِكُلِّ ظَاهِرٍ بَاطِنًا عَلٰى مِثَالِهٖ، فَمَا طَابَ ظَاهِرُهٗ طَابَ بَاطِنُهٗ. وَ مَا خَبُثَ ظَاهِرُهٗ خَبُثَ بَاطِنُهٗ، وَ قَدْ قَالَ الرَّسُوْلُ الصَّادِقُ صلی اللہ علیہ وآلہ: «اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ وَ يُبْغِضُ عَمَلَهٗ، وَ يُحِبُّ الْعَمَلَ وَ يُبْغِضُ بَدَنَهٗ».

تمہیں جاننا چاہیے کہ ہر ظاہر کا ویسا ہی باطن ہوتا ہے۔ جس کا ظاہر اچھا ہوتا ہے اس کا باطن بھی اچھا ہوتا ہے اور جس کا ظاہر برا ہوتا ہے اس کا باطن بھی برا ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا رسولِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: «اللہ ایک بندے کو (ایمان کی وجہ سے) دوست رکھتا ہے اور اس کے عمل کو برا سمجھتا ہے اور (کہیں) عمل کو دوست رکھتا ہے اور عمل کرنے والے کی ذات سے نفرت کرتا ہے»۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ نَّبَاتًا، وَ كُلُّ نَبَاتٍ لَّا غِنٰى بِهٖ عَنِ الْمَآءِ، وَ الْمِيَاهُ مُخْتَلِفَةٌ، فَمَا طَابَ سَقْيُهٗ طَابَ غَرْسُهٗ وَ حَلَتْ ثَمَرَتُهٗ، وَ مَا خَبُثَ سَقْيُهٗ خَبُثَ غَرْسُهٗ وَ اَمَرَّتْ ثَمَرَتُهٗ.

دیکھو ہر عمل ایک اُگنے والا سبزہ ہے اور ہر سبزہ کیلئے پانی کا ہونا ضروری ہے اور پانی مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ جہاں پانی اچھا دیا جائے گا وہاں پر کھیتی بھی اچھی ہوگی اور اس کا پھل بھی میٹھا ہوگا اور جہاں پانی برا دیا جائے گا وہاں کھیتی بھی بری ہوگی اور پھل بھی کڑوا ہوگا۔

--☆☆--

(۱۵۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۵۳)

يَذْكُرُ فِيْهَا بَدِيْعَ خِلْقَةِ الْخُفَّاشِ

اس میں چمگادڑ[1] کی عجیب و غریب خلقت کا ذکر فرمایا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ انْحَسَرَتِ الْاَوْصَافُ عَنْ كُنْهِ مَعْرِفَتِهٖ، وَ رَدَعَتْ عَظَمَتُهُ الْعُقُوْلَ، فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغًا اِلٰى بُلُوْغِ غَايَةِ مَلَكُوْتِهٖ.

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی معرفت کی حقیقت ظاہر کرنے سے اوصاف عاجز ہیں اور اس کی عظمت و بلندی نے عقلوں کو روک دیا ہے، جس سے وہ اس کی سرحد فرمانروائی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پاتیں۔

هُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ، اَحَقُّ وَ اَبْيَنُ مِمَّا تَرَى الْعُيُوْنُ، لَمْ تَبْلُغْهُ الْعُقُوْلُ بِتَحْدِيْدٍ فَيَكُوْنَ مُشَبَّهًا،

وہ اللہ اقتدار کا مالک ہے اور (سراپا) حق اور (حق کا) ظاہر کرنے والا ہے۔ وہ ان چیزوں سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر) ثابت و آشکارا ہے کہ جنہیں آنکھیں دیکھتی ہیں۔ عقلیں اس کی حد بندی کر کے اس

وَ لَمْ تَقَعْ عَلَيْهِ الْاَوْهَامُ بِتَقْدِيْرٍ فَيَكُوْنَ مُمَثَّلًا.

تک نہیں پہنچ سکتیں کہ وہ دوسروں سے مشابہ ہو جائے اور نہ وہم اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی چیز کے مانند ہو جائے۔

خَلَقَ الْخَلْقَ عَلٰى غَيْرِ تَمْثِيْلٍ، وَ لَا مَشُوْرَةِ مُشِيْرٍ، وَ لَا مَعُوْنَةِ مُعِيْنٍ، فَتَمَّ خَلْقُهٗ بِاَمْرِهٖ، وَ اَذْعَنَ لِطَاعَتِهٖ، فَاَجَابَ وَ لَمْ يُدَافِعْ، وَ انْقَادَ وَ لَمْ يُنَازِعْ.

اس نے بغیر کسی نمونہ ومثال کے اور بغیر کسی مشیر کار کے مشورہ کے اور بغیر کسی معاون کی امداد کے مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس کے حکم سے مخلوق اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اس کی اطاعت کیلئے جھک گئی اور بلا توقف لبیک کہی اور بغیر کسی نزاع ومزاحمت کے اس کی مطیع ہو گئی۔

وَ مِنْ لَّطَآئِفِ صَنْعَتِهٖ، وَ عَجَآئِبِ خِلْقَتِهٖ، مَاۤ اَرَانَا مِنْ غَوَامِضِ الْحِكْمَةِ فِیْ هٰذِهِ الْخَفَافِيْشِ الَّتِیْ يَقْبِضُهَا الضِّيَآءُ الْبَاسِطُ لِكُلِّ شَیْءٍ، وَ يَبْسُطُهَا الظَّلَامُ الْقَابِضُ لِكُلِّ حَیٍّ، وَ كَيْفَ عَشِيَتْ اَعْيُنُهَا عَنْ اَنْ تَسْتَمِدَّ مِنَ الشَّمْسِ الْمُضِيْٓئَةِ نُوْرًا تَهْتَدِیْ بِهٖ فِیْ مَذَاهِبِهَا، وَ تَتَّصِلُ بِعَلَانِيَةِ بُرْهَانِ الشَّمْسِ اِلٰى مَعَارِفِهَا.

اس کی صنعت کی لطافتوں اور خلقت کی عجیب وغریب کارفرمائیوں میں کیا کیا گہری حکمتیں ہیں کہ جو اس نے ہمیں چمگادڑوں کے اندر دکھائی ہیں کہ جن کی آنکھوں کو (دن کا) اُجالا سکیڑ دیتا ہے، حالانکہ وہ تمام آنکھوں میں روشنی پھیلانے والا ہے اور اندھیرا اُن کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے، حالانکہ وہ ہر زندہ شے کی آنکھوں پر نقاب ڈالنے والا ہے اور کیونکر چمکتے ہوئے سورج میں ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں کہ وہ اس کی نور پاش شعاعوں سے مدد لے کر اپنے راستوں پر آ جا سکیں اور نورِ آفتاب کے پھیلاؤ میں اپنی جانی پہچانی ہوئی چیزوں تک پہنچ سکیں۔

وَ رَدَعَهَا بِتَلَاْلُؤِ ضِيَآئِهَا عَنِ الْمُضِیِّ فِیْ سُبُحَاتِ اِشْرَاقِهَا، وَ اَكَنَّهَا فِیْ مَكَامِنِهَا عَنِ الذَّهَابِ فِیْ بَلَجِ ائْتِلَاقِهَا، فَهِیَ مُسْدَلَةُ الْجُفُوْنِ بِالنَّهَارِ عَلٰى حِدَاقِهَا، وَ جَاعِلَةُ اللَّيْلِ سِرَاجًا تَسْتَدِلُّ بِهٖ فِی الْتِمَاسِ اَرْزَاقِهَا، فَلَا يَرُدُّ اَبْصَارَهَاۤ اِسْدَافُ ظُلْمَتِهٖ، وَ لَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِیِّ فِيْهِ لِغَسَقِ دُجُنَّتِهٖ. فَاِذَاۤ اَلْقَتِ الشَّمْسُ قِنَاعَهَا، وَ بَدَتْ اَوْضَاحُ

اس نے تو اپنی ضو پاشیوں کی تابش سے انہیں نور کی تجلّیوں میں بڑھنے سے روک دیا ہے اور ان کے پوشیدہ ٹھکانوں میں انہیں چھپا دیا ہے کہ وہ اس کی روشنی کے اجالوں میں آ سکیں۔ دن کے وقت تو وہ اس طرح ہوتی ہیں کہ ان کی پلکیں جھلک کر آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور تاریکی شب کو اپنا چراغ بنا کر رزق کے ڈھونڈنے میں اس سے مدد لیتی ہیں۔ رات کی تاریکیاں ان کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ اس کی گھٹا ٹوپ اندھیاریاں راہ پیمائیوں سے باز رکھتی ہیں۔ مگر جب آفتاب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتا ہے اور

نَهَارِهَا، وَ دَخَلَ مِنْ اِشْرَاقِ نُوْرِهَا عَلَى الضِّبَابِ فِيْ وِجَارِهَا، اَطْبَقَتِ الْاَجْفَانَ عَلٰى مَاٰقِيْهَا، وَ تَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْهُ مِنَ الْمَعَاشِ فِيْ ظُلَمِ لَيَالِيْهَا.

فَسُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا نَهَارًا وَّ مَعَاشًا، وَ النَّهَارَ سَكَنًا وَّ قَرَارًا، وَ جَعَلَ لَهَآ اَجْنِحَةً مِّنْ لَّحْمِهَا تَعْرُجُ بِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ اِلَى الطَّيَرَانِ، كَاَنَّهَا شَظَايَا الْاٰذَانِ، غَيْرَ ذَوَاتِ رِيْشٍ وَّ لَا قَصَبٍ، اِلَّآ اَنَّكَ تَرٰى مَوَاضِعَ الْعُرُوْقِ بَيِّنَةً اَعْلَامًا، لَهَا جَنَاحَانِ لَمَّا يَرِقَّا فَيَنْشَقَّا، وَ لَمْ يَغْلُظَا فَيَثْقُلَا. تَطِيْرُ وَ وَلَدُهَا لَاصِقٌۢ بِهَا لَاجِئٌ اِلَيْهَا، يَقَعُ اِذَا وَقَعَتْ، وَ يَرْتَفِعُ اِذَا ارْتَفَعَتْ، لَا يُفَارِقُهَا حَتّٰى تَشْتَدَّ اَرْكَانُهٗ، وَيَحْمِلَهٗ لِلنُّهُوْضِ جَنَاحُهٗ، وَ يَعْرِفَ مَذَاهِبَ عَيْشِهٖ، وَ مَصَالِحَ نَفْسِهٖ. فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ!.

-----☆☆-----

دن کے اجالے ابھر آتے ہیں اور سورج کی کرنیں سوسمار کے سوراخ کے اندر تک پہنچ جاتی ہیں تو وہ اپنی پلکوں کو آنکھوں پر جھکا لیتی ہیں اور رات کی تیرگیوں میں جو معاش حاصل کی ہے اسی پر اپنا وقت پورا کر لیتی ہیں۔

سبحان اللہ! کہ جس نے رات ان کے کسبِ معاش کیلئے اور دن آرام وسکون کیلئے بنایا ہے اور ان کے گوشت ہی سے ان کے پر بنائے ہیں اور جب اُڑنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انہی پروں سے اونچی ہوتی ہیں۔ گویا کہ وہ کانوں کی لویں ہیں کہ نہ ان میں پر و بال ہیں اور نہ کریاں، مگر تم ان کی رگوں کی جگہ کو دیکھو گے کہ اس کے نشان ظاہر ہیں اور اس میں دو پر سے لگے ہوئے ہیں کہ جو نہ اتنے باریک ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے موٹے ہیں کہ بوجھل ہو جائیں (کہ اڑا نہ جا سکے)۔ وہ اڑتی ہیں تو بچے ان سے چمٹے رہتے ہیں اور ان کی پناہ میں ہوتے ہیں۔ جب وہ نیچے کی طرف جھکتی ہیں تو بچے بھی جھک پڑتے ہیں اور جب وہ اونچی ہوتی ہیں تو بچے بھی اونچے ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک الگ نہیں ہوتے جب تک ان کے اعضاء میں مضبوطی نہ آ جائے اور بلند ہونے کیلئے ان کے پَر (ان کا بوجھ) اٹھانے کے قابل نہ ہو جائیں۔ وہ اپنی زندگی کی راہوں اور اپنی مصلحتوں کو پہچانتے ہیں۔ پاک ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر کسی نمونہ کے کہ جو اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو، ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

--☆☆--

؁ ”چمگادڑ“ ایک عجیب وغریب پرندہ ہے جو انڈے دینے کے بجائے بچے دیتا ہے، دانہ بھرانے کے بجائے دودھ پلاتا اور بغیر پروں کے پرواز کرتا ہے۔ اس کی انگلیاں جھلی دار ہوتی ہیں جن سے پروں کا کام لیتا ہے۔ ان پروں کا پھیلاؤ ڈیڑھ انچ سے پانچ فٹ تک ہوتا ہے۔ یہ اپنے پیروں کے بل چل پھر نہیں سکتا، اس لئے اڑ کر روزی حاصل کرتا اور درختوں اور چھتوں میں الٹا لٹکا رہتا ہے۔ دن کی روشنی میں اسے کچھ

نظر نہیں آتا اس لئے غروب آفتاب کے بعد ہی پرواز کرتا ہے اور کیڑے مکوڑے اور رات کو اڑنے والے پروانے کھاتا ہے۔ چمگادڑوں کی ایک قسم پھل کھاتی ہے اور بعض گوشت خوار ہوتی ہیں جو مچھلی کا شکار کرتی ہیں۔ شمالی امریکہ کے تاریک غاروں میں خونخوار چمگادڑیں بھی بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ یہ بڑی خطرناک اور مہلک ہوتی ہیں۔ ان کی خوراک انسانی وحیوانی خون ہے۔ جب یہ کسی انسان کا خون چوستی ہیں تو انسانی خون میں زہر سرایت کر جاتا ہے جس کے نتیجہ میں پہلے ہلکا سا بخار اور درد سر ہوتا ہے پھر سانس کی نالی متورم ہو جاتی ہے، کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے، جسم کا نیچے والا حصہ بے حس وحرکت ہو جاتا ہے۔ آخر سانس کی آمد وشد رک جاتی ہے اور وہ دم توڑ دیتا ہے۔ یہ خوں آشام چمگادڑیں اس وقت حملہ کرتی ہیں جب آدمی بے ہوش ہو یا سو رہا ہو۔ جاگتے میں حملہ کم ہوتا ہے اور خون چوستے وقت درد کا احساس تک نہیں ہوتا۔

چمگادڑ کی آنکھ خاص قسم کی ہوتی ہے جو صرف تاریکی ہی میں کام کر سکتی ہے اور دن کے اجالے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کی وسعت کے مقابلہ میں بڑا ہوتا ہے اور تیز روشنی میں سمٹ جاتا ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بڑی طاقت کے کیمرہ سے کھلی روشنی میں تصویر اتاری جائے تو روشنی کی چھوٹ سے تصویر دھندلی اترتی ہے۔ اسی لئے کیمرہ کے شیشہ کا سائز جو بمنزلہ آنکھ کی پتلی کے ہوتا ہے چھوٹا کر دیا جاتا ہے تاکہ روشنی کی چکا چوند کم ہو جائے اور تصویر صاف اترے۔ اگر چمگادڑ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کے مقابلہ میں کم ہوتا تو وہ بھی دوسرے جانوروں کی طرح دن کی روشنی میں دیکھ سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆

(۱۵۴) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خَاطَبَ بِهٖۤ اَهْلَ الْبَصْرَةِ عَلٰى جِهَةِ اقْتِصَاصِ الْمَلَاحِمِ:

فَمَنِ اسْتَطَاعَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَنْ يَّعْتَقِلَ نَفْسَهٗ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى. فَلْيَفْعَلْ، فَاِنْ اَطَعْتُمُوْنِیْ فَاِنِّیْ حَامِلُكُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَلٰى سَبِيْلِ الْجَنَّةِ، وَ اِنْ كَانَ ذَا مَشَقَّةٍ شَدِيْدَةٍ وَّ مَذَاقَةٍ مَّرِيْرَةٍ. وَ اَمَّا فُلَانَةُ فَاَدْرَكَهَا رَاْیُ النِّسَآءِ، وَ ضِغْنٌ غَلَا فِیْ صَدْرِهَا كَمِرْجَلِ الْقَيْنِ، وَ لَوْ دُعِيَتْ لِتَنَالَ مِنْ غَيْرِیْ مَاۤ اَتَتْ اِلَیَّ، لَمْ تَفْعَلْ، وَ لَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْاُوْلٰى، وَ الْحِسَابُ عَلَى اللّٰهِ.

[مِنْهُ]

سَبِيْلٌ اَبْلَجُ الْمِنْهَاجِ، اَنْوَرُ السِّرَاجِ، فَبِالْاِيْمَانِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الصّٰلِحٰتِ، وَ بِالصّٰلِحٰتِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الْاِيْمَانِ، وَ بِالْاِيْمَانِ يُعْمَرُ الْعِلْمُ، وَ بِالْعِلْمِ يُرْهَبُ الْمَوْتُ، وَ بِالْمَوْتِ تُخْتَمُ الدُّنْيَا، وَ بِالدُّنْيَا تُحْرَزُ الْاٰخِرَةُ، وَ اِنَّ الْخَلْقَ لَا مَقْصَرَ لَهُمْ عَنِ الْقِيٰمَةِ، مُرْقِلِيْنَ فِیْ مِضْمَارِهَاۤ اِلَى الْغَايَةِ الْقُصْوٰى.

[مِنْهُ]

قَدْ شَخَصُوْا مِنْ مُّسْتَقَرِّ الْاَجْدَاثِ، وَ صَارُوْۤا اِلٰى مَصَآئِرِ الْغَايَاتِ، لِكُلِّ دَارٍ اَهْلُهَا،

خطبہ (۱۵۴)

اس میں اہل بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں فتنوں سے آگاہ کیا ہے:

جو شخص ان (فتنہ انگیزیوں) کے وقت اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت پر ٹھہرائے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اسے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں ان شاء اللہ تمہیں جنت کی راہ پر لگا دوں گا۔ اگرچہ وہ راستہ کٹھن دشواریوں اور تلخ مزوں کو لئے ہوئے ہے۔ رہیں فلاں[1] تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آ گئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد ان کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ویسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں۔ ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ حرمت کا لحاظ ہے۔ ان کا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

[اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

(ایمان کی) راہ سب راہوں سے واضح اور سب چراغوں سے زیادہ نورانی ہے، ایمان سے نیکیوں پر استدلال کیا جاتا ہے اور نیکیوں سے ایمان پر دلیل لائی جاتی ہے، ایمان سے علم کی دنیا آباد ہوتی ہے اور علم کی بدولت موت سے ڈرا جاتا ہے اور موت سے دنیا کے سارے جھنجھٹ ختم ہو جاتے ہیں اور دنیا سے آخرت حاصل کی جاتی ہے۔ مخلوقات کیلئے قیامت سے ادھر کوئی منزل نہیں۔ وہ اسی کے میدان میں انتہا کی حد تک پہنچنے کیلئے دوڑ لگانے والی ہے۔

[اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

وہ اپنی قبروں کے ٹھکانوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آخرت کے ٹھکانوں کی طرف پلٹ پڑے۔ ہر گھر کیلئے اس کے اہل ہیں کہ نہ

لَا يَسْتَبْدِلُوْنَ بِهَا وَ لَا يُنْقَلُوْنَ عَنْهَا. وَ اِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْىَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَخُلُقَانِ مِنْ خُلُقِ اللهِ سُبْحَانَهٗ، وَاِنَّهُمَا لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ اَجَلٍ وَّ لَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِّزْقٍ.

وَ عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللهِ، فَاِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِيْنُ، وَ النُّوْرُ الْمُبِيْنُ، وَ الشِّفَآءُ النَّافِعُ، وَ الرِّیُّ النَّاقِعُ، وَ الْعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِ، وَ النَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ، لَا يَعْوَجُّ فَيُقَامَ، وَ لَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبَ، وَلَا تُخْلِقُهٗ كَثْرَةُ الرَّدِّ، وَ وُلُوْجُ السَّمْعِ، مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ، وَ مَنْ عَمِلَ بِهٖ سَبَقَ.

وَ قَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: اَخْبِرْنَا عَنِ الْفِتْنَةِ، و هَلْ سَئَلْتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنْهَا؟

فَقَالَ علیہ السلام:

لَمَّاۤ اَنْزَلَ اللهُ سُبْحَانَهٗ قَوْلَهٗ: ﴿الٓمّٓ ۟ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۝﴾ عَلِمْتُ اَنَّ الْفِتْنَةَ لَا تَنْزِلُ بِنَا وَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ اَظْهُرِنَا، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا هٰذِهِ الْفِتْنَةُ الَّتِیْۤ اَخْبَرَكَ اللهُ تَعَالٰى بِهَا؟ فَقَالَ: «يَا عَلِیُّ! اِنَّ اُمَّتِیْ سَيُفْتَنُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ». فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَوَ لَيْسَ قَدْ قُلْتَ لِیْ يَوْمَ اُحُدٍ حَيْثُ اسْتُشْهِدَ مَنِ اسْتُشْهِدَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ حِيْزَتْ عَنِّی الشَّهَادَةُ، فَشَقَّ

وہ اسے تبدیل کر سکیں گے اور نہ اس سے منتقل ہو سکیں گے۔ نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں جو اخلاق خداوندی میں سے ہیں۔ نہ ان کی وجہ سے موت قبل از وقت آ سکتی ہے اور نہ جو رزق مقرر ہے اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ ایک مضبوط رسی، روشن و واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی، تمسک کرنے والے کیلئے سامان حفاظت اور وابستہ رہنے والے کیلئے نجات ہے۔ اس میں کجی نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے، نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رخ موڑا جائے۔ کثرت سے دہرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اسے پرانا نہیں کرتا۔ جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ سبقت لیجانے والا ہے۔

(اسی اثنا میں) ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ: ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتائیے اور کیا آپؑ نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا تھا؟ آپؑ نے فرمایا کہ:

ہاں! جب اللہ نے یہ آیت اتاری کہ: ”کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ فتنوں سے دوچار نہیں ہوں گے“، تو میں سمجھ گیا کہ فتنہ ہم پر تو نہیں آئے گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں، چنانچہ میں نے کہا: یا رسول اللہؐ! یہ فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپؐ کو خبر دی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ: «اے علیؑ! میرے بعد میری اُمت جلد ہی فتنوں میں پڑ جائے گی» تو میں نے کہا کہ: یا رسول اللہؐ! اُحد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہو چکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی اور یہ مجھ پر گراں گزرا تھا تو آپؐ نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ: « تمہیں بشارت ہو! کہ شہادت تمہیں پیش آنے

ذٰلِكَ عَلَيَّ، فَقُلْتَ لِيْ: «اَبْشِرْ، فَاِنَّ الشَّهَادَةَ مِنْ وَّرَآئِكَ»؟ فَقَالَ لِيْ: «اِنَّ ذٰلِكَ لَكَذٰلِكَ، فَكَيْفَ صَبْرُكَ اِذَنْ»؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَيْسَ هٰذَا مِنْ مَّوَاطِنِ الصَّبْرِ، وَ لٰكِنْ مِّنْ مَّوَاطِنِ الْبُشْرٰى وَ الشُّكْرِ، وَ قَالَ: «يَا عَلِيُّ! اِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُوْنَ بِاَمْوَالِهِمْ، وَ يَمُنُّوْنَ بِدِيْنِهِمْ عَلٰى رَبِّهِمْ، وَ يَتَمَنَّوْنَ رَحْمَتَهٗ، وَ يَاْمَنُوْنَ سَطْوَتَهٗ، وَ يَسْتَحِلُّوْنَ حَرَامَهٗ بِالشُّبُهَاتِ الْكَاذِبَةِ، وَ الْاَهْوَآءِ السَّاهِيَةِ، فَيَسْتَحِلُّوْنَ الْخَمْرَ بِالنَّبِيْذِ، وَ السُّحْتَ بِالْهَدِيَّةِ، وَ الرِّبَا بِالْبَيْعِ». قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَبِاَيِّ الْمَنَازِلِ اُنْزِلُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؟ اَبِمَنْزِلَةِ رِدَّةٍ، اَمْ بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ؟ فَقَالَ: «بِمَنْزِلَةِ فِتْنَةٍ».

-----☆☆-----

والی ہے» اور یہ بھی فرمایا تھا کہ: «یہ یونہی ہو کر رہے گا۔(یہ کہو) کہ اس وقت تمہارے صبر کی کیا حالت ہوگی» تو میں نے کہا تھا کہ: یا رسول اللہؐ! یہ صبر کا کوئی موقع نہیں ہے۔ یہ تو (میرے لئے) مژدہ اور شکر کا مقام ہوگا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ: «یا علیؑ! حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے۔ اس کی رحمت کی آرزوئیں تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے، شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے»۔ (پھر) میں نے کہا کہ: یا رسول اللہؐ! میں انہیں اس موقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں؟ اس مرتبہ پر کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں؟ یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ: «فتنہ کے مرتبہ پر»۔

--☆☆--

؎ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عائشہ کا رویہ امیر المومنین علیہ السلام سے ہمیشہ معاندانہ رہا اور اکثر ان کے دل کی کدورت ان کے چہرے پر کھل جاتی اور طرز عمل سے نفرت و بیزاری جھلک اٹھتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرتؑ کا نام آ جاتا تو ان کی پیشانی پر بل پڑ جاتا تھا اور اس کا زبان پر لانا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ عبید اللہ ابن عبد اللہ نے حضرت عائشہ کی اس روایت کا کہ: ”پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت مرض میں فضل ابن عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لے کر ان کے ہاں چلے آئے“، حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا:

هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام وَ لٰكِنَّهَا كَانَتْ لَا تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ تَذْكُرَهٗ بِخَيْرٍ.

کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ کہا کہ: وہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے مگر حضرت عائشہ کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ وہ علی علیہ السلام کا کسی اچھائی کے ساتھ ذکر کرتیں۔ (تاریخ طبری، ج ۲، ص ۴۳۳)

اس نفرت وعناد کا ایک سبب حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کا وجود تھا کہ جن کی ہمہ گیر عظمت وتوقیر ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور سوتاپے کی جلن یہ گوارا نہ کر سکتی تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سوت کی دختر کو اس طرح چاہیں کہ اسے دیکھتے ہی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جائیں اور اپنی مسند پر جگہ دیں اور ”سیدۃ نساء العالمین“ کہہ کر دنیا جہاں کی عورتوں پر اس کی فوقیت ظاہر کریں اور اس کی اولاد کو اس حد تک دوست رکھیں کہ انہیں اپنا فرزند کہہ کر پکاریں۔ یہ تمام چیزیں ان پر شاق گزرنے والی تھیں اور فطری طور پر ان کے جذبات اس موقع پر یہی ہوں گے کہ اگر خود ان کے بطن سے اولاد ہوتی تو وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے بیٹے کہلاتے اور بجائے حسنؑ وحسینؑ کے وہ ان کی محبت کا مرکز بنتے، مگر ان کی گود اولاد سے ہمیشہ خالی ہی رہی اور ماں بننے کی آرزو کو اپنے بھانجے کے نام پر اپنی کنیت اُم عبداللہ رکھ کر پورا کر لیا۔

غرض یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنہوں نے ان کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا جس کے تقاضے سے مجبور ہو کر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے خلاف شکوہ وشکایت کرتی رہتی تھیں، مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی توجہات ان سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس رنجش وکشیدگی کا تذکرہ حضرت ابوبکر کے کانوں میں بھی برابر پہنچتا رہتا تھا جس سے وہ دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتے تھے مگر ان کے کئے بھی کچھ نہ ہو سکتا تھا سوا اس کے کہ ان کی زبانی ہمدردیاں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں آ گئی۔ اب موقع تھا کہ وہ جس طرح چاہتے انتقام لیتے اور جو تشدد چاہتے روا رکھتے۔ چنانچہ پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو محروم الارث قرار دینے کیلئے پیغمبروں کے ورثہ کی نفی کر دی کہ: نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے بلکہ ان کا ترکہ حکومت کی ملکیت ہوتا ہے۔ جس سے سیدہ سلام اللہ علیہا اس حد تک متاثر ہوئیں کہ ان سے ترک کلام کر دیا اور انہی تاثرات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے اس موقع پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ تک گوارا نہ کیا کہ ان کے انتقال پر ملال پر افسوس کا اظہار کرتیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ:

> ثُمَّ مَاتَتْ فَاطِمَةُ فَجَآءَ نِسَآءُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ كُلُّهُنَّ اِلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ فِي الْعَزَآءِ اِلَّا عَآئِشَةَ، فَاِنَّهَا لَمْ تَاْتِ وَ اَظْهَرَتْ مَرَضًا وَ نُقِلَ اِلٰى عَلِيٍّ علیہ السلام عَنْهَا كَلَامٌ يَدُلُّ عَلَى السُّرُوْرِ.
>
> جب حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے رحلت فرمائی تو تمام ازواج پیغمبرؐ بنی ہاشم کے ہاں تعزیت کیلئے پہنچ گئیں سوا عائشہ کے کہ وہ نہ آئیں اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مریض ہیں اور حضرت علی علیہ السلام تک ان کی طرف سے ایسے الفاظ پہنچے جن سے ان کی مسرت وشادمانی کا پتہ چلتا تھا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۴۵۹)

جب جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے اس حد تک عناد تھا تو جن سے ان کا دامن وابستہ ہو گا وہ کس طرح ان کی دشمنی وعناد سے بچ سکتا تھا، جب کہ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہے ہوں کہ جو اس مخالفت کو ہوا دیتے اور ان کے جذبہ نفرت کو ابھارتے ہوں۔ جیسے واقعہ افک کے سلسلہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے یہ کہنا کہ: «اِنْ هِيَ اِلَّا شِسْعُ نَعْلِكَ»[1]: ”یہ تو آپؐ کی جوتی کا تسمہ ہے“، اسے چھوڑ دیجئے اور طلاق

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۴۵۹۔

دے کر الگ کیجئے۔ جب حضرت عائشہ نے یہ سنا ہوگا تو یقیناً بے قراری کے بستر پر کروٹیں بدلی ہوں گی اور حضرتؑ کے خلاف جذبہ نفرت انتہائی شدت سے ابھرا ہوگا۔

پھر ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے کہ ان کے والد حضرت ابو بکر کے مقابلہ میں حضرتؑ کو امتیاز دیا گیا اور ان کے مدارج کو بلند اور نمایاں کر کے دکھایا گیا۔ جیسے: تبلیغ سورۂ برائت کے سلسلہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں معزول کر کے واپس پلٹا لینا اور یہ خدمت حضرت علی علیہ السلام کے سپرد کرنا اور یہ فرمانا کہ: «اَنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اُبَلِّغَهٗۤ اَنَا اَوْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِیْ »[1]: ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود اسے پہنچاؤں یا وہ شخص جو میرے اہلبیتؑ میں سے ہو‘‘۔ اسی طرح مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے کہ جن میں حضرت ابو بکر کے گھر کا بھی دروازہ تھا چنوا دئیے اور صرف امیر المومنین علیہ السلام کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔

حضرت عائشہ اپنے باپ کے مقابلہ میں حضرتؑ کا تفوق گوارا نہ کر سکتی تھیں اور جب کوئی امتیازی صورت پیدا ہوتی تھی تو اسے مٹانے کی کوئی کوشش اٹھا نہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر وقت میں حضرت اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کیا اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو بھی ان کی زیر امارت جانے کا حکم دیا تو ازواج پیغمبرؐ کے ذریعہ انہیں یہ پیغام ملتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت نازک ہے، لشکر کو آگے بڑھنے کے بجائے پلٹ آنا چاہیے۔ چونکہ ان کی دور رس نظروں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مدینہ کو مہاجرین و انصار سے خالی کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ رحلت نبیؐ کے بعد امیر المومنین علیہ السلام سے کوئی مزاحم نہ ہو اور کسی شورش انگیزی کے بغیر آپؑ منصب خلافت پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ لشکر اسامہ اس پیغام پر پلٹ آیا۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا تو اسامہ کو پھر لشکر لے جانے کی تاکید فرمائی اور یہ تک فرمایا کہ: «لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَیْشِ اُسَامَةَ»[2]: ’’جو شخص لشکر اسامہ سے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت ہو‘‘۔ جس پر وہ پھر روانہ ہوئے مگر پھر انہیں واپس بلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض نے شدت اختیار کر لی اور لشکر کو روانہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اس کاروائی کے بعد بلال کے ذریعہ حضرت ابو بکر کو یہ کہلوایا جاتا ہے کہ وہ امامت نماز کے فرائض سر انجام دیں تاکہ ان کی خلافت کیلئے راستہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر انہیں ’’خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَی الصَّلٰوةِ‘‘ کہہ کر خلیفہ علی الاطلاق مان لیا گیا اور پھر ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی طرح خلافت امیر المومنین علیہ السلام تک نہ پہنچ سکے، لیکن دورِ ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے مجبور ہو گئے۔ حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں انہیں جب حضرتؑ کی بیعت کا علم ہوا تو ان کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کر دی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ جس خون کے بہانے کا فتویٰ دے چکی تھیں اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا جس کے نتیجہ میں ایسا کشت و خون ہوا کہ بصرہ کی سر زمین کشتوں کے خون سے رنگین ہو گئی اور افتراق انگیزی کا دروازہ ہمیشہ کیلئے کھل گیا۔

☆☆☆☆☆

---

[1] شواہد التنزیل، ج ۱، ص ۳۱۱۔

[2] بحار الانوار، ج ۳۰، ص ۴۳۲۔

(۱۵۵) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَمْدَ مِفْتَاحًا لِّذِكْرِهٖ، وَ سَبَبًا لِّلْمَزِيْدِ مِنْ فَضْلِهٖ، وَ دَلِيْلًا عَلٰۤى اٰلَآئِهٖ وَ عَظَمَتِهٖ.

عِبَادَ اللّٰهِ! اِنَّ الدَّهْرَ يَجْرِیْ بِالْبَاقِيْنَ كَجَرْيِهٖ بِالْمَاضِيْنَ، لَا يَعُوْدُ مَا قَدْ وَلّٰى مِنْهُ، وَ لَا يَبْقٰى سَرْمَدًا مَّا فِيْهِ. اٰخِرُ فِعَالِهٖ كَاَوَّلِهٖ. مُتَسَابِقَةٌ اُمُوْرُهٗ، مُتَظَاهِرَةٌ اَعْلَامُهٗ. فَكَاَنَّكُمْ بِالسَّاعَةِ تَحْدُوْكُمْ حَدْوَ الزَّاجِرِ بِشَوْلِهٖ، فَمَنْ شَغَلَ نَفْسَهٗ بِغَيْرِ نَفْسِهٖ تَحَيَّرَ فِی الظُّلُمٰتِ، وَ ارْتَبَكَ فِی الْهَلَكَاتِ، وَ مَدَّتْ بِهٖ شَيَاطِيْنُهٗ فِیْ طُغْيَانِهٖ، وَ زَيَّنَتْ لَهٗ سَيِّئَ اَعْمَالِهٖ، فَالْجَنَّةُ غَايَةُ السَّابِقِيْنَ، وَ النَّارُ غَايَةُ الْمُفَرِّطِيْنَ.

اِعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! اَنَّ التَّقْوٰى دَارُ حِصْنٍ عَزِيْزٍ، وَ الْفُجُوْرَ دَارُ حِصْنٍ ذَلِيْلٍ، لَا يَمْنَعُ اَهْلَهٗ، وَ لَا يُحْرِزُ مَنْ لَّجَاَ اِلَيْهِ. اَلَا وَ بِالتَّقْوٰى تُقْطَعُ حُمَةُ الْخَطَايَا، وَ بِالْيَقِيْنِ تُدْرَكُ الْغَايَةُ الْقُصْوٰى.

عِبَادَ اللّٰهِ! اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْۤ اَعَزِّ الْاَنْفُسِ عَلَيْكُمْ، وَ اَحَبِّهَاۤ اِلَيْكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ

خطبہ (۱۵۵)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس نے حمد کو اپنے ذکر کا افتتاحیہ، اپنے فضل و احسان کے بڑھانے کا ذریعہ اور اپنی نعمتوں اور عظمتوں کا دلیل راہ قرار دیا ہے۔

اے اللہ کے بندو! باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ بھی زمانہ کی وہی روش رہے گی جو گزر جانے والوں کے ساتھ تھی۔ جتنا زمانہ گزر چکا ہے وہ پلٹ کر نہیں آئے گا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں۔ آخر میں بھی اس کی کارگزاریاں وہی ہوں گی جو پہلے رہ چکی ہیں۔ اس کی مصیبتیں ایک دوسرے سے بڑھ جانا چاہتی ہیں اور اس کے جھنڈے ایک دوسرے کے عقب میں ہیں۔ گویا تم قیامت کے دامن سے وابستہ ہو کہ وہ تمہیں ڈھکیل کر اس طرح لئے جا رہی ہے جس طرح للکارنے والا اپنی اونٹنیوں کو۔ جو شخص اپنے نفس کو سنوارنے کے بجائے اور چیزوں میں پڑ جاتا ہے وہ تیرگیوں میں سرگرداں اور ہلاکتوں میں پھنسا رہتا ہے اور شیاطین اسے سرکشیوں میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اس کی بداعمالیوں کو اس کے سامنے سج دیتے ہیں۔ آگے بڑھنے والوں کی آخری منزل جنت ہے اور عمداً کوتاہیاں کرنے والوں کی حد جہنم ہے۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک (کمزور) چار دیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والوں سے تباہیوں کو روک سکتی ہے اور نہ ان کی حفاظت کر سکتی ہے۔ دیکھو! تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے اور یقین ہی سے منتہائے مقصد کی کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں۔

اے اللہ کے بندو! اپنے نفس کے بارے میں کہ جو تمہیں تمام نفسوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہے اللہ سے ڈرو۔ اس نے

قَدْ اَوْضَحَ لَكُمْ سَبِيْلَ الْحَقِّ وَ اَنَارَ طُرُقَهٗ، فَشِقْوَةٌ لَازِمَةٌ، اَوْ سَعَادَةٌ دَآئِمَةٌ! فَتَزَوَّدُوْا فِیْۤ اَيَّامِ الْفَنَآءِ لِاَيَّامِ الْبَقَآءِ. قَدْ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ، وَ اُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ، وَ حُثِثْتُمْ عَلَى الْمَسِيْرِ، فَاِنَّمَاۤ اَنْتُمْ كَرَكْبٍ وُّقُوْفٍ، لَا تَدْرُوْنَ مَتٰى تُؤْمَرُوْنَ بِالسَّيْرِ، اَلَا فَمَا يَصْنَعُ بِالدُّنْيَا مَنْ خُلِقَ لِلْاٰخِرَةِ! وَ مَا يَصْنَعُ بِالْمَالِ مَنْ عَمَّا قَلِيْلٍ يُّسْلَبُهٗ، وَ تَبْقٰى عَلَيْهِ تَبِعَتُهٗ وَ حِسَابُهٗ!.

تو تمہارے لئے حق کا راستہ کھول دیا ہے اور اس کی راہیں اجاگر کر دی ہیں۔ اب یا تو انمٹ بدبختی ہو گی یا دائمی خوش بختی وسعادت۔ دارِ فانی سے عالم باقی کیلئے توشہ مہیا کر لو۔ تمہیں زادِ راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے اور کوچ کا حکم مل چکا ہے اور چل چلاؤ کیلئے جلدی مچائی جا رہی ہے۔ تم ٹھہرے ہوئے سواروں کے مانند ہو کہ تمہیں یہ پتہ نہیں کہ کب روانگی کا حکم دیا جائے گا۔ بھلا وہ دنیا کو لے کر کیا کرے گا جو آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہو اور اس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اس سے چھن جانے والا ہے اور اس کا مظلمہ وحساب اس کے ذمہ رہنے والا ہے۔

عِبَادَ اللّٰهِ! اِنَّهٗ لَيْسَ لِمَا وَعَدَ اللّٰهُ مِنَ الْخَيْرِ مَتْرَكٌ، وَ لَا فِيْمَا نَهٰى عَنْهُ مِنَ الشَّرِّ مَرْغَبٌ.

اللہ کے بندو! خدا نے جس بھلائی کا وعدہ کیا ہے اسے چھوڑا نہیں جاسکتا اور جس برائی سے روکا ہے اس کی خواہش نہیں کی جاسکتی۔

عِبَادَ اللّٰهِ! احْذَرُوْا يَوْمًا تُفْحَصُ فِيْهِ الْاَعْمَالُ، وَ يَكْثُرُ فِيْهِ الزِّلْزَالُ، وَ تَشِيْبُ فِيْهِ الْاَطْفَالُ.

اللہ کے بندو! اس دن سے ڈرو کہ جس میں عملوں کی جانچ پڑتال اور زلزلوں کی بہتات ہو گی اور بچے تک اس میں بوڑھے ہو جائیں گے۔

اِعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! اَنَّ عَلَيْكُمْ رَصَدًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ، وَ عُيُوْنًا مِّنْ جَوَارِحِكُمْ، وَ حُفَّاظَ صِدْقٍ يَّحْفَظُوْنَ اَعْمَالَكُمْ، وَ عَدَدَ اَنْفَاسِكُمْ، لَا تَسْتُرُكُمْ مِنْهُمْ ظُلْمَةُ لَيْلٍ دَاجٍ، وَ لَا يُكِنُّكُمْ مِنْهُمْ بَابٌ ذُوْ رِتَاجٍ. وَ اِنَّ غَدًا مِّنَ الْيَوْمِ قَرِيْبٌ، يَذْهَبُ الْيَوْمُ بِمَا فِيْهِ، وَ يَجِیْٓءُ الْغَدُ لَاحِقًا بِهٖ.

اے اللہ کے بندو! یقین رکھو کہ خود تمہارا ضمیر تمہارا نگہبان اور خود تمہارے اعضاء وجوارح تمہارے نگران ہیں اور تمہارے عملوں اور سانسوں کی گنتی کو صحیح صحیح یاد رکھنے والے (کراماً کاتبین) ہیں۔ ان سے نہ اندھیری رات کی اندھیاریاں تمہیں چھپا سکتی ہیں اور نہ بند دروازے تمہیں اوجھل رکھ سکتے ہیں۔ بلاشبہ آنے والا ''کل'' آج کے دن سے قریب ہے۔ ''آج کا دن'' اپنا سب کچھ لے کر چلا جائے گا اور ''کل'' اس کے عقب میں آیا ہی چاہتا ہے۔

فَكَاَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ قَدْ بَلَغَ مِنَ

گویا تم میں سے ہر شخص زمین کے اس حصہ پر کہ جہاں تنہائی کی

الْاَرْضِ مَنْزِلَ وَحْدَتِهٖ، وَ مَخَطَّ حُفْرَتِهٖ، فَيَالَهٗ مِنْ بَيْتِ وَحْدَةٍ، وَ مَنْزِلِ وَحْشَةٍ، وَ مُفْرَدِ غُرْبَةٍ! وَ كَاَنَّ الصَّيْحَةَ قَدْ اَتَتْكُمْ، وَ السَّاعَةَ قَدْ غَشِيَتْكُمْ، وَ بَرَزْتُمْ لِفَصْلِ الْقَضَآءِ، قَدْ زَاحَتْ عَنْكُمُ الْاَبَاطِيْلُ، وَ اضْمَحَلَّتْ عَنْكُمُ الْعِلَلُ، وَ اسْتَحَقَّتْ بِكُمُ الْحَقَآئِقُ، وَ صَدَرَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ مَصَادِرَهَا، فَاتَّعِظُوْا بِالْعِبَرِ، وَ اعْتَبِرُوْا بِالْغِيَرِ، وَ انْتَفِعُوْا بِالنُّذُرِ.

-----☆☆-----

(١٥٦) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ، وَ طُوْلِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ، وَ انْتِقَاضٍ مِّنَ الْمُبْرَمِ، فَجَآءَهُمْ بِتَصْدِيْقِ الَّذِیْ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَ النُّوْرِ الْمُقْتَدٰى بِهٖ. ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَنْطِقُوْهُ، وَ لَنْ يَّنْطِقَ، وَ لٰكِنْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ: اَلَا اِنَّ فِيْهِ عِلْمَ مَا يَاْتِیْ، وَ الْحَدِيْثَ عَنِ الْمَاضِیْ، وَ دَوَآءَ دَآئِكُمْ، وَ نَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ.

[مِنْهَا]

فَعِنْدَ ذٰلِكَ لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَّ لَا وَبَرٍ اِلَّا وَ اَدْخَلَهُ الظَّلَمَةُ تَرْحَةً، وَ اَوْلَجُوْا فِيْهِ نِقْمَةً، فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَبْقٰى لَكُمْ فِی السَّمَآءِ عَاذِرٌ، وَ لَا فِی الْاَرْضِ نَاصِرٌ.

منزل اور گڑھے کا نشان (قبر) ہے پہنچ چکا ہے۔ اس تنہائی کے گھر، وحشت کی منزل اور مسافرت کے عالم تنہائی (کی ہولناکیوں) کا کیا حال بیان کیا جائے۔ گویا کہ صُور کی آواز تم تک پہنچ چکی ہے اور قیامت تم پر چھا گئی ہے اور آخری فیصلہ سننے کیلئے تم (قبروں سے) نکل آئے ہو، باطل کے پردے تمہاری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور تمہارے حیلے بہانے دب چکے ہیں اور حقیقتیں تمہارے لئے ثابت ہوگئی ہیں اور تمام چیزیں اپنے اپنے مقام کی طرف پلٹ پڑی ہیں۔ عبرتوں سے پند و نصیحت اور زمانہ کے الٹ پھیر سے عبرت حاصل کرو اور ڈرانے والی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ۔

--☆☆--

خطبہ (۱۵۶)

(اللہ نے) آپؐ کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جب کہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوط رسی کے بل کھل چکے تھے۔ چنانچہ آپؐ ان کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق (کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ قرآن ہے۔ اس کتاب سے پوچھو لیکن یہ بولے گی نہیں، البتہ میں تمہیں اس کی طرف سے خبر دیتا ہوں کہ اس میں آئندہ کے معلومات، گزشتہ واقعات اور تمہاری بیماریوں کا چارہ اور تمہارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے۔

[اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

اس وقت کوئی پختہ گھر اور کوئی اونی خیمہ ایسا نہ بچے گا کہ جس میں ظالم غم و حزن کو داخل نہ کریں اور سختیوں کو اس کے اندر نہ پہنچائیں۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ آسمان میں تمہارا کوئی عذر خواہ اور زمین میں کوئی تمہارا مددگار نہ رہے گا۔

اَصْفَيْتُمْ بِالْاَمْرِ غَيْرَ اَهْلِهٖ، وَ اَوْرَدْتُّمُوْهُ غَيْرَ مَوْرِدِهٖ، وَ سَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِمَّنْ ظَلَمَ، مَاْكَلًا بِمَاْكَلٍ، وَ مَشْرَبًا بِمَشْرَبٍ، مِنْ مَّطَاعِمِ الْعَلْقَمِ، وَ مَشَارِبِ الصَّبِرِ وَ الْمَقِرِ، وَ لِبَاسِ شِعَارِ الْخَوْفِ، وَ دِثَارِ السَّيْفِ. وَ اِنَّمَا هُمْ مَطَايَا الْخَطِيْٓئَاتِ وَ زَوَامِلُ الْاٰثَامِ.

فَاُقْسِمُ، ثُمَّ اُقْسِمُ، لَتَنْخَمَنَّهَا اُمَيَّةُ مِنْ بَعْدِيْ كَمَا تُلْفَظُ النُّخَامَةُ، ثُمَّ لَا تَذُوْقُهَا وَ لَا تَتَطَعَّمُ بِطَعْمِهَاۤ اَبَدًا مَّا كَرَّ الْجَدِيْدَانِ!.

تم نے امر (خلافت) کیلئے نا اہلوں کو چن لیا اور ایسی جگہ پر سے لا اتارا کہ جو اس کے اترنے کی جگہ نہ تھی۔ عنقریب اللہ ظلم ڈھانے والوں سے بدلہ لے گا۔ کھانے کے بدلے میں کھانے کا اور پینے کے بدلے میں پینے کا۔ یوں کہ انہیں کھانے کیلئے حنظل اور پینے کیلئے ایلوا اور زہر ہلاہل دیا جائے گا اور ان کا اندرونی لباس خوف اور بیرونی پہناوا تلوار ہوگا۔ وہ گناہوں کی سواریاں اور خطاؤں کے باربردار اونٹ ہیں۔

میں قسم پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بعد بنی امیہ کو یہ خلافت اس طرح تھوک دینا پڑے گی جس طرح بلغم تھوکا جاتا ہے۔ پھر جب تک دن رات کا چکر چلتا رہے گا وہ اس کا ذائقہ نہ چکھیں گے اور نہ اس کا مزا اٹھا سکیں گے۔

--☆☆--

(۱۵۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۵۷)

وَ لَقَدْ اَحْسَنْتُ جِوَارَكُمْ، وَ اَحَطْتُ بِجُهْدِيْ مِنْ وَّرَآئِكُمْ، وَ اَعْتَقْتُكُمْ مِنْ رِّبَقِ الذُّلِّ، وَ حَلَقِ الضَّيْمِ، شُكْرًا مِّنِّيْ لِلْبِرِّ الْقَلِيْلِ، وَ اِطْرَاقًا عَمَّاۤ اَدْرَكَهُ الْبَصَرُ، وَ شَهِدَهُ الْبَدَنُ، مِنَ الْمُنْكَرِ الْكَثِيْرِ.

میں تمہارا اچھا ہمسایہ بن کر رہا اور اپنی طاقت بھر تمہاری نگہداشت وحفاظت کرتا رہا اور تمہیں ذلت کے پھندوں اور ظلم کے بندھنوں سے آزاد کیا۔ (یہ صرف) تمہاری تھوڑی سی بھلائی کا شکریہ ادا کرنے اور تمہاری بہت سی ایسی برائیوں سے چشم پوشی برتنے کیلئے کہ جو میری آنکھوں کے سامنے اور میری موجودگی میں ہوتی تھیں۔

--☆☆--

(۱۵۸) وَ مِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۵۸)

اَمْرُهٗ قَضَآءٌ وَّ حِكْمَةٌ، وَ رِضَاهُ اَمَانٌ وَ رَحْمَةٌ، يَقْضِيْ بِعِلْمٍ، وَ يَعْفُوْ بِحِلْمٍ.

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَا تَاْخُذُ وَ تُعْطِيْ، وَ عَلٰى مَا تُعَافِيْ وَ تَبْتَلِيْ، حَمْدًا يَّكُوْنُ اَرْضَى الْحَمْدِ لَكَ، وَ اَحَبَّ الْحَمْدِ اِلَيْكَ،

اس کا حکم فیصلہ کن اور حکمت آمیز اور اس کی خوشنودی امان اور رحمت ہے۔ وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے حلم سے عفو کرتا ہے۔

بار الہا! تو جو کچھ (دے کر) لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن (مرضوں سے) شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے (سب پر) تیرے لئے حمد و ثنا ہے، ایسی حمد جو انتہائی درجے تک تجھے

وَ اَفْضَلَ الْحَمْدِ عِنْدَكَ، حَمْدًا يَّمْلَاُ مَا خَلَقْتَ، وَ يَبْلُغُ مَاۤ اَرَدْتَّ، حَمْدًا لَّا يُحْجَبُ عَنْكَ، وَ لَا يُقْصَرُ دُوْنَكَ، حَمْدًا لَّا يَنْقَطِعُ عَدَدُهٗ، وَ لَا يَفْنٰى مَدَدُهٗ.

پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستائش سے بڑھ چڑھ کر ہو، ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے، ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے کوئی حجاب ہے اور نہ اس کیلئے کوئی بندش، ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اور نہ اس کا سلسلہ ختم ہو۔

فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ اِلَّاۤ اَنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ حَیٌّ قَيُّوْمٌ، لَا تَاْخُذُكَ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ، لَمْ يَنْتَهِ اِلَيْكَ نَظَرٌ، وَ لَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ، اَدْرَكْتَ الْاَبْصَارَ، وَ اَحْصَيْتَ الْاَعْمَارَ، وَ اَخَذْتَ بِالنَّوَاصِیْ وَ الْاَقْدَامِ، وَ مَا الَّذِیْ نَرٰى مِنْ خَلْقِكَ، وَ نَعْجَبُ لَهٗ مِنْ قُدْرَتِكَ، وَ نَصِفُهٗ مِنْ عَظِيْمِ سُلْطَانِكَ، وَ مَا تَغَيَّبَ عَنَّا مِنْهُ، وَ قَصُرَتْ اَبْصَارُنَا عَنْهُ، وَ انْتَهَتْ عُقُوْلُنَا دُوْنَهٗ، وَ حَالَتْ سَوَاتِرُ الْغُيُوْبِ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهٗ اَعْظَمُ.

ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے، مگر اتنا کہ تو زندہ و کارساز (عالم) ہے، نہ تجھے غنودگی ہوتی ہے اور نہ نیند آتی ہے، نہ تارِ نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں، تو نے نظروں کو پا لیا ہے اور عمروں کا احاطہ کر لیا ہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے۔ یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارسازیوں) پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کارفرمائیوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات) جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جن کے درمیان غیب کے پردے حائل ہیں اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے۔

فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهٗ، وَ اَعْمَلَ فِكْرَهٗ، لِيَعْلَمَ كَيْفَ اَقَمْتَ عَرْشَكَ، وَ كَيْفَ ذَرَاْتَ خَلْقَكَ، وَ كَيْفَ عَلَّقْتَ فِی الْهَوَآءِ سَمٰوٰتِكَ، وَ كَيْفَ مَدَدْتَ عَلٰى مَوْرِ الْمَآءِ اَرْضَكَ، رَجَعَ طَرْفُهٗ حَسِيْرًا، وَ عَقْلُهٗ مَبْهُوْرًا، وَ سَمْعُهٗ وَالِهًا، وَ فِكْرُهٗ حَآئِرًا.

جو شخص (وسوسوں سے) اپنے دل کو خالی کر کے اور غور و فکر (کی قوتوں) سے کام لے کر یہ جاننا چاہے کہ تو نے کیونکر عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح پانی کے تھپیڑوں پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر اور عقل مغلوب ہو کر اور کان حیران و سراسیمہ اور فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی۔

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے]

يَدَّعِیْ بِزَعْمِهٖ اَنَّهٗ يَرْجُو اللّٰهَ،

وہ اپنے خیال میں اس کا دعویدار بنتا ہے کہ اس کا دامنِ امید اللہ

كَذَبَ وَ الْعَظِيْمِ! مَا بَالُهٗ لَا يَتَبَيَّنُ رَجَآؤُهٗ فِیْ عَمَلِهٖ؟ فَكُلُّ مَنْ رَّجَا عُرِفَ رَجَآؤُهٗ فِیْ عَمَلِهٖ، وَ كُلُّ رَجَآءٍ ـ اِلَّا رَجَآءَ اللّٰهِ تَعَالٰی ـ فَاِنَّهٗ مَدْخُوْلٌ، وَ كُلُّ خَوْفٍ مُّحَقَّقٌ، اِلَّا خَوْفَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ مَعْلُوْلٌ، يَرْجُو اللّٰهَ فِی الْكَبِيْرِ، وَ يَرْجُو الْعِبَادَ فِی الصَّغِيْرِ، فَيُعْطِی الْعَبْدَ مَا لَا يُعْطِی الرَّبَّ! فَمَا بَالُ اللّٰهِ جَلَّ ثَنَآؤُهٗ يُقَصَّرُ بِهٖ عَمَّا يُصْنَعُ بِهٖ لِعِبَادِهٖ؟

اَ تَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ فِیْ رَجَآئِكَ لَهٗ كَاذِبًا؟ اَوْ تَكُوْنَ لَا تَرَاهُ لِلرَّجَآءِ مَوْضِعًا؟ وَكَذٰلِكَ اِنْ هُوَ خَافَ عَبْدًا مِّنْ عَبِيْدِهٖ، اَعْطَاهُ مِنْ خَوْفِهٖ مَا لَا يُعْطِیْ رَبَّهٗ، فَجَعَلَ خَوْفَهٗ مِنَ الْعِبَادِ نَقْدًا، وَ خَوْفَهٗ مِنْ خَالِقِهٖ ضِمَارًا وَّ وَعْدًا، وَ كَذٰلِكَ مَنْ عَظُمَتِ الدُّنْيَا فِیْ عَيْنِهٖ، وَ كَبُرَ مَوْقِعُهَا مِنْ قَلْبِهٖ، اٰثَرَهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰی، فَانْقَطَعَ اِلَيْهَا، وَ صَارَ عَبْدًا لَّهَا.

وَ لَقَدْ كَانَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَافٍ لَّكَ فِی الْاُسْوَةِ، وَ دَلِيْلٌ لَّكَ عَلٰی ذَمِّ الدُّنْيَا وَ عَيْبِهَا، وَ كَثْرَةِ مَخَازِيْهَا وَ مَسَاوِيْهَا، اِذْ قُبِضَتْ عَنْهُ اَطْرَافُهَا، وَ وُطِّئَتْ لِغَيْرِهٖ اَكْنَافُهَا، وَ فُطِمَ عَنْ رَّضَاعِهَا، وَ زُوِیَ عَنْ زَخَارِفِهَا.

سے وابستہ ہے۔ خدائے برتر کی قسم! وہ جھوٹا ہے۔ (اگر ایسا ہی ہے) تو پھر کیوں اس کے اعمال میں اس امید کی جھلک نمایاں نہیں ہوتی، جبکہ ہر امیدوار کے کاموں میں امید کی پہچان ہو جایا کرتی ہے، سوائے اس امید کے کہ جو اللہ سے لگائی جائے کہ اس میں کھوٹ پایا جاتا ہے اور ہر خوف و ہراس جو (دوسروں سے ہو) ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے مگر اللہ کا خوف غیر یقینی سا ہے۔ وہ اللہ سے بڑی چیزوں کا اور بندوں سے چھوٹی چیزوں کا امیدوار ہوتا ہے۔ پھر بھی جو عاجزی کا رویہ بندوں سے رکھتا ہے وہ رویہ اللہ سے نہیں برتتا تو آخر کیا بات ہے کہ اللہ کے حق میں اتنا بھی نہیں کیا جاتا جتنا بندوں کیلئے کیا جاتا ہے۔

کیا تمہیں کبھی اس کا بھی اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں تم ان امیدوں (کے دعووں) میں جھوٹے تو نہیں؟ یا یہ کہ تم اسے محل امید ہی نہیں سمجھتے۔ یوں ہی انسان اگر اس کے بندوں میں سے کسی بندے سے ڈرتا ہے تو جو خوف کی صورت اس کیلئے اختیار کرتا ہے اللہ کیلئے ویسی صورت اختیار نہیں کرتا۔ انسانوں کا خوف تو اس نے نقد کی صورت میں رکھا ہے اور اللہ کا ڈر صرف ٹال مٹول اور (غلط سلط) وعدے۔ یوں ہی جس کی نظروں میں دنیا عظمت پا لیتی ہے اور اس کے دل میں اس کی عظمت و وقعت بڑھ جاتی ہے تو وہ اسے اللہ پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی طرف مڑتا ہے اور اسی کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و عمل پیروی کیلئے کافی ہے اور ان کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کیلئے رہنما ہے۔ اس لئے کہ اس دنیا کے دامنوں کو ان سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کیلئے اس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں اور اس (زالِ دنیا کی چھاتیوں سے) آپؐ کا دودھ چھڑا دیا گیا اور اس کی آرائشوں سے آپؐ کا رخ موڑ دیا گیا۔

وَاِنْ شِئْتَ ثَنَّيْتُ بِمُوْسٰى كَلِيْمِ اللّٰهِ ؑ اِذْ يَقُوْلُ: ﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۝﴾، وَاللّٰهِ مَا سَئَلَهٗ اِلَّا خُبْزًا يَّاْكُلُهٗ، لِاَنَّهٗ كَانَ يَاْكُلُ بَقْلَةَ الْاَرْضِ، وَ لَقَدْ كَانَتْ خُضْرَةُ الْبَقْلِ تُرٰى مِنْ شَفِيْفِ صِفَاقِ بَطْنِهٖ، لِهُزَالِهٖ وَ تَشَذُّبِ لَحْمِهٖ.

وَ اِنْ شِئْتَ ثَلَّثْتُ بِدَاوٗدَ ؑ صَاحِبِ الْمَزَامِيْرِ، وَ قَارِئِ اَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلَقَدْ كَانَ يَعْمَلُ سَفَآئِفَ الْخُوْصِ بِيَدِهٖ، وَ يَقُوْلُ لِجُلَسَآئِهٖ: اَيُّكُمْ يَكْفِيْنِیْ بَيْعَهَا! وَ يَاْكُلُ قُرْصَ الشَّعِيْرِ مِنْ ثَمَنِهَا.

وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتُ فِیْ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ؑ، فَلَقَدْ كَانَ يَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ، وَ يَلْبَسُ الْخَشِنَ، وَ كَانَ اِدَامُهُ الْجُوْعَ، وَ سِرَاجُهٗ بِاللَّيْلِ الْقَمَرَ، وَ ظِلَالُهٗ فِی الشِّتَآءِ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا، وَ فَاكِهَتُهٗ وَ رَيْحَانُهٗ مَا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ لِلْبَهَآئِمِ، وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ زَوْجَةٌ تَفْتِنُهٗ، وَ لَا وَلَدٌ يَّحْزُنُهٗ، وَ لَا مَالٌ يَّلْفِتُهٗ، وَ لَا طَمَعٌ يُّذِلُّهٗ، دَآبَّتُهٗ رِجْلَاهُ، وَ خَادِمُهٗ يَدَاهُ!.

فَتَاَسَّ بِنَبِيِّكَ الْاَطْيَبِ الْاَطْهَرِ ﷺ، فَاِنَّ فِيْهِ اُسْوَةً لِّمَنْ تَاَسّٰى، وَ

اگر دوسرا نمونہ چاہو تو موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں کہ جنہوں نے اپنے اللہ سے کہا کہ: ”پروردگار! تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا میں اسی کا محتاج ہوں“۔ خدا کی قسم! انہوں نے صرف کھانے کیلئے روٹی کا سوال کیا تھا۔ چونکہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔

اگر چاہو تو تیسری مثال داؤد علیہ السلام کی سامنے رکھ لو جو صاحب زبور اور اہل جنت کے قاری ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بُنا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ: تم میں سے کون ہے جو انہیں بیچ کر میری دستگیری کرے۔ (پھر) جو اس کی قیمت ملتی اس سے جَو کی روٹی کھا لیتے تھے۔

اگر چاہو تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا حال کہوں کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے سخت اور کھردرا لباس پہنتے تھے اور (کھانے) میں سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ کے بجائے (ان کے سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان ہوتا تھا اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کیلئے اُگاتی تھی، وہ ان کیلئے پھل پھول کی جگہ تھی، نہ ان کی بیوی تھیں جو انہیں دنیا (کے جھنجٹوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کیلئے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انہیں رسوا کرتی۔ ان کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم ان کے دونوں ہاتھ تھے۔

تم اپنے پاک و پاکیزہ نبیؐ کی پیروی کرو، چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کیلئے نمونہ اور صبر کرنے والے کیلئے ڈھارس ہے۔ ان کی

عَزَآءً لِّمَنْ تَعَزّٰى ـ وَ اَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَى اللهِ الْمُتَاَسِّیْ بِنَبِيِّهٖ، وَ الْمُقْتَصُّ لِاَثَرِهٖ. قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْمًا، وَ لَمْ يُعِرْهَا طَرْفًا، اَهْضَمُ اَهْلِ الدُّنْيَا كَشْحًا، وَ اَخْمَصُهُمْ مِنَ الدُّنْيَا بَطْنًا، عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا، وَ عَلِمَ اَنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ اَبْغَضَ شَيْئًا فَاَبْغَضَهٗ، وَ حَقَّرَ شَيْئًا فَحَقَّرَهٗ، وَ صَغَّرَ شَيْئًا فَصَغَّرَهٗ. وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْنَاۤ اِلَّا حُبُّنَا مَاۤ اَبْغَضَ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ، وَ تَعْظِيْمُنَا مَا صَغَّرَ اللهُ وَ رَسُوْلُهٗ، لَكَفٰى بِهٖ شِقَاقًا لِّلّٰهِ، وَ مُحَادَّةً عَنْ اَمْرِ اللهِ.

پیروی کرنے والا اور ان کے نقش قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، جنہوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اسے نظر بھر کر نہیں دیکھا۔ وہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ ان کے سامنے دنیا کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو برا جانا ہے تو آپؐ نے بھی اسے برا ہی جانا اور اللہ نے ایک چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپؐ نے بھی اسے حقیر ہی سمجھا اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا ہے تو آپؐ نے بھی اسے پست ہی قرار دیا۔ اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو کہ ہم اس شے کو چاہنے لگیں جسے اللہ اور رسولؐ برا سمجھتے ہیں اور اس چیز کو بڑا سمجھنے لگیں جسے وہ حقیر سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم سے سرتابی کیلئے یہی بہت ہے۔

وَ لَقَدْ كَانَ ﷺ يَاْكُلُ عَلَى الْاَرْضِ، وَ يَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ، وَ يَخْصِفُ بِيَدِهٖ نَعْلَهٗ، وَ يَرْقَعُ بِيَدِهٖ ثَوْبَهٗ، وَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِیَ، وَ يُرْدِفُ خَلْفَهٗ، وَ يَكُوْنُ السِّتْرُ عَلٰى بَابِ بَيْتِهٖ فَتَكُوْنُ فِيْهِ التَّصَاوِيْرُ فَيَقُوْلُ: «يَا فُلَانَةُ! ـ لِاِحْدٰى اَزْوَاجِهٖ ـ غَيِّبِيْهِ عَنِّیْ، فَاِنِّیْۤ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَ زَخَارِفَهَا».

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے، اپنے ہاتھ سے جوتی ٹانکتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے۔ گھر کے دروازہ پر (ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں تو آپؐ نے اپنی ازواج میں سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو۔ جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائشیں یاد آ جاتی ہیں۔

فَاَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهٖ، وَ اَمَاتَ ذِكْرَهَا مِنْ نَّفْسِهٖ، وَ اَحَبَّ اَنْ تَغِيْبَ زِيْنَتُهَا عَنْ عَيْنِهٖ، لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا

آپؐ نے دنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس

رِيَاشًا، وَلَا يَعْتَقِدَهَا قَرَارًا، وَلَا يَرْجُوْ فِيْهَا مُقَامًا، فَاَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ، وَ اَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ، وَ غَيَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ. وَ كَذٰلِكَ مَنْ اَبْغَضَ شَيْـًٔا اَبْغَضَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهِ، وَ اَنْ يُّذْكَرَ عِنْدَهٗ.

وَ لَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَا يَدُلُّكَ عَلٰى مَسَاوِى الدُّنْيَا وَ عُيُوْبِهَا: اِذْ جَاعَ فِيْهَا مَعَ خَاصَّتِهٖ، وَ زُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيْمِ زُلْفَتِهٖ.

فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌۢ بِعَقْلِهٖ: اَكْرَمَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا بِذٰلِكَ اَمْ اَهَانَهٗ؟! فَاِنْ قَالَ: اَهَانَهٗ، فَقَدْ كَذَبَ وَ اَتٰى بِالْاِفْكِ الْعَظِيْمِ، وَ اِنْ قَالَ: اَكْرَمَهٗ، فَلْيَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهَانَ غَيْرَهٗ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهٗ، وَ زَوَاهَا عَنْ اَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ.

فَتَاَسّٰى مُتَاَسٍّ بِنَبِيِّهٖ، وَ اقْتَصَّ اَثَرَهٗ، وَ وَلَجَ مَوْلِجَهٗ، وَ اِلَّا فَلَا يَاْمَنِ الْهَلَكَةَ، فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ مُحَمَّدًا ﷺ عَلَمًا لِلسَّاعَةِ، وَ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ، وَ مُنْذِرًا بِالْعُقُوْبَةِ. خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيْصًا، وَ وَرَدَ الْاٰخِرَةَ سَلِيْمًا، لَمْ يَضَعْ حَجَرًا عَلٰى حَجَرٍ، حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ، وَ اَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهٖ.

حاصل کریں اور نہ اسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا تھا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور نگاہوں سے اسے اوجھل رکھا تھا۔ یونہی جو شخص کسی شے کو برا سمجھتا ہے تو نہ اسے دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سننا گوارا کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے عادات وخصائل) میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمہیں دنیا کے عیوب وقبائح کا پتہ دیں گی، جبکہ آپؐ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور باوجود انتہائی قربِ منزلت کے اس کی آرائشیں ان سے دور رکھی گئیں۔

چاہیے کہ دیکھنے والا عقل کی روشنی میں دیکھے کہ اللہ نے انہیں دنیا نہ دے کر ان کی عزت بڑھائی ہے یا اہانت کی ہے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ اہانت کی ہے تو اس نے جھوٹ کہا ہے اور بہت بڑا بہتان باندھا اور اگر یہ کہے کہ عزت بڑھائی ہے تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ نے دوسروں کی بے عزتی ظاہر کی جبکہ انہیں دنیا کی زیادہ سے زیادہ وسعت دے دی اور اس کا رخ اپنے مقرب ترین بندے سے موڑ رکھا۔

پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ ان کی پیروی کرے اور ان کے نشان قدم پر چلے اور انہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ اللہ نے ان کو (قرب) قیامت کی نشانی اور جنت کی خوشخبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا قرار دیا ہے۔ دنیا سے آپؐ بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپؐ نے تعمیر کیلئے کبھی پتھر پر پتھر نہیں رکھا، یہاں تک کہ آخرت کی راہ پر چل دیئے اور اللہ کی طرف بلاوا دینے والے کی آواز پر لبیک کہی۔

فَمَاۤ اَعۡظَمَ مِنَّةَ اللّٰهِ عِنۡدَنَا حِيۡنَ اَنۡعَمَ عَلَيۡنَا بِهٖ سَلَفًا نَّتَّبِعُهٗ، وَ قَآئِدًا نَّطَاُ عَقِبَهٗ! وَاللّٰهِ! لَقَدۡ رَقَّعۡتُ مِدۡرَعَتِيۡ هٰذِهٖ حَتّٰى اسۡتَحۡيَيۡتُ مِنۡ رَّاقِعِهَا، وَ لَقَدۡ قَالَ لِيۡ قَآئِلٌ: اَلَا تَنۡبِذُهَا عَنۡكَ؟ فَقُلۡتُ: اغۡرُبۡ عَنِّيۡ، فَعِنۡدَ الصَّبَاحِ يَحۡمَدُ الۡقَوۡمُ السُّرٰى!.

یہ اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسے پیشرو و پیشوا جیسی نعمت عظمیٰ بخشی کہ جن کی ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ (انہی کی پیروی میں) خدا کی قسم! میں نے اپنی اس قمیص میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے۔ مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا آپؑ اسے اتاریں گے نہیں؟ تو میں نے اسے کہا کہ: میری (نظروں سے) دور ہو کہ صبح کے وقت ہی لوگوں کو رات کے چلنے کی قدر ہوتی ہے اور وہ اس کی مدح کرتے ہیں۔

---☆☆---

(۱۵۹) وَمِنۡ خُطۡبَةٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۵۹)

بَعَثَهٗ بِالنُّوۡرِ الۡمُضِيۡٓءِ، وَ الۡبُرۡهَانِ الۡجَلِيِّ، وَ الۡمِنۡهَاجِ الۡبَادِيۡ، وَ الۡكِتَابِ الۡهَادِيۡ. اُسۡرَتُهٗ خَيۡرُ اُسۡرَةٍ، وَ شَجَرَتُهٗ خَيۡرُ شَجَرَةٍ، اَغۡصَانُهَا مُعۡتَدِلَةٌ، وَ ثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ. مَوۡلِدُهٗ بِمَكَّةَ، وَ هِجۡرَتُهٗ بِطَيۡبَةَ، عَلَا بِهَا ذِكۡرُهٗ، وَ امۡتَدَّ مِنۡهَا صَوۡتُهٗ.

اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل، کھلی ہوئی راہِ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا۔ ان کا قوم وقبیلہ بہترین قوم وقبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے کہ جس کی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔ ان کا مولد مکہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپؐ کے نام کا بول بالا ہوا اور آپؐ کا آوازہ (چارسو) پھیلا۔

اَرۡسَلَهٗ بِحُجَّةٍ كَافِيَةٍ، وَ مَوۡعِظَةٍ شَافِيَةٍ، وَ دَعۡوَةٍ مُّتَلَافِيَةٍ. اَظۡهَرَ بِهِ الشَّرَآئِعَ الۡمَجۡهُوۡلَةَ، وَ قَمَعَ بِهِ الۡبِدَعَ الۡمَدۡخُوۡلَةَ، وَ بَيَّنَ بِهِ الۡاَحۡكَامَ الۡمَفۡصُوۡلَةَ. فَ ﴿مَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا﴾ تَتَحَقَّقۡ شِقۡوَتُهٗ، وَ تَنۡفَصِمۡ عُرۡوَتُهٗ، وَ تَعۡظُمۡ كَبۡوَتُهٗ، وَ يَكُنۡ مَّاٰبُهٗ اِلَى الۡحُزۡنِ الطَّوِيۡلِ وَ الۡعَذَابِ الۡوَبِيۡلِ وَ اَتَوَكَّلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكُّلَ الۡاِنَابَةِ اِلَيۡهِ، وَ

اللہ نے آپؐ کو مکمل دلیل، شفا بخش نصیحت اور (پہلی جہالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دے کر بھیجا اور ان کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکارا کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن وسنت میں) بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے تو اب "جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے" تو اس کی بدبختی مسلّم، اس کا شیرازہ درہم وبرہم اور اس کا منہ کے بل گرنا سخت (وناگزیر) اور انجام طویل حزن اور مہلک عذاب ہے۔ میں اللہ پر بھروسا رکھتا ہوں ایسا بھروسا کہ جس میں ہمہ تن اس کی طرف توجہ ہے اور ایسے راستے کی

اَسْتَرْشِدُهُ السَّبِيْلَ الْمُؤَدِّيَةَ اِلٰى جَنَّتِهٖ، الْقَاصِدَةَ اِلٰى مَحَلِّ رَغْبَتِهٖ.

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ! بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ طَاعَتِهٖ، فَاِنَّهَا النَّجَاةُ غَدًا، وَ الْمَنْجَاةُ اَبَدًا. رَهَّبَ فَاَبْلَغَ، وَ رَغَّبَ فَاَسْبَغَ، وَ وَصَفَ لَكُمُ الدُّنْيَا وَ انْقِطَاعَهَا، وَ زَوَالَهَا وَ انْتِقَالَهَا. فَاَعْرِضُوْا عَمَّا يُعْجِبُكُمْ فِيْهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا، اَقْرَبُ دَارٍ مِّنْ سَخَطِ اللّٰهِ، وَ اَبْعَدُهَا مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ! فَغُضُّوْا عَنْكُمْ ـ عِبَادَاللّٰهِ ـ غُمُوْمَهَا وَ اَشْغَالَهَا، لِمَا قَدْ اَيْقَنْتُمْ بِهٖ مِنْ فِرَاقِهَا وَ تَصَرُّفِ حَالَاتِهَا.

فَاحْذَرُوْهَا حَذَرَ الشَّفِيْقِ النَّاصِحِ، وَ الْمُجِدِّ الْكَادِحِ، وَ اعْتَبِرُوْا بِمَا قَدْ رَاَيْتُمْ مِّنْ مَّصَارِعِ الْقُرُوْنِ قَبْلَكُمْ: قَدْ تَزَايَلَتْ اَوْصَالُهُمْ، وَ زَالَتْ اَبْصَارُهُمْ وَ اَسْمَاعُهُمْ، وَ ذَهَبَ شَرَفُهُمْ وَ عِزُّهُمْ، وَ انْقَطَعَ سُرُوْرُهُمْ وَ نَعِيْمُهُمْ فَبُدِّلُوْا بِقُرْبِ الْاَوْلَادِ فَقْدَهَا، وَ بِصُحْبَةِ الْاَزْوَاجِ مُفَارَقَتَهَا. لَا يَتَفَاخَرُوْنَ، وَ لَا يَتَنَاسَلُوْنَ، وَ لَا يَتَزَاوَرُوْنَ، وَلَا يَتَجَاوَرُوْنَ.

فَاحْذَرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! حَذَرَ الْغَالِبِ

ہدایت چاہتا ہوں کہ جو اس کی جنت تک پہنچانے والا اور منزل مطلوب کی طرف بڑھنے والا ہے۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ تقویٰ ہی کل رستگاری (کا وسیلہ) اور نجات کی منزل دائمی ہوگا۔ اس نے اپنے عذاب سے ڈرایا تو سب کو خبردار کر دیا اور جنت کی رغبت دلائی تو اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ دنیا اور اس کے فنا و زوال اور اس کے پلٹ جانے کو کھول کر بیان کیا۔ جو چیزیں اس دنیا سے تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہیں ان سے پہلو بچائے رکھو، کیونکہ ان میں سے ساتھ جانے والی تو بہت ہی تھوڑی ہیں۔ دنیا کی منزل اللہ کی ناراضگیوں سے قریب اور اس کی رضامندیوں سے دور ہے۔ اللہ کے بندو! اس کی فکروں اور اس کے دھندوں سے آنکھیں بند کر لو۔ اس لئے کہ تمہیں یقین ہے کہ آخر یہ جدا ہو جانے والی ہے اور اس کے حالات پلٹا کھانے والے ہیں۔

اس دنیا سے اس طرح خوف کھاؤ جس طرح کوئی ڈرنے والا اور اپنے نفس کا خیر خواہ اور جانفشانی کے ساتھ کوشش کرنے والا ڈرتا ہے۔ تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کے جو گرنے کی جگہیں دیکھی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو کہ ان کے جوڑ بند الگ الگ ہو گئے۔ نہ ان کی آنکھیں رہیں اور نہ کان۔ ان کا شرف و وقار مٹ گیا، ان کی مسرتیں اور نعمتیں جاتی رہیں اور بال بچوں کے قرب کے بجائے علیحدگی اور بیویوں سے ہم نشینی کے بجائے ان سے جدائی ہو گئی۔ اب نہ وہ فخر کرتے ہیں اور نہ ان کے اولاد ہوتی ہے، نہ ایک دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے ہمسایہ بن کر رہتے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! ڈرو جس طرح اپنے نفس پر قابو پا لینے والا اور

لِنَفْسِهٖ، الْمَانِعِ لِشَهْوَتِهٖ، النَّاظِرِ بِعَقْلِهٖ فَاِنَّ الْاَمْرَ وَاضِحٌ، وَ الْعَلَمَ قَآئِمٌ، وَ الطَّرِيْقَ جَدَدٌ، وَ السَّبِيْلَ قَصْدٌ.

اپنی خواہشوں کو دبانے والا اور چشم بصیرت سے دیکھنے والا ڈرتا ہے، کیونکہ (ہر) چیز واضح ہو چکی ہے۔ نشانات قائم ہیں، راستہ ہموار ہے اور راہ سیدھی ہے۔

-----☆☆-----

(۱٦٠) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱٦٠)

لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَ قَدْ سَئَلَهٗ: كَيْفَ دَفَعَكُمْ قَوْمُكُمْ عَنْ هٰذَا الْمَقَامِ وَ اَنْتُمْ اَحَقُّ بِهٖ؟ فَقَالَ عليه السلام:

حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ: کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے آپؑ کو اس منصب سے الگ رکھا، حالانکہ آپؑ اس کے زیادہ حقدار تھے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ:

يَاۤ اَخَا بَنِيْۤ اَسَدٍ! اِنَّكَ لَقَلِقُ الْوَضِيْنِ، تُرْسِلُ فِيْ غَيْرِ سَدَدٍ، وَ لَكَ بَعْدُ ذِمَامَةُ الصِّهْرِ وَ حَقُّ الْمَسْئَلَةِ، وَ قَدِ اسْتَعْلَمْتَ فَاعْلَمْ: اَمَّا الْاِسْتِبْدَادُ عَلَيْنَا بِهٰذَا الْمَقَامِ وَ نَحْنُ الْاَعْلَوْنَ نَسَبًا، وَ الْاَشَدُّوْنَ بِالرَّسُوْلِ صلى الله عليه وآله نَوْطًا، فَاِنَّهَا كَانَتْ اَثَرَةً شَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ، وَ سَخَتْ عَنْهَا نُفُوْسُ اٰخَرِيْنَ، وَ الْحَكَمُ اللّٰهُ، وَ الْمَعْوْدُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

اے برادر بنی اسد! تم بہت تنگ حوصلہ ہو اور بے راہ ہو کر چل نکلے ہو۔ (اس کے باوجود) چونکہ ہمیں تمہاری قرابت کا پاس و لحاظ ہے اور تمہیں سوال کرنے کا حق بھی ہے تو اب دریافت کیا ہے تو پھر جان لو کہ (ان لوگوں کا) اس منصب پر خود اختیاری سے جم جانا، باوجودیکہ ہم نسب کے اعتبار سے بلند تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قرابت بھی قوی تھا ان کی یہ خود غرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے نفس اس پر مر مٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفسوں نے اس کی پروا تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت قیامت کے روز ہے۔ (اس کے بعد حضرتؑ نے بطور تمثیل یہ مصرع پڑھا:)

''وَدَعْ عَنْكَ نَهْبًا صِيْحَ فِيْ حَجَرَاتِهٖ''

''چھوڑو اس لوٹ مار کے ذکر کو کہ جس کا چاروں طرف شور مچا ہوا تھا''[1]

وَ هَلُمَّ الْخَطْبَ فِي ابْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ، فَلَقَدْ اَضْحَكَنِي الدَّهْرُ بَعْدَ اِبْكَآئِهٖ، وَ لَا غَرْوَ وَاللّٰهِ، فَيَا لَهٗ خَطْبًا يَّسْتَفْرِغُ الْعَجَبَ، وَ يُكْثِرُ الْاَوَدَ! حَاوَلَ الْقَوْمُ اِطْفَآءَ نُوْرِ اللّٰهِ مِنْ مِّصْبَاحِهٖ، وَ سَدَّ فَوَّارِهٖ مِنْ يَّنْۢبُوْعِهٖ، وَ جَدَحُوْا بَيْنِيْ وَ

اب تو اس مصیبت کو دیکھو کہ جو ابوسفیان کے بیٹے کی وجہ سے آئی ہے۔ مجھے تو (اس پر) زمانہ نے رلانے کے بعد ہنسایا ہے اور زمانہ کی (موجودہ روش سے) خدا کی قسم! کوئی تعجب نہیں ہے۔ اس مصیبت پر تعجب ہوتا ہے کہ جس سے تعجب کی حد ہو گئی ہے اور جس نے بے راہ رویوں کو بڑھا دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کے روشن چراغ کا نور بجھانا چاہا اور اس کے سرچشمہ (ہدایت کے) فوارے کو بند کرنے کے درپے

بَيْنَهُمْ شِرْبًا وَّ بِيًّا، فَاِنْ تَرْتَفِعْ عَنَّا وَ عَنْهُمْ مِحَنُ الْبَلْوٰى، اَحْمِلْهُمْ مِنَ الْحَقِّ عَلٰى مَحْضِهٖ، وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى، ﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۝﴾.

-----☆☆-----

ہوئے اور میرے اور اپنے درمیان زہریلے گھونٹوں کی آمیزش کی۔ اگر اس ابتلا کی دشواریاں ہمارے اور ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو میں انہیں خالص حق کے راستے پر لے چلوں گا اور اگر کوئی اور صورت ہوگئی تو پھر ان پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے تمہارا دم نہ نکلے۔ اس لئے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

--☆☆--

؎ یہ عرب کے مشہور شاعر ''امرأالقیس'' کے ایک شعر کا مصرع ہے جس کا دوسرا مصرع یہ ہے:

وَ هَاتِ حَدِيْثًا مَّا حَدِيْثُ الرَّوَاحِلِ

اس شعر کا واقعہ یہ ہے کہ جب امرأالقیس کا باپ حجر کندی مارا گیا تو وہ قبائل عرب میں چکر لگاتا تھا تاکہ ان کی مدد سے اپنے باپ کا قصاص لے سکے۔ چنانچہ بنی جدیلہ کے ایک شخص طریف کے یہاں چند دن ٹھہرا اور پھر وہاں سے اپنے کو غیر محفوظ سمجھ کر چل دیا اور خالد ابن سدوس کے ہاں جا اترا۔ اس دوران میں بنی جدیلہ کا ایک شخص باعث ابن خویص اس کا اونٹ ہنکا لایا۔ امرأالقیس نے اپنے میزبان سے اس کا شکوہ کیا تو اس نے کہا کہ تم اپنی اونٹنیاں میرے ساتھ کر دو میں تمہارے اونٹ ان سے واپس لائے دیتا ہوں۔ چنانچہ خالد ان کے ہاں گیا اور ان سے کہا کہ تم نے میرے مہمان کے اونٹوں کو لوٹ لیا ہے تمہیں ان اونٹوں کو واپس کر دینا چاہیے۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہ نہ تمہارا مہمان ہے اور نہ تمہاری زیر حمایت ہے۔ خالد نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی میرا مہمان ہے اور یہ اس کی اونٹنیاں میرے ساتھ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ پھر ہم وہ اونٹ واپس دیئے دیتے ہیں۔ کہا تو یہ، لیکن ان اونٹوں کو واپس کرنے کے بجائے ان اونٹنیوں کو بھی ہنکا کر لے گئے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں نے وہ اونٹ خالد کے روانہ کر دیئے تھے اور اس نے امرأالقیس کو دینے کے بجائے خود ان پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب امرأالقیس کو اس کا پتہ چلا تو اس نے چند اشعار کہے جن کا ایک شعر یہ تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ان اونٹوں کا ذکر چھوڑو جنہیں لوٹا جا چکا ہے۔ اب ان اونٹنیوں کی بات کرو جو ہاتھ سے جاتی رہی ہیں۔

حضرتؑ کے اس شعر کو بطور تمثیل پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ معاویہ برسر پیکار ہے اس کی بات کرو اور ان لوگوں کی غارت گریوں کا ذکر رہنے دو کہ جنہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میرے حق پر چھاپہ مارا۔ وہ دور گزر چکا ہے۔ اب اس دور کے فتنوں سے نپٹنے کا وقت ہے۔ لہٰذا وقت کی بات کرو اور بے وقت کی راگنی نہ چھیڑو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ سائل نے یہ سوال جنگ صفین کے موقع پر کیا تھا، جبکہ جنگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور کشت و خون کی گرم بازاری تھی۔

☆☆☆☆☆

(١٦١) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْعِبَادِ، وَ سَاطِحِ الْمِهَادِ، وَ مُسِيْلِ الْوِهَادِ، وَ مُخْصِبِ النِّجَادِ، لَيْسَ لِاَوَّلِيَّتِهٖ ابْتِدَآءٌ، وَ لَا لِاَزَلِيَّتِهٖ انْقِضَآءٌ، هُوَ الْاَوَّلُ لَمْ يَزَلْ، وَ الْبَاقِیْ بِلَاۤ اَجَلٍ. خَرَّتْ لَهُ الْجِبَاهُ، وَ وَحَّدَتْهُ الشِّفَاهُ، حَدَّ الْاَشْيَآءَ عِنْدَ خَلْقِهٖ لَهَاۤ اِبَانَةً لَّهٗ مِنْ شَبَهِهَا، لَا تُقَدِّرُهُ الْاَوْهَامُ بِالْحُدُوْدِ وَ الْحَرَكَاتِ، وَ لَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْاَدَوَاتِ.

لَا يُقَالُ لَهٗ: «مَتٰى؟» وَ لَا يُضْرَبُ لَهٗ اَمَدٌ «بِحَتّٰى»، الظَّاهِرُ لَا يُقَالُ: «مِمَّا؟» وَ الْبَاطِنُ لَا يُقَالُ: «فِيْمَا؟».

لَا شَبَحٌ فَيَتَقَضّٰى، وَ لَا مَحْجُوْبٌ فَيُحْوٰى، لَمْ يَقْرُبْ مِنَ الْاَشْيَآءِ بِالْتِصَاقٍ، وَ لَمْ يَبْعُدْ عَنْهَا بِافْتِرَاقٍ، لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهٖ شُخُوْصُ لَحْظَةٍ، وَ لَا كُرُوْرُ لَفْظَةٍ، وَ لَا ازْدِلَافُ رَبْوَةٍ، وَ لَا انْبِسَاطُ خُطْوَةٍ فِیْ لَيْلٍ دَاجٍ، وَ لَا غَسَقٍ سَاجٍ، يَتَفَيَّاُ عَلَيْهِ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ، وَ تَعْقُبُهُ الشَّمْسُ ذَاتُ النُّوْرِ فِی الْاُفُوْلِ وَ الْكُرُوْرِ، وَ تَقَلُّبِ الْاَزْمِنَةِ وَ الدُّهُوْرِ، مِنْ اِقْبَالِ لَيْلٍ مُّقْبِلٍ، وَاِدْبَارِ

خطبہ (۱۶۱)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو بندوں کا پیدا کرنے والا، فرش زمین کا بچھانے والا، ندی نالوں کا بہانے والا اور ٹیلوں کو سرسبز و شاداب بنانے والا ہے۔ نہ اس کی اوّلیت کی کوئی ابتدا اور نہ اس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے۔ وہ ایسا اوّل ہے جو ہمیشہ سے ہے اور بغیر کسی مدت کی حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ پیشانیاں اس کے آگے (سجدہ میں) گری ہوئی ہیں اور لب اس کی توحید کے معترف ہیں۔ اس نے تمام چیزوں کو اِنکے پیدا کرنے کے وقت ہی سے (جداگانہ صورتوں اور شکلوں میں) محدود کر دیا تا کہ اپنی ذات کو اِنکی مشابہت سے الگ رکھے۔ تصورات اسے حدود و حرکات اور اعضاء و حواس کے ساتھ متعین نہیں کر سکتے۔

اس کیلئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ''وہ کب سے ہے'' اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے کہ ''وہ کب تک ہے''۔ وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ''کس سے (ظاہر ہوا)'' وہ باطن ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ ''کس میں''۔

وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے۔ وہ چیزوں سے اس طرح قریب نہیں کہ ساتھ چھو جائے اور نہ وہ جسمانی طور پر ان سے الگ ہو کر دور ہوا ہے۔ اس سے کسی کا ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا، کسی لفظ کا دہرایا جانا، کسی بلندی کا دور سے جھلکنا اور کسی قدم کا آگے بڑھنا پوشیدہ نہیں ہے۔ نہ اندھیری راتوں میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں کہ جن پر روشن چاند اپنی کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور نورانی آفتاب طلوع و غروب (کے چکروں) میں اور زمانہ کی ان گردشوں میں اندھیرے کے بعد نور پھیلاتا ہے کہ جو آنے والی رات اور جانے والے دن کی آمد و شد سے

نَهَارٍ مُّدْبِرٍ.

(پیدا) ہوتی ہیں۔

قَبْلَ كُلِّ غَايَةٍ وَّ مُدَّةٍ، وَ كُلِّ اِحْصَآءٍ وَعِدَّةٍ، تَعَالٰى عَمَّا يَنْحَلُهُ الْمُحَدِّدُوْنَ مِنْ صِفَاتِ الْاَقْدَارِ، وَ نِهَايَاتِ الْاَقْطَارِ، وَ تَاَثُّلِ الْمَسَاكِنِ، وَ تَمَكُّنِ الْاَمَاكِنِ، فَالْحَدُّ لِخَلْقِهٖ مَضْرُوْبٌ، وَ اِلٰى غَيْرِهٖ مَنْسُوْبٌ.

وہ ہر مدت و انتہا اور ہر گنتی اور شمار سے پہلے ہے۔ اسے محدود سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں میں بسنے اور جگہوں میں ٹھہرنے کو اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں وہ ان نسبتوں سے بہت بلند ہے۔ حدیں تو اس کی مخلوق کیلئے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے۔

لَمْ يَخْلُقِ الْاَشْيَآءَ مِنْ اُصُوْلٍ اَزَلِيَّةٍ، وَ لَا مِنْ اَوَآئِلَ اَبَدِيَّةٍ، بَلْ خَلَقَ مَا خَلَقَ فَاَقَامَ حَدَّهٗ، وَ صَوَّرَ مَا صَوَّرَ فَاَحْسَنَ صُوْرَتَهٗ، لَيْسَ لِشَیْءٍ مِّنْهُ امْتِنَاعٌ، وَ لَا لَهٗ بِطَاعَةِ شَیْءٍ انْتِفَاعٌ، عِلْمُهٗ بِالْاَمْوَاتِ الْمَاضِيْنَ كَعِلْمِهٖ بِالْاَحْيَآءِ الْبَاقِيْنَ، وَ عِلْمُهٗ بِمَا فِی السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى كَعِلْمِهٖ بِمَا فِی الْاَرَضِيْنَ السُّفْلٰى.

اس نے اشیاء کو کچھ ایسے مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو اور نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں، بلکہ اس نے جو چیز پیدا کی اسے مستحکم کیا اور جو ڈھانچہ بنایا اسے اچھی شکل و صورت دی۔ کوئی شے اس کے (حکم سے) سرتابی نہیں کر سکتی، نہ اس کو کسی کی اطاعت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہے ویسے ہی پست زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے۔

[مِنْهَا]

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

اَيُّهَا الْمَخْلُوْقُ السَّوِیُّ، وَ الْمُنْشَاُ الْمَرْعِیُّ، فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْحَامِ، وَ مُضَاعَفَاتِ الْاَسْتَارِ، بُدِئْتَ ﴿مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۝﴾، وَ وُضِعْتَ ﴿فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۝﴾ وَّ اَجَلٍ مَّقْسُوْمٍ، تَمُوْرُ فِیْ بَطْنِ اُمِّكَ جَنِيْنًا لَّا تُحِيْرُ دُعَآءً، وَ لَا تَسْمَعُ نِدَآءً، ثُمَّ اُخْرِجْتَ مِنْ مَّقَرِّكَ اِلٰى دَارٍ لَّمْ تَشْهَدْهَا، وَ لَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا، فَمَنْ

اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے شکم کی اندھیاریوں اور دوہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور ہر طرح سے اس کی نگہداشت کی گئی ہے، تیری ابتدا مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا کہ تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا۔ نہ تو کسی پکار کا جواب دیتا تھا اور نہ کوئی آواز سنتا تھا۔ پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھالا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا۔

هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَآءِ مِنْ ثَدْيِ اُمِّكَ؟ وَ عَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَ اِرَادَتِكَ؟ هَيْهَاتَ، اِنَّ مَنْ يَّعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِى الْهَيْئَةِ وَ الْاَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِهٖۤ اَعْجَزُ، وَ مِنْ تَنَاوُلِهٖ بِحُدُوْدِ الْمَخْلُوْقِيْنَ اَبْعَدُ!.

کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی؟ اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہنچوائیں؟۔ بھلا جو شخص ایک صورت و اعضاء والی مخلوق کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیونکر مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اسے پالینے سے دور نہ ہوگا۔

---☆☆---

(۱۶۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا اجْتَمَعَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَ شَكَوْا مَا نَقَمُوْهُ عَلٰى عُثْمَانَ، وَ سَئَلُوْهُ مُخَاطَبَتَهٗ عَنْهُمْ وَ اسْتِعْتَابَهٗ لَهُمْ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ فَقَالَ:

اِنَّ النَّاسَ وَرَآئِیْ، وَ قَدِ اسْتَسْفَرُوْنِیْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ، وَ وَاللهِ! مَاۤ اَدْرِیْ مَاۤ اَقُوْلُ لَكَ! مَاۤ اَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهٗ، وَ لَا اَدُلُّكَ عَلٰۤى اَمْرٍ لَّا تَعْرِفُهٗ، اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ، مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰى شَیْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ، وَ لَا خَلَوْنَا بِشَیْءٍ فَنُبَلِّغَكَهٗ، وَ قَدْ رَاَيْتَ كَمَا رَاَيْنَا، وَ سَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا، وَ صَحِبْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ كَمَا صَحِبْنَا.

وَ مَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَ لَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِاَوْلٰى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ، وَ اَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَشِيْجَةَ رَحِمٍ مِّنْهُمَا، وَ قَدْ

خطبہ (۱۶۲)

جب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کے متعلق جو باتیں انہیں بری معلوم ہوئی تھیں ان کا گلہ کیا اور چاہا کہ حضرتؑ ان کی طرف سے ان سے بات چیت کریں اور لوگوں کو رضامند کرنے کا ان سے مطالبہ کریں۔ چنانچہ آپؑ تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ:

لوگ میرے پیچھے (منتظر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو نپٹاؤں۔ خدا کی قسم![1] میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں جب کہ میں (اس سلسلہ میں) ایسی کوئی بات نہیں جانتا کہ جس سے تم بے خبر ہو اور نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں کہ جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں۔ نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سنا ہے کہ تم تک پہنچائیں۔ جیسے ہم نے دیکھا ویسے تم نے بھی دیکھا اور جس طرح ہم نے سنا تم نے بھی سنا۔ جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے تم بھی رہے۔

اور حق پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ابن ابی قحافہ اور ابن خطاب پر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی کہ تم پر ہونا چاہیے اور تم تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی قرابت کی بنا پر ان دونوں سے قریب تر بھی ہو اور ان کی ایک

نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَا لَمْ يَنَالَا.

فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ نَفْسِكَ! فَاِنَّكَ ـ وَاللّٰهِ ـ مَا تُبَصَّرُ مِنْ عَمًى، وَ لَا تُعَلَّمُ مِنْ جَهْلٍ، وَ اِنَّ الطُّرُقَ لَوَاضِحَةٌ، وَ اِنَّ اَعْلَامَ الدِّیْنِ لَقَآئِمَةٌ.

فَاعْلَمْ اَنَّ اَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ اِمَامٌ عَادِلٌ، هُدِیَ وَ هَدٰی، فَاَقَامَ سُنَّةً مَّعْلُوْمَةً، وَ اَمَاتَ بِدْعَةً مَّجْهُوْلَةً، وَ اِنَّ السُّنَنَ لَنَیِّرَةٌ لَّهَاۤ اَعْلَامٌ، وَ اِنَّ الْبِدَعَ لَظَاهِرَةٌ لَّهَاۤ اَعْلَامٌ، وَ اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ اِمَامٌ جَآئِرٌ ضَلَّ وَ ضُلَّ بِهٖ، فَاَمَاتَ سُنَّةً مَّاْخُوْذَةً، وَ اَحْيَا بِدْعَةً مَّتْرُوْكَةً.

وَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ یَقُوْلُ: «یُؤْتٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِالْاِمَامِ الْجَآئِرِ وَ لَیْسَ مَعَهٗ نَصِیْرٌ وَّ لَا عَاذِرٌ، فَیُلْقٰی فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ، فَیَدُوْرُ فِیْهَا كَمَا تَدُوْرُ الرَّحٰی، ثُمَّ یَرْتَبِطُ فِیْ قَعْرِهَا».

وَ اِنِّیْۤ اُنْشِدُكَ اللّٰهَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اِمَامَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْمَقْتُوْلَ، فَاِنَّهٗ كَانَ یُقَالُ: یُقْتَلُ فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِمَامٌ یَّفْتَحُ عَلَیْهَا الْقَتْلَ وَ الْقِتَالَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ، وَ یَلْبِسُ اُمُوْرَهَا عَلَیْهَا، وَ یَبُثُّ الْفِتَنَ فِیْهَا، فَلَا یُبْصِرُوْنَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ، یَمُوْجُوْنَ فِیْهَا

طرح کی دامادی بھی تمہیں حاصل ہے کہ جو انہیں حاصل نہ تھی۔

کچھ اپنے دل میں اللہ کا بھی خوف کرو۔ خدا کی قسم! اس لئے تمہیں سمجھا یا نہیں جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر آ نہ سکتا ہو اور نہ اس لئے یہ چیزیں تمہیں بتائی جا رہی ہیں کہ تمہیں علم نہ ہو اور (لاعلمی کے کیا معنی) جب کہ شریعت کی راہیں واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔

یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر وہ انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جانی پہچانی ہوئی سنت کو مستحکم کرے اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے۔ سنتوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں اور اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر وہ ظالم حکمران ہے جو گمراہی میں پڑا رہے اور دوسرے بھی اس کی وجہ سے گمراہی میں پڑیں اور (رسولؐ سے) حاصل کی ہوئی سنتوں کو تباہ اور قابل ترک بدعتوں کو زندہ کرے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ: «قیامت کے دن ظالم کو اس طرح لایا جائے گا کہ نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی عذر خواہ اور اسے (سیدھا) جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں اس طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور پھر اسے جہنم کے گہراؤ میں جکڑ دیا جائے گا»۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم اس اُمت کے وہ سربراہ نہ بنو کہ جسے قتل ہی ہونا ہے۔ چونکہ کہا گیا ہے کہ اس اُمت میں ایک ایسا حاکم مارا جائے گا جو اس کیلئے قیامت تک قتل و خون ریزی کا دروازہ کھول دے گا اور اس کے تمام امور کو اشتباہ میں ڈال دے گا اور اس میں فتنوں کو پھیلائے گا کہ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نہ دیکھ سکیں گے اور وہ فتنوں میں (دریا کی) موجوں کی طرح الٹے پلٹے کھائیں

مَوْجًا، وَ يَمْرُجُوْنَ فِيهَا مَرْجًا. فَلَا تَكُوْنَنَّ لِمَرْوَانَ سَيِّقَةً يَسُوْقُكَ حَيْثُ شَآءَ بَعْدَ جَلَالِ السِّنِّ وَ تَقَضِّي الْعُمُرِ.

گے اور انہی میں تہ و بالا ہوتے رہیں گے۔تم مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے، جبکہ تم سن رسیدہ بھی ہو چکے ہو اور عمر بھی بیت چکی ہے۔

فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ: كَلِّمِ النَّاسَ فِيْۤ اَنْ يُّؤَجِّلُوْنِيْ حَتّٰۤى اُخْرُجَ اِلَيْهِمْ مِنْ مَّظَالِمِهِمْ.

حضرت عثمان نے کہا کہ: آپؑ ان لوگوں سے بات کریں کہ وہ مجھے (کچھ عرصہ کیلئے) مہلت دیں کہ میں ان کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہوسکوں۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

تو آپؑ نے فرمایا کہ:

مَاكَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلَاۤ اَجَلَ فِيْهِ، وَ مَا غَابَ فَاَجَلُهٗ وُصُوْلُ اَمْرِكَ اِلَيْهِ.

جن چیزوں کا تعلق مدینہ سے ہے ان میں تو کوئی مہلت کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو جگہیں نگاہوں سے اوجھل (اور دور) ہیں ان کیلئے اتنی مہلت ہوسکتی ہے کہ تمہارا فرمان وہاں تک پہنچ جائے۔

-----☆☆-----

۱؎ حضرت عثمان کے دور خلافت میں جب حکومت اور اس کے کارندوں کے ستائے ہوئے مسلمان اکابر صحابہ تک اپنی فریاد پہنچانے کیلئے مدینہ میں سمٹ آئے تو پر امن طریق کار اختیار کرتے ہوئے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ حضرت عثمان سے مل کر انہیں سمجھائیں بجھائیں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق پامال نہ کریں اور ان فتنوں کا سدّ باب کریں جو رعیت کیلئے تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔جس پر حضرتؑ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور اس موقع پر یہ کلام ارشاد فرمایا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے موعظت کی تلخیوں کو خوشگوار بنانے کیلئے تمہید میں وہ لب ولہجہ اختیار کیا ہے جو اشتعال دلانے کے بجائے ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرے اور فرائض کی جانب متوجہ کرے، چنانچہ ان کی صحابیت، شخصی اہمیت اور شیخین کے مقابلہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی خاندانی قرابت کو ظاہر کرنے سے اسی فرض شناسی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ موقعہ ان کی مدح سرائی کا نہ تھا کہ آخر کلام سے آنکھیں بند کر کے اسے قصیدۂ شرف سمجھ لیا جائے، جبکہ اس تمہید سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے جان بوجھ کر کرتے تھے۔ایسا نہ تھا کہ انہیں علم و اطلاع نہ ہو اور لاعلمی کی بنا پر ان کی لغزشوں کو قابل مواخذہ نہ سمجھا جائے۔ ہاں! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہنے، ان کی تعلیمات کو سننے، ان کے طرز عمل کو دیکھنے اور اسلامی احکام پر مطلع ہونے کے بعد ایسا طور طریقہ اختیار کرنا کہ جس سے دنیائے اسلام چیخ اٹھے کوئی فضیلت ہے تو پھر اس تعریض کو بھی مدح سمجھا جاسکتا ہے۔اگر وہ فضیلت نہیں ہے تو پھر اسے بھی مدح نہیں کہا جاسکتا، حالانکہ جن لفظوں کو مدح سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے جرم کی سنگینی ثابت کرنے کیلئے ہیں، کیونکہ بے خبری و لاعلمی میں جرم اتنا سنگین نہیں ہوتا جتنا جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا ارتکاب اس کے وزن کو بڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ اگر راستے کے نشیب و فراز سے ناواقف شخص گھپ اندھیرے میں ٹھوکر کھائے تو اسے معذور سمجھ لیا جاتا ہے اور اگر راستے کے گڑھوں سے واقف دن کے اُجالے میں ٹھوکر کھائے تو اسے سرزنش کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اگر

اس موقع پر اس سے یہ کہا جائے کہ تم آنکھیں بھی رکھتے ہو، راستے کی اونچ نیچ سے بھی واقف ہو، تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس کی وسعت علمی و روشنی چشم کو سراہا جا رہا ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے آنکھوں کے ہوتے ہوئے پھر راستے کے گڑھوں کو نہ دیکھا اور جاننے بوجھنے کے باوجود پھر سنبھل کر نہ چلا۔ لہٰذا آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر اور جاننا نہ جاننا یکساں ہے۔

اس سلسلہ میں ان کی دامادی پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ و اُم کلثوم کا عقد یکے بعد دیگرے ان سے کیا۔ اس کو وجہ شرف ماننے سے قبل یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ دامادی عثمان کی نوعیت کیا ہے۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اس میں اولیت کا شرف حضرت عثمان کو حاصل نہ تھا بلکہ ان سے قبل رقیہ و اُم کلثوم ابولہب کے بیٹوں عتبہ و عتیبہ سے منسوب تھیں، مگر ان کو باوجود پہلا داماد ہونے کے قبل از بعثت کے صاحبان شرف میں بھی اب تک شمار نہیں کیا گیا تو یہاں کسی جوہر ذاتی کے بغیر اس نسبت کو کس بنا پر سرمایہ افتخار سمجھا جا سکتا ہے، جب کہ اس رشتہ کی اہمیت کے متعلق نہ کوئی سند ہے اور نہ اس ماحول میں اس طرف کوئی توجہ پائی جاتی تھی کہ یہ کہا جائے کہ کسی اہم ترین عظمت کی مالک شخصیت اور ان میں معاملہ دائر تھا، پھر یہ منتخب ہو کر یہ شرف پا گئے۔ یا یہ کہ ان دونوں بیٹیوں کو تاریخ و حدیث و سیر میں کسی کرداری شخصیت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہو جس کی وجہ سے اس رشتہ کو خاص اہمیت دے کر ان کیلئے طرۂ امتیاز قرار دیا جائے۔ اگر قبل بعثت عتبہ و عتیبہ سے ان کا بیاہا جانا اس بنا پر صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت مشرکین کے ساتھ عقد کی حرمت کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا تو یہاں پر بھی صحت عقد کیلئے صرف ظاہری اسلام کی شرط تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے زبان سے اقرار شہادتین بھی کیا اور بظاہر ایمان بھی لائے۔ لہٰذا اس عقد کو صرف ظاہر اسلام کی دلیل تو قرار دیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ اور کسی امتیاز کو اس کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہی کہاں مسلم ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلبی بیٹیاں تھیں جب کہ ایک طبقہ ان کے صلب رسولؐ سے ہونے سے انکار کرتا ہے اور وہ انہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ علیہا السلام کی بہن ہالہ کی اولاد یا ان کے پہلے شوہر کی اولاد قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم الکوفی متوفی ۳۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں:

> فَلَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِخَدِيْجَةَ مَاتَتْ هَالَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِمُدَّةٍ يَّسِيْرَةٍ وَّ خَلَّفَتِ الطِّفْلَتَيْنِ زَيْنَبَ وَ رُقَيَّةَ فِيْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ حِجْرِ خَدِيْجَةَ فَرَبَّيَاهُمَا. وَ كَانَ مِنْ سُنَّةِ الْعَرَبِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَنْ يُّرَبِّيْ يَتِيْمًا يُنْسَبُ ذٰلِكَ الْيَتِيْمُ اِلَيْهِ.

> جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ علیہا السلام سے عقد کیا تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہالہ کا انتقال ہو گیا اور اس نے دو لڑکیاں چھوڑیں: ایک کا نام زینب تھا اور ایک کا نام رقیہ اور ان دونوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہؑ کی گود میں پرورش پائی اور انہی نے ان کی تربیت کی اور اسلام سے قبل یہ دستور تھا کہ اگر کوئی یتیم بچہ کسی کی گود میں پرورش پاتا تھا تو اسے اسی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ (کتاب ''الاستغاثۃ''، ص ۶۹)

اور ابن ہشام نے حضرت خدیجہ علیہا السلام کی اولاد کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

> وَكَانَتْ قَبْلَهٗ عِنْدَ اَبِيْ هَالَةَ بْنِ مَالِكٍ... فَوَلَدَتْ لَهٗ هِنْدَ بْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ

هَالَةَ وَ كَانَتْ قَبْلَ اَبِيْ هَالَةَ عِنْدَ عَتِيْقِ بْنِ عَآئِذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ مَخْزُوْمٍ، فَوَلَدَتْ لَهٗ عَبْدَ اللّٰهِ وَ جَارِيَةً.

حضرت خدیجہ علیہا السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ عقد میں آنے سے پہلے ابی ہالہ بن مالک کی زوجیت میں تھیں جس سے ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی اور ابی ہالہ سے قبل عتیق ابن عائذ کے عقد میں تھیں جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۴ص ۲۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ علیہا السلام کی دو لڑکیاں عقد رسولؐ میں آنے سے پہلے موجود تھیں جو حسب ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بیٹیاں کہلائیں گی اور وہ جن سے بھی بیاہی جائیں گی وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ہی کہلائیں گے، لیکن دامادی کی حیثیت وہی ہوگی جو ان لڑکیوں کے بیٹی ہونے کی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اسے محل افتخار میں پیش کرنے سے پہلے ان بیٹیوں کی حیثیت کو دیکھ لینا چاہیے اور حضرت عثمان کے رویہ پر بھی ایک نظر کر لینا چاہیے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امام بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت درج کرتے ہیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: شَهِدْنَا بِنْتًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ، قَالَ: وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ: فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، قَالَ: فَقَالَ: «هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَّمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟» فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ: اَنَا، قَالَ: «فَانْزِلْ» قَالَ: فَنَزَلَ فِيْ قَبْرِهَا.

انس ابن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: ہم دختر رسولؐ کے دفن کے موقع پر موجود تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ: ''کون تم میں ایسا ہے جو آج کی رات ہم بستر نہ ہوا ہو''۔ ابو طلحہ نے کہا کہ: میں، حضرتؐ نے فرمایا کہ: ''پھر تم قبر میں اترو''۔ چنانچہ وہ قبر میں اترے۔

(صحیح بخاری، ج ۱ص ۲۳۲)

اس موقع پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کے راز درون پردہ کو بے نقاب کر کے انہیں قبر میں اترنے سے روک دیا، حالانکہ پیغمبرؐ کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر تھا کہ وہ کسی کے اندرونی حالات کو طشت از بام کر کے اس کی ہتک و اہانت گوارا نہ کرتے تھے اور دوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود چشم پوشی فرما جاتے تھے مگر یہ کردار کا گھنونا پن کچھ ایسا تھا کہ بھرے مجمع میں انہیں رسوا کرنا ضروری سمجھا گیا۔

☆☆☆☆☆

(۱۶۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَذْكُرُ فِيْهَا عَجِيْبَ خِلْقَةِ الطَّاؤسِ

اِبْتَدَعَهُمْ خَلْقًا عَجِيْبًا مِّنْ حَيَوَانٍ وَّ مَوَاتٍ، وَ سَاكِنٍ وَّ ذِیْ حَرَكَاتٍ، وَ اَقَامَ مِنْ شَوَاهِدِ الْبَيِّنَاتِ عَلٰى لَطِيْفِ صَنْعَتِهٖ، وَ عَظِيْمِ قُدْرَتِهٖ، مَا انْقَادَتْ لَهُ الْعُقُوْلُ مُعْتَرِفَةً بِهٖ، وَ مُسَلِّمَةً لَّهٗ، وَ نَعَقَتْ فِیْۤ اَسْمَاعِنَا دَلَآئِلُهٗ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِهٖ، وَ مَا ذَرَاَ مِنْ مُّخْتَلِفِ صُوَرِ الْاَطْيَارِ الَّتِیْۤ اَسْكَنَهَاۤ اَخَادِيْدَ الْاَرْضِ، وَ خُرُوْقَ فِجَاجِهَا، وَ رَوَاسِیَ اَعْلَامِهَا، مِنْ ذَاتِ اَجْنِحَةٍ مُّخْتَلِفَةٍ، وَ هَيْئَاتٍ مُّتَبَايِنَةٍ، مُصَرَّفَةٍ فِیْ زِمَامِ التَّسْخِيْرِ، وَ مُرَفْرِفَةٍ بِاَجْنِحَتِهَا فِیْ مَخَارِقِ الْجَوِّ الْمُنْفَسِحِ وَ الْفَضَآءِ الْمُنْفَرِجِ. كَوَّنَهَا بَعْدَ اِذْ لَمْ تَكُنْ فِیْ عَجَآئِبِ صُوَرٍ ظَاهِرَةٍ، وَ رَكَّبَهَا فِیْ حِقَاقِ مَفَاصِلَ مُحْتَجِبَةٍ.

وَ مَنَعَ بَعْضَهَا بِعَبَالَةِ خَلْقِهٖ اَنْ يَّسْمُوَ فِی الْهَوَآءِ خُفُوْفًا، وَ جَعَلَهٗ يَدِفُّ دَفِيْفًا، وَ نَسَقَهَا عَلٰى اخْتِلَافِهَا فِی الْاَصَابِيْغِ بِلَطِيْفِ قُدْرَتِهٖ،

خطبه (۱۶۳)

جس میں مور[1] کی عجیب وغریب آفرینش کا تذکرہ فرمایا ہے

قدرت نے ہر قسم کی مخلوق کو وہ جاندار ہو یا بے جان، ساکن ہو یا متحرک عجیب وغریب آفرینش کا جامہ پہنا کر ایجاد کیا ہے اور اپنی لطیف صنعت اور عظیم قدرت پر ایسی واضح نشانیاں شاہد بنا کر قائم کی ہیں کہ جن کے سامنے عقلیں اس کی ہستی کا اعتراف اور اس کی (فرمانبرداری) کا اقرار کرتے ہوئے سر اطاعت خم کر چکی ہیں اور اس کی یکتائی پر یہی عقل کی تسلیم کی ہوئی اور (اس کے خالق بے مثال ہونے پر) مختلف شکل وصورت کے پرندوں کی آفرینش سے ابھری ہوئی دلیلیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ وہ پرندے جن کو اس نے زمین کے گڑھوں، درّوں کے شگافوں اور مضبوط پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسایا ہے، جو مختلف طرح کے پر و بال اور جداگانہ شکل وصورت والے ہیں۔ جنہیں تسلط (الٰہی) کی باگ ڈور میں گھمایا پھرایا جاتا ہے اور جو کشادہ ہوا کی وسعتوں اور کھلی فضاؤں میں پروں کو پھڑ پھڑاتے ہیں۔ انہیں جبکہ یہ موجود نہ تھے عجیب وغریب ظاہری صورتوں سے (آراستہ کر کے) پیدا کیا اور (گوشت و پوست میں) ڈھکے ہوئے جوڑوں کے سروں سے ان کے (جسموں کی) ساخت قائم کی۔

ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں ان کے جسموں کے بوجھل ہونے کی وجہ سے فضا میں بلند ہو کر تیز پروازی سے روک دیا ہے اور انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ زمین سے کچھ تھوڑے ہی اونچے ہو کر پرواز کر سکیں۔ اس نے اپنی لطیف قدرت اور باریک صنعت سے ان قسم قسم کے پرندوں کو (مختلف) رنگوں سے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے

وَ دَقِيْقِ صَنْعَتِهٖ، فَمِنْهَا مَغْمُوْسٌ فِیْ قَالَبِ لَوْنٍ لَّا يَشُوْبُهٗ غَيْرُ لَوْنِ مَا غُمِسَ فِيْهِ، وَ مِنْهَا مَغْمُوْسٌ فِیْ لَوْنِ صِبْغٍ قَدْ طُوِّقَ بِخِلَافِ مَا صُبِغَ بِهٖ.

بعض ایسے ہیں جو ایک ہی رنگ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یوں کہ جس رنگ میں انہیں ڈبویا گیا ہے اس کے علاوہ کسی اور رنگ کی ان میں آمیزش نہیں کی گئی اور بعض اس طرح رنگ میں ڈبوئے گئے ہیں کہ جس رنگ کا طوق انہیں پہنا دیا گیا ہے وہ اس رنگ سے نہیں ملتا جس سے خود رنگین ہیں۔

وَ مِنْ اَعْجَبِهَا خَلْقًا الطَّاوُسُ، الَّذِیْۤ اَقَامَهٗ فِیْۤ اَحْكَمِ تَعْدِيْلٍ، وَ نَضَّدَ اَلْوَانَهٗ فِیْۤ اَحْسَنِ تَنْضِيْدٍ، بِجَنَاحٍ اَشْرَجَ قَصَبَهٗ، وَ ذَنَبٍ اَطَالَ مَسْحَبَهٗ. اِذَا دَرَجَ اِلَی الْاُنْثٰی نَشَرَهٗ مِنْ طَيِّهٖ، وَ سَمَا بِهٖ مُطِلًّا عَلٰی رَاْسِهٖ، كَاَنَّهٗ قِلْعُ دَارِیٍّ عَنَجَهٗ نُوْتِيُّهٗ، يَخْتَالُ بِاَلْوَانِهٖ، وَ يَمِيْسُ بِزَيَفَانِهٖ، يُفْضِیْ كَاِفْضَآءِ الدِّيَكَةِ، وَ يَؤُرُّ بِمُلَاقَحَةٍ اَرَّ الْفُحُوْلِ الْمُغْتَلِمَةِ لِلضِّرَابِ.

ان سب پرندوں سے زائد عجیب الخلقت مور ہے کہ (اللہ نے) جس کے (اعضاء کو) موزونیت کے محکم ترین سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے رنگوں کو ایک حسین ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ یہ (حسن و توازن) ایسے پروں سے ہے کہ جن کی جڑوں کو (ایک دوسرے سے) جوڑ دیا ہے اور ایسی دُم سے ہے جو دور تک کھنچتی چلی جاتی ہے۔ جب وہ اپنی مادہ کی طرف بڑھتا ہے تو اپنی لپٹی ہوئی دُم کو پھیلا دیتا ہے اور اسے اس طرح اونچا لے جاتا ہے کہ وہ اس کے سر پر سایہ افگن ہو کر پھیل جاتی ہے۔ گویا وہ (مقام) دارین کی اس کشتی کا بادبان ہے جسے اس کا ملاح اِدھر اُدھر موڑ رہا ہو، وہ اس کے رنگوں پر اتراتا ہے اور اس کی جنبشوں کے ساتھ جھومنے لگتا ہے اور مرغوں کی طرح جفتی کھاتا ہے اور (اپنی مادہ کو) حاملہ کرنے کیلئے جوش و ہیجان میں بھرے ہوئے نروں کی طرح جوڑ کھاتا ہے۔

اُحِيْلُكَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰی مُعَايَنَةٍ، لَا كَمَنْ يُحِيْلُ عَلٰی ضَعِيْفٍ اِسْنَادُهٗ، وَ لَوْ كَانَ كَزَعْمِ مَنْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ يُلْقِحُ بِدَمْعَةٍ تَسْفَحُهَا مَدَامِعُهٗ، فَتَقِفُ فِیْ ضَفَّتَیْ جُفُوْنِهٖ، وَ اَنَّ اُنْثَاهُ تَطْعَمُ ذٰلِكَ، ثُمَّ تَبِيْضُ

میں اس (بیان) کیلئے مشاہدہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس شخص کی طرح نہیں کہتا جو کسی کمزور سند کا حوالہ دے رہا ہو۔ گمان کرنے والوں کا یہ صرف وہم و گمان ہے کہ وہ اپنے گوشہ ہائے چشم کے بہائے ہوئے اس آنسو سے اپنی مادہ کو انڈوں پر لاتا ہے کہ جو اس کی پلکوں کے دونوں کناروں میں آکر ٹھہر جاتا ہے اور مورنی اسے پی لیتی ہے اور پھر وہ انڈے دینے لگتی ہے اور اس پھوٹ کر نکلنے والے آنسو

لَا مِنْ لِقَاحِ فَحْلٍ سِوَى الدَّمْعِ الْمُنْبَجِسِ، لَمَا كَانَ ذٰلِكَ بِاَعْجَبَ مِنْ مُّطَاعَمَةِ الْغُرَابِ!.

تَخَالُ قَصَبَهٗ مَدَارِیَ مِنْ فِضَّةٍ، وَ مَاۤ اُنْبِتَ عَلَيْهَا مِنْ عَجِيْبِ دَارَاتِهٖ، وَ شُمُوْسِهٖ خَالِصَ الْعِقْيَانِ، وَ فِلَذَ الزَّبَرْجَدِ. فَاِنْ شَبَّهْتَهٗ بِمَاۤ اَنْبَتَتِ الْاَرْضُ قُلْتَ: جَنِیٌّ جُنِیَ مِنْ زَهْرَةِ كُلِّ رَبِيْعٍ، وَ اِنْ ضَاهَيْتَهٗ بِالْمَلَابِسِ فَهُوَ كَمَوْشِیِّ الْحُلَلِ اَوْ كَمُوْنِقِ عَصْبِ الْيَمَنِ، وَ اِنْ شَاكَلْتَهٗ بِالْحُلِیِّ فَهُوَ كَفُصُوْصٍ ذَاتِ اَلْوَانٍ، قَدْ نُطِّقَتْ بِاللُّجَيْنِ الْمُكَلَّلِ.

يَمْشِیْ مَشْیَ الْمَرِحِ الْمُخْتَالِ، وَ يَتَصَفَّحُ ذَنَبَهٗ وَ جَنَاحَيْهِ، فَيُقَهْقِهُ ضَاحِكًا لِّجَمَالِ سِرْبَالِهٖ، وَ اَصَابِيْغِ وِشَاحِهٖ، فَاِذَا رَمٰى بِبَصَرِهٖۤ اِلٰى قَوَآئِمِهٖ زَقَا مُعْوِلًا بِصَوْتٍ يَّكَادُ يُبِيْنُ عَنِ اسْتِغَاثَتِهٖ، وَ يَشْهَدُ بِصَادِقِ تَوَجُّعِهٖ، لِاَنَّ قَوَآئِمَهٗ حُمْشٌ كَقَوَآئِمِ الدِّيَكَةِ الْخِلَاسِيَّةِ.

وَ قَدْ نَجَمَتْ مِنْ ظُنْبُوْبِ سَاقِهٖ صِيْصِيَّةٌ خَفِيَّةٌ، وَ لَهٗ فِیْ مَوْضِعِ الْعُرْفِ قُنْزُعَةٌ

کے علاوہ یوں نر اُس سے جفتی نہیں کھاتا۔ اگر ایسا ہو تو بھی (ان کے خیال کے مطابق) کوے کے اپنی مادہ کو (پوٹے سے دانا پانی) بھرا کر انڈوں پر لانے سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے۔

(تم اگر بغور دیکھو گے) تو اس کے پروں کی درمیانی تیلیوں کو چاندی کی سلائیاں تصور کرو گے اور ان پر جو عجیب و غریب ہالے بنے ہوئے ہیں اور سورج (کی شعاعوں) کے مانند (جو پر و بال) اُگے ہوئے ہیں (انہیں زردی میں) خالص سونا اور (سبزی میں) زمرد کے ٹکڑے خیال کرو گے۔ اگر تم اسے زمین کی اُگائی ہوئی چیزوں سے تشبیہ دو گے تو یہ کہو گے کہ وہ ہر موسم بہار کے چنے ہوئے شگوفوں کا گلدستہ ہے اور اگر کپڑوں سے تشبیہ دو گے تو وہ منقش حلّوں یا خوشنما یمنی چادروں کے مانند ہے اور اگر زیورات سے تشبیہ دو گے تو وہ رنگ برنگ کے ان نگینوں کی طرح ہے جو مرصع بجواہر چاندی میں دائروں کی صورت میں پھیلا دیئے گئے ہوں۔

وہ اس طرح چلتا ہے جس طرح کوئی ہشاش بشاش اور متکبر محو خرام ہوتا ہے اور اپنی دم اور پر و بال کو غور سے دیکھتا ہے تو اپنے پیراہن کے حسن و جمال اور اپنے گلوبند کی رنگتوں کی وجہ سے قہقہہ لگا کر ہنستا ہے، مگر جب اپنے پیروں پر نظر ڈالتا ہے تو اس طرح اونچی آواز سے روتا ہے کہ گویا اپنی فریاد کو ظاہر کر رہا ہے اور اپنے سچے درد (دل) کی گواہی دے رہا ہے۔ کیونکہ اس کے پیر خاکستری رنگ کے دوغلے مرغوں کے پیروں کی طرح باریک اور پتلے ہوتے ہیں اور اس کی پنڈلی کے کنارے پر ایک باریک سا کانٹا نمایاں ہوتا ہے۔

اور اس کی (گردن پر) ایال کی جگہ سبز رنگ کے منقش پروں کا گچھا ہوتا ہے اور گردن کا پھیلاؤ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے صراحی (کی

خَضْرَآءُ مُوَشَّاةٌ، وَ مَخْرَجُ عَنُقِهٖ كَالْاِبْرِيْقِ، وَ مَغْرَزُهَاۤ اِلٰى حَيْثُ بَطْنُهٗ كَصِبْغِ الْوَسِمَةِ الْيَمَانِيَّةِ، اَوْ كَحَرِيْرَةٍ مُّلْبَسَةٍ مِّرْاٰةً ذَاتَ صِقَالٍ، وَ كَاَنَّهٗ مُتَلَفِّعٌ بِمِعْجَرٍ اَسْحَمَ، اِلَّاۤ اَنَّهٗ يُخَيَّلُ لِكَثْرَةِ مَآئِهٖ، وَ شِدَّةِ بَرِيْقِهٖ، اَنَّ الْخُضْرَةَ النَّاضِرَةَ مُمْتَزِجَةٌ بِهٖ، وَ مَعَ فَتْقِ سَمْعِهٖ خَطٌّ كَمُسْتَدَقِّ الْقَلَمِ فِیْ لَوْنِ الْاُقْحُوَانِ، اَبْيَضُ يَقَقٌ، فَهُوَ بِبَيَاضِهٖ فِیْ سَوَادِ مَا هُنَالِكَ يَاْتَلِقُ.

گردن) اور اس کے گڑنے کی جگہ سے لے کر وہاں تک کا حصہ کہ جہاں اس کا پیٹ ہے یمنی وسمہ کے رنگ کی طرح (گہرا سبز) ہے یا اس ریشم کی طرح ہے جو صیقل کئے ہوئے آئینہ پر پہنا دیا گیا ہو، گویا کہ وہ سیاہ رنگ کی اوڑھنی میں لپٹا ہوا ہے، لیکن اس کی آب و تاب کی فراوانی اور چمک دمک کی بہتات سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں تر و تازہ سبزی کی (الگ سے) آمیزش کر دی گئی ہے۔ اس کے کانوں کے شگاف سے ملی ہوئی بابونہ کے پھولوں جیسی ایک سفید چمکیلی لکیر ہوتی ہے۔ جو قلم کی باریک نوک کے مانند ہے وہ (لکیر) اپنی سفیدی کے ساتھ اس جگہ کی سیاہیوں میں جگمگاتی ہے۔

وَ قَلَّ صِبْغٌ اِلَّا وَ قَدْ اَخَذَ مِنْهُ بِقِسْطٍ، وَ عَلَاهُ بِكَثْرَةِ صِقَالِهٖ وَ بَرِيْقِهٖ، وَ بَصِيْصِ دِيْبَاجِهٖ وَ رَوْنَقِهٖ، فَهُوَ كَالْاَزَاهِيْرِ الْمَبْثُوْثَةِ، لَمْ تُرَبِّهَاۤ اَمْطَارُ رَبِيْعٍ، وَ لَا شُمُوْسُ قَيْظٍ. وَ قَدْ يَتَحَسَّرُ مِنْ رِّيْشِهٖ، وَ يَعْرٰى مِنْ لِّبَاسِهٖ، فَيَسْقُطُ تَتْرٰى، وَ يَنْبُتُ تِبَاعًا، فَيَنْحَتُّ مِنْ قَصَبِهٖ انْحِتَاتَ اَوْرَاقِ الْاَغْصَانِ، ثُمَّ يَتَلَاحَقُ نَامِيًا حَتّٰى يَعُوْدَ كَهَيْئَتِهٖ قَبْلَ سُقُوْطِهٖ، لَا يُخَالِفُ سَالِفَ اَلْوَانِهٖ، وَ لَا يَقَعُ لَوْنٌ فِیْ غَيْرِ مَكَانِهٖ! وَ اِذَا تَصَفَّحْتَ شَعْرَةً مِّنْ شَعَرَاتِ قَصَبِهٖ اَرَتْكَ حُمْرَةً وَّرْدِيَّةً، وَ تَارَةً خُضْرَةً زَبَرْجَدِيَّةً، وَ اَحْيَانًا صُفْرَةً عَسْجَدِيَّةً.

کم ہی ایسے رنگ ہوں گے جس نے سفید دھاری کا کچھ حصہ نہ لیا ہو اور وہ ان رنگوں پر اپنی آب و تاب کی زیادتی، اپنے پیکرِ ریشمیں کی چمک دمک اور زیبائش کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے۔ وہ ان بکھری ہوئی کلیوں کے مانند ہے کہ جنہیں نہ فصل بہار کی بارشوں نے پروان چڑھایا ہو اور نہ گرمیوں کے سورج نے پرورش کیا ہو وہ کبھی اپنے پر و بال سے برہنہ اور اپنے رنگین لباس سے عریاں ہو جاتا ہے، اس کے بال و پر لگاتار جھڑتے ہیں اور پھر پے در پے اُگنے لگتے ہیں، وہ اس کے بازوؤں سے اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح ٹہنیوں سے پتے، یہاں تک کہ جھڑنے سے پہلے جو شکل و صورت تھی اسی کی طرف پلٹ آتا ہے اور اپنے پہلے رنگوں سے سر مو اِدھر سے اُدھر نہیں ہوتا اور نہ کوئی رنگ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اختیار کرتا ہے۔ جب اس کے پروں کے ریشوں سے کسی ریشے کو تم غور سے دیکھو گے تو وہ تمہیں کبھی گلاب کے پھولوں جیسی سرخی اور کبھی زمرد جیسی سبزی اور کبھی سونے جیسی زردی کی (جھلکیاں) دکھائے گا۔

فَكَيْفَ تَصِلُ اِلٰى صِفَةِ هٰذَا عَمَآئِقُ الْفِطَنِ، اَوْ تَبْلُغُهٗ قَرَآئِحُ الْعُقُوْلِ، اَوْ تَسْتَنْظِمُ وَصْفَهٗ اَقْوَالُ الْوَاصِفِيْنَ! وَ اَقَلُّ اَجْزَآئِهٖ قَدْ اَعْجَزَ الْاَوْهَامَ اَنْ تُدْرِكَهٗ، وَ الْاَلْسِنَةَ اَنْ تَصِفَهٗ!.

(غور تو کرو کہ) ایک ایسی مخلوق کی صفتوں تک فکروں کی گہرائیاں کیوں کر پہنچ سکتی ہیں؟ یا عقلوں کی طبع آزمائیاں کس طرح وہاں تک رسائی پا سکتی ہیں؟ یا بیان کرنے والوں کے کلمات کیونکر اس کے وصفوں کو ترتیب دے سکتے ہیں؟ کہ جس کے چھوٹے سے چھوٹے جز نے بھی واہموں کو سمجھنے سے عاجز اور زبانوں کو بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہو۔

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بَهَرَ الْعُقُوْلَ عَنْ وَّصْفِ خَلْقٍ جَلَّاهُ لِلْعُيُوْنِ، فَاَدْرَكَتْهُ مَحْدُوْدًا مُّكَوَّنًا، وَ مُؤَلَّفًا مُّلَوَّنًا، وَ اَعْجَزَ الْاَلْسُنَ عَنْ تَلْخِيْصِ صِفَتِهٖ، وَ قَعَدَ بِهَا عَنْ تَاْدِيَةِ نَعْتِهٖ!.

تو پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ایک ایسی مخلوق کی حالت بیان کرنے سے بھی عقلوں کو مغلوب کر رکھا ہے کہ جسے آنکھوں کے سامنے نمایاں کر دیا تھا اور ان (آنکھوں) نے اس کو ایک حد میں گھرا ہوا اور (اجزا) سے مرکب اور (مختلف رنگوں سے) رنگین صورت میں دیکھ بھی لیا اور جس نے زبانوں کو اس (مخلوق) کے وصفوں کا خلاصہ کرنے سے عاجز اور اس کی صفتوں کے بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہے۔

وَ سُبْحَانَ مَنْ اَدْمَجَ قَوَآئِمَ الذَّرَّةِ وَ الْهَمَجَةِ اِلٰى مَا فَوْقَهُمَا مِنْ خَلْقِ الْحِيْتَانِ وَ الْفِيَلَةِ! وَ وَاٰى عَلٰى نَفْسِهٖۤ اَنْ لَّا يَضْطَرِبَ شَبَحٌ مِّمَّاۤ اَوْلَجَ فِيْهِ الرُّوْحَ، اِلَّا وَ جَعَلَ الْحِمَامَ مَوْعِدَهٗ، وَ الْفَنَآءَ غَايَتَهٗ.

اور پاک ہے وہ خدا کہ جس نے چیونٹی اور مچھر سے لے کر ان سے بڑی مخلوق مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو مضبوط و مستحکم کیا ہے اور اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ کوئی پیکر کہ جس میں اس نے روح داخل کی ہے جنبش نہیں کھائے گا مگر یہ کہ موت کو اس کی وعدہ گاہ اور فنا کو اس کی حد آخر قرار دے گا۔

[مِنْهَا: فِیْ صِفَةِ الْجَنَّةِ]

[اس خطبہ کا یہ حصہ جنت کے بیان میں ہے]

فَلَوْ رَمَيْتَ بِبَصَرِ قَلْبِكَ نَحْوَ مَا يُوْصَفُ لَكَ مِنْهَا لَعَزَفَتْ نَفْسُكَ عَنْ بَدَآئِعِ مَاۤ اُخْرِجَ اِلَى الدُّنْيَا مِنْ شَهَوَاتِهَا وَ لَذَّاتِهَا، وَ زَخَارِفِ مَنَاظِرِهَا، وَ لَذَهِلَتْ بِالْفِكْرِ فِیْ اصْطِفَاقِ اَشْجَارٍ غُيِّبَتْ عُرُوْقُهَا فِیْ كُثْبَانِ الْمِسْكِ عَلٰى سَوَاحِلِ اَنْهَارِهَا، وَ فِیْ تَعْلِيْقِ

اگر تم دیدہ دل سے جنت کی ان کیفیتوں پر نظر کرو جو تم سے بیان کی جاتی ہیں تو تمہارا نفس دنیا میں پیش کی ہوئی عمدہ سے عمدہ خواہشوں اور لذتوں اور اس کے مناظر کی زیبائشوں سے نفرت کرنے لگے گا اور وہ ان درختوں کے پتوں کے کھڑکھڑانے کی آوازوں میں کہ جن کی جڑیں جنت کی نہروں کے کناروں پر مشک کے ٹیلوں میں ڈوبی ہوئی ہیں کھو جائے گا اور ان کی بڑی اور چھوٹی ٹہنیوں میں تر و تازہ موتیوں کے

كَبَآئِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ فِىْ عَسَالِيْجِهَا وَ اَفْنَانِهَا، وَ طُلُوْعِ تِلْكَ الثِّمَارِ مُخْتَلِفَةً فِىْ غُلُفِ اَكْمَامِهَا، تُجْنٰى مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ فَتَاْتِىْ عَلٰى مُنْيَةِ مُجْتَنِيْهَا، وَ يُطَافُ عَلٰى نُزَّالِهَا فِىْ اَفْنِيَةِ قُصُوْرِهَا بِالْاَعْسَالِ الْمُصَفَّقَةِ، وَ الْخُمُوْرِ الْمُرَوَّقَةِ. قَوْمٌ لَّمْ تَزَلِ الْكَرَامَةُ تَتَمَادٰى بِهِمْ حَتّٰى حَلُّوْا دَارَ الْقَرَارِ، وَ اَمِنُوْا نُقْلَةَ الْاَسْفَارِ.

فَلَوْ شَغَلْتَ قَلْبَكَ اَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ بِالْوُصُوْلِ اِلٰى مَا يَهْجُمُ عَلَيْكَ مِنْ تِلْكَ الْمَنَاظِرِ الْمُوْنِقَةِ، لَزَهَقَتْ نَفْسُكَ شَوْقًا اِلَيْهَا، وَ لَتَحَمَّلْتَ مِنْ مَجْلِسِىْ هٰذَاۤ اِلٰى مُجَاوَرَةِ اَهْلِ الْقُبُوْرِ اسْتِعْجَالًا بِهَا. جَعَلَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ مِمَّنْ يَّسْعٰى بِقَلْبِهٖ اِلٰى مَنَازِلِ الْاَبْرَارِ بِرَحْمَتِهٖ.

[تَفْسِيْرُ بَعْضِ مَا فِىْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيْبِ]

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «وَ يَؤُرُّ بِمِلَاقِحَةٍ» اَلْاَرُّ: كِنَايَةٌ عَنِ النِّكَاحِ، يُقَالُ: اَرَّ الْمَرْاَةَ يَؤُرُّهَا، اِذَا نَكَحَهَا.

وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «كَاَنَّهٗ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهٗ نُوْتِيُّهٗ» اَلْقِلْعُ: شِرَاعُ السَّفِيْنَةِ، وَ دَارِيٌّ: مَنْسُوْبٌ اِلٰى دَارِيْنَ، وَ هِىَ بَلْدَةٌ عَلَى الْبَحْرِ يُجْلَبُ مِنْهَا الطِّيْبُ.

گچھوں کے لٹکنے اور سبز پتیوں کے غلافوں میں مختلف قسم کے پھلوں کے نکلنے کے (نظاروں) میں محو ہو جائے گا۔ ایسے پھل کہ جو بغیر کسی زحمت کے چنے جا سکتے ہیں اور چننے والے کی خواہش کے مطابق آگے بڑھ آتے ہیں۔ وہاں کے بلند ایوانوں کے صحنوں میں اترنے والے مہمانوں کے گرد پاک وصاف شہد اور صاف ستھری شراب (کے جام) گردش میں لائے جائیں گے۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ کی بخشش و عنایت ہمیشہ ان کے شامل حال رہی یہاں تک کہ وہ اپنی جائے قیام میں اتر پڑے اور سفروں کی نقل وحرکت سے آسودہ ہو گئے۔

اے سننے والے! اگر تو ان دلکش مناظر تک پہنچنے کیلئے اپنے نفس کو متوجہ کرے جو تیری طرف ایک دم آنے والے ہیں تو اس کے اشتیاق میں تیری جان ہی نکل جائے گی اور اسے جلد سے جلد پا لینے کیلئے میری اس مجلس سے اٹھ کر قبروں میں رہنے والوں کی ہمسائیگی اختیار کرنے کیلئے آمادہ ہو جائے گا۔ اللہ سبحانہ اپنی رحمت سے ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار دے کہ جو نیک بندوں کی منزل تک پہنچنے کی (سرتوڑ) کوشش کرتے ہیں۔

[سید رضی اس خطبہ کے بعض مشکل الفاظ کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:]

آپ کے ارشاد «وَ يَؤُرُّ بِمِلَاقِحَةٍ» میں لفظ ''اَرّ'' سے مباشرت کی طرف کنایہ ہے۔ یوں کہا جاتا ہے کہ «اَرَّ الْمَرْاَةَ يَؤُرُّهَا» یعنی اس نے عورت سے مباشرت کی۔

اور آپؑ کے اس ارشاد «كَاَنَّهٗ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهٗ نُوْتِيُّهٗ» میں ''قلع'' کے معنی کشتی کے بادبان کے ہیں اور لفظ ''داری'' دارین کی طرف منسوب ہے اور ''دارین'' سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے کہ جہاں سے خوشبودار چیزیں لائی جاتی ہیں اور ''عنجہ'' کے معنی ہیں اس کو موڑا اور استعمال

وَ عَنَجَهُ: اَیْ عَطَفَهُ. یُقَالُ: عَنَجْتُ النَّاقَةَ کَنَصَرْتُ اَعْنُجُهَا عَنْجًا اِذَا عَطَفْتَهَا. وَ النُّوْتِیُّ: الْمَلَّاحُ.

وَ قَوْلُهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ: «ضَفَّتَیْ جُفُوْنِهٖ» اَرَادَ جَانِبَیْ جُفُوْنِهٖ. وَ الضَّفَّتَانِ: الْجَانِبَانِ.

وَ قَوْلُهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ: «وَ فِلَذَ الزَّبَرْجَدِ» الْفِلَذُ: جَمْعُ فِلْذَةٍ، وَ هِیَ الْقِطْعَةُ.

وَ قَوْلُهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ: «کَبَآئِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ فِیْ عَسَالِیْجِهَا» اَلْکِبَاسَةُ: اَلْعِذْقُ. وَ الْعَسَالِیْجُ: اَلْغُصُوْنُ، وَاحِدُهَا عُسْلُوْجٌ.

-----☆☆-----

یوں ہوتا ہے: «عَنَجْتُ النَّاقَةَ» (عنجت بروزن نصرت) یعنی میں نے اونٹنی کے رخ کو موڑا اور «اَعْنُجُهَا عَنْجًا» اس وقت کہو گے کہ جب تم اس کے رُخ کو موڑو گے اور ”نوتی“ کے معنی ملاح کے ہیں۔

اور آپؑ کے ارشاد «ضَفَّتَیْ جُفُوْنِهٖ» سے مراد مور کی پلکوں کے دونوں کنارے ہیں اور یوں ”ضفتان“ کے معنی دو کناروں کے ہوتے ہیں۔

اور آپؑ کے قول «وَ فِلَذَ الزَّبَرْجَدِ» میں ”فلذ“ فلذۃ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔

اور آپؑ کے قول «کَبَآئِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ فِیْ عَسَالِیْجِهَا» میں ”کبائس“ کباسہ کی جمع ہے جس کے معنی کھجور کے خوشے کے ہیں اور ”عسالیج“ عسلوج کی جمع ہے جس کے معنی ٹہنی کے ہیں۔

--☆☆--

ط ”مور“ ایک خوبصورت دلکش اور انتہائی چوکنا رہنے والا پرندہ ہے جو برما، جاوا، ہندو پاکستان اور مشرقی ایشیا کے ممالک میں پایا جاتا ہے اس کے پروں کی رنگینی، دُم کا پھیلاؤ اور رقص انتہائی جاذب نظر ہوتا ہے۔ جب یہ اپنی دم کو جو ۵۵ انچ سے ۷۲ انچ تک لمبی ہوتی ہے پھیلا کر چکر کاٹتا ہے تو نظروں میں مختلف رنگوں کی دنیا آباد ہو جاتی ہے۔ جس طرح خزاں میں درختوں کے پتے جھڑتے اور بہار میں اُگتے ہیں، اسی طرح اس کے پر خزاں میں جھڑ جاتے ہیں اور بہار میں دوبارہ اُگ آتے ہیں۔ بہار کا موسم اس کے حسن کے نکھار کا زمانہ ہوتا ہے۔ اسی موسم میں جوڑ کھاتا ہے۔ مورنی تین سال کی عمر سے انڈے دینے لگتی ہے اور اس کی اوسط عمر پینتیس برس ہوتی ہے۔ ایک سال میں کم و بیش بارہ انڈے دیتی اور ایک مہینہ تک انہیں سیتی ہے۔ مور اکثر ان انڈوں کو توڑ دیتا ہے۔ اس لئے اس کے انڈے مرغی کے نیچے بھی بٹھا دیئے جاتے ہیں، مگر مرغی کے سینے سے بچوں کی خوبصورتی اور جسمانی ہیئت میں فرق آجاتا ہے۔ مور اپنی دلکشی و خوبصورتی کے باوجود منحوس تصور ہوتا ہے اور گھروں میں رکھنا برا سمجھا جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(١٦٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِيَتَأَسَّ صَغِيْرُكُمْ بِكَبِيْرِكُمْ، وَلْيَرْاَفْ كَبِيْرُكُمْ بِصَغِيْرِكُمْ، وَ لَا تَكُوْنُوْا كَجُفَاةِ الْجَاهِلِيَّةِ: لَا فِي الدِّيْنِ يَتَفَقَّهُوْنَ، وَ لَا عَنِ اللهِ يَعْقِلُوْنَ، كَقَيْضِ بَيْضٍ فِیْۤ اَدَاحٍ يَّكُوْنُ كَسْرُهَا وِزْرًا، وَ يُخْرِجُ حِضَانُهَا شَرًّا.

[مِنْهَا]

اِفْتَرَقُوْا بَعْدَ اُلْفَتِهِمْ، وَ تَشَتَّتُوْا عَنْ اَصْلِهِمْ، فَمِنْهُمْ اٰخِذٌۢ بِغُصْنٍ اَيْنَمَا مَالَ مَالَ مَعَهٗ. عَلٰۤى اَنَّ اللهَ تَعَالٰى سَيَجْمَعُهُمْ لِشَرِّ يَوْمٍ لِّبَنِیْۤ اُمَيَّةَ، كَمَا تَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيْفِ! يُؤَلِّفُ اللهُ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ يَجْعَلُهُمْ رُكَامًا كَرُكَامِ السَّحَابِ، ثُمَّ يَفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابًا، يَسِيْلُوْنَ مِنْ مُّسْتَثَارِهِمْ كَسَيْلِ الْجَنَّتَيْنِ، حَيْثُ لَمْ تَسْلَمْ عَلَيْهِ قَارَةٌ، وَ لَمْ تَثْبُتْ عَلَيْهِ اَكَمَةٌ، وَ لَمْ يَرُدَّ سَنَنَهٗ رَصُّ طَوْدٍ، وَ لَا حِدَابُ اَرْضٍ.

يُذَعْذِعُهُمُ اللهُ فِیْ بُطُوْنِ اَوْدِيَتِهٖ، ثُمَّ يَسْلُكُهُمْ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ، يَاْخُذُ بِهِمْ مِنْ قَوْمٍ حُقُوْقَ قَوْمٍ، وَ يُمَكِّنُ لِقَوْمٍ فِیْ دِيَارِ

خطبه (۱۶۴)

تمہارے چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں اور بڑوں کو چاہئے کہ وہ چھوٹوں سے شفقت و مہربانی سے پیش آئیں۔ زمانۂ جاہلیت کے ان اُجڈ آدمیوں کے مانند نہ ہو جاؤ کہ جو نہ دین میں فہم و بصیرت سے اور نہ اللہ کے بارے میں عقل و فہم سے کام لیتے تھے۔ وہ ان انڈوں کے چھلکوں کی طرح ہیں جو شتر مرغوں کے انڈے دینے کی جگہ پر رکھے ہوں جن کا توڑنا گناہ معلوم ہوتا ہے مگر انہیں سینے کیلئے چھوڑ دینا ایذا رساں بچوں کے نکالنے کا سبب ہوتا ہے۔[1]

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

وہ الفت و یکجائی کے بعد الگ الگ اور اپنے مرکز سے منتشر ہو گئے ہوں گے۔ البتہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ایک شاخ کو پکڑے رہیں گے کہ جدھر یہ جھکے ادھر وہ جھکیں گے، یہاں تک کہ اللہ جلد ہی اس دن کیلئے کہ جو بنی امیہ کیلئے بدترین دن ہوگا انہیں اس طرح جمع کرے گا جس طرح خریف کے موسم میں بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں۔ اللہ ان کے درمیان محبت و دوستی پیدا کرے گا اور پھر ان کا تہ بہ تہ جمے ہوئے ابر کی طرح ایک مضبوط جتھا بنا دے گا اور ان کیلئے دروازوں کو کھول دے گا کہ وہ اپنے ابھرنے کے مقام سے شہر سبا کے دو باغوں کے اس سیلاب کی طرح بہہ نکلیں گے جس سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی ٹیلہ اس کے سامنے ٹک سکا تھا اور نہ پہاڑ کی مضبوطی اور نہ زمین کی اونچائی اس کا دھارا موڑ سکی تھی۔

اللہ سبحانہ انہیں گھاٹیوں کے نشیبوں میں متفرق کر دے گا۔ پھر انہیں چشموں (کے بہاؤ) کی طرح زمین میں پھیلا دے گا اور ان کے ذریعہ سے کچھ لوگوں کے حقوق کچھ لوگوں سے لے گا اور ایک قوم کو

قَوْمٍ. وَايْمُ اللّٰهِ! لَيَذُوبَنَّ مَا فِيۡ اَيۡدِيۡهِمۡ بَعۡدَ الۡعُلُوِّ وَالتَّمۡكِيۡنِ، كَمَا تَذُوۡبُ الۡاَلۡيَةُ عَلَى النَّارِ.

اَيُّهَا النَّاسُ! لَوۡ لَمۡ تَتَخَاذَلُوۡا عَنۡ نَّصۡرِ الۡحَقِّ، وَ لَمۡ تَهِنُوۡا عَنۡ تَوۡهِيۡنِ الۡبَاطِلِ، لَمۡ يَطۡمَعۡ فِيۡكُمۡ مَنۡ لَّيۡسَ مِثۡلَكُمۡ، وَ لَمۡ يَقۡوَ مَنۡ قَوِيَ عَلَيۡكُمۡ، لٰكِنَّكُمۡ تِهۡتُمۡ مَتَاهَ بَنِيۡۤ اِسۡرَآئِيۡلَ. وَ لَعَمۡرِيۡ! لَيُضَعَّفَنَّ لَكُمُ التِّيۡهُ مِنۡۢ بَعۡدِيۡۤ اَضۡعَافًا، بِمَا خَلَّفۡتُمُ الۡحَقَّ وَرَآءَ ظُهُوۡرِكُمۡ، وَ قَطَعۡتُمُ الۡاَدۡنٰى، وَ وَصَلۡتُمُ الۡاَبۡعَدَ.

وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّكُمۡ اِنِ اتَّبَعۡتُمُ الدَّاعِيَ لَكُمۡ، سَلَكَ بِكُمۡ مِنۡهَاجَ الرَّسُوۡلِ، وَ كُفِيۡتُمۡ مَؤُنَةَ الۡاِعۡتِسَافِ، وَ نَبَذۡتُمُ الثِّقۡلَ الۡفَادِحَ عَنِ الۡاَعۡنَاقِ.

-----☆☆-----

دوسری قوم کے شہروں پر متمکن کردے گا۔ خدا کی قسم! ان کی سربلندی و اقتدار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہوگا اس طرح پگھل جائے گا جس طرح آگ پر چربی۔

اے لوگو! اگر تم حق کی نصرت و امداد سے پہلو نہ بچاتے اور باطل کو کمزور کرنے سے کمزوری نہ دکھاتے تو جو تمہارا ہم پایہ نہ تھا وہ تم پر دانت نہ رکھتا اور جس نے تم پر قابو پا لیا وہ تم پر قابو نہ پاتا۔ لیکن تم تو بنی اسرائیل کی طرح صحرائے تیہ میں بھٹک گئے۔ اور اپنی جان کی قسم! میرے بعد تمہاری سرگردانی و پریشانی کئی گنا بڑھ جائے گی، کیونکہ تم نے حق کو پس پشت ڈال دیا ہے اور قریبیوں سے قطع تعلق کرلیا اور دور والوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔

یقین رکھو کہ اگر تم دعوت دینے والے کی پیروی کرتے تو وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر لے چلتا اور تم بے راہ روی کی زحمتوں سے بچ جاتے اور اپنی گردنوں سے بھاری بوجھ اتار پھینکتے۔

--☆☆--

ؒ۱ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے ظاہری اسلام کا تقاضا تو یہ ہے کہ ان پر تشدد نہ کیا جائے، مگر اس طرح انہیں چھوڑ دینے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ شر و مفاسد پھیلاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(١٦٥) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْۤ اَوَّلِ خِلَافَتِهٖ

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَنْزَلَ کِتَابًا هَادِیًا بَیَّنَ فِیْهِ الْخَیْرَ وَالشَّرَّ، فَخُذُوْا نَهْجَ الْخَیْرِ تَهْتَدُوْا، وَ اصْدِفُوْا عَنْ سَمْتِ الشَّرِّ تَقْصِدُوْا. اَلْفَرَآئِضَ الْفَرَآئِضَ! اَدُّوْهَاۤ اِلَی اللّٰهِ تُؤَدِّکُمْ اِلَی الْجَنَّةِ.

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ حَرَامًا غَیْرَ مَجْهُوْلٍ، وَ اَحَلَّ حَلَالًا غَیْرَ مَدْخُوْلٍ، وَ فَضَّلَ حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ عَلَی الْحُرَمِ کُلِّهَا، وَ شَدَّ بِالْاِخْلَاصِ وَ التَّوْحِیْدِ حُقُوْقَ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ مَعَاقِدِهَا، فَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ یَدِهٖ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَ لَا یَحِلُّ اَذَی الْمُسْلِمِ اِلَّا بِمَا یَجِبُ.

بَادِرُوْۤا اَمْرَ الْعَامَّةِ وَ خَاصَّةَ اَحَدِکُمْ وَ هُوَ الْمَوْتُ، فَاِنَّ النَّاسَ اَمَامَکُمْ، وَ اِنَّ السَّاعَةَ تَحْدُوْکُمْ مِنْ خَلْفِکُمْ، تَخَفَّفُوْا تَلْحَقُوْا، فَاِنَّمَا یُنْتَظَرُ بِاَوَّلِکُمْ اٰخِرُکُمْ.

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِیْ عِبَادِهٖ وَ بِلَادِهٖ، فَاِنَّکُمْ مَسْؤُلُوْنَ حَتّٰی عَنِ الْبِقَاعِ وَ الْبَهَآئِمِ، اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ لَا تَعْصُوْهُ، وَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْخَیْرَ فَخُذُوْا بِهٖ، وَ اِذَا رَاَیْتُمُ الشَّرَّ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُ.

-----☆☆-----

خطبه (۱۶۵)

(اپنی خلافت کے آغاز پر فرمایا)

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے کہ جس میں اچھائیوں اور برائیوں کو (کھول کر) بیان کیا ہے۔تم بھلائی کا راستہ اختیار کروتا کہ ہدایت پاسکو اور برائی کی جانب سے رخ موڑلو تا کہ سیدھی راہ پر چل سکو، فرائض کو پیشِ نظر رکھو اور انہیں اللہ کیلئے بجالاؤ، تاکہ یہ تمہیں جنت تک پہنچائیں۔

اللہ سبحانہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جوانجانی نہیں ہیں اور ان چیزوں کو حلال کیا ہے جن میں کوئی عیب ونقص نہیں پایا جاتا۔اس نے مسلمانوں کی عزت وحرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو ان کے موقع ومحل پر اخلاص وتوحید کے دامن سے باندھ دیا ہے۔ چنانچہ مسلمان وہی ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں، مگر یہ کہ کسی حق کی بنا پر ان پر ہاتھ ڈالا جائے اور ان کو ایذا پہنچانا جائز نہیں، مگر جہاں واجب ہوجائے۔

اس چیز کی طرف بڑھو کہ جو ہمہ گیر اور تم میں سے ہر ایک کیلئے مخصوص ہے اور وہ موت ہے۔ چونکہ (گزر جانے والے) لوگ تمہارے سامنے ہیں اور (موت کی) گھڑی تمہیں پیچھے سے آگے کی طرف ہنکائے لئے جارہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو تا کہ آگے بڑھ جانے والوں کو پاسکو۔تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جارہا ہے۔

اللہ سے اس کے بندوں اور اس کے شہروں کے بارے میں ڈرتے رہو۔اس لئے کہ تم سے (ہر چیز کے متعلق) سوال کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ زمینوں اور چوپاؤں کے متعلق بھی اللہ کی اطاعت کرو اور اس سے سرتابی نہ کرو۔ جب بھلائی کو دیکھو تو اسے حاصل کرو اور جب بُرائی کو دیکھو تو اس سے منہ پھیرلو۔

--☆☆--

(١٦٦) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعْدَ مَا بُوْيِعَ بِالْخِلَافَةِ، وَ قَدْ قَالَ لَهٗ قَوْمٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ لَوْ عَاقَبْتَ قَوْمًا مِمَّنْ اَجْلَبَ عَلٰى عُثْمَانَ، فَقَالَ عليه السلام:

يَآ اِخْوَتَاهُ! اِنِّيْ لَسْتُ اَجْهَلُ مَا تَعْلَمُوْنَ، وَ لٰكِنْ كَيْفَ لِيْ بِقُوَّةٍ وَّ الْقَوْمُ الْمُجْلِبُوْنَ عَلٰى حَدِّ شَوْكَتِهِمْ، يَمْلِكُوْنَنَا وَ لَا نَمْلِكُهُمْ! وَ هَاهُمْ هٰٓؤُلَآءِ قَدْ ثَارَتْ مَعَهُمْ عُبْدَانُكُمْ، وَ الْتَفَّتْ اِلَيْهِمْ اَعْرَابُكُمْ، وَ هُمْ خِلَالَكُمْ يَسُوْمُوْنَكُمْ مَا شَآؤُوْا وَ هَلْ تَرَوْنَ مَوْضِعًا لِقُدْرَةٍ عَلٰى شَيْءٍ، تُرِيْدُوْنَهٗ؟!.

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ اَمْرُ جَاهِلِيَّةٍ، وَ اِنَّ لِهٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ مَادَّةً. اِنَّ النَّاسَ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ ـ اِذَا حُرِّكَ ـ عَلٰى اُمُوْرٍ: فِرْقَةٌ تَرٰى مَا تَرَوْنَ، وَ فِرْقَةٌ تَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ، وَ فِرْقَةٌ لَّا تَرٰى هٰذَا وَ لَا ذَاكَ، فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَهْدَاَ النَّاسُ، وَ تَقَعَ الْقُلُوْبُ مَوَاقِعَهَا، وَ تُؤْخَذَ الْحُقُوْقُ مُسْمَحَةً فَاهْدَاُوْا عَنِّيْ، وَ انْظُرُوْا مَاذَا يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اَمْرِيْ، وَ لَا تَفْعَلُوْا فَعْلَةً تُضَعْضِعُ قُوَّةً، وَ تُسْقِطُ مُنَّةً، وَ تُوْرِثُ وَهْنًا وَّ ذِلَّةً. وَ سَاُمْسِكُ الْاَمْرَ مَا اسْتَمْسَكَ، وَ اِذَا لَمْ اَجِدْ بُدًّا فَاٰخِرُ الدَّوَآءِ الْكَيُّ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۶۶)

آپؑ کی بیعت ہو چکنے کے بعد صحابہ کی ایک جماعت نے آپؑ سے کہا کہ بہتر ہے کہ آپؑ ان لوگوں کو جنہوں نے عثمان پر فوج کشی کی تھی سزا دیں تو حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ:

اے بھائیو! جو تم جانتے ہو میں اس سے بے خبر نہیں ہوں، لیکن میرے پاس (اس کی) قوت و طاقت کہاں ہے جبکہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زوروں پر ہیں۔ وہ (اس وقت) ہم پر مسلط ہیں ہم ان پر مسلط نہیں اور عالم یہ ہے کہ تمہارے غلام بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور صحرائی عرب بھی ان سے مل جل گئے ہیں اور اس وقت بھی وہ تمہارے درمیان اس حالت میں ہیں کہ جیسا چاہیں تمہیں گزند پہنچا سکتے ہیں۔ کیا تم جو چاہتے ہو اس پر قابو پانے کی کوئی صورت تمہیں نظر آتی ہے؟۔

بلاشبہ یہ جہالت و نادانی کا مطالبہ ہے۔ ان لوگوں کی پشت پر مدد کا ایک ذخیرہ ہے۔ جب یہ قصہ چھڑے گا تو اس معاملہ میں لوگوں کے مختلف خیالات ہوں گے۔ کچھ لوگوں کی رائے تو وہی ہوگی جو تمہاری ہے اور کچھ لوگوں کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہوگی اور کچھ لوگوں کی رائے نہ اِدھر ہوگی نہ اُدھر۔ اتنا صبر کرو کہ لوگ سکون سے بیٹھ لیں اور دل اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں اور آسانی سے حقوق حاصل کئے جا سکیں۔ تم میری طرف سے مطمئن رہو اور دیکھتے رہو کہ میرا فرمان تم تک کیا آتا ہے۔ کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو طاقت کو متزلزل اور قوت کو پامال کر دے اور کمزوری و ذلت کا باعث بن جائے۔ میں اس جنگ کو جہاں تک رک سکے گی روکوں گا اور جب کوئی چارہ نہ پاؤں گا تو پھر آخری علاج داغنا تو ہے ہی۔

--☆☆--

(۱۶۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِنْدَ مَسِيْرِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ اِلَى الْبَصْرَةِ

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ رَسُوْلًا هَادِيًا بِكِتَابٍ نَّاطِقٍ وَّ اَمْرٍ قَآئِمٍ، لَا يَهْلِكُ عَنْهُ اِلَّا هَالِكٌ، وَ اِنَّ الْمُبْتَدَعَاتِ الْمُشَبَّهَاتِ هُنَّ الْمُهْلِكَاتُ اِلَّا مَا حَفِظَ اللّٰهُ مِنْهَا، وَ اِنَّ فِیْ سُلْطَانِ اللّٰهِ عِصْمَةً لِّاَمْرِكُمْ، فَاَعْطُوْهُ طَاعَتَكُمْ غَيْرَ مُلَوَّمَةٍ وَّ لَا مُسْتَكْرَهٍ بِهَا.

وَاللّٰهِ! لَتَفْعَلُنَّ اَوْ لَيَنْقُلَنَّ اللّٰهُ عَنْكُمْ سُلْطَانَ الْاِسْلَامِ، ثُمَّ لَا يَنْقُلُهٗۤ اِلَيْكُمْ اَبَدًا حَتّٰى يَاْرِزَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِكُمْ.

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَدْ تَمَالَؤُوْا عَلٰى سَخْطَةِ اِمَارَتِیْ، وَ سَاَصْبِرُ مَا لَمْ اَخَفْ عَلٰى جَمَاعَتِكُمْ، فَاِنَّهُمْ اِنْ تَمَّمُوْا عَلٰى فَيَالَةِ هٰذَا الرَّاْیِ انْقَطَعَ نِظَامُ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ اِنَّمَا طَلَبُوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَدًا لِّمَنْ اَفَآءَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَاَرَادُوْا رَدَّ الْاُمُوْرِ عَلٰۤى اَدْبَارِهَا. وَ لَكُمْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ سِيْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، وَ الْقِيَامُ بِحَقِّهٖ، وَ النَّعْشُ لِسُنَّتِهٖ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۶۷)

جب جمل والوں نے بصرہ کا رخ کیا، تو آپؑ نے ارشاد فرمایا

بیشک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہادی بنا کر، بولنے والی کتاب اور برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا۔ جسے تباہ و برباد ہونا ہے وہی اس کی مخالفت سے تباہ ہوگا اور (حق سے) مشابہہ ہوجانے والی بدعتیں ہی تباہ کیا کرتی ہیں، مگر وہ کہ جن میں (مبتلا ہونے) سے اللہ بچائے رکھے۔ بلاشبہ حجت خدا کی (اطاعت میں) تمہارے لئے سامانِ حفاظت ہے۔ لہٰذا تم اس کی ایسی اطاعت کرو کہ جو نہ لائق سرزنش ہو اور نہ بددلی سے بجالائی گئی ہو۔

خدا کی قسم! یا تو تمہیں (یہ اطاعت) کرنا ہوگی، یا اللہ اسلامی اقتدار تم سے منتقل کردے گا اور پھر کبھی تمہاری طرف نہیں پلٹائے گا۔ یہاں تک کہ یہ اقتدار دوسروں کی طرف رخ موڑ لے گا۔

یہ لوگ جہاں تک میری خلافت سے ناراضامندی کا تعلق ہے آپس میں متفق ہو چکے ہیں اور مجھے بھی جب تک تمہاری پراگندگی کا اندیشہ نہ ہوگا صبر کئے رہوں گا۔ اگر وہ اپنی رائے کی کمزوری کے باوجود اس میں کامیاب ہوگئے تو مسلمانوں کا (رشتہ) نظم و نسق ٹوٹ جائے گا۔ یہ اس شخص پر جسے اللہ نے امارت و خلافت دی ہے حسد کرتے ہوئے اس دنیا کے طلبگار بن گئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام امور (شریعت) کو پلٹا کر (دور جاہلیت) کی طرف لے جائیں۔ (اگر تم ثابت قدم رہے تو) تمہارا ہم پر یہ حق ہوگا کہ ہم تمہارے امور کے تصفیہ کیلئے کتاب خدا اور سیرت پیغمبرؐ پر عمل پیرا ہوں اور ان کے حق کو برپا اور ان کی سنت کو بلند کریں۔

--☆☆--

(۱۶۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَلَّمَ بِهٖ بَعْضَ الْعَرَبِ، وَ قَدْ اَرْسَلَهٗ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ لَمَّا قَرُبَ عليه السلام مِنْهَا، لِيَعْلَمَ لَهُمْ مِنْهُ حَقِيْقَةَ حَالِهٖ مَعَ اَصْحَابِ الْجَمَلِ لِتَزُوْلَ الشُّبْهَةُ مِنْ نُّفُوْسِهِمْ، فَبَيَّنَ لَهٗ عليه السلام مِنْ اَمْرِهٖ مَعَهُمْ مَا عَلِمَ بِهٖ اَنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ. ثُمَّ قَالَ لَهٗ: بَايِعْ، فَقَالَ: اِنِّیْ رَسُوْلُ قَوْمٍ وَّ لَاۤ اُحْدِثُ حَدَثًا حَتّٰۤى اَرْجِعَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ عليه السلام:

اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ الَّذِيْنَ وَرَآءَكَ بَعَثُوْكَ رَآئِدًا تَبْتَغِیْ لَهُمْ مَسَاقِطَ الْغَيْثِ، فَرَجَعْتَ اِلَيْهِمْ وَ اَخْبَرْتَهُمْ عَنِ الْكَلَاۤءِ وَ الْمَآءِ، فَخَالَفُوْا اِلَى الْمَعَاطِشِ وَ الْمَجَادِبِ، مَا كُنْتَ صَانِعًا؟

قَالَ: كُنْتُ تَارِكَهُمْ وَ مُخَالِفَهُمْ اِلَى الْكَلَاۤءِ وَ الْمَآءِ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

فَامْدُدْ اِذًا يَّدَكَ.

فَقَالَ الرَّجُلُ: فَوَاللّٰهِ! مَا اسْتَطَعْتُ اَنْ اَمْتَنِعَ عِنْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عَلَیَّ، فَبَايَعْتُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

وَ الرَّجُلُ يُعْرَفُ بِكُلَيْبٍ الْجَرْمِیِّ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۶۸)

جب امیر المومنین علیہ السلام بصرہ کے قریب پہنچے تو وہاں کی ایک جماعت نے ایک شخص کو اس مقصد سے آپؑ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ان کیلئے اہلِ جمل کے متعلق حضرتؑ کے مؤقف کو دریافت کرے، تاکہ ان کے دلوں سے شکوک مٹ جائیں۔ چنانچہ حضرتؑ نے اس کے سامنے جمل والوں کے ساتھ اپنے رویہ کی وضاحت فرمائی جس سے اسے معلوم ہوگیا کہ حضرتؑ حق پر ہیں تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ: (جب حق تم پر واضح ہو گیا ہے تو اب) بیعت کرو۔ اس نے کہا کہ: میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور جب تک ان کے پاس پلٹ کر نہ جاؤں کوئی نیا قدم نہیں اٹھا سکتا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ:

(دیکھو) اگر وہی لوگ جو تمہارے پیچھے ہیں اس مقصد سے تمہیں کہیں پیشرو بنا کر بھیجیں کہ تم ان کیلئے ایسی جگہ تلاش کرو، جہاں بارش ہوئی ہو اور تم (تلاش کے بعد) ان کے پاس پلٹ کر جاؤ اور انہیں خبر دو کہ سبزہ بھی ہے اور پانی بھی ہے اور وہ تمہاری مخالفت کرتے ہوئے خشک اور ویران جگہ کا رخ کریں تو تم اس موقعہ پر کیا کرو گے؟

اس نے کہا کہ میں ان کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور ان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھاس اور پانی کی طرف چل دوں گا، تو حضرتؑ نے فرمایا کہ:

(جب ایسا ہی کرنا ہے) تو پھر (بیعت کیلئے) ہاتھ بڑھاؤ۔

وہ شخص کہتا ہے کہ: خدا کی قسم! حجت کے قائم ہو جانے کے بعد میرے بس میں نہ تھا کہ میں بیعت سے انکار کر دیتا۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی۔

(یہ شخص کلیب جرمی کے نام سے موسوم ہے)۔

--☆☆--

(۱۶۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا عَزَمَ عَلٰى لِقَآءِ الْقَوْمِ بِصِفِّيْنَ

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ، وَ الْجَوِّ الْمَكْفُوْفِ، الَّذِیْ جَعَلْتَهٗ مَغِيْضًا لِّلَّيْلِ وَ النَّهَارِ، وَ مَجْرًى لِّلشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ، وَ مُخْتَلَفًا لِّلنُّجُوْمِ السَّيَّارَةِ، وَ جَعَلْتَ سُكَّانَهٗ سِبْطًا مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِكَ، لَا يَسْاَمُوْنَ مِنْ عِبَادَتِكَ.

وَ رَبَّ هٰذِهِ الْاَرْضِ الَّتِیْ جَعَلْتَهَا قَرَارًا لِّلْاَنَامِ، وَ مَدْرَجًا لِّلْهَوَامِّ وَ الْاَنْعَامِ، وَ مَا لَا يُحْصٰى مِمَّا يُرٰى وَ مَا لَا يُرٰى.

وَ رَبَّ الْجِبَالِ الرَّوَاسِی الَّتِیْ جَعَلْتَهَا لِلْاَرْضِ اَوْتَادًا، وَ لِلْخَلْقِ اعْتِمَادًا، اِنْ اَظْهَرْتَنَا عَلٰى عَدُوِّنَا فَجَنِّبْنَا الْبَغْیَ وَ سَدِّدْنَا لِلْحَقِّ، وَ اِنْ اَظْهَرْتَهُمْ عَلَيْنَا فَارْزُقْنَا الشَّهَادَةَ وَ اعْصِمْنَا مِنَ الْفِتْنَةِ.

اَيْنَ الْمَانِعُ لِلذِّمَارِ، وَ الْغَآئِرُ عِنْدَ نُزُوْلِ الْحَقَآئِقِ مِنْ اَهْلِ الْحِفَاظِ! اَلْعَارُ وَرَآءَكُمْ، وَ الْجَنَّةُ اَمَامَكُمْ!.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۶۹)

جب صفین میں دشمن سے دو بدو ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا تو فرمایا

اے اللہ! اے اس بلند آسمان اور تھمی ہوئی فضا کے پروردگار! جسے تو نے شب و روز کے سر چھپانے، چاند اور سورج کے گردش کرنے اور چلنے پھرنے والے ستاروں کی آمد و رفت کی جگہ بنایا ہے اور جس میں بسنے والا فرشتوں کا وہ گروہ بنایا ہے جو تیری عبادت سے اُکتاتا نہیں۔

اے اس زمین کے پروردگار! جسے تو نے انسانوں کی قیام گاہ اور حشرات الارض اور چوپاؤں اور لاتعداد دیکھی اور اَن دیکھی مخلوق کے چلنے پھرنے کا مقام قرار دیا ہے۔

اے مضبوط پہاڑوں کے پروردگار! جنہیں تو نے زمین کیلئے میخ اور مخلوقات کیلئے (زندگی کا) سہارا بنایا ہے۔ (اے اللہ!) اگر تو نے ہمیں دشمنوں پر غلبہ دیا تو ظلم سے ہمارا دامن بچانا اور حق کے سیدھے راستے پر برقرار رکھنا اور اگر دشمنوں کو ہم پر غلبہ دیا تو ہمیں شہادت نصیب کرنا اور فریبِ حیات سے بچائے رکھنا۔

کہاں ہیں عزت و آبرو کے پاسبان؟ اور کہاں ہیں مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت ننگ و نام کی حفاظت کرنے والے باغیرت؟ (اگر بھاگے تو) ننگ و عار تمہارے عقب میں ہے اور (اگر جمے رہے تو) جنت تمہارے سامنے ہے۔

--☆☆--

(۱۷۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا تُوَارِیْ عَنْهُ سَمَآءٌ سَمَآءً، وَ لَاۤ اَرْضٌ اَرْضًا.

خطبہ (۱۷۰)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس سے ایک آسمان دوسرے آسمان کو اور ایک زمین دوسری زمین کو نہیں چھپاتی۔

[مِنۡهَا]

وَ قَدْ قَالَ قَآئِلٌ: اِنَّكَ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ يَا بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ لَحَرِيْصٌ. فَقُلْتُ: بَلْ اَنْتُمْ وَاللهِ! لَاَحْرَصُ وَ اَبْعَدُ، وَ اَنَا اَخَصُّ وَ اَقْرَبُ، وَ اِنَّمَا طَلَبْتُ حَقًّا لِیْ وَ اَنْتُمْ تَحُوْلُوْنَ بَيْنِیْ وَ بَيْنَهٗ، وَ تَضْرِبُوْنَ وَجْهِیْ دُوْنَهٗ، فَلَمَّا قَرَعْتُهٗ بِالْحُجَّةِ فِی الْمَلَاِ الْحَاضِرِيْنَ هَبَّ، كَاَنَّهٗ بُهِتَ لَا يَدْرِیْ مَا يُجِيْبُنِیْ بِهٖ!.

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْتَعْدِيْكَ عَلٰى قُرَيْشٍ وَّ مَنْ اَعَانَهُمْ! فَاِنَّهُمْ قَطَعُوْا رَحِمِیْ، وَ صَغَّرُوْا عَظِيْمَ مَنْزِلَتِیْ، وَ اَجْمَعُوْا عَلٰى مُنَازَعَتِیْ اَمْرًا هُوَ لِیْ. ثُمَّ قَالُوْا: اَلَاۤ اِنَّ فِی الْحَقِّ اَنْ تَاْخُذَهٗ، وَ فِی الْحَقِّ اَنْ تَتْرُكَهٗ.

[مِنۡهَا: فِیْ ذِكْرِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ]

فَخَرَجُوْا يَجُرُّوْنَ حُرْمَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَمَا تُجَرُّ الْاَمَةُ عِنْدَ شِرَآئِهَا، مُتَوَجِّهِيْنَ بِهَاۤ اِلَى الْبَصْرَةِ، فَحَبَسَا نِسَآءَ هُمَا فِیْ بُيُوْتِهِمَا، وَ اَبْرَزَا حَبِيْسَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَهُمَا وَ لِغَيْرِهِمَا، فِیْ جَيْشٍ مَّا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَ قَدْ اَعْطَانِی الطَّاعَةَ، وَ سَمَحَ لِیْ بِالْبَيْعَةِ، طَآئِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ، فَقَدِمُوْا عَلٰى عَامِلِیْ بِهَا وَ خُزَّانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ

[اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا]

مجھ سے ایک کہنے والے[1] نے کہا کہ: اے ابن ابی طالبؑ! آپؑ تو اس خلافت پر للچائے ہوئے ہیں تو میں نے کہا کہ: خدا کی قسم! تم اس پر کہیں زیادہ حریص اور (اس منصب کی اہلیت سے) دور ہو اور میں اس کا اہل اور (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) نزدیک تر ہوں۔ میں نے تو اپنا حق طلب کیا ہے اور تم میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہو جاتے ہو اور جب اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں تو تم میرا رخ موڑ دیتے ہو۔ چنانچہ جب بھری محفل میں مَیں نے اس دلیل سے اس (کے کان کے پردوں) کو کھٹکھٹایا تو چوکنا ہوا اور اس طرح مبہوت ہو کر رہ گیا کہ اسے کوئی جواب نہ سوجھتا تھا۔

خدایا! میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے قطع رحمی کی اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا اور اس (خلافت) پر کہ جو میرے لئے مخصوص تھی ٹکرانے کیلئے ایکا کر لیا ہے۔ پھر کہتے یہ ہیں کہ حق تو یہی ہے کہ آپؑ اسے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپؑ اس سے دستبردار ہو جائیں۔[2]

[اس خطبہ کا یہ جز اصحاب جمل کے متعلق ہے]

وہ لوگ (مکہ سے) بصرہ کا رُخ کئے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حُرمت و ناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے جس طرح کسی کنیز کو فروخت کیلئے (شہر بشہر) پھرایا جاتا ہے۔ ان دونوں نے اپنی بیویوں کو تو گھروں میں روک رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے آئے تھے۔ ایک ایسے لشکر میں کہ جس کا ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کئے ہوئے تھا اور برضا و رغبت میری بیعت کر چکا تھا۔ یہ لوگ بصرہ میں میرے (مقررہ کردہ) عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزینہ داروں اور

غَيْرِهِمْ مِنْ اَهْلِهَا، فَقَتَلُوْا طَآئِفَةً صَبْرًا، وَ طَآئِفَةً غَدْرًا.

فَوَاللّٰهِ! لَوْ لَمْ يُصِيْبُوْا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا رَجُلًا وَّاحِدًا مُّعْتَمِدِيْنَ لِقَتْلِهٖ، بِلَا جُرْمٍ جَرَّهٗ، لَحَلَّ لِيْ قَتْلُ ذٰلِكَ الْجَيْشِ كُلِّهٖ، اِذْ حَضَرُوْهُ فَلَمْ يُنْكِرُوْا، وَ لَمْ يَدْفَعُوْا عَنْهُ بِلِسَانٍ وَّ لَا يَدٍ. دَعْ مَاۤ اَنَّهُمْ قَدْ قَتَلُوْا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِثْلَ الْعِدَّةِ الَّتِيْ دَخَلُوْا بِهَا عَلَيْهِمْ!.

-----☆☆-----

وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہنچ گئے اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار مار کے اور کچھ لوگوں کو حیلہ و مکر سے شہید کیا۔

خدا کی قسم! اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرتے تو بھی میرے لئے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کردوں، کیونکہ وہ موجود تھے اور انہوں نے نہ تو اسے بُرا سمجھا اور نہ زبان اور ہاتھ سے اس کی روک تھام کی، چہ جائیکہ انہوں نے مسلمانوں کے اتنے آدمی قتل کر دیئے جتنی تعداد خود ان کے لشکر کی تھی جسے لے کر ان پر چڑھ دوڑے تھے۔

--☆☆--

۱؎ حضرت عمر نے اپنے آخر وقت میں امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا تھا اسی کو سعد ابن ابی وقاص نے شوریٰ کے موقعہ پر دہراتے ہوئے حضرتؑ سے کہا کہ: اے علیؑ! آپؑ اس منصب خلافت کے بہت حریص ہیں، جس کے جواب میں حضرتؑ نے فرمایا کہ: جو اپنا حق طلب کرے اسے حریص نہیں کہا جا سکتا، بلکہ حریص وہ ہے جو اس حق تک پہنچنے سے مانع اور سد راہ ہو اور نا اہلیت کے باوجود اسے حاصل کرنے کے درپے ہو۔

اس میں شک نہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنے کو حق دار سمجھتے تھے اور اپنا حق طلب کرتے تھے لیکن اس حق طلبی سے حق ساقط نہیں ہو جاتا کہ اسے خلافت کے نہ دینے کیلئے وجہ جواز قرار دے لیا جائے اور اسے حرص سے تعبیر کیا جائے اور اگر یہ حرص ہے تو پھر کون ایسا تھا جو حرص کے پھندوں میں جکڑا ہوا نہ تھا۔ کیا انصار کے مقابلہ میں مہاجرین کی زور آزمائی، ارکانِ شوریٰ کی باہمی کش مکش اور طلحہ و زبیر کی ہنگامہ آرائی اسی حرص کا نتیجہ نہ تھی؟ اگر امیر المومنین علیہ السلام کو منصب کا لالچ ہوتا تو جب ابن عباس اور ابوسفیان نے بیعت قبول کرنے کیلئے زور دیا تھا تو آپؑ نتائج و عواقب سے آنکھیں بند کر کے ان کے کہنے پر اٹھ کھڑے ہوتے اور جب دور ثالث کے بعد لوگ بیعت کیلئے ٹوٹ رہے تھے تو آپؑ بگڑے ہوئے حالات کا خیال کئے بغیر ان کی پیش کش کو فوراً قبول کر لیتے۔ مگر آپؑ نے کسی موقعہ پر بھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپؑ منصب کو منصب کی حیثیت سے چاہتے ہیں، بلکہ خلافت کی طلب تھی تو صرف اس لئے کہ شریعت کے خدو خال بگڑنے نہ پائیں اور دین دوسروں کی خواہشوں کی آماجگاہ نہ بنے، نہ یہ کہ دنیا کی کامرانیوں سے بہرہ اندوز ہوں کہ جسے حرص کہا جا سکے۔

۲؎ مقصد یہ ہے کہ اگر وہ یہ نہ کہتے کہ میرا خلافت سے الگ رہنا بھی حق ہے تو میرے لئے اس پر صبر کرنا آسان ہوتا، اس خیال سے کہ کم از کم میرے حق کا اعتراف تو ہے، اگرچہ اسے ادا کرنے کیلئے تیار نہیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَمِيْنُ وَحْيِهٖ، وَ خَاتَمُ رُسُلِهٖ، وَ بَشِيْرُ رَحْمَتِهٖ، وَ نَذِيْرُ نِقْمَتِهٖ.

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ اَحَقَّ النَّاسِ بِهٰذَا الْاَمْرِ اَقْوَاهُمْ عَلَيْهِ، وَ اَعْلَمُهُمْ بِاَمْرِ اللّٰهِ فِيْهِ، فَاِنْ شَغَبَ شَاغِبٌ اسْتُعْتِبَ، فَاِنْ اَبٰى قُوْتِلَ.

وَ لَعَمْرِیْ! لَئِنْ كَانَتِ الْاِمَامَةُ لَا تَنْعَقِدُ حَتّٰى يَحْضُرَهَا عَامَّةُ النَّاسِ، فَمَاۤ اِلٰى ذٰلِكَ سَبِيْلٌ، وَ لٰكِنْ اَهْلُهَا يَحْكُمُوْنَ عَلٰى مَنْ غَابَ عَنْهَا، ثُمَّ لَيْسَ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَّرْجِعَ، وَ لَا لِلْغَآئِبِ اَنْ يَّخْتَارَ.

اَلَا وَ اِنِّیْۤ اُقَاتِلُ رَجُلَيْنِ: رَجُلًا ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهٗ، وَ اٰخَرَ مَنَعَ الَّذِیْ عَلَيْهِ.

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَاِنَّهَا خَيْرُ مَا تَوَاصَى الْعِبَادُ بِهٖ، وَ خَيْرُ عَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ، وَ قَدْ فُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ اَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَ لَا يَحْمِلُ هٰذَا الْعَلَمَ اِلَّاۤ اَهْلُ الْبَصَرِ وَ الصَّبْرِ وَ الْعِلْمِ بِمَوَاضِعِ الْحَقِّ، فَامْضُوْا لِمَا تُؤْمَرُوْنَ بِهٖ، وَ قِفُوْا عِنْدَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ، وَ لَا تَعْجَلُوْا فِیْۤ

خطبه (۱۷۱)

وہ اللہ کی وحی کے امانتدار، اس کے رسولوں کی آخری فرد، اس کی رحمت کا مژدہ سُنانے والے اور اسکے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

اے لوگو! تمام لوگوں میں اس خلافت کا اہل وہ ہے جو اس (کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت (وصلاحیت) رکھتا ہو اور اسکے بارے میں اللہ کے احکام کو سب سے زائد جانتا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑا کرے تو (پہلے) اسے توبہ و بازگشت کیلئے کہا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ وجدال کیا جائیگا۔

اپنی جان کی قسم ![1] اگر خلافت کا انعقاد تمام افراد اُمت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہو تو اس کی کوئی سبیل ہی نہیں، بلکہ (اس کی صورت تو انہوں نے یہ رکھی تھی کہ) اس کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بیعت کے وقت) موجود نہ ہونگے، پھر موجود کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ (بیعت سے) انحراف کرے اور نہ غیر موجود کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی اور کو منتخب کرے۔

دیکھو! میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا: ایک وہ جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اسکی نہ ہو اور دوسرا وہ جو اپنے معاہدہ کا پابند نہ رہے۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں تقویٰ و پرہیز گاری کی ہدایت کرتا ہوں۔ کیونکہ بندے جن چیزوں کی ایک دوسرے کو ہدایت کرتے ہیں ان میں تقویٰ سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک تمام چیزوں کے نتائج سے بہتر و برتر ہے۔ تمہارے اور دوسرے اہل قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس (جنگ) کے جھنڈے کو وہی اٹھائے گا جو نظر رکھنے والا، (مصیبتوں پر) صبر کرنے والا اور حق کے مقامات کو پہچاننے والا ہو۔ تمہیں جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکا جائے اس سے باز رہو اور کسی بات میں جلدی نہ کرو جب تک

اَمْرٍ حَتّٰی تَتَبَیَّنُوْا، فَاِنَّ لَنَا مَعَ كُلِّ اَمْرٍ تُنْكِرُوْنَهٗ غِيَرًا.

اسے خوب سوچ سمجھ نہ لو۔ ہمیں ان امور میں کہ جن پر تم ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہو، غیر معمولی انقلابات کا اندیشہ رہتا ہے۔

اَلَا وَ اِنَّ هٰذِهِ الدُّنْيَا الَّتِیْۤ اَصْبَحْتُمْ تَتَمَنَّوْنَهَا وَ تَرْغَبُوْنَ فِيْهَا، وَ اَصْبَحَتْ تُغْضِبُكُمْ وَ تُرْضِيْكُمْ، لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ، وَ لَا مَنْزِلِكُمُ الَّذِیْ خُلِقْتُمْ لَهٗ وَ لَا الَّذِیْ دُعِيْتُمْ اِلَيْهِ،

دیکھو! یہ دنیا جس کی تم تمنا کرتے ہو اور جس کی جانب خواہش و رغبت سے بڑھتے ہو، جو کبھی تم کو غصہ دلاتی ہے اور کبھی تمہیں خوش کر دیتی ہے، تمہارا (اصلی) گھر نہیں ہے اور نہ وہ منزل ہے جس کیلئے تم پیدا کئے گئے ہو اور نہ وہ جگہ ہے جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئی ہے۔

اَلَا وَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِبَاقِيَةٍ لَّكُمْ وَ لَا تَبْقَوْنَ عَلَيْهَا، وَ هِیَ وَ اِنْ غَرَّتْكُمْ مِنْهَا فَقَدْ حَذَّرَتْكُمْ شَرَّهَا، فَدَعُوْا غُرُوْرَهَا لِتَحْذِيْرِهَا، وَ اِطْمَاعَهَا لِتَخْوِيْفِهَا، وَ سَابِقُوْا فِيْهَاۤ اِلَى الدَّارِ الَّتِیْ دُعِيْتُمْ اِلَيْهَا، وَ انْصَرِفُوْا بِقُلُوْبِكُمْ عَنْهَا.

دیکھو! یہ تمہارے لئے باقی رہنے والی نہیں اور نہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔ اگر اس نے تمہیں (اپنی آرائشوں سے) فریب دیا ہے تو اپنی بُرائیوں سے خوف بھی دلایا ہے۔ لہٰذا تم اس کے ڈرانے سے متاثر ہو کر اس سے فریب نہ کھاؤ اور اس کے خوفزدہ کرنے کی بنا پر اس کے طمع دلانے میں نہ آؤ۔ اس گھر کی طرف بڑھو جس کی تمہیں دعوت دی گئی ہے اور اس دنیا سے اپنے دلوں کو موڑ لو۔

وَ لَا يَخِنَّنَّ اَحَدُكُمْ خَنِيْنَ الْاَمَةِ عَلٰى مَا زُوِیَ عَنْهُ مِنْهَا، وَ اسْتَتِمُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ وَ الْمُحَافَظَةِ عَلٰى مَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهٖ.

تم میں سے کوئی شخص دنیا کی کسی چیز کے روک لئے جانے پر لونڈیوں کی طرح رونے نہ بیٹھ جائے۔ اطاعت خدا پر صبر کر کے اور جن چیزوں کی اس نے اپنی کتاب میں تم سے حفاظت چاہی ہے ان کی حفاظت کر کے اس سے نعمتوں کی تکمیل چاہو۔

اَلَا وَ اِنَّهٗ لَا يَضُرُّكُمْ تَضْيِيْعُ شَیْءٍ مِّنْ دُنْيَاكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ قَآئِمَةَ دِيْنِكُمْ، اَلَا وَ اِنَّهٗ لَا يَنْفَعُكُمْ بَعْدَ تَضْيِيْعِ دِيْنِكُمْ شَیْءٌ حَافَظْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَمْرِ دُنْيَاكُمْ.

دیکھو! اگر تم نے دین کے اصول محفوظ رکھے تو پھر دنیا کی کسی چیز کو کھو دینا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور دین کو ضائع و برباد کرنے کے بعد تمہیں دنیا کی کوئی ایسی چیز نفع نہ پہنچائے گی جسے تم نے محفوظ کر لیا ہو۔

اَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوْبِنَا وَ قُلُوْبِكُمْ اِلَى الْحَقِّ، وَ اَلْهَمَنَا وَ اِيَّاكُمُ الصَّبْرَ!.

خداوند عالم ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق کی طرف متوجہ کرے اور ہمیں اور تمہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

--☆☆--

۱؎ جب ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں انتخاب کے سلسلہ میں اجتماع ہوا تو وہاں کے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنایا گیا جو اس موقع پر موجود نہ تھے اور یہ اصول قرار دے دیا گیا کہ جو انتخاب کے موقع پر موجود ہو اسے نظر ثانی اور بیعت سے انحراف کا کوئی حق نہ ہوگا اور جو موجود نہ ہو وہ طے شدہ فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا۔ لیکن جب امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ پر اہل مدینہ نے بیعت کی تو امیر شام نے اس بنیاد پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ چونکہ انتخاب کے موقع پر موجود نہ تھا لہٰذا اس پر اس فیصلہ کی پابندی عائد نہیں ہوتی، جس پر امیر المومنین علیہ السلام نے ان مسلمات اور مقررہ اصول وشرائط کے مطابق اس خطبہ میں جواب دیا کہ جو ان لوگوں میں طے پا کرنا قابل انکار بن چکے تھے اور وہ یہ کہ جب اہل مدینہ اور انصار و مہاجرین میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو معاویہ کو اس بنا پر کہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھا، بیعت سے انحراف کا حق نہیں پہنچتا اور نہ طلحہ وزبیر بیعت کرنے کے بعد عہد شکنی کے مجاز ہو سکتے ہیں۔

حضرتؑ نے اس موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ارشاد کو کہ جو آپؑ کی خلافت پر نص قطعی کی حیثیت رکھتا ہو استدلال میں پیش نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ انکار کی وجہ اصول انتخاب کے طریق کار کی بنا پر تھی، لہٰذا موقع ومحل کے لحاظ سے انہی کے مسلمات کی رُو سے جواب دینا ہی فریق مخالف کیلئے مسکت ہو سکتا تھا اور اگر نص رسولؐ سے استدلال فرماتے تو اسے مختلف تاویلوں کی زد پر رکھ لیا جاتا اور بات سمٹنے کے بجائے بڑھتی ہی جاتی اور پھر رحلت پیغمبرؐ کے فوراً بعد آپؑ دیکھ چکے تھے کہ باوجود قرب عہد کے تمام نصوص وارشادات نظر انداز کر دیئے گئے، تو اب جبکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے گا، جبکہ قولِ رسولؐ کے سامنے من مانی کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ مَعْنٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ

قَدْ كُنْتُ وَ مَاۤ اُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَ لَاۤ اُرَهَّبُ بِالضَّرْبِ، وَ اَنَا عَلٰى مَا قَدْ وَعَدَنِيْ رَبِّيْ مِنَ النَّصْرِ.

وَاللهِ! مَا اسْتَعْجَلَ مُتَجَرِّدًا لِّلطَّلَبِ بِدَمِ عُثْمَانَ اِلَّا خَوْفًا مِّنْ اَنْ يُّطَالَبَ بِدَمِهٖ، لِاَنَّهٗ مَظِنَّتُهٗ، وَ لَمْ يَكُنْ فِي الْقَوْمِ اَحْرَصُ عَلَيْهِ مِنْهُ، فَاَرَادَ اَنْ يُّغَالِطَ بِمَاۤ اَجْلَبَ فِيْهِ لِيَلْتَبِسَ الْاَمْرُ وَ يَقَعَ الشَّكُّ.

وَ وَاللهِ! مَا صَنَعَ فِيْۤ اَمْرِ عُثْمَانَ وَاحِدَةً مِّنْ ثَلَاثٍ: لَئِنْ كَانَ ابْنُ عَفَّانَ ظَالِمًا ـ كَمَا كَانَ يَزْعُمُ ـ لَقَدْ كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَهٗۤ اَنْ يُّوَازِرَ قَاتِلِيْهِ اَوْ اَنْ يُّنَابِذَ نَاصِرِيْهِ، وَ لَئِنْ كَانَ مَظْلُوْمًا لَقَدْ كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُنَهْنِهِيْنَ عَنْهُ وَ الْمُعَذِّرِيْنَ فِيْهِ، وَ لَئِنْ كَانَ فِيْ شَكٍّ مِّنَ الْخَصْلَتَيْنِ، لَقَدْ كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَهٗۤ اَنْ يَّعْتَزِلَهٗ وَ يَرْكُدَ جَانِبًا وَّ يَدَعَ النَّاسَ مَعَهٗ، فَمَا فَعَلَ وَاحِدَةً مِّنَ الثَّلَاثِ، وَ جَآءَ بِاَمْرٍ لَّمْ يُعْرَفْ بَابُهٗ، وَ لَمْ تَسْلَمْ مَعَاذِيْرُهٗ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۷۲)

طلحہ ابن عبید اللہ کے بارے میں فرمایا

مجھے تو کبھی بھی حرب و ضرب سے دھمکایا اور ڈرایا نہیں جا سکا ہے۔ میں اپنے پروردگار کے کئے ہوئے وعدۂ نصرت پر مطمئن ہوں۔

خدا کی قسم! وہ خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے کھنچی ہوئی تلوار کی طرح اس لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اسی سے ان کے خون کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔ کیونکہ (لوگوں کا) ظن غالب اس کے متعلق یہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ (قتل کرنیوالی) جماعت میں اس سے بڑھ کر ان کے خون کا پیاسا ایک بھی نہ تھا۔ چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے کے سلسلے میں جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے تا کہ حقیقت مشتبہ ہوجائے اور اس میں شک پڑ جائے۔

خدا کی قسم! اس نے عثمان کے معاملہ میں ان تین باتوں میں سے ایک بات پر بھی تو عمل نہیں کیا: اگر ابن عفان جیسا کہ اس کا خیال تھا ظالم تھے تو (اس صورت میں) اسے چاہیے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا انکے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا اور اگر وہ مظلوم تھے تو اس صورت میں اس کیلئے مناسب تھا کہ انکے قتل سے روکنے والوں اور انکی طرف سے عذر و معذرت کرنے والوں میں ہوتا اور اگر ان دونوں باتوں میں اسے شبہ تھا تو اس صورت میں اسے یہ چاہیے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا اور انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا (کہ وہ جانیں اور ان کا کام)۔ لیکن اس نے ان باتوں میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک ایسی بات کو لے کر سامنے آ گیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے۔

--☆☆--

۱؎ مطلب یہ ہے کہ اگر طلحہ حضرت عثمان کو ظالم سمجھتے تھے تو ان کے قتل ہونے کے بعد ان کے قاتلوں سے آمادۂ قصاص ہونے کے بجائے ان کی مدد کرنا چاہیے تھی اور ان کے اس اقدام کو صحیح و درست قرار دینا چاہیے تھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ظالم ہونے کی صورت میں محاصرہ کرنے والوں کی ان کو مدد کرنا چاہیے تھی، کیونکہ ان کی مدد و ہمت افزائی تو وہ کرتے ہی رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۷۳)

اَيُّهَا الْغَافِلُوْنَ غَيْرُ الْمَغْفُوْلِ عَنْهُمْ، وَ التَّارِكُوْنَ الْمَاْخُوْذُ مِنْهُمْ، مَا لِیَ اَرَاكُمْ عَنِ اللهِ ذَاهِبِيْنَ، وَ اِلٰى غَيْرِهٖ رَاغِبِيْنَ!.

اے غافلو! کہ جن کی طرف سے غفلت نہیں برتی جا رہی اور اے چھوڑ دینے والو! کہ جن کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ تعجب ہے کہ میں تمہیں اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تم اللہ سے دور ہٹتے جا رہے ہو اور دوسروں کی طرف شوق سے بڑھ رہے ہو۔

كَاَنَّكُمْ نَعَمٌ اَرَاحَ بِهَا سَآئِمٌ اِلٰى مَرْعًى وَّبِیٍّ، وَ مَشْرَبٍ دَوِیٍّ، اِنَّمَا هِیَ كَالْمَعْلُوْفَةِ لِلْمُدٰى لَا تَعْرِفُ مَاذَا يُرَادُ بِهَا! اِذَآ اُحْسِنَ اِلَيْهَا تَحْسَبُ يَوْمَهَا دَهْرَهَا، وَ شِبَعَهَآ اَمْرَهَا.

گویا تم وہ اونٹ ہو جن کا چرواہا انہیں ایک ہلاک کرنے والی چراگاہ اور تباہ کرنے والے گھاٹ پر لایا ہو۔ یہ ان چوپاؤں کی مانند ہیں جنہیں چھریوں سے ذبح کرنے کیلئے چارہ دیا جا رہا ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ جب ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے تو ان سے مقصود کیا ہے۔ یہ تو اپنے دن کو اپنا پورا زمانہ خیال کرتے ہیں اور پیٹ بھر کر کھالینا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں۔

وَاللهِ! لَوْ شِئْتُ اَنْ اُخْبِرَ كُلَّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِمَخْرَجِهٖ وَ مَوْلِجِهٖ وَ جَمِيْعِ شَاْنِهٖ لَفَعَلْتُ، وَ لٰكِنْ اَخَافُ اَنْ تَكْفُرُوْا فِیَّ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ. اَلَا وَ اِنِّیْ مُفْضِيْهِ اِلَى الْخَاصَّةِ مِمَّنْ يُّؤْمَنُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

خدا کی قسم! اگر میں بتانا چاہوں تو تم میں سے ہر شخص کو بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں جانا ہے اور اس کے پورے حالات کیا ہیں۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ میں (کھو کر) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کفر اختیار کر لو گے۔ البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاؤں گا کہ جن کے بھٹک جانے کا اندیشہ نہیں۔

وَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ وَ اصْطَفَاهُ عَلَى الْخَلْقِ! مَاۤ اَنْطِقُ اِلَّا صَادِقًا، وَ لَقَدْ عَهِدَ اِلَیَّ بِذٰلِكَ كُلِّهٖ، وَ بِمَهْلِكِ مَنْ يَّهْلِكُ، وَ مَنْجٰى مَنْ يَّنْجُوْ، وَ مَاٰلِ هٰذَا الْاَمْرِ، وَ مَاۤ اَبْقٰى

اس ذات کی قسم جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ساری مخلوقات میں سے ان کو منتخب فرمایا! میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر (خلافت) کے

شَيْـئًا يَمُرُّ عَلٰى رَاْسِیْۤ اِلَّاۤ اَفْرَغَهٗ فِیْۤ اُذُنَیَّ وَ اَفْضٰى بِهٖۤ اِلَیَّ.

انجام کی خبر دی ہے اور ہر وہ چیز جو میرے سر پر گزرے گی اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔[1]

اَیُّهَا النَّاسُ! اِنِّیْ وَاللهِ! مَاۤ اَحُثُّكُمْ عَلٰى طَاعَةٍ اِلَّا وَ اَسْبِقُكُمْ اِلَیْهَا، وَ لَاۤ اَنْهَاكُمْ عَنْ مَّعْصِیَةٍ اِلَّا وَ اَتَنَاهٰى قَبْلَكُمْ عَنْهَا.

اے لوگو! قسم بخدا! میں تمہیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے خود اس سے باز رہتا ہوں۔

--☆☆--

[1] سرچشمہ وحی والہام سے سیراب ہونے والے غیب کے پردوں میں مخفی اور مستقبل میں رونما ہونے والی چیزوں کو اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح محسوسات کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ ارشادِ قدرت: ﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾[1]: ’’تم کہہ دو کہ اللہ کے سوا زمین و آسمان کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا‘‘، کے منافی نہیں، کیونکہ آیت میں ذاتی طور پر علم غیب کے جاننے کی نفی ہے، اس علم غیب کی نفی نہیں جو انبیاء و اولیاء علیہم السلام کو القائے ربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور بہت سے احوال و واردات کو بے نقاب کرتے ہیں۔

چنانچہ اس مطلب پر قرآن مجید کی متعدد آیتیں شاہد ہیں:

﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۝۳﴾

جب رسولؐ نے اس واقعہ کی خبر اپنی ایک بیوی کو دی تو وہ کہنے لگی کہ آپؐ کو کس نے خبر دی ہے؟ رسولؐ نے کہا کہ: مجھے ایک جاننے والے اور واقف کار نے خبر دی ہے۔[2]

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ﴾

اے رسولؐ! یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں وحی کے ذریعہ تمہیں بتاتے ہیں۔[3]

لہٰذا اپنے معتقدات کی سخن پروری کرتے ہوئے یہ کہنا کہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام کو علم غیب کا حامل سمجھنا شرک فی الصفات ہے، حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ شرک تو اس وقت ہوتا کہ جب یہ کہا جاتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی ذاتی حیثیت سے عالم الغیب ہے۔ جب ایسا نہیں بلکہ انبیاء و آئمہ علیہم السلام کا علم اللہ کا دیا ہوا ہے تو اس کو شرک سے کیا واسطہ اور اگر شرک کے یہی معنی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس دعویٰ کا کیا نام ہو گا جو قرآن مجید میں مذکور ہے:

﴿اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ

---

[1] سورۂ نمل، آیت ۶۵۔

[2] سورۂ تحریم، آیت ۳۔

[3] سورۂ ھود، آیت ۴۹۔

وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ

میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرندہ کا ڈھانچہ بناؤں گا، پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ خدا کے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جائے گا اور میں مادرزاد اندھے اور مبروص کو اچھا کر دوں گا اور اس کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دوں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تم کو بتا دوں گا۔[1]

کیا ان کو بحکم خدا خالق وحیات بخش مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی صفت خلق و احیاء میں ان کو شریک سمجھا گیا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ کے کسی کو امورِ غیب پر مطلع کر دینے سے یہ کہاں سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کے عالم الغیب ہونے میں اس کو شریک ٹھہرا لیا گیا ہے کہ علم غیب کے جاننے کو شرک سے تعبیر کر کے اپنی موحدانہ عظمت کا مظاہرہ کیا جائے۔

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی چیزیں نظر آجاتی ہیں یا اس کی تعبیر سے ظاہر ہو جاتی ہیں کہ جن کا ظہور مستقبل سے وابستہ ہوتا ہے، حالانکہ خواب کی حالت میں نہ حواس کام دیتے ہیں اور نہ ذہن و ادراک کی قوتیں ساتھ دیتی ہیں۔ تو اگر بیداری میں بعض افراد پر کچھ حقائق منکشف ہو جائیں تو اس پر اچنبھا کیوں اور اس سے وجہ انکار کیا؟ جبکہ عقل کہتی ہے کہ جو چیز خواب میں واقع ہو سکتی ہے وہ بیداری میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ خواب میں یہ افادہ و فیضان اس لئے ہوتا ہے کہ نفس تربیت بدن کی الجھنوں سے آزاد اور مادی علائق سے الگ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سی ایسی پوشیدہ حقیقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے حجاب عنصری مانع ہوتا ہے۔ یونہی وہ نفوس کاملہ جو جنبۂ مادی سے بے اعتنا اور قلب و روح کی پوری توجہ سے افاضہ علمی کے مرکز سے رجوع ہوتے ہیں، ان پر وہ حقائق و بواطن منکشف ہو جاتے ہیں جنہیں ظاہری آنکھیں دیکھنے سے عاجز و قاصر ہوتی ہیں۔ لہٰذا اہل بیت علیہم السلام کی روحانی عظمت کے پیش نظر اس میں قطعاً کوئی استبعاد نہیں کہ وہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہو سکیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ:

> وَ اِذَا كَانَتِ الْكَرَامَةُ تَقَعُ لِغَيْرِهِمْ فَمَا ظَنُّكَ بِهِمْ عِلْمًا وَّ دِيْنًا وَّ اٰثَارًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَ عِنَايَةٍ مِّنَ اللّٰهِ بِالْاَصْلِ الْكَرِيْمِ تَشْهَدُ لِفُرُوْعِهِ الطَّيِّبَةِ. وَ قَدْ يُنْقَلُ بَيْنَ اَهْلِ الْبَيْتِ كَثِيْرٌ مِّنْ هٰذَا الْكَلَامِ غَيْرُ مَنْسُوْبٍ اِلٰى اَحَدٍ.
>
> جبکہ کرامات کا ظہور اوروں سے ہو سکتا ہے تو ان ہستیوں کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے کہ جو علم و دیانت کے لحاظ سے ممتاز اور نبوت کی نشانیوں کے آئینہ دار تھے اور اس بزرگ اصل (رسولؐ) پر جو نظر توجہ باری تھی وہ اس کی پاکیزہ شاخوں کے کمالات پر شاہد ہے۔ چنانچہ امورِ غیب کے متعلق اہل بیت علیہم السلام سے بہت سے واقعات نقل کئے جاتے ہیں جو کسی اور کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے۔ (مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۳۴)

اس صورت میں امیر المومنین علیہ السلام کے دعویٰ پر کوئی وجہ استعجاب نہیں جبکہ آپؑ پروردۂ آغوش رسالت و متعلم درس گاہ قدرت تھے۔ البتہ

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۴۹۔

جن کا علم محسوسات کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور ان کے علم و ادراک کا وسیلہ صرف ظاہری حواس ہوتے ہیں وہ عرفان و حقیقت کی راہوں سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے علم بالمغیبات سے انکار کر دیتے ہیں۔ اگر اس قسم کا دعویٰ انوکھا ہوتا اور صرف آپؑ ہی سے سننے میں آیا ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ اسے تسلیم کرنے میں دماغ پس و پیش کرتے، طبیعتیں ہچکچاتیں، مگر قرآن میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ تک دعویٰ موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو اور کیا گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تو امیر المومنین علیہ السلام کے اس دعویٰ پر کیوں پس و پیش کیا جاتا ہے؟ جبکہ یہ مسلم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کمالات و خصوصیات کے وارث تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جن چیزوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جان سکتے تھے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بے خبر تھے۔ تو پھر وارث علم پیغمبرؐ اگر ایسا دعویٰ کرے تو اس سے انکار کیسا؟ جبکہ حضرتؑ کی یہ علمی وسعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و کمال کی ایک بہترین حجت و دلیل اور ان کی صداقت کا ایک زندہ معجزہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر حیرت انگیز ہے کہ وہ حالات پر مطلع ہونے کے باوجود اپنے کسی قول و عمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ وہ انہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ اس دعویٰ کی غیر معمولی عظمت و اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَ مِنْ عَجَآئِبِ هٰذَا الْقَوْلِ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانَ مَعَ عِلْمِهٖ بِتَفْصِیْلِ الْاَحْوَالِ یَسِیْرُ فِی النَّاسِ بِالْمَقَالِ وَ الْفِعَالِ سِیْرَةً لَّا یَعْتَقِدُ مَنْ یَّرَاهُ اَنَّهٗ عَارِفٌ بِبَوَاطِنِ تِلْكَ الْاَعْمَالِ وَ الْاَفْعَالِ وَ الْاَقْوَالِ وَ قَدْ عَرَفَ الْعُقَلَآءُ اَنَّ كُلَّ مَنْ عَرَفَ وَ اطَّلَعَ عَلٰی مَا یَتَجَدَّدُ مِنْ حَرَكَةٍ مِّنْ حَرَكَاتِ نَفْسِهٖ اَوْ حَرَكَاتِ مَنْ یَّصْحَبُهٗ اَوْ یَطَّلِعُ عَلٰی اَسْرَارِ النَّاسِ، فَاِنَّهٗ یَظْهَرُ عَلٰی وَجْهِهٖ وَ فِعْلِهٖ اَثَرُ عِلْمِهٖ بِذٰلِكَ، وَ اِنَّ مَنْ یَّعْلَمُ وَ یَكُوْنُ كَمَنْ لَّا یَعْلَمُ، فَاِنَّهٗ مِنَ الْاٰیَاتِ الْبَاهِرَاتِ وَ الْجَمْعِ بَیْنَ الْاَضْدَادِ الْمُشْكِلَاتِ.

اس دعویٰ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ امیر المومنین علیہ السلام احوال و وقائع سے باخبر تھے پھر بھی قول و عمل کے لحاظ سے ایسی روش اختیار کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے والا یہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوسکتا تھا کہ آپؑ دوسروں کی پوشیدہ باتوں اور مخفی کاموں پر مطلع ہوں گے، کیونکہ عقلاء کو یہ اعتراف ہے کہ جس کو یہ معلوم ہو کہ اس سے کونسا عمل ظہور پذیر ہونے والا ہے؟ یا اس کا ساتھی کیا قدم اٹھانے والا ہے؟ یا لوگوں کے چھپے ہوئے بھید اس کی نظر میں ہوں تو اس علم کے اثرات اس کے چہرے کے خط و خال اور اس کے حرکات و سکنات سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جو شخص جاننے بوجھنے کے باوجود اس طرح رہے سہے کہ گویا وہ بے خبر ہے اور کچھ نہیں جانتا تو اس کی شخصیت ایک معجزہ اور متضاد چیزوں کا مجموعہ ہوگی۔

(طرائف، ص ۴۲۲)

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطنی علم کے مقتضیات پر عمل کیوں نہ کرتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شریعت کی بنیاد ظاہری اسباب پر ہے۔ چنانچہ قاضی کو اگر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فریق حق بجانب ہے اور فلاں

باطل پر ہے تو وہ اپنے علم پر بنا کرتے ہوئے فریق اوّل کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا، بلکہ کسی نتیجہ پر پہنچنے کیلئے جو شرعی اور متعارف طریقے ہیں انہی پر چلے گا اور ان سے جو نتیجہ نکلے گا اسی کا پابند ہوگا۔ مثلاً قاضی کو اگر خواب، مکاشفہ یا فراست سے یہ علم ہو جائے کہ زید نے عمرو کی دیوار گرائی ہے تو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ کرے، بلکہ وہ یہ دیکھے گا کہ بینہ وشہادت کی رُو سے اس پر جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ان ظاہری طریق سے جرم ثابت نہ ہوگا تو اسے مجرم نہ قرار دیا جائے گا، اگرچہ اسے اپنے مقام پر اس کے مجرم ہونے کا یقین ہو۔ اس کے علاوہ انبیاء و اولیاء علیہم السلام اپنے علم باطنی پر بنا کرتے ہوئے عملدرآمد کرتے تو یہ امر اختلال و انتشار اُمت کا باعث ہو جاتا۔ مثلاً اگر کوئی نبی یا ولی اپنے علم باطنی کی وجہ سے کسی واجب القتل کو قتل کی سزا دے تو دیکھنے والوں میں ایک اضطراب و ہیجان پیدا ہو جائے گا کہ اس نے ناحق ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ اسی لئے قدرت نے خاص موارد کے علاوہ علم باطنی پر بنا کر کے نتائج مرتب کرنے کی اجازت نہیں دی اور صرف ظواہر کا پابند بنایا ہے۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض منافقین کے نفاق سے آگاہ ہونے کے باوجود ان سے وہی رویہ رکھتے تھے جو ایک مسلمان کے ساتھ رکھنا چاہیے۔

اب اس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اگر وہ پوشیدہ چیزوں کو جانتے تھے تو اس کے مطابق عمل کیوں نہ کرتے تھے، کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ علم باطنی کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے کیلئے مامور ہی نہ تھے۔ البتہ پند و موعظت اور انذار و بشارت کیلئے جہاں حالات و مقتضیات ہوتے تھے بعض امور کو ظاہر کر دیتے تھے تا کہ پیش آئندہ واقعات کی پیش بندی کی جا سکے، جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یحییٰ ابن زید کو مطلع کر دیا کہ وہ اگر نکلے تو قتل کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے:

وَ قَدْ صَحَّ عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ يُحَذِّرُ بَعْضَ قَرَابَتِهٖ بِوَقَآئِعَ تَكُوْنُ لَهُمْ، فَتَصِحُّ كَمَا يَقُوْلُ وَ قَدْ حَذَّرَ يَحْيٰى ابْنَ عَمِّهٖ زَيْدٍ مِّنْ مَّصْرَعِهٖ وَ عَصَاهُ فَخَرَجَ وَ قُتِلَ بِالْجُوْزَجَانِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام سے صحیح طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے بعض عزیزوں کو پیش آنے والے حادثوں سے آگاہ کر دیتے تھے اور وہ اسی طرح ہو کر رہتے تھے جس طرح آپؑ فرما دیتے تھے۔ چنانچہ آپؑ نے اپنے ابن عم یحییٰ ابن زید کو قتل ہو جانے سے متنبہ کیا، مگر وہ آپؑ کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے چل دیئے اور جوزجان میں قتل کر دیئے گئے۔ (مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۴۳)

البتہ جہاں ذہنوں میں تشویش پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا وہاں اس کا اظہار تک نہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس خطبہ میں حضرتؑ نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ان کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزل سے بھی بالاتر سمجھنے لگیں گے زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا۔ لیکن اس کے باوجود جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لوگ بھٹک گئے اور انہیں ''ابن اللہ'' کہنے لگے، یونہی حضرتؑ کے متعلق بعض کج فہم کچھ کا کچھ کہنے لگے اور غلو کی حد تک پہنچ کر گمراہ ہو گئے۔

☆☆☆☆☆

(۱۷٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنْتَفِعُوْا بِبَيَانِ اللهِ، وَ اتَّعِظُوْا بِمَوَاعِظِ اللهِ، وَ اقْبَلُوْا نَصِيْحَةَ اللهِ، فَاِنَّ اللهَ قَدْ اَعْذَرَ اِلَيْكُمْ بِالْجَلِيَّةِ، وَ اتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ، وَ بَيَّنَ لَكُمْ مَحَابَّهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ، وَ مَكَارِهَهٗ مِنْهَا، لِتَتَّبِعُوْا هٰذِهٖ، وَ تَجْتَنِبُوْا هٰذِهٖ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: «اِنَّ الْجَنَّةَ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، وَ اِنَّ النَّارَ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ».

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَا مِنْ طَاعَةِ اللهِ شَیْءٌ اِلَّا يَاْتِیْ فِیْ كُرْهٍ، وَ مَا مِنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ شَیْءٌ اِلَّا يَاْتِیْ فِیْ شَهْوَةٍ. فَرَحِمَ اللهُ رَجُلًا نَّزَعَ عَنْ شَهْوَتِهٖ، وَ قَمَعَ هَوٰى نَفْسِهٖ، فَاِنَّ هٰذِهِ النَّفْسَ اَبْعَدُ شَیْءٍ مَّنْزِعًا، وَ اِنَّهَا لَا تَزَالُ تَنْزِعُ اِلٰى مَعْصِيَةٍ فِیْ هَوًى.

وَ اعْلَمُوْا - عِبَادَ اللهِ! - اَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُمْسِیْ وَ لَا يُصْبِحُ اِلَّا وَ نَفْسُهٗ ظَنُوْنٌ عِنْدَهٗ، فَلَا يَزَالُ زَارِيًا عَلَيْهَا وَ مُسْتَزِيْدًا لَهَا. فَكُوْنُوْا كَالسَّابِقِيْنَ قَبْلَكُمْ، وَ الْمَاضِيْنَ اَمَامَكُمْ. قَوَّضُوْا مِنَ الدُّنْيَا تَقْوِيْضَ الرَّاحِلِ، وَ طَوَوْهَا طَیَّ الْمَنَازِلِ.

خطبہ (۱۷۴)

خدا وند عالم کے ارشادات سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے موعظوں سے نصیحت حاصل کرواوراس کی نصیحتوں کو مانو، کیونکہ اس نے واضح دلیلوں سے تمہارے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں رکھی اورتم پر (پوری طرح) حجت کوتمام کر دیا ہے اوراپنے پسندیدہ وناپسند اعمال تم سے بیان کر دیئے ہیں تاکہ اچھے اعمال بجا لاؤ اور برے کاموں سے بچو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: «جنت ناگواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھرا ہوا ہے»۔

یاد رکھو کہ اللہ کی ہر اطاعت ناگوار صورت میں اور اس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اس شخص پر رحمت کرے جس نے خواہشوں سے دوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا، کیونکہ نفس خواہشوں میں لامحدود درجہ تک بڑھنے والا ہے اور وہ ہمیشہ خواہش و آرزوئے گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔

اللہ کے بندو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مومن (زندگی کے) صبح و شام میں اپنے نفس سے بدگمان رہتا ہے اوراس پر (کوتاہیوں کا) الزام لگاتا ہے اور اس سے (عبادتوں میں) اضافہ کا خواہشمند رہتا ہے۔تم ان لوگوں کی طرح بنو کہ جو تم سے پہلے آگے بڑھ چکے ہیں اور تمہارے قبل اس راہ سے گزر چکے ہیں۔انہوں نے دنیا سے یوں اپنا رختِ سفر باندھا جس طرح مسافر اپنا ڈیرا اٹھا لیتا ہے اور دنیا کو اس طرح طے کیا جس طرح (سفر کی) منزلوں کو۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ هُوَ النَّاصِحُ الَّذِیْ لَا یَغُشُّ، وَالْهَادِیِ الَّذِیْ لَا یُضِلُّ، وَالْمُحَدِّثُ الَّذِیْ لَا یَكْذِبُ. وَمَا جَالَسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اَحَدٌ اِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِیَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ: زِیَادَةٍ فِیْ هُدًی، اَوْ نُقْصَانٍ مِّنْ عَمًی.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ لَیْسَ عَلٰۤی اَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ مِنْ فَاقَةٍ، وَ لَا لِاَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْاٰنِ مِنْ غِنًی، فَاسْتَشْفُوْهُ مِنْ اَدْوَآئِكُمْ، وَ اسْتَعِیْنُوْا بِهٖ عَلٰی لَاْوَآئِكُمْ، فَاِنَّ فِیْهِ شِفَآءً مِنْ اَكْبَرِ الدَّآءِ، وَ هُوَ الْكُفْرُ وَ النِّفَاقُ، وَ الْغَیُّ وَ الضَّلَالُ، فَاسْئَلُوا اللّٰهَ بِهٖ، وَ تَوَجَّهُوْۤا اِلَیْهِ بِحُبِّهٖ، وَ لَا تَسْئَلُوْا بِهٖ خَلْقَهٗ، اِنَّهٗ مَا تَوَجَّهَ الْعِبَادُ اِلَی اللّٰهِ بِمِثْلِهٖ.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ، وَ قَآئِلٌ مُّصَدَّقٌ، وَ اَنَّهٗ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْاٰنُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شُفِّعَ فِیْهِ، وَ مَنْ مَّحَلَ بِهِ الْقُرْاٰنُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ صُدِّقَ عَلَیْهِ، فَاِنَّهٗ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ: اَلَا اِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُّبْتَلًی فِیْ حَرْثِهٖ وَ عَاقِبَةِ عَمَلِهٖ غَیْرَ حَرَثَةِ الْقُرْاٰنِ، فَكُوْنُوْا مِنْ حَرَثَتِهٖ وَ اَتْبَاعِهٖ، وَ اسْتَدِلُّوْهُ عَلٰی رَبِّكُمْ، وَ اسْتَنْصِحُوْهُ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ، وَ اتَّهِمُوْا عَلَیْهِ اٰرَآءَكُمْ، وَ اسْتَغِشُّوْا

یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے جو گمراہ نہیں کرتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ جو بھی اس قرآن کا ہم نشین ہوا وہ ہدایت کو بڑھا کر اور گمراہی و ضلالت کو گھٹا کر اس سے الگ ہوا۔

جان لو کہ کسی کو قرآن (کی تعلیمات) کے بعد (کسی اور لائحہ عمل کی) احتیاج نہیں رہتی اور نہ کوئی قرآن سے (کچھ سیکھنے) سے پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ اس سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو اور اپنی مصیبتوں پر اس سے مدد مانگو۔ اس میں کفر و نفاق اور ہلاکت و گمراہی جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفا پائی جاتی ہے۔ اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی دوستی کو لئے ہوئے اس کا رخ کرو اور اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کیلئے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات) تصدیق شدہ ہے۔ قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت کرے گا وہ اس کے حق میں مانی جائے گی اور اس روز جس کے عیوب بتائے گا تو اس کے بارے میں بھی اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا کہ: دیکھو! قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا ہے، لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیرو کار بنو اور اپنے پروردگار تک پہنچنے کیلئے اسے دلیل راہ بناؤ اور اپنے نفسوں کیلئے اس سے پند و نصیحت چاہو اور اس کے خلاف اپنی رایوں پر بھروسا نہ کرو اور اس

فِيْهِ اَهْوَآءَكُمْ.

اَلْعَمَلَ الْعَمَلَ، ثُمَّ النِّهَايَةَ النِّهَايَةَ، وَ الْاِسْتِقَامَةَ الْاِسْتِقَامَةَ، ثُمَّ الصَّبْرَ الصَّبْرَ، وَ الْوَرَعَ الْوَرَعَ! اِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوْا اِلٰى نِهَايَتِكُمْ، وَ اِنَّ لَكُمْ عَلَمًا فَاهْتَدُوْا بِعَلَمِكُمْ، وَ اِنَّ لِلْاِسْلَامِ غَايَةً فَانْتَهُوْٓا اِلٰى غَايَتِهٖ. وَ اخْرُجُوْٓا اِلَى اللّٰهِ بِمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَقِّهٖ، وَ بَيَّنَ لَكُمْ مِنْ وَّظَآئِفِهٖ. اَنَا شَاهِدٌ لَّكُمْ، وَ حَجِيْجٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ عَنْكُمْ.

اَلَا وَ اِنَّ الْقَدَرَ السَّابِقَ قَدْ وَقَعَ، وَ الْقَضَآءَ الْمَاضِيَ قَدْ تَوَرَّدَ، وَ اِنِّيْ مُتَكَلِّمٌ بِعِدَةِ اللّٰهِ وَ حُجَّتِهٖ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝﴾.

وَقَدْ قُلْتُمْ: ﴿رَبُّنَا اللّٰهُ﴾، فَاسْتَقِيْمُوْا عَلٰى كِتَابِهٖ، وَ عَلٰى مِنْهَاجِ اَمْرِهٖ، وَ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الصَّالِحَةِ مِنْ عِبَادَتِهٖ، ثُمَّ لَا تَمْرُقُوْا مِنْهَا، وَ لَا تَبْتَدِعُوْا فِيْهَا، وَ لَا تُخَالِفُوْا عَنْهَا، فَاِنَّ اَهْلَ الْمُرُوْقِ مُنْقَطَعٌ بِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

ثُمَّ اِيَّاكُمْ وَ تَهْزِيْعَ الْاَخْلَاقِ وَ تَصْرِيْفَهَا، وَ اجْعَلُوا اللِّسَانَ وَاحِدًا، وَ

کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو۔

عمل کرو، عمل کرو اور عاقبت و انجام کو دیکھو، استوار و برقرار رہو، پھر یہ کہ صبر کرو، صبر کرو، تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو۔ تمہارے لئے ایک منزل منتہا ہے اپنے کو وہاں تک پہنچاؤ اور تمہارے لئے ایک نشان ہے اس سے ہدایت حاصل کرو۔ اسلام کی ایک حد ہے، تم اس حد و انتہا تک پہنچو۔ اللہ نے جن حقوق کی ادئیگی کو تم پر فرض کیا ہے اور جن فرائض کو تم سے بیان کیا ہے انہیں ادا کر کے اس سے عہدہ برآ ہو جاؤ۔ میں تمہارے اعمال کا گواہ اور قیامت کے دن تمہاری طرف سے حجت پیش کرنے والا ہوں۔

دیکھو! جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو فیصلہ خداوندی تھا وہ سامنے آ گیا۔ میں الٰہی وعدہ و برہان کی رو سے کلام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ”بے شک وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر وہ اس (عقیدہ) پر جمے رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں اور (یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو۔ تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے“۔

اب تمہارا قول تو یہ ہے کہ: ”ہمارا پروردگار اللہ ہے“ تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقہ پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل نہ بھاگو اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔ اس لئے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ (کی رحمت) سے جدا ہونے والے ہیں۔

پھر یہ کہ تم اپنے اخلاق و اطوار کو پلٹنے اور انہیں ادلنے بدلنے سے پرہیز کرو۔ دو رُخی اور متلون مزاجی سے بچتے رہو اور ایک زبان رکھو۔

لَيَخْزُنِ الرَّجُلُ لِسَانَهٗ، فَاِنَّ هٰذَا اللِّسَانَ جَمُوْحٌ بِصَاحِبِهٖ.

وَاللهِ! مَاۤ اَرٰى عَبْدًا يَّتَّقِيْ تَقْوٰى تَنْفَعُهٗ حَتّٰى يَخْزُنَ لِسَانَهٗ، وَ اِنَّ لِسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وَّرَآءِ قَلْبِهٖ، وَ اِنَّ قَلْبَ الْمُنَافِقِ مِنْ وَّرَآءِ لِسَانِهٖ: لِاَنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَاۤ اَرَادَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ تَدَبَّرَهٗ فِیْ نَفْسِهٖ، فَاِنْ كَانَ خَيْرًا اَبْدَاهُ، وَ اِنْ كَانَ شَرًّا وَّارَاهُ، وَ اِنَّ الْمُنَافِقَ يَتَكَلَّمُ بِمَاۤ اَتٰى عَلٰى لِسَانِهٖ لَا يَدْرِیْ مَاذَا لَهٗ، وَ مَاذَا عَلَيْهِ.

وَ لَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «لَا يَسْتَقِيْمُ اِيْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ قَلْبُهٗ. وَ لَا يَسْتَقِيْمُ قَلْبُهٗ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ لِسَانُهٗ». فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّلْقَى اللهَ وَ هُوَ نَقِیُّ الرَّاحَةِ مِنْ دِمَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَمْوَالِهِمْ، سَلِيْمُ اللِّسَانِ مِنْ اَعْرَاضِهِمْ، فَلْيَفْعَلْ.

وَ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللهِ! اَنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْتَحِلُّ الْعَامَ مَا اسْتَحَلَّ عَامًا اَوَّلَ، وَ يُحَرِّمُ الْعَامَ مَا حَرَّمَ عَامًا اَوَّلَ، وَ اَنَّ مَاۤ اَحْدَثَ النَّاسُ لَا يُحِلُّ لَكُمْ شَيْئًا مِّمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ، وَ لٰكِنَّ الْحَلَالَ مَاۤ اَحَلَّ اللهُ، وَ الْحَرَامَ مَا حَرَّمَ اللهُ، فَقَدْ جَرَّبْتُمُ الْاُمُوْرَ وَ ضَرَّسْتُمُوْهَا، وَ وُعِظْتُمْ

انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ اس لئے کہ یہ اپنے مالک سے منہ زوری کرنے والی ہے۔

خدا کی قسم! میں نے کسی پرہیز گار کو نہیں دیکھا کہ تقویٰ اس کیلئے مفید ثابت ہوا ہو جب تک کہ اس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی ہو۔ بے شک مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے، کیونکہ مومن جب کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو پہلے اسے دل میں سوچ لیتا ہے، اگر وہ اچھی بات ہوتی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بری ہوتی ہے تو اسے پوشیدہ ہی رہنے دیتا ہے اور منافق کی زبان پر جو آتا ہے کہہ گزرتا ہے، اسے یہ کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کونسی بات اس کے حق میں مفید ہے اور کونسی مضر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: «کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا دل مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک زبان مستحکم نہ ہو»۔ لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے پاک وصاف اور اس کی زبان ان کی آبروریزی سے محفوظ رہے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہیے۔

خدا کے بندو! یاد رکھو کہ مومن اس سال بھی اسی چیز کو حلال سمجھتا ہے جسے پارسال حلال سمجھ چکا ہے اور اس سال بھی اسی چیز کو حرام کہتا ہے جسے گزشتہ سال حرام کہہ چکا ہے اور یاد رکھو کہ لوگوں کی پیدا کی ہوئی بدعتیں ان چیزوں کو جو خدا کی طرف سے حرام ہیں حلال نہیں کر سکتیں، بلکہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ تم تمام چیزوں کو تجربہ و آزمائش سے پرکھ چکے ہو اور پہلے لوگوں سے تمہیں پند و نصیحت بھی کی جا چکی ہے اور (حق و باطل

بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ ضُرِبَتِ الْاَمْثَالُ لَكُمْ، وَ دُعِيتُمْ اِلَى الْاَمْرِ الْوَاضِحِ، فَلَا يَصَمُّ عَنْ ذٰلِكَ اِلَّاۤ اَصَمُّ، وَ لَا يَعْمٰى عَنْ ذٰلِكَ اِلَّاۤ اَعْمٰى.

کی) مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کی جا چکی ہیں اور واضح حقیقتوں کی طرف تمہیں دعوت دی جا چکی ہے۔ اب اس آواز کے سننے سے قاصر وہی ہوسکتا ہے جو واقعی بہرا ہو اور اس کے دیکھنے سے معذور وہی سمجھا جاسکتا ہے جو اندھا ہو۔

وَ مَنْ لَّمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِالْبَلَآءِ وَ التَّجَارِبِ لَمْ يَنْتَفِعْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْعِظَةِ، وَاَتَاهُ التَّقْصِيْرُ مِنْ اَمَامِهٖ، حَتّٰى يَعْرِفَ مَاۤ اَنْكَرَ، وَ يُنْكِرَ مَا عَرَفَ. وَاِنَّمَا النَّاسُ رَجُلَانِ: مُتَّبِعٌ شِرْعَةً، وَ مُبْتَدِعٌ بِدْعَةً لَّيْسَ مَعَهٗ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ بُرْهَانُ سُنَّةٍ وَّلَا ضِيَآءُ حُجَّةٍ.

اور جسے اللہ کی آزمائشوں اور تجربوں سے فائدہ نہ پہنچے وہ کسی پند و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسے زیاں کاریاں ہی درپیش ہوں گی، یہاں تک کہ وہ بری باتوں کو اچھا اور اچھی باتوں کو برا سمجھے گا۔ چونکہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک شریعت کے پیروکار اور دوسرے بدعت ساز کہ جن کے پاس نہ سنت پیغمبرؐ کی کوئی سند ہوتی ہے اور نہ دلیل و برہان کی کوئی روشنی۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يَعِظْ اَحَدًا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ، فَاِنَّهٗ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ، وَ سَبَبُهُ الْاَمِيْنُ، وَ فِيْهِ رَبِيْعُ الْقَلْبِ، وَ يَنَابِيْعُ الْعِلْمِ، وَ مَا لِلْقَلْبِ جِلَآءٌ غَيْرُهٗ، مَعَ اَنَّهٗ قَدْ ذَهَبَ الْمُتَذَكِّرُوْنَ، وَ بَقِيَ النَّاسُوْنَ اَوِ الْمُتَنَاسُوْنَ. فَاِذَا رَاَيْتُمْ خَيْرًا فَاَعِيْنُوْا عَلَيْهِ، وَ اِذَا رَاَيْتُمْ شَرًّا فَاذْهَبُوْا عَنْهُ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ: «يَابْنَ اٰدَمَ! اعْمَلِ الْخَيْرَ وَ دَعِ الشَّرَّ، فَاِذَاۤ اَنْتَ جَوَادٌ قَاصِدٌ».

بلاشبہ اللہ سبحانہ نے کسی کو ایسی نصیحت نہیں کی جو اس قرآن کے مانند ہو، کیونکہ یہ اللہ کی مضبوط رسی اور امانتدار وسیلہ ہے۔ اسی میں دل کی بہار اور علم کے سرچشمے ہیں اور اسی سے (آئینہ) قلب پر جلا ہوتی ہے، باوجودیکہ یاد رکھنے والے گزر گئے اور بھول جانے والے یا بھلاوے میں ڈالنے والے باقی رہ گئے ہیں۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ بھلائی کو دیکھو تو اسے تقویت پہنچاؤ اور برائی کو دیکھو تو اس سے (دامن بچا کر) چل دو۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ: «اے فرزند آدم! اچھے کام کر اور برائیوں کو چھوڑ دے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تو نیک چلن اور راست رو ہے»۔

اَلَا وَ اِنَّ الظُّلْمَ ثَلَاثَةٌ: فَظُلْمٌ لَّا يُغْفَرُ، وَ ظُلْمٌ لَّا يُتْرَكُ، وَ ظُلْمٌ مَّغْفُوْرٌ لَّا يُطْلَبُ.

دیکھو! ظلم تین طرح کا ہوتا ہے: ایک ظلم وہ جو بخشا نہیں جائے گا اور دوسرا ظلم وہ جس کا (مواخذہ) چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرا وہ جو بخش دیا جائے گا اور اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔

فَاَمَّا الظُّلْمُ الَّذِیْ لَا یُغْفَرُ فَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ﴾، وَ اَمَّا الظُّلْمُ الَّذِیْ یُغْفَرُ فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهٗ عِنْدَ بَعْضِ الْهَنَاتِ، وَ اَمَّا الظُّلْمُ الَّذِیْ لَا یُتْرَكُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا. الْقِصَاصُ هُنَاكَ شَدِیْدٌ، لَیْسَ هُوَ جَرْحًا بِالْمُدٰی وَ لَا ضَرْبًا بِالسِّیَاطِ، وَ لٰكِنَّهٗ مَا یُسْتَصْغَرُ ذٰلِكَ مَعَهٗ.

لیکن وہ ظلم جو بخشا نہیں جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ”خدا اس (گناہ) کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے“۔ اور وہ ظلم جو بخش دیا جائے گا وہ ہے جو بندہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہو کر اپنے نفس پر کرتا ہے۔ اور وہ ظلم کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جسکا آخرت میں سخت بدلہ لیا جائیگا۔ وہ کوئی چھریوں سے کچوکے دینا اور کوڑوں سے مارنا نہیں ہے، بلکہ ایک ایسا سخت عذاب ہے جس کے مقابلے میں یہ چیزیں بہت ہی کم ہیں۔

فَاِیَّاكُمْ وَ التَّلَوُّنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ، فَاِنَّ جَمَاعَةً فِیْمَا تَكْرَهُوْنَ مِنَ الْحَقِّ خَیْرٌ مِّنْ فُرْقَةٍ فِیْمَا تُحِبُّوْنَ مِنَ الْبَاطِلِ، وَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ یُعْطِ اَحَدًا بِفُرْقَةٍ خَیْرًا مِمَّنْ مَّضٰی، وَ لَا مِمَّنْ بَقِیَ.

دین خدا میں رنگ بدلنے سے بچو، کیونکہ تمہارا حق پر ایکا کر لینا جسے تم ناپسند کرتے ہو، باطل راستوں پر جا کر بٹ جانے سے جو تمہارا محبوب مشغلہ ہے، بہتر ہے۔ بے شک اللہ سبحانہ نے اگلوں اور پچھلوں میں سے کسی کو متفرق اور پراگندہ ہو جانے سے کوئی بھلائی نہیں دی۔

یَاۤ اَیُّهَا النَّاسُ! طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَهٗ عَیْبُهٗ عَنْ عُیُوْبِ النَّاسِ، وَ طُوْبٰی لِمَنْ لَّزِمَ بَیْتَهٗ، وَ اَكَلَ قُوْتَهٗ، وَ اشْتَغَلَ بِطَاعَةِ رَبِّهٖ، وَ بَكٰی عَلٰی خَطِیْٓئَتِهٖ، فَكَانَ مِنْ نَّفْسِهٖ فِیْ شُغُلٍ، وَ النَّاسُ مِنْهُ فِیْ رَاحَةٍ!.

اے لوگو! لائق مبارکباد وہ شخص ہے جسے اپنے عیوب دوسروں کی عیب گیری سے باز رکھیں اور قابل مبارکباد وہ شخص ہے جو اپنے گھر (کے گوشہ) میں بیٹھ جائے اور جو کھانا میسر آ جائے کھا لے اور اپنے اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور اپنے گناہوں پر آنسو بہائے کہ اس طرح وہ بس اپنی ذات کی فکر میں رہے اور دوسرے لوگ اس سے آرام میں رہیں۔

-----☆☆-----

(۱۷۵) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

فِیْ مَعْنَی الْحَكَمَیْنِ

خطبہ (۱۷۵)

حکمین کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا

فَاَجْمَعَ رَاْیُ مَلَئِكُمْ عَلٰۤی اَنِ اخْتَارُوْا رَجُلَیْنِ، فَاَخَذْنَا عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یُّجَعْجِعَا عِنْدَ

تمہاری جماعت ہی نے دو شخصوں کے چن لینے کی رائے طے کی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان دونوں سے یہ عہد لے لیا تھا کہ وہ قرآن کے

الْقُرْاٰنِ، وَ لَا يُجَاوِزَاهُ، وَ تَكُوْنَ اَلْسِنَتُهُمَا مَعَهُ وَ قُلُوْبُهُمَا تَبَعَهُ، فَتَاهَا عَنْهُ، وَ تَرَكَا الْحَقَّ وَ هُمَا يُبْصِرَانِهِ، وَ كَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا، وَ الْاِعْوِجَاجُ دَاْبُهُمَا. وَ قَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَآؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكْمِ بِالْعَدْلِ وَ الْعَمَلِ بِالْحَقِّ سُوْٓءَ رَاْيِهِمَا وَ جَوْرَ حُكْمِهِمَا، وَ الثِّقَةُ فِیْۤ اَيْدِيْنَا لِاَنْفُسِنَا، حِيْنَ خَالَفَا سَبِيْلَ الْحَقِّ، وَ اَتَيَا بِمَا لَا يُعْرَفُ مِنْ مَّعْكُوْسِ الْحُكْمِ.

-----☆☆-----

مطابق عمل کریں اور اس سے سرِ مُو تجاوز نہ کریں اور ان کی زبانیں اس سے ہمنوا اور ان کے دل اس کے پیرو رہیں، مگر وہ قرآن سے بھٹک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے، حالانکہ وہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ظلم ان کی عین خواہش اور کجروی ان کی روش تھی، حالانکہ ہم نے پہلے ہی ان سے یہ ٹھہرا لیا تھا کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق پر عمل پیرا ہونے میں بدنیتی اور ناانصافی کو دخل نہ دیں گے۔ اب جب انہوں نے راہ حق سے انحراف کیا اور طے شدہ قرارداد کے برعکس حکم لگایا تو ہمارے ہاتھوں میں (ان کا فیصلہ ٹھکرا دینے کیلئے) ایک مضبوط دلیل (اور معقول وجہ) موجود ہے۔

--☆☆--

(۱۷۶) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَشْغَلُهُ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ، وَ لَا يُغَيِّرُهُ زَمَانٌ، وَ لَا يَحْوِيْهِ مَكَانٌ، وَ لَا يَصِفُهُ لِسَانٌ، وَ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَآءِ، وَ لَا نُجُوْمِ السَّمَآءِ، وَ لَا سَوَافِي الرِّيْحِ فِي الْهَوَآءِ، وَ لَا دَبِيْبُ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا، وَ لَا مَقِيْلُ الذَّرِّ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَآءِ. يَعْلَمُ مَسَاقِطَ الْاَوْرَاقِ، وَ خَفِیَّ طَرْفِ الْاَحْدَاقِ.

وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ غَيْرَ مَعْدُوْلٍ بِهٖ، وَ لَا مَشْكُوْكٍ فِيْهِ، وَ لَا مَكْفُوْرٍ دِيْنُهٗ، وَ لَا مَجْحُوْدٍ تَكْوِيْنُهٗ، شَهَادَةَ مَنْ صَدَقَتْ نِيَّتُهٗ، وَ صَفَتْ دِخْلَتُهٗ، وَ خَلَصَ يَقِيْنُهٗ، وَ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ.

خطبہ (۱۷۶)

خداوند عالم کو ایک حالت دوسری حالت سے سدراہ نہیں ہوتی، نہ زمانہ اس میں تبدیلی پیدا کرتا ہے، نہ کوئی جگہ اسے گھیرتی ہے اور نہ زبان اس کا وصف کر سکتی ہے۔ اس سے پانی کے قطروں اور آسمان کے ستاروں اور ہوا کے جھکڑوں کا شمار، چکنے پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز اور اندھیری رات میں چھوٹی چیونٹیوں کے قیام کرنے کی جگہ کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ پتوں کے گرنے کی جگہوں اور آنکھ کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، نہ اس کی ہستی میں کوئی شبہ، نہ اس کے دین سے سرتابی ہو سکتی ہے اور نہ اس کی آفرینش سے انکار۔ اس شخص کی سی گواہی جس کی نیت سچی، باطن پاکیزہ، یقین (شبہوں سے) پاک اور (اس کے نیک اعمال) کا پلہ بھاری ہو۔

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، الْمُجْتَبٰى مِنْ خَلَآئِقِهٖ، وَالْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَآئِقِهٖ، وَ الْمُخْتَصُّ بِعَقَآئِلِ كَرَامَاتِهٖ، وَ الْمُصْطَفٰى لِكَرَآئِمِ رِسَالَاتِهٖ، وَ الْمُوَضَّحَةُ بِهٖٓ اَشْرَاطُ الْهُدٰى، وَالْمَجْلُوُّ بِهٖ غِرْبِيْبُ الْعَمٰى.

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ الدُّنْيَا تَغُرُّ الْمُؤَمِّلَ لَهَا وَ الْمُخْلِدَ اِلَيْهَا، وَ لَا تَنْفَسُ بِمَنْ نَّافَسَ فِيْهَا، وَ تَغْلِبُ مَنْ غَلَبَ عَلَيْهَا.

وَايْمُ اللهِ! مَا كَانَ قَوْمٌ قَطُّ فِيْ غَضِّ نِعْمَةٍ مِّنْ عَيْشٍ فَزَالَ عَنْهُمْ اِلَّا بِذُنُوْبٍ اجْتَرَحُوْهَا، لِـ﴿اَنَّ اللهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾، وَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ حِيْنَ تَنْزِلُ بِهِمُ النِّقَمُ، وَ تَزُوْلُ عَنْهُمُ النِّعَمُ، فَزِعُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ بِصِدْقٍ مِّنْ نِّيَّاتِهِمْ، وَ وَلَهٍ مِّنْ قُلُوْبِهِمْ، لَرَدَّ عَلَيْهِمْ كُلَّ شَارِدٍ، وَ اَصْلَحَ لَهُمْ كُلَّ فَاسِدٍ.

وَ اِنِّيْ لَاَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا فِيْ فَتْرَةٍ، وَ قَدْ كَانَتْ اُمُوْرٌ مَّضَتْ، مِلْتُمْ فِيْهَا مَيْلَةً، كُنْتُمْ فِيْهَا عِنْدِيْ غَيْرَ مَحْمُوْدِيْنَ، وَ لَئِنْ رُّدَّ عَلَيْكُمْ اَمْرُكُمْ اِنَّكُمْ لَسُعَدَآءُ، وَ مَا عَلَيَّ اِلَّا الْجُهْدُ، وَ لَوْ اَشَآءُ اَنْ اَقُوْلَ لَقُلْتُ: ﴿عَفَا اللهُ عَمَّا سَلَفَ﴾!.

-----☆☆-----

اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں اور مخلوقات میں منتخب، بیان شریعت کیلئے برگزیدہ، گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص اور عمدہ پیغاموں (کے پہنچانے) کیلئے منتخب ہیں۔ آپؐ کے ذریعے سے ہدایت کے نشانات روشن کئے گئے اور گمراہی کی تیرگیوں کو چھانٹا گیا۔

اے لوگو! جو شخص دنیا کی آرزوئیں کرتا ہے اور اس کی جانب کھنچتا ہے، وہ اسے انجام کار فریب دیتی ہے اور جو اِسکا خواہشمند ہوتا ہے اس سے بخل نہیں کرتی اور جو اس پر چھا جاتا ہے وہ اس پر قابو پا لے گی۔

خدا کی قسم! جن لوگوں کے پاس زندگی کی تر و تازہ و شاداب نعمتیں تھیں اور پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں، یہ ان کے گناہوں کے مرتکب ہونے کی پاداش ہے، کیونکہ "اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا"۔ اگر لوگ اس وقت کہ جب ان پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہوں اور نعمتیں ان سے زائل ہو رہی ہوں، صدق نیت و رجوع قلب سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ برگشتہ ہو جانے والی نعمتوں کو پھر ان کی طرف پلٹا دے گا اور ہر خرابی کی اصلاح کر دے گا۔

مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم جہالت و نادانی میں نہ پڑ جاؤ۔ کچھ واقعات ایسے ہو گزرے ہیں کہ جن میں تم نے نامناسب جذبات سے کام لیا۔ میرے نزدیک تم ان میں سراہنے کے قابل نہیں ہو۔ اگر تمہیں پہلی روش پر پھر لگا دیا جائے تو تم یقیناً نیک بخت و سعادت مند بن جاؤ گے۔ میرا کام تو صرف کوشش کرنا ہے۔ اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو البتہ یہی کہوں گا کہ "خدا (تمہاری) گزشتہ لغزشوں سے درگزر کرے"۔

--☆☆--

(۱۷۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ سَئَلَهٗ ذِعْلِبُ الْيَمَانِيُّ فَقَالَ: هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَقَالَ عليه السلام: اَفَاَعْبُدُ مَا لَاۤ اَرٰى؟ فَقَالَ: وَ كَيْفَ تَرَاهُ؟ فَقَالَ:

لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِيَانِ، وَ لٰكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوْبُ بِحَقَآئِقِ الْاِيْمَانِ، قَرِيْبٌ مِّنَ الْاَشْيَآءِ غَيْرُ مُلَامِسٍ، بَعِيْدٌ مِّنْهَا غَيْرُ مُبَايِنٍ، مُتَكَلِّمٌ لَا بِرَوِيَّةٍ، مُرِيْدٌ لَا بِهِمَّةٍ، صَانِعٌ لَّا بِجَارِحَةٍ.

لَطِيْفٌ لَّا يُوْصَفُ بِالْخَفَآءِ، كَبِيْرٌ لَّا يُوْصَفُ بِالْجَفَآءِ، بَصِيْرٌ لَّا يُوْصَفُ بِالْحَاسَّةِ، رَحِيْمٌ لَّا يُوْصَفُ بِالرِّقَّةِ. تَعْنُو الْوُجُوْهُ لِعَظَمَتِهٖ، وَ تَجِبُ الْقُلُوْبُ مِنْ مَّخَافَتِهٖ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۷۷)

ذعلب یمنی نے آپؑ سے سوال کیا کہ: یا امیر المومنینؑ! کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے دیکھا تک نہیں؟ اس نے کہا کہ آپؑ کیونکر دیکھتے ہیں؟ تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ:

آنکھیں اسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں۔ وہ ہر چیز سے قریب ہے، لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں، وہ ہر شے سے دور ہے، مگر الگ نہیں، وہ غور و فکر کئے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضاء (کی مدد) کے بنانے والا ہے۔

وہ لطیف ہے لیکن پوشیدگی سے اسے متصف نہیں کیا جاسکتا، وہ بزرگ و برتر ہے مگر تند خوئی و بد خلقی کی صفت اس میں نہیں، وہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اسے موصوف نہیں کیا جاسکتا، وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔

--☆☆--

(۱۷۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ ذَمِّ اَصْحَابِهٖ

اَحْمَدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا قَضٰى مِنْ اَمْرٍ، وَ قَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ، وَ عَلَى ابْتِلَآئِيْ بِكُمْ اَيَّتُهَا الْفِرْقَةُ الَّتِيْۤ اِذَاۤ اَمَرْتُ لَمْ تُطِعْ، وَ اِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ، اِنْ اُمْهِلْتُمْ خُضْتُمْ، وَ اِنْ حُوْرِبْتُمْ

خطبہ (۱۷۸)

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا

میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں ہر اس امر پر جس کا اس نے فیصلہ کیا اور ہر اس کام پر جو اس کی تقدیر نے طے کیا ہو اور اس آزمائش پر جو تمہارے ہاتھوں اس نے میری کی ہے۔ اے لوگو کہ جنہیں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہیں اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے، اگر تمہیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے

خُرْتُمْ، وَ اِنِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰٓى اِمَامٍ طَعَنْتُمْ، وَ اِنْ اُجِئْتُمْ اِلٰى مُشَاقَّةٍ نَّكَصْتُمْ.

لَآ اَبَا لِغَيْرِكُمْ! مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِنَصْرِكُمْ وَ الْجِهَادِ عَلٰى حَقِّكُمْ؟ اَلْمَوْتَ اَوِ الذُّلَّ لَكُمْ؟. فَوَاللّٰهِ! لَئِنْ جَآءَ يَوْمِيْ ـ وَ لَيَاْتِيَنِّيْ ـ لَيُفَرِّقَنَّ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَ اَنَا لِصُحْبَتِكُمْ قَالٍ، وَبِكُمْ غَيْرُ كَثِيْرٍ.

لِلّٰهِ اَنْتُمْ! اَمَا دِيْنٌ يَّجْمَعُكُمْ! وَلَا حَمِيَّةٌ تَشْحَذُكُمْ! اَوَ لَيْسَ عَجَبًا اَنَّ مُعَاوِيَةَ يَدْعُو الْجُفَاةَ الطَّغَامَ فَيَتَّبِعُوْنَهٗ عَلٰى غَيْرِ مَعُوْنَةٍ وَّ لَا عَطَآءٍ، وَ اَنَا اَدْعُوْكُمْ ـ وَ اَنْتُمْ تَرِيْكَةُ الْاِسْلَامِ وَ بَقِيَّةُ النَّاسِ ـ اِلَى الْمَعُوْنَةِ وَ طَآئِفَةٍ مِّنَ الْعَطَآءِ، فَتَفَرَّقُوْنَ عَنِّيْ وَ تَخْتَلِفُوْنَ عَلَيَّ؟.

اِنَّهٗ لَا يَخْرُجُ اِلَيْكُمْ مِنْ اَمْرِيْ رِضًى فَتَرْضَوْنَهٗ، وَ لَا سَخَطٌ فَتَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ، وَ اِنَّ اَحَبَّ مَآ اَنَا لَاقٍ اِلَيَّ الْمَوْتُ! قَدْ دَارَسْتُكُمُ الْكِتَابَ، وَ فَاتَحْتُكُمُ الْحِجَاجَ، وَ عَرَّفْتُكُمْ مَآ اَنْكَرْتُمْ، وَ سَوَّغْتُكُمْ مَا مَجَجْتُمْ، لَوْ كَانَ الْاَعْمٰى يَلْحَظُ، اَوِ النَّآئِمُ يَسْتَيْقِظُ! وَ اَقْرِبْ بِقَوْمٍ مِّنَ الْجَهْلِ بِاللّٰهِ

ہو اور اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو اور جب لوگ امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن و تشنیع کرنے لگتے ہو اور اگر تمہیں (جکڑ باندھ کر) جنگ کی طرف لایا جاتا ہے تو الٹے پیروں لوٹ جاتے ہو۔

تمہارے دشمنوں کا برا ہو! تم اب نصرت کیلئے آمادہ ہونے اور اپنے حق کیلئے جہاد کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو؟ موت کے یا اپنی ذلت و رسوائی کے؟ خدا کی قسم! اگر میری موت کا دن آئے گا اور البتہ آ کر رہے گا تو وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا، درآنحالیکہ میں تمہاری ہم نشینی سے بیزار اور (تمہاری کثرت کے باوجود) اکیلا ہوں۔

اب تمہیں اللہ ہی اجر دے! کیا کوئی دین تمہیں ایک مرکز پر جمع نہیں کرتا اور غیرت تمہیں (دشمن کی روک تھام پر) آمادہ نہیں کرتی۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہ چند تندمزاج اوباشوں کو دعوت دیتا ہے اور وہ بغیر کسی امداد و اعانت اور بخشش و عطا کے اس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تمہیں امداد کے علاوہ تمہارے معیّنہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و منتشر ہو جاتے ہو اور مخالفتیں کرتے ہو، حالانکہ تم اسلام کے رہے سہے افراد اور مسلمانوں کا بقیہ ہو۔

تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو، چاہے وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف۔ میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے موت ہے۔ میں نے تمہیں قرآن کی تعلیم دی اور دلیل و برہان سے تمہارے درمیان فیصلے کئے اور ان چیزوں سے تمہیں روشناس کیا جنہیں تم نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں کو تمہارے لئے خوشگوار بنایا جنہیں تم تھوک دیتے تھے۔ کاش کہ اندھے کو کچھ نظر آئے اور سونے والا (خواب

قَآئِدُهُمْ مُعَاوِيَةُ! وَ مُؤَدِّبُهُمُ ابْنُ النَّابِغَةِ!.

غفلت سے) بیدار ہو۔ وہ قوم اللہ (کے احکام) سے کتنی جاہل ہے کہ جس کا پیشرو معاویہ اور معلم نابغہ [1] کا بیٹا ہے۔

-----☆☆-----

--☆☆--

[1] ''نابغہ'' عمرو ابن عاص کی والدہ لیلیٰ غزیہ کا لقب ہے۔ اسے بجائے باپ کے ماں کی طرف نسبت دینے کی وجہ اس کی عمومی شہرت ہے۔ چنانچہ جب اروی بنت حارث معاویہ کے ہاں گئیں تو دوران گفتگو میں عمرو ابن عاص کے ٹوکنے پر آپ نے اس سے کہا:

وَ اَنْتَ يَا ابْنَ النَّابِغَةِ تَتَكَلَّمُ وَ اُمُّكَ كَانَتْ اَشْهَرُ امْرَاَةً تَغْنِيْ بِمَكَّةَ وَ اٰخَذُهُنَّ اُجْرَةً، ادَّعَاكَ خَمْسَةُ نَفَرٌ مِّنْ قُرَيْشٍ فَسُئِلَتْ اُمُّكَ عَنْهُمْ فَقَالَتْ: كُلُّهُمْ اَتَانِيْ، فَانْظُرُوْا اَشْبَهَهُمْ بِهٖ فَاَلْحِقُوْهُ بِهٖ، فَغَلَبَ عَلَيْكَ شِبْهُ الْعَاصِ بْنِ وَآئِلٍ فَلُحِقْتَ بِهٖ.

اے نابغہ کے بیٹے تم بھی بولنے کی جرات کرتے ہو حالانکہ تمہاری ماں شہرہ آفاق اور مکہ میں گانے بجانے کا پیشہ کرتی تھی اور اجرت لیتی تھی چنانچہ تمہارے متعلق پانچ آدمیوں [1] نے دعویٰ کیا اور جب تمہاری ماں سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ: ہاں! یہ پانچوں آدمی میرے پاس آئے تھے، لہٰذا جس سے یہ مشابہ ہو اس کا اسے بیٹا قرار دے لو تو تم عاص ابن وائل سے زیادہ مشابہ نظر آئے جس کی وجہ سے تم اس کے بیٹے کہلانے لگے۔ (عقد الفرید، ج ۱ ص ۲۲)

☆☆☆☆☆

---

[1] وہ پانچ آدمی یہ ہیں: ۱۔ عاص ابن وائل، ۲۔ ابولہب، ۳۔ امیہ ابن خلف، ۴۔ ہشام ابن مغیرہ، ۵۔ ابوسفیان ابن حرب۔

(۱۷۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ اَرْسَلَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَعْلَمُ لَهٗ عِلْمَ اَحْوَالِ قَوْمٍ مِّنْ جُنْدِ الْكُوْفَةِ قَدْ هَمُّوْا بِاللِّحَاقِ بِالْخَوَارِجِ، وَ كَانُوْا عَلٰى خَوْفٍ مِّنْهُ عليه السلام. فَلَمَّا عَادَ اِلَيْهِ الرَّجُلُ قَالَ لَهٗ: اَ اَمِنُوْا فَقَطَنُوْا، اَمْ جَبُنُوْا فَظَعَنُوْا؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ ظَعَنُوْا يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ. فَقَالَ عليه السلام:

بُعْدًا لَّهُمْ ﴿كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾، اَمَا لَوْ اُشْرِعَتِ الْاَسِنَّةُ اِلَيْهِمْ وَ صُبَّتِ السُّيُوْفُ عَلٰى هَامَاتِهِمْ، لَقَدْ نَدِمُوْا عَلٰى مَا كَانَ مِنْهُمْ، اِنَّ الشَّيْطٰنَ الْيَوْمَ قَدِ اسْتَفَلَّهُمْ، وَ هُوَ غَدًا مُّتَبَرِّئٌ مِّنْهُمْ، وَ مُتَخَلٍّ عَنْهُمْ، فَحَسْبُهُمْ بِخُرُوْجِهِمْ مِنَ الْهُدٰى، وَ ارْتِكَاسِهِمْ فِی الضَّلَالِ وَ الْعَمٰى، وَ صَدِّهِمْ عَنِ الْحَقِّ، وَ جِمَاحِهِمْ فِی التِّيْهِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۱۷۹)

حضرتؑ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو سپاہِ کوفہ کی ایک جماعت[1] کی خبر لانے کیلئے بھیجا جو خارجیوں سے منضم ہونے کا تہیہ کئے بیٹھی تھی، لیکن حضرتؑ سے خائف تھی۔ چنانچہ جب وہ شخص پلٹ کر آیا تو آپؑ نے دریافت کیا کہ: کیا وہ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے ہیں یا کمزوری و بزدلی دکھاتے ہوئے چل دیئے ہیں۔ اس نے کہا: یاامیر المومنینؑ وہ تو چلے گئے تو آپؑ نے ارشادفرمایا:

انہیں قوم ثمود کی طرح خدا کی رحمت سے دوری ہو! دیکھنا جب نیزوں کے رخ ان کی طرف سیدھے ہوں گے اور تلواروں کے وار ان کی کھوپڑیوں پر پڑیں گے تو اپنے کئے پر پچھتائیں گے۔ آج تو شیطان نے انہیں تتر بتر کر دیا ہے اور کل ان سے اظہار بیزاری کرتا ہوا ان سے الگ ہو جائے گا۔ ان کا ہدایت سے نکل جانا، گمراہی و ضلالت میں جا پڑنا، حق سے منہ پھیر لینا اور ضلالتوں میں منہ زوریاں دکھانا ہی ان کے (مستحق عذاب) ہونے کیلئے کافی ہے۔

--☆☆--

[1] قبیلہ بنی ناجیہ کا ایک شخص "خریت ابن راشد" جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ شریک تھا، مگر تحکیم کے بعد بغاوت پر اتر آیا اور تیس آدمیوں کے ہمراہ حضرتؑ کے سامنے آ کر کہنے لگا: «وَ اللهِ! لَاۤ اُطِيْعُ اَمْرَكَ وَ لَاۤ اُصَلِّیْ خَلْفَكَ وَ اِنِّیْ غَدًا لَّمُفَارِقٌ لَّكَ»[1]: خدا کی قسم! نہ میں آپؑ کا کوئی حکم مانوں گا، نہ آپؑ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل آپؑ سے الگ ہو جاؤں گا۔ جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ: تمہیں پہلے اس تحکیم کے وجوہ پر غور کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں مجھ سے بات چیت کرنا چاہیے، اگر تمہارا اطمینان نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو۔ اس نے کہا کہ میں کل آؤں گا اور اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ: دیکھو یہاں سے جا کر دوسروں کے بہکانے میں نہ آجانا اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرنا، اگر تم سمجھنا چاہو گے تو میں تمہیں اس ٹیڑھی راہ سے ہٹا کر شاہراہ ہدایت پر لگا دوں گا۔ اس گفتگو کے بعد وہ واپس ہو گیا، مگر اس کے تیور اس امر کے غماز تھے کہ وہ بغاوت

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۲۸۔

پر تلا بیٹھا ہے اور کسی طرح سمجھانے سے نہیں سمجھے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ وہ معاملہ فہمی کی بجائے اپنی بات پر اَڑ گیا اور اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ جب ہم نے امیر المومنین علیہ السلام سے الگ ہونے کا تہیہ کر لیا ہے تو ان کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہمیں جو قدم اٹھانا ہے اٹھا لینا چاہیے۔ اس موقع پر عبداللہ بن قعین ازدی بھی ان کی ٹوہ لگانے کیلئے ان کے ہاں پہنچ گئے۔ جب انہوں نے یہ رنگ دیکھا تو مدرک ابن ریان ناجی سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ اور اس بغاوت کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے پورے قبیلے کیلئے تباہی کا باعث بن جائے جس پر مدرک نے اطمینان دلایا کہ اسے کوئی غلط قدم نہیں اٹھانے دیا جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ مطمئن ہو کر واپس پلٹ آئے اور دوسرے دن امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام کیفیت سے آپؑ کو مطلع کیا، جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ: دیکھیں اس کے آنے پر کیا صورت ہوتی ہے۔ لیکن مقررہ وقت گزرنے کے بعد جب وہ نہ آیا تو حضرتؑ نے عبداللہ سے فرمایا کہ: تم جا کر دیکھو کہ کیا بات ہے اور اس تاخیر کا کیا سبب ہے؟ جب عبداللہ وہاں پہنچے تو وہ سب جا چکے تھے۔ پلٹ کر امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرتؑ نے اس موقع پر یہ کلام فرمایا۔

''خریت ابن راشد'' اور اس کی جماعت کا جو حشر ہوا وہ خطبہ نمبر ۴۴ کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۸۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُوِیَ عَنْ نَّوْفِ الْبِكَالِیِّ، قَالَ: خَطَبَنَا هٰذِهِ الْخُطْبَةَ بِالْكُوفَةِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَام وَ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰی حِجَارَةٍ نَّصَبَهَا لَهٗ جَعْدَةُ بْنُ هُبَیْرَةَ الْمَخْزُوْمِیُّ، وَ عَلَیْهِ مِدْرَعَةٌ مِّنْ صُوْفٍ، وَ حَمَآئِلُ سَیْفِهٖ لِیْفٌ، وَ فِیْ رِجْلَیْهِ نَعْلَانِ مِنْ لِّیْفٍ، وَ كَاَنَّ جَبِیْنَهٗ ثَفِنَةُ بَعِیْرٍ. فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَام:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ مَصَآئِرُ الْخَلْقِ، وَ عَوَاقِبُ الْاَمْرِ، نَحْمَدُهٗ عَلٰی عَظِیْمِ اِحْسَانِهٖ، وَ نَیِّرِ بُرْهَانِهٖ، وَ نَوَامِیْ فَضْلِهٖ وَ امْتِنَانِهٖ، حَمْدًا یَّكُوْنُ لِحَقِّهٖ قَضَآءً، وَ لِشُكْرِهٖ اَدَآءً، وَ اِلٰی ثَوَابِهٖ مُقَرِّبًا، وَ لِحُسْنِ مَزِیْدِهٖ مُوْجِبًا.

وَ نَسْتَعِیْنُ بِهِ اسْتِعَانَةَ رَاجٍ لِّفَضْلِهٖ، مُؤَمِّلٍ لِّنَفْعِهٖ، وَاثِقٍ بِدَفْعِهٖ، مُعْتَرِفٍ لَّهٗ بِالطَّوْلِ، مُذْعِنٍ لَّهٗ بِالْعَمَلِ وَ الْقَوْلِ.

وَ نُؤْمِنُ بِهٖۤ اِیْمَانَ مَنْ رَّجَاهُ مُوْقِنًا، وَ اَنَابَ اِلَیْهِ مُؤْمِنًا، وَ خَنَعَ لَهٗ مُذْعِنًا، وَ اَخْلَصَ لَهٗ مُوَحِّدًا، وَ عَظَّمَهٗ مُمَجِّدًا، وَ لَاذَ بِهٖ رَاغِبًا مُّجْتَهِدًا.

لَمْ یُوْلَدْ سُبْحَانَهٗ فَیَكُوْنَ فِی الْعِزِّ

خطبہ (۱۸۰)

نوف بکالی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ: حضرتؑ نے یہ خطبہ ہمارے سامنے کوفہ میں اس پتھر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا جسے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی نے نصب کیا تھا۔ اس وقت آپؑ کے جسم مبارک پر ایک اونی جُبّہ تھا اور آپؑ کی تلوار کا پرتلہ لیف خرما کا تھا اور پیروں میں جوتے بھی کھجور کی پتیوں کے تھے اور (سجدوں کی وجہ سے) پیشانی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے اونٹ کے گھٹنے پر کا گھٹا۔

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی طرف تمام مخلوق کی بازگشت اور ہر چیز کی انتہا ہے۔ ہم اس کے عظیم احسان، روشن و واضح برہان اور اس کے لطف و کرم کی افزائش پر اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ ایسی حمد کہ جس سے اس کا حق پورا ہو اور شکر ادا ہو اور اس کے ثواب کے قریب لے جانے والی اور اس کی بخششوں کو بڑھانے والی ہو۔

ہم اس سے اس طرح مدد مانگتے ہیں جس طرح اس کے فضل کا امیدوار، اس کے نفع کا آرزومند، (دفع بلیات کا) اطمینان رکھنے والا اور بخشش و عطا کا معترف اور قول و عمل سے اس کا مطیع و فرمانبردار اس سے مدد چاہتا ہو۔

اور ہم اس شخص کی طرح اس پر ایمان رکھتے ہیں جو یقین کے ساتھ اس سے آس لگائے ہو اور ایمان (کامل) کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہو اور اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اس کے سامنے عاجزی و فروتنی کرتا ہو اور اسے ایک جانتے ہوئے اس سے اخلاص برتتا ہو اور سپاس گزاری کے ساتھ اسے بزرگ جانتا ہو اور رغبت و کوشش سے اس کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہو۔

اس کا کوئی باپ نہیں کہ وہ عزت و بزرگی میں اس کا شریک ہو،

مُشَارَكًا، وَ لَمْ يَلِدْ فَيَكُوْنَ مَوْرُوْثًا هَالِكًا، وَ لَمْ يَتَقَدَّمْهُ وَقْتٌ وَّ لَا زَمَانٌ، وَ لَمْ يَتَعَاوَرْهُ زِيَادَةٌ وَّ لَا نُقْصَانٌ، بَلْ ظَهَرَ لِلْعُقُوْلِ بِمَاۤ اَرَانَا مِنْ عَلَامَاتِ التَّدْبِيْرِ الْمُتْقَنِ، وَ الْقَضَآءِ الْمُبْرَمِ.

نہ اس کے کوئی اولاد ہے کہ اسے چھوڑ کر وہ دنیا سے رخصت ہو جائے اور وہ اس کی وارث ہو جائے، نہ اس کے پہلے وقت اور زمانہ تھا، نہ اس پر یکے بعد دیگرے کمی اور زیادتی طاری ہوتی ہے، بلکہ جو اس نے مضبوط نظام (کائنات) اور اٹل احکام کی علامتیں ہمیں دکھائی ہیں، ان کی وجہ سے وہ عقلوں کیلئے ظاہر ہوا ہے۔

فَمِنْ شَوَاهِدِ خَلْقِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ مُوَطَّدَاتٍ بِلَا عَمَدٍ، قَآئِمَاتٍ بِلَا سَنَدٍ، دَعَاهُنَّ فَاَجَبْنَ طَآئِعَاتٍ مُّذْعِنَاتٍ، غَيْرَ مُتَلَكِّئَاتٍ وَّ لَا مُبْطِئَاتٍ، وَ لَوْلَا اِقْرَارُهُنَّ لَهٗ بِالرُّبُوْبِيَّةِ وَ اِذْعَانُهُنَّ لَهٗ بِالطَّوَاعِيَةِ، لَمَا جَعَلَهُنَّ مَوْضِعًا لِّعَرْشِهٖ، وَ لَا مَسْكَنًا لِّمَلٰٓئِكَتِهٖ، وَ لَا مَصْعَدًا لِّلْكَلِمِ الطَّيِّبِ وَ الْعَمَلِ الصَّالِحِ مِنْ خَلْقِهٖ.

چنانچہ اس آفرینش پر گواہی دینے والوں میں آسمانوں کی خلقت ہے کہ جو بغیر ستونوں کے ثابت و برقرار اور بغیر سہارے کے قائم ہیں۔ خداوند عالم نے انہیں پکارا تو یہ بغیر کسی سستی اور توقف کے اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے لبیک کہہ اٹھے۔ اگر وہ اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اس کے سامنے سر اطاعت نہ جھکاتے تو وہ انہیں اپنے عرش کا مقام اور اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور مخلوق کے نیک عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بناتا۔

جَعَلَ نُجُوْمَهَاۤ اَعْلَامًا يَّسْتَدِلُّ بِهَا الْحَيْرَانُ فِیْ مُخْتَلِفِ فِجَاجِ الْاَقْطَارِ، لَمْ يَمْنَعْ ضَوْءَ نُوْرِهَا ادْلِهْمَامُ سُجُفِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَ لَا اسْتَطَاعَتْ جَلَابِيْبُ سَوَادِ الْحَنَادِسِ اَنْ تَرُدَّ مَا شَاعَ فِی السَّمٰوٰتِ مِنْ تَلَاْلُؤِ نُوْرِ الْقَمَرِ.

اللہ نے ان کے ستاروں کو ایسی روشن نشانیاں قرار دیا ہے کہ جن سے حیران و سرگرداں اطراف زمین کی راہوں میں آنے جانے کیلئے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اندھیری رات کی اندھیاریوں کے سیاہ پردے ان کے نور کی ضوپاشیوں کو نہیں روکتے اور نہ شب ہائے تاریک کی تیرگی کے پردے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ آسمانوں میں پھیلی ہوئی چاند کے نور کی جگمگاہٹ کو پلٹا دیں۔

فَسُبْحَانَ مَنْ لَّا يَخْفٰى عَلَيْهِ سَوَادُ غَسَقٍ دَاجٍ، وَّ لَا لَيْلٍ سَاجٍ، فِیْ بِقَاعِ الْاَرَضِيْنَ الْمُتَطَاْطِئَاتِ، وَ لَا فِیْ يَفَاعِ السُّفْعِ الْمُتَجَاوِرَاتِ، وَ مَا يَتَجَلْجَلُ

پاک ہے وہ ذات جس پر پست زمین کے قطعوں اور باہم ملے ہوئے سیاہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں اندھیری رات کی اندھیاریاں اور پرسکون شب کی ظلمتیں پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ اُفق آسمان میں رعد کی گرج اس سے مخفی ہے اور نہ وہ چیزیں کہ جن پر بادلوں کی

بِهِ الرَّعْدُ فِيْٓ اُفُقِ السَّمَآءِ، وَ مَا تَلَاشَتْ عَنْهُ بُرُوْقُ الْغَمَامِ، وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ تُزِيْلُهَا عَنْ مَّسْقَطِهَا عَوَاصِفُ الْاَنْوَآءِ وَ انْهِطَالُ السَّمَآءِ! وَ يَعْلَمُ مَسْقَطَ الْقَطْرَةِ وَ مَقَرَّهَا، وَ مَسْحَبَ الذَّرَّةِ وَ مَجَرَّهَا، وَ مَا يَكْفِي الْبَعُوْضَةَ مِنْ قُوْتِهَا، وَ مَا تَحْمِلُ الْاُنْثٰى فِيْ بَطْنِهَا.

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَآئِنِ قَبْلَ اَنْ يَّكُوْنَ كُرْسِيٌّ اَوْ عَرْشٌ، اَوْ سَمَآءٌ اَوْ اَرْضٌ، اَوْ جَانٌّ اَوْ اِنْسٌ. لَا يُدْرَكُ بِوَهْمٍ، وَ لَا يُقَدَّرُ بِفَهْمٍ، وَ لَا يَشْغَلُهٗ سَآئِلٌ، وَ لَا يَنْقُصُهٗ نَآئِلٌ، وَ لَا يَنْظُرُ بِعَيْنٍ، وَ لَا يُحَدُّ بِاَيْنٍ، وَ لَا يُوْصَفُ بِالْاَزْوَاجِ، وَ لَا يَخْلُقُ بِعِلَاجٍ، وَ لَا يُدْرَكُ بِالْحَوَاسِّ، وَ لَا يُقَاسُ بِالنَّاسِ، الَّذِيْ كَلَّمَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا، وَ اَرَاهُ مِنْ اٰيَاتِهٖ عَظِيْمًا، بِلَا جَوَارِحَ وَ لَآ اَدَوَاتٍ، وَ لَا نُطْقٍ وَّ لَا لَهَوَاتٍ.

بَلْ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا اَيُّهَا الْمُتَكَلِّفُ لِوَصْفِ رَبِّكَ، فَصِفْ جِبْرَئِيْلَ وَ مِيْكَآئِيْلَ وَ جُنُوْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ، فِيْ حُجُرَاتِ الْقُدُسِ مُرْجَحِنِّيْنَ، مُتَوَلِّهَةً عُقُوْلُهُمْ اَنْ يَّحُدُّوْٓا اَحْسَنَ

بجلیاں کوند کر ناپید ہو جاتی ہیں اور نہ وہ پتے جو (ٹوٹ کر) گرتے ہیں کہ جنہیں (بارش کے) نچھتروں کی تند ہوائیں اور موسلا دھار بارشیں ان کے گرنے کی جگہ سے ہٹا دیتی ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ بارش کے قطرے کہاں گریں گے اور کہاں ٹھہریں گے اور چھوٹی چیونٹیاں کہاں رینگیں گی اور کہاں (اپنے کو) کھینچ کر لے جائیں گی اور مچھروں کو کونسی روزی کفایت کرے گی اور مادہ اپنے پیٹ میں کیا لئے ہوئے ہے۔

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو عرش و کرسی، زمین و آسمان اور جن و انس سے پہلے موجود تھا۔ نہ (انسانی) وہموں سے اسے جانا جاسکتا ہے اور نہ عقل و فہم سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اسے کوئی سوال کرنے والا (دوسرے سائلوں سے) غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش و عطا سے اس کے ہاں کچھ کمی آتی ہے۔ وہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جاسکتا اور نہ کسی جگہ میں اس کی حد بندی ہوسکتی ہے۔ نہ ساتھیوں کے ساتھ اسے متصف کیا جاسکتا ہے اور نہ (اعضاء و جوارح کی) حرکت سے وہ پیدا کرتا ہے اور نہ حواس سے وہ جانا پہچانا جاسکتا ہے اور نہ انسانوں پر اس کا قیاس ہوسکتا ہے۔ وہ خدا کہ جس نے بغیر اعضاء و جوارح اور بغیر گویائی اور بغیر حلق کے کوؤں کو ہلائے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اور انہیں اپنی عظیم نشانیاں دکھلائیں۔

اے اللہ کی توصیف میں رنج و تعب اٹھانے والے! اگر تو (اس سے عہدہ برآ ہونے میں) سچا ہے تو پہلے جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور مقرب فرشتوں کے لاؤ لشکر کا وصف بیان کر کہ جو پاکیزگی و طہارت کے حجروں میں اس عالم میں سر جھکائے پڑے ہیں کہ ان کی عقلیں ششدر و حیران ہیں کہ وہ اس بہترین خالق کی توصیف کر سکیں۔

الْخَالِقِيْنَ. فَاِنَّمَا يُدْرَكُ بِالصِّفَاتِ ذَوُو الْهَيْئَاتِ وَ الْاَدَوَاتِ، وَ مَنْ يَّنْقَضِيْ اِذَا بَلَغَ اَمَدَ حَدِّهٖ بِالْفَنَآءِ. فَلَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اَضَآءَ بِنُوْرِهٖ كُلَّ ظَلَامٍ، وَ اَظْلَمَ بِظُلْمَتِهٖ كُلَّ نُوْرٍ.

صفتوں کے ذریعے وہ چیزیں جانی پہچانی جاتی ہیں جو شکل وصورت اور اعضاء و جوارح رکھتی ہوں اور وہ کہ جو اپنی حد انتہا کو پہنچ کر موت کے ہاتھوں ختم ہو جائیں۔ اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس نے اپنے نور سے تمام تاریکیوں کو روشن و منور کیا اور ظلمت (عدم) سے ہر نور کو تیرہ و تار بنا دیا ہے۔

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ، وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمُ الْمَعَاشَ، فَلَوْ اَنَّ اَحَدًا يَّجِدُ اِلَى الْبَقَآءِ سُلَّمًا، اَوْ لِدَفْعِ الْمَوْتِ سَبِيْلًا، لَكَانَ ذٰلِكَ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوٗدَ عليه السلام، الَّذِيْ سُخِّرَ لَهٗ مُلْكُ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ، مَعَ النُّبُوَّةِ وَ عَظِيْمِ الزُّلْفَةِ، فَلَمَّا اسْتَوْفٰى طُعْمَتَهٗ، وَ اسْتَكْمَلَ مُدَّتَهٗ، رَمَتْهُ قِسِيُّ الْفَنَآءِ بِنِبَالِ الْمَوْتِ، وَ اَصْبَحَتِ الدِّيَارُ مِنْهُ خَالِيَةً، وَ الْمَسَاكِنُ مُعَطَّلَةً، وَ وَرِثَهَا قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ.

اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تم کو لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامانِ معیشت تمہارے لئے مہیا کیا۔ اگر کوئی دنیوی بقا (کی بلندیوں پر) چڑھنے کا زینہ یا موت کو دور کرنے کا راستہ پا سکتا ہوتا تو وہ سلیمان ابن داؤد علیہما السلام ہوتے کہ جن کیلئے نبوت و انتہائے تقرب کے ساتھ جن و انس کی سلطنت قبضہ میں دے دی گئی تھی، لیکن جب وہ اپنا آب و دانہ پورا اور اپنی مدت (حیات) ختم کر چکے تو فنا کی کمانوں نے انہیں موت کے تیروں کی زد پر رکھ لیا، گھر ان سے خالی ہو گئے اور بستیاں اجڑ گئیں اور دوسرے لوگ ان کے وارث ہو گئے۔

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْقُرُوْنِ السَّالِفَةِ لَعِبْرَةً! اَيْنَ الْعَمَالِقَةُ وَ اَبْنَآءُ الْعَمَالِقَةِ! اَيْنَ الْفَرَاعِنَةُ وَ اَبْنَآءُ الْفَرَاعِنَةِ! اَيْنَ اَصْحَابُ مَدَآئِنِ الرَّسِّ الَّذِيْنَ قَتَلُوا النَّبِيِّيْنَ، وَ اَطْفَاُوْا سُنَنَ الْمُرْسَلِيْنَ، وَ اَحْيَوْا سُنَنَ الْجَبَّارِيْنَ! اَيْنَ الَّذِيْنَ سَارُوْا بِالْجُيُوْشِ، وَ هَزَمُوا الْاُلُوْفَ، وَ عَسْكَرُوا الْعَسَاكِرَ، وَ مَدَّنُوا الْمَدَآئِنَ!.

تمہارے لئے گزشتہ دوروں (کے ہر دور) میں عبرتیں (ہی عبرتیں) ہیں۔ (ذرا سوچو تو کہ) کہاں ہیں عمالقہ [1] اور ان کے بیٹے؟ اور کہاں ہیں فرعون اور ان کی اولادیں؟ کہاں ہیں اصحاب الرس کے شہروں کے باشندے؟ جنہوں نے نبیوں کو قتل کیا، پیغمبروں کے روشن طریقوں کو مٹایا اور ظالموں کے طور طریقوں کو زندہ کیا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو لشکروں کو لے کر بڑھے؟ ہزاروں کو شکست دی اور فوجوں کو فراہم کر کے شہروں کو آباد کیا۔

[مِنْهَا]

قَدْ لَبِسَ لِلْحِكْمَةِ جُنَّتَهَا، وَ اَخَذَهَا بِجَمِيْعِ اَدَبِهَا، مِنَ الْاِقْبَالِ عَلَيْهَا، وَ الْمَعْرِفَةِ بِهَا، وَ التَّفَرُّغِ لَهَا، فَهِيَ عِنْدَ نَفْسِهٖ ضَالَّتُهُ الَّتِيْ يَطْلُبُهَا، وَ حَاجَتُهُ الَّتِيْ يَسْئَلُ عَنْهَا، فَهُوَ مُغْتَرِبٌ اِذَا اغْتَرَبَ الْاِسْلَامُ، وَ ضَرَبَ بِعَسِيْبِ ذَنَبِهٖ، وَ اَلْصَقَ الْاَرْضَ بِجِرَانِهٖ، بَقِيَّةٌ مِّنْ بَقَايَا حُجَّتِهٖ، خَلِيْفَةٌ مِّنْ خَلَآئِفِ اَنْۢبِيَآئِهٖ.

ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنِّيْ قَدْ بَثَثْتُ لَكُمُ الْمَوَاعِظَ الَّتِيْ وَعَظَ الْاَنْۢبِيَآءُ بِهَاۤ اُمَمَهُمْ، وَ اَدَّيْتُ اِلَيْكُمْ مَاۤ اَدَّتِ الْاَوْصِيَآءُ اِلٰى مَنْۢ بَعْدَهُمْ، وَ اَدَّبْتُكُمْ بِسَوْطِيْ فَلَمْ تَسْتَقِيْمُوْا، وَ حَدَوْتُكُمْ بِالزَّوَاجِرِ فَلَمْ تَسْتَوْسِقُوْا.

لِلّٰهِ اَنْتُمْ! اَتَتَوَقَّعُوْنَ اِمَامًا غَيْرِيْ يَطَاُ بِكُمُ الطَّرِيْقَ، وَ يُرْشِدُكُمُ السَّبِيْلَ؟.

اَلَاۤ اِنَّهٗ قَدْ اَدْبَرَ مِنَ الدُّنْيَا مَا كَانَ مُقْبِلًا، وَ اَقْبَلَ مِنْهَا مَا كَانَ مُدْبِرًا، وَ اَزْمَعَ التَّرْحَالَ عِبَادُ اللّٰهِ الْاَخْيَارُ، وَ بَاعُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الدُّنْيَا لَا يَبْقٰى، بِكَثِيْرٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ لَا يَفْنٰى.

[اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا ہے]

وہ حکمت کی سپر پہنے ہوگا اور اس کو اس کے تمام شرائط و آداب کے ساتھ حاصل کیا ہوگا (جو یہ ہیں کہ:) ہمہ تن اس کی طرف توجہ ہو، اس کی اچھی طرح شناخت ہو اور دل (علائق دنیا سے) خالی ہو۔ چنانچہ وہ اس کے نزدیک اسی کی گمشدہ چیز اور اسی کی حاجت و آرزو ہے کہ جس کا وہ طلبگار و خواستگار ہے۔ وہ اس وقت (نظروں سے اوجھل ہو کر) غریب و مسافر ہوگا کہ جب اسلام عالم غربت میں اور مثل اس اونٹ کے ہوگا جو تھکن سے اپنی دم زمین پر مارتا ہو اور گردن کا اگلا حصہ زمین پر ڈالے ہوئے ہو۔ وہ اللہ کی باقی ماندہ حجتوں کا بقیہ اور انبیاءؑ کے جانشینوں میں سے ایک وارث و جانشین ہے۔

اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا:

اے لوگو! میں نے تمہیں اسی طرح نصیحتیں کی ہیں جس طرح کی انبیاءؑ اپنی اُمتوں کو کرتے چلے آئے ہیں اور ان چیزوں کو تم تک پہنچایا ہے جو اوصیاءؑ بعد والوں تک پہنچایا کئے ہیں۔ میں نے تمہیں اپنے تازیانہ سے ادب سکھانا چاہا مگر تم سیدھے نہ ہوئے اور زجر و توبیخ سے تمہیں ہنکایا لیکن تم یکجا نہ ہوئے۔

اللہ تمہیں سمجھے! کیا میرے علاوہ کسی اور امام کے امیدوار ہو جو تمہیں سیدھی راہ پر چلائے اور صحیح راستہ دکھائے؟۔

دیکھو! دنیا کی طرف رخ کرنے والی چیزوں نے جو رخ کئے ہوئے تھیں پیٹھ پھرا لی اور جو پیٹھ پھرائے ہوئے تھیں انہوں نے رخ کر لیا، اللہ کے نیک بندوں نے (دنیا سے) کوچ کرنے کا تہیہ کر لیا اور فنا ہونے والی تھوڑی سی دنیا ہاتھ سے دے کر ہمیشہ رہنے والی بہت سی آخرت مول لے لی۔

مَا ضَرَّ اِخْوَانَنَا الَّذِيْنَ سُفِكَتْ دِمَآؤُهُمْ ـ وَ هُمْ بِصِفِّيْنَ ـ اَنْ لَّا يَكُوْنُوا الْيَوْمَ اَحْيَآءً؟ يُسِيْغُوْنَ الْغُصَصَ، وَ يَشْرَبُوْنَ الرَّنْقَ! قَدْ ـ وَاللهِ ـ لَقُوا اللهَ فَوَفَّاهُمْ اُجُوْرَهُمْ، وَ اَحَلَّهُمْ دَارَ الْاَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ.

بھلا اُن ہمارے بھائی بندوں کو کہ جن کے خون صفین میں بہائے گئے اس سے کیا نقصان پہنچا کہ وہ آج زندہ موجود نہیں ہیں؟ (یہی نہ کہ اگر وہ ہوتے) تو تلخ گھونٹوں کو گوارا کرتے اور گدلا پانی پیتے۔ خدا کی قسم! وہ خدا کے حضور میں پہنچ گئے، اس نے ان کو پورا پورا اجر دیا اور خوف و ہراس کے بعد انہیں امن چین والے گھر میں اتارا۔

اَيْنَ اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ رَكِبُوا الطَّرِيْقَ، وَ مَضَوْا عَلَى الْحَقِّ؟ اَيْنَ عَمَّارٌ؟ وَ اَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ؟ وَ اَيْنَ ذُو الشَّهَادَتَيْنِ؟ وَ اَيْنَ نُظَرَآؤُهُمْ مِنْ اِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَى الْمَنِيَّةِ، وَ اُبْرِدَ بِرُؤُوْسِهِمْ اِلَى الْفَجَرَةِ؟.

کہاں ہیں؟ وہ میرے بھائی کہ جو سیدھی راہ پر چلتے رہے اور حق پر گزر گئے۔ کہاں ہیں عمار؟ اور کہاں ہیں ابن تیہان؟ اور کہاں ہیں ذوالشہادتین؟ اور کہاں ہیں ان کے ایسے اور دوسرے بھائی؟ کہ جو مرنے پر عہد و پیمان باندھے ہوئے تھے اور جن کے سروں کو فاسقوں کے پاس روانہ کیا گیا۔

قَالَ: ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى لِحْيَتِهِ الشَّرِيْفَةِ الْكَرِيْمَةِ، فَاَطَالَ الْبُكَآءَ، ثُمَّ قَالَ عليه السلام:

نوف کہتے ہیں کہ: اس کے بعد حضرتؑ نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پر پھیرا اور دیر تک رویا کئے اور پھر فرمایا:

اَوِّهِ عَلٰۤى اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ تَلَوُا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ، وَ تَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَاَقَامُوْهُ، اَحْيَوُا السُّنَّةَ، وَ اَمَاتُوا الْبِدْعَةَ، دُعُوْا لِلْجِهَادِ فَاَجَابُوْا، وَ وَثِقُوْا بِالْقَآئِدِ فَاتَّبَعُوْهُ.

آہ! میرے وہ بھائی کہ جنہوں نے قرآن کو پڑھا تو اسے مضبوط کیا، اپنے فرائض میں غور و فکر کیا تو انہیں ادا کیا، سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اتارا، جہاد کیلئے انہیں بلایا گیا تو انہوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر یقین کامل کے ساتھ بھروسا کیا تو اس کی پیروی بھی کی۔

ثُمَّ نَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ:

اس کے بعد حضرتؑ نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

اَلْجِهَادَ الْجِهَادَ عِبَادَ اللهِ! اَلَا وَ اِنِّيْ مُعَسْكِرٌ فِيْ يَوْمِيْ هٰذَا، فَمَنْ اَرَادَ الرَّوَاحَ اِلَى اللهِ فَلْيَخْرُجْ.

جہاد! جہاد! اے بندگان خدا! دیکھو میں آج ہی لشکر کو ترتیب دے رہا ہوں۔ جو اللہ کی طرف بڑھنا چاہے وہ نکل کھڑا ہو۔

قَالَ نَوْفٌ: و عَقَدَ لِلْحُسَيْنِ عليه السلام فِيْ عَشَرَةِ الْاٰلَافِ، و لِقَيْسِ بْنِ سَعْدٍ رَحِمَهُ اللهُ فِيْ

نوف کہتے ہیں کہ: اس کے بعد حضرتؑ نے دس ہزار کی سپاہ پر حسین علیہ السلام کو اور دس ہزار کی فوج پر قیس ابن سعد کو اور دس ہزار کے لشکر پر

عَشَرَةِ الْاٰفٍ، وَ لِاَبِیۡ اَیُّوبَ الْاَنْصَارِیِّ فِیۡ عَشَرَةِ الْاٰفٍ، وَلِغَیۡرِھِمۡ عَلٰۤی اَعۡدَادٍ اُخَرَ، وَ ھُوَ یُرِیۡدُ الرَّجۡعَةَ اِلٰی صِفِّیۡنَ، فَمَا دَارَتِ الۡجُمُعَةُ حَتّٰی ضَرَبَهُ الۡمَلۡعُوۡنُ ابۡنُ مُلۡجَمٍ لَّعَنَهُ اللّٰهُ، فَتَرَاجَعَتِ الۡعَسَاكِرُ، فَكُنَّا كَاَغۡنَامٍ فَقَدَتۡ رَاعِیَهَا، تَخۡتَطِفُهَا الذِّئَابُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ!.

-----☆☆-----

ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا اور دوسرے لوگوں کو مختلف تعداد کی فوجوں پر سالار مقرر کیا اور آپؑ صفین کی طرف پلٹ کر جانے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن ایک ہفتہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ ملعون ابن ملجم (لعنۃ اللہ) نے آپؑ کے (سر اقدس پر) ضرب لگائی جس سے یہ تمام لشکر پلٹ گئے اور ہماری حالت ان بھیڑ بکریوں کے مانند ہوگئی جو اپنے چرواہے کو کھو چکی ہوں اور بھیڑیے ہر طرف سے انہیں اُچک کر لے جارہے ہوں۔

--☆☆--

؁ تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں کہ اکثر و بیشتر قوموں کی ہلاکت و تباہی ان کے ظلم و جور اور علانیہ فسق و فجور کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ چنانچہ وہ قومیں جنہوں نے ربع مسکون کے ہر گوشہ پر اپنے اقتدار کے سکے جمائے اور شرق و غرب عالم پر اپنے پرچم لہرائے جب ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں سے پردہ ہٹا تو پاداش عمل کے قانون نے اس طرح ان کا استیصال کیا کہ صفحۂ عالم سے حرف غلط کی طرح محو ہو گئے۔ عاد و ثمود کی سلطنتوں کا خاتمہ ہوگیا، فرعون و نمرود کی شہنشاہیاں مٹ گئیں، طسم و جدیس کی سربفلک عمارتیں سنسان کھنڈر بن گئیں، اصحاب الرس کی بستیاں اُجڑ کر ویرانہ ہوگئیں اور جہاں زندگی کے قہقہے تھے وہاں موت کی اداسیاں اور جہاں جمگھٹے تھے وہاں بھیانک سناٹے چھا گئے۔ یہ قوموں کا عروج و زوال چشم بینا کیلئے ہزاروں عبرت کے سامان رکھتا ہے اور ان واقعات کے پیش کرنے سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان ان کے احوال و واردات سے عبرت اندوز ہو اور غرور و طغیان کی سرمستیوں میں کھو کر اپنے انجام کو بھول نہ جائے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام نے اسی موعظت و عبرت کیلئے عمالقہ، فراعنہ اور اصحاب الرس کی تباہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو عظمت و ارتفاع کی چوٹیوں سے ہلاکت و بربادی کے قعرِ مذلت میں اس طرح گرے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

یہ ”عمالقہ“ کون تھے؟ اس کیلئے ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے:

وَ مِنۡ وُّلۡدِ اِرَمَ بۡنِ سَامِ بۡنِ نُوۡحٍ علیہ السلام طَسۡمٌ وَّ جَدِیۡسٌ ابۡنَا لَاوِدِ بۡنِ اِرَمَ بۡنِ سَامِ بۡنِ نُوۡحٍ علیہ السلام، وَ نَزَلُوا الۡیَمَامَةَ وَ اَخُوۡھُمَا عِمۡلِیۡقُ بۡنُ لَاوِدِ ابۡنُ اِرَمَ بۡنِ سَامِ بۡنِ نُوۡحٍ علیہ السلام، نَزَلَ بَعۡضُھُمۡ بِالۡحَرَمِ وَ بَعۡضُھُمُ الشَّامَ، فَمِنۡھُمُ الۡعَمَالِیۡقُ اُمَمٌ تَفَرَّقُوۡا فِی الۡبِلَادِ، وَ مِنۡھُمۡ فَرَاعِنَةُ مِصۡرٍ وَّ الۡجَبَابِرَةُ.

ارم ابن سام ابن نوحؑ کی اولاد میں سے طسم اور جدیس تھے کہ جو لاود ابن ارم ابن سام ابن نوحؑ کے بیٹے تھے۔ یہ یمامہ میں فروکش ہوئے اور ان کا ایک بھائی عملیق ابن لاود ابن ارم ابن سام ابن نوحؑ تھا کہ جس کی اولاد میں سے کچھ افراد مکہ میں اور کچھ شام میں مقیم تھے اور انہی قبائل عرب میں سے ”عمالقہ“ تھے کہ جو متعدد گروہوں کی صورت میں مختلف

شہروں میں پھیل گئے اور انہی میں سے فراعنہ مصر اور شام کے فرمانروا تھے۔ (المعارف، ص ۱۳)

مؤرخ طبری نے لکھا ہے:

وَ وُلِدَ لِلَاوِذَ اَيْضًا عِمْلِيْقُ بْنُ لَاوِذَ، وَ كَانَ مَنْزِلُهُ الْحَرَمَ وَ اَكْنَافَ مَكَّةَ، وَ لَحِقَ بَعْضُ وَلَدِهٖ بِالشَّامِ، فَمِنْهُمْ كَانَتِ الْعَمَالِيْقُ، وَ مِنَ الْعَمَالِيْقِ الْفَرَاعِنَةُ بِمِصْرَ.

لاوذ کا ایک بیٹا عملیق تھا اور مکہ اور اس کے اطراف میں اس کی رہائش تھی اور اس کی اولاد میں سے کچھ لوگ شام چلے گئے اور اسی کی اولاد میں سے عمالقہ تھے اور انہی عمالقہ میں سے فراعنہ مصر تھے۔ (طبری، ج۱، ص ۱۴۲)

اس سے ظاہر ہوا کہ عمالقہ عرب کے قبائل بائدہ تھے جنہوں نے شام و حجاز پر اپنی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں۔ چنانچہ ابتدا میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عملیق کو اقتدار حاصل تھا، مگر اس کے بعد طسم کی طرف منتقل ہو گیا اور طسم کے بعد جب عملوق ابن طسم برسر اقتدار آیا تو اس نے ظلم و جور اور فسق و فجور کی حد کر دی، یہاں تک کہ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ قبیلہ جدیس کی جو عورت بیاہی جائے وہ شوہر کے ہاں جانے سے پہلے اس کے شبستان عشرت میں ایک رات گزار کر جائے۔ چنانچہ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور جب اسی خاندان کی ایک عورت عفیرہ بنت عفار کے ساتھ یہی شرمناک برتاؤ ہوا تو اس نے شوہر کے ہاں جانے سے انکار کر دیا اور اپنے قبیلہ کو اشعار کے ذریعہ سے غیرت دلائی جس پر پورا قبیلہ اپنی عزت و ناموس کی بربادیوں پر تلملا اٹھا اور انتقام لینے کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ عفیرہ کے بھائی اسود ابن عفار نے عملوق کو اس کے عملہ کے ساتھ دعوت کے بہانے سے اپنے ہاں بلوا لیا اور ان کے پہنچتے ہی بنی جدیس نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ان پر اس طرح اچانک ٹوٹ پڑے کہ ریاح ابن مرکے علاوہ کوئی اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ یہ بھاگ کر شاہ یمن کے دربار میں جا پہنچا اور اسے بنی جدیس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ وہ ایک لشکر جرار لے کر ان پر چڑھ دوڑا اور انہیں شکست دے کر ہلاک و منتشر کر دیا اور اقتدار ان کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ یہ عمالقہ وہی ہیں جنہوں نے ۲۰۰۰ ق م مصر پر حملہ کیا تھا اور جنہیں ہیکسوس (چرواہے بادشاہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

چنانچہ مسعودی نے ان کے مصر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے:

وَ مَلَّكُوا النِّسَآءَ، فَطَمِعَتْ فِيْهِمْ مُلُوْكُ الْاَرْضِ، فَسَارَ اِلَيْهِمْ مِنَ الشَّامِ مَلِكٌ مِّنْ مُّلُوْكِ الْعَمَالِيْقِ يُقَالُ لَهُ الْوَلِيْدُ بْنُ دُوْمَعٍ، فَكَانَتْ لَهٗ حُرُوْبٌ بِهَا، وَ غَلَبَ عَلَى الْمُلْكِ، فَانْقَادُوْۤا اِلَيْهِ، وَ اسْتَقَامَ لَهُ الْاَمْرُ اِلٰۤى اَنْ هَلَكَ، ثُمَّ مَلَكَ بَعْدَهُ الرَّيَّانُ بْنُ الْوَلِيْدِ الْعِمْلَاقِيُّ، وَ هُوَ فِرْعَوْنُ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ... ثُمَّ مَلَكَ بَعْدَهٗ دَارِمُ بْنُ الرَّيَّانِ الْعِمْلَاقِيُّ، ثُمَّ مَلَكَ بَعْدَهٗ كَامِسُ بْنُ مِعْدَانَ الْعِمْلَاقِيُّ.

جب اہل مصر نے عورتوں کے ہاتھ میں اقتدار دے دیا تو دوسرے بادشاہوں کے دل میں اسے فتح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ شاہانِ عمالقہ میں سے ایک بادشاہ نے جسے ولید ابن دومع کہا جاتا ہے، مصر پر چڑھائی کی

اور بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ آخر اہل مصر نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کی حکومت تسلیم کر لی۔ جب یہ مر گیا تو ریان ابن ولید عملاقی تخت فرمانروائی پر بیٹھا اور یہی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون تھا۔ اس کے بعد دارم ابن ریان اور پھر کامس ابن معدان عملاقی فرمانروا ہوا۔ (مروج الذہب، ج ۱، ص ۲۲۲)

یہ انتہائی سرکش وظالم حکمران تھے جس کی پاداش میں قدرت نے ان کو نیست و نابود کرنے کے سامان پیدا کر دیئے۔

چنانچہ مسعودی تحریر کرتے ہیں:

وَ قَدْ كَانَتِ الْعِمَالِيْقُ بَغَتْ فِي الْاَرْضِ، فَسَلَّطَ اللهُ عَلَيْهِمْ مُلُوْكَ الْاَرْضِ فَاَفْنَتْهَا.

عمالقہ نے زمین میں شر و فساد پھیلا رکھا تھا، جس کے نتیجہ میں قدرت نے ان پر دوسرے فرمانرواؤں کو مسلط کر دیا جنہوں نے انہیں فنا و برباد کر دیا۔ (مروج الذہب، ج ۱، ص ۲۶۵)

ان عمالقہ کے بعد ولید ابن مصعب حکمران ہوا۔ یہ بعض مؤرخین کے نزدیک شام کے قبیلہ لخم سے تھا اور بعض نے اسے قبطی لکھا ہے اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا فرعون تھا۔ اس کے کبر و انانیت اور غرور و نخوت کی یہ حالت تھی کہ ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ کا دعویٰ کر کے دنیا کی ساری قوتوں کو اپنے تصرف و اختیار میں سمجھنے لگا تھا اور اس زعم میں مبتلا تھا کہ کوئی طاقت اس سے سلطنت و حکومت کو چھین نہیں سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس کے دعویٰ «اَنَا وَ لَا غَيْرِیْ» کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

اس نے کہا کہ اے قوم! کیا یہ ملک مصر میرا نہیں ہے؟ اور یہ میرے محل کے نیچے بہتی ہوئی نہریں میری نہیں ہیں؟ کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا؟[1]

مگر جب اس کی سلطنت مٹنے پر آئی تو لمحوں میں مٹ گئی۔ نہ اس کی جاہ و حشمت سدّ راہ ہوئی اور نہ مملکت کی وسعت روک تھام کر سکی، بلکہ جن نہروں کی ملکیت پر اسے گھمنڈ تھا انہی کی تلملاتی لہروں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی روح کو دار البوار میں اور جسم کو کائنات کی عبرت و بصیرت کیلئے کنارے پر پھینک دیا۔

اسی طرح ''اصحاب الرس'' ایک نبی کی دعوت و تبلیغ کے ٹھکرانے اور سرکشی و نافرمانی کرنے کے نتیجہ میں ہلاک و برباد ہو گئے۔

چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

﴿وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًاۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝﴾

اور اسی طرح عاد و ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے درمیانی زمانہ کی بہت سی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے

[1] سورۂ زخرف، آیت ۵۱۔

سب کیلئے مثالیں بیان کی تھیں اور آخر ہم نے ان سب کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا۔[1]

''رس'' آذر بائیجان کے علاقہ میں ایک نہر کا نام تھا جس کے کنارے پر بارہ بستیاں آباد تھیں جن کے رہنے والوں کو 'اصحاب الرس' کہا جاتا ہے۔ ان بستیوں کے نام: ۱۔آبان، ۲۔آذر، ۳۔دی، ۴۔بہمن، ۵۔اسفندار، ۶۔فروردین، ۷۔اردی بہشت، ۸۔خرداد، ۹۔مرداد، ۱۰۔تیر، ۱۱۔مہر، ۱۲۔شہریور[2] تھے۔ ان میں اسفندار کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس میں صنوبر کا ایک درخت تھا جسے یافث ابن نوحؑ نے لگایا تھا اور اسے ''شاہ درخت'' کہا جاتا تھا۔ اسی درخت کے بیجوں سے دوسری بستیوں میں بھی ایک ایک درخت لگایا گیا تھا۔ یہ لوگ ہر مہینے ایک بستی میں جمع ہوتے اور اس درخت کی پرستش کرتے اور سال میں ایک مرتبہ نوروز کے موقع پر اسفندار میں ان کا اجتماع ہوتا تھا اور اس اصل درخت کی خاص اہتمام سے پوجا کرتے، قربانیاں چڑھاتے اور منتیں مانتے تھے۔ قدرت نے انہیں اس درخت کی عبادت سے روکنے کیلئے یہودا ابن یعقوب کی نسل سے ایک پیغمبر ان کی طرف بھیجا جنہوں نے انہیں اس مشرکانہ عبادت سے روکنا چاہا، مگر انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور انکار وسرکشی پر اتر آئے اور ان کی ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے چشمہ کے اندر ایک کنواں کھود کر اس میں انہیں پھینک دیا اور اس کا منہ ایک پتھر سے بند کر دیا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر جاں بحق ہو گئے۔ اس ظلم وسفاکی کے نتیجہ میں قہر الٰہی نے کروٹ لی اور ان پر لُو کے ایسے جھونکے چلے کہ ان کے بدن جھلس کر رہ گئے اور زمین سے گندھک کا لاوا پھوٹ نکلا جس سے ان کے جسم کی ہڈیاں تک پگھل گئیں اور ساری کی ساری بستیاں الٹ گئیں۔

☆☆☆☆☆

---

[1] سورۂ فرقان، آیت ۳۸-۳۹۔

[2] یہی نام فارسی مہینوں کے ہیں جو انہی بستیوں کے نام پر رکھے گئے تھے، کیونکہ ہر مہینہ ان لوگوں کا ایک بستی میں اجتماع ہوتا تھا جس کی وجہ سے اس مہینہ کا بھی وہی نام ہو گیا جو اس بستی کا نام تھا۔

(۱۸۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوْفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ، وَ الْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ مَنْصَبَةٍ، خَلَقَ الْخَلَآئِقَ بِقُدْرَتِهٖ، وَ اسْتَعْبَدَ الْاَرْبَابَ بِعِزَّتِهٖ، وَ سَادَ الْعُظَمَآءَ بِجُوْدِهٖ.

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَسْكَنَ الدُّنْيَا خَلْقَهٗ، وَ بَعَثَ اِلَى الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ رُسُلَهٗ، لِيَكْشِفُوْا لَهُمْ عَنْ غِطَآئِهَا، وَ لِيُحَذِّرُوْهُمْ مِنْ ضَرَّآئِهَا، وَ لِيَضْرِبُوْا لَهُمْ اَمْثَالَهَا، وَ لِيُبَصِّرُوْهُمْ عُيُوْبَهَا، وَ لِيَهْجُمُوْا عَلَيْهِمْ بِمُعْتَبَرٍ مِّنْ تَصَرُّفِ مَصَاحِّهَا وَ اَسْقَامِهَا، وَ حَلَالِهَا وَ حَرَامِهَا، وَ مَاۤ اَعَدَّ اللّٰهُ لِلْمُطِيْعِيْنَ مِنْهُمْ وَ الْعُصَاةِ مِنْ جَنَّةٍ وَّ نَارٍ، وَ كَرَامَةٍ وَّ هَوَانٍ.

اَحْمَدُهٗ اِلٰى نَفْسِهٖ كَمَا اسْتَحْمَدَ اِلٰى خَلْقِهٖ، وَ جَعَلَ ﴿لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۝﴾، وَ لِكُلِّ قَدْرٍ اَجَلًا، وَ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابًا.

[مِنْهَا]

فَالْقُرْاٰنُ اٰمِرٌ زَاجِرٌ، وَ صَامِتٌ نَّاطِقٌ. حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ، اَخَذَ عَلَيْهِ مِيْثَاقَهُمْ، وَ ارْتَهَنَ عَلَيْهِ اَنْفُسَهُمْ، اَتَمَّ نُوْرَهٗ،

خطبہ (۱۸۱)

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جو بِن دیکھے جانا پہچانا ہوا اور بے رنج وتعب اٹھائے (ہر چیز کا) پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی عزت و جلالت کے پیش نظر فرمانرواؤں سے اطاعت و بندگی لی اور اپنے جود و عطا کی بدولت با عظمت لوگوں پر سرداری کی۔

وہ اللہ جس نے دنیا میں اپنی مخلوقات کو آباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن وانس کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی مضرتوں سے انہیں ڈرائیں دھمکائیں، اس کی (بیوفائی کی) مثالیں بیان کریں اور اس کی صحت و بیماری کے تغیرات سے ایک دم انہیں پوری پوری عبرت دلانے کا سامان کر دیں اور اس کے عیوب اور حلال وحرام کے (ذرائع اکتساب) اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کیلئے جو بہشت و دوزخ اور عزت و دولت کے سامان اللہ نے مہیا کئے ہیں دکھلائیں۔

میں اس کی ذات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کی ایسی حمد وثنا کرتا ہوں جیسی حمد اس نے اپنی مخلوقات سے چاہی ہے۔ اس نے ہر شے کا ایک اندازہ اور ہر اندازے کی ایک مدت اور ہر مدت کیلئے ایک نوشتہ قرار دیا ہے۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

قرآن (اچھائیوں کا) حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا، (بظاہر) خاموش اور (بباطن) گویا اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہے کہ جس پر (عمل کرنے کا) اس نے بندوں سے عہد لیا ہے اور ان کے نفسوں کو اس کا پابند بنایا ہے، اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے

وَ اَكْمَلَ بِهٖ دِيْنَهٗ، وَ قَبَضَ نَبِيَّهٗ ﷺ وَ قَدْ فَرَغَ اِلَى الْخَلْقِ مِنْ اَحْكَامِ الْهُدٰى بِهٖ.

فَعَظِّمُوْا مِنْهُ سُبْحَانَهٗ مَا عَظَّمَ مِنْ نَّفْسِهٖ، فَاِنَّهٗ لَمْ يُخْفِ عَنْكُمْ شَيْئًا مِّنْ دِيْنِهٖ، وَ لَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا رَّضِيَهٗ اَوْ كَرِهَهٗ اِلَّا وَ جَعَلَ لَهٗ عَلَمًا بَادِيًا، وَ اٰيَةً مُّحْكَمَةً، تَزْجُرُ عَنْهُ، اَوْ تَدْعُوْۤ اِلَيْهِ، فَرِضَاهُ فِيْمَا بَقِيَ وَاحِدٌ، وَ سَخَطُهٗ فِيْمَا بَقِيَ وَاحِدٌ.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ لَنْ يَّرْضٰى عَنْكُمْ بِشَیْءٍ سَخِطَهٗ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ لَنْ يَّسْخَطَ عَلَيْكُمْ بِشَیْءٍ رَّضِيَهٗ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ اِنَّمَا تَسِيْرُوْنَ فِیْۤ اَثَرٍ بَيِّنٍ، وَ تَتَكَلَّمُوْنَ بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْ قَالَهُ الرِّجَالُ مِنْ قَبْلِكُمْ، قَدْ كَفَاكُمْ مَؤُوْنَةَ دُنْيَاكُمْ، وَ حَثَّكُمْ عَلَى الشُّكْرِ، وَ افْتَرَضَ مِنْ اَلْسِنَتِكُمُ الذِّكْرَ، وَ اَوْصَاكُمْ بِالتَّقْوٰى، وَ جَعَلَهَا مُنْتَهٰى رِضَاهُ، وَ حَاجَتَهٗ مِنْ خَلْقِهٖ.

فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِعَيْنِهٖ، وَ نَوَاصِيْكُمْ بِيَدِهٖ، وَ تَقَلُّبُكُمْ فِیْ قَبْضَتِهٖ، اِنْ اَسْرَرْتُمْ عَلِمَهٗ، وَ اِنْ اَعْلَنْتُمْ كَتَبَهٗ، قَدْ وَكَّلَ بِذٰلِكَ حَفَظَةً كِرَامًا، لَا يُسْقِطُوْنَ حَقًّا،

دین کو مکمل کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دنیا سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ کر کے فارغ ہو چکے تھے کہ جو ہدایت و رستگاری کا سبب ہیں۔

لہٰذا اللہ سبحانہ کو ایسی بزرگی و عظمت کے ساتھ یاد کرو جیسی اپنی بزرگی خود اس نے بیان کی ہے، کیونکہ اس نے اپنے دین کی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی اور کسی شے کو خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند بغیر کسی واضح علامت اور محکم نشان کے نہیں چھوڑا، جو ناپسند امور سے روکے اور پسندیدہ باتوں کی طرف دعوت دے (ان احکام کے متعلق) اس کی خوشنودی و ناراضگی کا معیار زمانہ آئندہ میں بھی ایک رہے گا۔

یاد رکھو! کہ وہ تم سے کسی ایسی چیز پر رضا مند نہ ہوگا کہ جس پر تمہارے اگلوں سے ناراض ہو چکا ہو اور نہ کسی ایسی چیز پر غضبناک ہوگا کہ جس پر پہلے لوگوں سے خوش رہ چکا ہو۔ تمہیں تو بس یہی چاہیے کہ تم واضح نشانوں پر چلتے رہو اور تم سے پہلے لوگوں نے جو کہا ہے اسے دہراتے رہو۔ وہ تمہاری ضروریات دنیا کا ذمہ لے چکا ہے اور تمہیں صرف شکر گزار رہنے کی ترغیب دی ہے اور تم پر واجب کیا ہے کہ اپنی زبان سے اس کا ذکر کرتے رہو اور تمہیں تقویٰ و پرہیز گاری کی ہدایت کی ہے اور اسے اپنی رضا و خوشنودی کی حد آخر اور مخلوق سے اپنا مدعا قرار دیا ہے۔

اس اللہ سے ڈرو کہ تم جس کی نظروں کے سامنے ہو اور جس کے ہاتھ میں تمہاری پیشانیوں کے بال اور جس کے قبضہ قدرت میں تمہارا اٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا ہے۔ اگر تم کوئی بات مخفی رکھو گے تو وہ اسے جان لے گا اور ظاہر کرو گے تو اسے لکھ لے گا، (یوں کہ) اس نے تم پر نگہبانی کرنے والے مکرم فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ کسی حق کو نظر

وَ لَا یُثْبِتُوْنَ بَاطِلًا.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ ﴿مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ﴾ مِنَ الْفِتَنِ، وَ نُوْرًا مِّنَ الظُّلَمِ، وَ یُخَلِّدْهُ فِیْمَا اشْتَهَتْ نَفْسُهٗ، وَ یُنْزِلْهُ مَنْزِلَ الْكَرَامَةِ عِنْدَهٗ، فِیْ دَارٍ اصْطَنَعَهَا لِنَفْسِهٖ، ظِلُّهَا عَرْشُهٗ، وَ نُوْرُهَا بَهْجَتُهٗ، وَ زُوَّارُهَا مَلٰٓئِكَتُهٗ، وَ رُفَقَآؤُهَا رُسُلُهٗ.

فَبَادِرُوا الْمَعَادَ، وَ سَابِقُوا الْاٰجَالَ، فَاِنَّ النَّاسَ یُوْشِكُ اَنْ یَّنْقَطِعَ بِهِمُ الْاَمَلُ، وَ یَرْهَقَهُمُ الْاَجَلُ، وَ یُسَدَّ عَنْهُمْ بَابُ التَّوْبَةِ، فَقَدْ اَصْبَحْتُمْ فِیْ مِثْلِ مَا سَئَلَ اِلَیْهِ الرَّجْعَةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَ اَنْتُمْ بَنُوْ سَبِیْلٍ، عَلٰی سَفَرٍ مِّنْ دَارٍ لَّیْسَتْ بِدَارِكُمْ، وَ قَدْ اُوْذِنْتُمْ مِنْهَا بِالْاِرْتِحَالِ، وَ اُمِرْتُمْ فِیْهَا بِالزَّادِ.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ لَیْسَ لِهٰذَا الْجِلْدِ الرَّقِیْقِ صَبْرٌ عَلَی النَّارِ، فَارْحَمُوْا نُفُوْسَكُمْ، فَاِنَّكُمْ قَدْ جَرَّبْتُمُوْهَا فِیْ مَصَآئِبِ الدُّنْیَا. اَفَرَاَیْتُمْ جَزَعَ اَحَدِكُمْ مِنَ الشَّوْكَةِ تُصِیْبُهٗ، وَ الْعَثْرَةِ تُدْمِیْهِ، وَ الرَّمْضَآءِ تُحْرِقُهٗ؟ فَكَیْفَ اِذَا كَانَ بَیْنَ طَابَقَیْنِ مِنْ نَّارٍ،

اندازاور کسی غلط چیز کو درج نہیں کرتے۔

یاد رکھو! کہ جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کیلئے فتنوں سے (بچ کر) نکلنے کی راہ نکال دے گا اور اندھیاریوں سے اجالے میں لے آئے گا اور اس کے حسب دلخواہ نعمتوں میں اسے ہمیشہ رکھے گا اور اسے اپنے پاس ایسے گھر میں کہ جسے اس نے اپنے لئے منتخب کیا ہے عزت و بزرگی کی منزل میں لا اتارے گا۔ اس گھر کا سایہ عرش، اس کی روشنی جمالِ قدرت (کی چھوٹ)، اس میں ملاقاتی ملائکہ اور رفیق و ہم نشین انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہیں۔

اپنی جائے بازگشت کی طرف بڑھو اور زاد عمل فراہم کرنے میں موت پر سبقت کرو۔ اس لئے کہ وہ وقت قریب ہے کہ لوگوں کی امیدیں ٹوٹ جائیں، موت ان پر چھا جائے اور توبہ کا دروازہ ان کیلئے بند ہو جائے۔ ابھی تو تم اس دور میں ہو کہ جس کی طرف پلٹنے کی تم سے قبل گزر جانے والے لوگ تمنا کرتے ہیں۔ تم اس دار دنیا میں کہ جو تمہارے رہنے کا گھر نہیں ہے مسافر راہ نورد ہو۔ اس سے تمہیں کوچ کرنے کی خبر دی جا چکی ہے اور اس میں رہتے ہوئے تمہیں زاد کے مہیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یاد رکھو! کہ اس نرم و نازک کھال میں آتش جہنم کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں (تو پھر) اپنی جانوں پر رحم کھاؤ، کیونکہ تم نے ان کو دنیا کی مصیبتوں میں آزما کر دیکھ لیا ہے۔ کیا تم نے اپنے میں سے کسی ایک کو دیکھا ہے کہ وہ (جسم میں) کانٹا لگنے سے یا ایسی ٹھوکر کھانے سے کہ جو اسے لہولہان کر دے یا ایسی گرم ریت (کی تپش) سے کہ جو اسے جلا دے کس طرح بے چین ہو کر چیختا ہے۔ (ذرا سوچو تو) کہ اس وقت کیا حالت ہو گی کہ جب وہ جہنم کے دو آتشیں تووں کے درمیان (دہکتے

ضَجِيْعَ حَجَرٍ، وَ قَرِيْنَ شَيْطَانٍ! اَعَلِمْتُمْ اَنَّ مَالِكًا اِذَا غَضِبَ عَلَى النَّارِ حَطَمَ بَعْضُهَا بَعْضًا لِّغَضَبِهٖ، وَ اِذَا زَجَرَهَا تَوَثَّبَتْ بَيْنَ اَبْوَابِهَا جَزَعًا مِّنْ زَجْرَتِهٖ!.

اَيُّهَا الْيَفَنُ الْكَبِيْرُ! الَّذِیْ قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيْرُ، كَيْفَ اَنْتَ اِذَا الْتَحَمَتْ اَطْوَاقُ النَّارِ بِعِظَامِ الْاَعْنَاقِ، وَ نَشِبَتِ الْجَوَامِعُ حَتّٰى اَكَلَتْ لُحُوْمَ السَّوَاعِدِ.

فَاللّٰهَ اللّٰهَ مَعْشَرَ الْعِبَادِ! وَ اَنْتُمْ سَالِمُوْنَ فِی الصِّحَّةِ قَبْلَ السُّقْمِ، وَ فِی الْفُسْحَةِ قَبْلَ الضِّيْقِ، فَاسْعَوْا فِیْ فَكَاكِ رِقَابِكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُغْلَقَ رَهَآئِنُهَا، اَسْهِرُوْا عُيُوْنَكُمْ، وَ اَضْمِرُوْا بُطُوْنَكُمْ، وَ اسْتَعْمِلُوْا اَقْدَامَكُمْ، وَ اَنْفِقُوْا اَمْوَالَكُمْ، وَ خُذُوْا مِنْ اَجْسَادِكُمْ وَ جُوْدُوْا بِهَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ، وَ لَا تَبْخَلُوْا بِهَا عَنْهَا، فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۝﴾، وَ قَالَ تَعَالٰى: ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ۝﴾.

فَلَمْ يَسْتَنْصِرْكُمْ مِنْ ذُلٍّ، وَ لَمْ يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ قُلٍّ، اسْتَنْصَرَكُمْ وَ لَهٗ

ہوئے) پتھروں کا پہلونشین اور شیطان کا ساتھی ہوگا۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ جب مالک (پاسبان جہنم) آگ پر غضبناک ہوگا تو وہ اس کے غصہ سے (بھڑک کر آپس میں ٹکرانے لگے گی اور) اس کے اجزا ایک دوسرے کو توڑنے پھوڑنے لگیں گے اور جب اسے جھڑکے گا تو اس کی جھڑکیوں سے (تلملا کر) دوزخ کے دروازوں میں اچھلنے لگے گی۔

اے پیر کہن سال! کہ جس پر بڑھاپا چھایا ہوا ہے، اس وقت تیری کیا حالت ہوگی؟ کہ جب آتشیں طوق گردن کی ہڈیوں میں پیوست ہو جائیں گے اور (ہاتھوں میں) ہتھکڑیاں گڑ جائیں گی، یہاں تک کہ وہ کلائیوں کا گوشت کھالیں گی۔

اے خدا کے بندو! اب جبکہ تم بیماریوں میں مبتلا ہونے اور تنگی و ضیق میں پڑنے سے پہلے صحت و فراخی کے عالم میں صحیح و سالم ہو، اللہ کا خوف کھالو اور اپنی گردنوں کو قبل اس کے کہ وہ اس طرح گروی ہو جائیں کہ انہیں چھڑایا نہ جا سکے، چھڑانے کی کوشش کرو۔ اپنی آنکھوں کو بیدار اور شکموں کو لاغر بناؤ، (میدانِ سعی میں) اپنے قدموں کو کام میں لاؤ اور اپنے مال کو (اس کی راہ میں) خرچ کرو۔ اپنے جسموں کو اپنے نفسوں پر نثار کردو اور ان سے بخل نہ برتو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا"۔ اور (پھر) فرمایا کہ: "کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، تو خدا اس کے اجر کو دگنا کردے گا اور اس کیلئے عمدہ جزا ہے"۔

خدا نے کسی کمزوری کی بنا پر تم سے مدد نہیں مانگی اور نہ بے مائیگی کی وجہ سے تم سے قرض کا سوال کیا ہے۔ اس نے تم سے مدد چاہی ہے

﴿جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ﴾ ﴿وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝﴾.

وَ اسْتَقْرَضَكُمْ وَ لَهٗ ﴿خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ وَ ﴿هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۝﴾، وَ اِنَّمَاۤ اَرَادَ اَنْ يَّبْلُوَكُمْ ﴿اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾.

فَبَادِرُوْا بِاَعْمَالِكُمْ تَكُوْنُوْا مَعَ جِيْرَانِ اللّٰهِ فِيْ دَارِهٖ، رَافَقَ بِهِمْ رُسُلَهٗ، وَ اَزَارَهُمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ، وَ اَكْرَمَ اَسْمَاعَهُمْ اَنْ تَسْمَعَ حَسِيْسَ نَارٍ اَبَدًا، وَ صَانَ اَجْسَادَهُمْ اَنْ تَلْقٰى لُغُوْبًا وَّ نَصَبًا، ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝﴾، اَقُوْلُ مَا تَسْمَعُوْنَ، ﴿وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى﴾ نَفْسِيْ وَ اَنْفُسِكُمْ، وَ هُوَ حَسْبِيْ وَ ﴿نِعْمَ الْوَكِيْلُ۝﴾!.

باوجودیکہ اس کے پاس سارے آسمان و زمین کے لشکر ہیں اور وہ غلبہ اور حکمت والا ہے۔

اور تم سے قرض مانگا ہے، حالانکہ آسمان و زمین کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں اور وہ بے نیاز و لائق حمد و ثنا ہے۔ اس نے تو یہ چاہا ہے کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔

تم اپنے اعمال کو لے کر بڑھو، تاکہ اللہ کے ہمسایوں کے ساتھ اس کے گھر (جنت) میں رہو۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ اللہ نے جنہیں پیغمبروں کا رفیق بنایا ہے اور فرشتوں کو ان کی ملاقات کا حکم دیا ہے اور ان کے کانوں کو ہمیشہ کیلئے محفوظ رکھا ہے کہ آگ (کی اذیتوں) کی بھنک ان میں نہ پڑے اور ان کے جسموں کو بچائے رکھا ہے کہ وہ رنج اور تکان سے دوچار نہ ہوں۔ "یہ خدا کا فضل ہے، وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا تو بڑے فضل و کرم والا ہے"۔ میں وہی کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو۔ میرے اور تمہارے نفسوں کیلئے اللہ ہی مددگار ہے اور وہی میرے لئے کافی اور اچھا سازگار ہے"۔

-----☆☆-----

(۱۸۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۸۲)

قَالَهٗ لِلْبُرْجِ بْنِ مُسْهِرٍ الطَّآئِيِّ وَ قَدْ قَالَ لَهٗ بِحَيْثُ يَسْمَعُهٗ: «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ»، وَ كَانَ مِنَ الْخَوَارِجِ:

اُسْكُتْ قَبَّحَكَ اللّٰهُ يَاۤ اَثْرَمُ! فَوَاللّٰهِ! لَقَدْ ظَهَرَ الْحَقُّ فَكُنْتَ فِيْهِ ضَئِيْلًا شَخْصُكَ، خَفِيًّا صَوْتُكَ، حَتّٰۤى اِذَا نَعَرَ الْبَاطِلُ نَجَمْتَ نُجُوْمَ قَرْنِ الْمَاعِزِ.

برج ابن مسہر طائی نے کہ جو خوارج میں سے تھا (مشہور نعرہ) «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ» (حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے) اس طرح بلند کیا کہ حضرتؑ سن لیں۔ چنانچہ آپؑ نے سن کر ارشاد فرمایا:

خاموش! خدا تیرا برا کرے اے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے! خدا کی قسم! جب حق ظاہر ہوا تو اس وقت تیری شخصیت ذلیل اور تیری آواز دبی ہوئی تھی اور جب باطل زور سے چیخا ہے تو بھی بکری کے سینگ کی طرح ابھر آیا ہے۔

-----☆☆-----

(۱۸۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَا تُدْرِكُهُ الشَّوَاهِدُ، وَ لَا تَحْوِيْهِ الْمَشَاهِدُ، وَ لَا تَرَاهُ النَّوَاظِرُ، وَ لَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ، الدَّالِّ عَلٰى قِدَمِهٖ بِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ، وَ بِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ عَلٰى وُجُوْدِهٖ، وَ بِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰۤى اَنْ لَّا شِبْهَ لَهٗ، الَّذِیْ صَدَقَ فِیْ مِيْعَادِهٖ، وَ ارْتَفَعَ عَنْ ظُلْمِ عِبَادِهٖ، وَ قَامَ بِالْقِسْطِ فِیْ خَلْقِهٖ، وَ عَدَلَ عَلَيْهِمْ فِیْ حُكْمِهٖ، مُسْتَشْهِدٌۢ بِحُدُوْثِ الْاَشْيَآءِ عَلٰۤى اَزَلِيَّتِهٖ، وَ بِمَا وَسَمَهَا بِهٖ مِنَ الْعَجْزِ عَلٰى قُدْرَتِهٖ، وَ بِمَا اضْطَرَّهَاۤ اِلَيْهِ مِنَ الْفَنَآءِ عَلٰى دَوَامِهٖ.

وَاحِدٌ لَّا بِعَدَدٍ، وَ دَآئِمٌ لَّا بِاَمَدٍ، وَ قَآئِمٌ لَا بِعَمَدٍ، تَتَلَقَّاهُ الْاَذْهَانُ لَا بِمُشَاعَرَةٍ، وَ تَشْهَدُ لَهُ الْمَرَآئِیْ لَا بِمُحَاضَرَةٍ، لَمْ تُحِطْ بِهِ الْاَوْهَامُ، بَلْ تَجَلّٰى لَهَا بِهَا، وَ بِهَا امْتَنَعَ مِنْهَا، وَ اِلَيْهَا حَاكَمَهَا، لَيْسَ بِذِیْ كِبَرٍ امْتَدَّتْ بِهِ النِّهَايَاتُ فَكَبَّرَتْهُ تَجْسِيْمًا، وَ لَا بِذِیْ عِظَمٍ تَنَاهَتْ بِهِ الْغَايَاتُ فَعَظَّمَتْهُ تَجْسِيْدًا، بَلْ كَبُرَ شَاْنًا وَّ عَظُمَ سُلْطَانًا.

خطبہ (۱۸۳)

ساری حمد و ستائش اس اللہ کیلئے ہے جسے حواس پا نہیں سکتے، نہ جگہیں اسے گھیر سکتی ہیں، نہ آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں، نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ وہ مخلوقات کے نیست کے بعد ہست ہونے سے اپنے ہمیشہ سے ہونے کا اور ان کے باہم مشابہ ہونے سے اپنے بے مثل و بے نظیر ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ وہ اپنے وعدہ میں سچا اور بندوں پر ظلم کرنے سے بالاتر ہے۔ وہ مخلوق کے بارے میں عدل سے چلتا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے۔ وہ چیزوں کے وجود پذیر ہونے سے اپنی قدامت پر اور ان کے عجز و کمزوری کے نشانوں سے اپنی قدرت پر اور ان کے فنا ہو جانے کی اضطراری کیفیتوں سے اپنی ہمیشگی پر، (عقل سے) گواہی حاصل کرتا ہے۔

وہ گنتی اور شمار میں آئے بغیر ایک (یگانہ) ہے۔ وہ کسی (متعینہ) مدت کے بغیر ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور ستونوں (اعضاء) کے سہارے کے بغیر قائم و برقرار ہے۔ حواس و مشاعر کے بغیر ذہن اسے قبول کرتے ہیں اور اس تک پہنچے بغیر نظر آنے والی چیزیں اس کی ہستی کی گواہی دیتی ہیں۔ عقلیں اس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتیں، بلکہ وہ عقلوں کے وسیلہ سے عقلوں کیلئے آشکارا ہوا ہے اور عقلوں ہی کے ذریعہ سے عقل و فہم میں آنے سے انکاری ہے اور ان کے معاملہ میں خود انہی کو حکم ٹھہرایا ہے۔ وہ اس معنی سے بڑا نہیں کہ اس کے حدود و اطراف پھیلے ہوئے ہیں کہ جو اُسے مجسّم صورت میں بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور نہ اس اعتبار سے عظیم ہے کہ وہ جسامت میں انتہائی حدوں تک پھیلا ہوا ہے، بلکہ وہ شان و منزلت کے اعتبار سے بڑا ہے اور دبدبہ و اقتدار کے لحاظ سے عظیم ہے۔

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهُ الصَّفِيُّ، وَ اَمِيْنُهُ الرَّضِيُّ ﷺ اَرْسَلَهٗ بِوُجُوْبِ الْحُجَجِ، وَ ظُهُوْرِ الْفَلَجِ، وَ اِيْضَاحِ الْمَنْهَجِ، فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعًا بِهَا، وَ حَمَلَ عَلَى الْمَحَجَّةِ دَالًّا عَلَيْهَا، وَ اَقَامَ اَعْلَامَ الْاِهْتِدَآءِ وَ مَنَارَ الضِّيَآءِ، وَ جَعَلَ اَمْرَاسَ الْاِسْلَامِ مَتِيْنَةً، وَ عُرَا الْاِيْمَانِ وَثِيْقَةً.

[مِنْهَا:]

فِيْ صِفَةِ عَجِيْبِ خَلْقِ اَصْنَافٍ مِّنَ الْحَيَوَانِ

وَ لَوْ فَكَّرُوْا فِيْ عَظِيْمِ الْقُدْرَةِ، وَ جَسِيْمِ النِّعْمَةِ، لَرَجَعُوْۤا اِلَى الطَّرِيْقِ، وَ خَافُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ، وَ لٰكِنَّ الْقُلُوْبَ عَلِيْلَةٌ، وَ الْبَصَآئِرَ مَدْخُوْلَةٌ! اَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى صَغِيْرِ مَا خَلَقَ، كَيْفَ اَحْكَمَ خَلْقَهٗ، وَ اَتْقَنَ تَرْكِيْبَهٗ، وَ فَلَقَ لَهُ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ، وَ سَوّٰى لَهُ الْعَظْمَ وَ الْبَشَرَ!.

اُنْظُرُوْۤا اِلَى النَّمْلَةِ فِيْ صِغَرِ جُثَّتِهَا، وَ لَطَافَةِ هَيْئَتِهَا، لَا تَكَادُ تُنَالُ بِلَحْظِ الْبَصَرِ، وَ لَا بِمُسْتَدْرَكِ الْفِكَرِ، كَيْفَ دَبَّتْ عَلٰۤى اَرْضِهَا، وَ صُبَّتْ عَلٰى رِزْقِهَا، تَنْقُلُ الْحَبَّةَ اِلٰى جُحْرِهَا، وَ تُعِدُّهَا فِيْ مُسْتَقَرِّهَا، تَجْمَعُ فِيْ حَرِّهَا لِبَرْدِهَا، وَ فِيْ وُرُوْدِهَا

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے عبد اور برگزیدہ رسول اور پسندیدہ امین ہیں۔ خدا ان پر اور ان کے اہل بیتؑ پر رحمت فراواں نازل کرے۔ اللہ نے انہیں ناقابل انکار دلیلوں، واضح کامرانیوں اور راہ (شریعت) کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ آپؐ نے (حق کو باطل سے) چھانٹ کر اس کا پیغام پہنچایا، راہ حق دکھا کر اس پر لوگوں کو لگایا، ہدایت کے نشان اور روشنی کے مینار قائم کئے، اسلام کی رسیوں اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کیا۔

[اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

جس میں مختلف قسم کے جانوروں کی عجیب و غریب آفرینش کا ذکر فرمایا ہے

اگر لوگ اس کی عظیم الشان قدرتوں اور بلند پایہ نعمتوں میں غور و فکر کریں تو سیدھی راہ کی طرف پلٹ آئیں اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھانے لگیں، لیکن دل بیمار اور بصیرتیں کھوٹی ہیں۔ کیا وہ لوگ ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کہ جنہیں اس نے پیدا کیا ہے، نہیں دیکھتے کہ کیونکر ان کی آفرینش کو استحکام بخشا ہے اور ان کے جوڑ بند کو باہم استواری کے ساتھ ملایا ہے اور ان کیلئے کان اور آنکھ (کے سوراخ) کھولے ہیں اور ہڈی اور کھال کو (پوری مناسبت سے) درست کیا ہے۔

ذرا اس چیونٹی[1] کی طرف اس کی جسامت کے اختصار اور شکل و صورت کی باریکی کے عالم میں نظر کرو۔ اتنی چھوٹی کہ گوشۂ چشم سے بمشکل دیکھی جا سکے اور نہ فکروں میں سماتی ہے۔ دیکھو تو کیونکر زمین پر رینگتی پھرتی ہے اور اپنے رزق کی طرف لپکتی ہے اور دانے کو اپنے بل کی طرف لئے جاتی ہے اور اسے اپنے قیام گاہ میں مہیا رکھتی ہے اور گرمیوں میں جاڑے کے موسم کیلئے اور قوت و توانائی کے زمانے میں عجز و درماندگی کے دنوں کیلئے ذخیرہ اکٹھا کر لیتی ہے۔ اس کی روزی کا

لِصَدَرِهَا، مَكْفُوْلَةٌ بِرِزْقِهَا، مَرْزُوْقَةٌ بِوِفْقِهَا، لَا يُغْفِلُهَا الْمَنَّانُ، وَ لَا يَحْرِمُهَا الدَّيَّانُ، وَلَوْ فِي الصَّفَا الْيَابِسِ، وَ الْحَجَرِ الْجَامِسِ!.

وَ لَوْ فَكَّرْتَ فِيْ مَجَارِيْ اَكْلِهَا، وَ فِيْ عُلْوِهَا وَ سُفْلِهَا، وَ مَا فِي الْجَوْفِ مِنْ شَرَاسِيْفِ بَطْنِهَا، وَ مَا فِي الرَّاْسِ مِنْ عَيْنِهَا وَ اُذُنِهَا، لَقَضَيْتَ مِنْ خَلْقِهَا عَجَبًا، وَ لَقِيْتَ مِنْ وَّصْفِهَا تَعَبًا! فَتَعَالَى الَّذِيْۤ اَقَامَهَا عَلٰى قَوَآئِمِهَا، وَ بَنَاهَا عَلٰى دَعَآئِمِهَا! لَمْ يَشْرَكْهُ فِيْ فِطْرَتِهَا فَاطِرٌ، وَ لَمْ يُعِنْهُ فِيْ خَلْقِهَا قَادِرٌ.

وَ لَوْ ضَرَبْتَ فِيْ مَذَاهِبِ فِكْرِكَ لِتَبْلُغَ غَايَاتِهٖ، مَا دَلَّتْكَ الدَّلَالَةُ اِلَّا عَلٰۤى اَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ هُوَ فَاطِرُ النَّخْلَةِ، لِدَقِيْقِ تَفْصِيْلِ كُلِّ شَیْءٍ، وَ غَامِضِ اخْتِلَافِ كُلِّ حَيٍّ. وَ مَا الْجَلِيْلُ وَ اللَّطِيْفُ، وَ الثَّقِيْلُ وَ الْخَفِيْفُ، وَ الْقَوِيُّ وَ الضَّعِيْفُ، فِيْ خَلْقِهٖۤ اِلَّا سَوَآءٌ، وَ كَذٰلِكَ السَّمَآءُ وَ الْهَوَآءُ، وَ الرِّيَاحُ وَ الْمَآءُ.

فَانْظُرْ اِلَى الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ، وَ النَّبَاتِ وَ الشَّجَرِ، وَ الْمَآءِ وَ الْحَجَرِ، وَاخْتِلَافِ هٰذَا اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ، وَ تَفَجُّرِ هٰذِهِ الْبِحَارِ، وَ كَثْرَةِ هٰذِهِ الْجِبَالِ، وَ طُوْلِ هٰذِهِ الْقِلَالِ، وَ

ذمہ لیا جا چکا ہے اور اس کے مناسب حال رزق اسے پہنچتا رہتا ہے۔ خدائے کریم اس سے تغافل نہیں برتتا اور صاحب عطا وجزا اسے محروم نہیں رکھتا، اگر چہ وہ خشک پتھر اور جمے ہوئے سنگ خارا کے اندر کیوں نہ ہو۔

اگر تم اس کی غذا کی نالیوں اور اس کے بلند و پست حصوں اور اس کے خول میں پیٹ کی طرف جھکے ہوئے پسلیوں کے کناروں اور اس کے سر میں (چھوٹی چھوٹی) آنکھوں اور کانوں (کی ساخت) میں غور و فکر کرو گے تو اس کی آفرینش پر تمہیں تعجب ہوگا اور اس کا وصف کرنے میں تمہیں تعب اٹھانا پڑے گا۔ بلند و برتر ہے وہ کہ جس نے اس کو اس کے پیروں پر کھڑا کیا ہے اور ستونوں (اعضاء) پر اس کی بنیا د رکھی ہے۔ اس کے بنانے میں کوئی بنانے والا اس کا شریک نہیں ہوا ہے اور نہ اس کے پیدا کرنے میں کسی قادر و توانا نے اس کا ہاتھ بٹایا ہے۔

اگر تم سوچ بچار کی راہوں کو طے کرتے ہوئے اس کی آخری حد تک پہنچ جاؤ تو عقل کی رہنمائی تمہیں بس اس نتیجے پر پہنچائے گی کہ جو چیونٹی کا پیدا کرنے والا ہے وہی کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ہے، کیونکہ ہر چیز[2] کی تفصیل لطافت و باریکی لئے ہوئے ہے اور ہر ذی حیات کے مختلف اعضاء میں باریک ہی سا فرق ہے۔ اس کی مخلوقات میں بڑی اور چھوٹی، بھاری اور ہلکی، طاقتور اور کمزور چیزیں یکساں ہیں اور یونہی آسمان، فضا، ہوا اور پانی برابر ہیں۔

لہٰذا تم سورج، چاند، سبزے، درخت، پانی اور پتھر کی طرف دیکھو اور اس رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے اور ان دریاؤں کے جاری ہونے اور ان پہاڑوں کی بہتات اور ان چوٹیوں کی اُچان پر نگاہ دوڑاؤ اور ان نعمتوں اور قسم قسم کی زبانوں کے اختلاف پر نظر

تَفَرُّقِ هٰذِهِ اللُّغَاتِ، وَ الْاَلْسُنِ الْمُخْتَلِفَاتِ. فَالْوَيْلُ لِمَنْ جَحَدَ الْمُقَدِّرَ، وَ اَنْكَرَ الْمُدَبِّرَ! زَعَمُوْۤا اَنَّهُمْ كَالنَّبَاتِ مَا لَهُمْ زَارِعٌ، وَ لَا لِاخْتِلَافِ صُوَرِهِمْ صَانِعٌ، وَ لَمْ يَلْجَؤُوْا اِلٰى حُجَّةٍ فِيْمَا ادَّعَوْا، وَ لَا تَحْقِيْقٍ لِّمَاۤ اَوْعَوْا، وَ هَلْ يَكُوْنُ بِنَآءٌ مِّنْ غَيْرِ بَانٍ؟، اَوْ جِنَايَةٌ مِّنْ غَيْرِ جَانٍ؟!.

وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ فِى الْجَرَادَةِ، اِذْ خَلَقَ لَهَا عَيْنَيْنِ حَمْرَاوَيْنِ، وَ اَسْرَجَ لَهَا حَدَقَتَيْنِ قَمْرَاوَيْنِ، وَ جَعَلَ لَهَا السَّمْعَ الْخَفِيَّ، وَ فَتَحَ لَهَا الْفَمَ السَّوِيَّ، وَ جَعَلَ لَهَا الْحِسَّ الْقَوِيَّ، وَ نَابَيْنِ بِهِمَا تَقْرِضُ، وَ مِنْجَلَيْنِ بِهِمَا تَقْبِضُ، يَرْهَبُهَا الزُّرَّاعُ فِیْ زَرْعِهِمْ، وَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ذَبَّهَا، وَ لَوْ اَجْلَبُوْا بِجَمْعِهِمْ، حَتّٰى تَرِدَ الْحَرْثَ فِیْ نَزَوَاتِهَا، وَ تَقْضِیَ مِنْهُ شَهَوَاتِهَا، وَ خَلْقُهَا كُلُّهٗ لَا يَكُوْنُ اِصْبَعًا مُّسْتَدِقَّةً.

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِیْ يَسْجُدُ لَهٗ ﴿مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا﴾، وَ يُعَفِّرُ لَهٗ خَدًّا وَّ وَجْهًا، وَ يُلْقِیْ اِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ سِلْمًا وَّ ضَعْفًا، وَ يُعْطِیْ لَهُ الْقِيَادَ رَهْبَةً وَّ خَوْفًا!.

کرو۔ اس کے بعد افسوس ہے! ان پر کہ جو قضا و قدر کی مالک ذات اور نظم و انضباط کے قائم کرنے والی ہستی سے انکار کریں۔ انہوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ گھاس پھونس کی طرح خود بخود اُگ آئے ہیں۔ نہ ان کا کوئی بونے والا ہے اور نہ ان کی گونا گوں صورتوں کا کوئی بنانے والا ہے۔ انہوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں رکھی اور نہ سنی سنائی باتوں کی تحقیق کی ہے۔ (ذرا سوچو تو کہ) کیا کوئی عمارت بغیر بنانے والے کے ہوا کرتی ہے؟ اور کوئی جرم بغیر مجرم کے ہوتا ہے؟

اگر چاہو تو (چیونٹی کی طرح) ٹڈی[۳] کے متعلق بھی کچھ کہو کہ اس کیلئے لال بھبوکا دو آنکھیں پیدا کیں اور اس کی آنکھوں کے چاند سے دونوں حلقوں کے چراغ روشن کئے اور اس کیلئے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کان بنائے اور مناسب و معتدل منہ کا شگاف بنایا اور اس کے حس کو قوی اور تیز قرار دیا اور ایسے دو دانت بنائے کہ جن سے وہ (پتیوں کو) کاٹتی ہے اور درانتی کی طرح کے دو پیر دیئے کہ جن سے وہ (گھاس پات کو) پکڑتی ہے۔ کاشتکار اپنی زراعت کے بارے میں اس سے ہراساں رہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے جتھوں کو سمیٹ لیں، جب بھی اس ٹڈی دل کا ہنکانا ان کے بس میں نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ جست و خیز کرتا ہوا ان کی کھیتیوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ان سے اپنی خواہشوں کو پورا کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس کا جسم ایک باریک انگلی کے بھی برابر نہیں ہوتا۔

پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہر صورت سجدہ میں گرا ہوا ہے اور اس کیلئے رخسار اور چہرے کو خاک پر مل رہا ہے اور عجز و انکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے اور خوف و دہشت سے اپنی باگ ڈور اسے سونپے ہوئے ہے۔

فَالطَّيْرُ مُسَخَّرَةٌ لِاَمْرِهٖ، اَحْصٰى عَدَدَ الرِّيْشِ مِنْهَا وَ النَّفَسَ، وَ اَرْسٰى قَوَآئِمَهَا عَلَى النَّدٰى وَ الْيَبَسِ، وَ قَدَّرَ اَقْوَاتَهَا، وَ اَحْصٰى اَجْنَاسَهَا، فَهٰذَا غُرَابٌ وَّ هٰذَا عُقَابٌ، وَ هٰذَا حَمَامٌ وَّ هٰذَا نَعَامٌ، دَعَا كُلَّ طَآئِرٍ بِاسْمِهٖ، وَ كَفَلَ لَهٗ بِرِزْقِهٖ. وَ اَنْشَاَ ﴿السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾، فَاَهْطَلَ دِيَمَهَا، وَ عَدَّدَ قِسَمَهَا، فَبَلَّ الْاَرْضَ بَعْدَ جُفُوْفِهَا، وَ اَخْرَجَ نَبْتَهَا بَعْدَ جُدُوْبِهَا.

-----☆☆-----

پرندے اس کے حکم (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ ان کے پروں اور سانسوں کی گنتی تک کو جانتا ہے اور (ان میں سے کچھ کے) پیر تری پر اور (کچھ کے) خشکی پر جما دیئے ہیں اور ان کی روزیاں معین کر دی ہیں اور ان کے انواع و اقسام پر احاطہ رکھتا ہے کہ یہ کوا ہے اور یہ عقاب، یہ کبوتر ہے اور یہ شتر مرغ۔ اس نے ہر پرندے کو اس کے نام پر دعوت (وجود) دی اور ان کی روزی کا ذمہ لیا اور یہ بھاری بوجھل بادل پیدا کئے کہ جن سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور حصہ رسدی مختلف (سرزمینوں پر) انہیں بانٹ دیا اور زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد تر بتر کر دیا اور بنجر ہونے کے بعد اس سے (لہلہاتا ہوا) سبزہ اُگایا۔

--☆☆--

۱؎ ’’چیونٹی‘‘ بظاہر ایک حقیر سی مخلوق ہے اور جسامت کے اعتبار سے نہایت چھوٹی مگر قدرت نے شعور و احساس کی اتنی قوتیں اس میں ودیعت کی ہیں کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کے حسیات خصوصاً قوتِ شامہ بہت تیز ہوتی ہے۔ جہاں کہیں خوراک ہو یہ اپنے حاسہ کی مدد سے فوراً وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنے جسم سے بیس گنا زائد وزن اٹھا لیتی ہے اور جس چیز کو اکیلے نہیں اٹھا سکتی اسے اٹھانے کیلئے دوسری چیونٹیوں کو اطلاع کر دیتی ہے اور وہ سب مل کر اسے اٹھا لے جاتی ہیں۔ اگر دیوار یا بلندی پر چڑھنے سے بوجھ گر پڑتا ہے تو جتنی مرتبہ گرے اسے اٹھانے کیلئے پلٹتی ہیں۔ دھوپ ہو یا سایہ، گرمی ہو یا سردی، نہ ہمت ہارتی ہیں اور نہ محنت سے جی چراتی ہیں، ہمہ وقت طلب و تلاش میں لگی رہتی ہیں۔

یوں تو گرمی و سردی میں یکساں سعی و کاوش کا مظاہرہ کرتی ہیں مگر گرمیوں میں زیادہ سرگرم عمل رہتی ہیں تا کہ سردی اور برسات کیلئے اپنے بلوں میں اتنا ذخیرہ فراہم کر لیں جس سے ان کی گزر بسر ہو سکے۔ ان بلوں میں ٹیڑھے میڑھے راستے بناتی ہیں تا کہ بارش کے پانی سے تحفظ ہو سکے۔ اس غذا کی جمع آوری کے ساتھ اس کے بچاؤ کی بھی تمام تدابیر عمل میں لاتی ہیں۔ چنانچہ جب اس کے خراب یا متعفن ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اسے بلوں سے باہر نکال کر ہوا میں پھیلا دیتی ہیں اور سوکھ جانے کے بعد اسے پھر بلوں میں منتقل کر دیتی ہیں۔ یہ نقل و حمل عموماً چاندنی راتوں میں کرتی ہیں تا کہ دن کے وقت گزرنے والے کی وجہ سے ذخیرہ پامال نہ ہو اور اتنی روشنی بھی رہے کہ کام جاری رکھا جا سکے اور اگر زمین کی تری و رطوبت کی وجہ سے دانوں سے کونپلیں پھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو ہر دانے کے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں اور دھنیے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو بھی اگ آتا ہے اس لئے اس کے چار ٹکڑے کر دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ یہ اہتمام بھی کرتی ہیں کہ دانوں کی سطح پر بھوسے کے تنکے بچھا دیتی ہیں تا کہ زمین کے اندر کی نمی سے محفوظ رہیں۔

چیونٹیوں میں نظم وضبط سے رہنے، مل جل کر کام کرنے اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کا بھرپور جذبہ ہوتا ہے۔ ان میں کچھ کارکن ہوتی ہیں جو خوراک فراہم کرتی ہیں اور کچھ حفاظتی فریضہ انجام دیتی ہیں اور ایک ملکہ ہوتی ہے جو نگران کار ہوتی ہے۔ غرض یہ تمام کام تقسیم عمل اور نظم وضبط کے تحت انجام پاتے ہیں۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنے اندر ان تمام چیزوں کو سمیٹے ہوئے ہوگی جو بڑی سے بڑی چیز کے اندر پائی جاتی ہیں اور ہر ایک میں قدرت کی صنعت طرازی و کارسازی کی جھلک یکساں اور ہر ایک کی نسبت اس کی قوت وتوانائی کی طرف برابر ہوگی۔ خواہ وہ چیونٹی کی طرح چھوٹی ہو، یا درخت خرما کی طرح بڑی۔ ایسا نہیں کہ چھوٹی چیز کو بنانا سہل اور بڑی چیز کو پیدا کرنا اس کیلئے مشکل ہو۔ کیونکہ صورت، رنگ، حجم اور مقدار کا اختلاف صرف اس کی حکمت وتدبیر کی کارفرمائی کی بنا پر ہے، مگر اصل خلقت کے اعتبار سے ان میں کوئی تفاوت نہیں۔ لہٰذا خلقت وآفرینش کی یہ یک رنگی اس کے صانع کی وحدت و یکتائی کی دلیل ہے۔

۳۔ ''ٹڈی'' ایک مختصر جسامت کا جانور ہے۔ بچپنے میں اس کے پیر چھوٹے، ٹانگیں لمبی، سر بڑا اور دُم چھوٹی ہوتی ہے۔ جب بچپنے کا دور گزر جاتا ہے تو پَر بڑے اور جسم کی لمبائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ خوراک کی تلاش میں جتھا بنا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا رہتا ہے۔ اس پرواز سے اس کے جسم اور اعصاب پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور جسم قوی اور اعصاب مضبوط ہو جاتے ہیں، لیکن یہ دور اس کیلئے انتہائی پریشان کن ہوتا ہے، کیونکہ بھوک کی شدّت اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی۔ چنانچہ جب ٹڈی دل مل کر پرواز کرتا ہے تو جہاں کہیں سبزہ نظر آتا ہے بے تحاشا ٹوٹ پڑتا ہے اور مادہ اپنی دُم سے زمین میں سوراخ کر کے انڈے چھوڑ جاتی ہے جن سے بچے نکلتے ہیں اور جب ان کے جسم وجان میں توانائی آتی ہے تو اُڑنے لگتے ہیں۔

ان کا پھیلاؤ کبھی کبھی دو ہزار مربع میل تک پہنچ جاتا ہے اور ایک دن میں بارہ سو میل کی مسافت طے کر لیتے ہیں اور جدھر سے ہو کر گزرتے ہیں کھڑی کھیتیوں اور سبزہ زاروں کو اس طرح چاٹ جاتے ہیں کہ روئیدگی کا نام ونشان تک نہیں رہتا۔ یہ پرواز گرم خشک موسم میں ہوتی ہے اور جب تک موسم سازگار رہتا ہے پرواز جاری رہتی ہے۔ جب سخت سردی یا تیز آندھی انہیں منتشر کر دیتی ہے تو جماعتی زندگی کی کشمکش سے آزاد ہو کر تنہا رہ جاتے ہیں۔ یہ تنہائی کی زندگی ان کیلئے بڑی مطمئن زندگی ہوتی ہے۔ نہ انہیں بھوک ستاتی ہے اور نہ پرواز کی تعب ومشقت نڈھال کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۸٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي التَّوْحِيْدِ

وَ تَجْمَعُ هٰذِهِ الْخُطْبَةُ مِنْ اُصُوْلِ الْعِلْمِ مَا لَا تَجْمَعُهٗ خُطْبَةٌ (غَيْرُهَا)

مَا وَحَّدَهٗ مَنْ كَيَّفَهٗ، وَ لَا حَقِيْقَتَهٗ اَصَابَ مَنْ مَّثَّلَهٗ، وَ لَاۤ اِيَّاهُ عَنٰى مَنْ شَبَّهَهٗ، وَ لَا صَمَدَهٗ مَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ وَ تَوَهَّمَهٗ. كُلُّ مَعْرُوْفٍ بِنَفْسِهٖ مَصْنُوْعٌ، وَ كُلُّ قَآئِمٍ فِيْ سِوَاهُ مَعْلُوْلٌ.

فَاعِلٌ لَّا بِاضْطِرَابِ اٰلَةٍ، مُقَدِّرٌ لَّا بِجَوْلِ فِكْرَةٍ، غَنِيٌّ لَّا بِاسْتِفَادَةٍ. لَا تَصْحَبُهُ الْاَوْقَاتُ، وَ لَا تَرْفُدُهُ الْاَدَوَاتُ، سَبَقَ الْاَوْقَاتَ كَوْنُهٗ، وَ الْعَدَمَ وُجُوْدُهٗ، وَ الْاِبْتِدَآءَ اَزَلُهٗ.

بِتَشْعِيْرِهِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ اَنْ لَّا مَشْعَرَ لَهٗ، وَ بِمُضَادَّتِهٖ بَيْنَ الْاُمُوْرِ عُرِفَ اَنْ لَّا ضِدَّ لَهٗ، وَ بِمُقَارَنَتِهٖ بَيْنَ الْاَشْيَآءِ عُرِفَ اَنْ لَّا قَرِيْنَ لَهٗ. ضَادَّ النُّوْرَ بِالظُّلْمَةِ، وَ الْوُضُوْحَ بِالْبُهْمَةِ، وَ الْجُمُوْدَ بِالْبَلَلِ، وَ الْحَرُوْرَ بِالصَّرَدِ. مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا، مُقَارِنٌ بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا، مُقَرِّبٌ بَيْنَ مُتَبَاعِدَاتِهَا،

خطبہ (۱۸۴)

یہ خطبہ توحید کے متعلق ہے

اور علم و معرفت کی اتنی بنیادی باتوں پر مشتمل ہے کہ جن پر کوئی دوسرا خطبہ حاوی نہیں ہے:

جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اس نے اسے یکتا نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابل اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا اس نے اس کا رخ نہیں کیا۔ جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو وہ علت کا محتاج ہوگا۔

وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے۔ وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے، بغیر فکر کی جولانی کے۔ وہ تونگر و غنی ہے بغیر دوسروں سے استفادہ کئے۔ نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون و معین ہیں۔ اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر، اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہمیشگی نقطۂ آغاز سے بھی پہلے سے ہے۔

اس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلات شعور نہیں رکھتا اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں۔ اس نے نور کو ظلمت کی، روشنی کو اندھیرے کی، خشکی کو تری کی اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا، متضاد چیزوں کو ملانے والا، ایک دوسرے سے دور کی چیزوں کو باہم قریب لانے والا اور باہم پیوستہ چیزوں کو

مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا.

الگ الگ کرنے والا ہے۔

لَا يُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَ لَا يُحْسَبُ بِعَدٍّ، وَ اِنَّمَا تَحُدُّ الْاَدَوَاتُ اَنْفُسَهَا، وَ تُشِيْرُ الْاٰلَاتُ اِلٰى نَظَآئِرِهَا، مَنَعَتْهَا «مُنْذُ» الْقِدَمِيَّةَ، وَ حَمَتْهَا «قَدُ» الْاَزَلِيَّةَ، وَ جَنَّبَتْهَا «لَوْلَا» التَّكْمِلَةَ! بِهَا تَجَلّٰى صَانِعُهَا لِلْعُقُوْلِ، وَ بِهَا امْتَنَعَ عَنْ نَّظَرِ الْعُيُوْنِ.

وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قویٰ تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ انہیں لفظ ’’منذ‘‘ نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے اور لفظ ’’قد‘‘ نے ہمیشگی سے منع کر دیا ہے اور لفظ ’’لولا‘‘[1] نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔ انہی اعضاء و جوارح اور حواس و مشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدہ سے بری ہو گیا ہے۔

لَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ السُّكُوْنُ وَ الْحَرَكَةُ، وَ كَيْفَ يَجْرِيْ عَلَيْهِ مَا هُوَ اَجْرَاهُ، وَ يَعُوْدُ فِيْهِ مَا هُوَ اَبْدَاهُ، وَ يَحْدُثُ فِيْهِ مَا هُوَ اَحْدَثَهُ! اِذًا لَّتَفَاوَتَتْ ذَاتُهُ، وَ لَتَجَزَّاَ كُنْهُهُ، وَ لَامْتَنَعَ مِنَ الْاَزَلِ مَعْنَاهُ، وَ لَكَانَ لَهُ وَرَآءٌ اِذْ وُجِدَ لَهُ اَمَامٌ، وَ لَالْتَمَسَ التَّمَامَ اِذْ لَزِمَهُ النُّقْصَانُ. وَ اِذًا لَّقَامَتْ اٰيَةُ الْمَصْنُوْعِ فِيْهِ، وَ لَتَحَوَّلَ دَلِيْلًا بَعْدَ اَنْ كَانَ مَدْلُوْلًا عَلَيْهِ، وَ خَرَجَ بِسُلْطَانِ الْاِمْتِنَاعِ مِنْ اَنْ يُّؤَثِّرَ فِيْهِ مَا يُؤَثِّرُ فِيْ غَيْرِهٖ. الَّذِيْ لَا يَحُوْلُ وَ لَا يَزُوْلُ، وَ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ الْاُفُوْلُ.

حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو سکتے۔ بھلا جو چیز اس نے مخلوقات پر طاری کی ہو، وہ اس پر کیونکر طاری ہو سکتی ہے؟ اور جو چیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے وہ اس کی طرف عائد کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو وہ اس میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو اس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی اور اس کی ہستی قابل تجزیہ ٹھہرے گی اور اس کی حقیقت ہمیشگی و دوام سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر اس کیلئے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا اور اس صورت میں اس کے اندر مخلوق کی علامتیں آ جاتیں، اور جبکہ ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں اس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتا۔ حالانکہ وہ اس امر مسلّمہ کی رو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع ہے، اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ ادلتا بدلتا نہیں، نہ زوال پذیر ہوتا ہے، نہ غروب ہونا اس کیلئے روا ہے۔

لَمْ يَلِدْ فَيَكُوْنَ مَوْلُوْدًا، وَ لَمْ يُوْلَدْ

اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، ورنہ محدود ہو کر رہ

فَيَصِيْرَ مَحْدُوْدًا، جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ الْاَبْنَآءِ، وَ طَهُرَ عَنْ مُّلَامَسَةِ النِّسَآءِ. لَا تَنَالُهُ الْاَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهٗ، وَ لَا تَتَوَهَّمُهُ الْفِطَنُ فَتُصَوِّرَهٗ، وَ لَا تُدْرِكُهُ الْحَوَاسُّ فَتَحُسَّهٗ، وَ لَا تَلْمِسُهُ الْاَيْدِیْ فَتَمَسَّهٗ.

لَا يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَ لَا يَتَبَدَّلُ فِی الْاَحْوَالِ، وَ لَا تُبْلِيْهِ اللَّيَالِیْ وَ الْاَيَّامُ، وَ لَا يُغَيِّرُهُ الضِّيَآءُ وَ الظَّلَامُ، وَ لَا يُوْصَفُ بِشَیْءٍ مِّنَ الْاَجْزَآءِ، وَ لَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْاَعْضَآءِ، وَ لَا بِعَرَضٍ مِّنَ الْاَعْرَاضِ، وَ لَا بِالْغَيْرِيَّةِ وَ الْاَبْعَاضِ. وَ لَا يُقَالُ لَهٗ حَدٌّ وَّ لَا نِهَايَةٌ، وَ لَا انْقِطَاعٌ وَّ لَا غَايَةٌ، وَ لَاۤ اَنَّ الْاَشْيَآءَ تَحْوِيْهِ فَتُقِلَّهٗ اَوْ تُهْوِيَهٗ، اَوْ اَنَّ شَيْئًا يَّحْمِلُهٗ، فَيُمِيْلَهٗ اَوْ يُعَدِّلَهٗ. لَيْسَ فِی الْاَشْيَآءِ بِوَالِجٍ، وَ لَا عَنْهَا بِخَارِجٍ.

يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَّ لَهَوَاتٍ، وَ يَسْمَعُ لَا بِخُرُوْقٍ وَّ اَدَوَاتٍ، يَقُوْلُ وَ لَا يَلْفِظُ، وَ يَحْفَظُ وَ لَا يَتَحَفَّظُ، وَ يُرِيْدُ وَ لَا يُضْمِرُ. يُحِبُّ وَ يَرْضٰی مِنْ غَيْرِ رِقَّةٍ، وَ يُبْغِضُ وَ يَغْضَبُ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ.

يَقُوْلُ لِمَنْ اَرَادَ كَوْنَهٗ: ﴿كُنْ فَيَكُوْنُ۝﴾، لَا بِصَوْتٍ يَّقْرَعُ، وَ لَا بِنِدَآءٍ يُّسْمَعُ، وَ اِنَّمَا كَلَامُهٗ سُبْحَانَهٗ فِعْلٌ مِّنْهُ

جائے گا۔ وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے۔ تصوّرات اسے پا نہیں سکتے کہ اس کا اندازہ ٹھہرا لیں اور عقلیں اس کا تصور نہیں کر سکتیں کہ اس کی کوئی صورت مقرر کر لیں، حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اسے محسوس کر لیں اور ہاتھ اس سے مس نہیں ہو سکتے کہ اسے چھو لیں۔

وہ کسی حال میں بدلتا نہیں اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ نہ شب و روز اسے کہنہ کرتے ہیں، نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے۔ اسے اجزاء و جوارح، صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصوں سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کیلئے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہا نہیں جا سکتا اور نہ یہ کہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اسے بلند کریں اور خواہ پست، یا چیزیں اسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اسے اِدھر اُدھر موڑیں اور چاہے اسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے اندر ہے اور نہ ان سے باہر۔

وہ خبر دیتا ہے بغیر زبان اور تالو جبڑے کی حرکت کے، وہ سنتا ہے بغیر کانوں کے سوراخوں اور آلات سماعت کے، وہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے، وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے، وہ ارادہ کرتا ہے بغیر قلب اور ضمیر کے، وہ دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقت طبع کے، وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ کی تکلیف کے۔

جسے پیدا کرنا چاہتا ہے اسے ”ہو جا!“ کہتا ہے جس سے وہ ہو جاتی ہے، بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جا سکے۔ بلکہ اللہ سبحانہ کا کلام بس اس کا ایجاد کردہ

اَنْشَاَهٗ، وَ مِثْلُهٗ لَمْ يَكُنْ مِّنْ قَبْلِ ذٰلِكَ كَآئِنًا، وَلَوْ كَانَ قَدِيْمًا لَّكَانَ اِلٰهًا ثَانِيًا.

فعل ہے اوراس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہوسکتا اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔

لَا يُقَالُ: كَانَ بَعْدَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ، فَتَجْرِیَ عَلَيْهِ الصِّفَاتُ الْمُحْدَثَاتُ، وَ لَا يَكُوْنُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗ فَصْلٌ، وَ لَا لَهٗ عَلَيْهَا فَضْلٌ، فَيَسْتَوِیَ الصَّانِعُ وَ الْمَصْنُوْعُ، وَ يَتَكَافَاَ الْمُبْتَدَعُ وَالْبَدِيْعُ.

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجہ میں خالق ومخلوق ایک سطح پر آجائیں اور صانع ومصنوع برابر ہو جائیں۔

خَلَقَ الْخَلَآئِقَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ، وَ لَمْ يَسْتَعِنْ عَلٰى خَلْقِهَا بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ. وَ اَنْشَاَ الْاَرْضَ فَاَمْسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ، وَ اَرْسَاهَا عَلٰى غَيْرِ قَرَارٍ، وَ اَقَامَهَا بِغَيْرِ قَوَآئِمَ، وَ رَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَآئِمَ، وَ حَصَّنَهَا مِنَ الْاَوَدِ وَ الْاِعْوِجَاجِ، وَ مَنَعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ وَ الْاِنْفِرَاجِ، اَرْسٰى اَوْتَادَهَا، وَ ضَرَبَ اَسْدَادَهَا، وَ اسْتَفَاضَ عُيُوْنَهَا، وَ خَدَّ اَوْدِيَتَهَا، فَلَمْ يَهِنْ مَا بَنَاهُ، وَ لَا ضَعُفَ مَا قَوَّاهُ.

اس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو اور اس کے بنانے میں اس نے مخلوقات میں سے کسی ایک سے بھی مدد نہیں چاہی۔ وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں الجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر ٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا اور بغیر ستونوں کے اس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا، کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اسے بچائے رہا۔ اس کے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے نصب کیا، اس کے چشموں کو جاری اور پانی کی گزرگاہوں کو شگافتہ کیا۔ اس نے جو بنایا اس میں کوئی سستی نہ آئی اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔

هُوَ الظَّاهِرُ عَلَيْهَا بِسُلْطَانِهٖ وَ عَظَمَتِهٖ، وَ هُوَ الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهٖ وَ مَعْرِفَتِهٖ، وَ الْعَالِیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مِّنْهَا بِجَلَالِهٖ وَ عِزَّتِهٖ. لَا يُعْجِزُهٗ شَیْءٌ مِّنْهَا طَلَبَهٗ، وَ لَا يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهٗ، وَ لَا يَفُوْتُهُ السَّرِيْعُ مِنْهَا فَيَسْبِقَهٗ، وَ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى ذِیْ مَالٍ

وہ اپنی عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی بدولت اس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال و عزت کے سبب سے اس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ وہ جس چیز کا اس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اس کی دسترس سے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے روگردانی کر کے اس پر غالب آسکتی ہے اور نہ کوئی تیز رو اس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اس سے بڑھ جائے اور نہ وہ کسی مالدار کا محتاج ہے

فَيَرْزُقَهٗ.

خَضَعَتِ الْاَشْيَآءُ لَهٗ، وَ ذَلَّتْ مُسْتَكِيْنَةً لِّعَظَمَتِهٖ، لَا تَسْتَطِيْعُ الْهَرَبَ مِنْ سُلْطَانِهٖ اِلٰى غَيْرِهٖ فَتَمْتَنِعَ مِنْ نَّفْعِهٖ وَ ضَرِّهٖ، وَ لَا كُفُوَ لَهٗ فَيُكَافِئَهٗ، وَ لَا نَظِيْرَ لَهٗ فَيُسَاوِيَهٗ. هُوَ الْمُفْنِیْ لَهَا بَعْدَ وُجُوْدِهَا، حَتّٰى يَصِيْرَ مَوْجُوْدُهَا كَمَفْقُوْدِهَا. وَ لَيْسَ فَنَآءُ الدُّنْيَا بَعْدَ ابْتِدَاعِهَا بِاَعْجَبَ مِنْ اِنْشَآئِهَا وَ اخْتِرَاعِهَا، وَ كَيْفَ وَ لَوِ اجْتَمَعَ جَمِيْعُ حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَ بَهَآئِمِهَا، وَ مَا كَانَ مِنْ مُّرَاحِهَا وَ سَآئِمِهَا، وَ اَصْنَافِ اَسْنَاخِهَا وَ اَجْنَاسِهَا، وَ مُتَبَلِّدَةِ اُمَمِهَا وَ اَكْيَاسِهَا، عَلٰۤى اِحْدَاثِ بَعُوْضَةٍ، مَا قَدَرَتْ عَلٰۤى اِحْدَاثِهَا، وَ لَا عَرَفَتْ كَيْفَ السَّبِيْلُ اِلٰۤى اِيْجَادِهَا، وَ لَتَحَيَّرَتْ عُقُوْلُهَا فِیْ عِلْمِ ذٰلِكَ وَ تَاهَتْ، وَ عَجَزَتْ قُوَاهَا وَ تَنَاهَتْ، وَ رَجَعَتْ خَاسِئَةً حَسِيْرَةً، عَارِفَةً بِاَنَّهَا مَقْهُوْرَةٌ، مُقِرَّةً بِالْعَجْزِ عَنْ اِنْشَآئِهَا، مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ اِفْنَآئِهَا!.

وَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَعُوْدُ بَعْدَ فَنَآءِ الدُّنْيَا وَحْدَهٗ لَا شَیْءَ مَعَهٗ، كَمَا كَانَ قَبْلَ

کہ وہ اسے روزی دے۔

تمام چیزیں اس کے سامنے عاجز اور اس کی بزرگی و عظمت کے آگے ذلیل و خوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و عطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ لیں۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اُتر سکے، نہ اس کا کوئی مثل و نظیر ہے جو اُس سے برابری کر سکے۔ وہی ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے، یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (و دشوار) نہیں اور کیونکر ایسا ہو سکتا ہے جبکہ تمام حیوان، وہ پرندے ہوں یا چوپائے، رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں یا چراگاہوں میں چرنے والے، جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں وہ اور تمام آدمی، کودن و غبی صنف سے ہوں یا زیرک و ہوشیار، سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت ہے اور اس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران و سرگرداں اور قوتیں عاجز و درماندہ ہو جائیں گی اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں، خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے۔

بلا شبہ اللہ سبحانہ دنیا کے مٹ مٹا جانے کے بعد ایک اکیلا ہوگا، کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ جس طرح کہ دنیا کی

ابْتِدَآئِهَا، كَذٰلِكَ يَكُوْنُ بَعْدَ فَنَآئِهَا، بِلَا وَقْتٍ وَّ لَا مَكَانٍ، وَ لَا حِيْنٍ وَّ لَا زَمَانٍ، عُدِمَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ الْاٰجَالُ وَ الْاَوْقَاتُ، وَ زَالَتِ السِّنُوْنَ وَ السَّاعَاتُ، فَلَا شَیْءَ اِلَّا الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِیْ اِلَيْهِ مَصِيْرُ جَمِيْعِ الْاُمُوْرِ، بِلَا قُدْرَةٍ مِّنْهَا كَانَ ابْتِدَآءُ خَلْقِهَا، وَ بِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِّنْهَا كَانَ فَنَآؤُهَا، وَ لَوْ قَدَرَتْ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ لَدَامَ بَقَآؤُهَا.

ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا، یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہو گا۔ اس وقت مدتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی سوائے اس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے، کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ان کی آفرینش کی ابتدا ان کے اختیار وقدرت سے باہر تھی اور ان کا فنا ہونا بھی ان کی روک ٹوک کے بغیر ہو گا۔اگر ان کو انکار پر قدرت ہوتی تو ان کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی۔

لَمْ يَتَكَآءَدْهُ صُنْعُ شَیْءٍ مِّنْهَآ اِذْ صَنَعَهٗ، وَ لَمْ يَؤُدْهُ مِنْهَا خَلْقُ مَا خَلَقَهٗ وَ بَرَاَهٗ، وَ لَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيْدِ سُلْطَانٍ، وَ لَا لِخَوْفٍ مِّنْ زَوَالٍ وَ نُقْصَانٍ، وَ لَا لِلْاِسْتِعَانَةِ بِهَا عَلٰى نِدٍّ مُّكَاثِرٍ، وَ لَا لِلْاِحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُّثَاوِرٍ، وَ لَا لِلْاِزْدِيَادِ بِهَا فِیْ مُلْكِهٖ، وَ لَا لِمُكَاثَرَةِ شَرِيْكٍ فِیْ شِرْكِهٖ، وَ لَا لِوَحْشَةٍ كَانَتْ مِنْهُ، فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَاْنِسَ اِلَيْهَا. ثُمَّ هُوَ يُفْنِيْهَا بَعْدَ تَكْوِيْنِهَا، لَا لِسَاَمٍ دَخَلَ عَلَيْهِ فِیْ تَصْرِيْفِهَا وَ تَدْبِيْرِهَا، وَ لَا لِرَاحَةٍ وَّاصِلَةٍ اِلَيْهِ، وَ لَا لِثِقَلِ شَیْءٍ مِّنْهَا عَلَيْهِ.

جب اس نے کسی چیز کو بنایا تو اس کے بنانے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور نہ جس چیز کو اس نے خلق و ایجاد کیا اس کی آفرینش نے اسے خستہ و درماندہ کیا۔ اس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور (مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات (سے بچنے) اور کسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد حاصل کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک و سلطنت کا دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے مقابلہ میں اپنی کثرت پر اترانے کیلئے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا اور نہ اس لئے کہ اُس نے (تنہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کر دے گا، اس لئے نہیں کہ ان میں ردّ و بدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اس آسودگی و راحت کے خیال سے کہ جو (انہیں مٹا کر) اسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو۔

لَا يُمِلُّهٗ طُوْلُ بَقَآئِهَا فَيَدْعُوَهٗ اِلٰى سُرْعَةِ

اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزردہ و دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ

اِفْنَآئِهَا، لٰكِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهٖ، وَ اَمسَكَهَا بِاَمْرِهٖ، وَ اَتْقَنَهَا بِقُدْرَتِهٖ. ثُمَّ يُعِيْدُهَا بَعْدَ الْفَنَآءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِّنْهُ اِلَيْهَا، وَ لَا اسْتِعَانَةٍ بِشَیْءٍ مِّنْهَا عَلَيْهَا، وَ لَا لِانْصِرَافٍ مِّنْ حَالِ وَحْشَةٍ اِلٰى حَالِ اسْتِئْنَاسٍ، وَ لَا مِنْ حَالِ جَهْلٍ وَّ عَمًى اِلٰى حَالِ عِلْمٍ وَّ الْتِمَاسٍ، وَ لَا مِنْ فَقْرٍ وَّ حَاجَةٍ اِلٰى غِنًى وَّ كَثْرَةٍ، وَ لَا مِنْ ذُلٍّ وَّضَعَةٍ اِلٰى عِزٍّ وَ قُدْرَةٍ.

-----☆☆-----

انہیں جلدی سے فنا کر دینے کی اسے دعوت دے، بلکہ اللہ سبحانہ نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا، نہ اس لئے کہ ان میں سے کسی چیز کی اسے احتیاج ہے اور ان کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی الجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کیلئے اور جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت اور تجربات کی دنیا میں آنے کیلئے اور فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور ذلت و پستی سے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کیلئے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔

--☆☆--

؎۱ مطلب یہ ہے کہ لفظ «مُنْذُ»، «قَدْ»، اور «لَوْلَا» جن معانی کیلئے وضع ہیں وہ قدیم و ازلی و کامل ہونے کے منافی ہیں، لہٰذا ان کا اشیاء سے متعلق ہونا ان کے حادث و ناقص ہونے کی دلیل ہوگا۔ وہ اس طرح کہ «مُنْذُ» ابتدائے زمانہ کی تعیین کیلئے وضع ہے، جیسے: «قَدْ وُجِدَ مُنْذُ كَذَا»: ''یہ چیز فلاں وقت سے پائی جاتی ہے''۔ اس سے وقت کی تعیین و حد بندی ہوگئی اور جس کیلئے تحدید وقت ہو سکے وہ قدیم نہیں ہو سکتی اور لفظ «قَدْ» ماضی قریب کے معنی دیتا ہے اور یہ معنی اسی میں ہو سکتے ہیں جو زمانہ میں محدود ہو اور «لَوْلَا» کی وضع «اِمْتِنَاعُ الشَّیْءِ لِوُجُوْدِ غَيْرِهٖ» کیلئے ہے، جیسے: «مَاۤ اَحْسَنَهٗ وَ اَكْمَلَهٗ لَوْلَا فِيْهِ كَذَا»: ''یہ چیز کتنی حسین و کامل ہوتی اگر اس میں یہ بات نہ ہوتی''، لہٰذا جس سے یہ متعلق ہوگا وہ حسن و کمال میں دوسرے کا محتاج اور اپنی ذات میں ناقص ہوگا۔

☆☆☆☆☆

(۱۸۵) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَخْتَصُّ بِذِكْرِ الْمَلَاحِمِ

اَلَا بِاَبِیْ وَ اُمِّیْ، هُمْ مِنْ عِدَّةٍ اَسْمَآؤُهُمْ فِی السَّمَآءِ مَعْرُوْفَةٌ وَّ فِی الْاَرْضِ مَجْهُوْلَةٌ. اَلَا فَتَوَقَّعُوْا مَا یَكُوْنُ مِنْ اِدْبَارِ اُمُوْرِكُمْ، وَ انْقِطَاعِ وُصَلِكُمْ، وَ اسْتِعْمَالِ صِغَارِكُمْ:

ذَاكَ حَیْثُ تَكُوْنُ ضَرْبَةُ السَّیْفِ عَلَی الْمُؤْمِنِ اَهْوَنَ مِنَ الدِّرْهَمِ مِنْ حِلِّهٖ! ذَاكَ حَیْثُ یَكُوْنُ الْمُعْطٰی اَعْظَمَ اَجْرًا مِّنَ الْمُعْطِیْ! ذَاكَ حَیْثُ تَسْكَرُوْنَ مِنْ غَیْرِ شَرَابٍ، بَلْ مِنَ النِّعْمَةِ وَ النَّعِیْمِ، وَ تَحْلِفُوْنَ مِنْ غَیْرِ اضْطِرَارٍ، وَ تَكْذِبُوْنَ مِنْ غَیْرِ اِحْرَاجٍ، ذَاكَ اِذَا عَضَّكُمُ الْبَلَآءُ كَمَا یَعَضُّ الْقَتَبُ غَارِبَ الْبَعِیْرِ. مَاۤ اَطْوَلَ هٰذَا الْعَنَآءَ، وَ اَبْعَدَ هٰذَا الرَّجَآءَ!.

اَیُّهَا النَّاسُ! اَلْقُوْا هٰذِهِ الْاَزِمَّةَ الَّتِیْ تَحْمِلُ ظُهُوْرُهَا الْاَثْقَالَ مِنْ اَیْدِیْكُمْ، وَ لَا تَصَدَّعُوْا عَلٰی سُلْطَانِكُمْ فَتَذُمُّوْا غِبَّ فِعَالِكُمْ، وَ لَا تَقْتَحِمُوْا مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ فَوْرِ نَارِ الْفِتْنَةِ، وَ اَمِیْطُوْا عَنْ سَنَنِهَا، وَ خَلُّوْا قَصْدَ السَّبِیْلِ لَهَا: فَقَدْ لَعَمْرِیْ یَهْلِكُ فِیْ لَهَبِهَا الْمُؤْمِنُ، وَ یَسْلَمُ فِیْهَا غَیْرُ الْمُسْلِمِ.

خطبه (۱۸۵)

یہ حوادث وفتن کے ذکر سے مخصوص ہے

ہاں! میرے ماں باپ ان گنتی کے چند افراد پر قربان ہوں جن کے نام آسمانوں میں جانے پہچانے ہوئے اور زمین میں انجانے ہیں۔ لہٰذا اس صورت حال کے متوقع رہو کہ تمہیں مسلسل ناکامیاں ہوتی رہیں اور تمہارے تعلقات درہم برہم ہوں اور تم میں کے چھوٹے برسر کار نظر آئیں۔

یہ وہ ہنگام ہوگا کہ جب مومن کیلئے بطریق حلال ایک درہم حاصل کرنے سے تلوار کا وار کھانا آسان ہوگا۔ وہ وہ وقت[1] ہوگا جب لینے والے (فقیر بے نوا) کا اجر وثواب دینے والے اغنیاء سے بڑھا ہوا ہو گا۔ یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب تم مست وسرشار ہوگے، شراب سے نہیں بلکہ عیش وآرام سے اور بغیر کسی مجبوری کے (بات بات پر) قسمیں کھاؤ گے اور بغیر کسی لاچاری کے جھوٹ بولو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ جب مصیبتیں تمہیں اس طرح کاٹیں گی جس طرح اونٹ کی کوہان کو پالان۔ (آہ) ان سختیوں کی مدت کتنی دراز اور اس سے (چھٹکارا پانے کی) امیدیں کتنی دور ہیں۔

اے لوگو! ان سواروں کی باگیں اتار پھینکو کہ جن کی پشت نے تمہارے ہاتھوں گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہیں، اپنے حاکم سے کٹ کر علیحدہ نہ ہو جاؤ، ورنہ اپنی بداعمالیوں کے انجام میں اپنے ہی نفسوں کو برا بھلا کہو گے اور جو آتش فتنہ تمہارے آگے شعلہ ور ہے اس میں اندھا دھند کود نہ پڑو، اس کی راہ سے مڑ کر چلو اور درمیانی راہ کو اس کیلئے خالی کر دو، کیونکہ میری جان کی قسم! یہ وہ آگ ہے کہ مومن اس کی لپٹوں میں تباہ وبرباد اور کافر اس میں سالم ومحفوظ رہے گا۔

اِنَّمَا مَثَلِيْ بَيْنَكُمْ مَثَلُ السِّرَاجِ فِي الظُّلْمَةِ، يَسْتَضِيْٓءُ بِهٖ مَنْ وَّلَجَهَا. فَاسْمَعُوْا اَيُّهَا النَّاسُ وَ عُوْا، وَ اَحْضِرُوْٓا اٰذَانَ قُلُوْبِكُمْ تَفْهَمُوْا.

-----☆☆-----

تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے، جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو، وہ اس سے روشنی حاصل کرے۔ اے لوگو! سنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول کر) سامنے لاؤ، تاکہ سمجھ سکو۔

--☆☆--

ؔ اس دور میں دینے والے مالدار سے، لینے والے فقیر و نادار کا اجر و ثواب اس لئے زیادہ ہوگا کہ مالدار کے اکتساب رزق کے ذرائع ناجائز و حرام ہوں گے اور وہ جو کچھ دے گا اس میں نمود و رِیا اور شہرت و نمائش مقصود ہوگی جس کی وجہ سے وہ کسی اجر کا مستحق نہ ہوگا اور غریب لے گا تو اپنی غربت و بے چارگی سے مجبور ہو کر اور اسے صحیح مصرف میں صرف کرنے سے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

شارح معتزلی نے اس کے ایک اور معنی بھی تحریر کئے ہیں اور وہ یہ کہ: اگر وہ مال دولتمند کے پاس رہتا اور یہ فقیر اسے نہ لیتا تو وہ حسب معمول اسے بھی حرام کاریوں اور عیش پرستیوں میں صرف کرتا اور چونکہ اس کا لے لینا بظاہر اس کے مصرفِ ناجائز میں صرف کرنے سے سدِ راہ ہوا ہے، لہٰذا اس برے مصرف کی روک تھام کی وجہ سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

☆☆☆☆☆

(١٨٦) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اُوْصِيْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ! بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ كَثْرَةِ حَمْدِهٖ عَلٰۤى اٰلَآئِهٖۤ اِلَيْكُمْ، وَ نَعْمَآئِهٖ عَلَيْكُمْ، وَ بَلَآئِهٖ لَدَيْكُمْ. فَكَمْ خَصَّكُمْ بِنِعْمَةٍ، وَ تَدَارَكَكُمْ بِرَحْمَةٍ! اَعْوَرْتُمْ لَهٗ فَسَتَرَكُمْ، وَ تَعَرَّضْتُمْ لِاَخْذِهٖ فَاَمْهَلَكُمْ!.

وَ اُوْصِيْكُمْ بِذِكْرِ الْمَوْتِ، وَ اِقْلَالِ الْغَفْلَةِ عَنْهُ، وَ كَيْفَ غَفْلَتُكُمْ عَمَّا لَيْسَ يُغْفِلُكُمْ، وَ طَمَعُكُمْ فِيْمَنْ لَّيْسَ يُمْهِلُكُمْ! فَكَفٰى وَاعِظًا بِمَوْتٰى عَايَنْتُمُوْهُمْ، حُمِلُوْۤا اِلٰى قُبُوْرِهِمْ غَيْرَ رَاكِبِيْنَ، وَ اُنْزِلُوْا فِيْهَا غَيْرَ نَازِلِيْنَ، فَكَاَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا لِلدُّنْيَا عُمَّارًا، وَ كَاَنَّ الْاٰخِرَةَ لَمْ تَزَلْ لَهُمْ دَارًا، اَوْحَشُوْا مَا كَانُوْا يُوْطِنُوْنَ، وَاَوْطَنُوْا مَا كَانُوْا يُوْحِشُوْنَ، وَ اشْتَغَلُوْا بِمَا فَارَقُوْا، وَ اَضَاعُوْا مَاۤ اِلَيْهِ انْتَقَلُوْا. لَا عَنْ قَبِيْحٍ يَسْتَطِيْعُوْنَ انْتِقَالًا، وَ لَا فِيْ حَسَنٍ يَّسْتَطِيْعُوْنَ ازْدِيَادًا، اَنِسُوْا بِالدُّنْيَا فَغَرَّتْهُمْ، وَ وَثِقُوْا بِهَا فَصَرَعَتْهُمْ.

خطبه (١٨٦)

اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی ان نعمتوں پر جو اس نے تمہیں دیں اور ان انعامات پر جو تمہیں بخشے اور ان احسانات پر جو تم پر ہمیشہ کئے ہیں، بکثرت حمد و ستائش کی نصیحت کرتا ہوں۔ کتنا ہی اس نے تمہیں اپنی نعمتوں کیلئے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمہاری دستگیری کی۔ تم نے علانیہ برائیاں کیں لیکن اس نے تمہاری پردہ پوشی کی، تم نے ایسی حرکتیں کیں جو قابل گرفت تھیں مگر اس نے تمہیں ڈھیل دی۔

میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ موت کو یاد رکھو اور اس سے اپنی غفلت کو کم کرو اور آخر کیونکر تم اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو جو تم سے غافل نہیں اور کیونکر اس (فرشتہ موت) سے کوئی آس لگاتے ہو جو تمہیں ذرا مہلت نہ دے گا۔ تمہیں پند و عبرت دینے کیلئے وہی مرنے والے کافی ہیں کہ جنہیں تم دیکھتے رہے ہو، انہیں (کندھوں پر) لاد کر قبروں کی طرف لے جایا گیا، درآنحالیکہ وہ خود سوار نہیں ہو سکتے اور انہیں قبروں میں اتار دیا گیا جبکہ وہ خود اترنے پر قادر نہ تھے۔ (یوں مٹ مٹا گئے کہ) گویا یہ کبھی دنیا میں بسے ہوئے تھے ہی نہیں اور گویا یہی آخرت (کا گھر) ان کا ہمیشہ سے گھر تھا۔ جسے وطن بنایا تھا اسے سنسان چھوڑ گئے اور جس سے وحشت کھایا کرتے تھے وہاں اب جا کر سکونت اختیار کرنا پڑی۔ ہمیشہ اسکا انتظام کیا جسے چھوڑنا تھا اور وہاں کی کوئی فکر نہیں کی جہاں جانا تھا۔ (اب) نہ تو برائیوں سے (توبہ کر کے) پلٹنا ان کے بس میں ہے اور نہ نیکیوں کو بڑھانا ان کے اختیار میں ہے۔ انہوں نے دنیا سے دل لگایا تو اس نے انہیں فریب دیا اور اس پر بھروسا کیا تو اس نے انہیں پچھاڑ دیا۔

فَسَابِقُوْا ـ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ـ اِلٰى مَنَازِلِكُمُ الَّتِیْۤ اُمِرْتُمْ اَنْ تَعْمُرُوْهَا، وَ الَّتِیْ رُغِّبْتُمْ فِیْهَا، وَ دُعِیْتُمْ اِلَیْهَا. وَ اسْتَتِمُّوْا نِعَمَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلٰى طَاعَتِهٖ، وَ الْمُجَانَبَةِ لِمَعْصِیَتِهٖ، فَاِنَّ غَدًا مِّنَ الْیَوْمِ قَرِیْبٌ. مَاۤ اَسْرَعَ السَّاعَاتِ فِی الْیَوْمِ، وَ اَسْرَعَ الْاَیَّامَ فِی الشَّهْرِ، وَ اَسْرَعَ الشُّهُوْرَ فِی السَّنَةِ، وَ اَسْرَعَ السِّنِیْنَ فِی الْعُمُرِ!.

خدا تم پر رحم کرے! ان گھروں کی طرف توجہ میں جلدی کرو جن کے آباد کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جن کا تمہیں شوق دلایا گیا ہے اور جن کی جانب تمہیں بلایا گیا ہے۔ اس کی اطاعت پر صبر اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے اس کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ، کیونکہ آنے والا ”کل“ آج کے دن سے قریب ہے۔ دن کے اندر گھڑیاں کتنی تیز قدم اور مہینوں کے اندر دن کتنے تیز رو اور سالوں کے اندر مہینے کتنے تیز گام اور عمر کے اندر سال کتنے تیز رفتار ہیں۔

--☆☆--

(۱۸۷) وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۸۷)

فَمِنَ الْاِیْمَانِ مَا یَكُوْنُ ثَابِتًا مُّسْتَقِرًّا فِی الْقُلُوْبِ، وَ مِنْهُ مَا یَكُوْنُ عَوَارِیَ بَیْنَ الْقُلُوْبِ وَ الصُّدُوْرِ، اِلٰۤى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ، فَاِذَا كَانَتْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ مِّنْ اَحَدٍ فَقِفُوْهُ حَتّٰى یَحْضُرَهُ الْمَوْتُ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ یَقَعُ حَدُّ الْبَرَآءَةِ.

ایک ایمان تو وہ ہوتا ہے جو دلوں میں جما ہوا اور برقرار ہوتا ہے اور ایک وہ کہ جو دلوں اور سینے (کی تہوں) میں ایک مقرر مدت تک عاریۃً ہوتا ہے، لہٰذا اگر کسی ایک میں تمہیں کوئی برائی ایسی نظر آئے کہ جس سے تمہیں اظہار بیزاری کرنا پڑے تو اسے اس وقت تک موقوف رکھو کہ اس شخص کو موت آجائے کہ اس موقعہ پر اظہار بیزاری اپنی حد پر واقع ہوگی۔

وَ الْهِجْرَةُ قَآئِمَةٌ عَلٰى حَدِّهَا الْاَوَّلِ، مَا كَانَ لِلّٰهِ فِیْۤ اَهْلِ الْاَرْضِ حَاجَةٌ مِّنْ مُّسْتَسِرِّ الْاُمَّةِ وَ مُعْلِنِهَا، لَا یَقَعُ اسْمُ الْهِجْرَةِ عَلٰۤى اَحَدٍ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْحُجَّةِ فِی الْاَرْضِ، فَمَنْ عَرَفَهَا وَ اَقَرَّ بِهَا فَهُوَ مُهَاجِرٌ، وَ لَا یَقَعُ اسْمُ الْاِسْتِضْعَافِ عَلٰى مَنْ بَلَغَتْهُ الْحُجَّةُ فَسَمِعَتْهَاۤ اُذُنُهٗ وَ وَعَاهَا قَلْبُهٗ.

ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرار ہے۔ اہل زمین میں کوئی گروہ چھپکے سے خدا کا راستہ اختیار کر لے یا علانیہ، بہرحال اللہ کو اس کی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ زمین میں حجّت خدا کی معرفت کے بغیر کسی ایک کو بھی صحیح معنی میں مہاجر نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں جو اسے پہچانے اور اس کا اقرار کرے وہی مہاجر ہے اور جس تک حجّت (الٰہیہ) کی خبر پہنچے کہ اس کے کان سن لیں اور دل محفوظ کر لیں تو اسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنیٰ ہیں) داخل نہیں سمجھا جا سکتا۔

اِنَّ اَمْرَنَا صَعْبٌ مُّسْتَصْعَبٌ، لَا يَحْمِلُهٗۤ اِلَّا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ امْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ، وَ لَا يَعِيْ حَدِيْثَنَاۤ اِلَّا صُدُوْرٌ اَمِيْنَةٌ، وَ اَحْلَامٌ رَزِيْنَةٌ.

بلا شبہ ہمارا معاملہ ایک امر مشکل و دشوار ہے جس کا متحمل وہی بندہ مومن ہوگا کہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان کیلئے پرکھ لیا ہو اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانتدار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں۔

اَيُّهَا النَّاسُ! سَلُوْنِيْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ، فَلَاَنَا بِطُرُقِ السَّمَآءِ اَعْلَمُ مِنِّيْ بِطُرُقِ الْاَرْضِ، قَبْلَ اَنْ تَشْغَرَ بِرِجْلِهَا فِتْنَةٌ تَطَاُ فِيْ خِطَامِهَا وَ تَذْهَبُ بِاَحْلَامِ قَوْمِهَا.

اے لوگو! مجھے کھو دینے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو اور میں زمین کی راہوں[1] سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں، قبل اس کے کہ وہ فتنہ اپنے پیروں کو اٹھائے جو مہار کو بھی اپنے پیروں کے نیچے روندرہا ہو اور جس نے لوگوں کی عقلیں زائل کر دی ہوں۔

-----☆☆-----

[1] امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کی بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ زمین کی راہوں سے مراد امورِ دنیا اور آسمان کے راستوں سے مراد احکام شرعیہ ہیں اور حضرتؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ امورِ دنیا سے زائد احکام شرعیہ و فتاویٰ فقہیہ کے واقف ہیں۔ چنانچہ ابن میثم تحریر کرتے ہیں کہ:

نُقِلَ عَنِ الْاِمَامِ الْوَبَرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ: اَرَادَ اَنَّ عِلْمَهٗ بِالدِّيْنِ اَوْفَرُ مِنْ عِلْمِهٖ بِالدُّنْيَا.

امام وبری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ: حضرتؑ کا اس سے مقصد یہ ہے کہ ان کے دینی معلومات کا دائرہ دنیوی معلومات سے وسیع تر ہے۔[1]

لیکن سیاق و سباق کلام کو دیکھتے ہوئے یہ معنی صحیح نہیں قرار دیئے جا سکتے، کیونکہ یہ جملہ (فَلَاَنَا بِطُرُقِ السَّمَآءِ اَعْلَمُ مِنِّيْ بِطُرُقِ الْاَرْضِ)، «سَلُوْنِيْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ» کی علت کے طور پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد فتنہ انگیزی کی پیشین گوئی ہے اور ان دونوں جملوں کے درمیان یہ قول کہ میں امور دنیا سے زیادہ احکام شرعیہ سے واقف ہوں کلام کو بے ربط بنا دیتا ہے۔ کیونکہ حضرتؑ کا دعویٰ ”جو چاہو پوچھ لو“ احکام شرعیہ تک محدود نہیں ہے کہ یہ جملہ اس کی علت قرار پا سکے اور پھر اس کے بعد فتنہ کے اُٹھ کھڑے ہونے کی جو پیشین گوئی کی ہے اسے مسائل شرعیہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے کہ اسے امور دنیا سے علوم دینیہ کے زیادہ جاننے کے ثبوت میں پیش کیا جائے۔

لہٰذا الفاظ کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے ایسی تاویل کرنا کہ جس کا مورد و محل متحمل نہ ہو سکے کسی صحیح جذبہ کی ترجمانی نہیں کرتا، جبکہ سیاق و سباق کے اعتبار سے وہی معنی درست بیٹھتے ہیں کہ جنہیں ظاہر الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرتؑ فتنہ بنی اُمیہ سے آگاہ کرنے کیلئے فرماتے ہیں کہ: تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، کیونکہ میں مقدرات الٰہیہ کے مجاری و مسالک کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں، لہٰذا اگر تم ان امور کے متعلق بھی دریافت کرنا چاہو گے کہ جو لوح محفوظ میں ثبت اور تقدیر الٰہی سے وابستہ ہیں تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں اور میرے بعد ایک

[1] شرح نہج البلاغہ، ابن میثم، ج ۴، ص ۲۰۰۔

سخت فتنہ اٹھنے والا ہے جس میں تمہیں شک وشبہ نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ میری نظریں زمین پر ابھرنے والے نقوش سے زیادہ ان فلکی خطوط سے آشنا ہیں کہ جن سے حوادث وفتن کا ظہور وابستہ ہے اور اس فتنہ کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے، لہٰذا تم اس کی تفصیل اور اس سے بچاؤ کی صورت مجھ سے دریافت کرلو تاکہ وقت آنے پر اپنی حفاظت کا سامان کرسکو۔

اس معنیٰ کی تائید حضرتؑ کے ان متواتر ارشادات سے بھی ہوتی ہے۔ کہ جو آپؑ نے غیب کے سلسلہ میں فرمائے اور مستقبل نے ان کی تصدیق کی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے حضرتؑ کے اس دعویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

وَ قَدْ صَدَّقَ هٰذَا الْقَوْلَ عَنْهُ مَا تَوَاتَرَ عَنْهُ مِنَ الْاَخْبَارِ بِالْغُيُوْبِ الْمُتَكَرَّرَةِ، لَا مَرَّةً وَ لَا مِائَةَ مَرَّةٍ حَتّٰى زَالَ الشَّكُّ وَ الرَّيْبُ فِيْۤ اَنَّهٗ اِخْبَارٌ عَنْ عِلْمٍ وَّ اَنَّهٗ لَيْسَ عَلٰى طَرِيْقِ الْاِتِّفَاقِ.

حضرتؑ کے اس قول کی تصدیق آپؑ کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے جو ایک مرتبہ نہیں، سو مرتبہ نہیں، بلکہ مسلسل و متواتر امور غیبیہ کے سلسلے میں آپؑ کی زبان سے نکلے، جس سے اس امر میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپؑ جو فرماتے تھے وہ علم ویقین کی بنیاد پر فرماتے تھے، اتفاقی صورت سے ایسا نہ ہوتا تھا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ ص ۱۱۷)

امیر المومنین علیہ السلام کے اس کلام کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ کسی اور کو اس طرح کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہوسکی اور جنہوں نے اس طرح کا ادّعا کیا انہیں ذلت ورسوائی ہی اٹھانا پڑی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں:

- ۱۔ مقاتل ابن سلیمان نے ایک موقع پر دعویٰ کیا کہ: سَلُوْنِيْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ: ”عرش سے ادھر کی جو بات چاہو پوچھ لو“۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا تھا تو انہوں نے سر کس سے منڈوایا تھا؟ مقاتل نے کہا: اللہ نے تمہارے دل میں یہ سوال اس لئے ڈالا کہ مجھے اس نخوت وغرور پر رسوا و ذلیل کرے! بھلا مجھے اس کا علم کہاں ہوسکتا ہے۔
- ۲۔ ایک مرتبہ اسی مقاتل ابن سلیمان نے اپنے تبحر علمی کا ثبوت دینے کیلئے کہا کہ: ”مجھ سے عرش کے نیچے اور زمین کے نیچے کی جو چیز پوچھنا چاہو پوچھ لو“۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں عرش اور تحت الثریٰ کی بات دریافت نہیں کرتا، بلکہ صرف زمین کے اوپر ہی کی ایک چیز پوچھتا ہوں جس کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اور وہ یہ کہ اصحاب کہف کے کتے کا کیا رنگ تھا؟ مقاتل نے سنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔
- ۳۔ ابراہیم ابن ہشام نے حج کے موقع پر کہا: سَلُوْنِيْ سَلُوْنِيْ، فَاَنَا ابْنُ الْوَحِيْدِ لَا تَسْئَلُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنِّيْ: ”مجھ سے پوچھو میں یکتائے روزگار اور اعلم زمانہ ہوں“۔ جس پر ایک عراقی نے پوچھا کیا قربانی واجب ہے؟ مگر اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔
- ۴۔ شافعی نے مکہ میں کہا کہ: سَلُوْنِيْ مَا شِئْتُمْ اُحَدِّثْكُمْ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ: ”جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، میں کتاب وسنت سے اس کا جواب دوں گا“۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے کہ جس نے حالت احرام میں زنبور کو مار دیا ہو؟ مگر وہ کتاب وسنت سے کوئی جواب نہ دے سکے۔

- ۵۔مقاتل ابن سلیمان کے ایسا ہی دعویٰ کرنے پر ایک شخص نے پوچھا کہ چیونٹی کی انتڑیاں اس کے جسم کے اگلے حصے میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصہ میں؟ مگر وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔
- ۶۔جب قتادہ کوفہ میں وارد ہوا اور لوگوں کا اس کے گرد اجتماع ہوا تو اس نے کہا کہ: جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔اس پر امام ابوحنیفہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں جس چیونٹی کا ذکر ہے وہ مادہ تھی یا نر؟ اس سے دریافت کیا گیا مگر وہ جواب سے عاجز رہا۔جب حضرت ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ مادہ تھی۔لوگوں نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ کہا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد: ﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ﴾[1] اس کے مادہ ہونے کی دلیل ہے۔اگر نر ہوتا تو ﴿قَالَتْ﴾ کی بجائے ''قَالَ'' ہوتا۔لیکن یہ جواب درست نہیں ہے، کیونکہ ﴿نَمْلَةٌ﴾ کا اطلاق مذکر و مؤنث پر یکساں ہوتا ہے اور فعل کی تانیث ''نملۃ'' کی تانیثِ لفظی کی وجہ سے ہے، نہ اس کے مادہ ہونے کی بنا پر۔
- ۷۔ابن جوزی نے ایک دن منبر پر یہی دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا کہ اس روایت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سلمان کی خبر مرگ سن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔فرمایا کہ ہاں درست ہے۔پھر اس نے پوچھا کہ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہو سکے، حالانکہ امیر المومنین علیہ السلام مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے۔کہا کہ ہاں یہ بھی درست ہے۔اس نے پھر کہا کہ ان میں امیر المومنین علیہ السلام کا کونسا اقدام درست اور کونسا غلط تھا؟ یہ سن کر وہ کچھ چکرا سے گئے، مگر پھر سنبھل کر بولے کہ: اے خاتون! اگر تو شوہر کے اِذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو، ورنہ تجھ پر کہ تو بے جھجک یہاں چلی آئی ہے۔اس نے کہا کہ اے ابن جوزی! کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ اُمّ المومنین کا نکلنا کس ذیل میں آتا ہے؟ اس کے بعد ابن جوزی کیلئے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔
- ۸۔ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ: الناصر لدین اللہ کے عہد میں ایک واعظ طلاقت لسانی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ایک دفعہ اس نے دوران بیان میں صفاتِ باری کا مسئلہ چھیڑ دیا جس پر بغداد کے ایک شخص احمد ابن عبد العزیز نے کچھ اعتراضات کئے جن کا کوئی معقول جواب تو وہ دے نہ سکا، البتہ اپنی عظمت و جلالت کا سکّہ بٹھانے کیلئے پرشکوہ لفظوں اور مسجع عبارتوں سے کھیلنا شروع کیا جس سے عوام جھومنے لگے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں آنے لگیں۔واعظ بھی غرورِ علمی کے نشہ باطل میں بہک گیا اور مجمع سے کہنے لگا کہ: ''جو پوچھنا چاہو پوچھ لو''، جس پر احمد نے کہا کہ اے شخص! یہ دعویٰ تو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ہے اور اس کلام کا ایک تتمہ یہ بھی ہے کہ: ''میرے بعد یہ دعویٰ وہی کرے گا جو جھوٹا ہو گا''۔واعظ نے اپنے علم کی نمائش کرتے ہوئے بڑی تمکنت سے کہا کہ: تم کس علی ابن ابی طالب کا ذکر کرتے ہو؟ کیا علی ابن ابی طالب ابن مبارک نیشاپوری کا؟ یا علی ابن ابی طالب ابن اسحاق مروزی کا؟ یا علی ابن ابی طالب بن عثمان قیروانی کا؟ یا علی ابن ابی طالب ابن سلیمان رازی کا؟ اسی طرح کتنے ہی اشخاص گنوا دیئے جن کا نام علی ابن ابی طالب تھا۔

یہ سن کر احمد نے کہا: واہ، سبحان اللہ! اس وسعت علمی کا کیا ٹھکانا، مگر میری مراد وہ ہیں جو سیدۃ نساء العالمین کے شوہر تھے اور جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] سورۂ نمل، آیت ۱۸۔

نے صحابہ میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو انہیں اپنی اخوت کیلئے منتخب کیا تھا۔ اس نے کچھ جواب دینا چاہا کہ منبر کی داہنی طرف سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ: اے شیخ! محمد ابن عبد اللہ نام کے تو سینکڑوں ملیں گے، مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ ملے گا جس کے حق میں قدرت نے یہ کہا ہو کہ: ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۞ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞﴾[1]: ''تمہارے ساتھی (پیغمبرؐ) نہ بھٹکے نہ گمراہ ہوئے اور وہ خواہش سے مغلوب ہو کر کچھ نہیں بولتے، یہ تو وحی ہے جو ان پر اترتی ہے''۔ اسی طرح ''علی ابن ابی طالب'' نام کے تو بہت سے افراد مل جائیں گے، مگر ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے یہ کہا ہو کہ: «اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّاۤ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ»: ''تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے رکھتے تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔ اب واعظ نے ادھر رخ کرنا چاہا تو بائیں طرف سے ایک شخص بول اٹھا کہ ہاں ہاں! اگر تم علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو نہ پہچانو تو اس تجاہلِ عارفانہ سے ان کی قدر و منزلت گھٹ نہیں سکتی:

شب پرہ گر وصل آفتاب نخواھد ۔۔۔ رونق بازار آفتاب نکاھد

اس بحثا بحثی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ آپس میں الجھ پڑے اور واعظ منہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

☆☆☆☆☆

[1] سورۂ نجم، آیت ۲-۴۔

(۱۸۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَحْمَدُهٗ شُكْرًا لِّاِنْعَامِهٖ، وَ اَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى وَظَآئِفِ حُقُوْقِهٖ، عَزِيْزُ الْجُنْدِ، عَظِيْمُ الْمَجْدِ.

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، دَعَآ اِلٰى طَاعَتِهٖ، وَ قَاهَرَ اَعْدَآءَهٗ جِهَادًا عَنْ دِيْنِهٖ، لَا يَثْنِيْهِ عَنْ ذٰلِكَ اجْتِمَاعٌ عَلٰى تَكْذِيْبِهٖ، وَ الْتِمَاسٌ لِّاِطْفَآءِ نُوْرِهٖ.

فَاعْتَصِمُوْا بِتَقْوَى اللهِ، فَاِنَّ لَهَا حَبْلًا وَّثِيْقًا عُرْوَتُهٗ، وَ مَعْقِلًا مَّنِيْعًا ذِرْوَتُهٗ، وَ بَادِرُوا الْمَوْتَ وَ غَمَرَاتِهٖ، وَ امْهَدُوْا لَهٗ قَبْلَ حُلُوْلِهٖ، وَ اَعِدُّوْا لَهٗ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ، فَاِنَّ الْغَايَةَ الْقِيٰمَةُ، وَ كَفٰى بِذٰلِكَ وَاعِظًا لِّمَنْ عَقَلَ، وَ مُعْتَبَرًا لِّمَنْ جَهِلَ! وَ قَبْلَ بُلُوْغِ الْغَايَةِ مَا تَعْلَمُوْنَ مِنْ ضِيْقِ الْاَرْمَاسِ، وَ شِدَّةِ الْاِبْلَاسِ، وَ هَوْلِ الْمُطَّلَعِ، وَ رَوْعَاتِ الْفَزَعِ، وَ اخْتِلَافِ الْاَضْلَاعِ، وَ اسْتِكَاكِ الْاَسْمَاعِ، وَ ظُلْمَةِ اللَّحْدِ، وَ خِيْفَةِ الْوَعْدِ، وَ غَمِّ الضَّرِيْحِ، وَ رَدْمِ الصَّفِيْحِ.

فَاللهَ اللهَ عِبَادَ اللهِ! فَاِنَّ الدُّنْيَا مَاضِيَةٌ بِكُمْ عَلٰى سَنَنٍ، وَ اَنْتُمْ وَ السَّاعَةُ فِيْ قَرَنٍ، وَ كَاَنَّهَا قَدْ جَآءَتْ بِاَشْرَاطِهَا، وَ اَزِفَتْ

خطبہ (۱۸۸)

میں اس کے انعامات کے شکریہ میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کیلئے اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ وہ بڑے لاؤلشکر اور بڑی شان والا ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہوں نے اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اس کے دشمنوں پر غلبہ پایا۔ ان کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایکا کر لینا اور ان کے نور کو بجھانے کیلئے کوشش و تلاش میں لگے رہنا ان کو اس (تبلیغ و جہاد کی) راہ سے ہٹا نہ سکا۔

اب تم کو لازم ہے کہ خوف الٰہی سے لپٹے رہو۔ اس لئے کہ اس کی ریسمان کے بندھن مضبوط اور اس کی پناہ کی چوٹی ہر طرح محفوظ ہے اور موت اور اس کی سختیوں (کے چھا جانے) سے پہلے فرائض و اعمال اپنے پورے کر دو اور اس کے آنے سے پہلے اس کا سر و سامان کر لو اور اس کے وارد ہونے سے قبل تہیہ کر لو، کیونکہ آخری منزل قیامت ہے اور یہ عقلمند کیلئے نصیحت دینے اور نادان کیلئے عبرت بننے کیلئے کافی ہے اور اس آخری منزل کے پہلے تم جانتے ہی ہو کہ کیا کیا ہے۔ قبروں کی تنگنائی، برزخ کی ہولناکی، خوف کی دہشتیں، (فشار قبر سے) پسلیوں کا اِدھر سے اُدھر ہو جانا، کانوں کا بہرا پن، لحد کی تاریکی، عذاب کی دھمکیاں، قبر کے شگاف کا بند کیا جانا اور اس پر پتھر کی سلوں کا چن دیا جانا۔

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! ڈرو کیونکہ دنیا تمہارے لئے ایک ہی ڈھرے پر چل رہی ہے اور تم اور قیامت ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہو۔ گویا کہ وہ اپنی علامتوں کو آشکارا کر کے آچکی ہے اور اپنے

بِاَفْرَاطِهَا، وَ وَقَفَتْ بِكُمْ عَلٰى صِرَاطِهَا. وَ كَاَنَّهَا قَدْ اَشْرَفَتْ بِزَلَازِلِهَا، وَ اَنَاخَتْ بِكَلَاكِلِهَا، وَ انْصَرَمَتِ الدُّنْيَا بِاَهْلِهَا، وَ اَخْرَجَتْهُمْ مِنْ حِضْنِهَا، فَكَانَتْ كَيَوْمٍ مَّضٰى وَ شَهْرٍ انْقَضٰى، وَ صَارَ جَدِيْدُهَا رَثًّا، وَ سَمِيْنُهَا غَثًّا، فِیْ مَوْقِفٍ ضَنْكِ الْمَقَامِ، وَ اُمُوْرٍ مُّشْتَبِهَةٍ عِظَامٍ، وَ نَارٍ شَدِيْدٍ كَلَبُهَا، عَالٍ لَّجَبُهَا، سَاطِعٍ لَّهَبُهَا، مُتَغَيِّظٍ زَفِيْرُهَا، مُتَاَجِّجٍ سَعِيْرُهَا، بَعِيْدٍ خُمُوْدُهَا، ذَاكٍ وَّقُوْدُهَا، مُخِيْفٍ وَّعِيْدُهَا، عَمٍ قَرَارُهَا، مُظْلِمَةٍ اَقْطَارُهَا، حَامِيَةٍ قُدُوْرُهَا، فَظِيْعَةٍ اُمُوْرُهَا.

جھنڈوں کو لے کر قریب پہنچ چکی ہے اور تمہیں اپنے راستہ پر کھڑا کر دیا ہے۔ گویا کہ وہ اپنی مصیبتوں کو لے کر تمہارے سر پر کھڑی ہوئی ہے اور اپنا سینہ ٹیک دیا ہے اور دنیا اپنے بسنے والوں سے کنارہ کشی کر چکی ہے اور انہیں اپنی آغوش سے الگ کر دیا ہے۔ گویا کہ وہ ایک دن تھا جو بیت گیا اور ایک مہینہ تھا جو گزر گیا۔ اس کی نئی چیزیں پرانی اور موٹے تازے (جسم) دبلے ہو گئے، ایک ایسی جگہ میں (پہنچ کر) جو تنگ (وتار) ہے اور ایسی چیزوں میں (پھنس کر) جو پیچیدہ و عظیم ہیں اور ایسی آگ میں (پڑ کر) جس کی ایذائیں شدید، چیخیں بلند، شعلے اٹھتے ہوئے، بھڑکنے کی آوازیں غضبناک، لپٹیں تیز، بجھنا مشکل، بھڑکنا تیز، خطرات دہشت ناک، گہراؤ نگاہ سے دور، اطراف تیرہ و تار، (آتشیں) دیگیں کھولتی ہوئیں اور تمام کیفیتیں سخت و ناگوار ہیں۔

﴿وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ﴾، قَدْ اُمِنَ الْعَذَابُ، وَ انْقَطَعَ الْعِتَابُ، وَ زُحْزِحُوْا عَنِ النَّارِ، وَ اطْمَاَنَّتْ بِهِمُ الدَّارُ، وَ رَضُوا الْمَثْوٰى وَ الْقَرَارَ. الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْيَا زَاكِيَةً، وَ اَعْيُنُهُمْ بَاكِيَةً، وَ كَانَ لَيْلُهُمْ فِیْ دُنْيَاهُمْ نَهَارًا، تَخَشُّعًا وَّ اسْتِغْفَارًا، وَ كَانَ نَهَارُهُمْ لَيْلًا، تَوَحُّشًا وَّ انْقِطَاعًا، فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُمُ الْجَنَّةَ مَاٰبًا، وَ الْجَزَآءَ ثَوَابًا، ﴿وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ﴾ فِیْ مُلْكٍ دَآئِمٍ، وَنَعِيْمٍ قَآئِمٍ.

"اور جو لوگ اللہ کا خوف کھاتے تھے انہیں جوق در جوق جنت کی طرف بڑھایا جائے گا"۔ وہ عذاب سے محفوظ، عتاب و سرزنش سے علیحدہ اور آگ سے بری ہوں گے، گھر ان کا پرسکون اور وہ اپنی منزل و جائے قرار سے خوش ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں اعمال پاک و پاکیزہ تھے اور آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ دنیا میں ان کی راتیں خضوع و خشوع اور توبہ و استغفار میں (بیداری کی وجہ سے) دن اور دن لوگوں سے متوحش و علیحدہ رہنے کے باعث ان کیلئے رات تھے، تو اللہ نے جنت کو ان کی جائے بازگشت اور وہاں کی نعمتوں کو ان کی جزا قرار دیا ہے اور وہ اس کے سزاوار اور اہل و حقدار تھے۔ اس ہمیشہ رہنے والی سلطنت اور برقرار رہنے والی نعمتوں میں۔

فَارْعَوْا عِبَادَ اللّٰهِ مَا بِرِعَايَتِهٖ

لہٰذا اے خدا کے بندو! ان چیزوں کی پابندی کرو جن کی پابندی

يَفُوْزُ فَآئِزُكُمْ، وَ بِاِضَاعَتِهٖ يَخْسَرُ مُبْطِلُكُمْ، وَ بَادِرُوْٓا اٰجَالَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ، فَاِنَّكُمْ مُرْتَهَنُوْنَ بِمَآ اَسْلَفْتُمْ، وَ مَدِيْنُوْنَ بِمَا قَدَّمْتُمْ. وَ كَاَنْ قَدْ نَزَلَ بِكُمُ الْمَخُوْفُ، فَلَا رَجْعَةً تَنَالُوْنَ، وَ لَا عَثْرَةً تُقَالُوْنَ. اِسْتَعْمَلَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ بِطَاعَتِهٖ وَ طَاعَةِ رَسُوْلِهٖ، وَ عَفَا عَنَّا وَ عَنْكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ.

کرنے سے تم میں سے کامیاب ہونے والا کامیاب اور انہیں ضائع و برباد کرنے سے غلط کار نقصان رسیدہ ہوگا۔ موت آنے سے پہلے اعمال کا ذخیرہ مہیا کرلو۔ اس لئے کہ جن اعمال کو تم آگے بھیج چکے ہوگے انہی کے ہاتھوں میں تم گروی ہوگے اور جو کارگزاریاں انجام دے چکے ہوگے انہی کا بدلہ پاؤ گے اور یہ سمجھتے رہنا چاہیے کہ گویا موت تم پر وارد ہو چکی ہے جس کے بعد نہ تو تمہارے لئے پلٹنا ہے اور نہ گناہوں اور لغزشوں سے دستبرداری کا موقع ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنی رحمت کی فراوانیوں سے ہمیں اور تمہیں دامن عفو میں جگہ دے۔

اِلْزَمُوا الْاَرْضَ، وَ اصْبِرُوْا عَلَى الْبَلَآءِ، وَ لَا تُحَرِّكُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَ سُيُوْفِكُمْ فِيْ هَوٰى اَلْسِنَتِكُمْ، وَ لَا تَسْتَعْجِلُوْا بِمَا لَمْ يُعَجِّلْهُ اللّٰهُ لَكُمْ. فَاِنَّهٗ مَنْ مَّاتَ مِنْكُمْ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَ هُوَ عَلٰى مَعْرِفَةِ حَقِّ رَبِّهٖ وَ حَقِّ رَسُوْلِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ مَاتَ شَهِيْدًا، وَ ﴿وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ﴾، وَ اسْتَوْجَبَ ثَوَابَ مَا نَوٰى مِنْ صَالِحِ عَمَلِهٖ، وَ قَامَتِ النِّيَّةُ مَقَامَ اِصْلَاتِهٖ لِسَيْفِهٖ، فَاِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ مُّدَّةً وَّ اَجَلًا.

زمین سے چمٹے رہو، بلا و سختی کو برداشت کرتے رہو اور اپنی زبان کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر اپنے ہاتھوں اور تلواروں کو حرکت نہ دو اور جن چیزوں میں اللہ نے جلدی نہیں کی ان میں جلدی نہ مچاؤ۔ بلاشبہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ اور ان کے اہل بیتؑ کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جس عمل خیر کی نیت اس نے کی ہے اس کے ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس کی یہ نیت تلوار سونتنے کے قائم مقام ہے۔ بیشک ہر چیز کی ایک مدت اور میعاد ہوا کرتی ہے۔

--☆☆--

(۱۸۹) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبه (۱۸۹)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِيْ حَمْدُهٗ، وَ الْغَالِبِ جُنْدُهٗ، وَ الْمُتَعَالِيْ جَدُّهٗ. اَحْمَدُهٗ عَلٰى نِعَمِهِ التُّؤَامِ، وَ اٰلَآئِهِ الْعِظَامِ. الَّذِيْ عَظُمَ حِلْمُهٗ فَعَفَا، وَ عَدَلَ فِيْ كُلِّ مَا قَضٰى،

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس کی حمد ہمہ گیر ہے، جس کا لشکر غالب اور عظمت و شان بلند ہے۔ میں اس کی پے در پے نعمتوں اور بلند پایہ عطیوں پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اس کے حلم کا درجہ بلند ہے، چنانچہ اس نے گنہگاروں سے درگزر کیا اور اس کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی

وَ عَلِمَ مَا يَمْضِیْ وَ مَا مَضٰی، مُبْتَدِعِ الْخَلَآئِقِ بِعِلْمِهٖ، وَ مُنْشِئِهِمْ بِحُكْمِهٖ بِلَا اقْتِدَآءٍ وَّ لَا تَعْلِيْمٍ، وَ لَا احْتِذَآءٍ لِّمِثَالِ صَانِعٍ حَكِيْمٍ، وَ لَاۤ اِصَابَةِ خَطَاٍ، وَ لَا حَضْرَةِ مَلَاٍ.

ہے۔ وہ گزری ہوئی اور گزرنے والی باتوں کو جانتا ہے اور بغیر کسی کے نقش قدم پر چلے اور بغیر کسی کے سکھائے پڑھائے اور کسی بافہم صنعت گر کے نمونہ ومثال کی پیروی کئے بغیر اور بغیر لغزشوں سے دوچار ہوئے اور بغیر (مشیروں کی) جماعت کی موجودگی کے وہ اپنے علم ودانش سے مخلوقات کو ایجاد واختراع کرنے والا ہے۔

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، ابْتَعَثَهٗ وَ النَّاسُ يَضْرِبُوْنَ فِیْ غَمْرَةٍ، وَ يَمُوْجُوْنَ فِیْ حَيْرَةٍ، قَدْ قَادَتْهُمْ اَزِمَّةُ الْحَيْنِ، وَ اسْتَغْلَقَتْ عَلٰۤی اَفْئِدَتِهِمْ اَقْفَالُ الرَّيْنِ.

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اس وقت بھیجا جبکہ لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطاں و پیچاں تھے، ہلاکت و تباہی کی مہاریں انہیں کھینچ رہی تھیں اور زنگ و کدورت کے تالے ان کے دلوں پر لگے ہوئے تھے۔

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَی اللّٰهِ، فَاِنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ، وَ الْمُوْجِبَةُ عَلَی اللّٰهِ حَقَّكُمْ، وَ اَنْ تَسْتَعِيْنُوْا عَلَيْهَا بِاللّٰهِ، وَ تَسْتَعِيْنُوْا بِهَا عَلَی اللّٰهِ: فَاِنَّ التَّقْوٰی فِی الْيَوْمِ الْحِرْزُ وَ الْجُنَّةُ، وَ فِیْ غَدٍ الطَّرِيْقُ اِلَی الْجَنَّةِ، مَسْلَكُهَا وَاضِحٌ، وَ سَالِكُهَا رَابِحٌ، وَ مُسْتَوْدَعُهَا حَافِظٌ. لَمْ تَبْرَحْ عَارِضَةً نَّفْسَهَا عَلَی الْاُمَمِ الْمَاضِيْنَ وَ الْغَابِرِيْنَ لِحَاجَتِهِمْ اِلَيْهَا غَدًا.

اے خدا کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ اللہ کا تم پر حق ہے اور تمہارے حق کو اللہ پر ثابت کرنے والا ہے اور یہ کہ تقویٰ کیلئے اللہ سے اعانت چاہو اور تقرب الٰہی کیلئے اس سے مدد مانگو۔ اس لئے کہ تقویٰ آج (دنیا میں) پناہ وسپر ہے اور کل جنت کی راہ ہے۔ اس کا راستہ آشکارا اور اس کا راہ پیما نفع میں رہنے والا ہے۔ جس کے سپرد یہ ودیعت ہے وہ اس کا نگہبان ہے۔ یہ تقویٰ اپنے آپ کو گزر جانے والی اور پیچھے رہ جانے والی اُمتوں کے سامنے ہمیشہ پیش کرتا رہا ہے، کیونکہ وہ سب اس کی حاجتمند ہوں گی۔

اِذَاۤ اَعَادَ اللّٰهُ مَاۤ اَبْدٰی، وَ اَخَذَ مَاۤ اَعْطٰی، وَ سَئَلَ عَمَّاۤ اَسْدٰی، فَمَاۤ اَقَلَّ مَنْ قَبِلَهَا، وَ حَمَلَهَا حَقَّ حَمْلِهَا! اُولٰٓئِكَ الْاَقَلُّوْنَ عَدَدًا، وَ هُمْ اَهْلُ صِفَةِ

کل جب خداوند عالم اپنی مخلوق کو دوبارہ پلٹائے گا اور جو دے رکھا ہے وہ واپس لے گا اور اپنی بخشی ہوئی نعمتوں کے بارے میں سوال کرے گا تو اسے قبول کرنے والے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرنے والے بہت ہی تھوڑے نکلیں گے۔ وہ گنتی کے اعتبار سے کم اور اس

اللهِ سُبْحَانَهٗ اِذْ يَقُوْلُ: ﴿وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾.

فَاَهْطِعُوْا بِاَسْمَاعِكُمْ اِلَيْهَا، وَ الِظُّوْا بِجِدِّكُمْ عَلَيْهَا، وَ اعْتَاضُوْهَا مِنْ كُلِّ سَلَفٍ خَلَفًا، وَ مِنْ كُلِّ مُخَالِفٍ مُّوَافِقًا. اَيْقِظُوْا بِهَا نَوْمَكُمْ، وَ اقْطَعُوْا بِهَا يَوْمَكُمْ، وَ اَشْعِرُوْهَا قُلُوْبَكُمْ، وَ ارْحَضُوْا بِهَا ذُنُوْبَكُمْ، وَ دَاوُوْا بِهَا الْاَسْقَامَ، وَبَادِرُوْا بِهَا الْحِمَامَ، وَ اعْتَبِرُوْا بِمَنْ اَضَاعَهَا، وَلَا يَعْتَبِرَنَّ بِكُمْ مَّنْ اَطَاعَهَا.

اَلَا فَصُوْنُوْهَا وَ تَصَوَّنُوْا بِهَا، وَكُوْنُوْا عَنِ الدُّنْيَا نُزَّاهًا، وَ اِلَى الْاٰخِرَةِ وُلَّاهًا. وَ لَا تَضَعُوْا مَنْ رَّفَعَتْهُ التَّقْوٰى، وَ لَا تَرْفَعُوْا مَنْ رَّفَعَتْهُ الدُّنْيَا، وَ لَا تَشِيْمُوْا بَارِقَهَا، وَ لَا تَسْتَمِعُوْا نَاطِقَهَا، وَ لَا تُجِيْبُوْا نَاعِقَهَا، وَ لَا تَسْتَضِيْٓـُٔوْا بِاِشْرَاقِهَا، وَ لَا تُفْتَنُوْا بِاَعْلَاقِهَا، فَاِنَّ بَرْقَهَا خَالِبٌ، وَ نُطْقَهَا كَاذِبٌ، وَ اَمْوَالَهَا مَحْرُوْبَةٌ، وَ اَعْلَاقَهَا مَسْلُوْبَةٌ.

اَلَا وَ هِيَ الْمُتَصَدِّيَةُ الْعَنُوْنُ، وَ الْجَامِحَةُ الْحَرُوْنُ، وَ الْمَآئِنَةُ الْخَؤُوْنُ،

توصیف کے مصداق ہیں جو اللہ نے فرمائی ہے کہ: ”میرے بندوں میں شکرگزار بندے کم ہیں“۔

لہٰذا تقویٰ کی (آواز پر) اپنے کان لگاؤ اور سعی و کوشش سے برابر اس کی پابندی کرو اور اس کو گزری ہوئی کوتاہیوں کا عوض قرار دو اور ہر مخالفت کرنے والے کے بدلہ میں اسے اپنا ہمنوا بناؤ، اسے خواب غفلت سے اپنے چونکنے کا ذریعہ بناؤ اور اسی میں اپنے دن کاٹ دو اور اسے اپنے دلوں کا شعار بناؤ اور گناہوں کو اس کے ذریعہ سے دھو ڈالو اور اس سے اپنی بیماریوں کا علاج کرو اور موت سے پہلے اس کا توشہ حاصل کرو اور جنہوں نے اسے ضائع و برباد کیا ہے۔ ان سے عبرت حاصل کرو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تقویٰ پر عمل کرنے والے تم سے عبرت اندوز ہوں۔

دیکھو! اس کی حفاظت کرو اور اس کے ذریعہ سے اپنے لئے سروسامانِ حفاظت فراہم کرو۔ دنیا (کی آلودگیوں) سے اپنا دامن پاک و صاف رکھو اور آخرت کی طرف والہانہ انداز سے بڑھو۔ جسے تقویٰ نے بلندی بخشی ہو اسے پست نہ سمجھو اور جسے دنیا نے اوج و رفعت پر پہنچایا ہو اُسے بلند (مرتبہ) نہ خیال کرو۔ اس کے چمکنے والے بادل پر نظر نہ کرو، اس کی باتیں کرنے والے کی باتوں پر کان نہ دھرو اور نہ اس کی دعوت دینے والے کی (آواز پر) لبیک کہو، نہ اس کی جگمگاہٹوں سے روشنی کی امید کرو، نہ اس کی عمدہ و نفیس چیزوں پر مر مٹو، کیونکہ اس کی چمکتی ہوئی بجلیاں نمائش اور اس کی باتیں جھوٹی ہیں، اس کا اثاثہ تباہ اور اس کا عمدہ متاع غارت ہونے والا ہے۔

دیکھو! یہ دنیا جھلک دکھا کر منہ موڑ لینے والی، چنڈال اور منہ زور، اڑیل اور جھوٹی، بڑی خائن اور ہٹ دھرم ناشکری ہے اور سیدھی راہ

وَ الْجَحُوْدُ الْكَنُوْدُ، وَ الْعَنُوْدُ الصَّدُوْدُ، وَ الْحَيُوْدُ الْمَيُوْدُ. حَالُهَا انْتِقَالٌ، وَ وَطْاَتُهَا زِلْزَالٌ، وَ عِزُّهَا ذُلٌّ، وَ جِدُّهَا هَزْلٌ، وَ عُلُوُّهَا سُفْلٌ، دَارُ حَرَبٍ وَّ سَلَبٍ، وَ نَهَبٍ وَّ عَطَبٍ، اَهْلُهَا عَلٰى سَاقٍ وَّ سِيَاقٍ، وَ لَحَاقٍ وَّ فِرَاقٍ، قَدْ تَحَيَّرَتْ مَذَاهِبُهَا، وَ اَعْجَزَتْ مَهَارِبُهَا، وَ خَابَتْ مَطَالِبُهَا، فَاَسْلَمَتْهُمُ الْمَعَاقِلُ، وَ لَفَظَتْهُمُ الْمَنَازِلُ، وَ اَعْيَتْهُمُ الْمَحَاوِلُ:

فَمِنْ نَّاجٍ مَّعْقُوْرٍ، وَ لَحْمٍ مَّجْزُوْرٍ، وَ شِلْوٍ مَّذْبُوْحٍ، وَ دَمٍ مَّسْفُوْحٍ، وَ عَاضٍّ عَلٰى يَدَيْهِ، وَ صَافِقٍ بِكَفَّيْهِ، وَ مُرْتَفِقٍ بِخَدَّيْهِ، وَ زَارٍ عَلٰى رَاْيِهٖ، وَ رَاجِعٍ عَنْ عَزْمِهٖ.

وَ قَدْ اَدْبَرَتِ الْحِيْلَةُ، وَ اَقْبَلَتِ الْغِيْلَةُ، وَ ﴿لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۝﴾. هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ! قَدْ فَاتَ مَا فَاتَ، وَ ذَهَبَ مَا ذَهَبَ، وَ مَضَتِ الدُّنْيَا لِحَالِ بَالِهَا، ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ۝﴾.

-----☆☆-----

سے مڑنے رخ پھیرنے والی اور کجرو پیچ و تاب کھانے والی ہے۔ اس کا وتیرہ (ایک سے دوسرے کی طرف) پلٹ جانا ہے اور اس کا ہر قدم زلزلہ انگیز ہے۔ اس کی عزت (سراسر) ذلت، اس کی سنجیدگی عین ہرزہ سرائی اور اس کی بلندی سرتا سر پستی ہے۔ یہ غارتگری و تباہ کاری، ہلاکت و تاراجی کا گھر ہے۔ اس کے رہنے والے پا در رِکاب، چل چلاؤ کے منتظر، وصل و ہجر کی کشمکش میں گرفتار، اس کے راستے پاشان و پریشان، اس سے گریز کی راہیں دشوار اور اس کے منصوبے ناکام ہیں۔ چنانچہ اس کی محفوظ گھاٹیوں نے ان کو (بے یار و مددگار) چھوڑ دیا اور ان کے گھروں نے انہیں دور پھینک دیا اور ان کی ساری دانشمندیوں نے انہیں درماندہ کر دیا۔

اب جو ہیں (ان کی حالت یہ ہے) کہ کچھ کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں اور کچھ گوشت کے لوتھڑے ہیں جنکی کھال اتری ہوئی ہے اور کچھ کٹے ہوئے جسم اور بہے ہوئے خون ہیں اور کچھ (غم و اندوہ سے) اپنے ہاتھ کاٹنے والے اور کچھ کفِ افسوس ملنے والے اور کچھ (فکر و تردد میں) رخسار کہنیوں پر رکھے ہوئے ہیں اور کچھ اپنی سمجھ کو کوسنے والے اور کچھ اپنے ارادوں سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

(لیکن اب کہاں) جبکہ چارہ سازی کا موقعہ ہاتھ سے نکل چکا اور ناگہانی مصیبت سامنے آ گئی۔ اب نکل بھاگنے کا وقت کہاں! یہ تو ایک اَنہونی بات ہے۔ جو چیز ہاتھ سے نکل گئی سو نکل گئی اور جو وقت جا چکا سو جا چکا اور دنیا اپنی من مانی کرتے ہوئے گزر گئی۔ ”ان پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی“۔

--☆☆--

(۱۹۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تُسَمَّى الْقَاصِعَةَ

وَ هِيَ تَتَضَمَّنُ ذَمَّ اِبْلِيْسَ لَعَنَهُ اللّٰهُ ، عَلٰى اسْتِكْبَارِهٖ وَ تَرْكِهِ السُّجُوْدَ لِاٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَ اَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ الْعَصَبِيَّةَ وَ تَبِعَ الْحَمِيَّةَ، وَ تَحْذِيْرَ النَّاسِ مِنْ سُلُوْكِ طَرِيْقَتِهٖ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَبِسَ الْعِزَّ وَ الْكِبْرِيَآءَ، وَ اخْتَارَهُمَا لِنَفْسِهٖ دُوْنَ خَلْقِهٖ، وَ جَعَلَهُمَا حِمًى وَّ حَرَمًا عَلٰى غَيْرِهٖ، وَ اصْطَفَاهُمَا لِجَلَالِهٖ. وَ جَعَلَ اللَّعْنَةَ عَلٰى مَنْ نَّازَعَهٗ فِيْهِمَا مِنْ عِبَادِهٖ، ثُمَّ اخْتَبَرَ بِذٰلِكَ مَلٰٓئِكَتَهُ الْمُقَرَّبِيْنَ، لِيَمِيْزَ الْمُتَوَاضِعِيْنَ مِنْهُمْ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَ هُوَ الْعَالِمُ بِمُضْمَرَاتِ الْقُلُوْبِ، وَ مَحْجُوْبَاتِ الْغُيُوْبِ: ﴿اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ○ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ○ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ﴾، اعْتَرَضَتْهُ الْحَمِيَّةُ، فَافْتَخَرَ عَلٰى اٰدَمَ بِخَلْقِهٖ، وَ تَعَصَّبَ عَلَيْهِ لِاَصْلِهٖ.

فَعَدُوُّ اللّٰهِ اِمَامُ الْمُتَعَصِّبِيْنَ، وَ سَلَفُ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ، الَّذِیْ وَضَعَ اَسَاسَ الْعَصَبِيَّةِ، وَ نَازَعَ اللّٰهَ رِدَآءَ الْجَبْرِيَّةِ، وَ

خطبہ (۱۹۰)

اس خطبہ کا نام ”خطبہ قاصعہ“ ہے

جس میں ابلیس کی مذمّت ہے، اس کے تکبر و غرور اور آدم علیہ السلام کے آگے سر بسجود نہ ہونے پر اور یہ کہ وہ پہلا فرد ہے جس نے عصبیّت کا مظاہرہ کیا اور غرور و نخوت کی راہ اختیار کی اور لوگوں کو اس کے طور طریقوں پر چلنے سے تنبیہ کی گئی ہے:

ہر تعریف اس اللہ کیلئے ہے جو عزت و کبریائی کی ردا اوڑھے ہوئے ہے اور جس نے ان دونوں صفتوں کو بلا شرکت غیرے اپنی ذات کیلئے مخصوص کیا ہے اور دوسروں کیلئے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف اپنے لئے انہیں منتخب کیا ہے اور اس کے بندوں میں سے جو ان صفتوں میں سے اس سے ٹکر لے اس پر لعنت کی ہے اور اسی کی رُو سے اس نے اپنے مقرب فرشتوں کا امتحان لیا تاکہ ان میں سے فروتنی کرنے والوں کو گھمنڈ کرنے والوں سے چھانٹ کر الگ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے باوجودیکہ وہ دل کے بھیدوں اور پردۂ غیب میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہے فرمایا کہ: ”میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ جب میں اس کو تیار کر لوں اور اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس“۔ اسے سجدہ کرنے میں عار آئی اور اپنے مادہ تخلیق کی بنا پر آدمؑ کے مقابلے میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے ان کے سامنے اکڑ گیا۔

چنانچہ یہ دشمن خدا عصبیت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیشرو ہے کہ جس نے تعصب کی بنیاد رکھی، اللہ سے اس کی ردائے عظمت و کبریائی کو چھیننے کا تصور کیا، تکبر و سرکشی کا جامہ پہن لیا اور

اِدَّرَعَ لِبَاسَ التَّعَزُّزِ، وَ خَلَعَ قِنَاعَ التَّذَلُّلِ.

عجز وفروتنی کی نقاب اتار ڈالی۔

اَلَا تَرَوْنَ كَيْفَ صَغَّرَهُ اللهُ بِتَكَبُّرِهٖ، وَ وَضَعَهٗ بِتَرَفُّعِهٖ، فَجَعَلَهٗ فِي الدُّنْيَا مَدْحُوْرًا، وَ اَعَدَّ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ سَعِيْرًا؟!.

پھر تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اسے بڑے بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا بنایا اور بلندی کے زعم کی وجہ سے کس طرح پستی دی۔ دنیا میں اسے راندۂ درگاہ بنایا اور آخرت میں اس کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی۔

وَ لَوْ اَرَادَ اللهُ اَنْ يَّخْلُقَ اٰدَمَ مِنْ نُّوْرٍ يَّخْطَفُ الْاَبْصَارَ ضِيَآؤُهٗ، وَ يَبْهَرُ الْعُقُوْلَ رُوَاؤُهٗ، وَ طِيْبٍ يَّاْخُذُ الْاَنْفَاسَ عَرْفُهٗ، لَفَعَلَ، وَ لَوْ فَعَلَ لَظَلَّتْ لَهُ الْاَعْنَاقُ خَاضِعَةً، وَ لَخَفَّتِ الْبَلْوٰى فِيْهِ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ.

اور اگر اللہ چاہتا تو آدم علیہ السلام کو ایک ایسے نور سے پیدا کرتا کہ جس کی روشنی آنکھوں کو چندھیا دے اور اس کی خوشنمائی عقلوں پر چھا جائے اور ایسی خوشبو سے کہ جس کی مہک سانسوں کو جکڑ لے اور اگر ایسا کرتا تو ان کے آگے گردنیں خم ہو جاتیں اور فرشتوں کی ان کے بارے میں آزمائش ہلکی ہو جاتی،

وَ لٰكِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ يَبْتَلِيْ خَلْقَهٗ بِبَعْضِ مَا يَجْهَلُوْنَ اَصْلَهٗ، تَمْيِيْزًا بِالْاِخْتِبَارِ لَهُمْ، وَ نَفْيًا لِّلْاِسْتِكْبَارِ عَنْهُمْ، وَ اِبْعَادًا لِّلْخُيَلَآءِ مِنْهُمْ.

لیکن اللہ سبحانہ اپنی مخلوقات کو ایسی چیزوں سے آزماتا ہے کہ جن کی اصل وحقیقت سے وہ ناواقف ہوتے ہیں تاکہ اس آزمائش کے ذریعے (اچھے اور برے افراد میں) امتیاز کر دے، ان سے نخوت و برتری کو الگ اور غرور و خود پسندی کو دور کر دے۔

فَاعْتَبِرُوْا بِمَا كَانَ مِنْ فِعْلِ اللهِ بِاِبْلِيْسَ، اِذْ اَحْبَطَ عَمَلَهُ الطَّوِيْلَ، وَ جَهْدَهُ الْجَهِيْدَ، وَ كَانَ قَدْ عَبَدَ اللهَ سِتَّةَ اٰلَافِ سَنَةٍ، لَا يُدْرٰى اَمِنْ سِنِي الدُّنْيَاۤ اَمْ مِنْ سِنِي الْاٰخِرَةِ، عَنْ كِبْرِ سَاعَةٍ وَّاحِدَةٍ.

تمہیں چاہیے کہ اللہ نے شیطان کے ساتھ جو کیا اس سے عبرت حاصل کرو کہ اس کی طول طویل عبادتوں اور بھرپور کوششوں پر اس کے ایک گھڑی کے گھمنڈ سے پانی پھیر دیا۔ حالانکہ اس نے چھ ہزار برس تک جو پتہ نہیں دنیا کے سال تھے یا آخرت کے اس کی عبادت کی تھی۔

فَمَنْ ذَا بَعْدَ اِبْلِيْسَ يَسْلَمُ عَلَى اللهِ بِمِثْلِ مَعْصِيَتِهٖ؟ كَلَّا، مَا كَانَ اللهُ سُبْحَانَهٗ لِيُدْخِلَ الْجَنَّةَ بَشَرًا بِاَمْرٍ اَخْرَجَ بِهٖ مِنْهَا مَلَكًا. اِنَّ حُكْمَهٗ فِيْۤ اَهْلِ السَّمَآءِ وَ اَهْلِ الْاَرْضِ لَوَاحِدٌ، وَ مَا بَيْنَ اللهِ وَ بَيْنَ اَحَدٍ

تو اب ابلیس کے بعد کون رہ جاتا ہے جو اس جیسی معصیت کر کے اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہو؟ ہرگز نہیں! یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ نے جس چیز کی وجہ سے ایک مَلَک کو جنت سے نکال باہر کیا ہو اسی پر کسی بشر کو جنت میں جگہ دے۔ اس کا حکم تو اہل آسمان اور اہل زمین میں یکساں ہے۔ اللہ اور مخلوقات میں سے کسی فرد خاص کے درمیان دوستی

مِّنْ خَلْقِهٖ هَوَادَةٌ فِيْۤ اِبَاحَةِ حِمًى حَرَّمَهٗ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ.

فَاحْذَرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! عَدُوَّ اللّٰهِ اَنْ يُّعْدِيَكُمْ بِدَآئِهٖ، وَ اَنْ يَّسْتَفِزَّكُمْ بِنِدَآئِهٖ، وَ اَنْ يُّجْلِبَ عَلَيْكُمْ بِخَيْلِهٖ وَ رَجِلِهٖ. فَلَعَمْرِیْ لَقَدْ فَوَّقَ لَكُمْ سَهْمَ الْوَعِيْدِ، وَ اَغْرَقَ لَكُمْ بِالنَّزْعِ الشَّدِيْدِ، وَ رَمَاكُمْ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ، وَ قَالَ: ﴿رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِیْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَۙ﴾، قَذْفًۢا بِغَيْبٍۭ بَعِيْدٍ، وَ رَجْمًۢا بِظَنٍّ غَيْرِ مُصِيْبٍ، صَدَّقَهٗ بِهٖ اَبْنَآءُ الْحَمِيَّةِ، وَ اِخْوَانُ الْعَصَبِيَّةِ، وَ فُرْسَانُ الْكِبْرِ وَ الْجَاهِلِيَّةِ.

حَتّٰۤى اِذَا انْقَادَتْ لَهُ الْجَامِحَةُ مِنْكُمْ، وَ اسْتَحْكَمَتِ الطَّمَاعِيَّةُ مِنْهُ فِيْكُمْ، فَنَجَمَتِ الْحَالُ مِنَ السِّرِّ الْخَفِیِّ اِلَى الْاَمْرِ الْجَلِیِّ، اسْتَفْحَلَ سُلْطَانُهٗ عَلَيْكُمْ، وَ دَلَفَ بِجُنُوْدِهٖ نَحْوَكُمْ، فَاَقْحَمُوْكُمْ وَلَجَاتِ الذُّلِّ، وَ اَحَلُّوْكُمْ وَرَطَاتِ الْقَتْلِ، وَ اَوْطَاُوْكُمْ اِثْخَانَ الْجِرَاحَةِ، طَعْنًا فِیْ عُيُوْنِكُمْ، وَ حَزًّا فِیْ حُلُوْقِكُمْ، وَ دَقًّا لِّمَنَاخِرِكُمْ، وَ قَصْدًا لِّمَقَاتِلِكُمْ، وَ سَوْقًا بِخَزَآئِمِ الْقَهْرِ اِلَى النَّارِ الْمُعَدَّةِ لَكُمْ، فَاَصْبَحَ اَعْظَمَ فِیْ

نہیں کہ اس کو ایسے امر ممنوع کی اجازت ہو کہ جسے تمام جہان والوں کیلئے اس نے حرام کیا ہو۔

خدا کے بندو! اللہ کے دشمن سے ڈرو کہ کہیں وہ تمہیں اپنا روگ نہ لگا دے، اپنی پکار سے تمہیں بہکا نہ دے اور اپنے سوار و پیادے لے کر تم پر چڑھ نہ دوڑے۔ اس لئے کہ میری جان کی قسم! اس نے شر انگیزی کے تیر کو چلہ کمان میں جوڑ رکھا ہے اور قریب کی جگہ سے تمہیں اپنے نشانہ کی زد پر رکھ کر کمان کو زور سے کھینچ لیا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے اس کی زبانی فرمایا ہے کہ: ”اے میرے پروردگار! چونکہ تو نے مجھے بہکا دیا ہے، اب میں بھی ان کے سامنے زمین میں گناہوں کو سج کر پیش کروں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا“، حالانکہ یہ اس نے بالکل اٹکل پچو کہا تھا اور غلط گمان کی بنا پر (اندھیرے میں) تیر چلایا تھا، لیکن فرزندانِ رعونت، برادرانِ عصبیت اور شہسواران غرور و جاہلیت نے اس کی بات کو سچ کر دکھایا۔

یہاں تک کہ جب تم میں سے سرکش اور منہ زور لوگ اس کے فرمانبردار ہو گئے اور تمہارے بارے میں اس کی ہوس و طمع قوی ہو گئی اور صورت حال پردۂ خفا سے نکل کر کھلم کھلا سامنے آ گئی تو اس کا پورا پورا تسلط تم پر ہو گیا اور وہ اپنے لشکر و سپاہ کو لے کر تمہاری طرف بڑھ آیا اور انہوں نے تمہیں ذلت کے غاروں میں ڈھکیل دیا اور قتل و خون کے بھنوروں میں لا گرایا اور گھاؤ پر گھاؤ لگا کر تمہیں کچل دیا، تمہاری آنکھوں میں نیزے گڑو کر، تمہارے گلے کاٹ کر، تمہارے نتھنوں کو پارہ پارہ کر کے، تمہارے ایک ایک جوڑ بند کو توڑ کر اور تمہاری ناک میں غلبہ و تسلط کی نکیلیں ڈال کر تمہیں اس آگ کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے جو تمہارے لئے تیار کی گئی ہے۔ اسی طرح ان دشمنوں سے جن سے

دِيْنِكُمْ جَرْحًا، وَ اَوْرٰى فِيْ دُنْيَاكُمْ قَدْحًا، مِنَ الَّذِيْنَ اَصْبَحْتُمْ لَهُمْ مُنَاصِبِيْنَ، وَ عَلَيْهِمْ مُتَاَلِّبِيْنَ.

کھلم کھلا تمہاری مخالفت ہے اور جن کے مقابلے کیلئے تم فوجیں جمع کرتے ہو، زیادہ بڑھ چڑھ کر وہ تمہارے دین کو مجروح کرنے والا اور دنیا میں تمہارے لئے (فتنہ وفساد) کے شعلے بھڑکانے والا ہے۔

فَاجْعَلُوْا عَلَيْهِ حَدَّكُمْ، وَ لَهٗ جِدَّكُمْ، فَلَعَمْرُ اللّٰهِ لَقَدْ فَخَرَ عَلٰۤى اَصْلِكُمْ، وَ وَقَعَ فِيْ حَسَبِكُمْ، وَ دَفَعَ فِيْ نَسَبِكُمْ، وَ اَجْلَبَ بِخَيْلِهٖ عَلَيْكُمْ، وَ قَصَدَ بِرَجِلِهٖ سَبِيْلَكُمْ، يَقْتَنِصُوْنَكُمْ بِكُلِّ مَكَانٍ، وَ يَضْرِبُوْنَ مِنْكُمْ كُلَّ بَنَانٍ، لَا تَمْتَنِعُوْنَ بِحِيْلَةٍ، وَ لَا تَدْفَعُوْنَ بِعَزِيْمَةٍ، فِيْ حَوْمَةِ ذُلٍّ، وَ حَلْقَةِ ضِيْقٍ، وَ عَرْصَةِ مَوْتٍ، وَ جَوْلَةِ بَلَآءٍ.

لہٰذا تمہیں لازم ہے کہ اپنے جوش وغضب کا پورا مرکز اسے قرار دو اور پوری کوشش اس کے خلاف صرف کرو، کیونکہ اس نے شروع ہی میں تمہاری اصل (آدمؑ) پر فخر کیا، تمہارے حسب (قدر و منزلت) پر حرف رکھا، تمہارے نسب (اصل وطینت) پر طعن کیا اور اپنے سواروں کو لے کر تم پر یورش کی اور اپنے پیادوں کو لے کر تمہارے راستہ کا قصد کیا ہے۔ وہ ہر جگہ سے تمہیں شکار کرتے ہیں اور تمہاری (انگلی کی) ایک ایک پور پر چوٹیں لگاتے ہیں۔ نہ کسی حیلہ وتدبیر سے تم اپنا بچاؤ اور نہ پورا تہیا کر کے اس کی روک تھام کر سکتے ہو، درآنحالیکہ تم رسوائی کے بھنور، تنگی وضیق کے دائرہ، موت کے میدان اور مصیبت و بلا کی جولانگاہ میں ہو۔

فَاَطْفِئُوْا مَا كَمَنَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ مِنْ نِّيْرَانِ الْعَصَبِيَّةِ، وَ اَحْقَادِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَاِنَّمَا تِلْكَ الْحَمِيَّةُ تَكُوْنُ فِي الْمُسْلِمِ مِنْ خَطَرَاتِ الشَّيْطٰنِ وَ نَخَوَاتِهٖ، وَ نَزَغَاتِهٖ وَ نَفَثَاتِهٖ.

تمہیں لازم ہے کہ اپنے دلوں میں چھپی ہوئی عصبیت کی آگ اور جاہلیت کے کینوں کو فرو کرو۔ کیونکہ مسلمان میں یہ غرور اور خود پسندی، شیطان کی وسوسہ اندازی، نخوت پسندی، فتنہ انگیزی اور فسوں کاری ہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

وَ اعْتَمِدُوْا وَضْعَ التَّذَلُّلِ عَلٰى رُؤُوْسِكُمْ، وَ اِلْقَآءَ التَّعَزُّزِ تَحْتَ اَقْدَامِكُمْ، وَ خَلْعَ التَّكَبُّرِ مِنْ اَعْنَاقِكُمْ. وَ اتَّخِذُوا التَّوَاضُعَ مَسْلَحَةً بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ عَدُوِّكُمْ اِبْلِيْسَ وَ جُنُوْدِهٖ، فَاِنَّ لَهٗ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ جُنُوْدًا وَّ اَعْوَانًا، وَ رَجِلًا وَّ فُرْسَانًا، وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالْمُتَكَبِّرِ عَلٰى

عجز وفروتنی کو سر کا تاج بنانے، کبر و خود بینی کو پیروں تلے روندنے اور تکبر و رعونت کا طوق گردن سے اتارنے کا عزم بالجزم کر لو۔ اپنے اور اپنے دشمن شیطان اور اس کی سپاہ کے درمیان تواضع وفروتنی کا مورچہ قائم کرو، کیونکہ ہر جماعت میں اس کے لشکر، یار و مددگار اور سوار و پیادے موجود ہیں۔ تم اس کی طرح نہ بنو کہ جس نے اپنے ماں جائے بھائی کے مقابلے میں غرور کیا، بغیر کسی فضیلت و بلندی کے کہ جو

ابْنِ اُمِّهٖ مِنْ غَيْرِ مَا فَضْلٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ فِيْهِ سِوٰى مَاۤ اَلْحَقَتِ الْعَظَمَةُ بِنَفْسِهٖ مِنْ عَدَاوَةِ الْحَسَدِ، وَ قَدَحَتِ الْحَمِيَّةُ فِيْ قَلْبِهٖ مِنْ نَّارِ الْغَضَبِ، وَ نَفَخَ الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اَنْفِهٖ مِنْ رِّيْحِ الْكِبْرِ الَّذِيْۤ اَعْقَبَهُ اللّٰهُ بِهِ النَّدَامَةَ، وَ اَلْزَمَهٗۤ اٰثَامَ الْقَاتِلِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

اَلَا وَ قَدْ اَمْعَنْتُمْ فِي الْبَغْيِ، وَ اَفْسَدْتُّمْ فِي الْاَرْضِ، مُصَارَحَةً لِّلّٰهِ بِالْمُنَاصَبَةِ، وَ مُبَارَزَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ بِالْمُحَارَبَةِ. فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ كِبْرِ الْحَمِيَّةِ، وَ فَخْرِ الْجَاهِلِيَّةِ! فَاِنَّهٗ مَلَاقِحُ الشَّنَاٰنِ، وَ مَنَافِخُ الشَّيْطٰنِ، الَّتِيْ خَدَعَ بِهَا الْاُمَمَ الْمَاضِيَةَ، وَ الْقُرُوْنَ الْخَالِيَةَ، حَتّٰۤى اَعْنَقُوْا فِيْ حَنَادِسِ جَهَالَتِهٖ، وَ مَهَاوِيْ ضَلَالَتِهٖ، ذُلُلًا عَنْ سِيَاقِهٖ، سُلُسًا فِيْ قِيَادِهٖ، اَمْرًا تَشَابَهَتِ الْقُلُوْبُ فِيْهِ، وَ تَتَابَعَتِ الْقُرُوْنُ عَلَيْهِ، وَ كِبْرًا تَضَايَقَتِ الصُّدُوْرُ بِهٖ.

اَلَا فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ طَاعَةِ سَادَاتِكُمْ وَ كُبَرَآئِكُمْ! الَّذِيْنَ تَكَبَّرُوْا عَنْ حَسَبِهِمْ، وَ تَرَفَّعُوْا فَوْقَ نَسَبِهِمْ، وَ اَلْقَوُا الْهَجِيْنَةَ عَلٰى رَبِّهِمْ، وَ جَاحَدُوا اللّٰهَ مَا صَنَعَ بِهِمْ، مُكَابَرَةً لِّقَضَآئِهٖ، وَ مُغَالَبَةً لِّاٰلَآئِهٖ، فَاِنَّهُمْ قَوَاعِدُ اَسَاسِ الْعَصَبِيَّةِ، وَ دَعَآئِمُ اَرْكَانِ الْفِتْنَةِ، وَ سُيُوْفُ اعْتِزَآءِ الْجَاهِلِيَّةِ.

اللہ نے اس میں قرار دی ہو، سوا اس کے کہ حاسدانہ عداوت سے اس میں اپنی بڑائی کا احساس پیدا ہوا اور خود پسندی نے اس کے دل میں غیظ و غضب کی آگ بھڑکا دی اور شیطان نے اس کی ناک میں کبر و غرور کی ہوا پھونک دی کہ جس کی وجہ سے اللہ نے ندامت و پشیمانی کو اس کے پیچھے لگا دیا اور قیامت تک کے قاتلوں کے گناہ اس کے ذمہ ڈال دیئے۔

دیکھو! تم نے اللہ سے کھلم کھلا دشمنی پر اتر کر اور مومنین سے آمادۂ پیکار ہو کر ظلم و تعدی کی انتہا کر دی اور زمین میں فساد مچا دیا۔ تم زمانہ جاہلیت والی خود بینی کی بنا پر فخر و غرور کرنے سے اللہ کا خوف کھاؤ، کیونکہ یہ دشمنی و عناد کا سرچشمہ اور شیطان کی فسوں کاری کا مرکز ہے، جس سے اس نے گزشتہ اُمتوں اور پہلی قوموں کو ورغلایا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے ڈھکیلنے اور آگے سے کھینچنے پر بے چون و چرا جہالت کی اندھیاریوں اور ضلالت کے گڑھوں میں تیزی سے جا پڑیں۔ ایسی صورت سے جس میں ایسے لوگوں کے تمام دل ملتے جلتے ہوئے ہیں اور صدیوں کا حال ایک ہی سا رہا ہے اور ایسا غرور جس کے چھپانے سے سینوں کی وسعتیں تنگ ہوتی ہیں۔

دیکھو! اپنے ان سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو کہ جو اپنی جاہ و حشمت پر اکڑتے اور اپنے نسب کی بلندیوں پر غرہ کرتے ہوں اور بدنما چیزوں کو اللہ کے سر ڈال دیتے ہوں اور اس کی قضا و قدر سے ٹکر لینے اور اس کی نعمتوں پر غلبہ پانے کیلئے اس کے احسانات سے یکسر انکار کر دیتے ہوں۔ یہی لوگ تو عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد، فتنہ کے کاخ و ایوان کے ستون اور جاہلیت کے نسبی تفاخر کی تلواریں ہیں۔

فَاتَّقُوا اللهَ وَ لَا تَكُوْنُوْا لِنِعَمِهٖ عَلَيْكُمْ اَضْدَادًا، وَ لَا لِفَضْلِهٖ عِنْدَكُمْ حُسَّادًا، وَ لَا تُطِيْعُوا الْاَدْعِيَآءَ الَّذِيْنَ شَرِبْتُمْ بِصَفْوِكُمْ كَدَرَهُمْ، وَ خَلَطْتُمْ بِصِحَّتِكُمْ مَرَضَهُمْ، وَ اَدْخَلْتُمْ فِيْ حَقِّكُمْ بَاطِلَهُمْ، وَ هُمْ اَسَاسُ الْفُسُوْقِ، وَ اَحْلَاسُ الْعُقُوْقِ، اتَّخَذَهُمْ اِبْلِيْسُ مَطَايَا ضَلَالٍ، وَ جُنْدًا بِهِمْ يَصُوْلُ عَلَى النَّاسِ، وَ تَرَاجِمَةً يَّنْطِقُ عَلٰۤى اَلْسِنَتِهِمْ، اسْتِرَاقًا لِّعُقُوْلِكُمْ، وَ دُخُوْلًا فِیْۤ عُيُوْنِكُمْ، وَ نَفْثًا فِیْۤ اَسْمَاعِكُمْ، فَجَعَلَكُمْ مَرْمٰى نَبْلِهٖ، وَ مَوْطِئَ قَدَمِهٖ، وَ مَاْخَذَ يَدِهٖ.

لہٰذا اللہ سے ڈرو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کے دشمن نہ بنو اور نہ اس کے فضل و کرم کے جو تم پر ہے حاسد بنو[1] اور اُن جھوٹے مدعیانِ اسلام کی پیروی نہ کرو کہ جن کا گدلا پانی تم اپنے صاف پانی میں سمو کر پیتے ہو اور اپنی درستگی کے ساتھ ان کی خرابیوں کو خلط ملط کر لیتے ہو اور اپنے حق میں ان کے باطل کیلئے بھی راہ پیدا کر دیتے ہو۔ وہ فسق و فجور کی بنیادیں ہیں اور نافرمانیوں کے ساتھ چسپیدہ ہیں، جنہیں شیطان نے گمراہی کی بار بردار سواری قرار دے رکھا ہے اور ایسا لشکر جس کو ساتھ لے کر لوگوں پر حملہ کرتا ہے اور ایسے ترجمان کہ جن کی زبان سے وہ گویا ہوتا ہے، تاکہ تمہاری عقلیں چھین لے، تمہاری آنکھوں میں گھس جائے اور تمہارے کانوں میں پھونک دے۔ اس طرح اس نے تمہیں اپنے تیروں کا ہدف، اپنے قدموں کی جولانگاہ اور اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنالیا ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا بِمَاۤ اَصَابَ الْاُمَمَ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنْ بَاْسِ اللهِ وَ صَوْلَاتِهٖ، وَ وَقَآئِعِهٖ وَ مَثُلَاتِهٖ، وَ اتَّعِظُوْا بِمَثَاوِیْ خُدُوْدِهِمْ، وَ مَصَارِعِ جُنُوْبِهِمْ، وَ اسْتَعِيْذُوْا بِاللهِ مِنْ لَّوَاقِحِ الْكِبْرِ، كَمَا تَسْتَعِيْذُوْنَهٗ مِنْ طَوَارِقِ الدَّهْرِ.

تمہیں لازم ہے کہ تم سے قبل سرکش اُمتوں پر جو قہر و عذاب اور عتاب و عقاب نازل ہوا، اس سے عبرت لو اور ان کے رخساروں کے بل لیٹنے اور پہلوؤں کے بل گرنے کے مقامات سے نصیحت حاصل کرو اور جس طرح زمانہ کی مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہو اسی طرح مغرور و سرکش بنانے والی چیزوں سے اللہ کے دامن میں پناہ مانگو۔

فَلَوْ رَخَّصَ اللهُ فِی الْكِبْرِ لِاَحَدٍ مِّنْ عِبَادِهٖ لَرَخَّصَ فِيْهِ لِخَاصَّةِ اَنْۢبِيَآئِهٖ وَ اَوْلِيَآئِهٖ، وَ لٰكِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ كَرَّهَ اِلَيْهِمُ التَّكَابُرَ، وَ رَضِیَ لَهُمُ التَّوَاضُعَ، فَاَلْصَقُوْا بِالْاَرْضِ خُدُوْدَهُمْ، وَ عَفَّرُوْا فِی التُّرَابِ وُجُوْهَهُمْ، وَ

اگر خداوند عالم اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو بھی کبر و رعونت کی اجازت دے سکتا ہوتا تو وہ اپنے مخصوص انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کو اس کی اجازت دیتا، لیکن اس نے ان کو کبر و غرور سے بیزار ہی رکھا اور ان کیلئے عجز و مسکنت ہی کو پسند فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رخسارے زمین سے پیوستہ اور چہرے خاک آلودہ رکھے اور مومنین کے آگے

خَفَضُوْٓا اَجْنِحَتَهُمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ، وَ كَانُوْا اَقْوَامًا مُّسْتَضْعَفِيْنَ، قَدِ اخْتَبَرَهُمُ اللّٰهُ بِالْمَخْمَصَةِ، وَ ابْتَلَاهُمْ بِالْمَجْهَدَةِ، وَ امْتَحَنَهُمْ بِالْمَخَاوِفِ، وَ مَخَضَهُمْ بِالْمَكَارِهِ.

فَلَا تَعْتَبِرُوا الرِّضٰى وَ السُّخْطَ بِالْمَالِ وَ الْوَلَدِ جَهْلًا بِمَوَاقِعِ الْفِتْنَةِ، وَ الْاِخْتِبَارِ فِيْ مَوَاضِعِ الْغِنٰى وَ الْاِقْتِدَارِ، فَقَدْ قَالَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى: ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۝﴾.

فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَخْتَبِرُ عِبَادَهُ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ بِاَوْلِيَآئِهِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ. وَلَقَدْ دَخَلَ مُوْسَى بْنُ عِمْرَانَ وَ مَعَهٗ اَخُوْهُ هَارُوْنُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ عَلٰى فِرْعَوْنَ، وَ عَلَيْهِمَا مَدَارِعُ الصُّوْفِ، وَ بِاَيْدِيْهِمَا الْعِصِيُّ، فَشَرَطَا لَهٗ ـ اِنْ اَسْلَمَ ـ بَقَآءَ مُلْكِهٖ، وَ دَوَامَ عِزِّهٖ، فَقَالَ: اَلَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ هٰذَيْنِ يَشْرِطَانِ لِيْ دَوَامَ الْعِزِّ، وَ بَقَآءَ الْمُلْكِ، وَ هُمَا بِمَا تَرَوْنَ مِنْ حَالِ الْفَقْرِ وَ الذُّلِّ، فَهَلَّا اُلْقِيَ عَلَيْهِمَآ اَسَاوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ؟ اِعْظَامًا لِّلذَّهَبِ وَ جَمْعِهٖ، وَ احْتِقَارًا لِّلصُّوْفِ وَ لُبْسِهٖ!

تواضع و انکسار سے جھکتے رہے اور وہ دنیا میں کمزور و بے بس تھے، جنہیں اللہ نے بھوک سے آزمایا، تعب و مشقت میں مبتلا کیا، خوف و خطر کے موقعوں سے ان کا امتحان لیا اور ابتلا و مصیبت سے انہیں تہ و بالا کیا۔

لہٰذا خدا کی خوشنودی و ناخوشنودی کا معیار اولاد و مال کو قرار نہ دو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ دولت اور اقتدار سے بھی کس کس طرح بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: "وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے انہیں سہارا دیتے ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں سرگرم ہیں مگر (جو اصل واقعہ ہے اسے) یہ لوگ سمجھتے نہیں"۔

اسی طرح واقعہ یہ ہے کہ اللہ اپنے ان بندوں کا جو بجائے خود اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھتے ہیں امتحان لیتا ہے، اپنے ان دوستوں کے ذریعہ سے جو انکی نظروں میں عاجز و بے بس ہیں۔ (چنانچہ اسکی مثال یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس حالت میں فرعون کے پاس آئے کہ انکے جسم پر اونی کُرتے اور ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں اور اس سے یہ قول و قرار کیا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس کا ملک بھی باقی رہے گا اور اس کی عزت بھی برقرار رہے گی، تو اس نے (اپنے حاشیہ نشینوں سے) کہا کہ: تمہیں ان پر تعجب نہیں ہوتا کہ یہ دونوں مجھ سے یہ معاملہ ٹھہرا رہے ہیں کہ میری عزت بھی برقرار رہے گی اور میرا ملک بھی باقی رہے گا اور جس پھٹے حال اور ذلیل صورت میں یہ ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو، (اگر ان میں اتنا ہی دم خم تھا تو پھر) انکے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں پڑے ہوئے۔ یہ اس لئے کہ وہ سونے کو اور اسکی جمع آوری کو بڑی چیز سمجھتا تھا اور بالوں کے کپڑوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔

وَ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِاَنْۢبِيَآئِهٖ حَيْثُ بَعَثَهُمْ اَنْ يَّفْتَحَ لَهُمْ كُنُوْزَ الذِّهْبَانِ، وَ مَعَادِنَ الْعِقْيَانِ، وَ مَغَارِسَ الْجِنَانِ، وَ اَنْ يَّحْشُرَ مَعَهُمْ طُيُوْرَ السَّمَآءِ وَ وُحُوْشَ الْاَرْضِ لَفَعَلَ، وَ لَوْ فَعَلَ لَسَقَطَ الْبَلَآءُ، وَ بَطَلَ الْجَزَآءُ، وَ اضْمَحَلَّتِ الْاَنْۢبَآءُ، وَ لَمَا وَجَبَ لِلْقَابِلِيْنَ اُجُوْرُ الْمُبْتَلِيْنَ، وَ لَا اسْتَحَقَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ثَوَابَ الْمُحْسِنِيْنَ، وَ لَا لَزِمَتِ الْاَسْمَآءُ مَعَانِيَهَا، وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ رُسُلَهٗ اُولِیْ قُوَّةٍ فِیْ عَزَآئِمِهِمْ، وَ ضَعَفَةً فِيْمَا تَرَى الْاَعْيُنُ مِنْ حَالَاتِهِمْ، مَعَ قَنَاعَةٍ تَمْلَاُ الْقُلُوْبَ وَ الْعُيُوْنَ غِنًى، وَ خَصَاصَةٍ تَمْلَاُ الْاَبْصَارَ وَ الْاَسْمَاعَ اَذًى.

اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ جس وقت اس نے نبیوں کو مبعوث کیا تو ان کیلئے سونے کے خزانوں اور خالص طلا کی کانوں کے منہ کھول دیتا اور باغوں کی کشت زاروں کو ان کیلئے مہیا کر دیتا اور فضا کے پرندوں اور زمین کے صحرائی جانوروں کو ان کے ہمراہ کر دیتا تو کر سکتا تھا اور اگر ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم، جزا و سزا بیکار اور (آسمانی) خبریں اَکارت ہو جاتیں اور آزمائش میں پڑنے والوں کا اجر اس طرح کے ماننے والوں کیلئے ضروری نہ رہتا اور نہ ایسے ایمان لانے والے[۲] نیک کرداروں کی جزا کے مستحق رہتے اور نہ الفاظ اپنے معنی کا ساتھ دیتے، لیکن اللہ سبحانہ اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور آنکھوں کو دکھائی دینے والی ظاہری حالت میں کمزور و ناتواں قرار دیتا ہے اور انہیں ایسی قناعت سے سرفراز کرتا ہے جو (دیکھنے اور سننے والوں کے) دلوں اور آنکھوں کو بے نیازی سے بھر دیتی ہے اور ایسا افلاس ان کے دامن سے وابستہ کر دیتا ہے کہ جس سے آنکھوں کو دیکھ کر اور کانوں کو سن کر اذیت ہوتی ہے۔

وَ لَوْ كَانَتِ الْاَنْۢبِيَآءُ اَهْلَ قُوَّةٍ لَّا تُرَامُ، وَ عِزَّةٍ لَّا تُضَامُ، وَ مُلْكٍ تَمْتَدُّ نَحْوَهٗ اَعْنَاقُ الرِّجَالِ، وَ تُشَدُّ اِلَيْهِ عُقَدُ الرِّحَالِ، لَكَانَ ذٰلِكَ اَهْوَنَ عَلَى الْخَلْقِ فِی الِاعْتِبَارِ، وَ اَبْعَدَ لَهُمْ فِی الِاسْتِكْبَارِ، وَ لَاٰمَنُوْا عَنْ رَّهْبَةٍ قَاهِرَةٍ لَّهُمْ، اَوْ رَغْبَةٍ مَّآئِلَةٍ بِهِمْ، فَكَانَتِ النِّيَّاتُ مُشْتَرَكَةً، وَ الْحَسَنَاتُ مُقْتَسَمَةً.

اگر انبیاء علیہم السلام ایسی قوت و طاقت رکھتے کہ جسے دبانے کا قصد و ارادہ بھی نہ ہو سکتا ہوتا اور ایسا تسلط و اقتدار رکھتے کہ جس پر تعدی ممکن ہی نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوتے کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں مڑتیں اور اس کے رخ پر سواریوں کے پالان کسے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کیلئے بڑی آسان اور اس سے انکار و سرتابی بہت بعید ہوتی اور لوگ چھائے ہوئے خوف یا مائل کرنے والے اسباب رغبت کی بنا پر ایمان لے آتے تو اس صورت میں ان کی نیتیں مشترک اور نیک عمل بٹے ہوئے ہوتے۔

وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اَرَادَ اَنْ يَّكُوْنَ

لیکن اللہ سبحانہ نے تو یہ چاہا کہ اس کے پیغمبروں

الْاِتِّبَاعُ لِرُسُلِهٖ، وَ التَّصۡدِيۡقُ بِكُتُبِهٖ، وَ الۡخُشُوۡعُ لِوَجۡهِهٖ، وَ الۡاِسۡتِكَانَةُ لِاَمۡرِهٖ، وَ الۡاِسۡتِسۡلَامُ لِطَاعَتِهٖ، اُمُوۡرًا لَّهٗ خَاصَّةً، لَا تَشُوۡبُهَا مِنۡ غَيۡرِهَا شَآئِبَةٌ، وَ كُلَّمَا كَانَتِ الۡبَلۡوٰى وَ الۡاِخۡتِبَارُ اَعۡظَمَ كَانَتِ الۡمَثُوۡبَةُ وَ الۡجَزَآءُ اَجۡزَلَ.

کا اتباع، اس کی کتابوں کی تصدیق، اس کے سامنے فروتنی، اس کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت، یہ سب چیزیں اسی کیلئے مخصوص ہوں اور ان میں کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہو اور جتنی آزمائش کڑی ہو گی اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔

اَلَا تَرَوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ سُبۡحَانَهٗ، اخۡتَبَرَ الۡاَوَّلِيۡنَ مِنۡ لَّدُنۡ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ، اِلَى الۡاٰخِرِيۡنَ مِنۡ هٰذَا الۡعَالَمِ، بِاَحۡجَارٍ لَّا تَضُرُّ وَ لَا تَنۡفَعُ، وَ لَا تُبۡصِرُ وَ لَا تَسۡمَعُ، فَجَعَلَهَا بَيۡتَهُ الۡحَرَامَ الَّذِىۡ جَعَلَهٗ لِلنَّاسِ قِيَامًا. ثُمَّ وَضَعَهٗ بِاَوۡعَرِ بِقَاعِ الۡاَرۡضِ حَجَرًا، وَ اَقَلِّ نَتَآئِقِ الدُّنۡيَا مَدَرًا، وَ اَضۡيَقِ بُطُوۡنِ الۡاَوۡدِيَةِ قُطۡرًا، بَيۡنَ جِبَالٍ خَشِنَةٍ، وَ رِمَالٍ دَمِثَةٍ، وَ عُيُوۡنٍ وَّشِلَةٍ، وَ قُرًى مُّنۡقَطِعَةٍ، لَا يَزۡكُوۡ بِهَا خُفٌّ وَّلَا حَافِرٌ وَّلَا ظِلۡفٌ.

تم دیکھتے نہیں کہ اللہ سبحانہ نے آدم علیہ السلام سے لے کر اس جہان کے آخر تک کے اگلے پچھلوں کو ایسے پتھروں سے آزمایا ہے کہ جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ، نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس نے ان پتھروں ہی کو اپنا محترم گھر قرار دیا کہ جسے لوگوں کیلئے (امن کے) قیام کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اسے زمین کے رقبوں میں سے ایک سنگلاخ رقبہ اور دنیا میں بلندی پر واقع ہونے والی آبادیوں میں سے ایک کم مٹی والے مقام اور گھاٹیوں میں سے ایک تنگ اطراف والی گھاٹی میں قرار دیا، کھرے اور کھردرے پہاڑوں، نرم ریتلے میدانوں، کم آب چشموں اور متفرق دیہاتوں کے درمیان کہ جہاں اونٹ، گھوڑا اور گائے بکری نشوونما نہیں پا سکتے۔

ثُمَّ اَمَرَ اٰدَمَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ وَ وَلَدَهٗ اَنۡ يَّثۡنُوۡا اَعۡطَافَهُمۡ نَحۡوَهٗ، فَصَارَ مَثَابَةً لِّمُنۡتَجَعِ اَسۡفَارِهِمۡ، وَ غَايَةً لِّمُلۡقٰى رِحَالِهِمۡ، تَهۡوِىۡ اِلَيۡهِ ثِمَارُ الۡاَفۡئِدَةِ مِنۡ مَّفَاوِزِ قِفَارٍ سَحِيۡقَةٍ، وَ مَهَاوِىۡ فِجَاجٍ عَمِيۡقَةٍ، وَ جَزَآئِرِ بِحَارٍ مُّنۡقَطِعَةٍ، حَتّٰى يَهُزُّوۡا مَنَاكِبَهُمۡ ذُلُلًا يُّهَلِّلُوۡنَ لِلّٰهِ حَوۡلَهٗ، وَ يَرۡمُلُوۡنَ عَلٰۤى اَقۡدَامِهِمۡ

پھر بھی اس نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو حکم دیا کہ اپنے رخ اس کی طرف موڑیں۔ چنانچہ وہ ان کے سفروں سے فائدہ اٹھانے کا مرکز اور پالانوں کے اترنے کی منزل بن گیا کہ دور افتادہ بے آب و گیاہ بیابانوں، دور و دراز گھاٹیوں کے نشیبی راہوں اور (زمین سے) کٹے ہوئے دریاؤں کے جزیروں سے نفوس انسانی ادھر متوجہ ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ پوری فرمانبرداری سے اپنے کندھوں کو ہلاتے ہوئے اس کے گرد لَبَّيۡكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيۡكَ کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور اپنے

شُعْثًا غُبْرًا لَّهٗ. قَدْ نَبَذُوا السَّرَابِيْلَ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ، وَ شَوَّهُوْا بِاِعْفَآءِ الشُّعُوْرِ مَحَاسِنَ خَلْقِهِمْ، ابْتِلَآءً عَظِيْمًا، وَ امْتِحَانًا شَدِيْدًا، وَ اخْتِبَارًا مُّبِيْنًا، وَ تَمْحِيْصًا بَلِيْغًا، جَعَلَهُ اللهُ سَبَبًا لِّرَحْمَتِهٖ، وَ وُصْلَةً اِلٰى جَنَّتِهٖ.

پیروں سے پویا دوڑ لگاتے ہیں، اس حالت میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور بدن خاک میں اَٹے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنا لباس پشت پر ڈال دیا ہوتا ہے اور بالوں کو بڑھا کر اپنے کو بدصورت بنا لیا ہوتا ہے۔ یہ بڑی ابتلا، کڑی آزمائش، کھلم کھلا امتحان اور پوری پوری جانچ ہے۔ اللہ نے اسے اپنی رحمت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔

وَ لَوْ اَرَادَ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّضَعَ بَيْتَهُ الْحَرَامَ، وَ مَشَاعِرَهُ الْعِظَامَ، بَيْنَ جَنَّاتٍ وَّ اَنْهَارٍ، وَ سَهْلٍ وَّ قَرَارٍ، جَمِّ الْاَشْجَارِ، دَانِي الثِّمَارِ، مُلْتَفِّ الْبُنٰى، مُتَّصِلِ الْقُرٰى، بَيْنَ بُرَّةٍ سَمْرَآءَ، وَ رَوْضَةٍ خَضْرَآءَ، وَ اَرْيَافٍ مُّحْدِقَةٍ، وَ عِرَاصٍ مُّغْدِقَةٍ، وَ زُرُوْعٍ نَّاضِرَةٍ، وَ طُرُقٍ عَامِرَةٍ، لَكَانَ قَدْ صَغُرَ قَدْرُ الْجَزَآءِ عَلٰى حَسَبِ ضَعْفِ الْبَلَاءِ.

اور اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ وہ اپنا محترم گھر اور بلند پایہ عبادت گاہیں ایسی جگہ پر بنائے کہ جس کے گرد باغ و چمن کی قطاریں اور بہتی ہوئی نہریں ہوں، زمین نرم و ہموار ہو کہ (جس میں) درختوں کے جھنڈ اور (ان میں) جھکے ہوئے پھلوں کے خوشے ہوں، جہاں عمارتوں کا جال بچھا ہوا اور آبادیوں کا سلسلہ ملا ہوا ہو، جہاں سرخی مائل گیہوں کے پودے، سرسبز مرغزار، چمن درکنار، سبزہ زار، پانی میں شرابور میدان، لہلہاتے ہوئے کھیت اور آباد گزرگاہیں ہوں تو البتہ وہ جزا و ثواب کو اسی اندازہ سے کم کر دیتا ہے کہ جس اندازہ سے ابتلا و آزمائش میں کمی واقع ہوئی ہے۔

وَ لَوْ كَانَ الْاِسَاسُ الْمَحْمُوْلُ عَلَيْهَا، وَ الْاَحْجَارُ الْمَرْفُوْعُ بِهَا، بَيْنَ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَآءَ، وَ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَآءَ، وَ نُوْرٍ وَّ ضِيَآءٍ، لَخَفَّفَ ذٰلِكَ مُصَارَعَةَ الشَّكِّ فِي الصُّدُوْرِ، وَ لَوَضَعَ مُجَاهَدَةَ اِبْلِيْسَ عَنِ الْقُلُوْبِ، وَ لَنَفٰى مُعْتَلِجَ الرَّيْبِ مِنَ النَّاسِ. وَ لٰكِنَّ اللهَ يَخْتَبِرُ عِبَادَهٗ بِاَنْوَاعِ الشَّدَآئِدِ، وَ يَتَعَبَّدُهُمْ بِاَنْوَاعِ الْمَجَاهِدِ، وَ يَبْتَلِيْهِمْ

اگر وہ بنیاد کہ جس پر اس گھر کی تعمیر ہوئی ہے اور وہ پتھر کہ جس پر اس کی عمارت اٹھائی گئی ہے، زمرد سبز و یاقوت سرخ کے ہوتے اور (ان میں) نور و ضیاء (کی تابانی) ہوتی تو یہ چیز سینوں میں شک و شبہات کے ٹکراؤ کو کم کر دیتی اور دلوں سے شیطان کی دوڑ دھوپ (کا اثر) مٹا دیتی اور لوگوں سے شکوک کے خلجان دور کر دیتی، لیکن اللہ سبحانہ اپنے بندوں کو گوناگوں سختیوں سے آزماتا ہے اور ان سے ایسی عبادت کا خواہاں ہے کہ جو طرح طرح کی مشقتوں سے بجالائی گئی ہو اور انہیں قسم قسم کی ناگواریوں سے جانچتا ہے تاکہ ان کے دلوں سے

بِضُرُوْبِ الْمَكَارِهِ، اِخْرَاجًا لِّلتَّكَبُّرِ مِنْ قُلُوْبِهِمْ، وَ اِسْكَانًا لِّلتَّذَلُّلِ فِيْ نُفُوْسِهِمْ، وَ لِيَجْعَلَ ذٰلِكَ اَبْوَابًا فُتُحًا اِلٰى فَضْلِهٖ، وَ اَسْبَابًا ذُلُلًا لِّعَفْوِهٖ.

فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ عَاجِلِ الْبَغْيِ، وَ اٰجِلِ وَخَامَةِ الظُّلْمِ، وَ سُوْٓءِ عَاقِبَةِ الْكِبْرِ، فَاِنَّهَا مَصْيَدَةُ اِبْلِيْسَ الْعُظْمٰى، وَ مَكِيْدَتُهُ الْكُبْرٰى، الَّتِيْ تُسَاوِرُ قُلُوْبَ الرِّجَالِ مُسَاوَرَةَ السُّمُوْمِ الْقَاتِلَةِ، فَمَا تُكْدِيْ اَبَدًا، وَلَا تُشْوِيْ اَحَدًا، لَا عَالِمًا لِّعِلْمِهٖ، وَلَا مُقِلًّا فِيْ طِمْرِهٖ.

وَ عَنْ ذٰلِكَ مَا حَرَسَ اللّٰهُ عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالصَّلَوَاتِ وَ الزَّكَوَاتِ، وَ مُجَاهَدَةِ الصِّيَامِ فِي الْاَيَّامِ الْمَفْرُوْضَاتِ، تَسْكِيْنًا لِّاَطْرَافِهِمْ، وَ تَخْشِيْعًا لِّاَبْصَارِهِمْ، وَ تَذْلِيْلًا لِّنُفُوْسِهِمْ، وَ تَخْفِيْضًا لِّقُلُوْبِهِمْ، وَ اِذْهَابًا لِّلْخُيَلَآءِ عَنْهُمْ، لِمَا فِيْ ذٰلِكَ مِنْ تَعْفِيْرِ عِتَاقِ الْوُجُوْهِ بِالتُّرَابِ تَوَاضُعًا، وَ الْتِصَاقِ كَرَآئِمِ الْجَوَارِحِ بِالْاَرْضِ تَصَاغُرًا، وَ لُحُوْقِ الْبُطُوْنِ بِالْمُتُوْنِ مِنَ الصِّيَامِ تَذَلُّلًا، مَعَ مَا فِي الزَّكٰوةِ مِنْ صَرْفِ ثَمَرَاتِ الْاَرْضِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ اِلٰى اَهْلِ الْمَسْكَنَةِ وَ الْفَقْرِ.

تمکنت وغرور کو نکال باہر کرے اور ان کے نفوس میں عجز وفروتنی کو جگہ دے اور یہ کہ اس ابتلا وآزمائش (کی راہ) سے اپنے فضل وامتنان کے کھلے ہوئے دروازوں تک (انہیں) پہنچائے اور اسے اپنی معافی وبخشش کا آسان وسیلہ وذریعہ قرار دے۔

دنیا میں سرکشی کی پاداش اور آخرت میں ظلم کی گرانباری کے عذاب اور غرور ونخوت کے برے انجام کے خیال سے اللہ کا خوف کھاؤ، کیونکہ یہ (سرکشی، ظلم اور غرور وتکبر) شیطان کا بہت بڑا جال اور بہت بڑا ہتھکنڈا ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں زہر قاتل کی طرح اتر جاتا ہے۔ نہ اس کا اثر کبھی رائیگاں جاتا ہے نہ اس کا وار کسی سے خطا کرتا ہے، نہ عالم سے اس کے علم کے باوجود اور نہ پھٹے پرانے چیتھڑوں میں کسی فقیر بے نوا سے[۳]۔

یہی وہ چیز ہے جس سے خداوند عالم ایمان سے سرفراز ہونے والے بندوں کو نماز، زکوٰۃ اور مقرر دنوں میں روزوں کے جہاد کے ذریعہ محفوظ رکھتا ہے اور اس طرح ان کے ہاتھ پیروں (کی طغیانیوں) کو سکون کی سطح پر لاتا ہے، ان کی آنکھوں کو عجز وشکستگی سے جھکا کر، نفس کو رام اور دلوں کو متواضع بنا کر، رعونت وخود پسندی کو ان سے دور کرتا ہے۔ (نماز میں) نازک چہروں کو عجز و نیاز مندی کی بنا پر خاک آلودہ کیا جاتا ہے اور روزوں میں از روئے فرمانبرداری پیٹ پیٹھ سے مل جاتے ہیں اور زکوٰۃ میں زمین کی پیداوار وغیرہ کو فقرا اور مساکین تک پہنچایا جاتا ہے۔

اُنْظُرُوْۤا اِلٰى مَا فِیْ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ مِنْ قَمْعِ نَوَاجِمِ الْفَخْرِ، وَ قَدْعِ طَوَالِعِ الْكِبْرِ! وَ لَقَدْ نَظَرْتُ فَمَا وَجَدْتُّ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ یَتَعَصَّبُ لِشَیْءٍ مِّنَ الْاَشْیَآءِ اِلَّا عَنْ عِلَّةٍ تَحْتَمِلُ تَمْوِیْهَ الْجُهَلَآءِ، اَوْ حُجَّةٍ تَلِیْطُ بِعُقُوْلِ السُّفَهَآءِ غَیْرَكُمْ، فَاِنَّكُمْ تَتَعَصَّبُوْنَ لِاَمْرٍ لَّا یُعْرَفُ لَهٗ سَبَبٌ وَّ لَا عِلَّةٌ.

دیکھو! کہ ان اعمال و عبادات میں غرور کے ابھرے ہوئے اثرات کو مٹانے اور تمکنت کے نمایاں ہونے والے آثار کو دبانے کے کیسے کیسے فوائد مضمر ہیں۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو دنیا بھر میں ایک فرد کو بھی ایسا نہ پایا کہ وہ کسی چیز کی پاسداری کرتا ہو، مگر یہ کہ اس کی نظروں میں اس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے کہ جو جاہلوں کے اشتباہ کا باعث بن جاتی ہے یا کوئی ایسی دلیل ہوتی ہے جو بیوقوفوں کی عقلوں سے چپک جاتی ہے، سوا تمہارے کہ تم ایک چیز کی جنبہ داری تو کرتے ہو مگر اس کی کوئی علت اور وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

اَمَّاۤ اِبْلِیْسُ فَتَعَصَّبَ عَلٰۤى اٰدَمَ علیہ السلام لِاَصْلِهٖ، وَ طَعَنَ عَلَیْهِ فِیْ خِلْقَتِهٖ، فَقَالَ: اَنَا نَارِیٌّ وَّ اَنْتَ طِیْنِیٌّ. وَ اَمَّا الْاَغْنِیَآءُ مِنْ مُّتْرَفَةِ الْاُمَمِ، فَتَعَصَّبُوْا لِاٰثَارِ مَوَاقِعِ النِّعَمِ فَقَالُوْا: ﴿نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ۝﴾.

ابلیس ہی کو لو کہ اس نے آدم علیہ السلام کے سامنے حمیت و جاہلیت کا مظاہرہ کیا تو اپنی اصل (آگ) کی وجہ سے اور ان پر چوٹ کی تو اپنی خلقت و پیدائش کی بنا پر، چنانچہ اس نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ: میں آگ سے بنا ہوں اور تم مٹی سے۔ (یونہی) خوش حال قوموں کے مالدار لوگ اپنی نعمتوں پر اتراتے ہوئے بڑا بول بولے کہ: ”ہم مال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں، ہمیں کیونکر عذاب کیا جا سکتا ہے“۔

فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصَبِیَّةِ، فَلْیَكُنْ تَعَصُّبُكُمْ لِمَكَارِمِ الْخِصَالِ، وَ مَحَامِدِ الْاَفْعَالِ، وَ مَحَاسِنِ الْاُمُوْرِ، الَّتِیْ تَفَاضَلَتْ فِیْهَا الْمُجَدَآءُ وَ النُّجَدَآءُ مِنْ بُیُوْتَاتِ الْعَرَبِ وَ یَعَاسِیْبِ الْقَبَآئِلِ، بِالْاَخْلَاقِ الرَّغِیْبَةِ، وَ الْاَحْلَامِ الْعَظِیْمَةِ، وَ الْاَخْطَارِ الْجَلِیْلَةِ، وَ الْاٰثَارِ الْمَحْمُوْدَةِ. فَتَعَصَّبُوْا لِخِلَالِ الْحَمْدِ مِنَ الْحِفْظِ لِلْجِوَارِ، وَ الْوَفَآءِ بِالذِّمَامِ، وَ الطَّاعَةِ لِلْبِرِّ، وَ الْمَعْصِیَةِ

اب اگر تمہیں فخر ہی کرنا ہے تو اس کی پاکیزگی اخلاق، بلندئ کردار اور حسن سیرت پر فخر و ناز کرو کہ جس میں عرب گھرانوں کے با عظمت و بلند ہمت سردارانِ قوم اپنی خوش اطواریوں، بلند پایہ دانائیوں، اعلیٰ مرتبوں اور پسندیدہ کارناموں کی وجہ سے ایک دوسرے پر برتری ثابت کرتے تھے۔ تم بھی ان قابل ستائش خصلتوں کی طرفداری کرو، جیسے ہمسایوں کے حقوق کی حفاظت کرنا، عہدو پیمان کو نبھانا، نیکوں کی اطاعت اور سرکشوں کی مخالفت کرنا، حسن سلوک

لِلْكِبْرِ، وَ الْاَخْذِ بِالْفَضْلِ، وَ الْكَفِّ عَنِ الْبَغْيِ، وَ الْاِعْظَامِ لِلْقَتْلِ، وَ الْاِنْصَافِ لِلْخَلْقِ، وَ الْكَظْمِ لِلْغَيْظِ، وَ اجْتِنَابِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ.

وَاحْذَرُوْا مَا نَزَلَ بِالْاُمَمِ قَبْلَكُمْ مِنَ الْمَثُلَاتِ بِسُوْٓءِ الْاَفْعَالِ، وَ ذَمِيْمِ الْاَعْمَالِ، فَتَذَكَّرُوْا فِي الْخَيْرِ وَ الشَّرِّ اَحْوَالَهُمْ، وَ احْذَرُوْا اَنْ تَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَهُمْ.

فَاِذَا تَفَكَّرْتُمْ فِيْ تَفَاوُتِ حَالَيْهِمْ، فَالْزَمُوْا كُلَّ اَمْرٍ لَّزِمَتِ الْعِزَّةُ بِهٖ شَاْنَهُمْ، وَ زَاحَتِ الْاَعْدَآءُ لَهٗ عَنْهُمْ، وَ مُدَّتِ الْعَافِيَةُ فِيْهِ عَلَيْهِمْ، وَ انْقَادَتِ النِّعْمَةُ لَهٗ مَعَهُمْ، وَ وَصَلَتِ الْكَرَامَةُ عَلَيْهِ حَبْلَهُمْ مِنَ الْاِجْتِنَابِ لِلْفُرْقَةِ، وَ اللُّزُوْمِ لِلْاُلْفَةِ، وَ التَّحَاضِّ عَلَيْهَا، وَ التَّوَاصِيْ بِهَا.

وَ اجْتَنِبُوْا كُلَّ اَمْرٍ كَسَرَ فِقْرَتَهُمْ، وَ اَوْهَنَ مُنَّتَهُمْ مِنْ تَضَاغُنِ الْقُلُوْبِ، وَتَشَاحُنِ الصُّدُوْرِ، وَ تَدَابُرِ النُّفُوْسِ، وَ تَخَاذُلِ الْاَيْدِيْ.

وَ تَدَبَّرُوْا اَحْوَالَ الْمَاضِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَبْلَكُمْ، كَيْفَ كَانُوْا فِيْ حَالِ التَّمْحِيْصِ وَ الْبَلَآءِ. اَ لَمْ يَكُوْنُوْۤا اَثْقَلَ الْخَلَآئِقِ اَعْبَآءً، وَ اَجْهَدَ الْعِبَادِ بَلَآءً، وَ

کا پابند اور ظلم و تعدی سے کنارہ کش رہنا، خونریزی سے پناہ مانگنا، خلق خدا سے عدل و انصاف برتنا، غصہ کو پی جانا، زمین میں شر انگیزی سے دامن بچانا۔

تمہیں ان عذابوں سے ڈرنا چاہیے جو تم سے پہلی اُمتوں پر ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے نازل ہوئے اور (اپنے) اچھے اور برے حالات میں ان کے احوال وواردات کو پیش نظر رکھو اور اس امر سے خائف وترساں رہو کہ کہیں تم بھی انہی کے ایسے نہ ہو جاؤ۔[۱]

اگر تم نے ان کی دونوں (اچھی بری) حالتوں پر غور کر لیا ہے تو پھر ہر اس چیز کی پابندی کرو کہ جس کی وجہ سے عزت و برتری نے ہر حال میں انکا ساتھ دیا اور دشمن ان سے دور دور رہے اور عیش وسکون کے دامن ان پر پھیل گئے اور نعمتیں سرنگوں ہو کر ان کے ساتھ ہو لیں اور عزت وسرفرازی نے اپنے بندھن ان سے جوڑ لئے۔ (وہ کیا چیزیں تھیں؟) یہ کہ وہ افتراق سے بچے اور اتفاق و یکجہتی پر قائم رہے، اسی پر ایک دوسرے کو ابھارتے تھے اور اسی کی باہم سفارش کرتے تھے۔

اور تم ہر اس امر سے بچ کر رہو کہ جس نے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ ڈالا اور قوت و توانائی کو ضعف سے بدل دیا، (اور وہ یہ تھا) کہ انہوں نے دلوں میں کینہ اور سینوں میں بغض رکھا، ایک دوسرے کی مدد سے پیٹھ پھرا لی اور باہمی تعاون سے ہاتھ اٹھا لیا۔

اور تم کو لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کے اہل ایمان کے وقائع وحالات میں غور وفکر کرو کہ (صبر آزما) ابتلاؤں اور (جانکاہ) مصیبتوں میں ان کی کیا حالت تھی، کیا وہ ساری کائنات سے زیادہ گرانبار، تمام لوگوں سے زائد مبتلائے تعب ومشقت اور دنیا جہان سے زیادہ تنگی وضیق کے

اَضْيَقَ اَهْلِ الدُّنْيَا حَالًا اتَّخَذَتْهُمُ الْفَرَاعِنَةُ عَبِيْدًا فَسَامُوْهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ، وَ جَرَّعُوْهُمُ الْمُرَارَ، فَلَمْ تَبْرَحِ الْحَالُ بِهِمْ فِيْ ذُلِّ الْهَلَكَةِ وَ قَهْرِ الْغَلَبَةِ، لَا يَجِدُوْنَ حِيْلَةً فِي امْتِنَاعٍ، وَ لَا سَبِيْلًا اِلٰى دِفَاعٍ، حَتّٰۤى اِذَا رَاَى اللّٰهُ جِدَّ الصَّبْرِ مِنْهُمْ عَلَى الْاَذٰى فِيْ مَحَبَّتِهٖ، وَ الْاِحْتِمَالَ لِلْمَكْرُوْهِ مِنْ خَوْفِهٖ، جَعَلَ لَهُمْ مِنْ مَّضَايِقِ الْبَلَآءِ فَرَجًا، فَاَبْدَلَهُمُ الْعِزَّ مَكَانَ الذُّلِّ، وَ الْاَمْنَ مَكَانَ الْخَوْفِ، فَصَارُوْا مُلُوْكًا حُكَّامًا، وَ اَئِمَّةً اَعْلَامًا، وَ قَدْ بَلَغَتِ الْكَرَامَةُ مِنَ اللّٰهِ لَهُمْ مَا لَمْ تَذْهَبِ الْاٰمَالُ اِلَيْهِ بِهِمْ.

عالم میں نہ تھے؟ کہ جنہیں دنیا کے فرعونوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور انہیں سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے اور تلخیوں کے گھونٹ پلاتے تھے اور ان کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ وہ تباہی و ہلاکت کی ذلتوں اور غلبہ و تسلط کی قہر سامانیوں میں گھرتے چلے جا رہے تھے۔ نہ انہیں بچاؤ کی کوئی تدبیر اور نہ روک تھام کا کوئی ذریعہ سوجھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اللہ سبحانہ نے یہ دیکھا کہ یہ میری محبت میں اذیتوں پر پوری کدوکاوش سے صبر کئے جا رہے ہیں اور میرے خوف (کے خیال) سے مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں تو ان کیلئے مصیبت و ابتلا کی تنگنائے سے وسعت کی راہیں نکالیں اور ان کی ذلت کو عزت اور خوف و ہراس کو امن سے بدل دیا۔ چنانچہ وہ تختِ فرمانروائی پر سلطان اور مسندِ ہدایت پر رہنما ہوئے اور انہیں امیدوں سے بڑھ چڑھ کر اللہ کی طرف سے عزت و سرفرازی حاصل ہوئی۔

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانُوْا حَيْثُ كَانَتِ الْاَمْلَآءُ مُجْتَمِعَةً، وَ الْاَهْوَآءُ مُؤْتَلِفَةً، وَ الْقُلُوْبُ مُعْتَدِلَةً، وَ الْاَيْدِيْ مُتَرَادِفَةً، وَ السُّيُوْفُ مُتَنَاصِرَةً، وَ الْبَصَآئِرُ نَافِذَةً، وَ الْعَزَآئِمُ وَاحِدَةً، اَلَمْ يَكُوْنُوْا اَرْبَابًا فِيْۤ اَقْطَارِ الْاَرَضِيْنَ، وَ مُلُوْكًا عَلٰى رِقَابِ الْعٰلَمِيْنَ!.

غور کرو! کہ جب ان کی جمعیتیں یکجا، خیالات یکسو اور دل یکساں تھے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کو سہارا دیتے اور تلواریں ایک دوسرے کی معین و مددگار تھیں اور ان کی بصیرتیں تیز اور ارادے متحد تھے تو اس وقت ان کا عالم کیا تھا؟ کیا وہ اطراف زمین میں فرمانروا اور دنیا والوں کی گردنوں پر حکمران نہ تھے؟

فَانْظُرُوْۤا اِلٰى مَا صَارُوْۤا اِلَيْهِ فِيْۤ اٰخِرِ اُمُوْرِهِمْ، حِيْنَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ، وَ تَشَتَّتَتِ الْاُلْفَةُ، وَ اخْتَلَفَتِ الْكَلِمَةُ وَ الْاَفْئِدَةُ، وَ تَشَعَّبُوْا مُخْتَلِفِيْنَ، وَ تَفَرَّقُوْا مُتَحَارِبِيْنَ، قَدْ خَلَعَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِبَاسَ كَرَامَتِهٖ، وَ

اور تصویر کا یہ رخ بھی دیکھو کہ جب ان میں پھوٹ پڑ گئی، یکجہتی درہم و برہم ہوگئی، ان کی باتوں اور دلوں میں اختلافات کے شاخسانے پھوٹ نکلے اور وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے اور الگ الگ جتھے بن کر ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے تو ان کی نوبت یہ ہوگئی کہ اللہ نے ان سے عزت و بزرگی کا پیراہن اتار لیا اور نعمتوں کی

سَلَبَهُمْ غَضَارَةَ نِعْمَتِهٖ، وَ بَقِیَ قَصَصُ اَخْبَارِهِمْ فِیْكُمْ عِبَرًا لِّلْمُعْتَبِرِیْنَ.

فَاعْتَبِرُوْا بِحَالِ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ وَ بَنِیْۤ اِسْحَاقَ وَ بَنِیْۤ اِسْرَآئِیْلَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ، فَمَاۤ اَشَدَّ اعْتِدَالَ الْاَحْوَالِ، وَ اَقْرَبَ اشْتِبَاهَ الْاَمْثَالِ! تَاَمَّلُوْا اَمْرَهُمْ فِیْ حَالِ تَشَتُّتِهِمْ وَ تَفَرُّقِهِمْ، لَیَالِیَ كَانَتِ الْاَكَاسِرَةُ وَ الْقَیَاصِرَةُ اَرْبَابًا لَّهُمْ، یَحْتَازُوْنَهُمْ عَنْ رِیْفِ الْاٰفَاقِ، وَ بَحْرِ الْعِرَاقِ، وَ خُضْرَةِ الدُّنْیَا، اِلٰى مَنَابِتِ الشِّیْحِ، وَ مَهَافِی الرِّیْحِ، وَ نَكَدِ الْمَعَاشِ، فَتَرَكُوْهُمْ عَالَةً مَّسَاكِیْنَ اِخْوَانَ دَبَرٍ وَّ وَبَرٍ، اَذَلَّ الْاُمَمِ دَارًا، وَ اَجْدَبَهُمْ قَرَارًا، لَا یَاْوُوْنَ اِلٰى جَنَاحِ دَعْوَةٍ یَّعْتَصِمُوْنَ بِهَا، وَ لَاۤ اِلٰى ظِلِّ اُلْفَةٍ یَّعْتَمِدُوْنَ عَلٰى عِزِّهَا، فَالْاَحْوَالُ مُضْطَرِبَةٌ، وَ الْاَیْدِیْ مُخْتَلِفَةٌ، وَ الْكَثْرَةُ مُتَفَرِّقَةٌ، فِیْ بَلَآءِ اَزْلٍ، وَ اَطْبَاقِ جَهْلٍ! مِنْۢ بَنَاتٍ مَّوْءُوْدَةٍ، وَ اَصْنَامٍ مَّعْبُوْدَةٍ، وَ اَرْحَامٍ مَّقْطُوْعَةٍ، وَ غَارَاتٍ مَّشْنُوْنَةٍ.

فَانْظُرُوْۤا اِلٰى مَوَاقِعِ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ حِیْنَ بَعَثَ اِلَیْهِمْ رَسُوْلًا، فَعَقَدَ بِمِلَّتِهٖ طَاعَتَهُمْ، وَ جَمَعَ عَلٰى دَعْوَتِهٖۤ اُلْفَتَهُمْ، كَیْفَ نَشَرَتِ النِّعْمَةُ عَلَیْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا، وَ

آسائشیں ان سے چھین لیں اور تمہارے درمیان ان کے واقعات کی حکایتیں عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے عبرت بن کر رہ گئیں۔

(اب ذرا) اسماعیل علیہ السلام کی اولاد، اسحاق علیہ السلام کے فرزندوں اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے حالات سے عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ حالات کتنے ملتے ہوئے ہیں اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں۔ ان کے منتشر و پراگندہ ہو جانے کی صورت میں جو واقعات رونما ہوئے، ان میں فکر و تامل کرو کہ جب شاہانِ عجم اور سلاطین روم ان پر حکمران تھے، وہ انہیں اطراف عالم کے سبزہ زاروں، عراق کے دریاؤں اور دنیا کی شادابیوں سے خار دار جھاڑیوں، ہواؤں کی بے روک گزرگاہوں اور معیشت کی دشواریوں کی طرف ڈھکیل دیتے تھے اور آخر انہیں فقیر و نادار اور زخمی پیٹھ والے اونٹوں کا چرواہا اور بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا کر چھوڑتے تھے۔ ان کے گھر بار دنیا جہان سے بڑھ کر خستہ و خراب اور انکے ٹھکانے خشک سالیوں سے تباہ حال تھے، نہ ان کی کوئی آواز تھی جسکے پر و بال کا سہارا لیں، نہ انس و محبت کی چھاؤں تھی جس کے بل بوتے پر بھروسا کریں، ان کے حالات پراگندہ، ہاتھ الگ الگ تھے، کثرت و جمعیت بٹی ہوئی، جانگداز مصیبتوں اور جہالت کی تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے، یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور تھیں، (گھر گھر) مورتی پوجا ہوتی تھی، رشتے ناتے توڑے جا چکے تھے اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔

دیکھو! کہ اللہ نے ان پر کتنے احسانات کئے کہ ان میں اپنا رسول بھیجا کہ جس نے اپنی اطاعت کا انہیں پابند بنایا اور انہیں ایک مرکزِ وحدت پر جمع کر دیا اور کیونکر خوشحالی نے اپنے پر و بال ان پر پھیلا دیئے اور ان کیلئے بخشش و فیضان کی نہریں بہا دیں اور شریعت نے

اَسَالَتْ لَهُمْ جَدَاوِلَ نَعِيْمِهَا، وَ الْتَفَّتِ الْمِلَّةُ بِهِمْ فِیْ عَوَآئِدِ بَرَكَتِهَا، فَاَصْبَحُوْا فِیْ نِعْمَتِهَا غَرِقِيْنَ، وَ فِیْ خُضْرَةِ عَيْشِهَا فَكِهِيْنَ، قَدْ تَرَبَّعَتِ الْاُمُوْرُ بِهِمْ فِیْ ظِلِّ سُلْطَانٍ قَاهِرٍ، وَ اٰوَتْهُمُ الْحَالُ اِلٰى كَنَفِ عِزٍّ غَالِبٍ، وَ تَعَطَّفَتِ الْاُمُوْرُ عَلَيْهِمْ فِیْ ذُرٰى مُلْكٍ ثَابِتٍ، فَهُمْ حُكَّامٌ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ، وَ مُلُوْكٌ فِیْۤ اَطْرَافِ الْاَرَضِيْنَ، يَمْلِكُوْنَ الْاُمُوْرَ عَلٰى مَنْ كَانَ يَمْلِكُهَا عَلَيْهِمْ، وَ يُمْضُوْنَ الْاَحْكَامَ فِيْمَنْ كَانَ يُمْضِيْهَا فِيْهِمْ! لَا تُغْمَزُ لَهُمْ قَنَاةٌ، وَ لَا تُقْرَعُ لَهُمْ صَفَاةٌ!.

انہیں اپنی برکت کے بے بہا فائدوں میں لپیٹ لیا، چنانچہ وہ اس کی نعمتوں میں شرابور اور اس کی زندگی کی تر و تازگیوں میں خوشحال اور ایک مسلط فرمانروا (اسلام) کے زیر سایہ ان (کی زندگی) کے تمام شعبے (نظم و ترتیب سے) قائم ہو گئے اور ان کے حالات (کی درستگی) نے انہیں غلبہ و بزرگی کے پہلو میں جگہ دی اور ایک مضبوط سلطنت کی سر بلند چوٹیوں میں (دین و دنیا کی) سعادتیں ان پر جھک پڑیں۔ وہ تمام جہان پر حکمران اور زمین کی پہنائیوں میں تخت و تاج کے مالک بن گئے اور جن پابندیوں کی بنا پر دوسروں کے زیر دست تھے، اب یہ انہیں پابند بنا کر ان پر مسلّط ہو گئے اور جن کے زیرِ فرمان تھے ان کے فرمانروا بن گئے۔ نہ ان کا دم خم ہی نکالا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا کس بل توڑا جا سکتا ہے۔

اَلَا وَ اِنَّكُمْ قَدْ نَفَضْتُمْ اَيْدِيَكُمْ مِنْ حَبْلِ الطَّاعَةِ، وَ ثَلَمْتُمْ حِصْنَ اللّٰهِ الْمَضْرُوْبَ عَلَيْكُمْ، بِاَحْكَامِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ قَدِ امْتَنَّ عَلٰى جَمَاعَةِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِيْمَا عَقَدَ بَيْنَهُمْ مِنْ حَبْلِ هٰذِهِ الْاُلْفَةِ الَّتِیْ يَنْتَقِلُوْنَ فِیْ ظِلِّهَا، وَ يَاْوُوْنَ اِلٰى كَنَفِهَا، بِنِعْمَةٍ لَّا يَعْرِفُ اَحَدٌ مِّنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ لَهَا قِيْمَةً، لِاَنَّهَاۤ اَرْجَحُ مِنْ كُلِّ ثَمَنٍ، وَ اَجَلُّ مِنْ كُلِّ خَطَرٍ.

دیکھو! تم نے اطاعت کے بندھنوں سے اپنے ہاتھوں کو چھڑا لیا اور زمانۂ جاہلیت کے طور طریقوں سے اپنے گرد کھچے ہوئے حصار میں رخنہ ڈال دیا۔ خداوند عالم نے اس اُمت کے لوگوں پر اس نعمت بے بہا کے ذریعہ سے لطف و احسان فرمایا ہے کہ جس کی قدر و قیمت کو مخلوقات میں سے کوئی نہیں پہچانتا، کیونکہ وہ ہر (ٹھہرائی ہوئی) قیمت سے گراں تر اور ہر شرف و بلندی سے بالاتر ہے اور وہ یہ کہ ان کے درمیان انس و یکجہتی کا رابطہ (اسلام) قائم کیا کہ جس کے سایہ میں وہ منزل کرتے ہیں اور جس کے کنار (عاطفت) میں پناہ لیتے ہیں۔

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَ الْهِجْرَةِ اَعْرَابًا، وَ بَعْدَ الْمُوَالَاةِ اَحْزَابًا، مَا تَتَعَلَّقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا بِاسْمِهٖ، وَ لَا

یہ جانے رہو کہ تم (جہالت و نادانی) کو خیر باد کہہ دینے کے بعد پھر صحرائی بدو اور باہمی دوستی کی بعد پھر مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہو، اسلام سے تمہارا واسطہ نام کو رہ گیا ہے اور ایمان سے چند ظاہری

تَعۡرِفُوۡنَ مِنَ الۡاِیۡمَانِ اِلَّا رَسۡمَهٗ، تَقُوۡلُوۡنَ: النَّارَ وَ لَا الۡعَارَ! کَاَنَّکُمۡ تُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تُکۡفِئُوا الۡاِسۡلَامَ عَلٰی وَجۡهِهٖ، انۡتِهَاکًا لِّحَرِیۡمِهٖ، وَ نَقۡضًا لِّمِیۡثَاقِهِ الَّذِیۡ وَضَعَهُ اللّٰهُ لَکُمۡ حَرَمًا فِیۡۤ اَرۡضِهٖ، وَ اَمۡنًا بَیۡنَ خَلۡقِهٖ.

وَ اِنَّکُمۡ اِنۡ لَّجَاۡتُمۡ اِلٰی غَیۡرِهٖ حَارَبَکُمۡ اَهۡلُ الۡکُفۡرِ، ثُمَّ لَا جَبۡرَآئِیۡلُ وَ لَا مِیۡکَآئِیۡلُ وَ لَا مُهَاجِرُوۡنَ وَ لَاۤ اَنۡصَارٌ یَّنۡصُرُوۡنَکُمۡ اِلَّا الۡمُقَارَعَةَ بِالسَّیۡفِ حَتّٰی یَحۡکُمَ اللّٰهُ بَیۡنَکُمۡ. وَ اِنَّ عِنۡدَکُمُ الۡاَمۡثَالَ مِنۡ بَاۡسِ اللّٰهِ وَ قَوَارِعِهٖ، وَ اَیَّامِهٖ وَ وَقَآئِعِهٖ، فَلَا تَسۡتَبۡطِئُوۡا وَعِیۡدَهٗ جَهۡلًا بِاَخۡذِهٖ، وَ تَهَاوُنًا بِبَطۡشِهٖ، وَ یَاۡسًا مِّنۡ بَاۡسِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ سُبۡحَانَهٗ لَمۡ یَلۡعَنِ الۡقَرۡنَ الۡمَاضِیَ بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ اِلَّا لِتَرۡکِهِمُ الۡاَمۡرَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ النَّهۡیَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ، فَلَعَنَ اللّٰهُ السُّفَهَآءَ لِرُکُوۡبِ الۡمَعَاصِیۡ، وَ الۡحُلَمَآءَ لِتَرۡکِ التَّنَاهِیۡ!.

اَلَا وَ قَدۡ قَطَعۡتُمۡ قَیۡدَ الۡاِسۡلَامِ، وَ عَطَّلۡتُمۡ حُدُوۡدَهٗ، وَ اَمَتُّمۡ اَحۡکَامَهٗ.

اَلَا وَ قَدۡ اَمَرَنِیَ اللّٰهُ بِقِتَالِ اَهۡلِ الۡبَغۡیِ وَ النَّکۡثِ وَ الۡفَسَادِ فِی الۡاَرۡضِ: فَاَمَّا النَّاکِثُوۡنَ فَقَدۡ قَاتَلۡتُ، وَ اَمَّا الۡقَاسِطُوۡنَ فَقَدۡ جَاهَدۡتُّ،

لکیروں کے علاوہ تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ تمہارا قول یہ ہے کہ: آگ میں کود پڑیں گے مگر عار قبول نہ کریں گے۔ گویا تم یہ چاہتے ہو کہ اسلام کی ہتک حرمت اور اس کا عہد توڑ کر اسے منہ کے بَل اوندھا کر دو، وہ عہد کہ جسے اللہ نے زمین میں پناہ اور مخلوقات میں امن قرار دیا ہے۔

(یاد رکھو! کہ) اگر تم نے اسلام کے علاوہ کہیں اور کا رخ کیا تو کفار تم سے جنگ کیلئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر نہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ ہیں اور نہ انصار و مہاجر ہیں کہ تمہاری مدد کریں، سوا اس کے کہ تلواروں کو کھٹکھٹاؤ، یہاں تک کہ اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ خدا کا سخت عذاب، جھنجھوڑنے والا عقاب، ابتلاؤں کے دن اور تعزیر و ہلاکت کے حادثے تمہارے سامنے ہیں۔ اس کی گرفت سے انجان بن کر اور اس کی پکڑ کو آسان سمجھ کر اور اس کی سختی سے غافل ہو کر اس کے قہر و عذاب کو دور نہ سمجھو۔ خداوند عالم نے گزشتہ اُمتوں کو محض اس لئے اپنی رحمت سے دور رکھا کہ وہ اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے منہ موڑ چکے تھے۔ چنانچہ اللہ نے بے وقوفوں پر ارتکاب گناہ کی وجہ سے اور دانشمندوں پر خطاؤں سے باز نہ آنے کے سبب سے لعنت کی ہے۔

دیکھو! تم نے اسلام کی پابندیاں توڑ دیں اور اس کی حدیں بیکار کر دیں اور اس کے احکام سرے سے ختم کر دیئے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے مجھے باغیوں، عہد شکنوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں سے جہاد کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے عہد شکنوں (اصحاب جمل) سے جنگ کی، نافرمانوں (اہل صفین) سے جہاد کیا اور بے دینوں (خوارج نہروان) کو بھی پوری طرح ذلیل کر کے چھوڑا۔

وَ اَمَّا الْمَارِقَةُ فَقَدْ دَوَّخْتُ، وَ اَمَّا شَيْطٰنُ الرَّدْهَةِ فَقَدْ كُفِيْتُهٗ بِصَعْقَةٍ سُمِعَتْ لَهَا وَجْبَةُ قَلْبِهٖ وَ رَجَّةُ صَدْرِهٖ، وَ بَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَغْيِ، وَ لَئِنْ اَذِنَ اللّٰهُ فِي الْكَرَّةِ عَلَيْهِمْ لَاُدِيْلَنَّ مِنْهُمْ اِلَّا مَا يَتَشَذَّرُ فِيْۤ اَطْرَافِ الْبِلَادِ تَشَذُّرًا!. اَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَاكِلِ الْعَرَبِ، وَ كَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُوْنِ رَبِيْعَةَ وَ مُضَرَ.

مگر گڑھے[5] (میں گر کر مرنے) والا شیطان، میرے لئے اس کی مہم سر ہوگئی، ایک ایسی چنگھاڑ کے ساتھ کہ جس میں اس کے دل کی دھڑکن اور سینے کی تھرتھری کی آواز میرے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ اب باغیوں میں سے کچھ رہے سہے باقی رہ گئے ہیں، اگر اللہ نے پھر مجھے ان پر دھاوا بولنے کی اجازت دی تو میں انہیں تہس نہس کر کے دولت و سلطنت کا رخ دوسری طرف موڑ دوں گا۔ (پھر) وہی لوگ بچ سکیں گے جو مختلف شہروں کی دور دراز حدوں میں تتر بتر ہو چکے ہوں گے۔ میں نے تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوند زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے ابھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِيْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيْبَةِ، وَ الْمَنْزِلَةِ الْخَصِيْصَةِ: وَضَعَنِيْ فِيْ حِجْرِهٖ وَ اَنَا وَلَدٌ يَّضُمُّنِيْۤ اِلٰى صَدْرِهٖ، وَ يَكْنُفُنِيْ فِيْ فِرَاشِهٖ، وَ يُمِسُّنِيْ جَسَدَهٗ، وَ يُشِمُّنِيْ عَرْفَهٗ. وَ كَانَ يَمْضَغُ الشَّیْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيْهِ، وَ مَا وَجَدَ لِيْ كَذْبَةً فِيْ قَوْلٍ، وَ لَا خَطْلَةً فِيْ فِعْلٍ.

تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام ان کے نزدیک کیا تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے گود میں لے لیا تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے، اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپؐ کسی چیز کو چباتے پھر اس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔

وَ لَقَدْ قَرَنَ اللّٰهُ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ مِنْ لَّدُنْ اَنْ كَانَ فَطِيْمًا اَعْظَمَ مَلَكٍ مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِهٖ يَسْلُكُ بِهٖ طَرِيْقَ الْمَكَارِمِ، وَ مَحَاسِنَ اَخْلَاقِ الْعَالَمِ، لَيْلَهٗ وَ نَهَارَهٗ، وَ لَقَدْ كُنْتُ اَتَّبِعُهٗ اتِّبَاعَ الْفَصِيْلِ اَثَرَ اُمِّهٖ، يَرْفَعُ لِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ اَخْلَاقِهٖ عَلَمًا، وَ يَاْمُرُنِيْ بِالْاِقْتِدَآءِ بِهٖ، وَ

اللہ نے آپؐ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپؐ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا اور میں ان کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپؐ ہر روز میرے لئے اخلاق حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال

لَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَآءَ، فَاَرَاهُ وَ لَا يَرَاهُ غَيْرِيْ، وَ لَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَّاحِدٌ يَّوْمَئِذٍ فِي الْاِسْلَامِ غَيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ خَدِيْجَةَ وَ اَنَا ثَالِثُهُمَا، اَرٰى نُوْرَ الْوَحْيِ وَ الرِّسَالَةِ، وَاَشُمُّ رِيْحَ النُّبُوَّةِ.

وَ لَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطٰنِ حِيْنَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ: «هٰذَا الشَّيْطٰنُ قَدْ اَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهٖ، اِنَّكَ تَسْمَعُ مَاۤ اَسْمَعُ، وَ تَرٰى مَاۤ اَرٰى، اِلَّاۤ اَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ، وَ لٰكِنَّكَ وَزِيْرٌ، وَاِنَّكَ لَعَلٰى خَيْرٍ».

وَ لَقَدْ كُنْتُ مَعَهٗ ﷺ لَمَّاۤ اَتَاهُ الْمَلَاُ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَالُوْا لَهٗ: يَا مُحَمَّدُ! اِنَّكَ قَدِ ادَّعَيْتَ عَظِيْمًا لَّمْ يَدَّعِهٖۤ اٰبَآؤُكَ وَ لَا اَحَدٌ مِّنْ بَيْتِكَ، وَ نَحْنُ نَسْئَلُكَ اَمْرًا اِنْ اَنْتَ اَجَبْتَنَاۤ اِلَيْهِ وَ اَرَيْتَنَاهُ، عَلِمْنَاۤ اَنَّكَ نَبِيٌّ وَّ رَسُوْلٌ، وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ عَلِمْنَاۤ اَنَّكَ سَاحِرٌ كَذَّابٌ.

فَقَالَ ﷺ: «وَمَا تَسْئَلُوْنَ؟». قَالُوْا: تَدْعُوْ لَنَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ حَتّٰى تَنْقَلِعَ بِعُرُوْقِهَا وَ تَقِفَ بَيْنَ يَدَيْكَ.

فَقَالَ ﷺ: «اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ، فَاِنْ فَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ ذٰلِكَ، اَتُؤْمِنُوْنَ وَ

(کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور (اُمّ المومنین) خدیجہؑ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا ان میں مَیں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

جب آپؐ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ: یا رسول اللہؐ! یہ آواز کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: «یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے۔ (اے علیؑ!) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو»۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ قریش کی ایک جماعت آپؐ کے پاس آئی اور انہوں نے آپؐ سے کہا کہ: اے محمدؐ! آپؐ نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ ایسا دعویٰ نہ تو آپؐ کے باپ دادا نے کیا نہ آپؐ کے خاندان والوں میں سے کسی اور نے کیا۔ ہم آپؐ سے ایک امر کا مطالبہ کرتے ہیں، اگر آپؐ نے اسے پورا کر کے ہمیں دکھلا دیا تو پھر ہم بھی یقین کر لیں گے کہ آپؐ نبی و رسول ہیں اور اگر نہ کر سکے تو ہم جان لیں گے کہ (معاذ اللہ!) آپؐ جادوگر اور جھوٹے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ: «وہ تمہارا مطالبہ ہے کیا»؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ ہمارے لئے اس درخت کو پکاریں کہ یہ جڑ سمیت اکھڑ آئے اور آپؐ کے سامنے آ کر ٹھہر جائے۔

آپؐ نے فرمایا کہ: «بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر اس نے تمہارے لئے ایسا کر دکھایا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے اور حق کی گواہی

تَشۡهَدُوۡنَ بِالۡحَقِّ؟». قَالُوۡا: نَعَمۡ. قَالَ: «فَاِنِّيۡ سَاُرِيۡكُمۡ مَا تَطۡلُبُوۡنَ، وَ اِنِّيۡ لَاَعۡلَمُ اَنَّكُمۡ لَا تَفِيۡٓئُوۡنَ اِلٰى خَيۡرٍ، وَاِنَّ فِيۡكُمۡ مَنۡ يُّطۡرَحُ فِي الۡقَلِيۡبِ، وَ مَنۡ يُّحَزِّبُ الۡاَحۡزَابَ».

ثُمَّ قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ: «يَآ اَيَّتُهَا الشَّجَرَةُ! اِنۡ كُنۡتِ تُؤۡمِنِيۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ، وَ تَعۡلَمِيۡنَ اَنِّيۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ، فَانۡقَلِعِيۡ بِعُرُوۡقِكِ حَتّٰى تَقِفِيۡ بَيۡنَ يَدَيَّ بِاِذۡنِ اللّٰهِ». فَوَالَّذِيۡ بَعَثَهٗ بِالۡحَقِّ لَانۡقَلَعَتۡ بِعُرُوۡقِهَا، وَ جَآءَتۡ وَ لَهَا دَوِيٌّ شَدِيۡدٌ، وَ قَصۡفٌ كَقَصۡفِ اَجۡنِحَةِ الطَّيۡرِ، حَتّٰى وَقَفَتۡ بَيۡنَ يَدَيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ مُرَفۡرِفَةً، وَ اَلۡقَتۡ بِغُصۡنِهَا الۡاَعۡلٰى عَلٰى رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ، وَ بِبَعۡضِ اَغۡصَانِهَا عَلٰى مَنۡكِبِيۡ، وَكُنۡتُ عَنۡ يَّمِيۡنِهٖ صلی اللہ علیہ وآلہ.

فَلَمَّا نَظَرَ الۡقَوۡمُ اِلٰى ذٰلِكَ قَالُوۡا ـ عُلُوًّا وَّ اسۡتِكۡبَارًا: فَمُرۡهَا فَلۡيَاۡتِكَ نِصۡفُهَا وَ يَبۡقٰى نِصۡفُهَا. فَاَمَرَهَا بِذٰلِكَ، فَاَقۡبَلَ اِلَيۡهِ نِصۡفُهَا كَاَعۡجَبِ اِقۡبَالٍ وَّ اَشَدِّهٖ دَوِيًّا، فَكَادَتۡ تَلۡتَفُّ بِرَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ، فَقَالُوۡا ـ كُفۡرًا وَعُتُوًّا: فَمُرۡ هٰذَا النِّصۡفَ فَلۡيَرۡجِعۡ اِلٰى نِصۡفِهٖ كَمَا كَانَ. فَاَمَرَهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ فَرَجَعَ، فَقُلۡتُ اَنَا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا

دو گے»؟ انہوں نے کہا کہ: ہاں! آپؐ نے فرمایا کہ: «اچھا! جو تم چاہتے ہو تمہیں دکھائے دیتا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بھلائی کی طرف پلٹنے والے نہیں ہو۔ یقیناً تم میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہیں چاہ (بدر) میں جھونک دیا جائے گا اور کچھ وہ ہیں جو (جنگ احزاب میں جتھابندی کریں گے»۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ: «اے درخت! اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو اپنی جڑ سمیت اُکھڑ آ، یہاں تک کے تو بحکم خدا میرے سامنے آکر ٹھہر جائے»۔ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ) اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! وہ درخت جڑ سمیت اکھڑ آیا اور اس طرح آیا کہ اس سے سخت کھڑکھڑاہٹ اور پرندوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی سی آواز آتی تھی، یہاں تک کہ وہ لچکتا جھومتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو آکر ٹھہر گیا اور بلند شاخیں ان پر اور کچھ شاخیں میرے کندھے پر ڈال دیں اور میں آپؐ کی دائیں جانب کھڑا تھا۔

جب قریش نے یہ دیکھا تو نخوت و غرور سے کہنے لگے کہ اسے حکم دیں کہ آدھا آپؐ کے پاس آئے اور آدھا اپنی جگہ پر رہے۔ چنانچہ آپؐ نے اسے یہی حکم دیا تو اس کا آدھا حصہ آپؐ کی طرف بڑھ آیا، اس طرح کہ اس کا آنا (پہلے آنے سے بھی) زیادہ عجیب صورت سے اور زیادہ تیز آواز کے ساتھ تھا اور اب کے قریب تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ جائے۔ اب انہوں نے کفر و سرکشی سے کہا کہ: اچھا اب اس آدھے کو حکم دیجیے کہ یہ اپنے دوسرے حصے کے پاس پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا۔ چنانچہ آپؐ نے حکم دیا اور وہ پلٹ گیا۔

اللهُ، فَاِنِّیْ اَوَّلُ مُؤْمِنٍ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَ اَوَّلُ مَنْ اَقَرَّ بِاَنَّ الشَّجَرَةَ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِاَمْرِ اللهِ تَعَالٰى تَصْدِيْقًا بِنُبُوَّتِكَ، وَ اِجْلَالًا لِّكَلِمَتِكَ.

فَقَالَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ: بَلْ سَاحِرٌ كَذَّابٌ، عَجِيْبُ السِّحْرِ خَفِيْفٌ فِيْهِ، وَ هَلْ يُصَدِّقُكَ فِیْۤ اَمْرِكَ اِلَّا مِثْلُ هٰذَا! يَعْنُوْنَنِیْ.

وَ اِنِّیْ لَمِنْ قَوْمٍ لَّا تَاْخُذُهُمْ فِی اللهِ لَوْمَةُ لَآئِمٍ، سِيْمَاهُمْ سِيْمَا الصِّدِّيْقِيْنَ، وَ كَلَامُهُمْ كَلَامُ الْاَبْرَارِ، عُمَّارُ اللَّيْلِ، وَ مَنَارُ النَّهَارِ، مُتَمَسِّكُوْنَ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ، يُحْيُوْنَ سُنَنَ اللهِ وَ سُنَنَ رَسُوْلِهٖ، لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وَ لَا يَعْلُوْنَ، وَ لَا يَغُلُّوْنَ وَ لَا يُفْسِدُوْنَ، قُلُوْبُهُمْ فِی الْجِنَانِ، وَ اَجْسَادُهُمْ فِی الْعَمَلِ!.

-----☆☆-----

میں نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ: لا الہ الا اللہ، اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں اور سب سے پہلے اس کا اقرار کرنے والا ہوں کہ اس درخت نے بحکم خدا آپؐ کی نبوت کی تصدیق اور آپؐ کے کلام کی عظمت و برتری دکھانے کیلئے جو کچھ کیا ہے وہ امر واقعی ہے (کوئی آنکھ کا پھیر نہیں)۔

یہ سن کر وہ ساری قوم کہنے لگی کہ: یہ (پناہ بخدا!) پرلے درجے کے جھوٹے اور جادوگر ہیں، ان کا سحر عجیب و غریب ہے اور ہیں بھی اس میں چابک دست، اس امر پر آپؐ کی تصدیق ان جیسے ہی کر سکتے ہیں اور اس سے مجھے مراد لیا۔

(جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے سچوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ دار ہے، وہ شب زندہ دار، دن کے روشن مینار اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو زندگی بخشتے ہیں، نہ سربلندی دکھاتے ہیں، نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ ان کے دل جنت میں اٹکے ہوئے اور جسم اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔

--☆☆--

۱؎ مطلب یہ کہ جس طرح ”حاسد“، محسود کی تباہی کے درپے ہوتا ہے اسی طرح تم کفران نعمت و ارتکاب معاصی سے زوال نعمت کے اسباب پیدا نہ کرو۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اگر ظاہری رعب و دبدبہ سے مرعوب ہو کر ایمان لایا جائے گا اور قوت و طاقت سے متاثر ہو کر عبادت کی جائے گی تو نہ ایمان اپنے حقیقی مفہوم پر اور نہ عبادت اپنے اصلی معنی پر باقی رہے گی، کیونکہ ایمان تصدیق باطنی و یقین قلبی کا نام ہے اور جبر و اکراہ سے جس یقین کا مظاہرہ کیا جائے گا وہ صرف زبانی اقرار ہو گا، مگر قلبی اعتراف نہیں ہو گا اور عبادت، عبودیت کے مظاہرہ کا نام ہے اور جس عبادت میں احساس عبودیت و جذبہ نیازمندی نہ ہو اور صرف سطوت و ہیبت کے پیش نظر بجالائی گئی ہو وہ عبادت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ایسا ایمان اور ایسی عبادت اپنے

صحیح معنی و مفہوم کی آئینہ دار نہ ہوگی۔

۳۔ ''عالم'' اور ''فقیر'' کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ عالم کے پاس علم کی روشنی ہوتی ہے جو اس کی رہنمائی کر سکتی ہے اور فقیر کی بے مائگی اس کیلئے مانع ہو سکتی ہے مگر اس کے باوجود عالم و فقیر دونوں اس کے فریب میں آجاتے ہیں تو پھر جاہل کس طرح اپنے کو اس کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور مالدار کہ جس کے پاس بے راہ روی کے سارے وسائل و ذرائع موجود ہوتے ہیں کس طرح اس سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔ ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝﴾[1]: ''بے شک انسان جب اپنے کو مالدار دیکھتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے''۔

۴۔ اُمم سابقہ کے عروج و زوال اور وقائع و حالات پر اگر نظر کی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قوموں کا بننا بگڑنا صرف بخت و اتفاق کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ اس میں بڑی حد تک ان کے افعال و اعمال کا دخل ہوتا ہے اور وہ اعمال جس نوعیت کے ہوتے ہیں ویسا ہی ان کا نتیجہ و ثمرہ ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات اس کے آئینہ دار ہیں کہ ظلم و بد عملی کا نتیجہ ہمیشہ تباہی و ہلاکت اور نیکی و سلامت روی کا ثمرہ ہمیشہ خوش بختی و کامرانی رہا ہے اور چونکہ زمانوں اور قوموں کے اختلاف سے نتائج میں کوئی فرق نہیں پڑتا، لہٰذا ویسے حالات اگر پھر پیدا ہوں اور ویسے واقعات اگر پھر دہرائے جائیں تو وہی نتائج ابھر کر سامنے آئیں گے جو پہلے حالات کے نتیجہ میں سامنے آ چکے ہیں۔ کیونکہ ہر چیز کے خواص و نتائج کی طرح اچھے اور برے عملوں کے نتائج کا ظہور بھی قطعی اور یقینی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو گزشتہ واقعات اور ان کے نتائج کو پیش کر کے مظلوموں اور بے بس لوگوں کو پُر امید نہ بنایا جا سکتا اور ظالموں اور ستمرانوں کو ان کی پاداش عمل سے خائف و ترساں نہ کیا جا سکتا۔ اس بنا پر کیا ضروری ہے کہ وہی نتائج اب بھی ظاہر ہوں جو ان جیسے واقعات سے ظاہر ہو چکے ہیں، لیکن نتائج کی یک رنگی ہی وہ چیز ہے جو گزشتہ واقعات کو بعد والوں کیلئے مرقع عبرت بنا کر پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر امیر المومنین علیہ السلام نے بنی اسماعیل و بنی اسحٰق و بنی اسرائیل کے مختلف حالات و اَدوار اور شاہان عجم و روم کے ہاتھوں ان کی ابتلا و مشقت اور تباہی و بربادی کا تذکرہ کر کے دعوت فکر و بصیرت دی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بنی اسماعیل اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد بنی اسحٰق کہلاتی ہے جو بعد میں شاخ در شاخ ہو کر مختلف قبیلوں میں بٹتی اور مختلف ناموں سے موسوم ہوتی گئی۔ ان کا ابتدائی مسکن فلسطین کے علاقے میں مقام کنعان تھا جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سرزمین دجلہ و فرات سے ہجرت کر کے مقیم ہو گئے تھے۔ ان کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی منزل سرزمین حجاز تھی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑ گئے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے انہی اطراف میں بسنے والے قبیلہ جرہم کی ایک خاتون السیدہ بنت مضاض سے شادی کی جن سے ان کی اولاد پھلی پھولی اور اطراف و اکناف عالم میں پھیل گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے فرزند حضرت اسحٰق علیہ السلام کنعان ہی میں مقیم رہے اور ان کے فرزند حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام تھے جنہوں نے اپنے ماموں لبان ابن ناہر کی دختر لیا سے عقد کیا اور اس کے مرنے کے بعد ان کی دوسری صاحبزادی راحیل سے شادی کی

---

[1] سورۂ علق، آیت ۶-۷۔

اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئی جو بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ ان فرزندوں میں سے ایک فرزند حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو اپنے ہمسایہ ملک مصر میں ایک ناگہانی صورت سے پہنچ گئے اور غلامی و اسیری کی کڑیاں جھیلنے کے بعد مصر کے تخت و تاج کے مالک ہو گئے۔ اس انقلاب کے بعد انہوں نے اپنے تمام عزیزوں اور کنبہ والوں کو بھی وہیں بلا لیا اور اس طرح مصر بنی اسرائیل کا مستقر قرار پا گیا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک امن چین سے رہتے سہتے اور عزت و احترام کی زندگی گزارتے رہے مگر رفتہ رفتہ وہاں کے باشندے انہیں ذلت و حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگے اور انہیں ہر طرح کے مظالم کا نشانہ بنا لیا، یہاں تک کہ لڑکوں کو ذبح اور ان کی عورتوں کو کنیزی کیلئے رکھ لیتے تھے، جس سے ان کی عزم و ہمت پامال اور روح آزادی مضمحل ہو کر رہ گئی۔

آخر حالات نے پلٹا کھایا اور چار سو برس تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کے بعد نکبت و مصیبت کا دور کٹا اور فرعونی حکومت کے مظالم سے نجات دلانے کیلئے قدرت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیج دیا جو انہیں لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوئے، لیکن قدرت نے فرعون کو تباہ کرنے کیلئے اسرائیلیوں کا رخ دریائے نیل کی طرف موڑ دیا، جہاں آگے پانی کی طغیانیاں تھیں اور پیچھے فرعون کی دَل بادَل فوجیں جس سے یہ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ مگر قدرت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بے کھٹکے دریا کے اندر اتر جائیں۔ چنانچہ جب وہ بڑھے تو دریا میں ایک چھوڑ کئی راستے پیدا ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کو لے کر دریا کے اس پار اتر گئے۔ فرعون عقب سے آ ہی رہا تھا۔ جب اس نے ان کو گزرتے ہوئے دیکھا تو لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور جب وسط دریا میں پہنچا تو رُکے ہوئے پانی میں حرکت پیدا ہوئی اور فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی لپیٹ میں لے کر فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾﴾

اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تمہیں برے سے برا عذاب دیتے تھے، تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی کٹھن آزمائش تھی۔ [1]

بہر صورت جب یہ حدود مصر سے نکل کر اپنے آبائی وطن فلسطین و شام میں پہنچے تو اپنی سلطنت و حکومت کی بنیاد رکھ کر آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے اور قدرت نے ان کی پستی و ذلت کو فرمانروائی کی بلندی و رفعت سے بدل دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾﴾

---

[1] سورۂ بقرہ، آیت ۴۹۔

ہم نے اس جماعت کو جو کمزور و ناتواں سمجھی جاتی تھی، زمین کے پورب و پچھم کے ان حصوں کا وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنی برکتوں سے مالا مال کیا ہے۔ اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کا خوشگوار وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا، چونکہ وہ (فرعون کے مظالم پر) صبر و استقامت سے جمے رہے اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو عمارتیں بلند کرتی تھی ہم نے سب برباد کر دیں۔[1]

اسرائیلیوں نے تخت فرمانروائی پر قدم رکھنے اور خوشحال و فارغ البالی حاصل کرنے کے بعد دورِ غلامی کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں کو فراموش کر دیا اور اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر شکر گزار ہونے کی بجائے سرکشی و بغاوت پر اتر آئے۔ چنانچہ وہ بدکرداری و بداخلاقی کی طرف بے جھجک بڑھتے، شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، حیلے حوالوں سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے میں کوئی باک نہ کرتے، خدا کی طرف سے تبلیغ و دعوت کے فرائض انجام دینے والے انبیاء علیہم السلام کو ستاتے اور ان کے خونِ ناحق سے ہاتھ رنگتے۔ اب ان کی بداعمالیوں کا تقاضا یہی تھا کہ انہیں ان کی پاداشِ عمل کی گرفت میں جکڑ لیا جائے، چنانچہ بخت نصر کہ جو ۶۰۰ ق م میں بابل (عراق) پر اپنا پرچم حکومت لہرا رہا تھا، شام و فلسطین پر حملہ کرنے کیلئے اٹھا اور اپنی خونچکاں تلواروں سے ستر (۷۰) ہزار اسرائیلیوں کو قتل اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا اور بقیۃ السیف کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر کے اپنے ساتھ لے لیا اور انہیں غلامی کے بندھنوں میں کس کر قعر مذلت میں لا پھینکا۔ اگرچہ اس تباہی و بربادی کے بعد کوئی ایسی صورت نظر نہ آتی تھی کہ وہ پھر اوج و عروج حاصل کر سکیں گے مگر قدرت نے انہیں سنبھلنے کا ایک اور موقع دیا۔ چنانچہ جب بخت نصر کے مرنے کے بعد حکومت کا نظم و نسق بیل شازار کے سپرد ہوا تو اس نے رعیت پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے جس سے تنگ آ کر وہاں کے باشندوں نے شہنشاہ فارس (سائرس) کو پیغام بھجوایا کہ ہم اپنے فرمانروا کے ظلم و جور سہتے سہتے عاجز آ گئے ہیں۔ آپ ہماری دستگیری کیجئے اور بیل شازار کے مظالم سے چھٹکارا دلایئے۔ سائرس جو عدل گستر و انصاف پرور حکمران تھا اس آواز پر لبیک کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں کے لوگوں کے تعاون سے اس نے بابل کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کی گردنوں سے غلامی کا جوا اترا اور انہیں فلسطین کی طرف پلٹ جانے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ انہوں نے ستر برس غلامی میں گزارنے کے بعد دوبارہ اپنے ملک میں قدم رکھا اور حکومت کی باگ سنبھال لی۔

اب اگر وہ گزشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرتے تو ان بداعمالیوں کے مرتکب نہ ہوتے کہ جن کے نتیجہ میں انہیں غلامی کی ذلت سے دو چار ہونا پڑا تھا، مگر اس ناہنجار قوم کے مزاج کی ساخت ہی کچھ اس طرح کی تھی کہ جب بھی انہیں آسائش و فارغ البالی حاصل ہوتی تو دولت کی سرمستیوں میں کھو جاتے اور عیش پرستیوں میں پڑ جاتے، احکام شریعت کا تمسخر اڑاتے اور انبیاء علیہم السلام کا استہزاء کرتے، بلکہ ان کے قتل سے بھی ان کی جبیں پر شکن نہ آتی تھی۔ چنانچہ جب ان کے فرمانروا ہیرودیس نے اپنی محبوبہ کے کہنے سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر قلم کر کے اسے بطور تحفہ پیش کیا تو کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ اس ظلم کے خلاف کوئی آواز بلند کرتا یا اس سے کوئی اثر لیتا۔

---

[1] سورۂ اعراف، آیت ۱۳۷۔

ان کی سرکشیوں اور منہ زوریوں کا یہی عالم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظہور فرمایا جو انہیں بے راہ رویوں سے روکتے اور نیکی و خوش اطواری کی تلقین فرماتے تھے، لیکن انہوں نے ان کی بھی مخالفت کی اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے یہاں تک کہ ان کی زندگی کا خاتمہ کر دینے کے درپے ہو گئے، لیکن قدرت نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دستبرد سے محفوظ کر دیا۔

جب ان کی طغیانیاں اس حد تک بڑھ گئیں اور قبول ہدایت کی صلاحیتیں دم توڑ چکیں تو تقدیر نے ان کی ہلاکت و بربادی کا سامان مکمل کر کے ان کی تباہی کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ قیصر روم اسبنانوس نے اپنے لڑکے طیطوس (ٹیٹس) کو شام پر حملہ کرنے کیلئے بھیجا۔ جس نے بیت المقدس کے گرد گھیرا ڈال دیا، مکانوں کو مسمار اور ہیکل کی دیواروں کو توڑ دیا، جس سے ہزاروں اسرائیلی گھروں کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور ہزاروں بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور جو رہ گئے وہ تلواروں کی نذر ہو گئے اور وہ اسرائیلی جو حصار کے زمانہ میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے ان میں سے بیشتر حجاز و یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔ مگر پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انکار سے ان کی قومیت کا شیرازہ اس طرح بکھرا کہ پھر کسی مرکز عزت پر جمع نہ ہو سکے اور ذلت و رسوائی کے سوا عزت و سرفرازی کی زندگی انہیں نصیب نہ ہوئی۔

اسی طرح شاہان عجم نے بھی عرب پر شدید حملے کئے اور وہاں کے باشندوں کو مقہور و مغلوب بنا لیا۔ چنانچہ سابور ابن ہرمز نے سولہ برس کی عمر میں چار ہزار جنگجوؤں کو اپنے ساتھ لے کر ان عربوں پر حملہ کیا جو حدود فارس میں آباد تھے اور پھر بحرین، قطیف اور حجر کی طرف چڑھائی کی اور بنی تمیم و بنی بکر بن وائل و بنی عبد قیس کو تباہ و برباد کیا اور ستر ہزار عربوں کے شانے چیر ڈالے جس سے اس کا لقب ''ذوالاکناف'' پڑ گیا۔ اس نے عربوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ صرف بالوں کی جھونپڑیوں میں رہیں، اپنے سر کے بالوں کو بڑھا لیں، سفید لباس نہ پہنیں اور بغیر زین کے گھوڑوں پر سواری کریں اور پھر عراق و شام کے درمیان نصیبین میں بارہ ہزار اصفہان اور فارس کے دوسرے شہروں کے باشندے بسائے اور اس طرح وہاں کے رہنے والوں کو سرسبز و شاداب جگہوں سے صحراؤں اور بے آب و گیاہ جنگلوں کی طرف ڈھکیل دیا جہاں نہ زندگی و راحت کا کوئی سامان تھا اور نہ معیشت کا کوئی ذریعہ اور یہ آپس کے تفرقہ و انتشار کے نتیجہ میں مدتوں تک دوسروں کی قہر سامانیوں کا نشانہ بنتے رہے۔

آخر قدرت نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر انہیں ذلت سے عروج و رفعت کی بلند سے بلند منزل پر پہنچا دیا۔

۵ گڑھے میں گر کر مرنے والے شیطان سے مراد ''ذوالثدیہ'' ہے جو نہروان میں صاعقہ آسمانی کے گرنے سے ہلاک ہوا اور اس پر تلوار اٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ اس کی ہلاکت کے متعلق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشن گوئی فرما چکے تھے۔ اس لئے امیر المومنین علیہ السلام نہروان کے میدان میں استیصال خوارج کے بعد اس کی تلاش میں نکلے لیکن اس کی لاش کہیں نظر نہ آئی۔ مگر ریان ابن صبرہ نے نہر کے کنارے ایک گڑھے کے اندر چالیس پچاس لاشیں دیکھیں۔ جب انہیں نکالا گیا تو ان میں ذوالثدیہ کی بھی لاش تھی اور اس کے شانے پر گوشت کا ایک لوتھڑا ابھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے اسے ''ذوالثدیہ'' کہا جاتا تھا۔ جب امیر المومنین علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا: «اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اللّٰهِ مَا كَذَبْتُ وَ لَا كُذِبْتُ»[1]: اللہ اکبر، خدا کی قسم! نہ میں نے جھوٹ کہا تھا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی۔

☆☆☆☆☆

---

[1] شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار، ج ۲، ص ۳۲۱۔

(۱۹۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُوِیَ اَنَّ صَاحِبًا لِّاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یُقَالُ لَہٗ: «هَمَّامٌ» كَانَ رَجُلًا عَابِدًا، فَقَالَ: یَاۤ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ صِفْ لِیَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی كَاَنِّیْۤ اَنْظُرُ اِلَیْهِمْ، فَتَثَاقَلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ جَوَابِهٖ، ثُمَّ قَالَ: یَا هَمَّامُ! اتَّقِ اللّٰهَ وَ اَحْسِنْ فَ ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾، فَلَمْ یَقْنَعْ هَمَّامٌ بِهٰذَا الْقَوْلِ حَتّٰی عَزَمَ عَلَیْهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰی عَلَیْهِ وَ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اللّٰهَ ـ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی ـ خَلَقَ الْخَلْقَ حِیْنَ خَلَقَهُمْ غَنِیًّا عَنْ طَاعَتِهِمْ، اٰمِنًا مِّنْ مَّعْصِیَتِهِمْ، لِاَنَّهٗ لَا تَضُرُّهٗ مَعْصِیَةُ مَنْ عَصَاهُ، وَ لَا تَنْفَعُهٗ طَاعَةُ مَنْ اَطَاعَهٗ، فَقَسَمَ بَیْنَهُمْ مَعَایِشَهُمْ، وَ وَضَعَهُمْ مِنَ الدُّنْیَا مَوَاضِعَهُمْ.

فَالْمُتَّقُوْنَ فِیْهَا هُمْ اَهْلُ الْفَضَآئِلِ: مَنْطِقُهُمُ الصَّوَابُ، وَ مَلْبَسُهُمُ الْاِقْتِصَادُ، وَ مَشْیُهُمُ التَّوَاضُعُ. غَضُّوْا اَبْصَارَهُمْ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ، وَ وَقَفُوْا اَسْمَاعَهُمْ عَلَی الْعِلْمِ النَّافِعِ لَهُمْ. نُزِّلَتْ اَنْفُسُهُمْ مِنْهُمْ فِی الْبَلَآءِ كَالَّتِیْ نُزِّلَتْ فِی الرَّخَآءِ. وَ لَوْلَا الْاَجَلُ الَّذِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُمْ لَمْ تَسْتَقِرَّ اَرْوَاحُهُمْ فِیْۤ اَجْسَادِهِمْ طَرْفَةَ عَیْنٍ، شَوْقًا

خطبہ (۱۹۱)

بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے ایک صحابیؓ نے کہ جنہیں ہمام کہا جاتا ہے اور جو بہت عبادت گزار شخص تھے، حضرتؑ سے عرض کیا کہ: یاامیر المومنینؑ! مجھ سے پرہیز گاروں کی حالت اس طرح بیان فرمائیں کہ ان کی تصویر میری نظروں میں پھرنے لگے۔ حضرتؑ نے جواب دینے میں کچھ تامل کیا۔ پھر اتنا فرمایا کہ: اے ہمام! اللہ سے ڈرو اور اچھے عمل کرو، کیونکہ "اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی و نیک کردار ہوں"۔ ہمام نے آپؑ کے اس جواب پر اکتفا نہ کیا اور آپؑ کو (مزید بیان فرمانے کیلئے) قسم دی جس پر حضرتؑ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور یہ فرمایا:

اللہ سبحانہ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو ان کی اطاعت سے بے نیاز اور ان کے گناہوں سے بے خطر ہو کر کارگاہ ہستی میں انہیں جگہ دی، کیونکہ اسے نہ کسی معصیت کار کی معصیت سے نقصان اور نہ کسی فرمانبردار کی اطاعت سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اس نے زندگی کا سر و سامان ان میں بانٹ دیا ہے اور دنیا میں ہر ایک کو اس کے مناسب حال محل و مقام پہ رکھا ہے۔

چنانچہ فضیلت ان کیلئے ہے جو پرہیز گار ہیں کیونکہ ان کی گفتگو جچی تلی ہوئی، پہناوا میانہ روی اور چال ڈھال عجز وفروتنی ہے۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور فائدہ مند علم پر کان دھر لئے ہیں۔ ان کے نفس زحمت و تکلیف میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں جیسے آرام و آسائش میں۔ اگر (زندگی کی مقررہ) مدت نہ ہوتی جو اللہ نے ان کیلئے لکھ دی ہے تو ثواب کے شوق اور عتاب کے خوف سے ان کی روحیں ان کے جسموں میں چشم زدن

اِلَى الثَّوَابِ، وَ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ.

عَظُمَ الْخَالِقُ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَهٗ فِیْۤ اَعْيُنِهِمْ، فَهُمْ وَ الْجَنَّةُ كَمَنْ قَدْ رَاٰهَا، فَهُمْ فِيْهَا مُنَعَّمُوْنَ، وَهُمْ وَ النَّارُ كَمَنْ قَدْ رَاٰهَا، فَهُمْ فِيْهَا مُعَذَّبُوْنَ.

قُلُوْبُهُمْ مَّحْزُوْنَةٌ، وَ شُرُوْرُهُمْ مَاْمُوْنَةٌ، وَ اَجْسَادُهُمْ نَحِيْفَةٌ، وَ حَاجَاتُهُمْ خَفِيْفَةٌ، وَ اَنْفُسُهُمْ عَفِيْفَةٌ. صَبَرُوْا اَيَّامًا قَصِيْرَةً اَعْقَبَتْهُمْ رَاحَةً طَوِيْلَةً، تِجَارَةٌ مُّرْبِحَةٌ، يَسَّرَهَا لَهُمْ رَبُّهُمْ. اَرَادَتْهُمُ الدُّنْيَا فَلَمْ يُرِيْدُوْهَا، وَ اَسَرَتْهُمْ فَفَدَوْۤا اَنْفُسَهُمْ مِنْهَا.

اَمَّا اللَّيْلَ فَصَافُّوْنَ اَقْدَامَهُمْ، تَالِيْنَ لِاَجْزَآءِ الْقُرْاٰنِ يُرَتِّلُوْنَهٗ تَرْتِيْلًا، يُحَزِّنُوْنَ بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ، وَ يَسْتَثِيْرُوْنَ بِهٖ دَوَآءَ دَآئِهِمْ، فَاِذَا مَرُّوْا بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَشْوِيْقٌ رَكَنُوْۤا اِلَيْهَا طَمَعًا، وَ تَطَلَّعَتْ نُفُوْسُهُمْ اِلَيْهَا شَوْقًا، وَ ظَنُّوْا اَنَّهَا نُصْبُ اَعْيُنِهِمْ، وَ اِذَا مَرُّوْا بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَخْوِيْفٌ اَصْغَوْۤا اِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوْبِهِمْ، وَ ظَنُّوْا اَنَّ زَفِيْرَ جَهَنَّمَ وَ شَهِيْقَهَا فِیْۤ اُصُوْلِ اٰذَانِهِمْ،

کیلئے بھی نہ ٹھہرتیں۔

خالق کی عظمت ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس کے ماسوا ہر چیز ان کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ ان کو جنت کا ایسا ہی یقین ہے جیسے کسی کو آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے، تو گویا وہ اسی وقت جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہیں اور دوزخ کا بھی ایسا ہی یقین ہے جیسے کہ وہ دیکھ رہے ہیں تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہاں کا عذاب ان کے گردو پیش موجود ہے۔

ان کے دل غمزدہ و محزون اور لوگ ان کے شر و ایذا سے محفوظ و مامون ہیں۔ ان کے بدن لاغر، ضروریات کم اور نفس نفسانی خواہشوں سے بری ہیں۔ انہوں نے چند مختصر سے دنوں کی (تکلیفوں پر) صبر کیا جس کے نتیجہ میں دائمی آسائش حاصل کی۔ یہ ایک فائدہ مند تجارت ہے جو اللہ نے ان کیلئے مہیا کی۔ دنیا نے انہیں چاہا مگر انہوں نے دنیا کو نہ چاہا۔ اس نے انہیں قیدی بنایا تو انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا۔

رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں، جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈتے ہیں۔ جب کسی ایسی آیت پر ان کی نگاہ پڑتی ہے جس میں (جنت کی) ترغیب دلائی گئی ہو تو اس کے طمع میں ادھر جھک پڑتے ہیں اور اس کے اشتیاق میں ان کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پر کیف) منظر ان کی نظروں کے سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ سے) ڈرایا گیا ہو تو اس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی

فَهُمْ حَانُوْنَ عَلٰۤى اَوْسَاطِهِمْ، مُفْتَرِشُوْنَ لِجِبَاهِهِمْ وَ اَكُفِّهِمْ وَ رُكَبِهِمْ، وَ اَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ، يَطْلُبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِیْ فَكَاكِ رِقَابِهِمْ.

آواز اور وہاں کی چیخ پکار ان کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے۔ وہ (رکوع میں) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں) اپنی پیشانیاں، ہتھیلیاں، گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلوخلاصی کیلئے التجائیں کرتے ہیں۔

وَ اَمَّا النَّهَارَ فَحُلَمَآءُ عُلَمَآءُ، اَبْرَارٌ اَتْقِيَآءُ، قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْیَ الْقِدَاحِ، يَنْظُرُ اِلَيْهِمُ النَّاظِرُ فَيَحْسَبُهُمْ مَرْضٰى، وَ مَا بِالْقَوْمِ مِنْ مَّرَضٍ، وَ يَقُوْلُ: لَقَدْ خُوْلِطُوْا! وَ لَقَدْ خَالَطَهُمْ اَمْرٌ عَظِيْمٌ! لَا يَرْضَوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمُ الْقَلِيْلَ، وَ لَا يَسْتَكْثِرُوْنَ الْكَثِيْرَ.

دن ہوتا ہے تو وہ (بردبار) دانشمند عالم، نیکوکار اور پرہیز گار نظر آتے ہیں۔ خوف نے انہیں تیروں کی طرح لاغر کر چھوڑا ہے۔ دیکھنے والا انہیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے، حالانکہ انہیں کوئی مرض نہیں ہوتا اور جب ان کی باتوں کو سنتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ ان کی عقلوں میں فتور ہے، (ایسا نہیں) بلکہ انہیں تو ایک دوسرا ہی خطرہ لاحق ہے۔ وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں ہوتے اور زیادہ کو زیادہ نہیں سمجھتے۔

فَهُمْ لِاَنْفُسِهِمْ مُتَّهِمُوْنَ، وَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ مُشْفِقُوْنَ، اِذَا زُكِّیَ اَحَدُهُمْ خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهٗ، فَيَقُوْلُ: اَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِیْ مِنْ غَيْرِیْ، وَ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِیْ مِنِّیْ بِنَفْسِیْ! اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا يَقُوْلُوْنَ، وَ اجْعَلْنِیْۤ اَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّوْنَ، وَ اغْفِرْ لِیْ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ.

وہ اپنے ہی نفسوں پر (کوتاہیوں کا) الزام رکھتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی ایک کو (صلاح وتقویٰ کی بنا پر) سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ: میں دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا ہوں اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے۔ خدایا! ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے ان گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں۔

فَمِنْ عَلَامَةِ اَحَدِهِمْ اَنَّكَ تَرٰى لَهٗ قُوَّةً فِیْ دِيْنٍ، وَ حَزْمًا فِیْ لِيْنٍ، وَ اِيْمَانًا فِیْ يَقِيْنٍ، وَ حِرْصًا فِیْ عِلْمٍ، وَ عِلْمًا فِیْ حِلْمٍ، وَ قَصْدًا فِیْ غِنًى، وَ خُشُوْعًا فِیْ عِبَادَةٍ، وَ تَجَمُّلًا فِیْ فَاقَةٍ، وَ صَبْرًا فِیْ شِدَّةٍ، وَ طَلَبًا فِیْ حَلَالٍ، وَ نَشَاطًا

ان میں سے ایک کی علامت یہ ہے کہ تم اس کے دین میں استحکام، نرمی و خوش خلقی کے ساتھ دور اندیشی، ایمان میں یقین و استواری، (حصول علم میں طمع)، بردباری کے ساتھ دانائی، خوشحالی میں میانہ روی، عبادت میں عجز و نیاز مندی، فقر و فاقہ میں آن بان، مصیبت میں صبر، طلب رزق میں حلال پر نظر، ہدایت میں کیف وسرور

فِیْ هُدًی، وَ تَحَرُّجًا عَنْ طَمَعٍ.

یَعْمَلُ الْاَعْمَالَ الصَّالِحَةَ وَ هُوَ عَلٰی وَجَلٍ، یُمْسِیْ وَ هَمُّهُ الشُّکْرُ، وَ یُصْبِحُ وَ هَمُّهُ الذِّکْرُ. یَبِیْتُ حَذِرًا، وَ یُصْبِحُ فَرِحًا، حَذِرًا لِمَا حُذِّرَ مِنَ الْغَفْلَةِ، وَ فَرِحًا بِمَاۤ اَصَابَ مِنَ الْفَضْلِ وَ الرَّحْمَةِ. اِنِ اسْتَصْعَبَتْ عَلَیْهِ نَفْسُهٗ فِیْمَا تَکْرَهُ لَمْ یُعْطِهَا سُؤْلَهَا فِیْمَا تُحِبُّ. قُرَّةُ عَیْنِهٖ فِیْمَا لَا یَزُوْلُ، وَ زَهَادَتُهٗ فِیْمَا لَا یَبْقٰی، یَمْزُجُ الْحِلْمَ بِالْعِلْمِ، وَ الْقَوْلَ بِالْعَمَلِ.

تَرَاهُ قَرِیْبًا اَمَلُهٗ، قَلِیْلًا زَلَلُهٗ، خَاشِعًا قَلْبُهٗ، قَانِعَةً نَّفْسُهٗ، مَنْزُوْرًا اَکْلُهٗ، سَهْلًا اَمْرُهٗ، حَرِیْزًا دِیْنُهٗ، مَیِّتَةً شَهْوَتُهٗ، مَکْظُوْمًا غَیْظُهٗ. اَلْخَیْرُ مِنْهُ مَاْمُوْلٌ، وَ الشَّرُّ مِنْهُ مَاْمُوْنٌ. اِنْ کَانَ فِی الْغَافِلِیْنَ کُتِبَ فِی الذَّاکِرِیْنَ، وَ اِنْ کَانَ فِی الذَّاکِرِیْنَ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ.

یَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَهٗ، وَ یُعْطِیْ مَنْ حَرَمَهٗ، وَ یَصِلُ مَنْ قَطَعَهٗ. بَعِیْدًا فُحْشُهٗ، لَیِّنًا قَوْلُهٗ، غَآئِبًا مُّنْکَرُهٗ، حَاضِرًا مَّعْرُوْفُهٗ، مُقْبِلًا خَیْرُهٗ، مُدْبِرًا شَرُّهٗ. فِی الزَّلَازِلِ وَقُوْرٌ، وَ فِی الْمَکَارِهِ صَبُوْرٌ، وَ فِی الرَّخَآءِ شَکُوْرٌ.

اور طمع سے نفرت و بے تعلقی دیکھو گے۔

وہ نیک اعمال بجالانے کے باوجود خائف رہتا ہے۔ شام ہوتی ہے تو اس کے پیش نظر اللہ کا شکر اور صبح ہوتی ہے تو اس کا مقصد یادِ خدا ہوتا ہے۔ رات خوف و خطر میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اٹھتا ہے۔ خطرہ اس کا کہ رات غفلت میں نہ گزر جائے اور خوشی اس فضل و رحمت کی دولت پر جو اسے نصیب ہوئی ہے۔ اگر اس کا نفس کسی ناگوار صورت حال کے برداشت کرنے سے انکار کرتا ہے تو وہ اس کی من مانی خواہش کو پورا نہیں کرتا۔ جاودانی نعمتوں میں اس کیلئے آنکھوں کا سرور ہے اور دارِ فانی کی چیزوں سے بے تعلقی و بیزاری ہے۔ اس نے علم میں حلم اور قول میں عمل کو سمو دیا ہے۔

تم دیکھو گے کہ اس کی امیدوں کا دامن کوتاہ، لغزشیں کم، دل متواضع اور نفس قانع، غذا قلیل، رویہ بے زحمت، دین محفوظ، خواہشیں مردہ اور غصہ ناپید ہے۔ اس سے بھلائی ہی کی توقع ہوسکتی ہے اور اس سے گزند کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ جس وقت ذکر خدا سے غافل ہونے والوں میں نظر آتا ہے جب بھی ذکر کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے، (چونکہ اس کا دل غافل نہیں ہوتا) اور جب ذکر کرنے والوں میں ہوتا ہے تو ظاہر ہی ہے کہ اسے غفلت شعاروں میں شمار نہیں کیا جاتا۔

جو اس پر ظلم کرتا ہے اس سے درگزر کر جاتا ہے، جو اسے محروم کرتا ہے اس کا دامن اپنی عطا سے بھر دیتا ہے، جو اس سے بگاڑتا ہے یہ اس سے بناتا ہے۔ بیہودہ بکواس اس کے قریب نہیں پھٹکتی۔ اس کی باتیں نرم، برائیاں ناپید اور اچھائیاں نمایاں ہیں، خوبیاں اُبھر کر سامنے آتی ہیں اور بدیاں پیچھے ہٹتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ مصیبت کے جھٹکوں میں کوہِ حلم و وقار، سختیوں پر صابر اور خوشحالی میں شاکر رہتا ہے۔

لَا يَحِيْفُ عَلٰى مَنْ يُبْغِضُ، وَ لَا يَاْثَمُ فِيْمَنْ يُّحِبُّ. يَعْتَرِفُ بِالْحَقِّ قَبْلَ اَنْ يُشْهَدَ عَلَيْهِ. لَا يُضَيِّعُ مَا اسْتُحْفِظَ، وَ لَا يَنْسٰى مَا ذُكِّرَ، وَ لَا يُنَابِزُ بِالْاَلْقَابِ، وَ لَا يُضَارُّ بِالْجَارِ، وَ لَا يَشْمَتُ بِالْمَصَآئِبِ، وَ لَا يَدْخُلُ فِي الْبَاطِلِ، وَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الْحَقِّ.

جس کا دشمن بھی ہو اس کے خلاف بے جا زیادتی نہیں کرتا اور جس کا دوست ہوتا ہے اس کی خاطر بھی کوئی گناہ نہیں کرتا۔ قبل اس کے کہ اس کی کسی بات کے خلاف گواہی کی ضرورت پڑے وہ خود ہی حق کا اعتراف کر لیتا ہے۔ امانت کو ضائع و برباد نہیں کرتا، جو اسے یاد دلایا گیا ہے اسے فراموش نہیں کرتا۔ نہ دوسروں کو برے ناموں سے یاد کرتا ہے نہ ہمسایوں کو گزند پہنچاتا ہے، نہ دوسروں کی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے، نہ باطل کی سرحد میں داخل ہوتا ہے اور نہ جادۂ حق سے قدم باہر نکالتا ہے۔

اِنْ صَمَتَ لَمْ يَغُمَّهٗ صَمْتُهٗ، وَ اِنْ ضَحِكَ لَمْ يَعْلُ صَوْتُهٗ، وَ اِنْ بُغِيَ عَلَيْهِ صَبَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ اللهُ هُوَ الَّذِيْ يَنْتَقِمُ لَهٗ. نَفْسُهٗ مِنْهُ فِيْ عَنَآءٍ، وَ النَّاسُ مِنْهُ فِيْ رَاحَةٍ. اَتْعَبَ نَفْسَهٗ لِاٰخِرَتِهٖ، وَ اَرَاحَ النَّاسَ مِنْ نَّفْسِهٖ.

اگر چپ سادھ لیتا ہے تو اس خاموشی سے اس کا دل نہیں بجھتا اور اگر ہنستا ہے تو آواز بلند نہیں ہوتی۔ اگر اس پر زیادتی کی جائے تو سہ لیتا ہے، تاکہ اللہ ہی اس کا انتقام لے۔ اس کا نفس اس کے ہاتھوں مشقت میں مبتلا ہے اور دوسرے لوگ اس سے امن و راحت میں ہیں۔ اس نے آخرت کی خاطر اپنے نفس کو زحمت میں اور خلق خدا کو اپنے نفس (کے شر) سے راحت میں رکھا ہے۔

بُعْدُهٗ عَمَّنْ تَبَاعَدَ عَنْهُ زُهْدٌ وَّ نَزَاهَةٌ، وَ دُنُوُّهٗ مِمَّنْ دَنَا مِنْهُ لِيْنٌ وَّ رَحْمَةٌ، لَيْسَ تَبَاعُدُهٗ بِكِبْرٍ وَّ عَظَمَةٍ، وَ لَا دُنُوُّهٗ بِمَكْرٍ وَّ خَدِيْعَةٍ.

جن سے دوری اختیار کرتا ہے تو یہ زہد و پاکیزگی کیلئے ہوتی ہے اور جن سے قریب ہوتا ہے تو یہ خوش خلقی و رحم دلی کی بنا پر ہے۔ نہ اس کی دوری غرور و کبر کی وجہ سے اور نہ اس کا میل جول کسی فریب اور مکر کی بنا پر ہوتا ہے۔

قَالَ: فَصَعِقَ هَمَّامٌ صَعْقَةً كَانَتْ نَفْسُهٗ فِيْهَا. فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَمَا وَاللهِ! لَقَدْ كُنْتُ اَخَافُهَا عَلَيْهِ.

ثُمَّ قَالَ:

هٰكَذَا تَصْنَعُ الْمَوَاعِظُ الْبَالِغَةُ بِاَهْلِهَا.

راوی کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سنتے سنتے ہمام پر غشی طاری ہوئی اور اسی عالم میں اس کی روح پرواز کر گئی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''خدا کی قسم! مجھے اس کے متعلق یہی خطرہ تھا''۔

پھر فرمایا کہ:

''موثر نصیحتیں نصیحت پذیر طبیعتوں پر یہی اثر کیا کرتی ہیں''۔

فَقَالَ لَهٗ قَآئِلٌ: فَمَا بَالُكَ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَقَالَ عليه السلام:

وَيْحَكَ! اِنَّ لِكُلِّ اَجَلٍ وَّقْتًا لَّا يَعْدُوْهُ، وَ سَبَبًا لَّا يَتَجَاوَزُهٗ، فَمَهْلًا، لَا تَعُدْ لِمِثْلِهَا، فَاِنَّمَا نَفَثَ الشَّيْطٰنُ عَلٰى لِسَانِكَ!.

-----☆☆-----

اس وقت ایک کہنے والے[۲] نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! پھر کیا بات ہے کہ خود آپؑ پر ایسا اثر نہیں ہوتا؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

''بلاشبہ موت کیلئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ وہ اس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا اور اس کا ایک سبب ہوتا ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔ ایسی (بے معنی) گفتگو سے جو شیطان نے تمہاری زبان پر جاری کی ہے، باز آؤ اور ایسی بات پھر زبان پر نہ لانا''۔

--☆☆--

[۱] ابن ابی الحدید کے نزدیک اس سے ''ہمام ابن شریح'' مراد ہیں اور علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے بظاہر ''ہمام ابن عبادہ'' مراد ہیں۔

[۲] یہ شخص ''عبد ابن کوا'' تھا جو خوارج کی ہنگامہ آرائیوں میں پیش پیش اور حضرتؑ کا سخت مخالف تھا۔

☆☆☆☆☆

(١٩٢) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَصِفُ فِيْهَا الْمُنَافِقِيْنَ

نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا وَفَّقَ لَهٗ مِنَ الطَّاعَةِ، وَ ذَادَ عَنْهُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ، وَ نَسْئَلُهٗ لِمِنَّتِهٖ تَمَامًا، وَ بِحَبْلِهٖ اعْتِصَامًا.

وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، خَاضَ اِلٰى رِضْوَانِ اللّٰهِ كُلَّ غَمْرَةٍ، وَ تَجَرَّعَ فِيْهِ كُلَّ غُصَّةٍ، وَ قَدْ تَلَوَّنَ لَهُ الْاَدْنَوْنَ، وَ تَاَلَّبَ عَلَيْهِ الْاَقْصَوْنَ، وَ خَلَعَتْ اِلَيْهِ الْعَرَبُ اَعِنَّتَهَا، وَ ضَرَبَتْ لِمُحَارَبَتِهٖ بُطُوْنَ رَوَاحِلِهَا، حَتّٰۤى اَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهٖ عَدَاوَتَهَا، مِنْ اَبْعَدِ الدَّارِ، وَ اَسْحَقِ الْمَزَارِ.

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ! بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَ اُحَذِّرُكُمْ اَهْلَ النِّفَاقِ، فَاِنَّهُمُ الضَّآلُّوْنَ الْمُضِلُّوْنَ، وَ الزَّآلُّوْنَ الْمُزِلُّوْنَ، يَتَلَوَّنُوْنَ اَلْوَانًا، وَ يَفْتَنُّوْنَ افْتِنَانًا، وَ يَعْمِدُوْنَكُمْ بِكُلِّ عِمَادٍ، وَ يَرْصُدُوْنَكُمْ بِكُلِّ مِرْصَادٍ.

قُلُوْبُهُمْ دَوِيَّةٌ، وَ صِفَاحُهُمْ نَقِيَّةٌ. يَمْشُوْنَ الْخَفَآءَ، وَ يَدِبُّوْنَ الضَّرَآءَ. وَصْفُهُمْ

خطبہ (۱۹۲)

اس میں منافقین کی صفات بیان کی ہیں

ہم اس کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس نے اطاعت کی توفیق بخشی اور معصیت سے روک کر رکھا۔ ہم اس سے نعمتوں کے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش اور اس سے (اسلام کی) رسی سے وابستہ رہنے کا سوال کرتے ہیں۔

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے ہر سختی میں پھاند پڑے اور جنہوں نے اس کیلئے غم و غصہ کے گھونٹ پیے، جن کے قریبیوں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دور والوں نے بھی ان کی دشمنی پر ایکا کر لیا اور عرب والے بھی ان کے خلاف بگٹٹ چڑھ دوڑے اور دور دراز جگہوں اور دور افتادہ سرحدوں سے سواریوں کے پیٹ پر ایڑ لگاتے ہوئے آپؐ سے لڑنے کیلئے جمع ہو گئے اور عداوتوں کے (پشتارے) آپؐ کے صحن میں لا اتارے۔

اے خدا کے بندو! میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تمہیں وصیت کرتا ہوں اور منافقوں سے بھی چوکنا کئے دیتا ہوں، کیونکہ وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے، بے راہ اور بے راہروی پر لگانے والے ہیں۔ وہ مختلف رنگ اور ہر بات میں جداگانہ پینترا بدلتے ہیں اور (تمہیں ہم خیال بنانے کیلئے) ہر قسم کے مکر و فریب کے اُڑانوں کا سہارا دیتے ہیں اور ہر گھات کی جگہ میں تمہاری تاک لگائے بیٹھے ہیں۔

ان کے دل (نفاق کے) روگ میں مبتلا اور چہرے (بظاہر کدورتوں سے) پاک و صاف ہیں وہ اندر ہی اندر چالیں چلتے ہیں اور (بہکانے کیلئے) اس طرح رینگتے ہوئے بڑھتے ہیں جس طرح مرض

دَوَآءٌ، وَ قَوْلُهُمْ شِفَآءٌ، وَ فِعْلُهُمُ الدَّآءُ الْعَيَآءُ. حَسَدَةُ الرَّخَآءِ، وَ مُؤَكِّدُوا الْبَلَآءِ، وَ مُقَنِّطُوا الرَّجَآءِ.

لَهُمْ بِكُلِّ طَرِيْقٍ صَرِيْعٌ، وَ اِلٰى كُلِّ قَلْبٍ شَفِيْعٌ، وَ لِكُلِّ شَجْوٍ دُمُوْعٌ. يَتَقَارَضُوْنَ الثَّنَآءَ، وَ يَتَرَاقَبُوْنَ الْجَزَآءَ. اِنْ سَئَلُوْا اَلْحَفُوْا، وَ اِنْ عَذَلُوْا كَشَفُوْا، وَ اِنْ حَكَمُوْا اَسْرَفُوْا.

قَدْ اَعَدُّوْا لِكُلِّ حَقٍّ بَاطِلًا، وَ لِكُلِّ قَآئِمٍ مَّآئِلًا، وَ لِكُلِّ حَيٍّ قَاتِلًا، وَ لِكُلِّ بَابٍ مِّفْتَاحًا، وَ لِكُلِّ لَيْلٍ مِّصْبَاحًا. يَتَوَصَّلُوْنَ اِلَى الطَّمَعِ بِالْيَاْسِ لِيُقِيْمُوْا بِهٖ اَسْوَاقَهُمْ، وَ يُنَفِّقُوْا بِهٖ اَعْلَاقَهُمْ. يَقُوْلُوْنَ فَيُشَبِّهُوْنَ، وَ يَصِفُوْنَ فَيُمَوِّهُوْنَ. قَدْ هَوَّنُوا الطَّرِيْقَ، وَ اَضْلَعُوا الْمَضِيْقَ.

فَهُمْ لُمَةُ الشَّيْطٰنِ، وَ حُمَةُ النِّيْرَانِ، ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝﴾.

-----☆☆-----

چپکے سے سرایت کرتا ہے۔ ان کے طور طریقے دوا، باتیں شفا اور کرتوت درد بے درماں ہیں۔ (دوسروں کی) خوشحالی پر جلنے والے، انہیں مصیبت میں پھنسانے کیلئے جدوجہد کرنے والے اور انہیں امیدوں سے بے آس بنانے والے ہیں۔

ہر راہ گزر پر ان کا ایک کشتہ اور ہر دل میں گھر کرنے کا ان کے پاس وسیلہ ہے اور ہر غم کیلئے (ان کی آنکھوں میں مگر مچھ کے) آنسو ہیں۔ ایک دوسرے کی قرضہ کے طور پر مدح و ستائش کرتے ہیں اور اس کا بدلہ دیئے جانے کی آس لگائے رکھتے ہیں۔ اگر مانگتے ہیں تو لپٹ ہی جاتے ہیں اور برا بھلا کہنے پر آتے ہیں تو پھر رسوا کر کے چھوڑتے ہیں۔ اگر کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو بے راہروی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔

انہوں نے ہر حق کے مقابلے میں باطل اور ہر راست کے مقابلے میں کج، ہر زندہ کیلئے قاتل، ہر در کیلئے کلید اور ہر رات کیلئے چراغ مہیا کر رکھا ہے۔ وہ بے آسی میں بھی آس پیدا کر لیتے ہیں کہ جس سے اپنے بازار جمائیں اور اپنے مال کو رواج دیں۔ غلط بات کو صحیح بات کے انداز میں کہتے ہیں اور باطل کو حق کا رنگ دے کر پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے (اپنے لئے تو) راستے آسان بنا رکھے ہیں اور دوسروں کیلئے پیچیدگیاں ڈال دی ہیں۔

وہ شیطان کا گروہ اور آگ کا شعلہ ہیں (جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ:) ”یہ شیطان کا گروہ ہے اور جانے رہو کہ شیطان کا گروہ ہی گھاٹا اٹھانے والا ہے“۔

--☆☆--

(۱۹۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَظْهَرَ مِنْ اٰثَارِ سُلْطَانِهٖ، وَ جَلَالِ كِبْرِيَآئِهٖ، مَا حَيَّرَ مُقَلَ الْعُيُوْنِ مِنْ عَجَآئِبِ قُدْرَتِهٖ، وَرَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ النُّفُوْسِ عَنْ عِرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهٖ.

وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، شَهَادَةَ اِيْمَانٍ وَّ اِيْقَانٍ، وَ اِخْلَاصٍ وَّ اِذْعَانٍ. وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَرْسَلَهٗ وَ اَعْلَامُ الْهُدٰى دَارِسَةٌ، وَ مَنَاهِجُ الدِّيْنِ طَامِسَةٌ، فَصَدَعَ بِالْحَقِّ، وَ نَصَحَ لِلْخَلْقِ، وَ هَدٰى اِلَى الرُّشْدِ، وَ اَمَرَ بِالْقَصْدِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ.

وَ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! اَنَّهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا، وَ لَمْ يُرْسِلْكُمْ هَمَلًا، عَلِمَ مَبْلَغَ نِعَمِهٖ عَلَيْكُمْ، وَ اَحْصٰى اِحْسَانَهٗ اِلَيْكُمْ، فَاسْتَفْتِحُوْهُ وَ اسْتَنْجِحُوْهُ، وَ اطْلُبُوْۤا اِلَيْهِ وَ اسْتَمْنِحُوْهُ، فَمَا قَطَعَكُمْ عَنْهُ حِجَابٌ، وَ لَاۤ اُغْلِقَ عَنْكُمْ دُوْنَهٗ بَابٌ، وَ اِنَّهٗ لَبِكُلِّ مَكَانٍ، وَ فِیْ كُلِّ حِيْنٍ وَّ اَوَانٍ، وَ مَعَ كُلِّ اِنْسٍ وَّ جَانٍّ، لَا يَثْلِمُهُ الْعَطَآءُ، وَ لَا يَنْقُصُهُ الْحِبَآءُ، وَ لَا يَسْتَنْفِدُهٗ سَآئِلٌ، وَ لَا يَسْتَقْصِيْهِ نَآئِلٌ، وَ لَا يَلْوِيْهِ شَخْصٌ عَنْ

خطبہ (۱۹۳)

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے اپنی فرما نروائی و جلالِ کبریائی کے آثار کو نمایاں کر کے اپنی قدرت کی عجیب وغریب نقش آرائیوں سے آنکھ کی پتلیوں کو محو حیرت کر دیا ہے اور انسانی واہموں کو اپنی صفتوں کی تہ تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔

میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ایسا اقرار جو سراپا ایمان، یقین، اخلاص اور فرمانبرداری ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندہ و رسول ہیں، جنہیں اس وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے اور دین کی راہیں اُجڑ چکی تھیں۔ آپؐ نے حق کو آشکارا کیا، خلق خدا کو نصیحت کی، ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی اور (افراط وتفریط کی سمتوں سے بچ کر) درمیانی راہ پر چلنے کا حکم دیا۔ خدا ان پر اور ان کے اہل بیتؑ پر رحمت نازل کرے۔

اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ اس نے تم کو بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ یونہی کھلے بندوں چھوڑ دیا ہے۔ جو نعمتیں اس نے تمہیں دی ہیں ان کی مقدار سے آگاہ اور جو احسانات تم پر کئے ہیں ان کا شمار جانتا ہے۔ اس سے فتح و کامرانی اور حاجت روائی چاہو، اس کے سامنے دستِ طلب پھیلاؤ، اس سے بخشش و عطا کی بھیک مانگو۔ تمہارے اور اس کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے اور نہ تمہارے لئے اس کا دروازہ بند ہے۔ وہ ہر جگہ اور ہر ساعت و ہر آن اور ہر جن و انسان کے ساتھ موجود ہے۔ نہ جود و سخا سے اس میں کوئی رخنہ پڑتا ہے نہ داد و دہش سے اس کے ہاں کمی ہوتی ہے، نہ مانگنے والے اس کے خزانوں کو ختم کر سکتے ہیں، نہ بخشش و فیضان اس کی نعمتوں کو انتہا تک پہنچا سکتا ہے، نہ ایک طرف التفات دوسروں سے اس کی توجہ کو موڑ سکتا ہے اور نہ ایک آواز میں محویت دوسری آواز سے اسے بے خبر بناتی ہے،

شَخْصٍ، وَ لَا يُلْهِيْهِ صَوْتٌ عَنْ صَوْتٍ، وَ لَا تَحْجُزُهٗ هِبَةٌ عَنْ سَلْبٍ، وَ لَا يَشْغَلُهٗ غَضَبٌ عَنْ رَّحْمَةٍ، وَ لَا تُوْلِهُهٗ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ، وَ لَا يُجِنُّهُ الْبُطُوْنُ عَنِ الظُّهُوْرِ، وَ لَا يَقْطَعُهُ الظُّهُوْرُ عَنِ الْبُطُوْنِ.

قَرُبَ فَنَاٰى، وَ عَلَا فَدَنَا، وَ ظَهَرَ فَبَطَنَ، وَ بَطَنَ فَعَلَنَ، وَ دَانَ وَ لَمْ يُدَنْ، لَمْ يَذْرَاِ الْخَلْقَ بِاحْتِيَالٍ، وَ لَا اسْتَعَانَ بِهِمْ لِكَلَالٍ.

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ، فَاِنَّهَا الزِّمَامُ وَ الْقِوَامُ، فَتَمَسَّكُوْا بِوَثَآئِقِهَا، وَ اعْتَصِمُوْا بِحَقَآئِقِهَا، تَؤُلْ بِكُمْ اِلٰۤى اَكْنَانِ الدَّعَةِ، وَ اَوْطَانِ السَّعَةِ، وَ مَعَاقِلِ الْحِرْزِ، وَ مَنَازِلِ الْعِزِّ فِیْ ﴿يَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾، وَ تُظْلِمُ لَهُ الْاَقْطَارُ، وَ تُعَطَّلُ فِيْهِ صُرُوْمُ الْعِشَارِ، وَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ، فَتَزْهَقُ كُلُّ مُهْجَةٍ، وَ تَبْكَمُ كُلُّ لَهْجَةٍ، وَ تَذُلُّ الشُّمُّ الشَّوَامِخُ وَ الصُّمُّ الرَّوَاسِخُ، فَيَصِيْرُ صَلْدُهَا سَرَابًا رَّقْرَقًا، وَ مَعْهَدُهَا قَاعًا سَمْلَقًا، فَلَا شَفِيْعٌ يَشْفَعُ، وَ لَا حَمِيْمٌ يَدْفَعُ

نہ اسے (بیک وقت) ایک نعمت کا دینا دوسری نعمت کے چھین لینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ غضب (کے شرارے) رحمت (کے فیضان) سے اُسے روکتے ہیں اور نہ لطف و کرم اسے تنبیہ و عقاب سے غافل کرتا ہے۔ اس کی ذات کی پوشیدگی اس کے آثار کی جلوہ پاشیوں پر نقاب نہیں ڈالتی اور نہ آثار کی جلوہ طرازیاں اس کی ذات سے پوشیدگی کو الگ کرسکتی ہیں۔

وہ قریب پھر بھی دور ہے اور بلند مگر نزدیک ہے، وہ ظاہر مگر اسی کے ساتھ باطن، وہ پوشیدہ مگر آشکارا ہے۔ وہ جزا دیتا ہے مگر اسے جزا نہیں دی جاسکتی، اس نے خلقت کائنات کو سوچ سوچ کر ایجاد نہیں کیا اور نہ تکان کی وجہ سے ان سے مدد لینے کا محتاج ہے۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں خوفِ خدا کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ یہ (سعادت کی) باگ ڈور اور (دین کا) مضبوط سہارا ہے۔ اس کے بندھنوں سے وابستہ رہو اور اس کی حقیقتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ یہ تمہیں آسائش کی جگہوں، آسودگی کے گھروں، حفاظت کے قلعوں اور عزت کی منزلوں میں پہنچائے گا، جس دن کہ آنکھیں (خوف کی وجہ سے) پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا، دس دس مہینے کی گابھن اونٹیاں بیکار کر دی جائیں گی اور صور پھونکا جائے گا تو ہر جان بدن سے نکل جائے گی، زبانیں گونگی ہو جائیں گی اور بلند پہاڑ اور مضبوط چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور سخت پتھر (آپس میں ٹکرا ٹکرا کر) چمکتے ہوئے سراب کی طرح ہو جائیں گے اور جہاں آبادیاں (اور فلک بوس عمارتیں) تھیں وہ جگہیں ہموار میدان کی صورت میں ہو جائیں گی۔ (اس موقع پر) نہ کوئی سفارش کرنے والا ہو گا جو سفارش کرے، نہ کوئی عزیز ہوگا جو (اس عذاب کی) روک تھام

وَ لَا مَعْذِرَةٌ تَنْفَعُ.

-----☆☆-----

کرے، نہ عذر ومعذرت پیش کی جاسکے گی کہ کچھ فائدہ بخشے۔

--☆☆--

(۱۹٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبه (۱۹۴)

بَعَثَهٗ حِیْنَ لَا عَلَمٌ قَآئِمٌ، وَ لَا مَنَارٌ سَاطِعٌ، وَ لَا مَنْهَجٌ وَّاضِحٌ.

اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت مبعوث کیا جبکہ (ہدایت) کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا، نہ (دین کا) کوئی بلند مینار اور نہ (شریعت کی) کوئی واضح راہ موجود تھی۔

اُوْصِیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ! بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَ اُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا، فَاِنَّهَا دَارُ شُخُوْصٍ، وَ مَحَلَّةُ تَنْغِيْصٍ، سَاكِنُهَا ظَاعِنٌ، وَ قَاطِنُهَا بَآئِنٌ، تَمِيْدُ بِاَهْلِهَا مَيَدَانَ السَّفِيْنَةِ تَقْصِفُهَا الْعَوَاصِفُ فِیْ لُجَجِ الْبِحَارِ، فَمِنْهُمُ الْغَرِقُ الْوَبِقُ، وَ مِنْهُمُ النَّاجِیْ عَلٰى بُطُوْنِ الْاَمْوَاجِ، تَحْفِزُهُ الرِّيَاحُ بِاَذْيَالِهَا، وَ تَحْمِلُهٗ عَلٰۤى اَهْوَالِهَا، فَمَا غَرِقَ مِنْهَا فَلَيْسَ بِمُسْتَدْرَكٍ، وَ مَا نَجَا مِنْهَا فَاِلٰى مَهْلَكٍ!.

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس دنیا سے متنبہ کئے دیتا ہوں کہ جو کُوچ کی جگہ اور بے لطفی و بدمزگی کا مقام ہے۔ اس میں بسنے والا آخر اس سے چل چلاؤ پر مجبور ہو گا اور ٹھہرنے والا اپنا رُخ موڑ کر اس سے الگ ہوجائے گا۔ یہ اپنے رہنے والوں سمیت اس طرح ڈانواں ڈول ہو رہی ہے جس طرح وہ کشتی جسے تند ہوائیں ہچکولے دے رہی ہوں، کچھ تو ان میں سے ہلاک و غرق ہوگئے ہیں اور جو بچ رہے ہیں وہ موجوں کی سطح پر تھپیڑے کھا رہے ہیں اور ہوائیں اپنے دامنوں سے انہیں ڈھکیل رہی ہیں اور ہولناکیوں میں بڑھائے لئے جارہی ہیں۔ جو غرق ہو چکا ہے وہ ہاتھ نہیں لگے گا اور جو بچ رہا ہے وہ مہلکوں میں پڑا رہے گا۔

عِبَادَ اللّٰهِ! اَلْاٰنَ فَاعْمَلُوْا، وَ الْاَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَ الْاَبْدَانُ صَحِيْحَةٌ، وَ الْاَعْضَآءُ لَدْنَةٌ، وَ الْمُنْقَلَبُ فَسِيْحٌ، وَ الْمَجَالُ عَرِيْضٌ، قَبْلَ اِرْهَاقِ الْفَوْتِ، وَ حُلُوْلِ الْمَوْتِ، فَحَقِّقُوْا عَلَيْكُمْ نُزُوْلَهٗ، وَ لَا تَنْتَظِرُوْا قُدُوْمَهٗ.

اے اللہ کے بندو! اعمال نیک بجالاؤ ابھی جبکہ زبانوں کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں، بدن تندرست اور ہاتھ پیروں میں لچک ہے (کہ جو چاہو ان سے کام لے سکتے ہو)، آنے جانے کی جگہ وسیع اور میدان (عمل) کشادہ ہے، قبل اس کے فرصتِ رفتہ موقع نہ دے اور موت ٹوٹ پڑے، اپنے لئے موت کو یہ سمجھو کہ وہ آچکی، اس کا انتظار نہ کرو کہ وہ آئے گی۔

-----☆☆-----

(١٩٥) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ لَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنِّیْ لَمْ اَرُدَّ عَلَى اللّٰهِ وَ لَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّ.

وَ لَقَدْ وَاسَيْتُهٗ بِنَفْسِیْ فِی الْمَوَاطِنِ الَّتِیْ تَنْكُصُ فِيْهَا الْاَبْطَالُ وَ تَتَاَخَّرُ فِيْهَا الْاَقْدَامُ، نَجْدَةً اَكْرَمَنِیَ اللّٰهُ بِهَا.

وَ لَقَدْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اِنَّ رَاْسَهٗ لَعَلٰى صَدْرِیْ. وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهٗ فِیْ كَفِّیْ، فَاَمْرَرْتُهَا عَلٰى وَجْهِیْ.

وَ لَقَدْ وَلِيْتُ غُسْلَهٗ ﷺ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ اَعْوَانِیْ، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَ الْاَفْنِيَةُ: مَلَاٌ يَّهْبِطُ، وَ مَلَاٌ يَّعْرُجُ، وَ مَا فَارَقَتْ سَمْعِیْ هَيْنَمَةٌ مِّنْهُمْ، يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى وَارَيْنَاهُ فِیْ ضَرِيْحِهٖ. فَمَنْ ذَا اَحَقُّ بِهٖ مِنِّیْ حَيًّا وَّ مَيِّتًا؟ فَانْفُذُوْا عَلٰى بَصَآئِرِكُمْ، وَلْتَصْدُقْ نِيَّاتُكُمْ فِیْ جِهَادِ عَدُوِّكُمْ.

فَوَالَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنِّیْ لَعَلٰى جَادَّةِ الْحَقِّ، وَ اِنَّهُمْ لَعَلٰى مَزَلَّةِ الْبَاطِلِ. اَقُوْلُ مَا تَسْمَعُوْنَ، وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِیْ وَ لَكُمْ!.

خطبه (۱۹۵)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں[1] نے کبھی ایک آن کیلئے بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام سے سرتابی نہیں کی۔

اور میں نے اس جوانمردی[2] کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی کہ جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر) بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کی بجائے) پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں ان کی روحِ طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔

میں نے آپؐ کے غسل کا فریضہ انجام دیا، اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپؐ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے، (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروہ اُترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا، وہ حضرتؐ پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آرہی تھیں، یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون ان کا حقدار ہوسکتا ہے؟ (جب میرا حق تمہیں معلوم ہو چکا) تو تم بصیرت کے جلو میں دشمن سے جہاد کرنے کیلئے صدق نیت سے بڑھو۔

اس ذات کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بلاشبہ میں جادۂ حق پر ہوں اور وہ (اہل شام) باطل کی ایسی گھاٹی پر ہیں کہ جہاں سے پھسلے کہ پھسلے۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ تم سن رہے ہو۔ میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے آمرزش کا طلبگار رہوں۔

۱ے ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ: امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد کہ: ''میں نے کبھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے احکام سے سرتابی نہیں کی''، یہ ان لوگوں پر ایک طرح کا طنز ہے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے احکام کو ردّ کرنے میں بیباک تھے اور انہیں ٹوکنے کی جسارت کر گزرتے تھے، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کفار قریش سے صلح پر آمادہ ہو گئے تو صحابہ میں سے ایک صاحب اتنے برافروختہ ہوئے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت میں شک کا اظہار کرنے لگے جس پر حضرت ابو بکر کو یہ کہنا پڑا:

وَيْحَكَ! الْزَمْ غَرْزَهُ، فَوَاللهِ! إِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللهِ، وَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيْعُهُ.

تم پر افسوس ہے! تمہیں انکی رکاب تھامے رہنا چاہیے۔ یہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ انہیں ضائع و برباد نہیں ہونے دیگا۔[۱]

اس شک کے ازالہ کیلئے ''قسم''، ''اِنَّ'' اور ''لام تاکید'' کے ذریعہ نبوت کے یقین دلانے کی کوشش کرنا اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ مخاطب شک کی منزل سے بھی کچھ آگے نکل چکا تھا، کیونکہ یہ تاکیدی لفظیں وہیں پر استعمال کی جاتی ہیں جہاں انکار تک کی نوبت پہنچ چکی ہو۔ بہر صورت اگر ایمان عدم شک کا نام ہے تو شک سے ایمان کا مجروح ہونا بھی ضروری ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا﴾

مومن بس وہی لوگ ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعد شک نہیں کرتے۔[۲]

اسی طرح جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے ابن سلول کی میت پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سے کہا: «كَيْفَ تَسْتَغْفِرُ لِرَاْسِ الْمُنَافِقِيْنَ»: ''کیا اس منافقوں کے سردار کیلئے آپؐ دعائے مغفرت کریں گے''؟ اور یہ کہہ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو دامن سے پکڑ کر کھینچ لیا جس پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو یہ کہنا پڑا کہ میرا کوئی اقدام حکم خدا کے بغیر نہیں ہوتا۔

اسی طرح جیش اسامہ کے ہمراہ جانے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے تاکیدی حکم کو ٹھکرا دیا گیا۔

اور ان تمام سرتابیوں سے بڑھ کر وہ سرتابی تھی جو تحریر وصیّت کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی اور پیغمبرؐ کی طرف ایسی غلط نسبت دی گئی کہ جس سے احکام شریعت پر سے اعتماد ہی اٹھ جاتا ہے اور ہر حکم کے متعلق یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ: نہ معلوم کہ یہ حکم وحی الٰہی کی بنا پر ہے یا معاذ اللہ! کسی بدحواسی کا نتیجہ ہے۔

۲ے اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہر معرکہ اور جان جوکھوں کے موقعہ پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے سینہ سپر رہے اور اپنی خداداد جرأت و ہمت سے ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ: پہلا جانثاری کا موقعہ وہ ہے کہ جب قریش نے قتل پیغمبرؐ کا عزم بالجزم کر لیا تو آپؑ تلواروں کے نرغہ اور دشمنوں کے ہجوم میں بستر نبوت پر سو گئے جس سے دشمنوں کو اپنے ارادوں میں ناکام و نامراد ہونا پڑا۔ پھر ان جنگوں میں کہ جہاں دشمن ہجوم کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ پر ٹوٹ پڑتے تھے اور اچھے اچھے بہادروں کے قدم ڈگمگا جاتے تھے، آپؑ علم لشکر کو لئے ہوئے پامردی سے جمے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن عبد البر تحریر کرتے ہیں:

---

[۱] شرح ابن ابی الحدید، ج۱۰، ص۱۸۰۔

[۲] سورۂ حجرات، آیت ۱۵۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام اَرْبَعُ خِصَالٍ لَّيْسَتْ لِاَحَدٍ غَيْرِهٖ: هُوَ اَوَّلُ عَرَبِيٍّ وَّ عَجَمِيٍّ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، وَ هُوَ الَّذِیْ کَانَ لِوَآئُهٗ مَعَهٗ فِیْ کُلِّ زَحْفٍ وَّ هُوَ الَّذِیْ صَبَرَ مَعَهٗ يَوْمَ فَرَّ عَنْهُ غَيْرُهٗ وَ هُوَ الَّذِیْ غَسَّلَهٗ وَ اَدْخَلَهٗ قَبْرَهٗ.

ابن عباس کہتے ہیں کہ: امیر المومنین علیہ السلام میں چار خصوصیتیں ایسی تھیں جو ان کے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھیں: ایک یہ کہ آپؑ نے ہر عربی و غیر عربی سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرے ہر معرکۂ دار و گیر میں علمبردار ہوتے رہے اور تیسرے جب لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے تو آپؑ صبر و استقامت سے جمے رہتے تھے اور چوتھے یہ کہ آپؑ ہی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو غسل دیا اور قبر میں اتارا۔ (استیعاب، ج ۲ ص ۴۷۰)

اسلامی غزوات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جنگ تبوک کے علاوہ کہ جس میں بحکم پیغمبرؐ امیر المومنین علیہ السلام شرکت نہ کر سکے، تمام جنگیں آپؑ کی حسن کارکردگی کی آئینہ دار اور تمام فتوحات آپؑ کے قوت بازو کی مرہون منت ہیں۔ چنانچہ:

- جنگ بدر میں ستر کفار قتل ہوئے جن میں سے نصف امیر المومنین علیہ السلام کی تلوار سے مارے گئے۔
- جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کے مال غنیمت پر ٹوٹ پڑنے کی وجہ سے فتح شکست کی صورت اختیار کر گئی اور دشمنوں کے اچانک حملہ سے مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو امیر المومنین علیہ السلام جہاد کو فریضہ ایمانی سمجھتے ہوئے ثابت قدمی سے جمے رہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی ہمدردی و جان نثاری میں وہ کارنمایاں کیا کہ جس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے بھی اعتراف کیا اور ملک نے بھی اقرار کیا۔
- جنگ احزاب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہمراہ تین ہزار نبرد آزما تھے، مگر عمرو ابن عبدود کے مقابلہ میں بڑھنے کی کسی ایک کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ آخر امیر المومنین علیہ السلام نے اسے قتل کر کے مسلمانوں کو رسوائی سے بچا لیا۔
- جنگ خیبر میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر علم لے کر گئے مگر پلٹ آئے اس موقع پر بھی امیر المومنین علیہ السلام نے اس مہم کو سر کیا۔
- جنگ حنین میں مسلمانوں کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا چونکہ ان کی تعداد دس ہزار تھی اور کفار کی گنتی چار ہزار تھی، مگر یہاں بھی مال غنیمت پر لپک پڑے جس کی وجہ سے کفار کو موقع مل گیا کہ وہ ان پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ اس اچانک حملہ سے مسلمان گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْــٴًـا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ﴿۲۵﴾﴾

اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی کہ جب تم اپنی کثرت پر اِتراتے تھے اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر چلتے بنے۔[1]

اس موقع پر بھی امیر المومنین علیہ السلام پہاڑ کی طرح جمے رہے اور آخر تائید خداوندی سے فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔

☆☆☆☆☆

[1] سورۂ توبہ، آیت ۲۵۔

(۱۹۶) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَعْلَمُ عَجِيْجَ الْوُحُوْشِ فِي الْفَلَوَاتِ، وَ مَعَاصِيَ الْعِبَادِ فِي الْخَلَوَاتِ، وَ اخْتِلَافَ النِّيْنَانِ فِي الْبِحَارِ الْغَامِرَاتِ، وَ تَلَاطُمَ الْمَآءِ بِالرِّيَاحِ الْعَاصِفَاتِ.

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا نَّجِيْبُ اللّٰهِ، وَ سَفِيْرُ وَحْيِهٖ، وَرَسُوْلُ رَحْمَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْۤ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِی ابْتَدَاَ خَلْقَكُمْ، وَ اِلَيْهِ يَكُوْنُ مَعَادُكُمْ، وَ بِهٖ نَجَاحُ طَلِبَتِكُمْ، وَ اِلَيْهِ مُنْتَهٰى رَغْبَتِكُمْ، وَ نَحْوَهٗ قَصْدُ سَبِيْلِكُمْ، وَ اِلَيْهِ مَرَامِیْ مَفْزَعِكُمْ. فَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ دَوَآءُ دَآءِ قُلُوْبِكُمْ، وَ بَصَرُ عَمٰى اَفْئِدَتِكُمْ، وَ شِفَآءُ مَرَضِ اَجْسَادِكُمْ، وَ صَلَاحُ فَسَادِ صُدُوْرِكُمْ، وَ طُهُوْرُ دَنَسِ اَنْفُسِكُمْ، وَ جِلَآءُ عَشَا اَبْصَارِكُمْ، وَ اَمْنُ فَزَعِ جَاْشِكُمْ، وَ ضِيَآءُ سَوَادِ ظُلْمَتِكُمْ.

فَاجْعَلُوْا طَاعَةَ اللّٰهِ شِعَارًا دُوْنَ دِثَارِكُمْ، وَ دَخِيْلًا دُوْنَ شِعَارِكُمْ، وَ لَطِيْفًا بَيْنَ اَضْلَاعِكُمْ، وَ اَمِيْرًا فَوْقَ اُمُوْرِكُمْ، وَ مَنْهَلًا لِّحِيْنِ وُرُوْدِكُمْ، وَ شَفِيْعًا لِّدَرَكِ طَلِبَتِكُمْ، وَ جُنَّةً لِّيَوْمِ فَزَعِكُمْ، وَ مَصَابِيْحَ لِبُطُوْنِ قُبُوْرِكُمْ، وَ سَكَنًا لِّطُوْلِ وَحْشَتِكُمْ، وَ نَفَسًا

خطبہ (۱۹۶)

وہ (خداوند عالم) بیابانوں میں چوپاؤں کے نالے (سنتا ہے)، تنہائیوں میں بندوں کے گناہوں سے آگاہ ہے اور اتھاہ دریاؤں میں مچھلیوں کی آمد و شد اور تند ہواؤں کے ٹکراؤ سے پانی کے تھپیڑوں کو جانتا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ، اس کی وحی کے ترجمان اور رحمت کے پیغامبر ہیں۔

میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں پیدا کیا اور جس کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔ وہی تمہاری کامرانیوں کا ذریعہ اور تمہاری آرزوؤں کی منزل منتہا ہے۔ تمہاری راہِ حق اسی کی طرف پلٹتی ہے اور وہی خوف و ہراس کے وقت تمہارے لئے پناہ گاہ ہے۔ (دل میں اللہ کا خوف رکھو) کیونکہ یہ تمہارے دلوں کے روگ کا چارہ، فکر و شعور کی تاریکیوں کیلئے اجالا، جسموں کی بیماریوں کیلئے شفا، سینے کی تباہ کاریوں کیلئے اصلاح، نفس کی کثافتوں کیلئے پاکیزگی، آنکھوں کی تیرگی کیلئے جلا، دل کی دہشت کیلئے ڈھارس اور جہالت کی اندھیاریوں کیلئے روشنی ہے۔

صرف ظاہری طور پر اللہ کی اطاعت کا جامہ نہ اوڑھ لو، (بلکہ) اسے اپنا اندرونی پہناوا بناؤ، نہ صرف اندرونی پہناوا، بلکہ ایسا کرو کہ وہ تمہارے باطن میں اتر جائے اور پسلیوں کے اندر (دل میں) رچ بس جائے اور اسے اپنے معاملات پر حکمران اور (حشر میں) وارد ہونے کے وقت سرچشمہ، منزل مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ، خوف کے دن کیلئے سپر، نہاں خانۂ قبر کیلئے چراغ، (تنہائی کی) طویل وحشتوں کیلئے ہمنوا

لِّكُرَبِ مَوَاطِنِكُمْ، فَاِنَّ طَاعَةَ اللّٰهِ حِرْزٌ مِّنْ مَتَالِفَ مُكْتَنِفَةٍ، وَ مَخَاوِفَ مُتَوَقَّعَةٍ، وَ اُوَارِ نِيْرَانٍ مُّوْقَدَةٍ.

فَمَنْ اَخَذَ بِالتَّقْوٰى عَزَبَتْ عَنْهُ الشَّدَآئِدُ بَعْدَ دُنُوِّهَا، وَ احْلَوْلَتْ لَهُ الْاُمُوْرُ بَعْدَ مَرَارَتِهَا، وَ انْفَرَجَتْ عَنْهُ الْاَمْوَاجُ بَعْدَ تَرَاكُمِهَا، وَ اَسْهَلَتْ لَهُ الصِّعَابُ بَعْدَ اِنْصَابِهَا، وَ هَطَلَتْ عَلَيْهِ الْكَرَامَةُ بَعْدَ قُحُوْطِهَا، وَ تَحَدَّبَتْ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ بَعْدَ نُفُوْرِهَا، وَ تَفَجَّرَتْ عَلَيْهِ النِّعَمُ بَعْدَ نُضُوْبِهَا، وَ وَبَلَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَةُ بَعْدَ اِرْذَاذِهَا.

فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ نَفَعَكُمْ بِمَوْعِظَتِهٖ، وَ وَعَظَكُمْ بِرِسَالَتِهٖ، وَ امْتَنَّ عَلَيْكُمْ بِنِعْمَتِهٖ، فَعَبِّدُوْا اَنْفُسَكُمْ لِعِبَادَتِهٖ، وَ اخْرُجُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ حَقِّ طَاعَتِهٖ.

ثُمَّ اِنَّ هٰذَا الْاِسْلَامَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِی اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ، وَ اصْطَنَعَهٗ عَلٰى عَيْنِهٖ، وَ اَصْفَاهُ خِيَرَةَ خَلْقِهٖ، وَ اَقَامَ دَعَآئِمَهٗ عَلٰى مَحَبَّتِهٖ، اَذَلَّ الْاَدْيَانَ بِعِزَّتِهٖ، وَ وَضَعَ الْمِلَلَ بِرَفْعِهٖ، وَ اَهَانَ اَعْدَآءَهٗ بِكَرَامَتِهٖ، وَ خَذَلَ مُحَادِّيْهِ بِنَصْرِهٖ، وَ هَدَمَ اَرْكَانَ الضَّلَالَةِ بِرُكْنِهٖ، وَ سَقٰى مَنْ عَطِشَ مِنْ حِيَاضِهٖ، وَ اَتْاَقَ الْحِيَاضَ بِمَوَاتِحِهٖ.

دمساز اور منزل کی اندوہناکیوں سے رہائی (کا ذریعہ) قرار دو، کیونکہ اطاعت خدا گھیرنے والے مہلکوں، پیش آئند خوف و دہشت کے مرحلوں اور بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹوں کیلئے پناہ گاہ ہے۔

جو تقویٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو مصیبتیں اس کے قریب ہونے کے باوجود دور ہٹ جاتی ہیں، تمام امور تلخی و بدمزگی کے بعد شیریں و خوشگوار ہو جاتے ہیں، (تباہی و ہلاکت کی) موجیں ہجوم کرنے کے بعد چھٹ جاتی ہیں اور دشواریاں سختیوں میں مبتلا کرنے کے بعد آسان ہو جاتی ہیں، قحط و نایابی کے بعد لطف و کرم کی جھڑی لگ جاتی ہے، رحمت برگشتہ ہونے کے بعد پھر جھک پڑتی ہے، زمین میں پایاب ہونے کے بعد پھر نعمتوں کے سرچشمے اُبل پڑتے ہیں اور پھوار کی کمی کے بعد رحمت و برکت کی دھواں دھار بارشیں ہونے لگتی ہیں۔

اس اللہ سے ڈرو! کہ جس نے پند و موعظت سے تمہیں فائدہ پہنچایا، اپنے پیغام کے ذریعے تمہیں وعظ و نصیحت کی، اپنی نعمتوں سے تم پر لطف و احسان کیا۔ اس کی بندگی و نیازمندی کیلئے اپنے نفسوں کو رام کرو اور اس کی فرمانبرداری کا پورا پورا حق ادا کرو۔

پھر یہ کہ اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے پہچنوانے کیلئے پسند کیا، اپنی نظروں کے سامنے اس کی دیکھ بھال کی، اس کی (تبلیغ کیلئے) بہترین خلق کا انتخاب فرمایا، اپنی محبت پر اس کے ستون کھڑے کئے، اس کی عزت و برتری کی وجہ سے تمام دینوں کو سرنگوں کیا اور اس کی بلندی کے سامنے سب ملتوں کو پست کیا، اس کی عزت و بزرگی کے ذریعہ دشمنوں کو ذلیل اور اس کی نصرت و تائید سے مخالفوں کو رسوا کیا، اس کے ستون سے گمراہی کے کھمبوں کو گرا دیا، پیاسوں کو اس کے تالابوں سے سیراب کیا اور پانی اُلچنے والوں کے ذریعہ حوضوں کو بھر دیا۔

ثُمَّ جَعَلَهٗ لَا انْفِصَامَ لِعُرْوَتِهٖ، وَ لَا فَكَّ لِحَلْقَتِهٖ، وَ لَا انْهِدَامَ لِاَسَاسِهٖ، وَ لَا زَوَالَ لِدَعَآئِمِهٖ، وَ لَا انْقِلَاعَ لِشَجَرَتِهٖ، وَ لَا انْقِطَاعَ لِمُدَّتِهٖ، وَ لَا عَفَآءَ لِشَرَآئِعِهٖ، وَ لَا جَذَّ لِفُرُوْعِهٖ، وَ لَا ضَنْكَ لِطُرُقِهٖ، وَ لَا وُعُوْثَةَ لِسُهُوْلَتِهٖ، وَ لَا سَوَادَ لِوَضَحِهٖ، وَ لَا عِوَجَ لِانْتِصَابِهٖ، وَ لَا عَصَلَ فِیْ عُوْدِهٖ، وَ لَا وَعَثَ لِفَجِّهٖ، وَ لَا انْطِفَآءَ لِمَصَابِیْحِهٖ، وَ لَا مَرَارَةَ لِحَلَاوَتِهٖ.

پھر یہ کہ اسے اس طرح مضبوط کیا کہ اس کے بندھنوں کیلئے شکست و ریخت نہیں، نہ اس کے حلقہ (کی کڑیاں) الگ الگ ہو سکتی ہیں، نہ اس کی بنیاد گر سکتی ہے، نہ اس کے ستون اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں، نہ اس کا درخت اکھڑ سکتا ہے، نہ اس کی مدت ختم ہو سکتی ہے، نہ اس کے قوانین محو ہو سکتے ہیں، نہ اس کی شاخیں کٹ سکتی ہیں، نہ اس کی راہیں تنگ، نہ اس کی آسانیاں دشوار ہیں، نہ اس کے سفید دامن پر سیاہی کا دھبہ، نہ اس کی استقامت میں پیچ و خم، نہ اس کی لکڑی میں کجی، نہ اس کی کشادہ راہ میں کوئی دشواری ہے، نہ اس کے چراغ گُل ہوتے ہیں، نہ اس کی خوشگواریوں میں تلخیوں کا گزر ہوتا ہے۔

فَهُوَ دَعَآئِمُ اَسَاخَ فِی الْحَقِّ اَسْنَاخَهَا، وَ ثَبَّتَ لَهَاۤ اُسَاسَهَا، وَ یَنَابِیْعُ غَزُرَتْ عُیُوْنُهَا، وَ مَصَابِیْحُ شَبَّتْ نِیْرَانُهَا، وَ مَنَارٌ اقْتَدٰی بِهَا سُفَّارُهَا، وَ اَعْلَامٌ قُصِدَ بِهَا فِجَاجُهَا، وَ مَنَاهِلُ رَوِیَ بِهَا وُرَّادُهَا.

اسلام ایسے ستونوں پر حاوی ہے جس کے پائے اللہ نے حق (کی سرزمین) میں قائم کئے ہیں اور ان کی اساس و بنیاد کو استحکام بخشا ہے اور ایسے سرچشمے ہیں جن کے چشمے پانی سے بھرپور اور ایسے چراغ ہیں جن کی لوئیں ضیاء بار ہیں اور ایسے مینار ہیں جن کی روشنی میں مسافر قدم بڑھاتے ہیں اور ایسے نشان ہیں کہ جن سے سیدھی راہوں کا قصد کیا جاتا ہے اور ایسے گھاٹ ہیں جن پر اترنے والے ان سے سیراب ہوتے ہیں۔

جَعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ مُنْتَهٰی رِضْوَانِهٖ، وَ ذِرْوَةَ دَعَآئِمِهٖ، وَ سَنَامَ طَاعَتِهٖ، فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ وَثِیْقُ الْاَرْكَانِ، رَفِیْعُ الْبُنْیَانِ، مُنِیْرُ الْبُرْهَانِ، مُضِیْٓءُ النِّیْرَانِ، عَزِیْزُ السُّلْطَانِ، مُشْرِفُ الْمَنَارِ، مُعْوِزُ الْمَثَارِ. فَشَرِّفُوْهُ وَ اتَّبِعُوْهُ، وَ اَدُّوْۤا اِلَیْهِ حَقَّهٗ، وَ ضَعُوْهُ مَوَاضِعَهٗ.

اللہ نے اسلام میں اپنی انتہائے رضا مندی، بلند ترین ارکان اور اپنی اطاعت کی اونچی سطح کو قرار دیا ہے چنانچہ اللہ کے نزدیک اس کے ستون مضبوط، اس کی عمارت سربلند، دلیلیں روشن اور ضیائیں نور پاش ہیں۔ اس کی سلطنت غالب اور مینار بلند ہیں اور اس کی بیخ کنی دشوار ہے۔ اس کی عزت و وقار باقی رکھو، اس کے (احکام کی) پیروی کرو، اس کے حقوق ادا کرو اور اس (کے ہر حکم) کو اس کی جگہ پر قائم کرو۔

ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ

پھر یہ کہ اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت حق کے ساتھ

بِالْحَقِّ حِيْنَ دَنَا مِنَ الدُّنْيَا الْاِنْقِطَاعُ، وَ اَقْبَلَ مِنَ الْاٰخِرَةِ الْاِطِّلَاعُ، وَ اَظْلَمَتْ بَهْجَتُهَا بَعْدَ اِشْرَاقٍ، وَ قَامَتْ بِاَهْلِهَا عَلٰى سَاقٍ، وَ خَشُنَ مِنْهَا مِهَادٌ، وَ اَزِفَ مِنْهَا قِيَادٌ، فِي انْقِطَاعٍ مِّنْ مُّدَّتِهَا، وَ اقْتِرَابٍ مِّنْ اَشْرَاطِهَا، وَ تَصَرُّمٍ مِّنْ اَهْلِهَا، وَانْفِصَامٍ مِّنْ حَلْقَتِهَا، وَانْتِشَارٍ مِّنْ سَبَبِهَا، وَ عَفَآءٍ مِّنْ اَعْلَامِهَا، وَ تَكَشُّفٍ مِّنْ عَوْرَاتِهَا، وَقِصَرٍ مِّنْ طُوْلِهَا. جَعَلَهُ اللّٰهُ بَلَاغًا لِّرِسَالَتِهٖ، وَ كَرَامَةً لِّاُمَّتِهٖ، وَ رَبِيْعًا لِّاَهْلِ زَمَانِهٖ، وَرِفْعَةً لِّاَعْوَانِهٖ، وَشَرَفًا لِّاَنْصَارِهٖ.

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ نُوْرًا لَّا تُطْفَاُ مَصَابِيْحُهٗ، وَ سِرَاجًا لَّا يَخْبُوْ تَوَقُّدُهٗ، وَ بَحْرًا لَّا يُدْرَكُ قَعْرُهٗ، وَ مِنْهَاجًا لَّا يُضِلُّ نَهْجُهٗ، وَ شُعَاعًا لَّا يُظْلِمُ ضَوْؤُهٗ، وَ فُرْقَانًا لَّا يُخْمَدُ بُرْهَانُهٗ، وَ تِبْيَانًا لَّا تُهْدَمُ اَرْكَانُهٗ، وَ شِفَآءً لَّا تُخْشٰى اَسْقَامُهٗ، وَ عِزًّا لَّا تُهْزَمُ اَنْصَارُهٗ، وَ حَقًّا لَّا تُخْذَلُ اَعْوَانُهٗ.

فَهُوَ مَعْدِنُ الْاِيْمَانِ وَ بُحْبُوْحَتُهٗ، وَ يَنَابِيْعُ الْعِلْمِ وَ بُحُوْرُهٗ، وَ رِيَاضُ الْعَدْلِ وَ غُدْرَانُهٗ، وَ اَثَافِيُّ الْاِسْلَامِ وَ بُنْيَانُهٗ، وَ

مبعوث کیا جب کہ فنا نے دنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے اور آخرت سر پر منڈلانے لگی، اس کی رونقوں کا اجالا اندھیرے سے بدلنے لگا اور اپنے رہنے والوں کیلئے مصیبت بن کر کھڑی ہوگئی، اس کا فرش درشت و ناہموار ہوگیا اور فنا کے ہاتھوں میں باگ ڈور دینے کیلئے آمادہ ہوگئی۔ یہ اس وقت کہ جب اس کی مدت اختتام پذیر اور (فنا کی) علامتیں قریب آگئیں، اس کے بسنے والے تباہ اور اس کے حلقہ کی کڑیاں الگ ہونے لگیں، اس کے بندھن پراگندہ اور نشانات بوسیدہ ہوگئے، اس کے عیب کھلنے اور پھیلے ہوئے دامن سمٹنے لگے۔ اللہ نے ان کو پیغام رسانی اور اُمت کی سرفرازی کا ذریعہ، اہل عالم کیلئے بہار اور یار و انصار کی رفعت و عزت کا سبب قرار دیا۔

پھر آپؐ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو (سراپا) نور ہے، جسکی قندیلیں گل نہیں ہوتیں، ایسا چراغ ہے جسکی لو خاموش نہیں ہوتی، ایسا دریا ہے جسکی تھاہ نہیں لگائی جاسکتی، ایسی شاہراہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی، ایسی کرن ہے جس کی چھوٹ مدھم نہیں پڑتی، وہ ایسا (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والا ہے جسکی دلیل کمزور نہیں پڑتی، ایسا کھول کر بیان کرنیوالا ہے جسکے ستون منہدم نہیں کئے جاسکتے، وہ (سراسر) شفا ہے جسکے ہوتے ہوئے (روحانی) بیماریوں کا کھٹکا نہیں، وہ (سرتاسر) عزت و غلبہ ہے جسکے یار و مددگار شکست نہیں کھاتے، وہ (سراپا) حق ہے جسکے معین و معاون بے مدد چھوڑے نہیں جاتے۔

وہ ایمان کا معدن اور مرکز ہے، اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں، اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں، وہ اسلام کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے، حق کی وادی اور اس کا ہموار

اَوْدِيَةُ الْحَقِّ وَ غِيْطَانُهُ. وَ بَحْرٌ لَّا يَنْزِفُهُ الْمُسْتَنْزِفُوْنَ، وَ عُيُوْنٌ لَّا يُنْضِبُهَا الْمَاتِحُوْنَ، وَ مَنَاهِلُ لَا يُغِيْضُهَا الْوَارِدُوْنَ، وَ مَنَازِلُ لَا يَضِلُّ نَهْجَهَا الْمُسَافِرُوْنَ، وَ اَعْلَامٌ لَّا يَعْمٰى عَنْهَا السَّآئِرُوْنَ، وَ اٰكَامٌ لَّا يَجُوْزُ عَنْهَا الْقَاصِدُوْنَ.

جَعَلَهُ اللّٰهُ رِيًّا لِّعَطَشِ الْعُلَمَآءِ، وَ رَبِيْعًا لِّقُلُوْبِ الْفُقَهَآءِ، وَ مَحَاجَّ لِطُرُقِ الصُّلَحَآءِ، وَ دَوَآءً لَّيْسَ بَعْدَهٗ دَآءٌ، وَ نُوْرًا لَّيْسَ مَعَهٗ ظُلْمَةٌ، وَ حَبْلًا وَّثِيْقًا عُرْوَتُهٗ، وَ مَعْقِلًا مَّنِيْعًا ذِرْوَتُهٗ، وَ عِزًّا لِّمَنْ تَوَلَّاهُ، وَ سِلْمًا لِّمَنْ دَخَلَهٗ، وَ هُدًى لِّمَنِ ائْتَمَّ بِهٖ، وَ عُذْرًا لِّمَنِ انْتَحَلَهٗ، وَ بُرْهَانًا لِّمَنْ تَكَلَّمَ بِهٖ، وَ شَاهِدًا لِّمَنْ خَاصَمَ بِهٖ، وَ فَلْجًا لِّمَنْ حَاجَّ بِهٖ، وَ حَامِلًا لِّمَنْ حَمَلَهٗ، وَ مَطِيَّةً لِّمَنْ اَعْمَلَهٗ، وَ اٰيَةً لِّمَنْ تَوَسَّمَ، وَ جُنَّةً لِّمَنِ اسْتَلْاَمَ، وَ عِلْمًا لِّمَنْ وَّعٰى، وَ حَدِيْثًا لِّمَنْ رَّوٰى، وَ حُكْمًا لِّمَنْ قَضٰى.

-----☆☆-----

میدان ہے، وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کر سکتے، وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی اُلچنے والے اسے خشک نہیں کر سکتے، وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اس پر اترنے والوں سے اس کا پانی گھٹ نہیں سکتا، وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں، وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا، وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے۔

اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کیلئے سیرابی، فقیہوں کے دلوں کیلئے بہار اور نیکوں کی رہ گزر کیلئے شاہراہ قرار دیا ہے۔ یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا، ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں، ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں، ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے۔ جو اس سے وابستہ ہو اس کیلئے سرمایۂ عزت ہے، جو اس کی حدود میں داخل ہو اس کیلئے پیغام صلح و امن ہے، جو اس کی پیروی کرے اس کیلئے ہدایت ہے، جو اسے اپنی طرف نسبت دے اس کیلئے حجت ہے، جو اس کی رُو سے بات کرے اس کیلئے دلیل و برہان ہے، جو اس کی بنیاد پر بحث و مناظرہ کرے اس کیلئے گواہ ہے، جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اس کیلئے فتح و کامرانی ہے، جو اس کا بار اٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے، جو اسے اپنا دستور العمل بنائے اس کیلئے مرکب (تیز گام) ہے، یہ حقیقت شناس کیلئے ایک واضح نشان ہے، جو (ضلالت سے ٹکرانے کیلئے) سلاح بند ہو اس کیلئے سپر ہے، جو اس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اس کیلئے علم و دانش ہے، بیان کرنے والے کیلئے بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کیلئے قطعی حکم ہے۔

--☆☆--

(۱۹۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ يُوْصِیْ بِهٖۤ اَصْحَابَهٗ

تَعَاهَدُوْۤا اَمْرَ الصَّلٰوةِ، وَ حَافِظُوْا عَلَيْهَا، وَ اسْتَكْثِرُوْا مِنْهَا، وَ تَقَرَّبُوْا بِهَا، فَاِنَّهَا ﴿كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾.

اَ لَا تَسْمَعُوْنَ اِلٰى جَوَابِ اَهْلِ النَّارِ حِيْنَ سُئِلُوْا: ﴿مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۝﴾ وَ اِنَّهَا لَتَحُتُّ الذُّنُوْبَ حَتَّ الْوَرَقِ، وَ تُطْلِقُهَاۤ اِطْلَاقَ الرِّبَقِ،

وَ شَبَّهَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْحَمَّةِ تَكُوْنُ عَلٰى بَابِ الرَّجُلِ، فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِی الْيَوْمِ وَ اللَّيْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ، فَمَا عَسٰۤى اَنْ يَّبْقٰى عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ ؟ وَ قَدْ عَرَفَ حَقَّهَا رِجَالٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ لَا تَشْغَلُهُمْ عَنْهَا زِيْنَةُ مَتَاعٍ، وَ لَا قُرَّةُ عَيْنٍ مِّنْ وَّلَدٍ وَّلَا مَالٍ.

يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪﴾.

وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَصِبًا بِالصَّلٰوةِ بَعْدَ التَّبْشِيْرِ لَهٗ بِالْجَنَّةِ، لِقَوْلِ اللّٰهِ

خطبہ (۱۹۷)

حضرتؑ اپنے اصحاب کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے

نماز کی پابندی اور اس کی نگہداشت کرو اور اسے زیادہ سے زیادہ بجالاؤ اور اس کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو، کیونکہ نماز مسلمانوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ واجب کی گئی ہے۔

کیا (قرآن میں) دوزخیوں کے جواب کو تم نے نہیں سنا کہ جب ان سے پوچھا جائے گا کہ: "کونسی چیز تمہیں دوزخ کی طرف کھینچ لائی ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے"۔ بلاشبہ نماز گناہوں کو جھاڑ کر اس طرح الگ کر دیتی ہے جس طرح (درخت سے) پتے جھڑتے ہیں اور انہیں اس طرح الگ کرتی ہے جس طرح (چوپاؤں کی گردنوں سے) پھندے کھول کر انہیں رہا کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو اس گرم چشمہ سے تشبیہ دی ہے جو کسی شخص کے گھر کے دروازہ پر ہو اور وہ اس میں دن رات پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا امید کی جاسکتی ہے کہ اس کے (جسم پر) کوئی میل رہ جائے گا؟ نماز کا حق تو وہی مردانِ با خدا پہچانتے ہیں جنہیں متاع دنیا کی سج دھج اور مال و اولاد کا سرورِ دیدہ و دل اس سے غفلت میں نہیں ڈالتا۔

(چنانچہ) اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: "کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰة دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے، نہ خرید و فروخت"۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ انہیں جنت کی نوید دی جا چکی تھی (بکثرت) نماز پڑھنے سے اپنے کو زحمت و تعب میں ڈالتے تھے۔ چونکہ انہیں اللہ کا ارشاد تھا کہ: "اپنے گھر والوں کو نماز

سُبْحَانَهٗ: ﴿وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ﴾، فَكَانَ يَاْمُرُ بِهَاۤ اَهْلَهٗ وَ يَصْبِرُ عَلَيْهَا نَفْسَهٗ.

ثُمَّ اِنَّ الزَّكٰوةَ جُعِلَتْ مَعَ الصَّلٰوةِ قُرْبَانًا لِّاَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَمَنْ اَعْطَاهَا طَيِّبَ النَّفْسِ بِهَا، فَاِنَّهَا تُجْعَلُ لَهٗ كَفَّارَةً، وَ مِنَ النَّارِ حِجَازًا وَّ وِقَايَةً. فَلَا يُتْبِعَنَّهَاۤ اَحَدٌ نَّفْسَهٗ، وَ لَا يُكْثِرَنَّ عَلَيْهَا لَهَفَهٗ، فَاِنَّ مَنْ اَعْطَاهَا غَيْرَ طَيِّبِ النَّفْسِ بِهَا، يَرْجُوْ بِهَا مَا هُوَ اَفْضَلُ مِنْهَا، فَهُوَ جَاهِلٌۢ بِالسُّنَّةِ، مَغْبُوْنُ الْاَجْرِ، ضَالُّ الْعَمَلِ، طَوِيْلُ النَّدَمِ.

ثُمَّ اَدَآءَ الْاَمَانَةِ، فَقَدْ خَابَ مَنْ لَّيْسَ مِنْ اَهْلِهَا، اِنَّهَا عُرِضَتْ عَلَى السَّمٰوٰتِ الْمَبْنِيَّةِ، وَ الْاَرَضِيْنَ الْمَدْحُوَّةِ، وَ الْجِبَالِ ذَاتِ الطُّوْلِ الْمَنْصُوْبَةِ، فَلَاۤ اَطْوَلَ وَ لَاۤ اَعْرَضَ، وَ لَاۤ اَعْلٰى وَ لَاۤ اَعْظَمَ مِنْهَا. وَ لَوِ امْتَنَعَ شَیْءٌۢ بِطُوْلٍ اَوْ عَرْضٍ اَوْ قُوَّةٍ اَوْ عِزٍّ لَّامْتَنَعْنَ، وَ لٰكِنْ اَشْفَقْنَ مِنَ الْعُقُوْبَةِ، وَ عَقَلْنَ مَا جَهِلَ مَنْ هُوَ اَضْعَفُ مِنْهُنَّ، وَ هُوَ الْاِنْسَانُ، ﴿اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۟ۙ﴾.

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ مَا الْعِبَادُ مُقْتَرِفُوْنَ فِیْ لَيْلِهِمْ وَ نَهَارِهِمْ، لَطُفَ بِهٖ

کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو‘‘۔ چنانچہ حضرتؐ اپنے گھر والوں کو خصوصیت کے ساتھ نماز کی تاکید بھی فرماتے تھے اور خود بھی اس کی کثرت و بجا آوری میں زحمت و مشقت برداشت کرتے تھے۔

پھر مسلمانوں کیلئے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی تقرب خدا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے تو جو شخص اسے برضا و رغبت ادا کرے گا، اس کیلئے یہ گناہوں کا کفارہ اور دوزخ سے آڑ اور بچاؤ ہے۔ (دیکھو! ادا کرنے کے بعد) کوئی شخص اس کا خیال تک دل میں نہ لائے اور نہ اس پر زیادہ ہائے وائے مچائے، کیونکہ جو شخص دلی لگن کے بغیر زکوٰۃ دے کر اس سے بہتر چیز کیلئے چشم براہ رہتا ہے وہ سنّت سے بے خبر، اجر کے اعتبار سے نقصان اٹھانے والا، غلط کار اور دائمی پریشانی و ندامت میں گرفتار ہے۔

پھر امانت کا ادا کرنا ہے۔ جو اپنے کو امانت کا اہل نہ بنا سکے وہ ناکام و نامراد ہے اس امانت کو مضبوط آسمانوں، پھیلی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے گڑے ہوئے پہاڑوں پر پیش کیا گیا، بھلا ان سے تو بڑھ کر کوئی چیز لمبی، چوڑی، اونچی اور بڑی نہیں ہے، تو اگر کوئی چیز لمبائی چوڑائی یا قوت اور غلبہ کے بَل بوتے پر سرتابی کر سکتی ہوتی تو یہ سرتابی کر سکتے تھے، لیکن یہ تو اس کے عقاب و عتاب سے ڈر گئے اور اس چیز کو جان گئے جسے ان سے کمزور تر مخلوق انسان نہ جان سکا۔ ’’بلا شبہ انسان بڑا ناانصاف اور بڑا جاہل ہے‘‘۔

یہ بندگان خدا رات (کے پردوں) اور دن (کے اجالوں) میں جو گناہ کرتے ہیں وہ اللہ سے ڈھکے چھپے ہوئے نہیں۔ وہ تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور ہر شے پر اس کا علم محیط ہے۔ تمہارے ہی اعضاء

خُبْرًا، وَ اَحَاطَ بِهٖ عِلْمًا، اَعْضَآؤُكُمْ شُهُوْدُهٗ، وَ جَوَارِحُكُمْ جُنُوْدُهٗ، وَ ضَمَآئِرُكُمْ عُيُوْنُهٗ، وَ خَلَوَاتُكُمْ عِيَانُهٗ.

اس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے اور تمہارے ہی ہاتھ پاؤں اس کے لاؤ لشکر ہیں اور تمہارے ہی قلب و ضمیر اس کے جاسوس ہیں اور تمہاری تنہائیوں (کے عشرت کدے) اس کی نظروں کے سامنے ہیں۔

-----☆☆-----

(۱۹۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۱۹۸)

وَاللهِ! مَا مُعَاوِيَةُ بِاَدْهٰى مِنِّيْ، وَ لٰكِنَّهٗ يَغْدِرُ وَ يَفْجُرُ، وَ لَوْلَا كَرَاهِيَةُ الْغَدْرِ لَكُنْتُ مِنْ اَدْهَى النَّاسِ، وَ لٰكِنْ كُلُّ غَدْرَةٍ فَجْرَةٌ، وَ كُلُّ فَجْرَةٍ كَفْرَةٌ، وَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَآءٌ يُّعْرَفُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَاللهِ! مَآ اُسْتَغْفَلُ بِالْمَكِيْدَةِ، وَ لَا اُسْتَغْمَزُ بِالشَّدِيْدَةِ.

خدا کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چلتا پرزہ اور ہوشیار نہیں[1]، مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوکتا نہیں اور بدکرداریوں سے باز نہیں آتا۔ اگر مجھے عیاری و غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زائد ہوشیار و زیرک ہوتا، لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھوں میں ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ خدا کی قسم! مجھے ہتھکنڈوں سے غفلت میں نہیں ڈالا جا سکتا اور نہ سختیوں سے دبایا جا سکتا ہے۔

-----☆☆-----

[1] وہ افراد جو مذہب و اخلاق سے بیگانہ، شرعی قید و بند سے آزاد اور جزا و سزا کے تصور سے ناآشنا ہوتے ہیں، ان کیلئے مطلب برآری کیلئے حیل و ذرائع کی کمی نہیں ہوتی۔ وہ ہر منزل پر کامیابی و کامرانی کی تدبیریں نکال لیتے ہیں۔ لیکن جہاں انسانی و اسلامی تقاضے اور اخلاقی و شرعی حدیں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں وہاں حیلہ و تدبیر کا میدان تنگ اور جولانگاہِ عمل کی وسعت محدود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معاویہ کا نفوذ و تسلط انہی تدابیر و حِیَل کا نتیجہ تھا کہ جن پر عمل پیرا ہونے میں اسے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ نہ حلال و حرام کا سوال اس کیلئے سد راہ ہوتا تھا اور نہ پاداش آخرت کا کوئی خوف اسے ان مطلق العنانیوں اور بیباکیوں سے روکتا تھا۔ جیسا کہ امام راغب اصفہانی اس کی سیرت و کردار کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ غَايَتُهٗ اِلَّا دَرْكَ الْغَايَةِ بِالْحِيْلَةِ حَلَّ اَوْ حَرُمَ، ثُمَّ لَمْ يَكُنْ يُّبَالِيْ بِالدِّيْنِ وَ لَا يَتَفَكَّرُ فِيْ سَخَطِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

اس کا مطمح نظر یہی ہوتا تھا کہ جس طرح بن پڑے اپنا مطلب پورا کرو۔ نہ حلال و حرام سے اسے کوئی واسطہ تھا، نہ دین کی اسے کوئی پرواہ تھی اور نہ خدا کے غضب کی کوئی فکر تھی۔ (محاضرات)

چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے غلط بیانی و افتراء پردازی کے سہارے ڈھونڈھے، طرح طرح کے مکروفریب کے حربے استعمال کئے اور جب یہ دیکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو جنگ میں الجھائے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تو:

طلحہ و زبیر کو آپؑ کے خلاف ابھار کر کھڑا کر دیا۔

اور جب اس صورت سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو شامیوں کو بھڑکا کر جنگ صفین کا فتنہ برپا کر دیا۔ اور پھر حضرت عمارؓ کی شہادت سے جب اس کا ظلم و عدوان بے نقاب ہونے لگا تو عوام فریبی کیلئے کبھی یہ کہہ دیا کہ عمار کے قاتل علیؑ ہیں، کیونکہ وہی انہیں ہمراہ لانے والے ہیں اور کبھی حدیث پیغمبرؐ میں لفظ «اَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ» کی یہ تاویل کی کہ اس کے معنیٰ ''باغی گروہ'' کے نہیں، بلکہ اس کے معنیٰ ''طلب کرنے والی جماعت'' کے ہیں۔ یعنی عمار اس گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے جو خون عثمان کے قصاص کا طالب ہو گا۔ حالانکہ اس حدیث کا دوسرا ٹکڑا: «يَدْعُوْهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَ يَدْعُوْنَهُمْ اِلَى النَّارِ»: ''عمار ان کو بہشت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف بلائیں گے''، اس تاویل کی کوئی گنجائش پیدا نہیں کرتا۔

جب ایسے اوچھے ہتھیاروں سے بھی فتح و کامرانی کے آثار نظر نہ آئے تو قرآن کو نیزوں پر بلند کرنے کا پُرفریب حربہ استعمال کیا، حالانکہ اس کی نظروں میں نہ قرآن کا کوئی وزن اور نہ اس کے فیصلہ کی کوئی اہمیت تھی۔ اگر اسے قرآن کا فیصلہ ہی مطلوب ہوتا تو یہ مطالبہ جنگ کے چھڑنے سے پہلے کرتا اور پھر جب اس پر یہ حقیقت کھل گئی کہ عمرو ابن العاص نے ابوموسیٰ کو فریب دے کر اس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور اس کے فیصلہ کو قرآن سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے تو وہ اس پُرفریب تحکیم کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوتا اور عمرو ابن العاص کو اس فریب کاری کی سزا دیتا یا کم از کم تنبیہ و سرزنش کرتا۔ مگر یہاں تو اس کے کارناموں پر اس کی تحسین و آفرین کی جاتی ہے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اسے مصر کا گورنر بنا دیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس امیر المومنین علیہ السلام کی سیرت، شریعت و اخلاق کے اعلیٰ معیار کا نمونہ تھی۔ وہ ناموافق حالات میں بھی حق و صداقت کے مقتضیات کو نظر میں رکھتے تھے اور اپنی پاکیزہ زندگی کو حیلہ و مکر کی آلودگیوں سے آلودہ نہ ہونے دیتے تھے۔ وہ چاہتے تو حیلوں کا توڑ حیلوں سے کر سکتے تھے اور اس کی رکاکت آمیز حرکتوں کا جواب ویسی ہی حرکتوں سے دیا جا سکتا تھا، جیسے اس نے فرات پر پہرا بٹھا کر پانی روک دیا تھا تو اس کو اس امر کے جواز میں پیش کیا جا سکتا تھا کہ جب عراقیوں نے فرات پر قبضہ کر لیا تو ان پر بھی پانی بند کر دیا جاتا اور اس ذریعہ سے ان کی قوت حرب و ضرب کو مضمحل کر کے انہیں مغلوب بنا لیا جاتا۔ مگر امیر المومنین علیہ السلام ایسے ننگ انسانیت اقدام سے کہ جس کی کوئی آئین و اخلاق اجازت نہیں دیتا کبھی اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیتے تھے۔ اگرچہ دنیا والے ایسے حربوں کو دشمن کے مقابلہ میں جائز سمجھتے ہیں اور اپنی کامرانی کیلئے ظاہر و باطن کی دورنگی کو سیاست و حسن تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں، مگر امیر المومنین علیہ السلام کسی موقعہ پر فریب کاری و دورنگی سے اپنے اقتدار کے استحکام کا تصوّر بھی نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جب لوگوں نے آپؑ کو یہ مشورے دیئے کہ عثمانی دور کے عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رہنے دیا جائے اور طلحہ و زبیر کو کوفہ و بصرہ کی امارت دے کر ہمنوا بنا لیا جائے اور معاویہ کو شام کا اقتدار سونپ کر اس کے دنیوی تدبر سے فائدہ

اٹھایا جائے تو آپؑ نے دنیوی مصلحتوں پر شرعی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور معاویہ کے متعلق صاف صاف لفظوں میں فرمایا:

اِنْ اَقْرَرْتُ مُعَاوِيَةَ عَلٰى مَا فِيْ يَدِهٖ كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا.

اگر میں معاویہ کو اس کے مقبوضہ علاقہ پر برقرار رہنے دوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا قوت بازو بنا رہا ہوں۔ (استیعاب، ج ۱، ص ۲۵۹)

ظاہر بین لوگ صرف ظاہری کامیابی کو دیکھتے ہیں اور یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ کامیابی کن ذرائع سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ شاطرانہ چالوں اور عیارانہ گھاتوں سے جسے کامیاب و کامران ہوتے دیکھتے ہیں اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور اسے مدبر و بافہم اور سیاست دان و بیدار مغز اور خدا جانے کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں اور جو الٰہی تعلیمات اور اسلامی ہدایات کی پابندی کی وجہ سے چالوں اور ہتھکنڈوں کو کام میں نہ لائے اور غلط طریق کار سے حاصل کی ہوئی کامیابی پر محرومی کو ترجیح دے وہ ان کی نظروں میں سیاست سے ناآشنا اور سوجھ بوجھ کے لحاظ سے کمزور سمجھا جاتا ہے۔ انہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ یہ سوچیں کہ ایک پابند اصول و شرع کی راہ میں کتنی مشکلیں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں کہ جو منزل کامرانی کے قریب پہنچنے کے باوجود اسے قدم آگے بڑھانے سے روک دیتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۹۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! لَا تَسْتَوْحِشُوْا فِيْ طَرِيْقِ الْهُدٰى لِقِلَّةِ اَهْلِهٖ، فَاِنَّ النَّاسَ قَدِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى مَآئِدَةٍ شِبَعُهَا قَصِيْرٌ، وَ جُوْعُهَا طَوِيْلٌ.

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضٰى وَ السُّخْطُ. وَ اِنَّمَا عَقَرَ نَاقَةَ ثَمُوْدَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ فَعَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمُّوْهُ بِالرِّضٰى، فَقَالَ سُبْحَانَهٗ: ﴿فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ﴾، فَمَا كَانَ اِلَّاۤ اَنْ خَارَتْ اَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ

خطبہ (۱۹۹)

اے لوگو! ہدایت کی راہ میں ہدایت پانے والوں کی کمی سے گھبرا نہ جاؤ، کیونکہ لوگ تو اسی دنیا کے خوان نعمت پر ٹوٹے پڑتے ہیں جس سے شکم پری کی مدت کم اور گرسنگی کا عرصہ دراز ہے۔

اے لوگو! (افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر) رضا و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں آخر قوم ثمود[۱] کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا، کیونکہ وہ سارے کے سارے اس پر رضا مند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ: "انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کئے پر) نادم و پریشان ہوئے"۔ (عذاب کی آمد یوں تھی) کہ زمین کے دھنسنے (اور زلزلوں کے جھٹکوں

خُوَارَ السِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ فِي الْاَرْضِ الْخَوَّارَةِ.

سے) ایسی گھڑگھڑاہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں ہل کی تپی ہوئی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے۔

اَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ سَلَكَ الطَّرِيْقَ الْوَاضِحَ وَرَدَ الْمَآءَ، وَ مَنْ خَالَفَ وَقَعَ فِي التِّيْهِ!.

اے لوگو! جو روشن و واضح راہ پر چلتا ہے وہ سرچشمہ (ہدایت) پر پہنچ جاتا ہے اور جو بے راہ روی کرتا ہے وہ صحرائے بے آب و گیاہ میں جا پڑتا ہے۔

-----☆☆-----

--☆☆--

ط ''ثمود ابن عامر ابن سام'' کی اولاد ''قوم ثمود'' کہلاتی ہے۔ ان کا موطن و مستقر حجاز و شام کے راستے میں مقام وادی القریٰ تھا جو متفرق بستیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھا۔ خداوند عالم نے انکی ہدایت و رہنمائی کیلئے ان میں حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو ۱۶ برس کی عمر سے ۱۲۰ برس کی عمر تک انہیں ہدایت و تبلیغ کرتے رہے، مگر وہ بتوں کی پرستش اور اپنی گمراہی و ضلالت سے باز نہیں آئے۔ آخر اللہ نے ایک اونٹنی کو ان کے سامنے اپنی آیت و نشانی کے طور پر پیش کیا جس کے متعلق حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ ایک دن چشمہ کا پانی یہ پیئے گی اور ایک دن تم اور تمہارے مویشی پئیں گے اور یہ جہاں چاہے چرتی پھرے تم اس سے کوئی تعرض نہ کرنا اور اگر تم نے اسے کوئی صدمہ پہنچایا تو تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک دن وہ اپنی ضروریات کیلئے پانی لے لیتے اور دوسرے دن اس اونٹنی کے پینے کیلئے چھوڑ دیتے۔ مگر ان لوگوں نے اس پر اکتفا نہ کیا اور آپس میں مشورہ کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کرنے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ قدار ابن سالف نے اس کی کونچیں کاٹ کر اسے ہلاک کر دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو ان سے کہا کہ تم نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، اگر تم تین دن کے اندر اندر توبہ نہ کرلو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا، مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان کی بات کو تمسخر میں اڑا دیا۔ آخر تین دن گزرنے کے بعد ایسا آتش فشاں زلزلہ آیا جس نے انکا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

☆☆☆☆☆

(۲۰۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِنْدَ دَفْنِ سَيِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ عَنِّيْ، وَ عَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِيْ جِوَارِكَ، وَ السَّرِيْعَةِ اللَّحَاقِ بِكَ! قَلَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ! عَنْ صَفِيَّتِكَ صَبْرِيْ، وَ رَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِيْ، اِلَّاۤ اَنَّ لِيْ فِي التَّاَسِّيْ بِعَظِيْمِ فُرْقَتِكَ، وَ فَادِحِ مُصِيْبَتِكَ، مَوْضِعَ تَعَزٍّ، فَلَقَدْ وَسَّدْتُّكَ فِيْ مَلْحُوْدَةِ قَبْرِكَ، وَ فَاضَتْ بَيْنَ نَحْرِيْ وَ صَدْرِيْ نَفْسُكَ.

﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾، فَلَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِيْعَةُ، وَ اُخِذَتِ الرَّهِيْنَةُ! اَمَّا حُزْنِيْ فَسَرْمَدٌ، وَ اَمَّا لَيْلِيْ فَمُسَهَّدٌ، اِلٰۤى اَنْ يَّخْتَارَ اللهُ لِيْ دَارَكَ الَّتِيْۤ اَنْتَ بِهَا مُقِيْمٌ.

وَ سَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافُرِ اُمَّتِكَ عَلٰى هَضْمِهَا، فَاَحْفِهَا السُّؤَالَ، وَ اسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ، هٰذَا وَ لَمْ يَطُلِ الْعَهْدُ، وَ لَمْ يَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ.

وَ السَّلَامُ عَلَيْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ، لَا قَالٍ وَّ لَا سَئِمٍ، فَاِنْ اَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَّلَالَةٍ، وَ اِنْ اُقِمْ

خطبہ (۲۰۰)

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دفن کے موقع پر فرمایا

یارسول اللہؐ! آپؐ کو میری جانب سے اور آپؐ کے پڑوس میں اترنے والی اور آپؐ سے جلد ملحق ہونے والی آپؐ کی بیٹی کی طرف سے سلام ہو۔ یا رسول اللہؐ! آپؐ کی برگزیدہ (بیٹی کی رحلت) سے میرا صبر وشکیب جاتا رہا، میری ہمت وتوانائی نے ساتھ چھوڑ دیا، لیکن آپؐ کی مفارقت کے حادثہ عظمیٰ اور آپؐ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر وشکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا، جبکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپؐ کو قبر کی لحد میں اتارا اور اس عالم میں آپؐ کی روح نے پرواز کی کہ آپؐ کا سر میری گردن اور سینے کے درمیان رکھا تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، اب یہ امانت پلٹا لی گئی، گروی رکھی ہوئی چیز چھڑا لی گئی، لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے خواب رہیں گی، یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لئے بھی اسی گھر کو منتخب کرے جس میں آپؐ رونق افروز ہیں۔

وہ وقت آ گیا کہ آپؐ کی بیٹی آپؐ کو بتائیں کہ کس طرح آپؐ کی اُمت نے ان پر ظلم ڈھانے کیلئے ایکا کر لیا[1]۔ آپؐ ان سے پورے طور پر پوچھیں اور تمام احوال و واردات دریافت کریں۔ یہ ساری مصیبتیں ان پر بیت گئیں، حالانکہ آپؐ کو گزرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپؐ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔

آپؐ دونوں پر میرا سلامِ رخصتی ہو، نہ ایسا سلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لئے نہیں کہ آپؐ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں

فَلَا عَنْ سُوْٓءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِيْنَ.	تو اس لئے نہیں کہ میں اس وعدہ سے بدظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔

-----☆☆-----　　--☆☆--

ھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد اُمتِ محمدیہ نے بنت رسول سلام اللہ علیہا سے جو رویہ اختیار کیا وہ انتہائی تکلیف دہ اور افسوسناک ہے۔ اگرچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُٹھ جانے کے بعد جناب سیدہ سلام اللہ علیہا چند ماہ سے زیادہ اس دنیا میں نہیں رہیں، مگر یہ قلیل عرصہ بھی رنج واندوہ کی ایک طویل داستان اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو پہلا منظر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کا سروسامان بھی نہیں ہونے پاتا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جنگِ اقتدار شروع ہو جاتی ہے۔ فطری طور پر ان لوگوں کا نعش پیغمبرؐ کو چھوڑ کر چلے جانا سیّدہ سلام اللہ علیہا کے غم رسیدہ دل پر اثر انداز ہوا ہوگا کہ زندگی میں پیمانِ وفا و محبت باندھنے والے ان کی اکلوتی بیٹی کی تسلی و تسکین کا سامان کرنے کے بجائے اپنے اقتدار کی فکر میں اس طرح کھو گئے کہ نہ یہ پتہ چلا کہ کب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا گیا؟ اور کب دفن کیا گیا؟ اور تعزیت کی بھی تو اس صورت سے کہ پوری شعلہ سامانیوں کے ساتھ ان کے گھر پر ہجوم کر کے آدھمکے اور ظلم و جبر اور درشتی و تشدد کے مظاہروں کے ساتھ بجبر بیعت لینے کے درپے ہو گئے۔ یہ تمام قہر سامانیاں صرف اس لئے تھیں کہ اس گھر کی عظمت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا جائے، تاکہ کسی موقع پر یہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل نہ کر سکے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر صدیقۂ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی اقتصادی حالت کو پامال کرنے کیلئے ان کے دعوائے فدک کو کذب بیانی پر محمول کر کے انہیں محروم کر دیا گیا، جس سے متاثر ہو کر سیدہ سلام اللہ علیہا نے یہ وصیت فرمائی کہ ان میں کوئی مشایعت جنازہ تک نہ کرے۔

☆☆☆☆☆

(۲۰۱) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ، وَ الْاٰخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ، فَخُذُوْا مِنْ مَّمَرِّكُمْ لِمَقَرِّكُمْ، وَ لَا تَهْتِكُوْۤا اَسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَّعْلَمُ اَسْرَارَكُمْ، وَ اَخْرِجُوْا مِنَ الدُّنْيَا قُلُوْبَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَخْرُجَ مِنْهَاۤ اَبْدَانُكُمْ، فَفِيْهَا اخْتُبِرْتُمْ، وَلِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ.

اِنَّ الْمَرْءَ اِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ: مَا تَرَكَ؟ وَ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ: مَا قَدَّمَ؟ لِلّٰهِ اٰبَاؤُكُمْ! فَقَدِّمُوْا بَعْضًا يَّكُنْ لَّكُمْ قَرْضًا، وَ لَا تُخَلِّفُوْا كُلًّا فَيَكُوْنَ عَلَيْكُمْ كَلًّا.

-----☆☆-----

خطبہ (۲۰۱)

اے لوگو! یہ دنیا گزرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار۔ اس راہ گزر سے اپنی منزل کیلئے توشہ اٹھا لو۔ جس کے سامنے تمہارا کوئی بھید چھپا نہیں رہ سکتا، اس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو، قبل اس کے کہ تمہارے جسم دنیا سے الگ کر دیئے جائیں اپنے دل اس سے ہٹا لو۔ اس دنیا میں تمہیں جانچا جا رہا ہے لیکن تمہیں پیدا دوسری جگہ کیلئے کیا گیا ہے۔

جب کوئی انسان مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کیا چھوڑ گیا ہے؟ اور فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آگے کیلئے کیا سروسامان کیا ہے؟ خدا تمہارا بھلا کرے! کچھ آگے کیلئے بھی بھیجو کہ وہ تمہارے لئے ایک طرح سے (اللہ کے ذمہ) قرضہ ہوگا۔ سب کا سب پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لئے بوجھ ہوگا۔

--☆☆--

(۲۰۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ كَثِيْرًا مَّا يُنَادِيْ بِهٖۤ اَصْحَابَهٗ

تَجَهَّزُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ! فَقَدْ نُوْدِيَ فِيْكُمْ بِالرَّحِيْلِ، وَ اَقِلُّوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا، وَ انْقَلِبُوْا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ، فَاِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُدًا، وَ مَنَازِلَ مَخُوْفَةً مَّهُوْلَةً، لَا بُدَّ مِنَ الْوُرُوْدِ عَلَيْهَا، وَ الْوُقُوْفِ عِنْدَهَا.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ مَلَاحِظَ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةٌ، وَ كَاَنَّكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَ قَدْ نَشِبَتْ

خطبہ (۲۰۲)

اکثر اپنے اصحاب سے پکار کر فرمایا کرتے تھے

خدا تم پر رحم کرے کچھ سفر کا سازوسامان کرلو۔ کوچ کی صدائیں تمہارے گوش گزار ہوچکی ہیں۔ دنیا کے وقفہ قیام کو زیادہ تصور نہ کرو اور جو تمہارے دسترس میں بہترین زاد ہے اُسے لے کر (اللہ کی طرف) پلٹو، کیونکہ تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے اور پُر ہول و خوفناک مراحل ہیں کہ جہاں اترے اور ٹھہرے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں۔

تمہیں جاننا چاہیے کہ موت کی ترچھی نظریں تم سے قریب پہنچ چکی ہیں اور گویا تم اس کے پنجوں میں ہو جو تم میں

فِيْكُمْ، وَ قَدْ دَهَمَتْكُمْ فِيْهَا مُفْظِعَاتُ الْاُمُوْرِ وَ مُعْضِلَاتُ الْمَحْذُوْرِ. فَقَطِّعُوْا عَلَآئِقَ الدُّنْيَا، وَ اسْتَظْهِرُوْا بِزَادِ التَّقْوٰى.

وَ قَدْ مَضٰى شَیْءٌ مِّنْ هٰذَا الْكَلَامِ فِيْمَا تَقَدَّمَ بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ.

-----☆☆-----

(۲۰۳) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَلَّمَ بِهٖ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرَ بَعْدَ بَيْعَتِهٖ بِالْخِلَافَةِ وَ قَدْ عَتَبَا عَلَيْهِ مِنْ تَرْكِ مَشُوْرَتِهِمَا وَ الْاِسْتِعَانَةِ فِي الْاُمُوْرِ بِهِمَا:

لَقَدْ نَقَمْتُمَا يَسِيْرًا، وَ اَرْجَاْتُمَا كَثِيْرًا، اَ لَا تُخْبِرَانِیْ، اَیُّ شَیْءٍ لَّكُمَا فِيْهِ حَقٌّ دَفَعْتُكُمَا عَنْهُ؟ وَ اَیُّ قَسْمٍ اسْتَاْثَرْتُ عَلَيْكُمَا بِهٖ؟ اَمْ اَیُّ حَقٍّ رَّفَعَهٗ اِلَیَّ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ضَعُفْتُ عَنْهُ، اَمْ جَهِلْتُهٗ، اَمْ اَخْطَاْتُ بَابَهٗ!.

وَاللهِ! مَا كَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ، وَ لَا فِی الْوِلَايَةِ اِرْبَةٌ، وَ لٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَيْهَا، وَ حَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَيْهَا، فَلَمَّاۤ اَفْضَتْ اِلَیَّ نَظَرْتُ اِلٰى كِتَابِ اللهِ وَ مَا وَضَعَ لَنَا، وَ اَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهٖ فَاتَّبَعْتُهٗ، وَ مَا اسْتَنَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَاقْتَدَيْتُهٗ، فَلَمْ اَحْتَجْ فِیْ ذٰلِكَ اِلٰى رَاْيِكُمَا، وَ لَا رَاْیِ غَيْرِكُمَا، وَ لَا وَقَعَ حُكْمٌ جَهِلْتُهٗ، فَاَسْتَشِيْرَكُمَا وَ اِخْوَانِیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ لَوْ

گڑو دیئے گئے ہیں اور موت کے شدائد و مشکلات تم پر چھا گئے ہیں۔ دنیا سے سارے علائق قطع کر لو اور زادِ تقویٰ سے اپنے کو تقویت پہنچاؤ۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: اس خطبہ کا کچھ حصہ پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن اس روایت کے الفاظ پہلی روایت سے کچھ مختلف ہیں۔

--☆☆--

خطبہ (۲۰۳)

حضرتؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد طلحہ اور زبیر نے آپؑ سے شکایت کی کہ ان سے کیوں (امور حکومت میں) مشورہ نہیں لیا جاتا اور کیوں ان سے امداد کی خواہش نہیں کی جاتی تو حضرتؑ نے فرمایا:

ذرا سی بات پر تو تمہارے تیور بگڑ گئے ہیں اور بہت سی چیزوں کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ کسی چیز میں تمہارا حق تھا اور میں نے اسے دبا لیا ہو؟ یا تمہارے حصہ میں کوئی چیز آتی ہو اور میں نے اس سے دریغ کیا ہو؟ یا کسی مسلمان نے میرے سامنے کوئی دعویٰ پیش کیا ہو اور میں اس کا فیصلہ کرنے سے عاجز یا اس کے حکم سے جاہل رہا ہوں؟ یا صحیح طریق کار سے خطا کی ہو؟۔

خدا کی قسم! مجھے تو کبھی بھی اپنے لئے خلافت اور حکومت کی حاجت و تمنا نہیں رہی۔ تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اس نے حکم دیا میں اسی کے مطابق چلا اور جو سنتِ پیغمبرؐ قرار پا گئی اس کی پیروی کی۔ اس میں نہ تو تم سے کبھی مجھے رائے لینے کی احتیاج ہوئی اور نہ تمہارے علاوہ کسی اور سے۔ (اور نہ میں کسی حکم سے جاہل تھا کہ تم سے یا دیگر برادران اسلام سے مشورہ کرتا

كَانَ ذٰلِكَ لَمْ اَرْغَبْ عَنْكُمَا، وَ لَا عَنْ غَيْرِكُمَا.

وَ اَمَّا مَا ذَكَرْتُمَا مِنْ اَمْرِ الْاُسْوَةِ، فَاِنَّ ذٰلِكَ اَمْرٌ لَّمْ اَحْكُمْ اَنَا فِيْهِ بِرَاْيِيْ، وَ لَا وَلِيْتُهٗ هَوًى مِّنِّيْ، بَلْ وَجَدْتُ اَنَا وَ اَنْتُمَا مَا جَآءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ، فَلَمْ اَحْتَجْ اِلَيْكُمَا فِيْمَا قَدْ فَرَغَ اللّٰهُ مِنْ قَسْمِهٖ، وَ اَمْضٰى فِيْهِ حُكْمَهٗ، فَلَيْسَ لَكُمَا، وَاللّٰهِ! عِنْدِيْ وَ لَا لِغَيْرِكُمَا فِيْ هٰذَا عُتْبٰى. اَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوْبِنَا وَ قُلُوْبِكُمْ اِلَى الْحَقِّ، وَ اَلْهَمَنَا وَ اِيَّاكُمُ الصَّبْرَ.

ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاً رَاٰى حَقًّا فَاَعَانَ عَلَيْهِ، اَوْ رَاٰى جَوْرًا فَرَدَّهٗ، وَ كَانَ عَوْنًا بِالْحَقِّ عَلٰى صَاحِبِهٖ.

اور اگر ایسی کوئی ضرورت ہوتی تو میں نہ تمہیں نظر انداز کرتا اور نہ دیگر مسلمانوں کو)۔

لیکن تم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے (بیت المال سے) برابر کی تقسیم جاری کی ہے تو یہ میری رائے کا حکم اور میری خواہش نفسانی کا فیصلہ نہیں، بلکہ یہ وہی طے شدہ چیز ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے جو میرے بھی سامنے ہے اور تمہارے بھی پیش نظر ہے۔ تو جس چیز کی اللہ نے حد بندی کر دی ہے اور اس کا قطعی حکم دے دیا اس میں تم سے رائے لینے کی مجھے احتیاج نہیں۔ خدا کی قسم! تمہیں اور تمہارے علاوہ کسی کو بھی اس معاملہ میں شکایت کرنے کا حق نہیں۔ خدا ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق پر ٹھہرائے اور ہمیں اور تمہیں صبر عطا کرے۔

پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا:

خدا اس شخص پر رحم کرے جو حق کو دیکھے تو اس کی مدد کرے، باطل کو دیکھے تو اسے ٹھکرا دے اور صاحب حق کا حق کے ساتھ معین ہو۔

☆☆

(۲۰٤) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ سَمِعَ قَوْمًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَسُبُّوْنَ اَهْلَ الشَّامِ اَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصِفِّيْنَ:

اِنِّيْۤ اَكْرَهُ لَكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا سَبَّابِيْنَ، وَ لٰكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ اَعْمَالَهُمْ، وَ ذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ، كَانَ اَصْوَبَ فِي الْقَوْلِ، وَ اَبْلَغَ فِي الْعُذْرِ، وَ قُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ اِيَّاهُمْ: اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَآءَنَا وَ دِمَآءَهُمْ، وَ اَصْلِحْ

خطبہ (۲۰۴)

آپؑ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو سنا کہ وہ شامیوں پر سبّ وشتم کر رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا:

میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے لگو۔ اگر تم ان کے کرتوت کھولو اور ان کے صحیح حالات پیش کرو تو یہ ایک ٹھکانے کی بات اور عذر تمام کرنے کا صحیح طریق کار ہو گا۔ تم گالم گلوچ کے بجائے یہ کہو کہ خدایا! ہمارا بھی خون محفوظ رکھ اور ان کا بھی اور ہمارے اور ان کے درمیان اصلاح کی صورت پیدا کر

ذَاتَ بَيْنِنَا وَ بَيْنِهِمْ، وَ اهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ، حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهُ، وَ يَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ وَ الْعُدْوَانِ مَنْ لَهِجَ بِهٖ.

اور انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف لا، تاکہ حق سے بے خبر حق کو پہچان لیں اور گمراہی و سرکشی کے شیدائی اس سے اپنا رخ موڑ لیں۔

--☆☆--

(۲۰۵) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ بَعْضِ اَيَّامِ صِفِّيْنَ وَ قَدْ رَاٰى الْحَسَنَ ابْنَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَسَرَّعُ اِلَى الْحَرْبِ:

اِمْلِكُوْا عَنِّيْ هٰذَا الْغُلَامَ لَا يَهُدَّنِيْ، فَاِنَّنِيْ اَنْفَسُ بِهٰذَيْنِ ـ يَعْنِي الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ـ عَلَى الْمَوْتِ، لِئَلَّا يَنْقَطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ.

وَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «اِمْلِكُوْا عَنِّيْ هٰذَا الْغُلَامَ» مِنْ اَعْلَى الْكَلَامِ وَ اَفْصَحِهٖ.

خطبہ (۲۰۵)

صفین کے موقع پر جب آپؑ نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام کو جنگ کی طرف تیزی سے لپکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

میری طرف سے اس جوان کو روک لو، کہیں (اس کی موت) مجھے خستہ و بے حال نہ کر دے، کیونکہ میں ان دونوں نوجوانوں (حسن اور حسین علیہما السلام) کو موت کے منہ میں دینے سے بخل کرتا ہوں کہ کہیں ان کے (مرنے سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل قطع نہ ہو جائے۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ کا ارشاد: «اِمْلِكُوْا عَنِّيْ هٰذَا الْغُلَامَ»: ''میری طرف سے اس جوان کو روک لو'' بہت بلند اور فصیح جملہ ہے۔

--☆☆--

(۲۰۶) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لَمَّا اضْطَرَبَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهٗ فِيْ اَمْرِ الْحُكُوْمَةِ:

اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّهٗ لَمْ يَزَلْ اَمْرِيْ مَعَكُمْ عَلٰى مَاۤ اُحِبُّ، حَتّٰى نَهِكَتْكُمُ الْحَرْبُ، وَ قَدْ ـ وَاللّٰهِ!ـ اَخَذَتْ مِنْكُمْ وَ تَرَكَتْ، وَ هِيَ لِعَدُوِّكُمْ اَنْهَكُ. لَقَدْ كُنْتُ اَمْسِ اَمِيْرًا، فَاَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَاْمُوْرًا! وَ كُنْتُ اَمْسِ نَاهِيًا، فَاَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَنْهِيًّا! وَ قَدْ

خطبہ (۲۰۶)

جب تحکیم[1] کے سلسلہ میں آپؑ کے اصحاب آپؑ پر پیچ و تاب کھانے لگے تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! جب تک جنگ نے تمہیں بے حال نہیں کر دیا میرے حسب منشا میری بات تم سے بنی رہی۔ خدا کی قسم! اس نے تم میں سے کچھ کو تو اپنی گرفت میں لے لیا اور کچھ کو چھوڑ دیا اور تمہارے دشمنوں کو تو اس نے بالکل ہی نڈھال کر دیا۔ اگر تم جمے رہتے تو پھر جیت تمہاری تھی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ میں کل تک امر و نہی کا مالک تھا اور آج دوسروں کے امر و نہی پر مجھے چلنا پڑ رہا ہے۔ تم (دنیا کی) زندگانی

اَحۡبَبۡتُمُ الۡبَقَآءَ، وَلَیۡسَ لِیۡۤ اَنۡ اَحۡمِلَکُمۡ عَلٰی مَا تَکۡرَهُوۡنَ!.

-----☆☆-----

چاہنے لگے اور یہ چیز میرے بس میں نہ رہی کہ جس چیز (جنگ) سے تم بیزار ہو چکے تھے اس پر تمہیں برقرار رکھتا۔

--☆☆--

ا؎ جب شامیوں کی بچی بچائی اور بچی کھچی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہوگئی تو معاویہ نے قرآن کو آلہ کار بنا کر جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا اور عراقیوں میں ایسی پھوٹ ڈلوا دی کہ امیر المومنین علیہ السلام کے سمجھانے بجھانے کے باوجود وہ ایک قدم بھی اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور جنگ کے رکوانے پر بضد ہو گئے، جس سے حضرتؑ کو بھی مجبوراً تحکیم پر رضامند ہونا پڑا۔

ان لوگوں میں کچھ تو ایسے تھے جو واقعاً دھوکے میں آ گئے تھے اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ حقیقتاً قرآن کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور کچھ لوگ وہ تھے جو جنگ کی اس طولانی مدت سے اُکتا چکے تھے اور اب جی چھوڑے بیٹھے تھے، چنانچہ انہیں جنگ کے رکوانے کا حیلہ مل گیا تو انہوں نے التوائے جنگ کا شور مچا دیا اور کچھ لوگ وہ تھے جو حضرتؑ کے اقتدار سے متاثر ہو کر ساتھ ہو گئے تھے مگر دل سے ان کے ہمنوا نہ تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپؑ کو فتح و کامرانی حاصل ہو اور کچھ لوگ وہ تھے جن کے توقعات معاویہ سے وابستہ تھے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اس سے امیدیں باندھنے لگے تھے اور کچھ پہلے ہی سے اس سے ساز باز کئے ہوئے تھے۔

ان حالات میں اور ایسی فوج کے ساتھ دشمن سے اس حد تک ٹکرا جانا بھی امیر المومنین علیہ السلام کی حسن سیاست اور فوجی نظم و نسق کی صلاحیت کا نتیجہ تھا اور اگر معاویہ یہ چال نہ چلتا تو کامیابی میں کوئی شبہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ فوج شام کی قوت حرب و ضرب ختم ہو چکی تھی اور شکست اس کے سر پر منڈلا رہی تھی۔

چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ:

خَلَصَ الۡاَشۡتَرُ اِلٰی مُعَاوِیَةَ فَاَخَذَهٗ بِعُنُقِهٖ وَلَمۡ یَکُنۡ قَدۡ بَقِیَ مِنۡ قُوَّةِ الشَّامِ اِلَّا کَحَرَکَةِ ذَنَبِ الۡوَزَغَةِ عِنۡدَ قَتۡلِهَا یَضۡطَرِبُ یَمِیۡنًا وَّ شِمَالًا.

مالک اشتر معاویہ تک پہنچ چکے تھے اور اسے گردن سے پکڑ لیا تھا اور شامیوں کا سارا دم خم جاتا رہا تھا۔ بس ان میں ایسی ہی حرکت باقی رہ گئی تھی جیسے چھپکلی کو مار دیا جائے تو اس کی دم دائیں بائیں اچھلتی رہتی ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ ص ۱۰)

☆☆☆☆☆

(۲۰۷) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِالْبَصْرَةِ وَ قَدْ دَخَلَ عَلَى الْعَلَاءِ بْنِ زِيَادٍ الْحَارِثِيِّ وَ هُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ يَعُوْدُهٗ، فَلَمَّا رَاٰى سَعَةَ دَارِهٖ قَالَ عليه السلام:

مَا كُنْتَ تَصْنَعُ بِسَعَةِ هٰذِهِ الدَّارِ فِي الدُّنْيَا، اَمَا اَنْتَ اِلَيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ كُنْتَ اَحْوَجَ؟ وَ بَلٰى اِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْاٰخِرَةَ: تَقْرِيْ فِيْهَا الضَّيْفَ، وَ تَصِلُ فِيْهَا الرَّحِمَ، وَ تُطْلِعُ مِنْهَا الْحُقُوْقَ مَطَالِعَهَا، فَاِذَاۤ اَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْاٰخِرَةَ.

فَقَالَ لَهُ الْعَلَآءُ: يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَشْكُوْۤ اِلَيْكَ اَخِيْ عَاصِمَ بْنَ زِيَادٍ. قَالَ: وَ مَا لَهٗ؟ قَالَ: لَبِسَ الْعَبَآءَةَ وَ تَخَلّٰى عَنِ الدُّنْيَا. قَالَ: عَلَيَّ بِهٖ. فَلَمَّا جَآءَ قَالَ عليه السلام:

يَا عُدَيَّ نَفْسِهٖ! لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيْثُ! اَمَا رَحِمْتَ اَهْلَكَ وَ وَلَدَكَ! اَتَرَى اللّٰهَ اَحَلَّ لَكَ الطَّيِّبٰتِ، وَ هُوَ يَكْرَهُ اَنْ تَاْخُذَهَا! اَنْتَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ!.

قَالَ: يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذَاۤ اَنْتَ فِيْ خُشُوْنَةِ مَلْبَسِكَ وَ جُشُوْبَةِ مَاْكَلِكَ؟!

قَالَ: وَيْحَكَ! اِنِّيْ لَسْتُ كَاَنْتَ، اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلٰۤى اَئِمَّةِ الْعَدْلِ اَنْ يُّقَدِّرُوْۤا

خطبہ (۲۰۷)

بصرہ میں اپنے ایک صحابی علاء ابن زیاد حارثی کے ہاں عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو اس کے گھر کی وسعت کو دیکھ کر فرمایا:

تم دنیا میں اس گھر کی وسعت کو کیا کرو گے؟ درآنحالیکہ آخرت میں تم گھر کی وسعت کے زیادہ محتاج ہو (کہ جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے)۔ ہاں! اگر اس کے ساتھ تم آخرت میں بھی وسیع گھر چاہتے ہو تو اس میں مہمانوں کی مہمان نوازی، قریبیوں سے اچھا برتاؤ اور موقع و محل کے مطابق حقوق کی ادائیگی کرو۔ اگر ایسا کیا تو اس کے ذریعے آخرت کی کامرانیوں کو پالو گے۔

علاء ابن زیاد نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! مجھے اپنے بھائی عاصم ابن زیاد کی آپؑ سے شکایت کرنا ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا: ”کیوں، اسے کیا ہوا؟“ علاء[1] نے کہا کہ: اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے تو حضرتؑ نے کہا کہ: ”اسے میرے پاس لاؤ“۔ جب وہ آیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:

اے اپنی جان کے دشمن! تمہیں شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے، تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا؟ اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے اگر تم انہیں کھاؤ برتو گے تو اسے ناگوار گزرے گا؟ تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے۔

اس نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ! یہ آپؑ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے؟

تو حضرتؑ نے فرمایا کہ: تم پر حیف ہے! میں تمہارے مانند نہیں ہوں۔ خدا نے آئمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں

اَنۡفُسَهُمۡ بِضَعَفَةِ النَّاسِ، كَيۡلَا يَتَبَيَّغَ بِالۡفَقِيۡرِ فَقۡرُهٗ!. | کی سطح پر رکھیں، تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ وتاب نہ کھائے۔

-----☆☆-----

--☆☆--

ط۱ ''رہبانیت''و''ترک علائق'' کو زمانہ قدیم سے طہارت نفس و درستگی اعمال کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ جو لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ شہروں اور بستیوں سے نکل کھڑے ہوتے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سکونت اختیار کرکے بخیال خود اللہ سے لو لگائے پڑے رہتے۔ اگر کسی راہ گیر یا آس پاس کی بستی والے نے کچھ کھانے کو دے دیا تو کھالیا، ورنہ جنگلی درختوں کے پھلوں اور چشموں کے پانی پر قناعت کر لیتے اور اس طرح زندگی کے لمحات گزار دیتے۔

اس طریقہ عبادت کی ابتدا یوں ہوئی کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ان کی گرفت سے بچنے کیلئے کسی سنسان جنگل یا کسی پہاڑ کی کھو میں جا چھپے اور وہاں اللہ کی عبادت و پرستش میں منہمک ہوگئے۔ بعد میں اس قہری زہد و انزوا نے اختیاری صورت حاصل کر لی اور لوگ باختیار خود کھوؤں اور غاروں میں گوشہ نشین ہونے لگے اور یہ طریقہ رائج ہوگیا کہ جو روحانی ترقی کا خواہشمند ہوتا وہ تمام دنیوی بندھنوں کو توڑ کر کسی گوشے میں معتکف ہو جاتا۔ چنانچہ صدیوں تک اس پر عمل درآمد ہوتا رہا اور اب تک اس طریقہ عبادت کے آثار بدھسٹوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں۔

لیکن اسلام کا اعتدال پسندانہ مزاج اس خانقاہی زندگی سے سازگار نہیں ہے۔ وہ روحانی ترقی کیلئے دنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھا لینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان گھر بار چھوڑ کر اور ابنائے جنس سے علیحدہ ہو کر کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے اور صرف رسمی عبادت میں لگا رہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند مخصوص اعمال تک محدود نہیں ہے، بلکہ جائز ذریعہ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سلوک و ہمدردی اور تعاون و سازگاری کو بھی عبادت کا ایک اہم جزو قرار دیتا ہے۔ اگر انسان دنیوی حقوق و فرائض کو نظر انداز کر دے کہ نہ اہل و عیال کی ذمہ داریوں کو محسوس کرے، نہ کسب معاش کیلئے سعی و کوشش کو برسرکار رکھے اور دوسروں پر سہارا کر کے ہر وقت مراقبہ میں پڑا رہے تو وہ مقصد حیات کو پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی کو تباہ کر رہا ہے۔ اگر اللہ کو یہی چیز مطلوب ہوتی تو پھر دنیا کو بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، جب کہ پہلے ہی سے ایک ایسی مخلوق موجود تھی جو ہمہ وقت اس کی عبادت و پرستش میں مشغول رہتی تھی۔ انسان کو تو قدرت نے اس دوراہے پر کھڑا کیا ہے کہ جس میں حد وسط ہی ہدایت کا مرکز ہے کہ اگر ذرا اس نقطہ اعتدال سے اِدھر اُدھر ہوا تو اس کیلئے گمراہی ہی گمراہی ہے اور وہ حد وسط یہ ہے کہ انسان نہ دنیا کی طرف اتنا جھکے کہ آخرت کو نظر انداز کر کے صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور نہ دنیا سے اتنا کنارہ کش ہو جائے کہ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ہر چیز سے دستبردار ہو کر کسی گوشہ میں معتکف ہو جائے۔

جب اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا کیا ہے تو اسے اس دنیا میں رہتے ہوئے دستور حیات پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور حد اعتدال میں رہتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہیے۔ ایسا نہیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھانا برتنا خدا پرستی کے خلاف

ہو، بلکہ قدرت نے ان نعمتوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ جو خاصان خدا تھے وہ دنیا میں مل جل کر رہتے سہتے اور دنیاداروں کی طرح کھاتے پیتے تھے، انہیں ویرانوں اور پہاڑوں کی غاروں کو اپنا مسکن بنانے اور دنیاوالوں سے منہ موڑ کر کسی دور دراز جگہ پر منزل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھتے تھے اور زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کے باوجود موت کو نہ بھولتے تھے۔

رہبانیت کی زندگی عموماً ایسے مفاسد کا باعث ہوتی ہے کہ جو دنیا کے ساتھ عقبیٰ کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور انسان صحیح معنی میں «خَسِرَ الدُّنۡيَا وَ الۡاٰخِرَةَ» کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب فطری خواہشات کو حلال و مشروع طریقے سے پورا نہیں کیا جاتا تو انسان کا ذہن خیالات فاسدہ کا مرکز بن جاتا ہے اور اطمینان و یکسوئی سے عبادت کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور کبھی ہوائے نفس اس طرح اس پر غلبہ پا لیتی ہے کہ وہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے ایسے گڑھے میں جا پڑتا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی لئے شریعت نے متاہل کی عبادت کو غیر متاہل کی عبادت پر فضیلت دی ہے، کیونکہ وہ عبادت و اعمال میں ذہنی سکون و یکسوئی بہم پہنچا سکتا ہے۔

وہ افراد جو جامہ تصوف پہن کر زہد و بے تعلقی دنیا اور روحانی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں وہ اسلام کی عملی راہ سے الگ اور اس کی حکیمانہ تعلیم سے ناآشنا ہیں اور صرف شیطان کے بہکانے سے خود ساختہ سہاروں پر بھروسا کر کے ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں۔ چنانچہ ان کی گمراہی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو اس سطح پر سمجھنے لگتے ہیں کہ گویا ان کی آواز خدا کی آواز اور ان کا عمل خدا کا عمل ہے اور کبھی شرعی حدود و قیود سے اپنے کو آزاد سمجھتے ہوئے ہر امر قبیح کو اپنے لئے جائز قرار دے لیتے ہیں۔

اس اِلحاد و بے دینی کو ''تصوف'' کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے غیر شرعی اصولوں کو ''طریقت'' کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ مسلک اختیار کرنے والے ''صوفی'' کہے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ابو ہاشم کوفی وشامی نے یہ لقب اختیار کیا کہ جو اموی النسب اور جبری العقیدہ تھا۔ اسے اس لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے زہد و تقویٰ کی نمائش کیلئے ''صوف'' کا لباس پہن رکھا تھا۔ بعد میں اس لقب نے عمومیت حاصل کر لی اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف توجیہات گڑھ لی گئیں۔ چنانچہ:

ایک توجیہ یہ ہے کہ ''صوف'' کے تین حرف ہیں: ''ص، و، ف''۔ ''صاد'' سے مراد صبر، صدق اور صفا ہے اور ''واؤ'' سے مراد وُدّ، ورد اور وفا ہے اور ''فا'' سے مراد فرد، فقر اور فنا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ''صفہ'' سے ماخوذ ہے اور صفہ مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترا تھا جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی جس میں رہنے والے ''اصحاب صفہ'' کہلاتے تھے اور غربت و بیچارگی کی وجہ سے وہیں پڑے رہتے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قبیلہ کے جد اعلیٰ کا نام ''صوفہ'' تھا اور یہ قبیلہ خانہ کعبہ اور حجاج کی خدمت کے فرائض سرانجام دیتا تھا اور اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ لوگ ''صوفی'' کہے جاتے ہیں۔

یہ گروہ متعدد فرقوں میں بٹا ہوا ہے، لیکن بنیادی فرقے صرف سات ہیں:

- **۱۔وحدتیہ:** یہ فرقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے۔ چنانچہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا ہے، یہاں تک کہ ہر نجس و ناپاک چیز کو بھی یہ اسی منزل اُلوہیت پر ٹھہراتے ہیں اور اللہ کو دریا سے اور مخلوقات کو اس میں اٹھنے والی لہروں سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دریا کی لہریں دریا کے علاوہ کوئی جداگانہ وجود نہیں رکھتیں، بلکہ ان کا وجود بعینہ دریا کا وجود ہے جو کبھی ابھرتی ہیں اور کبھی دریا کے اندر سمٹ جاتی ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کو اس کی ہستی سے الگ نہیں قرار دیا جاسکتا۔
- **۲۔اتحادیہ:** اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ وہ اللہ سے اور اللہ اس سے متحد ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کو آگ سے اور اپنے کو اس لوہے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جو آگ میں پڑا رہنے کی وجہ سے اس کی صورت و خاصیت پیدا کر چکا ہو۔
- **۳۔حلولیہ:** اس کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم عارفوں اور کاملوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اور ان کا جسم اس کی فرودگاہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بظاہر بشر اور بباطن خدا ہوتے ہیں۔
- **۴۔واصلیہ:** یہ فرقہ اپنے کو واصل باللہ سمجھتا ہے اور اس کا نظریہ ہے کہ احکام شرع تکمیل نفس و تہذیب اخلاق کا ذریعہ ہیں اور جب نفس حق سے متصل ہو جاتا ہے تو پھر اسے تکمیل و تہذیب کی احتیاج نہیں رہتی، لہٰذا واصلین کیلئے عبادات و اعمال بیکار ہو جاتے ہیں، کیونکہ اِذَا حَصَلَتِ الْحَقِيْقَةُ بَطَلَتِ الشَّرِيْعَةُ: ''جب حقیقت حاصل ہو جاتی ہے تو شریعت بیکار ہو جاتی ہے''، لہٰذا وہ جو چاہیں کریں ان پر حرف گیری نہیں کی جاسکتی۔
- **۵۔زراقیہ:** یہ فرقہ نغمہ و سرود کی دھنوں اور حال و قال کی سرمستیوں کو سرمایہ عبادت سمجھتا ہے اور درویشی و دریوزہ گری سے دنیا کماتا ہے اور اپنے پیشواؤں کی من گڑھت کرامتیں سنا کر عوام کو مرعوب کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔
- **۶۔عشاقیہ:** اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِيْقَةِ: ''عشق مجازی، عشق حقیقی کا ذریعہ ہوتا ہے''، لہٰذا عشق الٰہی کی منزل تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے کہ کسی مہوش سے عشق کیا جائے، لیکن جس عشق کو یہ عشق الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ صرف اختلال دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عاشق قلب و روح کی پوری توجہ کے ساتھ ایک فرد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس تک رسائی ہی اس کی منزل آخر ہوتی ہے۔ یہ عشق فسق و فجور کی راہ پر تو لگا سکتا ہے، مگر عشق حقیقی کی منزل سے اسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا:

عشق مجاز چون بحقیقت نظر کنی　　دیو است و دیو را نبود پای رهبری

- **۷۔تلقیہ:** اس فرقے کے نزدیک علوم دینیہ کا پڑھنا اور کتب علمیہ کا مطالعہ کرنا قطعاً حرام ہے، بلکہ جو مرتبہ علمی ستر (۷۰) برس تک پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا وہ ایک ساعت میں مرشد کے تصرف روحانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

علمائے شیعہ کے نزدیک یہ تمام فرقے گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آئمہ اطہار علیہم السلام کے بکثرت ارشادات موجود ہیں اور اس خطبہ میں بھی امیر المومنین علیہ السلام نے عاصم بن زیاد کے قطع علائق دنیا کو شیطانی وسوسہ کا نتیجہ قرار دیا ہے اور اسے اس راہ پر چلنے سے بشدت منع کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۰۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ سَئَلَهٗ سَآئِلٌ عَنْ اَحَادِيْثِ الْبِدَعِ وَ عَمَّا فِیْۤ اَيْدِی النَّاسِ مِنِ اخْتِلَافِ الْخَبَرِ، فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ:

اِنَّ فِیْۤ اَيْدِی النَّاسِ حَقًّا وَّ بَاطِلًا، وَ صِدْقًا وَّ كَذِبًا، وَ نَاسِخًا وَّ مَنْسُوْخًا، وَ عَامًّا وَّ خَاصًّا، وَ مُحْكَمًا وَّ مُتَشَابِهًا، وَ حِفْظًا وَّ وَهْمًا، وَ لَقَدْ كُذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ عَلٰى عَهْدِهٖ، حَتّٰى قَامَ خَطِيْبًا، فَقَالَ: «مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ».

وَ اِنَّمَاۤ اَتَاكَ بِالْحَدِيْثِ اَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَّيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ:

رَجُلٌ مُّنَافِقٌ مُّظْهِرٌ لِّلْاِيْمَانِ، مُتَصَنِّعٌۢ بِالْاِسْلَامِ، لَا يَتَاَثَّمُ وَ لَا يَتَحَرَّجُ، يَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ مُتَعَمِّدًا، فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ اَنَّهٗ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَّمْ يَقْبَلُوْا مِنْهُ، وَ لَمْ يُصَدِّقُوْا قَوْلَهٗ، وَ لٰكِنَّهُمْ قَالُوْا: صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ رَاٰهُ، وَ سَمِعَ مِنْهُ، وَ لَقِفَ عَنْهُ، فَيَاْخُذُوْنَ بِقَوْلِهٖ، وَ قَدْ اَخْبَرَكَ اللّٰهُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ بِمَاۤ اَخْبَرَكَ، وَ وَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهٖ لَكَ، ثُمَّ بَقُوْا

خطبہ (۲۰۸)

ایک شخص [1] نے آپؑ سے من گڑھت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو (عام طور سے) لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ:

لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم، صحیح اور غلط، سب ہی کچھ ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دور میں آپؐ پر بہتان لگائے گئے، یہاں تک کہ آپؐ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ: «جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے»۔

تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں [2]:

ایک تو وہ جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ، وہ ایمان کی نمائش کرتا ہے اور مسلمانوں کی سی وضع قطع بنا لیتا ہے، نہ گناہ کرنے سے گھبراتا ہے اور نہ کسی افتاد میں پڑنے سے جھجکتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ اگر لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرتے اور نہ اس کی بات کی تصدیق کرتے، لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا صحابی ہے، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا بھی ہے اور ان سے حدیثیں بھی سنی ہیں اور آپؐ سے تحصیل علم بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے) اس کی بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ پھر وہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد بھی باقی و برقرار رہے اور

بَعْدَهٗ عَلَیْهِ وَ اٰلِهِ السَّلَامُ، فَتَقَرَّبُوْۤا اِلٰۤی اَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ، وَ الدُّعَاةِ اِلَی النَّارِ بِالزُّوْرِ وَ الْبُهْتَانِ، فَوَلَّوْهُمُ الْاَعْمَالَ، وَ جَعَلُوْهُمْ حُكَّامًا عَلٰی رِقَابِ النَّاسِ، فَاَكَلُوْا بِهِمُ الدُّنْيَا، وَ اِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوْكِ وَ الدُّنْيَا، اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ، فَهٰذَاۤ اَحَدُ الْاَرْبَعَةِ.

کذب و بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا اور ان کے ذریعہ سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وہ بادشاہوں اور دنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوا ان (محدودے چند) افراد کے کہ جنہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ چار میں سے ایک تو یہ ہوا۔

وَ رَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَیْئًا لَّمْ یَحْفَظْهُ عَلٰی وَجْهِهٖ، فَوَهِمَ فِیْهِ، وَ لَمْ یَتَعَمَّدْ كَذِبًا، فَهُوَ فِیْ یَدَیْهِ، یَرْوِیْهِ وَ یَعْمَلُ بِهٖ، وَ یَقُوْلُ: اَنَا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اَنَّهٗ وَهِمَ فِیْهِ لَمْ یَقْبَلُوْهُ مِنْهُ، وَ لَوْ عَلِمَ هُوَ اَنَّهٗ كَذٰلِكَ لَرَفَضَهٗ!.

اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے (تھوڑا بہت) رسول اللہ ﷺ سے سنا، لیکن جوں کا توں اسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اسے سہو ہو گیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا، یہی کچھ اس کے دسترس میں ہے، اسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ: میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اس کی یادداشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اسے اس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا۔

وَ رَجُلٌ ثَالِثٌ، سَمِعَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَیْئًا یَّاْمُرُ بِهٖ، ثُمَّ نَهٰی عَنْهُ وَ هُوَ لَا یَعْلَمُ، اَوْ سَمِعَهٗ یَنْهٰی عَنْ شَیْءٍ، ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ وَ هُوَ لَا یَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمَنْسُوْخَ، وَ لَمْ یَحْفَظِ النَّاسِخَ، فَلَوْ عَلِمَ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ لَّرَفَضَهٗ، وَ لَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اِذْ سَمِعُوْهُ مِنْهُ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ لَّرَفَضُوْهُ.

تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنا کہ آپؐ نے ایک چیز کے بجا لانے کا حکم دیا ہے، پھر پیغمبر ﷺ نے تو اس سے روک دیا، لیکن یہ اسے معلوم نہ ہو سکا، یا یوں کہ اس نے پیغمبر ﷺ کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سنا پھر آپؐ نے اس کی اجازت دے دی، لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آ سکی۔ اس نے (قول) منسوخ کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسوخ ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اگر اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر ہوتی تو وہ بھی اسے نظر انداز کر دیتے۔

وَ اٰخَرُ رَابِعٌ، لَمْ یَكْذِبْ عَلَی اللّٰهِ وَ لَا عَلٰی

اور چوتھا شخص وہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ

رَسُوْلِهٖ، مُبْغِضٌ لِّلْكَذِبِ، خَوْفًا مِّنَ اللّٰهِ، وَ تَعْظِيْمًا لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ لَمْ يَهِمْ، بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلٰى وَجْهِهٖ، فَجَآءَ بِهٖ عَلٰى مَا سَمِعَهٗ، لَمْ يَزِدْ فِيْهِ وَ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ، وَ حَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهٖ، وَ حَفِظَ الْمَنْسُوْخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ، وَ عَرَفَ الْخَاصَّ وَ الْعَامَّ، فَوَضَعَ كُلَّ شَیْءٍ مَّوْضِعَهٗ وَ عَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَ مُحْكَمَهٗ.

وَقَدْ كَانَ يَكُوْنُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْكَلَامُ لَهٗ وَجْهَانِ: فَكَلَامٌ خَاصٌّ، وَ كَلَامٌ عَامٌّ، فَيَسْمَعُهٗ مَنْ لَّا يَعْرِفُ مَا عَنَى اللّٰهُ بِهٖ، وَ لَا مَا عَنٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ، وَ يُوَجِّهُهٗ عَلٰى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ، وَ مَا قُصِدَ بِهٖ، وَ مَا خَرَجَ مِنْ اَجْلِهٖ، وَ لَيْسَ كُلُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ يَسْئَلُهٗ وَ يَسْتَفْهِمُهٗ، حَتّٰى اِنْ كَانُوْا لَيُحِبُّوْنَ اَنْ يَّجِیْٓءَ الْاَعْرَابِیُّ اَوِ الطَّارِئُ، فَيَسْئَلَهٗ عليه السلام حَتّٰى يَسْمَعُوْا، وَكَانَ لَا يَمُرُّ بِیْ مِنْ ذٰلِكَ شَیْءٌ اِلَّا سَئَلْتُ عَنْهُ وَ حَفِظْتُهٗ.

فَهٰذِهٖ وُجُوْهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِیْ اخْتِلَافِهِمْ، وَ عِلَلِهِمْ فِیْ رِوَايَاتِهِمْ.

-----☆☆-----

نہیں باندھتا۔ وہ خوف خدا اور عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر کذب سے نفرت کرتا ہے۔ اس کی یاد داشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح سنا اسی طرح اسے یاد رکھا اور اسی طرح اسے بیان کیا، نہ اس میں کچھ بڑھایا، نہ اس میں سے کچھ گھٹایا، حدیث ناسخ کو یاد رکھا تو اس پر عمل بھی کیا، حدیث منسوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا اور اس سے اجتناب برتا، وہ اس حدیث کو بھی جانتا ہے جس کا دائرہ محدود اور اسے بھی جو ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل ومقام پر رکھتا ہے اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے۔

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام دو رُخ لئے ہوتا تھا: کچھ کلام وہ جو کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہوتا تھا اور کچھ وہ جو تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہوتا تھا اور ایسے افراد بھی سن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے مقصد کیا ہے، تو یہ سننے والے اسے سن تو لیتے تھے اور کچھ اس کا مفہوم بھی قرار دے لیتے تھے، مگر اس کے حقیقی معنی اور مقصد اور وجہ سے ناواقف ہوتے تھے اور نہ اصحاب پیغمبرؐ میں سب ایسے تھے کہ جنہیں آپؐ سے سوال کرنے کی ہمت ہو، بلکہ وہ تو یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آ جائے اور وہ کچھ پوچھے تو یہ بھی سن سنا لیں، مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اسے یاد رکھتا تھا۔

یہ ہیں لوگوں کے احادیث و روایات میں اختلاف کے وجوہ و اسباب۔

--☆☆--

۱؎ یہ ”سلیم ابن قیس ہلالی“ تھے جو امیر المومنین علیہ السلام کے رواۃ حدیث میں سے ہیں۔

۲؎ امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں رواۃ حدیث کو چار قسموں میں منحصر کیا ہے:

- پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر دے۔ چنانچہ ایسی روایتیں گڑھ کر آپؐ کے سر منڈھ دی جاتی تھیں اور یونہی یہ سلسلہ جاری رہا اور نت نئی روایتیں معرض وجود میں آتی رہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت پر نہیں، بلکہ سخن پروری و مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدیٰ سیّد مرتضیٰ کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کا اتفاق ہوا تو سیّد مرتضیٰؒ نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابر صحابہ کے فضائل میں جو روایتیں نقل کی جاتی ہیں وہ خود ساختہ اور جعلی ہیں۔ اس پر ان علماء نے کہا کہ: یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا باندھنے کی جرأت کرے اور اپنی طرف سے کوئی روایت گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دے۔ سیّد مرتضیٰؒ نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ:

سَتَكْثُرُ عَلَيَّ الْكَذَّابَةُ بَعْدَ مَوْتِيْ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

میرے بعد مجھ پر کثرت سے جھوٹ باندھا جائے گا۔ دیکھو! جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔[1]

تو اگر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہو تو تسلیم کرو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھا گیا اور اگر غلط سمجھتے ہو تو اس کا غلط ہونا خود ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔

بہر صورت یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے من گڑھت روایتیں بناتے رہتے تھے اور جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں سے گھلے ملے رہتے تھے اس طرح ان کے بعد بھی ان میں گھلے ملے رہے اور جس طرح اس وقت فساد و تخریب میں لگے رہتے تھے اسی طرح ان کے بعد بھی اسلام کی تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو مسخ کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے، بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تو ڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بے نقاب کر کے رسوا نہ کر دیں، مگر آنحضرتؐ کے بعد ان کی منافقانہ سرگرمیاں بڑھ گئیں اور بے جھجک اپنے ذاتی مفاد و اغراض کیلئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا باندھ دیتے تھے اور سننے والے انہیں صحابیِ رسولؐ سمجھ کر اعتبار و اعتماد کر لیتے تھے کہ بس جو کہہ دیا ہے وہ صحیح ہے اور جو فرما دیا ہے وہ درست ہے اور بعد میں بھی «اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ»: ”صحابہ سب کے سب عادل ہیں“ کے عقیدہ نے زبانوں پر پہرا بٹھا دیا کہ جس کی وجہ سے نقد و نظر اور جرح و تعدیل سے انہیں بلند و بالا سمجھ لیا گیا اور پھر ان کے کارہائے نمایاں نے انہیں بارگاہ حکومت میں بھی مقرب بنا رکھا تھا جس کی وجہ سے ان کے خلاف زبان کھولنے کیلئے جرأت و ہمت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول شاہد ہے:

فَتَقَرَّبُوْا اِلَى اَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ وَ الدُّعَاةِ اِلَى النَّارِ بِالزُّوْرِ وَ الْبُهْتَانِ فَوَلَّوْهُمُ الْاَعْمَالَ وَ جَعَلُوْهُمْ حُكَّامًا عَلٰى رِقَابِ النَّاسِ.

ان لوگوں نے کذب و بہتان کے ذریعے گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے ان کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلّط کر دیا۔

---

[1] منہاج البراعۃ، ج ۱۴، ص ۲۹۔

منافقین کا مقصد اسلام کی تخریب کے ساتھ دنیا کا حاصل کرنا بھی تھا اور وہ انہیں مدعی اسلام بنے رہنے کی وجہ سے پوری فراوانی سے حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کی نقاب اتار کر اپنے اصلی خط و خال میں سامنے آنا نہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پردے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تخریب کیلئے روایات وضع کر کے انتشار و افتراق پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے:

لَمَّا تُرِكُوْا تَرَكُوْا وَ حَيْثُ سُكِتَ عَنْهُمْ سَكَتُوْا عَنِ الْاِسْلَامِ وَ اَهْلِهٖ اِلَّا فِيْ دَسِيْسَةٍ خَفِيَّةٍ يَّعْمَلُوْنَهَا نَحْوَ الْكِذْبِ الَّذِيْ اَشَارَ اِلَيْهِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عليه السلام، فَاِنَّهٗ خَالَطَ الْحَدِيْثَ كِذْبٌ كَثِيْرٌ صَدَرَ عَنْ قَوْمٍ غَيْرِ صَحِيْحِي الْعَقِيْدَةِ، قَصَدُوْا بِهِ الْاِضْلَالَ وَ تَخْبِيْطَ الْقُلُوْبِ وَ الْعَقَائِدِ وَ قَصَدَ بِهٖ بَعْضُهُمُ التَّنْوِيْهَ بِذِكْرِ قَوْمٍ كَانَ لَهُمْ فِي التَّنْوِيْهِ بِذِكْرِهِمْ غَرَضٌ دُنْيَوِيٌّ.

جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب ان سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چپ سادھ لی، مگر در پردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے، کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کر دی گئی تھی اور یہ فاسد عقیدہ رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ اس کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے، دلوں میں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے ان کی دنیوی اغراض وابستہ ہوتی تھیں۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۱۴)

اس دور کے گزرنے کے بعد جب معاویہ دین کی راہنمائی اور ملک کی قیادت کا ذمہ دار بن کر تخت فرمانروائی پر متمکن ہوا تو اس نے جعلی روایتیں گڑھنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا کہ وہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کی تنقیص اور عثمان اور بنی اُمیہ کے فضائل میں حدیثیں گڑھ کر نشر کریں اور اس کیلئے انعامات اور جاگیریں مقرر کیں جس کے نتیجہ میں کثیر التعداد خود ساختہ فضائل کی روایتیں کتب احادیث میں پھیل گئیں۔ چنانچہ ابوالحسن مدائنی نے کتاب "الاحداث" میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اسے درج کیا ہے کہ:

وَ كَتَبَ اِلَيْهِمْ اَنِ انْظُرُوْا مِنْ قِبَلِكُمْ مِنْ شِيْعَةِ عُثْمَانَ وَ مُحِبِّيْهِ وَ اَهْلِ وِلَايَتِهٖ وَ الَّذِيْنَ يَرْوُوْنَ فَضَآئِلَهٗ وَ مَنَاقِبَهٗ، فَاَدْنُوْا مَجَالِسَهُمْ وَ قَرِّبُوْهُمْ وَ اَكْرِمُوْهُمْ وَ اكْتُبُوْا لِيْ بِكُلِّ مَا يَرْوِيْ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ وَ اسْمَهٗ وَ اسْمَ اَبِيْهِ وَ عَشِيْرَتِهٖ. فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ حَتّٰى اَكْثَرُوْا فِيْ فَضَآئِلِ عُثْمَانَ وَ مَنَاقِبِهٖ لَمَّا كَانَ يَبْعَثُهٗ اِلَيْهِمْ مُعَاوِيَةُ مِنَ الصِّلَاتِ وَ الْكِسَآءِ وَ الْحِبَآءِ وَ الْقَطَآئِعِ.

معاویہ نے اپنے عمال حکومت کو تحریر کیا کہ جو تمہارے یہاں عثمان کے طرفدار، ہوا خواہ اور دوستدار ہوں ان پر نظر توجہ رکھو

اوران لوگوں کو جوان کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں انہیں اپنا دربارنشین اور مقرب قرار دو اوران کا احترام کرو اور ان میں سے جو شخص جو روایت کرے وہ مجھے لکھو اوراس کے اوراس کے باپ اوراس کے قوم قبیلے کے نام سے مجھے آگاہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ عثمان کے مناقب وفضائل کے انبار لگا دیئے، کیونکہ امیر معاویہ ایسے لوگوں کو جائزے، خلعتیں، عطیے اور جاگیریں دیتا تھا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ص۱۶)

جب حضرت عثمان کے فضائل میں خود ساختہ روایتیں چار دانگ عالم میں پھیل گئیں تو اس خیال سے کہ پہلے خلفاء کا پلہ سبک نہ رہ جائے، اس نے اپنے عمال کو تحریر کیا:

فَاِذَا جَآءَكُمْ كِتَابِيْ هٰذَا فَادْعُوا النَّاسَ اِلَى الرِّوَايَةِ فِيْ فَضَآئِلِ الصَّحَابَةِ وَ الْخُلَفَآءِ الْاَوَّلِيْنَ وَ لَا تَتْرُكُوْا خَبَرًا يَّرْوِيْهِ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ اَبِيْ تُرَابٍ اِلَّا وَ تَاْتُوْنِيْ بِمُنَاقِضٍ لَّهٗ فِي الصَّحَابَةِ، فَاِنَّ هٰذَا اَحَبُّ اِلَيَّ وَ اَقَرُّ لِعَيْنِيْ وَ اَدْحَضُ لِحُجَّةِ اَبِيْ تُرَابٍ وَّ شِيْعَتِهٖ وَ اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ مَّنَاقِبِ عُثْمَانَ وَ فَضْلِهٖ. فَقُرِئَتْ كُتُبُهٗ عَلَى النَّاسِ فَرُوِيَتْ اَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ فِيْ مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ مُفْتَعَلَةٌ لَّا حَقِيْقَةَ لَهَا.

جب تمہیں میرا یہ فرمان ملے تو لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ صحابہ اور پہلے خلفاء کے فضائل میں بھی حدیثیں روایت کریں اور دیکھو مسلمانوں میں سے جو شخص بھی ابوتراب علیہ السلام کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے تو اسے توڑنے کیلئے صحابہ کیلئے بھی ویسی ہی حدیثیں گڑھ کر بیان کرو، کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند اور میرے لئے خنکی چشم کا باعث ہے اور یہ چیز ابوترابؑ اور اس کے شیعوں کی حجت کو کمزور کرنے والی اور عثمان کے فضائل ومناقب سے بھی زیادہ گراں گزرنے والی ہے۔ چنانچہ اس کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے جس کے نتیجے میں صحابہ کے فضائل میں ایسی روایتیں گڑھنا شروع ہو گئیں کہ جن کی کوئی اصل وحقیقت نہ ہوتی تھی۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ص۱۶)

اس سلسلہ میں ابن عرفہ معروف بہ "نفطویہ" نے کہ جو اکابر علماء ومحدثین میں سے تھے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے اسے اپنی شرح میں درج کیا ہے کہ:

اِنَّ اَكْثَرَ الْاَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ فِيْ فَضَآئِلِ الصَّحَابَةِ افْتُعِلَتْ فِيْ اَيَّامِ بَنِيْ اُمَيَّةَ تَقَرُّبًا اِلَيْهِمْ بِمَا يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ يَرْغَمُوْنَ بِهٖ اُنُوْفَ بَنِيْ هَاشِمٍ.

صحابہ کے فضائل میں اکثر موضوع حدیثیں بنی اُمیہ کے دور میں گڑھی گئیں تا کہ ان کی بارگاہ میں رسوخ حاصل کیا جائے، کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس ذریعہ سے بنی ہاشم کو ذلیل و پست کرسکیں گے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳ص۱۶)

وضع روایات کی عادت تو پڑ ہی چکی تھی، اب دنیا پرستوں نے سلاطین و امراء کا تقرب حاصل کرنے اور مال دنیا سمیٹنے کیلئے اسے ایک

ذریعہ بنالیا۔ جیسا کہ غیاث ابن ابراہیم نے مہدی ابن منصور کو خوش کرنے اور اس سے تقرب حاصل کرنے کیلئے کبوتروں کی پرواز میں ایک روایت گڑھ کر سنادی اور ابوسعید مدائنی وغیرہ نے اسے ذریعہ معاش بنالیا اور حدیہ ہے کہ کرامیہ اور بعض متصوفہ نے معصیت سے روکنے اور اطاعت کی طرف راغب کرنے کیلئے وضع حدیث کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا۔ چنانچہ ترغیب و ترہیب کے سلسلہ میں بے کھٹکے روایتیں وضع کی جاتی تھیں اور اسے شریعت و دیانت کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا، بلکہ عموماً یہ کام وہی لوگ انجام دیتے تھے کہ جو بظاہر زہد و تقویٰ اور صلاح و رشد سے آراستہ ہوتے تھے اور جن کی راتیں مصلّوں پر اور دن جھوٹی روایتوں سے دفتر سیاہ کرنے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ ان جعلی روایتوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے دو ہزار چھ سو اکسٹھ حدیثیں منتخب کیں، مسلم نے آٹھ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار حدیثیں قابل انتخاب سمجھیں، ابو داؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انتخاب کیں، احمد بن حنبل نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں میں سے تیس ہزار منتخب کیں، مگر جب اس انتخاب کو دیکھا جاتا ہے تو ایسی حدیثیں سامنے آتی ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتیں۔ چنانچہ آج مسلمانوں میں ایک معتد بہ طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو کہ ان مسانید و صحاح پر نظر کرنے کے بعد سرے سے حدیث کی حجیت ہی سے انکار کر چکا ہے۔

- دوسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جو موقع و محل کو سمجھے بغیر جو الٹا سیدھا انہیں یاد رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری، باب البکاء علی المیت میں ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو صہیب روتے ہوئے ان کے ہاں آئے تو حضرت عمر نے کہا کہ:

يَا صُهَيْبُ! اَتَبْكِيْ عَلَيَّ وَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ.

اے صہیب! تم مجھ پر روتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: ”گھر والوں کے رونے سے میّت پر عذاب ہوتا ہے“۔

جب حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ: خدا عمر پر رحم کرے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ایسا نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پر عذاب ہوتا ہے۔ البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد ام المومنین نے فرمایا کہ: قرآن میں تو یہ ہے کہ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ﴾[1]: ”ایک کا بار دوسرا نہیں اٹھاتا“ تو یہاں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی۔ پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج کی ہے کہ جس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے:

عن عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ قَالَتْ: اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يَّبْكِىْ عَلَيْهَا اَهْلُهَا، فَقَالَ: اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَ اِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا.

زوجہ رسولؐ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک یہودی عورت کی طرف سے ہو کر

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۵۔

گزرے کہ جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ: اس کے گھر والے تو اس پر رو رہے ہیں اور وہ قبر میں مبتلائے عذاب ہے۔[1]

- تیسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جنہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث منسوخ کو سنا مگر اس کی ناسخ حدیث کے سننے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اسے بیان کرتے یا اس پر عمل کرتے۔ حدیث ناسخ کی مثال پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیث منسوخ کی طرف بھی اشارہ ہے:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ، اَلَا فَزُوْرُوْهَا.

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو۔[2]

اس میں زیارت قبور کی نہی کو اِذن زیارت قبور سے منسوخ کر دیا ہے۔ تو جن لوگوں نے صرف حدیث منسوخ کو سن رکھا تھا وہ اسی پر عمل پیرا رہے۔

- چوتھی قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ، فہم و ذکا کے مالک، حدیث کے مورد و محل سے آگاہ، ناسخ و منسوخ، خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف اور کذب و افتراء سے کنارہ کش ہوتے تھے، جو وہ سنتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچا دیتے تھے۔ انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ، غل و غش سے پاک اور قابل اعتماد و عمل ہیں۔ خصوصاً وہ سرمایہ احادیث جو امیر المومنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و برید اور تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔ کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیوض حاصل کرتی۔ مگر تاریخ کا یہ افسوسناک باب ہے کہ خوارج و معاندین آل محمدؑ سے تو حدیث لی جاتی ہے اور جہاں سلسلہ روایت میں اہل بیت علیہم السلام کی کسی فرد کا نام آجاتا ہے تو قلم رک جاتا ہے، چہرے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور تیور بدل جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

---

[1] صحیح البخاری، ج ۱ص ۴۳۲، حدیث ۱۲۲۷۔

[2] علل الشرائع، ج ۲ص ۴۳۹۔

(۲۰۹) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ كَانَ مِنِ اقْتِدَارِ جَبَرُوْتِهٖ، وَ بَدِيْعِ لَطَآئِفِ صَنْعَتِهٖ، اَنْ جَعَلَ مِنْ مَّآءِ الْبَحْرِ الزَّاخِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ، يَبَسًا جَامِدًا.

ثُمَّ فَطَرَ مِنْهُ اَطْبَاقًا، فَفَتَقَهَا سَبْعَ سَمٰوٰتٍ بَعْدَ ارْتِتَاقِهَا، فَاسْتَمْسَكَتْ بِاَمْرِهٖ، وَ قَامَتْ عَلٰى حَدِّهٖ.

وَ اَرْسٰى اَرْضًا يَّحْمِلُهَا الْاَخْضَرُ الْمُثْعَنْجِرُ، وَ الْقَمْقَامُ الْمُسَخَّرُ، قَدْ ذَلَّ لِاَمْرِهٖ، وَ اَذْعَنَ لِهَيْبَتِهٖ، وَ وَقَفَ الْجَارِیْ مِنْهُ لِخَشْيَتِهٖ.

وَ جَبَلَ جَلَامِيْدَهَا، وَ نُشُوْزَ مُتُوْنِهَا وَ اَطْوَادِهَا، فَاَرْسَاهَا فِیْ مَرَاسِيْهَا، وَ اَلْزَمَهَا قَرَارَاتِهَا، فَمَضَتْ رُؤُسُهَا فِی الْهَوَآءِ، وَ رَسَتْ اُصُوْلُهَا فِی الْمَآءِ، فَاَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُوْلِهَا، وَ اَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِیْ مُتُوْنِ اَقْطَارِهَا، وَ مَوَاضِعِ اَنْصَابِهَا، فَاَشْهَقَ قِلَالَهَا، وَ اَطَالَ اَنْشَازَهَا، وَ جَعَلَهَا لِلْاَرْضِ عِمَادًا، وَ اَرَّزَهَا فِيْهَاۤ اَوْتَادًا، فَسَكَنَتْ عَلٰى حَرَكَتِهَا مِنْ اَنْ تَمِيْدَ بِاَهْلِهَا، اَوْ تَسِيْخَ بِحِمْلِهَا، اَوْ تَزُوْلَ عَنْ مَّوَاضِعِهَا.

فَسُبْحَانَ مَنْ اَمْسَكَهَا بَعْدَ مَوَجَانِ مِيَاهِهَا، وَ اَجْمَدَهَا بَعْدَ رُطُوْبَةِ اَكْنَافِهَا،

خطبه (۲۰۹)

اللہ سبحانہ کے زورِ فرمانروائی اور عجیب و غریب صنعت کی لطیف نقش آرائی ایک یہ ہے کہ اس نے ایک اتھاہ دریا کے پانی سے کہ جس کی سطحیں تہ بہ تہ اور موجیں تھپیڑے مار رہی تھیں ایک خشک و بے حرکت زمین کو پیدا کیا۔

پھر یہ کہ اس نے پانی (کے بخار) کی تہوں پر تہیں چڑھا دیں جو آپس میں ملیں ہوئی تھیں اور انہیں الگ الگ کر کے سات آسمان بنائے جو اس کے حکم سے تھمے ہوئے اور اپنے مرکز پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔

اور زمین کو اس طرح قائم کیا کہ اسے ایک نیلگوں گہرا اور (فرمان الٰہی کے حدود میں) گھرا ہوا دریا اٹھائے ہوئے ہے جو اس کے حکم کے آگے بے بس اور اس کی ہیبت کے سامنے سرنگوں ہے اور اس کے خوف سے اس کی روانی تھمی ہوئی ہے۔

اور ٹھوس چکنے پتھروں، ٹیلوں اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان کو ان کی جگہوں پر نصب اور ان کی قرار گاہوں میں قائم کیا۔ چنانچہ ان کی چوٹیاں فضا کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہیں اور بنیادیں پانی میں گڑی ہوئی ہیں۔ اس طرح اس نے پہاڑوں کو پست اور ہموار زمین سے بلند کیا اور ان کی بنیادوں کو ان کے پھیلاؤ اور ان کے ٹھہراؤ کی جگہوں میں زمین کے اندر اتار دیا، ان کی چوٹیوں کو فلک بوس اور بلندیوں کو آسمان پیما بنا دیا اور انہیں زمین کیلئے ستون قرار دیا اور میخوں کی صورت میں انہیں گاڑا، چنانچہ وہ ہچکولے کھانے کے بعد تھم گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے رہنے والوں کو لے کر جھک پڑے یا اپنے بوجھ کی وجہ سے دھنس جائے یا اپنی جگہ چھوڑ دے۔

پاک ہے وہ ذات کہ جس نے پانی کی طغیانیوں کے بعد زمین کو تھام رکھا اور اس کے اطراف و جوانب کو تر بتر ہونے کے بعد

فَجَعَلَهَا لِخَلْقِهٖ مِهَادًا، وَ بَسَطَهَا لَهُمْ فِرَاشًا! فَوْقَ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ رَّاكِدٍ لَّا يَجْرِيْ، وَ قَآئِمٍ لَّا يَسْرِيْ، تُكَرْكِرُهُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ، وَ تَمْخُضُهُ الْغَمَامُ الذَّوَارِفُ، ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰىؕ﴾.

خشک کیا اور اسے اپنی مخلوقات کیلئے گہوارہ (استراحت) بنایا اور ایک ایسے گہرے دریا کی سطح پر اس کیلئے فرش بچھایا جو تھما ہوا ہے، بہتا نہیں اور رُکا ہوا ہے جنبش نہیں کرتا، جسے تند ہوائیں اِدھر سے اُدھر ڈھکیلتی رہتی ہیں اور برسنے والے بادل اسے متھ کر پانی کھینچتے رہتے ہیں۔ ”بیشک ان چیزوں میں سر و سامان عبرت ہے اس شخص کیلئے جو اللہ سے ڈرے“۔

--☆☆--

(۲۱۰) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۲۱۰)

اَللّٰهُمَّ اَيُّمَا عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِكَ سَمِعَ مَقَالَتَنَا الْعَادِلَةَ غَيْرَ الْجَآئِرَةِ، وَ الْمُصْلِحَةَ غَيْرَ الْمُفْسِدَةِ، فِي الدِّيْنِ وَ الدُّنْيَا، فَاَبٰى بَعْدَ سَمْعِهٖ لَهَاۤ اِلَّا النُّكُوْصَ عَنْ نُّصْرَتِكَ، وَ الْاِبْطَآءَ عَنْ اِعْزَازِ دِيْنِكَ، فَاِنَّا نَسْتَشْهِدُكَ عَلَيْهِ يَاۤ اَكْبَرَ الشَّاهِدِيْنَ شَهَادَةً، وَ نَسْتَشْهِدُ عَلَيْهِ جَمِيْعَ مَنْ اَسْكَنْتَهٗ اَرْضَكَ وَ سَمٰوٰتِكَ، ثُمَّ اَنْتَ بَعْدُ الْمُغْنِيْ عَنْ نَّصْرِهٖ، وَ الْاٰخِذُ لَهٗ بِذَنْۢبِهٖ.

خدایا! تیرے بندوں میں سے جو بندہ ہماری ان باتوں کو سنے کہ جو عدل کے تقاضوں سے ہمنوا اور ظلم و جور سے الگ ہیں، جو دین و دنیا کی اصلاح کرنے والی اور شر انگیزی سے دور ہیں، اور سننے کے بعد پھر بھی انہیں ماننے سے انکار کر دے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تیری نصرت سے منہ موڑنے والا اور تیرے دین کو ترقی دینے سے کوتاہی کرنے والا ہے۔ اے گواہوں میں سب سے بڑے گواہ! ہم تجھے اور ان سب کو جنہیں تو نے آسمانوں اور زمینوں میں بسایا ہے اس شخص کے خلاف گواہ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد تو ہی اس کی نصرت و امداد سے بے نیاز کرنے والا اور اس کے گناہ کا اس سے مواخذہ کرنے والا ہے۔

--☆☆--

(۲۱۱) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۲۱۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ عَنْ شَبَهِ الْمَخْلُوْقِيْنَ، الْغَالِبِ لِمَقَالِ الْوَاصِفِيْنَ، الظَّاهِرِ بِعَجَآئِبِ تَدْبِيْرِهٖ لِلنَّاظِرِيْنَ، الْبَاطِنِ بِجَلَالِ عِزَّتِهٖ عَنْ فِكْرِ الْمُتَوَهِّمِيْنَ، الْعَالِمِ بِلَا اكْتِسَابٍ وَّ لَا ازْدِيَادٍ، وَ لَا عِلْمٍ مُّسْتَفَادٍ،

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو مخلوقات کی مشابہت سے بلند تر، توصیف کرنے والوں کے تعریفی کلمات سے بالا تر، اپنے عجیب و غریب نظم و نسق کی بدولت دیکھنے والوں کے سامنے آشکارا اور اپنے جلالِ عظمت کی وجہ سے وہم و گمان دوڑانے والوں کے فکر و اوہام سے پوشیدہ ہے۔ وہ عالم ہے بغیر اس کے کہ کسی سے کچھ سیکھے یا علم میں

الْمُقَدِّرِ لِجَمِيْعِ الْاُمُوْرِ بِلَا رَوِيَّةٍ وَّ لَا ضَمِيْرٍ، الَّذِیْ لَا تَغْشَاهُ الظُّلَمُ، وَ لَا يَسْتَضِیْٓءُ بِالْاَنْوَارِ، وَ لَا يَرْهَقُهٗ لَيْلٌ، وَ لَا يَجْرِیْ عَلَيْهِ نَهَارٌ، لَيْسَ اِدْرَاكُهٗ بِالْاِبْصَارِ، وَ لَا عِلْمُهٗ بِالْاِخْبَارِ.

اضافہ اور کہیں سے استفادہ کرے اور وہ بغیر فکر و تامل کے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ نہ اسے تاریکیاں ڈھانپتی ہیں، نہ وہ روشنیوں سے کسب ضیاء کرتا ہے، نہ رات اسے گھیرتی ہے، نہ (دن کی) گردشوں کا اس پر گزر ہوتا ہے اور اس کا جاننا بوجھنا آنکھوں کے ذریعہ سے نہیں اور نہ اس کا علم دوسروں کے بتانے پر منحصر ہے۔

[مِنْهَا: فِیْ ذِكْرِ النَّبِیِّ ﷺ:]

[اسی خطبہ میں نبی ﷺ کا ذکر فرمایا ہے]

اَرْسَلَهٗ بِالضِّيَآءِ، وَ قَدَّمَهٗ فِی الْاِصْطِفَآءِ، فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ، وَ سَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ، وَ ذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوْبَةَ، وَ سَهَّلَ بِهِ الْحُزُوْنَةَ، حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ، عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ.

اللہ نے انہیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو ان کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دور کیا اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جما لیا، مشکلوں کو سہل اور دشواریوں کو آسان بنایا، یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط و تفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔

-----☆☆-----

(۲۱۲) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۲۱۲)

وَ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَدْلٌ عَدَلَ، وَ حَكَمٌ فَصَلَ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، وَسَيِّدُ عِبَادِهٖ، كُلَّمَا نَسَخَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فِرْقَتَيْنِ جَعَلَهٗ فِیْ خَيْرِهِمَا، لَمْ يُسْهِمْ فِيْهِ عَاهِرٌ، وَ لَا ضَرَبَ فِيْهِ فَاجِرٌ.

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا عادل ہے کہ جس نے عدل ہی کی راہ اختیار کی ہے اور ایسا حکم ہے جو (حق و باطل کو) الگ الگ کر دیتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندہ و رسول اور بندوں کے سیّد و سردار ہیں۔ شروع سے انسانی نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں، ہر منزل میں وہ شاخ جس میں اللہ نے آپؐ کو قرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی۔ آپؐ کے نسب میں کسی بدکار کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔

اَلَا وَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لِلْخَيْرِ اَهْلًا، وَ لِلْحَقِّ دَعَآئِمَ، وَ لِلطَّاعَةِ عِصَمًا. وَ اِنَّ لَكُمْ عِنْدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوْنًا مِّنَ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَلَى الْاَلْسِنَةِ، وَ يُثَبِّتُ

دیکھو! اللہ نے بھلائی کیلئے اہل، حق کیلئے ستون اور اطاعت کیلئے سامان حفاظت مہیا کیا ہے۔ ہر اطاعت کے موقعہ پر تمہارے لئے اللہ کی طرف سے نصرت و تائید، دستگیری کیلئے موجود ہوتی ہے (جس کو) اس نے زبانوں سے ادا کیا ہے اور اس سے دلوں کو ڈھارس دی

الْاَفْئِدَةَ، فِيْهِ كِفَآءٌ لِّمُكْتَفٍ، وَ شِفَآءٌ لِّمُشْتَفٍ.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ عِبَادَ اللهِ الْمُسْتَحْفَظِيْنَ عِلْمَهٗ، يَصُوْنُوْنَ مَصُوْنَهٗ، وَ يُفَجِّرُوْنَ عُيُوْنَهٗ، يَتَوَاصَلُوْنَ بِالْوِلَايَةِ، وَ يَتَلَاقَوْنَ بِالْمَحَبَّةِ، وَ يَتَسَاقَوْنَ بِكَاْسٍ رَّوِيَّةٍ، وَ يَصْدُرُوْنَ بِرِيَّةٍ، لَا تَشُوْبُهُمُ الرِّيْبَةُ، وَ لَا تُسْرِعُ فِيْهِمُ الْغِيْبَةُ.

عَلٰى ذٰلِكَ عَقَدَ خَلْقَهُمْ وَ اَخْلَاقَهُمْ، فَعَلَيْهِ يَتَحَابُّوْنَ، وَ بِهٖ يَتَوَاصَلُوْنَ، فَكَانُوْا كَتَفَاضُلِ الْبَذْرِ يُنْتَقٰى، فَيُؤْخَذُ مِنْهُ وَ يُلْقٰى، قَدْ مَيَّزَهُ التَّخْلِيْصُ، وَ هَذَّبَهُ التَّمْحِيْصُ.

فَلْيَقْبَلِ امْرُؤٌ كَرَامَةً بِقَبُوْلِهَا، وَ لْيَحْذَرْ قَارِعَةً قَبْلَ حُلُوْلِهَا، وَ لْيَنْظُرِ امْرُؤٌ فِيْ قَصِيْرِ اَيَّامِهٖ، وَ قَلِيْلِ مُقَامِهٖ، فِيْ مَنْزِلٍ حَتّٰى يَسْتَبْدِلَ بِهٖ مَنْزِلًا، فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوَّلِهٖ، وَ مَعَارِفِ مُنْتَقَلِهٖ.

فَطُوْبٰى لِذِیْ قَلْبٍ سَلِيْمٍ، اَطَاعَ مَنْ يَّهْدِيْهِ، وَ تَجَنَّبَ مَنْ يُّرْدِيْهِ،

ہے۔ اس میں بے نیازی چاہنے والے کیلئے بے نیازی اور شفا چاہنے والوں کیلئے شفا ہے۔

تمہیں جاننا چاہیے کہ اللہ کے وہ بندے جو علمِ الٰہی کے امانتدار ہیں وہ محفوظ چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے چشموں کو (تشنگان علم و معارف کیلئے) بہاتے ہیں، ایک دوسرے کی (اعانت کیلئے) باہم ملتے ملاتے ہیں اور خلوص و محبت سے میل ملاقات کرتے ہیں اور (علم و حکمت کے) سیراب کرنے والے ساغروں سے چھک کر سیراب ہوتے ہیں اور سیراب ہو کر (سرچشمہ علم سے) پلٹتے ہیں۔ ان میں شک و شبہ کا شائبہ نہیں ہوتا اور غیبت کا گزر نہیں ہوتا۔

اللہ نے ان کے پاکیزہ اخلاق کو ان کی طینت و فطرت میں سمو دیا ہے۔ انہی خوبیوں کی بنا پر وہ آپس میں محبت و انس رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں۔ وہ لوگوں میں اس طرح نمایاں ہیں جس طرح (بیجوں) میں صاف ستھرے بیج کہ (اچھے دانوں کو) لے لیا جاتا ہے اور (بروں کو) پھینک دیا جاتا ہے۔ اس صفائی و پاکیزگی نے انہیں چھانٹ اور پرکھنے نے نکھار دیا ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ ان اوصاف کی پذیرائی سے اپنے لئے شرف و عزت قبول کرے اور قیامت کے وارد ہونے سے پہلے اس سے ہراساں رہے اور اسے چاہیے کہ وہ (زندگی کے) مختصر دنوں اور اس گھر کے تھوڑے سے قیام میں کہ جو بس اتنا ہے کہ اس کو آخرت کے گھر سے بدل لے، آنکھیں کھولے (اور غفلت میں نہ پڑے) اور اپنی جائے بازگشت اور منزل آخرت کے جانے پہچانے ہوئے مرحلوں (قبر، برزخ، حشر) کیلئے نیک اعمال کرلے۔

مبارک ہو اس پاک و پاکیزہ دل والے کو کہ جو ہدایت کرنے والے کی پیروی اور تباہی میں ڈالنے والے سے کنارہ کرتا ہے اور

وَ اَصَابَ سَبِيْلَ السَّلَامَةِ بِبَصَرِ مَنْ بَصَّرَهٗ، وَ طَاعَةِ هَادٍ اَمَرَهٗ، وَ بَادَرَ الْهُدٰى قَبْلَ اَنْ تُغْلَقَ اَبْوَابُهٗ، وَ تُقْطَعَ اَسْبَابُهٗ، وَ اسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ، وَ اَمَاطَ الْحَوْبَةَ، فَقَدْ اُقِيْمَ عَلَى الطَّرِيْقِ، وَ هُدِیَ نَهْجَ السَّبِيْلِ.

دیدۂ بصیرت میں جلا بخشنے والے کی روشنی اور ہدایت کرنے والے کے حکم کی فرمانبرداری سے سلامتی کی راہ پالیتا ہے اور ہدایت کے دروازوں کے بند اور وسائل و ذرائع کے قطع ہونے سے پہلے ہدایت کی طرف بڑھ جاتا ہے، توبہ کا دروازہ کھلواتا ہے اور (پھر) گناہ کا دھبہ اپنے دامن سے چھڑاتا ہے۔ وہ سیدھے راستے پر کھڑا کر دیا گیا ہے اور واضح راہ اسے بتادی گئی ہے۔

--☆☆--

(۲۱۳) وَمِنْ دُعَاءٍ

خطبہ (۲۱۳)

كَانَ يَدْعُوْ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثِيْرًا

امیرالمومنینؑ کے وہ دُعائیہ کلمات جو اکثر آپؑ کی زبان پر جاری رہتے تھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يُصْبِحْ بِیْ مَيِّتًا وَّ لَا سَقِيْمًا، وَ لَا مَضْرُوْبًا عَلٰى عُرُوْقِیْ بِسُوْٓءٍ، وَ لَا مَاْخُوْذًا بِاَسْوَاِ عَمَلِیْ، وَ لَا مَقْطُوْعًا دَابِرِیْ، وَ لَا مُرْتَدًّا عَنْ دِيْنِیْ، وَ لَا مُنْكِرًا لِّرَبِّیْ، وَ لَا مُسْتَوْحِشًا مِّنْ اِيْمَانِیْ، وَ لَا مُلْتَبِسًا عَقْلِیْ، وَ لَا مُعَذَّبًا بِعَذَابِ الْاُمَمِ مِنْ قَبْلِیْ. اَصْبَحْتُ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا ظَالِمًا لِّنَفْسِیْ، لَكَ الْحُجَّةُ عَلَیَّ وَ لَا حُجَّةَ لِیْ. وَ لَاۤ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَاۤ اَعْطَيْتَنِیْ، وَ لَاۤ اَتَّقِیْ اِلَّا مَا وَقَيْتَنِیْ.

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جس نے مجھے اس حالت میں رکھا کہ نہ مردہ ہوں، نہ بیمار، نہ میری رگوں پر برص کے جراثیم کا حملہ ہوا ہے، نہ برے اعمال (کے نتائج) میں گرفتار ہوں، نہ بے اولاد ہوں، نہ دین سے برگشتہ، نہ اپنے پروردگار کا منکر ہوں اور نہ ایمان سے متوحش، نہ میری عقل میں فتور آیا ہے اور نہ پہلی اُمتوں کے سے عذاب میں مبتلا ہوں۔ میں اس کا بے اختیار بندہ اور اپنے نفس پر ستم راں ہوں۔ (اے اللہ!) تیری حجّت مجھ پر تمام ہو چکی ہے اور میرے لئے اب عذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ خدایا! مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا اس کے کہ جو تو مجھے عطا کر دے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت نہیں سوائے اس کے کہ جس سے تو مجھے بچائے رکھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَفْتَقِرَ فِیْ غِنَاكَ، اَوْ اَضِلَّ فِیْ هُدَاكَ، اَوْ اُضَامَ فِیْ سُلْطَانِكَ، اَوْ اُضْطَهَدَ وَ الْاَمْرُ لَكَ!.

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں کہ تیری ثروت کے باوجود فقیر و تہی دست رہوں یا تیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا جاؤں، جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَفْسِیْ اَوَّلَ كَرِيْمَةٍ

خدایا! میری ان نفیس چیزوں میں جنہیں تو چھین لے گا،

تَنْتَزِعُهَا مِنْ كَرَآئِمِیْ، وَ اَوَّلَ وَدِیْعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ وَّدَآئِعِ نِعَمِكَ عِنْدِیْ!.

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَّذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ، اَوْ نُفْتَتَنَ عَنْ دِیْنِكَ، اَوْ تَتَابَعَ بِنَاۤ اَهْوَآؤُنَا دُوْنَ الْهُدَى الَّذِیْ جَآءَ مِنْ عِنْدِكَ!.

میری روح کو اوّلیت کا درجہ عطا کر اور مجھے سونپی ہوئی ان امانتوں میں جنہیں تو پلٹا لے گا اسے پہلی امانت قرار دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ کے طلبگار ہیں اس بات سے کہ تیرے ارشاد سے منہ موڑیں، یا ایسے فتنوں میں پڑ جائیں کہ تیرے دین سے پھر جائیں، یا تیری طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں برائی کی طرف لے جائیں۔

--☆☆--

(۲۱٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

خَطَبَهَا بِصِفِّیْنَ

خطبہ (۲۱۴)

صفین کے موقع پر فرمایا

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِیْ عَلَیْكُمْ حَقًّا بِوِلَایَةِ اَمْرِكُمْ، وَ لَكُمْ عَلَیَّ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لِیْ عَلَیْكُمْ، فَالْحَقُّ اَوْسَعُ الْاَشْیَآءِ فِی التَّوَاصُفِ، وَ اَضْیَقُهَا فِی التَّنَاصُفِ، لَا یَجْرِیْ لِاَحَدٍ اِلَّا جَرٰى عَلَیْهِ، وَ لَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ اِلَّا جَرٰى لَهٗ.

وَ لَوْ كَانَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّجْرِیَ لَهٗ وَ لَا یَجْرِیَ عَلَیْهِ، لَكَانَ ذٰلِكَ خَالِصًا لِّلّٰهِ سُبْحَانَهٗ دُوْنَ خَلْقِهٖ، لِقُدْرَتِهٖ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَ لِعَدْلِهٖ فِیْ كُلِّ مَا جَرَتْ عَلَیْهِ صُرُوْفُ قَضَآئِهٖ، وَ لٰكِنَّهٗ جَعَلَ حَقَّهٗ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ یُّطِیْعُوْهُ، وَ جَعَلَ جَزَآءَهُمْ عَلَیْهِ مُضَاعَفَةَ الثَّوَابِ تَفَضُّلًا مِّنْهُ، وَ تَوَسُّعًا بِمَا هُوَ مِنَ الْمَزِیْدِ اَهْلُهٗ.

اللہ سبحانہ نے مجھے تمہارے امور کا اختیار دے کر میرا حق تم پر قائم کر دیا ہے اور جس طرح میرا تم پر حق ہے ویسا ہی تمہارا بھی مجھ پر حق ہے۔ یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف گنوانے میں بہت وسعت ہے، لیکن آپس میں حق و انصاف کرنے کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ دو آدمیوں میں اس کا حق اس پر اسی وقت ہے جب دوسرے کا بھی اس پر حق ہو اور اس کا حق اس پر جب ہی ہوتا ہے جب اس کا حق اس پر بھی ہو۔

اور اگر ایسا ہوسکتا ہے کہ اس کا حق تو دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہ ہو تو یہ امر ذات باری کیلئے مخصوص ہے نہ اس کی مخلوق کیلئے، کیونکہ وہ اپنے بندوں پر پورا تسلط و اقتدار رکھتا ہے اور اس نے تمام ان چیزوں میں کہ جن پر اس کے فرمانِ قضا جاری ہوئے ہیں، عدل کرتے ہوئے (ہر صاحب حق کا حق دے دیا ہے) اس نے بندوں پر اپنا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے احسان کو وسعت دینے کی بنا پر کہ جس کا وہ اہل ہے ان کا کئی گنا اجر قرار دیا ہے۔

ثُمَّ جَعَلَ ـ سُبْحَانَهٗ ـ مِنْ حُقُوْقِهٖ حُقُوْقًا افْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلٰى بَعْضٍ، فَجَعَلَهَا تَتَكَافَاُ فِیْ وُجُوْهِهَا، وَ یُوْجِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَ لَا یُسْتَوْجَبُ بَعْضُهَاۤ اِلَّا بِبَعْضٍ.

پھر اس نے ان حقوق انسانی کو بھی کہ جنہیں ایک کیلئے دوسرے پر قرار دیا ہے اپنے ہی حقوق میں سے قرار دیا ہے اور انہیں اس طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں برابر اتریں اور کچھ ان میں سے کچھ حقوق کا باعث ہوتے ہیں اور اس وقت تک واجب نہیں ہوتے جب تک اس کے مقابلہ میں حقوق ثابت نہ ہو جائیں۔

وَ اَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ ـ سُبْحَانَهٗ ـ مِنْ تِلْكَ الْحُقُوْقِ حَقُّ الْوَالِیْ عَلَى الرَّعِیَّةِ وَ حَقُّ الرَّعِیَّةِ عَلَى الْوَالِیْ، فَرِیْضَةً فَرَضَهَا اللهُ ـ سُبْحَانَهٗ ـ لِكُلٍّ عَلٰى كُلٍّ، فَجَعَلَهَا نِظَامًا لِّاُلْفَتِهِمْ، وَ عِزًّا لِّدِیْنِهِمْ، فَلَیْسَتْ تَصْلُحُ الرَّعِیَّةُ اِلَّا بِصَلَاحِ الْوُلَاةِ، وَ لَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ اِلَّا بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِیَّةِ.

اور سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہ نے واجب کیا ہے حکمران کا رعیت پر اور رعیت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والی و رعیت میں سے ہر ایک کیلئے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اسے ان میں رابطۂ محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ رعیت اسی وقت خوشحال رہ سکتی ہے جب حاکم کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اسی وقت صلاح و درستگی سے آراستہ ہو سکتا ہے جب رعیت اس کے احکام کی انجام دہی کیلئے آمادہ ہو۔

فَاِذَاۤ اَدَّتِ الرَّعِیَّةُ اِلَى الْوَالِیْ حَقَّهٗ، وَ اَدَّى الْوَالِیْۤ اِلَیْهَا حَقَّهَا، عَزَّ الْحَقُّ بَیْنَهُمْ، وَ قَامَتْ مَنَاهِجُ الدِّیْنِ، وَ اعْتَدَلَتْ مَعَالِمُ الْعَدْلِ، وَ جَرَتْ عَلٰۤى اَذْلَالِهَا السُّنَنُ، فَصَلَحَ بِذٰلِكَ الزَّمَانُ، وَ طُمِعَ فِیْ بَقَآءِ الدَّوْلَةِ، وَ یَئِسَتْ مَطَامِعُ الْاَعْدَآءِ.

جب رعیت فرمانروا کے حقوق پورے کرے اور فرمانروا رعیت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو ان میں حق باوقار، دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبرؐ کی سنتیں اپنے ڈھرے پر چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا، بقائے سلطنت کے توقعات پیدا ہو جائیں گے اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و ناامیدی سے بدل جائے گی۔

وَ اِذَا غَلَبَتِ الرَّعِیَّةُ وَالِیَهَا، اَوْ اَجْحَفَ الْوَالِیْ بِرَعِیَّتِهٖ، اخْتَلَفَتْ هُنَالِكَ الْكَلِمَةُ، وَ ظَهَرَتْ مَعَالِمُ الْجَوْرِ، وَ كَثُرَ الْاِدْغَالُ فِی الدِّیْنِ، وَ تُرِكَتْ مَحَاجُّ السُّنَنِ، فَعُمِلَ بِالْهَوٰى، وَ عُطِّلَتِ الْاَحْكَامُ، وَ كَثُرَتْ عِلَلُ النُّفُوْسِ، فَلَا یُسْتَوْحَشُ لِعَظِیْمِ حَقٍّ

اور جب رعیت حاکم پر مسلط ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقعہ پر ہر بات میں اختلاف ہوگا، ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے، دین میں مفسدے بڑھ جائیں گے، شریعت کی راہیں متروک ہو جائیں گی، خواہشوں پر عمل درآمد ہو گا، شریعت کے احکام ٹھکرا دیئے جائیں گے، نفسانی بیماریاں بڑھ جائیں گی اور بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور بڑے سے بڑے باطل پر

عُطِّلَ، وَ لَا لِعَظِيْمِ بَاطِلٍ فُعِلَ! فَهُنَالِكَ تَذِلُّ الْاَبْرَارُ، وَ تَعِزُّ الْاَشْرَارُ، وَ تَعْظُمُ تَبِعَاتُ اللّٰهِ عِنْدَ الْعِبَادِ.

فَعَلَيْكُمْ بِالتَّنَاصُحِ فِيْ ذٰلِكَ، وَ حُسْنِ التَّعَاوُنِ عَلَيْهِ، فَلَيْسَ اَحَدٌ ـ وَ اِنِ اشْتَدَّ عَلٰى رِضَى اللّٰهِ حِرْصُهٗ، وَ طَالَ فِي الْعَمَلِ اجْتِهَادُهٗ ـ بِبَالِغٍ حَقِيْقَةَ مَا اللّٰهُ اَهْلُهٗ مِنَ الطَّاعَةِ لَهٗ، وَ لٰكِنْ مِّنْ وَاجِبِ حُقُوْقِ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ النَّصِيْحَةُ بِمَبْلَغِ جُهْدِهِمْ، وَ التَّعَاوُنُ عَلٰۤى اِقَامَةِ الْحَقِّ بَيْنَهُمْ، وَ لَيْسَ امْرُؤٌ ـ وَ اِنْ عَظُمَتْ فِي الْحَقِّ مَنْزِلَتُهٗ، وَ تَقَدَّمَتْ فِي الدِّيْنِ فَضِيْلَتُهٗ ـ بِفَوْقِ اَنْ يُّعَانَ عَلٰى مَا حَمَّلَهُ اللّٰهُ مِنْ حَقِّهٖ، وَ لَا امْرُؤٌ ـ وَ اِنْ صَغَّرَتْهُ النُّفُوْسُ، وَ اقْتَحَمَتْهُ الْعُيُوْنُ ـ بِدُوْنِ اَنْ يُّعِيْنَ عَلٰى ذٰلِكَ اَوْ يُعَانَ عَلَيْهِ.

فَاَجَابَهٗ عَلَیْہِ السَّلَام رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بِكَلَامٍ طَوِيْلٍ، يُكْثِرُ فِيْهِ الثَّنَآءَ عَلَيْهِ، وَ يَذْكُرُ سَمْعَهٗ وَ طَاعَتَهٗ لَهٗ، فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَام:

اِنَّ مِنْ حَقِّ مَنْ عَظُمَ جَلَالُ اللّٰهِ فِيْ نَفْسِهٖ، وَ جَلَّ مَوْضِعُهٗ مِنْ قَلْبِهٖ، اَنْ يَّصْغُرَ عِنْدَهٗ ـ لِعِظَمِ ذٰلِكَ ـ كُلُّ مَا سِوَاهُ، وَ اِنَّ اَحَقَّ

عمل پیرا ہونے سے بھی کوئی نہ گھبرائے گا۔ ایسے موقعہ پر نیکو کار ذلیل اور بدکردار باعزت ہوجاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ جاتی ہیں۔

لہٰذا اس حق کی ادائیگی میں ایک دوسرے کو سمجھانا بجھانا اور ایک دوسرے سے بخوبی تعاون کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ اس لئے کہ کوئی شخص بھی اللہ کی اطاعت و بندگی میں اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ جس کا وہ اہل ہے۔ چاہے وہ اس کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے کیلئے کتنا ہی حریص ہو اور اس کی عملی کوششیں بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہوں۔ پھر بھی اس نے بندوں پر یہ حق واجب قرار دیا ہے کہ وہ مقدور بھر پند و نصیحت کریں اور اپنے درمیان حق کو قائم کرنے کیلئے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ کوئی شخص بھی اپنے کو اس سے بے نیاز نہیں قرار دے سکتا کہ اللہ نے جس ذمہ داری کا بوجھ اس پر ڈالا ہے اس میں اس کا ہاتھ بٹایا جائے، چاہے وہ حق میں کتنا ہی بلند منزلت کیوں نہ ہو اور دین میں اسے فضیلت و برتری کیوں نہ حاصل ہو اور کوئی شخص اس سے بھی گیا گزرا نہیں کہ حق میں تعاون کرے یا اس کی طرف دست تعاون بڑھایا جائے، چاہے لوگ اسے ذلیل سمجھیں اور اپنی حقارت کی وجہ سے آنکھوں میں نہ جچے۔

اس موقعہ پر آپؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک طویل گفتگو کی جس میں حضرتؑ کی بڑی مدح و ثنا کی اور آپؑ کی باتوں پر کان دھرنے اور ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا اقرار کیا تو آپؑ نے فرمایا:

جس شخص کے دل میں جلالِ الٰہی کی عظمت اور قلب میں منزلت خداوندی کی رفعت کا احساس ہو اسے سزاوار ہے کہ اس جلالت و عظمت کے پیش نظر اللہ کے ماسوا ہر چیز کو حقیر جانے اور ایسے لوگوں میں

مَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لِمَنْ عَظُمَتْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَ لَطُفَ اِحْسَانُهٗۤ اِلَيْهِ، فَاِنَّهٗ لَمْ تَعْظُمْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلٰۤى اَحَدٍ اِلَّا ازْدَادَ حَقُّ اللّٰهِ عَلَيْهِ عِظَمًا.

وَ اِنَّ مِنْ اَسْخَفِ حَالَاتِ الْوُلَاةِ عِنْدَ صَالِحِ النَّاسِ، اَنْ يُّظَنَّ بِهِمْ حُبُّ الْفَخْرِ، وَ يُوْضَعَ اَمْرُهُمْ عَلَى الْكِبْرِ، وَ قَدْ كَرِهْتُ اَنْ يَّكُوْنَ جَالَ فِیْ ظَنِّكُمْ اَنِّیْۤ اُحِبُّ الْاِطْرَآءَ، وَ اسْتِمَاعَ الثَّنَآءِ، وَ لَسْتُ ـ بِحَمْدِ اللّٰهِ ـ كَذٰلِكَ، وَ لَوْ كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ يُّقَالَ ذٰلِكَ لَتَرَكْتُهُ انْحِطَاطًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَنْ تَنَاوُلِ مَا هُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنَ الْعَظَمَةِ وَ الْكِبْرِيَآءِ.

وَ رُبَّمَا اسْتَحْلَى النَّاسُ الثَّنَآءَ بَعْدَ الْبَلَآءِ، فَلَا تُثْنُوْا عَلَیَّ بِجَمِيْلِ ثَنَآءٍ، لِاِخْرَاجِیْ نَفْسِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اِلَيْكُمْ مِنَ التَّقِيَّةِ فِیْ حُقُوْقٍ لَّمْ اَفْرُغْ مِنْ اَدَآئِهَا، وَ فَرَآئِضَ لَا بُدَّ مِنْ اِمْضَآئِهَا، فَلَا تُكَلِّمُوْنِیْ بِمَا تُكَلَّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةُ، وَ لَا تَتَحَفَّظُوْا مِنِّیْ بِمَا يُتَحَفَّظُ بِهٖ عِنْدَ اَهْلِ الْبَادِرَةِ، وَ لَا تُخَالِطُوْنِیْ بِالْمُصَانَعَةِ، وَ لَا تَظُنُّوْا بِیَ اسْتِثْقَالًا فِیْ حَقٍّ قِيْلَ لِیْ، وَ لَا الْتِمَاسَ اِعْظَامٍ لِّنَفْسِیْ، فَاِنَّهٗ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ اَنْ يُّقَالَ لَهٗۤ اَوِ الْعَدْلَ اَنْ يُّعْرَضَ عَلَيْهِ، كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَاۤ اَثْقَلَ عَلَيْهِ.

وہ شخص اور بھی اس کا زیادہ اہل ہے کہ جسے اس نے بڑی نعمتیں دی ہوں اور اچھے احسانات کئے ہوں۔ اس لئے کہ جتنی اللہ کی نعمتیں کسی پر بڑی ہوں گی اُتنا ہی اُس پر اللہ کا حق زیادہ ہوگا۔

نیک بندوں کے نزدیک فرمانرواؤں کی ذلیل ترین صورت حال یہ ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان ہونے لگے کہ وہ فخر و سربلندی کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے حالات کبر و غرور پر محمول ہوسکیں۔ مجھے یہ تک ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اس کا وہم و گمان بھی گزرے کہ میں بڑھ چڑھ کر سراہے جانے یا تعریف سننے کو پسند کرتا ہوں۔ بحمد اللہ! کہ میں ایسا نہیں ہوں اور اگر مجھے اس کی خواہش بھی ہوتی کہ ایسا کہا جائے تو بھی اللہ کے سامنے فروتنی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا کہ ایسی عظمت و بزرگی کو اپنایا جائے کہ جس کا وہی اہل ہے۔

یوں تو لوگ اکثر اچھی کارکردگی کے بعد مدح و ثنا کو خوشگوار سمجھا کرتے ہیں (لیکن) میری اس پر مدح و ستائش نہ کرو کہ اللہ کی اطاعت اور تمہارے حقوق سے عہدہ برآ ہوا ہوں، کیونکہ ابھی ان حقوق کا ڈر ہے کہ جنہیں پورا کرنے سے میں ابھی فارغ نہیں ہوا اور ان فرائض کا ابھی اندیشہ ہے کہ جن کا نفاذ ضروری ہے۔ مجھ سے ویسی باتیں نہ کیا کرو جیسی جابر و سرکش فرمانرواؤں سے کی جاتی ہیں اور نہ مجھ سے اس طرح بچاؤ کرو جس طرح طیش کھانے والے حاکموں سے بچ بچاؤ کیا جاتا ہے اور مجھ سے اس طرح کا میل جول نہ رکھو جس سے چاپلوسی اور خوشامد کا پہلو نکلتا ہو۔ میرے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ میرے سامنے کوئی حق بات کہی جائے گی تو مجھے گراں گزرے گی اور نہ یہ خیال کرو کہ میں یہ درخواست کروں گا کہ مجھے بڑھا چڑھا دو، کیونکہ جو اپنے سامنے حق کے کہے جانے اور عدل کے پیش کئے جانے کو بھی گراں سمجھتا ہو اُسے حق و انصاف پر عمل کرنا کہیں زیادہ دشوار ہوگا۔

فَلَا تَكُفُّوْا عَنْ مَّقَالَةٍ بِحَقٍّ، اَوْ مَشُوْرَةٍ بِعَدْلٍ، فَاِنِّیْ لَسْتُ فِیْ نَفْسِیْ بِفَوْقِ اَنْ اُخْطِئَ، وَ لَاۤ اٰمَنُ ذٰلِكَ مِنْ فِعْلِیْ، اِلَّاۤ اَنْ یَّكْفِیَ اللّٰهُ مِنْ نَّفْسِیْ مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنِّیْ، فَاِنَّمَاۤ اَنَا وَ اَنْتُمْ عَبِیْدٌ مَّمْلُوْكُوْنَ لِرَبٍّ لَّا رَبَّ غَیْرُهٗ، یَمْلِكُ مِنَّا مَا لَا نَمْلِكُ مِنْ اَنْفُسِنَا، وَ اَخْرَجَنَا مِمَّا كُنَّا فِیْهِ اِلٰى مَا صَلَحْنَا عَلَیْهِ، فَاَبْدَلَنَا بَعْدَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدٰى، وَ اَعْطَانَا الْبَصِیْرَةَ بَعْدَ الْعَمٰى.

-----☆☆-----

تم اپنے کو حق کی بات کہنے اور عدل کا مشورہ دینے سے نہ روکو۔ کیونکہ میں تو اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں اور نہ اپنے کسی کام کو لغزش سے محفوظ سمجھتا ہوں[1]، مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے کہ جس پر وہ مجھ سے زیادہ اختیار رکھتا ہے۔ ہم اور تم اسی رب کے بے اختیار بندے ہیں کہ جس کے علاوہ کوئی رب نہیں۔ وہ ہم پر اتنا اختیار رکھتا ہے کہ خود ہم اپنے نفسوں پر اتنا اختیار نہیں رکھتے۔ اسی نے ہمیں پہلی حالت سے نکال کر جس میں ہم تھے بہبودی کی راہ پر لگایا اور اسی نے ہماری گمراہی کو ہدایت سے بدلا اور بے بصیرتی کے بعد بصیرت عطا کی۔

--☆☆--

[1] یہ امر کسی تصریح کا محتاج نہیں ہے کہ عصمت ملکی اور ہے اور عصمت بشری اور ہے۔ فرشتوں کے معصوم ہونے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ان میں کسی خطا و لغزش کی تحریک ہی پیدا نہیں ہوتی۔ مگر انسان کے معصوم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں بشری تقاضے اور نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں، مگر وہ انہیں روکنے کی ایک قوت خاص رکھتا ہے اور ان سے مغلوب ہو کر کسی خطا کا مرتکب نہیں ہوتا اور اسی قوت کا نام عصمت ہے کہ جو ذاتی خواہشات و جذبات کو ابھرنے نہیں دیتی۔

حضرتؑ کے ارشاد: «فَاِنِّیْ لَسْتُ فِیْ نَفْسِیْ بِفَوْقِ اَنْ اُخْطِئَ»: ”میں اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں“، میں انہی بشری تقاضوں اور خواہشوں کی طرف اشارہ ہے اور «اِلَّاۤ اَنْ یَّكْفِیَ اللّٰهُ مِنْ نَّفْسِیْ»: ”مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے رہے“ میں عصمت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ اسی لب و لہجہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن میں وارد ہوا ہے کہ ﴿وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ﴾[1]: ”میں اپنے نفس کو گناہ سے پاک نہیں ٹھہراتا کیونکہ انسان کا نفس گناہ پر بہت ابھارنے والا ہے، مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے“، تو جس طرح یہاں پر ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ﴾ کا جو استثناء ہے اس کی وجہ سے آیت کے پہلے جزو سے آپؑ کی عصمت کے خلاف دلیل نہیں لائی جا سکتی، اسی طرح امیر المومنین علیہ السلام کے کلام میں «اِلَّاۤ اَنْ یَّكْفِیَ اللّٰهُ مِنْ نَّفْسِیْ» کا جو استثناء ہے اس کے ہوتے ہوئے کلام کے پہلے ٹکڑے سے آپؑ کے غیر معصوم ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، ورنہ ایک نبی کی عصمت سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔

---

[1] سورۂ یوسف، آیت ۵۳۔

یونہی اس خطبہ کے آخری ٹکڑے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ آپؑ بعثت رسولؐ سے پہلے دور جاہلیت کے عقائد سے متاثر رہ چکے ہوں گے اور جس طرح دوسروں کا دامن کفروشرک سے آلودہ رہ چکا تھا اسی طرح آپؑ بھی تاریکی وضلالت میں رہے ہوں گے، کیونکہ آپؑ پیدائش کے دن سے رہبر عالم کے زیر سایہ پرورش پا رہے تھے اور انہی کی تعلیم وتربیت کے اثرات آپؑ کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ابتدائے عمر سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا زندگی کے کسی لمحہ میں ہدایت سے بیگانہ رہا ہوگا۔ چنانچہ مسعودی نے تحریر کیا ہے کہ:

اِنَّهٗ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا فَيَسْتَاْنِفُ الْاِسْلَامَ. بَلْ كَانَ تَابِعًا لِّلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيْ جَمِيْعِ فِعَالِهٖ، مُقْتَدِيًا بِهٖ، وَ بَلَغَ وَ هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ.

آپؑ نے کبھی شرک ہی نہیں کیا کہ اس سے الگ ہو کر آپؑ کے اسلام لانے کا سوال پیدا ہو، بلکہ تمام افعال و اعمال میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع اور ان کے پیرو تھے اور اسی حالت اتباع میں آپؑ نے سرحد بلوغ میں قدم رکھا۔

(مروج الذہب، ج ۲، ص ۳)

اس مقام پر ان لوگوں سے جن کو اللہ نے تاریکی وگمراہی سے راہ راست پر لگایا وہ لوگ مراد ہیں جو آپؑ کے مخاطب تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ:

لَيْسَ هٰذَا اِشَارَةٌ اِلٰى خَاصِّ نَفْسِهٖ علیہ السلام، لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ كَافِرًا فَاَسْلَمَ وَ لٰكِنَّهٗ كَلَامٌ يَّقُوْلُهٗ وَ يُشِيْرُ بِهٖ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ يُخَاطِبُهُمْ مِنْ اَفْنَآءِ النَّاسِ.

یہ خود امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ نہیں، کیونکہ وہ کبھی کافر نہیں رہے کہ کفر کے بعد اسلام لاتے، بلکہ لوگوں کی مختلف جماعتیں جو آپؑ کے مخاطب تھیں، ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔[1]

☆☆☆☆☆

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۱، ص ۱۰۸۔

(۲۱۵) وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَسْتَعْدِیْكَ عَلٰى قُرَیْشٍ، فَاِنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوْا رَحِمِیْ، وَ اَكْفَاُوْۤا اِنَآئِیْ، وَ اَجْمَعُوْا عَلٰى مُنَازَعَتِیْ حَقًّا كُنْتُ اَوْلٰى بِهٖ مِنْ غَیْرِیْ، وَ قَالُوْا: اَلَا اِنَّ فِی الْحَقِّ اَنْ تَاْخُذَهٗ، وَ فِی الْحَقِّ اَنْ تُمْنَعَهٗ، فَاصْبِرْ مَغْمُوْمًا، اَوْ مُتْ مُتَاَسِّفًا.

فَنَظَرْتُ فَاِذَا لَیْسَ لِیْ رَافِدٌ، وَ لَا ذَابٌّ وَّ لَا مُسَاعِدٌ، اِلَّاۤ اَهْلَ بَیْتِیْ، فَضَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَنِیَّةِ، فَاَغْضَیْتُ عَلَى الْقَذٰى، وَ جَرِعْتُ رِیْقِیْ عَلَى الشَّجَا، وَ صَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَیْظِ عَلٰۤى اَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ، وَ اٰلَمَ لِلْقَلْبِ مِنْ حَزِّ الشِّفَارِ.

وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِیْ اَثْنَآءِ خُطْبَةٍ مُّتَقَدِّمَةٍ، اِلَّاۤ اَنِّیْ كَرَّرْتُهٗ هٰهُنَا لِاخْتِلَافِ الرِّوَایَتَیْنِ.

[وَ مِنْهُ: فِیْ ذِكْرِ السَّآئِرِیْنَ اِلَى الْبَصْرَةِ لِحَرْبِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ]

فَقَدِمُوْا عَلٰى عُمَّالِیْ، وَ خُزَّانِ بَیْتِ مَالِ الْمُسْلِمِیْنَ الَّذِیْ فِیْ یَدَیَّ، وَ عَلٰۤى اَهْلِ مِصْرٍ، كُلُّهُمْ فِیْ طَاعَتِیْ وَ عَلٰى بَیْعَتِیْ، فَشَتَّتُوْا كَلِمَتَهُمْ،

خطبہ (۲۱۵)

خدایا! میں قریش سے انتقام لینے پر تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں، کیونکہ انہوں نے میری قرابت وعزیز داری کے بندھن توڑ دیئے اور میرے ظرف (عزت وحرمت) کو اوندھا کر دیا اور اس حق میں کہ جس کا میں سب سے زیادہ اہل ہوں جھگڑا کرنے کیلئے اِیکا کر لیا اور یہ کہنے لگے کہ یہ بھی حق ہے کہ آپؑ اسے لے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپؑ کو اس سے روک دیا جائے۔ یا تو غم وحزن کی حالت میں صبر کیجئے یا رنج واندوہ سے مرجایئے۔

میں نے نگاہ دوڑائی تو مجھے اپنے اہل بیت علیہم السلام کے سوا نہ کوئی معاون نظر آیا اور نہ کوئی سینہ سپر اور معین دکھائی دیا تو میں نے انہیں موت کے منہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس وخاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی، حلق میں (غم ورنج کے) پھندے تھے مگر میں لعاب دہن نگلتا رہا اور غم وغصہ پی لینے کی وجہ سے ایسے حالات پر صبر کیا جو حنظل (اندرائن) سے زیادہ تلخ اور دل کیلئے چھریوں کے کچوکوں سے زیادہ المناک تھے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرتؑ کا یہ کلام ایک پہلے خطبہ کے ضمن میں گزر چکا ہے مگر میں نے پھر اس کا اعادہ کیا ہے، چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ فرق ہے۔

[اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو آپؑ سے لڑنے کیلئے بصرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے تھے]

وہ میرے عاملوں اور مسلمانوں کے اس بیت المال کے خزینہ داروں پر کہ جس کا اختیار میرے ہاتھوں میں تھا اور شہر (بصرہ) کے رہنے والوں پر کہ جو سب کے سب میرے فرمانبردار اور میری بیعت پر برقرار تھے چڑھ دوڑے، چنانچہ انہوں نے ان میں پھوٹ

وَ اَفْسَدُوْا عَلَیَّ جَمَاعَتَهُمْ، وَ وَثَبُوْا عَلٰی شِیْعَتِیْ، فَقَتَلُوْا طَآئِفَةً مِّنْهُمْ غَدْرًا، وَ طَآئِفَةٌ عَضُّوْا عَلٰی اَسْیَافِهِمْ، فَضَارَبُوْا بِهَا حَتّٰی لَقُوا اللهَ صَادِقِیْنَ.

ڈلوادی اور مجھ پر ان کی یکجہتی کو درہم و برہم کر دیا اور میرے پیروکاروں پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک گروہ کو غداری سے قتل کر دیا۔ (البتہ) ایک گروہ نے شمشیر بکف ہو کر دانتوں کو بھینچ لیا اور ان سے تلواروں کے ساتھ ٹکرائے، یہاں تک کہ وہ سچائی کا جامہ پہنے ہوئے اللہ کے حضور میں پہنچ گئے۔

--☆☆--

(۲۱۶) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۲۱۶)

لَمَّا مَرَّ بِطَلْحَةَ وَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَتَّابِ بْنِ اُسَیْدٍ، وَ هُمَا قَتِیْلَانِ یَوْمَ الْجَمَلِ.

جب آپؑ طلحہ اور عبدالرحمٰن ابن عتاب ابن اسید کی طرف گزرے کہ جب وہ میدان جمل میں مقتول پڑے تھے تو فرمایا:

لَقَدْ اَصْبَحَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ بِهٰذَا الْمَكَانِ غَرِیْبًا! اَمَا وَاللهِ! لَقَدْ كُنْتُ اَكْرَهُ اَنْ تَكُوْنَ قُرَیْشٌ قَتْلٰی تَحْتَ بُطُوْنِ الْكَوَاكِبِ! اَدْرَكْتُ وَتْرِیْ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ، وَ اَفْلَتَتْنِیْ اَعْیَانُ بَنِیْ جُمَحَ، لَقَدْ اَتْلَعُوْۤا اَعْنَاقَهُمْ اِلٰۤی اَمْرٍ لَّمْ یَكُوْنُوْۤا اَهْلَهٗ فَوُقِصُوْا دُوْنَهٗ.

ابو محمد (طلحہ) اس جگہ گھر بار سے دور پڑا ہے۔ خدا کی قسم! میں پسند نہیں کرتا تھا کہ قریش ستاروں کے نیچے (کھلے میدانوں میں) مقتول پڑے ہوں۔ میں نے عبدمناف کی اولاد سے (ان کے کئے کا) بدلہ لے لیا ہے، (لیکن) بنی جمح [۱] کے اکابر میرے ہاتھوں سے بچ نکلے ہیں۔ انہوں نے اس چیز کی طرف گردنیں اٹھائی تھیں جس کے وہ اہل نہ تھے، چنانچہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی ان کی گردنیں توڑ دی گئیں۔

--☆☆--

[۱] جنگ جمل میں ”بنی جُمح“ کی ایک جماعت حضرت عائشہ کے ہمراہ تھی، لیکن اس جماعت کے سرکردہ افراد میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں سے چند یہ ہیں: عبداللہ الطویل ابن صفوان، یحییٰ ابن حکیم، عامر ابن مسعود، ایوب ابن حبیب۔

☆☆☆☆☆

(۲۱۷) وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْ اَحْيَا عَقْلَهٗ، وَ اَمَاتَ نَفْسَهٗ، حَتّٰى دَقَّ جَلِيْلُهٗ، وَ لَطُفَ غَلِيْظُهٗ، وَ بَرَقَ لَهٗ لَامِعٌ كَثِيْرُ الْبَرْقِ، فَاَبَانَ لَهُ الطَّرِيْقَ، وَ سَلَكَ بِهِ السَّبِيْلَ، وَ تَدَافَعَتْهُ الْاَبْوَابُ اِلٰى بَابِ السَّلَامَةِ، وَ دَارِ الْاِقَامَةِ، وَ ثَبَتَتْ رِجْلَاهُ بِطُمَاْنِيْنَةِ بَدَنِهٖ فِیْ قَرَارِ الْاَمْنِ وَ الرَّاحَةِ، بِمَا اسْتَعْمَلَ قَلْبَهٗ، وَ اَرْضٰى رَبَّهٗ.

خطبہ (۲۱۷)

مومن نے اپنی عقل کو زندہ رکھا اور اپنے نفس کو مار ڈالا، یہاں تک کہ اس کا ڈیل ڈول لاغر اور تن و توش ہلکا ہو گیا، اس کیلئے بھرپور درخشندگیوں والا نورِ ہدایت چمکا کہ جس نے اس کے سامنے راستہ نمایاں کر دیا اور اسے سیدھی راہ پر لے چلا اور مختلف دروازے اسے ڈھکیلتے ہوئے سلامتی کے دروازہ اور (دائمی) قرارگاہ تک لے گئے اور اس کے پاؤں بدن کے ٹکاؤ کے ساتھ امن و راحت کے مقام پر جم گئے۔ چونکہ اس نے اپنے دل کو عمل میں لگائے رکھا تھا اور اپنے پروردگار کو راضی و خوشنود کیا تھا۔

--☆☆--

(۲۱۸) وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ بَعْدَ تِلَاوَتِهٖ: ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَؕ﴾.

يَا لَهٗ مَرَامًا مَّاۤ اَبْعَدَهٗ! وَ زَوْرًا مَّاۤ اَغْفَلَهٗ! وَ خَطَرًا مَّاۤ اَفْظَعَهٗ! لَقَدِ اسْتَخْلَوْا مِنْهُمْ اَیَّ مُدَّكِرٍ، وَ تَنَاوَشُوْهُمْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ! اَفَبِمَصَارِعِ اٰبَآئِهِمْ يَفْخَرُوْنَ! اَمْ بِعَدِيْدِ الْهَلْكٰى يَتَكَاثَرُوْنَ!.

يَرْتَجِعُوْنَ مِنْهُمْ اَجْسَادًا خَوَتْ، وَ حَرَكَاتٍ سَكَنَتْ، وَ لَاَنْ يَّكُوْنُوْا عِبَرًا اَحَقُّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنُوْا مُفْتَخَرًا، وَ لَاَنْ يَّهْبِطُوْا بِهِمْ جَنَابَ ذِلَّةٍ اَحْجٰى مِنْ اَنْ يَّقُوْمُوْا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ!.

خطبہ (۲۱۸)

امیرالمومنین علیہ السلام نے آیت ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَؕ﴾: ''تمہیں قوم قبیلے کی کثرت پر اترانے نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں دیکھ ڈالیں'' کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا:

دیکھو تو (ان بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرنیوالوں کا) مقصد کتنا دور از عقل ہے! اور یہ قبروں پر آنے والے کتنے غافل و بے خبر ہیں! اور یہ مہم کتنی سخت و دشوار ہے! انہوں نے مرنے والوں کو کیسی کیسی عبرت آموز چیزوں سے خالی سمجھ لیا! اور دور دراز جگہ سے انہیں (سرمایۂ افتخار بنانے کیلئے) لے لیا! کیا یہ اپنے باپ داداؤں کی لاشوں پر فخر کرتے ہیں؟ یا ہلاک ہونیوالوں کی تعداد سے اپنی کثرت میں اضافہ محسوس کرتے ہیں؟۔

وہ ان جسموں کو پلٹانا چاہتے ہیں جو بے روح ہو چکے ہیں اور ان جنبشوں کو لوٹانا چاہتے ہیں جو تھم چکی ہیں۔ وہ سببِ افتخار بننے سے زیادہ سامانِ عبرت بننے کے قابل ہیں۔ ان کی وجہ سے عجز و فروتنی کی جگہ پر اترنا، عزت و سرفرازی کے مقام پر ٹھہرنے سے زیادہ مناسب ہے۔

لَقَدْ نَظَرُوْۤا اِلَيْهِمْ بِاَبْصَارِ الْعَشْوَةِ، وَ ضَرَبُوْا مِنْهُمْ فِیْ غَمْرَةِ جَهَالَةٍ، وَ لَوِ اسْتَنْطَقُوْا عَنْهُمْ عَرَصَاتِ تِلْكَ الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ، وَ الرُّبُوْعِ الْخَالِيَةِ، لَقَالَتْ: ذَهَبُوْا فِی الْاَرْضِ ضُلَّالًا، وَ ذَهَبْتُمْ فِیْۤ اَعْقَابِهِمْ جُهَّالًا، تَطَؤُنَ فِیْ هَامِهِمْ، وَ تَسْتَثْبِتُوْنَ فِیْۤ اَجْسَادِهِمْ، وَ تَرْتَعُوْنَ فِيْمَاۤ لَفَظُوْا، وَ تَسْكُنُوْنَ فِيْمَا خَرَّبُوْا، وَ اِنَّمَا الْاَيَّامُ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ بَوَاكٍ وَّ نَوَآئِحُ عَلَيْكُمْ.

اُولٰٓئِكُمْ سَلَفُ غَايَتِكُمْ، وَ فُرَّاطُ مَنَاهِلِكُمْ، الَّذِيْنَ كَانَتْ لَهُمْ مَقَاوِمُ الْعِزِّ، وَ حَلَبَاتُ الْفَخْرِ، مُلُوْكًا وَّ سُوَقًا، سَلَكُوْا فِیْ بُطُوْنِ الْبَرْزَخِ سَبِيْلًا سُلِّطَتِ الْاَرْضُ عَلَيْهِمْ فِيْهِ، فَاَكَلَتْ مِنْ لُّحُوْمِهِمْ، وَ شَرِبَتْ مِنْ دِمَآئِهِمْ، فَاَصْبَحُوْا فِیْ فَجَوَاتِ قُبُوْرِهِمْ جَمَادًا لَّا يَنْمُوْنَ، وَ ضِمَارًا لَّا يُوْجَدُوْنَ، لَا يُفْزِعُهُمْ وُرُوْدُ الْاَهْوَالِ، وَ لَا يَحْزُنُهُمْ تَنَكُّرُ الْاَحْوَالِ، وَ لَا يَحْفِلُوْنَ بِالرَّوَاجِفِ، وَ لَا يَاْذَنُوْنَ لِلْقَوَاصِفِ،

غُيَّبًا لَّا يُنْتَظَرُوْنَ، وَ شُهُوْدًا لَّا يَحْضُرُوْنَ، وَ اِنَّمَا كَانُوْا جَمِيْعًا فَتَشَتَّتُوْا، وَ اُلَّافًا فَافْتَرَقُوْا، وَ مَا عَنْ طُوْلِ عَهْدِهِمْ، وَ لَا بُعْدِ مَحَلِّهِمْ، عَمِيَتْ اَخْبَارُهُمْ،

انہوں نے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور ان سے (عبرت لینے کی بجائے) جہالت کے گہراؤ میں اتر پڑے۔ اگر وہ ان کی سرگزشت کو ٹوٹے ہوئے مکانوں اور خالی گھروں کے صحنوں سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ: وہ گمراہی کی حالت میں زمین کے اندر چلے گئے اور تم بھی بے خبری و جہالت کے عالم میں ان کے عقب میں بڑھے جا رہے ہو، تم ان کی کھوپڑیوں کو روندتے ہو اور ان کے جسموں کی جگہ پر عمارتیں کھڑی کرنا چاہتے ہو، جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے اس میں چر رہے ہو اور جسے وہ خالی چھوڑ کر چلے گئے ہیں اس میں آ بسے ہو اور یہ دن بھی جو تمہارے اور ان کے درمیان ہیں تم پر رو رہے ہیں اور نوحہ پڑھ رہے ہیں۔

تمہاری منزل منتہا پر پہلے سے پہنچ جانے والے اور تمہارے سرچشموں پر قبل سے وارد ہونے والے وہی لوگ ہیں جن کیلئے عزت کی منزلیں تھیں اور فخر و سربلندی کی فراوانی تھی، کچھ تاجدار تھے، کچھ دوسرے درجہ کے بلند منصب، مگر اب تو وہ برزخ کی گہرائیوں میں راہ پیما ہیں کہ جہاں زمین ان پر مسلط کر دی گئی ہے، جس نے ان کا گوشت کھا لیا اور لہو چوس لیا ہے، چنانچہ وہ قبر کے شگافوں میں نشوونما کھو کر جماد کی صورت میں پڑے ہیں اور یوں نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں کہ (ڈھونڈھے سے) نہیں ملتے۔ نہ پُرہول خطرات کا آنا انہیں خوفزدہ کرتا ہے، نہ حالات کا انقلاب انہیں اندوہناک بناتا ہے، نہ زلزلوں کی پروا کرتے ہیں، نہ رعد کی کڑک پر کان دھرتے ہیں۔

وہ ایسے غائب ہیں کہ جن کا انتظار نہیں کیا جاتا اور ایسے موجود ہیں کہ سامنے نہیں آتے، وہ مل جل کر رہتے تھے جو اَب بکھر گئے ہیں اور آپس میں میل محبت رکھتے تھے جو اَب جدا ہو گئے ہیں۔ ان کے واقعات سے بے خبری اور ان کے گھروں کی خاموشی امتداد زمانہ اور

وَ صَمَّتْ دِيَارُهُمْ، وَ لٰكِنَّهُمْ سُقُوْا كَاْسًا بَدَّلَتْهُمْ بِالنُّطْقِ خَرَسًا، وَ بِالسَّمْعِ صَمَمًا، وَ بِالْحَرَكَاتِ سُكُوْنًا، فَكَاَنَّهُمْ فِیْ ارْتِجَالِ الصِّفَةِ صَرْعٰى سُبَاتٍ،

دوری منزل کی وجہ سے نہیں، بلکہ انہیں (موت کا) ایسا ساغر پلا دیا گیا ہے کہ جس نے ان کی گویائی چھین کر انہیں گونگا بنا دیا ہے اور قوت شنوائی سلب کر کے بہرا کر دیا ہے اور ان کی حرکت و جنبش کو سکون و بے حسی سے بدل دیا ہے۔ گویا کہ وہ سرسری نظر میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے نیند میں لیٹے ہوئے ہوں۔

جِيْرَانٌ لَّا يَتَاَنَّسُوْنَ، وَ اَحِبَّآءُ لَا يَتَزَاوَرُوْنَ، بَلِيَتْ بَيْنَهُمْ عُرَا التَّعَارُفِ، وَ انْقَطَعَتْ مِنْهُمْ اَسْبَابُ الْاِخَآءِ، فَكُلُّهُمْ وَحِيْدٌ وَّ هُمْ جَمِيْعٌ، وَ بِجَانِبِ الْهَجْرِ وَ هُمْ اَخِلَّآءُ، لَا يَتَعَارَفُوْنَ لِلَيْلٍ صَبَاحًا، وَ لَا لِنَهَارٍ مَّسَآءً.

وہ ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دوسرے سے انس و محبت کا لگاؤ نہیں رکھتے اور ایسے دوست ہیں جو آپس میں ملتے ملاتے نہیں۔ ان کے جان پہچان کے رابطے بوسیدہ ہو چکے ہیں اور بھائی بندی کے سلسلے ٹوٹ گئے ہیں۔ وہ ایک ساتھ ہوتے ہوئے پھر اکیلے ہیں اور دوست ہوتے ہوئے پھر علیحدہ اور جدا ہیں۔ یہ لوگ شب ہو تو اس کی صبح سے بے خبر اور دن ہو تو اس کی شام سے نا آشنا ہیں۔

اَیُّ الْجَدِيْدَيْنِ ظَعَنُوْا فِيْهِ كَانَ عَلَيْهِمْ سَرْمَدًا، شَاهَدُوْا مِنْ اَخْطَارِ دَارِهِمْ اَفْظَعَ مِمَّا خَافُوْا، وَ رَاَوْا مِنْ اٰيَاتِهَاۤ اَعْظَمَ مِمَّا قَدَّرُوْا، فَكِلْتَا الْغَايَتَيْنِ مُدَّتْ لَهُمْ اِلٰى مَبَآءَةٍ، فَاَتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَآءِ. فَلَوْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ بِهَا لَعَيُوْا بِصِفَةِ مَا شَاهَدُوْا وَ مَا عَايَنُوْا.

جس رات یا جس دن[2] میں انہوں نے رخت سفر باندھا ہے وہ ساعت ان پر ہمیشہ اور یکساں رہنے والی ہے۔ انہوں نے منزلِ آخرت کی ہولناکیوں کو اس سے بھی کہیں زیادہ ہولناک پایا جتنا انہیں ڈر تھا اور وہاں کے آثار کو اس سے عظیم تر دیکھا جتنا کہ وہ اندازہ لگاتے تھے۔ (مومنوں اور کافروں کی) منزل انتہا کو جائے بازگشت (دوزخ و جنت) تک پھیلا دیا گیا ہے وہ (کافروں کیلئے) ہر درجہ خوف سے بلند تر اور (مومنوں کیلئے) ہر درجہ امید سے بالاتر ہے۔ اگر وہ بول سکتے ہوتے جب بھی دیکھی ہوئی چیزوں کے بیان سے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتیں۔

وَ لَئِنْ عَمِيَتْ اٰثَارُهُمْ، وَ انْقَطَعَتْ اَخْبَارُهُمْ، لَقَدْ رَجَعَتْ فِيْهِمْ اَبْصَارُ الْعِبَرِ، وَ سَمِعَتْ عَنْهُمْ اٰذَانُ الْعُقُوْلِ، وَ تَكَلَّمُوْا مِنْ غَيْرِ جِهَاتِ النُّطْقِ، فَقَالُوْا: كَلَحَتِ الْوُجُوْهُ

اگرچہ ان کے نشانات مٹ چکے ہیں اور ان کی خبروں کا سلسلہ قطع ہو چکا ہے، لیکن چشم بصیرت انہیں دیکھتی اور گوش عقل و خرد ان کی سنتے ہیں۔ وہ بولے مگر نطق و کلام کے طریقہ پر نہیں، بلکہ انہوں نے زبان حال سے کہا: شگفتہ چہرے

النَّوَاضِرُ، وَ خَوَتِ الْاَجْسَادُ النَّوَاعِمُ، وَ لَبِسْنَآ اَهْدَامَ الْبِلٰى، وَ تَكَآءَدَنَا ضِيْقُ الْمَضْجَعِ، وَ تَوَارَثْنَا الْوَحْشَةَ، وَ تَهَكَّمَتْ عَلَيْنَا الرُّبُوْعُ الصُّمُوْتُ، فَانْمَحَتْ مَحَاسِنُ اَجْسَادِنَا، وَ تَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صُوَرِنَا، وَ طَالَتْ فِیْ مَسَاكِنِ الْوَحْشَةِ اِقَامَتُنَا، وَ لَمْ نَجِدْ مِنْ كَرْبٍ فَرَجًا، وَ لَا مِنْ ضِيْقٍ مُّتَّسَعًا!.

فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ بِعَقْلِكَ، اَوْ كُشِفَ عَنْهُمْ مَحْجُوْبُ الْغِطَآءِ لَكَ، وَ قَدِ ارْتَسَخَتْ اَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَكَّتْ، وَ اكْتَحَلَتْ اَبْصَارُهُمْ بِالتُّرَابِ فَخَسَفَتْ، وَ تَقَطَّعَتِ الْاَلْسِنَةُ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ بَعْدَ ذَلَاقَتِهَا، وَ هَمَدَتِ الْقُلُوْبُ فِیْ صُدُوْرِهِمْ بَعْدَ يَقَظَتِهَا، وَ عَاثَ فِیْ كُلِّ جَارِحَةٍ مِّنْهُمْ جَدِيْدُ بِلًى سَمَّجَهَا، وَ سَهَّلَ طُرُقَ الْاٰفَةِ اِلَيْهَا، مُسْتَسْلِمَاتٍ فَلَاۤ اَيْدٍ تَدْفَعُ، وَ لَا قُلُوْبٌ تَجْزَعُ، لَرَاَيْتَ اَشْجَانَ قُلُوْبٍ، وَ اَقْذَآءَ عُيُوْنٍ، لَهُمْ فِیْ كُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ لَّا تَنْتَقِلُ، وَ غَمْرَةٌ لَّا تَنْجَلِیْ، وَ كَمْ اَكَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ عَزِيْزِ جَسَدٍ، وَ اَنِيْقِ لَوْنٍ، كَانَ فِی الدُّنْيَا غَذِیَّ تَرَفٍ، وَ رَبِيْبَ شَرَفٍ! يَتَعَلَّلُ بِالسُّرُوْرِ فِیْ سَاعَةِ حُزْنِهٖ، وَ يَفْزَعُ اِلَى السَّلْوَةِ اِنْ مُصِيْبَةٌ نَّزَلَتْ بِهٖ،

بگڑ گئے، نرم و نازک بدن مٹی میں مل گئے اور ہم نے بوسیدہ کفن پہن رکھا ہے اور قبر کی تنگی نے ہمیں عاجز کر دیا ہے، خوف و دہشت کا ایک دوسرے سے ورثہ پایا ہے، ہماری خاموش منزلیں ویران ہوگئیں، ہمارے جسم کی رعنائیاں مٹ گئیں، ہماری جانی پہچانی ہوئی صورتیں بدل گئیں، ان وحشت کدوں میں ہماری مدّت رہائش دراز ہوگئی، نہ بے چینی سے چھٹکارا نصیب ہے، نہ تنگی سے فراخی حاصل ہے۔

اب اس عالم میں کہ جب کیڑوں کی وجہ سے ان کے کان سماعت کو کھو کر بہرے ہو چکے ہیں اور ان کی آنکھیں خاک کا سرمہ لگا کر اندر کو دھنس چکی ہیں اور ان کے منہ میں زبانیں طلاقت و روانی دکھانے کے بعد پارہ پارہ ہوچکی ہیں اور سینوں میں دل چوکنا رہنے کے بعد بے حرکت ہو چکے ہیں اور ان کے ایک ایک عضو کو نت نئی بوسیدگیوں نے تباہ کر کے بدہیئت بنا دیا ہے اور اس حالت میں کہ وہ (ہر مصیبت سہنے کیلئے) بلا مزاحمت آمادہ ہیں، ان کی طرف آفتوں کا راستہ ہموار کر دیا ہے، نہ کوئی ہاتھ ہے جو ان کا بچاؤ کرے اور نہ (پسیجنے والے) دل ہیں جو بے چین ہو جائیں، اگر تم اپنی عقلوں میں ان کا نقشہ جماؤ، یا یہ کہ تمہارے سامنے سے ان پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا جائے تو البتہ تم ان کے دلوں کے اندوہ اور آنکھوں میں پڑے ہوئے خس و خاشاک کو دیکھو گے کہ ان پر شدت و سختی کی ایسی حالت ہے کہ وہ بدلتی نہیں اور ایسی مصیبت و جان کاہی ہے کہ ہٹنے کا نام نہیں لیتی اور تمہیں معلوم ہوگا کہ زمین نے کتنے باوقار جسموں اور دلفریب رنگ روپ والوں کو کھا لیا، (جو دنیا میں ناز و نعمت کے پلے اور احترام و شرف کے پروردہ یافتہ تھے)، جو رنج کی گھڑیوں میں بھی مسرت انگیز چیزوں سے دل بہلاتے تھے، اگر کوئی مصیبت ان پر آ پڑتی تھی تو اپنے عیش کی

ضَنًّا بِغَضَارَةِ عَيْشِهٖ، وَ شَحَاحَةً بِلَهْوِهٖ وَ لَعِبِهٖ!.

فَبَيْنَا هُوَ يَضْحَكُ اِلَى الدُّنْيَا وَ تَضْحَكُ اِلَيْهِ فِیْ ظِلِّ عَيْشٍ غَفُوْلٍ، اِذْ وَطِئَ الدَّهْرُ بِهٖ حَسَكَهٗ، وَ نَقَضَتِ الْاَيَّامُ قُوَاهُ، وَ نَظَرَتْ اِلَيْهِ الْحُتُوْفُ مِنْ كَثَبٍ، فَخَالَطَهٗ بَثٌّ لَّا يَعْرِفُهٗ، وَ نَجِیُّ هَمٍّ مَّا كَانَ يَجِدُهٗ، وَ تَوَلَّدَتْ فِيْهِ فَتَرَاتُ عِلَلٍ، اٰنَسَ مَا كَانَ بِصِحَّتِهٖ، فَفَزِعَ اِلٰى مَا كَانَ عَوَّدَهُ الْاَطِبَّآءُ مِنْ تَسْكِيْنِ الْحَارِّ بِالْقَارِّ، وَ تَحْرِيْكِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ، فَلَمْ يُطْفِئْ بِبَارِدٍ اِلَّا ثَوَّرَ حَرَارَةً، وَ لَا حَرَّكَ بِحَارٍّ اِلَّا هَيَّجَ بُرُوْدَةً، وَ لَا اعْتَدَلَ بِمُمَازِجٍ لِّتِلْكَ الطَّبَآئِعِ اِلَّاۤ اَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ دَآءٍ، حَتّٰى فَتَرَ مُعَلِّلُهٗ، وَ ذَهَلَ مُمَرِّضُهٗ، وَ تَعَايَاۤ اَهْلُهٗ بِصِفَةِ دَآئِهٖ. وَ خَرِسُوْا عَنْ جَوَابِ السَّآئِلِيْنَ عَنْهُ، وَ تَنَازَعُوْا دُوْنَهٗ شَجِیَّ خَبَرٍ يَّكْتُمُوْنَهٗ، فَقَآئِلٌ يَّقُوْلُ: هُوَ لِمَا بِهٖ، وَ مُمَنٍّ لَّهُمْ اِيَابَ عَافِيَتِهٖ، وَ مُصَبِّرٌ لَّهُمْ عَلٰى فَقْدِهٖ، يُذَكِّرُهُمْ اُسَى الْمَاضِيْنَ مِنْ قَبْلِهٖ.

تازگیوں پر للچائے رہنے اور کھیل تفریح پر فریفتہ ہونے کی وجہ سے خوش وقتیوں کے سہارے ڈھونڈتے تھے۔

اسی دوران میں کہ وہ غافل و مدہوش کرنے والی زندگی کی چھاؤں میں دنیا کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے اور دنیا انہیں دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی کہ اچانک زمانہ نے انہیں کانٹوں کی طرح روند دیا اور ان کے سارے زور توڑ دیئے اور قریب ہی سے موت کی نظریں ان پر پڑنے لگیں اور ایسا غم و اندوہ ان پر طاری ہوا کہ جس سے وہ آشنا نہ تھے اور ایسے اندرونی قلق میں مبتلا ہوئے کہ جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا اور اس حالت میں کہ وہ صحت سے بہت زیادہ مانوس تھے ان میں مرض کی کمزوریاں پیدا ہو گئیں، تو اب انہوں نے انہی چیزوں کی طرف رجوع کیا جن کا طبیبوں نے انہیں عادی بنا رکھا تھا کہ گرمی کے زور کو سرد دواؤں سے فرو کیا جائے اور سردی کو گرم دواؤں سے ہٹایا جائے، مگر سرد دواؤں نے گرمی کو بجھانے کی بجائے اور بھڑکا دیا اور گرم دواؤں نے ٹھنڈک کو ہٹانے کی بجائے اس کا جوش اور بڑھا دیا اور نہ ان طبیعتوں میں مخلوط ہونے والی چیزوں سے ان کے مزاج نقطہ اعتدال پر آئے، بلکہ ان چیزوں نے ہر عضوِ ماؤف کا آزار اور بڑھا دیا، یہاں تک کہ چارہ گر سست پڑ گئے، تیماردار (مایوس ہو کر) غفلت برتنے لگے، گھر والے مرض کی حالت بیان کرنے سے عاجز آ گئے اور مزاج پرسی کرنے والوں کے جواب سے خاموشی اختیار کر لی اور اس سے چھپاتے ہوئے اس اندوہناک خبر کے بارے میں اختلاف رائے کرنے لگے۔ ایک کہنے والا یہ کہتا تھا کہ اس کی حالت جو ہے سو ظاہر ہے اور ایک صحت و تندرستی کے پلٹ آنے کی امید دلاتا تھا اور ایک اس کی (ہونے والی) موت پر انہیں صبر کی تلقین کرتا اور اس سے پہلے گزر جانے والوں کی مصیبتیں انہیں یاد دلاتا تھا۔

فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ عَلٰى جَنَاحٍ مِّنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا وَ تَرْكِ الْاَحِبَّةِ، اِذْ عَرَضَ لَهٗ عَارِضٌ مِّنْ غُصَصِهٖ، فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِذُ فِطْنَتِهٖ، وَ يَبِسَتْ رُطُوْبَةُ لِسَانِهٖ، فَكَمْ مِنْ مُّهِمٍّ مِّنْ جَوَابِهٖ عَرَفَهٗ فَعَيَّ عَنْ رَدِّهٖ، وَ دُعَآءٍ مُّؤْلِمٍ لِّقَلْبِهٖ سَمِعَهٗ فَتَصَامَّ عَنْهُ، مِنْ كَبِيْرٍ كَانَ يُعَظِّمُهٗ، اَوْ صَغِيْرٍ كَانَ يَرْحَمُهٗ! وَ اِنَّ لِلْمَوْتِ لَغَمَرَاتٍ هِيَ اَفْظَعُ مِنْ اَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةٍ، اَوْ تَعْتَدِلَ عَلٰى عُقُوْلِ اَهْلِ الدُّنْيَا.

-----☆☆-----

اسی اثنا میں کہ وہ دنیا سے جانے اور دوستوں کو چھوڑنے کیلئے پر تول رہا تھا کہ ناگاہ گلوگیر پھندوں میں سے ایک ایسا پھندا اسے لگا کہ اس کے ہوش وحواس پاشان و پریشان ہو گئے اور زبان کی تری خشک ہو گئی اور کتنے ہی مہم سوالات تھے کہ جن کے جواب وہ جانتا تھا، مگر بیان کرنے سے عاجز ہو گیا اور کتنی ہی دلسوز صدائیں اس کے کان سے ٹکرائیں کہ جن کے سننے سے بہرا ہو گیا۔ وہ آواز یا کسی ایسے بزرگ کی ہوتی تھی جس کا یہ بڑا احترام کرتا تھا، یا کسی ایسے خوردسال کی ہوتی تھی جس پر یہ مہربان و شفیق تھا۔ موت کی سختیاں اتنی ہیں کہ مشکل ہے کہ دائرہ بیان میں آسکیں یا اہل دنیا کی عقلوں کے اندازہ پر پوری اتر سکیں۔

--☆☆--

۱؎ اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ بنی عبد مناف اور بنی سہم، مال و دولت کی فراوانی اور افراد قبیلہ کی کثرت پر آپس میں تفاخر کرنے لگے اور ہر ایک اپنی کثرت دکھانے کیلئے اپنے مُردوں کو بھی شمار کرنے لگا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہیں مال و اولاد کی کثرت نے غافل کر دیا ہے، یہاں تک کہ تم نے زندوں کے ساتھ مُردوں کو بھی شمار کرنا شروع کر دیا۔

اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ: مال و اولاد کی فراوانی نے تمہیں غافل کر دیا ہے، یہاں تک کہ تم مر کر قبروں تک پہنچ گئے۔ مگر امیر المومنین علیہ السلام کے ارشاد سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ جو دن کے وقت مرتے ہیں ان کی نگاہوں میں ہمیشہ دن ہی رہتا ہے اور جو رات کے وقت مرتے ہیں ان کیلئے رات کا اندھیرا نہیں چھٹتا، کیونکہ وہ ایسے مقام پر ہیں کہ جہاں چاند، سورج کی گردش اور شب و روز کا چکر نہیں ہوتا۔ اس مضمون کو ایک شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے:

لَا بُدَّ مِنْ يَوْمٍ بِلَا لَيْلَةٍ اَوْ لَيْلَةٍ تَأْتِيْ بِلَا يَوْمٍ

”پھر اجالی رات کا منظر نہ دیکھے گا یہ دن، صبح کا جلوہ نہ دیکھے گی کبھی شامِ فراق“۔

☆☆☆☆☆

(۲۱۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ عِنْدَ تِلَاوَتِهٖ: ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾:

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ الذِّكْرَ جِلَآءً لِّلْقُلُوْبِ، تَسْمَعُ بِهٖ بَعْدَ الْوَقْرَةِ، وَ تُبْصِرُ بِهٖ بَعْدَ الْعَشْوَةِ، وَ تَنْقَادُ بِهٖ بَعْدَ الْمُعَانَدَةِ، وَ مَا بَرِحَ لِلّٰهِ ـ عَزَّتْ اٰلَآؤُهٗ ـ فِی الْبُرْهَةِ بَعْدَ الْبُرْهَةِ، وَ فِیْۤ اَزْمَانِ الْفَتَرَاتِ، عِبَادٌ نَّاجَاهُمْ فِیْ فِكْرِهِمْ، وَ كَلَّمَهُمْ فِیْ ذَاتِ عُقُوْلِهِمْ، فَاسْتَصْبَحُوْا بِنُوْرِ يَقْظَةٍ فِی الْاَبْصَارِ وَ الْاَسْمَاعِ وَ الْاَفْئِدَةِ، يُذَكِّرُوْنَ بِاَيَّامِ اللّٰهِ، وَ يُخَوِّفُوْنَ مَقَامَهٗ، بِمَنْزِلَةِ الْاَدِلَّةِ فِی الْفَلَوَاتِ، مَنْ اَخَذَ الْقَصْدَ حَمِدُوْۤا اِلَيْهِ طَرِيْقَهٗ، وَ بَشَّرُوْهُ بِالنَّجَاةِ، وَ مَنْ اَخَذَ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا ذَمُّوْۤا اِلَيْهِ الطَّرِيْقَ، وَ حَذَّرُوْهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَ كَانُوْا كَذٰلِكَ مَصَابِيْحَ تِلْكَ الظُّلُمٰتِ، وَ اَدِلَّةَ تِلْكَ الشُّبُهٰتِ.

وَ اِنَّ لِلذِّكْرِ لَاَهْلًا اَخَذُوْهُ مِنَ الدُّنْيَا بَدَلًا، فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْهُ، يَقْطَعُوْنَ بِهٖۤ اَيَّامَ الْحَيَاةِ، وَ يَهْتِفُوْنَ بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ فِیْۤ اَسْمَاعِ

خطبه (۲۱۹)

آیہ ﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾: ''وہ لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں بناتی''، کی تلاوت کے بعد فرمایا:

بیشک اللہ سبحانہ نے اپنی یاد کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ (اوامر ونواہی سے) بہرا ہونے کے بعد سننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دشمنی وعناد کے بعد فرمانبردار ہو گئے، یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاءؑ سے خالی دور میں حضرت ربّ العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق ومعارف کا) القاء کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے الہامی آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھوں، کانوں اور دلوں میں بیداری کے نور سے (ہدایت و بصیرت کے) چراغ روشن کئے۔ وہ مخصوص یاد رکھنے (کے قابل) دنوں کی یاد دلاتے ہیں اور اس کی جلالت و بزرگی سے ڈراتے ہیں، وہ لق ودق صحراؤں میں دلیل راہ ہیں، جو میانہ روی اختیار کرتا ہے اس کے طور طریقے پر تحسین وآفرین کرتے ہیں اور اسے نجات کی خوشخبری سناتے ہیں اور جو (افراط وتفریط کی) دائیں بائیں سمتوں پر ہو لیتا ہے اس کے رویہ کی مذمت کرتے ہیں اور اسے تباہی و ہلاکت سے خوف دلاتے ہیں۔ انہی خصوصیتوں کے ساتھ یہ ان اندھیاریوں کے چراغ اور ان شبہوں کیلئے راہنما ہیں۔

کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنہوں نے یاد الٰہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا، انہیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے نہ خرید وفروخت، اسی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الٰہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں،

الْغَافِلِيْنَ، وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ وَ يَاْتَمِرُوْنَ بِهٖ، وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ، فَكَاَنَّمَا قَطَعُوا الدُّنْيَآ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَ هُمْ فِيْهَا، فَشَاهَدُوْا مَا وَرَآءَ ذٰلِكَ، فَكَاَنَّمَا اطَّلَعُوْا غُيُوْبَ اَهْلِ الْبَرْزَخِ فِیْ طُوْلِ الْاِقَامَةِ فِيْهِ، وَ حَقَّقَتِ الْقِيٰمَةُ عَلَيْهِمْ عِدَاتِهَا، فَكَشَفُوْا غِطَآءَ ذٰلِكَ لِاَهْلِ الدُّنْيَا، حَتّٰى كَاَنَّهُمْ يَرَوْنَ مَا لَا يَرَى النَّاسُ، وَ يَسْمَعُوْنَ مَا لَا يَسْمَعُوْنَ.

عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں۔ گویا کہ انہوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کر لیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور گویا کہ وہ اہل برزخ کے ان چھپے ہوئے حالات پر جو ان کے طویل عرصہ قیام میں انہیں پیش آئے، آگاہ ہو چکے ہیں اور گویا کہ قیامت نے ان کیلئے اپنے وعدوں کو پورا کر دیا اور انہوں نے اہل دنیا کے سامنے (ان چیزوں پر سے) پردہ الٹ دیا، یہاں تک کہ گویا وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور وہ سب کچھ سن رہے ہیں جسے دوسرے نہیں سن سکتے۔

فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِیْ مَقَاوِمِهِمُ الْمَحْمُوْدَةِ، وَ مَجَالِسِهِمُ الْمَشْهُوْدَةِ، وَ قَدْ نَشَرُوْا دَوَاوِيْنَ اَعْمَالِهِمْ، وَ فَرَغُوْا لِمُحَاسَبَةِ اَنْفُسِهِمْ، وَ عَلٰى كُلِّ صَغِيْرَةٍ وَّ كَبِيْرَةٍ اُمِرُوْا بِهَا فَقَصَّرُوْا عَنْهَا، اَوْ نُهُوْا عَنْهَا فَفَرَّطُوْا فِيْهَا، وَ حَمَّلُوْا ثِقَلَ اَوْزَارِهِمْ ظُهُوْرَهُمْ، فَضَعُفُوْا عَنِ الْاِسْتِقْلَالِ بِهَا، فَنَشَجُوْا نَشِيْجًا، وَ تَجَاوَبُوْا نَحِيْبًا، يَعِجُّوْنَ اِلٰى رَبِّهِمْ مِنْ مَّقَامِ نَدَمٍ وَّ اعْتِرَافٍ، لَرَاَيْتَ اَعْلَامَ هُدًى، وَ مَصَابِيْحَ دُجًى، قَدْ حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ، وَ تَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ، وَ فُتِحَتْ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ، وَ اُعِدَّتْ لَهُمْ مَقَاعِدُ الْكَرَامَاتِ، فِیْ مَقَامٍ اطَّلَعَ اللّٰهُ

اگر تم ان کی پاکیزہ جگہوں اور پسندیدہ محفلوں میں ان کی تصویر اپنے ذہن میں کھینچو جبکہ وہ اپنے اعمال ناموں کو کھولے ہوں اور اپنے نفسوں سے ہر چھوٹے بڑے کام کا محاسبہ کرنے پر آمادہ ہوں، ایسے کام کہ جن پر وہ مامور تھے اور انہوں نے کوتاہی کی یا ایسے کہ جن سے انہیں روکا گیا تھا اور ان سے تقصیر ہوئی اور ہمیشہ اپنی پشتوں کو اپنے گناہوں سے گرانبار محسوس کرتے رہے ہوں کہ جن کے اٹھانے سے وہ اپنے کو عاجز و درماندہ پاتے ہوں، اس لئے روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئی ہوں اور بلک بلک کر روتے ہوئے ایک دوسرے کو جواب دے رہے ہوں اور ندامت و اعتراف گناہ کی منزل پر کھڑے ہوئے اللہ سے چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہوں، تو اس صورت میں تمہیں ہدایت کے نشان اور اندھیروں کے چراغ نظر آئیں گے کہ جن کے گرد فرشتے حلقہ کئے ہوں گے، تسلی و تسکین کا ان پر وُرود ہو، آسمان کے دروازے ان کیلئے کھلے ہوئے ہوں، عزت کی مسندیں ان کیلئے مہیا ہوں، ایسی جگہ پر کہ جہاں اللہ کی نظر توجہ ان پر ہو، وہ ان کی کوششوں

عَلَيْهِمْ فِيْهِ، فَرَضِيَ سَعْيَهُمْ، وَ حَمِدَ مَقَامَهُمْ، يَتَنَسَّمُوْنَ بِدُعَآئِهٖ رَوْحَ التَّجَاوُزِ، رَهَآئِنُ فَاقَةٍ اِلٰى فَضْلِهٖ، وَ اُسَارٰى ذِلَّةٍ لِّعَظَمَتِهٖ، جَرَحَ طُوْلُ الْاَسٰى قُلُوْبَهُمْ، وَطُوْلُ الْبُكَآءِ عُيُوْنَهُمْ.

لِكُلِّ بَابِ رَغْبَةٍ اِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ يَدٌ قَارِعَةٌ، يَسْئَلُوْنَ مَنْ لَّا تَضِيْقُ لَدَيْهِ الْمَنَادِحُ، وَ لَا يَخِيْبُ عَلَيْهِ الرَّاغِبُوْنَ. فَحَاسِبْ نَفْسَكَ لِنَفْسِكَ، فَاِنَّ غَيْرَهَا مِنَ الْاَنْفُسِ لَهَا حَسِيْبٌ غَيْرُكَ.

-----☆☆-----

سے خوش ہو اور ان کی منزلت پر آفرین کرتا ہو، وہ اسے پکارنے کی وجہ سے عفو و بخشش کی ہواؤں میں سانس لیتے ہوں، وہ اسکے فضل و کرم کی احتیاج میں گروی ہوں اور اسکی عظمت و رفعت کے سامنے ذلت و پستی میں جکڑے ہوئے ہوں، غم و اندوہ کی طویل مدت نے انکے دلوں کو زخمی اور گریہ و بکا کی کثرت نے ان کی آنکھوں کو مجروح کر دیا ہو۔

ہر اس دروازہ پر ان کا ہاتھ دستک دینے والا ہے جو اس کی طرف متوجہ و راغب کرے، وہ اس سے مانگتے ہیں کہ جس کے جود و کرم کی پہنائیاں تنگ نہیں ہوتیں اور نہ خواہش لے کر بڑھنے والے ناامید پھرتے ہیں۔ تم اپنی بہبودی کیلئے اپنے ہی نفس کا محاسبہ کرو، کیونکہ دوسروں کا محاسبہ کرنے والا تمہارے علاوہ دوسرا ہے۔

--☆☆--

(۲۲۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ عِنْدَ تِلَاوَتِهٖ: ﴿يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝﴾:

اَدْحَضُ مَسْؤُلٍ حُجَّةً، وَ اَقْطَعُ مُغْتَرٍّ مَّعْذِرَةً، لَقَدْ اَبْرَحَ جَهَالَةً بِنَفْسِهٖ.

يَاۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ! مَا جَرَّاَكَ عَلٰى ذَنْبِكَ، وَ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ، وَ مَاۤ اَنَسَكَ بِهَلَكَةِ نَفْسِكَ؟ اَمَا مِنْ دَآئِكَ بُلُوْلٌ، اَمْ لَيْسَ مِنْ نَّوْمَتِكَ يَقَظَةٌ؟ اَمَا تَرْحَمُ مِنْ نَّفْسِكَ مَا تَرْحَمُ مِنْ غَيْرِكَ؟ فَلَرُبَّمَا تَرَى الضَّاحِيَ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ فَتُظِلُّهٗ، اَوْ تَرَى الْمُبْتَلٰى بِاَلَمٍ

خطبہ (۲۲۰)

آیت ﴿يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝﴾: ”اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے پروردگار کریم کے بارے میں دھوکا دیا“ کی تلاوت کے وقت ارشاد فرمایا:

یہ شخص جس سے یہ سوال ہو رہا ہے جواب میں کتنا عاجز اور یہ فریب خوردہ عذر پیش کرنے میں کتنا قاصر ہے! وہ اپنے نفس کو سختی سے جہالت میں ڈالے ہوئے ہے۔

اے انسان! تجھے کس چیز نے گناہ پر دلیر کر دیا ہے؟ اور کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکا دیا ہے؟ اور کس چیز نے تجھے اپنی تباہی پر مطمئن بنا دیا ہے؟ کیا تیرے مرض کیلئے شفا اور تیرے خواب (غفلت) کیلئے بیداری نہیں ہے؟ کیا تجھے اپنے پر اتنا بھی رحم نہیں آتا جتنا دوسروں پر ترس کھاتا ہے؟ بسا اوقات تو جلتی دھوپ میں کسی کو دیکھتا ہے تو اس پر سایہ کر دیتا ہے یا کسی کو درد و کرب میں مبتلا پاتا

يُمِضُّ جَسَدَهٗ فَتَبْكِیْ رَحْمَةً لَّهٗ!، فَمَا صَبَّرَكَ عَلٰى دَآئِكَ، وَ جَلَّدَكَ عَلٰى مُصَابِكَ، وَ عَزَّاكَ عَنِ الْبُكَآءِ عَلٰى نَفْسِكَ وَ هِیَ اَعَزُّ الْاَنْفُسِ عَلَيْكَ! وَ كَيْفَ لَا يُوْقِظُكَ خَوْفُ بَيَاتِ نِقْمَةٍ، وَ قَدْ تَوَرَّطْتَ بِمَعَاصِيْهِ مَدَارِجَ سَطَوَاتِهٖ!.

فَتَدَاوَ مِنْ دَآءِ الْفَتْرَةِ فِیْ قَلْبِكَ بِعَزِيْمَةٍ، وَ مِنْ كَرَى الْغَفْلَةِ فِیْ نَاظِرِكَ بِيَقَظَةٍ، وَ كُنْ لِلّٰهِ مُطِيْعًا، وَ بِذِكْرِهٖ اٰنِسًا، وَ تَمَثَّلْ فِیْ حَالِ تَوَلِّيْكَ عَنْهُ اِقْبَالَهٗ عَلَيْكَ، يَدْعُوْكَ اِلٰى عَفْوِهٖ، وَ يَتَغَمَّدُكَ بِفَضْلِهٖ، وَ اَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ.

فَتَعَالٰى مِنْ قَوِيٍّ مَّآ اَكْرَمَهٗ! وَ تَوَاضَعْتَ مِنْ ضَعِيْفٍ مَّآ اَجْرَاَكَ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ! وَ اَنْتَ فِیْ كَنَفِ سِتْرِهٖ مُقِيْمٌ، وَ فِیْ سَعَةِ فَضْلِهٖ مُتَقَلِّبٌ، فَلَمْ يَمْنَعْكَ فَضْلَهٗ، وَ لَمْ يَهْتِكْ عَنْكَ سِتْرَهٗ، بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ لُّطْفِهٖ مَطْرَفَ عَيْنٍ فِیْ نِعْمَةٍ يُّحْدِثُهَا لَكَ، اَوْ سَيِّئَةٍ يَّسْتُرُهَا عَلَيْكَ، اَوْ بَلِيَّةٍ يَّصْرِفُهَا عَنْكَ، فَمَا ظَنُّكَ بِهٖۤ لَوْ اَطَعْتَهٗ!.

وَايْمُ اللّٰهِ! لَوْ اَنَّ هٰذِهِ الصِّفَةَ كَانَتْ فِیْ مُتَّفِقَيْنِ فِی الْقُوَّةِ، مُتَوَازِيَيْنِ فِی الْقُدْرَةِ،

ہے تو اس پر شفقت کی بنا پر تیرے آنسو نکل پڑتے ہیں، مگر خود اپنے روگ پر کس نے تجھے صبر دلایا ہے؟ اور کس نے تجھے اپنی مصیبتوں پر توانا کر دیا ہے اور خود اپنے اوپر رونے سے تسلی دے دی ہے؟ حالانکہ سب جانوں سے تجھے اپنی جان عزیز ہے اور کیونکر عذاب الٰہی کے رات ہی کو ڈیرے ڈال دینے کا خطرہ تجھے بیدار نہیں رکھتا؟ حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہر و تسلط کی راہ میں پڑا ہوا ہے۔

دل کی کوتاہیوں کے روگ کا چارہ عزم راسخ سے، آنکھوں کے خواب غفلت کا مداوا بیداری سے کرو، اللہ کے مطیع و فرمانبردار بنو اور اس کی یاد سے جی لگاؤ۔ ذرا اس حالت کا تصور کرو! وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو اور وہ تمہیں اپنے دامن عفو میں لینے کیلئے بلا رہا ہے اور اپنے لطف و احسان سے ڈھانپنا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اس سے روگرداں ہو کر دوسری طرف رخ کئے ہوئے ہو۔

بلند و برتر ہے وہ خدائے قوی و توانا کہ جو کتنا بڑا کریم ہے اور تو اتنا عاجز و ناتواں اور اتنا پست ہو کر گناہوں پر کتنا جری اور دلیر ہے، حالانکہ اسی کے دامن پناہ میں اقامت گزیں ہے اور اسی کے لطف و احسان کی پہنائیوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے۔ اس نے اپنے لطف و کرم کو تجھ سے روکا نہیں اور نہ تیرا پردہ چاک کیا ہے، بلکہ اس کی کسی نعمت میں جو اس نے تیرے لئے خلق کی، یا کسی گناہ میں کہ جس پر اس نے پردہ ڈالا، یا کسی مصیبت و ابتلا میں کہ جس کا رخ تجھ سے موڑا، تو اس کے لطف و کرم سے لحظہ بھر کیلئے محروم نہیں ہوا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جب تو اس کی معصیت کرتا ہے تو پھر تیرا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر تو اس کی اطاعت کرتا ہوتا۔

خدا کی قسم! اگر یہی رویہ دو ایسے شخصوں میں ہوتا جو قوت و قدرت میں برابر کے ہم پلہ ہوتے (اور ان میں سے ایک تو ہوتا جو بے رخی کرتا

لَكُنْتَ اَوَّلَ حَاكِمٍ عَلٰى نَفْسِكَ بِذَمِيْمِ الْاَخْلَاقِ، وَ مَسَاوِی الْاَعْمَالِ.

وَ حَقًّا اَقُوْلُ! مَا الدُّنْيَا غَرَّتْكَ، وَ لٰكِنْ بِهَا اغْتَرَرْتَ، وَ لَقَدْ كَاشَفَتْكَ الْعِظَاتِ، وَ اٰذَنَتْكَ عَلٰى سَوَآءٍ، وَ لَهِیَ بِمَا تَعِدُكَ مِنْ نُّزُوْلِ الْبَلَآءِ بِجِسْمِكَ، وَ النَّقْصِ فِیْ قُوَّتِكَ، اَصْدَقُ وَ اَوْفٰی مِنْ اَنْ تَكْذِبَكَ، اَوْ تَغُرَّكَ، وَ لَرُبَّ نَاصِحٍ لَّهَا عِنْدَكَ مُتَّهَمٌ، وَ صَادِقٍ مِّنْ خَبَرِهَا مُكَذَّبٌ، وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِی الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ، وَ الرُّبُوْعِ الْخَالِيَةِ، لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذْكِيْرِكَ، وَ بَلَاغِ مَوْعِظَتِكَ، بِمَحَلَّةِ الشَّفِيْقِ عَلَيْكَ، وَ الشَّحِيْحِ بِكَ! وَ لَنِعْمَ دَارُ مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِهَا دَارًا، وَ مَحَلُّ مَنْ لَّمْ يُوَطِّنْهَا مَحَلًّا! وَ اِنَّ السُّعَدَآءَ بِالدُّنْيَا غَدًا هُمُ الْهَارِبُوْنَ مِنْهَا الْيَوْمَ.

اِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ، وَ حَقَّتْ بِجَلَآئِلِهَا الْقِيٰمَةُ، وَ لَحِقَ بِكُلِّ مَنْسَكٍ اَهْلُهٗ، وَ بِكُلِّ مَعْبُوْدٍ عَبَدَتُهٗ، وَ بِكُلِّ مُطَاعٍ اَهْلُ طَاعَتِهٖ، فَلَمْ يُجْزَ فِیْ عَدْلِهٖ وَ قِسْطِهٖ يَوْمَئِذٍ خَرْقُ بَصَرٍ فِی الْهَوَآءِ، وَ لَا هَمْسُ قَدَمٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا بِحَقِّهٖ، فَكَمْ حُجَّةٍ يَّوْمَ ذَاكَ دَاحِضَةٌ، وَ عَلَآئِقِ عُذْرٍ مُّنْقَطِعَةٌ! فَتَحَرَّ مِنْ اَمْرِكَ مَا

اور دوسرا تجھ پر احسان کرتا) تو تُو ہی سب سے پہلے اپنے نفس پر کج خلقی اور بدکرداری کا حکم لگاتا۔

سچ کہتا ہوں کہ دنیا نے تجھ کو فریب نہیں دیا بلکہ تو خود (جان بوجھ کر) اس کے فریب میں آیا ہے۔ اس نے تو تیرے سامنے نصیحتوں کو کھول کر رکھ دیا اور تجھے (ہر چیز سے) یکساں طور پر آگاہ کر دیا۔ اس نے جن بلاؤں کے تیرے جسم پر نازل ہونے اور جس کمزوری کے تیرے قویٰ پر طاری ہونے کا وعدہ کیا ہے اس میں راست گو اور ایفائے عہد کرنے والی ہے، بجائے اس کے کہ تجھ سے جھوٹ کہا ہو یا فریب دیا ہو۔ کتنے ہی اس دنیا کے بارے میں سچے نصیحت کرنے والے ہیں جو تیرے نزدیک ناقابل اعتبار ہیں اور کتنے ہی اس کے حالات کو صحیح صحیح بیان کرنے والے ہیں جو جھٹلائے جاتے ہیں۔ اگر تو ٹوٹے ہوئے گھروں اور سنسان مکانوں سے دنیا کی معرفت حاصل کرے تو تُو انہیں اچھی یاد دہانی اور مؤثر پند دہی کے لحاظ سے بمنزلہ ایک مہربان کے پائے گا کہ جو تیرے (ہلاکتوں میں پڑنے سے) بخل سے کام لیتے ہیں۔ یہ دنیا اس کیلئے اچھا گھر ہے جو اسے گھر سمجھنے پر خوش نہ ہو اور اسی کیلئے اچھی جگہ ہے جو اسے اپنا وطن بنا کر نہ رہے۔ اس دنیا کی وجہ سے سعادت کی منزل پر کل وہی لوگ پہنچیں گے جو آج اس سے گریزاں ہیں۔

جب زمین زلزلہ میں اور قیامت اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آجائے گی اور ہر عبادت گاہ سے اس کے پجاری، ہر معبود سے اس کے پرستار اور ہر پیشوا سے اس کے مقتدی ملحق ہو جائیں گے تو اس وقت فضا میں شگاف کرنے والی نظر اور زمین میں قدموں کی ہلکی چاپ کا بدلہ بھی اسکی عدالت گستری و انصاف پروری کے پیش نظر حق و انصاف سے پورا پورا دیا جائے گا۔ اس دن کتنی ہی دلیلیں غلط و بے معنی ہو جائیں گی اور عذر و معذرت کے بندھن ٹوٹ جائیں گے۔ تو اب اس چیز کو اختیار کر و جس

يَقُوْمُ بِهٖ عُذْرُكَ، وَ تَثْبُتُ بِهٖ حُجَّتُكَ، وَ خُذْ مَا يَبْقٰى لَكَ مِمَّا لَا تَبْقٰى لَهٗ، وَ تَيَسَّرْ لِسَفَرِكَ، وَ شِمْ بَرْقَ النَّجَاةِ، وَ ارْحَلْ مَطَايَا التَّشْمِيْرِ.

سے تمہارا عذر قبول اور تمہاری حجت ثابت ہو سکے۔ جس دنیا سے تم نے ہمیشہ بہرہ یاب نہیں ہونا اس سے وہ چیزیں لے لو جو تمہارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ اپنے سفر کیلئے تیار رہو، (دنیا کی ظلمتوں میں) نجات کی چمک پر نظر کرو اور جدوجہد کی سواریوں پر پالان کس لو۔

☆☆

(۲۲۱) وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۲۲۱)

وَ اللّٰهِ! لَاَنْ اَبِيْتَ عَلٰى حَسَكِ السَّعْدَانِ مُسَهَّدًا، وَ اُجَرَّ فِي الْاَغْلَالِ مُصَفَّدًا، اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ظَالِمًا لِّبَعْضِ الْعِبَادِ، وَ غَاصِبًا لِّشَیْءٍ مِّنَ الْحُطَامِ، وَ كَيْفَ اَظْلِمُ اَحَدًا لِّنَفْسٍ يُّسْرِعُ اِلَى الْبِلٰى قُفُوْلُهَا، وَ يَطُوْلُ فِي الثَّرٰى حُلُوْلُهَا؟!.

خدا کی قسم! مجھے سعدان[1] کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو، یا مالِ دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو۔ میں اس نفس کی خاطر کیونکر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے۔

وَاللّٰهِ! لَقَدْ رَاَيْتُ عَقِيْلًا وَّ قَدْ اَمْلَقَ حَتّٰى اسْتَمَاحَنِيْ مِنْ بُرِّكُمْ صَاعًا، وَ رَاَيْتُ صِبْيَانَهٗ شُعْثَ الشُّعُوْرِ، غُبْرَ الْاَلْوَانِ مِنْ فَقْرِهِمْ، كَاَنَّمَا سُوِّدَتْ وُجُوْهُهُمْ بِالْعِظْلِمِ، وَ عَاوَدَنِيْ مُؤَكِّدًا، وَ كَرَّرَ عَلَيَّ الْقَوْلَ مُرَدِّدًا، فَاَصْغَيْتُ اِلَيْهِ سَمْعِيْ، فَظَنَّ اَنِّيْۤ اَبِيْعُهٗ دِيْنِيْ، وَ اَتَّبِعُ قِيَادَهٗ مُفَارِقًا طَرِيْقِيْ، فَاَحْمَيْتُ لَهٗ حَدِيْدَةً، ثُمَّ اَدْنَيْتُهَا مِنْ جِسْمِهٖ لِيَعْتَبِرَ بِهَا، فَضَجَّ ضَجِيْجَ ذِيْ دَنَفٍ مِّنْ اَلَمِهَا، وَ كَادَ اَنْ يَّحْتَرِقَ مِنْ مِّيْسَمِهَا، فَقُلْتُ لَهٗ: ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ يَا عَقِيْلُ!

بخدا! میں نے (اپنے بھائی) عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصہ کے) گیہوں میں ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے ان کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے۔ گویا ان کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیئے گئے ہیں۔ وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دہرایا۔ میں نے ان کی باتوں کو کان دے کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر ان کے پیچھے ہو جاؤں گا۔ مگر میں نے کیا یہ کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر ان کے جسم کے قریب لے گیا تا کہ عبرت حاصل کریں، چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغ دینے سے جل جائے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اے عقیل! رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے

اَتَئِنُّ مِنْ حَدِيْدَةٍ اَحْمَاهَآ اِنْسَانُهَا لِلَعِبِهٖ، وَ تَجُرُّنِیْۤ اِلٰى نَارٍ سَجَرَهَا جَبَّارُهَا لِغَضَبِهٖ! اَتَئِنُّ مِنَ الْاَذٰى وَ لَاۤ اَئِنُّ مِنْ لَّظٰى؟!.

وَ اَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ طَارِقٌ طَرَقَنَا بِمَلْفُوْفَةٍ فِیْ وِعَآئِهَا، وَ مَعْجُوْنَةٍ شَنِئْتُهَا، كَاَنَّمَا عُجِنَتْ بِرِیْقِ حَیَّةٍ اَوْ قَیْئِهَا، فَقُلْتُ: اَ صِلَةٌ، اَمْ زَكَاةٌ، اَمْ صَدَقَةٌ؟ فَذٰلِكَ مُحَرَّمٌ عَلَیْنَاۤ اَهْلَ الْبَیْتِ! فَقَالَ: لَا ذَا وَ لَا ذَاكَ، وَ لٰكِنَّهَا هَدِیَّةٌ. فَقُلْتُ: هَبِلَتْكَ الْهَبُوْلُ! اَعَنْ دِیْنِ اللهِ اَتَیْتَنِیْ لِتَخْدَعَنِیْ؟ اَمُخْتَبِطٌ اَنْتَ اَمْ ذُوْ جِنَّةٍ، اَمْ تَهْجُرُ؟

وَاللهِ! لَوْ اُعْطِیْتُ الْاَقَالِیْمَ السَّبْعَةَ بِمَا تَحْتَ اَفْلَاكِهَا، عَلٰۤى اَنْ اَعْصِیَ اللهَ فِیْ نَمْلَةٍ اَسْلُبُهَا جِلْبَ شَعِیْرَةٍ مَّا فَعَلْتُهٗ، وَ اِنَّ دُنْیَاكُمْ عِنْدِیْ لَاَهْوَنُ مِنْ وَّرَقَةٍ فِیْ فَمِ جَرَادَةٍ تَقْضَمُهَا، مَا لِعَلِیٍّ وَّ لِنَعِیْمٍ یَّفْنٰى، وَ لَذَّةٍ لَّا تَبْقٰى! نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ سُبَاتِ الْعَقْلِ، وَ قُبْحِ الزَّلَلِ، وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ.

-----☆☆-----

ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں (بغیر جلانے کی نیت کے) تپایا ہے اور تم مجھے اس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کہ جسے خدائے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے۔ تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں۔

اس سے عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص[۲] رات کے وقت (شہد میں) گندھا ہوا حلوہ ایک سربند برتن میں لئے ہوئے ہمارے گھر پر آیا، جس سے مجھے ایسی نفرت تھی کہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ سانپ کے تھوک یا اس کی قے میں گوندھا گیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا یہ کسی بات کا انعام ہے؟ یا زکوٰۃ ہے؟ یا صدقہ ہے؟ کہ جو ہم اہل بیت علیہم السلام پر حرام ہے تو اس نے کہا کہ: نہ یہ ہے، نہ وہ ہے، بلکہ یہ تحفہ ہے، تو میں نے کہا کہ: پسر مردہ عورتیں تجھ پر روئیں! کیا تو دین کی راہ سے مجھے فریب دینے کیلئے آیا ہے؟ کیا تو بہک گیا ہے؟ یا پاگل ہو گیا ہے؟ یا یونہی ہذیاں بک رہا ہے؟۔

خدا کی قسم! اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے دیئے جائیں کہ صرف اللہ کی اتنی معصیت کروں کہ میں چیونٹی سے جَو کا ایک چھلکا چھین لوں تو کبھی بھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ دنیا تو میرے نزدیک اس پتّی سے بھی زیادہ بے قدر ہے جو ٹڈی کے منہ میں ہو کہ جسے وہ چبا رہی ہو۔ علیؑ کو فنا ہونے والی نعمتوں اور مٹ جانے والی لذتوں سے کیا واسطہ! ہم عقل کے خواب غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی برائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اسی سے مدد کے خواستگار ہیں۔

--☆☆--

[۱] ”سعدان“ ایک خاردار جھاڑی ہوتی ہے جسے اونٹ چرتا ہے۔

[۲] یہ اشعث ابن قیس تھا۔

(۲۲۲) وَمِنْ دُعَآءٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَللّٰهُمَّ صُنْ وَّجْهِيْ بِالْيَسَارِ، وَ لَا تَبْذُلْ جَاهِيْ بِالْاِقْتَارِ، فَاَسْتَرْزِقَ طَالِبِيْ رِزْقِكَ، وَ اَسْتَعْطِفَ شِرَارَ خَلْقِكَ، وَ اُبْتَلٰى بِحَمْدِ مَنْ اَعْطَانِيْ، وَ اُفْتَتَنَ بِذَمِّ مَنْ مَّنَعَنِيْ، وَ اَنْتَ مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ وَلِيُّ الْاِعْطَآءِ وَ الْمَنْعِ، ﴿اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝﴾.

-----☆☆-----

(۲۲۳) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

دَارٌ بِالْبَلَآءِ مَحْفُوْفَةٌ، وَ بِالْغَدْرِ مَعْرُوْفَةٌ، لَا تَدُوْمُ اَحْوَالُهَا، وَ لَا تَسْلَمُ نُزَّالُهَا. اَحْوَالٌ مُّخْتَلِفَةٌ، وَ تَارَاتٌ مُّتَصَرِّفَةٌ، اَلْعَيْشُ فِيْهَا مَذْمُوْمٌ، وَ الْاَمَانُ فِيْهَا مَعْدُوْمٌ، وَ اِنَّمَاۤ اَهْلُهَا فِيْهَاۤ اَغْرَاضٌ مُّسْتَهْدَفَةٌ، تَرْمِيْهِمْ بِسِهَامِهَا، وَ تُفْنِيْهِمْ بِحِمَامِهَا.

وَ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ! اَنَّكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا عَلٰى سَبِيْلِ مَنْ قَدْ مَضٰى قَبْلَكُمْ، مِمَّنْ كَانَ اَطْوَلَ مِنْكُمْ اَعْمَارًا، وَ اَعْمَرَ دِيَارًا، وَ اَبْعَدَ اٰثَارًا، اَصْبَحَتْ اَصْوَاتُهُمْ هَامِدَةً، وَ رِيَاحُهُمْ رَاكِدَةً، وَ اَجْسَادُهُمْ بَالِيَةً، وَ دِيَارُهُمْ خَالِيَةً، وَ اٰثَارُهُمْ عَافِيَةً، فَاسْتَبْدَلُوْا بِالْقُصُوْرِ

خطبہ (۲۲۲)

خدایا! میری آبرو کو غنا و تو انگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و تنگدستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں اور تیرے بندوں کی نگاہِ لطف و کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اس کی مدح و ثنا کرنے لگوں اور جو نہ دے اس کی برائی کرنے میں مبتلا ہو جاؤں اور ان سب چیزوں کے پس پردہ تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ ”بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے“۔

--☆☆--

خطبہ (۲۲۳)

(یہ دنیا) ایک ایسا گھر ہے جو بلاؤں میں گھرا ہوا اور فریب کاریوں میں شہرت یافتہ ہے، اس کے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے اور نہ اس میں فروکش ہونے والے صحیح و سالم رہ سکتے ہیں۔ اس کے حالات مختلف اور اطوار ادلنے بدلنے والے ہیں۔ خوش گزرانی کی صورت اس میں قابلِ مذمت اور امن و سلامتی کا اس میں پتہ نہیں۔ اس کے رہنے والے تیراندازی کے ایسے نشانے ہیں کہ جن پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں فنا کرتی رہتی ہے۔

اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں اور اس دنیا کی اُن چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہی لوگوں کی راہ پر گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ جو تم سے زیادہ لمبی عمروں والے، تم سے زیادہ آباد گھروں والے اور تم سے زیادہ پائیدار نشانیوں والے تھے، انکی آوازیں خاموش ہو گئیں، بندھی ہوائیں اکھڑ گئیں، بدن گل سڑ گئے، گھر سنسان ہو گئے اور نام و نشان تک مٹ گئے۔ انہوں نے مضبوط محلوں اور بچھی ہوئی مسندوں کو پتھروں اور چنی ہوئی سلوں اور

الْمُشَيَّدَةِ، وَ النَّمَارِقِ الْمُمَهَّدَةِ، الصُّخُوْرَ وَ الْاَحْجَارَ الْمُسَنَّدَةَ، وَ الْقُبُوْرَ اللَّاطِئَةَ الْمُلْحَدَةَ، الَّتِیْ قَدْ بُنِیَ عَلَى الْخَرَابِ فِنَآؤُهَا، وَ شُيِّدَ بِالتُّرَابِ بِنَآؤُهَا، فَمَحَلُّهَا مُقْتَرِبٌ، وَ سَاكِنُهَا مُغْتَرِبٌ، بَيْنَ اَهْلِ مَحَلَّةٍ مُّوْحِشِيْنَ، وَ اَهْلِ فَرَاغٍ مُّتَشَاغِلِيْنَ، لَا يَسْتَاْنِسُوْنَ بِالْاَوْطَانِ، وَ لَا يَتَوَاصَلُوْنَ تَوَاصُلَ الْجِيْرَانِ، عَلٰى مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ الْجِوَارِ، وَ دُنُوِّ الدَّارِ، وَ كَيْفَ يَكُوْنُ بَيْنَهُمْ تَزَاوُرٌ، وَ قَدْ طَحَنَهُمْ بِكَلْكَلِهِ الْبِلٰى، وَ اَكَلَتْهُمُ الْجَنَادِلُ وَ الثَّرٰى!.

وَ كَاَنْ قَدْ صِرْتُمْ اِلٰى مَا صَارُوْۤا اِلَيْهِ، وَ ارْتَهَنَكُمْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعُ، وَ ضَمَّكُمْ ذٰلِكَ الْمُسْتَوْدَعُ، فَكَيْفَ بِكُمْ لَوْ تَنَاهَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ، وَ بُعْثِرَتِ الْقُبُوْرُ!: ﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۠﴾.

-----☆☆-----

پیوندِ زمین ہونے والی (اور) لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ جن کے صحنوں کی بنیاد تباہی و ویرانی پر ہے اور مٹی ہی سے اُن کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں۔ ان قبروں کی جگہیں آپس میں نزدیک ہیں اور ان میں بسنے والے دور افتادہ مسافر ہیں، ایسے مقام میں کہ جہاں وہ بوکھلائے ہوئے ہیں اور ایسی جگہ میں کہ جہاں (دنیا کے کاموں سے) فارغ ہو کر (آخرت کی فکروں میں) مشغول ہیں۔ وہ اپنے وطن سے اُنس نہیں رکھتے اور نزدیک کی ہمسائیگی اور گھروں کے قرب کے باوجود ہمسایوں کی طرح آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس میں ملنا جلنا ہو سکتا ہے جبکہ بوسیدگی و تباہی نے اپنے سینہ سے انہیں پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے انہیں کھا لیا ہے۔

تم بھی یہی سمجھو کہ (گویا) وہیں پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اسی خوابگاہ (قبر) نے تمہیں بھی جکڑ لیا ہے اور اسی امانت گاہ (لحد) نے تمہیں بھی چمٹا لیا ہے۔ اس وقت تمہاری حالت کیا ہو گی کہ جب تمہارے سارے مرحلے انتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہو گے۔ "وہاں ہر شخص اپنے اعمال کے (نفع و نقصان) کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک خدا کی طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افترا پردازیاں کرتے تھے اُن کے کام نہ آئیں گی"۔

--☆☆--

(۲۲٤) وَمِنْ دُعَآئِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اٰنَسُ الْاٰنِسِيْنَ لِاَوْلِيَآئِكَ، وَ اَحْضَرُهُمْ بِالْكِفَايَةِ لِلْمُتَوَكِّلِيْنَ عَلَيْكَ. تُشَاهِدُهُمْ فِیْ سَرَآئِرِهِمْ، وَ تَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ فِیْ ضَمَآئِرِهِمْ، وَ تَعْلَمُ مَبْلَغَ بَصَآئِرِهِمْ،

خطبہ (۲۲۴)

اے اللہ! تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام اُنس رکھنے والوں سے زیادہ مانوس ہے اور جو تجھ پر بھروسا رکھنے والے ہیں اُن کی حاجت روائی کیلئے ہمہ وقت پیش پیش ہے۔ تو ان کی باطنی کیفیتوں کو دیکھتا اور ان کے چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا اور ان کی بصیرتوں کی

فَاَسْرَارُهُمْ لَكَ مَكْشُوفَةٌ، وَ قُلُوْبُهُمْ اِلَيْكَ مَلْهُوفَةٌ، اِنْ اَوْحَشَتْهُمُ الْغُرْبَةُ اٰنَسَهُمْ ذِكْرُكَ، وَ اِنْ صُبَّتْ عَلَيْهِمُ الْمَصَآئِبُ لَجَؤُوْا اِلَى الْاِسْتِجَارَةِ بِكَ، عِلْمًا بِاَنَّ اَزِمَّةَ الْاُمُوْرِ بِيَدِكَ، وَ مَصَادِرَهَا عَنْ قَضَآئِكَ.

رسائی سے باخبر ہے۔ ان کے راز تیرے سامنے آشکارا اور اُن کے دل تیرے آگے فریادی ہیں۔ اگر تنہائی سے ان کا جی گھبراتا ہے تو تیرا ذکر ان کا دل بہلاتا ہے، اگر مصیبتیں اُن پر پڑتی ہیں تو وہ تیرے دامن میں پناہ لینے کیلئے ملتجی ہوتے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ سب چیزوں کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے اور اُن کے نفاذ پذیر ہونے کی جگہیں تیرے ہی فیصلوں سے وابستہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ فَهِهْتُ عَنْ مَّسْئَلَتِيْ، اَوْ عَمِيْتُ عَنْ طِلْبَتِيْ، فَدُلَّنِيْ عَلٰى مَصَالِحِيْ، وَ خُذْ بِقَلْبِيْۤ اِلٰى مَرَاشِدِيْ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِنُكْرٍ مِّنْ هِدَايَاتِكَ، وَ لَا بِبِدْعٍ مِّنْ كِفَايَاتِكَ.

خدایا! اگر میں سوال کرنے سے عاجز رہوں یا اپنے مقصود پر نظر نہ ڈال سکوں تو تُو میری مصلحتوں کی طرف رہنمائی فرما اور میرے دل کو (صلاح و بہبودی کی) صحیح منزل پر پہنچا۔ یہ چیز تیری رہنمائیوں اور حاجت روائیوں کو دیکھتے ہوئے کوئی نرالی نہیں۔

اَللّٰهُمَّ احْمِلْنِيْ عَلٰى عَفْوِكَ، وَ لَا تَحْمِلْنِيْ عَلٰى عَدْلِكَ.

خدایا! میرا معاملہ اپنے عفو و بخشش سے طے کر، نہ اپنے عدل و انصاف کے معیار سے۔

-----☆☆-----

(۲۲۵) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خطبہ (۲۲۵)

لِلّٰهِ بِلَآءُ فُلَانٍ، فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ، وَ دَاوَى الْعَمَدَ، خَلَّفَ الْفِتْنَةَ وَ اَقَامَ السُّنَّةَ! ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ، قَلِيْلَ الْعَيْبِ. اَصَابَ خَيْرَهَا، وَ سَبَقَ شَرَّهَا، اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهٗ، وَ اتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ، رَحَلَ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ طُرُقٍ مُّتَشَعِّبَةٍ، لَا يَهْتَدِيْ فِيْهَا الضَّآلُّ، وَ لَا يَسْتَيْقِنُ الْمُهْتَدِيْ.

فلاں شخص[۱] کی کارکردگیوں کی جزا اللہ دے! انہوں نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا، مرض کا چارہ کیا، فتنہ و فساد کو پیچھے چھوڑ گئے، سنت کو قائم کیا، صاف ستھرے دامن اور کم عیبوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے، (دنیا کی) بھلائیوں کو پالیا اور اُس کی شر انگیزیوں سے آگے بڑھ گئے۔ اللہ کی اطاعت بھی کی اور اس کا پورا پورا خوف بھی کھایا۔ خود چلے گئے اور لوگوں کو ایسے متفرق راستوں میں چھوڑ گئے جن میں گم کردہ راہ راستہ نہیں پا سکتا اور ہدایت یافتہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا۔

-----☆☆-----

[۱] ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ لفظ ''فلاں'' کنایہ ہے حضرت عمر سے اور یہ کلمات انہی کی مدح و توصیف میں کہے گئے ہیں، جیسا کہ سیّد رضیؒ کے تحریر کردہ نسخہ نہج البلاغہ میں لفظ ''فلاں'' کے نیچے انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا لفظ عمر موجود تھا۔

یہ ہے ابن ابی الحدید کا دعویٰ، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر سیّد رضیؒ نے بطور تشریح حضرت عمر کا نام لکھا ہوتا تو جس طرح ان کی دوسری تشریحات موجود ہیں اس تشریح کو بھی موجود ہونا چاہئے تھا اور ان نسخوں میں بھی اس کا وجود ہونا چاہیے تھا کہ جو ان کے نسخہ سے نقل ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ اب بھی موصل میں مستعصم باللہ کے دور کے شُہرہ آفاق خطاط یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا قدیم ترین نہج البلاغہ کا نسخہ موجود ہے، مگر سیّد رضی کی اس تشریح کی نشاندہی کسی ایک نے بھی نہیں کی۔ اور اگر ابن ابی الحدید کی اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اسے زائد سے زائد جناب رضیؒ کی ذاتی رائے کہا جاسکتا ہے جسے کسی قوی دلیل کی موجودگی میں بطور مؤید تو پیش کیا جاسکتا ہے مگر مستقلاً اس شخصی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

حیرت ہے کہ ابن ابی الحدید ساتویں ہجری میں سیّد رضیؒ کے ڈھائی سو برس بعد یہ افادہ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر مراد ہیں اور یہ کہ خود سیّد رضیؒ نے اس کی تصریح کر دی تھی، چنانچہ ان کے تتبع میں بعض دوسرے شارحین نے بھی یہی لکھنا شروع کر دیا، لیکن سیّد رضیؒ کے معاصرین میں سے جن لوگوں نے بھی نہج البلاغہ کے متعلق کچھ لکھا ہے ان کی تحریرات میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حالانکہ بحیثیت معاصر ہونے کے سیّد رضیؒ کی تحریر پر انہیں زیادہ مطلع ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ علامہ علی ابن الناصر جو جناب سیّد رضیؒ کے ہم عصر تھے اور انہی کے دور میں نہج البلاغہ کی شرح ''اعلام نہج البلاغۃ'' کے نام سے لکھتے ہیں وہ اس خطبہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

مَدَحَ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ بِحُسْنِ السِّيْرَةِ، وَ اَنَّهٗ مَاتَ قَبْلَ الْفِتْنَةِ الَّتِيْ وَقَعَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک ایسے شخص کو حسنِ سیرت کے ساتھ سراہا ہے کہ جو پیغمبر ﷺ کے بعد پیدا ہونے والے فتنہ سے پہلے ہی انتقال کر چکا تھا۔[1]

اس کی تائید علامہ قطب الدین راوندی متوفی ۵۷۳ ہجری کی شرح نہج البلاغہ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن میثم نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

اِنَّمَاۤ اَرَادَ بَعْضَ اَصْحَابِهٖ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِمَّنْ مَّاتَ قَبْلَ وُقُوْعِ الْفِتَنِ وَ انْتِشَارِهَا.

حضرتؑ نے اس سے زمانہ پیغمبرؐ کے اپنے ایک ایسے ساتھی کو مراد لیا جو فتنہ کے برپا ہونے اور پھیلنے سے پہلے ہی رحلت کر چکا تھا۔[2]

اگر یہ کلمات حضرتِ عمر کے متعلق ہوتے اور اس کے متعلق کوئی قابل اعتماد سند ہوتی تو ابن ابی الحدید اس سند و روایت کو درج کرتے اور اس کا ذکر تاریخ میں آتا اور زبانوں پر اس کا چرچا ہوتا، مگر یہاں تو اثبات مُدعا کیلئے خود ساختہ قرائن کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ چنانچہ وہ «خَيْرَهَا» و «شَرَّهَا» کی ضمیر کا مرجع ''خلافت'' کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کلمات ایسے ہی شخص پر صادق آسکتے ہیں جو تسلط و اقتدار رکھتا ہو، کیونکہ اقتدار کے بغیر ناممکن ہے کہ سنت کی ترویج اور بدعت کی روک تھام کی جاسکے۔

---

[1] اعلام نہج البلاغۃ، ص ۱۹۲۔

[2] شرح نہج البلاغۃ، ابن میثم، ج ۴، ص ۹۷۔

یہ ہے اس دلیل کا خلاصہ جسے اس مقام پر پیش کیا ہے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ ضمیر کا مرجع "خلافت" ہے، بلکہ وہ ضمیر "دنیا" کی طرف راجع ہو سکتی ہے جو سیاقِ کلام سے مستفاد ہے اور مفادِ عامہ کی حفاظت اور ترویج سنت کیلئے اقتدار کی شرط لگا دینا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند کر دینا ہے، حالانکہ خداوند عالم نے شرطِ اقتدار کے بغیر اُمت کے ایک گروہ پر یہ فریضہ عائد کیا ہے:

﴿وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ﴾

تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔[1]

اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى.

لوگ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں گے اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے رہیں گے وہ بھلائی پر باقی رہیں گے۔[2]

یونہی امیر المومنین علیہ السلام اپنی ایک وصیت میں عمومیت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:

اَقِيْمُوْا هٰذَيْنِ الْعَمُوْدَيْنِ وَ اَوْقِدُوْا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ.

توحید اور سنت کے ستونوں کو قائم کرو اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھو۔[3]

ان ارشادات میں کہیں بھی اس طرف اشارہ نہیں کہ اس فریضہ کی انجام دہی حکومت و اقتدار کے بغیر نہیں ہو سکتی اور واقعات بھی یہ بتاتے ہیں کہ امراو سلاطین لشکر و سپاہ اور قوت و طاقت کے باوجود برائیوں کو اس حد تک نہ مٹا سکے اور نیکیوں کو اس قدر رواج نہ دے سکے جس قدر بعض گمنام اور شکستہ حال درویش دل و دماغ پر اپنی روحانیت کا نقش بٹھا کر اخلاقی رفعتوں کو ابھار گئے۔ حالانکہ ان کی پشت پر نہ فوج و سپاہ ہوتی تھی اور نہ بے سروسامانی کے علاوہ کوئی سروسامان ہوتا تھا۔ بے شک تسلط و اقتدار سروں کو جھکا سکتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ دلوں میں نیکی کی راہ بھی پیدا کر سکے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بیشتر اسلامی تاجداروں نے اسلامی خدوخال کو مٹا کر رکھ دیا اور اسلام اپنے بقا و فروغ میں صرف اُن بے نواؤں کا مرہونِ منت رہا جن کی جھولی میں فقر و نامرادی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا۔

اگر اسی پر اصرار ہو کہ اس سے صرف ایک حکمران ہی مراد لیا جا سکتا ہے تو کیوں نہ اس سے حضرتؑ کا کوئی ایسا ساتھی مراد لیا جائے جو کسی صوبہ پر حکمران رہ چکا ہو، جیسے حضرت سلمان فارسی جن کی تجہیز و تکفین کیلئے حضرتؑ مدائن تشریف لے گئے اور بعید نہیں کہ انکے دفن کرنے کے بعد انکی زندگی اور آئین حکمرانی پر تبصرہ فرماتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں۔ پھر یہ سمجھنا کہ وہ حضرتِ عمر ہی کے متعلق الفاظ ہیں بلا دلیل ہی تو ہے۔

(ابن ابی الحدید نے) آخر میں اثباتِ مدّعا کیلئے طبری کی اس روایت کو پیش کیا ہے:

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۱۰۴۔

[2] تہذیب الاحکام، ج ۶، ص ۱۸۱

[3] نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۴۷۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: لَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ بَكَتْهُ ابْنَةُ اَبِیْ حَثْمَةَ، فَقَالَتْ: وَا عُمَرَاهُ! اَقَامَ الْاَوَدَ، وَ اَبْرَاَ الْعَمَدَ، اَمَاتَ الْفِتَنَ، وَ اَحْيَا السُّنَنَ، خَرَجَ نَقِیَّ الثَّوْبِ، بَرِيْٓئًا مِّنَ الْعَيْبِ. قَالَ: وَ قَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: لَمَّا دُفِنَ عُمَرُ اَتَيْتُ عَلِيًّا علیہ السلام وَ اَنَا اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَ مِنْهُ فِیْ عُمَرَ شَيْئًا، فَخَرَجَ يَنْفُضُ رَاْسَهٗ وَلِحْيَتَهٗ وَقَدِ اغْتَسَلَ، وَ هُوَ مُلْتَحِفٌ بِثَوْبٍ، لَا يَشُكُّ اَنَّ الْاَمْرَ يَصِيْرُ اِلَيْهِ، فَقَالَ: يَرْحَمُ اللهُ ابْنَ الْخَطَّابِ! لَقَدْ صَدَقَتِ ابْنَةُ اَبِیْ حَثْمَةَ، لَقَدْ ذَهَبَ بِخَيْرِهَا، وَنَجَا مِنْ شَرِّهَا، اَمَا وَاللهِ! مَا قَالَتْ، وَ لٰكِنْ قُوِّلَتْ.

مغیرہ ابن شعبہ سے روایت ہے کہ جب حضرتِ عمرؓ انتقال کر گئے تو بنت ابی حثمہ نے روتے ہوئے کہا کہ: ہائے عمر! تُو وہ تھا جس نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا، بیماریوں کو دور کیا، فتنوں کو مٹایا اور سنتوں کو زندہ کیا، پاکیزہ دامن اور عیبوں سے بچ کر چل بسا۔ (مؤرخ طبری کہتے ہیں کہ) مغیرہ نے بیان کیا کہ: جب حضرت عمر دفن ہو گئے تو میں حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور میں چاہتا تھا کہ آپؑ سے حضرت عمر کے بارے میں کچھ سنوں۔ چنانچہ میرے جانے پر حضرتؑ باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ آپؑ غسل فرما کر ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو جھٹک رہے تھے اور آپؑ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا کہ خلافت آپؑ ہی کی طرف پلٹے گی۔ اس موقع پر آپؑ نے فرمایا: خدا ابن خطاب پر رحم کرے! بنت ابی حثمہ نے سچ کہا ہے کہ وہ خلافت کے فائدے اٹھا گئے اور بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں سے بچ نکلے۔ خدا کی قسم! بنت ابی حثمہ نے کہا نہیں بلکہ اس سے کہلوایا گیا ہے۔ (طبری، ج ۳، ص ۲۸۵)

اس واقعہ کا راوی مغیرہ ابن شعبہ ہے جس کا اُمِ جمیل کے ساتھ فعلِ بد کا مرتکب ہونا اور شہادت کے باوجود حضرت عمر کا اُسے حد سے بچا لے جانا اور معاویہ کے حکم سے اس کا کوفہ میں علانیہ امیر المومنینؑ پر سبّ وشتم کرنا تاریخی مسلمات میں سے ہے۔ اس بنا پر اس کی روایت کا جو وزن ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے اور پھر درایتاً بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ مغیرہ کا یہ کہنا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی خلافت میں کوئی شبہ نہ تھا حقیقت کے خلاف ہے۔ آخر وہ کون سے قرائن تھے جن سے اُس نے یہ اندازہ لگایا؟ جبکہ تاریخی حقائق اس کے سراسر خلاف ہیں اور اگر کسی کی خلافت یقینی تھی تو وہ حضرتِ عثمان تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن ابن عوف نے شوریٰ کے موقع پر امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ:

يَا عَلِیُّ! لَا تَجْعَلْ عَلٰى نَفْسِكَ سَبِيْلًا، فَاِنِّیْ قَدْ نَظَرْتُ وَ شَاوَرْتُ النَّاسَ، فَاِذَا هُمْ لَا يَعْدِلُوْنَ بِعُثْمَانَ.

اے علیؑ! تم اپنے لئے ضرر کی صورت پیدا نہ کرو۔ میں نے دیکھ بھال لیا ہے اور لوگوں سے مشورہ بھی لیا ہے، وہ سب عثمان کو چاہتے ہیں۔ (طبری، ج ۳، ص ۲۹۷)

چنانچہ حضرتؑ کو خلافت کے نہ ملنے کا پورا یقین تھا، جیسا کہ خطبہ شقشقیہ کے ذیل میں تاریخ طبری سے نقل کیا جا چکا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ارکانِ شوریٰ کے نام دیکھتے ہی عباس ابن عبد المطلب سے فرما دیا تھا کہ: خلافت عثمان کے علاوہ کسی اور کو نہیں مل سکتی، کیونکہ تمام

اختیارات عبدالرحمٰن کو سونپ دیے گئے ہیں اور وہ عثمان کے بہنوئی ہوتے ہیں اور سعد ابن ابی وقاص، عبدالرحمٰن کے عزیز و ہم قبیلہ ہیں اور یہ دونوں مل کر خلافت انہی کو دیں گے۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا جذبہ تھا جس نے مغیرہ کے دل میں یہ تڑپ پیدا کی کہ وہ حضرت عمر کے متعلق امیر المومنین علیہ السلام سے کچھ کہلوائے؟ اگر وہ یہ جانتا تھا کہ حضرتؑ ان کے متعلق اچھے خیالات رکھتے ہیں تو ان کے تاثرات کا بھی اندازہ ہوسکتا تھا اور اگر یہ سمجھتا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام اُن کے متعلق حسنِ ظن نہیں رکھتے تو پوچھنے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا کہ آپؑ جو کچھ فرمائیں اسے اُچھال کر فضا کو ان کے خلاف اور ارکانِ شوریٰ کو ان سے بدظن کیا جائے اور ارکانِ شوریٰ کے نظریات تو اسی سے ظاہر ہیں کہ وہ انتخابِ خلافت میں سیرتِ شیخین کی پابندی لگا کر شیخین سے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں جب مغیرہ نے یہ سازش کرنا چاہی تو آپؑ نے حکایت واقعہ کے طور پر یہ فرمایا: «لَقَدْ ذَهَبَ بِخَيْرِهَا، وَنَجَا مِنْ شَرِّهَا»۔ اس جملہ کو مدح و توصیف سے کوئی لگاؤ نہیں۔ یقیناً وہ اپنے دور میں ہر طرح کے فائدے اٹھاتے رہے اور بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں سے ان کا دور خالی رہا۔

ابن ابی الحدید اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

وَهٰذَا كَمَا تَرٰى يَقْوِى الظَّنُّ اَنَّ الْمُرَادَ وَ الْمَعْنٰى بِالْكَلَامِ اِنَّمَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.

اس روایت سے یہ ظن قوی ہو جاتا ہے کہ اس کلام سے مراد و مقصود عمر ابن خطاب ہیں۔[1]

اگر اس کلام سے وہ کلمات مراد ہیں جو بنت ابی حثمہ نے کہے ہیں کہ جن کے متعلق امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ اس کے دل کی آواز نہیں بلکہ اس سے کہلوائے گئے ہیں تو بیشک اس سے حضرت عمر مراد ہیں۔ لیکن یہ کہ یہ الفاظ امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی مدح میں کہے ہیں تو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس روایت سے تو صراحتاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بنت ابی حثمہ نے کہے تھے۔ خدا جانے کس بنا پر بنت ابی حثمہ کے الفاظ کو درج کر کے یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ یہ الفاظ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت عمر کے بارے میں کہے ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کسی موقع پر یہ الفاظ کسی کے متعلق کہے ہوں گے اور بنتِ ابی حثمہ نے حضرت عمر کے انتقال پر ان سے ملتے جلتے ہوئے الفاظ کہے تو حضرت علی علیہ السلام کے کلمات کو بھی حضرت عمر کی مدح میں سمجھ لیا گیا، ورنہ عقل اعتزال کے علاوہ کوئی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ بنت ابی حثمہ کے کہے ہوئے الفاظ کو اس کی دلیل قرار دیا جائے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت عمر کی مدح میں یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ کیا خطبہ شقشقیہ کی تصریحات کے بعد یہ توقع ہوسکتی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایسے الفاظ کہے ہوں گے۔ اور پھر غور طلب بات یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ حضرت عمر کی رحلت کے موقع پر فرمائے ہوتے تو جب آپؑ شوریٰ کے موقع پر علانیہ سیرتِ شیخین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو آپؑ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ کل تو آپؑ یہ فرما رہے تھے کہ انہوں نے سنت کو قائم کیا اور بدعت کو مٹایا تو جب ان کی سیرت سُنت سے ہمنوا ہے تو پھر سنت کو تسلیم کرنے کے بعد سیرت سے انکار کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں؟!۔

☆☆☆☆☆

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۲، ص ۵۔

(۲۲۶) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ وَصْفِ بَيْعَتِهٖ بِالْخِلَافَةِ

وَ قَدْ تَقَدَّمَ مِثْلُهٗ بِاَلْفَاظٍ مُّخْتَلِفَةٍ.

وَ بَسَطْتُّمْ يَدِيْ فَكَفَفْتُهَا، وَ مَدَدْتُمُوْهَا فَقَبَضْتُهَا، ثُمَّ تَدَاكَكْتُمْ عَلَيَّ تَدَاكَّ الْاِبِلِ الْهِيْمِ عَلٰى حِيَاضِهَا يَوْمَ وُرُوْدِهَا، حَتّٰۤى انْقَطَعَتِ النَّعْلُ، وَ سَقَطَتِ الرِّدَآءُ، وَ وُطِئَ الضَّعِيْفُ، وَ بَلَغَ مِنْ سُرُوْرِ النَّاسِ بِبَيْعَتِهِمْ اِيَّایَ اَنِ ابْتَهَجَ بِهَا الصَّغِيْرُ، وَ هَدَجَ اِلَيْهَا الْكَبِيْرُ، وَ تَحَامَلَ نَحْوَهَا الْعَلِيْلُ، وَ حَسَرَتْ اِلَيْهَا الْكِعَابُ.

-----☆☆-----

خطبہ (۲۲۶)

آپؑ کی بیعت کے بیان میں

ایسا ہی ایک خطبہ اس سے قبل اس سے کچھ مختلف لفظوں میں گزر چکا ہے۔

تم نے (بیعت کیلئے) میرا ہاتھ (اپنی طرف) پھیلانا چاہا تو میں نے اُسے روکا اور تم نے کھینچا تو میں اُسے سمیٹتا رہا، مگر تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح پیاسے اونٹ پانی پینے کے دن تالابوں پر ٹوٹتے ہیں، یہاں تک کہ جوتی (کے تسمے) ٹوٹ گئے اور عبا کاندھے سے گر گئی، کمزور و ناتواں کچلے گئے اور میری بیعت پر لوگوں کی مسرت یہاں تک پہنچ گئی کہ چھوٹے چھوٹے بچے خوشیاں منانے لگے اور بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بیعت کیلئے بڑھے، بیمار بھی اٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل کر دوڑ پڑیں۔

--☆☆--

(۲۲۷) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ مِفْتَاحُ سَدَادٍ، وَ ذَخِيْرَةُ مَعَادٍ، وَ عِتْقٌ مِّنْ كُلِّ مَلَكَةٍ، وَ نَجَاةٌ مِّنْ كُلِّ هَلَكَةٍ، بِهَا يَنْجَحُ الطَّالِبُ، وَ يَنْجُو الْهَارِبُ، وَ تُنَالُ الرَّغَآئِبُ.

فَاعْمَلُوْا وَ الْعَمَلُ يُرْفَعُ، وَ التَّوْبَةُ تَنْفَعُ، وَ الدُّعَآءُ يُسْمَعُ، وَ الْحَالُ هَادِئَةٌ، وَ الْاَقْلَامُ جَارِيَةٌ.

وَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ عُمُرًا نَّاكِسًا، اَوْ مَرَضًا حَابِسًا، اَوْ مَوْتًا خَالِسًا، فَاِنَّ الْمَوْتَ هَادِمُ لَذَّاتِكُمْ، وَ مُكَدِّرُ شَهَوَاتِكُمْ، وَ مُبَاعِدُ طِيَّاتِكُمْ، زَآئِرٌ غَيْرُ مَحْبُوْبٍ،

خطبہ (۲۲۷)

بے شک اللہ کا خوف ہدایت کی کلید اور آخرت کا ذخیرہ ہے، (خواہشوں کی) ہر غلامی سے آزادی اور ہر تباہی سے رہائی کا باعث ہے، اس کے ذریعہ طلبگار منزلِ مقصود تک پہنچتا اور (سختیوں سے) بھاگنے والا نجات پاتا ہے اور مطلوبہ چیزوں تک پہنچ جاتا ہے۔

(اچھے) اعمال بجا لے آؤ ابھی جبکہ اعمال بلند ہو رہے ہیں، توبہ فائدہ دے سکتی ہے، پکار سنی جا رہی ہے، حالات پرسکون اور (کراماً کاتبین کے) قلم رواں ہیں۔

ضعف و پیری کی طرف پلٹانے والی عمر، زنجیرِ پا بن جانے والے مرض اور جھپٹ لینے والی موت سے پہلے اعمال کی طرف جلدی کرو، کیونکہ موت تمہاری لذتوں کو تباہ کرنے والی، خواہشات کو مکدر بنانے والی اور تمہاری منزلوں کو دور کر دینے والی ہے۔ یہ ناپسندیدہ ملاقاتی اور

وَ قِرْنٌ غَيْرُ مَغْلُوْبٍ، وَ وَاتِرٌ غَيْرُ مَطْلُوْبٍ، قَدْ اَعْلَقَتْكُمْ حَبَآئِلُهٗ، وَ تَكَنَّفَتْكُمْ غَوَآئِلُهٗ، وَ اَقْصَدَتْكُمْ مَعَابِلُهٗ، وَ عَظُمَتْ فِيْكُمْ سَطْوَتُهٗ، وَ تَتَابَعَتْ عَلَيْكُمْ عَدْوَتُهٗ، وَ قَلَّتْ عَنْكُمْ نَبْوَتُهٗ، فَيُوْشِكُ اَنْ تَغْشَاكُمْ دَوَاجِيْ ظُلَلِهٖ، وَ احْتِدَامُ عِلَلِهٖ، وَ حَنَادِسُ غَمَرَاتِهٖ، وَ غَوَاشِيْ سَكَرَاتِهٖ، وَ اَلِيْمُ اِزْهَاقِهٖ، وَ دُجُوُّ اِطْبَاقِهٖ، وَ جُشُوْبَةُ مَذَاقِهٖ.

فَكَاَنْ قَدْ اَتَاكُمْ بَغْتَةً فَاَسْكَتَ نَجِيَّكُمْ، وَ فَرَّقَ نَدِيَّكُمْ، وَ عَفّٰى اٰثَارَكُمْ، وَ عَطَّلَ دِيَارَكُمْ، وَ بَعَثَ وُرَّاثَكُمْ، يَقْتَسِمُوْنَ تُرَاثَكُمْ، بَيْنَ حَمِيْمٍ خَاصٍّ لَّمْ يَنْفَعْ، وَ قَرِيْبٍ مَّحْزُوْنٍ لَّمْ يَمْنَعْ، وَ اٰخَرَ شَامِتٍ لَّمْ يَجْزَعْ.

فَعَلَيْكُمْ بِالْجِدِّ وَ الْاِجْتِهَادِ، وَ التَّاَهُّبِ وَ الْاِسْتِعْدَادِ، وَ التَّزَوُّدِ فِيْ مَنْزِلِ الزَّادِ. وَ لَا تَغُرَّنَّكُمُ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ، وَ الْقُرُوْنِ الْخَالِيَةِ، الَّذِيْنَ احْتَلَبُوْا دِرَّتَهَا، وَ اَصَابُوْا غِرَّتَهَا، وَ اَفْنَوْا عِدَّتَهَا، وَ اَخْلَقُوْا جِدَّتَهَا، اَصْبَحَتْ مَسَاكِنُهُمْ اَجْدَاثًا، وَ اَمْوَالُهُمْ مِيْرَاثًا. لَا يَعْرِفُوْنَ مَنْ اَتَاهُمْ، وَ لَا يَحْفِلُوْنَ مَنْ

شکست نہ کھانے والا حریف ہے اور ایسی خونخوار ہے کہ اس سے (خون بہا کا) مطالبہ نہیں کیا جا سکتا، اس کے پھندے تمہیں جکڑے ہوئے ہیں اور اس کی تباہ کاریاں تمہیں گھیرے ہوئے ہیں اور اس کے (تیروں کے) پھل تمہیں سیدھا نشانہ بنائے ہوئے ہیں اور تم پر اس کا غلبہ و تسلط عظیم اور تم پر اس کا ظلم و تعدی برابر جاری ہے اور اس کے وار کے خالی جانے کا امکان کم ہے۔ قریب ہے کہ سحابِ مرگ کی تیرگیاں، مرض الموت کے لوکے، جان لیوا سختیوں کے اندھیرے، سانس اکھڑنے کی مدہوشیاں، جان کنی کی اذیتیں، اس کے ہر طرف سے چھا جانے کی تاریکی اور کام و دہن کیلئے اس کی بدمزگی تمہیں گھیر لے۔

گویا کہ وہ تم پر اچانک آ پڑی ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ چپکے چپکے باتیں کرنے والے کو خاموش کر دیا اور تمہاری جماعت کو متفرق و پراگندہ کر دیا اور تمہارے نشانات کو مٹا دیا اور تمہارے گھروں کو سنسان کر دیا اور تمہارے وارثوں کو تیار کر دیا کہ وہ تمہارے ترکہ کو مخصوص عزیزوں میں کہ جنہوں نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور ان غم زدہ قریبیوں میں کہ جو (موت کو) روک نہ سکے اور اُن خوش ہونے والے (رشتہ داروں) میں جو ذرا بے چین نہیں ہوئے تقسیم کر لیں۔

لہٰذا تمہیں لازم ہے کہ تم سعی و کوشش کرو اور (سفرِ آخرت کیلئے) تیار ہو جاؤ اور سر و سامان مہیا کرو اور زاد مہیا کر لینے والی منزل سے زاد فراہم کر لو۔ دنیا تمہیں فریب نہ دے جس طرح تم سے پہلے گزر جانے والی اُمتوں اور گزشتہ لوگوں کو فریب دیا کہ جنہوں نے اس دنیا کا دودھ دوہا اور اُس کی غفلت سے فائدہ اٹھا لے گئے اور اس کے گنے چنے (دنوں کو) فنا اور تازگیوں کو پژمردہ کر دیا۔ ان کے گھروں نے قبروں کی صورت اختیار کر لی، ان کا مال ترکہ بن گیا۔ جو ان (کی قبروں) پر آتا ہے اسے پہچانتے نہیں، جو انہیں روتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتے

بَكَاهُمْ، وَلَا يُجِيبُونَ مَنْ دَعَاهُمْ.

فَاحْذَرُوا الدُّنْيَا، فَإِنَّهَا غَدَّارَةٌ غَرَّارَةٌ خَدُوعٌ، مُعْطِيَةٌ مَّنُوعٌ، مُلْبِسَةٌ نَزُوعٌ، لَا يَدُومُ رَخَآؤُهَا، وَ لَا يَنْقَضِیْ عَنَآؤُهَا، وَ لَا يَرْكُدُ بَلَآؤُهَا.

[مِنْهَا فِیْ صِفَةِ الزُّهَّادِ]

كَانُوْا قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الدُّنْيَا وَ لَيْسُوْا مِنْ اَهْلِهَا، فَكَانُوْا فِيْهَا كَمَنْ لَّيْسَ مِنْهَا، عَمِلُوْا فِيْهَا بِمَا يُبْصِرُوْنَ، وَ بَادَرُوْا فِيْهَا مَا يَحْذَرُوْنَ، تَقَلَّبُ اَبْدَانُهُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَیْ اَهْلِ الْاٰخِرَةِ، يَرَوْنَ اَهْلَ الدُّنْيَا يُعَظِّمُوْنَ مَوْتَ اَجْسَادِهِمْ وَ هُمْ اَشَدُّ اِعْظَامًا لِّمَوْتِ قُلُوْبِ اَحْيَآئِهِمْ.

اور جو پکارے اُسے جواب نہیں دیتے۔

اس دنیا سے ڈرو کہ یہ غدار، دھوکہ باز اور فریب کار ہے، دینے والی (اور پھر) لے لینے والی ہے، لباس پہنانے والی (اور پھر) اتروا لینے والی ہے۔ اس کی آسائشیں ہمیشہ نہیں رہتیں، نہ اس کی سختیاں ختم ہوتی ہیں اور نہ اسکی مصیبتیں تھمتی ہیں۔

[اس خطبہ کا یہ حصہ زاہدوں کے اوصاف میں ہے]

وہ ایسے لوگ تھے جو اہل دنیا میں سے تھے مگر (حقیقتاً) دنیا والے نہ تھے۔ وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ گویا دنیا سے نہ ہوں۔ اُن کا عمل ان چیزوں پر ہے جنہیں خوب جانے پہچانے ہوئے ہیں اور جس چیز سے خائف ہیں اُس سے بچنے کیلئے جلدی کرتے ہیں۔ اُن کے جسم گویا اہل آخرت کے مجمع میں گردش کر رہے ہیں۔ وہ اہل دنیا کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی جسمانی موت کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور وہ ان اشخاص کے حال کو زیادہ اندوہناک سمجھتے ہیں جو زندہ ہیں مگر اُن کے دل مردہ ہیں۔

☆☆

(۲۲۸) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خَطَبَهَا بِذِیْ قَارٍ وَّ هُوَ مُتَوَجِّهٌ اِلَى الْبَصْرَةِ، ذَكَرَهَا الْوَاقِدِیُّ فِیْ كِتَابِ الْجَمَلِ.

فَصَدَعَ بِمَاۤ اُمِرَ بِهٖ، وَ بَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ، فَلَمَّ اللّٰهُ بِهِ الصَّدْعَ، وَ رَتَقَ بِهِ الْفَتْقَ، وَ اَلَّفَ بِهِ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِی الْاَرْحَامِ، بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِی الصُّدُوْرِ، وَ الضَّغَآئِنِ الْقَادِحَةِ فِی الْقُلُوْبِ.

خطبہ (۲۲۸)

امیر المومنین علیہ السلام نے بصرہ کی طرف جاتے ہوئے مقام ذی قار میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کا واقدی نے کتاب الجمل میں ذکر کیا ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حکم تھا اُسے آپؐ نے کھول کر بیان کر دیا اور اللہ کے پیغامات پہنچا دیئے۔ اللہ نے آپؐ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی، سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینوں کے بعد خویش و اقارب کو آپس میں شیر و شکر کر دیا۔

(۲۲۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَلَّمَ بِهٖ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَمْعَةَ وَ هُوَ مِنْ شِيْعَتِهٖ، وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ قَدِمَ عَلَيْهِ فِیْ خِلَافَتِهٖ

خطبہ (۲۲۹)

عبد اللہ ابن زمعہ جو آپؑ کی جماعت میں محسوب ہوتا تھا آپؑ کے زمانہ خلافت میں کچھ مال طلب کرنے کیلئے حضرتؑ کے پاس آیا تو آپؑ نے

يَطْلُبُ مِنْهُ مَالًا، فَقَالَ عليه السلام :

اِنَّ هٰذَا الْمَالَ لَيْسَ لِيْ وَ لَا لَكَ، وَ اِنَّمَا هُوَ فَیْءٌ لِلْمُسْلِمِیْنَ، وَ جَلْبُ اَسْیَافِهِمْ، فَاِنْ شَرِكْتَهُمْ فِیْ حَرْبِهِمْ كَانَ لَكَ مِثْلُ حَظِّهِمْ، وَ اِلَّا فَجَنَاةُ اَیْدِیْهِمْ لَا تَكُوْنُ لِغَیْرِ اَفْوَاهِهِمْ.

-----☆☆-----

ارشاد فرمایا:

یہ مال نہ میرا ہے نہ تمہارا، بلکہ مسلمانوں کا حق مشترک اور اُن کی تلواروں کا جمع کیا ہوا سرمایہ ہے۔ اگر تم ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے ہوتے تو تمہارا حصہ بھی اُن کے برابر ہوتا، ورنہ ان کے ہاتھوں کی کمائی دوسروں کے منہ کا نوالہ بننے کیلئے نہیں ہے۔

--☆☆--

(۲۳۰) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلَا اِنَّ اللِّسَانَ بَضْعَةٌ مِّنَ الْاِنْسَانِ، فَلَا یُسْعِدُهٗ الْقَوْلُ اِذَا امْتَنَعَ، وَ لَا یُمْهِلُهُ النُّطْقُ اِذَا اتَّسَعَ، وَ اِنَّا لَاُمَرَآءُ الْكَلَامِ، وَ فِیْنَا تَنَشَّبَتْ عُرُوْقُهٗ، وَ عَلَیْنَا تَهَدَّلَتْ غُصُوْنُهٗ.

وَ اعْلَمُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اَنَّكُمْ فِیْ زَمَانٍ الْقَآئِلُ فِیْهِ بِالْحَقِّ قَلِیْلٌ، وَ اللِّسَانُ عَنِ الصِّدْقِ كَلِیْلٌ، وَ اللَّازِمُ لِلْحَقِّ ذَلِیْلٌ. اَهْلُهٗ مُعْتَكِفُوْنَ عَلَى الْعِصْیَانِ، مُصْطَلِحُوْنَ عَلَى الْاِدْهَانِ، فَتَاهُمْ عَارِمٌ، وَ شَآئِبُهُمْ اٰثِمٌ، وَ عَالِمُهُمْ مُّنَافِقٌ، وَ قَارِئُهُمْ مُّمَاذِقٌ، لَا یُعَظِّمُ صَغِیْرُهُمْ كَبِیْرَهُمْ، وَ لَا یَعُوْلُ غَنِیُّهُمْ فَقِیْرَهُمْ.

-----☆☆-----

خطبہ (۲۳۰)

معلوم ہونا چاہیے کہ زبان انسان (کے بدن) کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب انسان (کا ذہن) رک جائے تو پھر کلام اُسکا ساتھ نہیں دیا کرتا اور جب اُسکی (معلومات میں) وسعت ہو تو پھر کلام زبان کو رکنے کی مہلت نہیں دیا کرتا اور ہم (اہلبیتؑ) اقلیم سخن کے فرمانروا ہیں۔ وہ ہمارے رگ و پے میں سمایا ہوا ہے اور اُسکی شاخیں ہم پر جھکی ہوئی ہیں۔[1]

خدا تم پر رحم کرے! اس بات کو جان لو کہ تم ایسے دور میں ہو جس میں حق گو کم، زبانیں صدق بیانی سے کند اور حق والے ذلیل و خوار ہیں۔ یہ لوگ گناہ و نافرمانی پر جمے ہوئے ہیں اور ظاہر داری و نفاق کی بنا پر ایک دوسرے سے صلح و صفائی رکھتے ہیں۔ ان کے جوان بدخو، ان کے بوڑھے گنہگار، ان کے عالم منافق اور ان کے واعظ چاپلوس ہیں۔ نہ چھوٹے بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ مالدار فقیر و بے نوا کی دستگیری کرتے ہیں۔

--☆☆--

[1] امیر المومنین علیہ السلام نے ایک موقع پر اپنے بھانجے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی سے فرمایا کہ وہ خطبہ دیں، مگر جب خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو زبان لڑکھڑانے لگی اور کچھ نہ کہہ سکے، جس پر حضرتؑ خطبہ دینے کیلئے منبر پر بلند ہوئے اور ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے سید رضیؒ نے یہاں درج کئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۲۳۱) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَوٰى ذِعْلَبُ الْيَمَانِيُّ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ قُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِحْيَةَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قَدْ ذُكِرَ عِنْدَهٗ اخْتِلَافُ النَّاسِ، فَقَالَ:

اِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَهُمْ مَبَادِئُ طِيْنِهِمْ، وَ ذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَانُوْا فِلْقَةً مِّنْ سَبَخِ اَرْضٍ وَّ عَذْبِهَا، وَ حَزْنِ تُرْبَةٍ وَّ سَهْلِهَا، فَهُمْ عَلٰى حَسَبِ قُرْبِ اَرْضِهِمْ يَتَقَارَبُوْنَ، وَ عَلٰى قَدْرِ اخْتِلَافِهَا يَتَفَاوَتُوْنَ، فَتَامُّ الرُّوَآءِ نَاقِصُ الْعَقْلِ، وَ مَادُّ الْقَامَةِ قَصِيْرُ الْهِمَّةِ، وَ زَاكِي الْعَمَلِ قَبِيْحُ الْمَنْظَرِ، وَ قَرِيْبُ الْقَعْرِ بَعِيْدُ السَّبْرِ، وَ مَعْرُوْفُ الضَّرِيْبَةِ مُنْكَرُ الْجَلِيْبَةِ، وَ تَآئِهُ الْقَلْبِ مُتَفَرِّقُ اللُّبِّ، وَ طَلِيْقُ اللِّسَانِ حَدِيْدُ الْجَنَانِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۲۳۱)

ذعلب یمانی نے احمد ابن قتیبہ سے اور اُس نے عبداللہ ابن یزید سے اور انہوں نے مالک ابن دحیہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ: ہم امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ لوگوں کے اختلاف (صورت و سیرت) کا ذکر چھڑا تو آپؑ نے فرمایا:

ان[1] کے مبدء طینت نے ان میں تفریق پیدا کر دی ہے اور یہ اس طرح کہ وہ شورہ زار و شیریں زمین اور سخت و نرم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں، لہٰذا وہ زمین کے قرب کے اعتبار سے متفق ہوتے اور اختلاف کے تناسب سے مختلف ہوتے ہیں۔ (اس پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) پورا خوش شکل انسان عقل میں ناقص اور بلند قامت آدمی پست ہمت ہو جاتا ہے اور نیکوکار بدصورت اور کوتاہ قامت دور اندیش ہوتا ہے اور طبعاً نیک سرشت کسی بری عادت کو پیچھے لگا لیتا ہے اور پریشان دل والا پراگندہ عقل اور چلتی ہوئی زبان والا ہوشمند دل رکھتا ہے۔

--☆☆--

[1] حضرتؑ نے اس کلام میں انسانی صورت و سیرت کے اختلاف کا سبب انسان کے مبادی طینت کو قرار دیا ہے کہ جن کے مطابق ان کے خط و خال بنتے اور سیرت و کردار کے سانچے ڈھلتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں کے مبادی طینت میں جتنا باہمی قرب ہوگا اُتنا ہی ان کے ذہنی و فکری رجحانات ہم آہنگ ہوں گے اور جتنا اُن میں بُعد ہوگا اتنا ہی اُن کے امیال و عواطف میں اختلاف اُبھرے گا۔

''مبادی'' شے سے مراد وہ چیزیں ہوتی ہیں کہ جن پر اسکے وجود کا انحصار ہو مگر وہ اس کیلئے علت نہ ہوں اور ''طین'' طینت کی جمع ہے جس کے معنی اصل و بنیاد کے ہوتے ہیں اور یہاں پر ''طینت'' سے مراد نطفہ ہے کہ جو نشو و نما کی مختلف منزلوں سے گزر کر انسانی صورت میں رونما ہوتا ہے اور اسکے مبادی سے مراد وہ اجزاء عنصریہ ہیں جن سے اُن چیزوں کی پیدائش ہوتی ہے جس سے نطفہ کی تخلیق وابستہ ہے۔ چنانچہ زمین شورہ زار و شیریں اور نرم و سخت سے انہی اجزاء عنصریہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ اجزاء عنصریہ چونکہ مختلف کیفیات کے حامل ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے پیدا ہونے والا نطفہ بھی مختلف خصوصیات و استعدادات کا حامل ہوگا جن کا اظہار اس سے پیدا ہونے والی مخلوق کے اختلاف صور و اخلاق سے ہوتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ: مبادی طینت سے مراد نفوس مدبرہ ہیں کہ جو اپنی ماہیات میں مختلف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ افلاطون اور حکماء کی ایک جماعت کا مسلک ہے اور انہیں مبادی طینت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جسمِ انسانی کیلئے حصار اور عناصر کے متفرق و پاشاں ہونے سے مانع ہوتے ہیں۔ تو جس طرح شے کا وجود اس کے مبادی پر منحصر ہوتا ہے، اُسی طرح جسد عنصری کی بقا نفس مدبرہ پر منحصر ہے۔ چنانچہ جب تک نفس مدبرہ باقی رہتا ہے بدن شکست و ریخت سے اور عناصر منتشر و پراگندہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور جب وہ بدن کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو پھر عناصر کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے۔

اس تاویل کی بنا پر حضرتؑ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ: قدرت نے مختلف نفوس پیدا کئے ہیں جن میں سے کچھ شقی ہیں، کچھ سعید اور کچھ ضعیف ہیں اور کچھ قوی اور جس میں جیسا نفس کارفرما ہوگا اُس سے ویسے ہی افعال و اعمال صادر ہوں گے اور دو شخصوں کے رجحانات میں اگر یکسانیت و ہمرنگی ہوتی ہے تو اس لئے کہ ان کے نفس یکساں و ہمرنگ ہیں اور اگر ان کے میلانات میں فرق ہوتا ہے تو اس لئے کہ ان کے نفس آپس میں کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔ لیکن یہ تاویل قابل قبول نہیں، کیونکہ امیرالمومنین علیہ السلام کے ارشاد میں صرف سیرت و کردار کے اختلاف کا تذکرہ نہیں، بلکہ صورت و شکل کے اختلاف کا بھی ذکر ہے اور صورت و شکل کے اختلاف کو نفس کے اختلاف کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

بہرصورت انسانی صورت و سیرت کے اختلاف کی وجہ نفوس مدبرہ ہوں یا اجزاء عنصریہ، ان کلمات سے نفی اختیار اور جبر کا توہم ہوتا ہے کہ اگر انسان کی فکری و عملی خصوصیات طینت کی کارفرمائی کی وجہ سے ہوتی ہیں تو وہ اپنے کو ایک معینہ سانچے میں ڈھالنے پر مجبور ہوگا کہ جس کی وجہ سے نہ اچھی خصلت پر تحسین و آفرین کا مستحق قرار پائے گا اور نہ بری خصلت پر نفرت و ملامت کے قابل سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ توہم غلط ہے، کیونکہ یہ چیز اپنے مقام پر ثابت ہے کہ خداوند عالم جس طرح کائنات کی ہر چیز کو اس کے موجود ہونے کے بعد جانتا ہے، اسی طرح اس کے موجود ہونے سے پہلے بھی جانتا تھا اور اس کے علم میں تھا کہ انسان اپنے ارادہ و اختیار سے کن چیزوں پر عمل کرے گا اور کن چیزوں کو ترک کرے گا۔ تو قدرت نے اس کے اختیاری افعال کے لحاظ سے ویسی ہی اسے استعداد دے دی اور ویسی ہی طینت سے اسے خلق کر دیا اور یہ طینت ان افعال کے وقوع کی علت نہیں کہ انسان کو مجبور قرار دے کر اس سے اختیار کو سلب کر لیا جائے، بلکہ مناسب طینت سے خلق کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اس کیلئے بجبر مانع نہیں ہوتا اور جس راہ پر وہ بااختیار خود چلنا چاہتا ہے، چلنے دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۳۲) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ وَ هُوَ یَلِیْ غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ تَجْهِیْزَهٗ:

بِاَبِیْۤ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ یَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَیْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَ الْاَنْۢبَآءِ وَ اَخْبَارِ السَّمَآءِ، خَصَّصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسَلِّیًا عَمَّنْ سِوَاكَ، وَ عَمَّمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ فِیْكَ سَوَآءً، وَ لَوْلَاۤ اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ، وَ نَهَیْتَ عَنِ الْجَزَعِ، لَاَنْفَدْنَا عَلَیْكَ مَآءَ الشُّؤُوْنِ، وَ لَكَانَ الدَّآءُ مُمَاطِلًا، وَ الْكَمَدُ مُحَالِفًا، وَ قَلَّا لَكَ! وَ لٰكِنَّهٗ مَا لَا یُمْلَكُ رَدُّهٗ، وَ لَا یُسْتَطَاعُ دَفْعُهٗ، بِاَبِیْۤ اَنْتَ وَ اُمِّیْ! اذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ، وَ اجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ!.

-----☆☆-----

خطبہ (۲۳۲)

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل و کفن دیتے وقت فرمایا:

یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں! آپؐ کے رحلت فرما جانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہوگیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا۔ آپؐ نے (اس مصیبت میں اپنے اہل بیت علیہم السلام کو) مخصوص کیا، یہاں تک کہ آپؐ نے دوسروں کے غموں سے تسلی دیدی اور (اس غم کو) عام بھی کردیا کہ سب لوگ آپؐ کے (سوگ میں) برابر کے شریک ہیں۔ اگر آپؐ نے صبر کا حکم اور نالہ و فریاد سے روکا نہ ہوتا تو ہم آپؐ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کردیتے اور یہ دردِ منّت پذیر درماں نہ ہوتا اور یہ غم و حزن ساتھ نہ چھوڑتا، (پھر بھی یہ) گریہ و بکا اور اندوہ و حزن آپؐ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں! ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجئے گا اور ہمارا خیال رکھئے گا۔

--☆☆--

(۲۳۳) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِقْتَصَّ فِیْهِ ذِكْرَ مَا كَانَ مِنْهُ بَعْدَ هِجْرَةِ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ لَحَاقَهٗ بِهٖ.

فَجَعَلْتُ اَتْبَعُ مَاْخَذَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ، حَتّٰۤی انْتَهَیْتُ اِلَی الْعَرَجِ. (فِیْ كَلَامٍ طَوِیْلٍ).

قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ: «فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ»، مِنَ الْكَلَامِ الَّذِیْ رُمِیَ بِهٖ اِلٰی غَایَتَیِ الْاِیْجَازِ وَ الْفَصَاحَةِ.

خطبہ (۲۳۳)

اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد اپنی کیفیت اور پھر اُن تک پہنچنے تک کی حالت کا تذکرہ کیا ہے۔[1]

میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر روانہ ہوا اور آپؐ کے ذکر کے خطوط پر قدم رکھتا ہوا مقامِ عرج تک پہنچ گیا۔ (سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ ٹکڑا ایک طویل کلام کا جز ہے)۔

اور «فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ» ایسا کلام ہے جس میں منتہا درجہ کا اختصار اور فصاحت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابتدائے سفر سے

اَرَادَ اَنِّیْ كُنْتُ اُعْطٰى خَبَرَهٗ ﷺ مِنْ بَدْءِ خُرُوْجِیْ اِلٰۤى اَنِ انْتَهَیْتُ اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ. فَكَنّٰى عَنْ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْكِنَایَةِ الْعَجِیْبَةِ.

لے کر یہاں تک کہ میں اس مقامِ عرج تک پہنچا برابر آپؐ کی اطلاعات مجھے پہنچ رہی تھیں۔ آپؑ نے اس مطلب کو اس عجیب و غریب کنایہ میں ادا کیا ہے۔

-----☆☆-----

--☆☆--

ؔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے بعد تیرہ برس تک مکہ میں رہے۔ یہ عرصہ آپؐ کی انتہائی مظلومیت و بے سروسامانی کا تھا۔ کفارِ قریش نے آپؐ پر وسائل معیشت کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا، یہاں تک کہ آپؐ کی جان کے دشمن ہو کر اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح آپؐ کا کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس سرکردہ افراد دارالندوہ میں صلاح و مشورہ کیلئے جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد منتخب کر لیا جائے اور وہ مل کر آپؐ پر حملہ کریں۔ اس طرح بنی ہاشم یہ جرأت نہ کر سکیں گے کہ تمام قبائل کا مقابلہ کریں اور یہ معاملہ خون بہا پر ٹل جائے گا۔ اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ربیع الاول کی شب اوّل کو یہ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے قریب گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جب حضرتؐ بستر پر استراحت فرمائیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔

ادھر قتل کی تیاری مکمل ہو چکی تھی، اُدھر قدرت نے کفارِ قریش کی تمام سازشوں سے آپؐ کو آگاہ کر دیا اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر سلا کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو بلا کر اُن سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ: اے علیؑ! تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ: یارسول اللہؐ! کیا میرے سو جانے سے آپؐ کی جان بچ جائے گی؟ فرمایا کہ: ہاں! یہ سن کر امیر المومنین علیہ السلام سجدۂ شکر بجا لائے اور سر وتن کی بازی لگا کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹ گئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان کے عقبی دروازے سے نکل گئے۔

کفارِ قریش جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور حملہ کیلئے پر تول رہے تھے کہ ابولہب نے کہا کہ رات کے وقت حملہ کرنا مناسب نہیں، کیونکہ گھر میں عورتیں بچے ہیں جب صبح ہو تو حملہ کر دینا اور رات بھر ان پر کڑی نگرانی رکھو کہ اِدھر اُدھر نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ رات بھر وہ بستر پر نظریں جمائے رہے اور جب پو پھٹی تو دبے پاؤں آگے بڑھے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اُن کے قدموں کی چاپ سن کر چادر الٹ دی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ نظروں کا پھیر ہے یا حقیقت ہے، مگر جب یقین ہو گیا کہ یہ علی علیہ السلام ہیں تو پوچھا کہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ فرمایا کہ: کیا مجھے سپرد کر گئے تھے جو مجھ سے پوچھتے ہو؟ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ تعاقب میں آدمی دوڑائے مگر غارِ ثور تک نشانِ قدم ملتا رہا اور اس کے بعد نہ نشانِ قدم تھا اور نہ غار میں چھپنے کے کچھ آثار تھے۔ حیران و سراسیمہ ہو کر پلٹ آئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن غارِ ثور میں گزار کر مدینہ کی طرف چل دیئے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے یہ تین دن مکہ میں گزارے، لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالے کیں اور پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جستجو میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مقامِ عرج تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پتہ انہیں چلتا رہا اور اُن کی تلاش میں قدمِ شوق اُٹھتا رہا، یہاں تک کہ بارہ ربیع الاول کو مقامِ قبا میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے اور پھر انہی کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

☆☆☆☆☆

(۲۳٤) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَاعْمَلُوْا وَ اَنْتُمْ فِیْ نَفَسِ الْبَقَآءِ، وَ الصُّحُفُ مَنْشُوْرَةٌ، وَ التَّوْبَةُ مَبْسُوْطَةٌ، وَ الْمُدْبِرُ يُدْعٰى، وَ الْمُسِیْءُ يُرْجٰى، قَبْلَ اَنْ يَّخْمُدَ الْعَمَلُ، وَ يَنْقَطِعَ الْمَهَلُ، وَ يَنْقَضِیَ الْاَجَلُ، وَ يُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ، وَ تَصْعَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ.

فَاَخَذَ امْرُؤٌ مِّنْ نَّفْسِهٖ لِنَفْسِهٖ، وَ اَخَذَ مِنْ حَیٍّ لِّمَيِّتٍ، وَ مِنْ فَانٍ لِّبَاقٍ، وَ مِنْ ذَاهِبٍ لِّدَآئِمٍ.

اِمْرُؤٌ خَافَ اللّٰهَ وَ هُوَ مُعَمَّرٌ اِلٰۤى اَجَلِهٖ، وَ مَنْظُوْرٌ اِلٰى عَمَلِهٖ. امْرُؤٌ اَلْجَمَ نَفْسَهٗ بِلِجَامِهَا، وَ زَمَّهَا بِزِمَامِهَا، فَاَمْسَكَهَا بِلِجَامِهَا عَنْ مَّعَاصِی اللّٰهِ، وَ قَادَهَا بِزِمَامِهَاۤ اِلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ.

-----☆☆-----

خطبہ (۲۳۴)

اعمال بجا لاؤ ابھی جبکہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو، اعمال نامے کھلے ہوئے اور توبہ کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ اللہ سے رخ پھیر لینے والے کو پکارا جا رہا ہے اور گنہگاروں کو اُمید دلائی جا رہی ہے، قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مدت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں۔

چاہیے کہ انسان خود اپنے سے اپنے واسطے اور زندہ سے مردہ کیلئے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیاتِ جاودانی کیلئے نفع و بہبود حاصل کرے۔

وہ انسان جسے ایک مدت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کیلئے مہلت بھی ملی ہے اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ مرد وہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کر اور اُس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے اور لگام کے ذریعہ اُسے اللہ کی نافرمانیوں سے روکے اور اُس کی باگیں تھام کر اللہ کی اطاعت کی طرف اُسے کھینچ لے جائے۔

--☆☆--

(۲۳٥) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ شَاْنِ الْحَكَمَيْنِ وَ ذَمِّ اَهْلِ الشَّامِ:

جُفَاةٌ طَغَامٌ، وَ عَبِيْدٌ اَقْزَامٌ، جُمِّعُوْا مِنْ كُلِّ اَوْبٍ، وَ تُلُقِّطُوْا مِنْ كُلِّ شَوْبٍ، مِمَّنْ يَّنْۢبَغِیْ اَنْ يُّفَقَّهَ وَ يُؤَدَّبَ، وَ يُعَلَّمَ وَ يُدَرَّبَ، وَ يُوَلّٰى عَلَيْهِ، وَ يُؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ، لَيْسُوْا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ

خطبہ (۲۳۵)

دونوں ثالثوں (ابوموسیٰ و عمرو ابن عاص) کے بارے میں اور اہلِ شام کی مذمت میں فرمایا:

وہ تندخو اوباش اور کمینے بدقماش ہیں کہ جو ہر طرف سے اکٹھا کر لئے گئے ہیں اور مخلوط النسب لوگوں میں سے چن لئے گئے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو (جہالت کی بنا پر) اس قابل ہیں کہ انہیں (ابھی اسلام کے متعلق) کچھ بتایا جائے اور شائستگی سکھائی جائے، (اچھائی اور برائی کی) تعلیم دی جائے اور (عمل کی) مشق کرائی جائے اور ان پر کسی

وَ الْاَنْصَارِ، وَ لَا مِنَ ﴿الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ﴾.

اَلَا وَ اِنَّ الْقَوْمَ اخْتَارُوْا لِاَنْفُسِهِمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا یُحِبُّوْنَ، وَ اِنَّكُمُ اخْتَرْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا تَكْرَهُوْنَ. وَ اِنَّمَا عَهْدُكُمْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُ: اِنَّهَا فِتْنَةٌ فَقَطِّعُوْا اَوْتَارَكُمْ وَ شِیْمُوْا سُیُوْفَكُمْ، فَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَقَدْ اَخْطَاَ بِمَسِیْرِهٖ غَیْرَ مُسْتَكْرَهٍ، وَ اِنْ كَانَ كَاذِبًا فَقَدْ لَزِمَتْهُ التُّهَمَةُ. فَادْفَعُوْا فِیْ صَدْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، وَ خُذُوْا مَهَلَ الْاَیَّامِ، وَ حُوْطُوْا قَوَاصِیَ الْاِسْلَامِ. اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی بِلَادِكُمْ تُغْزٰی، وَ اِلٰی صَفَاتِكُمْ تُرْمٰی؟.

نگران کو چھوڑا جائے اور ان کے ہاتھ پکڑ کر چلایا جائے۔ نہ تو وہ مہاجر ہیں، نہ انصار اور نہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مدینہ میں فروکش تھے۔

دیکھو! اہل شام نے تو اپنے لئے ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو ان کے پسندیدہ مقصد کے بہت قریب ہے اور تم نے ایسے شخص کو چنا ہے جو تمہارے ناپسندیدہ مقصد سے انتہائی نزدیک ہے۔ تم کو عبد اللہ ابن قیس (ابو موسیٰ) کا کل والا وقت یاد ہوگا (کہ وہ کہتا پھرتا تھا) کہ: یہ جنگ ایک فتنہ ہے، لہٰذا اپنی کمانوں کے چلوں کو توڑ دو اور تلواروں کو نیاموں میں رکھ لو۔ اگر وہ اپنے اس قول میں سچا تھا تو (ہمارے ساتھ) چل کھڑا ہونے میں خطا کار ہے جبکہ اس پر کوئی جبر بھی نہیں اور اگر جھوٹا تھا تو اس پر (تمہیں) بے اعتمادی ہونا چاہیے، لہٰذا عمرو ابن عاص کے ڈھکیلنے کیلئے عبد اللہ ابن عباس کو منتخب کرو۔ ان دنوں کی مہلت غنیمت جانو اور اسلامی (شہروں کی) سرحدوں کو گھیر لو۔ کیا تم اپنے شہروں کو نہیں دیکھتے کہ ان پر حملے ہو رہے ہیں اور تمہاری قوت و طاقت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

--☆☆--

(۲۳۶) وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

یَذْكُرُ فِیْهَا اٰلَ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ

هُمْ عَیْشُ الْعِلْمِ، وَ مَوْتُ الْجَهْلِ، یُخْبِرُكُمْ حِلْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ، وَ ظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ، وَصَمْتُهُمْ عَنْ حِكَمِ مَنْطِقِهِمْ.

لَا یُخَالِفُوْنَ الْحَقَّ وَ لَا یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ. هُمْ دَعَآئِمُ الْاِسْلَامِ، وَ وَلَآئِجُ الْاِعْتِصَامِ، بِهِمْ عَادَ الْحَقُّ فِیْ نِصَابِهٖ، وَ انْزَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ مُّقَامِهٖ، وَ انْقَطَعَ لِسَانُهٗ عَنْ مَّنْبِتِهٖ.

خطبہ (۲۳۶)

اس میں آلِ محمد علیہم السلام کا ذکر فرمایا

وہ علم کیلئے باعثِ حیات اور جہالت کیلئے سبب مرگ ہیں۔ ان کا حلم ان کے علم کا اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا اور ان کی خاموشی ان کے کلام کی حکمتوں کا پتہ دیتی ہے۔

وہ نہ حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں، نہ اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے ستون اور بچاؤ کا ٹھکانا ہیں۔ ان کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان جڑ سے کٹ گئی۔

عَقَلُوا الدِّيۡنَ عَقۡلَ وِعَايَةٍ وَّ رِعَايَةٍ، لَا عَقۡلَ سَمَاعٍ وَّ رِوَايَةٍ. فَاِنَّ رُوَاةَ الۡعِلۡمِ كَثِيۡرٌ، وَ رُعَاتَهٗ قَلِيۡلٌ.

انہوں نے دین کو سمجھ کر اور اس پر عمل کر کے اسے پہچانا ہے، نہ صرف نقل وسماعت سے اسے جانا ہے۔ یوں تو علم کے راوی بہت ہیں مگر اس پر عمل پیرا ہو کر اس کی نگہداشت کرنے والے کم ہیں۔

-----☆☆-----

(۲۳۷) وَمِنۡ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لِعَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ الۡعَبَّاسِ وَ قَدۡ جَآئَهٗ بِرِسَالَةٍ مِّنۡ عُثۡمَانَ وَ هُوَ مَحۡصُوۡرٌ يَّسۡئَلُهٗ فِيۡهَا الۡخُرُوۡجَ اِلٰى مَالِهٖ بِيَنۡۢبُعَ لِيَقِلَّ هَتۡفُ النَّاسِ بِاسۡمِهٖ لِلۡخِلَافَةِ بَعۡدَ اَنۡ كَانَ سَئَلَهٗ مِثۡلَ ذٰلِكَ مِنۡ قَبۡلُ، فَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ:

يَابۡنَ عَبَّاسٍ! مَا يُرِيۡدُ عُثۡمَانُ اِلَّاۤ اَنۡ يَّجۡعَلَنِيۡ جَمَلًا نَّاضِحًا بِالۡغَرۡبِ: اُقۡبِلۡ وَ اُدۡبِرۡ! بَعَثَ اِلَيَّ اَنۡ اَخۡرُجَ، ثُمَّ بَعَثَ اِلَيَّ اَنۡ اَقۡدَمَ، ثُمَّ هُوَ الۡاٰنَ يَبۡعَثُ اِلَيَّ اَنۡ اَخۡرُجَ! وَاللّٰهِ! لَقَدۡ دَفَعۡتُ عَنۡهُ حَتّٰى خَشِيۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ اٰثِمًا.

خطبہ (۲۳۷)

جن دنوں میں عثمان ابن عفان محاصرہ میں تھے تو عبد اللہ ابن عباس ان کی ایک تحریر لے کر امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آئے جس میں آپؑ سے خواہش کی تھی کہ آپؑ اپنی جاگیر ینبع کی طرف چلے جائیں، تاکہ خلافت کیلئے جو حضرتؑ کا نام پکارا جا رہا ہے اس میں کچھ کمی آجائے اور وہ ایسی درخواست پہلے بھی کر چکے تھے جس پر حضرتؑ نے ابن عباس سے فرمایا:

اے ابن عباس! عثمان تو بس یہ چاہتے ہیں کہ وہ مجھے اپنا شتر آب کش بنالیں کہ جو ڈول کے ساتھ کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ انہوں نے پہلے بھی یہی پیغام بھیجا تھا کہ میں (مدینہ سے) باہر نکل جاؤں اور اس کے بعد یہ کہلوا بھیجا کہ میں پلٹ آؤں، اب پھر وہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ (جہاں تک مناسب تھا) میں نے ان کو بچایا، اب تو مجھے ڈر ہے کہ میں (ان کو مدد دینے سے) کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں۔

-----☆☆-----

(۲۳۸) وَمِنۡ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

يَحُثُّ فِيۡهِ اَصۡحَابَهٗ عَلَى الۡجِهَادِ

وَاللّٰهُ مُسۡتَاۡدِيۡكُمۡ شُكۡرَهٗ، وَ مُوَرِّثُكُمۡ اَمۡرَهٗ، وَ مُمۡهِلُكُمۡ فِيۡ مِضۡمَارٍ مَّحۡدُوۡدٍ، لِتَتَنَازَعُوۡا سَبَقَهٗ، فَشُدُّوۡا عُقَدَ الۡمَاۤزِرِ، وَ اطۡوُوۡا فُضُوۡلَ

خطبہ (۲۳۸)

(اپنے اصحاب کو آمادہ جنگ کرنے کیلئے فرمایا)

خداوند عالم تم سے ادائے شکر کا طلبگار ہے اور تمہیں اپنے اقتدار کا مالک بنایا ہے اور تمہیں اس (زندگی کے) محدود میدان میں مہلت دے رکھی ہے، تاکہ سبقت کا انعام حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو، کمریں مضبوطی سے کس لو اور دامن گردان لو۔

الْخَوَاصِرِ، وَ لَا تَجْتَمِعُ عَزِيْمَةٌ وَّ وَلِيْمَةٌ، مَآ اَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَآئِمِ الْيَوْمِ، وَ اَمْحٰى الظُّلَمَ لِتَذَا كِيْرِ الْهِمَمِ!.

-----☆☆-----

بلند ہمتی اور دعوتوں کی خواہش ایک ساتھ نہیں چل سکتی۔ رات کی گہری نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے اور (اس کی) اندھیاریاں ہمت و جرأت کی یاد کو بہت مٹا دینے والی ہیں۔

--☆☆--

وَ صَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، وَ عَلٰى اٰلِهٖ مَصَابِيْحِ الدُّجٰى وَ الْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

☆☆☆☆☆

حصہ دوّم

مکتوبات

بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ كُتُبِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ علیہ السلام وَرَسَآئِلِهٖ اِلٰى اَعْدَآئِهٖ وَ اُمَرَآءِ بِلَادِهٖ

وَيَدْخُلُ فِيْ ذٰلِكَ مَا اخْتِيْرَ مِنْ عُهُوْدِهٖ اِلٰى عُمَّالِهٖ وَ وَصَايَاهُ لِاَهْلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَاِنْ كَانَ كُلُّ كَلَامِهٖ علیہ السلام مُخْتَارًا

بابِ تحریرات

اس میں مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام کے وہ خطوط اور تحریریں درج ہیں جو آپؑ نے اپنے مخالفین اور اپنے قلمرو کے مختلف شہروں کے حاکموں کے نام بھیجی ہیں اور اس میں کارندوں کے نام جو حکومت کے پروانے اور اپنے صاحبزادوں اور ساتھیوں کے نام جو وصیت نامے لکھے ہیں، یا ہدایتیں کی ہیں، ان کا انتخاب بھی درج ہے اگرچہ حضرتؑ کا تمام کا تمام کلام انتخاب میں آنے کے لائق ہے

(۱) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤى اَهْلِ الْكُوْفَةِ عِنْدَ مَسِيْرِهٖ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلَى الْبَصْرَةِ:

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰۤى اَهْلِ الْكُوْفَةِ جَبْهَةِ الْاَنْصَارِ وَسَنَامِ الْعَرَبِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّيْۤ اُخْبِرُكُمْ عَنْ اَمْرِ عُثْمَانَ حَتّٰى يَكُوْنَ سَمْعُهٗ كَعِيَانِهٖ: اِنَّ النَّاسَ طَعَنُوْا عَلَيْهِ، فَكُنْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اُكْثِرُ اسْتِعْتَابَهٗ، وَ اُقِلُّ عِتَابَهٗ، وَ كَانَ طَلْحَةُ وَ الزُّبَيْرُ اَهْوَنُ سَيْرِهِمَا فِيْهِ الْوَجِيْفُ، وَ اَرْفَقُ حِدَآئِهِمَا الْعَنِيْفُ، وَ كَانَ مِنْ عَآئِشَةَ فِيْهِ فَلْتَةُ غَضَبٍ، فَاُتِيْحَ لَهٗ قَوْمٌ فَقَتَلُوْهُ، وَ بَايَعَنِی النَّاسُ غَيْرَ مُسْتَكْرَهِيْنَ وَ لَا مُجْبَرِيْنَ، بَلْ طَآئِعِيْنَ مُخَيَّرِيْنَ.

وَ اعْلَمُوْا اَنَّ دَارَ الْهِجْرَةِ قَدْ قَلَعَتْ بِاَهْلِهَا وَ قَلَعُوْا بِهَا، وَ جَاشَتْ جَيْشَ الْمِرْجَلِ، وَ قَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقُطْبِ، فَاَسْرِعُوْا اِلٰۤى اَمِيْرِكُمْ، وَ بَادِرُوْا جِهَادَ عَدُوِّكُمْ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ!.

-----☆☆-----

مکتوب (۱)

جو مدینہ سے بصرہ کی جانب روانہ ہوتے ہوئے اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا:[1]

خدا کے بندے علی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے اہل کوفہ کے نام جو مددگاروں میں سر برآوردہ اور قوم عرب میں بلند نام ہیں۔

میں عثمان کے معاملہ سے تمہیں اس طرح آگاہ کئے دیتا ہوں کہ سننے اور دیکھنے میں کوئی فرق نہ رہے۔ لوگوں نے ان پر اعتراضات کئے تو مہاجرین میں سے ایک میں ایسا تھا جو زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا تھا کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو اور شکوہ شکایت بہت کم کرتا تھا۔ البتہ ان کے بارے میں طلحہ و زبیر کی ہلکی سے ہلکی رفتار بھی تند و تیز تھی اور نرم سے نرم آواز بھی سختی و درشتی لئے ہوئے تھی اور ان پر عائشہ کو بھی بے تحاشہ غصہ تھا۔ چنانچہ ایک گروہ آمادہ ہو گیا اور اس نے انہیں قتل کر دیا اور لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ اس طرح کہ نہ ان پر کوئی زبردستی تھی اور نہ انہیں مجبور کیا گیا تھا، بلکہ انہوں نے رغبت و اختیار سے ایسا کیا۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دار الہجرت (مدینہ) اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گیا ہے اور اس کے باشندوں کے قدم وہاں سے اکھڑ چکے ہیں اور وہ دیگ کی طرح ابل رہا ہے اور فتنہ کی چکی چلنے لگی ہے۔ لہٰذا اپنے امیر کی طرف تیزی سے بڑھو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے کیلئے جلدی سے نکل کھڑے ہو۔

--☆☆--

ؔ ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام طلحہ وزبیر کی شورش انگیزیوں کی خبر سن کر بصرہ کی جانب روانہ ہوئے تو مقام ماء العذیب سے امام حسن علیہ السلام اور عمار یاسرؓ کے ہاتھ یہ خط اہل کوفہ کے نام بھیجا اور ابن ابی الحدید نے یہ روایت لکھی ہے کہ جب حضرتؑ نے ربذہ میں منزل کی تو محمد ابن جعفر اور محمد ابن ابی بکر کے ذریعہ اسے روانہ کیا۔

حضرتؑ نے اس مکتوب میں واضح طور سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ حضرت عثمان کا قتل اُمّ المومنین اور طلحہ وزبیر کی کوششوں کا نتیجہ تھا اور وہی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور حضرت عائشہ تو اپنے حدودِ کار کا لحاظ کئے بغیر عام اجتماعات میں ان کی بے عنوانیوں کو بے نقاب کر کے ان کے قتل کا حکم دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے تحریر کیا ہے کہ:

اِنَّ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْرَجَتْ نَعْلَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ قَمِيْصَهٗ مِنْ تَحْتِ سِتَارِهَا وَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَی الْمِنْبَرِ وَ قَالَتْ: هٰذَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ قَمِيْصُهٗ لَمْ تُبْلَ، وَ قَدْ بَدَّلْتَ مِنْ دِيْنِهٖ وَ غَيَّرْتَ مِنْ سُنَّتِهٖ، وَ جَرٰی بَيْنَهُمَا كَلَامُ الْمُخَاشَنَةِ. فَقَالَتْ: اقْتُلُوْا نَعْثَلًا، تُشَبِّهُهٗ بِرَجُلٍ مَّعْرُوْفٍ.

حضرت عائشہ نے جبکہ حضرت عثمان منبر پر تھے رسول ﷺ کی جوتیاں اور قمیص نکالی اور ان سے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی جوتیاں اور ان کی قمیص ہے۔ ابھی یہ چیزیں پرانی بھی نہیں ہوئیں کہ تم نے ان کے دین کو بدل دیا اور سنت کو مسخ کر دیا۔ پھر دونوں میں بہت زیادہ تلخ کلامی ہوئی اور حضرت عائشہ نے کہا: اس نعثل کو قتل کر ڈالو۔ حضرت عائشہ انہیں ایک مشہور آدمی سے تشبیہ دیتے ہوئے "نعثل" کہا کرتی تھیں۔ (نہج البلاغہ، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳)

لوگ حضرت عثمان کے ہاتھوں نالاں تو تھے ہی، ان باتوں سے ان کی ہمت بندھی اور انہوں نے ان کو محاصرہ میں لے لیا تاکہ وہ اپنی روش میں ترمیم کریں یا خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اور ان حالات میں یہ قوی اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے ان دو میں سے ایک بات تسلیم نہ کی تو قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ حضرت عائشہ کی نظروں کے سامنے تھا، مگر انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور انہیں محاصرہ میں چھوڑ کر مکہ جانے کا تہیہ کر لیا۔ حالانکہ اس موقع پر مروان اور عتاب ابن اسید نے ان سے کہا بھی کہ اگر آپ اپنا سفر ملتوی کر دیں تو ممکن ہے کہ ان کی جان بچ جائے اور یہ ہجوم چھٹ جائے مگر آپ نے فرمایا: میں نے حج کا مصمم ارادہ کر لیا ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا، جس پر مروان نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا:

حَرَّقَ قَيْسٌ عَلَیَّ الْبِلَادَ حَتّٰی اِذَا اضْطَرَمَتْ اَجْذَمَا

(ترجمہ:) قیس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگائی اور جب وہ شعلہ ور ہوئے تو دامن بچا کر چلتا ہوا۔[1]

اسی طرح طلحہ وزبیر کے غصہ کا پارہ بھی ان کے خلاف چڑھا رہتا تھا اور وہ اس آگ کو بھڑکانے اور مخالفت کو ہوا دینے میں پیش پیش رہتے

---

[1] قرب الاسناد، ص ۲۷۔

تھے اور اس لحاظ سے بڑی حد تک قتل عثمان میں شریک اور ان کے خون کے ذمہ دار تھے اور دوسرے لوگ بھی ان کو اسی حیثیت سے جانتے اور انہی کو قاتل ٹھہراتے تھے اور ان کے ہوا خواہ بھی صفائی پیش کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں کہ: جب مقام اوطاس میں حضرت عائشہ سے مغیرہ ابن شعبہ کی ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے دریافت کیا کہ:

اَيْنَ تُرِيْدِيْنَ يَآ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَتْ: اُرِيْدُ الْبَصْرَةَ، قَالَ: وَ مَا تَصْنَعِيْنَ بِالْبَصْرَةِ؟ قَالَتْ: اَطْلُبُ بِدَمِ عُثْمَانَ. قَالَ: فَهٰٓؤُلَآءِ قَتَلَةُ عُثْمَانَ مَعَكِ. ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى مَرْوَانَ فَقَالَ لَهٗ: وَ اَنْتَ اَيْنَ تُرِيْدُ اَيْضًا؟ قَالَ: الْبَصْرَةَ. قَالَ: وَ مَا تَصْنَعُ بِهَا؟ قَالَ: اَطْلُبُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ، قَالَ: فَهٰٓؤُلَآءِ قَتَلَةُ عُثْمَانَ مَعَكَ، اِنَّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ قَتَلَا عُثْمَانَ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرَ.

اے اُمّ المومنین کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: بصرے کا۔ کہا کہ وہاں کیا کام ہے؟ فرمایا: خون عثمان کا قصاص لینا ہے۔ اس نے کہا کہ: عثمان کے قاتل تو آپ کے ہمراہ ہیں۔ پھر مروان کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں بھی بصرہ جا رہا ہوں۔ کہا کس مقصد کیلئے؟ کہا کہ: عثمان کے قاتلوں سے بدلہ لینا ہے۔ اس نے کہا کہ: عثمان کے قاتل تو تمہارے ساتھ ہیں اور انہی طلحہ و زبیر نے تو انہیں قتل کیا تھا۔ (الامامۃ والسیاسۃ، ص ۵۵)

بہر صورت جب یہ قاتلین عثمان کی جماعت امیر المومنین علیہ السلام کو مورد الزام ٹھہرا کر بصرہ میں ہنگامہ آرائی کیلئے پہنچ گئی تو امیر المومنین علیہ السلام بھی اس فتنہ کو دبانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اہل کوفہ کا تعاون حاصل کرنے کیلئے یہ خط انہیں لکھا جن پر وہاں کے جانبازوں اور جاںنثاروں کی ایک کثیر جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور آپؑ کی فوج میں آ کر شامل ہوگئی اور پوری ہمت و جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کیا جس کا امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد کا مکتوب اسی اعترافِ حقیقت کے سلسلہ میں ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَيْهِمْ بَعْدَ فَتْحِ الْبَصْرَةِ

وَ جَزَاكُمُ اللهُ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ اَحْسَنَ مَا يَجْزِي الْعَامِلِيْنَ بِطَاعَتِهٖ، وَ الشَّاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِهٖ، فَقَدْ سَمِعْتُمْ وَ اَطَعْتُمْ، وَ دُعِيْتُمْ فَاَجَبْتُمْ.

-----☆☆-----

مکتوب (۲)

جو فتح بصرہ کے بعد اہل کوفہ کی طرف تحریر فرمایا:

خدا تم شہر والوں کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے بہتر سے بہتر وہ جزا دے جو اطاعت شعاروں اور اپنی نعمت پر شکر گزاروں کو وہ دیتا ہے۔ تم نے ہماری آواز سنی اور اطاعت کیلئے آمادہ ہو گئے، اور تمہیں پکارا گیا تو تم لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔

--☆☆--

(۳) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَتَبَهٗ لِشُرَيْحِ بْنِ الْحَارِثِ قَاضِيْهِ

رُوِيَ اَنَّ شُرَيْحَ بْنَ الْحَارِثِ قَاضِيَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْتَرٰى عَلٰى عَهْدِهٖ دَارًا بِثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا فَبَلَغَهٗ ذٰلِكَ فَاسْتَدْعَاهُ وَ قَالَ لَهٗ:

بَلَغَنِيْ اَنَّكَ ابْتَعْتَ دَارًا بِثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا، وَ كَتَبْتَ كِتَابًا، وَ اَشْهَدْتَّ فِيْهِ شُهُوْدًا؟

فَقَالَ شُرَيْحٌ: قَدْ كَانَ ذٰلِكَ يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ. قَالَ: فَنَظَرَ اِلَيْهِ نَظَرَ مُغْضَبٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ:

يَا شُرَيْحُ! اَمَاۤ اِنَّهٗ سَيَاْتِيْكَ مَنْ لَّا يَنْظُرُ فِيْ كِتَابِكَ، وَ لَا يَسْئَلُكَ عَنْ بَيِّنَتِكَ، حَتّٰى يُخْرِجَكَ مِنْهَا شَاخِصًا، وَ يُسْلِمَكَ اِلٰى قَبْرِكَ خَالِصًا.

فَانْظُرْ يَا شُرَيْحُ! لَا تَكُوْنُ ابْتَعْتَ هٰذِهِ الدَّارَ مِنْ غَيْرِ مَالِكَ، اَوْ نَقَدْتَّ الثَّمَنَ مِنْ

دستاویز (۳)

جو آپؑ نے شریح ابن حارث قاضی (کوفہ) کیلئے تحریر فرمائی:

روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے قاضی شریح ابن حارث نے آپؑ کے دورِ خلافت میں ایک مکان اَسّی (۸۰) دینار کو خرید کیا۔ حضرت کو اس کی خبر ہوئی تو انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا:

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک مکان اَسّی (۸۰) دینار کو خرید کیا ہے اور دستاویز بھی تحریر کی ہے اور اس پر گواہوں کی گواہی بھی ڈلوائی ہے؟

شریح نے کہا کہ جی ہاں یا امیر المومنینؑ ایسا ہوا تو ہے۔ (راوی کہتا ہے) اس پر حضرتؑ نے انہیں غصہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا:

دیکھو! بہت جلد ہی وہ (ملک الموت) تمہارے پاس آ جائے گا، جو نہ تمہاری دستاویز دیکھے گا اور نہ تم سے گواہوں کو پوچھے گا، اور وہ تمہارا بوریا بستر بندھوا کر یہاں سے نکال باہر کرے گا اور قبر میں اکیلا چھوڑ دے گا۔

اے شریح! دیکھو، ایسا تو نہیں کہ تم نے اس گھر کو دوسرے کے مال سے خریدا ہو، یا حرام کی کمائی سے قیمت ادا کی ہو۔

غَيْرِ حَلَالِكَ! فَاِذَا اَنْتَ قَدْ خَسِرْتَ دَارَ الدُّنْيَا وَ دَارَ الْاٰخِرَةِ!. اَمَآ اِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَتَيْتَنِيْ عِنْدَ شِرَآئِكَ مَا اشْتَرَيْتَ لَكَتَبْتُ لَكَ كِتَابًا عَلٰى هٰذِهِ النُّسْخَةِ، فَلَمْ تَرْغَبْ فِيْ شِرَآءِ هٰذِهِ الدَّارِ بِدِرْهَمٍ فَمَا فَوْقُ.

وَ النُّسْخَةُ هٰذِهٖ:

هٰذَا مَا اشْتَرٰى عَبْدٌ ذَلِيْلٌ، مِنْ عَبْدٍ قَدْ اُزْعِجَ لِلرَّحِيْلِ، اشْتَرٰى مِنْهُ دَارًا مِّنْ دَارِ الْغُرُوْرِ، مِنْ جَانِبِ الْفَانِيْنَ، وَ خِطَّةِ الْهَالِكِيْنَ، وَ يَجْمَعُ هٰذِهِ الدَّارَ حُدُوْدٌ اَرْبَعَةٌ:

اَلْحَدُّ الْاَوَّلُ يَنْتَهِيْ اِلٰى دَوَاعِي الْاٰفَاتِ، وَ الْحَدُّ الثَّانِيْ يَنْتَهِيْ اِلٰى دَوَاعِي الْمُصِيْبَاتِ، وَ الْحَدُّ الثَّالِثُ يَنْتَهِيْ اِلَى الْهَوَى الْمُرْدِيْ، وَ الْحَدُّ الرَّابِعُ يَنْتَهِيْ اِلَى الشَّيْطٰنِ الْمُغْوِيْ، وَ فِيْهِ يُشْرَعُ بَابُ هٰذِهِ الدَّارِ.

اِشْتَرٰى هٰذَا الْمُغْتَرُّ بِالْاَمَلِ، مِنْ هٰذَا الْمُزْعَجِ بِالْاَجَلِ، هٰذِهِ الدَّارَ بِالْخُرُوْجِ مِنْ عِزِّ الْقَنَاعَةِ، وَ الدُّخُوْلِ فِيْ ذُلِّ الطَّلَبِ وَ الضَّرَاعَةِ، فَمَآ اَدْرَكَ هٰذَا الْمُشْتَرِيْ فِيْمَا اشْتَرٰى مِنْ دَرَكٍ، فَعَلٰى مُبَلْبِلِ اَجْسَامِ الْمُلُوْكِ، وَ سَالِبِ نُفُوْسِ الْجَبَابِرَةِ، وَ مُزِيْلِ مُلْكِ الْفَرَاعِنَةِ، مِثْلِ كِسْرٰى وَ قَيْصَرَ، وَ تُبَّعٍ وَ حِمْيَرَ، وَ مَنْ جَمَعَ الْمَالَ عَلَى الْمَالِ

اگر ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ دیکھو! اس کی خریداری کے وقت تم میرے پاس آئے ہوتے تو میں اسی وقت تمہارے لئے ایک ایسی دستاویز لکھ دیتا کہ تم ایک درہم بلکہ اس سے کم کو بھی اس گھر کے خریدنے کو تیار نہ ہوتے۔

وہ دستاویز یہ ہے:

یہ وہ ہے جو ایک ذلیل بندے نے ایک ایسے بندے سے کہ جو سفر آخرت کیلئے پا در رکاب ہے خرید کیا ہے۔ ایک ایسا گھر کہ جو دنیائے پُرفریب میں مرنے والوں کے محلّے اور ہلاک ہونے والوں کے خطّہ میں واقع ہے، جس کے حدود اربعہ یہ ہیں:

پہلی حد آفتوں کے اسباب سے متصل ہے، دوسری حد مصیبتوں کے اسباب سے ملی ہوئی ہے اور تیسری حد ہلاک کرنے والی نفسانی خواہشوں تک پہنچتی ہے اور چوتھی حد گمراہ کرنے والے شیطان سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اسی حد میں اس کا دروازہ کھلتا ہے۔

اس فریب خوردۂ امید و آرزو نے اس شخص سے کہ جسے موت دھکیل رہی ہے اس گھر کو خریدا ہے، اس قیمت پر کہ اس نے قناعت کی عزت سے ہاتھ اٹھایا اور طلب و خواہش کی ذلت میں جا پڑا۔ اب اگر اس سودے میں خریدار کو کوئی نقصان پہنچے تو بادشاہوں کے جسم کو تہ و بالا کرنے والے، گردن کشوں کی جان لینے والے، اور کسریٰ[1]، قیصر اور تبع و حمیر ایسے فرمانرواؤں کی سلطنتیں الٹ دینے والے اور مال سمیٹ سمیٹ کر اسے بڑھانے، اونچے اونچے محل بنانے سنوارنے،

فَاَكْثَرَ، وَ مَنْ بَنٰى وَ شَيَّدَ، وَ زَخْرَفَ وَ نَجَّدَ وَ ادَّخَرَ وَ اعْتَقَدَ، وَ نَظَرَ بِزَعْمِهٖ لِلْوَلَدِ، اِشْخَاصُهُمْ جَمِيْعًا اِلٰى مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَ الْحِسَابِ، وَ مَوْضِعِ الثَّوَابِ وَ الْعِقَابِ: اِذَا وَقَعَ الْاَمْرُ بِفَصْلِ الْقَضَآءِ ﴿وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ۝﴾.

شَهِدَ عَلٰى ذٰلِكَ الْعَقْلُ اِذَا خَرَجَ مِنْ اَسْرِ الْهَوٰى، وَ سَلِمَ مِنْ عَلَآئِقِ الدُّنْيَا.

-----☆☆-----

انہیں فرش فروش سے سجانے اور اولاد کے خیال سے ذخیرے فراہم کرنے اور جاگیریں بنانے والوں سے سب کچھ چھین لینے والے کے ذمہ ہے کہ وہ ان سب کو لے جا کر حساب و کتاب کے موقف اور عذاب و ثواب کے محل میں کھڑا کرے۔ "اس وقت کہ جب حق و باطل والے وہاں خسارے میں رہیں گے"۔

گواہ شد برایں عقل، جب خواہشوں کے بندھن سے الگ اور دنیا کی وابستگیوں سے آزاد ہو۔

--☆☆--

لے "کسریٰ"، خسرو کا معرب ہے جس کے معنی اس بادشاہ کے ہوتے ہیں جس کا دائرہ مملکت وسیع ہو۔ یہ سلاطین عجم کا لقب تھا اور "قیصر" شاہان روم کا لقب ہے جو رومی زبان میں اس بچے کیلئے بولا جاتا ہے جس کی ماں جننے سے پہلے مر جائے اور اس کا پیٹ چیر کر بچے کو نکالا جائے۔ چونکہ شاہانِ روم میں اُگسطوس اسی طرح پیدا ہوا تھا اس وجہ سے وہ اس نام سے مشہور ہو گیا اور پھر وہاں کے ہر بادشاہ کیلئے اس نے لقب کی صورت اختیار کر لی۔

"حمیر" یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ اس حکومت کا بانی حمیر ابن سبا تھا جس نے یمن میں اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی اور پھر اس کی اولاد نسلاً بعد نسل تخت و تاج کی وارث ہوتی رہی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اکسومی حبشیوں نے یمن پر حملہ کر کے حکومت ان کے ہاتھ سے چھین لی، مگر انہوں نے محکومیت اور ذلت کی زندگی گوارا نہ کی اور اپنی منتشر و پراگندہ قوتوں کو یکجا کر کے اکسومیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں شکست دے کر دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا اور یمن کے ساتھ حضر موت، حبشہ اور حجاز پر بھی اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ سلاطین حمیر کا دوسرا دور تھا جس میں پہلا بادشاہ "حارث الرائش" تھا جو "تبع" کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا اور پھر بعد کے سلاطین اسی لقب سے پکارے جانے لگے۔ "تبع" کے معنی سامی زبان میں متبوع و سردار کے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی صاحب تسلط و اقتدار کے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(٤) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى بَعْضِ اُمَرَآءِ جَيْشِهٖ

فَاِنْ عَادُوْا اِلٰى ظِلِّ الطَّاعَةِ فَذَاكَ الَّذِیْ نُحِبُّ، وَ اِنْ تَوَافَتِ الْاُمُوْرُ بِالْقَوْمِ اِلَى الشِّقَاقِ وَ الْعِصْيَانِ فَانْهَدْ بِمَنْ اَطَاعَكَ اِلٰى مَنْ عَصَاكَ، وَ اسْتَغْنِ بِمَنِ انْقَادَ مَعَكَ عَمَّنْ تَقَاعَسَ عَنْكَ، فَاِنَّ الْمُتَكَارِهَ مَغِيْبُهٗ خَيْرٌ مِّنْ شُهُوْدِهٖ، وَ قُعُوْدُهٗ اَغْنٰى مِنْ نُّهُوْضِهٖ.

-----☆☆-----

مکتوب (۴)

ایک سالارِ لشکر کے نام

اگر وہ[1] اطاعت کی چھاؤں میں پلٹ آئیں تو یہ تو ہم چاہتے ہی ہیں اور اگر ان کی تانیں بس بغاوت اور نافرمانی پر ہی ٹوٹیں تو تم فرمانبرداروں کو لے کر نافرمانوں کی طرف اٹھ کھڑے ہو۔ اور جو تمہارا ہمنوا ہو کر تمہارے ساتھ ہے اس کے ہوتے ہوئے منہ موڑنے والوں کی پروا نہ کرو۔ کیونکہ جو بددلی سے ساتھ ہو اس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے اور اس کا بیٹھے رہنا اس کے اٹھ کھڑے ہونے سے زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

--☆☆--

[1] جب عامل بصرہ عثمان ابن حنیف نے امیر المومنین علیہ السلام کو طلحہ و زبیر کے بصرہ پہنچنے کی اطلاع دی اور ان کے عزائم سے آگاہ کیا تو حضرتؑ نے یہ خط ان کے نام تحریر کیا جس میں انہیں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر دشمن لڑائی پر اتر آئے تو وہ اس کے مقابلے کیلئے ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ نہ لیں کہ جو ایک طرف حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کی شخصیت سے متاثر ہوں اور دوسری طرف کہنے سننے سے ان کے خلاف جنگ پر بھی آمادہ ہو گئے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے جم کر لڑنے کی توقع نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی ان پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ایسے لوگ اگر موجود رہے تو دوسروں کو بھی بددل بنانے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو نظر انداز کر دینا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(٥) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَى الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ، عَامِلِ اٰذَرْبِيْجَانَ

وَ اِنَّ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطُعْمَةٍ، وَ لٰكِنَّهٗ فِیْ عُنُقِكَ اَمَانَةٌ، وَ اَنْتَ مُسْتَرْعًى لِّمَنْ فَوْقَكَ.

لَيْسَ لَكَ اَنْ تَفْتَاتَ فِیْ رَعِيَّةٍ، وَ لَا تُخَاطِرَ اِلَّا بِوَثِيْقَةٍ، وَ فِیْ يَدَيْكَ مَالٌ مِّنْ مَّالِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ، وَ اَنْتَ مِنْ خُزَّانِهٖ حَتّٰى تُسَلِّمَهٗ اِلَیَّ، وَ لَعَلِّیْ اَنْ لَّاۤ اَكُوْنَ شَرَّ وُلَاتِكَ لَكَ، وَالسَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۵)

اشعث ابن قیس والی آذربائیجان کے نام

یہ عہدہ[1] تمہارے لئے کوئی آزوقہ نہیں ہے، بلکہ وہ تمہاری گردن میں ایک امانت (کا پھندا) ہے اور تم اپنے حکمران بالا کی طرف سے حفاظت پر مامور ہو۔

تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رعیت کے معاملہ میں جو چاہو کر گزرو۔ خبردار! کسی مضبوط دلیل کے بغیر کسی بڑے کام میں ہاتھ نہ ڈالا کرو۔ تمہارے ہاتھوں میں خدائے بزرگ و برتر کے اموال میں سے ایک مال ہے اور تم اس وقت تک اس کے خزانچی ہو جب تک میرے حوالے نہ کر دو۔ بہرحال میں غالباً تمہارے لئے برا حکمران تو نہیں ہوں۔ والسلام۔

--☆☆--

[1] جب امیرالمومنین علیہ السلام جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو اشعث ابن قیس کو جو حضرت عثمان کے زمانے سے آذربائیجان کا عامل چلا آرہا تھا تحریر فرمایا کہ وہ اپنے صوبے کا مال خراج و صدقات روانہ کرے، مگر چونکہ اسے اپنا عہدہ و منصب خطرہ میں نظر آرہا تھا اس لئے وہ حضرت عثمان کے دوسرے عمال کی طرح اس مال کو ہضم کر جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس خط کے پہنچنے کے بعد اس نے اپنے مخصوصین کو بلایا اور ان سے اس خط کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مال مجھ سے چھین لیا جائے گا، لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں۔ جس پر ان لوگوں نے کہا کہ یہ تمہارے لئے باعث ننگ و عار ہے کہ اپنے قوم قبیلے کو چھوڑ کر معاویہ کے دامن میں پناہ لو۔ چنانچہ ان لوگوں کے کہنے سننے سے اس نے جانے کا ارادہ تو ملتوی کر دیا مگر اس مال کے دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ جب حضرتؑ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؑ نے اسے کوفہ طلب کرنے کیلئے حجر ابن عدی کندی کو روانہ کیا جو اسے سمجھا بجھا کر کوفہ لے آئے۔ یہاں پہنچنے پر اس کا سامان دیکھا گیا تو اس میں چار لاکھ درہم پائے گئے جس میں سے تیس ہزار حضرتؑ نے اسے دے دیئے اور بقیہ بیت المال میں داخل کر دیئے۔

☆☆☆☆☆

(٦) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ

اِنَّهٗ بَايَعَنِى الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِّلشَّاهِدِ اَنْ يَّخْتَارَ، وَ لَا لِلْغَآئِبِ اَنْ يَّرُدَّ، وَاِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ، فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَّ سَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى، فَاِنْ خَرَجَ عَنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌۢ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَاخَرَجَ مِنْهُ، فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهٖ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ وَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى.

وَ لَعَمْرِىْ، يَا مُعَاوِيَةُ! لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّىْ اَبْرَاَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَ لَتَعْلَمَنَّ اَنِّىْ كُنْتُ فِىْ عُزْلَةٍ عَنْهُ، اِلَّاۤ اَنْ تَتَجَنّٰى فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَكَ! وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (٦)

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام[1]

جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، انہوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے، اور اس کی بنا پر جو حاضر ہے اسے پھر نظر ثانی کا حق نہیں اور جو بروقت موجود نہ ہو، اسے ردّ کرنے کا اختیار نہیں، اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے۔ وہ اگر کسی پر ایکا کر لیں اور اسے خلیفہ سمجھ لیں تو اسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائے گی۔ اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نیا نظریہ اختیار کرتا ہوا الگ ہو جائے تو اسے وہ سب اسی طرف واپس لائیں گے جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے۔ اور اگر انکار کرے تو اس سے لڑیں، کیونکہ وہ مومنوں کے طریقے سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہو لیا ہے۔ اور جدھر وہ پھر گیا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے ادھر ہی پھیر دے گا۔

اے معاویہ! میری جان کی قسم! اگر تم اپنی نفسانی خواہشوں سے دور ہو کر عقل سے دیکھو تو سب لوگوں سے زیادہ مجھے عثمان کے خون سے بری پاؤ گے، مگر یہ کہ تم بہتان باندھ کر کھلی ہوئی چیزوں پر پردہ ڈالنے لگو۔ والسلام۔

--☆☆--

[1] جب امیر المومنین علیہ السلام کے ہاتھ پر تمام اہل مدینہ نے بالاتفاق بیعت کر لی تو معاویہ نے اپنے اقتدار کو خطرہ میں محسوس کرتے ہوئے بیعت سے انکار کر دیا اور آپؑ کی خلافت کی صحت کو محل نظر قرار دینے کیلئے یہ عذر تراشا کہ یہ عمومی انتخاب سے قرار نہیں پائی، لہٰذا اس انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخابِ عام ہونا چاہیے۔ حالانکہ جس خلافت سے اصول انتخاب کی بنیاد پڑی وہ ایک ناگہانی صورت حال کا نتیجہ تھی جس میں عام افراد کی رائے دہندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اسے عمومی اختیار کا نتیجہ کہا جا سکے۔ البتہ عوام پر اس کی پابندی عائد کر کے اسے فیصلۂ جمہور سے تعبیر کر لیا گیا جس سے یہ اصول قرار پا گیا کہ جسے اکابر مدینہ منتخب کر لیں وہ تمام دنیائے اسلام کا نمائندہ متصور ہو گا اور کسی کو اس میں چون و چرا کی

گنجائش نہ ہوگی۔ خواہ وہ انتخاب کے موقع پر موجود ہو یا موجود نہ ہو۔

بہر صورت اس اصول کے قرار پا جانے کے بعد معاویہ کو یہ حق نہ پہنچتا تھا کہ وہ دوبارہ انتخاب کی تحریک یا بیعت سے انکار کرے، جبکہ وہ عملی طور پر ان خلافتوں کو صحیح تسلیم کر چکا تھا کہ جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ مدینہ کے اہل حل وعقد نے طے کی تھیں۔ چنانچہ جب اس نے اس انتخاب کو غلط قرار دیتے ہوئے بیعت سے انکار کیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے اصولِ انتخاب کو اس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس پر حجت تمام کی اور یہ وہی طرز کلام ہے جسے «فَرْضُ الْبَاطِلِ مَعَ الْخَصْمِ حَتّٰى تَلْزَمَهُ الْحُجَّةُ» (حریف کے سامنے اس کے غلط مسلمات کو پیش کر کے اس پر حجت قائم کرنا) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کسی مرحلہ پر امیر المومنین علیہ السلام نے خلافت کی صحت کا معیار شوریٰ اور رائے عامہ کو نہیں سمجھا۔ ورنہ جن خلافتوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مہاجرین وانصار کے اتفاق رائے سے قرار پائی تھیں، آپؑ اس رائے عامہ کو سند و حجت سمجھتے ہوئے ان کو صحیح و درست سمجھتے۔ مگر آپؑ کا دورِ اوّل ہی سے بیعت کا انکار کر دینا کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اس کی دلیل ہے کہ آپؑ ان خود ساختہ اصولوں کو خلافت کا معیار نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے آپؑ ہر دور میں اپنے استحقاقِ خلافت کو پیش کرتے رہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً وعملاً ثابت تھا۔ مگر معاویہ کے مقابلہ میں اسے پیش کرنا سوال و جواب کا دروازہ کھول دینا تھا، اس لئے اسی کے مسلمات ومعتقدات سے اسے قائل کرنا چاہا ہے، تاکہ اس کیلئے تاویلات کے الجھاوے ڈالنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ورنہ وہ تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح بات بڑھتی جائے تاکہ کسی موڑ پر اس کے متزلزل اقتدار کو سہارا مل جائے۔

☆☆☆☆☆

(۷) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَيْهِ اَيْضًا

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ اَتَتْنِیْ مِنْكَ مَوْعِظَةٌ مُّوَصَّلَةٌ، وَ رِسَالَةٌ مُّحَبَّرَةٌ، نَمَّقْتَهَا بِضَلَالِكَ، وَ اَمْضَيْتَهَا بِسُوْٓءِ رَاْيِكَ، وَ كِتَابُ امْرِئٍ لَّيْسَ لَهٗ بَصَرٌ يَّهْدِيْهِ وَ لَا قَآئِدٌ يُّرْشِدُهٗ، قَدْ دَعَاهُ الْهَوٰى فَاَجَابَهٗ، وَ قَادَهُ الضَّلَالُ فَاتَّبَعَهٗ، فَهَجَرَ لَاغِطًا، وَ ضَلَّ خَابِطًا.

[مِنْهُ]

لِاَنَّهَا بَيْعَةٌ وَّاحِدَةٌ لَّا يُثَنّٰى فِيْهَا النَّظَرُ، وَ لَا يُسْتَاْنَفُ فِيْهَا الْخِيَارُ. الْخَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ، وَ الْمُرَوِّیْ فِيْهَا مُدَاهِنٌ.

-----☆☆-----

مکتوب (۷)

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام

تمہارا بے جوڑ نصیحتوں کا پلندہ اور بنایا سنوارا ہوا خط میرے پاس آیا، جسے اپنی گمراہی کی بنا پر تم نے لکھا اور اپنی بے عقلی کی وجہ سے بھیجا۔ یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے کہ جسے نہ روشنی نصیب ہے کہ اسے سیدھی راہ دکھائے اور نہ کوئی رہبر ہے کہ اسے صحیح راستے پر ڈالے، جسے نفسانی خواہش نے پکارا تو وہ لبیک کہہ کر اٹھا، اور گمراہی نے اس کی رہبری کی تو وہ اس کے پیچھے ہولیا، اور یاوہ گوئی کرتے ہوئے اول فول بکنے لگا، اور بے راہ ہوتے ہوئے بھٹک گیا۔

[اس مکتوب کا ایک حصہ یہ ہے]

کیونکہ یہ بیعت ایک ہی دفعہ ہوتی ہے، نہ پھر اس میں نظر ثانی کی گنجائش ہوتی ہے، اور نہ پھر سے چناؤ ہوسکتا ہے۔ اس سے منحرف ہونے والا نظامِ اسلامی پر معترض قرار پاتا ہے، اور غور و تامل سے کام لینے والا منافق سمجھا جاتا ہے۔

--☆☆--

(۸) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰی جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِیِّ لَمَّاۤ اَرْسَلَهٗ اِلٰی مُعَاوِيَةَ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِذَاۤ اَتَاكَ كِتَابِیْ فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفَصْلِ، وَ خُذْهُ بِالْاَمْرِ الْجَزْمِ، ثُمَّ خَيِّرْهُ بَيْنَ حَرْبٍ مُّجْلِيَةٍ، اَوْ سِلْمٍ مُّخْزِيَةٍ، فَاِنِ اخْتَارَ الْحَرْبَ فَانْبِذْ اِلَيْهِ، وَ اِنِ اخْتَارَ السِّلْمَ فَخُذْ بَيْعَتَهٗ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۸)

جب جریر ابن عبد اللہ بجلی کو معاویہ کی طرف روانہ کیا (اور انہیں پلٹنے میں تاخیر ہوئی) تو انہیں تحریر فرمایا:

میرا خط ملتے ہی معاویہ کو دوٹوک فیصلے پر آمادہ کرو، اور اسے کسی آخری اور قطعی رائے کا پابند بناؤ، اور دو باتوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرو کہ گھر سے بے گھر کر دینے والی جنگ یا رسوا کرنے والی صلح۔ اگر وہ جنگ کو اختیار کرے تو تمام تعلقات اور گفت و شنید ختم کر دو اور اگر صلح چاہے تو اس سے بیعت لے لو۔ والسلام۔

--☆☆--

(۹) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ

فَاَرَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِيِّنَا وَ اجْتِيَاحَ اَصْلِنَا، وَهَمُّوْا بِنَا الْهُمُوْمَ، وَ فَعَلُوْا بِنَا الْاَفَاعِيْلَ، وَ مَنَعُوْنَا الْعَذْبَ، وَ اَحْلَسُوْنَا الْخَوْفَ، وَ اضْطَرُّوْنَاۤ اِلٰى جَبَلٍ وَّعْرٍ، وَ اَوْقَدُوْا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ، فَعَزَمَ اللّٰهُ لَنَا عَلَى الذَّبِّ عَنْ حَوْزَتِهٖ، وَ الرَّمْیِ مِنْ وَّرَآءِ حُرْمَتِهٖ.

مُؤْمِنُنَا يَبْغِیْ بِذٰلِكَ الْاَجْرَ، وَ كَافِرُنَا يُحَامِیْ عَنِ الْاَصْلِ، وَ مَنْ اَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ خِلْوٌ مِّمَّا نَحْنُ فِيْهِ بِحِلْفٍ يَّمْنَعُهٗ، اَوْ عَشِيْرَةٍ تَقُوْمُ دُوْنَهٗ، فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانِ اَمْنٍ.

وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ اِذَا احْمَرَّ الْبَاْسُ وَ اَحْجَمَ النَّاسُ قَدَّمَ اَهْلَ بَيْتِهٖ، فَوَقٰى بِهِمْ اَصْحَابَهٗ حَرَّ السُّيُوْفِ وَ الْاَسِنَّةِ، فَقُتِلَ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَ قُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ اُحُدٍ، وَ قُتِلَ جَعْفَرُ يَوْمَ مُؤْتَةَ، وَ اَرَادَ مَنْ لَّوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ اسْمَهٗ مِثْلَ الَّذِیْ اَرَادُوْا مِنَ الشَّهَادَةِ، وَ لٰكِنَّ اٰجَالَهُمْ عُجِّلَتْ وَ مَنِيَّتَهٗ اُجِّلَتْ.

مکتوب (۹)

معاویہ کے نام

ہماری قوم[1] (قریش) نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے اور ہماری جڑ اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا، اور ہمارے لئے غم و اندوہ کے سروسامان کئے، اور برے سے برے برتاؤ ہمارے ساتھ روا رکھے، ہمیں آرام و راحت سے روک دیا، اور مستقل طور پر خوف و دہشت سے دوچار کر دیا، اور ایک سنگلاخ و ناہموار پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور ہمارے لئے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ مگر اللہ نے ہماری ہمت باندھی کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی حفاظت کریں اور ان کے دامن حرمت پر آنچ نہ آنے دیں۔

ہمارے مومن ان سختیوں کی وجہ سے ثواب کے امیدوار تھے اور ہمارے کافر قرابت کی بنا پر حمایت ضروری سمجھتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے وہ ہم پر آنے والی مصیبتوں سے کوسوں دور تھے۔ اس عہد و پیمان کی وجہ سے کہ جو ان کی حفاظت کرتا تھا، یا اس قبیلے کی وجہ سے کہ ان کی حفاظت کو اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ لہٰذا وہ قتل سے محفوظ تھے۔

اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور لوگوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل بیت علیہم السلام کو آگے بڑھا دیتے تھے اور یوں انہیں سینہ سپر بنا کر اصحاب کو نیزہ و شمشیر کی مار سے بچا لے جاتے تھے۔ چنانچہ عبیدہ ابن حارث بدر میں، حمزہ اُحد میں اور جعفر جنگ موتہ میں شہید ہو گئے۔ ایک اور شخص نے بھی کہ اگر میں چاہوں تو اس کا نام لے سکتا ہوں، انہی لوگوں کی طرح شہید ہونا چاہا، لیکن ان کی عمریں جلد پوری ہو گئیں اور اس کی موت پیچھے جا پڑی۔

فَيَاعَجَبًا لِلدَّهْرِ! اِذْ صِرْتُ يُقْرَنُ بِیْ مَنْ لَّمْ يَسْعَ بِقَدَمِیْ، وَ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ كَسَابِقَتِی الَّتِیْ لَا يُدْلِیْ اَحَدٌ بِمِثْلِهَا، اِلَّا اَنْ يَّدَّعِیَ مُدَّعٍ مَّا لَاۤ اَعْرِفُهٗ، وَ لَاۤ اَظُنُّ اللّٰهَ يَعْرِفُهٗ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ.

وَ اَمَّا مَا سَئَلْتَ مِنْ دَفْعِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ اِلَيْكَ، فَاِنِّیْ نَظَرْتُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ، فَلَمْ اَرَهُ يَسَعُنِیْ دَفْعُهُمْ اِلَيْكَ وَ لَاۤ اِلٰی غَيْرِكَ، وَ لَعَمْرِیْ لَئِنْ لَّمْ تَنْزِعْ عَنْ غَيِّكَ وَ شِقَاقِكَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَنْ قَلِيْلٍ يَّطْلُبُوْنَكَ، لَا يُكَلِّفُوْنَكَ طَلَبَهُمْ فِیْ بَرٍّ وَّ لَا بَحْرٍ، وَ لَا جَبَلٍ وَّ لَا سَهْلٍ، اِلَّاۤ اَنَّهٗ طَلَبٌ يَّسُوْٓءُكَ وِجْدَانُهٗ، وَ زَوْرٌ لَّا يَسُرُّكَ لُقْيَانُهٗ، وَالسَّلَامُ لِاَهْلِهٖ.

-----☆☆-----

اس زمانہ (کج رفتار) پر حیرت ہوتی ہے کہ میرے ساتھ ایسوں کا نام لیا جاتا ہے جنہوں نے میدانِ سعی میں میری سی تیز گامی کبھی نہیں دکھائی اور نہ ان کیلئے میرے ایسے دیرینہ اسلامی خدمات ہیں۔ ایسی خدمات کہ جن کے مانند کوئی مثال پیش نہیں کر سکتا، مگر یہ کہ کوئی مدعی ایسی چیز کا دعویٰ کر بیٹھے کہ جسے میں نہیں جانتا ہوں، اور میں نہیں سمجھتا کہ اللہ اسے جانتا ہوگا (یعنی کچھ ہو تو وہ جانے)۔ بہر حال اللہ کا شکر ہے۔

اے معاویہ! تمہارا یہ مطالبہ جو ہے کہ میں عثمان کے قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے اس کے ہر پہلو پر غور و فکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ انہیں تمہارے یا تمہارے علاوہ کسی اور کے حوالے کرنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ اور میری جان کی قسم! اگر تم اپنی گمراہی اور انتشار پسندی سے باز نہ آئے تو بہت جلد ہی انہیں پہچان لو گے اور وہ خود تمہیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں گے اور تمہیں جنگلوں، دریاؤں، پہاڑوں اور میدانوں میں ان کے ڈھونڈنے کی زحمت نہ دیں گے۔ مگر یہ ایک ایسا مطلوب ہوگا جس کا حصول تمہارے لئے ناگواری کا باعث ہوگا اور وہ آنے والے ایسے ہوں گے جن کی ملاقات تمہیں خوش نہ کر سکے گی۔ سلام اس پر جو سلام کے لائق ہو۔

--☆☆--

ؕ۱ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت توحید دینے پر مامور ہوئے تو کفر و عصیان کی طاقتیں اعلانِ حق کی راہ روکنے کیلئے اٹھ کھڑی ہوئیں اور قبائل قریش جبر و تشدد سے اس آواز کو دبانے کے درپے ہو گئے۔ ان منکرین کے دلوں میں اپنے خود ساختہ معبودوں کی محبت اس قدر راسخ ہو چکی تھی کہ وہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کیلئے تیار نہ تھے۔ ان کے سامنے ایک خدا کا نظریہ پیش کرنا ہی ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کیلئے کافی تھا، چہ جائیکہ انہوں نے اپنے بتوں کے متعلق ایسے کلمات سنے جو انہیں ایک سنگ بے شعور سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ جب اس طرح انہیں اپنے اصول و عقائد خطرہ میں نظر آئے تو وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت پر کمر بستہ ہو گئے اور اپنے ترکش کے ہر تیر کو آزمانے کیلئے میدان میں اتر آئے اور اس طرح ایذا رسانی کے وسائل کام میں لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر سے قدم باہر نکالنا مشکل ہو گیا۔ اس دور میں جو گنتی کے چند افراد ایمان لائے تھے انہیں بھی مسلسل و پیہم آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ ان پرستارانِ توحید کو جلتی ہوئی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا اور پتھروں اور

کوڑوں سے اتنا مارا جاتا کہ ان کے بدن لہولہان ہو جاتے۔ جب قریش کے مظالم اس حد تک بڑھ گئے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے پانچویں سال انہیں مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ قریش نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا مگر حبشہ کے فرمانروا نے انہیں ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی عدل گستری و انصاف پروری سے ان پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔

ادھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ برابر جاری تھی اور حق کی کشش و تاثیر اپنا کام کر رہی تھی اور لوگ اسلام کی تعلیم اور آپؐ کی شخصیت سے متاثر ہو کر آپؐ کے دامن سے وابستہ ہوتے جا رہے تھے، جس سے قریش انگاروں پر لوٹتے، اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے اور اس بڑھتی ہوئی تاثیر و نفوذ کو روکنے کی کوشش کرتے۔ مگر جب ان کیلئے کچھ نہ ہو سکا تو یہ طے کیا کہ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب سے تمام تعلقات قطع کر لئے جائیں۔ نہ ان سے میل جول رکھا جائے اور نہ ان سے لین دین کیا جائے، تا کہ وہ تنگ آ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں اور پھر وہ جیسا چاہیں ان کے ساتھ برتاؤ کریں۔ چنانچہ ان میں باہمی معاہدہ ہوا اور اس سلسلہ میں ایک دستاویز لکھ کر محفوظ کر دی گئی۔

اس معاہدہ کے بعد اگر چہ زمین وہی تھی اور زمین پر بسنے والے بھی وہی تھے، مگر بنی ہاشم کیلئے در و دیوار سے اجنبیت برسنے لگی۔ جانی پہچانی ہوئی صورتیں یوں نظر آنے لگیں جیسے کبھی شناسائی تھی ہی نہیں۔ سب نے رخ موڑ لئے اور میل ملاقات اور راہ و رسم بند کر دی۔ ان حالات میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اچانک حملہ نہ ہو جائے، اس لئے شہر سے باہر پہاڑ کی ایک تنگ گھاٹی میں کہ جسے ''شعب ابو طالب'' کہا جاتا ہے پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس موقع پر بنی ہاشم میں سے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے وہ خاندانی اتحاد کی بنا پر آپؐ کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور آڑے وقت پر سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو جاتے اور جو ایمان لا چکے تھے، جیسے حضرت حمزہؓ و حضرت ابو طالبؑ، وہ اپنا فریضۂ ایمانی سمجھ کر آپؐ کی حفاظت میں سرگرم عمل رہتے۔ خصوصاً حضرت ابو طالبؑ نے اپنا سکون و آرام سب چھوڑ رکھا تھا۔ ان کے دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسکین دینے اور راتیں پہرا دینے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوابگاہ بدلوانے میں گزرتی تھیں۔ اس طرح کہ جس بستر پر ایک رات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرماتے دوسری رات اس بستر پر علی علیہ السلام کو سلا دیتے کہ اگر کوئی حملہ کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے علی علیہ السلام کام میں آ جائیں۔

یہ دور بنی ہاشم کیلئے انتہائی مصائب و آلام کا دور تھا۔ حالت یہ تھی کہ ضروریات زندگی ناپید اور معیشت کے تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لئے تو بھر لئے، ورنہ فاقوں میں پڑے رہے۔ جب اس طرح تین برس قید و بند کی سختیاں جھیلتے گزر گئے تو زبیر ابن ابی امیہ، ہشام ابن عمرو، مطعم ابن عدی، ابو البختری اور زمعہ ابن اسود نے چاہا کہ اس معاہدہ کو توڑ دیں۔ چنانچہ اکابر قریش خانہ کعبہ میں مشورہ کیلئے جمع ہوئے۔ ابھی کچھ طے نہ کرنے پائے تھے کہ حضرت ابو طالبؑ بھی شعب سے نکل کر ان کے مجمع میں پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ میرے بھتیجے محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا ہے کہ جس کاغذ پر تم نے معاہدہ تحریر کیا تھا اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اب اس پر ''اللہ'' کے نام کے علاوہ کچھ نہیں رہا، لہٰذا تم اس دستاویز کو منگوا کر دیکھو۔ اگر انہوں نے سچ کہا ہے تو تمہیں ان کی دشمنی سے دستبردار ہونا چاہیے اور اگر غلط کہا ہے تو میں انہیں تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ اس دستاویز کو منگوا کر دیکھا گیا تو واقعی «بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ» کے علاوہ کہ جو

دورِ جاہلیت میں سرنامہ کے طور پر لکھا جاتا تھا تمام تحریر دیمک کی نذر ہو چکی تھی۔

یہ دیکھ کر مطعم ابن عدی نے اس تحریر کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ معاہدہ توڑ دیا گیا اور خدا خدا کر کے بنی ہاشم کو اس مظلومیت و بے کسی کی زندگی سے نجات ملی، لیکن اس کے بعد بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مشرکین کے رویہ میں سرِ مو فرق نہ آیا، بلکہ وہ بغض و عناد میں اس طرح کھو گئے کہ ان کی جان لینے کی تدبیریں کرنے لگے، جس کے نتیجہ میں ہجرتِ مدینہ کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس موقع پر اگر چہ حضرت ابو طالبؑ زندہ نہ تھے، مگر علی ابن ابی طالبؑ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر لیٹ کر ان کی یاد دلوں میں تازہ کر دی، کیونکہ یہ انہی کا دیا ہوا درس تھا کہ جس سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا سروسامان کیا جاتا تھا۔

یہ واقعات اگر چہ معاویہ سے مخفی نہ تھے، مگر چونکہ اس کے سامنے اس کے اسلاف کے کارناموں کو رکھ کر اس کی معاندانہ روح کو جھنجھوڑنا مقصود تھا، اس لئے قریش و بنی عبد شمس کی ان ایذا رسانیوں کی طرف اسے توجہ دلائی ہے کہ وہ عہد نبویؐ کے پرستارانِ حق اور پرستارانِ باطل کی روش کو دیکھتے ہوئے یہ غور کرے کہ وہ حق کی راہ پر چل رہا ہے یا اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۰) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَيْهِ اَيْضًا

وَ كَيْفَ اَنْتَ صَانِعٌ اِذَا تَكَشَّفَتْ عَنْكَ جَلَابِيْبُ مَاۤ اَنْتَ فِيْهِ مِنْ دُنْيَا، قَدْ تَبَهَّجَتْ بِزِيْنَتِهَا، وَ خَدَعَتْ بِلَذَّتِهَا، دَعَتْكَ فَاَجَبْتَهَا، وَ قَادَتْكَ فَاتَّبَعْتَهَا، وَ اَمَرَتْكَ فَاَطَعْتَهَا، وَ اِنَّهٗ يُوْشِكُ اَنْ يَّقِفَكَ وَاقِفٌ عَلٰى مَا لَا يُنْجِيْكَ مِنْهُ مِجَنٌّ.

فَاقْعَسْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ، وَ خُذْ اُهْبَةَ الْحِسَابِ، وَ شَمِّرْ لِمَا قَدْ نَزَلَ بِكَ، وَ لَا تُمَكِّنِ الْغُوَاةَ مِنْ سَمْعِكَ، وَ اِلَّا تَفْعَلْ اُعْلِمْكَ مَاۤ اَغْفَلْتَ مِنْ نَّفْسِكَ، فَاِنَّكَ مُتْرَفٌ قَدْ اَخَذَ الشَّيْطٰنُ مِنْكَ مَاْخَذَهٗ، وَ بَلَغَ فِيْكَ اَمَلَهٗ، وَ جَرٰى مِنْكَ مَجْرَى الرُّوْحِ وَ الدَّمِ.

وَ مَتٰى كُنْتُمْ يَا مُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ، وَ وُلَاةَ اَمْرِ الْاُمَّةِ؟ بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ، وَ لَا شَرَفٍ بَاسِقٍ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ لُزُوْمِ سَوَابِقِ الشَّقَآءِ، وَ اُحَذِّرُكَ اَنْ تَكُوْنَ مُتَمَادِيًا فِیْ غِرَّةِ الْاُمْنِيَّةِ، مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَ السَّرِيْرَةِ.

وَقَدْ دَعَوْتَ اِلَى الْحَرْبِ، فَدَعِ النَّاسَ جَانِبًا وَ اخْرُجْ اِلَیَّ، وَ اَعْفِ الْفَرِيْقَيْنِ مِنَ الْقِتَالِ، لِيُعْلَمَ اَيُّنَا الْمَرِيْنُ عَلٰى قَلْبِهٖ، وَ

مکتوب (۱۰)

معاویہ کی طرف

تم اس وقت کیا کرو گے جب دنیا کے یہ لباس جن میں لپٹے ہوئے ہو تم سے اتر جائیں گے۔ یہ دنیا جو اپنی سج دھج کی جھلک دکھاتی اور اپنے حظ و کیف سے ورغلاتی ہے، جس نے تمہیں پکارا تو تم نے لبیک کہی، اس نے تمہیں کھینچا تو تم اس کے پیچھے ہو لئے اور اس نے تمہیں حکم دیا تو تم نے اس کی پیروی کی۔ وہ وقت دور نہیں کہ بتانے والا تمہیں ان چیزوں سے آگاہ کرے کہ جن سے کوئی سپر تمہیں بچا نہ سکے گی۔

لہٰذا اس دعویٰ سے باز آ جاؤ، حساب و کتاب کا سروسامان کرو اور آنے والی موت کیلئے دامن گردان کر تیار ہو جاؤ، اور گمراہوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر میں تمہاری غفلتوں پر (جھنجھوڑ کر) تمہیں متنبہ کروں گا۔ تم عیش و عشرت میں پڑے ہو، شیطان نے تم میں اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے، وہ تمہارے بارے میں اپنی آرزوئیں پوری کر چکا ہے اور تمہارے اندر روح کی طرح سرایت کر گیا اور خون کی طرح (رگ و پے میں) دوڑ رہا ہے۔

اے معاویہ! بھلا تم لوگ (اُمیہ کی اولاد) کب رعیت پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے؟ اور کب اُمت کے امور کے والی و سرپرست تھے؟ بغیر کسی پیش قدمی اور بغیر کسی بلند عزت و منزلت کے۔ ہم دیرینہ بدبختیوں کے گھر کر لینے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں اس چیز پر تمہیں متنبہ کئے دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں کے فریب پر فریب کھاتے ہو اور تمہارا ظاہر باطن سے جدا رہتا ہے۔

تم نے مجھے جنگ کیلئے للکارا ہے تو ایسا کرو کہ لوگوں کو ایک طرف کر دو اور خود (میرے مقابلے میں) باہر نکل آؤ۔ دونوں فریق کو کشت و خون سے معاف کرو، تاکہ پتہ چل جائے کہ کس کے دل پر زنگ کی

الْمُغَطّٰی عَلٰی بَصَرِہٖ!.

تہیں چڑھی ہوئی اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

فَاَنَاۤ اَبُوْ حَسَنٍ قَاتِلُ جَدِّكَ وَ خَالِكَ وَ اَخِيْكَ شَدْخًا يَّوْمَ بَدْرٍ، وَ ذٰلِكَ السَّيْفُ مَعِیْ، وَ بِذٰلِكَ الْقَلْبِ اَلْقٰى عَدُوِّیْ، مَا اسْتَبْدَلْتُ دِيْنًا، وَ لَا اسْتَحْدَثْتُ نَبِيًّا، وَ اِنِّیْ لَعَلَى الْمِنْهَاجِ الَّذِیْ تَرَكْتُمُوْهُ طَآئِعِيْنَ، وَ دَخَلْتُمْ فِيْهِ مُكْرَهِيْنَ.

میں (کوئی اور نہیں) وہی ابوالحسنؑ ہوں کہ جس نے تمہارے نانا (عتبہ بن ربیعہ)، تمہارے ماموں (ولید بن عتبہ) اور تمہارے بھائی (حنظلہ بن ابی سفیان) کے پرخچے اڑا کر بدر کے دن مارا تھا۔ وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اسی دل گردے کے ساتھ اب بھی دشمن سے مقابلہ کرتا ہوں۔ نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے، نہ کوئی نیا نبی کھڑا کیا ہے۔ اور میں بلاشبہ اسی شاہراہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا تھا اور پھر مجبوری سے اس میں داخل ہوئے۔

وَ زَعَمْتَ اَنَّكَ جِئْتَ ثَآئِرًا بِدَمِ عُثْمَانَ، وَ لَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ اِنْ كُنْتَ طَالِبًا، فَكَاَنِّیْ قَدْ رَاَيْتُكَ تَضِجُّ مِنَ الْحَرْبِ اِذَا عَضَّتْكَ ضَجِيْجَ الْجِمَالِ بِالْاَثْقَالِ، وَ كَاَنِّیْ بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُوْنِیْ جَزَعًا مِّنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ، وَ الْقَضَآءِ الْوَاقِعِ، وَ مَصَارِعَ بَعْدَ مَصَارِعَ، اِلٰى كِتَابِ اللهِ، وَ هِیَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ، اَوْ مُبَايِعَةٌ حَآئِدَةٌ.

اور تم ایسا ظاہر کرتے ہو کہ تم خونِ عثمان کا بدلہ لینے کو اٹھے ہو، حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کا خون کس کے سر ہے۔ اگر واقعی بدلہ ہی لینا منظور ہے تو انہی سے لو۔ اب[1] تو وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ جب جنگ تمہیں دانتوں سے کاٹ رہی ہوگی اور تم اس طرح بلبلاتے ہو گے جس طرح بھاری بوجھ سے اونٹ بلبلاتے ہیں، اور تمہاری جماعت تلواروں کی تابڑ توڑ مار، سر پر منڈلانے والی قضا اور کشتوں کے پشتے لگ جانے سے گھبرا کر مجھے کتاب خدا کی طرف دعوت دے رہی ہوگی۔ حالانکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر اور حق کے منکر ہیں یا بیعت کے بعد اسے توڑ دینے والے ہیں۔

-----☆☆-----

[1] امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین کے متعلق ہے جس میں مختصر سے لفظوں میں اس کا پورا منظر کھینچ دیا ہے۔ چنانچہ ایک طرف معاویہ عراقیوں کے حملوں سے حواس باختہ ہو کر بھاگنے کی سوچ رہا تھا اور دوسری طرف اس کی فوج موت کی پیہم یورش سے گھبرا کر چلا رہی تھی اور آخر کار جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو قرآن نیزوں پر اٹھا کر صلح کا شور مچا دیا اور اس حیلہ سے بچے کھچے لوگوں نے اپنی جان بچائی۔ اس پیشین گوئی کو کسی قیاس و تخمین یا واقعات سے اخذ نتائج کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ ان جزئی تفصیلات کا فراست و دوررس بصیرت سے احاطہ کیا جا سکتا ہے، بلکہ ان پر سے وہی پردہ اُٹھا سکتا ہے جس کا ذریعۂ اطلاع پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی زبان وحی ترجمان ہو یا القائے ربانی۔

☆☆☆☆☆

(۱۱) وَمِنْ وَّصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَصّٰى بِهَا جَيْشًا بَعَثَهٗ اِلَى الْعَدُوِّ

فَاِذَا نَزَلْتُمْ بِعَدُوٍّ اَوْ نَزَلَ بِكُمْ، فَلْيَكُنْ مُّعَسْكَرُكُمْ فِیْ قُبُلِ الْاَشْرَافِ، اَوْ سِفَاحِ الْجِبَالِ، اَوْ اَثْنَآءِ الْاَنْهَارِ، كَيْمَا يَكُوْنَ لَكُمْ رِدْءًا، وَ دُوْنَكُمْ مَرَدًّا، وَ لْتَكُنْ مُّقَاتَلَتُكُمْ مِنْ وَّجْهٍ وَّاحِدٍ اَوِ اثْنَيْنِ.

وَ اجْعَلُوْا لَكُمْ رُقَبَآءَ فِیْ صَيَاصِی الْجِبَالِ، وَ مَنَاكِبِ الْهِضَابِ، لِئَلَّا يَاْتِيَكُمُ الْعَدُوُّ مِنْ مَّكَانِ مَخَافَةٍ اَوْ اَمْنٍ.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ مُقَدِّمَةَ الْقَوْمِ عُيُوْنُهُمْ، وَ عُيُوْنَ الْمُقَدِّمَةِ طَلَآئِعُهُمْ.

وَ اِيَّاكُمْ وَ التَّفَرُّقَ، فَاِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوْا جَمِيْعًا، وَ اِذَا ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوْا جَمِيْعًا، وَ اِذَا غَشِيَكُمُ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ كِفَّةً، وَ لَا تَذُوْقُوا النَّوْمَ اِلَّا غِرَارًا اَوْ مَضْمَضَةً.

-----☆☆-----

مکتوب (۱۱)

دشمن کی طرف بھیجے ہوئے ایک لشکر کو یہ ہدایتیں فرمائیں

جب[1] تم دشمن کی طرف بڑھو یا دشمن تمہاری طرف بڑھے تو تمہارا پڑاؤ ٹیلوں کے آگے یا پہاڑ کے دامن میں یا نہروں کے موڑ میں ہونا چاہیے، تاکہ یہ چیز تمہارے لئے پشت پناہی اور روک کا کام دے، اور جنگ بس ایک طرف یا (زائد سے زائد) دو طرف سے ہو۔

اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ٹیلوں کی بلند سطحوں پر دید بانوں کو بٹھا دو، تاکہ دشمن کسی کھٹکے کی جگہ سے یا اطمینان والی جگہ سے (اچانک) نہ آپڑے۔

اور اس بات کو جانے رہو کہ فوج کا ہراول دستہ فوج کا خبر رساں ہوتا ہے۔ اور ہراول دستے کو اطلاعات ان مخبروں سے حاصل ہوتی ہیں (جو آگے بڑھ کر سراغ لگاتے ہیں)۔

دیکھو! تتر بتر ہونے سے بچے رہو، اترو تو ایک ساتھ اترو، اور کوچ کرو تو ایک ساتھ کرو۔ اور جب رات تم پر چھا جائے تو نیزوں کو (اپنے گرد) گاڑ کر ایک دائرہ سا بنا لو۔ صرف اونگھ لینے اور ایک آدھ جھپکی لے لینے کے سوا نیند کا مزہ نہ چکھو۔

--☆☆--

[1] جب امیر المومنین علیہ السلام نے نخیلہ کی چھاؤنی سے زیاد ابن نضر حارثی اور شریح ابن ہانی کو آٹھ ہزار اور چار ہزار کے دستے پر سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تو ان دونوں میں منصب کے سلسلہ میں کچھ اختلاف رائے ہو گیا جس کی اطلاع انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کو دی اور ایک دوسرے کے خلاف شکایت آمیز خطوط لکھے۔ حضرتؑ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اگر تم مل کر سفر کرو تو پوری فوج کا نظم و نسق زیاد ابن نضر کے ہاتھ میں ہوگا اور اگر الگ الگ سفر کرو تو جس جس دستے پر تمہیں امیر مقرر کیا گیا ہے اسی کا نظم و انصرام تم سے متعلق ہوگا۔

اس خط کے ذیل میں حضرتؑ نے جنگ کیلئے چند ہدایات بھی انہیں تحریر فرمائیں اور علامہ رضیؒ نے صرف ہدایت والا حصہ ہی اس مقام پر

درج کیا ہے۔ یہ ہدایات نہ صرف اس زمانہ کے طریقہ جنگ کے لحاظ سے نہایت کارآمد اور مفید ہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی جنگی اصول کی طرف رہنمائی کرنے کے اعتبار سے ان کی افادیت واہمیت ناقابل انکار ہے۔ وہ ہدایات یہ ہیں کہ:

- جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو پہاڑوں کے دامنوں اور ندی نالوں کے موڑوں میں پڑاؤ ڈالو۔ کیونکہ اس صورت میں نہروں کے نشیب خندق کا اور پہاڑوں کی چوٹیاں فصیل کا کام دیں گی اور تم عقب سے مطمئن ہو کر دوسرے اطراف سے دشمن کا دفاع کر سکو گے۔
- دوسرے یہ کہ لڑائی ایک طرف سے ہو یا زیادہ سے زیادہ دو طرف سے۔ کیونکہ فوج کے متعدد محاذوں پر تقسیم ہو جانے سے اس میں کمزوری کا رونما ہونا ضروری ہے اور دشمن تمہاری فوج کے تفرقہ وانتشار سے فائدہ اٹھا کر کامیابی میں کوئی دشواری محسوس نہ کرے گا۔
- تیسرے یہ کہ ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پاسبان دستے بٹھا دو، تاکہ وہ دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے تمہیں آگاہ کر سکیں۔ کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جدھر سے دشمن کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے وہ ادھر سے آنے کی بجائے دوسری طرف سے حملہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر بلندیوں پر پاسبان دستے موجود ہوں گے تو وہ دور سے اڑتے ہوئے گرد وغبار کو دیکھ کر دشمن کی آمد کا پتہ چلا لیں گے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے اس کا افادی پہلو واضح کرنے کیلئے یہ تاریخی واقعہ نقل کیا ہے کہ: جب قحطبہ نے خراسان سے نکل کر ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالا تو وہ اور خالد ابن برمک ایک بلند جگہ پر جا بیٹھے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ خالد نے دیکھا کہ جنگل کی طرف سے ہرنوں کی ٹکڑیاں چلی آرہی ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے قحطبہ سے کہا کہ اے امیر! اٹھیے اور لشکر میں فوراً اعلان کرایئے کہ وہ صف بندی کر کے ہتھیاروں کو سنبھال لے۔ یہ سن کر قحطبہ کھڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر کہنے لگا: مجھے تو کہیں بھی دشمن کی فوج نظر نہیں آتی۔ اس نے کہا کہ: اے امیر! یہ وقت باتوں میں ضائع کرنے کا نہیں، آپ ان ہرنوں کو دیکھ لیجئے جو اپنے ٹھکانے چھوڑ کر آبادیوں کی طرف بڑھے چلے آرہے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے عقب میں دشمن کی فوج چلی آرہی ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنی فوج کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ ادھر لشکر کا تیار ہونا تھا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کانوں میں آنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن سر پر منڈلانے لگا اور یہ چونکہ بروقت مدافعت کا سامان کر چکے تھے، اس لئے پورے طور سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اگر خالد اس بلندی پر نہ ہوتا اور اپنی سوجھ بوجھ سے کام نہ لیتا تو دشمن اچانک حملہ کر کے انہیں ختم کر دیتا۔
- چوتھے یہ کہ اِدھر اُدھر جاسوس چھوڑ دیئے جائیں تاکہ وہ دشمن کی نقل وحرکت اور اس کے عزائم سے آگاہ کرتے رہیں اور اس کی سوچی سمجھی ہوئی چالوں کو ناکام بنایا جا سکے۔
- پانچویں یہ کہ پڑاؤ ڈالو تو ایک ساتھ اور کوچ کرو تو ایک ساتھ، تاکہ دشمن اس پراگندگی وانتشار کی حالت میں تم پر حملہ کر کے بآسانی قابو نہ پاسکے۔
- چھٹے یہ کہ رات کو اپنے گرد نیزے گاڑ کر حصار کھینچ لو، تاکہ اگر دشمن شب خون مارے تو اس کے حملہ آور ہوتے ہی تم اپنے ہتھیاروں کو اپنے ہاتھوں میں لے سکو اور اگر دشمن تیر بارانی کرے تو اس کے ذریعہ سے کچھ بچاؤ ہو سکے۔
- ساتویں یہ کہ گہری نیند نہ سوؤ کہ دشمن کی آمد کا تمہیں پتہ ہی نہ چل سکے اور وہ تمہارے سنبھلتے سنبھلتے تمہیں گزند پہنچانے میں کامیاب ہو جائے۔

☆☆☆☆☆

(۱۲) وَمِنْ وَّصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِمَعْقِلِ بْنِ قَيْسٍ الرِّيَاحِيِّ حِيْنَ اَنْفَذَهٗ اِلَى الشَّامِ فِيْ ثَلَاثَةِ اٰلَافٍ مُّقَدِّمَةً لَّهٗ:

اِتَّقِ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ لِّقَآئِهٖ، وَ لَا مُنْتَهٰى لَكَ دُوْنَهٗ، وَ لَا تُقَاتِلَنَّ اِلَّا مَنْ قَاتَلَكَ، وَ سِرِ الْبَرْدَيْنِ، وَ غَوِّرْ بِالنَّاسِ، وَ رَفِّهْ بِالسَّيْرِ، وَ لَا تَسِرْ اَوَّلَ اللَّيْلِ، فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ سَكَنًا، وَ قَدَّرَهٗ مُقَامًا لَّا ظَعْنًا، فَاَرِحْ فِيْهِ بَدَنَكَ، وَ رَوِّحْ ظَهْرَكَ، فَاِذَا وَقَفْتَ حِيْنَ يَنْبَطِحُ السَّحَرُ، اَوْ حِيْنَ يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ، فَسِرْ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ.

فَاِذَا لَقِيْتَ الْعَدُوَّ فَقِفْ مِنْ اَصْحَابِكَ وَسَطًا، وَ لَا تَدْنُ مِنَ الْقَوْمِ دُنُوَّ مَنْ يُّرِيْدُ اَنْ يُّنْشِبَ الْحَرْبَ، وَ لَا تَبَاعَدْ عَنْهُمْ تَبَاعُدَ مَنْ يَّهَابُ الْبَاْسَ، حَتّٰى يَاْتِيَكَ اَمْرِيْ، وَ لَا يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَاٰنُهُمْ عَلٰى قِتَالِهِمْ قَبْلَ دُعَآئِهِمْ وَالْاِعْذَارِ اِلَيْهِمْ.

-----☆☆-----

ہدایت (۱۲)

جب معقل ابن قیس ریاحی کو تین ہزار کے ہراول دستہ کے ساتھ شام روانہ کیا تو یہ ہدایت فرمائی:

اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس کے روبرو پیش ہونا لازمی ہے اور جس کے علاوہ تمہارے لئے کوئی اور آخری منزل نہیں۔ جو تم سے جنگ کرے اس کے سوا کسی سے جنگ نہ کرنا، اور صبح و شام کے ٹھنڈے وقت سفر کرنا اور دوپہر کے وقت لوگوں کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع دینا۔ آہستہ چلنا اور شروع رات میں سفر نہ کرنا، کیونکہ اللہ نے رات سکون کیلئے بنائی ہے اور اسے قیام کرنے کیلئے رکھا ہے، نہ سفر و راہ پیمائی کیلئے۔ اس میں اپنے بدن اور اپنی سواری کو آرام پہنچاؤ۔ اور جب جان لو کہ سپیدہ سحر پھیلنے اور پو پھوٹنے لگی ہے تو اللہ کی برکت پر چل کھڑے ہونا۔

جب دشمن کا سامنا ہو تو اپنے ساتھیوں کے درمیان ٹھہرو۔ اور دیکھو! دشمن کے اتنے قریب نہ پہنچ جاؤ کہ جیسے کوئی جنگ چھیڑنا ہی چاہتا ہے اور نہ اتنے دور ہٹ کر رہو جیسے کوئی لڑائی سے خوفزدہ ہو، اس وقت تک کہ جب تک میرا حکم تم تک پہنچے۔ اور دیکھو! ایسا نہ ہو کہ ان کی عداوت تمہیں اس پر آمادہ کر دے کہ تم حق کی دعوت دینے اور ان پر حجت تمام کرنے سے پہلے ان سے جنگ کرنے لگو۔

--☆☆--

(۱۳) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤى اَمِيْرَيْنِ مِنْ اُمَرَآءِ جَيْشِهٖ

وَقَدْ اَمَّرْتُ عَلَيْكُمَا وَ عَلٰى مَنْ فِيْ حَيِّزِكُمَا مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْاَشْتَرَ فَاسْمَعَا لَهٗ وَ اَطِيْعَا، وَ اجْعَلَاهُ دِرْعًا وَّ مِجَنًّا، فَاِنَّهٗ مِمَّنْ لَّا

مکتوب (۱۳)

فوج کے دو سرداروں کے نام

میں نے مالک[1] ابن حارث اشتر کو تم پر اور تمہارے ماتحت لشکر پر امیر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا ان کے فرمان کی پیروی کرو اور انہیں اپنے لئے زرہ اور ڈھال سمجھو۔ کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں

يُخَافُ وَهْنُهٗ، وَ لَا سَقْطَتُهٗ، وَ لَا بُطْؤُهٗ عَمَّا الْاِسْرَاعُ اِلَيْهِ اَحْزَمُ، وَ لَاۤ اِسْرَاعُهٗ اِلٰى مَا الْبُطْءُ عَنْهُ اَمْثَلُ.

-----☆☆-----

جن سے کمزوری ولغزش کا، اور جہاں جلدی کرنا تقاضائے ہوشمندی ہو وہاں سستی کا، اور جہاں ڈھیل کرنا مناسب ہو وہاں جلد بازی کا اندیشہ نہیں ہے۔

--☆☆--

ؒ جب حضرتؑ نے زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کے ماتحت بارہ ہزار کا ہراول دستہ شام کی جانب روانہ کیا تو راستہ میں سور الروم کے نزدیک ابو الاعور سلمی سے مڈبھیڑ ہوئی جو شامیوں کے دستہ کے ساتھ وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور ان دونوں نے حارث ابن جمہان کے ہاتھ ایک خط بھیج کر حضرتؑ کو اس کی اطلاع دی جس پر آپؑ نے ہراول دستے پر مالک ابن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور ان دونوں کو اطلاع دینے کیلئے یہ خط تحریر فرمایا۔ اس میں جن مختصر اور جامع الفاظ میں مالک اشتر کی توصیف فرمائی ہے اس سے مالک اشتر کی عقل وفراست، ہمت وجرأت اور فنونِ حرب میں تجربہ ومہارت اور ان کی شخصی عظمت واہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۴) وَمِنْ وَّصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِعَسْكَرِهٖ قَبْلَ لِقَآءِ الْعَدُوِّ بِصِفِّيْنَ

لَا تُقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى يَبْدَؤُكُمْ، فَاِنَّكُمْ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَلٰى حُجَّةٍ، وَ تَرْكُكُمْ اِيَّاهُمْ حَتّٰى يَبْدَؤُكُمْ حُجَّةٌ اُخْرٰى لَكُمْ عَلَيْهِمْ.

فَاِذَا كَانَتِ الْهَزِيْمَةُ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا تَقْتُلُوْا مُدْبِرًا، وَ لَا تُصِيْبُوْا مُعْوِرًا، وَ لَا تُجْهِزُوْا عَلٰى جَرِيْحٍ، وَ لَا تَهِيْجُوا النِّسَآءَ بِاَذًى، وَ اِنْ شَتَمْنَ اَعْرَاضَكُمْ وَ سَبَبْنَ اُمَرَآءَكُمْ، فَاِنَّهُنَّ ضَعِيْفَاتُ الْقُوٰى وَ الْاَنْفُسِ وَ الْعُقُوْلِ، اِنْ كُنَّا لَنُؤْمَرُ بِالْكَفِّ عَنْهُنَّ وَ اِنَّهُنَّ لَمُشْرِكَاتٌ، وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَتَنَاوَلُ الْمَرْاَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالْفِهْرِ اَوِ الْهِرَاوَةِ فَيُعَيَّرُ بِهَا وَ عَقِبُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ.

-----☆☆-----

ہدایت (۱۴)

صفین میں دشمن کا سامنا کرنے سے پہلے اپنے لشکر کو ہدایت فرمائی:

جب تک وہ پہل نہ کریں تم ان سے جنگ نہ کرنا، کیونکہ تم بحمد اللہ دلیل و حجت رکھتے ہو اور تمہارا انہیں چھوڑ دینا کہ وہی پہل کریں، یہ ان پر دوسری حجت ہوگی۔

خبردار! جب دشمن (منہ کی کھا کر) میدان چھوڑ بھاگے تو کسی پیٹھ پھیرانے والے کو قتل نہ کرنا، کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ اٹھانا، کسی زخمی کی جان نہ لینا اور عورتوں کو اذیت پہنچا کر نہ ستانا، چاہے وہ تمہاری عزت و آبرو پر گالیوں کے ساتھ حملہ کریں اور تمہارے افسروں کو گالیاں دیں۔ کیونکہ ان کی قوتیں، ان کی جانیں اور ان کی عقلیں کمزور و ضعیف ہوتی ہیں۔ ہم (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی) مامور تھے کہ ان سے کوئی تعرض نہ کریں، حالانکہ وہ مشرک ہوتی تھیں۔ اگر جاہلیت میں بھی کوئی شخص کسی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے گزند پہنچاتا تھا تو اس کو اور اس کے بعد کی پشتوں کو مطعون کیا جاتا تھا۔[۱]

--☆☆--

[۱] امیر المومنین علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان جو جنگ و قتال کی صورت رونما ہوئی، اس کی تمام تر ذمہ داری معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس نے آپؑ پر خونِ عثمان کا غلط الزام لگا کر جنگ کیلئے قدم اٹھایا۔ حالانکہ یہ حقیقت اس سے مخفی نہ تھی کہ قتل عثمان کے کیا وجوہ ہیں اور کن کے ہاتھ سے وہ قتل ہوئے۔ مگر اسے جنگ و جدل کا موقع بہم پہنچائے بغیر چونکہ اپنے مقصد میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اس لئے اپنے اقتدار کے تحفظ کیلئے اس نے جنگ چھیڑ دی جو سراسر جارحانہ تھی اور جسے کسی صورت سے جواز کے حدود میں نہیں لایا جا سکتا، کیونکہ امامِ برحق کے خلاف بغاوت و سرکشی باتفاق اُمت حرام ہے۔ چنانچہ امام نووی نے تحریر کیا ہے:

لَا تُنَازِعُوْا وُلَاةَ الْاُمُوْرِ فِيْ وِلَايَتِهِمْ، وَ لَا تَعْتَرِضُوْا عَلَيْهِمْ اِلَّآ اَنْ تَرَوْا مِنْهُمْ مُنْكَرًا مُّحَقَّقًا تَعْلَمُوْنَهٗ مِنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاَنْكِرُوْا عَلَيْهِمْ وَ قُوْلُوْا بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ، وَ اَمَّا الْخُرُوْجُ عَلَيْهِمْ وَ قِتَالُهُمْ فَمُحَرَّمٌ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ.

حکومت کے معاملات میں فرمانرواؤں سے ٹکر نہ لو اور نہ ان پر اعتراضات کرو۔ البتہ تم کو ان میں کوئی ایسی برائی نظر

آئے کہ جو پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ اصول اسلام کے خلاف ہے تو اسے ان کیلئے برا سمجھو اور جہاں بھی تم ہو صحیح صحیح بات کہو، لیکن ان پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا باجماع مسلمین حرام ہے۔ (شرح مسلم، نووی، ج ۲، ص ۱۲۵)

عبدالکریم شہرستانی تحریر کرتے ہیں کہ:

كُلُّ مَنْ خَرَجَ عَنِ الْإِمَامِ الْحَقِّ الَّذِى اتَّفَقَتِ الْجَمَاعَةُ عَلَيْهِ يُسَمّٰى خَارِجِيًّا، سَوَاءٌ كَانَ الْخُرُوجُ فِىْ اَيَّامِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْاَئِمَّةِ الرَّاشِدِيْنَ اَوْ كَانَ بَعْدَهُمْ عَلَى التَّابِعِيْنَ بِاِحْسَانٍ.

جو شخص اس امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو وہ خارجی کہلائے گا۔ چاہے یہ خروج صحابہ کے دور میں آئمہ راشدین پر ہو، چاہے ان کے بعد ان کے تابعین پر۔ (کتاب الملل والنحل، ص ۵۳)

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ معاویہ کا اقدام بغاوت و سرکشی کا نتیجہ تھا اور باغی کے ظلم و عدوان کو روکنے کیلئے تلوار اٹھانا کسی طرح آئین امن پسندی و صلح جوئی کے خلاف نہیں سمجھا جا سکتا، بلکہ یہ مظلوم کا ایک قدرتی حق ہے اور اگر اسے اس حق سے محروم کر دیا جائے تو دنیا میں ظلم و استبداد کی روک تھام اور حقوق کی حفاظت کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے۔ اسی لئے قدرت نے باغی کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾

ان میں سے اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم اس زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو، یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف پلٹ آئے۔[1]

یہ پہلی حجت تھی جس کی طرف حضرتؑ نے «فَاِنَّكُمْ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَلٰى حُجَّةٍ» کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ مگر اس حجت کے تمام ہونے کے باوجود حضرتؑ نے اپنی فوج کو ہاتھ اٹھانے اور لڑائی میں پہل کرنے سے روک دیا، کیونکہ آپؑ یہ چاہتے تھے کہ آپؑ کی طرف سے پہل نہ ہو اور وہ صرف دفاع میں تلوار اٹھائیں۔ چنانچہ جب آپؑ کی صلح و امن کی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور دشمن نے جنگ کیلئے قدم اٹھا دیا، تو یہ ان پر دوسری حجت تھی جس کے بعد حضرتؑ کے آمادۂ جنگ ہونے پر نہ کوئی حرف گیری کی جا سکتی ہے اور نہ آپؑ پر جارحانہ اقدام کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ ظلم و تعدی کی طغیانیوں کو روکنے کیلئے ایک ایسا فریضہ تھا جسے آپؑ کو انجام دینا ہی چاہیے تھا اور جس کی اللہ سبحانہ نے کھلے لفظوں میں اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩٤﴾﴾

جو شخص تم پر زیادتی کرے، تم بھی اس پر ویسی زیادتی کرو جیسی اس نے کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور اس بات کو جانتے رہو کہ اللہ پرہیزگاروں کا ساتھی ہے۔[2]

---

[1] سورۂ حجرات، آیت ۹۔

[2] سورۂ بقرہ، آیت ۱۹۴۔

اس کے علاوہ امیر المومنین علیہ السلام سے صف آرا ہونا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صف آرا ہونا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ: یَا عَلِیُّ! حَرْبُكَ حَرْبِی[1]: ''اے علیؑ! تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے''، اس کی شاہد ہے۔ تو اس صورت میں جو سزا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدال و قتال کرنے والے کیلئے ہوگی وہی سزا امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ و پیکار کرنے والے کیلئے ہونا چاہیے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محاذ جنگ قائم کرنے والے کی سزا قدرت نے یہ تجویز کی ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۳۳﴾

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ پر آمادہ ہوں اور زمین میں فساد پھیلانے کیلئے تگ و دَو کرتے ہوں ان کی سزا یہ ہے کہ: یا تو قتل کر دیئے جائیں، یا انہیں سولی دی جائے، یا ان کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے، یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ ان کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کیلئے بڑا عذاب ہے ہی۔[2]

اس کے بعد حضرتؑ نے جو جنگ کے سلسلہ میں ہدایات فرمائی ہیں کہ کسی بھاگنے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور زخمی ہونے والے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے، وہ اخلاقی اعتبار سے اس قدر بلند ہیں کہ انہیں اخلاقی قدروں کا اعلیٰ نمونہ اور اسلامی جنگوں کا بلند معیار قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور یہ ہدایات صرف قول تک محدود نہ تھیں، بلکہ حضرتؑ ان کی پوری پابندی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی سختی سے ان کی پابندی کا حکم دیتے تھے اور کسی موقع پر بھاگنے والے کا تعاقب اور بے دست و پا پر حملہ اور عورتوں پر سختی گوارا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جمل کے میدان میں کہ جہاں فوج مخالف کی باگ ڈور ہی ایک عورت کے ہاتھ میں تھی، آپؑ نے اپنے اصول کو نہیں بدلا، بلکہ دشمن کی شکست و ہزیمت کے بعد اپنی بلند کرداری کا ثبوت دیتے ہوئے اُمّ المومنین کو حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا اور اگر آپؑ کے بجائے کوئی دوسرا ہوتا تو وہ وہی سزا تجویز کرتا جو اس نوعیت کے اقدام کی ہونا چاہیے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:

لَوْ كَانَتْ فَعَلَتْ بِعُمَرَ مَا فَعَلَتْ بِهٖ وَ شَقَّتْ عَصَا الْاُمَّةِ عَلَیْهِ ثُمَّ ظَفَرَ بِهَا لَقَتَلَهَا وَ مَزَّقَهَا اِرْبًا اِرْبًا، وَ لٰكِنَّ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ حَلِیْمًا كَرِیْمًا.

جو انہوں نے حضرتؑ کے ساتھ برتاؤ کیا اگر ایسا ہی حضرت عمر کے ساتھ کرتیں اور ان کے خلاف رعیت میں بغاوت پھیلاتیں تو وہ ان پر قابو پانے کے بعد انہیں قتل کر دیتے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ مگر امیر المومنین علیہ السلام بہت بردبار اور بلند نفس تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۲۰۲)

☆☆☆☆☆

---

[1] امالی شیخ صدوق، ص ۵۶۱۔

[2] سورۂ مائدہ، آیت ۳۳۔

(۱۵) وَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَقُوْلُ اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ مُحَارِبًا:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَفْضَتِ الْقُلُوْبُ، وَ مُدَّتِ الْاَعْنَاقُ، وَ شَخَصَتِ الْاَبْصَارُ، وَ نُقِلَتِ الْاَقْدَامُ، وَ اُنْضِيَتِ الْاَبْدَانُ.

اَللّٰهُمَّ قَدْ صَرَّحَ مَكْنُوْنُ الشَّنَاٰنِ، وَ جَاشَتْ مَرَاجِلُ الْاَضْغَانِ.

اَللّٰهُمَّ اِنَّاۤ نَشْكُوْۤا اِلَيْكَ غَيْبَةَ نَبِيِّنَا، وَ كَثْرَةَ عَدُوِّنَا، وَ تَشَتُّتَ اَهْوَآئِنَا.

﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ۝﴾.

-----☆☆-----

ہدایت (۱۵)

جب لڑنے کیلئے دشمن کے سامنے آتے تھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے تھے:

بارالٰہا! دل تیری طرف کھنچ رہے ہیں، گردنیں تیری طرف اٹھ رہی ہیں، آنکھیں تجھ پر لگی ہوئی ہیں، قدم حرکت میں آ چکے ہیں اور بدن لاغر پڑ چکے ہیں۔

بارالٰہا! چھپی ہوئی عداوتیں ابھر آئی ہیں اور کینہ و عناد کی دیگیں جوش کھانے لگی ہیں۔

خداوندا! ہم تجھ سے اپنے نبیؐ کے نظروں سے اوجھل ہو جانے، اپنے دشمنوں کے بڑھ جانے اور اپنی خواہشوں میں تفرقہ پڑ جانے کا شکوہ کرتے ہیں۔

”پروردگارا! تو ہی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے“۔

--☆☆--

(۱۶) وَ كَانَ يَقُوْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِاَصْحَابِهٖ عِنْدَ الْحَرْبِ

لَا تَشْتَدَّنَّ عَلَيْكُمْ فَرَّةٌ بَعْدَهَا كَرَّةٌ، وَ لَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حَمْلَةٌ، وَ اَعْطُوا السُّيُوْفَ حُقُوْقَهَا، وَ وَطِّئُوْا لِلْجُنُوْبِ مَصَارِعَهَا، وَ اذْمُرُوْۤا اَنْفُسَكُمْ عَلَى الطَّعْنِ الدَّعْسِيِّ، وَ الضَّرْبِ الطِّلَحْفِيِّ، وَ اَمِيْتُوا الْاَصْوَاتَ، فَاِنَّهٗ اَطْرَدُ لِلْفَشَلِ.

فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ، مَاۤ اَسْلَمُوْا وَ لٰكِنِ اسْتَسْلَمُوْا وَ اَسَرُّوا الْكُفْرَ، فَلَمَّا وَجَدُوْۤا اَعْوَانًا عَلَيْهِ اَظْهَرُوْهُ.

-----☆☆-----

ہدایت (۱۶)

جنگ کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے

وہ پسپائی کہ جس کے بعد پلٹنا ہو اور وہ اپنی جگہ سے ہٹنا جس کے بعد حملہ مقصود ہو، تمہیں گراں نہ گزرے۔ تلواروں کا حق ادا کر دو اور پہلوؤں کے بل گرنے والے (دشمنوں) کیلئے میدان تیار رکھو۔ سخت نیزہ لگانے اور تلوار کا بھرپور ہاتھ چلانے کیلئے اپنے کو آمادہ کرو۔ آوازوں کو دبا لو کہ اس سے بودا پن قریب نہیں پھٹکتا۔

اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا! یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے، بلکہ اطاعت کر لی تھی اور دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا۔ اب جبکہ یار و مددگار مل گئے تو اسے ظاہر کر دیا۔

--☆☆--

(۱۷) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا عَنْ كِتَابٍ مِّنْهُ اِلَيْهِ

وَ اَمَّا طَلَبُكَ اِلَیَّ الشَّامَ، فَاِنِّیْ لَمْ اَكُنْ لِّاُعْطِيَكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتُكَ اَمْسِ.

وَ اَمَّا قَوْلُكَ: اِنَّ الْحَرْبَ قَدْ اَكَلَتِ الْعَرَبَ اِلَّا حُشَاشَاتِ اَنْفُسٍ بَقِيَتْ، اَلَا وَ مَنْ اَكَلَهُ الْحَقُّ فَاِلَى الْجَنَّةِ، وَ مَنْ اَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَاِلَى النَّارِ.

وَ اَمَّا اسْتِوَآؤُنَا فِی الْحَرْبِ وَ الرِّجَالِ، فَلَسْتَ بِاَمْضٰى عَلَى الشَّكِّ مِنِّیْ عَلَى الْيَقِيْنِ، وَ لَيْسَ اَهْلُ الشَّامِ بِاَحْرَصَ عَلَى الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْاٰخِرَةِ.

وَ اَمَّا قَوْلُكَ: اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ مَنَافٍ، فَكَذٰلِكَ نَحْنُ، وَ لٰكِنْ لَّيْسَ اُمَيَّةُ كَهَاشِمٍ، وَ لَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَ لَا اَبُوْسُفْيَانَ كَاَبِیْ طَالِبٍ، وَ لَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيْقِ، وَ لَا الصَّرِيْحُ كَاللَّصِيْقِ، وَ لَا الْمُحِقُّ كَالْمُبْطِلِ، وَ لَا الْمُؤْمِنُ كَالْمُدْغِلِ. وَ لَبِئْسَ الْخَلَفُ خَلَفٌ يَّتْبَعُ سَلَفًا هَوٰى فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ.

وَ فِیْۤ اَيْدِيْنَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِیْۤ اَذْلَلْنَا بِهَا الْعَزِيْزَ، وَ نَعَشْنَا بِهَا الذَّلِيْلَ. وَ لَمَّاۤ اَدْخَلَ اللّٰهُ الْعَرَبَ فِیْ دِيْنِهٖ اَفْوَاجًا، وَ اَسْلَمَتْ لَهٗ هٰذِهِ الْاُمَّةُ طَوْعًا وَّ كَرْهًا، كُنْتُمْ

مکتوب (۱۷)

معاویہ کے خط کے جواب میں

تمہارا[1] یہ مطالبہ کہ میں شام کا علاقہ تمہارے حوالے کردوں، تو میں آج وہ چیز تمہیں دینے سے رہا کہ جس سے کل انکار کر چکا ہوں۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ جنگ نے عرب کو کھا ڈالا ہے اور آخری سانسوں کے علاوہ اس میں کچھ نہیں رہا، تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جسے حق نے کھایا ہے وہ جنت کو سدھارا ہے اور جسے باطل نے لقمہ بنایا ہے وہ دوزخ میں جا پڑا ہے۔

رہا یہ دعویٰ کے ہم فن جنگ اور کثرت تعداد میں برابر سرابر کے ہیں، تو یاد رکھو کہ تم شک میں اتنے سرگرم عمل نہیں ہو سکتے جتنا میں یقین پر قائم رہ سکتا ہوں اور اہل شام دنیا پر اتنے مرمٹے ہوئے نہیں جتنا اہل عراق آخرت پر جان دینے والے ہیں۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں تو ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ مگر اُمیہ ہاشم کے، حرب عبدالمطلب کے اور ابوسفیان ابوطالب کے برابر نہیں ہیں، (فتح مکہ کے بعد) چھوڑ دیا جانے والا مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں، اور الگ سے نتھی کیا ہوا روشن و پاکیزہ نسب والے کے مانند نہیں، اور غلط کار حق کے پرستار کا ہم پلہ نہیں، اور منافق مومن کا ہم درجہ نہیں ہے۔ کتنی بری نسل وہ نسل ہے جو جہنم میں گر چکنے والے اسلاف کی ہی پیروی کر رہی ہے۔

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے کہ جس کے ذریعے ہم نے طاقتور کو کمزور اور پست کو بلند و بالا کر دیا، اور جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں جوق در جوق داخل کیا اور اُمت اپنی خوشی سے یا ناخوشی سے اسلام لے آئی، تو تم وہ لوگ

مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّيْنِ: اِمَّا رَغْبَةً وَّ اِمَّا رَهْبَةً، عَلٰى حِيْنَ فَازَ اَهْلُ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ، وَ ذَهَبَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ بِفَضْلِهِمْ.

تھے کہ جو لالچ یا ڈر سے اسلام لائے، اس وقت کہ جب سبقت کرنے والے سبقت حاصل کر چکے تھے اور مہاجرین اوّلین فضل و شرف کو لے جا چکے تھے۔

فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطٰنِ فِيْكَ نَصِيْبًا، وَ لَا عَلٰى نَفْسِكَ سَبِيْلًا.

(سنو!) شیطان کا اپنے میں ساجھا نہ رکھو اور نہ اسے اپنے اوپر چھا جانے دو۔

-----☆☆-----

--☆☆--

ؒ جنگ صفین کے دوران میں معاویہ نے چاہا کہ حضرتؑ سے دوبارہ شام کا علاقہ طلب کرے اور کوئی ایسی چال چلے جس سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے۔ چنانچہ اس نے عمرو ابن عاص سے اس سلسلہ میں مشورہ لیا۔ مگر اس نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ: اے معاویہ! ذرا سوچو کہ تمہاری اس تحریر کا علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور وہ تمہارے ورغلانے سے کیسے فریب میں آجائیں گے، جس پر معاویہ نے کہا کہ: ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں، مجھ میں اور علی علیہ السلام میں فرق ہی کیا ہے کہ وہ مجھ سے بازی لے جائیں اور میں انہیں فریب دینے میں کامیاب نہ ہو سکوں۔ عمرو نے کہا کہ: اگر ایسا ہی خیال ہے تو پھر لکھ دیکھو۔ چنانچہ اس نے حضرتؑ کی طرف ایک خط لکھا جس میں شام کا مطالبہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ: «نَحْنُ بَنُوْ عَبْدِ مَنَافٍ، وَ لَيْسَ لِبَعْضِنَا عَلٰى بَعْضٍ فَضْلٌ»[1]: ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں اور ہم میں سے ایک کو دوسرے پر برتری نہیں ہے۔ تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں یہ نامہ تحریر فرمایا اور اپنے اسلاف کے پہلو بہ پہلو اس کے اسلاف کا تذکرہ کر کے اس کے دعوائے ہمپائیگی کو باطل قرار دیا ہے۔

اگرچہ دونوں کی اصل ایک اور دونوں کا سلسلۂ نسب عبد مناف تک منتہی ہوتا ہے، مگر عبد شمس کی اولاد تہذیبی و اخلاقی برائیوں کا سرچشمہ اور شرک و ظلم میں مبتلا تھی اور ہاشم کا گھرانہ خدائے واحد کا پرستار اور بت پرستی سے کنارہ کش تھا۔ لہٰذا ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی شاخوں میں اگر پھول بھی ہوں اور کانٹے بھی تو اس سے دونوں کو ایک سطح پر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ یہ امر کسی صراحت کا محتاج نہیں کہ امیہ اور ہاشم، حرب اور عبد المطلب، ابو سفیان اور ابو طالبؑ کسی اعتبار سے ہمپایہ نہ تھے جس سے نہ کسی مؤرخ کو انکار ہے اور نہ کسی سیرت نگار کو، بلکہ اس جواب کے بعد معاویہ کو بھی اس کی تردید میں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ کیونکہ اس واضح حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا کہ عبد مناف کے بعد حضرت ہاشم ہی وہ تھے جو قریش میں ایک امتیازی وجاہت کے مالک تھے اور خانہ کعبہ کے اہم ترین عہدوں میں سے سقایہ (حاجیوں کیلئے کھانے پینے کا سامان فراہم کرنا) اور رفادہ (حاجیوں کی مالی اعانت کا انتظام کرنا) انہی سے متعلق تھا۔ چنانچہ حج کے موقع پر قافلوں کے قافلے آپ کے ہاں اترتے اور آپ اس خوش اسلوبی سے فرائضِ مہمان نوازی انجام دیتے کہ آپ کے سرچشمۂ جود و سخا سے سیراب ہونے والے مدتوں آپ کی مدح و تحسین میں رطب اللسان رہتے۔

[1] وقعۃ صفین، ص ۴۷۱۔

اسی عالی حوصلہ و بلند ہمت باپ کے چشم و چراغ حضرت عبد المطلب تھے جن کا نام ''شیبہ'' اور لقب ''سید البطحاء'' تھا جو نسل ابراہیمی کے شرف کے وارث اور قریش کی عظمت و سرداری کے مالک تھے اور ابرہہ کے سامنے جس عالی ہمتی و بلند نگاہ کا مظاہرہ کیا وہ آپ کی تاریخ کا تابناک باب ہے۔ بہر صورت آپ ہاشم کے تاج کا آویزہ اور عبد مناف کے گھرانے کا روشن ستارہ تھے۔

اِنَّما عَبْدُ مَنَافٍ جَوْهَرٌ زَيَّنَ الْجَوْهَرَ عَبْدُ الْمُطَّلِبْ

''عبد مناف ایک موتی تھے، مگر اس پر جلا کرنے والے عبد المطلب تھے''۔[1]

حضرت عبد المطلب کے فرزند حضرت ابو طالبؑ تھے جن کی آغوش یتیم عبد اللہ کا گہوارہ اور رسالت کی تربیت گاہ تھی، جنہوں نے پیغمبر ﷺ کو اپنے سایہ میں پروان چڑھایا اور دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر ان کی حفاظت کرتے رہے۔ ان جلیل القدر افراد کے مقابلہ میں ابوسفیان، حرب اور اُمیہ کو لانا اور ان کا ہم رتبہ خیال کرنا ایسا ہی ہے جیسے نور کی ضو پاشیوں سے آنکھ بند کر کے اسے ظلمت کا ہم پلہ سمجھ لینا۔

اس نسلی تفریق کے بعد دوسری چیز (وجہ فضیلت) یہ بیان کی ہے کہ آپؑ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں اور معاویہ طلیق ہے۔ ''طلیق'' اسے کہا جاتا ہے جسے پیغمبر ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ جب پیغمبر ﷺ فاتحانہ طور پر مکہ میں وارد ہوئے تو قریش سے پوچھا کہ تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ سب نے کہا کہ: ہم کریم ابن کریم سے بھلائی ہی کے امیدوار ہیں۔ جس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ''جاؤ تم طلقاء ہو''۔ یعنی تم تھے تو اس قابل کے تمہیں غلام بنا کر رکھا جاتا، مگر تم پر احسان کرتے ہوئے تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان طلقاء میں معاویہ اور ابوسفیان بھی تھے۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے اس مکتوب کے حواشی میں تحریر کیا ہے کہ:

وَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَ مُعَاوِيَةُ كَانَا مِنَ الطُّلَقَآءِ.

ابوسفیان اور معاویہ دونوں طلقاء (آزاد کردہ لوگوں) میں سے تھے۔

تیسری چیز (وجہ فضیلت) یہ ہے کہ آپؑ کا نسب واضح اور روشن ہے جس میں کہیں کوئی شبہ نہیں۔ اس کے برعکس معاویہ کیلئے لفظ «لَصِيْق» استعمال کیا ہے۔ اور اہل لغت نے ''لصیق'' کے معنی «اَلدَّعِيُّ الْمُلْصَقُ بِغَيْرِ اَبِيْهِ» کے کئے ہیں۔ یعنی وہ جو اپنے باپ کے علاوہ دوسروں سے منسوب ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا شبہ اُمیہ کے متعلق کیا جاتا ہے کہ وہ عبد شمس کا بیٹا تھا یا اس کا غلام کہ جو صرف اس کی تربیت کی وجہ سے اس کا بیٹا کہلانے لگا تھا۔ چنانچہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں کامل بہائی سے نقل کیا ہے کہ:

اِنَّ اُمَيَّةَ كَانَ غُلَامًا رُّوْمِيًّا لِّعَبْدِ الشَّمْسِ، فَلَمَّا اَلْقَاهُ كَيِّسًا فَطِنًا اَعْتَقَهٗ وَ تَبَنَّاهُ، فَقِيْلَ «اُمَيَّةَ بْنَ عَبْدِ الشَّمْسِ» كَمَا كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ قَبْلَ نُزُوْلِ الْاٰيَةِ «زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ».

''امیہ'' عبد شمس کا ایک رومی غلام تھا۔ جب انہوں نے اس کو ہوشیار اور بافہم پایا تو اسے آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنا لیا جس کی وجہ سے اسے ''امیہ ابن عبد شمس'' کہا جانے لگا، جیسا کہ آیت اترنے سے قبل لوگ زید کو ''زید ابن محمد ﷺ''

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۵، ص ۲۰۱۔

کہا کرتے تھے ۔(بحارالانوار، ج ۸، ص ۳۸۳)

اموی سلسلۂ نسب میں دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ ''حرب'' جسے فرزند اُمیہ کہا جاتا ہے وہ اس کا واقعی بیٹا تھا یا پروردہ غلام تھا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی سے نقل کیا ہے کہ:

اِنَّ مُعَاوِيَةَ قَالَ لِدِغْفَلِ النَّسَّابَةِ: اَرَاَيْتَ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: كَيْفَ رَاَيْتَهُ؟ قَالَ: رَاَيْتُهُ رَجُلًا نَبِيْلًا جَمِيْلًا وَضِيْئًا كَانَ عَلٰى وَجْهِهٖ نُوْرُ النُّبُوَّةِ، قَالَ: اَفَرَاَيْتَ اُمَيَّةَ بْنَ عَبْدِ شَمْسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: كَيْفَ رَاَيْتَهُ؟ قَالَ: رَاَيْتُهُ رَجُلًا ضَئِيْلًا مُنْحَنِيًا اَعْمٰى يَقُوْدُهُ عَبْدُهُ ذَكْوَانُ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: ذٰلِكَ ابْنُهُ اَبُوْ عَمْرٍو، قَالَ: اَنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ ذٰلِكَ، فَاَمَّا قُرَيْشٌ فَلَمْ تَكُنْ تَعْرِفُ اِلَّا اَنَّهُ عَبْدُهُ.

معاویہ نے ماہر انساب دغفل سے دریافت کیا کہ تم نے عبدالمطلب کو دیکھا ہے؟ کہا کہ ہاں۔ پوچھا کہ تم نے اسے کیسا پایا؟ کہا کہ وہ باوقار، خوبرو اور روشن جبیں انسان تھے اور ان کے چہرے پر نورِ نبوت کی درخشندگی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ کیا امیہ کو بھی دیکھا ہے؟ کہا کہ ہاں اسے بھی دیکھا ہے۔ پوچھا کہ اس کو کیسا پایا؟ کہا کہ کمزور جسم، خمیدہ قامت اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ اس کے آگے آگے اس کا غلام ذکوان ہوتا تھا جو اس کو لئے لئے پھرتا تھا۔ معاویہ نے کہا کہ وہ تو اس کا بیٹا ابوعمرو (حرب) تھا۔ اس نے کہا تم لوگ ایسا کہتے ہو، مگر قریش تو بس یہ جانتے ہیں کہ وہ اس کا غلام تھا۔

(شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۶۶)

اس سلسلہ میں تیسرا شبہ خود معاویہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:

وَ كَانَتْ هِنْدٌ تُذْكَرُ فِيْ مَكَّةَ بِفُجُوْرٍ وَّ عَهَرٍ، وَ قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ فِيْ كِتَابِ رَبِيْعِ الْاَبْرَارِ: كَانَ مُعَاوِيَةُ يُعْزٰى اِلٰى اَرْبَعَةٍ: اِلٰى مُسَافِرِ بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو وَ اِلٰى عَمَّارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ وَ اِلَى الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ اِلَى الصَّبَاحِ.

(معاویہ کی والدہ) ''ہند'' مکہ میں فسق و فجور کی بدنام زندگی گزارتی تھی اور زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ کو چار آدمیوں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا جو یہ ہیں: مسافر ابن ابی عمرو، عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ، عباس ابن عبدالمطلب اور صباح۔(شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۳)

چوتھی چیز (وجہ فضیلت) یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ حق کے پرستار ہیں اور معاویہ باطل کا پرستار اور یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ معاویہ کی پوری زندگی حق پوشی و باطل کوشی میں گزری اور کسی مرحلہ پر بھی اس کا قدم حق کی جانب اٹھتا ہوا نظر نہیں آتا۔

پانچویں فضیلت یہ پیش کی گئی ہے کہ آپؑ مومن ہیں اور معاویہ مفسد و منافق اور جس طرح حضرتؑ کے ایمان میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا اسی

طرح معاویہ کی مفسدہ انگیزی ونفاق پروری میں بھی کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے نفاق کو واضح طور سے اس سے پہلے مکتوب میں ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

مَا اَسْلَمُوْا وَ لٰكِنِ اسْتَسْلَمُوْا وَ اَسَرُّوا الْكُفْرَ، فَلَمَّا وَجَدُوْا اَعْوَانًا عَلَيْهِ اَظْهَرُوْهُ.

یہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کرلی تھی اور دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا۔ اب جبکہ یار و مددگار مل گئے تو اسے ظاہر کردیا۔[1]

☆☆☆☆☆

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب ۱۶۔

(۱۸) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَّ هُوَ عَامِلُهٗ عَلَى الْبَصْرَةِ

وَاعْلَمْ اَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبِطُ اِبْلِيْسَ وَ مَغْرِسُ الْفِتَنِ، فَحَادِثْ اَهْلَهَا بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِمْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوْبِهِمْ.

وَ قَدْ بَلَغَنِیْ تَنَمُّرُكَ لِبَنِیْ تَمِيْمٍ وَّ غِلْظَتُكَ عَلَيْهِمْ، وَ اِنَّ بَنِیْ تَمِيْمٍ لَّمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ اِلَّا طَلَعَ لَهُمْ اٰخَرُ، وَ اِنَّهُمْ لَمْ يُسْبَقُوْا بِوَغْمٍ فِیْ جَاهِلِيَّةٍ وَّ لَاۤ اِسْلَامٍ، وَ اِنَّ لَهُمْ بِنَا رَحِمًا مَاسَّةً، وَ قَرَابَةً خَاصَّةً، نَحْنُ مَاْجُوْرُوْنَ عَلٰى صِلَتِهَا، وَ مَاْزُوْرُوْنَ عَلٰى قَطِيْعَتِهَا.

فَارْبَعْ اَبَا الْعَبَّاسِ، رَحِمَكَ اللّٰهُ! فِيْمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ وَ يَدِكَ مِنْ خَيْرٍ وَّ شَرٍّ! فَاِنَّا شَرِيْكَانِ فِیْ ذٰلِكَ، وَ كُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّیْ بِكَ، وَ لَا يَفِيْلَنَّ رَاْيِیْ فِيْكَ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۱۸)

والی بصرہ عبداللہ ابن عباس کے نام

تمہیں معلوم ہو نا چاہیے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان اترتا ہے اور فتنے سر اٹھاتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو حسن سلوک سے خوش رکھو اور ان کے دلوں سے خوف کی گرہیں کھول دو۔

مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم بنی تمیم[1] سے درشتی کے ساتھ پیش آتے ہو اور ان پر سختی روا رکھتے ہو۔ بنی تمیم تو وہ ہیں کہ جب بھی ان کا کوئی ستارہ ڈوبتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا ابھر آتا ہے، اور جاہلیت اور اسلام میں کوئی ان سے جنگ جوئی میں بڑھ نہ سکا۔ اور پھر انہیں ہم سے قرابت کا لگاؤ اور عزیز داری کا تعلق بھی ہے کہ اگر ہم اس کا خیال رکھیں گے تو اجر پائیں گے اور اس کا لحاظ نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

دیکھو ابن عباس! خدا تم پر رحم کرے! (رعیت کے بارے میں) تمہارے ہاتھ اور زبان سے جو اچھائی اور برائی ہونے والی ہو، اس میں جلد بازی نہ کیا کرو، کیونکہ ہم دونوں اس (ذمہ داری) میں برابر کے شریک ہیں۔ تمہیں اس حسن ظن کے مطابق ثابت ہونا چاہیے جو مجھے تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے بارے میں میری رائے غلط ثابت نہ ہونا چاہیے۔ والسلام۔

--☆☆--

۱ؔ طلحہ و زبیر کے بصرہ پہنچنے کے بعد بنی تمیم ہی وہ تھے جو انتقامِ عثمان کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لینے والے اور اس فتنہ کو ہوا دینے میں پیش پیش تھے۔ اس لئے جب عبداللہ ابن عباس بصرہ کے عامل مقرر ہوئے تو انہوں نے ان کی بدعہدی و عداوت کو دیکھتے ہوئے انہیں برے سلوک ہی کا مستحق سمجھا اور ایک حد تک ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ بھی کیا۔ مگر اس قبیلہ میں کچھ لوگ امیر المومنین علیہ السلام کے مخلص شیعہ بھی تھے۔ انہوں نے جب ابن عباس کا اپنے قبیلے کے ساتھ یہ رویہ دیکھا تو حارثہ ابن قدامہ کے ہاتھ ایک خط حضرتؑ کی خدمت میں تحریر کیا جس میں ابن عباس کے متشددانہ رویہ کی شکایت کی۔ جس پر حضرتؑ نے ابن عباس کو یہ خط تحریر کیا جس میں انہیں اپنی روش کے بدلنے اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کی ہدایت فرمائی ہے اور انہیں اس قرابت کی طرف متوجہ کیا ہے جو بنی ہاشم و بنی تمیم میں پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بنی ہاشم و بنی تمیم سلسلۂ نسب میں الیاس ابن مضر پر ایک ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ مدرکہ ابن الیاس کی اولاد سے ہاشم ہیں اور طانجہ ابن الیاس کی اولاد سے تمیم تھا۔

☆☆☆☆☆

(۱۹) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰی بَعْضِ عُمَّالِهٖ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ دَهَاقِيْنَ اَهْلِ بَلَدِكَ شَكَوْا مِنْكَ غِلْظَةً وَّ قَسْوَةً، وَ احْتِقَارًا وَّ جَفْوَةً، وَ نَظَرْتُ فَلَمْ اَرَهُمْ اَهْلًا لِّاَنْ يُّدْنَوْا لِشِرْكِهِمْ، وَ لَاۤ اَنْ يُّقْصَوْا وَ يُجْفَوْا لِعَهْدِهِمْ، فَالْبَسْ لَهُمْ جِلْبَابًا مِّنَ اللِّيْنِ تَشُوْبُهٗ بِطَرَفٍ مِّنَ الشِّدَّةِ، وَ دَاوِلْ لَّهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ وَ الرَّاْفَةِ، وَ امْزُجْ لَهُمْ بَيْنَ التَّقْرِيْبِ وَ الْاِدْنَآءِ، وَ الْاِبْعَادِ وَ الْاِقْصَآءِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۱۹)

ایک عامل کے نام

تمہارے شہر کے زمینداروں نے تمہاری سختی، سنگدلی، تحقیر آمیز برتاؤ اور تشدد کے رویہ کی شکایت کی ہے۔میں نے غور کیا تو وہ شرک کی وجہ سے اس قابل تو نظر نہیں آتے کہ انہیں نزدیک کر لیا جائے، اور معاہدہ کی بنا پر انہیں دور پھینکا اور دھتکارا بھی نہیں جاسکتا، لہٰذا ان کیلئے نرمی کا ایسا شعار اختیار کرو جس میں کہیں کہیں سختی کی بھی جھلک ہو اور کبھی سختی کر لو اور کبھی نرمی برتو، اور قرب و بعد اور نزدیکی و دوری کو سمو کر بین بین راستہ اختیار کرو۔ ان شاءاللہ۔

--☆☆--

ؒ یہ لوگ مجوسی تھے اس لئے حضرتؑ کے عامل کا رویہ ان کے ساتھ ویسا نہ تھا جو عام مسلمانوں کے ساتھ تھا، جس سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام کو شکایت کا خط لکھا اور اپنے حکمران کے تشدد کا شکوہ کیا، جس کے جواب میں حضرتؑ نے اپنے عامل کو تحریر فرمایا کہ وہ ان سے ایسا برتاؤ کریں کہ جس میں نہ تشدد ہو اور نہ اتنی نرمی کہ وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شر انگیزی پر اتر آئیں۔ کیونکہ انہیں پوری ڈھیل دے دی جائے تو وہ حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں کھو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کر کے ملک کے نظم و نسق میں روڑے اٹکاتے ہیں اور پوری طرح سختی و تشدد کا برتاؤ اس لئے روا نہیں رکھا جاسکتا کہ وہ رعایا میں شمار ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے ان کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

☆☆☆☆☆

(۲۰) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى زِيَادِ بْنِ اَبِيْهِ

وَ هُوَ خَلِيْفَةُ عَامِلِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَلَى الْبَصْرَةِ، وَ عَبْدُ اللّٰهِ عَامِلُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عليه السلام يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا وَ عَلٰى كُوَرِ الْاَهْوَازِ وَ فَارِسَ وَ كِرْمَانَ:

وَاِنِّيْۤ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ قَسَمًا صَادِقًا، لَئِنْ بَلَغَنِيْۤ اَنَّكَ خُنْتَ مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا، لَاَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شَدَّةً تَدَعُكَ قَلِيْلَ الْوَفْرِ، ثَقِيْلَ الظَّهْرِ، ضَئِيْلَ الْاَمْرِ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۲۰)

زیاد ابن ابیہ کے نام

جبکہ عبد اللہ ابن عباس بصرہ، نواحی اہواز اور فارس و کرمان پر حکمران تھے اور یہ بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا:

میں اللہ کی سچی قسم کھا تا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے تو یاد رکھو کہ میں ایسی مار ماروں گا کہ جو تمہیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو کر کے چھوڑے گی۔ والسلام۔

--☆☆--

(۲۱) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَيْهِ اَيْضًا

فَدَعِ الْاِسْرَافَ مُقْتَصِدًا، وَ اذْكُرْ فِي الْيَوْمِ غَدًا، وَ اَمْسِكْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُوْرَتِكَ، وَ قَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ.

اَ تَرْجُوْۤا اَنْ يُّعْطِيَكَ اللّٰهُ اَجْرَ الْمُتَوَاضِعِيْنَ وَ اَنْتَ عِنْدَهٗ مِنَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ؟ وَ تَطْمَعُ ـ وَ اَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِي النَّعِيْمِ تَمْنَعُهُ الضَّعِيْفَ وَ الْاَرْمَلَةَ ـ اَنْ يُّوْجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ؟ وَ اِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْزِيٌّ بِمَاۤ اَسْلَفَ، وَ قَادِمٌ عَلٰى مَا قَدَّمَ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۲۱)

زیاد ابن ابیہ کے نام

میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فضول خرچی سے باز آؤ۔ آج کے دن کل کو بھول نہ جاؤ۔ صرف ضرورت بھر کیلئے مال روک کر باقی محتاجی کے دن کیلئے آگے بڑھاؤ۔

کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ اللہ تمہیں عجز و انکساری کرنے والوں کا اجر دے گا، حالانکہ تم اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہو؟ اور یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ خیرات کرنے والوں کا ثواب تمہارے لئے قرار دے گا، حالانکہ تم عشرت سامانیوں میں لوٹ رہے ہو اور بیکسوں اور بیواؤں کو محروم کر رکھا ہے؟ انسان اپنے ہی کئے کی جزا پاتا ہے اور جو آگے بھیج چکا ہے وہی آگے بڑھ کر پائے گا۔ والسلام۔

--☆☆--

(۲۲) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰی عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ

وَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَّقُوْلُ: مَا انْتَفَعْتُ بِكَلَامٍ بَعْدَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَانْتِفَاعِیْ بِهٰذَا الْكَلَامِ:

اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ الْمَرْءَ قَدْ يَسُرُّهٗ دَرْكُ مَا لَمْ يَكُنْ لِّيَفُوْتَهٗ، وَ يَسُوْٓءُهٗ فَوْتُ مَا لَمْ يَكُنْ لِّيُدْرِكَهٗ، فَلْيَكُنْ سُرُوْرُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ اٰخِرَتِكَ، وَ لْيَكُنْ اَسَفُكَ عَلٰى مَا فَاتَكَ مِنْهَا، وَ مَا نِلْتَ مِنْ دُنْيَاكَ فَلَا تُكْثِرْ بِهٖ فَرَحًا، وَ مَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَاْسَ عَلَيْهِ جَزَعًا، وَ لْيَكُنْ هَمُّكَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

-----☆☆-----

مکتوب (۲۲)

عبداللہ ابن عباس کے نام

عبد اللہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جتنا فائدہ میں نے اس کلام سے حاصل کیا ہے، اتنا پیغمبر ﷺ کے کلام کے بعد کسی کلام سے حاصل نہیں کیا:

انسان کو کبھی ایسی چیز کا پالینا خوش کرتا ہے جو اس کے ہاتھوں سے جانے والی ہوتی ہی نہیں اور کبھی ایسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا اسے غمگین کر دیتا ہے جو اسے حاصل ہونے والی ہوتی ہی نہیں۔ یہ خوشی اور غم بیکار ہے۔ تمہاری خوشی صرف آخرت کی حاصل کی ہوئی چیزوں پر ہونی چاہیے اور اس میں سے کوئی چیز جاتی رہے اس پر رنج ہونا چاہیے اور جو چیز دنیا سے پالو، اس پر زیادہ خوش نہ ہو اور جو چیز اس سے جاتی رہے اس پر بیقرار ہو کر افسوس کرنے نہ لگو، بلکہ تمہیں موت کے بعد پیش آنے والے حالات کی طرف اپنی توجہ موڑنا چاہیے۔

--☆☆--

(۲۳) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ قُبَيْلَ مَوْتِهٖ عَلٰى سَبِيْلِ الْوَصِيَّةِ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللهُ:

وَصِيَّتِیْ لَكُمْ: اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللهِ شَيْئًا، وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فَلَا تُضَيِّعُوْا سُنَّتَهٗ، اَقِيْمُوْا هٰذَيْنِ الْعَمُوْدَيْنِ، وَ اَوْقِدُوْا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَ خَلَاكُمْ ذَمٌّ.

اَنَا بِالْاَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَ الْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَّكُمْ، وَ غَدًا مُّفَارِقُكُمْ، اِنْ اَبْقَ فَاَنَا وَلِیُّ دَمِیْ، وَ اِنْ اَفْنَ فَالْفَنَآءُ مِيْعَادِیْ، وَاِنْ اَعْفُ

وصیت (۲۳)

جب ابن ملجم نے آپؑ کے سر اقدس پر ضربت لگائی تو انتقال سے کچھ پہلے آپؑ نے بطور وصیت ارشاد فرمایا:

تم لوگوں سے میری وصیت ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا اور محمد ﷺ کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرنا۔ ان دونوں ستونوں کو قائم کئے رہنا اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھنا۔ بس پھر برائیوں نے تمہارا پیچھا چھوڑ دیا۔

میں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لئے (سراپا) عبرت ہوں اور کل کو تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ اگر میں زندہ رہا تو مجھے اپنے خون کا اختیار ہوگا اور اگر مر جاؤں تو موت میری وعدہ گاہ ہے۔ اگر معاف کر

فَالْعَفْوُ لِیْ قُرْبَةٌ، وَ هُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُوْا، ﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ﴾.

وَ اللّٰهِ مَا فَجَئَنِیْ مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهٗ، وَ لَا طَالِعٌ اَنْكَرْتُهٗ، وَ مَا كُنْتُ اِلَّا كَقَارِبٍ وَّرَدَ، وَ طَالِبٍ وَّجَدَ، ﴿وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۝﴾.

اَقُوْلُ: وَ قَدْ مَضٰى بَعْضُ هٰذَا الْكَلَامِ فِیْمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْخُطَبِ، اِلَّاۤ اَنَّ فِیْهِ هٰهُنَا زِیَادَةً اَوْجَبَتْ تَكْرِیْرَهٗ.

دوں تو یہ میرے لئے رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ تمہارے لئے بھی نیکی ہوگی۔ ”کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے“۔

خدا کی قسم! یہ موت کا ناگہانی حادثہ ایسا نہیں ہے کہ میں اسے ناپسند جانتا ہوں اور نہ یہ ایسا سانحہ ہے کہ میں اسے برا جانتا ہوں۔ میری مثال بس اس شخص کی سی ہے جو رات بھر پانی کی تلاش میں چلے اور صبح ہوتے ہی چشمہ پر پہنچ جائے اور اس ڈھونڈنے والے کی مانند ہوں جو مقصد کو پالے۔ ”اور جو اللہ کے یہاں ہے وہی نیکوکاروں کیلئے بہتر ہے“۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ اس کلام کا کچھ حصہ خطبات میں گزر چکا ہے، مگر یہاں کچھ اضافہ تھا جس کی وجہ سے دوبارہ درج کرنا ضروری ہوا۔

-----☆☆-----

(۲٤) وَمِنْ وَّصِیَّةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

بِمَا یُعْمَلُ فِیْۤ اَمْوَالِهٖ كَتَبَهَا بَعْدَ مُنْصَرَفِهٖ مِنْ صِفِّیْنَ:

هٰذَا مَاۤ اَمَرَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ مَالِهٖ، ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ، لِیُوْلِجَهٗ بِهِ الْجَنَّةَ، وَ یُعْطِیَهٗ بِهِ الْاَمَنَةَ.

[مِنْهَا]

وَ اِنَّهٗ یَقُوْمُ بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ، یَاْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَ یُنْفِقُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ، فَاِنْ حَدَثَ بِحَسَنٍ حَدَثٌ وَّ حُسَیْنٌ حَیٌّ، قَامَ بِالْاَمْرِ بَعْدَهٗ وَ اَصْدَرَهٗ مَصْدَرَهٗ.

وَ اِنَّ لِابْنَیْ فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِیٍّ مِّثْلَ

وصیت (۲۴)

حضرتؑ کی وصیت اس امر کے متعلق کہ آپؑ کے اموال میں کیا عمل درآمد ہوگا۔ اسے صفین سے پلٹنے کے بعد تحریر فرمایا:

یہ وہ ہے جو خدا کے بندے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے اموال (اوقاف) کے بارے میں حکم دیا ہے، محض اللہ کی رضا جوئی کیلئے تاکہ وہ اس کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کرے اور امن و آسائش عطا فرمائے۔

[اس وصیت کا ایک حصہ یہ ہے]

حسن ابن علی علیہما السلام اس کے متولی ہوں گے جو اس مال سے مناسب طریقہ پر روزی لیں گے اور امور خیر میں صرف کریں گے۔ اگر حسن علیہ السلام کو کچھ ہو جائے اور حسین علیہ السلام زندہ ہوں تو وہ ان کے بعد اس کو سنبھال لیں گے اور انہی کی راہ پر چلائیں گے۔

علی علیہ السلام کے اوقاف میں جتنا حصہ فرزندانِ علیؑ کا ہے اتنا ہی

الَّذِیْ لِبَنِیْ عَلِیٍّ، وَ اِنِّیْۤ اِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِیَامَ بِذٰلِكَ اِلَى ابْنَیْ فَاطِمَةَ ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللهِ، وَ قُرْبَةً اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَ تَكْرِیْمًا لِّحُرْمَتِهٖ، وَ تَشْرِیْفًا لِّوُصْلَتِهٖ.

وَ یَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِیْ یَجْعَلُهٗۤ اِلَیْهِ اَنْ یَّتْرُكَ الْمَالَ عَلٰۤى اُصُوْلِهٖ، وَ یُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهٖ حَیْثُ اُمِرَ بِهٖ وَ هُدِیَ لَهٗ،

وَ اَنْ لَّا یَبِیْعَ مِنْ اَوْلَادِ نَخْلِ هٰذِهِ الْقُرٰى وَدِیَّةً حَتّٰى تُشْكِلَ اَرْضُهَا غِرَاسًا.

وَ مَنْ كَانَ مِنْ اِمَآئِیْ ۔ اللَّاتِیْۤ اَطُوْفُ عَلَیْهِنَّ ۔ لَهَا وَلَدٌ، اَوْ هِیَ حَامِلٌ، فَتُمْسَكُ عَلٰى وَلَدِهَا وَ هِیَ مِنْ حَظِّهٖ، فَاِنْ مَّاتَ وَلَدُهَا وَ هِیَ حَیَّةٌ فَهِیَ عَتِیْقَةٌ، قَدْ اُفْرِجَ عَنْهَا الرِّقُّ، وَ حَرَّرَهَا الْعِتْقُ.

قَوْلُهٗ علیہ السلام فِیْ هٰذِهِ الْوَصِیَّةِ: «اَنْ لَّا یَبِیْعَ مِنْ نَّخْلِهَا وَدِیَّةً»، اَلْوَدِیَّةُ: اَلْفَسِیْلَةُ، وَ جَمْعُهَا وَدِیٌّ. وَ قَوْلُهٗ علیہ السلام : «حَتّٰى تُشْكِلَ اَرْضُهَا غِرَاسًا» هُوَ مِنْ اَفْصَحِ الْكَلَامِ، وَ الْمُرَادُ بِهٖ: اَنَّ الْاَرْضَ یَكْثُرُ فِیْهَا غِرَاسُ النَّخْلِ حَتّٰى یَرَاهَا النَّاظِرُ عَلٰى غَیْرِ تِلْكَ الصِّفَةِ الَّتِیْ عَرَفَهَا بِهَا فَیُشْكِلُ عَلَیْهِ اَمْرُهَا وَ یَحْسِبُهَا غَیْرَهَا.

-----☆☆-----

اولادِ فاطمہؑ کا ہے۔ بیشک میں نے صرف اللہ کی رضا مندی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقرب، ان کی عزت و حرمت کے اعزاز اور ان کی قرابت کے احترام کے پیشِ نظر اس کی تولیت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دونوں فرزندوں سے مخصوص کی ہے۔

اور جو اس جائیداد کا متولی ہو اس پر یہ پابندی عائد ہوگی کہ وہ مال کو اس کی اصلی حالت پر رہنے دے اور اس کے پھلوں کو ان مصارف میں جن کے متعلق ہدایت کی گئی ہے تصرف میں لائے۔

اور یہ کہ وہ ان دیہاتوں کے نخلستانوں کی نئی پود کو فروخت نہ کرے، یہاں تک کہ ان دیہاتوں کی زمین کا ان نئے درختوں کے جم جانے سے عالم ہی دوسرا ہو جائے۔[1]

اور وہ کنیزیں جو میرے تصرف میں ہیں ان میں سے جس کی گود میں بچہ یا پیٹ میں ہے تو وہ بچے کے حق میں روک لی جائے گی اور اس کے حصہ میں شمار ہوگی۔ پھر اگر بچہ مر بھی جائے اور وہ زندہ ہو تو بھی وہ آزاد ہوگی۔ اس سے غلامی چھٹ گئی ہے اور آزادی اسے حاصل ہو چکی ہے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس وصیت میں حضرتؑ کا ارشاد: «اَنْ لَّا یَبِیْعَ مِنْ نَّخْلِهَا وَدِیَّةً» میں ''وَدِیَّةٌ'' کے معنی کھجور کے چھوٹے درخت کے ہیں اور اس کی جمع ''وَدِیٌّ'' آتی ہے۔ اور آپؑ کا یہ ارشاد: «حَتّٰى تُشْكِلَ اَرْضُهَا غِرَاسًا» (زمین درختوں کے جم جانے سے مشتبہ ہو جائے)، اس سے مراد یہ ہے کہ جب زمین میں کھجوروں کے پیڑ کثرت سے اُگ آتے ہیں تو دیکھنے والے نے جس صورت میں اسے پہلے دیکھا تھا، اب دوسری صورت میں دیکھنے کی وجہ سے اسے اشتباہ ہو جائے گا اور اسے دوسری زمین خیال کرے گا۔

--☆☆--

۱؎ امیر المومنین علیہ السلام کی زندگی ایک مزدور اور کاشتکار کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپؑ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتے اور بنجر اور افتادہ زمینوں میں آب رسانی کے وسائل مہیا کر کے انہیں آباد کرتے اور کاشت کے قابل بنا کر ان میں باغات لگاتے اور چونکہ یہ زمینیں آپؑ کی آباد کردہ ہوتی تھیں اس لئے آپؑ کی ملکیت میں داخل تھیں، مگر آپؑ نے کبھی مال پر نظر نہ کی اور ان زمینوں کو وقف قرار دے کر اپنے حقوق ملکیت کو اٹھالیا۔ البتہ قرابتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ کرتے ہوئے ان اوقاف کی تولیت یکے بعد دیگرے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے سپرد کی، لیکن ان کے حقوق میں کوئی امتیاز گوارا نہیں کیا، بلکہ دوسری اولاد کی طرح انہیں بھی صرف اتنا حق دیا کہ وہ گزارے بھر کا لے سکتے ہیں اور بقیہ عامۂ مسلمین کے مفاد اور امورِ خیر میں صرف کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اَحَدٍ اَنَّ عَلِيًّا عليه السلام اسْتَخْرَجَ عُيُوْنًا بِكَدِّ يَدِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ وَ يَنْبُعَ وَ سُوَيْعَةَ وَ اَحْيَا بِهَا مَوَاتًا كَثِيْرًا، ثُمَّ اَخْرَجَهَا عَنْ مِّلْكِهٖ وَ تَصَدَّقَ بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ لَمْ يَمُتْ وَ شَيْءٌ مِّنْهَا فِيْ مِلْكِهٖ.

سب کو معلوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے مدینہ اور ینبع اور سویعہ میں بہت سے چشمے زمین کھود کر نکالے اور بہت سی افتادہ زمینوں کو آباد کیا اور پھر ان سے اپنا قبضہ اٹھالیا اور مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا اور وہ اس حالت میں دنیا سے اٹھے کہ کوئی چیز آپؑ کی ملکیت میں نہ تھی۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۲۳)

☆☆☆☆☆

(۲۵) وَمِنْ وَّصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ يَكْتُبُهَا لِمَنْ يَّسْتَعْمِلُهٗ عَلَى الصَّدَقَاتِ، وَ اِنَّمَا ذَكَرْنَا هُنَا جُمَلًا مِّنْهَا لِيُعْلَمَ بِهَا اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُقِيْمُ عِمَادَ الْحَقِّ، وَ يَشْرَعُ اَمْثِلَةَ الْعَدْلِ فِيْ صَغِيْرِ الْاُمُوْرِ وَ كَبِيْرِهَا، وَ دَقِيْقِهَا وَ جَلِيْلِهَا:

اِنْطَلِقْ عَلٰى تَقْوَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ لَا تُرَوِّعَنَّ مُسْلِمًا، وَ لَا تَجْتَازَنَّ عَلَيْهِ كَارِهًا، وَ لَا تَاْخُذَنَّ مِنْهُ اَكْثَرَ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْ مَالِهٖ. فَاِذَا قَدِمْتَ عَلَى الْحَيِّ فَانْزِلْ بِمَآئِهِمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ تُخَالِطَ اَبْيَاتَهُمْ، ثُمَّ امْضِ اِلَيْهِمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَ الْوَقَارِ، حَتّٰى تَقُوْمَ بَيْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَيْهِمْ، وَ لَا تُخْدِجْ بِالتَّحِيَّةِ لَهُمْ، ثُمَّ تَقُوْلَ:

عِبَادَ اللّٰهِ! اَرْسَلَنِيْۤ اِلَيْكُمْ وَلِيُّ اللّٰهِ وَ خَلِيْفَتُهٗ، لِاٰخُذَ مِنْكُمْ حَقَّ اللّٰهِ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ، فَهَلْ لِلّٰهِ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ مِنْ حَقٍّ فَتُؤَدُّوْهُ اِلٰى وَلِيِّهٖ؟

فَاِنْ قَالَ قَآئِلٌ: لَا، فَلَا تُرَاجِعْهُ، وَ اِنْ اَنْعَمَ لَكَ مُنْعِمٌ فَانْطَلِقْ مَعَهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ تُخِيْفَهٗ اَوْ تُوْعِدَهٗ اَوْ تَعْسِفَهٗ اَوْ تُرْهِقَهٗ، فَخُذْ مَاۤ اَعْطَاكَ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ.

فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَاشِيَةٌ اَوْ اِبِلٌ فَلَا تَدْخُلْهَاۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، فَاِنَّ اَكْثَرَهَا لَهٗ، فَاِذَاۤ اَتَيْتَهَا

وصیت (۲۵)

جن کارندوں کو زکوٰۃ و صدقات کے وصول کرنے پر مقرر کرتے تھے ان کیلئے یہ ہدایت نامہ تحریر فرماتے تھے اور ہم نے اس کے چند ٹکڑے یہاں پر اس لئے درج کئے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ آپؑ ہمیشہ حق کے ستون کھڑے کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے اور پوشیدہ و ظاہر امور میں عدل کے نمونے قائم فرماتے تھے:

اللہ وحدہٗ لاشریک کا خوف دل میں لئے ہوئے چل کھڑے ہو، اور دیکھو! کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا اور اس (کے املاک) پر اس طرح سے نہ گزرنا کہ اسے ناگوار گزرے اور جتنا اس کے مال میں اللہ کا حق نکلتا ہو اس سے زائد نہ لینا۔ جب کسی قبیلے کی طرف جانا تو لوگوں کے گھروں میں گھسنے کی بجائے پہلے ان کے کنوؤں پر جا کر اترنا، پھر سکون و وقار کے ساتھ ان کی طرف بڑھنا، یہاں تک کہ جب ان میں جا کر کھڑے ہو جاؤ تو ان پر سلام کرنا اور آداب و تسلیم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا۔ اس کے بعد ان سے کہنا کہ:

اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ کے ولی اور اس کے خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے، اگر تمہارے مال میں اللہ کا کوئی حق نکلتا ہے تو اسے وصول کروں، لہٰذا تمہارے مال میں اللہ کا کوئی واجب الاداء حق ہے کہ جسے اللہ کے ولی تک پہنچاؤ؟

اگر کوئی کہنے والا کہے کہ: نہیں، تو پھر اس سے دہرا کر نہ پوچھنا۔ اور اگر کوئی ہاں کہنے والا ہاں کہے تو اسے ڈرائے دھمکائے یا اس پر سختی و تشدد کئے بغیر اس کے ساتھ ہو لینا اور جو سونا یا چاندی (درہم و دینار) وہ دے لے لینا۔

اور اگر اس کے پاس گائے، بکری یا اونٹ ہوں تو ان کے غول میں اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا، کیونکہ ان میں زیادہ حصہ تو اسی کا

فَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهَا دُخُوْلَ مُتَسَلِّطٍ عَلَيْهِ وَ لَا عَنِيْفٍ بِهٖ، وَ لَا تُنَفِّرَنَّ بَهِيْمَةً وَّ لَا تُفْزِعَنَّهَا،وَ لَا تَسُوْٓءَنَّ صَاحِبَهَا فِيْهَا.

وَ اصْدَعِ الْمَالَ صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيِّرْهُ، فَاِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهٗ، ثُمَّ اصْدَعِ الْبَاقِيَ صَدْعَيْنِ ثُمَّ خَيِّرْهُ، فَاِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهٗ. فَلَا تَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَبْقٰى مَا فِيْهِ وَفَآءٌ لِّحَقِّ اللهِ فِیْ مَالِهٖ، فَاقْبِضْ حَقَّ اللهِ مِنْهُ. فَاِنِ اسْتَقَالَكَ فَاَقِلْهُ، ثُمَّ اخْلِطْهُمَا، ثُمَّ اصْنَعْ مِثْلَ الَّذِیْ صَنَعْتَ اَوَّلًا حَتّٰى تَاْخُذَ حَقَّ اللهِ فِیْ مَالِهٖ.

وَ لَا تَاْخُذَنَّ عَوْدًا، وَ لَا هَرِمَةً، وَ لَا مَكْسُوْرَةً، وَ لَا مَهْلُوْسَةً، وَ لَا ذَاتَ عَوَارٍ.

وَ لَا تَاْمَنَنَّ عَلَيْهَآ اِلَّا مَنْ تَثِقُ بِدِيْنِهٖ، رَافِقًا بِمَالِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يُوَصِّلَهٗ اِلٰى وَلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهٗ بَيْنَهُمْ، وَ لَا تُوَكِّلْ بِهَآ اِلَّا نَاصِحًا شَفِيْقًا وَّ اَمِيْنًا حَفِيْظًا، غَيْرَ مُعْنِفٍ وَّ لَا مُجْحِفٍ، وَ لَا مُلْغِبٍ وَّ لَا مُتْعِبٍ. ثُمَّ احْدُرْ اِلَيْنَا مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ، نُصَيِّرْهُ حَيْثُ اَمَرَ اللهُ بِهٖ.

ہے۔ اور جب (اجازت کے بعد) ان تک جانا تو یہ انداز اختیار نہ کرنا کہ جیسے تمہیں اس پر پورا قابو ہے اور تمہیں اس پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے۔ دیکھو! نہ کسی جانور کو بھڑکانا، نہ ڈرانا اور نہ اس کے بارے میں اپنے غلط رویہ سے مالک کو رنجیدہ کرنا۔

جتنا مال ہو اس کے دو حصے کر دینا اور مالک کو یہ اختیار دینا (کہ وہ جونسا حصہ چاہے) پسند کر لے۔ اور جب وہ کوئی سا حصہ منتخب کر لے تو اس کے انتخاب سے تعرض نہ کرنا۔ پھر بقیہ حصے کے دو حصے کر دینا اور مالک کو اختیار دینا (کہ وہ جو حصہ چاہے لے لے) اور جب وہ ایک حصہ منتخب کر لے تو اس کے انتخاب پر معترض نہ ہونا۔ یونہی ایسا ہی کرتے رہنا، یہاں تک کہ بس اتنا رہ جائے جتنے سے اس مال میں جو اللہ کا حق ہے وہ پورا ہو جائے تو اسے بس تم اپنے قبضہ میں کر لینا اور (اس پر بھی) اگر وہ پہلے انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخاب کرنا چاہے تو اسے اس کا موقع دو اور دونوں حصوں کو ملا کر پھر نئے سرے سے وہی کرو جس طرح پہلے کیا تھا، یہاں تک کہ اس کے مال سے اللہ کا حق لے لو۔

ہاں دیکھو! کوئی بوڑھا، بالکل پھونس اونٹ اور جس کی کمر شکستہ یا پیر ٹوٹا ہوا ہو، یا بیماری کا مارا ہوا یا عیب دار ہو، نہ لینا۔

اور انہیں کسی ایسے شخص کی امانت میں سونپنا جس کی دینداری پر تم کو اعتماد ہو کہ جو مسلمانوں کے مال کی نگہداشت کرتا ہوا ان کے امیر تک پہنچا دے، تاکہ وہ اس مال کو مسلمانوں میں بانٹ دے۔ کسی ایسے ہی شخص کے سپرد کرنا جو خیر خواہ، خدا ترس، امانتدار اور نگران ہو کہ نہ تو ان پر سختی کرے اور نہ دوڑا دوڑا کر انہیں لاغر و خستہ کرے، نہ انہیں تھکا مارے اور نہ تعب و مشقت میں ڈالے۔ پھر جو کچھ تمہارے پاس جمع ہو اسے جلد سے جلد ہماری طرف بھیجتے رہنا، تاکہ ہم جہاں جہاں اللہ کا حکم ہے اسے کام میں لائیں۔

فَاِذَآ اَخذَهَآ اَمِيْنُكَ فَاَوْعِزْ اِلَيْهِ اَنْ لَّا يَحُوْلَ بَيْنَ نَاقَةٍ وَّ بَيْنَ فَصِيْلِهَا، وَ لَا يَمْصُرَ لَبَنَهَا فَيَضُرَّ ذٰلِكَ بِوَلَدِهَا، وَ لَا يَجْهَدَنَّهَا رُكُوْبًا، وَ لْيَعْدِلْ بَيْنَ صَوَاحِبَاتِهَا فِیْ ذٰلِكَ وَ بَيْنَهَا، وَ لْيُرَفِّهْ عَلَى اللَّاغِبِ، وَ لْيَسْتَاْنِ بِالنَّقِبِ وَ الظَّالِعِ، وَ لْيُوْرِدْهَا مَا تَمُرُّ بِهٖ مِنَ الْغُدُرِ، وَ لَا يَعْدِلْ بِهَا عَنْ نَّبْتِ الْاَرْضِ اِلٰى جَوَادِّ الطَّرِيْقِ، وَ لْيُرَوِّحْهَا فِی السَّاعَاتِ، وَلْيُمْهِلْهَا عِنْدَ النِّطَافِ وَ الْاَعْشَابِ، حَتّٰى تَاْتِيَنَا بِاِذْنِ اللهِ بُدُنًا مُّنْقِيَاتٍ، غَيْرَ مُتْعَبَاتٍ وَّ لَا مَجْهُوْدَاتٍ، لِنَقْسِمَهَا عَلٰى كِتَابِ اللهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ ﷺ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَعْظَمُ لِاَجْرِكَ، وَ اَقْرَبُ لِرُشْدِكَ، اِنْ شَآءَ اللهُ.

-----☆☆-----

جب تمہارا امین اس مال کو اپنی تحویل میں لے لے تو اسے فہمائش کرنا کہ وہ اونٹنی اور اس کے دودھ پیتے بچے کو الگ الگ نہ رکھے اور نہ اس کا سارے کا سارا دودھ دوہ لیا کرے کہ بچے کیلئے ضرر رسانی کا باعث بن جائے اور اس پر سواری کرکے اسے ہلکان نہ کر ڈالے۔ اس میں اور اس کے ساتھ کی دوسری اونٹنیوں میں (سواری کرنے اور دوہنے میں) انصاف و مساوات سے کام لے، تھکے ماندے اونٹ کو ستانے کا موقع دے اور جس کے کھر گھس گئے ہوں یا پیر لنگ کرنے لگے ہوں اسے آہستگی اور نرمی سے لے چلے اور ان کی گزرگاہوں میں جو تالاب پڑیں وہاں انہیں پانی پینے کیلئے اتارے، اور زمین کی ہریالی سے ان کا رخ موڑ کر (بے آب و گیاہ) راستوں پر نہ لے چلے، اور وقتاً فوقتاً انہیں راحت پہنچاتا رہے، اور جہاں تھوڑا بہت پانی یا گھاس سبزہ ہو انہیں کچھ دیر کیلئے مہلت دے تاکہ جب وہ ہمارے پاس پہنچیں تو وہ بحکم خدا موٹے تازے ہوں اور ان کی ہڈیوں کا گودا بڑھ چکا ہو، وہ تھکے ماندے اور خستہ حال نہ ہوں، تاکہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق انہیں تقسیم کریں۔ بیشک یہ تمہارے لئے بڑے ثواب کا باعث اور منزل ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

--☆☆--

(۲۶) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى بَعْضِ عُمَّالِهٖ، وَ قَدْ بَعَثَهٗ عَلَى الصَّدَقَةِ:

اٰمُرُهٗ بِتَقْوَى اللهِ فِیْ سَرَآئِرِ اَمْرِهٖ وَ خَفِيَّاتِ عَمَلِهٖ، حَيْثُ لَا شَهِيْدَ غَيْرُهٗ، وَ لَا وَكِيْلَ دُوْنَهٗ.

مکتوب (۲۶)

ایک کارندے کے نام کہ جسے زکوٰۃ اکٹھا کرنے کیلئے بھیجا تھا یہ عہد نامہ تحریر فرمایا:

میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے پوشیدہ ارادوں اور مخفی کاموں میں اللہ سے ڈرتے رہیں، جہاں نہ اللہ کے علاوہ کوئی گواہ ہوگا اور نہ اس کے ماسوا کوئی نگران ہے۔

وَ اٰمُرُهٗ اَنْ لَّا يَعْمَلَ بِشَيْءٍ مِّنْ طَاعَةِ اللّٰهِ فِيْمَا ظَهَرَ فَيُخَالِفَ اِلٰى غَيْرِهٖ فِيْمَآ اَسَرَّ، وَمَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهٗ وَ عَلَانِيَتُهٗ، وَفِعْلُهٗ وَ مَقَالَتُهٗ، فَقَدْ اَدَّى الْاَمَانَةَ، وَاَخْلَصَ الْعِبَادَةَ.

اور انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ ظاہر میں اللہ کا کوئی ایسا فرمان بجا نہ لائیں کہ ان کے چھپے ہوئے اعمال اس سے مختلف ہوں اور جس شخص کا باطن و ظاہر اور کردار و گفتار مختلف نہ ہو، اس نے امانتداری کا فرض انجام دیا اور اللہ کی عبادت میں خلوص سے کام لیا۔

وَ اٰمُرُهٗ اَنْ لَّا يَجْبَهَهُمْ، وَ لَا يَعْضَهَهُمْ، وَ لَا يَرْغَبَ عَنْهُمْ تَفَضُّلًا بِالْاِمَارَةِ عَلَيْهِمْ، فَاِنَّهُمُ الْاِخْوَانُ فِي الدِّيْنِ، وَ الْاَعْوَانُ عَلَى اسْتِخْرَاجِ الْحُقُوْقِ.

اور میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو آزردہ نہ کریں، اور نہ انہیں پریشان کریں، اور نہ ان سے اپنے عہدے کی برتری کی وجہ سے بے رخی برتیں، کیونکہ وہ دینی بھائی اور زکوٰۃ وصدقات کے برآمد کرنے میں معین ومددگار ہیں۔

وَ اِنَّ لَكَ فِيْ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا، وَ حَقًّا مَّعْلُوْمًا، وَ شُرَكَآءَ اَهْلَ مَسْكَنَةٍ، وَ ضُعَفَآءَ ذَوِيْ فَاقَةٍ، وَاِنَّا مُوَفُّوْكَ حَقَّكَ، فَوَفِّهِمْ حُقُوْقَهُمْ، وَاِلَّا تَفْعَلْ فَاِنَّكَ مِنْ اَكْثَرِ النَّاسِ خُصُوْمًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ، وَبُؤْسًا لِّمَنْ خَصْمُهٗ عِنْدَ اللّٰهِ الْفُقَرَآءُ وَ الْمَسَاكِيْنُ وَ السَّآئِلُوْنَ وَ الْمَدْفُوْعُوْنَ وَ الْغَارِمُ وَ ابْنُ السَّبِيْلِ!.

یہ معلوم ہے کہ اس زکوٰۃ میں تمہارا بھی معین حصہ اور جانا پہچانا ہوا حق ہے اور اس میں بیچارے مسکین اور فاقہ کش لوگ بھی تمہارے شریک ہیں اور ہم تمہارا حق پورا پورا ادا کرتے ہیں، تو تم بھی ان کا حق پورا پورا ادا کرو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ روز قیامت تمہارے ہی دشمن سب سے زیادہ ہوں گے اور وائے بدبختی! اس شخص کی جس کے خلاف اللہ کے حضور فریق بن کر کھڑے ہونے والے فقیر، نادار، سائل، دھتکارے ہوئے لوگ، قرضدار اور (بے خرچ) مسافر ہوں۔

وَ مَنِ اسْتَهَانَ بِالْاَمَانَةِ، وَ رَتَعَ فِي الْخِيَانَةِ، وَلَمْ يُنَزِّهْ نَفْسَهٗ وَ دِيْنَهٗ عَنْهَا، فَقَدْ اَحَلَّ بِنَفْسِهِ الذُّلَّ وَ الْخِزْيَ فِي الدُّنْيَا، وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَذَلُّ وَ اَخْزٰى.

یاد رکھو کہ جو شخص امانت کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اسے ٹھکرا دے اور خیانت کی چراگاہوں میں چرتا پھرے اور اپنے کو اور اپنے دین کو اس کی آلودگی سے نہ بچائے تو اس نے دنیا میں بھی اپنے کو ذلتوں اور خواریوں میں ڈالا اور آخرت میں بھی رسوا و ذلیل ہوگا۔

وَ اِنَّ اَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْاُمَّةِ، وَ اَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْاَئِمَّةِ، وَ السَّلَامُ.

سب سے بڑی خیانت اُمت کی خیانت ہے اور سب سے بڑی فریب کاری پیشوائے دین کو دغا دینا ہے۔ والسلام۔

--☆☆--

(۲۷) وَمِنْ عَهْدٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِيْنَ قَلَّدَهٗ مِصْرَ:

فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ، وَاَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَ اٰسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَ النَّظْرَةِ، حَتّٰى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَآءُ فِيْ حَيْفِكَ لَهُمْ، وَ لَا يَيْاَسَ الضُّعَفَآءُ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ. فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُسَآئِلُكُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهٖ عَنِ الصَّغِيْرَةِ مِنْ اَعْمَالِكُمْ وَ الْكَبِيْرَةِ، وَ الظَّاهِرَةِ وَ الْمَسْتُوْرَةِ، فَاِنْ يُّعَذِّبْ فَاَنْتُمْ اَظْلَمُ، وَ اِنْ يَّعْفُ فَهُوَ اَكْرَمُ.

وَ اعْلَمُوْا عِبَادَ اللهِ! اَنَّ الْمُتَّقِيْنَ ذَهَبُوْا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَ اٰجِلِ الْاٰخِرَةِ، فَشَارَكُوْۤا اَهْلَ الدُّنْيَا فِيْ دُنْيَاهُمْ، وَ لَمْ يُشَارِكْهُمْ اَهْلُ الدُّنْيَا فِيْۤ اٰخِرَتِهِمْ، سَكَنُوا الدُّنْيَا بِاَفْضَلِ مَا سُكِنَتْ، وَ اَكَلُوْهَا بِاَفْضَلِ مَاۤ اُكِلَتْ، فَحَظُوْا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ بِهِ الْمُتْرَفُوْنَ، وَاَخَذُوْا مِنْهَا مَاۤ اَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ، ثُمَّ انْقَلَبُوْا عَنْهَا بِالزَّادِ الْمُبَلِّغِ، وَالْمَتْجَرِ الرَّابِحِ، اَصَابُوْا لَذَّةَ زُهْدِ الدُّنْيَا فِيْ دُنْيَاهُمْ، وَ تَيَقَّنُوْۤا اَنَّهُمْ جِيْرَانُ اللهِ غَدًا فِيْۤ اٰخِرَتِهِمْ، لَا تُرَدُّ لَهُمْ دَعْوَةٌ، وَ لَا يَنْقُصُ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنْ لَّذَّةٍ.

عہد نامہ (۲۷)

محمد ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام جب انہیں مصر کی حکومت سپرد کی:

لوگوں سے تواضع کے ساتھ ملنا، ان سے نرمی کا برتاؤ کرنا، کشادہ روئی سے پیش آنا اور سب کو ایک نظر سے دیکھنا، تاکہ بڑے لوگ تم سے اپنی ناحق طرف داری کی امید نہ رکھیں اور چھوٹے لوگ تمہارے عدل و انصاف سے ان (بڑوں) کے مقابلہ میں ناامید نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اے اللہ کے بندو! اللہ تمہارے چھوٹے بڑے، کھلے ڈھکے اعمال کی تم سے باز پرس کرے گا اور اس کے بعد اگر وہ عذاب کرے تو یہ تمہارے خود ظلم کا نتیجہ ہے اور اگر وہ معاف کردے تو وہ اس کے کرم کا تقاضا ہے۔

خدا کے بندو! تمہیں جاننا چاہیے کہ پرہیز گاروں نے جانے والی دنیا اور آنے والی آخرت دونوں کے فائدے اٹھائے۔ وہ دنیا والوں کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک رہے، مگر دنیا دار ان کی آخرت میں حصہ نہ لے سکے۔ وہ دنیا میں بہترین طریقہ پر رہے اور اچھے سے اچھا کھایا اور اس طرح وہ ان تمام چیزوں سے بہرہ یاب ہوئے جو عیش پسند لوگوں کو حاصل تھیں اور وہ سب کچھ حاصل کیا کہ جو سرکش و متکبر لوگوں کو حاصل تھا۔ پھر وہ منزل مقصود پر پہنچانے والے زاد کا سر و سامان اور نفع کا سودا کر کے دنیا سے روانہ ہوئے۔ انہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے ترک دنیا کی لذت چکھی اور یہ یقین رکھا کہ وہ کل اللہ کے پڑوس میں ہوں گے، جہاں نہ ان کی کوئی آواز ٹھکرائی جائے گی، نہ ان کے حظ و نصیب میں کمی ہو گی۔

فَاحْذَرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ الْمَوْتَ وَ قُرْبَهٗ، وَ اَعِدُّوْا لَهٗ عُدَّتَهٗ، فَاِنَّهٗ يَاْتِیْ بِاَمْرٍ عَظِيْمٍ، وَ خَطْبٍ جَلِيْلٍ، بِخَيْرٍ لَّا يَكُوْنُ مَعَهٗ شَرٌّ اَبَدًا، اَوْ شَرٍّ لَّا يَكُوْنُ مَعَهٗ خَيْرٌ اَبَدًا، فَمَنْ اَقْرَبُ اِلَى الْجَنَّةِ مِنْ عَامِلِهَا! وَ مَنْ اَقْرَبُ اِلَى النَّارِ مِنْ عَامِلِهَا!.

تو اللہ کے بندو! موت اور اس کی آمد سے ڈرو اور اس کیلئے سر و سامان فراہم کرو۔ وہ آئے گی اور ایک بڑے حادثے اور عظیم سانحے کے ساتھ آئے گی۔ جس میں یا تو بھلائی ہی بھلائی ہو گی کہ برائی کا اس میں کبھی گزر نہ ہو گا، یا ایسی برائی ہو گی کہ جس میں کبھی بھلائی کا شائبہ نہ آئے گا۔ کون ہے جو جنت کے کام کرنے والے سے زیادہ جنت کے قریب ہو؟ اور کون ہے جو دوزخ کے کام کرنے والے سے زیادہ دوزخ کے نزدیک ہو؟

وَ اَنْتُمْ طُرَدَآءُ الْمَوْتِ، اِنْ اَقَمْتُمْ لَهٗ اَخَذَكُمْ، وَ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنْهُ اَدْرَكَكُمْ، وَ هُوَ اَلْزَمُ لَكُمْ مِنْ ظِلِّكُمْ، الْمَوْتُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْكُمْ، وَ الدُّنْيَا تُطْوٰى مِنْ خَلْفِكُمْ. فَاحْذَرُوْا نَارًا قَعْرُهَا بَعِيْدٌ، وَ حَرُّهَا شَدِيْدٌ، وَ عَذَابُهَا جَدِيْدٌ، دَارٌ لَّيْسَ فِيْهَا رَحْمَةٌ، وَ لَا تُسْمَعُ فِيْهَا دَعْوَةٌ، وَ لَا تُفَرَّجُ فِيْهَا كُرْبَةٌ.

تم وہ شکار ہو جس کا موت پیچھا کئے ہوئے ہے۔ اگر تم ٹھہرے رہو گے جب بھی تمہیں گرفت میں لے لے گی اور اگر اس سے بھاگو گے جب بھی وہ تمہیں پالے گی۔ وہ تو تمہارے سایہ سے بھی زیادہ تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔ موت تمہاری پیشانی کے بالوں سے جکڑ کر باندھ دی گئی ہے اور دنیا تمہارے عقب سے تہہ کی جا رہی ہے۔ لہٰذا جہنم کی اس آگ سے ڈرو جس کا گہراؤ دور تک چلا گیا ہے، جس کی تپش بے پناہ ہے اور جس کا عذاب ہمیشہ نیا اور تازہ رہتا ہے۔ وہ ایسا گھر ہے جس میں رحم و کرم کا سوال ہی نہیں۔ نہ اس میں کوئی فریاد سنی جاتی ہے اور نہ کرب و اذیت سے چھٹکارا ملتا ہے۔

وَ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ يَّشْتَدَّ خَوْفُكُمْ مِنَ اللّٰهِ، وَ اَنْ يَّحْسُنَ ظَنُّكُمْ بِهٖ، فَاجْمَعُوْا بَيْنَهُمَا، فَاِنَّ الْعَبْدَ اِنَّمَا يَكُوْنُ حُسْنُ ظَنِّهٖ بِرَبِّهٖ عَلٰى قَدْرِ خَوْفِهٖ مِنْ رَّبِّهٖ، وَ اِنَّ اَحْسَنَ النَّاسِ ظَنًّا بِاللّٰهِ اَشَدُّهُمْ خَوْفًا لِّلّٰهِ.

اگر یہ کر سکو کہ تم اللہ کا زیادہ سے زیادہ خوف بھی رکھو اور اس سے اچھی امید بھی وابستہ رکھو، تو ان دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لو، کیونکہ بندے کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی امید بھی ہوتی ہے جتنا کہ اس کا ڈر ہوتا ہے۔ اور جو سب سے زیادہ اللہ سے امید رکھتا ہے وہی سب سے زیادہ اس سے خائف ہوتا ہے۔

وَ اعْلَمْ - يَا مُحَمَّدُ بْنَ اَبِیْ بَكْرٍ! - اَنِّیْ قَدْ وَلَّيْتُكَ اَعْظَمَ اَجْنَادِیْ فِیْ نَفْسِیْ اَهْلَ مِصْرَ،

اے محمد ابن ابی بکر! اس بات کو جان لو کہ میں نے تمہیں مصر والوں پر کہ جو میری سب سے بڑی سپاہ ہیں، حکمران بنایا ہے۔ اب تم سے

فَاَنْتَ مَحْقُوْقٌ اَنْ تُخَالِفَ عَلٰى نَفْسِكَ، وَ اَنْ تُنَافِحَ عَنْ دِيْنِكَ، وَ لَوْ لَمْ يَكُنْ لَّكَ اِلَّا سَاعَةٌ مِّنَ الدَّهْرِ، وَ لَا تُسْخِطِ اللّٰهَ بِرِضٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ، فَاِنَّ فِي اللّٰهِ خَلَفًا مِّنْ غَيْرِهٖ، وَ لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ خَلَفٌ فِيْ غَيْرِهٖ.

صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا الْمُوَقَّتِ لَهَا، وَ لَا تُعَجِّلْ وَقْتَهَا لِفَرَاغٍ، وَ لَا تُؤَخِّرْهَا عَنْ وَّقْتِهَا لِاشْتِغَالٍ، وَ اعْلَمْ اَنَّ كُلَّ شَیْءٍ مِّنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِّصَلٰوتِكَ.

[وَ مِنْهُ]

فَاِنَّهٗ لَا سَوَآءٌ اِمَامُ الْهُدٰى وَ اِمَامُ الرَّدٰى، وَ وَلِيُّ النَّبِيِّ وَ عَدُوُّ النَّبِيِّ، وَ لَقَدْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «اِنِّیْ لَاۤ اَخَافُ عَلٰۤى اُمَّتِیْ مُؤْمِنًا وَّ لَا مُشْرِكًا، اَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللّٰهُ بِاِيْمَانِهٖ، وَ اَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْمَعُهُ اللّٰهُ بِشِرْكِهٖ. وَ لٰكِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ، عَالِمِ اللِّسَانِ، يَقُوْلُ مَا تَعْرِفُوْنَ، وَ يَفْعَلُ مَا تُنْكِرُوْنَ».

-----☆☆-----

میرا یہ مطالبہ ہے کہ تم اپنے نفس کی خلاف ورزی کرنا اور اپنے دین کیلئے سینہ سپر رہنا، اگرچہ تمہیں زمانہ میں ایک ہی گھڑی کا موقع حاصل ہو۔ اور مخلوقات میں سے کسی کو خوش کرنے کیلئے اللہ کو ناراض نہ کرنا، کیونکہ اوروں کا عوض تو اللہ میں مل سکتا ہے مگر اللہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔

نماز کو اس کے مقررہ وقت پر ادا کرنا اور فرصت ہونے کی وجہ سے قبل از وقت نہ پڑھ لینا اور نہ مشغولیت کی وجہ سے اسے پیچھے ڈال دینا۔ یاد رکھو کہ تمہارا ہر عمل نماز کے تابع ہے۔

[اس عہدنامہ کا ایک حصہ یہ ہے]

ہدایت کا امام اور ہلاکت کا پیشوا، پیغمبر ﷺ کا دوست اور پیغمبر ﷺ کا دشمن برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: «مجھے اپنی اُمت کے بارے میں نہ مومن سے کھٹکا ہے اور نہ مشرک سے، کیونکہ مومن کی اللہ اس کے ایمان کی وجہ سے (گمراہ کرنے سے) حفاظت کرے گا اور مشرک کو اس کے شرک کی وجہ سے ذلیل وخوار کرے گا (کہ کوئی اس کی بات پر کان نہ دھرے گا)، بلکہ مجھے تمہارے لئے ہر اس شخص سے اندیشہ ہے کہ جو دل سے منافق اور زبان سے عالم ہے، کہتا وہ ہے جسے تم اچھا سمجھتے ہو اور کرتا وہ ہے جسے تم برا جانتے ہو»۔

--☆☆--

(۲۸) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا

وَ هُوَ مِنْ مَّحَاسِنِ الْكُتُبِ

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ اَتَانِیْ كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِيْهِ اصْطِفَآءَ اللّٰهِ مُحَمَّدًا ﷺ لِدِيْنِهٖ، وَ تَاْيِيْدَهٗ اِيَّاهُ بِمَنْ اَيَّدَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ، فَلَقَدْ خَبَّاَ لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ عَجَبًا، اِذْ طَفِقْتَ تُخْبِرُنَا بِبَلَآءِ اللّٰهِ عِنْدَنَا وَ نِعْمَتِهٖ عَلَيْنَا فِیْ نَبِيِّنَا، فَكُنْتَ فِیْ ذٰلِكَ كَنَاقِلِ التَّمْرِ اِلٰى هَجَرَ، اَوْ دَاعِیْ مُسَدِّدِهٖ اِلَى النِّضَالِ.

وَ زَعَمْتَ اَنَّ اَفْضَلَ النَّاسِ فِی الْاِسْلَامِ فُلَانٌ وَّ فُلَانٌ، فَذَكَرْتَ اَمْرًا اِنْ تَمَّ اعْتَزَلَكَ كُلُّهٗ، وَ اِنْ نَّقَصَ لَمْ يَلْحَقْكَ ثَلْمُهٗ، وَ مَاۤ اَنْتَ وَ الْفَاضِلَ وَ الْمَفْضُوْلَ، وَ السَّآئِسَ وَ الْمَسُوْسَ! وَ مَا لِلطُّلَقَآءِ وَ اَبْنَآءِ الطُّلَقَآءِ وَ التَّمْيِيْزَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ، وَ تَرْتِيْبَ دَرَجَاتِهِمْ وَ تَعْرِيْفَ طَبَقَاتِهِمْ!. هَيْهَاتَ لَقَدْ حَنَّ قِدْحٌ لَّيْسَ مِنْهَا، وَ طَفِقَ يَحْكُمُ فِيْهَا مَنْ عَلَيْهِ الْحُكْمُ لَهَا!.

اَ لَا تَرْبَعُ اَيُّهَا الْاِنْسَانُ عَلٰى ظَلْعِكَ وَ تَعْرِفُ قُصُوْرَ ذَرْعِكَ؟ وَ تَتَاَخَّرُ حَيْثُ اَخَّرَكَ الْقَدَرُ! فَمَا عَلَيْكَ

مکتوب (۲۸)

معاویہ کے نام

یہ مکتوب امیرالمومنین علیہ السلام کے بہترین مکتوبات میں سے ہے:

تمہارا خط پہنچا[1]۔ تم نے اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دین کیلئے منتخب فرمایا اور تائید و نصرت کرنے والے ساتھیوں کے ذریعہ ان کو قوت و توانائی بخشی۔ زمانہ نے تمہارے عجائبات پر اب تک پردہ ہی ڈالے رکھا تھا جو یوں ظاہر ہو رہے ہیں کہ تم ہمیں ہی خبر دے رہے ہو، ان احسانات کی جو خود ہمیں پر ہوئے ہیں اور اس نعمت کی جو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ہمیں پر ہوئی ہے۔ اس طرح تم ویسے ٹھہرے جیسے ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے جانے والا، یا اپنے استاد کو تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دینے والا۔

تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام میں سب سے افضل فلاں اور فلاں (ابوبکر و عمر) ہیں۔ یہ تم نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ اگر صحیح ہو تو تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں اور غلط ہو تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور بھلا کہاں تم اور کہاں یہ بحث کہ کون افضل ہے اور کون غیر افضل؟ اور کون حاکم ہے اور کون رعایا؟! بھلا آزاد کردہ لوگوں اور ان کے بیٹوں کو یہ حق کہاں سے ہو سکتا ہے کہ وہ مہاجرین اولین کے درمیان امتیاز کرنے، ان کے درجے ٹھہرانے اور ان کے طبقے پہچنوانے بیٹھیں۔ کتنا نامناسب ہے کہ جوئے کے تیروں میں نقلی تیر آواز دینے لگے اور کسی معاملہ میں وہ فیصلہ کرنے بیٹھے جس کے خود خلاف بہرحال اس میں فیصلہ ہونا ہے۔

اے شخص! تو اپنے پیروں کے لنگ کو دیکھتے ہوئے اپنی حد پر ٹھہرتا کیوں نہیں؟ اور اپنی کوتاہ دستی کو سمجھتا کیوں نہیں؟ اور کیوں نہیں پیچھے ہٹ کر رکتا؟ وہیں جہاں قضا و قدر کا فیصلہ تجھے پیچھے ہٹا چکا ہے۔

غَلَبَةُ الْمَغْلُوْبِ، وَ لَا لَكَ ظَفَرُ الظَّافِرِ! وَ اِنَّكَ لَذَهَّابٌ فِي التِّيْهِ، رَوَّاغٌ عَنِ الْقَصْدِ.

آخر تجھے کسی مغلوب کی شکست سے اور کسی فاتح کی کامرانی سے سروکار ہی کیا ہے؟ تمہیں محسوس ہونا چاہیے کہ تم حیرت و سرگشتگی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہو اور راہ راست سے منحرف ہو۔

اَلَا تَرٰى ـ غَيْرَ مُخْبِرٍ لَّكَ وَ لٰكِنْ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ اُحَدِّثُ ـ اَنَّ قَوْمًا اسْتُشْهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ، وَ لِكُلٍّ فَضْلٌ، حَتّٰى اِذَا اسْتُشْهِدَ شَهِيْدُنَا قِيْلَ: ''سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ''، وَ خَصَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ بِسَبْعِيْنَ تَكْبِيْرَةً عِنْدَ صَلٰوتِهٖ عَلَيْهِ!.

آخر تم نہیں دیکھتے؟ اور یہ میں جو کہتا ہوں تمہیں کوئی اطلاع دینا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا ہے کہ: مہاجرین و انصار کا ایک گروہ خدا کی راہ میں شہید ہوا اور سب کیلئے فضیلت کا ایک درجہ ہے، مگر جب ہم میں سے شہید نے جامِ شہادت پیا تو اسے ''سیّد الشہداء'' کہا گیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اسے یہ خصوصیت بخشی کہ اس کی نماز جنازہ میں ستر (۷۰) تکبیریں کہیں۔

اَوَ لَا تَرٰۤى اَنَّ قَوْمًا قُطِعَتْ اَيْدِيْهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ـ وَ لِكُلٍّ فَضْلٌ ـ حَتّٰى اِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ، قِيْلَ: ''الطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ'' وَ ''ذُو الْجَنَاحَيْنِ''!.

اور کیا نہیں دیکھتے؟ کہ بہت لوگوں کے ہاتھ خدا کی راہ میں کاٹے گئے اور ہر ایک کیلئے ایک حد تک فضیلت ہے، مگر جب ہمارے آدمی کیلئے یہی ہوا جو اوروں کے ساتھ ہو چکا تھا تو اسے ''اَلطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ'' (جنت میں پرواز کرنے والا) اور ''ذُو الْجَنَاحَيْنِ'' (دو پروں والا) کہا گیا۔

وَ لَوْ لَا مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَزْكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهٗ، لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَآئِلَ جَمَّةً، تَعْرِفُهَا قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ لَا تَمُجُّهَا اٰذَانُ السَّامِعِيْنَ. فَدَعْ عَنْكَ مَنْ مَّالَتْ بِهِ الرَّمِيَّةُ، فَاِنَّا صَنَآئِعُ رَبِّنَا، وَ النَّاسُ بَعْدُ صَنَآئِعُ لَنَا.

اور اگر خداوند عالم نے خودستائی سے روکا نہ ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے بھی وہ فضائل بیان کرتا کہ مومنوں کے دل جن کا اعتراف کرتے ہیں اور سننے والوں کے کان انہیں اپنے سے الگ نہیں کرنا چاہتے۔ ایسوں کا ذکر کیوں کرو؟ جن کا تیر نشانوں سے خطا کرنے والا ہے۔ ہم وہ ہیں جو براہ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھے ہیں اور دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں۔

لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيْمُ عِزِّنَا وَ لَا عَادِيُّ طَوْلِنَا عَلٰى قَوْمِكَ اَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِاَنْفُسِنَا، فَنَكَحْنَا وَ اَنْكَحْنَا فِعْلَ الْاَكْفَآءِ، وَ لَسْتُمْ هُنَاكَ! وَ اَنّٰى يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ وَ مِنَّا النَّبِيُّ

ہم نے اپنی نسلاً بعد نسل چلی آنے والی عزت اور تمہارے خاندان پر قدیمی برتری کے باوجود کوئی خیال نہ کیا اور تم سے میل جول رکھا اور برابر والوں کی طرح رشتے دیئے لئے، حالانکہ تم اس منزلت پر نہ تھے اور ہو کیسے سکتے ہو؟ جب کہ ہم میں نبی اور تم میں

وَ مِنْكُمُ الْمُكَذِّبُ، وَ مِنَّآ اَسَدُ اللهِ وَ مِنْكُمْ اَسَدُ الْاَحْلَافِ، وَ مِنَّا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ مِنْكُمْ صِبْيَةُ النَّارِ، وَ مِنَّا خَيْرُ نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ وَ مِنْكُمْ حَمَّالَةُ الْحَطَبِ، فِيْ كَثِيْرٍ مِّمَّا لَنَا وَ عَلَيْكُمْ!.

جھٹلانے والا، ہم میں اسد اللہ اور تم میں اسد الاحلاف، ہم میں دو سرداران جوانانِ اہل جنت اور تم میں جہنمی لڑکے، ہم میں سردارِ زنانِ عالمیان اور تم میں حمالۃ الحطب، اور ایسی ہی بہت باتیں جو ہماری بلندی اور تمہاری پستی کی آئینہ دار ہیں۔

فَاِسْلَامُنَا قَدْ سُمِعَ، وَجَاهِلِيَّتُنَا لَا تُدْفَعُ، وَ كِتَابُ اللهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَذَّ عَنَّا، وَ هُوَ قَوْلُهٗ: ﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللهِ﴾، وَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾،

چنانچہ ہمارا ظہور اسلام کے بعد کا دور بھی وہ ہے جس کی شہرت ہے اور جاہلیت کے دور کا بھی ہمارا امتیاز نا قابل انکار ہے اور اس کے بعد جو رہ جائے وہ اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں ہمارے لئے بتا دیتی ہے، ارشاد الٰہی ہے: "قرابتدار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں"۔ دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا ہے: "ابراہیمؑ کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جو ان کے پیروکار تھے اور یہ نبیؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے"۔

فَنَحْنُ مَرَّةً اَوْلٰى بِالْقَرَابَةِ، وَ تَارَةً اَوْلٰى بِالطَّاعَةِ. وَ لَمَّا احْتَجَّ الْمُهَاجِرُوْنَ عَلَى الْاَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلَجُوْا عَلَيْهِمْ، فَاِنْ يَّكُنِ الْفَلَجُ بِهٖ فَالْحَقُّ لَنَا دُوْنَكُمْ، وَ اِنْ يَّكُنْ بِغَيْرِهٖ فَالْاَنْصَارُ عَلٰى دَعْوَاهُمْ.

تو ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے۔ اور سقیفہ کے دن جب مہاجرین نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کو استدلال میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے۔ تو ان کی کامیابی اگر قرابت کی وجہ سے تھی تو پھر یہ خلافت ہمارا حق ہے نہ کہ ان کا، اور اگر استحقاق کا کچھ اور معیار ہے تو انصار کا دعویٰ اپنے مقام پر برقرار رہتا ہے۔

وَ زَعَمْتَ اَنِّيْ لِكُلِّ الْخُلَفَآءِ حَسَدْتُّ، وَ عَلٰى كُلِّهِمْ بَغَيْتُ، فَاِنْ يَّكُنْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَلَيْسَ الْجِنَايَةُ عَلَيْكَ، فَيَكُوْنَ الْعُذْرُ اِلَيْكَ.

اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے سب خلفاء پر حسد کیا اور ان کے خلاف شورشیں کھڑی کیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم سے معذرت کروں، (بقول شاعر:)

وَ تِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا

''یہ ایسی خطا ہے جس سے تم پر کوئی حرف نہیں آتا''

وَ قُلْتَ: اِنِّيْ كُنْتُ اُقَادُ كَمَا يُقَادُ الْجَمَلُ الْمَخْشُوْشُ حَتّٰى اُبَايِعَ، وَ لَعَمْرُ اللهِ! لَقَدْ

اور تم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کیلئے یوں کھینچ کر لایا جاتا تھا جس طرح نکیل پڑے اونٹ کو کھینچا جاتا ہے، تو خالق کی ہستی کی قسم! تم

اَرَدْتَّ اَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ، وَ اَنْ تَفْضَحَ فَافْتَضَحْتَ! وَ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاضَةٍ فِيْۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَظْلُوْمًا مَّا لَمْ يَكُنْ شَاكًّا فِيْ دِيْنِهٖ، وَ لَا مُرْتَابًا بِيَقِيْنِهٖ!. وَ هٰذِهٖ حُجَّتِيْۤ اِلٰى غَيْرِكَ قَصْدُهَا، وَ لٰكِنِّيْۤ اَطْلَقْتُ لَكَ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا سَنَحَ مِنْ ذِكْرِهَا.

اترے تو برائی کرنے پر تھے کہ تعریف کرنے لگے، چاہا تو یہ تھا کہ مجھے رسوا کرو کہ خود ہی رسوا ہوگئے۔ بھلا مسلمان آدمی کیلئے اس میں کونسی عیب کی بات ہے کہ وہ مظلوم ہو، جبکہ وہ نہ اپنے دین میں شک کرتا ہو، نہ اس کا یقین ڈانواں ڈول ہو۔ اور میری اس دلیل کا تعلق اگرچہ دوسروں سے ہے مگر جتنا بیان یہاں مناسب تھا تم سے کر دیا۔

ثُمَّ ذَكَرْتَ مَا كَانَ مِنْ اَمْرِيْ وَ اَمْرِ عُثْمَانَ، فَلَكَ اَنْ تُجَابَ عَنْ هٰذِهٖ لِرَحِمِكَ مِنْهُ، فَاَيُّنَا كَانَ اَعْدٰى لَهٗ وَ اَهْدٰى اِلٰى مَقَاتِلِهٖ؟! اَ مَنْ بَذَلَ لَهٗ نُصْرَتَهٗ فَاسْتَقْعَدَهٗ وَ اسْتَكَفَّهٗ؟ اَمْ مَنِ اسْتَنْصَرَهٗ فَتَرَاخٰى عَنْهُ، وَ بَثَّ الْمَنُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰۤى اَتٰى قَدَرُهٗ عَلَيْهِ؟ كَلَّا!. وَاللهِ! لَقَدْ عَلِمَ ﴿اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾﴾

پھر تم نے میرے اور عثمان کے معاملہ کا ذکر کیا ہے، تو ہاں اس میں تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تمہیں جواب دیا جائے، کیونکہ تمہاری ان سے قرابت ہوتی ہے۔ اچھا تو پھر (سچ سچ) بتاؤ کہ ہم دونوں میں ان کے ساتھ زیادہ دشمنی کرنے والا اور ان کے قتل کا سروسامان کرنے والا کون تھا؟ وہ کہ جس نے اپنی امداد کی پیشکش کی اور انہوں نے اسے بٹھا دیا اور روک دیا؟، یا وہ کہ جس سے انہوں نے مدد چاہی اور وہ ٹال گیا اور ان کیلئے موت کے اسباب مہیا کئے، یہاں تک کہ ان کے مقدر کی موت نے انہیں آ گھیرا؟ ہرگز نہیں! ۔ خدا کی قسم! (وہ پہلا زیادہ دشمن ہرگز قرار نہیں پا سکتا)۔ اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو جنگ سے دوسروں کو روکنے والے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے والے ہیں کہ آؤ ہماری طرف آؤ اور خود بھی جنگ کے موقع پر برائے نام ٹھہرتے ہیں۔

وَ مَا كُنْتُ لِاَعْتَذِرَ مِنْ اَنِّيْ كُنْتُ اَنْقِمُ عَلَيْهِ اَحْدَاثًا، فَاِنْ كَانَ الذَّنْبُ اِلَيْهِ اِرْشَادِيْ وَ هِدَايَتِيْ لَهٗ، فَرُبَّ مَلُوْمٍ لَّا ذَنْبَ لَهٗ.

بیشک میں اس چیز کیلئے معذرت کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ میں ان کی بعض بدعتوں کو ناپسند کرتا تھا۔ اگر میری خطا یہی ہے کہ میں انہیں صحیح راہ دکھاتا تھا اور ہدایت کرتا تھا تو اکثر ناکردہ گناہ ملامتوں کا نشانہ بن جایا کرتے ہیں۔

وَ قَدْ يَسْتَفِيْدُ الظِّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ

''اور کبھی[2] نصیحت کرنے والے کو بدگمانی کا مرکز بن جانا پڑتا ہے''۔

وَ مَاۤ اَرَدْتُّ ﴿اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ

میں نے تو جہاں تک بن پڑا یہی چاہا کہ اصلاح حال ہو جائے اور مجھے توفیق حاصل ہونا ہے تو صرف اللہ سے، اسی پر میرا بھروسا ہے

أُنِيْبُ﴾.

وَ ذَكَرْتَ اَنَّهٗ لَيْسَ لِيْ وَ لِاَصْحَابِيْ عِنْدَكَ اِلَّا السَّيْفُ، فَلَقَدْ اَضْحَكْتَ بَعْدَ اسْتِعْبَارٍ ! مَتٰى اَلْفَيْتَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْاَعْدَآءِ نَاكِلِيْنَ، وَ بِالسُّيُوْفِ مُخَوَّفِيْنَ؟!

لَبِّثْ قَلِيْلًا يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ

فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ، وَ يَقْرُبُ مِنْكَ مَا تَسْتَبْعِدُ، وَ اَنَا مُرْقِلٌ نَّحْوَكَ فِیْ جَحْفَلٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ، وَ التَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ، شَدِيْدٍ زِحَامُهُمْ، سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ، مُتَسَرْبِلِيْنَ سَرَابِيْلَ الْمَوْتِ، اَحَبُّ اللِّقَآءِ اِلَيْهِمْ لِقَآءُ رَبِّهِمْ، قَدْ صَحِبَتْهُمْ ذُرِّيَّةٌ بَدْرِيَّةٌ، وَ سُيُوْفٌ هَاشِمِيَّةٌ، قَدْ عَرَفْتَ مَوَاقِعَ نِصَالِهَا فِیْۤ اَخِيْكَ وَ خَالِكَ وَ جَدِّكَ وَ اَهْلِكَ، ﴿وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾.

-----☆☆-----

اور اسی سے لو لگاتا ہوں۔

تم نے مجھے لکھا ہے کہ میرے اور میرے ساتھیوں کیلئے تمہارے پاس بس تلوار ہے۔ یہ کہہ کر تو تم روتوں کو بھی ہنسانے لگے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اولادِ عبد المطلب کو کب دشمن سے پیٹھ پھراتے ہوئے پایا اور کب تلواروں سے خوفزدہ ہوتے دیکھا؟ (اگر یہی ارادہ ہے تو پھر بقول شاعر):

”تھوڑی[3] دیر دم لو کہ حمل میدان جنگ میں پہنچ لے“۔

عنقریب جسے تم طلب کر رہے ہو، وہ خود تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہو گا اور جسے دور سمجھ رہے ہو وہ قریب پہنچے گا۔ میں تمہاری طرف مہاجرین و انصار اور اچھے طریقے سے ان کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین کا لشکر جرار لے کر عنقریب اڑتا ہوا آ رہا ہوں۔ ایسا لشکر کہ جس میں بے پناہ ہجوم اور پھیلا ہوا گرد و غبار ہو گا۔ وہ موت کے کفن پہنے ہوئے ہوں گے۔ ہر ملاقات سے زیادہ انہیں لقائے پروردگار محبوب ہو گی۔ ان کے ساتھ شہدائے بدر کی اولاد اور ہاشمی تلواریں ہوں گی کہ جن کی تیز دھار کی کاٹ تم اپنے ماموں، بھائی، نانا اور کنبہ والوں میں دیکھ چکے ہو، ”وہ ظالموں سے اب بھی دور نہیں ہیں“۔

--☆☆--

[1] امیر المومنین علیہ السلام کا یہ مکتوب معاویہ کے اس خط کے جواب میں ہے جو اس نے ابو امامہ باہلی کے ہاتھ حضرتؑ کے پاس کوفہ بھیجا تھا اور اس میں بعض ان باتوں کا بھی جواب ہے جو اس نے ابو مسلم خولانی کے ہاتھ بھجوائے ہوئے خط میں تحریر کی تھیں۔

معاویہ نے ابو امامہ کے خط میں بعثتِ پیغمبرؐ اور ان کے وحی و رسالت پر فائز ہونے کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا کہ گویا یہ چیزیں امیر المومنین علیہ السلام کیلئے انجانی اور ان سمجھی ہے اور آپؑ اس کے بتانے اور سمجھانے کے محتاج ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اجنبی گھر والوں کو ان کے گھر کا نقشہ بتانے بیٹھے اور ان کی دیکھی بھالی ہوئی چیزوں سے آگاہ کرنے لگے۔ چنانچہ حضرتؑ نے اس کی روش پر تعجب کرتے ہوئے اسے اس شخص کے مانند قرار دیا جو ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے گیا تھا، حالانکہ خود ہجر میں بڑی کثرت سے کھجور پیدا ہوتی تھی۔

یہ ایک مثل ہے کہ جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی اپنے سے زیادہ جاننے والے اور واقف کار کو بتانے بیٹھ جائے۔ اس مثل

کا واقعہ یہ ہے کہ "ہجر" سے کہ جو بحرین کے نزدیک ایک شہر ہے، ایک شخص بصرہ میں خرید و فروخت کیلئے آیا اور مال فروخت کرنے کے بعد جب خریدنے کیلئے بازار کا جائزہ لیا تو کھجوروں کے علاوہ اسے کوئی چیز ارزاں نظر نہ آئی۔ لہٰذا اس نے کھجوروں ہی کے خریدنے کا فیصلہ کیا اور جب کھجوریں لاد کر ہجر پہنچا تو وہاں کی کثرت و ارزانی کی وجہ سے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ فی الحال انہیں ذخیرہ کر کے رکھ دے اور جب ان کا بھاؤ چڑھے تو انہیں فروخت کرے۔ مگر ان کا بھاؤ دن بدن گھٹتا گیا یہاں تک کہ اس انتظار میں وہ تمام کی تمام گل سڑ گئیں اور اس کے پلّے گٹھلیوں کے علاوہ کچھ نہ پڑا۔

بہر حال معاویہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث برسالت ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد خلفائے ثلاثہ کے محامد و فضائل اور ان کے مراتب و مدارج پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا:

فَكَانَ اَفْضَلَهُمْ مَرْتَبَةً وَّ اَعْلَاهُمْ عِنْدَ اللهِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْزِلَةً الْخَلِيْفَةُ الْاَوَّلُ الَّذِىْ جَمَعَ الْكَلِمَةَ وَ لَمَّ الدَّعْوَةَ وَ قَاتَلَ اَهْلَ الرِّدَّةِ، ثُمَّ الْخَلِيْفَةُ الثَّانِى الَّذِىْ فَتَحَ الْفُتُوْحَ وَ مَصَّرَ الْاَمْصَارَ وَ اَذَلَّ رِقَابَ الْمُشْرِكِيْنَ، ثُمَّ الْخَلِيْفَةُ الثَّالِثُ الْمَظْلُوْمُ الَّذِىْ نَشَرَ الْمِلَّةَ وَ طَبَقَ الْاٰفَاقَ بِالْكَلِمَةِ الْحَنِيْفِيَّةِ.

صحابہ میں سب سے افضل اور اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک سب سے رفیع المنزلت خلیفہ اوّل تھے، جنہوں نے سب کو ایک آواز پر جمع کیا، انتشار کو مٹایا اور اہل ردّہ سے جنگ و قتال کیا۔ ان کے بعد خلیفۂ ثانی کا درجہ ہے جنہوں نے فتوحات حاصل کیں، شہروں کو آباد کیا اور مشرکین کی گردنوں کو ذلیل کیا۔ پھر خلیفۂ ثالث کا درجہ ہے جو مظلوم و ستم رسیدہ تھے، انہوں نے ملت کو فروغ دیا اور کلمۂ حق پھیلایا۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۴۸)

معاویہ کے اس سازِ بے آہنگ کے چھیڑنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان باتوں سے آپؑ کے احساسات کو مجروح اور جذبات کو مشتعل کر کے آپؑ کے قلم یا زبان سے ایسی بات اگلوائے کہ جس سے اصحابِ ثلاثہ کی مذمت و تنقیص ہوتی ہو اور پھر اسے اچھال کر شام و عراق کے باشندوں کو آپؑ کے خلاف بھڑکائے۔ اگرچہ وہ اہل شام کے ذہنوں میں پہلے یہ بٹھا چکا تھا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے عثمان کے خلاف لوگوں کو اکسایا، طلحہ و زبیر کو قتل کرایا، اُمّ المومنین کو گھر سے بے گھر کیا اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا، اور وہ اصل واقعات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان بے بنیاد باتوں پر یقین کئے بیٹھے تھے۔ پھر بھی محاذ اختلاف کو مضبوط کرنے کیلئے اس نے ضروری سمجھا کہ انہیں یہ ذہن نشین کرائے کہ حضرتؑ اصحاب ثلاثہ کی فضیلت سے انکاری اور ان سے دشمنی و عناد رکھتے ہیں اور سند میں آپؑ کی تحریر کو پیش کرے اور اس کے ذریعہ سے اہل عراق کو بھی ورغلائے، کیونکہ ان کی کثرت ان خلفاء کے ماحول سے متاثر اور ان کی فضیلت و برتری کی قائل تھی۔ مگر امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے مقصد کو بھانپ کر ایسا جواب دیا کہ جس سے اس کی زبان میں گرہ لگ جائے اور کسی کے سامنے اسے پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

چنانچہ اس کی اسلام دشمنی اور بمجبوری اطاعت قبول کرنے کی وجہ سے اس کی پست مرتبگی کو ظاہر کرتے ہوئے اسے اپنی حد پر ٹھہرنے کی ہدایت کی ہے اور ان مہاجرین کے درجات مقرر کرنے اور ان کے طبقات پہچنوانے سے متنبہ کیا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہر صورت فوقیت رکھتے تھے کہ انہوں نے ہجرت میں پیش قدمی کی اور یہ چونکہ طلیق و آزاد کردہ اور مہاجرین سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھتا تھا اس

لئے مسئلۂ زیر بحث میں اس کی حیثیت وہی قرار دی ہے جو جوئے کے تیروں میں نقلی تیر کی ہوتی ہے۔ اور یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے، جہاں کوئی شخص ایسے لوگوں پر فخر کرے کہ جن سے اسے کوئی لگاؤ نہ ہو۔

رہا اس کا یہ دعویٰ کہ فلاں اور فلاں افضل ہیں تو حضرت نے لفظ «زَعَمْتَ» سے واضح کر دیا کہ یہ اس کا ذاتی خیال ہے جسے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، کیونکہ یہ لفظ اسی موقع پر استعمال ہوتا ہے جہاں کسی غلط اور خلاف واقع چیز کا ادّعا کیا جائے۔

اس دعوائے افضلیت کو زعم باطل قرار دینے کے بعد بنی ہاشم کے ان خصوصیات و امتیازات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو دوسروں کے مقابلہ میں ان کے کمالات کی بلند حیثیت کو نمایاں کرتے ہیں:

چنانچہ جن لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہو کر شہادت کا شرف حاصل کیا انہوں نے بلند سے بلند درجات پائے، مگر حسنِ کارکردگی کی وجہ سے جو امتیاز حضرت حمزہ علیہ السلام کو حاصل ہوا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہوسکا۔ چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں "سید الشہداء" کے لقب سے یاد کیا اور چودہ مرتبہ ان پر نمازِ جنازہ پڑھی کہ جس سے تکبیروں کی مجموعی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔

اسی طرح مختلف جنگوں میں مجاہدین کے ہاتھ قطع ہوئے۔ چنانچہ جنگِ بدر میں حبیب ابن یساف اور معاذ ابن جبل کے اور جنگ اُحد میں عمرو ابن جموح سلمی اور عبید اللہ ابن عتیک کے ہاتھ کاٹے گئے، مگر جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہاتھ قطع ہوئے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ خصوصیت بخشی کہ انہیں «اَلطَّيَّارُ فِي الْجَنَّةِ» اور «ذُوالْجَنَاحَيْنِ» کے لقب سے یاد کیا۔

بنی ہاشم کے امتیازِ خصوصی کے بعد اپنے ان فضائل و کمالات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن سے تاریخ و حدیث کے دامن چھلک رہے ہیں اور جن کی صحت شک و شبہات سے آلودہ نہ ہوسکی۔ چنانچہ محدثین کا قول ہے:

لَمْ يُرْوَ فِيْ فَضَائِلِ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ بِالْاَسَانِيْدِ الْحِسَانِ مَا رُوِیَ فِيْ فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

جتنی قابل وثوق ذرائع سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی نہیں آئیں۔ (الاستیعاب، ج ۲، ۴۷۹)

ان فضائل مخصوصہ اہل بیتؑ میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے جس کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے کہ:

اِنَّا صَنَآئِعُ رَبِّنَا، وَ النَّاسُ بَعْدُ صَنَآئِعُ لَنَا.

(ہم وہ ہیں جو براہ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھتے ہیں اور دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں)۔

یہ وہ معراجِ فضیلت ہے کہ جس کی بلندیوں تک بلند سے بلند شخصیت کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی اور ہر منزلت اس کے سامنے پست و سرنگوں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید اس جملہ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے معانی و مطالب کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:

يَقُوْلُ لَيْسَ لِاَحَدٍ مِّنَ الْبَشَرِ عَلَيْنَا نِعْمَةٌ بَلِ اللهُ تَعَالٰى هُوَ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَيْنَا، فَلَيْسَ بَيْنَنَا وَ

بَيْنَهٗ وَاسِطَةٌ وَ النَّاسُ بِاَسْرِهِمْ صَنَآئِعُنَا، فَنَحْنُ الْوَاسِطَةُ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ اللهِ تَعَالٰى، وَ هٰذَا مَقَامٌ جَلِيْلٌ ظَاهِرُهٗ مَا سَمِعْتَ وَ بَاطِنُهٗ اَنَّهُمْ عَبِيْدُ اللهِ وَ اَنَّ النَّاسَ عَبِيْدُهُمْ.

حضرتؑ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں، بلکہ خداوند عالم نے ہمیں تمام نعمتیں براہِ راست دی ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہے اور تمام لوگ ہمارے احسان پروردہ اور ساختہ و پرداختہ ہیں اور ہم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ ایک عظیم منزلت اور جلیل مقام ہے۔ ان الفاظ کا ظاہر مفہوم وہی ہے جو تمہارے گوش گذار ہو چکا ہے، لیکن ان کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور تمام لوگ ہمارے بندے اور حلقہ بگوش ہیں۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۵۱)

لٰہذا جب یہ فیضانِ الٰہی کی منزل اوّل اور مخلوق کیلئے سرچشمہ نعمات ٹھہرے تو مخلوقات میں سے کسی کو ان کی سطح پر نہیں لایا جاسکتا اور نہ دوسروں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے قائم کرنے سے کسی کو ان کا ہم پایہ تصور کیا جاسکتا ہے، چہ جائیکہ وہ افراد کہ جو ان کے کمالات و خصوصیات سے ایک متضاد حیثیت رکھتے ہوں اور ہر موقعہ پر حق و صداقت سے ٹکرانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام معاویہ کے سامنے تصویر کے دونوں رخ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ہم میں سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور جھٹلانے والوں میں پیش پیش تمہارا باپ ابوسفیان تھا، ہم میں سے حضرت حمزہؓ تھے جنہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسد اللہ کا لقب دیا اور تمہارا نانا عتبہ ابن ربیعہ اسد الاحلاف ہونے پر نازاں تھا۔ چنانچہ جب جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ اور عتبہ ابن ربیعہ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہؓ نے کہا: «اَنَا حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، اَسَدُ اللهِ وَ اَسَدُ رَسُوْلِهٖ»: (میں حمزہ ابن عبد المطلب ہوں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا شیر ہے)، جس پر عتبہ نے کہا: «اَنَا اَسَدُ الْحُلَفَآءِ»: (میں ہم سوگند جماعت کا شیر ہوں) اور «اَنَا اَسَدُ الْاَحْلَافِ» بھی روایت ہوا ہے[1]۔

مقصد اس کا یہ تھا کہ وہ حلف اٹھانے والی جماعت کا سردار تھا اس حلف کا واقعہ یہ ہے کہ: جب بنی عبد مناف کو قبائل عرب میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوئی تو انہوں نے چاہا کہ بنی عبد الدار کے ہاتھوں میں جو خانہ کعبہ کے منصب ہیں وہ ان سے لے لئے جائیں اور انہیں تمام عہدوں سے الگ کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں بنی عبد مناف نے بنی اسد ابن عبد العزیٰ، بنی تیم، بنی زہرہ اور بنی حارث کو اپنے ساتھ ملا لیا اور باہم عہد و پیمان کیا اور اس عہد کو استوار کرنے کیلئے عطر میں اپنے ہاتھ ڈبو کر حلف اٹھایا کہ وہ ایک دوسرے کی نصرت و امداد کریں گے جس کی وجہ سے یہ قبائل "حلفاء مطیبین" کہلاتے ہیں اور دوسری طرف بنی عبد الدار، بنی مخزوم، بنی سہم اور بنی عدی نے بھی حلف اٹھایا کہ وہ بنی عبد مناف اور ان کے حلیف قبائل کا مقابلہ کریں گے۔ یہ "قبائل احلاف" کہلاتے ہیں۔ عتبہ نے حلفاء مطیبین کا اپنے کو سردار گمان کیا ہے۔

بعض شارحین نے اس سے ابوسفیان مراد لیا ہے، چونکہ اس نے جنگ خندق میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کیلئے مختلف قبائل سے حلف لیا تھا اور بعض نے اس سے اسد ابن عبد العزیٰ مراد لیا ہے، لیکن یہ قول چنداں وزن نہیں رکھتا، کیونکہ یہاں روئے سخن معاویہ سے ہے اور اس سے معاویہ پر کوئی زد نہیں پڑتی جب کہ بنی عبد مناف بھی اس حلف میں شامل تھے۔

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۴، ص ۱۲۹۔

پھر فرماتے ہیں کہ: ''ہم میں سے جوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں''، اور یہ پیغمبرﷺ کی حدیث «اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ» کی طرف اشارہ ہے، اور تم میں سے جہنمی لڑکے ہیں، یہ عتبہ ابن معیط کے لڑکوں کی طرف اشارہ ہے کہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دیتے ہوئے پیغمبرﷺ نے عتبہ سے کہا تھا کہ: لَكَ وَ لَهُمُ النَّارُ[1]: (تیرے اور تیرے لڑکوں کیلئے جہنم ہے)۔

پھر فرماتے ہیں کہ: ہم میں سے بہترین زنان عالمیان فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور تم میں سے «حمالۃ الحطب»۔ اس سے معاویہ کی پھوپھی اُمّ جمیل بنت حرب مراد ہے کہ جو ابولہب کے گھر میں تھی۔ یہ کانٹے جمع کر کے رسول اللہﷺ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔ قرآن مجید میں ابولہب کے ساتھ اس کا بھی تذکرہ ان لفظوں میں ہے:

﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤﴾

وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی جو لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہے۔[2]

۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص پند و نصیحت میں مبالغہ سے کام لیتا ہے تو اس میں اس کے ذاتی اغراض و مقاصد کا لگاؤ سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ نصیحتیں کتنی ہی نیک نیتی اور بے غرضی پر مبنی ہوں۔ یہ مصرع ایسے ہی مواقع پر بطور مثل استعمال ہوتا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے:

كَمْ سُقْتُ فِیْۤ اٰثَارِكُمْ مِنْ نَّصِیْحَةٍ وَ قَدْ یَسْتَفِیْدُ الظِّنَّةُ الْمُتَنَصِّحَ

''(میں تمہیں اتنی زیادہ نصیحتیں کر چکا ہوں کہ کبھی نصیحت کرنے والے کو بدگمانی کا مرکز بن جانا پڑتا ہے)''۔[3]

۳۔ یہ مصرع حمل ابن بدر کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے:

لَبِّثْ قَلِیْلًا یَلْحَقُ الْهَیْجَآءَ حَمَلْ مَآ اَحْسَنَ الْمَوْتُ اِذِ الْمَوْتُ نَزَلْ

''تھوڑی دیر دم تو لو کہ حمل میدان جنگ میں پہنچ لے۔ موت وارد ہونے کے وقت کتنی حسین و دلکش ہوتی ہے''۔[4]

اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک ابن زہیر نے حمل کو جنگ کی دھمکی دی جس کے جواب میں اس نے یہ شعر پڑھا اور پھر مالک پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ جب مالک کے بھائی نے یہ دیکھا تو اس نے قصاص میں حمل اور اس کے بھائی حذیفہ کو مار دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے:

شَفَیْتُ النَّفْسَ مِنْ حَمَلِ بْنِ بَدْرٍ وَ سَیْفِیْ مِنْ حُذَیْفَةَ قَدْ شَفَانِیْ

''میں نے حمل ابن بدر سے بدلہ لیکر اپنے نفس کا اضطراب دور کیا اور میری تلوار نے حذیفہ کو قتل کر کے مجھے تسکین دی''۔[5]

☆☆☆☆☆

---

[1] ترجمہ وشرح نہج البلاغہ، فیض الاسلام، ج۵، ص۸۹۷۔

[2] سورۂ مسد، آیت ۳ – ۴۔

[3] شرح ابن ابی الحدید، ج۱۰، ص۴۵۔

[4] ترجمہ وشرح نہج البلاغہ، فیض الاسلام، ج۵، ص۹۰۳۔

[5] بحار الانوار، ج۳۳، ص۷۳۔

(۲۹) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰی اَهْلِ الْبَصْرَةِ

وَقَدْ كَانَ مِنِ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ وَ شِقَاقِكُمْ مَا لَمْ تَغْبَوْا عَنْهُ، فَعَفَوْتُ عَنْ مُّجْرِمِكُمْ، وَ رَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُّدْبِرِكُمْ، وَ قَبِلْتُ مِنْ مُّقْبِلِكُمْ. فَاِنْ خَطَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ الْمُرْدِيَةُ، وَ سَفَهُ الْاٰرَآءِ الْجَآئِرَةِ، اِلٰی مُنَابَذَتِیْ وَ خِلَافِیْ، فَهَا اَنَا ذَا قَدْ قَرَّبْتُ جِيَادِیْ، وَ رَحَلْتُ رِكَابِیْ.

وَ لَئِنْ اَلْجَاْتُمُوْنِیْۤ اِلَی الْمَسِيْرِ اِلَيْكُمْ، لَاُوْقِعَنَّ بِكُمْ وَقْعَةً لَّا يَكُوْنُ يَوْمُ الْجَمَلِ اِلَيْهَاۤ اِلَّا كَلَعْقَةِ لَاعِقٍ، مَعَ اَنِّیْۤ عَارِفٌ لِّذِی الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَهٗ، وَ لِذِی النَّصِيْحَةِ حَقَّهٗ، غَيْرَ مُتَجَاوِزٍ مُّتَّهَمًا اِلٰی بَرِیٍّ، وَ لَا نَاكِثًا اِلٰی وَفِیٍّ.

-----☆☆-----

مکتوب (۲۹)

اہل بصرہ کی طرف

تمہاری تفرقہ پردازی و شورش انگیزی کی جو حالت تھی اس کو تم خود سمجھ سکتے ہو، لیکن میں نے تمہارے مجرموں سے درگزر کیا، پیٹھ پھرانے والوں سے تلوار روک لی اور بڑھ کر آنے والوں کیلئے میں نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اب اگر پھر تباہ کن اقدامات اور کج فہمیوں سے پیدا ہونے والے سفیہانہ خیالات نے تمہیں عہد شکنی اور میری مخالفت کی راہ پر ڈالا، تو سن لو! کہ میں نے اپنے گھوڑوں کو قریب کرلیا ہے اور اونٹوں پر پالان کس لئے ہیں۔

اور تم نے مجھے حرکت کرنے پر مجبور کیا تو تم میں اس طرح معرکہ آرائی کروں گا کہ اس کے سامنے جنگ جمل کی حقیقت بس یہ رہ جائے گی جیسے کوئی زبان سے کوئی چیز چاٹ لے۔ پھر بھی جو تم میں فرماں بردار ہیں ان کے فضل و شرف اور خیر خواہی کرنے والے کے حق کو میں پہچانتا ہوں اور میرے یہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ مجرموں کے ساتھ بے گناہ اور عہد شکنوں کے ساتھ وفادار بھی لپیٹ میں آجائیں۔

--☆☆--

(۳۰) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰی مُعَاوِيَةَ

فَاتَّقِ اللّٰهَ فِيْمَا لَدَيْكَ، وَ انْظُرْ فِیْ حَقِّهٖ عَلَيْكَ، وَ ارْجِعْ اِلٰی مَعْرِفَةِ مَا لَا تُعْذَرُ بِجَهَالَتِهٖ، فَاِنَّ لِلطَّاعَةِ اَعْلَامًا وَّاضِحَةً، وَ سُبُلًا نَّيِّرَةً، وَ مَحَجَّةً نَهْجَةً، وَ غَايَةً مَّطْلُوْبَةً، يَرِدُهَا الْاَكْيَاسُ، وَ يُخَالِفُهَا الْاَنْكَاسُ، مَنْ نَّكَبَ عَنْهَا جَارَ عَنِ الْحَقِّ،

مکتوب (۳۰)

معاویہ کے نام

جو دنیا کا ساز و سامان تمہارے پاس ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اس کے حق کو پیش نظر رکھو، ان حقوق کو پہچانو جن سے لاعلمی میں تمہارا کوئی عذر سنا نہ جائے گا۔ کیونکہ اطاعت کیلئے واضح نشان، روشن راہیں، سیدھی شاہراہیں اور ایک منزل مقصود موجود ہے۔ عقلمند و دانا ان کی طرف بڑھتے ہیں اور سفلے اور کمینے ان سے کترا جاتے ہیں۔ جو ان سے منہ پھیر لیتا ہے وہ حق سے بے راہ ہو جاتا ہے اور

وَ خَبَطَ فِي التِّيْهِ، وَ غَيَّرَ اللّٰهُ نِعْمَتَهٗ، وَ اَحَلَّ بِهٖ نِقْمَتَهٗ.

فَنَفْسَكَ نَفْسَكَ! فَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكَ سَبِيْلَكَ، وَ حَيْثُ تَنَاهَتْ بِكَ اُمُوْرُكَ، فَقَدْ اَجْرَيْتَ اِلٰى غَايَةِ خُسْرٍ، وَ مَحَلَّةِ كُفْرٍ، وَ اِنَّ نَفْسَكَ قَدْ اَوْلَجَتْكَ شَرًّا، وَ اَقْحَمَتْكَ غَيًّا، وَ اَوْرَدَتْكَ الْمَهَالِكَ، وَ اَوْعَرَتْ عَلَيْكَ الْمَسَالِكَ.

گمراہیوں میں بھٹکنے لگتا ہے، اللہ اس سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے اور اس پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے۔

لہٰذا اپنا بچاؤ کرو! اللہ نے تمہیں راستہ دکھا دیا ہے اور وہ منزل بتا دی ہے کہ جہاں تمہارے معاملات کو پہنچنا ہے۔ تم زیاں کاری کی منزل اور کفر کے مقام کی طرف بگٹٹ دوڑے جا رہے ہو۔ تمہارے نفس نے تمہیں برائیوں میں دھکیل دیا ہے اور گمراہیوں میں جھونک دیا ہے اور مہلکوں میں لا اُتارا ہے اور راستوں کو تمہارے لئے دشوار گزار بنا دیا ہے۔

--☆☆--

(۳۱) وَمِنْ وَّصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وصیت نامہ (۳۱)

لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، كَتَبَهَا اِلَيْهِ بِحَاضِرِيْنَ مُنْصَرِفًا مِّنْ صِفِّيْنَ:

مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ، الْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ، الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ، الذَّامِّ لِلدُّنْيَا، السَّاكِنِ مَسَاكِنَ الْمَوْتٰى، الظَّاعِنِ عَنْهَا غَدًا، اِلَى الْمَوْلُوْدِ الْمُؤَمِّلِ مَا لَا يُدْرَكُ، السَّالِكِ سَبِيْلَ مَنْ قَدْ هَلَكَ، غَرَضِ الْاَسْقَامِ، وَ رَهِيْنَةِ الْاَيَّامِ، وَ رَمِيَّةِ الْمَصَآئِبِ، وَ عَبْدِ الدُّنْيَا، وَ تَاجِرِ الْغُرُوْرِ، وَ غَرِيْمِ الْمَنَايَا، وَ اَسِيْرِ الْمَوْتِ، وَ حَلِيْفِ الْهُمُوْمِ، وَ قَرِيْنِ الْاَحْزَانِ، وَ نُصُبِ الْاٰفَاتِ، وَ صَرِيْعِ الشَّهَوَاتِ، وَ خَلِيْفَةِ الْاَمْوَاتِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ فِيْمَا تَبَيَّنْتُ مِنْ اِدْبَارِ الدُّنْيَا عَنِّيْ، وَ جُمُوْحِ الدَّهْرِ عَلَيَّ، وَ اِقْبَالِ

صفین سے پلٹتے ہوئے جب مقام ''حاضرین'' میں منزل کی تو امام حسن علیہ السلام کیلئے یہ وصیت نامہ تحریر فرمایا:

یہ وصیت ہے اس باپ کی جو فنا ہونے والا اور زمانہ (کی چیرہ دستیوں) کا اقرار کرنے والا ہے، جس کی عمر پیٹھ پھرائے ہوئے ہے اور جو زمانہ (کی سختیوں) سے لاچار ہے اور دنیا کی برائیوں کو محسوس کر چکا ہے اور مرنے والوں کے گھروں میں مقیم اور کل کو یہاں سے رخت سفر باندھ لینے والا ہے، اس بیٹے کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزو مند، جادۂ عدم کا راہ سپار، بیماریوں کا ہدف، زمانہ کے ہاتھ گروی، مصیبتوں کا نشانہ، دنیا کا پابند اور اس کی فریب کاریوں کا تاجر، موت کا قرض دار، اَجل کا قیدی، غموں کا حلیف، حزن و ملال کا ساتھی، آفتوں میں مبتلا، نفس سے عاجز اور مرنے والوں کا جانشین ہے۔

اما بعد! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے دنیا کی روگردانی، زمانہ کی منہ زوری اور آخرت کی پیش قدمی سے جو حقیقت پہچانی ہے، وہ

الْاٰخِرَةِ اِلَیَّ، مَا یَزَعُنِیْ عَنْ ذِکْرِ مَنْ سِوَایَ، وَ الْاِهْتِمَامِ بِمَا وَرَآئِیْ، غَیْرَ اَنِّیْ حَیْثُ تَفَرَّدَ بِیْ دُوْنَ هُمُوْمِ النَّاسِ هَمُّ نَفْسِیْ، فَصَدَفَنِیْ رَاْیِیْ، وَ صَرَفَنِیْ عَنْ هَوَایَ، وَ صَرَّحَ لِیْ مَحْضُ اَمْرِیْ، فَاَفْضٰی بِیْۤ اِلٰی جِدٍّ لَّا یَکُوْنُ فِیْهِ لَعِبٌ، وَ صِدْقٍ لَّا یَشُوْبُهٗ کَذِبٌ،

وَ وَجَدْتُّكَ بَعْضِیْ، بَلْ وَجَدْتُّكَ کُلِّیْ، حَتّٰی کَاَنَّ شَیْئًا لَّوْ اَصَابَكَ اَصَابَنِیْ، وَ کَاَنَّ الْمَوْتَ لَوْ اَتَاكَ اَتَانِیْ، فَعَنَانِیْ مِنْ اَمْرِكَ مَا یَعْنِیْنِیْ مِنْ اَمْرِ نَفْسِیْ، فَکَتَبْتُ اِلَیْكَ کِتَابِیْ هٰذَا مُسْتَظْهِرًا بِهٖ، اِنْ اَنَا بَقِیْتُ لَكَ اَوْ فَنِیْتُ.

فَاِنِّیْۤ اُوْصِیْكَ بِتَقْوَی اللهِ ـ اَیْ بُنَیَّ ـ وَ لُزُوْمِ اَمْرِهٖ، وَ عِمَارَةِ قَلْبِكَ بِذِکْرِهٖ، وَ الْاِعْتِصَامِ بِحَبْلِهٖ، وَ اَیُّ سَبَبٍ اَوْثَقُ مِنْ سَبَبٍ بَیْنَكَ وَ بَیْنَ اللهِ اِنْ اَنْتَ اَخَذْتَ بِهٖ!.

اَحْیِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ، وَ اَمِتْهُ بِالزَّهَادَةِ، وَ قَوِّهٖ بِالْیَقِیْنِ، وَ نَوِّرْهُ بِالْحِکْمَةِ، وَ ذَلِّلْهُ بِذِکْرِ الْمَوْتِ، وَ قَرِّرْهُ بِالْفَنَآءِ، وَ بَصِّرْهُ فَجَآئِعَ الدُّنْیَا، وَ حَذِّرْهُ صَوْلَةَ الدَّهْرِ وَ فُحْشَ تَقَلُّبِ اللَّیَالِیْ وَ الْاَیَّامِ، وَ اعْرِضْ عَلَیْهِ اَخْبَارَ الْمَاضِیْنَ، وَ ذَکِّرْهُ بِمَاۤ اَصَابَ مَنْ کَانَ قَبْلَكَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ، وَ سِرْ فِیْ دِیَارِهِمْ وَ

اس امر کیلئے کافی ہے کہ مجھے دوسرے تذکروں اور اپنی فکر کے علاوہ دوسری کوئی فکر نہ ہو، مگر اسی وقت جبکہ دوسروں کے فکر و اندیشہ کو چھوڑ کر میں اپنی ہی دھن میں کھویا ہوا تھا اور میری عقل و بصیرت نے مجھے خواہشوں سے منحرف و روگردان کر دیا اور میرا معاملہ کھل کر میرے سامنے آ گیا اور مجھے واقعی حقیقت اور بے لاگ صداقت تک پہنچا دیا۔

میں نے دیکھا کہ تم میرا ہی ایک ٹکڑا ہو، بلکہ جو میں ہوں وہی تم ہو، یہاں تک کہ اگر تم پر کوئی آفت آئے تو گویا مجھ پر آئی ہے اور تمہیں موت آئے تو گویا مجھے آئی ہے، اس سے مجھے تمہارا اتنا ہی خیال ہوا جتنا اپنا ہوسکتا ہے، لہٰذا میں نے یہ وصیت نامہ تمہاری راہنمائی میں اسے معین سمجھتے ہوئے تحریر کیا ہے، خواہ اس کے بعد میں زندہ رہوں یا دنیا سے اُٹھ جاؤں۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اس کے احکام کی پابندی کرنا، اس کے ذکر سے قلب کو آباد رکھنا اور اسی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا، تمہارے اور اللہ کے درمیان جو رشتہ ہے اس سے زیادہ مضبوط رشتہ ہو بھی کیا سکتا ہے؟ بشرطیکہ مضبوطی سے اسے تھامے رہو۔

وعظ و پند سے دل کو زندہ رکھنا اور زُہد سے اس کی خواہشوں کو مُردہ، یقین سے اُسے سہارا دینا اور حکمت سے اسے پُرنور بنانا، موت کی یاد سے اُسے قابو میں کرنا، فنا کے اقرار پر اُسے ٹھہرانا، دنیا کے حادثے اس کے سامنے لانا، گردش روزگار سے اسے ڈرانا، گزرے ہوؤں کے واقعات اس کے سامنے رکھنا، تمہارے پہلے والے لوگوں پر جو بیتی ہے اُسے یاد دلانا، ان کے گھروں اور کھنڈروں میں چلنا پھرنا اور دیکھنا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا، کہاں سے کوچ کیا،

اٰثَارِهِمْ، فَانْظُرْ فِيْمَا فَعَلُوْا وَ عَمَّا انْتَقَلُوْا، وَ اَيْنَ حَلُّوْا وَ نَزَلُوْا! فَاِنَّكَ تَجِدُهُمْ قَدِ انْتَقَلُوْا عَنِ الْاَحِبَّةِ، وَ حَلُّوْا دِيَارَ الْغُرْبَةِ، وَ كَاَنَّكَ عَنْ قَلِيْلٍ قَدْ صِرْتَ كَاَحَدِهِمْ.

فَاَصْلِحْ مَثْوَاكَ، وَ لَا تَبِعْ اٰخِرَتَكَ بِدُنْيَاكَ، وَ دَعِ الْقَوْلَ فِيْمَا لَا تَعْرِفُ، وَ الْخِطَابَ فِيْمَا لَمْ تُكَلَّفْ، وَ اَمْسِكْ عَنْ طَرِيْقٍ اِذَا خِفْتَ ضَلَالَتَهٗ، فَاِنَّ الْكَفَّ عِنْدَ حَيْرَةِ الضَّلَالِ خَيْرٌ مِّنْ رُّكُوْبِ الْاَهْوَالِ.

وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ تَكُنْ مِّنْ اَهْلِهٖ، وَ اَنْكِرِ الْمُنْكَرَ بِيَدِكَ وَ لِسَانِكَ، وَ بَايِنْ مَنْ فَعَلَهٗ بِجُهْدِكَ، وَ جَاهِدْ فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ، وَ لَا تَاْخُذْكَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةُ لَآئِمٍ، وَ خُضِ الْغَمَرَاتِ لِلْحَقِّ حَيْثُ كَانَ، وَ تَفَقَّهْ فِی الدِّيْنِ، وَ عَوِّدْ نَفْسَكَ التَّصَبُّرَ عَلَى الْمَكْرُوْهِ، وَ نِعْمَ الْخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِی الْحَقِّ، وَ اَلْجِئْ نَفْسَكَ فِی الْاُمُوْرِ كُلِّهَا اِلٰۤى اِلٰهِكَ، فَاِنَّكَ تُلْجِئُهَا اِلٰى كَهْفٍ حَرِيْزٍ، وَ مَانِعٍ عَزِيْزٍ، وَ اَخْلِصْ فِی الْمَسْئَلَةِ لِرَبِّكَ، فَاِنَّ بِيَدِهِ الْعَطَآءَ وَ الْحِرْمَانَ، وَ اَكْثِرِ الْاِسْتِخَارَةَ.

وَ تَفَهَّمْ وَصِيَّتِیْ، وَ لَا تَذْهَبَنَّ عَنْهَا صَفْحًا، فَاِنَّ خَيْرَ الْقَوْلِ مَا نَفَعَ، وَ اعْلَمْ اَنَّهٗ لَا خَيْرَ فِیْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَ لَا يُنْتَفَعُ

کہاں اترے اور کہاں ٹھہرے ہیں؟ دیکھو گے تو تمہیں صاف نظر آئے گا کہ وہ دوستوں سے منہ موڑ کر چل دیئے ہیں اور پردیس کے گھر میں جا کر اترے ہیں اور وہ وقت دور نہیں کہ تمہارا شمار بھی ان میں ہونے لگے۔

لہٰذا اپنی اصل منزل کا انتظام کرو اور اپنی آخرت کا دنیا سے سودا نہ کرو، جو چیز جانتے نہیں ہو اس کے متعلق بات نہ کرو اور جس چیز کا تم سے تعلق نہیں ہے اس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ، جس راہ میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو اس راہ میں قدم نہ اٹھاؤ، کیونکہ بھٹکنے کی سرگردانیاں دیکھ کر قدم روک لینا خطرات مول لینے سے بہتر ہے۔

نیکی کی تلقین کرو تا کہ خود بھی اہل خیر میں محسوب ہو، ہاتھ اور زبان کے ذریعہ برائی کو روکتے رہو، جہاں تک ہو سکے بُروں سے الگ رہو، خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو اور اس کے بارے میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا اثر نہ لو، حق جہاں ہو سختیوں میں پھاند کر اس تک پہنچ جاؤ، دین میں سُوجھ بوجھ پیدا کرو، سختیوں کو جھیل لے جانے کے خوگر بنو، حق کی راہ میں صبر و شکیبائی بہترین سیرت ہے، ہر معاملہ میں اپنے کو اللہ کے حوالے کر دو، کیونکہ ایسا کرنے سے تم اپنے کو ایک مضبوط پناہ گاہ اور قوی محافظ کے سپرد کر دو گے۔ صرف اپنے پروردگار سے سوال کرو، کیونکہ دینا اور نہ دینا بس اسی کے اختیار میں ہے، زیادہ سے زیادہ اپنے اللہ سے بھلائی کے طالب ہو۔

میری وصیت کو سمجھو اور اس سے روگردانی نہ کرو۔ اچھی بات وہی ہے جو فائدہ دے اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ رساں نہ ہو اور جس علم کا سیکھنا سزا وار نہ ہو اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں

بِعِلْمٍ لَّا يَحِقُّ تَعَلُّمُهٗ.

اَیْ بُنَیَّ! اِنِّیْ لَمَّا رَاَیْتُنِیْ قَدْ بَلَغْتُ سِنًّا، وَ رَاَیْتُنِیْ اَزْدَادُ وَهْنًا، بَادَرْتُ بِوَصِیَّتِیْ اِلَیْكَ، وَ اَوْرَدْتُّ خِصَالًا مِّنْهَا قَبْلَ اَنْ یَّعْجَلَ بِیْۤ اَجَلِیْ دُوْنَ اَنْ اُفْضِیَ اِلَیْكَ بِمَا فِیْ نَفْسِیْ، اَوْ اَنْ اَنْقُصَ فِیْ رَاْیِیْ كَمَا نُقِصْتُ فِیْ جِسْمِیْ، اَوْ یَسْبِقَنِیْ اِلَیْكَ بَعْضُ غَلَبَاتِ الْهَوٰی وَ فِتَنِ الدُّنْیَا، فَتَكُوْنَ كَالصَّعْبِ النَّفُوْرِ، وَ اِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ كَالْاَرْضِ الْخَالِیَةِ، مَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا مِنْ شَیْءٍ قَبِلَتْهُ، فَبَادَرْتُكَ بِالْاَدَبِ قَبْلَ اَنْ یَّقْسُوَ قَلْبُكَ، وَ یَشْتَغِلَ لُبُّكَ، لِتَسْتَقْبِلَ بِجِدِّ رَاْیِكَ مِنَ الْاَمْرِ مَا قَدْ كَفَاكَ اَهْلُ التَّجَارِبِ بُغْیَتَهٗ وَ تَجْرِبَتَهٗ، فَتَكُوْنَ قَدْ كُفِیْتَ مَؤُنَةَ الطَّلَبِ، وَ عُوْفِیْتَ مِنْ عِلَاجِ التَّجْرِبَةِ، فَاَتَاكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا قَدْ كُنَّا نَاْتِیْهِ، وَ اسْتَبَانَ لَكَ مَا رُبَّمَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْنَا مِنْهُ.

اَیْ بُنَیَّ! اِنِّیْ وَ اِنْ لَّمْ اَكُنْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِیْ، فَقَدْ نَظَرْتُ فِیْۤ اَعْمَالِهِمْ، وَ فَكَّرْتُ فِیْۤ اَخْبَارِهِمْ، وَ سِرْتُ فِیْۤ اٰثَارِهِمْ، حَتّٰی عُدْتُّ كَاَحَدِهِمْ، بَلْ كَاَنِّیْ بِمَا انْتَهٰی اِلَیَّ مِنْ اُمُوْرِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ اَوَّلِهِمْ اِلٰۤی

اٹھایا جاسکتا۔

اے فرزند! جب میں نے دیکھا کہ کافی عمر تک پہنچ چکا ہوں اور دن بدن ضعف بڑھتا جا رہا ہے تو میں نے وصیت کرنے میں جلدی کی اور اس میں کچھ اہم مضامین درج کئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت میری طرف سبقت کر جائے اور دل کی بات دل ہی میں رہ جائے یا بدن کی طرح عقل ورائے بھی کمزور پڑ جائے یا وصیت سے پہلے ہی تم پر کچھ خواہشات کا تسلط ہو جائے یا دنیا کے جھمیلے تمہیں گھیر لیں کہ تم بھڑک اٹھنے والے مُنہ زور اونٹ کی طرح ہو جاؤ، کیونکہ کمسن کا دل اس خالی زمین کی مانند ہوتا ہے، جس میں جو بیج ڈالا جاتا ہے اسے قبول کر لیتی ہے، لہٰذا قبل اس کے کہ تمہارا دل سخت ہو جائے اور تمہارا ذہن دوسری باتوں میں لگ جائے میں نے تعلیم دینے کیلئے قدم اٹھایا، تاکہ تم عقل سلیم کے ذریعہ ان چیزوں کے قبول کرنے کیلئے آمادہ ہو جاؤ کہ جن کی آزمائش اور تجربہ کی زحمت سے تجربہ کاروں نے تمہیں بچا لیا ہے، اس طرح تم تلاش کی زحمت سے مستغنی اور تجربہ کی کلفتوں سے آسودہ ہو جاؤ گے اور تجربہ و علم کی وہ باتیں (بے تعب و مشقت) تم تک پہنچ رہی ہیں کہ جن پر ہم مطلع ہوئے اور پھر وہ چیزیں بھی اجاگر ہو کر تمہارے سامنے آ رہی ہیں کہ جن میں سے کچھ ممکن ہے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہوں۔

اے فرزند! اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھیں، پھر بھی میں نے ان کی کارگزاریوں کو دیکھا، ان کے حالات و واقعات میں غور کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی، یہاں تک کہ گویا میں بھی انہی میں کا ایک ہو چکا ہوں، بلکہ ان سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہنچ گئے ہیں ان کی وجہ

اٰخِرِهِمْ، فَعَرَفْتُ صَفْوَ ذٰلِكَ مِنْ كَدَرِهٖ، وَ نَفْعَهٗ مِنْ ضَرَرِهٖ، فَاسْتَخْلَصْتُ لَكَ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ نَّخِيْلَهٗ، تَوَخَّيْتُ لَكَ جَمِيْلَهٗ، وَ صَرَفْتُ عَنْكَ مَجْهُوْلَهٗ،وَ رَاَيْتُ حَيْثُ عَنَانِيْ مِنْ اَمْرِكَ مَا يَعْنِي الْوَالِدَ الشَّفِيْقَ، وَ اَجْمَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَبِكَ اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ وَ اَنْتَ مُقْبِلُ الْعُمُرِ، وَ مُقْتَبَلُ الدَّهْرِ، ذُوْ نِيَّةٍ سَلِيْمَةٍ، وَ نَفْسٍ صَافِيَةٍ،

سے ایسا ہے کہ گویا میں نے ان کے اوّل سے لیکر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے، چنانچہ میں نے صاف کو گدلے اور نفع کو نقصان سے الگ کر کے پہچان لیا ہے اور اب سب کا نچوڑ تمہارے لئے مخصوص کر رہا ہوں۔ اور میں نے خوبیوں کو چُن چُن کر تمہارے لئے سمیٹ دیا ہے اور بے معنی چیزوں کو تم سے جدا رکھا ہے اور چونکہ مجھے تمہاری ہر بات کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہیے اور تمہاری اخلاقی تربیت بھی پیشِ نظر ہے، لہٰذا مناسب سمجھا ہے کہ یہ تعلیم و تربیت اس حالت میں ہو کہ تم نوعمر اور بساط دہر پر تازہ وارد ہو اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہے۔

وَ اَنْ اَبْتَدِئَكَ بِتَعْلِيْمِ كِتَابِ اللّٰهِ وَ تَاْوِيْلِهٖ، وَ شَرَآئِعِ الْاِسْلَامِ وَ اَحْكَامِهٖ، وَ حَلَالِهٖ وَ حَرَامِهٖ، لَاۤ اُجَاوِزُ ذٰلِكَ بِكَ اِلٰى غَيْرِهٖ، ثُمَّ اَشْفَقْتُ اَنْ يَّلْتَبِسَ عَلَيْكَ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْهِ مِنْ اَهْوَآئِهِمْ وَ اٰرَآئِهِمْ مِثْلَ الَّذِي الْتَبَسَ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ اِحْكَامُ ذٰلِكَ عَلٰى مَا كَرِهْتُ مِنْ تَنْبِيْهِكَ لَهٗۤ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اِسْلَامِكَ اِلٰۤى اَمْرٍ لَّا اٰمَنُ عَلَيْكَ بِهِ الْهَلَكَةَ، وَ رَجَوْتُ اَنْ يُّوَفِّقَكَ اللّٰهُ فِيْهِ لِرُشْدِكَ، وَ اَنْ يَّهْدِيَكَ لِقَصْدِكَ، فَعَهِدْتُّ اِلَيْكَ وَصِيَّتِيْ هٰذِهٖ:

اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتابِ خدا، احکام شرع اور حلال و حرام کی تعلیم دوں اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا رخ نہ کروں، لیکن یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ چیزیں جن میں لوگوں کے عقائد اور مذہبی خیالات میں اختلاف ہے تم پر اسی طرح مشتبہ نہ ہو جائیں جیسے ان پر مشتبہ ہوگئی ہیں، باوجودیکہ ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا، مگر اس پہلو کو مضبوط کر دینا تمہارے لئے مجھے بہتر معلوم ہوا، اس سے کہ تمہیں ایسی صورت حال کے سپرد کر دوں جس میں مجھے تمہارے لئے ہلاکت و تباہی کا خطرہ ہے اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت کی توفیق دے گا اور صحیح راستے کی راہنمائی کرے گا، ان وجوہ سے تمہیں یہ وصیت نامہ لکھتا ہوں:

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ! اَنَّ اَحَبَّ مَاۤ اَنْتَ اٰخِذٌۢ بِهٖ اِلَيَّ مِنْ وَصِيَّتِيْ تَقْوَى اللّٰهِ، وَ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى مَا فَرَضَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، وَ الْاَخْذُ بِمَا مَضٰى

بیٹا یاد رکھو کہ میری اس وصیت سے جن چیزوں کی تمہیں پابندی کرنا ہے ان میں سب سے زیادہ میری نظر میں جس چیز کی اہمیت ہے وہ اللہ کا تقویٰ ہے اور یہ کہ جو فرائض اللہ کی طرف سے تم پر عائد ہیں ان پر

عَلَيْهِ الْاَوَّلُوْنَ مِنْ اٰبَآئِكَ، وَ الصَّالِحُوْنَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِكَ، فَاِنَّهُمْ لَمْ يَدَعُوْا اَنْ نَّظَرُوْا لِاَنْفُسِهِمْ كَمَآ اَنْتَ نَاظِرٌ، وَ فَكَّرُوْا كَمَآ اَنْتَ مُفَكِّرٌ، ثُمَّ رَدَّهُمْ اٰخِرُ ذٰلِكَ اِلَى الْاَخْذِ بِمَا عَرَفُوْا، وَ الْاِمْسَاكِ عَمَّا لَمْ يُكَلَّفُوْا، فَاِنْ اَبَتْ نَفْسُكَ اَنْ تَقْبَلَ ذٰلِكَ دُوْنَ اَنْ تَعْلَمَ كَمَا عَلِمُوْا فَلْيَكُنْ طَلَبُكَ ذٰلِكَ بِتَفَهُّمٍ وَّ تَعَلُّمٍ، لَا بِتَوَرُّطِ الشُّبُهَاتِ، وَ عُلَقِ الْخُصُوْمَاتِ.

وَ ابْدَاْ قَبْلَ نَظَرِكَ فِيْ ذٰلِكَ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِاِلٰهِكَ، وَ الرَّغْبَةِ اِلَيْهِ فِيْ تَوْفِيْقِكَ، وَ تَرْكِ كُلِّ شَآئِبَةٍ اَوْلَجَتْكَ فِيْ شُبْهَةٍ، اَوْ اَسْلَمَتْكَ اِلٰى ضَلَالَةٍ، فَاِذَآ اَيْقَنْتَ اَنْ قَدْ صَفَا قَلْبُكَ فَخَشَعَ، وَ تَمَّ رَاْيُكَ فَاجْتَمَعَ، وَ كَانَ هَمُّكَ فِيْ ذٰلِكَ هَمًّا وَّاحِدًا، فَانْظُرْ فِيْمَا فَسَّرْتُ لَكَ، وَ اِنْ اَنْتَ لَمْ يَجْتَمِعْ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْ نَّفْسِكَ، وَ فَرَاغِ نَظَرِكَ وَ فِكْرِكَ، فَاعْلَمْ اَنَّكَ اِنَّمَا تَخْبِطُ الْعَشْوَآءَ، وَ تَتَوَرَّطُ الظَّلْمَآءَ، وَ لَيْسَ طَالِبُ الدِّيْنِ مَنْ خَبَطَ اَوْ خَلَطَ، وَ الْاِمْسَاكُ عَنْ ذٰلِكَ اَمْثَلُ.

فَتَفَهَّمْ يَا بُنَيَّ وَصِيَّتِيْ، وَ اعْلَمْ اَنَّ مَالِكَ الْمَوْتِ هُوَ مَالِكُ الْحَيٰوةِ، وَ اَنَّ الْخَالِقَ هُوَ

اکتفا کرو اور جس راہ پر تمہارے آبا و اجداد اور تمہارے گھرانے کے افراد چلتے رہے ہیں اسی پر چلتے رہو، کیونکہ جس طرح تم اپنے لئے نظر و فکر کر سکتے ہو انہوں نے اس نظر و فکر میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، مگر انتہائی غور و فکر نے بھی ان کو اسی نتیجہ تک پہنچایا کہ جو انہیں اپنے فرائض معلوم ہوں ان پر اکتفا کریں اور غیر متعلق چیزوں سے قدم روک لیں، لیکن اگر تمہارا نفس اس کیلئے تیار نہ ہو کہ بغیر ذاتی تحقیق سے علم حاصل کئے ہوئے جس طرح انہوں نے حاصل کیا تھا، ان باتوں کو قبول کرے تو بہر حال یہ لازم ہے کہ تمہارے طلب کا انداز سیکھنے اور سمجھنے کا ہو، نہ شبہات میں پھاند پڑنے اور بحث و نزاع میں اُلجھنے کا۔

اور اس فکر و نظر کو شروع کرنے سے پہلے اللہ سے مدد کے خواستگار ہو، اور اس سے توفیق و تائید کی دُعا کرو اور ہر اس وہم کے شائبہ سے اپنا دامن بچاؤ کہ جو تمہیں شُبہ میں ڈال دے، یا گمراہی میں چھوڑ دے۔ اور جب یہ یقین ہو جائے کہ اب تمہارا دل صاف ہو گیا ہے اور اس میں اثر لینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے اور ذہن پورے طور پر یکسوئی کے ساتھ تیار ہے اور تمہارا ذوق و شوق ایک نقطہ پر جم گیا ہے تو پھر ان مسائل پر غور کرو جو میں نے تمہارے سامنے بیان کئے ہیں، لیکن تمہارے حسبِ منشا دل کی یکسوئی اور نظر و فکر کی آسودگی حاصل نہیں ہوئی ہے تو سمجھ لو کہ تم ابھی اس وادی میں شب کور اونٹنی کی طرح ہاتھ پیر مار رہے ہو اور جو دین (کی حقیقت) کا طلب گار ہو وہ تاریکی میں ہاتھ پاؤں نہیں مارتا اور نہ خلط مبحث کرتا ہے، اس حالت میں اس وادی میں قدم نہ رکھنا بہتر ہے۔

اب اے فرزند! میری وصیت کو سمجھو اور یہ یقین رکھو کہ جس کے ہاتھ میں موت ہے اسی کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے اور جو پیدا

الْمُمِيتُ، وَ اَنَّ الْمُفْنِيَ هُوَ الْمُعِيدُ، وَ اَنَّ الْمُبْتَلِيَ هُوَ الْمُعَافِي، وَ اَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لِتَسْتَقِرَّ اِلَّا عَلٰى مَا جَعَلَهَا اللهُ عَلَيْهِ مِنَ النَّعْمَآءِ، وَ الِابْتِلَآءِ، وَ الْجَزَآءِ فِي الْمَعَادِ، اَوْ مَا شَآءَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ، فَاِنْ اَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ عَلٰى جَهَالَتِكَ بِهٖ، فَاِنَّكَ اَوَّلُ مَا خُلِقْتَ خُلِقْتَ جَاهِلًا ثُمَّ عَلِمْتَ، وَ مَآ اَكْثَرَ مَا تَجْهَلُ مِنَ الْاَمْرِ وَ يَتَحَيَّرُ فِيهِ رَاْيُكَ، وَ يَضِلُّ فِيهِ بَصَرُكَ، ثُمَّ تُبْصِرُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَاعْتَصِمْ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ وَ رَزَقَكَ وَ سَوَّاكَ، وَ لْيَكُنْ لَّهٗ تَعَبُّدُكَ، وَ اِلَيْهِ رَغْبَتُكَ، وَ مِنْهُ شَفَقَتُكَ.

کرنے والا ہے وہی مارنے والا بھی ہے اور جو نیست و نابود کرنے والا ہے وہی دوبارہ پلٹانے والا بھی ہے اور جو بیمار کر ڈالنے والا ہے وہ ہی صحت عطا کرنے والا بھی ہے اور بہر حال دنیا کا نظام وہی رہے گا جو اللہ نے اس کیلئے مقرر کر دیا ہے، نعمتوں کا دینا، ابتلا و آزمائش میں ڈالنا اور آخرت میں جزا دینا یا وہ کہ جو اس کی مشیت میں گزر چکا ہے اور ہم اُسے نہیں جانتے تو جو چیز اس میں تمہاری سمجھ میں نہ آئے، تو اسے اپنی لاعلمی پر محمول کرو، کیونکہ جب تم پہلے پہل پیدا ہوئے تھے، تو کچھ نہ جانتے تھے بعد میں تمہیں سکھایا گیا اور ابھی کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے تم بے خبر ہو کہ ان میں پہلے تمہارا ذہن پریشان ہوتا ہے اور نظر بھٹکتی ہے اور پھر انہیں جان لیتے ہو، لہٰذا اُسی کا دامن تھامو، جس نے تمہیں پیدا کیا اور رزق دیا اور ٹھیک ٹھاک بنایا، اُسی کی بس پرستش کرو، اسی کی طلب ہو، اسی کا ڈر رہو۔

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ! اَنَّ اَحَدًا لَّمْ يُنْبِئْ عَنِ اللهِ كَمَآ اَنْبَاَ عَنْهُ الرَّسُوْلُ ﷺ، فَارْضَ بِهٖ رَآئِدًا، وَ اِلَى النَّجَاةِ قَآئِدًا، فَاِنِّيْ لَمْ اٰلُكَ نَصِيْحَةً، وَ اِنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ فِي النَّظَرِ لِنَفْسِكَ۔ وَ اِنِ اجْتَهَدْتَّ۔ مَبْلَغَ نَظَرِيْ لَكَ.

اے فرزند! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کسی ایک نے بھی اللہ سبحانہ کی تعلیمات کو ایسا پیش نہیں کیا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، لہٰذا ان کو بطیب خاطر اپنا پیشوا اور نجات کا رہبر مانو، میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور تم کوشش کے باوجود اپنے سود و بہبود پر اس حد تک نظر نہیں کر سکتے جس تک میں تمہارے لئے سوچ سکتا ہوں۔

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ! اَنَّهٗ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيْكٌ لَّاَتَتْكَ رُسُلُهٗ، وَ لَرَاَيْتَ اٰثَارَ مُلْكِهٖ وَ سُلْطَانِهٖ، وَ لَعَرَفْتَ اَفْعَالَهٗ وَ صِفَاتِهٖ، وَ لٰكِنَّهٗ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهٗ، لَا يُضَادُّهٗ فِيْ مُلْكِهٖ اَحَدٌ، وَ لَا يَزُوْلُ اَبَدًا وَّ لَمْ يَزَلْ، اَوَّلٌ قَبْلَ الْاَشْيَآءِ بِلَا اَوَّلِيَّةٍ، وَ اٰخِرٌۢ بَعْدَ

اے فرزند! یقین کرو کہ اگر تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھی رسول آتے اور اس کی سلطنت و فرمانروائی کے بھی آثار دکھائی دیتے اور اس کے افعال و صفات بھی کچھ معلوم ہوتے، مگر وہ ایک اکیلا خدا ہے، جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے، اس کے ملک میں کوئی اس سے ٹکر نہیں لے سکتا، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ بغیر کسی نکتہ آغاز کے تمام چیزوں سے پہلے ہے اور بغیر کسی انتہائی حد

الْاَشْيَآءِ بِلَا نِهَايَةٍ، عَظُمَ عَنْ اَنْ تَثْبُتَ رُبُوْبِيَّتُهٗ بِاِحَاطَةِ قَلْبٍ اَوْ بَصَرٍ.

فَاِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَافْعَلْ كَمَا يَنْۢبَغِيْ لِمِثْلِكَ اَنْ يَّفْعَلَهٗ فِيْ صِغَرِ خَطَرِهٖ، وَ قِلَّةِ مَقْدِرَتِهٖ، وَ كَثْرَةِ عَجْزِهٖ، وَ عَظِيْمِ حَاجَتِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ فِيْ طَلَبِ طَاعَتِهٖ، وَ الرَّهْبَةِ مِنْ عُقُوْبَتِهٖ، وَ الشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهٖ، فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْمُرْكَ اِلَّا بِحَسَنٍ، وَ لَمْ يَنْهَكَ اِلَّا عَنْ قَبِيْحٍ.

يَا بُنَيَّ! اِنِّيْ قَدْ اَنْۢبَاْتُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَ حَالِهَا، وَ زَوَالِهَا وَ انْتِقَالِهَا، وَ اَنْۢبَاْتُكَ عَنِ الْاٰخِرَةِ وَ مَاۤ اُعِدَّ لِاَهْلِهَا فِيْهَا، وَ ضَرَبْتُ لَكَ فِيْهِمَا الْاَمْثَالَ، لِتَعْتَبِرَ بِهَا، وَ تَحْذُوَ عَلَيْهَا.

اِنَّمَا مَثَلُ مَنْ خَبَرَ الدُّنْيَا كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفْرٍ، نَبَا بِهِمْ مَنْزِلٌ جَدِيْبٌ، فَاَمُّوْا مَنْزِلًا خَصِيْبًا وَّ جَنَابًا مَرِيْعًا، فَاحْتَمَلُوْا وَعْثَآءَ الطَّرِيْقِ، وَ فِرَاقَ الصَّدِيْقِ، وَ خُشُوْنَةَ السَّفَرِ، وَ جُشُوْبَةَ الْمَطْعَمِ، لِيَاْتُوْا سَعَةَ دَارِهِمْ، وَ مَنْزِلَ قَرَارِهِمْ، فَلَيْسَ يَجِدُوْنَ لِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ اَلَمًا، وَ لَا يَرَوْنَ نَفَقَةً مَّغْرَمًا، وَ لَا شَیْءَ اَحَبُّ اِلَيْهِمْ مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِنْ مَّنْزِلِهِمْ، وَ اَدْنَاهُمْ مِنْ مَّحَلِّهِمْ.

کے سب چیزوں کے بعد ہے، وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کی ربوبیت کا اثبات قلب یا نگاہ کے گھیرے میں آ جانے سے وابستہ ہو۔

جب تم یہ جان چکے تو پھر عمل کرو ویسا جو تم ایسی مخلوق کو اپنی پست منزلت، کم مقدرت اور بڑھی ہوئی عاجزی اور اس کی اطاعت کی جستجو اور اس کی سزا کے خوف اور اس کی ناراضگی کے اندیشہ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف بہت بڑی احتیاج کے ہوتے ہوئے کرنا چاہیے، اس نے تمہیں انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جو اچھی ہیں اور انہی چیزوں سے منع کیا ہے جو بری ہیں۔

اے فرزند! میں نے تمہیں دنیا اور اس کی حالت اور اس کی بے ثباتی و ناپائیداری سے خبردار کر دیا ہے اور آخرت اور آخرت والوں کیلئے جو سر و سامانِ عشرت مہیا ہے اس سے بھی آگاہ کر دیا ہے اور ان دونوں کی مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں تا کہ ان سے عبرت حاصل کرو اور ان کے تقاضے پر عمل کرو۔

جن لوگوں نے دنیا کو خوب سمجھ لیا ہے ان کی مثال ان مسافروں کی سی ہے جن کا قحط زدہ منزل سے دل اُچاٹ ہوا اور انہوں نے ایک سرسبز و شاداب مقام اور ایک تر و تازہ و پُر بہار جگہ کا رخ کیا تو انہوں نے راستے کی دشواریوں کو جھیلا، دوستوں کی جدائی برداشت کی، سفر کی صعوبتیں گوارا کیں اور کھانے کی بدمزگیوں پر صبر کیا تا کہ اپنی منزل کی پہنائی اور دائمی قرارگاہ تک پہنچ جائیں، اس مقصد کی دھن میں انہیں ان سب چیزوں سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی اور جتنا بھی خرچ ہو جائے اس میں نقصان معلوم نہیں ہوتا، انہیں اب سب سے زیادہ وہی چیز مرغوب ہے جو انہیں منزل کے قریب اور مقصد سے نزدیک کر دے۔

وَ مَثَلُ مَنِ اغْتَرَّ بِهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوْا بِمَنْزِلٍ خَصِيْبٍ، فَنَبَا بِهِمْ اِلٰى مَنْزِلٍ جَدِيْبٍ، فَلَيْسَ شَیْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِمْ وَ لَاۤ اَفْظَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مُّفَارَقَةِ مَا كَانُوْا فِيْهِ، اِلٰى مَا يَهْجُمُوْنَ عَلَيْهِ وَ يَصِيْرُوْنَ اِلَيْهِ.

اوراس کے برخلاف ان لوگوں کی مثال جنہوں نے دنیا سے فریب کھایا ان لوگوں کی سی ہے جو ایک شاداب سبزہ زار میں ہوں اور وہاں سے وہ دل برداشتہ ہو جائیں اور اس جگہ کا رخ کر لیں جو خشک سالیوں سے تباہ ہو، ان کے نزدیک سخت ترین حادثہ یہ ہوگا کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ کر اُدھر جائیں کہ جہاں انہیں اچانک پہنچنا ہے اور بہر صورت وہاں جانا ہے۔

يَا بُنَیَّ! اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيْزَانًا فِيْمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ غَيْرِكَ، فَاَحْبِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ، وَ اكْرَهْ لَهٗ مَا تَكْرَهُ لَهَا، وَ لَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ اَنْ تُظْلَمَ، وَ اَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ اَنْ يُّحْسَنَ اِلَيْكَ، وَ اسْتَقْبِحْ مِنْ نَّفْسِكَ مَا تَسْتَقْبِحُ مِنْ غَيْرِكَ، وَ ارْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاهُ لَهُمْ مِنْ نَّفْسِكَ، وَ لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ وَ اِنْ قَلَّ مَا تَعْلَمُ، وَ لَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ اَنْ يُّقَالَ لَكَ.

اے فرزند! اپنے اور دوسرے کے درمیان ہر معاملہ میں اپنی ذات کو میزان قرار دو، جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کیلئے پسند کرو اور جو اپنے لئے نہیں چاہتے اُسے دوسروں کیلئے بھی نہ چاہو، جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو یونہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ حُسن سلوک ہو یونہی دوسروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آؤ، دوسروں کی جس چیز کو بُرا سمجھتے ہو اُسے اپنے میں بھی ہو تو بُرا سمجھو اور لوگوں کے ساتھ جو تمہارا رویہ ہو اسی رویہ کو اپنے لئے بھی درست سمجھو، جو بات نہیں جانتے اس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ، اگرچہ تمہاری معلومات کم ہوں، دوسروں کیلئے وہ بات نہ کہو جو اپنے لیے سُننا گوارا نہیں کرتے۔

وَ اعْلَمْ! اَنَّ الْاِعْجَابَ ضِدُّ الصَّوَابِ، وَ اٰفَةُ الْاَلْبَابِ، فَاسْعَ فِیْ كَدْحِكَ، وَ لَا تَكُنْ خَازِنًا لِّغَيْرِكَ، وَ اِذَاۤ اَنْتَ هُدِيْتَ لِقَصْدِكَ فَكُنْ اَخْشَعَ مَا تَكُوْنُ لِرَبِّكَ.

یاد رکھو کہ خود پسندی صحیح طریقہ کار کے خلاف اور عقل کی تباہی کا سبب ہے، روزی کمانے میں دوڑ دھوپ کرو اور دوسروں کے خزانچی نہ بنو اور اگر سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق تمہارے شاملِ حال ہو جائے تو انتہائی درجہ تک بس اپنے پروردگار کے سامنے تذلل اختیار کرو۔

وَ اعْلَمْ! اَنَّ اَمَامَكَ طَرِيْقًا ذَا مَسَافَةٍ بَعِيْدَةٍ، وَ مَشَقَّةٍ شَدِيْدَةٍ، وَ اَنَّهٗ لَا غِنٰى لَكَ فِيْهِ عَنْ حُسْنِ الْاِرْتِيَادِ، وَ قَدْرِ بَلَاغِكَ مِنَ

دیکھو! تمہارے سامنے ایک دشوار گزار اور دور دراز راستہ ہے جس کیلئے بہترین زاد کی تلاش اور بقدرِ کفایت توشہ کی فراہمی اس کے علاوہ سبکباری ضروری ہے، لہٰذا اپنی طاقت

الزَّادِ، مَعَ خِفَّةِ الظَّهْرِ، فَلَا تَحْمِلَنَّ عَلٰى ظَهْرِكَ فَوْقَ طَاقَتِكَ، فَيَكُوْنَ ثِقْلُ ذٰلِكَ وَبَالًا عَلَيْكَ، وَ اِذَا وَجَدْتَّ مِنْ اَهْلِ الْفَاقَةِ مَنْ يَّحْمِلُ لَكَ زَادَكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ، فَيُوَافِيْكَ بِهٖ غَدًا حَيْثُ تَحْتَاجُ اِلَيْهِ، فَاغْتَنِمْهُ وَ حَمِّلْهُ اِيَّاهُ، وَ اَكْثِرْ مِنْ تَزْوِيْدِهٖ وَ اَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ، فَلَعَلَّكَ تَطْلُبُهٗ فَلَا تَجِدُهٗ، وَ اغْتَنِمْ مَنِ اسْتَقْرَضَكَ فِيْ حَالِ غِنَاكَ، لِيَجْعَلَ قَضَآءَهٗ لَكَ فِيْ يَوْمِ عُسْرَتِكَ.

وَ اعْلَمْ! اَنَّ اَمَامَكَ عَقَبَةً كَؤُدًا، الْمُخِفُّ فِيْهَا اَحْسَنُ حَالًا مِّنَ الْمُثْقِلِ، وَ الْمُبْطِئُ عَلَيْهَا اَقْبَحُ حَالًا مِّنَ الْمُسْرِعِ، وَ اَنَّ مَهْبِطَكَ بِهَا لَا مَحَالَةَ عَلٰى جَنَّةٍ اَوْ عَلٰى نَارٍ، فَارْتَدْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ نُزُوْلِكَ، وَ وَطِّئِ الْمَنْزِلَ قَبْلَ حُلُوْلِكَ، فَلَيْسَ بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٌ، وَ لَآ اِلَى الدُّنْيَا مُنْصَرَفٌ.

وَ اعْلَمْ! اَنَّ الَّذِيْ بِيَدِهٖ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قَدْ اَذِنَ لَكَ فِي الدُّعَآءِ، وَ تَكَفَّلَ لَكَ بِالْاِجَابَةِ، وَ اَمَرَكَ اَنْ تَسْئَلَهٗ لِيُعْطِيَكَ، وَ تَسْتَرْحِمَهٗ لِيَرْحَمَكَ، وَ لَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ مَنْ يَّحْجُبُهٗ عَنْكَ، وَ لَمْ يُلْجِئْكَ اِلٰى مَنْ يَّشْفَعُ لَكَ اِلَيْهِ، وَ لَمْ يَمْنَعْكَ اِنْ اَسَاْتَ مِنَ التَّوْبَةِ، وَ لَمْ

سے زیادہ اپنی پیٹھ پہ بوجھ نہ لادو کہ اس کا بار تمہارے لئے وبالِ جان بن جائے گا اور جب ایسے فاقہ کش لوگ مل جائیں کہ جو تمہارا توشہ اٹھا کر میدانِ حشر میں پہنچا دیں اور کل کو جبکہ تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی تمہارے حوالے کر دیں تو اسے غنیمت جانو اور جتنا ہوسکے اس کی پشت پر رکھ دو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پھر تم ایسے شخص کو ڈھونڈو اور نہ پاؤ اور جو تمہاری دولت مندی کی حالت میں تم سے قرض مانگ رہا ہے اس وعدہ پر کہ تمہاری تنگ دستی کے وقت ادا کر دے گا تو اُسے غنیمت جانو۔

یاد رکھو! تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے جس میں ہلکا پھلکا آدمی گراں بار آدمی سے کہیں اچھی حالت میں ہوگا اور سُست رفتار تیز قدم دوڑنے والے کی بہ نسبت بُری حالت میں ہوگا اور اس راہ میں لامحالہ تمہاری منزلت جنت ہوگی یا دوزخ، لہٰذا اترنے سے پہلے جگہ منتخب کرلو اور پڑاؤ ڈالنے سے پہلے اس جگہ کو ٹھیک ٹھاک کرلو، کیونکہ موت کے بعد خوشنودی حاصل کرنے کا موقع نہ ہوگا اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کی کوئی صورت ہوگی۔

یقین رکھو کہ جس کے قبضہ قدرت میں آسمان و زمین کے خزانے ہیں اس نے تمہیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم مانگو تا کہ وُہ دے، رحم کی درخواست کرو تا کہ وُہ رحم کرے، اس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان کھڑے نہیں کئے جو تمہیں روکتے ہوں، نہ تمہیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش کیلئے لاؤ تب ہی کام ہو اور تم نے گناہ کئے ہوں تو اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے،

يُعَاجِلْكَ بِالنِّقْمَةِ، وَلَمْ يُعَيِّرْكَ بِالْاِنَابَةِ، وَ لَمْ يَفْضَحْكَ حَيْثُ الْفَضِيْحَةُ بِكَ اَوْلٰى، وَ لَمْ يُشَدِّدْ عَلَيْكَ فِیْ قَبُوْلِ الْاِنَابَةِ، وَ لَمْ يُنَاقِشْكَ بِالْجَرِيْمَةِ، وَ لَمْ يُؤْيِسْكَ مِنَ الرَّحْمَةِ، بَلْ جَعَلَ نُزُوْعَكَ عَنِ الذَّنْبِ حَسَنَةً، وَ حَسَبَ سَيِّئَتَكَ وَاحِدَةً، وَ حَسَبَ حَسَنَتَكَ عَشْرًا، وَ فَتَحَ لَكَ بَابَ الْمَتَابِ، فَاِذَا نَادَيْتَهٗ سَمِعَ نِدَآئَكَ، وَ اِذَا نَاجَيْتَهٗ عَلِمَ نَجْوَاكَ، فَاَفْضَيْتَ اِلَيْهِ بِحَاجَتِكَ، وَ اَبْثَثْتَهٗ ذَاتَ نَفْسِكَ، وَ شَكَوْتَ اِلَيْهِ هُمُوْمَكَ، وَ اسْتَكْشَفْتَهٗ كُرُوْبَكَ، وَ اسْتَعَنْتَهٗ عَلٰۤى اُمُوْرِكَ، وَ سَئَلْتَهٗ مِنْ خَزَآئِنِ رَحْمَتِهٖ مَا لَا يَقْدِرُ عَلٰۤى اِعْطَآئِهٖ غَيْرُهٗ، مِنْ زِيَادَةِ الْاَعْمَارِ، وَ صِحَّةِ الْاَبْدَانِ، وَ سَعَةِ الْاَرْزَاقِ.

نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے اور نہ توبہ وانابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا)، نہ ایسے موقعوں پر اس نے تمہیں رسوا کیا کہ جہاں تمہیں رسوا ہی ہونا چاہیے تھا اور نہ اس نے توبہ کے قبول کرنے میں (کڑی شرطیں لگا کر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے، نہ گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے، بلکہ اس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور بُرائی ایک ہو تو اُسے ایک (بُرائی) اور نیکی ایک ہو تو اسے دس (نیکیوں) کے برابر ٹھہرایا ہے، اس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے، جب بھی اسے پکارو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اس سے کچھ کہو وہ جان لیتا ہے، تم اسی سے مرادیں مانگتے ہو اور اسی کے سامنے دل کے بھید کھولتے ہو، اسی سے اپنے دُکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد مانگتے ہو اور اس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا، جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت۔

ثُمَّ جَعَلَ فِیْ يَدَيْكَ مَفَاتِيْحَ خَزَآئِنِهٖ بِمَاۤ اَذِنَ لَكَ فِيْهِ مِنْ مَّسْئَلَتِهٖ، فَمَتٰى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ بِالدُّعَآءِ اَبْوَابَ نِعْمَتِهٖ، وَ اسْتَمْطَرْتَ شَاٰبِيْبَ رَحْمَتِهٖ، فَلَا يُقَنِّطَنَّكَ اِبْطَآءُ اِجَابَتِهٖ، فَاِنَّ الْعَطِيَّةَ عَلٰى قَدْرِ النِّيَّةِ، وَ رُبَّمَاۤ اُخِّرَتْ عَنْكَ الْاِجَابَةُ، لِيَكُوْنَ ذٰلِكَ اَعْظَمَ لِاَجْرِ السَّآئِلِ، وَ اَجْزَلَ لِعَطَآءِ الْاٰمِلِ، وَ رُبَّمَا سَئَلْتَ الشَّیْءَ فَلَا تُؤْتَاهُ، وَ

اور اس پر اس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کے کھولنے والی کنجیاں دے دی ہیں اس طرح کہ تمہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا، اس طرح جب تم چاہو دُعا کے ذریعہ اس کی نعمت کے دروازوں کو کھلوا لو، اس کی رحمت کے جھالوں کو برسا لو، ہاں! بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو تو اس سے نا اُمید نہ ہو، اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو اور امیدوار کو عطیے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی، مگر دنیا یا

أُوْتِيْتَ خَيْرًا مِّنْهُ عَاجِلًا اَوْ اٰجِلًا، اَوْ صُرِفَ عَنْكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَّكَ، فَلَرُبَّ اَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهٗ فِيْهِ هَلَاكُ دِيْنِكَ لَوْ اُوْتِيْتَهٗ، فَلْتَكُنْ مَّسْئَلَتُكَ فِيْمَا يَبْقٰى لَكَ جَمَالُهٗ، وَ يُنْفٰى عَنْكَ وَبَالُهٗ، فَالْمَالُ لَا يَبْقٰى لَكَ وَلَا تَبْقٰى لَهٗ.

آخرت میں اس سے بہتر چیز تمہیں مل جاتی ہے یا تمہارے کسی بہتر مفاد کے پیشِ نظر تمہیں اس سے محروم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمہیں دے دی جائیں تو تمہارا دین تباہ ہو جائے، لہٰذا تمہیں بس وہ چیزیں طلب کرنا چاہیے جس کا جمال پائیدار ہو اور جس کا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو، رہا دنیا کا مال تو نہ یہ تمہارے لئے رہے گا اور نہ تم اس کیلئے رہو گے۔

وَ اعْلَمْ! اَنَّكَ اِنَّمَا خُلِقْتَ لِلْاٰخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا، وَ لِلْفَنَآءِ لَا لِلْبَقَآءِ، وَ لِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيٰوةِ، وَ اَنَّكَ فِیْ مَنْزِلِ قُلْعَةٍ، وَ دَارِ بُلْغَةٍ، وَ طَرِيْقٍ اِلَى الْاٰخِرَةِ، وَ اَنَّكَ طَرِيْدُ الْمَوْتِ الَّذِیْ لَا يَنْجُوْ مِنْهُ هَارِبُهٗ، وَ لَا بُدَّ اَنَّهٗ مُدْرِكُهٗ، فَكُنْ مِّنْهُ عَلٰى حَذَرٍ اَنْ يُّدْرِكَكَ وَ اَنْتَ عَلٰى حَالٍ سَيِّئَةٍ، قَدْ كُنْتَ تُحَدِّثُ نَفْسَكَ مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ، فَيَحُوْلَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ ذٰلِكَ، فَاِذَاۤ اَنْتَ قَدْ اَهْلَكْتَ نَفْسَكَ.

یاد رکھو! تم آخرت کیلئے پیدا ہوئے ہو نہ کہ دنیا کیلئے، فنا کیلئے خلق ہوئے ہو نہ بقا کیلئے، موت کیلئے بنے ہو نہ حیات کیلئے، تم ایک ایسی منزل میں ہو جس کا کوئی حصہ ٹھیک نہیں اور ایک ایسے گھر میں ہو جو آخرت کا ساز و سامان مہیا کرنے کیلئے ہے اور صرف منزل آخرت کی گزرگاہ ہے، تم وہ ہو جس کا موت پیچھا کئے ہوئے ہے جس سے بھاگنے والا چھٹکارا نہیں پاتا، کتنا ہی کوئی چاہے اس کے ہاتھ سے نہیں نکل سکتا اور وہ بہرحال اُسے پا لیتی ہے، لہٰذا ڈرو اس سے کہ موت تمہیں ایسے گناہوں کے عالم میں آ جائے جن سے توبہ کے خیالات تم دل میں لاتے تھے، مگر وہ تمہارے اور توبہ کے درمیان حائل ہو جائے، ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔

يَا بُنَیَّ! اَكْثِرْ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ، وَ ذِكْرِ مَا تَهْجُمُ عَلَيْهِ، وَ تُفْضِیْ بَعْدَ الْمَوْتِ اِلَيْهِ، حَتّٰى يَاْتِيَكَ وَ قَدْ اَخَذْتَ مِنْهُ حِذْرَكَ، وَ شَدَدْتَّ لَهٗ اَزْرَكَ، وَلَا يَاْتِيَكَ بَغْتَةً فَيَبْهَرَكَ.

اے فرزند! موت کو اور اس منزل کو جس پر تمہیں اچانک وارد ہونا ہے اور جہاں موت کے بعد پہنچنا ہے ہر وقت یاد رکھنا چاہیے تاکہ جب وہ آئے تو تم اپنا حفاظتی سر و سامان مکمل اور اس کیلئے اپنی قوت مضبوط کر چکے ہو اور وہ اچانک تم پر نہ ٹوٹ پڑے کہ تمہیں بے دست و پا کر دے۔

وَ اِيَّاكَ اَنْ تَغْتَرَّ بِمَا تَرٰى مِنْ اِخْلَادِ اَهْلِ الدُّنْيَا اِلَيْهَا، وَ تَكَالُبِهِمْ عَلَيْهَا، فَقَدْ نَبَّاَكَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَ نَعَتْ لَكَ نَفْسَهَا، وَ تَكَشَّفَتْ

خبردار! دنیاداروں کی دنیا پرستی اور ان کی حرص و طمع جو تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ تمہیں فریب نہ دے، اس لئے کہ اللہ نے اس کا وصف خوب بیان کر دیا ہے اور دنیا نے خود بھی اپنی حقیقت واضح کر دی ہے

لَكَ عَنْ مَّسَاوِيْهَا، فَاِنَّمَاۤ اَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ، وَ سِبَاعٌ ضَارِيَةٌ، يَهِرُّ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَ يَاْكُلُ عَزِيْزُهَا ذَلِيْلَهَا، وَ يَقْهَرُ كَبِيْرُهَا صَغِيْرَهَا، نَعَمٌ مُّعَقَّلَةٌ، وَ اُخْرٰى مُهْمَلَةٌ، قَدْ اَضَلَّتْ عُقُوْلَهَا، وَ رَكِبَتْ مَجْهُوْلَهَا، سُرُوْحُ عَاهَةٍ بِوَادٍ وَّعْثٍ، لَيْسَ لَهَا رَاعٍ يُّقِيْمُهَا، وَ لَا مُسِيْمٌ يُّسِيْمُهَا، سَلَكَتْ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيْقَ الْعَمٰى، وَ اَخَذَتْ بِاَبْصَارِهِمْ عَنْ مَّنَارِ الْهُدٰى، فَتَاهُوْا فِیْ حَيْرَتِهَا، وَ غَرِقُوْا فِیْ نِعْمَتِهَا، وَ اتَّخَذُوْهَا رَبًّا، فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَ لَعِبُوْا بِهَا، وَ نَسُوْا مَا وَرَآءَهَا، رُوَيْدًا يُّسْفِرُ الظَّلَامُ، كَاَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْاَظْعَانُ، يُوْشِكُ مَنْ اَسْرَعَ اَنْ يَّلْحَقَ.

اور اپنی برائیوں کو بے نقاب کر دیا ہے، اس (دنیا) کے گرویدہ بھونکنے والے کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے پر غراتے ہیں، طاقتور کمزور کو نگلے لیتا ہے اور بڑا چھوٹے کو کچل رہا ہے، ان میں کچھ چوپائے بندھے ہوئے اور کچھ چھٹے ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی عقلیں کھو دی ہیں اور انجانے راستے پر سوار ہو لئے ہیں، یہ دشوار گزار وادیوں میں آفتوں کی چراگاہ میں چھٹے ہوئے ہیں، نہ ان کا کوئی گلہ بان ہے جو ان کی رکھوالی کرے، نہ کوئی چرواہا ہے جو انہیں چرائے، دنیا نے ان کو گمراہی کے راستے پر لگایا ہے اور ہدایت کے مینار سے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں، یہ اس کی گمراہیوں میں سرگرداں اور اس کی نعمتوں میں غلطاں ہیں اور اُسے ہی اپنا معبود بنا رکھا ہے، دنیا ان سے کھیل رہی ہے اور یہ دنیا سے کھیل رہے ہیں اور اس کے آگے کی منزل کو بھولے ہوئے ہیں۔ ٹھہرو! اندھیرا چھٹنے دو، گویا (میدانِ حشر میں) سواریاں اُتر ہی پڑی ہیں، تیز قدم چلنے والوں کیلئے وہ وقت دور نہیں کہ اپنے قافلے سے مل جائیں۔

وَ اعْلَمْ! اَنَّ مَنْ كَانَتْ مَطِيَّتُهُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ، فَاِنَّهٗ يُسَارُ بِهٖ وَ اِنْ كَانَ وَاقِفًا، وَ يَقْطَعُ الْمَسَافَةَ وَ اِنْ كَانَ مُقِيْمًا وَادِعًا. وَ اعْلَمْ يَقِيْنًا، اَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ اَمَلَكَ، وَ لَنْ تَعْدُوَ اَجَلَكَ، وَ اَنَّكَ فِیْ سَبِيْلِ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ، فَخَفِّضْ فِی الطَّلَبِ، وَ اَجْمِلْ فِی الْمُكْتَسَبِ، فَاِنَّهٗ رُبَّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ اِلٰى حَرَبٍ، فَلَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ بِمَرْزُوْقٍ، وَ لَا كُلُّ مُجْمِلٍ بِمَحْرُوْمٍ.

اور معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص لیل و نہار کے مرکب پر سوار ہے وہ اگرچہ ٹھہرا ہوا ہے مگر حقیقت میں چل رہا ہے اور اگرچہ ایک جگہ پر قیام کئے ہوئے ہے مگر مسافت طے کئے جا رہا ہے اور یہ یقین کے ساتھ جانے رہو کہ تم اپنی آرزوؤں کو پورا کبھی نہیں کر سکتے اور جتنی زندگی لے کر آئے ہو اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور تم بھی اپنے پہلے والوں کی راہ پر ہو، لہٰذا طلب میں نرم رفتاری اور کسبِ معاش میں میانہ روی سے کام لو، کیونکہ اکثر طلب کا نتیجہ مال کا گنوانا ہوتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ رزق کی تلاش میں لگا رہنے والا کامیاب ہی ہو، اور کد و کاوش میں اعتدال سے کام لینے والا محروم ہی رہے۔

وَ اَكْرِمْ نَفْسَكَ عَنْ كُلِّ دَنِيَّةٍ وَّ اِنْ سَاقَتْكَ اِلَى الرَّغَآئِبِ، فَاِنَّكَ لَنْ تَعْتَاضَ بِمَا تَبْذُلُ مِنْ نَّفْسِكَ عِوَضًا، وَ لَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَ قَدْ جَعَلَكَ اللّٰهُ حُرًّا، وَ مَا خَيْرُ خَيْرٍ لَّا يُنَالُ اِلَّا بِشَرٍّ، وَ يُسْرٍ لَّا يُنَالُ اِلَّا بِعُسْرٍ؟!.

ہر ذلت سے اپنے نفس کو بلند تر سمجھو، اگرچہ وہ تمہاری من مانی چیزوں تک تمہیں پہنچا دے، کیونکہ اپنے نفس کی عزت جو کھو دو گے اس کا بدل کوئی حاصل نہ کر سکو گے، دوسروں کے غلام نہ بن جاؤ جب کہ اللہ نے تمہیں آزاد بنایا ہے، اس بھلائی میں کوئی بہتری نہیں جو بُرائی کے ذریعے حاصل ہو اور اس آرام و آسائش میں کوئی بہتری نہیں جس کیلئے (ذلت کی) دشواریاں جھیلنا پڑیں۔

وَ اِيَّاكَ اَنْ تُوْجِفَ بِكَ مَطَايَا الطَّمَعِ، فَتُوْرِدَكَ مَنَاهِلَ الْهَلَكَةِ، وَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ بَيْنَكَ بَيْنَ اللّٰهِ ذُوْ نِعْمَةٍ فَافْعَلْ، فَاِنَّكَ مُدْرِكٌ قِسْمَكَ، وَ اٰخِذٌ سَهْمَكَ، وَ اِنَّ الْيَسِيْرَ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اَعْظَمُ وَ اَكْرَمُ مِنَ الْكَثِيْرِ مِنْ خَلْقِهٖ وَ اِنْ كَانَ كُلٌّ مِّنْهُ.

خبردار! تمہیں طمع و حرص کی تیز رو سواریاں ہلاکت کے گھاٹ پر نہ لا اتاریں، اگر ہو سکے تو یہ کرو کہ اپنے اور اللہ کے درمیان کسی ولی نعمت کو واسطہ نہ بننے دو، کیونکہ تم اپنا حصہ اور اپنی قسمت کا پا کر رہو گے، وہ تھوڑا جو اللہ سے بے منت خلق ملے اس بہت سے کہیں بہتر ہے جو مخلوق کے ہاتھوں سے ملے، اگرچہ حقیقتاً جو ملتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے۔

وَ تَلَافِيْكَ مَا فَرَطَ مِنْ صَمْتِكَ اَيْسَرُ مِنْ اِدْرَاكِكَ مَا فَاتَ مِنْ مَّنْطِقِكَ، وَ حِفْظُ مَا فِي الْوِعَآءِ بِشَدِّ الْوِكَآءِ، وَ حِفْظُ مَا فِيْ يَدَيْكَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ طَلَبِ مَا فِيْ يَدَيْ غَيْرِكَ، وَ مَرَارَةُ الْيَاْسِ خَيْرٌ مِّنَ الطَّلَبِ اِلَى النَّاسِ، وَ الْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى مَعَ الْفُجُوْرِ، وَ الْمَرْءُ اَحْفَظُ لِسِرِّهٖ، وَ رُبَّ سَاعٍ فِيْمَا يَضُرُّهٗ، مَنْ اَكْثَرَ اَهْجَرَ، وَ مَنْ تَفَكَّرَ اَبْصَرَ، قَارِنْ اَهْلَ الْخَيْرِ تَكُنْ مِّنْهُمْ، وَبَايِنْ اَهْلَ الشَّرِّ تَبِنْ عَنْهُمْ، بِئْسَ الطَّعَامُ الْحَرَامُ، وَ ظُلْمُ الضَّعِيْفِ اَفْحَشُ

بے محل خاموشی کا تدارک بے موقعہ گفتگو سے آسان ہے، برتن میں جو ہے اس کی حفاظت یونہی ہوگی کہ منہ بند رکھو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس کو محفوظ رکھنا دوسروں کے آگے دستِ طلب بڑھانے سے مجھے زیادہ پسند ہے، یاس کی تلخی سہ لینا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے، پاک دامانی کے ساتھ محنت مزدوری کر لینا فسق و فجور میں گھری ہوئی دولت مندی سے بہتر ہے، انسان خود ہی اپنے راز کو خوب چھپا سکتا ہے، بہت سے لوگ ایسی چیز کیلئے کوشاں ہوتے ہیں جو ان کیلئے ضرر رساں ثابت ہوتی ہے، جو زیادہ بولتا ہے وہ بے معنی باتیں کرنے لگتا ہے، سوچ بچار سے قدم اٹھانے والا (صحیح راستہ) دیکھ لیتا ہے، نیکوں سے میل جول رکھو گے تو تم بھی نیک ہو جاؤ گے، بُروں سے بچے رہو گے تو ان (کے اثرات) سے محفوظ رہو گے، بدترین کھانا وہ

الظُّلْمِ، اِذَا كَانَ الرِّفْقُ خُرْقًا كَانَ الْخُرْقُ رِفْقًا، رُبَّمَا كَانَ الدَّوَآءُ دَآءً وَ الدَّآءُ دَوَآءً، وَ رُبَّمَا نَصَحَ غَيْرُ النَّاصِحِ وَ غَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ.

وَ اِيَّاكَ وَ الاِتِّكَالَ عَلَى الْمُنٰى، فَاِنَّهَا بَضَآئِعُ النَّوْكٰى، وَ الْعَقْلُ حِفْظُ التَّجَارِبِ، وَ خَيْرُ مَا جَرَّبْتَ مَا وَعَظَكَ، بَادِرِ الْفُرْصَةَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ غُصَّةً، لَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ يُّصِيْبُ، وَ لَا كُلُّ غَآئِبٍ يَّؤُبُ، وَ مِنَ الْفَسَادِ اِضَاعَةُ الزَّادِ وَ مَفْسَدَةُ الْمَعَادِ، وَ لِكُلِّ اَمْرٍ عَاقِبَةٌ، سَوْفَ يَاْتِيْكَ مَا قُدِّرَ لَكَ، التَّاجِرُ مُخَاطِرٌ، وَ رُبَّ يَسِيْرٍ اَنْمٰى مِنْ كَثِيْرٍ، لَا خَيْرَ فِيْ مُعِيْنٍ مَّهِيْنٍ، وَ لَا فِيْ صَدِيْقٍ ظَنِيْنٍ، سَاهِلِ الدَّهْرَ مَا ذَلَّ لَكَ قَعُوْدُهٗ، وَ لَا تُخَاطِرْ بِشَیْءٍ رَجَآءَ اَكْثَرَ مِنْهُ، وَ اِيَّاكَ اَنْ تَجْمَحَ بِكَ مَطِيَّةُ اللَّجَاجِ.

اِحْمِلْ نَفْسَكَ مِنْ اَخِيْكَ عِنْدَ صَرْمِهٖ عَلَى الصِّلَةِ، وَ عِنْدَ صُدُوْدِهٖ عَلَى اللُّطْفِ وَ الْمُقَارَبَةِ، وَ عِنْدَ جُمُوْدِهٖ عَلَى الْبَذْلِ، وَ عِنْدَ تَبَاعُدِهٖ عَلَى الدُّنُوِّ، وَ عِنْدَ شِدَّتِهٖ عَلَى اللِّيْنِ، وَ عِنْدَ جُرْمِهٖ عَلَى الْعُذْرِ، حَتّٰى كَاَنَّكَ لَهٗ عَبْدٌ، وَ كَاَنَّهٗ ذُوْ نِعْمَةٍ عَلَيْكَ.

وَ اِيَّاكَ اَنْ تَضَعَ ذٰلِكَ فِیْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ، اَوْ

ہے جو حرام ہو اور بدترین ظلم وہ ہے جو کسی کمزور و ناتواں پر کیا جائے، جہاں نرمی سے کام لینا نامناسب ہو وہاں سخت گیری ہی نرمی ہے، کبھی کبھی دوا بیماری اور بیماری دوا بن جایا کرتی ہے، کبھی بدخواہ بھلائی کی راہ سوجھا دیا کرتا ہے اور دوست فریب دے جاتا ہے۔

خبردار! امیدوں کے سہارے پر نہ بیٹھنا، کیونکہ اُمیدیں احمقوں کا سرمایہ ہوتی ہیں، تجربوں کو محفوظ رکھنا عقلمندی ہے۔ بہترین تجربہ وہ ہے جو پند و نصیحت دے، فرصت کا موقع غنیمت جانو قبل اس کے کہ وہ رنج و اندوہ کا سبب بن جائے، ہر طلب و سعی کرنے والا مقصد کو پا نہیں لیا کرتا اور ہر جانے والا پلٹ کر نہیں آیا کرتا، توشہ کا کھو دینا اور عاقبت بگاڑ لینا بربادی و تباہ کاری ہے، ہر چیز کا ایک نتیجہ و ثمرہ ہوا کرتا ہے، جو تمہارے مقدر میں ہے وہ تم تک پہنچ کر رہے گا، تاجر اپنے کو خطروں میں ڈالا ہی کرتا ہے، کبھی تھوڑا مال مال فراواں سے زیادہ بابرکت ثابت ہوتا ہے، پست طینت مددگار میں کوئی بھلائی نہیں اور نہ بدگمان دوست میں، جب تک زمانہ کی سواری تمہارے قابو میں ہے اس سے نباہ کرتے رہو، زیادہ کی اُمید میں اپنے کو خطروں میں نہ ڈالو، خبردار! کہیں دشمنی و عناد کی سواریاں تم سے مُنہ زوری نہ کرنے لگیں۔

اپنے کو اپنے بھائی کیلئے اس پر آمادہ کرو کہ جب وہ دوستی توڑے تو تم اسے جوڑو، وہ منہ پھیرے تو تم آگے بڑھو اور لطف و مہربانی سے پیش آؤ، وہ تمہارے لئے کنجوسی کرے تم اس پر خرچ کرو، وہ دوری اختیار کرے تو تم اس کے نزدیک ہونے کی کوشش کرو، وہ سختی کرتا رہے اور تم نرمی کرو، وہ خطا کا مرتکب ہو اور تم اس کیلئے عذر تلاش کرو، یہاں تک کہ گویا تم اس کے غلام اور وہ تمہارا آقائے نعمت ہے۔

مگر خبردار! یہ برتاؤ بے محل نہ ہو اور نااہل سے یہ رویہ نہ اختیار کرو،

اَنْ تَفْعَلَهٗ بِغَيْرِ اَهْلِهٖ، لَا تَتَّخِذَنَّ عَدُوَّ صَدِيْقِكَ صَدِيْقًا فَتُعَادِيَ صَدِيْقَكَ، وَ امْحَضْ اَخَاكَ النَّصِيْحَةَ، حَسَنَةً كَانَتْ اَمْ قَبِيْحَةً، وَ تَجَرَّعِ الْغَيْظَ، فَاِنِّيْ لَمْ اَرَ جُرْعَةً اَحْلٰى مِنْهَا عَاقِبَةً، وَ لَاۤ اَلَذَّ مَغَبَّةً، وَلِنْ لِّمَنْ غَالَظَكَ، فَاِنَّهٗ يُوْشِكُ اَنْ يَّلِيْنَ لَكَ، وَ خُذْ عَلٰى عَدُوِّكَ بِالْفَضْلِ فَاِنَّهٗۤ اَحْلَى الظَّفَرَيْنِ، وَ اِنْ اَرَدْتَّ قَطِيْعَةَ اَخِيْكَ فَاسْتَبْقِ لَهٗ مِنْ نَّفْسِكَ بَقِيَّةً يَّرْجِعُ اِلَيْهَا اِنْ بَدَا لَهٗ ذٰلِكَ يَوْمًا مَّا، وَ مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ.

وَ لَا تُضِيْعَنَّ حَقَّ اَخِيْكَ اتِّكَالًا عَلٰى مَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ، فَاِنَّهٗ لَيْسَ لَكَ بِاَخٍ مَّنْ اَضَعْتَ حَقَّهٗ، وَ لَا يَكُنْ اَهْلُكَ اَشْقَى الْخَلْقِ بِكَ وَ لَا تَرْغَبَنَّ فِيْمَنْ زَهِدَ فِيْكَ، وَ لَا يَكُوْنَنَّ اَخُوْكَ اَقْوٰى عَلٰى قَطِيْعَتِكَ مِنْكَ عَلٰى صِلَتِهٖ، وَ لَا تَكُوْنَنَّ عَلَى الْاِسَآءَةِ اَقْوٰى مِنْكَ عَلَى الْاِحْسَانِ، وَ لَا يَكْبُرَنَّ عَلَيْكَ ظُلْمُ مَنْ ظَلَمَكَ، فَاِنَّهٗ يَسْعٰى فِيْ مَضَرَّتِهٖ وَ نَفْعِكَ، وَ لَيْسَ جَزَآءُ مَنْ سَرَّكَ اَنْ تَسُوْٓءَهٗ.

وَ اعْلَمْ يَا بُنَيَّ! اَنَّ الرِّزْقَ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهٗ، وَ رِزْقٌ يَّطْلُبُكَ، فَاِنْ اَنْتَ لَمْ تَاْتِهٖ اَتَاكَ، مَاۤ اَقْبَحَ الْخُضُوْعَ عِنْدَ الْحَاجَةِ، وَ الْجَفَآءَ عِنْدَ الْغِنٰى! اِنَّمَا لَكَ مِنْ دُنْيَاكَ مَاۤ

اپنے دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ ورنہ اس دوست کے دشمن قرار پاؤ گے، دوست کو کھری کھری نصیحت کی باتیں سناؤ خواہ اُسے اچھی لگیں یا بُری، غصہ کے کڑوے گھونٹ پی جاؤ، کیونکہ میں نے نتیجہ کے لحاظ سے اس سے زیادہ خوش مزہ و شیریں گھونٹ نہیں پائے، جو شخص تم سے سختی سے پیش آئے اُس سے نرمی کا برتاؤ کرو، کیونکہ اس رویہ سے وہ خود ہی نرم پڑ جائے گا، دشمن پر لطف و کرم کے ذریعہ سے راہ چارہ و تدبیر مسدود کرو، کیونکہ دو قسم کی کامیابیوں میں یہ زیادہ مزے کی کامیابی ہے، اپنے کسی دوست سے تعلقات قطع کرنا چاہو، تو اپنے دل میں اتنی جگہ رہنے دو کہ اگر اس کا رویہ بدلے تو اس کیلئے گنجائش ہو، جو تم سے حسن ظن رکھے اس کے حسن ظن کو سچا ثابت کرو۔

باہمی روابط کی بنا پر اپنے کسی بھائی کی حق تلفی نہ کرو، کیونکہ پھر وہ بھائی کہاں رہا جس کا حق تم تلف کرو، یہ نہ ہونا چاہیے کہ تمہارے گھر والے تمہارے ہاتھوں دنیا جہاں میں سب سے زیادہ بدبخت ہو جائیں، جو تم سے تعلقات قائم رکھنا پسند ہی نہ کرتا ہو اسکے خواہ مخواہ پیچھے نہ پڑو، تمہارا دوست قطع تعلق کرے تو تم رشتہ محبت جوڑنے میں اس پر بازی لے جاؤ اور وہ برائی سے پیش آئے تو تم حسنِ سلوک میں اس سے بڑھ جاؤ، ظالم کا ظلم تم پر گراں نہ گزرے کیونکہ وہ اپنے نقصان اور تمہارے فائدہ کیلئے سرگرم عمل ہے اور جو تمہاری خوشی کا باعث ہو، اس کا صلہ یہ نہیں کہ اس سے برائی کرو۔

اے فرزند! یقین رکھو کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جس کی تم جستجو کرتے ہو اور ایک وہ جو تمہاری جستجو میں لگا ہوا ہے۔ اگر تم اس کی طرف نہ جاؤ گے تو بھی وہ تم تک آ کر رہے گا۔ ضرورت پڑنے پر گڑگڑانا اور مطلب نکل جانے پر کج خلقی سے پیش آنا کتنی بُری عادت

اَصْلَحْتَ بِهٖ مَثْوَاكَ، وَ اِنْ جَزِعْتَ عَلٰى مَا تَفَلَّتَ مِنْ يَدَيْكَ، فَاجْزَعْ عَلٰى كُلِّ مَا لَمْ يَصِلْ اِلَيْكَ، اسْتَدِلَّ عَلٰى مَا لَمْ يَكُنْ بِمَا قَدْ كَانَ، فَاِنَّ الْاُمُوْرَ اَشْبَاهٌ، وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِمَّنْ لَّا تَنْفَعُهُ الْعِظَةُ اِلَّاۤ اِذَا بَالَغْتَ فِیْۤ اِيْلَامِهٖ، فَاِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّعِظُ بِالْاٰدَابِ، وَ الْبَهَآئِمَ لَا تَتَّعِظُ اِلَّا بِالضَّرْبِ.

ہے۔ دنیا سے بس اتنا ہی اپنا سمجھو جس سے اپنی عقبیٰ کی منزل سنوار سکو، اگر تم ہر اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے واویلا مچاتے ہو تو پھر ہر اس چیز پر رنج و افسوس کرو کہ جو تمہیں نہیں ملی، موجودہ حالات سے بعد کے آنے والے حالات کا قیاس کرو، ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، کہ جن پر نصیحت اس وقت تک کارگر نہیں ہوتی جب تک انہیں پوری طرح تکلیف نہ پہنچائی جائے، کیونکہ عقلمند باتوں سے مان جاتے ہیں اور حیوان لاتوں کے بغیر نہیں مانا کرتے۔

اِطْرَحْ عَنْكَ وَارِدَاتِ الْهُمُوْمِ بِعَزَآئِمِ الصَّبْرِ وَ حُسْنِ الْيَقِيْنِ، مَنْ تَرَكَ الْقَصْدَ جَارَ، وَ الصَّاحِبُ مُنَاسِبٌ، وَ الصَّدِيْقُ مَنْ صَدَقَ غَيْبُهٗ، وَ الْهَوٰى شَرِيْكُ الْعَنَآءِ، رُبَّ قَرِيْبٍ اَبْعَدُ مِنْ بَعِيْدٍ، وَ رُبَّ بَعِيْدٍ اَقْرَبُ مِنْ قَرِيْبٍ، وَ الْغَرِيْبُ مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ حَبِيْبٌ، مَنْ تَعَدَّى الْحَقَّ ضَاقَ مَذْهَبُهٗ، وَ مَنِ اقْتَصَرَ عَلٰى قَدْرِهٖ كَانَ اَبْقٰى لَهٗ، وَ اَوْثَقُ سَبَبٍ اَخَذْتَ بِهٖ سَبَبٌ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللّٰهِ، وَ مَنْ لَّمْ يُبَالِكَ فَهُوَ عَدُوُّكَ، قَدْ يَكُوْنُ الْيَاْسُ اِدْرَاكًا، اِذَا كَانَ الطَّمَعُ هَلَاكًا، لَيْسَ كُلُّ عَوْرَةٍ تَظْهَرُ، وَ لَا كُلُّ فُرْصَةٍ تُصَابُ، وَ رُبَّمَاۤ اَخْطَاَ الْبَصِيْرُ قَصْدَهٗ، وَ اَصَابَ الْاَعْمٰى رُشْدَهٗ.

ٹوٹ پڑنے والے غم و اندوہ کو صبر کی پختگی اور حسن یقین سے دور کرو، جو درمیانی راستہ چھوڑ دیتا ہے وہ بے راہ ہو جاتا ہے، دوست بمنزلہ عزیز کے ہوتا، سچا دوست وہ ہے جو پیٹھ پیچھے بھی دوستی کو نبھائے، ہوا و ہوس سے زحمت میں پڑنا لازمی ہے، بہت سے قریبی بیگانوں سے بھی زیادہ بے تعلق ہوتے ہیں اور بہت سے بیگانے قریبیوں سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں، پردیسی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو، جو حق سے تجاوز کر جاتا ہے اس کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے، جو اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھتا اس کی منزلت برقرار رہتی ہے، تمہارے ہاتھوں میں سب سے زیادہ مضبوط وسیلہ وہ ہے جو تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے، جو تمہاری پرواہ نہیں کرتا وہ تمہارا دشمن ہے، جب حرص و طمع تباہی کا سبب ہو تو مایوسی ہی میں کامرانی ہے، ہر عیب ظاہر نہیں ہوا کرتا، فرصت کا موقع بار بار نہیں ملا کرتا، کبھی آنکھوں والا صحیح راہ کھو دیتا ہے اور اندھا صحیح راستہ پا لیتا ہے۔

اَخِّرِ الشَّرَّ، فَاِنَّكَ اِذَا شِئْتَ تَعَجَّلْتَهٗ، وَ قَطِيْعَةُ الْجَاهِلِ تَعْدِلُ صِلَةَ الْعَاقِلِ، مَنْ

برائی کو پس پشت ڈالتے رہو، کیونکہ جب چاہو گے اس کی طرف بڑھ سکتے ہو، جاہل سے علاقہ توڑنا عقلمند سے رشتہ جوڑنے کے برابر

اَمِنَ الزَّمَانَ خَانَهٗ، وَمَنْ اَعْظَمَهٗ اَهَانَهٗ، لَيْسَ كُلُّ مَنْ رَّمٰى اَصَابَ، اِذَا تَغَيَّرَ السُّلْطَانُ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ، سَلْ عَنِ الرَّفِيْقِ قَبْلَ الطَّرِيْقِ، وَ عَنِ الْجَارِ قَبْلَ الدَّارِ، اِيَّاكَ اَنْ تَذْكُرَ مِنَ الْكَلَامِ مَا يَكُوْنُ مُضْحِكًا، وَ اِنْ حَكَيْتَ ذٰلِكَ عَنْ غَيْرِكَ.

وَ اِيَّاكَ وَ مُشَاوَرَةَ النِّسَآءِ، فَاِنَّ رَاْيَهُنَّ اِلٰٓى اَفْنٍ، وَ عَزْمَهُنَّ اِلٰى وَهْنٍ، وَ اكْفُفْ عَلَيْهِنَّ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ بِحِجَابِكَ اِيَّاهُنَّ، فَاِنَّ شِدَّةَ الْحِجَابِ اَبْقٰى عَلَيْهِنَّ، وَ لَيْسَ خُرُوْجُهُنَّ بِاَشَدَّ مِنْ اِدْخَالِكَ مَنْ لَّا يُوْثَقُ بِهٖ عَلَيْهِنَّ، وَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَلَّا يَعْرِفْنَ غَيْرَكَ فَافْعَلْ، وَ لَا تُمَلِّكِ الْمَرْاَةَ مِنْ اَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا، فَاِنَّ الْمَرْاَةَ رَيْحَانَةٌ، وَ لَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ، وَ لَا تَعْدُ بِكَرَامَتِهَا نَفْسَهَا، وَلَا تُطْمِعْهَا فِيْۤ اَنْ تَشْفَعَ لِغَيْرِهَا، وَ اِيَّاكَ وَ التَّغَايُرَ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِ غَيْرَةٍ، فَاِنَّ ذٰلِكَ يَدْعُوالصَّحِيْحَةَ اِلَى السَّقَمِ، وَ الْبَرِيْٓئَةَ اِلَى الرِّيَبِ.

وَاجْعَلْ لِكُلِّ اِنْسَانٍ مِّنْ خَدَمِكَ عَمَلًا تَاْخُذُهٗ بِهٖ، فَاِنَّهٗ اَحْرٰى اَنْ لَّا يَتَوَاكَلُوْا فِيْ خِدْمَتِكَ، وَ اَكْرِمْ عَشِيْرَتَكَ، فَاِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِيْ بِهٖ تَطِيْرُ،

ہے، جو دنیا پر اعتماد کر کے مطمئن ہو جاتا ہے دنیا اُسے دَغا دے جاتی ہے اور جو اسے عظمت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے وہ اسے پست و ذلیل کرتی ہے، ہر تیر انداز کا نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا کرتا، جب حکومت بدلتی ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے، راستے سے پہلے شریکِ سفر اور گھر سے پہلے ہمسایہ کے متعلق پوچھ گچھ کرلو، خبردار! اپنی گفتگو میں ہنسانے والی باتیں نہ لاؤ، اگرچہ وہ نقل قول کی حیثیت سے ہوں۔

(خبردار!) عورتوں سے ہرگز مشورہ نہ لو، کیونکہ ان کی رائے کمزور اور ارادہ سست ہوتا ہے، انہیں پردہ میں بٹھا کر ان کی آنکھوں کو تاک جھانک سے روکو، کیونکہ پردہ کی سختی ان کی عزت و آبرو کو برقرار رکھنے والی ہے، ان کا گھروں سے نکلنا اس سے زیادہ خطرناک نہیں ہوتا جتنا کسی ناقابلِ اعتماد کو گھر میں آنے دینا اور اگر بن پڑے تو ایسا کرو کہ تمہارے علاوہ کسی اور کو وہ پہچانتی ہی نہ ہوں، عورت کو اس کے ذاتی امور کے علاوہ دوسرے اختیارات نہ سونپو، کیونکہ عورت ایک پھول ہے، وہ کارفرما اور حکمران نہیں ہے، اس کا پاس و لحاظ اس کی ذات سے آگے نہ بڑھاؤ اور یہ حوصلہ پیدا نہ ہونے دو کہ وہ دوسروں کی سفارش کرنے لگے، بے محل شبہ و بدگمانی کا اظہار نہ کرو کہ اس سے نیک چلن اور پاکباز عورت بھی بے راہی و بدکرداری کی راہ دیکھ لیتی ہے۔

اپنے خدمت گزاروں میں ہر شخص کیلئے ایک کام معیّن کردو جس کی جواب دہی اس سے کرسکو، اس طریق کار سے وہ تمہارے کاموں کو ایک دوسرے پر نہیں ٹالیں گے، اپنے قوم قبیلے کا احترام کرو، کیونکہ وہ تمہارے ایسے پَر و بال ہیں کہ جن سے تم پرواز کرتے ہو اور ایسی

وَ اَصْلُكَ الَّذِىْ اِلَيْهِ تَصِيْرُ، وَ يَدُكَ الَّتِىْ بِهَا تَصُوْلُ.

بنیادیں ہیں جن کا تم سہارا لیتے ہو اور تمہارے وہ دست و بازو ہیں جن سے حملہ کرتے ہو۔

اَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَ دُنْيَاكَ، وَ اَسْئَلُهٗ خَيْرَ الْقَضَآءِ لَكَ فِى الْعَاجِلَةِ وَ الْاٰجِلَةِ، وَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ، وَ السَّلَامُ۔

میں تمہارے دین اور تمہاری دنیا کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور اس سے حال و مستقبل اور دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بھلائی کے فیصلہ کا خواستگار ہوں۔ والسلام۔

-----☆☆-----

--☆☆--

لے ابن میثم نے جعفر ابن بابویہ قمی علیہ الرحمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے یہ وصیت نامہ محمد ابن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تحریر فرمایا اور علامہ رضیؒ نے تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد و مخاطب امام حسن علیہ السلام ہیں۔ بہر صورت مخاطب خواہ امام حسن علیہ السلام ہوں یا محمد ابن حنفیہ، یہ منشور امامت تمام نوعِ انسانی کیلئے درس ہدایت ہے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے سعادت و کامرانی کی راہیں کھل سکتی ہیں اور انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے جادۂ ہدایت پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اس میں دنیا و آخرت کو سنوارنے، اخلاقی شعور کو ابھارنے اور معیشت و معاشرت کو سدھارنے کے وہ بنیادی اصول درج ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے علماء و فلاسفہ کے ضخیم دفتر قاصر ہیں۔ اس کے حقائق آگیں مواعظ انسانیت کے بھولے ہوئے درس کو یاد دلانے، حسن معاشرت کے مٹے ہوئے نقوش کو تازہ کرنے اور اخلاقی رفعتوں کو ابھارنے کیلئے قوی محرک ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۳۲) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ

وَاَرْدَيْتَ جِيلًا مِّنَ النَّاسِ كَثِيْرًا، خَدَعْتَهُمْ بِغَيِّكَ، وَ اَلْقَيْتَهُمْ فِیْ مَوْجِ بَحْرِكَ، تَغْشَاهُمُ الظُّلُمٰتُ، وَ تَتَلَاطَمُ بِهِمُ الشُّبُهٰتُ، فَجَازُوْا عَنْ وِّجْهَتِهِمْ، وَ نَكَصُوْا عَلٰۤى اَعْقَابِهِمْ، وَ تَوَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ، وَعَوَّلُوْا عَلٰۤى اَحْسَابِهِمْ، اِلَّا مَنْ فَآءَ مِنْ اَهْلِ الْبَصَآئِرِ، فَاِنَّهُمْ فَارَقُوْكَ بَعْدَ مَعْرِفَتِكَ، وَ هَرَبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ مِنْ مُّوَازَرَتِكَ، اِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصَّعْبِ، وَ عَدَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ.

فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِیْ نَفْسِكَ، وَ جَاذِبِ الشَّيْطٰنَ قِيَادَكَ، فَاِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْكَ، وَ الْاٰخِرَةُ قَرِيْبَةٌ مِّنْكَ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۳۲)

معاویہ کے نام

تم نے لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو تباہ کر دیا ہے، اپنی گمراہی سے انہیں فریب دیا ہے اور انہیں اپنے سمندر کی موجوں میں ڈال دیا ہے۔ ان پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں اور شبہات کی لہریں انہیں تھپیڑے دے رہی ہیں، جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے بے راہ ہو گئے، اُلٹے پیروں پھر گئے، پیٹھ پھیر کر چلتے بنے اور اپنے حسب ونسب پر بھروسا کر بیٹھے، سوا کچھ اہل بصیرت کے جو پلٹ آئے اور تمہیں جان لینے کے بعد تم سے علیحدہ ہو گئے، اور تمہاری نصرت و امداد سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف تیزی سے چل پڑے، جبکہ تم نے انہیں دشواریوں میں مبتلا کر دیا تھا اور اعتدال کی راہ سے ہٹا یا تھا۔

اے معاویہ! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اپنی مہار شیطان کے ہاتھ سے چھین لو، کیونکہ دنیا تم سے بہر حال قطع ہو جائے گی اور آخرت تمہارے قریب پہنچ چکی ہے۔ والسلام۔

--☆☆--

(۳۳) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِلٰى قُثَمِ بْنِ الْعَبَّاسِ، وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلٰى مَكَّةَ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ عَيْنِیْ بِالْمَغْرِبِ كَتَبَ اِلَیَّ، يُعْلِمُنِیْۤ اَنَّهٗ وُجِّهَ عَلَى الْمَوْسِمِ اُنَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ، الْعُمْیِ الْقُلُوْبِ، الصُّمِّ الْاَسْمَاعِ، الْكُمْهِ الْاَبْصَارِ، الَّذِيْنَ يَلْتَمِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ، وَ يُطِيْعُوْنَ الْمَخْلُوْقَ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، وَ يَحْتَلِبُوْنَ الدُّنْيَا دَرَّهَا بِالدِّيْنِ، وَ يَشْتَرُوْنَ عَاجِلَهَا

مکتوب (۳۳)

والی مکہ قثم ابن عباس کے نام

مغربی[1] علاقہ کے میرے جاسوس نے مجھے تحریر کیا ہے کہ کچھ شام کے لوگوں کو (مکہ) حج کیلئے روانہ کیا گیا ہے، جو دل کے اندھے، کانوں کے بہرے اور آنکھوں کی روشنی سے محروم ہیں، جو حق کو باطل کی راہ سے ڈھونڈتے ہیں، اور اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت کرتے ہیں، اور دین کے بہانے دنیا (کے تھنوں) سے دودھ دوہتے ہیں، اور نیکوں اور پرہیز گاروں کے اجر آخرت کو ہاتھوں سے دے کر

بِاٰجِلِ الْاَبْرَارِ وَ الْمُتَّقِیْنَ.

وَ لَنْ یَّفُوْزَ بِالْخَیْرِ اِلَّا عَامِلُهٗ، وَ لَا یُجْزٰی جَزَآءَ الشَّرِّ اِلَّا فَاعِلُهٗ، فَاَقِمْ عَلٰی مَا فِیْ یَدَیْكَ قِیَامَ الْحَازِمِ الصَّلِیْبِ، وَ النَّاصِحِ اللَّبِیْبِ، وَ التَّابِـعِ لِسُلْطَانِهٖ الْمُطِیْعِ لِاِمَامِهٖ. وَ اِیَّاكَ وَ مَا یُعْتَذَرُ مِنْهُ، وَ لَا تَكُنْ عِنْدَ النَّعْمَآءِ بَطِرًا، وَ لَا عِنْدَ الْبَاْسَآءِ فَشِلًا، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

دنیا کا سودا کر لیتے ہیں۔

دیکھو! بھلائی اسی کے حصہ میں آتی ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اور برا بدلہ اسی کو ملتا ہے جو برے کام کرتا ہے، لہٰذا تم اپنے فرائض منصبی کو اس شخص کی طرح ادا کرو جو بافہم، پختہ کار، خیر خواہ اور دانشمند ہو، اور اپنے حاکم کا فرماں بردار اور اپنے امام کا مطیع رہے۔ اور خبردار! کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ تمہیں معذرت کرنے کی ضرورت پیش آئے، اور نعمتوں کی فراوانی کے وقت کبھی اتراؤ نہیں، اور سختیوں کے موقعہ پر بودا پن نہ دکھاؤ۔ والسلام۔

--☆☆--

ؒا معاویہ نے کچھ لوگوں کو حاجیوں کے بھیس میں مکہ روانہ کیا تا کہ وہاں کی خاموش فضا میں سنسنی پیدا کریں اور تقویٰ وورع کی نمائش سے عوام کا اعتماد حاصل کر کے ان کے یہ ذہن نشین کر دیں کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آخر انہیں قتل کرا کے دم لیا، اور اس طرح حضرتؑ کو ان کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر عوام کو ان سے بدظن کریں، اور امیر شام کے کردار کی بلندی، اخلاق کی عظمت اور داد و دہش کے تذکروں سے لوگوں کو اس کی طرف مائل کریں۔ مگر حضرتؑ نے جن لوگوں کو شام میں حالات کا جائزہ لینے اور خبر رسانی کیلئے مقرر کر رکھا تھا، انہوں نے جب آپؑ کو اطلاع دی تو آپؑ نے والی مکہ قثم ابن عباس کو ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور ان کی شورش انگیزیوں کے انسداد کیلئے یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

☆☆☆☆☆

(٣٤) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ

لَمَّا بَلَغَهٗ تَوَجُّدُهٗ مِنْ عَزْلِهٖ بِالْاَشْتَرِ عَنْ مِّصْرَ، ثُمَّ تُوُفِّیَ الْاَشْتَرُ فِیْ تَوَجُّهِهٖۤ اِلٰى مِصْرَ قَبْلَ وُصُوْلِهٖۤ اِلَيْهَا:

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِیْ مَوْجِدَتُكَ مِنْ تَسْرِيْحِ الْاَشْتَرِ اِلٰى عَمَلِكَ، وَ اِنِّیْ لَمْ اَفْعَلْ ذٰلِكَ اسْتِبْطَآءً لَّكَ فِی الْجُهْدِ، وَ لَا ازْدِيَادًا فِی الْجِدِّ، وَ لَوْ نَزَعْتُ مَا تَحْتَ يَدِكَ مِنْ سُلْطَانِكَ لَوَلَّيْتُكَ مَا هُوَ اَيْسَرُ عَلَيْكَ مَؤٗنَةً، وَ اَعْجَبُ اِلَيْكَ وِلَايَةً.

اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِیْ كُنْتُ وَلَّيْتُهٗ اَمْرَ مِصْرَ كَانَ لَنَا رَجُلًا نَّاصِحًا، وَ عَلٰى عَدُوِّنَا شَدِيْدًا نَّاقِمًا، فَرَحِمَهُ اللّٰهُ! فَلَقَدِ اسْتَكْمَلَ اَيَّامَهٗ، وَ لَاقٰى حِمَامَهٗ، وَ نَحْنُ عَنْهُ رَاضُوْنَ، اَوْلَاهُ اللّٰهُ رِضْوَانَهٗ، وَ ضَاعَفَ الثَّوَابَ لَهٗ.

فَاَصْحِرْ لِعَدُوِّكَ، وَ امْضِ عَلٰى بَصِيْرَتِكَ، وَ شَمِّرْ لِحَرْبِ مَنْ حَارَبَكَ، وَ ادْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ، وَ اَكْثِرِ الْاِسْتِعَانَةَ بِاللّٰهِ يَكْفِكَ مَاۤ اَهَمَّكَ، وَ يُعِنْكَ عَلٰى مَا نَزَلَ بِكَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ!.

-----☆☆-----

مکتوب (۳۴)

محمد ابن ابی بکر کے نام

اس موقع پر جب آپؑ کو معلوم ہوا کہ وہ مصر کی حکومت سے اپنی معزولی اور مالک اشتر کے تقرر کی وجہ سے رنجیدہ ہیں اور پھر مصر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال فرما گئے تو آپؑ نے محمد کو تحریر فرمایا:

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہاری جگہ پر اشتر کو بھیجنے سے تمہیں ملال ہوا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے یہ تبدیلی اس لئے نہیں کی تھی کہ تمہیں کام میں کمزور اور ڈھیلا پایا ہو۔ اور یہ چاہا ہو کہ تم اپنی کوشش کو تیز کر دو۔ اور اگر تمہیں اس منصب حکومت سے جو تمہارے ہاتھ میں تھا میں نے ہٹایا تھا تو تمہیں کسی ایسی جگہ کی حکومت سپرد کرتا جس میں تمہیں زحمت کم ہو اور وہ تمہیں پسند بھی زیادہ آئے۔

بلاشبہ جس شخص کو میں نے مصر کا والی بنایا تھا وہ ہمارا خیر خواہ اور دشمنوں کیلئے سخت گیر تھا۔ خدا اس پر رحمت کرے! اس نے زندگی کے دن پورے کر لئے اور موت سے ہمکنار ہو گیا، اس حالت میں کہ ہم اس سے رضا مند ہیں، خدا کی رضا مندیاں بھی اسے نصیب ہوں، اور اسے بیش از بیش ثواب عطا کرے۔

اب تم دشمن کے مقابلے کیلئے باہر نکل کھڑے ہو، اور اپنی بصیرت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ، اور جو تم سے لڑے اس سے لڑنے کیلئے آمادہ ہو جاؤ، اور اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دعوت دو، اور زیادہ سے زیادہ اللہ سے مدد مانگو کہ وہ تمہاری مہمات میں کفایت کرے گا اور مصیبتوں میں تمہاری مدد کرے گا۔ ان شاء اللہ۔

--☆☆--

(۳۵) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ بَعْدَ مَقْتَلِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ بِمِصْرَ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ مِصْرَ قَدِ افْتُتِحَتْ وَ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ۔ رَحِمَهُ اللهُ ۔ قَدِ اسْتُشْهِدَ، فَعِنْدَ اللهِ نَحْتَسِبُهٗ وَلَدًا نَّاصِحًا، وَ عَامِلًا كَادِحًا، وَ سَيْفًا قَاطِعًا، وَ رُكْنًا دَافِعًا. وَ قَدْ كُنْتُ حَثَثْتُ النَّاسَ عَلٰى لَحَاقِهٖ، وَ اَمَرْتُهُمْ بِغِيَاثِهٖ قَبْلَ الْوَقْعَةِ، وَ دَعَوْتُهُمْ سِرًّا وَّ جَهْرًا، وَ عَوْدًا وَّ بَدْءًا، فَمِنْهُمُ الْاٰتِیْ كَارِهًا، وَ مِنْهُمُ الْمُعْتَلُّ كَاذِبًا، وَ مِنْهُمُ الْقَاعِدُ خَاذِلًا.

اَسْئَلُ اللهَ اَنْ يَّجْعَلَ لِیْ مِنْهُمْ فَرَجًا عَاجِلًا، فَوَاللهِ! لَوْ لَا طَمَعِیْ عِنْدَ لِقَآئِیْ عَدُوِّیْ فِی الشَّهَادَةِ، وَ تَوْطِيْنِیْ نَفْسِیْ عَلَى الْمَنِيَّةِ، لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَّاۤ اَبْقٰى مَعَ هٰۤؤُلَآءِ يَوْمًا وَّاحِدًا، وَ لَاۤ اَلْتَقِیَ بِهِمْ اَبَدًا.

-----☆☆-----

مکتوب (۳۵)

مصر میں محمد ابن ابی بکر کے شہید ہو جانے کے بعد عبد اللہ ابن عباس کے نام:

مصر کو دشمنوں نے فتح کر لیا اور محمد ابن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے۔ ہم اللہ ہی سے اجر چاہتے ہیں اس فرزند کے مارے جانے پر کہ جو ہمارا خیرخواہ، سرگرم کارکن، تیغ بران اور دفاع کا ستون تھا، اور میں نے لوگوں کو ان کی مدد کو جانے کی دعوت دی تھی اور اس حادثہ سے پہلے ان کی فریاد کو پہنچنے کا حکم دیا تھا، اور لوگوں کو علانیہ اور پوشیدہ بار بار پکارا تھا، مگر ہوا یہ کہ کچھ آئے بھی تو با دلِ ناخواستہ اور کچھ حیلے حوالے کرنے لگے، اور کچھ نے جھوٹ بہانے کر کے عدم تعاون کیا۔

میں تو اب اللہ سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے ان کے ہاتھوں سے جلد چھٹکارا دے۔ خدا کی قسم! اگر دشمن کا سامنا کرتے وقت مجھے شہادت کی تمنا نہ ہوتی اور اپنے کو موت پر آمادہ نہ کر چکا ہوتا تو میں ان کے ساتھ ایک دن بھی رہنا پسند نہ کرتا اور انہیں ساتھ لے کر کبھی دشمن کی جنگ کو نہ نکلتا۔

--☆☆--

(۳۶) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى اَخِيْهِ عَقِيْلِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ ذِكْرِ جَيْشٍ اَنْفَذَهٗ اِلٰى بَعْضِ الْاَعْدَآءِ، وَهُوَ جَوَابُ كِتَابٍ كَتَبَهٗ اِلَيْهِ عَقِيْلٌ:

فَسَرَّحْتُ اِلَيْهِ جَيْشًا كَثِيْفًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَلَمَّا بَلَغَهٗ ذٰلِكَ شَمَّرَ هَارِبًا وَّ

مکتوب (۳۶)

جو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالب کے خط کے جواب میں لکھا ہے، جس میں کسی دشمن کی طرف بھیجی ہوئی ایک فوج کا ذکر کیا گیا ہے:

میں نے اس کی طرف مسلمانوں کی ایک بھاری فوج روانہ کی تھی۔ جب اس کو پتہ چلا تو وہ دامن گردان کر بھاگ کھڑا ہوا اور پشیمان ہو کر

نَكَصَ نَادِمًا، فَلَحِقُوْهُ بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ، وَ قَدْ طَفَلَتِ الشَّمْسُ لِلْاِيَابِ، فَاقْتَتَلُوْا شَيْئًا كَلَا وَ لَا، فَمَا كَانَ اِلَّا كَمَوْقِفِ سَاعَةٍ، حَتّٰى نَجَا جَرِيْضًا بَعْدَ مَاۤ اُخِذَ مِنْهُ بِالْمُخَنَّقِ، وَ لَمْ يَبْقَ مِنْهُ غَيْرُ الرَّمَقِ، فَلَاْيًا بِلَاْيٍ مَا نَجَا.

فَدَعْ عَنْكَ قُرَيْشًا وَّ تَرْكَاضَهُمْ فِي الضَّلَالِ، وَ تَجْوَالَهُمْ فِي الشِّقَاقِ، وَ جِمَاحَهُمْ فِي التِّيْهِ، فَاِنَّهُمْ قَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰى حَرْبِيْ كَاِجْمَاعِهِمْ عَلٰى حَرْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَبْلِيْ، فَجَزَتْ قُرَيْشًا عَنِّي الْجَوَازِيْ، فَقَدْ قَطَعُوْا رَحِمِيْ، وَ سَلَبُوْنِيْ سُلْطَانَ ابْنِ اُمِّيْ.

وَ اَمَّا مَا سَئَلْتَ عَنْهُ مِنْ رَّاْيِيْ فِي الْقِتَالِ، فَاِنَّ رَاْيِيْ فِيْ قِتَالِ الْمُحِلِّيْنَ حَتّٰى اَلْقَى اللّٰهَ، لَا يَزِيْدُنِيْ كَثْرَةُ النَّاسِ حَوْلِيْ عِزَّةً، وَ لَا تَفَرُّقُهُمْ عَنِّيْ وَحْشَةً.

وَ لَا تَحْسَبَنَّ ابْنَ اَبِيْكَ وَ لَوْ اَسْلَمَهُ النَّاسُ مُتَضَرِّعًا مُّتَخَشِّعًا، وَ لَا مُقِرًّا لِّلضَّيْمِ وَاهِنًا، وَ لَا سَلِسَ الزِّمَامِ لِلْقَآئِدِ، وَ لَا وَطِئَ الظَّهْرِ لِلرَّاكِبِ الْمُتَقَعِّدِ، وَ لٰكِنَّهٗ كَمَا قَالَ اَخُوْ بَنِيْ سُلَيْمٍ:

پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا کہ ہماری فوج نے اسے ایک راستہ میں جا لیا اور نہ ہونے کے برابر کچھ جھڑپیں ہوئی ہوں گی، اور گھڑی بھر ٹھہرا ہو گا کہ بھاگ کر جان بچا لے گیا، جبکہ اسے گلے سے پکڑا جا چکا تھا، اور آخری سانسوں کے سوا اس میں کچھ باقی نہ رہ گیا تھا، اس طرح بڑی مشکل سے وہ بچ نکلا۔

تم قریش کے گمراہی میں دوڑ لگانے، سرکشی میں جولانیاں کرنے اور ضلالت میں منہ زوری دکھانے کی باتیں چھوڑ دو۔ انہوں نے مجھ سے جنگ کرنے میں اسی طرح ایکا کیا ہے جس طرح وہ مجھ سے پہلے رسول ﷺ سے لڑنے کیلئے ایکا کئے ہوئے تھے۔ خدا کرے ان کی کرنی ان کے سامنے آئے! انہوں نے میرے رشتے کا کوئی لحاظ نہ کیا اور میرے ماں جائے کی حکومت مجھ سے چھین لی۔

اور جو تم نے جنگ کے بارے میں میری رائے دریافت کی ہے تو میری آخر دم تک رائے یہی رہے گی کہ جن لوگوں نے جنگ کو جائز قرار دے لیا ہے ان سے جنگ کرنا چاہیے۔ اپنے گرد لوگوں کا جمگھٹا دیکھ کر میری ہمت نہیں بڑھتی اور نہ ان کے چھٹ جانے سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے۔

دیکھو! اپنے بھائی کے متعلق چاہے کتنا ہی لوگ اس کا ساتھ چھوڑ دیں، یہ خیال کبھی نہ کرنا کہ وہ بے ہمت و ہراساں ہو جائے گا، یا کمزوری دکھاتے ہوئے ذلت کے آگے جھکے گا، یا مہار کھینچنے والے ہاتھ میں بآسانی اپنی مہار دے دے گا، یا سوار ہونے والے کیلئے اپنی پشت کو مرکب بننے دے گا، بلکہ وہ تو ایسا ہے جیسا قبیلہ بنی سلیم والے نے کہا ہے:

فَاِنْ تَسْئَلِيْنِيْ كَيْفَ اَنْتَ؟ فَاِنَّنِيْ
صَبُوْرٌ عَلٰى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيْبُ
يَعِزُّ عَلَيَّ اَنْ تُرٰى بِيْ كَآبَةٌ
فَيَشْمَتَ عَادٍ اَوْ يُسَآءَ حَبِيْبُ

-----☆☆-----

''اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیسے ہو تو سنو کہ میں زمانہ کی سختیاں جھیل لے جانے میں بڑا مضبوط ہوں۔ مجھے یہ گوارہ نہیں کہ مجھ میں حزن وغم کے آثار دکھائی پڑیں کہ دشمن خوش ہونے لگیں اور دوستوں کو رنج پہنچے''۔

--☆☆--

۱۵ تحکیم کے بعد جب معاویہ نے قتل وغارت کا باز ار گرم کیا تو ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کے لشکر کے ہمراہ حضرتؑ کے مقبوضہ شہروں پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا۔ حضرتؑ کو جب اس کی غارت گریوں کا علم ہوا تو آپؑ نے اہل کوفہ کو اس کے مقابلہ کیلئے ابھارا، مگر انہوں نے حیلے بہانے شروع کر دیئے۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار جنگجوؤں کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے مقام تدمر میں اس کو جالیا۔ دونوں فریق میں کچھ ہی جھڑپیں ہوئی تھیں کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عقیل ابن ابی طالب مکہ میں عمرہ بجا لانے کیلئے آئے ہوئے تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ضحاک حیرہ پر حملہ کرنے کے بعد صحیح و سالم بچ نکلا ہے اور اہل کوفہ جنگ سے جی چھوڑ بیٹھے ہیں اور ان کی تمام سرگرمیاں ختم ہوگئی ہیں تو آپ نے نصرت و امداد کی پیش کش کرتے ہوئے عبید الرحمٰن ابن عبید ازدی کے ہاتھ ایک مکتوب حضرتؑ کی خدمت میں روانہ کیا جس کے جواب میں حضرتؑ نے یہ مکتوب تحریر فرمایا ہے جس میں اہل کوفہ کے رویہ کا شکوہ اور ضحاک کے فرار کا تذکرہ کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۳۷) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ

فَسُبْحَانَ اللهِ! مَآ اَشَدَّ لُزُوْمَكَ لِلْاَهْوَآءِ الْمُبْتَدَعَةِ، وَ الْحَيْرَةِ الْمُتْعِبَةِ، مَعَ تَضْيِيْعِ الْحَقَآئِقِ، وَ اطِّرَاحِ الْوَثَآئِقِ، الَّتِيْ هِيَ لِلّٰهِ طِلْبَةٌ، وَ عَلٰى عِبَادِهٖ حُجَّةٌ. فَاَمَّا اِكْثَارُكَ الْحِجَاجَ فِيْ عُثْمَانَ وَ قَتَلَتِهٖ، فَاِنَّكَ اِنَّمَا نَصَرْتَ عُثْمَانَ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَكَ، وَ خَذَلْتَهٗ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَهٗ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۳۷)

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام

اللہ اکبر! تم نفسانی خواہشوں اور زحمت وتعب میں ڈالنے والی حیرت وسرگشتگی سے کس بری طرح چمٹے ہوئے ہو، اور ساتھ ہی حقائق کو برباد کر دیا ہے، اور ان دلائل کو ٹھکرا دیا ہے جو اللہ کو مطلوب اور بندوں پر حجت ہیں۔ تمہارا عثمان اور ان کے قاتلوں کے بارے میں جھگڑا بڑھانا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ تم نے عثمان کی اس وقت مدد کی[1] جب وہ مدد خود تمہاری ذات کیلئے تھی اور اس وقت انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ جب تمہاری مدد ان کے حق میں مفید ہو سکتی تھی۔ والسلام۔

--☆☆--

[1] اس میں گنجائش انکار نہیں کہ معاویہ نے حضرت عثمان کے قتل ہونے کے بعد ان کی نصرت کا دعویٰ کیا اور جب وہ محاصرہ کے دنوں میں اس سے مدد مانگ رہے تھے اور خطوط پر خطوط لکھ رہے تھے، اس وقت اس نے کروٹ لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ البتہ کہنے کو اس نے یزید ابن اسد قسری کے زیر کمان ایک دستہ مدینہ کی طرف روانہ کیا تھا لیکن اسے یہ حکم دے دیا تھا کہ وہ مدینہ کے قریب وادی ذی خشب میں ٹھہرا رہے اور حالات خواہ کیسے ہی نازک ہو جائیں وہ مدینہ میں داخل نہ ہو۔ چنانچہ وہ وادی ذی خشب میں آ کر ٹھہر گیا، یہاں تک کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے اور وہ اپنا دستہ لے کر واپس ہو گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ معاویہ یہی چاہتا تھا کہ حضرت عثمان قتل ہو جائیں اور وہ ان کے خون کے نام پر ہنگامہ آرائی کرے اور ان شورش انگیزیوں کے ذریعہ سے اپنی بیعت کیلئے راستہ ہموار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ ان کے محاصرہ کے دنوں میں اس نے ان کی مدد و نصرت کی اور نہ اقتدار حاصل کر لینے کے بعد قاتلین عثمان کی تلاش ضروری سمجھی۔

☆☆☆☆☆

(۳۸) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤى اَهْلِ مِصْرَ لَمَّا وَلّٰى عَلَيْهِمُ الْاَشْتَرَ

مِنْ عَبْدِ اللهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ غَضِبُوْا لِلّٰهِ حِيْنَ عُصِيَ فِيْۤ اَرْضِهٖ، وَ ذُهِبَ بِحَقِّهٖ، فَضَرَبَ الْجَوْرُ سُرَادِقَهٗ عَلَى الْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ، وَ الْمُقِيْمِ وَ الظَّاعِنِ، فَلَا مَعْرُوْفٌ يُّسْتَرَاحُ اِلَيْهِ، وَ لَا مُنْكَرٌ يُّتَنَاهٰى عَنْهُ.

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكُمْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللهِ، لَا يَنَامُ اَيَّامَ الْخَوْفِ، وَ لَا يَنْكُلُ عَنِ الْاَعْدَآءِ سَاعَاتِ الرَّوْعِ، اَشَدَّ عَلَى الْفُجَّارِ مِنْ حَرِيْقِ النَّارِ ،وَ هُوَ مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ اَخُوْ مَذْحِجٍ.

فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَ اَطِيْعُوْۤا اَمْرَهٗ فِيْمَا طَابَقَ الْحَقَّ، فَاِنَّهٗ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللهِ، لَا كَلِيْلُ الظُّبَةِ وَ لَا نَابِي الضَّرِيْبَةِ، فَاِنْ اَمَرَكُمْ اَنْ تَنْفِرُوْا فَانْفِرُوْا، وَ اِنْ اَمَرَكُمْ اَنْ تُقِيْمُوْا فَاَقِيْمُوْا، فَاِنَّهٗ لَا يُقْدِمُ وَ لَا يُحْجِمُ، وَ لَا يُؤَخِّرُ وَ لَا يُقَدِّمُ اِلَّا عَنْ اَمْرِيْ، وَ قَدْ اٰثَرْتُكُمْ بِهٖ عَلٰى نَفْسِيْ لِنَصِيْحَتِهٖ لَكُمْ، وَ شِدَّةِ شَكِيْمَتِهٖ عَلٰى عَدُوِّكُمْ.

-----☆☆-----

مکتوب (۳۸)

اہل مصر کے نام جبکہ مالک اشتر کو وہاں کا حاکم بنایا

خدا کے بندے علی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے ان لوگوں کے نام جو اللہ کیلئے غضبناک ہوئے، اس وقت جب زمین میں اللہ کی نافرمانی اور اس کے حق کی بربادی ہو رہی تھی اور ظلم نے اپنے شامیانے ہر اچھے برے، مقامی اور پردیسی پر تان رکھے تھے، نہ نیکی کا چلن تھا اور نہ برائی سے بچا جاتا تھا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تمہاری طرف بھیجا ہے جو خطرے کے دنوں میں سوتا نہیں، اور خوف کی گھڑیوں میں دشمن سے ہراساں نہیں ہوتا اور فاجروں کیلئے جلانے والی آگ سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ مالک بن حارث مذحجی ہیں۔

ان کی بات کو سنو اور ان کے ہر اس حکم کو جو حق کے مطابق ہو مانو، کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں کہ جس کی نہ دھار کند ہوتی ہے اور نہ اس کا وار خالی جاتا ہے۔ اگر وہ تمہیں دشمنوں کی طرف بڑھنے کیلئے کہیں تو بڑھو اور ٹھہرنے کیلئے کہیں تو ٹھہرے رہو، کیونکہ وہ میرے حکم کے بغیر نہ آگے بڑھیں گے، نہ پیچھے ہٹیں گے، نہ کسی کو پیچھے ہٹاتے ہیں اور نہ آگے بڑھاتے ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں تمہیں خود اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ اس خیال سے کہ تمہارے خیر خواہ اور دشمنوں کیلئے سخت گیر ثابت ہوں گے۔

--☆☆--

(۳۹) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ

فَاِنَّكَ قَدْ جَعَلْتَ دِيْنَكَ تَبَعًا لِّدُنْيَا امْرِئٍ ظَاهِرٍ غَيُّهٗ، مَهْتُوْكٍ سِتْرُهٗ، يَشِيْنُ الْكَرِيْمَ بِمَجْلِسِهٖ، وَ يُسَفِّهُ الْحَلِيْمَ بِخِلْطَتِهٖ، فَاتَّبَعْتَ اَثَرَهٗ، وَ طَلَبْتَ فَضْلَهٗ، اتِّبَاعَ الْكَلْبِ لِلضِّرْغَامِ، يَلُوْذُ اِلٰى مَخَالِبِهٖ، وَ يَنْتَظِرُ مَا يُلْقٰى اِلَيْهِ مِنْ فَضْلِ فَرِيْسَتِهٖ، فَاَذْهَبْتَ دُنْيَاكَ وَ اٰخِرَتَكَ، وَ لَوْ بِالْحَقِّ اَخَذْتَ اَدْرَكْتَ مَا طَلَبْتَ. فَاِنْ يُّمَكِّنِّى اللّٰهُ مِنْكَ وَ مِنِ ابْنِ اَبِىْ سُفْيَانَ اَجْزِكُمَا بِمَا قَدَّمْتُمَا، وَ اِنْ تُعْجِزَا وَ تَبْقَيَا فَمَآ اَمَامَكُمَا شَرٌّ لَّكُمَا، وَ السَّلَامُ.

مکتوب (۳۹)

عمرو ابن عاص کے نام

تم نے اپنے دین کو ایک ایسے شخص کی دنیا کے پیچھے لگا دیا ہے جس کی گمراہی ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے، جس کا پردہ چاک ہے، جو اپنے پاس بٹھا کر شریف انسان کو بھی داغدار اور سنجیدہ اور بردبار شخص کو بے وقوف بنا تا ہے۔ تم اس کے پیچھے لگ گئے اور اس کے بچے کھچے ٹکڑوں کے خواہشمند ہو گئے۔ جس طرح کتا شیر کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ اس کے پنجوں کو امید بھری نظروں سے دیکھتا ہوا اور اس انتظار میں کہ اسکے شکار کے بچے کھچے حصہ میں سے کچھ آگے پڑ جائے۔ اس طرح تم نے اپنی دنیا و آخرت دونوں کو گنوایا۔ حالانکہ اگر حق کے پابند رہتے تو بھی تم اپنی مراد کو پا لیتے۔ اب اگر اللہ نے مجھے تم پر اور فرزند ابو سفیان پر غلبہ دیا تو میں تم دونوں کو تمہارے کرتوتوں کا مزہ چکھا دوں گا، اور اگر تم میری گرفت میں نہ آئے اور میرے بعد زندہ رہے تو جو تمہیں اس کے بعد درپیش ہو گا وہ تمہارے لئے بہت برا ہو گا۔ والسلام۔

(۴۰) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى بَعْضِ عُمَّالِهٖ

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِىْ عَنْكَ اَمْرٌ اِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهٗ فَقَدْ اَسْخَطْتَّ رَبَّكَ، وَ عَصَيْتَ اِمَامَكَ، وَ اَخْزَيْتَ اَمَانَتَكَ.

بَلَغَنِىْٓ اَنَّكَ جَرَّدْتَّ الْاَرْضَ فَاَخَذْتَ مَا تَحْتَ قَدَمَيْكَ، وَ اَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ، فَارْفَعْ اِلَیَّ حِسَابَكَ، وَ اعْلَمْ اَنَّ حِسَابَ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ، وَ السَّلَامُ.

مکتوب (۴۰)

ایک عامل کے نام

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی اطلاع ملی ہے کہ اگر تم اس کے مرتکب ہوئے ہو تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا، اپنے امام کی نافرمانی کی اور اپنی امانت داری کو بھی ذلیل و رسوا کیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے (بیت المال کی) زمین کو صفا چٹ میدان کر دیا ہے اور جو کچھ تمہارے پاؤں تلے تھا اس پر قبضہ جما لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا اسے نوشِ جاں کر لیا ہے تو تم ذرا اپنا حساب مجھے بھیج دو اور یقین رکھو کہ انسانوں کی حساب فہمی سے اللہ کا حساب کہیں زیادہ سخت ہو گا۔ والسلام۔

(٤١) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى بَعْضِ عُمَّالِهٖ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ كُنْتُ اَشْرَكْتُكَ فِیْۤ اَمَانَتِیْ، وَ جَعَلْتُكَ شِعَارِیْ وَ بِطَانَتِیْ، وَ لَمْ یَكُنْ رَّجُلٌ مِنْ اَهْلِیْۤ اَوْثَقَ مِنْكَ فِیْ نَفْسِیْ، لِمُوَاسَاتِیْ وَ مُوَازَرَتِیْ، وَ اَدَآءِ الْاَمَانَةِ اِلَیَّ. فَلَمَّا رَاَیْتَ الزَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلِبَ، وَ الْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ، وَ اَمَانَةَ النَّاسِ قَدْ خَزِیَتْ، وَ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَدْ فَتِكَتْ وَ شَغَرَتْ، قَلَبْتَ لِابْنِ عَمِّكَ ظَهْرَ الْمِجَنِّ، فَفَارَقْتَهٗ مَعَ الْمُفَارِقِیْنَ، وَ خَذَلْتَهٗ مَعَ الْخَاذِلِیْنَ، وَ خُنْتَهٗ مَعَ الْخَآئِنِیْنَ، فَلَا ابْنَ عَمِّكَ اٰسَیْتَ، وَ لَا الْاَمَانَةَ اَدَّیْتَ.

وَ كَاَنَّكَ لَمْ تَكُنِ اللهَ تُرِیْدُ بِجِهَادِكَ، وَ كَاَنَّكَ لَمْ تَكُنْ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ، وَ كَاَنَّكَ اِنَّمَا كُنْتَ تَكِیْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ عَنْ دُنْیَاهُمْ، وَ تَنْوِیْ غِرَّتَهُمْ عَنْ فَیْئِهِمْ.

فَلَمَّاۤ اَمْكَنَتْكَ الشِّدَّةُ فِیْ خِیَانَةِ الْاُمَّةِ، اَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ، وَ عَاجَلْتَ الْوَثْبَةَ، وَ اخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَیْهِ، مِنْ اَمْوَالِهِمُ الْمَصُوْنَةِ لِاَرَامِلِهِمْ، وَ اَیْتَامِهِمْ اخْتِطَافَ الذِّئْبِ الْاَزَلِّ، دَامِیَةَ الْمِعْزَى الْكَسِیْرَةِ، فَحَمَلْتَهٗ اِلَى الْحِجَازِ رَحِیْبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهٖ، غَیْرَ مُتَاَثِّمٍ مِّنْ اَخْذِهٖ، كَاَنَّكَ ـ لَاۤ اَبَا لِغَیْرِكَ ـ

مکتوب (۴۱)

ایک عامل کے نام

میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک کیا تھا، اور تمہیں اپنا بالکل مخصوص آدمی قرار دیا تھا، اور تم سے زیادہ ہمدردی، مددگاری اور امانت داری کے لحاظ سے میرے قوم قبیلہ میں میرے بھروسے کا کوئی آدمی نہ تھا، لیکن جب تم نے دیکھا کہ زمانہ تمہارے چچازاد بھائی کے خلاف حملہ آور ہے اور دشمن بپھرا ہوا ہے، امانتیں الٹ رہی ہیں اور اُمت بے راہ اور منتشر و پراگندہ ہو چکی ہے تو تم نے بھی اپنے ابن عم سے رخ موڑ لیا، اور ساتھ چھوڑ دینے والوں کے ساتھ تم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، اور خیانت کرنے والوں میں داخل ہو کر تم بھی خائن ہو گئے۔ اس طرح نہ تم نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ ہمدردی ہی کا خیال کیا، نہ امانت داری کے فرض کا احساس کیا۔

گویا اپنے جہاد سے تمہارا مدّعا خدا کی رضا مندی نہ تھا، اور گویا تم اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی روشن دلیل نہ رکھتے تھے، اور اس اُمت کے ساتھ اس کی دنیا بٹورنے کیلئے چال چل رہے تھے، اور اس کا مال چھین لینے کیلئے غفلت کا موقع تاک رہے تھے۔

چنانچہ جب اُمت کے مال میں بھرپور خیانت کرنے کا موقع تمہیں ملا تو جھٹ سے دھاوا بول دیا اور جلدی سے کود پڑے اور جتنا بن پڑا اس مال پر جو بیواؤں اور یتیموں کیلئے محفوظ رکھا گیا تھا، یوں جھپٹ پڑے جس طرح پھرتیلا بھیڑیا زخمی اور لاچار بکری کو اُچک لیتا ہے، اور تم نے بڑے خوش خوش اسے حجاز روانہ کر دیا، اور اسے لے جانے میں گناہ کا احساس تمہارے لئے سد راہ نہ ہوا۔ خدا تمہارے دشمنوں کا برا کرے! گویا یہ تمہارے ماں باپ کا ترکہ تھا جسے لے کر تم نے

حَدَرْتَ اِلٰی اَهْلِكَ تُرَاثًا مِّنْ اَبِيْكَ وَ اُمِّكَ.

فَسُبْحَانَ اللهِ! اَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ، اَوَ مَا تَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ؟.

اَيُّهَا الْمَعْدُوْدُ! كَانَ عِنْدَنَا مِنْ ذَوِی الْاَلْبَابِ كَيْفَ تُسِيْغُ شَرَابًا وَّ طَعَامًا، وَ اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّكَ تَاْكُلُ حَرَامًا وَّ تَشْرَبُ حَرَامًا، وَ تَبْتَاعُ الْاِمَآءَ وَ تَنْكِحُ النِّسَآءَ، مِنْ مَالِ الْيَتَامٰی وَ الْمَسَاكِيْنِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُجَاهِدِيْنَ، الَّذِيْنَ اَفَآءَ اللهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الْاَمْوَالَ، وَ اَحْرَزَ بِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ.

فَاتَّقِ اللهَ وَ ارْدُدْ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ اَمْوَالَهُمْ، فَاِنَّكَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ ثُمَّ اَمْكَنَنِی اللهُ مِنْكَ، لَاُعْذِرَنَّ اِلَی اللهِ فِيْكَ، وَ لَاَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِی الَّذِیْ مَا ضَرَبْتُ بِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا دَخَلَ النَّارَ.

وَ اللهِ! لَوْ اَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِیْ فَعَلْتَ، مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِیْ هَوَادَةٌ، وَ لَا ظَفِرَا مِنِّیْ بِاِرَادَةٍ ،حَتّٰۤی اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا، وَ اُزِيْحَ الْبَاطِلَ مِنْ مَّظْلَمَتِهِمَا.

وَ اُقْسِمُ بِاللهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ! مَا يَسُرُّنِیْۤ اَنَّ مَا اَخَذْتَ مِنْ اَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ لِّیْ، اَتْرُكُهٗ مِيْرَاثًا لِّمَنْ بَعْدِیْ.

فَضَحِّ رُوَيْدًا، فَكَاَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدٰی، وَ دُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرٰی، وَ عُرِضَتْ عَلَيْكَ

اپنے گھر والوں کی طرف روانہ کردیا۔

اللہ اکبر! کیا تمہارا قیامت پر ایمان نہیں؟ کیا حساب کتاب کی چھان بین کا ذرا بھی ڈر نہیں؟۔

اے وہ شخص جسے ہم ہوشمندوں میں شمار کرتے تھے، کیونکر وہ کھانا اور پینا تمہیں خوشگوار معلوم ہوتا ہے جس کے متعلق جانتے ہو کہ حرام کھا رہے ہو اور حرام پی رہے ہو۔ تم ان یتیموں، مسکینوں، مومنوں اور مجاہدوں کے مال سے جسے اللہ نے ان کا حق قرار دیا تھا اور ان کے ذریعہ سے ان شہروں کی حفاظت کی تھی، کنیزیں خریدتے ہو اور عورتوں سے بیاہ رچاتے ہو۔

اب اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں کا مال انہیں واپس کرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قابو دے دیا تو میں تمہارے بارے میں اللہ کے سامنے اپنے کو سرخرو کروں گا اور اپنی اس تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا، جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا وہ سیدھا دوزخ میں گیا۔

خدا کی قسم! اگر حسنؑ و حسینؑ بھی وہ کرتے جو تم نے کیا ہے تو میں ان سے بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ وہ مجھ سے اپنی کوئی خواہش منوا سکتے، یہاں تک کہ میں ان سے حق کو پلٹا لیتا اور ان کے ظلم سے پیدا ہونے والے غلط نتائج کو مٹا دیتا۔

میں ربّ العالمین کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے لئے یہ کوئی دل خوش کن بات نہ تھی کہ وہ مال جو تم نے ہتھیا لیا میرے لئے حلال ہوتا اور میں اسے بعد والوں کیلئے بطور ترکہ چھوڑ جاتا۔

ذرا سنبھلو اور سمجھو کہ تم عمر کی آخری حد تک پہنچ چکے ہو اور مٹی کے نیچے سونپ دیئے گئے ہو، اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش

اَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِیْ یُنَادِی الظَّالِمُ فِیْهِ بِالْحَسْرَةِ، وَ یَتَمَنَّى الْمُضَیِّعُ الرَّجْعَةَ، ﴿وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ﴾.

-----☆☆-----

(٤٢) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِلٰى عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِیِّ

وَ كَانَ عَامِلَهٗ عَلَى الْبَحْرَیْنِ، فَعَزَلَهٗ وَ اسْتَعْمَلَ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِیَّ مَكَانَهٗ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ قَدْ وَلَّیْتُ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِیَّ عَلَى الْبَحْرَیْنِ، وَ نَزَعْتُ یَدَكَ بِلَا ذَمٍّ لَّكَ وَ لَا تَثْرِیْبٍ عَلَیْكَ، فَلَقَدْ اَحْسَنْتَ الْوِلَایَةَ وَ اَدَّیْتَ الْاَمَانَةَ، فَاَقْبِلْ غَیْرَ ظَنِیْنٍ وَّ لَا مَلُوْمٍ، وَ لَا مُتَّهَمٍ وَّ لَا مَاْثُوْمٍ، فَقَدْ اَرَدْتُّ الْمَسِیْرَ اِلٰى ظَلَمَةِ اَهْلِ الشَّامِ، وَ اَحْبَبْتُ اَنْ تَشْهَدَ مَعِیْ، فَاِنَّكَ مِمَّنْ اَسْتَظْهِرُ بِهٖ عَلٰى جِهَادِ الْعَدُوِّ، وَ اِقَامَةِ عَمُوْدِ الدِّیْنِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

-----☆☆-----

(٤٣) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مَصْقَلَةَ بْنِ هُبَیْرَةَ الشَّیْبَانِیِّ

وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلٰى اَرْدَشِیْرَ خُرَّةَ:

بَلَغَنِیْ عَنْكَ اَمْرٌ اِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهٗ فَقَدْ اَسْخَطْتَّ اِلٰهَكَ وَ اَغْضَبْتَ اِمَامَكَ، اَنَّكَ تَقْسِمُ فَیْءَ الْمُسْلِمِیْنَ الَّذِیْ حَازَتْهُ

ہیں، اس مقام پر کہ جہاں ظالم واحسرتا! کی صدا بلند کرتا ہوگا اور عمر کو برباد کرنے والے دنیا کی طرف پلٹنے کی آرزو کر رہے ہوں گے۔ ”حالانکہ اب گریز کا کوئی موقع نہ ہوگا“۔

--☆☆--

مکتوب (۴۲)

حاکم بحرین عمر ابن ابی سلمہ مخزومی کے نام

جب انہیں معزول کر کے نعمان ابن عجلان زرقی کو ان کی جگہ پر مقرر فرمایا:

میں نے نعمان ابن عجلان زرقی کو بحرین کی حکومت دی ہے اور تمہیں اس سے بے دخل کر دیا ہے۔ مگر یہ اس لئے نہیں کہ تمہیں نا اہل سمجھا گیا ہو اور تم پر کوئی الزام عائد ہوتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے تو حکومت کو بڑے اچھے اسلوب سے چلایا اور امانت کو پورا پورا ادا کیا، لہٰذا تم میرے پاس چلے آؤ۔ نہ تم سے کوئی بدگمانی ہے، نہ ملامت کی جاسکتی ہے اور نہ تمہیں خطا کار سمجھا جا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے شام کے ستمگاروں کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ کیا ہے اور چاہا ہے کہ تم میرے ساتھ رہو۔ کیونکہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دشمن سے لڑنے اور دین کا ستون گاڑنے میں مدد لے سکتا ہوں۔ ان شاء اللہ۔

--☆☆--

مکتوب (۴۳)

مصقلہ ابن ہبیرہ شیبانی کے نام

جو آپؑ کی طرف سے اردشیر خرہ کا حاکم تھا:

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی خبر ملی ہے جو اگر تم نے کیا ہے تو اپنے خدا کو ناراض کیا اور اپنے امامؑ کو بھی غضبناک کیا۔ وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس مال غنیمت کو کہ جسے ان کے نیزوں (کی انیوں)

رِمَاحُهُمْ وَ خُيُوْلُهُمْ، وَ اُرِيْقَتْ عَلَيْهِ دِمَآؤُهُمْ، فِيْمَنِ اعْتَامَكَ مِنْ اَعْرَابِ قَوْمِكَ.

فَوَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ! لَئِنْ كَانَ ذٰلِكَ حَقًّا لَّتَجِدَنَّ بِكَ عَلَیَّ هَوَانًا، وَ لَتَخِفَّنَّ عِنْدِیْ مِيْزَانًا، فَلَا تَسْتَهِنْ بِحَقِّ رَبِّكَ، وَ لَا تُصْلِحْ دُنْيَاكَ بِمَحْقِ دِيْنِكَ، فَتَكُوْنَ مِنَ الْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا.

اَلَا وَ اِنَّ حَقَّ مَنْ قِبَلَكَ وَ قِبَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِیْ قِسْمَةِ هٰذَا الْفَیْءِ سَوَآءٌ، يَرِدُوْنَ عِنْدِیْ عَلَيْهِ، وَ يَصْدُرُوْنَ عَنْهُ.

-----☆☆-----

اور گھوڑوں (کی ٹاپوں) نے جمع کیا تھا اور جس پر ان کے خون بہائے گئے تھے، تم اپنی قوم کے ان بدؤں میں بانٹ رہے ہو جو تمہارے ہوا خواہ ہیں۔

اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا ہے! اگر یہ صحیح ثابت ہوا تو تم میری نظروں میں ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا پلہ ہلکا ہو جائے گا۔ اپنے پروردگار کے حق کو سبک نہ سمجھو اور دین کو بگاڑ کر دنیا کو نہ سنوارو، ورنہ عمل کے اعتبار سے خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

دیکھو! وہ مسلمان جو میرے اور تمہارے پاس ہیں، اس مال کی تقسیم کے برابر کے حصہ دار ہیں۔ اسی اصول پر وہ اس مال کو میرے پاس لینے کیلئے آتے ہیں اور لے کر چلے جاتے ہیں۔

--☆☆--

(٤٤) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى زِيَادِ بْنِ اَبِيْهِ

وَ قَدْ بَلَغَهٗ: اَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَيْهِ يُرِيْدُ خَدِيْعَتَهٗ بِاسْتِلْحَاقِهٖ:

وَ قَدْ عَرَفْتُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ، وَ يَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ، فَاحْذَرْهُ، فَاِنَّمَا هُوَ الشَّيْطٰنُ يَاْتِی الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ، وَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ، لِيَقْتَحِمَ غَفْلَتَهٗ، وَ يَسْتَلِبَ غِرَّتَهٗ.

وَ قَدْ كَانَ مِنْ اَبِیْ سُفْيَانَ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ فَلْتَةٌ مِنْ حَدِيْثِ النَّفْسِ، وَ نَزْغَةٌ مِّنْ نَّزَغَاتِ

مکتوب (۴۴)

زیاد ابن ابیہ کے نام

جب[1] حضرتؑ کو یہ معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اپنے خاندان میں منسلک کر لینے سے اسے چکمہ دینا چاہا ہے تو آپؑ نے زیاد کو تحریر کیا:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے تمہاری طرف خط لکھ کر تمہاری عقل کو پھسلانا اور تمہاری دھار کو کند کرنا چاہا ہے۔ تم اس سے ہوشیار رہو، کیونکہ وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں جانب سے آتا ہے، تاکہ اسے غافل پا کر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کی عقل پر چھاپہ مارے۔

واقعہ یہ ہے کہ عمر (ابن خطاب) کے زمانہ میں ابوسفیان کے منہ سے بے سوچے سمجھے ایک بات نکل گئی تھی جو شیطانی وسوسوں سے ایک وسوسہ تھی، جس سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ وارث ہونے کا حق

الشَّيۡطٰنِ، لَا يَثۡبُتُ بِهَا نَسَبٌ، وَ لَا يُسۡتَحَقُّ بِهَا اِرۡثٌ، وَ الۡمُتَعَلِّقُ بِهَا كَالۡوَاغِلِ الۡمُدَفَّعِ، وَ النَّوۡطِ الۡمُذَبۡذَبِ.

فَلَمَّا قَرَاَ زِيَادٌ الۡكِتَابَ قَالَ: شَهِدَ بِهَا وَ رَبِّ الۡكَعۡبَةِ، وَ لَمۡ يَزَلۡ فِیۡ نَفۡسِهٖ حَتّٰى ادَّعَاهُ مُعَاوِيَةُ.

قَوۡلُهٗ علیہ السلام: «الۡوَاغِلِ»: هُوَ الَّذِیۡ يَهۡجُمُ عَلَى الشُّرَّبِ لِيَشۡرَبَ مَعَهُمۡ وَ لَيۡسَ مِنۡهُمۡ، فَلَا يَزَالُ مُدَفَّعًا مُّحَاجَزًا. وَ «النَّوۡطِ الۡمُذَبۡذَبِ»: هُوَ مَا يُنَاطُ بِرَحۡلِ الرَّاكِبِ، مِنۡ قَعۡبٍ اَوۡ قَدَحٍ اَوۡ مَاۤ اَشۡبَهَ ذٰلِكَ، فَهُوَ اَبَدًا يَتَقَلۡقَلُ اِذَا حَثَّ ظَهۡرَهٗ، وَ اسۡتَعۡجَلَ سَيۡرَهٗ.

-----☆☆-----

پہنچتا ہے۔ تو جو شخص اس بات کا سہارا کر بیٹھے وہ ایسا ہے جیسے بزمِ مے نوشی میں بن بلائے آنے والا کہ اسے دھکے دے کر نکال باہر کیا جاتا ہے، یا زین فرس میں لٹکے ہوئے اس پیالے کے مانند کہ جو ادھر سے ادھر تھرکتا رہتا ہے۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ زیاد نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ: ربّ کعبہ کی قسم! انہوں نے اس بات کی گواہی دے دی۔ چنانچہ یہ چیز اسکے دل میں رہی، یہاں تک کہ معاویہ نے اس کے اپنے بھائی ہونے کا ادّعا کر دیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے جو لفظ «الواغل» فرمایا ہے تو یہ اس شخص کو کہتے ہیں جو مے خواروں کی مجلس میں بن بلائے پہنچ جائے، تاکہ ان کے ساتھ پی سکے، حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے ایسا شخص ہمیشہ دھتکارا اور روکا جاتا ہے۔ اور «النوط المذبذب» لکڑی کے پیالہ یا جام یا اس سے ملتے جلتے ظرف کو کہا جاتا ہے کہ جو مسافر کے سامان سے بندھا رہتا ہے اور جب سوار سواری کو چلاتا اور تیز ہنکاتا ہے تو وہ برابر ادھر سے ادھر جنبش کھاتا رہتا ہے۔

--☆☆--

ؒ حضرت عمر نے ”زیاد“ کو یمن کی ایک مہم پر روانہ کیا۔ جب وہ اس مہم کو سر کرنے کے بعد پلٹا، تو ایک اجتماع میں (کہ جس میں امیر المومنینؑ، حضرت عمر، عمرو ابن عاص اور ابوسفیان بھی موجود تھے) ایک خطبہ دیا جس سے متاثر ہو کر عمرو نے کہا:

لِلّٰهِ هٰذَا الۡغُلَامُ لَوۡ كَانَ قَرَشِيًّا لَّسَاقَ الۡعَرَبَ بِعَصَاهُ.

اس جوان کا کیا کہنا! اگر یہ قریش میں سے ہوتا تو تمام عرب کو اپنے عصا سے ہنکالے جاتا۔

جس پر ابوسفیان نے کہا کہ یہ قریش ہی کا ایک فرد ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا باپ کون ہے۔ عمرو ابن عاص نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ کہا کہ وہ میں ہوں۔[1]

چنانچہ تاریخ اس پر متفق ہے کہ ”زیاد“ کی ماں سمیہ جو حارث ابن کلدہ کی کنیز اور عبید نامی ایک غلام کے نکاح میں تھی طائف کے محلہ ”حارۃ البغایا“ میں بدنام زندگی گزارتی تھی اور اخلاق باختہ لوگ اس کے ہاں آیا جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوسفیان بھی ابومریم سلولی

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۱۷۴۔

کے ذریعہ اس کے ہاں پہنچ گیا جس کے نتیجہ میں زیاد کی ولادت ہوئی۔ بہرحال جب عمرو نے ابوسفیان کی زبانی یہ سنا تو اس نے کہا کہ: پھر اسے ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اس نے حضرت عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ان کا ڈر ہے، ورنہ آج اسے اپنا بیٹا قرار دے لیتا۔ اگرچہ اسے یہ جرأت نہ ہوئی، مگر معاویہ کو جب اقتدار حاصل ہوا تو اس نے اس سے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کیونکہ معاویہ کو تو ایسے لوگوں کی ضرورت تھی ہی کہ جو ہوشیار و زیرک اور جوڑ توڑ کرنے میں ماہر ہوں۔ بہرصورت جب امیر المومنین علیہ السلام کو اس خط وکتابت کی اطلاع ہوئی تو آپؑ نے زیاد کو یہ خط لکھا جس میں اسے معاویہ کے ورغلانے سے خبردار کیا ہے تاکہ وہ اس کے فریب میں نہ آئے۔ مگر وہ اس کے بہکانے میں آ گیا اور معاویہ سے جا کر مل گیا اور اس نے اسے اپنا بھائی قرار دے کر نسبی اعتبار سے ملحق کر لیا۔ حالانکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

بچہ شوہر کا متصور ہوگا اور زانی کیلئے سنگساری و محرومی ہے۔[1]

☆☆☆☆☆

---

[1] بحار الانوار، ج ۱۱۰، ص ۴۰۲۔

(٤٥) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيِّ، وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلَى الْبَصْرَةِ، وَ قَدْ بَلَغَهٗ اَنَّهٗ دُعِیَ اِلٰى وَلِيْمَةِ قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِهَا، فَمَضٰى اِلَيْهَا

اَمَّا بَعْدُ! يَا ابْنَ حُنَيْفٍ! فَقَدْ بَلَغَنِیْۤ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ فِتْيَةِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ دَعَاكَ اِلٰى مَاْدُبَةٍ، فَاَسْرَعْتَ اِلَيْهَا، تُسْتَطَابُ لَكَ الْاَلْوَانُ، وَ تُنْقَلُ اِلَيْكَ الْجِفَانُ، وَ مَا ظَنَنْتُ اَنَّكَ تُجِيْبُ اِلٰى طَعَامِ قَوْمٍ عَآئِلُهُمْ مَّجْفُوٌّ، وَ غَنِيُّهُمْ مَدْعُوٌّ، فَانْظُرْ اِلٰى مَا تَقْضَمُهٗ مِنْ هٰذَا الْمَقْضَمِ، فَمَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ عِلْمُهٗ فَالْفِظْهُ، وَ مَاۤ اَيْقَنْتَ بِطِيْبِ وُجُوْهِهٖ فَنَلْ مِنْهُ.

اَلَا وَ اِنَّ لِكُلِّ مَاْمُوْمٍ اِمَامًا يَّقْتَدِیْ بِهٖ، وَ يَسْتَضِیْٓءُ بِنُوْرِ عِلْمِهٖ، اَلَا وَ اِنَّ اِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفٰى مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ، وَ مِنْ طُعْمِهٖ بِقُرْصَيْهِ، اَلَا وَ اِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَ لٰكِنْ اَعِيْنُوْنِیْ بِوَرَعٍ وَّ اجْتِهَادٍ، وَ عِفَّةٍ وَّ سَدَادٍ. فَوَاللهِ! مَا كَنَزْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ تِبْرًا، وَ لَا ادَّخَرْتُ مِنْ غَنَآئِمِهَا وَفْرًا، وَ لَاۤ اَعْدَدْتُّ لِبَالِیْ ثَوْبِیَّ طِمْرًا.

مکتوب (۴۵)

جب حضرتؑ کو یہ خبر پہنچی کہ والی بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں کے لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اس میں شریک ہوئے ہیں تو انہیں تحریر فرمایا:

اے ابن حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لئے چن چن کر لائے جا رہے تھے اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جا رہے تھے۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کر لوگے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں اور دولت مند مدعو ہوں۔ جو لقمے چباتے ہو انہیں دیکھ لیا کرو، اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اسے چھوڑ دیا کرو، اور جس کے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے، اور جس کے نور علم سے کسب ضیا کرتا ہے۔ دیکھو! تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ تمہارے بس کی یہ بات نہیں، لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیز گاری، سعی و کوشش، پاکدامنی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم! میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا، اور نہ اس کے مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں، اور نہ ان پرانے کپڑوں کے بدلہ میں (جو پہنے ہوئے ہوں) اور کوئی پرانا کپڑا میں نے مہیا کیا ہے۔

بَلٰى كَانَتْ فِيْۤ اَيْدِيْنَا فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَاۤ اَظَلَّتْهُ السَّمَآءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ، وَ سَخَتْ عَنْهَا نُفُوْسُ اٰخَرِيْنَ، وَ نِعْمَ الْحَكَمُ اللّٰهُ. وَ مَاۤ اَصْنَعُ بِفَدَكٍ وَّ غَيْرِ فَدَكٍ، وَ النَّفْسُ مَظَانُّهَا فِيْ غَدٍ جَدَثٌ، تَنْقَطِعُ فِيْ ظُلْمَتِهٖ اٰثَارُهَا، وَ تَغِيْبُ اَخْبَارُهَا، وَ حُفْرَةٌ لَّوْ زِيْدَ فِيْ فُسْحَتِهَا وَ اَوْسَعَتْ يَدَا حَافِرِهَا، لَاَضْغَطَهَا الْحَجَرُ وَ الْمَدَرُ، وَ سَدَّ فُرَجَهَا التُّرَابُ الْمُتَرَاكِمُ.

وَ اِنَّمَا هِيَ نَفْسِيْۤ اَرُوْضُهَا بِالتَّقْوٰى، لِتَاْتِيَ اٰمِنَةً يَّوْمَ الْخَوْفِ الْاَكْبَرِ، وَ تَثْبُتَ عَلٰى جَوَانِبِ الْمَزْلَقِ. وَ لَوْ شِئْتُ لَاهْتَدَيْتُ الطَّرِيْقَ اِلٰى مُصَفّٰى هٰذَا الْعَسَلِ، وَ لُبَابِ هٰذَا الْقَمْحِ، وَ نَسَآئِجِ هٰذَا الْقَزِّ، وَ لٰكِنْ هَيْهَاتَ اَنْ يَّغْلِبَنِيْ هَوَايَ، وَ يَقُوْدَنِيْ جَشَعِيْۤ اِلٰى تَخَيُّرِ الْاَطْعِمَةِ، وَ لَعَلَّ بِالْحِجَازِ اَوِ الْيَمَامَةِ مَنْ لَّا طَمَعَ لَهٗ فِي الْقُرْصِ، وَ لَا عَهْدَ لَهٗ بِالشِّبَعِ، اَوْ اَبِيْتَ مِبْطَانًا وَّ حَوْلِيْ بُطُوْنٌ غَرْثٰى، وَ اَكْبَادٌ حَرّٰى، اَوْ اَكُوْنَ كَمَا قَالَ الْقَآئِلُ:

وَ حَسْبُكَ دَآءً اَنْ تَبِيْتَ بِبِطْنَةٍ
وَ حَوْلَكَ اَكْبَادٌ تَحِنُّ اِلَى الْقِدِّ

بے شک اس آسمان کے سایہ تلے لے دے کر ایک فدک[1] ہمارے ہاتھوں میں تھا، اس پر بھی کچھ لوگوں کے منہ سے رال ٹپکی اور دوسرے فریق نے اس کے جانے کی پروا نہ کی اور بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔ بھلا میں فدک یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کو لے کر کروں ہی گا کیا؟ جبکہ نفس کی منزل کل قبر قرار پانے والی ہے کہ جس کی اندھیاریوں میں اس کے نشانات مٹ جائیں گے اور اس کی خبریں ناپید ہو جائیں گی۔ وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اس کا پھیلاؤ بڑھا بھی دیا جائے اور گورکن کے ہاتھ اسے کشادہ بھی رکھیں، جب بھی پتھر اور کنکر اس کو تنگ کر دیں گے اور مسلسل مٹی کے ڈالے جانے سے اس کی دراڑیں بند ہو جائیں گی۔

میری توجہ تو صرف اس طرف ہے کہ میں تقوائے الٰہی کے ذریعہ اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں، تا کہ اس دن کہ جب خوف حد سے بڑھ جائے گا، وہ مطمئن رہے اور پھسلنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جما رہے۔ اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کیلئے ذرائع مہیا کر سکتا تھا۔ لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنالیں اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چن لینے کی دعوت دے، جبکہ حجاز و یمامہ میں شاید ایسے لوگ ہوں جنہیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو اور انہیں پیٹ بھر کر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو۔ کیا میں شکم سیر ہو کر پڑا رہا کروں، درآنحالانکہ میرے گردوپیش بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں؟ یا میں ویسا ہو جاؤں جیسا کہنے والے نے کہا ہے کہ:

”تمہاری بیماری یہ کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر لمبی تان لو اور تمہارے گرد کچھ ایسے جگر ہوں جو سوکھے چمڑے کو ترس رہے ہوں“؟

اَ اَقْنَعُ مِنْ نَّفْسِیْ بِاَنْ یُّقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَاۤ اُشَارِكُهُمْ فِیْ مَكَارِهِ الدَّهْرِ؟ اَوْ اَكُوْنَ اُسْوَةً لَّهُمْ فِیْ جُشُوْبَةِ الْعَیْشِ؟ فَمَا خُلِقْتُ لِیَشْغَلَنِیْۤ اَكْلُ الطَّیِّبٰتِ كَالْبَهِیْمَةِ الْمَرْبُوْطَةِ هَمُّهَا عَلَفُهَا، اَوِ الْمُرْسَلَةِ شُغُلُهَا تَقَمُّمُهَا، تَكْتَرِشُ مِنْ اَعْلَافِهَا، وَ تَلْهُوْ عَمَّا یُرَادُ بِهَا، اَوْ اُتْرَكَ سُدًى، اَوْ اُهْمَلَ عَابِثًا، اَوْ اَجُرَّ حَبْلَ الضَّلَالَةِ، اَوْ اَعْتَسِفَ طَرِیْقَ الْمَتَاهَةِ.

کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیر المومنینؑ کہا جاتا ہے مگر میں زمانہ کی سختیوں میں مومنوں کا شریک و ہمدم اور زندگی کی بدمزگیوں میں ان کیلئے نمونہ نہ بنوں؟ میں اس لئے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں، اس بندھے ہوئے چوپایہ کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر رہتی ہے، یا اس کھلے ہوئے جانور کی طرح جس کا کام منہ مارنا ہوتا ہے۔ وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اس سے مقصد پیشِ نظر ہوتا ہے اس سے غافل رہتا ہے۔ کیا میں بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہوں یا بیکار کھلے بندوں رہا کر دیا گیا ہوں کہ گمراہی کی رسیوں کو کھینچتا رہوں اور بھٹکنے کی جگہوں میں منہ اٹھائے پھرتا رہوں؟۔

وَ كَاَنِّیْ بِقَآئِلِكُمْ یَقُوْلُ: اِذَا كَانَ هٰذَا قُوْتَ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ، فَقَدْ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ عَنْ قِتَالِ الْاَقْرَانِ، وَ مُنَازَلَةِ الشُّجْعَانِ. اَلَا وَ اِنَّ الشَّجَرَةَ الْبَرِّیَّةَ اَصْلَبُ عُوْدًا، وَ الرَّوَآئِعَ الْخَضِرَةَ اَرَقُّ جُلُوْدًا، وَ النَّبَاتَاتِ الْبَدَوِیَّةَ اَقْوٰی وُقُوْدًا، وَ اَبْطَاُ خُمُوْدًا.

میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا کہ: جب ابن ابی طالبؑ کی خوراک یہ ہے تو ضعف و ناتوانائی نے اسے حریفوں سے بھڑنے اور دلیروں سے ٹکرانے سے بٹھا دیا ہو گا۔ مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی لکڑی مضبوط ہوتی ہے اور تر و تازہ پیڑوں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے، اور صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دیر میں بجھتا ہے۔

وَ اَنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ كَالصِّنْوِ مِنَ الصِّنْوِ، وَ الذِّرَاعِ مِنَ الْعَضُدِ، وَ اللّٰهِ! لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰی قِتَالِیْ لَمَا وَلَّیْتُ عَنْهَا، وَ لَوْ اَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِّقَابِهَا لَسَارَعْتُ اِلَیْهَا، وَ سَاَجْهَدُ فِیْۤ اَنْ اُطَهِّرَ الْاَرْضَ مِنْ هٰذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوْسِ، وَ الْجِسْمِ الْمَرْكُوْسِ، حَتّٰی تَخْرُجَ الْمَدَرَةُ مِنْۢ بَیْنِ حَبِّ الْحَصِیْدِ.

مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ خدا کی قسم! اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا، اور موقع پاتے ہی ان کی گردنیں دبوچ لینے کیلئے لپک کر آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس الٹی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے (معاویہ) سے زمین کو پاک کر دوں، تاکہ کھلیان کے دانوں سے کنکر نکل جائے۔

اِلَيْكِ عَنِّیْ يَا دُنْيَا! فَحَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ، قَدِ انْسَلَلْتُ مِنْ مَّخَالِبِكِ، وَ اَفْلَتُّ مِنْ حَبَآئِلِكِ، وَ اجْتَنَبْتُ الذَّهَابَ فِیْ مَدَاحِضِكِ، اَيْنَ الْقُرُوْنُ الَّذِيْنَ غَرَرْتِهِمْ بِمَدَاعِبِكِ؟ اَيْنَ الْاُمَمُ الَّذِيْنَ فَتَنْتِهِمْ بِزَخَارِفِكِ، هٰهُمْ رَهَآئِنُ الْقُبُوْرِ، وَ مَضَامِيْنُ اللُّحُوْدِ.

اے دنیا! میرا پیچھا چھوڑ دے، تیری باگ ڈور تیرے کاندھے پر ہے۔ میں تیرے پنجوں سے نکل چکا ہوں، تیرے پھندوں سے باہر ہو چکا ہوں اور تیری پھسلنے کی جگہوں میں بڑھنے سے قدم روک رکھے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں تو نے کھیل تفریح کی باتوں سے چکمے دیئے؟ کدھر ہیں وہ جماعتیں جنہیں تو نے اپنی آرائشوں سے ورغلائے رکھا؟ وہ تو قبروں میں جکڑے ہوئے اور خاکِ لحد میں دُبکے پڑے ہیں۔

وَ اللّٰهِ! لَوْ كُنْتِ شَخْصًا مَرْئِيًّا وَّ قَالَبًا حِسِّيًّا، لَاَقَمْتُ عَلَيْكِ حُدُوْدَ اللّٰهِ فِیْ عِبَادٍ غَرَرْتِهِمْ بِالْاَمَانِیِّ، وَ اُمَمٍ اَلْقَيْتِهِمْ فِی الْمَهَاوِیْ، وَ مُلُوْكٍ اَسْلَمْتِهِمْ اِلَى التَّلَفِ، وَ اَوْرَدْتِهِمْ مَوَارِدَ الْبَلَآءِ، اِذْ لَا وِرْدَ وَ لَا صَدَرَ.

اگر تو دکھائی دینے والا مجسمہ اور سامنے آنے والا ڈھانچہ ہوتی تو بخدا! میں تجھ پر اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں جاری کرتا کہ تو نے بندوں کو امیدیں دلا دلا کر بہکایا، قوموں کی قوموں کو (ہلاکت کے) گڑھوں میں لا پھینکا اور تاجداروں کو تباہیوں کے حوالے کر دیا اور سختیوں کے گھاٹ پر لا اتارا، جن پر اس کے بعد نہ سیراب ہونے کیلئے اترا جائے گا اور نہ سیراب ہو کر پلٹا جائے گا۔

هَيْهَاتَ مَنْ وَّطِئَ دَحْضَكِ زَلِقَ، وَ مَنْ رَّكِبَ لُجَجَكِ غَرِقَ، وَ مَنِ ازْوَرَّ عَنْ حَبَآئِلِكِ وُفِّقَ، وَ السَّالِمُ مِنْكِ لَا يُبَالِیْ اِنْ ضَاقَ بِهٖ مُنَاخُهٗ، وَ الدُّنْيَا عِنْدَهٗ كَيَوْمٍ حَانَ انْسِلَاخُهٗ.

پناہ بخدا! جو تیری پھسلن پر قدم رکھے گا وہ ضرور پھسلے گا، جو تیری موجوں پر سوار ہو گا وہ ضرور ڈوبے گا اور جو تیرے پھندوں سے بچ کر رہے گا وہ توفیق سے ہمکنار ہو گا۔ تجھ سے دامن چھڑا لینے والا پروا نہیں کرتا، اگرچہ دنیا کی وسعتیں اس کیلئے تنگ ہو جائیں۔ اس کے نزدیک تو دنیا ایک دن کے برابر ہے کہ جو ختم ہوا چاہتا ہے۔

اُعْزُبِیْ عَنِّیْ، فَوَاللّٰهِ! لَاۤ اَذِلُّ لَكِ فَتَسْتَذِلِّيْنِیْ، وَ لَاۤ اَسْلَسُ لَكِ فَتَقُوْدِيْنِیْ، وَ ايْمُ اللّٰهِ! ـ يَمِيْنًا اَسْتَثْنِیْ فِيْهَا بِمَشِيَّٓةِ اللّٰهِ ـ لَاَرُوْضَنَّ نَفْسِیْ رِيَاضَةً تَهَشُّ مَعَهَا اِلَى الْقُرْصِ، اِذَا قَدَرَتْ عَلَيْهِ مَطْعُوْمًا، وَ تَقْنَعُ بِالْمِلْحِ مَاْدُوْمًا، وَ لَاَدَعَنَّ

مجھ سے دور ہو! (خدا کی قسم) میں تیرے قابو میں آنے والا نہیں کہ تو مجھے ذلتوں میں جھونک دے اور نہ میں تیرے سامنے اپنی باگ ڈھیلی چھوڑنے والا ہوں کہ تو مجھے ہنکا لے جائے۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں، ایسی قسم جس میں اللہ کی مشیت کے علاوہ کسی چیز کا استثناء نہیں کرتا کہ میں اپنے نفس کو ایسا سدھاؤں گا کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے ملنے پر خوش ہو جائے، اور اس کے ساتھ صرف نمک پر قناعت کر لے،

مُقْلَتِیْ كَعَیْنِ مَآءٍ نَّضَبَ مَعِیْنُهَا، مُسْتَفْرَغَةً دُمُوْعُهَا.

اور اپنی آنکھوں کا سوتا اس طرح خالی کر دوں گا جس طرح وہ چشمہ آب جس کا پانی تہ نشین ہو چکا ہو۔

اَ تَمْتَلِئُ السَّآئِمَةُ مِنْ رِّعْیِهَا فَتَبْرُكَ، وَ تَشْبَعُ الرَّبِیْضَةُ مِنْ عُشْبِهَا فَتَرْبِضَ، وَ یَاْكُلُ عَلِیٌّ مِّنْ زَادِهٖ فَیَهْجَعَ؟ قَرَّتْ اِذًا عَیْنُهٗ اِذَا اقْتَدٰی بَعْدَ السِّنِیْنَ الْمُتَطَاوِلَةِ، بِالْبَهِیْمَةِ الْهَامِلَةِ، وَ السَّآئِمَةِ الْمَرْعِیَّةِ.

کیا جس طرح بکریاں پیٹ بھر لینے کے بعد سینہ کے بل بیٹھ جاتی ہیں اور سیر ہو کر اپنے باڑے میں گھس جاتی ہیں اسی طرح علیؑ بھی اپنے پاس کا کھانا کھالے اور بس سو جائے؟ اس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں اگر وہ زندگی کے طویل سال گزارنے کے بعد کھلے ہوئے چوپاؤں اور چرنے والے جانوروں کی پیروی کرنے لگے۔

طُوْبٰی لِنَفْسٍ اَدَّتْ اِلٰی رَبِّهَا فَرْضَهَا، وَ عَرَكَتْ بِجَنْۢبِهَا بُؤْسَهَا، وَ هَجَرَتْ فِی اللَّیْلِ غُمْضَهَا، حَتّٰۤی اِذَا غَلَبَ الْكَرٰی عَلَیْهَا افْتَرَشَتْ اَرْضَهَا، وَ تَوَسَّدَتْ كَفَّهَا، فِیْ مَعْشَرٍ اَسْهَرَ عُیُوْنَهُمْ خَوْفُ مَعَادِهِمْ، وَ تَجَافَتْ عَنْ مَّضَاجِعِهِمْ جُنُوْبُهُمْ، وَ هَمْهَمَتْ بِذِكْرِ رَبِّهِمْ شِفَاهُهُمْ، وَ تَقَشَّعَتْ بِطُوْلِ اسْتِغْفَارِهِمْ ذُنُوْبُهُمْ، ﴿اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠﴾.

خوشا نصیب! اس شخص کے کہ جس نے اللہ کے فرائض کو پورا کیا، سختی اور مصیبت میں صبر کئے پڑا رہا، راتوں کو اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا، اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو ہاتھ کو تکیہ بنا کر ان لوگوں کے ساتھ فرشِ خاک پر پڑا رہا، کہ جن کی آنکھیں خوفِ حشر سے بیدار، پہلو بچھونوں سے الگ اور ہونٹ یادِ خدا میں زمزمہ سنج رہتے ہیں، اور کثرتِ استغفار سے جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں۔ "یہی اللہ کا گروہ ہے اور بیشک اللہ کا گروہ ہی کامران ہونے والا ہے"۔

فَاتَّقِ اللّٰهَ یَا ابْنَ حُنَیْفٍ! وَ لْتَكْفُفْكَ اَقْرَاصُكَ لِیَكُوْنَ مِنَ النَّارِ خَلَاصُكَ.

اے ابن حنیف! اللہ سے ڈرو اور اپنی ہی روٹیوں پر قناعت کرو، تاکہ جہنم کی آگ سے چھٹکارا پاسکو۔

--☆☆--

۱؎ "فدک" مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب مقام تھا جو یہودیوں کی ملکیت تھا اور انہی سے سنہ ۷ ھ میں یہ علاقہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو صلح کے طور پر حاصل ہوا۔ اس مصالحت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب انہیں فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کی طاقت کا صحیح صحیح اندازہ ہوا تو ان کے جنگجویانہ حوصلے پست ہو گئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کچھ یہودیوں کو پناہ طلب کرنے پر چھوڑ دیا ہے، انہوں نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پیغام صلح بھیج کر خواہش کی کہ ان سے فدک کا علاقہ لے لیا جائے اور ان کی سرزمین کو جنگ کی آماجگاہ نہ بنایا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے انہیں امان دے دی اور یہ علاقہ آپؐ کی خصوصی ملکیت قرار پا گیا، جس میں کسی اور کا

دخل نہ تھا اور نہ ہوسکتا تھا۔ کیونکہ دوسرے مسلمانوں کا انہی اموال میں حصہ ہوتا ہے کہ جنہیں جہاد کے نتیجہ میں بطور غنیمت انہوں نے حاصل کیا ہو، اور جو مال بغیر فوج کشی کے حاصل ہوا ہو وہ مال ''فَے'' کہلاتا ہے جو صرف پیغمبر ﷺ کا حق ہوتا ہے جس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط﴾

جو مال اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ان لوگوں سے بغیر جنگ کے دلوایا کہ جس کیلئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، (اس میں تمہارا کوئی حق نہیں)، بلکہ اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا کرتا ہے۔[1]

اور اس بارے میں کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ ''فدک'' فوج کشی کے بغیر حاصل ہوا، اس لئے یہ آنحضرت ﷺ کی ذاتی جائیداد تھی جس میں کسی دوسرے کا استحقاق نہیں تھا۔ چنانچہ مؤرخ طبری تحریر کرتے ہیں:

وَ كَانَتْ فَدَكُ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، لِاَنَّهُمْ لَمْ يَجْلِبُوْا عَلَيْهَا بِخَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ.

فدک رسول اللہ ﷺ سے مخصوص تھا، کیونکہ اس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ (طبری، ج ۲، ص ۳۰۳)

اور امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَ كَانَتْ فَدَكُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَاصَّةً، لِاَنَّهٗ لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهَا بِخَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ.

فدک رسول اللہ ﷺ کی خصوصی ملکیت تھا۔ کیونکہ اس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ (فتوح البلدان، ص ۳۷)

اور یہ بھی مسلم حیثیت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں یہ علاقہ جناب سیدہ کو بطور ہبہ عطا کر دیا تھا۔ چنانچہ ملا علی متقی تحریر کرتے ہیں کہ:

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾[2] قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: يَا فَاطِمَةُ! لَكِ فَدَكُ.

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جب آیہ ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ نازل ہوا تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ:

''اے فاطمہؑ! فدک تمہارا حصہ ہے''۔ (کنز العمال، ج ۲، ص ۱۰۸)

جب حضرت ابو بکر برسر اقتدار آئے تو انہوں نے حکومت کی بعض مصلحتوں کے پیش نظر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو بے دخل کر دیا اور فدک ان کے قبضہ سے نکال لیا۔ چنانچہ ابن حجر تحریر کرتے ہیں:

---

[1] سورہ حشر، آیت ۶۔

[2] سورہ بنی اسرائیل، آیت ۲۶۔

اِنَّ اَبَا بَکْرٍ انْتَزَعَ مِنْ فَاطِمَۃَ فَدَكَ.

ابوبکر نے جناب فاطمہ علیہا السلام کے ہاتھ سے فدک چھین لیا۔ (صواعق محرقہ ص ۳۲)

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور حضرت ابوبکر سے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا کہ: تم نے فدک پر قبضہ کرلیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں مجھے ہبہ فرما چکے تھے۔ جس پر ابوبکر نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے ہبہ کے گواہ طلب کئے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام اور اُمّ ایمن نے ان کے حق میں گواہی دی۔ مگر حضرت ابوبکر کے نزدیک یہ شہادت قابل تسلیم نہیں سمجھی گئی اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دعویٰ کو غلط بیانی پر محمول کرتے ہوئے خارج کر دیا گیا۔ چنانچہ امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں:

قَالَتْ فَاطِمَۃُ لِاَبِیْ بَکْرٍ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ جَعَلَ لِیْ فَدَكَ فَاَعْطِنِیْ اِیَّاهَا، وَ شَهِدَ لَهَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ، فَسَئَلَهَا شَاهِدًا اٰخَرَ، فَشَهِدَتْ لَهَا اُمُّ اَیْمَنَ، فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتِ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ! اَنَّهٗ لَا تَجُوْزُ اِلَّا شَهَادَۃُ رَجُلَیْنِ اَوْ رَجُلٍ وَّ امْرَاَتَیْنِ.

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ابوبکر سے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک مجھے دیا تھا، لہٰذا وہ میرے حوالے کرو اور امیر المومنین علیہ السلام نے ان کے حق میں گواہی دی۔ حضرت ابوبکر نے دوسرے گواہ کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ دوسری گواہی اُمّ ایمن نے دی، جس پر ابوبکر نے کہا: اے دختر رسولؐ! تم جانتی ہو کہ گواہی کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونا چاہئیں۔ (فتوح البلدان، ص ۳۸)

ان شواہد کے بعد اس میں قطعاً گنجائش انکار نہیں رہتی کہ ''فدک'' پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص ملکیت تھا اور انہوں نے اپنی زندگی میں جناب سیدہؑ کو قبضہ دلا کر ہبہ کی تکمیل کر دی تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر نے اس کا قبضہ چھین کر آپؑ کو بے دخل کر دیا اور اسی سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام اور اُمّ ایمن کی گواہی اس وجہ سے مسترد کر دی کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے نصاب شہادت مکمل نہیں ہوتا۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فدک پر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا قبضہ مسلّم ہے، جیسا کہ حضرتؑ نے بھی اس مکتوب میں: «بَلٰی کَانَتْ فِیْۤ اَیْدِیْنَا فَدَكٌ» سے اس کی صراحت کی ہے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ان کے دعویٰ پر ثبوت طلب کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں، جبکہ بارِ ثبوت اس کے ذمہ نہیں ہوتا جس کا قبضہ ہو، بلکہ جو اس کے خلاف دعویٰ کرے ثبوت کا بہم پہنچانا بھی اس کے ذمہ ہوتا ہے، کیونکہ قبضہ خود ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر پر یہ امر عائد ہوتا تھا کہ وہ اپنے تصرف کے جواز پر کوئی ثبوت پیش کرتے اور درصورتیکہ وہ اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہ لا سکے، جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کا قبضہ ان کی صحیح ملکیت کا ثبوت ہوگا اور اس صورت میں ان سے کسی اور ثبوت اور مشاہدہ کا مطالبہ کرنا بنیادی طور پر غلط ہوگا۔

حیرت اس پر ہوتی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے سامنے اسی نوعیت کے اور قضایا پیش ہوتے ہیں تو وہ محض دعویٰ کی بنا پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیتے ہیں۔ نہ اس سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے اور نہ گواہوں کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری تحریر کرتے ہیں:

عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَوْ قَدْ جَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا ثَلَاثًا، فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰٓى اَبِيْ بَكْرٍ اَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى: مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ دَيْنٌ اَوْ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنِيْ، قَالَ جَابِرٌ: فَجِئْتُ اَبَا بَكْرٍ فَاَخْبَرْتُهٗ: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَوْ جَآءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَ هٰكَذَا ثَلَاثًا، قَالَ فَاَعْطَانِيْ.

جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا دوں گا، مگر وفاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک وہ مال نہ آیا، اور جب ابو بکر کے زمانہ میں آیا تو وہ ان کے پاس گئے اور ابو بکر نے اعلان کرایا کہ جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرض ہو یا انہوں نے کسی سے وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان سے واقعہ بیان کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کا مال آنے پر مجھے اتنا اور اتنا دینے کا وعدہ کیا تھا جس پر انہوں نے عطا کر دیا۔ (صحیح بخاری، ج ۲، جزو ۷ ۲ص ۱۹۰)

اسی حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا ہے:

وَ فِيْهِ قَبُوْلُ خَبَرِ الْوَاحِدِ الْعَدْلِ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَ لَوْ جَرَّ ذٰلِكَ نَفْعًا لِّنَفْسِهٖ، لِاَنَّ اَبَا بَكْرٍ لَّمْ يَلْتَمِسْ مِنْ جَابِرٍ شَاهِدًا عَلٰى صِحَّةِ دَعْوَاهُ.

یہ خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ میں سے ایک عادل کی بھی خبر قبول کی جاسکتی ہے، اگرچہ وہ خود اسی کے فائدے کیلئے کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ابو بکر نے جابر سے ان کے دعویٰ کی صحت پر کوئی گواہ طلب نہیں کیا۔[1]

اگر حسن ظن پر بنا کرتے ہوئے بغیر کسی شاہد اور بینہ کے جابر کو مال دے دینا جائز تھا تو اسی حسن ظن کی بنا پر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دعویٰ کی تصدیق کرنے میں کیا چیز مانع تھی، جبکہ جابر کے متعلق یہ خوش اعتمادی ہو سکتی ہے کہ وہ غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے متعلق یہ خوش اعتمادی کیوں نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک قطعہ زمین کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا نہیں باندھ سکتیں:

اوّلاً تو آپؑ کی مسلمہ صداقت و دیانت ہی اس کیلئے کافی تھی کہ آپؑ کو ان کے دعویٰ میں سچا سمجھا جاتا، چہ جائیکہ حضرت علی علیہ السلام اور اُمّ ایمن کی گواہی بھی ان کے حق میں موجود ہو، اور یہ کہنا کہ ان دو گواہیوں سے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے حق میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا، کیونکہ قرآن نے شہادت کا اصول یہ مقرر کیا ہے کہ:

﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ﴾

اپنے مردوں میں سے دو کی گواہی لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔[2]

---

[1] فتح الباری، ج ۴، ص ۴۷۵۔

[2] سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۲۔

اگر یہ اصول ہمہ گیر اور عام تھا تو ہر موقع پر اس کا لحاظ ہونا چاہیے تھا، حالانکہ بعض موارد پر اس کی پابندی نظر نہیں آتی۔ چنانچہ جب ایک اعرابی نے ناقہ کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھگڑا کیا، تو خزیمہ ابن ثابت نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں گواہی دی اور اس ایک گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا گیا، کیونکہ جن کے حق میں یہ گواہی تھی ان کی دیانت وصداقت میں کوئی شبہ نہ تھا، اس لئے نہ آیہ شہادت کے عموم میں کچھ رخنہ پڑا اور نہ اسے آئین شہادت کے خلاف سمجھا گیا۔ تو اگر یہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے پیش نظر ان کے حق میں ایک گواہی کافی سمجھی گئی تو کیا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی اخلاقی عظمت وراست گفتاری کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام و اُمّ ایمن کی گواہی کو ان کے حق میں کافی نہیں سمجھا جا سکتا تھا؟

اس کے علاوہ اس آیت میں حصر نہیں کیا گیا کہ ان دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت اثبات مدّعا کیلئے نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری علیہ الرحمہ نے ''احقاق الحق''، باب المطاعن میں تحریر کیا ہے:

> معترض کا یہ کہنا کہ اُمّ ایمن کی گواہی سے نصاب شہادت نامکمل رہتا ہے، یہ اس بنا پر غلط ہے کہ بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک گواہ اور حلف سے بھی حکم لگانا جائز ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا حکم منسوخ قرار پائے، کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے حکم لگایا جا سکتا ہے اور ان کی گواہی سند وحجت ہے۔ مگر اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اگر شہادت کے علاوہ کوئی اور دلیل ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہے اور نہ اس کی بنا پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ اس کا مفہوم (لازمی معنی) یہی نکلتا ہے۔ لیکن (ہر مورد میں) مفہوم حجت نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس مفہوم کو برطرف کیا جا سکتا ہے، جبکہ حدیث میں اس مفہوم کے خلاف صراحت موجود ہے اور مفہوم کو برطرف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت منسوخ ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ آیت میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی میں اختیار دیا گیا ہے اور اگر از روئے حدیث ان دو شقوں میں ایک شق کا اور اضافہ ہو جائے اور وہ یہ کہ ایک گواہی اور قسم سے بھی فیصلہ ہو سکتا ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ قرآنی آیت کا حکم منسوخ ہو جائے۔

بہر حال اس جواب سے یہ امر واضح ہے کہ مدّعی اپنے دعویٰ کے اثبات کیلئے اس کا محتاج نہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پیش کرے، بلکہ اگر ایک شاہد کے ساتھ حلف اٹھائے تو اسے اس کے دعویٰ میں سچا سمجھتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ملا علی متقی تحریر کرتے ہیں:

> اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَ عُثْمَانَ كَانُوْا يَقْضُوْنَ بِشَهَادَةِ الْوَاحِدِ وَ يَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ.
>
> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکر، عمر اور عثمان ایک گواہی اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا کرتے تھے۔ (کنز العمال، ج ۴، ص ۶)

جب ایک گواہ اور قسم پر فیصلے ہوتے رہتے تھے تو اگر حضرت ابو بکر کی نظر میں نصابِ شہادت نامکمل تھا تو وہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے قسم لے لیتے اور ان کے حق میں فیصلہ کر دیتے۔ مگر یہاں تو مقصد ہی یہ تھا کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی صداقت کو مجروح کیا جائے تا کہ آئندہ کسی منزل پر ان

کی تصدیق کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

بہر صورت جب اس طرح جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا دعویٰ مسترد کر دیا گیا اور فدک کو ہبۂ رسولؐ نہ سمجھا گیا تو آپؑ نے میراث کی رو سے اس کا مطالبہ کیا کہ اگر تم یہ نہیں مانتے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ہبہ کیا تھا تو اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ فدک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخصوص ملکیت تھا اور میں ان کی تنہا وارث ہوں۔ چنانچہ عبد الکریم شہرستانی تحریر کرتے ہیں:

وَ دَعْوٰی فَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ وِرَاثَۃً تَارَۃً، وَ تَمْلِیْکًا اُخْرٰی، حَتّٰی دُفِعَتْ عَنْ ذٰلِکَ بِالرِّوَایَۃِ الْمَشْھُوْرَۃِ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَآءِ لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ.

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ایک دفعہ وراثت کی رو سے دعویٰ کیا اور ایک دفعہ ملکیت کی رو سے، مگر آپؑ کو اس سے محروم کر دیا گیا اس مشہور روایت کی وجہ سے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ: ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، بلکہ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (کتاب الملل والنحل، ص ۹)

اس قول کا جسے حدیثِ رسولؐ کہہ کر پیش کیا گیا حضرت ابو بکر کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا اور نہ صحابہ میں سے کسی اور نے اسے سنا تھا۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تحریر کیا ہے کہ:

اِخْتَلَفُوْا فِیْ مِیْرَاثِہٖ فَمَا وَجَدُوْا عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْ ذٰلِکَ عِلْمًا، فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ: اِنَّا مَعْشَرَ الْاَنْبِیَآءِ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کی میراث کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا اور کسی کے پاس اس کے متعلق کوئی اطلاع نہ تھی۔ البتہ ابو بکر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، بلکہ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۵۴)

عقل یہ تسلیم کرنے سے انکاری ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان افراد کو جو آپؐ کے وارث سمجھے جا سکتے تھے، یہ تک نہ بتائیں کہ وہ وارث نہیں ہوں گے اور ایک اجنبی کو کہ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وراثت سے دور کا بھی لگاؤ نہ تھا یہ بتا جائیں کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہے۔ پھر یہ روایت اس وقت منظر عام پر لائی جاتی ہے کہ جب فدک کا مقدمہ آپ کی عدالت میں دائر ہو چکا تھا اور وہ خود اس میں ایک فریق مخالف کی حیثیت رکھتے تھے، تو ایسی صورت میں ان کا اپنی تائید میں ایسی روایت پیش کرنا جو صرف انہی سے سنی گئی ہو، کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو بکر کی جلالت قدر کے پیش نظر اس روایت پر اعتماد کرنا چاہیے تو اگر ان کی عظمت و منزلت کی بنا پر اس روایت پر وثوق کیا جا سکتا ہے تو کیا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی دیانت و راست بازی کے پیش نظر ان کے دعوائے ہبہ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا؟ جبکہ امیر المومنین علیہ السلام اور اُمّ ایمن کی شہادت بھی ان کے حق میں ہو اور اگر اس سلسلہ میں مزید شہادت کی ضرورت محسوس کی گئی تو اس روایت کیلئے بھی شہادت طلب کی جا سکتی ہے، جبکہ یہ روایت قرآن کے عمومی حکم وراثت کے بھی مخالف ہے اور ایسی روایت جو روایۃً کمزور اور

درایۃً مقدوح و مجروح ہو، قرآن کے عموی حکم وراثت کی مخصص کیونکر قرار پاسکتی ہے، جبکہ قرآن میں انبیاء علیہم السلام کی وراثت کا صراحتاً تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ﴾

سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔[1]

دوسرے موقع پر جناب زکریا علیہ السلام کی زبانی ارشاد ہے:

﴿وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَاۗءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ڰ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۝﴾

میں اپنے بعد اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہوں۔ اس لئے کہ میری بیوی بے اولاد ہے۔ (اے اللہ!) تو مجھ کو اپنی طرف سے ایک ولی عطا فرما جو میرا اور اولاد یعقوبؑ کا وارث ہو اور اے اللہ! تو اسے پسندیدہ قرار دے۔[2]

ان آیات میں ورثہ سے مال ہی کا ورثہ مراد ہے اور اسے معنی مجازی پر محمول کرتے ہوئے علم و نبوت کا ورثہ مراد لینا نہ صرف بعید بلکہ واقعیت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ علم و نبوت ورثہ میں ملنے والی چیزیں نہیں ہیں اور نہ ان میں بطور ورثہ منتقل ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اگر یہ ورثہ میں منتقل ہوا کرتیں تو پھر تمام انبیاء علیہم السلام کی اولاد کو نبی ہونا چاہیے تھا۔ اس تفریق کے کوئی معنی نہیں کہ بعض انبیاء علیہم السلام کی اولاد کو ورثہ نبوت ملے اور بعض کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ حیرت ہے کے نبوت کے بطور ورثہ منتقل ہونے کا نظریہ ان لوگوں کی طرف سے پیش ہوتا ہے جو ہمیشہ سے شیعوں پر یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ انہوں نے امامت و خلافت کو ایک موروثی چیز قرار دے کر اسے ایک ہی خاندان میں منحصر کر دیا ہے، تو کیا یہاں ورثہ نبوت مراد لینے سے نبوت ایک موروثی چیز بن کر نہ رہ جائے گی۔

اگر حضرت ابو بکر کی نظر میں اس حدیث کی رو سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی وارث نہیں ہوسکتا تھا تو اس وقت یہ حدیث کہاں تھی کہ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حق وراثت تسلیم کرتے ہوئے دستاویز تحریر کر دی تھی۔ چنانچہ صاحب سیرت حلبیہ، سبط ابن جوزی سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ فَاطِمَةَ جَآءَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَّ هُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَتْ: يَآ اَبَا بَكْرٍ! اَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اَنْ تَرِثَ ابْنَتَكَ وَ لَآ اَرِثُ اَبِيْ، فَاسْتَعْبَرَ اَبُوْ بَكْرٍ بَاكِيًا، ثُمَّ نَزَلَ فَكَتَبَ لَهَا بِفَدَكٍ، وَ دَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ: كِتَابٌ كَتَبْتُهٗ لِفَاطِمَةَ مِيْرَاثَهَا مِنْ اَبِيْهَا، قَالَ: فَمَاذَا تُنْفِقُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ قَدْ حَارَبَتْكَ الْعَرَبُ كَمَا تَرٰى، ثُمَّ اَخَذَ عُمَرُ الْكِتَابَ فَشَقَّهٗ.

حضرت ابو بکر منبر پر تھے کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا تشریف لائیں اور فرمایا کہ: قرآن میں یہ تو ہو کہ تمہاری بیٹی تمہاری وارث بنے اور میں اپنے باپ کا ورثہ نہ پاؤں۔ اس پر حضرت ابو بکر رونے لگے اور منبر سے نیچے اتر آئے اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو

---

[1] سورۂ نمل، آیت ۱۶۔

[2] سورۂ مریم، آیت ۶۔

دستاویز لکھ دی۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا کہ: میں نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کیلئے میراث کا نوشتہ لکھ دیا ہے کہ جو انہیں ان کے باپ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ: پھر مسلمانوں پر کیا صرف کرو گے، جبکہ عرب تم سے جنگ کیلئے آمادہ ہیں۔ اور یہ کہہ کر حضرت عمر نے وہ تحریر چاک کر ڈالی۔ (سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۴۰۰)

اس طرز عمل کو دیکھنے کے بعد ہر صاحب بصیرت بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ روایت خود ساختہ اور غلط ہے اور صرف فدک پر تصرف حاصل کرنے کیلئے گڑھ لی گئی تھی۔ چنانچہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس طرح اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا کہ حضرت ابوبکر و عمر کے بارے میں وصیت فرما دی کہ یہ دونوں ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی اس ناراضگی کو جذبات پر محمول کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو کم کرنا کسی صحیح جذبہ کی بنا پر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ ناراضگی جذبات کے ماتحت ہوتی تو امیر المومنین علیہ السلام حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی اس بے محل ناراضگی کو روکتے، مگر کوئی تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس ناراضگی کو بے محل سمجھا ہو۔ اور پھر آپؑ کی ناراضگی ذاتی رنجش اور جذبات کے نتیجہ میں ہو کیسے سکتی تھی، جبکہ ان کی خوشنودی و ناخشنودی عین منشائے الٰہی کے مطابق ہوتی تھی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس کا شاہد ہے:

يَا فَاطِمَةُ! اِنَّ اللهَ يَغْضِبُ لِغَضَبِكِ وَ يَرْضٰى لِرِضَاكِ۔

اے فاطمہؑ! اللہ تمہارے غضب سے غضبناک اور تمہاری خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے۔[1]

☆☆☆☆☆

[1] الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۵۰۷۔

(٤٦) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى بَعْضِ عُمَّالِهٖ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّكَ مِمَّنْ اَسْتَظْهِرُ بِهٖ عَلٰى اِقَامَةِ الدِّيْنِ، وَ اَقْمَعُ بِهٖ نَخْوَةَ الْاَثِيْمِ، وَ اَسُدُّ بِهٖ لَهَاةَ الثَّغْرِ الْمَخُوْفِ، فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلٰى مَاۤ اَهَمَّكَ، وَ اخْلِطِ الشِّدَّةَ بِضِغْثٍ مِّنَ اللِّيْنِ، وَ ارْفُقْ مَا كَانَ الرِّفْقُ اَرْفَقَ، وَ اعْتَزِمْ بِالشِّدَّةِ حِيْنَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ اِلَّا الشِّدَّةُ، وَ اخْفِضْ لِلرَّعِيَّةِ جَنَاحَكَ، وَ ابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَ اَلِنْ لَّهُمْ جَانِبَكَ، وَ اٰسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَ النَّظْرَةِ، وَ الْاِشَارَةِ وَ التَّحِيَّةِ، حَتّٰى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَآءُ فِیْ حَيْفِكَ، وَ لَا يَيْاَسَ الضُّعَفَآءُ مِنْ عَدْلِكَ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۴۶)

ایک عامل کے نام

تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دین کے قیام میں مدد لیتا ہوں، اور گنہگاروں کی نخوت توڑتا ہوں، اور خطرناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ پیش آنے والی مہمات میں اللہ سے مدد مانگو۔ (رعیت کے بارے میں) سختی کے ساتھ کچھ نرمی کی آمیزش کئے رہو۔ جہاں تک نرمی مناسب ہو نرمی برتو اور جب سختی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو سختی کرو۔ رعیت سے خوش خلقی اور کشادہ روئی سے پیش آؤ۔ ان سے اپنا رویہ نرم رکھو اور کنکھیوں اور نظر بھر کر دیکھنے اور اشارہ اور سلام کرنے میں برابری کرو، تاکہ بڑے لوگ تم سے بے راہ روی کی توقع نہ رکھیں اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہوں۔ والسلام۔

--☆☆--

(٤٧) وَمِنْ وَّصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِلْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَّعَنَهُ اللّٰهُ:

اُوْصِيْكُمَا بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَ اَنْ لَّا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَ اِنْ بَغَتْكُمَا، وَ لَا تَاْسَفَا عَلٰى شَیْءٍ مِّنْهَا زُوِیَ عَنْكُمَا، وَ قُوْلَا بِالْحَقِّ، وَ اعْمَلَا لِلْاَجْرِ، وَ كُوْنَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَّ لِلْمَظْلُوْمِ عَوْنًا.

اُوْصِيْكُمَا وَ جَمِيْعَ وَلَدِیْ وَ اَهْلِیْ وَ مَنْ بَلَغَهٗ كِتَابِیْ، بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ نَظْمِ اَمْرِكُمْ، وَ

وصیت (۴۷)

جب آپ علیہ السلام کو ابن ملجم لعنہ اللہ ضربت لگا چکا تو آپؑ نے حسن اور حسین علیہما السلام سے فرمایا:

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہشمند نہ ہونا اگرچہ وہ تمہارے پیچھے لگے، اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے۔ جو کہنا حق کیلئے کہنا اور جو کرنا ثواب کیلئے کرنا۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔

میں تم کو، اپنی تمام اولاد کو، اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، اپنے معاملات

صَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ جَدَّكُمَا ﷺ يَقُوْلُ: « صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ اَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ ».

وَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْاَيْتَامِ، فَلَا تُغِبُّوْا اَفْوَاهَهُمْ، وَ لَا يَضِيْعُوْا بِحَضْرَتِكُمْ.

وَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ جِيْرَانِكُمْ، فَاِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ، مَا زَالَ يُوْصِیْ بِهِمْ حَتّٰی ظَنَنَّآ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهُمْ.

وَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْقُرْاٰنِ، لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهٖ غَيْرُكُمْ.

وَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِی الصَّلٰوةِ، فَاِنَّهَا عَمُوْدُ دِيْنِكُمْ.

وَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ بَيْتِ رَبِّكُمْ، لَا تُخْلُوْهُ مَا بَقِيْتُمْ، فَاِنَّهٗٓ اِنْ تُرِكَ لَمْ تُنَاظَرُوْا.

وَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِی الْجِهَادِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَ اَلْسِنَتِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

وَ عَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَ التَّبَاذُلِ وَ اِيَّاكُمْ وَ التَّدَابُرَ وَ التَّقَاطُعَ.

لَا تَتْرُكُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَيُوَلّٰی عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ، ثُمَّ

درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا، کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: « آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے »۔

(دیکھو!) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، ان کے کام و دہن کیلئے فاقہ کی نوبت نہ آئے، اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔

اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برابر ہدایت کی ہے اور آپؐ اس حد تک ان کیلئے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپؐ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔

قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔

نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا، کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔

اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔ اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا، کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔

جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا۔

اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا۔ اور خبردار! ایک دوسرے کی طرف سے پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا، ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ پھر دُعا مانگو گے تو قبول

تَدۡعُوۡنَ فَلَا يُسۡتَجَابُ لَكُمۡ.

يَا بَنِيۡ عَبۡدِ الۡمُطَّلِبِ! لَاۤ اُلۡفِيَنَّكُمۡ تَخُوۡضُوۡنَ دِمَآءَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ خَوۡضًا، تَقُوۡلُوۡنَ قُتِلَ اَمِيۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ، اَلَا لَا تَقۡتُلُنَّ بِيۡۤ اِلَّا قَاتِلِيۡ، اُنۡظُرُوۡا اِذَاۤ اَنَا مُتُّ مِنۡ ضَرۡبَتِهٖ هٰذِهٖ، فَاضۡرِبُوۡهُ ضَرۡبَةً بِضَرۡبَةٍ، وَ لَا يُمَثَّلُ بِالرَّجُلِ، فَاِنِّيۡ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوۡلُ: «اِيَّاكُمۡ وَ الۡمُثۡلَةَ وَ لَوۡ بِالۡكَلۡبِ الۡعَقُوۡرِ».

نہیں ہوگی۔

(پھر ارشاد فرمایا:) اے عبد المطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیر المومنین علیہ السلام قتل ہو گئے، امیر المومنین علیہ السلام قتل ہو گئے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔ دیکھو! میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے۔ اور دیکھو! جب میں اس ضرب سے مر جاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: «خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگرچہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو»۔

--☆☆--

(٤٨) وَمِنۡ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ

وَ اِنَّ الۡبَغۡيَ وَ الزُّوۡرَ يُذِيۡعَانِ بِالۡمَرۡءِ فِيۡ دِيۡنِهٖ وَ دُنۡيَاهُ، وَ يُبۡدِيَانِ خَلَلَهٗ عِنۡدَ مَنۡ يَّعِيۡبُهٗ، وَ قَدۡ عَلِمۡتَ اَنَّكَ غَيۡرُ مُدۡرِكٍ مَّا قُضِيَ فَوَاتُهٗ، وَ قَدۡ رَامَ اَقۡوَامٌ اَمۡرًا بِغَيۡرِ الۡحَقِّ، فَتَاَوَّلُوۡا عَلَى اللّٰهِ فَاَكۡذَبَهُمۡ، فَاحۡذَرۡ يَوۡمًا يَّغۡتَبِطُ فِيۡهِ مَنۡ اَحۡمَدَ عَاقِبَةَ عَمَلِهٖ، وَ يَنۡدَمُ مَنۡ اَمۡكَنَ الشَّيۡطٰنَ مِنۡ قِيَادِهٖ فَلَمۡ يُجَاذِبۡهُ.

وَ قَدۡ دَعَوۡتَنَا اِلٰى حُكۡمِ الۡقُرۡاٰنِ وَ لَسۡتَ مِنۡ اَهۡلِهٖ وَ لَسۡنَاۤ اِيَّاكَ اَجَبۡنَا، وَ لٰكِنَّاۤ اَجَبۡنَا الۡقُرۡاٰنَ فِيۡ حُكۡمِهٖ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۴۸)

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام

یاد رکھو! سرکشی اور دروغ گوئی انسان کو دین و دنیا میں رسوا کر دیتی ہے اور نکتہ چینی کرنے والے کے سامنے اس کی خامیاں کھول دیتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ جس چیز کا ہاتھ سے جانا ہی طے ہے، اسے تم پا نہیں سکتے۔ بہت سے لوگوں نے بغیر کسی حق کے کسی مقصد کو چاہا اور منشاء الٰہی کے خلاف تاویلیں کرنے لگے تو اللہ نے انہیں جھٹلا دیا۔ لہٰذا تم بھی اس دن سے ڈرو جس میں وہی شخص خوش ہوگا جس نے اپنے اعمال کے نتیجہ کو بہتر بنالیا ہو، اور وہ شخص نادم و شرمسار ہوگا جس نے اپنی باگ ڈور شیطان کو تھما دی، اور اس کے ہاتھ سے اسے نہ چھیننا چاہا۔

اور تم نے ہمیں قرآن کے فیصلہ کی طرف دعوت دی حالانکہ تم قرآن کے اہل نہیں تھے، تو ہم نے تمہاری آواز پر لبیک نہیں کہی، بلکہ قرآن کے حکم پر لبیک کہی۔ والسلام۔

--☆☆--

(۴۹) وَمِنْ کِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِلٰی مُعَاوِیَةَ اَیْضًا

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الدُّنْیَا مَشْغَلَةٌ عَنْ غَیْرِهَا، وَ لَمْ یُصِبْ صَاحِبُهَا مِنْهَا شَیْئًا، اِلَّا فَتَحَتْ لَهٗ حِرْصًا عَلَیْهَا وَ لَهَجًا بِهَا، وَ لَنْ یَّسْتَغْنِیَ صَاحِبُهَا بِمَا نَالَ فِیْهَا عَمَّا لَمْ یَبْلُغْهُ مِنْهَا، وَ مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ فِرَاقُ مَا جَمَعَ، وَ نَقْضُ مَاۤ اَبْرَمَ، وَ لَوِ اعْتَبَرْتَ بِمَا مَضٰی حَفِظْتَ مَا بَقِیَ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۴۹)

معاویہ کے نام

دنیا آخرت سے روگرداں کر دینے والی ہے، اور جب دنیا دار اس سے کچھ تھوڑا بہت پا لیتا ہے تو وہ اس کیلئے اپنی حرص و شیفتگی کے دروازے کھول دیتی ہے، اور یہ نہیں ہوتا کہ اب جتنی دولت مل گئی اس پر اکتفا کرے، اور جو ہاتھ نہیں آیا اس سے بے نیاز رہے۔ حالانکہ نتیجہ میں جو کچھ جمع کیا ہے اس سے جدائی اور جو کچھ بندوبست کیا ہے اس کی شکست لازمی ہے۔ اور اگر تم گزشتہ حالات سے عبرت حاصل کرو تو باقی عمر کی حفاظت کر سکو گے۔ والسلام۔

--☆☆--

(۵۰) وَمِنْ کِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤی اُمَرَآئِهٖ عَلَی الْجُیُوْشِ

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِیٍّ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰۤی اَصْحَابِ الْمَسَالِحِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ حَقًّا عَلَی الْوَالِیْ اَنْ لَّا یُغَیِّرَهٗ عَلٰی رَعِیَّتِهٖ فَضْلٌ نَّالَهٗ، وَ لَا طَوْلٌ خُصَّ بِهٖ، وَ اَنْ یَّزِیْدَهٗ مَا قَسَمَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ نِعَمِهٖ، دُنُوًّا مِّنْ عِبَادِهٖ، وَ عَطْفًا عَلٰۤی اِخْوَانِهٖ.

اَلَا وَ اِنَّ لَكُمْ عِنْدِیْۤ اَنْ لَّاۤ اَحْتَجِزَ دُوْنَكُمْ سِرًّا اِلَّا فِیْ حَرْبٍ، وَ لَاۤ اَطْوِیَ دُوْنَكُمْ اَمْرًا اِلَّا فِیْ حُكْمٍ، وَ لَاۤ اُؤَخِّرَ لَكُمْ حَقًّا عَنْ مَّحَلِّهٖ، وَ لَاۤ اَقِفَ بِهٖ دُوْنَ مَقْطَعِهٖ،

مکتوب (۵۰)

سرداران لشکر کے نام

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کا خط چھاؤنیوں کے سالاروں کی طرف:

حاکم پر فرض ہے کہ جس برتری کو اس نے پایا ہے اور جس فارغ البالی کی منزل پر پہنچا ہے، وہ اس کے رویہ میں جور عایا کے ساتھ ہے تبدیلی پیدا نہ کرے، بلکہ اللہ نے جو نعمت اس کے نصیب میں کی ہے وہ اسے بندگانِ خدا سے نزدیکی اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی میں اضافہ ہی کا باعث ہو۔

ہاں! مجھ پر تمہارا یہ بھی حق ہے کہ جنگ کی حالت کے علاوہ کوئی راز تم سے پردہ میں نہ رکھوں، اور حکم شرعی کے سوا دوسرے امور میں تمہاری رائے مشورہ سے پہلوتہی نہ کروں، اور تمہارے کسی حق کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کروں، اور اسے انجام تک پہنچائے بغیر دم نہ لوں،

وَ اَنْ تَكُوْنُوْا عِنْدِیْ فِی الْحَقِّ سَوَآءً.

فَاِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ، وَجَبَتْ لِلّٰهِ عَلَيْكُمُ النِّعْمَةُ وَ لِیْ عَلَيْكُمُ الطَّاعَةُ، وَ اَنْ لَّا تَنْكُصُوْا عَنْ دَعْوَةٍ، وَ لَا تُفَرِّطُوْا فِیْ صَلَاحٍ، وَ اَنْ تَخُوْضُوا الْغَمَرَاتِ اِلَى الْحَقِّ.

فَاِنْ اَنْتُمْ لَمْ تَسْتَقِيْمُوْا لِیْ عَلٰى ذٰلِكَ، لَمْ يَكُنْ اَحَدٌ اَهْوَنَ عَلَیَّ مِمَّنِ اعْوَجَّ مِنْكُمْ، ثُمَّ اُعْظِمُ لَهُ الْعُقُوْبَةَ، وَ لَا يَجِدُ فِيْهَا عِنْدِیْ رُخْصَةً، فَخُذُوْا هٰذَا مِنْ اُمَرَآئِكُمْ، وَ اَعْطُوْهُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ مَا يُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ اَمْرَكُمْ، وَالسَّلَامُ.

اور یہ کہ حق میں تم میرے نزدیک سب برابر سمجھے جاؤ۔

جب میرا برتاؤ یہ ہو تو تم پر اللہ کے احسان کا شکر لازم ہے اور میری اطاعت بھی، اور یہ کہ کسی پکار پر قدم پیچھے نہ ہٹاؤ، اور نیک کاموں میں کوتاہی نہ کرو، اور حق تک پہنچنے کیلئے سختیوں کا مقابلہ کرو۔

اور اگر تم اس رویہ پر برقرار نہ رہو تو پھر تم میں سے بے راہ ہو جانے والوں سے زیادہ کوئی میری نظر میں ذلیل نہ ہوگا۔ پھر اسے سزا بھی دوں گا اور وہ اس بارے میں مجھ سے کوئی رعایت نہ پائے گا۔ تم اپنے (ماتحت) سرداروں سے یہی عہد و پیمان لو اور اپنی طرف سے بھی ایسے حقوق کی پیشکش کرو کہ جس سے اللہ تمہارے معاملات کو سلجھا دے۔ والسلام۔

-----☆☆-----

(۵۱) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى عُمَّالِهٖ عَلَى الْخَرَاجِ

مکتوب (۵۱)

خراج کے تحصیلداروں کے نام

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰۤى اَصْحَابِ الْخَرَاجِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ مَنْ لَّمْ يَحْذَرْ مَا هُوَ صَآئِرٌ اِلَيْهِ، لَمْ يُقَدِّمْ لِنَفْسِهٖ مَا يُحْرِزُهَا.

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ مَا كُلِّفْتُمْ يَسِيْرٌ، وَ اَنَّ ثَوَابَهٗ كَثِيْرٌ، وَ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْمَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ وَ الْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُّخَافُ، لَكَانَ فِیْ ثَوَابِ اجْتِنَابِهٖ مَا لَا عُذْرَ فِیْ تَرْكِ طَلَبِهٖ.

فَاَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ اَنْفُسِكُمْ وَ اصْبِرُوْا لِحَوَآئِجِهِمْ، فَاِنَّكُمْ خُزَّانُ

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کا خط خراج وصول کرنے والوں کی طرف:

جو شخص اپنے انجامِ کار سے خائف نہیں ہوتا وہ اپنے نفس کے بچاؤ کیلئے کوئی سروسامان فراہم نہیں کر سکتا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو فرائض تم پر عائد کئے گئے ہیں، وہ کم ہیں اور ان کا ثواب زیادہ ہے۔ خدا نے ظلم و سرکشی سے جو روکا ہے اس پر سزا کا خوف نہ بھی ہوتا جب بھی اس سے بچنے کا ثواب ایسا ہے کہ اس کی طلب سے بے نیاز ہونے میں کوئی عذر نہیں کیا جا سکتا۔

لوگوں سے عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرو اور ان کی خواہشوں پر صبر و تحمل سے کام لو۔ اس لئے کہ تم رعیت کے

الرَّعِيَّةِ، وَ وُكَلَآءُ الْاُمَّةِ، وَ سُفَرَآءُ الْاَئِمَّةِ، وَ لَا تَحْسِمُوْۤا اَحَدًا عَنْ حَاجَتِهٖ، وَ لَا تَحْبِسُوْهُ عَنْ طَلِبَتِهٖ.

وَ لَا تَبِيْعُنَّ لِلنَّاسِ فِی الْخَرَاجِ كِسْوَةَ شِتَآءٍ وَّ لَا صَيْفٍ، وَ لَا دَابَّةً يَّعْتَمِلُوْنَ عَلَيْهَا وَ لَا عَبْدًا، وَ لَا تَضْرِبُنَّ اَحَدًا سَوْطًا لِّمَكَانِ دِرْهَمٍ، وَ لَا تَمَسُّنَّ مَالَ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ، مُصَلٍّ وَّ لَا مُعَاهَدٍ، اِلَّاۤ اَنْ تَجِدُوْا فَرَسًا، اَوْ سِلَاحًا يُّعْدٰى بِهٖ عَلٰۤى اَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَاِنَّهٗ لَا يَنْۢبَغِیْ لِلْمُسْلِمِ اَنْ يَّدَعَ ذٰلِكَ فِیْۤ اَيْدِیْ اَعْدَآءِ الْاِسْلَامِ فَيَكُوْنَ شَوْكَةً عَلَيْهِ.

وَ لَا تَدَّخِرُوْۤا اَنْفُسَكُمْ نَصِيْحَةً، وَ لَا الْجُنْدَ حُسْنَ سِيْرَةٍ، وَ لَا الرَّعِيَّةَ مَعُوْنَةً، وَ لَا دِيْنَ اللهِ قُوَّةً، وَ اَبْلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللهِ مَا اسْتَوْجَبَ عَلَيْكُمْ، فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ قَدِ اصْطَنَعَ عِنْدَنَا وَ عِنْدَكُمْ اَنْ نَّشْكُرَهٗ بِجُهْدِنَا، وَ اَنْ نَّنْصُرَهٗ بِمَا بَلَغَتْ قُوَّتُنَا، وَ ﴿لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ﴾.

-----☆☆-----

(۵۲) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤى اُمَرَآءِ الْبِلَادِ فِیْ مَعْنَى الصَّلٰوةِ

اَمَّا بَعْدُ! فَصَلُّوْا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتّٰى تَفِیْٓءَ الشَّمْسُ مِثْلَ مَرْبَضِ الْعَنْزِ.

وَ صَلُّوْا بِهِمُ الْعَصْرَ، وَ الشَّمْسُ بَيْضَآءُ

خزینہ دار، اُمت کے نمائندے اور اقتدار اعلیٰ کے فرستادہ ہو۔ کسی سے اس کی ضروریات کو قطع نہ کرو، اور اس کے مقصد میں روڑے نہ اٹکاؤ۔

اور لوگوں سے خراج وصول کرنے کیلئے ان کے جاڑے یا گرمی کے کپڑوں اور مویشیوں کو جن سے وہ کام لیتے ہوں اور ان کے غلاموں کو فروخت نہ کرو، اور کسی کو پیسہ کی خاطر کوڑے نہ لگاؤ، اور کسی مسلمان یا ذِمّی کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ مگر یہ کہ اس کے پاس گھوڑا یا ہتھیار ہو کہ جو اہل اسلام کے خلاف استعمال ہونے والا ہو۔ اس لئے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ کسی مسلمان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس کو دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میں رہنے دے کہ جو مسلمانوں پر غلبہ کا سبب بن جائے۔

اور اپنوں کی خیر خواہی، فوج سے نیک برتاؤ، رعیت کی امداد اور دین خدا کو مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ اللہ کی راہ میں جو تمہارا فرض ہے اسے سر انجام دو، کیونکہ اللہ سبحانہ نے اپنے احسانات کے بدلہ میں ہم سے اور تم سے یہ چاہا ہے کہ ہم مقدور بھر اس کا شکر اور طاقت بھر اس کی نصرت کریں، اور ہماری قوت و طاقت بھی تو خدا ہی کی طرف سے ہے۔

--☆☆--

مکتوب (۵۲)

نماز کے بارے میں مختلف شہروں کے حکمرانوں کے نام

ظہر کی نماز پڑھاؤ اس وقت تک کہ سورج اتنا جھک جائے کہ بکریوں کے باڑے کی دیوار کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔

اور عصر کی نماز اس وقت تک پڑھا دینا چاہیے کہ سورج ابھی روشن

حَيَّةٌ فِيْ عُضْوٍ مِّنَ النَّهَارِ حِيْنَ يُسَارُ فِيْهَا فَرْسَخَانِ.

وَ صَلُّوْا بِهِمُ الْمَغْرِبَ حِيْنَ يُفْطِرُ الصَّآئِمُ ،وَيَدْفَعُ الْحَاجُّ.

وَ صَلُّوْا بِهِمُ الْعِشَآءَ حِيْنَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ.

وَ صَلُّوْا بِهِمُ الْغَدَاةَ وَ الرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهٖ.

وَ صَلُّوْا بِهِمْ صَلٰوةَ اَضْعَفِهِمْ، وَ لَا تَكُوْنُوْا فَتَّانِيْنَ.

-----☆☆-----

(۵۳) وَمِنْ عَهْدٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَتَبَهٗ لِلْاَشْتَرِ النَّخَعِيِّ لَمَّا وَلَّاهُ عَلٰى مِصْرَ وَ اَعْمَالِهَا حِيْنَ اضْطَرَبَ اَمْرُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَ هُوَ اَطْوَلُ عَهْدٍ وَّ اَجْمَعُ كُتُبِهٖ لِلْمَحَاسِنِ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هٰذَا مَآ اَمَرَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيٌّ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ، مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْاَشْتَرَ، فِيْ عَهْدِهٖ اِلَيْهِ حِيْنَ وَلَّاهُ مِصْرَ: جِبَايَةَ خَرَاجِهَا، وَ جِهَادَ عَدُوِّهَا، وَ اسْتِصْلَاحَ اَهْلِهَا، وَ عِمَارَةَ بِلَادِهَا.

اَمَرَهٗ بِتَقْوَى اللّٰهِ، وَ اِيْثَارِ طَاعَتِهٖ وَ اتِّبَاعِ مَآ اَمَرَ بِهٖ فِيْ كِتَابِهٖ: مِنْ فَرَآئِضِهٖ وَ

اور زندہ ہو اور دن ابھی اتنا باقی ہو کہ چھ میل کی مسافت طے کی جا سکے۔

اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور حاجی عرفات سے واپس جاتے ہیں۔

اور عشاء کی نماز مغرب کی سرخی غائب ہونے سے رات کے ایک تہائی حصہ تک پڑھا دو۔

اور صبح کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب آدمی اپنے ہمراہی کا چہرہ پہچان لے۔

اور نماز اتنی مختصر پڑھاؤ جو ان میں کے سب سے کمزور آدمی پر بھی بار نہ ہو اور لوگوں کیلئے صبر آزمانہ بن جاؤ۔

--☆☆--

عہد نامہ (۵۳)

اس دستاویز کو (مالک) اشتر نخعی رحمہ اللہ کیلئے تحریر فرمایا جبکہ محمد ابن ابی بکر کے حالات کے بگڑ جانے پر انہیں مصر اور اس کے اطراف کی حکومت سپرد کی۔ یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المومنین علیہ السلام کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے:[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ہے وہ فرمان جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیر المومنین علیہ السلام نے مالک ابن حارث اشتر کو جب مصر کا انہیں والی بنایا، تاکہ وہ خراج جمع کریں، دشمنوں سے لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کریں:

انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، ان کا اتباع

سُنَنِهٖ، الَّتِیْ لَا یَسْعَدُ اَحَدٌ اِلَّا بِاتِّبَاعِهَا، وَ لَا یَشْقٰۤی اِلَّا مَعَ جُحُوْدِهَا وَ اِضَاعَتِهَا، وَ اَنْ یَّنْصُرَ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بِقَلْبِهٖ وَ یَدِهٖ وَ لِسَانِهٖ، فَاِنَّهٗ جَلَّ اسْمُهٗ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَّصَرَهٗ، وَ اِعْزَازِ مَنْ اَعَزَّهٗ.

وَ اَمَرَهٗۤ اَنْ یَّكْسِرَ نَفْسَهٗ مِنَ الشَّهَوَاتِ، وَ یَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ، فَاِنَّ النَّفْسَ اَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ اللّٰهُ.

ثُمَّ اعْلَمْ یَا مَالِكُ! اَنِّیْ قَدْ وَجَّهْتُكَ اِلٰی بِلَادٍ قَدْ جَرَتْ عَلَیْهَا دُوَلٌ قَبْلَكَ مِنْ عَدْلٍ وَّ جَوْرٍ، وَ اَنَّ النَّاسَ یَنْظُرُوْنَ مِنْ اُمُوْرِكَ فِیْ مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِیْهِ مِنْ اُمُوْرِ الْوُلَاةِ قَبْلَكَ، وَ یَقُوْلُوْنَ فِیْكَ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْهِمْ.

وَ اِنَّمَا یُسْتَدَلُّ عَلَی الصّٰلِحِیْنَ بِمَا یُجْرِی اللّٰهُ لَهُمْ عَلٰۤی اَلْسُنِ عِبَادِهٖ، فَلْیَكُنْ اَحَبَّ الذَّخَآئِرِ اِلَیْكَ ذَخِیْرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ، فَامْلِكْ هَوَاكَ، وَ شُحَّ بِنَفْسِكَ عَمَّا لَا یَحِلُّ لَكَ، فَاِنَّ الشُّحَّ بِالنَّفْسِ الْاِنْصَافُ مِنْهَا فِیْمَاۤ اَحَبَّتْ اَوْ كَرِهَتْ.

وَ اَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِیَّةِ وَ الْمَحَبَّةَ لَهُمْ وَ اللُّطْفَ بِهِمْ، وَ لَا تَكُوْنَنَّ عَلَیْهِمْ

کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ اپنے دل، اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمہ لیا ہے کہ جو اس کی نصرت کرے گا، وہ اس کی مدد کرے گا اور جو اس کی حمایت کیلئے کھڑا ہوگا، وہ اسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔

اس کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اس کی منہ زوریوں کے وقت اسے روکیں، کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے، مگر یہ کہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو۔

اے مالک! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں ان علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عادل اور ظالم کئی حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمہارے طرز عمل کو اسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو، اور تمہارے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو تم ان حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔

یہ یاد رکھو! کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اسی نیک نامی سے جو انہیں بندگانِ الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے۔ لہٰذا ہر ذخیرے سے زیادہ پسند تمہیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہیے۔ تم اپنی خواہشوں پر قابو رکھو اور جو مشاغل تمہارے لئے حلال نہیں ہیں، ان میں صرف کرنے سے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرو، کیونکہ نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا ہے۔ چاہے وہ خود اسے پسند کرے یا ناپسند۔

رعایا کیلئے اپنے دل کے اندر رحم و رافت اور لطف و محبت کو جگہ دو۔ ان کیلئے پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ کہ انہیں نگل جانا غنیمت سمجھتے

سَبُعًا ضَارِيًا تَغْتَنِمُ اَكْلَهُمْ، فَاِنَّهُمْ صِنْفَانِ: اِمَّا اَخٌ لَّكَ فِي الدِّيْنِ وَ اِمَّا نَظِيْرٌ لَّكَ فِي الْخَلْقِ، يَفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ، وَ تَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ، وَ يُؤْتٰى عَلٰٓى اَيْدِيْهِمْ فِي الْعَمْدِ وَ الْخَطَاِ، فَاَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَ صَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِيْ تُحِبُّ اَنْ يُّعْطِيَكَ اللّٰهُ مِنْ عَفْوِهٖ وَ صَفْحِهٖ، فَاِنَّكَ فَوْقَهُمْ، وَ وَالِي الْاَمْرِ عَلَيْكَ فَوْقَكَ، وَ اللّٰهُ فَوْقَ مَنْ وَّلَّاكَ، وَ قَدِ اسْتَكْفَاكَ اَمْرَهُمْ، وَ ابْتَلَاكَ بِهِمْ.

ہو۔ اس لئے کہ رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں: ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوقِ خدا۔ ان سے لغزشیں بھی ہوں گی، خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا اور ان کے ہاتھوں سے جان بوجھ کر یا بھولے چوکے سے غلطیاں بھی ہوں گی۔ تم ان سے اسی طرح عفو و درگزر سے کام لینا جس طرح اللہ سے اپنے لئے عفو و درگزر کو پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ تم ان پر حاکم ہو، اور تمہارے اوپر تمہارا امام حاکم ہے، اور جس (امام) نے تمہیں والی بنایا ہے اس کے اوپر اللہ ہے، اور اس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے اور ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے۔

وَ لَا تَنْصِبَنَّ نَفْسَكَ لِحَرْبِ اللّٰهِ، فَاِنَّهٗ لَا يَدَيْ لَكَ بِنِقْمَتِهٖ، وَ لَا غِنٰى بِكَ عَنْ عَفْوِهٖ وَ رَحْمَتِهٖ، وَ لَا تَنْدَمَنَّ عَلٰى عَفْوٍ، وَ لَا تَبْجَحَنَّ بِعُقُوْبَةٍ، وَ لَا تُسْرِعَنَّ اِلٰى بَادِرَةٍ وَّجَدْتَ مِنْهَا مَنْدُوْحَةً.

اور دیکھو، خبردار! اللہ سے مقابلہ کیلئے نہ اترنا۔ اس لئے کہ اس کے غضب کے سامنے تم بے بس ہو اور اس کے عفو و رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ تمہیں کسی کو معاف کر دینے پر پچھتانا اور سزا دینے پر اترانا نہ چاہیے۔ غصہ میں جلد بازی سے کام نہ لو، جبکہ اس کے ٹال دینے کی گنجائش ہو۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ اِنِّيْ مُؤَمَّرٌ اٰمُرُ فَاُطَاعُ، فَاِنَّ ذٰلِكَ اِدْغَالٌ فِي الْقَلْبِ، وَ مَنْهَكَةٌ لِّلدِّيْنِ، وَ تَقَرُّبٌ مِّنَ الْغِيَرِ. وَ اِذَا اَحْدَثَ لَكَ مَا اَنْتَ فِيْهِ مِنْ سُلْطَانِكَ اُبَّهَةً اَوْ مَخِيْلَةً، فَانْظُرْ اِلٰى عِظَمِ مُلْكِ اللّٰهِ فَوْقَكَ، وَقُدْرَتِهٖ مِنْكَ عَلٰى مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ نَفْسِكَ، فَاِنَّ ذٰلِكَ يُطَامِنُ اِلَيْكَ مِنْ طِمَاحِكَ، وَ يَكُفُّ عَنْكَ مِنْ غَرْبِكَ، وَ يَفِيْٓءُ اِلَيْكَ بِمَا عَزَبَ عَنْكَ مِنْ عَقْلِكَ.

کبھی یہ نہ کہنا کہ میں حاکم بنایا گیا ہوں، لہٰذا میرے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ دل میں فساد پیدا کرنے، دین کو کمزور بنانے اور بربادیوں کو قریب لانے کا سبب ہے۔ اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں تمکنت یا غرور پیدا ہو تو اپنے سے بالاتر اللہ کے ملک کی عظمت کو دیکھو، اور خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے آپ پر نہیں رکھتے۔ یہ چیز تمہاری رعونت و سرکشی کو دبا دے گی، اور تمہاری طغیانی کو روک دے گی، اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی۔

اِيَّاكَ وَ مُسَامَاةَ اللّٰهِ فِيْ عَظَمَتِهٖ، وَ التَّشَبُّهَ

خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اس کی عظمت میں نہ ٹکراؤ اور اس کی

بِهٖ فِیْ جَبَرُوْتِهٖ، فَاِنَّ اللّٰهَ یُذِلُّ كُلَّ جَبَّارٍ، وَ یُهِیْنُ كُلَّ مُخْتَالٍ.

اَنْصِفِ اللّٰهَ وَ اَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ، وَ مِنْ خَاصَّةِ اَهْلِكَ، وَ مَنْ لَّكَ فِیْهِ هَوًی مِّنْ رَّعِیَّتِكَ، فَاِنَّكَ اِلَّا تَفْعَلْ تَظْلِمْ، وَ مَنْ ظَلَمَ عِبَادَ اللّٰهِ كَانَ اللّٰهُ خَصْمَهٗ دُوْنَ عِبَادِهٖ، وَ مَنْ خَاصَمَهُ اللّٰهُ اَدْحَضَ حُجَّتَهٗ وَ كَانَ لِلّٰهِ حَرْبًا، حَتّٰی یَنْزِعَ وَ یَتُوْبَ، وَ لَیْسَ شَیْءٌ اَدْعٰی اِلٰی تَغْیِیْرِ نِعْمَةِ اللّٰهِ وَ تَعْجِیْلِ نِقْمَتِهٖ مِنْ اِقَامَةٍ عَلٰی ظُلْمٍ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ دَعْوَةَ الْمُضْطَهَدِیْنَ وَ هُوَ لِلظّٰلِمِیْنَ بِالْمِرْصَادِ.

وَ لْیَكُنْ اَحَبُّ الْاُمُوْرِ اِلَیْكَ اَوْسَطَهَا فِی الْحَقِّ، وَ اَعَمَّهَا فِی الْعَدْلِ، وَ اَجْمَعَهَا لِرِضَی الرَّعِیَّةِ، فَاِنَّ سُخْطَ الْعَامَّةِ یُجْحِفُ بِرِضَی الْخَاصَّةِ، وَ اِنَّ سُخْطَ الْخَاصَّةِ یُغْتَفَرُ مَعَ رِضَی الْعَامَّةِ.

وَ لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَ الرَّعِیَّةِ اَثْقَلَ عَلَی الْوَالِیْ مَؤٗنَةً فِی الرَّخَآءِ، وَ اَقَلَّ مَعُوْنَةً لَّهٗ فِی الْبَلَآءِ، وَ اَكْرَهَ لِلْاِنْصَافِ، وَ اَسْئَلَ بِالْاِلْحَافِ، وَ اَقَلَّ شُكْرًا عِنْدَ الْاِعْطَآءِ، وَ اَبْطَاَ عُذْرًا عِنْدَ الْمَنْعِ، وَ اَضْعَفَ صَبْرًا عِنْدَ مُلِمَّاتِ الدَّهْرِ، مِنْ اَهْلِ الْخَاصَّةِ، وَ اِنَّمَا

شانِ جبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ اللہ ہر جبار و سرکش کو نیچا دکھاتا ہے اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے۔

اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں سے اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں حقوق اللہ اور حقوق الناس کے متعلق بھی انصاف کرنا۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو گے، اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو بندوں کی بجائے اللہ اس کا حریف و دشمن بن جاتا ہے، اور جس کا وہ حریف و دشمن ہو اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا، اور وہ اللہ سے برسر پیکار رہے گا، یہاں تک کے باز آئے اور توبہ کر لے۔ اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی اور اس کی عقوبتوں کو جلد بلا وا دینے والی، کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے، کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کیلئے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہیے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو، کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے، اور خواص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظر انداز کی جا سکتی ہے۔

اور یہ یاد رکھو! کہ رعیت میں خواص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوشحالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا، مصیبت کے وقت امداد سے کترا جانے والا، انصاف پر ناک بھوں چڑھانے والا، طلب و سوال کے موقعہ پر پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا، عطا و بخشش پر کم شکر گزار ہونے والا، محروم کر دیئے جانے پر بمشکل عذر سننے والا اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو۔ اور دین کا

عِمَادُ الدِّيْنِ وَ جِمَاعُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْعُدَّةُ لِلْاَعْدَآءِ، الْعَامَّةُ مِنَ الْاُمَّةِ، فَلْيَكُنْ صَغْوُكَ لَهُمْ وَ مَيْلُكَ مَعَهُمْ.

وَ لْيَكُنْ اَبْعَدُ رَعِيَّتِكَ مِنْكَ وَ اَشْنَؤُهُمْ عِنْدَكَ اَطْلَبُهُمْ لِمَعَآئِبِ النَّاسِ، فَاِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوْبًا، الْوَالِيْ اَحَقُّ مَنْ سَتَرَهَا، فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا، فَاِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيْرُ مَا ظَهَرَ لَكَ، وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ عَلٰى مَا غَابَ عَنْكَ، فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ، يَسْتُرِ اللّٰهُ مِنْكَ مَا تُحِبُّ سَتْرَهٗ مِنْ رَّعِيَّتِكَ.

اَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ كُلِّ حِقْدٍ، وَ اقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وِتْرٍ، وَ تَغَابَ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَصِحُّ لَكَ، وَ لَا تَعْجَلَنَّ اِلٰى تَصْدِيْقِ سَاعٍ، فَاِنَّ السَّاعِيَ غَاشٌّ وَّ اِنْ تَشَبَّهَ بِالنّٰصِحِيْنَ.

وَ لَا تُدْخِلَنَّ فِيْ مَشُوْرَتِكَ بَخِيْلًا يَّعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ، وَ يَعِدُكَ الْفَقْرَ، وَ لَا جَبَانًا يُّضْعِفُكَ عَنِ الْاُمُوْرِ، وَ لَا حَرِيْصًا يُّزَيِّنُ لَكَ الشَّرَهَ بِالْجَوْرِ، فَاِنَّ الْبُخْلَ وَ الْجُبْنَ وَ الْحِرْصَ غَرَآئِزُ شَتّٰى يَجْمَعُهَا سُوْٓءُ الظَّنِّ بِاللّٰهِ.

اِنَّ شَرَّ وُزَرَآئِكَ مَنْ كَانَ لِلْاَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزِيْرًا، وَ مَنْ شَرِكَهُمْ فِي الْاٰثَامِ، فَلَا

مضبوط سہارا، مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلہ میں سامانِ دفاع یہی اُمت کے عوام ہوتے ہیں، لہٰذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا رخ انہی کی جانب ہونا چاہیے۔

اور تمہاری رعایا میں تم سے سب سے زیادہ دور اور سب سے زیادہ تمہیں ناپسند وہ ہونا چاہیے جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو، کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں، حاکم کیلئے انتہائی شایان یہ ہے کہ ان پر پردہ ڈالے۔ لہٰذا جو عیب تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں انہیں نہ اچھالنا، کیونکہ تمہارا کام انہی عیبوں کو مٹانا ہے کہ جو تمہارے اوپر ظاہر ہوں اور جو چھپے ڈھکے ہوں ان کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ اس لئے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ، تاکہ اللہ بھی تمہارے ان عیوب کی پردہ پوشی کرے جنہیں تم رعیت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔

لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو، اور دشمنی کی ہر رسی کاٹ دو، اور ہر ایسے رویہ سے جو تمہارے لئے مناسب نہیں بے خبر بن جاؤ، اور چغل خور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ۔ کیونکہ وہ فریب کار ہوتا ہے، اگرچہ خیر خواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمہیں دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا، اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا کہ وہ تمہاری ہمت پست کر دے گا، اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمہاری نظروں میں سجا دے گا۔ یاد رکھو! کہ بخل، بزدلی اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں، مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے۔

تمہارے لئے سب سے بدتر وزیر وہ ہو گا جو تم سے پہلے بدکرداروں کا وزیر اور گناہوں میں ان کا شریک رہ چکا ہے۔ اس قسم

يَكُوْنَنَّ لَكَ بِطَانَةً، فَاِنَّهُمْ اَعْوَانُ الْاَثَمَةِ وَ اِخْوَانُ الظَّلَمَةِ، وَ اَنْتَ وَاجِدٌ مِّنْهُمْ خَيْرَ الْخَلَفِ مِمَّنْ لَّهٗ مِثْلُ اٰرَآئِهِمْ وَ نَفَاذِهِمْ، وَ لَيْسَ عَلَيْهِ مِثْلُ اٰصَارِهِمْ وَ اَوْزَارِهِمْ، مِمَّنْ لَّمْ يُعَاوِنْ ظَالِمًا عَلٰى ظُلْمِهٖ وَ لَا اٰثِمًا عَلٰۤى اِثْمِهٖ، اُولٰٓئِكَ اَخَفُّ عَلَيْكَ مَؤُنَةً، وَ اَحْسَنُ لَكَ مَعُوْنَةً، وَ اَحْنٰى عَلَيْكَ عَطْفًا، وَ اَقَلُّ لِغَيْرِكَ اِلْفًا، فَاتَّخِذْ اُولٰٓئِكَ خَاصَّةً لِّخَلَوَاتِكَ وَ حَفَلَاتِكَ.

ثُمَّ لْيَكُنْ اٰثَرُهُمْ عِنْدَكَ اَقْوَلَهُمْ بِمُرِّ الْحَقِّ لَكَ، وَ اَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِيْمَا يَكُوْنُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللّٰهُ لِاَوْلِيَآئِهٖ، وَاقِعًا ذٰلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ.

وَ الْصَقْ بِاَهْلِ الْوَرَعِ وَ الصِّدْقِ، ثُمَّ رُضْهُمْ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُطْرُوْكَ، وَ لَا يُبَجِّحُوْكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ، فَاِنَّ كَثْرَةَ الْاِطْرَآءِ تُحْدِثُ الزَّهْوَ، وَ تُدْنِیْ مِنَ الْعِزَّةِ.

وَ لَا يَكُوْنَنَّ الْمُحْسِنُ وَ الْمُسِیْٓءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةٍ سَوَآءٍ، فَاِنَّ فِیْ ذٰلِكَ تَزْهِيْدًا لِّاَهْلِ الْاِحْسَانِ فِی الْاِحْسَانِ، وَ تَدْرِيْبًا لِّاَهْلِ الْاِسَآءَةِ عَلَى الْاِسَآءَةِ، وَ اَلْزِمْ كُلًّا مِّنْهُمْ مَاۤ اَلْزَمَ نَفْسَهٗ.

کے لوگوں کو تمہارے مخصوصین میں سے نہ ہونا چاہیے، کیونکہ وہ گنہگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو تدبیر و رائے اور کارکردگی کے اعتبار سے ان کے مثل ہوں گے، مگر ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں، جنہوں نے نہ کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو۔ ان کا بوجھ تم پر ہلکا ہوگا، اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہوں گے، اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے، اور تمہارے علاوہ دوسروں سے ربط ضبط نہ رکھیں گے، انہی کو تم خلوت و جلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا۔

پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہیے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں، اور ان چیزوں میں کہ جنہیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کیلئے ناپسند کرتا ہے تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں، چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں۔

پرہیزگاروں اور راست بازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا۔ پھر انہیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمہیں خوش نہ کریں۔ کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے۔

اور تمہارے نزدیک نیکوکار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے نیکوں کو نیکی سے بے رغبت کرنا اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے۔ ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو جس کا وہ مستحق ہے۔

وَ اعْلَمْ اَنَّهٗ لَيْسَ شَیْءٌ بِاَدْعٰی اِلٰی حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرَعِيَّتِهٖ، مِنْ اِحْسَانِهٖ اِلَيْهِمْ، وَ تَخْفِيْفِهِ الْمَؤُنَاتِ عَلَيْهِمْ، وَ تَرْكِ اسْتِكْرَاهِهٖ اِيَّاهُمْ عَلٰی مَا لَيْسَ لَهٗ قِبَلَهُمْ، فَلْيَكُنْ مِّنْكَ فِیْ ذٰلِكَ اَمْرٌ يَّجْتَمِعُ لَكَ بِهٖ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِيَّتِكَ، فَاِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَبًا طَوِيْلًا، وَ اِنَّ اَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّكَ بِهٖ لَمَنْ حَسُنَ بَلَآؤُكَ عِنْدَهٗ، وَ اِنَّ اَحَقَّ مَنْ سَآءَ ظَنُّكَ بِهٖ لَمَنْ سَآءَ بَلَآؤُكَ عِنْدَهٗ.

اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اسی وقت کرنا چاہیے جب کہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو، اور ان پر بوجھ نہ لادے، اور انہیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو اِن کے بس میں نہ ہوں۔ تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ اس حسنِ سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے، کیونکہ یہ اعتماد تمہاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو، اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمہارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

وَ لَا تَنْقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُوْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، وَ اجْتَمَعَتْ بِهَا الْاُلْفَةُ، وَ صَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ، وَ لَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّ بِشَیْءٍ مِّنْ مَّاضِیْ تِلْكَ السُّنَنِ، فَيَكُوْنَ الْاَجْرُ لِمَنْ سَنَّهَا، وَ الْوِزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا.

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس اُمت کے بزرگ چلتے رہے ہیں، اور جس سے اتحاد و یکجہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے، اور ایسے نئے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں۔ اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا مگر انہیں ختم کر دینے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا۔

وَ اَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَآءِ وَ مُنَافَثَةَ الْحُكَمَآءِ، فِیْ تَثْبِيْتِ مَا صَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ بِلَادِكَ، وَاِقَامَةِ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ.

اور اپنے شہروں کے اصلاحی امور کو مستحکم کرنے اور ان چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَّا يَصْلُحُ بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ، وَ لَا غِنٰی بِبَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ:

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی سود و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے:

فَمِنْهَا جُنُوْدُ اللّٰهِ، وَ مِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَ الْخَاصَّةِ، وَ مِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ، وَ مِنْهَا

ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام

عُمَّالُ الْاِنْصَافِ وَ الرِّفْقِ، وَ مِنْهَا اَهْلُ الْجِزْيَةِ وَ الْخَرَاجِ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَ مُسْلِمَةِ النَّاسِ، وَ مِنْهَا التُّجَّارُ وَ اَهْلُ الصِّنَاعَاتِ، وَ مِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلٰى مِنْ ذَوِى الْحَاجَةِ وَ الْمَسْكَنَةِ، وَ كُلًّا قَدْ سَمَّى اللّٰهُ سَهْمَهٗ، وَ وَضَعَ عَلٰى حَدِّهٖ فَرِيْضَتَهٗ فِیْ كِتَابِهٖ اَوْ سُنَّةِ نَبِيِّهٖ ﷺ، عَهْدًا مِّنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوْظًا.

فَالْجُنُوْدُ بِاِذْنِ اللّٰهِ حُصُوْنُ الرَّعِيَّةِ، وَ زَيْنُ الْوُلَاةِ، وَ عِزُّ الدِّيْنِ، وَ سُبُلُ الْاَمْنِ، وَ لَيْسَ تَقُوْمُ الرَّعِيَّةُ اِلَّا بِهِمْ.

ثُمَّ لَا قِوَامَ لِلْجُنُوْدِ اِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ الَّذِیْ يَقْوَوْنَ بِهٖ فِیْ جِهَادِ عَدُوِّهِمْ، وَ يَعْتَمِدُوْنَ عَلَيْهِ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ، وَ يَكُوْنُ مِنْ وَّرَآءِ حَاجَتِهِمْ.

ثُمَّ لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ اِلَّا بِالصِّنْفِ الثَّالِثِ مِنَ الْقُضَاةِ وَ الْعُمَّالِ وَ الْكُتَّابِ، لِمَا يُحْكِمُوْنَ مِنَ الْمَعَاقِدِ، وَ يَجْمَعُوْنَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَ يُؤْتَمَنُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ الْاُمُوْرِ وَ عَوَامِّهَا.

وَ لَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيْعًا اِلَّا بِالتُّجَّارِ وَ ذَوِى الصِّنَاعَاتِ، فِيْمَا يَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ مَّرَافِقِهِمْ، وَ يُقِيْمُوْنَهٗ مِنْ اَسْوَاقِهِمْ، وَ يَكْفُوْنَهُمْ مِنَ التَّرَفُّقِ بِاَيْدِيْهِمْ مَا لَا

دیتا ہے۔ تیسرا انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے۔ چوتھا حکومت کے وہ عمال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے۔ پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا۔ چھٹا تجارت پیشہ و اہل حرفہ کا۔ ساتواں فقرا و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے۔ اور اللہ نے ہرایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبویؐ میں اس کی حد بندی کر دی اور وہ (مکمل) دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔

(پہلا طبقہ) فوجی دستے، یہ بحکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ، فرمانرواؤں کی زینت، دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں۔ رعیت کا نظم ونسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے۔

اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کیلئے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں۔

پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقا کیلئے تیسرے طبقے کی ضرورت ہے کہ جو قضاۃ، عمال اور منشیانِ دفاتر کا ہے کہ جن کے ذریعے باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعہ وثوق و اطمینان حاصل کیا جاتا ہے۔

اور سب کا دار و مدار سوداگروں اور صنّاعوں پر ہے کہ وہ ان کی ضروریات کوفراہم کرتے ہیں، بازارلگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے ان کی ضروریا ت کو مہیا کر کے انہیں خود مہیا کرنے سے

يَبْلُغُهٗ رِفْقُ غَيْرِهِمْ.

ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلٰى مِنْ اَهْلِ الْحَاجَةِ وَ الْمَسْكَنَةِ الَّذِيْنَ يَحِقُّ رِفْدُهُمْ وَ مَعُوْنَتُهُمْ.

وَ فِى اللّٰهِ لِكُلٍّ سَعَةٌ، وَلِكُلٍّ عَلَى الْوَالِىْ حَقٌّ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهٗ، وَ لَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِىْ مِنْ حَقِيْقَةِ مَاۤ اَلْزَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاِهْتِمَامِ وَ الْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ، وَ تَوْطِيْنِ نَفْسِهٖ عَلٰى لُزُوْمِ الْحَقِّ، وَ الصَّبْرِ عَلَيْهِ فِيْمَا خَفَّ عَلَيْهِ اَوْ ثَقُلَ.

فَوَلِّ مِنْ جُنُوْدِكَ اَنْصَحَهُمْ فِىْ نَفْسِكَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَ لِاِمَامِكَ، وَ اَنْقَاهُمْ جَيْبًا، وَ اَفْضَلَهُمْ حِلْمًا مِمَّنْ يُّبْطِئُ عَنِ الْغَضَبِ، وَ يَسْتَرِيْحُ اِلَى الْعُذْرِ، وَ يَرْاَفُ بِالضُّعَفَآءِ، وَ يَنْبُوْ عَلَى الْاَقْوِيَآءِ، وَ مِمَّنْ لَّا يُثِيْرُهُ الْعُنْفُ، وَلَا يَقْعُدُ بِهِ الضَّعْفُ.

ثُمَّ الْصِقْ بِذَوِى الْاَحْسَابِ وَ اَهْلِ الْبُيُوْتَاتِ الصَّالِحَةِ، وَ السَّوَابِقِ الْحَسَنَةِ، ثُمَّ اَهْلِ النَّجْدَةِ وَ الشَّجَاعَةِ وَ السَّخَآءِ وَ السَّمَاحَةِ، فَاِنَّهُمْ جِمَاعٌ مِّنَ الْكَرَمِ، وَ شُعَبٌ مِّنَ الْعُرْفِ.

ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ اُمُوْرِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُهُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَّلَدِهِمَا، وَ لَا يَتَفَاقَمَنَّ فِىْ نَفْسِكَ شَیْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهٖ، وَ لَا تَحْقِرَنَّ

آسودہ کر دیتے ہیں۔

اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔

اللہ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ ان کیلئے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے ان تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے، اور اللہ سے مدد مانگے اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے، اور چاہے اس کی طبیعت پر آسان ہو یا دشوار، بہر حال اس کو برداشت کرے۔

فوج کا سردار اس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور تمہارے امام کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو، سب سے زیادہ پاک دامن ہو، اور بردباری میں نمایاں ہو، جلد غصہ میں نہ آ جاتا ہو، عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو، کمزوروں پر رحم کھاتا ہو، اور طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو، نہ بدخوئی اسے جوش میں لے آتی ہو، اور نہ پست ہمتی اسے بٹھا دیتی ہو۔

پھر ایسا ہونا چاہیے کہ تم بلند خاندان، نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور جود و سخاوت کے مالکوں سے اپنا ربط ضبط بڑھاؤ، کیونکہ یہی لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔

پھر ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال کرنا جس طرح ماں باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو کہ جو ان کی تقویت کا سبب ہو تو اسے بڑا نہ سمجھنا، اور اپنے

لُطۡفًا تَعَاهَدۡتَهُمۡ بِهٖ وَ اِنۡ قَلَّ، فَاِنَّهٗ دَاعِیَةٌ لَّهُمۡ اِلٰی بَذۡلِ النَّصِیۡحَةِ لَكَ، وَ حُسۡنِ الظَّنِّ بِكَ.

کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا (کہ اسے چھوڑ بیٹھو)، کیونکہ اس حسنِ سلوک سے ان کی خیر خواہی کا جذبہ ابھر آئے گا اور حسنِ اعتماد میں اضافہ ہوگا۔

وَ لَا تَدَعۡ تَفَقُّدَ لَطِیۡفِ اُمُوۡرِهِمۡ اتِّكَالًا عَلٰی جَسِیۡمِهَا، فَاِنَّ لِلۡیَسِیۡرِ مِنۡ لُّطۡفِكَ مَوۡضِعًا یَّنۡتَفِعُوۡنَ بِهٖ، وَ لِلۡجَسِیۡمِ مَوۡقِعًا لَّا یَسۡتَغۡنُوۡنَ عَنۡهُ.

اور اس خیال سے کہ تم نے ان کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے کہیں ان کی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ کر لینا۔ کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے اور وہ بڑی ضرورتیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں۔

وَ لۡیَكُنۡ اٰثَرُ رُءُوۡسِ جُنۡدِكَ عِنۡدَكَ مَنۡ وَّاسَاهُمۡ فِیۡ مَعُوۡنَتِهٖ، وَ اَفۡضَلَ عَلَیۡهِمۡ مِنۡ جِدَتِهٖ، بِمَا یَسَعُهُمۡ وَ یَسَعُ مَنۡ وَّرَآءَهُمۡ مِنۡ خُلُوۡفِ اَهۡلِیۡهِمۡ، حَتّٰی یَكُوۡنَ هَمُّهُمۡ هَمًّا وَّاحِدًا فِیۡ جِهَادِ الۡعَدُوِّ، فَاِنَّ عَطۡفَكَ عَلَیۡهِمۡ یَعۡطِفُ قُلُوۡبَهُمۡ عَلَیۡكَ.

اور فوجی سرداروں میں تمہارے یہاں وہ بلند منزلت سمجھا جائے جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصہ لیتا ہو، اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس سے ان کا اور ان کے پیچھے رہ جانے والے بال بچوں کا بخوبی گزارا ہو سکتا ہو، تاکہ وہ ساری فکروں سے بے فکر ہو کر پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں۔ اس لئے کہ فوجی سرداروں کے ساتھ تمہارا مہربانی سے پیش آنا، ان کے دلوں کو تمہاری طرف موڑ دے گا۔

وَ اِنَّ اَفۡضَلَ قُرَّةِ عَیۡنِ الۡوُلَاةِ اسۡتِقَامَةُ الۡعَدۡلِ فِی الۡبِلَادِ، وَ ظُهُوۡرُ مَوَدَّةِ الرَّعِیَّةِ، وَ اِنَّهٗ لَا تَظۡهَرُ مَوَدَّتُهُمۡ اِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُوۡرِهِمۡ، وَ لَا تَصِحُّ نَصِیۡحَتُهُمۡ اِلَّا بِحِیۡطَتِهِمۡ عَلٰی وُلَاةِ اُمُوۡرِهِمۡ، وَ قِلَّةِ اسۡتِثۡقَالِ دُوَلِهِمۡ، وَ تَرۡكِ اسۡتِبۡطَآءِ انۡقِطَاعِ مُدَّتِهِمۡ، فَافۡسَحۡ فِیۡ اٰمَالِهِمۡ، وَ وَاصِلۡ فِیۡ حُسۡنِ الثَّنَآءِ عَلَیۡهِمۡ، وَ تَعۡدِیۡدِ مَاۤ اَبۡلٰی ذَوُو الۡبَلَآءِ مِنۡهُمۡ، فَاِنَّ كَثۡرَةَ الذِّكۡرِ لِحُسۡنِ

حکمرانوں کیلئے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے، اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے، اور ان کی محبت اسی وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب ان کے دلوں میں میل نہ ہو، اور ان کی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کیلئے گھیرا ڈالے رہیں، ان کا اقتدار سر پڑا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمہ کیلئے گھڑیاں گنیں۔ لہٰذا ان کی امیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا، انہیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا اور ان کے اچھے کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔ اس لئے کہ ان کے اچھے کارناموں کا ذکر

اَفْعَالِهِمْ تَهُزُّ الشُّجَاعَ، وَ تُحَرِّضُ النَّاكِلَ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے۔ ان شاءاللہ!

ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَاۤ اَبْلٰى وَ لَا تُضِيْفَنَّ بَلَآءَ امْرِئٍ اِلٰى غَيْرِهٖ، وَ لَا تُقَصِّرَنَّ بِهٖ دُوْنَ غَايَةِ بَلَآئِهٖ، وَ لَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ امْرِئٍ اِلٰۤى اَنْ تُعْظِمَ مِنْ بَلَآئِهٖ مَا كَانَ صَغِيْرًا، وَ لَا ضَعَةُ امْرِئٍ اِلٰۤى اَنْ تَسْتَصْغِرَ مِنْ بَلَآئِهٖ مَا كَانَ عَظِيْمًا.

جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اسے پہچانتے رہنا، اور ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا، اور اس کی حسن کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا، اور کبھی ایسا نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی و رفعت کی وجہ سے اس کے معمولی کام کو بڑا سمجھ لو، اور کسی کے بڑے کام کو اس کے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔

وَ ارْدُدْ اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ مَا يُضْلِعُكَ مِنَ الْخُطُوْبِ، وَ يَشْتَبِهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاُمُوْرِ، فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِقَوْمٍ اَحَبَّ اِرْشَادَهُمْ: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾، فَالرَّدُّ اِلَى اللّٰهِ الْاَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهٖ، وَ الرَّدُّ اِلَى الرَّسُوْلِ الْاَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ.

جب ایسی مشکلیں تمہیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کہ جو مشتبہ ہو جائیں تو ان میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرف رجوع کرو، کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے ان کیلئے فرمایا ہے: "اے ایمان دارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں، اور اگر تم میں کسی بات پر اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرف رجوع کرو"، تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے، اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے ان متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں۔

ثُمَّ اخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ اَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِيْ نَفْسِكَ، مِمَّنْ لَّا تَضِيْقُ بِهِ الْاُمُوْرُ، وَ لَا تُمَحِّكُهُ الْخُصُوْمُ، وَ لَا يَتَمَادٰى فِي الزَّلَّةِ، وَ لَا يَحْصَرُ مِنَ الْفَيْءِ اِلَى الْحَقِّ اِذَا عَرَفَهٗ، وَ لَا تُشْرِفُ

پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کیلئے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو، اور نہ جھگڑنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آتا ہو، نہ اپنے کسی غلط نقطۂ نظر پر اڑتا ہو، نہ حق کو پہچان کر اس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو،

نَفْسُهٗ عَلٰى طَمَعٍ، وَ لَا يَكْتَفِیْ بِاَدْنٰى فَهْمٍ دُوْنَ اَقْصَاهُ، وَ اَوْقَفَهُمْ فِی الشُّبُهَاتِ، وَ اٰخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَ اَقَلَّهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَ اَصْبَرَهُمْ عَلٰى تَكَشُّفِ الْاُمُوْرِ، وَ اَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ، مِمَّنْ لَّا يَزْدَهِيْهِ اِطْرَآءٌ، وَ لَا يَسْتَمِيْلُهٗ اِغْرَآءٌ، وَ اُولٰٓئِكَ قَلِيْلٌ.

ثُمَّ اَكْثِرْ تَعَاهُدَ قَضَآئِهٖ وَ افْسَحْ لَهٗ فِی الْبَذْلِ مَا يُزِيْلُ عِلَّتَهٗ، وَ تَقِلُّ مَعَهٗ حَاجَتُهٗ اِلَى النَّاسِ، وَ اَعْطِهٖ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَا لَا يَطْمَعُ فِيْهِ غَيْرُهٗ مِنْ خَاصَّتِكَ، لِيَاْمَنَ بِذٰلِكَ اغْتِيَالَ الرِّجَالِ لَهٗ عِنْدَكَ، فَانْظُرْ فِیْ ذٰلِكَ نَظَرًۢا بَلِيْغًا، فَاِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ قَدْ كَانَ اَسِيْرًا فِیْۤ اَيْدِی الْاَشْرَارِ، يُعْمَلُ فِيْهِ بِالْهَوٰى وَ تُطْلَبُ بِهِ الدُّنْيَا.

ثُمَّ انْظُرْ فِیْ اُمُوْرِ عُمَّالِكَ، فَاسْتَعْمِلْهُمُ اخْتِبَارًا، وَ لَا تُوَلِّهِمْ مُحَابَاةً وَّ اَثَرَةً، فَاِنَّهُمَا جِمَاعٌ مِّنْ شُعَبِ الْجَوْرِ وَ الْخِيَانَةِ.

وَ تَوَخَّ مِنْهُمْ اَهْلَ التَّجْرِبَةِ وَ الْحَيَآءِ، مِنْ اَهْلِ الْبُيُوْتَاتِ الصَّالِحَةِ وَ الْقَدَمِ فِی الْاِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ، فَاِنَّهُمْ اَكْرَمُ اَخْلَاقًا،

نہ اس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کئے ہوئے سرسری طور پر کسی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو، شک وشبہ کے موقعہ پر قدم روک لیتا ہو، اور دلیل وحجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو، فریقین کی بحثا بحثی سے اکتا نہ جاتا ہو، معاملات کی تحقیق میں بڑے صبر وضبط سے کام لیتا ہو، اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔ وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور تاننا جنبہ داری پر آمادہ نہ کر دے۔ اگرچہ ایسے لوگ کم ہی ملتے ہیں۔

پھر یہ کہ تم خود ان کے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا، دل کھول کر انہیں اتنا دینا کہ جو ان کے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے اور لوگوں کی انہیں کوئی احتیاج نہ رہے۔ اپنے ہاں انہیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمہارے دربار رس لوگ انہیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں، تاکہ وہ تمہارے التفات کی وجہ سے لوگوں کی سازشوں سے محفوظ رہیں۔ اس بارے میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا۔ کیونکہ (اس سے پہلے) یہ دین بدکرداروں کے پنجے میں اسیر رہ چکا ہے، جس میں نفسانی خواہشوں کی کارفرمائی تھی اور اسے دنیا طلبی کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا تھا۔

پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا، ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا، کبھی صرف رعایت اور جانبداری کی بنا پر انہیں منصب عطا نہ کرنا۔ اس لئے کے یہ باتیں ناانصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں۔

اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ وغیرت مند ہوں، ایسے خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت

وَ اَصَحُّ اَعْرَاضًا، وَ اَقَلُّ فِی الْمَطَامِعِ اِشْرَافًا، وَ اَبْلَغُ فِیْ عَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ نَظَرًا.

والے ہوتے ہیں، حرص و طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب و نتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔

ثُمَّ اَسْبِغْ عَلَیْهِمُ الْاَرْزَاقَ، فَاِنَّ ذٰلِكَ قُوَّةٌ لَّهُمْ عَلَى اسْتِصْلَاحِ اَنْفُسِهِمْ، وَ غِنًى لَّهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَا تَحْتَ اَیْدِیْهِمْ، وَ حُجَّةٌ عَلَیْهِمْ اِنْ خَالَفُوْۤا اَمْرَكَ، اَوْ ثَلَمُوْۤا اَمَانَتَكَ.

پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا، کیونکہ اس سے انہیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی، اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو ان ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا۔ اس کے بعد بھی وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمہاری حجت ان پر قائم ہوگی۔

ثُمَّ تَفَقَّدْ اَعْمَالَهُمْ وَ ابْعَثِ الْعُیُوْنَ مِنْ اَهْلِ الصِّدْقِ وَ الْوَفَآءِ عَلَیْهِمْ، فَاِنَّ تَعَاهُدَكَ فِی السِّرِّ لِاُمُوْرِهِمْ حَدْوَةٌ لَّهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْاَمَانَةِ، وَ الرِّفْقِ بِالرَّعِیَّةِ.

پھر ان کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو ان پر چھوڑ دینا، کیونکہ خفیہ طور پر ان کے امور کی نگرانی انہیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کا باعث ہوگی۔

وَ تَحَفَّظْ مِنَ الْاَعْوَانِ، فَاِنْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ بَسَطَ یَدَهٗ اِلٰى خِیَانَةٍ، اجْتَمَعَتْ بِهَا عَلَیْهِ عِنْدَكَ اَخْبَارُ عُیُوْنِكَ، اكْتَفَیْتَ بِذٰلِكَ شَاهِدًا، فَبَسَطْتَّ عَلَیْهِ الْعُقُوْبَةَ فِیْ بَدَنِهٖ، وَ اَخَذْتَهٗ بِمَاۤ اَصَابَ مِنْ عَمَلِهٖ، ثُمَّ نَصَبْتَهٗ بِمَقَامِ الْمَذَلَّةِ، وَ وَسَمْتَهٗ بِالْخِیَانَةِ، وَ قَلَّدْتَّهٗ عَارَ التُّهَمَةِ.

خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا۔ اگر ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں تو شہادت کیلئے بس اسے کافی سمجھنا، اسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے اسے واپس لینا، اور اسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا، اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اسے روشناس کرانا، اور ننگ و رسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دینا۔

وَ تَفَقَّدْ اَمْرَ الْخَرَاجِ بِمَا یُصْلِحُ اَهْلَهٗ، فَاِنَّ فِیْ صَلَاحِهٖ وَ صَلَاحِهِمْ صَلَاحًا لِّمَنْ سِوَاهُمْ، وَ لَا صَلَاحَ لِمَنْ سِوَاهُمْ اِلَّا بِهِمْ، لِاَنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ عِیَالٌ عَلَى الْخَرَاجِ وَ اَهْلِهٖ.

مال گزاری کے معاملہ میں مال گزاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ باج اور باج گزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کئے جا سکتے ہیں۔ سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں۔

وَ لْیَكُنْ نَّظَرُكَ فِیْ عِمَارَةِ الْاَرْضِ اَبْلَغَ

اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا،

مِنْ نَّظَرِكَ فِي اسْتِجْلَابِ الْخَرَاجِ، لِاَنَّ ذٰلِكَ لَا يُدْرَكُ اِلَّا بِالْعِمَارَةِ، وَ مَنْ طَلَبَ الْخَرَاجَ بِغَيْرِ عِمَارَةٍ اَخْرَبَ الْبِلَادَ، وَ اَهْلَكَ الْعِبَادَ، وَلَمْ يَسْتَقِمْ اَمْرُهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا.

فَاِنْ شَكَوْا ثِقَلًا اَوْ عِلَّةً، اَوِ انْقِطَاعَ شِرْبٍ اَوْ بَالَّةٍ، اَوْ اِحَالَةَ اَرْضٍ اغْتَمَرَهَا غَرَقٌ، اَوْ اَجْحَفَ بِهَا عَطَشٌ، خَفَّفْتَ عَنْهُمْ بِمَا تَرْجُوْ اَنْ يَّصْلُحَ بِهٖ اَمْرُهُمْ، وَ لَا يَثْقُلَنَّ عَلَيْكَ شَیْءٌ خَفَّفْتَ بِهِ الْمَؤُنَةَ عَنْهُمْ، فَاِنَّهٗ ذُخْرٌ يَّعُوْدُوْنَ بِهٖ عَلَيْكَ فِیْ عِمَارَةِ بِلَادِكَ، وَ تَزْيِيْنِ وِلَايَتِكَ، مَعَ اسْتِجْلَابِكَ حُسْنَ ثَنَآئِهِمْ، وَ تَبَجُّحِكَ بِاسْتِفَاضَةِ الْعَدْلِ فِيْهِمْ، مُعْتَمِدًا فَضْلَ قُوَّتِهِمْ بِمَا ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ اِجْمَامِكَ لَهُمْ، وَ الثِّقَةَ مِنْهُمْ بِمَا عَوَّدْتَّهُمْ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ فِیْ رِفْقِكَ بِهِمْ، فَرُبَّمَا حَدَثَ مِنَ الْاُمُوْرِ مَاۤ اِذَا عَوَّلْتَ فِيْهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدُ، احْتَمَلُوْهُ طَيِّبَةً اَنْفُسُهُمْ بِهٖ، فَاِنَّ الْعُمْرَانَ مُحْتَمِلٌ مَّا حَمَّلْتَهٗ، وَ اِنَّمَا يُؤْتٰى خَرَابُ الْاَرْضِ مِنْ اِعْوَازِ اَهْلِهَا، وَ اِنَّمَا يُعْوِزُ اَهْلُهَا لِاِشْرَافِ اَنْفُسِ الْوُلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ، وَ سُوْٓءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَآءِ، وَ قِلَّةِ

کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہوسکتا ہے، اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگانِ خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے، اور اس کی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

اب اگر وہ خراج کی گرانباری، یا کسی آفتِ ناگہانی، یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آبپاشی کے ختم ہونے، یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے، یا سیرابی نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی، شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کردو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سُدھرنے کی توقع ہو، اور ان کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو، کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمروِ حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے، اور اس کے ساتھ تم ان سے خراجِ تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے، اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے، تم (آڑے وقت پر) ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسا کرسکو گے، اور رحم و رافت کے جلو میں جس سیرتِ عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہوسکے گا۔ اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جھیل لے جائیں گے، کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لادو گے وہ اٹھا لے گا۔ اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہو جائیں اور ان کی تنگدستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا

اِنْتِفَاعِهِمْ بِالْعِبَرِ.

ثُمَّ انْظُرْ فِيْ حَالِ كُتَّابِكَ، فَوَلِّ عَلٰۤى اُمُوْرِكَ خَيْرَهُمْ، وَ اخْصُصْ رَسَآئِلَكَ الَّتِيْ تُدْخِلُ فِيْهَا مَكَآئِدَكَ وَ اَسْرَارَكَ بِاَجْمَعِهِمْ لِوُجُوْهِ صَالِحِ الْاَخْلَاقِ مِمَّنْ لَّا تُبْطِرُهُ الْكَرَامَةُ، فَيَجْتَرِئَ بِهَا عَلَيْكَ فِيْ خِلَافٍ لَّكَ بِحَضْرَةِ مَلَاٍ، وَ لَا تُقَصِّرُ بِهِ الْغَفْلَةُ عَنْ اِيْرَادِ مُكَاتَبَاتِ عُمَّالِكَ عَلَيْكَ، وَ اِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصَّوَابِ عَنْكَ، وَ فِيْمَا يَاْخُذُ لَكَ وَ يُعْطِيْ مِنْكَ، وَ لَا يُضْعِفُ عَقْدًا اعْتَقَدَهٗ لَكَ، وَ لَا يَعْجِزُ عَنْ اِطْلَاقِ مَا عُقِدَ عَلَيْكَ، وَ لَا يَجْهَلُ مَبْلَغَ قَدْرِ نَفْسِهٖ فِي الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ الْجَاهِلَ بِقَدْرِ نَفْسِهٖ يَكُوْنُ بِقَدْرِ غَيْرِهٖ اَجْهَلَ.

ثُمَّ لَا يَكُنِ اخْتِيَارُكَ اِيَّاهُمْ عَلٰى فِرَاسَتِكَ وَ اسْتِنَامَتِكَ، وَ حُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ، فَاِنَّ الرِّجَالَ يَتَعَرَّفُوْنَ لِفِرَاسَاتِ الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ وَ حُسْنِ خِدْمَتِهِمْ، وَ لَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ النَّصِيْحَةِ وَ الْاَمَانَةِ شَيْءٌ، وَ لٰكِنِ اخْتَبِرْهُمْ بِمَا وَلُوْا لِلصّٰلِحِيْنَ قَبْلَكَ، فَاعْمِدْ لِاَحْسَنِهِمْ كَانَ فِي الْعَامَّةِ اَثَرًا، وَ اَعْرَفِهِمْ بِالْاَمَانَةِ وَجْهًا، فَاِنَّ ذٰلِكَ

کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

پھر یہ کہ اپنے منشیانِ دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا، اپنے معاملات ان کے سپرد کرنا جو اِن میں بہتر ہوں، اور اپنے ان فرامین کو جن میں مخفی تدابیر اور (مملکت کے) رموز و اسرار درج ہوتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ ان کے حوالے کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں، جنہیں اعزاز کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں، اور ایسے بے پروا نہ ہوں کہ لین دین کے معاملات کے بارے میں جو تم سے متعلق ہوں تمہارے کارندوں کے خطوط تمہارے سامنے پیش کرنے اور ان کے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں، اور وہ تمہارے حق میں جو معاہدہ کریں اس میں کوئی خامی نہ رہنے دیں، اور نہ تمہارے خلاف کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں، اور وہ معاملات میں اپنے صحیح مرتبہ اور مقام سے ناآشنا نہ ہوں، کیونکہ جو اپنا صحیح مقام نہیں پہچانتا وہ دوسروں کے قدر و مقام سے اور بھی زیادہ ناواقف ہوگا۔

پھر یہ کہ ان کا انتخاب تمہیں اپنی فراست، خوش اعتمادی اور حسن ظن کی بنا پر نہ کرنا چاہیے، کیونکہ لوگ تصنع اور حسن خدمات کے ذریعہ حکمرانوں کی نظروں میں سما کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں، حالانکہ ان میں ذرا بھی خیر خواہی اور امانتداری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لیکن تم انہیں ان خدمات سے پرکھو جو تم سے پہلے وہ نیک حاکموں کے ماتحت رہ کر انجام دے چکے ہوں، تو جو عوام میں نیک نام اور امانتداری کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہوں ان کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا اس کی دلیل ہوگا کہ تم اللہ کے مخلص اور

دَلِيْلٌ عَلٰى نَصِيْحَتِكَ لِلّٰهِ وَلِمَنْ وُّلِّيْتَ اَمْرَهٗ.

وَ اجْعَلْ لِرَاْسِ كُلِّ اَمْرٍ مِّنْ اُمُوْرِكَ رَاْسًا مِّنْهُمْ، لَا يَقْهَرُهٗ كَبِيْرُهَا، وَ لَا يَتَشَتَّتُ عَلَيْهِ كَثِيْرُهَا، وَ مَهْمَا كَانَ فِيْ كُتَّابِكَ مِنْ عَيْبٍ فَتَغَابَيْتَ عَنْهُ اُلْزِمْتَهٗ.

ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتُّجَّارِ وَ ذَوِی الصِّنَاعَاتِ، وَ اَوْصِ بِهِمْ خَيْرًا، الْمُقِيْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُضْطَرِبِ بِمَالِهٖ، وَ الْمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهٖ، فَاِنَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ، وَ اَسْبَابُ الْمَرَافِقِ، وَ جُلَّابُهَا مِنَ الْمَبَاعِدِ وَ الْمَطَارِحِ، فِيْ بَرِّكَ وَ بَحْرِكَ، وَ سَهْلِكَ وَ جَبَلِكَ، وَ حَيْثُ لَا يَلْتَئِمُ النَّاسُ لِمَوَاضِعِهَا، وَ لَا يَجْتَرِءُوْنَ عَلَيْهَا، فَاِنَّهُمْ سِلْمٌ لَّا تُخَافُ بَآئِقَتُهٗ، وَ صُلْحٌ لَّا تُخْشٰى غَآئِلَتُهٗ، وَ تَفَقَّدْ اُمُوْرَهُمْ بِحَضْرَتِكَ وَ فِيْ حَوَاشِیْ بِلَادِكَ.

وَ اعْلَمْ مَعَ ذٰلِكَ اَنَّ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْهُمْ ضِيْقًا فَاحِشًا، وَ شُحًّا قَبِيْحًا، وَ احْتِكَارًا لِّلْمَنَافِعِ وَ تَحَكُّمًا فِی الْبِيَاعَاتِ، وَ ذٰلِكَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِّلْعَامَّةِ، وَ عَيْبٌ عَلَى الْوُلَاةِ، فَامْنَعْ مِنَ الْاِحْتِكَارِ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ منَعَ مِنْهُ.

وَ لْيَكُنِ الْبَيْعُ بَيْعًا سَمْحًا بِمَوَازِيْنِ

اپنے امام کے خیر خواہ ہو۔

تمہیں محکمہ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک افسر مقرر کرنا چاہیے جو اس شعبہ کے بڑے سے بڑے کام سے عاجز نہ ہو اور کام کی زیادتی سے بوکھلا نہ اٹھے۔ یاد رکھو! کہ ان منشیوں میں جو بھی عیب ہوگا اور تم اس سے آنکھ بند رکھو گے اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

پھر تمہیں تاجروں اور صناعوں کے خیال اور ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے، اور تمہیں دوسروں کو ان کے متعلق ہدایت کرنا ہے، خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں، یا جسمانی مشقت (مزدوری یا دستکاری) سے کمانے والے ہوں، کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے مہیا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ضروریات کو خشکیوں، تریوں، میدانی علاقوں اور پہاڑوں ایسے دور افتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں، اور ایسی جگہوں سے کہ جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور صلح جُو ہوتے ہیں۔ ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں، تم ان کی خبر گیری کرتے رہنا۔

ہاں! اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہیں، جو نفع کیلئے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ معین کر لیتے ہیں، یہ چیز عوام کیلئے نقصان دہ اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔

اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ

عَدۡلٍ، وَ اَسۡعَارٍ لَّا تُجۡحِفُ بِالۡفَرِيۡقَيۡنِ، مِنَ الۡبَآئِعِ وَ الۡمُبۡتَاعِ، فَمَنۡ قَارَفَ حُكۡرَةً بَعۡدَ نَهۡيِكَ اِيَّاهُ فَنَكِّلۡ بِهٖ، وَ عَاقِبۡ فِيۡ غَيۡرِ اِسۡرَافٍ.

ثُمَّ اللّٰهَ اللّٰهَ فِي الطَّبَقَةِ السُّفۡلٰى مِنَ الَّذِيۡنَ لَا حِيۡلَةَ لَهُمۡ، وَ الۡمَسَاكِيۡنِ وَ الۡمُحۡتَاجِيۡنَ، وَ اَهۡلِ الۡبُؤۡسٰى وَ الزَّمۡنٰى، فَاِنَّ فِيۡ هٰذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعًا وَّ مُعۡتَرًّا، وَ احۡفَظۡ لِلّٰهِ مَا اسۡتَحۡفَظَكَ مِنۡ حَقِّهٖ فِيۡهِمۡ، وَ اجۡعَلۡ لَّهُمۡ قِسۡمًا مِّنۡ بَيۡتِ مَالِكَ، وَ قِسۡمًا مِّنۡ غَلَّاتِ صَوَافِي الۡاِسۡلَامِ فِيۡ كُلِّ بَلَدٍ، فَاِنَّ لِلۡاَقۡصٰى مِنۡهُمۡ مِثۡلَ الَّذِيۡ لِلۡاَدۡنٰى، وَ كُلٌّ قَدِ اسۡتُرۡعِيۡتَ حَقَّهٗ، فَلَا يَشۡغَلَنَّكَ عَنۡهُمۡ بَطَرٌ، فَاِنَّكَ لَا تُعۡذَرُ بِتَضۡيِيۡعِكَ التَّافِهَ لِاِحۡكَامِكَ الۡكَثِيۡرَ الۡمُهِمَّ. فَلَا تُشۡخِصۡ هَمَّكَ عَنۡهُمۡ، وَ لَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لَهُمۡ.

وَ تَفَقَّدۡ اُمُوۡرَ مَنۡ لَّا يَصِلُ اِلَيۡكَ مِنۡهُمۡ، مِمَّنۡ تَقۡتَحِمُهُ الۡعُيُوۡنُ، وَ تَحۡقِرُهُ الرِّجَالُ، فَفَرِّغۡ لِاُولٰٓئِكَ ثِقَتَكَ مِنۡ اَهۡلِ الۡخَشۡيَةِ وَ التَّوَاضُعِ، فَلۡيَرۡفَعۡ اِلَيۡكَ اُمُوۡرَهُمۡ، ثُمَّ اعۡمَلۡ فِيۡهِمۡ بِالۡاِعۡذَارِ اِلَى اللّٰهِ يَوۡمَ تَلۡقَاهُ، فَاِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

بسہولت ہونا چاہیے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو۔ اس کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو تو اسے مناسب حد تک سزا دینا۔

پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا پسماندہ وافتادہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا، وہ مسکینوں، محتاجوں، فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے۔ ان میں سے کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کی صورت سوال ہوتی ہے۔ اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اس کے اس حق کی حفاظت کرنا جس کا اس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے۔ ان کیلئے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ اس میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے۔ اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لہٰذا تمہیں دولت کی سرمستی ان سے غافل نہ کر دے، کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے۔ لہٰذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور نہ تکبر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رخ پھیرنا۔

اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں سکتے، جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے، تم ان کیلئے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو جو خوفِ خدا رکھنے والا اور متواضع ہو، مقرر کر دینا کہ وہ ان کے حالات تم تک پہنچاتا رہے۔ پھر ان کے ساتھ وہ طرزِ عمل اختیار کرنا جس سے کہ قیامت کے روز اللہ کے سامنے حجت پیش کر سکو، کیونکہ

مِنْ بَيْنِ الرَّعِيَّةِ اَحْوَجُ اِلَى الْاِنْصَافِ مِنْ غَيْرِهِمْ، وَ كُلٌّ فَاَعْذِرْ اِلَى اللهِ فِيْ تَاْدِيَةِ حَقِّهٖ اِلَيْهِ.

وَ تَعَهَّدْ اَهْلَ الْيُتْمِ وَ ذَوِى الرِّقَّةِ فِي السِّنِّ، مِمَّنْ لَّا حِيْلَةَ لَهٗ، وَ لَا يَنْصِبُ لِلْمَسْئَلَةِ نَفْسَهٗ، وَ ذٰلِكَ عَلَى الْوُلَاةِ ثَقِيْلٌ، وَ الْحَقُّ كُلُّهٗ ثَقِيْلٌ، وَ قَدْ يُخَفِّفُهُ اللهُ عَلٰۤى اَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ فَصَبَّرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ، وَ وَثِقُوْا بِصِدْقِ مَوْعُوْدِ اللهِ لَهُمْ.

وَ اجْعَلْ لِذَوِى الْحَاجَاتِ مِنْكَ قِسْمًا تُفَرِّغُ لَهُمْ فِيْهِ شَخْصَكَ، وَ تَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِسًا عَامًّا، فَتَتَوَاضَعُ فِيْهِ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَكَ، وَ تُقْعِدُ عَنْهُمْ جُنْدَكَ وَ اَعْوَانَكَ، مِنْ اَحْرَاسِكَ وَ شُرَطِكَ، حَتّٰى يُكَلِّمَكَ مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ غَيْرِ مَوْطِنٍ: «لَنْ تُقَدَّسَ اُمَّةٌ لَّا يُؤْخَذُ لِلضَّعِيْفِ فِيْهَا حَقُّهٗ مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ».

ثُمَّ احْتَمِلِ الْخُرْقَ مِنْهُمْ وَ الْعِيَّ، وَ نَحِّ عَنْكَ الضِّيْقَ وَ الْاَنَفَ، يَبْسُطِ اللهُ عَلَيْكَ بِذٰلِكَ اَكْنَافَ رَحْمَتِهٖ، وَ يُوْجِبْ لَكَ ثَوَابَ طَاعَتِهٖ، وَ اَعْطِ مَاۤ اَعْطَيْتَ هَنِيْٓـئًا، وَ امْنَعْ

رعیت میں دوسروں سے زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں، اور یوں تو سب ہی ایسے ہیں کہ تمہیں ان کے حقوق سے عہدہ برآ ہو کر اللہ کے سامنے سرخرو ہونا ہے۔

اور دیکھو یتیموں اور سال خوردہ بوڑھوں کا خیال رکھنا کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں اور نہ سوال کیلئے اٹھتے ہیں، اور یہی وہ کام ہے جو حکام پر گراں گزرا کرتا ہے (اور حق تو بہرحال گراں ہی ہوا کرتا ہے)۔ ہاں خدا ان لوگوں کیلئے جو عقبیٰ کے طلبگار رہتے ہیں، اس کی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے، وہ اسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجتمندوں کیلئے معین کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کیلئے مخصوص ہو جانا، اور ان کیلئے ایک عام دربار کرنا، اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کیلئے تواضع و انکساری سے کام لینا، اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا، تاکہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ: «اس قوم میں پاکیزگی نہیں آ سکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا»۔

پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں، یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں، تو اسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو ان کے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا۔ اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلا دے گا اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا۔ اور جو حسن سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آئے اور نہ دینا تو اچھے

فِیْۤ اِجْمَالٍ وَّ اِعْذَارٍ.

ثُمَّ اُمُوْرٌ مِّنْ اُمُوْرِكَ لَا بُدَّ لَكَ مِنْ مُّبَاشَرَتِهَا: مِنْهَا اِجَابَةُ عُمَّالِكَ بِمَا یَعْیَا عَنْهُ كُتَّابُكَ، وَ مِنْهَا اِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ یَوْمَ وُرُوْدِهَا عَلَیْكَ مِمَّا تَحْرَجُ بِهٖ صُدُوْرُ اَعْوَانِكَ، وَ اَمْضِ لِكُلِّ یَوْمٍ عَمَلَهٗ، فَاِنَّ لِكُلِّ یَوْمٍ مَّا فِیْهِ، وَ اجْعَلْ لِنَفْسِكَ فِیْمَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ اللّٰهِ اَفْضَلَ تِلْكَ الْمَوَاقِیْتِ، وَ اَجْزَلَ تِلْكَ الْاَقْسَامِ، وَ اِنْ كَانَتْ كُلُّهَا لِلّٰهِ، اِذَا صَلَحَتْ فِیْهَا النِّیَّةُ، وَ سَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِیَّةُ.

وَ لْیَكُنْ فِیْ خَاصَّةِ مَا تُخْلِصُ بِهٖ لِلّٰهِ دِیْنَكَ: اِقَامَةُ فَرَآئِضِهِ الَّتِیْ هِیَ لَهٗ خَاصَّةً، فَاَعْطِ اللّٰهَ مِنْ بَدَنِكَ فِیْ لَیْلِكَ وَ نَهَارِكَ، وَ وَفِّ مَا تَقَرَّبْتَ بِهٖۤ اِلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ كَامِلًا غَیْرَ مَثْلُوْمٍ وَّ لَا مَنْقُوْصٍ، بَالِغًا مِّنْ بَدَنِكَ مَا بَلَغَ.

وَ اِذَا قُمْتَ فِیْ صَلٰوتِكَ لِلنَّاسِ فَلَا تَكُوْنَنَّ مُنَفِّرًا وَّ لَا مُضَیِّعًا، فَاِنَّ فِی النَّاسِ مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَ لَهُ الْحَاجَةُ، وَ قَدْ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ وَجَّهَنِیْ اِلَى الْیَمَنِ: كَیْفَ اُصَلِّیْ بِهِمْ؟ فَقَالَ: «صَلِّ بِهِمْ كَصَلٰوةِ اَضْعَفِهِمْ وَ كُنْ

طریقے سے عذر خواہی کر لینا۔

پھر کچھ امور ایسے ہیں کہ جنہیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہیے۔ ان میں سے ایک حکام کے ان مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں، اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں اور تمہارے عملہ کے ارکان ان سے جی چرائیں تو خود انہیں انجام دینا ہے۔ روز کا کام اسی روز ختم کر دیا کرو، کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کیلئے مخصوص ہوتا ہے۔ اور اپنے اوقات کا بہتر و افضل حصہ اللہ کی عبادت کیلئے خاص کر دینا، اگرچہ وہ تمام کام بھی اللہ ہی کیلئے ہیں، جب نیت بخیر ہو اور ان سے رعیت کی خوشحالی ہو۔

ان مخصوص اشغال میں سے کہ جن کے ساتھ تم خلوص کے ساتھ اللہ کیلئے اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے ہو، ان واجبات کی انجام دہی ہونا چاہیے جو اس کی ذات سے مخصوص ہیں۔ تم شب و روز کے اوقات میں اپنی جسمانی طاقتوں کا کچھ حصہ اللہ کے سپرد کر دو، اور جو عبادت بھی تقرب الٰہی کی غرض سے بجا لانا، ایسی ہو کہ نہ اس میں کوئی خلل ہو اور نہ کوئی نقص، چاہے اس میں تمہیں کتنی ہی جسمانی زحمت اٹھانا پڑے۔

اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بیزار کر دو اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے۔ اس لئے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔ چنانچہ جب مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپؐ سے دریافت کیا کہ: انہیں نماز کس طرح پڑھاؤں؟ تو فرمایا کہ: «جیسی ان میں سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہو سکتی ہے اور تمہیں مومنوں کے حال پر

بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا».

وَ اَمَّا بَعْدُ! فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ عَنْ رَّعِیَّتِكَ، فَاِنَّ احْتِجَابَ الْوُلَاةِ عَنِ الرَّعِیَّةِ شُعْبَةٌ مِّنَ الضِّیْقِ، وَ قِلَّةُ عِلْمٍ بِالْاُمُوْرِ، وَ الِاحْتِجَابُ مِنْهُمْ یَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَا احْتَجَبُوْا دُوْنَهٗ، فَیَصْغُرُ عِنْدَهُمُ الْكَبِیْرُ، وَ یَعْظُمُ الصَّغِیْرُ، وَ یَقْبُحُ الْحَسَنُ، وَ یَحْسُنُ الْقَبِیْحُ، وَ یُشَابُ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ. وَ اِنَّمَا الْوَالِیْ بَشَرٌ لَّا یَعْرِفُ مَا تَوَارٰی عَنْهُ النَّاسُ بِهٖ مِنَ الْاُمُوْرِ، وَ لَیْسَتْ عَلَى الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعْرَفُ بِهَا ضُرُوْبُ الصِّدْقِ مِنَ الْكَذِبِ.

وَ اِنَّمَاۤ اَنْتَ اَحَدُ رَجُلَیْنِ: اِمَّا امْرُؤٌ سَخَتْ نَفْسُكَ بِالْبَذْلِ فِی الْحَقِّ، فَفِیْمَ احْتِجَابُكَ مِنْ وَّاجِبِ حَقٍّ تُعْطِیْهِ اَوْ فِعْلٍ كَرِیْمٍ تُسْدِیْهِ، اَوْ مُبْتَلًى بِالْمَنْعِ، فَمَاۤ اَسْرَعَ كَفَّ النَّاسِ عَنْ مَّسْئَلَتِكَ اِذَا اَیِسُوْا مِنْ بَذْلِكَ، مَعَ اَنَّ اَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ اِلَیْكَ مِمَّا لَا مَؤُنَةَ فِیْهِ عَلَیْكَ، مِنْ شَكَاةِ مَظْلِمَةٍ، اَوْ طَلَبِ اِنْصَافٍ فِیْ مُعَامَلَةٍ.

ثُمَّ اِنَّ لِلْوَالِیْ خَاصَّةً وَّ بِطَانَةً، فِیْهِمُ اسْتِئْثَارٌ وَّ تَطَاوُلٌ، وَ قِلَّةُ اِنْصَافٍ فِیْ مُعَامَلَةٍ، فَاحْسِمْ مَادَّةَ اُولٰٓئِكَ بِقَطْعِ اَسْبَابِ تِلْكَ الْاَحْوَالِ.

مہربان ہونا چاہیے»۔

اس کے بعد یہ خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا، کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے، اور یہ روپوشی انہیں بھی ان امور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں، جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہو جایا کرتی ہے، اور حق باطل کے ساتھ مل جل جاتا ہے۔ اور حکمران بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے جو ناواقف رہے گا ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں۔ اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہوا کرتے کہ جس کے ذریعے جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کر کے پہچان لیا جائے۔

اور پھر تم دو ہی طرح کے آدمی ہو سکتے ہو: یا تو تم ایسے ہو کہ تمہارا نفس حق کے ادائیگی کیلئے آمادہ ہے، تو پھر واجب حقوق ادا کرنے اور اچھے کام کر گزرنے سے منہ چھپانے کی ضرورت کیا؟ اور یا تم ایسے ہو کہ لوگوں کو تم سے کورا جواب ہی ملنا ہے، تو جب لوگ تمہاری عطا سے مایوس ہو جائیں گے تو خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے اور پھر یہ کہ لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تمہاری جیب پر کوئی بار نہیں پڑتا۔ جیسے کسی کے ظلم کی شکایت یا کسی معاملہ میں انصاف کا مطالبہ۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ حکام کے کچھ خواص اور سر چڑھے لوگ ہوا کرتے ہیں جن میں خودغرضی، دست درازی اور بد معاملگی ہوا کرتی ہے۔ تم کو ان حالات کے پیدا ہونے کی وجوہ ختم کر کے اس گندے مواد کو ختم کر دینا چاہیے۔

وَ لَا تُقْطِعَنَّ لِاَحَدٍ مِّنْ حَاشِيَتِكَ وَ حَامَّتِكَ قَطِيْعَةً، وَ لَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِي اعْتِقَادِ عُقْدَةٍ تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيْهَا مِنَ النَّاسِ فِيْ شِرْبٍ، اَوْ عَمَلٍ مُّشْتَرَكٍ يَّحْمِلُوْنَ مَؤُنَتَهٗ عَلٰى غَيْرِهِمْ، فَيَكُوْنَ مَهْنَاُ ذٰلِكَ لَهُمْ دُوْنَكَ، وَ عَيْبُهٗ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ.

اور دیکھو! اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا اور اسے تم سے توقع نہ بندھنا چاہیے کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی، یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کیلئے ضرر کی باعث ہو، یوں کہ اس کا بوجھ دوسرے پر ڈال دے۔ اس صورت میں اس کے خوشگوار مزے تو اس کیلئے ہوں گے نہ تمہارے لئے، مگر اسکا بدنما دھبہ دنیا و آخرت میں تمہارے دامن پر رہ جائے گا۔

وَ اَلْزِمِ الْحَقَّ مَنْ لَّزِمَهٗ مِنَ الْقَرِيْبِ وَ الْبَعِيْدِ، وَ كُنْ فِيْ ذٰلِكَ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا، وَاقِعًا ذٰلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ وَ خَاصَّتِكَ حَيْثُ وَقَعَ، وَ ابْتَغِ عَاقِبَتَهٗ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْكَ مِنْهُ، فَاِنَّ مَغَبَّةَ ذٰلِكَ مَحْمُوْدَةٌ.

اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہو اس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہیے۔ وہ تمہارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو۔ اور اس کے بارے میں تحمل سے کام لینا اور ثواب کے امیدوار رہنا۔ چاہے اس کی زد تمہارے کسی قریبی عزیز یا کسی مصاحبِ خاص پر کیسی ہی پڑتی ہو اور اس میں تمہاری طبیعت کو جو گرانی محسوس ہو، اس کے اُخروی نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اس کا انجام بہرحال اچھا ہوگا۔

وَ اِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِكَ حَيْفًا فَاَصْحِرْ لَهُمْ بِعُذْرِكَ، وَ اعْدِلْ عَنْكَ ظُنُوْنَهُمْ بِاِصْحَارِكَ، فَاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ رِيَاضَةً مِّنْكَ لِنَفْسِكَ، وَ رِفْقًا بِرَعِيَّتِكَ، وَ اِعْذَارًا تَبْلُغُ بِهٖ حَاجَتَكَ مِنْ تَقْوِيْمِهِمْ عَلَى الْحَقِّ.

اور اگر رعیت کو تمہارے بارے میں کبھی یہ بدگمانی ہو جائے کہ تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اپنے عذر کو واضح طور سے پیش کر دو، اور عذر واضح کر کے ان کے خیالات کو بدل دو۔ اس سے تمہارے نفس کی تربیت ہوگی، اور رعایا پر مہربانی ثابت ہوگی، اور اس عذر آوری سے ان کو حق پر استوار کرنے کا مقصد تمہارا پورا ہوگا۔

وَ لَا تَدْفَعَنَّ صُلْحًا دَعَاكَ اِلَيْهِ عَدُوُّكَ وَ لِلّٰهِ فِيْهِ رِضًا، فَاِنَّ فِي الصُّلْحِ دَعَةً لِّجُنُوْدِكَ، وَ رَاحَةً مِّنْ هُمُوْمِكَ، وَ اَمْنًا لِّبِلَادِكَ، وَ لٰكِنِ الْحَذَرَ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ عَدُوِّكَ بَعْدَ صُلْحِهٖ، فَاِنَّ الْعَدُوَّ رُبَّمَا قَارَبَ لِيَتَغَفَّلَ، فَخُذْ بِالْحَزْمِ، وَ

اگر دشمن ایسی صلح کی تمہیں دعوت دے کہ جس میں اللہ کی رضا مندی ہو، تو اسے کبھی ٹھکرا نہ دینا۔ کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کیلئے آرام و راحت، خود تمہارے لئے فکروں سے نجات اور شہروں کیلئے امن کا سامان ہے۔ لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تا کہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھائے۔ لہٰذا احتیاط کو ملحوظ رکھو

اتّهِمۡ فِیۡ ذٰلِكَ حُسۡنَ الظَّنِّ.

وَ اِنۡ عَقَدۡتَّ بَیۡنَكَ وَ بَیۡنَ عَدُوِّكَ عُقۡدَةً، اَوۡ اَلۡبَسۡتَهٗ مِنۡكَ ذِمَّةً، فَحُطۡ عَهۡدَكَ بِالۡوَفَآءِ، وَ ارۡعَ ذِمَّتَكَ بِالۡاَمَانَةِ، وَ اجۡعَلۡ نَفۡسَكَ جُنَّةً دُوۡنَ مَاۤ اَعۡطَیۡتَ، فَاِنَّهٗ لَیۡسَ مِنۡ فَرَآئِضِ اللّٰهِ شَیۡءٌ النَّاسُ اَشَدُّ عَلَیۡهِ اجۡتِمَاعًا، مَعَ تَفَرُّقِ اَهۡوَآئِهِمۡ، وَ تَشَتُّتِ اٰرَآئِهِمۡ، مِنۡ تَعۡظِیۡمِ الۡوَفَآءِ بِالۡعُهُوۡدِ، وَ قَدۡ لَزِمَ ذٰلِكَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ فِیۡمَا بَیۡنَهُمۡ دُوۡنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ، لِمَا اسۡتَوۡبَلُوۡا مِنۡ عَوَاقِبِ الۡغَدۡرِ، فَلَا تَغۡدِرَنَّ بِذِمَّتِكَ، وَ لَا تَخِیۡسَنَّ بِعَهۡدِكَ، وَ لَا تَخۡتِلَنَّ عَدُوَّكَ، فَاِنَّهٗ لَا یَجۡتَرِئُ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا جَاهِلٌ شَقِیٌّ. وَ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗ وَ ذِمَّتَهٗ اَمۡنًا اَفۡضَاهُ بَیۡنَ الۡعِبَادِ بِرَحۡمَتِهٖ، وَ حَرِیۡمًا یَّسۡكُنُوۡنَ اِلٰی مَنَعَتِهٖ، وَ یَسۡتَفِیۡضُوۡنَ اِلٰی جِوَارِهٖ، فَلَا اِدۡغَالَ وَ لَا مُدَالَسَةَ وَ لَا خِدَاعَ فِیۡهِ.

وَ لَا تَعۡقِدۡ عَقۡدًا تَجُوۡزُ فِیۡهِ الۡعِلَلُ، وَ لَا تُعَوِّلَنَّ عَلٰی لَحۡنِ قَوۡلٍ بَعۡدَ التَّاۡكِیۡدِ وَ التَّوۡثِقَةِ، وَ لَا یَدۡعُوَنَّكَ ضِیۡقُ اَمۡرٍ لَّزِمَكَ فِیۡهِ عَهۡدُ اللّٰهِ اِلٰی طَلَبِ انۡفِسَاخِهٖ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ، فَاِنَّ صَبۡرَكَ عَلٰی ضِیۡقِ اَمۡرٍ

اوراس بارے میں حسن ظن سے کام نہ لو۔

اور اگر اپنے اور دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو، یا اسے اپنے دامن میں پناہ دو،تو پھر عہد کی پابندی کرو، وعدہ کا لحاظ رکھو، اور اپنے قول وقرار کی حفاظت کیلئے اپنی جان کوسپر بنادو۔ کیونکہ اللہ کے فرائض میں سے ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کی اہمیت پر دنیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف رایوں کے باوجود یکجہتی سے متفق ہو، اور مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے۔ اس لئے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں انہوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا۔ لہٰذا اپنے عہد و پیمان میں غداری اور قول وقرار میں بدعہدی نہ کرنا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا، کیونکہ اللہ پر جرأت جاہل بدبخت کے علاوہ دوسرا نہیں کرسکتا، اور اللہ نے عہدو پیمان کی پابندی کوامن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کردیا ہے، اورایسی پناہ گاہ بنا یا ہے کہ جس کے دامنِ حفاظت میں پناہ لینے اور اس کے جوار میں منزل کرنے کیلئے وہ تیزی سے بڑھتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی جعلسازی، فریب کاری اور مکاری نہ ہونا چاہیے۔

اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ جس میں تاویلوں کی ضرورت پڑنے کا امکان ہو، اور معاہدہ کے پختہ اور طے ہوجانے کے بعداس کے کسی مبہم لفظ کے دوسرے معنی نکال کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو، اور اس عہد و پیمانِ خداوندی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہونا چاہیے کہ تم اسے ناحق منسوخ کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ ایسی دشواریوں کوجھیل لے جانا کہ جن سے چھٹکارے کی اور

تَرْجُو انْفِرَاجَهٗ وَ فَضْلَ عَاقِبَتِهٖ خَيْرٌ مِّنْ غَدْرٍ تَخَافُ تَبِعَتَهٗ، وَ اَنْ تُحِيْطَ بِكَ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ طِلْبَةٌ، فَلَا تَسْتَقِيْلَ فِيْهَا دُنْيَاكَ وَ لَاۤ اٰخِرَتَكَ.

انجام بخیر ہونے کی امید ہو، اس بدعہدی کرنے سے بہتر ہے جس کے برے انجام کا تمہیں خوف اور اس کا اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے اس پر کوئی جواب دہی ہوگی، اور اس طرح تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی ہوگی۔

اِيَّاكَ وَ الدِّمَآءَ وَ سَفْكَهَا بِغَيْرِ حِلِّهَا، فَاِنَّهٗ لَيْسَ شَیْءٌ اَدْعٰی لِنِقْمَةٍ، وَ لَاۤ اَعْظَمَ لِتَبِعَةٍ، وَ لَا اَحْرٰی بِزَوَالِ نِعْمَةٍ وَّ انْقِطَاعِ مُدَّةٍ، مِنْ سَفْكِ الدِّمَآءِ بِغَيْرِ حَقِّهَا، وَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُبْتَدِئٌ بِالْحُكْمِ بَيْنَ الْعِبَادِ فِيْمَا تَسَافَكُوْا مِنَ الدِّمَآءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، فَلَا تُقَوِّيَنَّ سُلْطَانَكَ بِسَفْكِ دَمٍ حَرَامٍ، فَاِنَّ ذٰلِكَ مِمَّا يُضْعِفُهٗ وَ يُوْهِنُهٗ، بَلْ يُزِيْلُهٗ وَ يَنْقُلُهٗ.

دیکھو! ناحق خونریزیوں سے دامن بچائے رکھنا، کیونکہ عذاب الٰہی سے قریب، اور پاداش کے لحاظ سے سخت، اور نعمتوں کے سلب ہونے، اور عمر کے خاتمہ کا سبب، ناحق خونریزی سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ سب سے پہلے جو فیصلہ کرے گا وہ انہی خونوں کا جو بندگانِ خدا نے ایک دوسرے کے بہائے ہیں۔ لہٰذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کوشش کبھی نہ کرنا، کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے، بلکہ اس کو بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی۔

وَ لَا عُذْرَ لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لَا عِنْدِیْ فِیْ قَتْلِ الْعَمْدِ، لِاَنَّ فِيْهِ قَوَدَ الْبَدَنِ، وَ اِنِ ابْتُلِيْتَ بِخَطَاٍ، وَ اَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوْطُكَ اَوْ سَيْفُكَ اَوْ يَدُكَ بِالْعُقُوْبَةِ، فَاِنَّ فِی الْوَكْزَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً، فَلَا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَخْوَةُ سُلْطَانِكَ عَنْ اَنْ تُؤَدِّیَ اِلٰۤی اَوْلِيَآءِ الْمَقْتُوْلِ حَقَّهُمْ.

اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر چل سکے گا نہ میرے سامنے، کیونکہ اس میں قصاص ضروری ہے۔ اور اگر غلطی سے تم اس کے مرتکب ہو جاؤ اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے، اس لئے کہ کبھی گھونسا اور اس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب ہو جایا کرتی ہے، تو ایسی صورت میں اقتدار کے نشہ میں بے خود ہو کر مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔

وَ اِيَّاكَ وَ الْاِعْجَابَ بِنَفْسِكَ وَ الثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا وَ حُبَّ الْاِطْرَآءِ، فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ اَوْثَقِ فُرَصِ الشَّيْطٰنِ

اور دیکھو! خود پسندی سے بچتے رہنا، اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں ان پر اترانا نہیں، اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا۔ کیونکہ شیطان کو جو مواقع ملا کرتے ہیں، ان میں یہ سب سے

فِيْ نَفْسِهٖ، لِيَمْحَقَ مَا يَكُوْنُ مِنْ اِحْسَانِ الْمُحْسِنِيْنَ.

وَ اِيَّاكَ وَ الْمَنَّ عَلٰى رَعِيَّتِكَ بِاِحْسَانِكَ، اَوِ التَّزَيُّدَ فِيْمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ، اَوْ اَنْ تَعِدَهُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ، فَاِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْاِحْسَانَ، وَ التَّزَيُّدَ يَذْهَبُ بِنُوْرِ الْحَقِّ، وَ الْخُلْفَ يُوْجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللهِ وَ النَّاسِ، قَالَ اللهُ تَعَالٰى: ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

وَ اِيَّاكَ وَ الْعَجَلَةَ بِالْاُمُوْرِ قَبْلَ اَوَانِهَا، اَوِ التَّسَقُّطَ فِيْهَا عِنْدَ اِمْكَانِهَا، اَوِ اللَّجَاجَةَ فِيْهَا اِذَا تَنَكَّرَتْ، اَوِ الْوَهْنَ عَنْهَا اِذَا اسْتَوْضَحَتْ، فَضَعْ كُلَّ اَمْرٍ مَّوْضِعَهٗ، وَ اَوْقِعْ كُلَّ عَمَلٍ مَّوْقِعَهٗ.

وَ اِيَّاكَ وَ الِاسْتِئْثَارَ بِمَا النَّاسُ فِيْهِ اُسْوَةٌ، وَ التَّغَابِيَ عَمَّا يُعْنٰى بِهٖ مِمَّا قَدْ وَضَحَ لِلْعُيُوْنِ، فَاِنَّهٗ مَاْخُوْذٌ مِّنْكَ لِغَيْرِكَ، وَ عَمَّا قَلِيْلٍ تَنْكَشِفُ عَنْكَ اَغْطِيَةُ الْاُمُوْرِ، وَ يُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُوْمِ.

اِمْلِكْ حَمِيَّةَ اَنْفِكَ، وَ سَوْرَةَ حَدِّكَ، وَ سَطْوَةَ يَدِكَ، وَ غَرْبَ لِسَانِكَ، وَ احْتَرِسْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِكَفِّ الْبَادِرَةِ، وَ تَاْخِيْرِ السَّطْوَةِ، حَتّٰى يَسْكُنَ غَضَبُكَ

زیادہ اس کے نزدیک بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکوکاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

اور رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتانا، اور جو اُن کے ساتھ حسن سلوک کرنا اسے زیادہ نہ سمجھنا، اور ان سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا۔ کیونکہ احسان جتانا نیکی کو اَکارت کر دیتا ہے، اور اپنی بھلائی کو زیادہ خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے، اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ خود فرماتا ہے: ”خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کہو اسے کرو نہیں“۔

اور دیکھو! وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا، اور جب اس کا موقع آجائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا، اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مصر نہ ہونا، اور جب طریق کار واضح ہو جائے تو پھر سستی نہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھو اور ہر کام کو اس کے موقع پر انجام دو۔

اور دیکھو! جن چیزوں میں سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اسے اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا، اور قابل لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو نظروں کے سامنے نمایاں ہوں، کیونکہ دوسروں کیلئے یہ ذمہ داری تم پر عائد ہے۔ اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم سے مظلوم کی دادخواہی کر لی جائے گی۔

دیکھو! غضب کی تندی، سرکشی کے جوش، ہاتھ کی جنبش اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو۔ اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لو، اور سزا دینے میں دیر کرو، یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اوپر قابو پا لو۔ اور کبھی یہ بات تم اپنے

فَتَمْلِكَ الْاِخْتِيَارَ، وَ لَنْ تُحْكِمَ ذٰلِكَ مِنْ نَّفْسِكَ، حَتّٰى تُكْثِرَ هُمُوْمَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ اِلٰى رَبِّكَ.

وَ الْوَاجِبُ عَلَيْكَ اَنْ تَتَذَكَّرَ مَا مَضٰى لِمَنْ تَقَدَّمَكَ، مِنْ حُكُوْمَةٍ عَادِلَةٍ، اَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ، اَوْ اَثَرٍ عَنْ نَبِيِّنَا صلی اللہ علیہ وآلہ، اَوْ فَرِيْضَةٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَتَقْتَدِيَ بِمَا شَاهَدْتَّهٗ مِمَّا عَمِلْنَا بِهٖ فِيْهَا، وَ تَجْتَهِدَ لِنَفْسِكَ فِي اتِّبَاعِ مَا عَهِدْتُّ اِلَيْكَ فِيْ عَهْدِيْ هٰذَا وَ اسْتَوْثَقْتُ بِهٖ، مِنَ الْحُجَّةِ لِنَفْسِيْ عَلَيْكَ، لِكَيْلَا تَكُوْنَ لَكَ عِلَّةٌ عِنْدَ تَسَرُّعِ نَفْسِكَ اِلٰى هَوَاهَا.

وَ اَنَا اَسْئَلُ اللّٰهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهٖ، وَ عَظِيْمِ قُدْرَتِهٖ عَلٰۤى اِعْطَآءِ كُلِّ رَغْبَةٍ، اَنْ يُّوَفِّقَنِيْ وَ اِيَّاكَ لِمَا فِيْهِ رِضَاهُ، مِنَ الْاِقَامَةِ عَلَى الْعُذْرِ الْوَاضِحِ اِلَيْهِ وَ اِلٰى خَلْقِهٖ، مَعَ حُسْنِ الثَّنَآءِ فِي الْعِبَادِ، وَ جَمِيْلِ الْاَثَرِ فِي الْبِلَادِ، وَ تَمَامِ النِّعْمَةِ وَ تَضْعِيْفِ الْكَرَامَةِ، وَ اَنْ يَّخْتِمَ لِيْ وَ لَكَ بِالسَّعَادَةِ وَ الشَّهَادَةِ، وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاغِبُوْنَ، وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ، وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔

اور تمہیں لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کی چیزوں کو یاد رکھو، خواہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو، یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو، یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہو، یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو، تو ان چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں، اور ان کے ذریعہ سے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کردی ہے، تاکہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہو۔

اور میں اللہ تعالیٰ سے اس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اس کی رضا مندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں، اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی، اور ملک میں اچھے اثرات، اور اس کی نعمت میں فراوانی، اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں، اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو۔ بیشک ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے۔ وَ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا، وَ السَّلَامُ.

--☆☆--

۱؎ یہ عہد نامہ جسے اسلام کا دستور اساسی کہا جاسکتا ہے اس ہستی کا ترتیب دیا ہوا ہے جو قانون الٰہی کا سب سے بڑا واقف کار اور سب سے زیادہ اس پر عمل پیرا تھا۔ ان اوراق سے امیر المومنین علیہ السلام کے طرز جہانبانی کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے پیش نظر صرف قانونِ الٰہی کا نفاذ اور اصلاح معاشرت تھا۔ نہ امن عامہ میں خلل ڈالنا، نہ لوٹ کھسوٹ سے خزانوں کا منہ بھرنا اور نہ توسیعِ سلطنت کیلئے جائز و ناجائز وسائل سے آنکھ بند کر کے سعی و کوشش کرنا۔

دنیوی حکومتیں عموماً اس طرح کا قانون بنایا کرتی ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ حکومت کو فائدہ پہنچے اور ہر ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کیا کرتی ہیں جو اس کے مفاد سے متصادم اور اس کے مقصد کیلئے نقصان رساں ہو۔ مگر اس دستور و آئین کی ہر دفعہ مفادِ عمومی کی نگہبان اور نظام اجتماعی کی محافظ ہے۔ اس کے نفاذ و اجرا میں نہ خود غرضی کا لگاؤ ہے اور نہ مفاد پرستی کا شائبہ۔ اس میں اللہ کے فرائض کی نگہداشت اور بلاتفریق مذہب و ملت حقوقِ انسانیت کی حفاظت اور شکستہ حال و فاقہ کش افراد کی خبر گیری اور پسماندہ و افتادہ طبقہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت ایسے بنیادی اصول ہیں جن سے حق و عدالت کے نشر، امن و سلامتی کے قیام اور رعیت کی فلاح بہبود کے سلسلہ میں پوری رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

جب ۳۸ھ میں مالک ابن حارث اشتر رحمہ اللہ مصر کی حکومت پر فائز ہوئے تو حضرتؑ نے یہ عہد نامہ ان کیلئے قلمبند فرمایا۔

مالک اشتر امیر المومنین علیہ السلام کے ان خواص اصحاب میں سے تھے جو استقلال و پامردی کے جوہر دکھا کر کامل وثوق و اعتماد اور اپنے اخلاق و کردار کو حضرتؑ کے اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھال کر انتہائی قرب و اختصاص حاصل کر چکے تھے، جس کا اندازہ حضرتؑ کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لِیْ مِثْلَ مَا كُنْتُ لِرَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ.

مالک میری نظروں میں ایسے ہی تھے جیسا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں میں تھا۔[1]

چنانچہ انہوں نے بے لوث جذبۂ خدمت سے متاثر ہو کر جنگی مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور تمام معرکوں اور مہموں میں حضرتؑ کے دست و بازو ثابت ہوئے اور ہمت و جرأت کے وہ جوہر دکھائے کہ تمام عرب پر ان کی شجاعت کی دھاک بندھ گئی۔ اس غیر معمولی شجاعت کے ساتھ حلم و بردباری میں بھی بلند امتیاز کے حامل تھے۔ چنانچہ ورام ابن ابی فراس نے اپنے مجموعہ میں تحریر کیا ہے کہ:

آپؒ ایک دفعہ ٹاٹ کا پیراہن پہنے اور ٹاٹ ہی کا عمامہ باندھے ہوئے بازار کوفہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک سر پھرے دوکاندار نے آپ کو اس وضع و لباس میں دیکھ کر کچھ گلے سڑے پتے اور شاخیں آپ کے اوپر پھینک دیں۔ مگر اس ناشائستہ حرکت سے آپ کی پیشانی پر نہ بل آیا اور نہ ہی نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، بلکہ خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ گئے کہ ایک شخص نے اس دوکاندار سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ گستاخی تم نے کس کے ساتھ کی ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون تھے۔ کہا کہ: یہ مالک اشتر تھے۔ یہ سن کر اس کے ہوش و حواس اڑ گئے

---

[1] منہاج البراعۃ، ج۲۰ص ۱۶۲۔

اوراسی وقت ان کے پیچھے دوڑا تاکہ ان سے اس گستاخی واہانت کی معافی مانگے۔ چنانچہ تلاش کرتا ہوا ایک مسجد میں پہنچا جہاں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ آگے بڑھ کر ان کے قدموں پر گر پڑا اور نہایت الحاح وزاری سے عفو کا طالب ہوا۔ آپ نے اس کے سر کو اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ: خدا کی قسم! میں مسجد میں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہارے لئے بارگاہِ خداوندی میں دُعائے مغفرت کروں، میں نے تو تمہیں اسی وقت معاف کر دیا تھا اور امید ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف کر دے گا۔

یہ ہے اس نبرد آزما کا عفوو درگزر جس کے نام سے بہادروں کے زہرے آب ہو جاتے تھے اور جس کی تلوار نے شجاعانِ عرب سے اپنا لوہا منوالیا تھا اور شجاعت کا اصلی جوہر یہی ہے کہ انسان غیظ وغضب کی تلخیوں میں ضبط سے کام لے اور ناگواریوں کو صبر وسکون کے ساتھ جھیل لے جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اَشْجَعُ النَّاسِ مَنْ غَلَبَ هَوَاهُ.

لوگوں میں بڑھ چڑھ کر شجاع وہ ہے جو ہوائے نفس پر غلبہ پائے۔[1]

بہر حال ان خصوصیات و اوصاف کے علاوہ وہ نظم و انصرام مملکت کی بھی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب مصر میں عثمانی گروہ نے تخریبی جراثیم پھیلانا شروع کئے اور شر و فساد سے ملک کے نظم ونسق کو درہم برہم کرنا چاہا تو حضرتؑ نے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کی حکومت سے الگ کر کے آپ ہی کے تقرر کا فیصلہ کیا۔ اگر چہ وہ اس وقت نصیبین میں گورنر کی حیثیت سے مقیم تھے، مگر حضرتؑ نے انہیں طلب فرمایا کہ وہ نصیبین میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے ان کے پاس پہنچیں۔ مالک نے اس فرمان کے بعد شبیب ابن عامر ازدی کو اپنی جگہ پر متعین کیا اور خود امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرتؑ نے انہیں حکومت کا پروانہ لکھ کر مصر روانہ کیا اور اہل مصر کو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا تحریری حکم بھیجا۔

جب معاویہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ مالک اشتر کے تقرر کا علم ہوا تو وہ چکرا سا گیا۔ کیونکہ وہ عمرو ابن عاص سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ وہ اسے اس کی کارکردگیوں کے صلہ میں مصر کی حکومت دے گا اور اسے یہ توقع تھی کہ عمرو ابن عاص محمد ابن ابی بکر کو بآسانی شکست دے کر ان کے ہاتھ سے اقتدار چھین لے گا۔ مگر مالک اشتر کو مغلوب کر کے مصر کو فتح کرنے کا وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا، لہٰذا اس نے یہ تہیہ کر لیا کہ قبل اس کے کہ ان کے ہاتھوں میں اقتدار منتقل ہو، انہیں ٹھکانے لگا دے۔ چنانچہ اس نے شہر عریش کے ایک تعلقہ دار سے یہ ساز باز کی کہ جب مالک مصر جاتے ہوئے عریش سے گزریں تو وہ کسی تدبیر سے انہیں ہلاک کر دے اور اس کے عوض اس کی جائیداد کا مالیہ واگزار کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مالک اشتر جب اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ عریش پہنچے تو اس نے بڑی آؤ بھگت کی اور آپ کو مہمان ٹھہرانے پر مصر ہوا۔ آپ اس کی دعوت کو منظور فرماتے ہوئے اس کے ہاں فروکش ہوئے اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے شہد کے شربت میں زہر کی آمیزش کر کے آپ کے سامنے پیش کیا جس کے پیتے ہی زہر کا اثر شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تلواروں کے سایہ میں کھیلنے والا اور دشمن کی صفوں کو الٹ دینے

---

[1] معانی الاخبار ص ۱۹۵۔

والا خاموشی سے موت کی آغوش میں سو گیا۔

جب معاویہ کو اپنی اس دسیسہ کاری میں کامیابی کی اطلاع ہوئی تو وہ مسرت سے جھوم اٹھا اور خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے کہنے لگا:

اَلَا وَاِنَّ لِلّٰہِ جُنُوْدًا مِّنْ عَسَلٍ.

شہد بھی اللہ کا ایک لشکر ہے۔[1]

اور پھر ایک خطبہ کے دوران میں کہا کہ:

كَانَ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَام يَدَانِ يَمِيْنَانِ، فَقُطِعَتْ اِحْدَاهُمَا يَوْمَ صِفِّيْنَ وَ هُوَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَّ قَدْ قُطِعَتِ الْاُخْرَى الْيَوْمَ وَ هُوَ مَالِكٌ الْاَشْتَرُ.

علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے دو دست راست تھے: ایک صفین کے دن کٹ گیا اور وہ عمار یاسر تھے اور دوسرا ابھی قطع ہو گیا اور وہ مالک اشتر تھے۔[2]

☆☆☆☆☆

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۷، ص ۱۶۰۔

[2] شرح ابن ابی الحدید، ج ٦، ص ۷٦۔

(٥٤) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ، مَعَ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزَاعِيِّ، ذَكَرَهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ الْاِسْكَافِيُّ فِيْ كِتَابِ الْمَقَامَاتِ فِيْ مَنَاقِبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ عَلِمْتُمَا وَ اِنْ كَتَمْتُمَا، اَنِّیْ لَمْ اُرِدِ النَّاسَ حَتّٰى اَرَادُوْنِیْ، وَ لَمْ اُبَايِعْهُمْ حَتّٰى بَايَعُوْنِیْ، وَ اِنَّكُمَا مِمَّنْ اَرَادَنِیْ وَ بَايَعَنِیْ، وَ اِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايِعْنِیْ لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ، وَ لَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ، فَاِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِیْ طَآئِعَيْنِ، فَارْجِعَا وَ تُوْبَا اِلَى اللّٰهِ مِنْ قَرِيْبٍ، وَ اِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِیْ كَارِهَيْنِ، فَقَدْ جَعَلْتُمَا لِیْ عَلَيْكُمَا السَّبِيْلَ بِاِظْهَارِكُمَا الطَّاعَةَ، وَ اِسْرَارِكُمَا الْمَعْصِيَةَ.

وَ لَعَمْرِیْ! مَا كُنْتُمَا بِاَحَقِّ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالتَّقِيَّةِ وَ الْكِتْمَانِ، وَ اِنَّ دَفْعَكُمَا هٰذَا الْاَمْرَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَدْخُلَا فِيْهِ، كَانَ اَوْسَعَ عَلَيْكُمَا مِنْ خُرُوْجِكُمَا مِنْهُ بَعْدَ اِقْرَارِكُمَا بِهٖ، وَ قَدْ زَعَمْتُمَا اَنِّیْ قَتَلْتُ عُثْمَانَ، فَبَيْنِیْ وَ بَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّیْ وَ عَنْكُمَا مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، ثُمَّ يُلْزَمُ كُلُّ امْرِئٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ.

مکتوب (۵۴)

جو عمران ابن حصین خزاعی[1] کے ہاتھ طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا۔ اس خط کو ابو جعفر اسکافی نے اپنی کتاب ”مقامات“ میں کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے فضائل میں ہے ذکر کیا ہے۔

چاہے تم کتنا ہی چھپاؤ مگر تم دونوں واقف ہو کہ میں لوگوں کی طرف نہیں بڑھا، بلکہ وہ بڑھ کر میری طرف آئے۔ میں نے اپنا ہاتھ بیعت لینے کیلئے نہیں بڑھایا، بلکہ انہوں نے خود میرے ہاتھ پر بیعت کی، اور تم دونوں بھی انہی لوگوں میں سے ہو کہ جو میری طرف بڑھ کر آئے تھے اور بیعت کی تھی، اور عوام نے میرے ہاتھ پر نہ تسلط و اقتدار (کے خوف) سے بیعت کی تھی اور نہ مال و دولت کے لالچ میں۔ اب اگر تم دونوں نے اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی تو اس (عہد شکنی) سے پلٹو اور جلد اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، اور اگر ناگواری کے ساتھ بیعت کی تھی تو اطاعت کو ظاہر کر کے اور نافرمانی کو چھپا کر تم نے اپنے خلاف میرے لئے حجت قائم کر دی ہے۔

اور[2] مجھے اپنی زندگی کی قسم! کہ تم قلبی کیفیت پر پردہ ڈالنے اور اسے چھپانے میں دوسرے مہاجرین سے زیادہ سزاوار نہ تھے، اور بیعت کرنے سے پہلے اسے ردّ کرنے کی تمہارے لئے اس سے زیادہ گنجائش تھی کہ اب اقرار کے بعد اس سے نکلنے کی کوشش کرو، اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان مدینہ کے وہ لوگ کہ جو تم سے بھی اور ہم سے بھی کنارہ کش ہیں گواہی دینے کو موجود ہیں۔ اس کے بعد جس نے جتنا حصہ لیا ہو اتنے کا اسے ذمہ دار سمجھا جائے گا۔

فَارْجِعَآ اَيُّهَا الشَّيْخَانِ عَنْ رَّاْيِكُمَا، فَاِنَّ الْاٰنَ اَعْظَمُ اَمْرِكُمَا الْعَارُ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّجْتَمِعَ الْعَارُ وَ النَّارُ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

بزرگوارو! اپنے اس رویہ سے باز آؤ، کیونکہ ابھی تو تم دونوں کے سامنے ننگ و عار ہی کا بڑا امر حلہ ہے، مگر اس کے بعد تو اس ننگ و عار کے ساتھ (دوزخ کی) آگ بھی جمع ہو جائے گی۔ والسلام۔

--☆☆--

۱ے عمران ابن حصین خزاعی بلند پایہ صحابی، علم و فضل میں ممتاز اور نقلِ احادیث میں بہت محتاط تھے۔ خیبر والے سال ایمان لائے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک جہاد رہے۔ کوفہ میں منصب قضا پر فائز ہوئے، اور ۵۲ ھ میں بصرہ میں رحلت فرمائی۔

۲ے یعنی تم دونوں تو دولت وثروت اور قوم وقبیلہ والے تھے، تمہیں اس دورُخی کی کیا ضرورت تھی کہ قلبی کیفیت کو چھپاتے ہوئے اطاعت کا اظہار کرتے اور ناگواری و مجبوری سے بیعت کرتے۔ البتہ تمہارے علاوہ کوئی اور کمزور و ناتواں یہ کہتا کہ وہ بیعت پر مجبور تھا تو کسی حد تک یہ بات تسلیم کی جا سکتی تھی۔ مگر جب کسی دوسرے نے اپنے مجبور و بے بس ہونے کا اظہار نہیں کیا تو یہ مجبوری تمہارے ہی سر کیوں پڑی کہ اپنی بیعت کو مجبوری کا نتیجہ قرار دو۔

☆☆☆☆☆

(۵۵) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ قَدْ جَعَلَ الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، وَ ابْتَلٰى فِيْهَا اَهْلَهَا، لِيَعْلَمَ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا، وَ لَسْنَا لِلدُّنْيَا خُلِقْنَا، وَ لَا بِالسَّعْيِ فِيْهَاۤ اُمِرْنَا، وَ اِنَّمَا وُضِعْنَا فِيْهَا لِنُبْتَلٰى بِهَا، وَ قَدِ ابْتَلَانِي اللّٰهُ بِكَ وَ ابْتَلَاكَ بِيْ، فَجَعَلَ اَحَدَنَا حُجَّةً عَلَى الْاٰخَرِ، فَعَدَوْتَ عَلٰى طَلَبِ الدُّنْيَا بِتَاْوِيْلِ الْقُرْاٰنِ، فَطَلَبْتَنِيْ بِمَا لَمْ تَجْنِ يَدِيْ وَ لَا لِسَانِيْ، وَ عَصَبْتَهٗ اَنْتَ وَ اَهْلُ الشَّامِ بِيْ، وَ اَلَّبَ عَالِمُكُمْ جَاهِلَكُمْ، وَ قَآئِمُكُمْ قَاعِدَكُمْ.

فَاتَّقِ اللّٰهَ فِيْ نَفْسِكَ، وَ نَازِعِ الشَّيْطٰنَ قِيَادَكَ، وَ اصْرِفْ اِلَى الْاٰخِرَةِ وَجْهَكَ، فَهِيَ طَرِيْقُنَا وَ طَرِيْقُكَ، وَ احْذَرْ اَنْ يُّصِيْبَكَ اللّٰهُ مِنْهُ بِعَاجِلِ قَارِعَةٍ تَمَسُّ الْاَصْلَ، وَ تَقْطَعُ الدَّابِرَ، فَاِنِّيْۤ اُوْلِيْ لَكَ بِاللّٰهِ اَلِيَّةً غَيْرَ فَاجِرَةٍ، لَئِنْ جَمَعَتْنِيْ وَ اِيَّاكَ جَوَامِعُ الْاَقْدَارِ، لَاۤ اَزَالُ بِبَاحَتِكَ، ﴿حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾.

-----☆☆-----

مکتوب (۵۵)

معاویہ کے نام

بعد حمد وصلوٰۃ! معلوم ہونا چاہیے کہ خداوند عالم نے دنیا اس کے بعد کی منزل کیلئے بنائی ہے اور اس میں لوگوں کو آزمائش میں ڈالا ہے، تا کہ یہ معلوم ہو کہ ان میں کس کے اعمال بہتر ہیں۔ اور ہم دنیا کیلئے پیدا نہیں کئے گئے اور نہ اس میں تگ ودو کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ہم تو یہاں اس لئے لائے گئے ہیں تا کہ اس کے ذریعے ہماری آزمائش ہو۔ چنانچہ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور ایک کو دوسرے پر حجت ٹھہرایا ہے، مگر تم قرآن کی (غلط سلط) تاویلیں کر کے دنیا پر چھاپہ مارنے لگے اور مجھ سے اس چیز کا مواخذہ کرنے لگے جس میں میرا ہاتھ اور زبان دونوں بے گناہ تھے، مگر تم نے اور شامیوں نے مل کر اسے میرے سر منڈھ دیا۔ تم میں کے واقف کاروں نے ناواقفوں کو اور کھڑے ہوؤں نے بیٹھے ہوؤں کو آمادۂ پیکار کر دیا۔

اپنے دل میں کچھ اللہ کا خوف کرو۔ شیطان سے اپنی باگ چھڑانے کی کوشش کرو، اور آخرت کی طرف اپنا رخ موڑو۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا راستہ وہی ہے، اور اس بات سے ڈرو کہ اللہ تمہیں کسی ایسی ناگہانی مصیبت میں نہ جکڑ لے کہ جس سے نہ تمہاری جڑ رہے نہ شاخ۔ میں تم سے قسم کھاتا ہوں! ایسی قسم کہ جسکے ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اگر اسبابِ تقدیر نے مجھے اور تمہیں ایک جگہ جمع کر دیا تو اس وقت تک تمہارے مقابلہ میں میدان نہیں چھوڑوں گا، جب تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ نہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

--☆☆--

(٥٦) وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَصّٰى بِهٖ شُرَيْحَ بْنَ هَانِئٍ لَّمَّا جَعَلَهٗ عَلٰى مُقَدِّمَتِهٖ اِلَى الشَّامِ:

اِتَّقِ اللّٰهَ فِیْ كُلِّ صَبَاحٍ وَّ مَسَآءٍ، وَ خَفْ عَلٰى نَفْسِكَ الدُّنْیَا الْغَرُوْرَ، وَ لَا تَاْمَنْهَا عَلٰى حَالٍ، وَ اعْلَمْ اَنَّكَ اِنْ لَّمْ تَرْدَعْ نَفْسَكَ عَنْ كَثِیْرٍ مِّمَّا تُحِبُّ مَخَافَةَ مَكْرُوْهِهٖ، سَمَتْ بِكَ الْاَهْوَآءُ اِلٰى كَثِیْرٍ مِّنَ الضَّرَرِ، فَكُنْ لِّنَفْسِكَ مَانِعًا رَّادِعًا، وَ لِنَزْوَتِكَ عِنْدَ الْحَفِیْظَةِ وَاقِمًا قَامِعًا.

-----☆☆-----

وصیت (۵۶)

جب شریح ابن ہانی کو شام جانے والے لشکر کے آگے کے دستہ (مقدمۃ الجیش) کا سردار مقرر کیا تو انہیں یہ ہدایت فرمائی:

صبح و شام برابر اللہ کا خوف رکھنا اور اس فریب کار دنیا سے ڈرتے رہنا اور کسی حالت میں اس سے مطمئن نہ ہونا۔ اگر تم نے کسی ناگواری کے خوف سے اپنے نفس کو بہت دل پسند باتوں سے نہ روکا تو تمہاری نفسانی خواہشیں تمہیں بہت سے نقصانات میں ڈال دیں گی۔ لہٰذا اپنے نفس کو روکتے ٹوکتے اور غصہ کے وقت اپنی جست و خیز کو دباتے کچلتے رہنا۔

--☆☆--

(٥٧) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤى اَهْلِ الْكُوْفَةِ عِنْدَ مَسِیْرِهٖ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلَى الْبَصْرَةِ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ خَرَجْتُ مِنْ حَیِّیْ هٰذَا: اِمَّا ظَالِمًا وَّ اِمَّا مَظْلُوْمًا، وَ اِمَّا بَاغِیًا وَّ اِمَّا مَبْغِیًّا عَلَیْهِ.

وَ اِنِّیْۤ اُذَكِّرُ اللّٰهَ مَنْ بَلَغَهٗ كِتَابِیْ هٰذَا لَمَّا نَفَرَ اِلَیَّ، فَاِنْ كُنْتُ مُحْسِنًا اَعَانَنِیْ، وَ اِنْ كُنْتُ مُسِیْٓئًا اسْتَعْتَبَنِیْ.

-----☆☆-----

مکتوب (۵۷)

مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت اہل کوفہ کے نام

بعد حمد و صلوٰۃ! واضح ہو کہ دو ہی صورتیں ہیں: یا تو میں اپنے قوم قبیلے کے شہر سے نکلا ہوں ظالمانہ حیثیت سے، یا مظلوم کی حیثیت سے۔ میں باغی ہوں، یا دوسروں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے۔

بہرصورت جن جن کے پاس میرا یہ خط پہنچے انہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور اگر میں صحیح راہ پر ہوں تو میری مدد کریں اور اگر میں غلط راستہ پر جا رہا ہوں تو مجھے اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کریں۔

--☆☆--

(۵۸) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَتَبَهٗ اِلٰۤى اَهْلِ الْاَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيْهِ مَا جَرٰى بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اَهْلِ صِفِّيْنَ:

وَ كَانَ بَدْءُ اَمْرِنَاۤ اَنَّا الْتَقَيْنَا وَ الْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ، وَ الظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ، وَ نَبِيَّنَا وَاحِدٌ، وَ دَعْوَتَنَا فِی الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ، لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِی الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ، وَ التَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ ﷺ، وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا، الْاَمْرُ وَاحِدٌ، اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَ نَحْنُ مِنْهُ بَرَآءٌ.

فَقُلْنَا تَعَالَوْا نُدَاوِ مَا لَا يُدْرَكُ الْيَوْمَ بِاِطْفَآءِ النَّآئِرَةِ، وَ تَسْكِيْنِ الْعَامَّةِ، حَتّٰى يَشْتَدَّ الْاَمْرُ وَ يَسْتَجْمِعَ، فَنَقْوٰى عَلٰى وَضْعِ الْحَقِّ مَوَاضِعَهٗ، فَقَالُوْا بَلْ نُدَاوِيْهِ بِالْمُكَابَرَةِ.

فَاَبَوْا حَتّٰى جَنَحَتِ الْحَرْبُ وَ رَكَدَتْ، وَ وَقَدَتْ نِيْرَانُهَا وَ حَمِسَتْ، فَلَمَّا ضَرَّسَتْنَا وَ اِيَّاهُمْ، وَ وَضَعَتْ مَخَالِبَهَا فِيْنَا وَ فِيْهِمْ، اَجَابُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ اِلَى الَّذِیْ دَعَوْنَاهُمْ اِلَيْهِ، فَاَجَبْنَاهُمْ اِلٰى مَا دَعَوْا، وَ سَارَعْنَاهُمْ اِلٰى مَا طَلَبُوْا، حَتّٰى اسْتَبَانَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ، وَ انْقَطَعَتْ مِنْهُمُ الْمَعْذِرَةُ.

مکتوب (۵۸)

جو مختلف علاقوں کے باشندوں کو صفین کی روئداد سے مطلع کرنے کیلئے تحریر فرمایا:

ابتدائی صورت حال یہ تھی کہ ہم اور شام والے آمنے سامنے آئے اس حالت میں کہ ہمارا اللہ ایک، نبی ایک اور دعوت اسلام ایک تھی، نہ ہم ایمان باللہ اور اس کے رسولؐ کی تصدیق میں ان سے کچھ زیادتی چاہتے تھے اور نہ وہ ہم سے اضافہ کے طالب تھے، بالکل اتحاد تھا، سوا اس اختلاف کے جو ہم میں خونِ عثمان کے بارے میں ہو گیا تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس سے بالکل بری الذمہ تھے۔

تو ہم نے ان سے کہا کہ آؤ فتنہ کی آگ بجھا کر اور لوگوں کا جوش ٹھنڈا کر کے اس مرض کا وقتی مداوا کریں جس کا پورا استیصال ابھی نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ صورتِ حال استوار و ہموار ہو جائے اور سکون و اطمینان حاصل ہو جائے۔ اس وقت ہمیں اس کی قوت ہو گی کہ ہم حق کو اس کی جگہ پر رکھ سکیں، لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا علاج جنگ و جدل سے کریں گے۔

اور جب انہوں نے ہماری بات ماننے سے انکار کر دیا تو جنگ نے اپنے پر پھیلا دیئے اور جم کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے شعلے بھڑک اٹھے اور شدت بڑھ گئی۔ اب جب اس نے ہمیں اور انہیں دانتوں سے کاٹا اور اپنے پنجوں میں جکڑ لیا تو وہ اس بات پر اتر آئے جس کی طرف ہم خود انہیں بلا چکے تھے۔ چنانچہ ہم نے ان کی پیشکش کو مان لیا اور ان کی خواہش کو جلدی سے قبول کر لیا۔ اس طرح ان پر حجت پورے طور سے واضح ہو گئی اور ان کیلئے کسی عذر کی گنجائش نہ رہی۔

فَمَنْ تَمَّ عَلٰى ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَ مَنْ لَّجَّ وَ تَمَادٰى فَهُوَ الرَّاكِسُ الَّذِیْ رَانَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ، وَ صَارَتْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ عَلٰى رَاْسِهٖ.

اب ان میں سے جو اپنے عہد پر جما رہے گا وہ وہ ہوگا جسے اللہ نے ہلاکت سے بچایا ہے اور جو ہٹ دھرمی کرتے ہوئے گمراہی میں دھنستا جائے گا تو وہ عہد شکن ہوگا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور زمانہ کے حوادث اس کے سر پر منڈلاتے رہیں گے۔

-----☆☆-----

(٥٩) وَ مِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مکتوب (۵۹)

اِلَى الْاَسْوَدِ بْنِ قَطِیْبَةَ صَاحِبِ جُنْدِ حُلْوَانَ

اسود ابن قطیبہ والیٔ حلوان کے نام

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْوَالِیَ اِذَا اخْتَلَفَ هَوَاهُ مَنَعَهٗ ذٰلِكَ كَثِیْرًا مِّنَ الْعَدْلِ، فَلْیَكُنْ اَمْرُ النَّاسِ عِنْدَكَ فِی الْحَقِّ سَوَآءً، فَاِنَّهٗ لَیْسَ فِی الْجَوْرِ عِوَضٌ مِّنَ الْعَدْلِ، فَاجْتَنِبْ مَا تُنْكِرُ اَمْثَالَهٗ وَ ابْتَذِلْ نَفْسَكَ فِیْمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْكَ، رَاجِیًا ثَوَابَهٗ، وَ مُتَخَوِّفًا عِقَابَهٗ.

دیکھو! جب حاکم کے رجحانات (مختلف اشخاص کے لحاظ سے) مختلف ہوں گے تو یہ امر اس کو اکثر انصاف پروری سے مانع ہوگا۔ لہٰذا حق کی رو سے سب لوگوں کا معاملہ تمہاری نظروں میں برابر ہونا چاہیے، کیونکہ ظلم انصاف کا قائم مقام کبھی نہیں ہو سکتا اور دوسروں کے جن کاموں کو تم برا سمجھتے ہو ان سے اپنا دامن بچا کر رکھو، اور جو کچھ خدا نے تم پر واجب کیا ہے اسے انہماک سے بجالاتے رہو، اور اس کے ثواب کی امید اور سزا کا خوف قائم رکھو۔

وَ اعْلَمْ اَنَّ الدُّنْیَا دَارُ بَلِیَّةٍ لَّمْ یَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِیْهَا قَطُّ سَاعَةً، اِلَّا كَانَتْ فَرْغَتُهٗ عَلَیْهِ حَسْرَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ، وَ اَنَّهٗ لَنْ یُّغْنِیَكَ عَنِ الْحَقِّ شَیْءٌ اَبَدًا، وَ مِنَ الْحَقِّ عَلَیْكَ حِفْظُ نَفْسِكَ، وَ الِاحْتِسَابُ عَلَى الرَّعِیَّةِ بِجُهْدِكَ، فَاِنَّ الَّذِیْ یَصِلُ اِلَیْكَ مِنْ ذٰلِكَ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِیْ یَصِلُ بِكَ، وَ السَّلَامُ.

یاد رکھو کہ دنیا آزمائش کا گھر ہے۔ جو بھی اس میں اپنی کوئی گھڑی بے کاری میں گزارے گا تو قیامت کے دن وہ بے کاری اس کیلئے حسرت کا سبب بن جائے گی۔ اور دیکھو کوئی چیز تمہیں حق سے بے نیاز نہیں بنا سکتی اور یہ بھی ایک حق ہے تم پر کہ تم اپنے نفس کی حفاظت کرو اور مقدور بھر رعایا کی نگرانی رکھو۔ اس طرح جو فائدہ تم کو اس سے پہنچے گا وہ اس فائدہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا جو تم سے پہنچے گا۔ والسلام۔

-----☆☆-----

(٦٠) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَى الْعُمَّالِ الَّذِيْنَ يَطَأُ الْجَيْشُ عَمَلَهُمْ

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى مَنْ مَّرَّ بِهِ الْجَيْشُ مِنْ جُبَاةِ الْخَرَاجِ وَ عُمَّالِ الْبِلَادِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّيْ قَدْ سَيَّرْتُ جُنُوْدًا هِيَ مَارَّةٌ بِكُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، وَ قَدْ اَوْصَيْتُهُمْ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ عَلَيْهِمْ، مِنْ كَفِّ الْاَذٰى وَ صَرْفِ الشَّذٰى، وَ اَنَا اَبْرَاُ اِلَيْكُمْ وَ اِلٰى ذِمَّتِكُمْ، مِنْ مَّعَرَّةِ الْجَيْشِ اِلَّا مِنْ جَوْعَةِ الْمُضْطَرِّ، لَا يَجِدُ عَنْهَا مَذْهَبًا اِلٰى شِبَعِهٖ، فَنَكِّلُوْا مَنْ تَنَاوَلَ مِنْهُمْ شَيْئًا ظُلْمًا عَنْ ظُلْمِهِمْ، وَ كُفُّوْۤا اَيْدِيَ سُفَهَآئِكُمْ عَنْ مُّضَادَّتِهِمْ، وَ التَّعَرُّضِ لَهُمْ فِيْمَا اسْتَثْنَيْنَاهُ مِنْهُمْ.

وَ اَنَا بَيْنَ اَظْهُرِ الْجَيْشِ، فَادْفَعُوْۤا اِلَيَّ مَظَالِمَكُمْ وَ مَا عَرَاكُمْ، مِمَّا يَغْلِبُكُمْ مِنْ اَمْرِهِمْ، وَ لَا تُطِيْقُوْنَ دَفْعَهٗ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ بِيْ، فَاَنَا اُغَيِّرُهٗ بِمَعُوْنَةِ اللّٰهِ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

-----☆☆-----

مکتوب (٦٠)

ان عمال حکومت کی طرف جن کا علاقہ فوج کی گزرگاہ میں پڑتا تھا

خدا کے بندے علی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے ان خراج جمع کرنے والوں اورشہروں کے عاملوں کو جن کے علاقہ سے فوج گزرے گی:

بعد حمد وصلوٰۃ! معلوم ہو کہ میں نے کچھ فوجیں روانہ کی ہیں جو خدا نے چاہا تو عنقریب تمہارے علاقہ سے عبور کریں گی۔ میں نے انہیں ہدایت کردی ہے اس کی جو اللہ کی طرف سے ان پر لازم ہے کہ وہ کسی کو ستائیں نہیں اور کسی کو تکلیف نہ دیں۔ اور میں تمہیں اور تمہارے اہل ذمہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ فوج والے کوئی دست درازی کریں تو اس سے میں بے تعلق ہوں، سوا اس صورت کے جب کہ کوئی بھوک سے حالت اضطرار میں ہو اور پیٹ بھرنے کی کوئی صورت اسے نظر نہ آئے۔ اس کے علاوہ ان میں سے کوئی دراز دستی کرے تو تمہیں اس کی اسے سزا دینا چاہیے۔ لیکن اپنے سرپھروں کے ہاتھ بھی روکنا کہ وہ ان سے نہ ٹکرائیں اور جس چیز کی ہم نے انہیں اجازت دی ہے اس میں ان سے تعرض نہ کریں۔

اور میں تو فوج کے اندر موجود ہی ہوں، لہٰذا جو زیادتیاں ہوں یا ایسی سختی تم پر ہو کہ جس کی روک تھام کیلئے تمہیں اللہ کی مدد اور میری طرف رجوع ہونے کی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دینا، میں ان شاء اللہ! اللہ کی مدد سے ٹھیک کردوں گا۔

--☆☆--

(٦١) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى كُمَيْلِ بْنِ زِيَادٍ النَّخَعِيِّ، وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلٰى هِيْتٍ، يُنْكِرُ عَلَيْهِ تَرْكَهٗ دَفْعَ مَنْ يَّجْتَازُ بِهٖ مِنْ جَيْشِ الْعَدُوِّ طَالِبًا لِّلْغَارَةِ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ تَضْيِيْعَ الْمَرْءِ مَا وُلِّيَ وَ تَكَلُّفَهٗ مَا كُفِيَ، لَعَجْزٌ حَاضِرٌ وَّ رَاْیٌ مُّتَبَّرٌ، وَ اِنَّ تَعَاطِيَكَ الْغَارَةَ عَلٰۤى اَهْلِ قِرْقِيْسِيَا، وَ تَعْطِيْلَكَ مَسَالِحَكَ الَّتِیْ وَلَّيْنَاكَ، لَيْسَ بِهَا مَنْ يَّمْنَعُهَا، وَ لَا يَرُدُّ الْجَيْشَ عَنْهَا لَرَاْیٌ شَعَاعٌ، فَقَدْ صِرْتَ جِسْرًا لِّمَنْ اَرَادَ الْغَارَةَ مِنْ اَعْدَآئِكَ عَلٰۤى اَوْلِيَآئِكَ، غَيْرَ شَدِيْدِ الْمَنْكِبِ، وَ لَا مَهِيْبِ الْجَانِبِ، وَ لَا سَادٍّ ثُغْرَةً، وَ لَا كَاسِرٍ شَوْكَةً، وَ لَا مُغْنٍ عَنْ اَهْلِ مِصْرِهٖ، وَ لَا مُجْزٍ عَنْ اَمِيْرِهٖ.

مکتوب (۶۱)

والی ہیت کمیل ابن زیاد نخعی کے نام۔ اس میں ان کے اس طرز عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے کہ جب دشمن کی فوجیں لوٹ مار کے قصد سے ان کے علاقہ کی طرف سے گزریں تو انہوں نے ان کو روکا نہیں۔

آدمی کا اس کام کو نظر انداز کر دینا کہ جو اسے سپرد کیا گیا ہے اور جو کام اس کے بجائے دوسروں سے متعلق ہے اس میں خواہ مخواہ کو گھسنا ایک کھلی ہوئی کمزوری اور تباہ کن فکر ہے۔ تمہارا اہل قرقیسیا پر دھاوا بول دینا اور اپنی سرحدوں کو خالی چھوڑ دینا جبکہ وہاں نہ کوئی حفاظت کرنے والا ہے نہ دشمن کی سپاہ کو روکنے والا ہے، ایک پریشان خیالی کا مظاہرہ تھا۔ اس طرح تم اپنے دشمنوں کیلئے پل بن گئے جو تمہارے دوستوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں، اس عالم میں کہ نہ تمہارے بازوؤں میں توانائی ہے، نہ تمہارا کچھ رعب و دبدبہ ہے، نہ تم دشمن کا راستہ روکنے والے ہو، نہ اس کا زور توڑنے والے ہو، نہ اپنے شہر والوں کے کام آنے والے ہو اور نہ اپنے امیر کی طرف سے کوئی کام انجام دینے والے ہو۔

--☆☆--

(٦٢) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤى اَهْلِ مِصْرَ مَعَ مَالِكِ الْاَشْتَرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمَّا وَلَّاهُ اِمَارَتَهَا:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وآله نَذِيْرًا لِّلْعٰلَمِيْنَ، وَ مُهَيْمِنًا عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، فَلَمَّا مَضٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُوْنَ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ.

مکتوب (۶۲)

جب مالک اشتر کو مصر کا حاکم تجویز فرمایا تو ان کے ہاتھ اہلِ مصر کو بھیجا:

اللہ سبحانہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کا (ان کی بداعمالیوں کی پاداش سے) ڈرانے والا اور تمام رسولوں پر گواہ بنا کر بھیجا۔ پھر جب[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ان کے بعد مسلمانوں نے خلافت کے بارے میں کھینچا تانی شروع کر دی۔

فَوَاللهِ! مَا كَانَ يُلْقٰى فِیْ رُوْعِیْ وَ لَا يَخْطُرُ بِبَالِیْ اَنَّ الْعَرَبَ، تُزْعِجُ هٰذَا الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ ﷺ عَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَ لَاۤ اَنَّهُمْ مُنَحُّوْهُ عَنِّیْ مِنْۢ بَعْدِهٖ، فَمَا رَاعَنِیْۤ اِلَّا انْثِيَالُ النَّاسِ عَلٰى فُلَانٍ يُّبَايِعُوْنَهٗ.

فَاَمْسَكْتُ يَدِیْ حَتّٰى رَاَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْاِسْلَامِ، يَدْعُوْنَ اِلٰى مَحْقِ دَيْنِ مُحَمَّدٍ ﷺ، فَخَشِيْتُ اِنْ لَّمْ اَنْصُرِ الْاِسْلَامَ وَ اَهْلَهٗ اَنْ اَرٰى فِيْهِ ثَلْمًا اَوْ هَدْمًا، تَكُوْنُ الْمُصِيْبَةُ بِهٖ عَلَیَّ اَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَايَتِكُمُ الَّتِیْ اِنَّمَا هِیَ مَتَاعُ اَيَّامٍ قَلَآئِلَ، يَزُوْلُ مِنْهَا مَا كَانَ كَمَا يَزُوْلُ السَّرَابُ، اَوْ كَمَا يَتَقَشَّعُ السَّحَابُ، فَنَهَضْتُ فِیْ تِلْكَ الْاَحْدَاثِ، حَتّٰى زَاحَ الْبَاطِلُ وَ زَهَقَ، وَ اطْمَاَنَّ الدِّيْنُ وَ تَنَهْنَهَ.

اس موقع پر بخدا! مجھے یہ کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا اور نہ میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عرب خلافت کا رخ ان کے اہل بیت علیہم السلام سے موڑ دیں گے، اور نہ یہ کہ ان کے بعد اسے مجھ سے ہٹا دیں گے۔ مگر ایک دم میرے سامنے یہ منظر آیا کہ لوگ فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے دوڑ پڑے۔

ان حالات میں مَیں نے اپنا ہاتھ روکے رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مرتد ہونے والے اسلام سے مرتد ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب میں ڈرا کہ اگر کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہوئے میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں گا تو یہ میرے لئے اس سے بڑھ کر مصیبت ہو گی جتنی یہ مصیبت کہ تمہاری یہ حکومت میرے ہاتھ سے چلی جائے جو تھوڑے دنوں کا اثاثہ ہے، اس میں کی ہر چیز زائل ہو جائے گی، اس طرح جیسے سراب بے حقیقت ثابت ہوتا ہے یا جس طرح بدلی چھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ میں ان بدعتوں کے ہجوم میں اٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہو گیا اور دین محفوظ ہو کر تباہی سے بچ گیا۔

[وَ مِنْهُ]

اِنِّیْ وَ اللهِ! لَوْ لَقِيْتُهُمْ وَاحِدًا وَ هُمْ طِلَاعُ الْاَرْضِ كُلِّهَا، مَا بَالَيْتُ وَ لَا اسْتَوْحَشْتُ، وَ اِنِّیْ مِنْ ضَلَالِهِمُ الَّذِیْ هُمْ فِيْهِ، وَ الْهُدَى الَّذِیْۤ اَنَا عَلَيْهِ، لَعَلٰى بَصِيْرَةٍ مِّنْ نَّفْسِیْ، وَ يَقِيْنٍ مِّنْ رَّبِّیْ، وَ اِنِّیْۤ اِلٰى لِقَآءِ اللهِ وَ حُسْنِ ثَوَابِهٖ، لَمُنْتَظِرٌ رَّاجٍ، وَ لٰكِنَّنِیْۤ اٰسٰى اَنْ يَّلِیَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سُفَهَآؤُهَا وَ فُجَّارُهَا،

[اسی خط کا ایک حصہ یہ ہے]

بخدا! اگر میں تن تنہا ان سے مقابلہ کیلئے نکلوں اور زمین کی ساری وسعتیں ان سے چھلک رہی ہوں، جب بھی میں پروا نہ کروں اور نہ پریشان ہوں۔ اور میں جس گمراہی میں وہ ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں، اس کے متعلق پوری بصیرت اور اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے یقین رکھتا ہوں، اور میں اللہ کے حضور میں پہنچنے کا مشتاق اور اس کے حسن ثواب کیلئے دامن امید پھیلائے ہوئے منتظر ہوں۔ مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر حکومت کریں بدمغز اور بدکردار لوگ اور وہ اللہ

فَيَتَّخِذُوا مَالَ اللهِ دُوَلًا، وَ عِبَادَهُ خَوَلًا، وَ الصّٰلِحِيْنَ حَرْبًا، وَ الْفَاسِقِيْنَ حِزْبًا، فَاِنَّ مِنْهُمُ الَّذِیْ قَدْ شَرِبَ فِيْكُمُ الْحَرَامَ، وَ جُلِدَ حَدًّا فِی الْاِسْلَامِ، وَ اِنَّ مِنْهُمْ مَنْ لَّمْ يُسْلِمْ، حَتّٰى رُضِخَتْ لَهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ الرَّضَآئِخُ، فَلَوْ لَا ذٰلِكَ مَاۤ اَكْثَرْتُ تَاْلِيْبَكُمْ وَ تَاْنِيْبَكُمْ، وَ جَمْعَكُمْ وَ تَحْرِيْضَكُمْ، وَ لَتَرَكْتُكُمْ اِذْ اَبَيْتُمْ وَ وَنَيْتُمْ.

اَلَا تَرَوْنَ اِلٰۤى اَطْرَافِكُمْ قَدِ انْتَقَصَتْ؟ وَ اِلٰۤى اَمْصَارِكُمْ قَدِ افْتُتِحَتْ؟ وَ اِلٰى مَمَالِكِكُمْ تُزْوٰى؟ وَ اِلٰى بِلَادِكُمْ تُغْزٰى؟. اِنْفِرُوْا رَحِمَكُمُ اللهُ اِلٰى قِتَالِ عَدُوِّكُمْ، وَ لَا تَثَّاقَلُوْۤا اِلَى الْاَرْضِ، فَتُقِرُّوْا بِالْخَسْفِ، وَ تَبُوْٓءُوْا بِالذُّلِّ، وَ يَكُوْنَ نَصِيْبُكُمُ الْاَخَسَّ، وَ اِنَّ اَخَا الْحَرْبِ الْاَرِقُ، وَ مَنْ نَّامَ لَمْ يُنَمْ عَنْهُ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

کے مال کو اپنی املاک اور اس کے بندوں کو غلام بنا لیں، نیکوں سے برسر پیکار رہیں اور بدکرداروں کو اپنے جتھے میں رکھیں، کیونکہ ان میں بعض[2] کا مشاہدہ تمہیں ہو چکا ہے کہ اس نے تمہارے اندر شراب نوشی کی اور اسلامی حد کے سلسلہ میں اسے کوڑے لگائے گئے، اور ان میں ایسا شخص بھی ہے جو اس وقت تک اسلام نہیں لایا جب تک اسے آمدنیاں نہیں ہوئیں۔ اگر اس کی فکر مجھے نہ ہوتی تو میں اس طرح تمہیں (جہاد پر) آمادہ نہ کرتا، نہ اس طرح جھنجھوڑتا، نہ تمہیں اکٹھا کرنے اور شوق دلانے کی کوشش کرتا، بلکہ تم سرتابی اور کوتاہی کرتے تو تم کو تمہارے حال پر چھوڑ دیتا۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے شہروں کے حدود (روز بروز) کم ہوتے جا رہے ہیں اور تمہارے ملک کے مختلف حصوں پر قبضہ کیا جا رہا ہے، تمہاری ملکیتیں چھن رہی ہیں اور تمہارے شہروں پر چڑھائیاں ہو رہی ہیں۔ خدا تم پر رحم کرے! اپنے دشمنوں سے لڑنے کیلئے چل پڑو اور سست ہو کر زمین سے چمٹے نہ رہو۔ ورنہ یاد رکھو کہ ظلم و ستم سہتے رہو گے اور ذلت میں پڑے رہو گے اور تمہارا حصہ انتہائی پست ہو گا۔ سنو! جنگ آزما ہوشیار و بیدار رہا کرتا ہے اور جو سو جاتا ہے دشمن اس سے غافل ہو کر سویا نہیں کرتا۔ والسلام۔

--☆☆--

[1] پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ نے امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں «هٰذَا اَخِیْ وَ وَصِيِّیْ وَ خَلِيْفَتِیْ فِيْكُمْ»[1]: (یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم لوگوں میں میرا جانشین ہے) اور حجۃ الوداع سے پلٹتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَّوْلَاهُ»[2] فرما کر نیابت و جانشینی کا مسئلہ طے کر دیا تھا، جس کے بعد کسی جدید انتخاب کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ یہ تصور و خیال کیا جا سکتا تھا کہ اہل مدینہ انتخاب کی ضرورت محسوس کریں گے۔ مگر کچھ اقتدار پرست افراد نے ان واضح ارشادات کو اس طرح نظر انداز کر دیا کہ گویا ان کے کان کبھی ان سے آشنا

[1] تفسیر البغوی، ج ۳، ص ۴۸۱۔

[2] سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۴۵، حدیث ۱۲۱۔

ہوئے ہی نہ تھے اور انتخاب کو اس درجہ ضروری سمجھا کہ تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو چھوڑ چھاڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور جمہوریت کے نام پر حضرت ابو بکر کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

یہ موقع امیر المومنین علیہ السلام کیلئے انتہائی کشمکش کا تھا۔ کیونکہ ایک طرف کچھ مفاد پرست لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ آپؑ شمشیر بکف میدان میں اتر آئیں اور دوسری طرف آپؑ یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ عرب جو اسلام کی طاقت سے مرعوب ہو کر اسلام لائے تھے، مرتد ہوتے جا رہے ہیں اور مسیلمہ کذاب و طلیحہ ابن خویلد قبیلوں کے قبیلوں کو گمراہی کی طرف جھونک رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر خانہ جنگی شروع ہو گئی اور مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے مقابلے میں بے نیام ہو کر نکل آئیں تو ارتداد و نفاق کی قوتیں مل کر اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دیں گی۔ اس لئے آپؑ نے جنگ پر وقتی سکوت کو ترجیح دی اور وحدت اسلامی کو برقرار رکھنے کیلئے تلوار کا سہارا لینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ احتجاج کافی سمجھا۔ کیونکہ آپؑ کو ظاہری اقتدار اتنا عزیز نہ تھا جتنی ملت کی فلاح و بہبود عزیز تھی اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کے سد باب اور فتنہ پردازوں کے عزائم کو ناکام بنانے کیلئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپؑ اپنے حق سے دستبردار ہو کر جنگ کو ہوا نہ دیں اور یہ بقائے ملت و اسلام کے سلسلہ میں اتنا بڑا کارنامہ ہے جس کا تمام فرق اسلامیہ کو اعتراف ہے۔

۲۔ شراب نوشی کرنے والے سے مراد ''ولید ابن عقبہ'' ہے جس نے کوفہ میں شراب پی اور نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی اور اس کی پاداش میں اسے کوڑے لگائے گئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابو الفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ:

كَانَ الْوَلِيْدُ زَانِيًا يَّشْرَبُ الْخَمْرَ ، فَشَرِبَ بِالْكُوْفَةِ وَ قَامَ لِيُصَلِّيَ بِهِمُ الصُّبْحَ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ ، فَصَلّٰى بِهِمْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ، ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ : اَزِيْدُكُمْ ؟ .

ولید بدکار اور شراب خوار تھا۔ اس نے کوفہ میں شراب پی اور مسجد جامع میں لوگوں کو صبح کی نماز (دو رکعت کے بجائے) چار رکعت پڑھا دی۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ: اگر تم چاہو تو کچھ اور بڑھا دوں؟۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ۱۹۳)

اور مالی انتفاع کی وجہ سے ایمان لانے والے سے مراد ''معاویہ'' ہے کہ جو صرف دنیوی انتفاعات کی وجہ سے اپنا رشتہ اسلام سے جوڑے ہوئے تھا۔

☆☆☆☆☆

(٦٣) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤى اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ، وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلَى الْكُوْفَةِ، وَ قَدْ بَلَغَهٗ عَنْهُ تَثْبِيْطُهُ النَّاسَ عَنِ الْخُرُوْجِ اِلَيْهِ لَمَّا نَدَبَهُمْ لِحَرْبِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ:

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ.

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَوْلٌ هُوَ لَكَ وَ عَلَيْكَ، فَاِذَا قَدِمَ رَسُوْلِيْ عَلَيْكَ فَارْفَعْ ذَيْلَكَ، وَ اشْدُدْ مِئْزَرَكَ، وَ اخْرُجْ مِنْ جُحْرِكَ، وَ انْدُبْ مَنْ مَّعَكَ، فَاِنْ حَقَّقْتَ فَانْفُذْ، وَ اِنْ تَفَشَّلْتَ فَابْعُدْ.

وَ ايْمُ اللّٰهِ! لَتُؤْتَيَنَّ حَيْثُ اَنْتَ، وَ لَا تُتْرَكُ حَتّٰى يُخْلَطَ زُبْدُكَ بِخَاثِرِكَ وَ ذَآئِبُكَ بِجَامِدِكَ، وَ حَتّٰى تُعْجَلَ عَنْ قِعْدَتِكَ، وَ تَحْذَرَ مِنْ اَمَامِكَ كَحَذَرِكَ مِنْ خَلْفِكَ، وَ مَا هِيَ بِالْهُوَيْنَى الَّتِيْ تَرْجُوْ، وَ لٰكِنَّهَا الدَّاهِيَةُ الْكُبْرٰى، يُرْكَبُ جَمَلُهَا، وَ يُذَلُّ صَعْبُهَا، وَ يُسَهَّلُ جَبَلُهَا.

فَاعْقِلْ عَقْلَكَ، وَ امْلِكْ اَمْرَكَ، وَ خُذْ نَصِيْبَكَ وَ حَظَّكَ، فَاِنْ كَرِهْتَ فَتَنَحَّ اِلٰى غَيْرِ رَحْبٍ،

مکتوب (٦٣)

عامل کوفہ ابوموسیٰ اشعری کے نام[1]، جب حضرتؑ کو خبر پہنچی کہ وہ اہل کوفہ کو جنگِ جمل کے سلسلہ میں جب کہ آپؑ نے انہیں مدد کیلئے بلایا تھا، روک رہا ہے:

خدا کے بندے علی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے عبد اللہ ابن قیس (ابوموسیٰ) کے نام:

مجھے تمہاری طرف سے ایسی بات کی خبر ملی ہے جو تمہارے حق میں بھی ہوسکتی ہے اور تمہارے خلاف بھی پڑ سکتی ہے۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو (جہاد کیلئے) دامن گردان لو، کمر کس لو، اور اپنے بل سے باہر نکل آؤ، اور اپنے ساتھ والوں کو بھی دعوت دو، اور اگر حق تمہارے نزدیک ثابت ہے تو کھڑے ہو، اور اگر بودا پن دکھانا ہے تو (ہماری نظروں سے) دور ہو جاؤ۔

خدا کی قسم! تم گھیر گھار کر لائے جاؤ گے خواہ کہیں بھی ہو، اور چھوڑے نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ تم اپنی دو عملی کی وجہ سے بوکھلا اٹھو گے اور تمہارا سارا تار پود بکھر جائے گا، یہاں تک کہ تمہیں اطمینان سے بیٹھنا بھی نصیب نہ ہوگا، اور سامنے سے بھی اسی طرح ڈرو گے جس طرح اپنے پیچھے سے ڈرتے ہو۔ جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے یہ کوئی آسان بات نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بڑی مصیبت ہے جس کے اونٹ پر بہر حال سوار ہونا پڑے گا، اور اس کی دشواریوں کو ہموار کیا جائے گا اور اس پہاڑ کو سر کیا جائے گا۔

لہٰذا اپنی عقل کو ٹھکانے پر لاؤ، اپنے حالات پر قابو حاصل کرو اور اپنا حظ و نصیب لینے کی کوشش کرو، اور اگر یہ ناگوار ہے تو ادھر دفان ہو جہاں نہ تمہارے لئے آؤ بھگت ہے، نہ تمہارے لئے چھٹکارے کی

وَ لَا فِیْ نَجَاةٍ، فَبِالْحَرِیِّ لَتُكْفَیَنَّ وَ اَنْتَ نَائِمٌ، حَتّٰی لَا یُقَالَ اَیْنَ فُلَانٌ.

کوئی صورت۔ اب یہی مناسب ہے کہ تمہیں بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ مزے سے سوئے پڑے رہو! کوئی یہ بھی تو نہ پوچھے گا کہ فلاں ہے کہاں؟

وَ اللهِ! اِنَّهٗ لَحَقٌّ مَّعَ مُحِقٍّ، وَ مَا نُبَالِیْ مَا صَنَعَ الْمُلْحِدُوْنَ، وَ السَّلَامُ.

خدا کی قسم! یہ حق پرست کا صحیح اقدام ہے اور ہمیں بے دینوں کے کرتوتوں کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی۔ والسلام۔

-----☆☆-----

--☆☆--

۱؎ جب امیر المومنین علیہ السلام نے اہل بصرہ کی فتنہ انگیزی کو دبانے کیلئے قدم اٹھانا چاہا تو امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ یہ مکتوب عامل کوفہ ابوموسیٰ اشعری کے نام بھیجا جس میں اس کی دورنگی اور متضاد روش پر اسے تہدید و سرزنش کرتے ہوئے اسے آمادۂ جہاد کرنا چاہا ہے۔ کیونکہ وہ ایک طرف تو یہ کہتا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام امام برحق ہیں اور ان کی بیعت صحیح ہے اور دوسری طرف یہ کہتا تھا کہ ان کے ساتھ ہو کر اہل قبلہ سے جنگ کرنا درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک فتنہ ہے اور اس فتنہ سے الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ چنانچہ اس متضاد قول کی طرف حضرتؑ نے «هُوَ لَكَ وَ عَلَيْكَ» سے اشارہ کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرتؑ کو امام برحق سمجھتا ہے تو پھر ان کے ساتھ ہو کر دشمن سے برسرِ پیکار ہونا کیوں غلط ہے اور اگر آپؑ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنا صحیح نہیں ہے تو آپؑ کو امام برحق سمجھنے کے کیا معنی۔

بہر حال اس کے جنگ سے روکنے اور قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کرنے کے باوجود اہل کوفہ جوق در جوق اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرتؑ کی سپاہ میں شامل ہو کر جنگ میں پورا حصہ لیا اور اہل بصرہ کو ایسی شکست دی کہ وہ پھر فتنہ انگیزی کیلئے کھڑے ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔

☆☆☆☆☆

(٦٤) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّا كُنَّا نَحْنُ وَ اَنْتُمْ عَلٰى مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْاُلْفَةِ وَ الْجَمَاعَةِ، فَفَرَّقَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ، اَمْسِ اَنَّاۤ اٰمَنَّا وَ كَفَرْتُمْ، وَ الْيَوْمَ اَنَّا اسْتَقَمْنَا وَ فُتِنْتُمْ، وَ مَاۤ اَسْلَمَ مُسْلِمُكُمْ اِلَّا كُرْهًا، وَ بَعْدَ اَنْ كَانَ اَنْفُ الْاِسْلَامِ كُلُّهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حِزْبًا.

وَ ذَكَرْتَ اَنِّیْ قَتَلْتُ طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرَ، وَ شَرَّدْتُّ بِعَآئِشَةَ، وَ نَزَلْتُ بَيْنَ الْمِصْرَيْنِ، وَ ذٰلِكَ اَمْرٌ غِبْتَ عَنْهُ، فَلَا عَلَيْكَ وَ لَا الْعُذْرُ فِيْهِ اِلَيْكَ.

وَ ذَكَرْتَ اَنَّكَ زَآئِرِیْ فِی الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ، وَ قَدِ انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ يَوْمَ اُسِرَ اَخُوْكَ، فَاِنْ كَانَ فِيْكَ عَجَلٌ فَاسْتَرْفِهْ، فَاِنِّیْۤ اِنْ اَزُرْكَ فَذٰلِكَ جَدِيْرٌ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ اِنَّمَا بَعَثَنِیْ اِلَيْكَ لِلنِّقْمَةِ مِنْكَ، وَ اِنْ تَزُرْنِیْ فَكَمَا قَالَ اَخُوْ بَنِیْۤ اَسَدٍ:

مُسْتَقْبِلِيْنَ رِيَاحَ الصَّيْفِ تَضْرِبُهُمْ
بِحَاصِبٍ بَيْنَ اَغْوَارٍ وَ جُلْمُوْدِ

وَ عِنْدِی السَّيْفُ الَّذِیْۤ اَعْضَضْتُهٗ بِجَدِّكَ وَ خَالِكَ وَ اَخِيْكَ فِیْ مَقَامٍ وَّاحِدٍ، وَ اِنَّكَ وَ اللّٰهِ! مَا عَلِمْتُ الْاَغْلَفُ الْقَلْبِ،

مکتوب (۶۴)

بجواب معاویہ

جیسا کہ تم نے لکھا ہے (اسلام سے پہلے) ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاق و اتحاد تھا، لیکن کل ہم اور تم میں تفرقہ یہ پڑا کہ ہم ایمان لائے اور تم نے کفر اختیار کیا اور آج یہ ہے کہ ہم حق پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور تم فتنوں میں پڑ گئے ہو۔ اور تم میں سے جو بھی اسلام لایا تھا وہ مجبوری سے، اور وہ اس وقت کہ جب تمام (اشراف عرب) اسلام لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو چکے تھے۔

تم نے (اپنے خط میں) ذکر کیا ہے کہ میں نے طلحہ و زبیر کو قتل کیا اور عائشہ کو گھر سے نکالا اور (مدینہ چھوڑ کر) کوفہ و بصرہ میں قیام کیا، مگر یہ وہ باتیں ہیں جن کا تم سے کوئی واسطہ نہیں، نہ یہ تم پر کوئی زیادتی ہے، نہ تم سے عذر خواہی کی اس میں ضرورت ہے۔

اور تم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تم مہاجرین و انصار کے جتھے کے ساتھ مجھ سے ملنے (مقابلہ) کو نکلنے والے ہو، لیکن ہجرت کا دروازہ تو اسی دن بند ہو گیا تھا جس دن تمہارا بھائی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اگر جنگ کی تمہیں اتنی ہی جلدی ہے تو ذرا دم لو۔ ہو سکتا ہے کہ میں خود تم سے ملنے آ جاؤں اور یہ ٹھیک ہو گا اس اعتبار سے کہ اللہ نے تمہیں سزا دینے کیلئے مجھے مقرر کیا ہو گا۔ اور اگر تم مجھ سے ملنے کو آئے تو وہ ہو گا جو شاعر بنی اسد نے کہا ہے:

’’وہ موسم گرما کی ایسی ہواؤں کا سامنا کر رہے ہیں جو نشیبوں اور چٹانوں میں ان پر سنگریزوں کی بارش کر رہی ہیں‘‘۔

میرے ہاتھ میں وہی تلوار ہے جس کی گزند سے تمہارے نانا، تمہارے ماموں اور تمہارے بھائی کو ایک ہی جگہ پہنچا چکا ہوں۔ خدا کی قسم! تم جیسا میں جانتا ہوں ایسے ہو جس کے دل پر تہیں چڑھی

الْمُقَارِبُ الْعَقْلِ، وَ الْاَوْلٰى اَنْ يُّقَالَ لَكَ: اِنَّكَ رَقِيْتَ سُلَّمًا اَطْلَعَكَ مَطْلَعَ سُوْٓءٍ عَلَيْكَ لَا لَكَ، لِاَنَّكَ نَشَدْتَّ غَيْرَ ضَالَّتِكَ، وَ رَعَيْتَ غَيْرَ سَآئِمَتِكَ، وَ طَلَبْتَ اَمْرًا لَّسْتَ مِنْ اَهْلِهٖ، وَ لَا فِیْ مَعْدِنِهٖ.

ہوئی ہیں اور جس کی عقل بہت محدود ہے۔ تمہارے بارے میں یہی کہنا زیادہ مناسب ہے کہ تم ایک ایسی سیڑھی پر چڑھ گئے ہو جہاں پر سے تمہارے لئے برا منظر پیش نظر ہو سکتا ہے، جس میں تمہارا برا ہی ہوگا، بھلا نہیں ہوگا۔ کیونکہ غیر کی کھوئی ہوئی چیز کی جستجو میں ہو اور دوسرے کے چوپائے چرانے لگے ہو، اور ایسی چیز کیلئے ہاتھ پیر مار رہے ہو جس کے نہ تم اہل ہو اور نہ تمہارا اس سے کوئی بنیادی لگاؤ ہے۔

فَمَاۤ اَبْعَدَ قَوْلَكَ مِنْ فِعْلِكَ، وَ قَرِيْبٌ مَّاۤ اَشْبَهْتَ مِنْ اَعْمَامٍ وَ اَخْوَالٍ، حَمَلَتْهُمُ الشَّقَاوَةُ، وَ تَمَنِّی الْبَاطِلِ عَلَى الْجُحُوْدِ بِمُحَمَّدٍ ﷺ، فَصُرِعُوْا مَصَارِعَهُمْ حَيْثُ عَلِمْتَ، لَمْ يَدْفَعُوْا عَظِيْمًا، وَ لَمْ يَمْنَعُوْا حَرِيْمًا بِوَقْعِ سُيُوْفٍ، مَا خَلَا مِنْهَا الْوَغٰى، وَ لَمْ تُمَاشِهَا الْهُوَيْنٰى.

تمہارے قول و فعل میں کتنا فرق ہے اور تمہیں اپنے ان چچاؤں اور ماموؤں سے کتنی قریبی شباہت ہے جنہیں بدبختی و آرزوئے باطل نے محمد ﷺ کے انکار پر ابھارا تھا، جس کے انجام میں وہ قتل ہو ہو کر گرے۔ اور جیسا تمہیں معلوم ہے کہ نہ کسی بلا کو وہ ٹال سکے اور نہ اپنے محفوظ احاطہ کی حفاظت کر سکے، ان تلواروں کی مار سے جن سے میدان وغا خالی نہیں ہوتا اور جن میں سستی کا گزر نہیں۔

وَ قَدْ اَكْثَرْتَ فِیْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ، فَادْخُلْ فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ النَّاسُ، ثُمَّ حَاكِمِ الْقَوْمَ اِلَیَّ، اَحْمِلْكَ وَ اِيَّاهُمْ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَ اَمَّا تِلْكَ الَّتِیْ تُرِيْدُ، فَاِنَّهَا خُدْعَةُ الصَّبِیِّ عَنِ اللَّبَنِ فِیْۤ اَوَّلِ الْفِصَالِ، وَ السَّلَامُ لِاَهْلِهٖ.

اور تم نے عثمان کے قاتلوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے تو پہلے میری بیعت میں داخل ہو جاؤ جس میں سب داخل ہو چکے ہیں۔ پھر میری عدالت میں ان لوگوں پر مقدمہ دائر کرنا، تو میں کتاب خدا کی رو سے تمہارا اور ان کا فیصلہ کر دوں گا۔ لیکن یہ جو تم چاہ رہے ہو تو یہ وہ دھوکا ہے جو بچہ کو دودھ سے روکنے کیلئے دیا جاتا ہے۔ سلام اس پر جو اس کا اہل ہو!۔

-----☆☆-----

--☆☆--

ط معاویہ نے امیر المومنین علیہ السلام کو ایک خط تحریر کیا تھا جس میں باہمی یکجہتی و اتفاق کا تذکرہ کرنے کے بعد آپؑ پر طلحہ و زبیر کے قتل اور اُمّ المومنین عائشہ کو گھر سے بے گھر کرنے کا الزام لگایا اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو مرکز قرار دینے پر اعتراض کیا اور آخر میں جنگ کی دھمکی دیتے ہوئے لکھا کہ میں انصار و مہاجرین کے جتھے کے ساتھ جنگ کیلئے نکلنے والا ہوں۔ حضرتؑ نے اس کے جواب میں یہ مکتوب اس کے نام لکھا جس میں اس کے دعوائے اتحاد و یکجہتی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ مانا کہ ہم میں اور تم میں اتحاد ہوگا مگر اسلام کے بعد ہم میں اور تم میں

ایسی خلیج حائل ہو چکی ہے جسے پاٹا نہیں جاسکتا اور ایسا تفرقہ پڑ گیا ہے جسے مٹایا نہیں جاسکتا۔ وہ اس طرح کہ ہم نے پیغمبر ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام میں سبقت کی اور تمہاری حالت یہ تھی کہ تم اس وقت کفر و جہالت میں پڑے ہوئے تھے جس سے ہماری اور تمہاری راہیں الگ الگ ہوگئیں۔ البتہ جب اسلام کے قدم جم گئے اور اشرافِ عرب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تو تم نے مجبوری کے عالم میں اطاعت قبول کر لی اور چہروں پر اسلام کی نقاب ڈال کر اپنی جانوں کا تحفظ کر لیا، مگر در پردہ اس کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کیلئے فتنوں کو ہوا دیتے رہے اور ہم نے چونکہ رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا تھا اس لئے راہ حق پر جمے رہے اور کسی مرحلہ پر ہمارے ثباتِ قدم میں جنبش نہ آئی، لہٰذا تمہارا اسلام لانا بھی ہمیں تمہارا ہمنوا نہ بنا سکا۔

اب رہا اس کا یہ الزام کہ حضرتؑ نے طلحہ و زبیر کے قتل کا سر و سامان کیا تو اگر اس الزام کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ انہوں نے حضرتؑ کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی تھی اور بیعت کو توڑ کر جنگ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا اگر وہ بغاوت کے سلسلہ میں مارے گئے تو ان کا خون رائیگاں سمجھا جائے گا اور قتل کرنے والے پر الزام عائد نہ ہوگا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت کرنے والے کی سزا قتل اور اس سے جنگ و قتال بلاشبہ جائز ہے۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ اس الزام کی کوئی اصلیت ہی نہیں ہے، کیونکہ طلحہ اپنے ہی گروہ کے ایک فرد کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ چنانچہ صاحب استیعاب تحریر فرماتے ہیں:

> رَمٰی مَرْوَانُ طَلْحَۃَ بِسَھْمٍ، ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰی اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ: قَدْ کَفَیْنَاکَ بَعْضَ قَتَلَۃِ اَبِیْکَ.
>
> مروان نے طلحہ کو تیر سے مارا اور پھر ابان ابن عثمان سے کہا کہ ہم نے تمہارے باپ کے بعض قاتلوں سے بدلہ لے کر تمہیں اس مہم سے سبکدوش کر دیا ہے۔ (استیعاب، ج ۲، ص ۲۲۳)

اور زبیر بصرہ سے پلٹتے ہوئے وادی السباع میں عمرو ابن جرموز کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے، جس میں امیر المومنین علیہ السلام کا کوئی ایما نہ تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ اس باغی گروہ کی سربراہ بن کر خود سے نکل کھڑی ہوئی تھیں اور امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں متعدد دفعہ سمجھایا کہ وہ اپنے موقف کو پہچانیں اور اپنے حدود کار سے قدم باہر نہ نکالیں۔ مگر ان پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔

اسی نوعیت کی یہ نکتہ چینی ہے کہ حضرتؑ نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اس لئے دار الخلافہ بنایا کہ مدینہ بُروں کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے اور گندگی کو چھانٹ دیتا ہے۔

اس کا جواب تو بس اتنا ہی ہے کہ وہ خود بھی تو مدینہ کو چھوڑ کر ہمیشہ شام ہی کو اپنا مرکز بنائے رہا تو اس صورت میں اسے حضرتؑ کے مرکز بدلنے پر کیا حق اعتراض پہنچتا ہے۔ اگر حضرتؑ نے مدینہ کو چھوڑا تو اس کی وجہ وہ شورشیں تھیں جو ہر طرف سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں جن کی روک تھام کیلئے ایسے ہی مقام کو مرکز قرار دینا مفید ثابت ہو سکتا تھا کہ جہاں سے ہر وقت فوجی امداد حاصل کی جاسکے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ جمل کے موقع پر دیکھ لیا تھا کہ اہل کوفہ کی خاصی بڑی اکثریت نے آپؑ کے ساتھ تعاون کیا ہے، لہٰذا اسے فوجی چھاؤنی قرار دے کر بڑی آسانی سے دشمن کا دفاع کیا جاسکتا ہے اور مدینہ نہ فوجی کمک کے اعتبار سے اور نہ رسد رسانی کے لحاظ سے مفید تھا۔

آخر میں معاویہ کی یہ دھمکی کہ وہ مہاجرین و انصار کے گروہ کے ساتھ نکلنے والا ہے تو حضرتؑ نے اس کا بڑے لطیف پیرایہ میں یہ جواب دیا ہے کہ اب تم مہاجر کہاں سے لاؤ گے جبکہ ہجرت کا دروازہ اسی دن بند ہوگیا تھا کہ جب تمہارا بھائی یزید ابن ابی سفیان اسیر ہوا تھا اور یہ فتح مکہ کے موقع پر گرفتار ہوا تھا اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کوئی ''مہاجر'' کہلا سکے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ: ''فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے''۔ (صحیح البخاری، ج ۷، ص ۱۹۳، حدیث ۲۷۸۳)

☆☆☆☆☆

(٦٥) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَيْهِ اَيْضًا

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ اٰنَ لَكَ اَنْ تَنْتَفِعَ بِاللَّمْحِ الْبَاصِرِ مِنْ عِيَانِ الْاُمُوْرِ، فَقَدْ سَلَكْتَ مَدَارِجَ اَسْلَافِكَ، بِادِّعَآئِكَ الْاَبَاطِيْلَ، وَ اقْتِحَامِكَ غُرُوْرَ الْمَيْنِ وَ الْاَكَاذِيْبِ، وَ بِانْتِحَالِكَ مَا قَدْ عَلَا عَنْكَ، وَ ابْتِزَازِكَ لِمَا اخْتُزِنَ دُوْنَكَ، فِرَارًا مِّنَ الْحَقِّ، وَ جُحُوْدًا لِّمَا هُوَ اَلْزَمُ لَكَ، مِنْ لَحْمِكَ وَ دَمِكَ، مِمَّا قَدْ وَعَاهُ سَمْعُكَ، وَ مُلِئَ بِهٖ صَدْرُكَ، ﴿فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ﴾ الْمُبِيْنُ؟! وَ بَعْدَ الْبَيَانِ اِلَّا اللَّبْسُ؟! فَاحْذَرِ الشُّبْهَةَ وَ اشْتِمَالَهَا عَلٰى لُبْسَتِهَا، فَاِنَّ الْفِتْنَةَ طَالَمَا اَغْدَفَتْ جَلَابِيْبَهَا، وَ اَغْشَتِ الْاَبْصَارَ ظُلْمَتُهَا.

وَ قَدْ اَتَانِيْ كِتَابٌ مِّنْكَ ذُوْ اَفَانِيْنَ مِنَ الْقَوْلِ، ضَعُفَتْ قُوَاهَا عَنِ السِّلْمِ، وَ اَسَاطِيْرَ لَمْ يَحُكْهَا مِنْكَ عِلْمٌ وَّ لَا حِلْمٌ، اَصْبَحْتَ مِنْهَا كَالْخَآئِضِ فِي الدَّهَاسِ، وَ الْخَابِطِ فِي الدِّيْمَاسِ، وَ تَرَقَّيْتَ اِلٰى مَرْقَبَةٍ

مکتوب (۶۵)

معاویہ کے نام

اب اس کا وقت ہے کہ روشن حقیقتوں کو دیکھ کر ان سے فائدہ اٹھا لو۔ مگر تم تو باطل دعویٰ کرنے، کذب و فریب میں لوگوں کو جھونکنے، اپنی حیثیت سے بلند چیز کا ادّعا کرنے اور ممنوعہ چیزوں کو ہتھیا لینے میں اپنے بزرگوں کے مسلک پر چل رہے ہو۔ یہ اس لئے کہ حق سے بھاگنا چاہتے ہو اور ان چیزوں سے کہ جو گوشت و خون سے بھی زیادہ تم سے چمٹی ہوئی ہیں اور تمہارے کانوں میں محفوظ اور سینے میں بھری ہوئی ہیں، انکار کرنا چاہتے ہو۔ تو حق کو چھوڑنے کے بعد کھلی ہوئی گمراہی اور بیانِ حقیقت کے نظر انداز کئے جانے کے بعد سراسر فریب کاری کے سوا اور ہے ہی کیا۔ لہٰذا شبہات اور ان کی تلبیس کاریوں سے بچو۔ کیونکہ فتنے مدت سے دامن لٹکائے ہوئے ہیں اور ان کے اندھیروں نے آنکھوں کو چندھیا رکھا ہے۔

تمہارا خط[1] مجھے ملا ہے، ایسا کہ جس میں قسم قسم کی بے جوڑ باتیں ہیں، جن سے صلح و امن کے مقصد کو کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی اور اس میں ایسے خرافات ہیں کہ جن کے تانے بانے کو علم و دانائی سے نہیں بنا۔ تم تو ان باتوں کی وجہ سے ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی دلدل میں دھنستا جا رہا ہو اور اندھے کنویں میں ہاتھ پیر مار رہا ہو۔ تم اپنے کو اونچا کر کے

بَعِيْدَةِ الْمَرَامِ، نَازِحَةِ الْاَعْلَامِ، تَقْصُرُ دُوْنَهَا الْاَنُوْقُ، وَ يُحَاذٰى بِهَا الْعَيُّوْقُ.

وَ حَاشَ لِلّٰهِ اَنْ تَلِيَ لِلْمُسْلِمِيْنَ بَعْدِيْ صَدَرًا، اَوْ وِرْدًا، اَوْ اُجْرِيَ لَكَ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ عَقْدًا اَوْ عَهْدًا.

فَمِنَ الْاٰنَ فَتَدَارَكْ نَفْسَكَ، وَ انْظُرْ لَهَا، فَاِنَّكَ اِنْ فَرَّطْتَّ حَتّٰى يَنْهَدَ اِلَيْكَ عِبَادُ اللّٰهِ، اُرْتِجَتْ عَلَيْكَ الْاُمُوْرُ، وَ مُنِعْتَ اَمْرًا هُوَ مِنْكَ الْيَوْمَ مَقْبُوْلٌ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

ایسی بلند بام اور گم کردہ نشان چوٹی تک لے گئے ہو کہ عقاب بھی وہاں پر نہیں مار سکتا اور ستارہ عیوق کی بلندی سے ٹکر لے رہی ہے۔

حاشا وکلا! یہ کہاں ہو سکتا ہے کہ تم میرے بااقتدار ہونے کے بعد مسلمانوں کے حل وعقد کے مالک بنو، یا میں تمہیں کسی ایک شخص پر بھی حکومت کا کوئی پروانہ یا دستاویز لکھ دوں۔

خیر! اب کے سہی، اپنے نفس کو بچاؤ اور اس کی دیکھ بھال کرو۔ کیونکہ اگر تم نے اس وقت تک کوتاہی کی کہ جب خدا کے بندے تمہارے مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے پھر تمہاری ساری راہیں بند ہو جائیں گی اور جو صورت تم سے آج قبول کی جاسکتی ہے اس وقت قبول نہ کی جائے گی۔ والسلام۔

--☆☆--

۱؎ جنگِ خوارج کے اختتام پر معاویہ نے امیر المومنین علیہ السلام کو ایک خط تحریر کیا جس میں حسبِ عادت الزام تراشی سے کام لیا۔ اس کے جواب میں حضرتؑ نے یہ مکتوب اس کے نام لکھا۔ اس میں جس روشن حقیقت کی طرف معاویہ کو متوجہ کرنا چاہا ہے وہ یہی خوارج کی جنگ اور اس میں آپؑ کی نمایاں کامیابی ہے۔ کیونکہ یہ جنگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی پیشین گوئی کے نتیجہ میں واقع ہوئی تھی اور خود حضرتؑ بھی جنگ کے واقع ہونے سے قبل فرما چکے تھے کہ مجھے اصحاب جمل وصفین کے علاوہ ایک اور گروہ سے بھی لڑنا ہے اور وہ ''مارقین'' (دین سے برگشتہ ہونے والے خوارج) کا ہے۔ لہٰذا اس جنگ کا واقع ہونا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی پیشین گوئی کے مطابق ''ذو الثدیہ'' کا مارا جانا حضرتؑ کی صداقت کی ایک روشن دلیل تھا۔

اگر معاویہ شخصی نمود اور ملک گیری کی ہوس میں مبتلا نہ ہوتا اور اپنے اسلاف ابوسفیان وعتبہ کی طرح حق سے چشم پوشی نہ کرتا تو وہ حق کو دیکھ کر اس کی راہ پر آسکتا تھا۔ مگر وہ اپنی افتادِ طبع سے مجبور ہو کر ہمیشہ حق وصداقت سے پہلو بچاتا رہا اور ان ارشادات سے جو حضرتؑ کی امامت و وصایت پر روشنی ڈالتے تھے آنکھ بند کئے پڑا رہا۔ حالانکہ حجۃ الوداع میں شریک ہونے کی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا قول: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَّوْلَاهُ»[۱] اور غزوہ تبوک کے موقع پر موجود ہونے کی وجہ سے: «يَا عَلِيُّ! اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى»[۲] اس سے مخفی نہ تھا، لیکن اس کے باوجود وہ حق پوشی و باطل کوشی میں زندگی کے لمحات بسر کرتا رہا۔ یہ کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ صرف ہوسِ اقتدار اسے حق وانصاف کے کچلنے اور دبانے پر ابھارتی رہی۔

۱؎ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۴۵، حدیث ۱۲۱۔

۲؎ علل الشرائع ج ۲، ص ۴۷۴۔ معجم کبیر، طبرانی، ج ۱، ص ۱۴۴، حدیث ۳۳۲۔

(٦٦) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ،

وَ قَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الْمَرْءَ لَيَفْرَحُ بِالشَّیْءِ الَّذِیْ لَمْ یَكُنْ لِّیَفُوْتَهٗ، وَ یَحْزَنُ عَلَى الشَّیْءِ الَّذِیْ لَمْ یَكُنْ لِّیُصِیْبَهٗ، فَلَا یَكُنْ اَفْضَلُ مَا نِلْتَ فِیْ نَفْسِكَ، مِنْ دُنْیَاكَ بُلُوْغَ لَذَّةٍ، اَوْ شِفَآءَ غَیْظٍ، وَ لٰكِنْ اِطْفَآءَ بَاطِلٍ، اَوْ اِحْیَآءَ حَقٍّ، وَ لْیَكُنْ سُرُوْرُكَ بِمَا قَدَّمْتَ، وَ اَسَفُكَ عَلٰى مَا خَلَّفْتَ، وَ هَمُّكَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.

مکتوب (٦٦)

عبداللہ ابن عباس کے نام

یہ خط اس سے پہلے دوسری عبارت میں درج کیا جاچکا ہے۔

بندہ کبھی اس شے کو پا کر خوش ہونے لگتا ہے جو اس کے ہاتھ سے جانے والی تھی ہی نہیں اور ایسی چیز کی وجہ سے رنجیدہ ہوتا ہے جو اسے ملنے والی ہی نہ تھی۔ لہٰذا لذت کا حصول اور جذبۂ انتقام کو فرو کرنا ہی تمہاری نظروں میں دنیا کی بہترین نعمت نہ ہو، بلکہ باطل کو مٹانا اور حق کو زندہ کرنا ہو۔ اور تمہاری خوشی اس ذخیرہ پر ہونا چاہیے جو تم نے آخرت کیلئے فراہم کیا ہے اور تمہارا رنج اس سرمایہ پر ہونا چاہیے جسے صحیح مصرف میں صرف کئے بغیر چھوڑ رہے ہو اور تمہیں فکر صرف موت کے بعد کی ہونی چاہیے۔

--☆☆--

(٦٧) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى قُثَمِ بْنِ الْعَبَّاسِ، وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلٰى مَكَّةَ

اَمَّا بَعْدُ! فَاَقِمْ لِلنَّاسِ الْحَجَّ، ﴿وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰىمِ اللّٰهِ ؕ﴾، وَ اجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَیْنِ، فَاَفْتِ الْمُسْتَفْتِیَ، وَ عَلِّمِ الْجَاهِلَ، وَ ذَاكِرِ الْعَالِمَ، وَ لَا یَكُنْ لَّكَ اِلَى النَّاسِ سَفِیْرٌ اِلَّا لِسَانُكَ، وَ لَا حَاجِبٌ اِلَّا وَجْهُكَ، وَ لَا تَحْجُبَنَّ ذَا حَاجَةٍ عَنْ لِقَآئِكَ بِهَا، فَاِنَّهَا اِنْ ذِیْدَتْ عَنْ اَبْوَابِكَ فِیْۤ اَوَّلِ وِرْدِهَا، لَمْ تُحْمَدْ فِیْمَا بَعْدُ عَلٰى قَضَآئِهَا.

وَ انْظُرْ اِلٰى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنْ مَالِ اللّٰهِ فَاصْرِفْهُ اِلٰى مَنْ قِبَلَكَ، مِنْ ذَوِی

مکتوب (٦٧)

والی مکہ قثم ابن عباس کے نام

لوگوں کیلئے حج کے قیام کا سروسامان کرو، اور اللہ کے یادگار دنوں کی یاد دلاؤ، اور لوگوں کیلئے صبح و شام اپنی نشست قرار دو۔ مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ، جاہل کو تعلیم دو اور عالم سے تبادلہ خیالات کرو۔ اور دیکھو لوگوں تک پیغام پہنچانے کیلئے تمہاری زبان کے سوا کوئی سفیر نہ ہونا چاہیے، اور تمہارے چہرے کے سوا کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہیے، اور کسی ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا۔ اس لئے کہ پہلی دفعہ اگر حاجت تمہارے دروازوں سے ناکام واپس کردی گئی تو بعد میں اسے پورا کر دینے سے بھی تمہاری تعریف نہ ہوگی۔

اور دیکھو تمہارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہو اُسے اپنی طرف کے عیال داروں اور بھوکے ننگوں تک پہنچاؤ۔ اس لحاظ کے ساتھ کہ وہ

الْعِيَالِ وَ الْمَجَاعَةِ، مُصِيْبًا بِهٖ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَ الْخَلَّاتِ، وَ مَا فَضَلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ اِلَيْنَا، لِنَقْسِمَهٗ فِيْمَنْ قِبَلَنَا.

وَ مُرْ اَهْلَ مَكَّةَ اَنْ لَّا يَاْخُذُوْا مِنْ سَاكِنٍ اَجْرًا، فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ: ﴿سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ؕ﴾، فَالْعَاكِفُ الْمُقِيْمُ بِهٖ، وَ الْبَادِي الَّذِيْ يَحُجُّ اِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهٖ، وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَ اِيَّاكُمْ لِمَحَابِّهٖ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

استحقاق اور احتیاج کے صحیح مرکزوں تک پہنچے اور جو اس سے بچ رہے اسے ہماری طرف بھیج دو، تاکہ ہم اسے ان لوگوں میں بانٹیں جو ہمارے گرد جمع ہیں۔

اور مکہ والوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آکر ٹھہرنے والوں سے کرایہ نہ لیں، کیونکہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ: ”اس میں عاکف اور بادی یکساں ہیں“۔ ”عاکف“ وہ ہے جو اس میں مقیم ہو اور ”بادی“ وہ ہے جو باہر سے حج کیلئے آیا ہو۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسلام۔

--☆☆--

(٦٨) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَبْلَ اَيَّامِ خِلَافَتِهٖ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّمَا مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ الْحَيَّةِ، لَيِّنٌ مَّسُّهَا، قَاتِلٌ سَمُّهَا، فَاَعْرِضْ عَمَّا يُعْجِبُكَ فِيْهَا، لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكَ مِنْهَا، وَ ضَعْ عَنْكَ هُمُوْمَهَا، لِمَا اَيْقَنْتَ مِنْ فِرَاقِهَا وَ تَصَرُّفِ حَالَاتِهَا. وَ كُنْ اٰنَسَ مَا تَكُوْنُ بِهَاۤ اَحْذَرَ مَا تَكُوْنُ مِنْهَا، فَاِنَّ صَاحِبَهَا كُلَّمَا اطْمَاَنَّ فِيْهَا اِلٰى سُرُوْرٍ، اَشْخَصَتْهُ عَنْهُ اِلٰى مَحْذُوْرٍ، اَوْ اِلٰۤى اِيْنَاسٍ اَزَالَتْهُ عَنْهُ اِلٰۤى اِيْحَاشٍ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (٦٨)

اپنے زمانۂ خلافت سے قبل سلمان فارسی رحمہ اللہ کے نام سے تحریر فرمایا تھا:

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کا زہر مہلک ہوتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں جو چیزیں تمہیں اچھی معلوم ہوں ان سے منہ موڑے رہنا، کیونکہ ان میں سے تمہارے ساتھ جانے والی چیزیں بہت کم ہیں۔ اس کی فکروں کو اپنے سے دور رکھو، کیونکہ تمہیں اس کے جدا ہو جانے اور اس کے حالات کے پلٹا کھانے کا یقین ہے۔ اور جس وقت اس سے بہت زیادہ وابستگی محسوس کرو اسی وقت اس سے زیادہ پریشان ہو، کیونکہ جب بھی دنیا دار اس کی مسرت پر مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ اسے سختیوں میں جھونک دیتی ہے، یا اِسکے اُنس پر بھروسا کر لیتا ہے تو وہ اس کے اُنس کو وحشت و ہراس سے بدل دیتی ہے۔

--☆☆--

(٦٩) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَى الْحَارِثِ الْهَمْدَانِيِّ

وَ تَمَسَّكْ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ وَ انْتَصِحْهُ، وَ اَحِلَّ حَلَالَهٗ وَ حَرِّمْ حَرَامَهٗ، وَ صَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ، وَ اعْتَبِرْ بِمَا مَضٰى مِنَ الدُّنْيَا مَا بَقِيَ مِنْهَا، فَاِنَّ بَعْضَهَا يُشْبِهُ بَعْضًا، وَ اٰخِرَهَا لَاحِقٌۢ بِاَوَّلِهَا، وَ كُلُّهَا حَآئِلٌ مُفَارِقٌ.

وَ عَظِّمِ اسْمَ اللهِ اَنْ تَذْكُرَهٗۤ اِلَّا عَلٰى حَقٍّ، وَ اَكْثِرْ ذِكْرَ الْمَوْتِ وَ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَ لَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ اِلَّا بِشَرْطٍ وَّثِيْقٍ، وَ احْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يَّرْضَاهُ صَاحِبُهٗ لِنَفْسِهٖ وَ يَكْرَهُ لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ، وَ احْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يُّعْمَلُ بِهٖ فِي السِّرِّ وَ يُسْتَحٰى مِنْهُ فِي الْعَلَانِيَةِ، وَ احْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ اِذَا سُئِلَ عَنْهُ صَاحِبُهٗ، اَنْكَرَهٗ اَوِ اعْتَذَرَ مِنْهُ.

وَ لَا تَجْعَلْ عِرْضَكَ غَرَضًا لِّنِبَالِ الْقَوْلِ، وَ لَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ مَا سَمِعْتَ بِهٖ، فَكَفٰى بِذٰلِكَ كَذِبًا، وَ لَا تَرُدَّ عَلَى النَّاسِ كُلَّ مَا حَدَّثُوْكَ بِهٖ، فَكَفٰى بِذٰلِكَ جَهْلًا.

وَ اكْظِمِ الْغَيْظَ، وَ تَجَاوَزْ عِنْدَ الْمَقْدِرَةِ، وَ احْلُمْ عِنْدَ الْغَضَبِ، وَ اصْفَحْ مَعَ الدَّوْلَةِ تَكُنْ لَّكَ الْعَاقِبَةُ.

مکتوب (٦٩)

حارث ہمدانی کے نام

قرآن کی رسی مضبوطی سے تھام لو، اس سے پند ونصیحت حاصل کرو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو، اور گزشتہ حق کی باتوں کی تصدیق کرو، اور گزری ہوئی دنیا سے باقی دنیا کے بارے میں عبرت حاصل کرو، کیونکہ اس کا ہر دور دوسرے دور سے ملتا جلتا ہے اور اس کا آخر بھی اپنے اوّل سے جا ملنے والا ہے، اور یہ دنیا سب کی سب فنا ہونے والی اور بچھڑ جانے والی ہے۔

دیکھو! اللہ کی عظمت کے پیش نظر حق بات کے علاوہ اس کے نام کی قسم نہ کھاؤ۔ موت اور موت کے بعد کی منزل کو بہت زیادہ یاد کرو۔ موت کے طلبگار نہ بنو مگر قابل اطمینان شرائط کے ساتھ، اور ہر اس کام سے بچو جو آدمی اپنے لئے پسند کرتا ہو اور عام مسلمانوں کیلئے اسے ناپسند کرتا ہو۔ ہر اس کام سے دور رہو جو چوری چھپے کیا جا سکتا ہو مگر علانیہ کرنے میں شرم دامن گیر ہوتی ہو، اور ہر اس فعل سے کنارہ کش رہو کہ جب اس کے مرتکب ہونے والے سے جواب طلب کیا جائے تو وہ خود بھی اسے بُرا قرار دے یا معذرت کرنے کی ضرورت پڑے۔

اپنی عزت و آبرو کو چہ میگوئیوں کے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ، جو سنو اسے لوگوں سے واقعہ کی حیثیت سے بیان نہ کرتے پھرو کہ جھوٹا قرار پانے کیلئے اتنا ہی کافی ہوگا، اور لوگوں کو ان کی ہر بات میں جھٹلانے بھی نہ لگو کہ یہ پوری پوری جہالت ہے۔

غصہ کو ضبط کرو، اور اختیار و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لو، اور غصہ کے وقت بردباری اختیار کرو اور دولت و اقتدار کے ہوتے ہوئے معاف کرو تو انجام کی کامیابی تمہارے ہاتھ رہے گی۔

وَ اسۡتَصۡلِحۡ كُلَّ نِعۡمَةٍ اَنۡعَمَهَا اللّٰهُ عَلَيۡكَ، وَ لَا تُضِيۡعَنَّ نِعۡمَةً مِّنۡ نِّعَمِ اللّٰهِ عِنۡدَكَ، وَ لۡيُرَ عَلَيۡكَ اَثَرُ مَآ اَنۡعَمَ اللّٰهُ بِهٖ عَلَيۡكَ.

اور اللہ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں (ان پر شکر بجالاتے ہوئے) ان کی بہبودی چاہو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو ضائع نہ کرو، اور اس نے جو انعامات تمہیں بخشے ہیں ان کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہیے۔

وَ اعۡلَمۡ اَنَّ اَفۡضَلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَفۡضَلُهُمۡ تَقۡدِمَةً مِّنۡ نَّفۡسِهٖ وَ اَهۡلِهٖ وَ مَالِهٖ، فَاِنَّكَ مَا تُقَدِّمۡ مِنۡ خَيۡرٍ يَّبۡقَ لَكَ ذُخۡرُهٗ ،وَ مَا تُؤَخِّرۡ يَكُنۡ لِّغَيۡرِكَ خَيۡرُهٗ، وَ احۡذَرۡ صَحَابَةَ مَنۡ يَّفِيۡلُ رَاۡيُهٗ، وَ يُنۡكَرُ عَمَلُهٗ، فَاِنَّ الصَّاحِبَ مُعۡتَبَرٌۢ بِصَاحِبِهٖ.

اور یاد رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل وہ ہے جو اپنی طرف سے اور اپنے اہل وعیال اور مال کی طرف سے خیرات کرے، کیونکہ تم آخرت کیلئے جو کچھ بھی بھیج دو گے وہ ذخیرہ بن کر تمہارے لئے محفوظ رہے گا، اور جو پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں گے۔ اور اس آدمی کی صحبت سے بچو جس کی رائے کمزور اور افعال برے ہوں، کیونکہ آدمی کا اس کے ساتھی پر قیاس کیا جاتا ہے۔

وَ اسۡكُنِ الۡاَمۡصَارَ الۡعِظَامَ، فَاِنَّهَا جِمَاعُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ، وَ احۡذَرۡ مَنَازِلَ الۡغَفۡلَةِ وَ الۡجَفَآءِ، وَ قِلَّةَ الۡاَعۡوَانِ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ، وَ اقۡصُرۡ رَاۡيَكَ عَلٰى مَا يَعۡنِيۡكَ، وَ اِيَّاكَ وَ مَقَاعِدَ الۡاَسۡوَاقِ، فَاِنَّهَا مَحَاضِرُ الشَّيۡطٰنِ، وَ مَعَارِيۡضُ الۡفِتَنِ، وَ اَكۡثِرۡ اَنۡ تَنۡظُرَ اِلٰى مَنۡ فُضِّلۡتَ عَلَيۡهِ، فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ اَبۡوَابِ الشُّكۡرِ.

بڑے شہروں میں رہائش رکھو، کیونکہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی مرکز ہوتے ہیں۔ غفلت اور بے وفائی کی جگہوں اور ان مقامات سے کہ جہاں اللہ کی اطاعت میں مددگاروں کی کمی ہو، پرہیز کرو، اور صرف مطلب کی باتوں میں اپنی فکر پیمائی کو محدود رکھو، اور بازاری اڈوں میں اٹھنے بیٹھنے سے الگ رہو۔ کیونکہ یہ شیطان کی بیٹھکیں اور فتنوں کی آماجگاہیں ہوتی ہیں اور جو لوگ تم سے پست حیثیت کے ہیں انہی کو زیادہ دیکھا کرو، کیونکہ یہ تمہارے لئے شکر کا ایک راستہ ہے۔

وَ لَا تُسَافِرۡ فِيۡ يَوۡمِ جُمُعَةٍ حَتّٰى تَشۡهَدَ الصَّلٰوةَ، اِلَّا فَاصِلًا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ، اَوۡ فِيۡۤ اَمۡرٍ تُعۡذَرُ بِهٖ.

جمعہ کے دن نماز میں حاضر ہوئے بغیر سفر نہ کرنا، مگر یہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کیلئے جانا ہو یا کوئی معذوری درپیش ہو۔

وَ اَطِعِ اللّٰهَ فِيۡ جَمِيۡعِ اُمُوۡرِكَ، فَاِنَّ طَاعَةَ اللّٰهِ فَاضِلَةٌ عَلٰى مَا سِوَاهَا، وَ خَادِعۡ نَفۡسَكَ فِي الۡعِبَادَةِ، وَ ارۡفُقۡ بِهَا، وَ لَا تَقۡهَرۡهَا، وَ خُذۡ

اور اپنے تمام کاموں میں اللہ کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اللہ کی اطاعت دوسری چیزوں پر مقدم ہے۔ اپنے نفس کو بہانے کر کر کے عبادت کی راہ پر لاؤ اور اس کے ساتھ نرم رویہ رکھو، دباؤ سے کام نہ لو۔

عَفْوَهَا وَ نَشَاطَهَا، اِلَّا مَا كَانَ مَكْتُوْبًا عَلَيْكَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ، فَاِنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ قَضَآئِهَا وَ تَعَاهُدِهَا عِنْدَ مَحِلِّهَا.

وَ اِيَّاكَ اَنْ يَّنْزِلَ بِكَ الْمَوْتُ وَ اَنْتَ اٰبِقٌ مِّنْ رَّبِّكَ فِیْ طَلَبِ الدُّنْيَا، وَ اِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ، فَاِنَّ الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ، وَ وَقِّرِ اللّٰهَ، وَ اَحْبِبْ اَحِبَّآءَهٗ، وَ احْذَرِ الْغَضَبَ، فَاِنَّهٗ جُنْدٌ عَظِيْمٌ مِنْ جُنُوْدِ اِبْلِيْسَ، وَ السَّلَامُ.

جب وہ دوسری فکروں سے فارغ البال اور چونچال ہو اس وقت اس سے عبادت کا کام لو۔ مگر جو واجب عبادتیں ہیں ان کی بات دوسری ہے۔ انہیں تو بہر حال ادا کرنا ہے اور وقت پر بجالانا ہے۔

اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ موت تم پر آ پڑے اس حال میں کہ تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے دنیا طلبی میں لگے ہو، اور فاسقوں کی صحبت سے بچے رہنا، کیونکہ برائی برائی کی طرف بڑھا کرتی ہے اور اللہ کی عظمت و توقیر کا خیال رکھو، اور اس کے دوستوں سے دوستی کرو اور غصے سے ڈرو، کیونکہ یہ شیطان کے لشکروں میں سے ایک بڑا لشکر ہے والسلام۔

--☆☆--

(۷۰) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مکتوب (۷۰)

اِلٰى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيِّ، وَ هُوَ عَامِلُهٗ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فِیْ مَعْنٰى قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِهَا لَحِقُوْا بِمُعَاوِيَةَ:

والی مدینہ سہل ابن حنیف انصاری کے نام مدینے کے کچھ باشندوں کے بارے میں جو معاویہ سے جا کر مل گئے تھے۔

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ رِجَالًا مِّمَّنْ قِبَلَكَ يَتَسَلَّلُوْنَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ، فَلَا تَاْسَفْ عَلٰى مَا يَفُوْتُكَ مِنْ عَدَدِهِمْ، وَ يَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ مَّدَدِهِمْ، فَكَفٰى لَهُمْ غَيًّا، وَ لَكَ مِنْهُمْ شَافِيًا، فِرَارُهُمْ مِنَ الْهُدٰى وَ الْحَقِّ، وَ اِيْضَاعُهُمْ اِلَى الْعَمٰى وَ الْجَهْلِ.

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے یہاں کے کچھ لوگ چپکے چپکے معاویہ کی طرف کھسک رہے ہیں۔ تم اس تعداد پر کہ جو نکل گئی ہے اور اس کمک پر کہ جو جاتی رہی ہے ذرا افسوس نہ کرو۔ ان کے گمراہ ہو جانے اور تمہارے اس قلق و اندوہ سے چھٹکارا پانے کیلئے یہی بہت ہے کہ وہ حق و ہدایت کی طرف سے بھاگ رہے ہیں اور جہالت و گمراہی کی طرف دوڑ رہے ہیں۔

وَ اِنَّمَا هُمْ اَهْلُ دُنْيَا، مُقْبِلُوْنَ عَلَيْهَا وَ مُهْطِعُوْنَ اِلَيْهَا، قَدْ عَرَفُوا الْعَدْلَ، وَ رَاَوْهُ وَ سَمِعُوْهُ وَ وَعَوْهُ، وَ عَلِمُوْاۤ اَنَّ النَّاسَ عِنْدَهٗ فِی الْحَقِّ اُسْوَةٌ، فَهَرَبُوْاۤ اِلَى الْاَثَرَةِ،

یہ دنیا دار ہیں جو دنیا کی طرف جھک رہے ہیں اور اسی کی طرف تیزی سے لپک رہے ہیں۔ انہوں نے عدل کو پہچانا، دیکھا، سنا اور محفوظ کیا اور اسے خوب سمجھ لیا کہ یہاں حق کے اعتبار سے سب برابر سمجھے جاتے ہیں، لہٰذا وہ ادھر بھاگ کھڑے ہوئے جہاں جنبہ داری و

فَبُعْدًا لَّهُمْ وَ سُحْقًا.

اِنَّهُمْ وَ اللّٰهِ! لَمْ يَنْفِرُوْا مِنْ جَوْرٍ وَّ لَمْ يَلْحَقُوْا بِعَدْلٍ، وَ اِنَّا لَنَطْمَعُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ اَنْ يُذَلِّلَ اللّٰهُ لَنَا صَعْبَهٗ، وَ يُسَهِّلَ لَنَا حَزْنَهٗ، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ، وَ السَّلَامُ.

تخصیص برتی جاتی ہے۔

خدا کی قسم! وہ ظلم سے نہیں بھاگے اور عدل سے جا کر نہیں چمٹے، اور ہم امید وار ہیں کہ اللہ اس معاملہ کی ہر سختی کو آسان اور اس سنگلاخ زمین کو ہمارے لئے ہموار کرے گا، ان شاء اللہ۔ والسلام

--☆☆--

(۷۱) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ الْجَارُوْدِ الْعَبْدِيِّ، وَ قَدْ خَانَ فِیْ بَعْضِ مَا وَلَّاهُ مِنْ اَعْمَالِهٖ:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ صَلَاحَ اَبِيْكَ غَرَّنِیْ مِنْكَ، وَ ظَنَنْتُ اَنَّكَ تَتَّبِعُ هَدْيَهٗ، وَ تَسْلُكُ سَبِيْلَهٗ، فَاِذَاۤ اَنْتَ فِيْمَا رُقِّیَ اِلَیَّ عَنْكَ، لَا تَدَعُ لِهَوَاكَ انْقِيَادًا، وَ لَا تُبْقِیْ لِاٰخِرَتِكَ عَتَادًا، تَعْمُرُ دُنْيَاكَ بِخَرَابِ اٰخِرَتِكَ، وَ تَصِلُ عَشِيْرَتَكَ بِقَطِيْعَةِ دِيْنِكَ.

وَ لَئِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِیْ عَنْكَ حَقًّا، لَجَمَلُ اَهْلِكَ وَ شِسْعُ نَعْلِكَ خَيْرٌ مِّنْكَ، وَ مَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ فَلَيْسَ بِاَهْلٍ اَنْ يُّسَدَّ بِهٖ ثَغْرٌ، اَوْ يُنْفَذَ بِهٖۤ اَمْرٌ، اَوْ يُعْلٰى لَهٗ قَدْرٌ، اَوْ يُشْرَكَ فِیْۤ اَمَانَةٍ، اَوْ يُؤْمَنَ عَلٰى خِيَانَةٍ، فَاَقْبِلْ اِلَیَّ حِيْنَ يَصِلُ اِلَيْكَ كِتَابِیْ هٰذَا، اِنْ شَآءَ اللّٰهُ.

مکتوب (۷۱)

منذر ابن جارود عبدی کے نام، جبکہ اس نے خیانت کی بعض ان چیزوں میں جن کا انتظام آپؑ نے اس کے سپرد کیا تھا:

واقعہ یہ ہے کہ تمہارے باپ کی سلامت روی نے مجھے تمہارے بارے میں دھوکا دیا۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ تم بھی ان کی روش کی پیروی کرتے اور ان کی راہ پر چلتے ہوگے، مگر اچانک مجھے تمہارے متعلق ایسی اطلاعات ملی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنی خواہش نفسانی کی پیروی سے ہاتھ نہیں اٹھاتے اور آخرت کیلئے کوئی توشہ باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی آخرت گنوا کر دنیا بنا رہے ہو اور دین سے رشتہ توڑ کر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر رہے ہو۔

جو مجھے معلوم ہوا ہے اگر وہ سچ ہے تو تمہارے گھر والوں کا اونٹ اور تمہاری جوتی کا تسمہ بھی تم سے بہتر ہے۔ جو تمہارے طور طریقے کا آدمی ہو وہ اس لائق نہیں کہ اس کے ذریعہ کسی رخنہ کو پاٹا جائے یا کوئی کام انجام دیا جائے یا اس کا رتبہ بڑھایا جائے، یا اسے امانت میں شریک کیا جائے یا خیانت کی روک تھام کیلئے اس پر اطمینان کیا جائے۔ لہٰذا جب میرا یہ خط ملے تو فوراً میرے پاس حاضر جاؤ۔ ان شاء اللہ۔

وَ الْمُنْذِرُ هٰذَا هُوَ الَّذِیْ قَالَ فِیْهِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام: اِنَّهٗ لَنَظَّارٌ فِیْ عِطْفَیْهِ، مُخْتَالٌ فِیْ بُرْدَیْهِ، تَفَّالٌ فِیْ شِرَاكَیْهِ.

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ ”منذر“ وہی ہے کہ جس کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے: ”وہ اِدھر اُدھر اپنے بازوؤں کو بہت دیکھتا ہے اور اپنی دونوں چادروں میں غرور سے جھومتا ہوا چلتا ہے اور اپنی جوتی کے تسموں پر پھونک مارتا رہتا ہے (کہ کہیں اس پر گرد نہ جم جائے)“۔

--☆☆--

(۷۲) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّكَ لَسْتَ بِسَابِقٍ اَجَلَكَ، وَ لَا مَرْزُوْقٍ مَّا لَيْسَ لَكَ.

وَ اعْلَمْ بِاَنَّ الدَّهْرَ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَّكَ، وَ يَوْمٌ عَلَيْكَ، وَ اَنَّ الدُّنْيَا دَارُ دُوَلٍ، فَمَا كَانَ مِنْهَا لَكَ اَتَاكَ عَلٰى ضَعْفِكَ، وَ مَا كَانَ مِنْهَا عَلَيْكَ لَمْ تَدْفَعْهُ بِقُوَّتِكَ.

مکتوب (۷۲)

عبداللہ ابن عباس رحمہ اللہ کے نام

تم اپنی زندگی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ اس چیز کو حاصل کر سکتے ہو جو تمہارے مقدر میں نہیں ہے۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ زمانہ دو دنوں پر تقسیم ہے: ایک دن تمہارے موافق اور ایک دن تمہارا مخالف۔ اور دنیا مملکتوں کے انقلاب و انتقال کا گھر ہے۔ اس میں جو چیز تمہارے فائدہ کی ہوگی وہ تمہاری کمزوری و ناتوانی کے باوجود پہنچ کر رہے گی اور جو چیز تمہارے نقصان کی ہوگی اسے تم قوت و طاقت سے بھی نہیں ہٹا سکتے۔

--☆☆--

(۷۳) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّیْ عَلَى التَّرَدُّدِ فِیْ جَوَابِكَ، وَ الِاسْتِمَاعِ اِلٰى كِتَابِكَ، لَمُوَهِّنٌ رَّاْيِیْ، وَ مُخَطِّئٌ فِرَاسَتِیْ، وَ اِنَّكَ اِذْ تُحَاوِلُنِی الْاُمُوْرَ، وَ تُرَاجِعُنِی السُّطُوْرَ، كَالْمُسْتَثْقِلِ النَّآئِمِ تَكْذِبُهٗ اَحْلَامُهٗ، اَوِ الْمُتَحَيِّرِ الْقَآئِمِ يَبْهَظُهٗ مَقَامُهٗ،

مکتوب (۷۳)

معاویہ کے نام

میں تم سے سوال و جواب کے تبادلہ اور تمہارے خطوں کو توجہ کے ساتھ سننے میں اپنے طریقہ کار کی کمزوری اور اپنی سمجھ کی غلطی کا احساس کر رہا ہوں، اور تم اپنی جو خواہشوں کے منوانے کے مجھ سے درپے ہوتے ہو اور مجھ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کئے ہوئے ہو تو ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا خواب دیکھ رہا ہو اور بعد میں اس کے خواب بے حقیقت ثابت ہوں، یا جیسے کوئی حیرت زدہ منہ اٹھائے کھڑا ہو کہ نہ اس کیلئے جائے رفتن ہو نہ پائے ماندن اور اسے کچھ خبر نہ

لَا يَدْرِیْ اَ لَهٗ مَا يَاْتِیْ اَمْ عَلَيْهِ؟ وَ لَسْتَ بِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ بِكَ شَبِيْهٌ.

وَ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ! اِنَّهٗ لَوْ لَا بَعْضُ الْاِسْتِبْقَآءِ لَوَصَلَتْ اِلَيْكَ مِنِّیْ قَوَارِعُ، تَقْرَعُ الْعَظْمَ، وَ تَهْلِسُ اللَّحْمَ.

وَ اعْلَمْ اَنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ ثَبَّطَكَ عَنْ اَنْ تُرَاجِعَ اَحْسَنَ اُمُوْرِكَ، وَ تَاْذَنَ لِمَقَالِ نَصِيْحَتِكَ، وَالسَّلَامُ لِاَهْلِهٖ.

-----☆☆-----

ہو کہ سامنے آنے والی چیز اسے فائدہ دے گی یا نقصان پہنچائے گی۔ ایسا نہیں کہ تم بالکل ہی یہ شخص ہو، بلکہ وہ تمہارے مانند ہے۔

اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کسی حد تک طرح دینا میں مناسب نہ سمجھتا ہوتا تو میری طرف سے ایسی تباہیوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑتا جو ہڈیوں کو توڑ دیتیں اور جسم پر گوشت کا نام نہ چھوڑتیں۔

اس بات کو خوب سمجھ لو کہ شیطان نے تمہیں اچھے کاموں کی طرف رجوع ہونے اور نصیحت کی باتیں سننے سے روک دیا ہے۔ سلام اس پر جو سلام کے قابل ہے۔

--☆☆--

(۷۴) وَمِنْ حِلْفٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَتَبَهٗ بَيْنَ رَبِيْعَةَ وَ الْيَمَنِ، وَ نُقِلَ مِنْ خَطِّ هِشَامِ بْنِ الْكَلْبِیِّ:

هٰذَا مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ اَهْلُ الْيَمَنِ، حَاضِرُهَا وَ بَادِيْهَا، وَ رَبِيْعَةُ، حَاضِرُهَا وَ بَادِيْهَا، اَنَّهُمْ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ يَدْعُوْنَ اِلَيْهِ، وَ يَاْمُرُوْنَ بِهٖ، وَ يُجِيْبُوْنَ مَنْ دَعَا اِلَيْهِ وَ اَمَرَ بِهٖ، لَا يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا، وَ لَا يَرْضَوْنَ بِهٖ بَدَلًا، وَ اَنَّهُمْ يَدٌ وَّاحِدَةٌ عَلٰى مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَ تَرَكَهٗ، اَنْصَارٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، دَعْوَتُهُمْ وَاحِدَةٌ، لَا يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ لِمَعْتَبَةِ عَاتِبٍ، وَ لَا لِغَضَبِ غَاضِبٍ، وَ لَا لِاسْتِذْلَالِ قَوْمٍ قَوْمًا، وَ لَا لِمَسَبَّةِ قَوْمٍ قَوْمًا، عَلٰى ذٰلِكَ شَاهِدُهُمْ وَ غَآئِبُهُمْ، سَفِيْهُهُمْ وَ عَالِمُهُمْ، وَ حَلِيْمُهُمْ وَ

نوشتہ (۷۴)

جو حضرتؑ نے قبیلہ ربیعہ اور اہل یمن کے مابین بطور معاہدہ تحریر فرمایا۔ (اسے ہشام ابن سائب کلبی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے)۔

یہ ہے وہ عہد جس پر اہل یمن نے، وہ شہری ہوں یا دیہاتی اور قبیلہ ربیعہ نے، وہ شہر میں آباد ہوں یا بادیہ نشین اتفاق کیا ہے کہ وہ سب کے سب کتاب اللہ پر ثابت قدم رہیں گے، اسی کی طرف دعوت دیں گے، اسی کے ساتھ حکم دیں گے، اور جو اس کی طرف دعوت دے گا اور اس کی رو سے حکم دے گا اس کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ نہ اس کے عوض کوئی فائدہ چاہیں گے اور نہ اس کے کسی بدل پر راضی ہوں گے، اور جو کتاب اللہ کے خلاف چلے گا اور اسے چھوڑ دے گا اس کے مقابلہ میں متحد ہو کر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں گے، ان کی آواز ایک ہوگی اور وہ کسی سرزنش کرنے والے کی سرزنش کی وجہ سے، کسی غصہ کرنے والے کے غصہ کی وجہ سے اور ایک گروہ کے دوسرے گروہ کو ذلیل کرنے کی وجہ سے، اور ایک جماعت کے دوسری جماعت کو گالی دینے سے اس عہد کو نہیں توڑیں گے، بلکہ حاضر یا غیر حاضر، کم عقل، عالم، بردبار، جاہل،

جَاهِلُهُمْ. ثُمَّ اِنَّ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَ مِيْثَاقَهٗ، اِنَّ عَهْدَ اللّٰهِ كَانَ مَسْؤُلًا.

كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عليه السلام.

-----☆☆-----

سب اس کے پابند رہیں گے۔ پھر اس عہد کی وجہ سے ان پر اللہ کا عہد و پیمان بھی لازم ہو گیا ہے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔

کاتب سطور: علی ابن ابی طالبؑ۔

--☆☆--

(۷۵) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰى مُعَاوِيَةَ فِيْ اَوَّلِ مَا بُوْيِعَ لَهٗ، ذَكَرَهُ الْوَاقِدِيُّ فِيْ كِتَابِ الْجَمَلِ:

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ.

اَمَّا بَعْدُ! فَقَدْ عَلِمْتَ اِعْذَارِيْ فِيْكُمْ وَ اِعْرَاضِيْ عَنْكُمْ، حَتّٰى كَانَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَ لَا دَفْعَ لَهٗ، وَ الْحَدِيْثُ طَوِيْلٌ، وَ الْكَلَامُ كَثِيْرٌ، وَ قَدْ اَدْبَرَ مَا اَدْبَرَ، وَ اَقْبَلَ مَا اَقْبَلَ، فَبَايِعْ مَنْ قِبَلَكَ وَ اَقْبِلْ اِلَيَّ فِيْ وَفْدٍ مِّنْ اَصْحَابِكَ. وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۷۵)

شروع شروع میں جب آپؑ کی بیعت کی گئی تو آپؑ نے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام تحریر فرمایا۔ اسے واقدی نے کتاب الجمل میں تحریر کیا ہے:

خدا کے بندے علی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

تمہیں معلوم ہے کہ میں نے لوگوں کے بارے میں پورے طور سے حجت ختم کر دی اور تمہارے معاملات سے چشم پوشی کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ واقعہ ہو کر رہا کہ جسے ہونا تھا اور روکا نہ جا سکتا تھا۔ یہ قصہ لمبا ہے اور باتیں بہت ہیں۔ بہر حال جو گزرنا تھا گزر گیا اور جسے آنا تھا آ گیا، لہٰذا اٹھو اور اپنے یہاں کے لوگوں سے میری بیعت حاصل کرو اور اپنے ساتھیوں کے وفد کے ساتھ میرے پاس پہنچو۔ والسلام۔

--☆☆--

(۷۶) وَمِنْ وَّصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ

عِنْدَ اسْتِخْلَافِهٖ اِيَّاهُ عَلَى الْبَصْرَةِ:

سَعِ النَّاسَ بِوَجْهِكَ، وَ مَجْلِسِكَ وَ حُكْمِكَ، وَ اِيَّاكَ وَ الْغَضَبَ، فَاِنَّهٗ طَيْرَةٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ. وَ اعْلَمْ اَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللّٰهِ يُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ، وَ مَا بَاعَدَكَ مِنَ اللّٰهِ يُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ.

-----☆☆-----

وصیت (۷۶)

عبداللہ ابن عباس کے نام

جبکہ انہیں بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا:

لوگوں سے کشادہ روئی سے پیش آؤ۔ اپنی مجلس میں لوگوں کو راہ دو۔ حکم میں تنگی روا نہ رکھو۔ غصہ سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ شیطان کیلئے شگونِ نیک ہے۔ اور اس بات کو جانے رہو کہ جو چیز تمہیں اللہ کے قریب کرتی ہے وہ دوزخ سے دور کرتی ہے اور جو چیز اللہ سے دور کرتی ہے وہ دوزخ سے قریب کرتی ہے۔

--☆☆--

(۷۷) وَمِنْ وَّصِيَّةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا بَعَثَهٗ لِلْاِحْتِجَاجِ عَلَى الْخَوَارِجِ:

لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْاٰنِ، فَاِنَّ الْقُرْاٰنَ حَمَّالٌ ذُوْ وُجُوْهٍ، تَقُوْلُ وَ يَقُوْلُوْنَ، وَ لٰكِنْ حَاجِجْهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَاِنَّهُمْ لَنْ يَّجِدُوْا عَنْهَا مَحِيْصًا.

-----☆☆-----

ہدایت (۷۷)

جو عبد اللہ ابن عباس کو خوارج سے مناظرہ کرنے کیلئے بھیجتے وقت فرمائی:

تم ان سے قرآن کی رو سے بحث نہ کرنا، کیونکہ قرآن بہت سے معانی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے، تم اپنی کہتے رہو گے، وہ اپنی کہتے رہیں گے، بلکہ تم حدیث سے ان کے سامنے استدلال کرنا، وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پاسکیں گے۔

--☆☆--

(۷۸) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِلٰۤى اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ

جَوَابًا فِیْۤ اَمْرِ الْحَكَمَيْنِ، ذَكَرَهٗ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِیُّ فِیْ كِتَابِ «الْمَغَازِیْ»:

فَاِنَّ النَّاسَ قَدْ تَغَيَّرَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنْ حَظِّهِمْ، فَمَالُوْا مَعَ الدُّنْيَا، وَ نَطَقُوْا بِالْهَوٰى، وَ اِنِّیْ نَزَلْتُ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ مَنْزِلًا مُّعْجِبًا، اجْتَمَعَ بِهٖۤ اَقْوَامٌ اَعْجَبَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ، فَاِنِّیْۤ اُدَاوِیْ مِنْهُمْ قَرْحًا، اَخَافُ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَقًا.

وَ لَيْسَ رَجُلٌ ـ فَاعْلَمْ ـ اَحْرَصَ عَلٰى جَمَاعَةِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ اُلْفَتِهَا مِنِّیْ، اَبْتَغِیْ بِذٰلِكَ حُسْنَ الثَّوَابِ، وَ كَرَمَ الْمَاٰبِ، وَ سَاَفِیْ بِالَّذِیْ وَاَيْتُ عَلٰى نَفْسِیْ، وَ اِنْ تَغَيَّرْتَ عَنْ صَالِحِ مَا فَارَقْتَنِیْ عَلَيْهِ.

فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ نَفْعَ مَاۤ اُوْتِیَ مِنَ

مکتوب (۷۸)

ابوموسیٰ اشعری کے نام

حکمین کے سلسلے میں ان کے ایک خط کے جواب میں۔ (اسے سعید ابن یحییٰ اموی نے اپنی کتاب المغازی میں درج کیا ہے):

کتنے ہی لوگ ہیں جو آخرت کی بہت سی سعادتوں سے محروم ہو کر رہ گئے، وہ دنیا کے ساتھ ہو لئے، خواہشِ نفسانی سے بولنے لگے۔ میں اس معاملہ کی وجہ سے ایک حیرت و استعجاب کی منزل میں ہوں کہ جہاں ایسے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں جو خود بینی اور خود پسندی میں مبتلا ہیں۔ میں ان کے زخم کا مداوا تو کر رہا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ منجمد خون کی صورت اختیار کر کے لاعلاج نہ ہو جائے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص بھی اُمتِ محمدؐ کی جماعت بندی اور اتحادِ باہمی کا خواہشمند نہیں ہے، جس سے میری غرض صرف حسن ثواب اور آخرت کی سرفرازی ہے۔ میں نے جو عہد کیا ہے اسے پورا کر کے رہوں گا۔ اگرچہ تم اس نیک خیال سے کہ جو مجھ سے آخری ملاقات تک تمہارا تھا، اب پلٹ جاؤ۔

یقیناً وہ بدبخت ہے کہ جو عقل و تجربہ کے ہوتے ہوئے اس کے

الْعَقْلِ وَ التَّجْرِبَةِ.

وَ اِنِّیْ لَاَعْبَدُ اَنْ یَّقُوْلَ قَآئِلٌ بِبَاطِلٍ، وَ اَنْ اُفْسِدَ اَمْرًا قَدْ اَصْلَحَهُ اللّٰهُ، فَدَعْ مَا لَا تَعْرِفُ، فَاِنَّ شِرَارَ النَّاسِ طَآئِرُوْنَ اِلَیْكَ بِاَقَاوِیْلِ السُّوْٓءِ، وَ السَّلَامُ.

-----☆☆-----

فوائد سے محروم رہے۔

میں تو اس بات پر پیچ و تاب کھا تا ہوں کہ کوئی کہنے والا باطل بات کہے، یا کسی ایسے معاملے کو خراب ہونے دوں کہ جسے اللہ درست کر چکا ہو۔ لہٰذا جس بات کو تم نہیں جانتے اُس کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ شریر لوگ بری باتیں تم تک پہنچانے کیلئے اُڑ کر پہنچا کریں گے۔ والسلام۔

--☆☆--

(۷۹) وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا اسْتُخْلِفَ اِلٰی اُمَرَآءِ الْاَجْنَادِ

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّمَآ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ مَّنَعُوا النَّاسَ الْحَقَّ فَاشْتَرَوْهُ، وَ اَخَذُوْهُمْ بِالْبَاطِلِ فَاقْتَدَوْهُ.

-----☆☆-----

مکتوب (۷۹)

جو ظاہری خلافت پر متمکن ہونے کے بعد فوجی سپہ سالاروں کو تحریر فرمایا

اگلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کیا کہ انہوں نے لوگوں کے حق روک لئے تو انہوں نے (رشوتیں دے دے کر) اسے خریدا، اور انہیں باطل کا پابند بنایا تو وہ اُنکے پیچھے انہی راستوں پر چل کھڑے ہوئے۔

--☆☆--

تَمَّ بَابُ الْكُتُبِ بِحَمْدِ اللّٰهِ

☆☆☆☆☆

حصہ سوّم

حِکَم و مَوَاعِظ
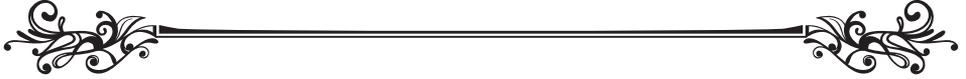
بَابُ الْمُخْتَارِ مِنْ حِکَمِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام

وَیَدْخُلُ فِیْ ذٰلِكَ الْمُخْتَارُ مِنْ اَجْوِبَةِ مَسَآئِلِهٖ

وَ الْکَلَامُ الْقَصِیْرُ الْخَارِجُ فِیْ سَآئِرِ اَغْرَاضِهٖ

امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب حِکَم و مواعظ کا باب

اس باب میں سوالات کے جوابات اور ان چھوٹے چھوٹے حکیمانہ جملوں کا انتخاب درج ہے جو مختلف اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں بیان کئے گئے ہیں

(۱) قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كُنْ فِي الْفِتْنَةِ كَابْنِ اللَّبُوْنِ، لَا ظَهْرٌ فَيُرْكَبَ، وَ لَا ضَرْعٌ فَيُحْلَبَ.

(۱)

فتنہ وفساد میں اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کئے ہوں کہ نہ تو اس کی پیٹھ پر سواری کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوہا جاسکتا ہے۔

''لبون'' دودھ دینے والی اونٹنی کو اور ''ابن اللبون'' اس کے دوسالہ بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس عمر میں نہ سواری کے قابل ہوتا ہے اور نہ اس کے تھن ہی ہوتے ہیں کہ ان سے دودھ دوہا جاسکے۔ اسے ''ابن اللبون'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس دو سال کے عرصہ میں اس کی ماں عموماً دوسرا بچہ دے کر دودھ دینے لگتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ وفساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہیے کہ لوگ اسے ناکارہ سمجھ کر نظرانداز کر دیں اور کسی جماعت میں اس کی شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ البتہ جہاں حق و باطل کا ٹکراؤ ہو وہاں پر غیر جانبداری جائز نہیں اور نہ اسے فتنہ وفساد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کیلئے کھڑا ہونا واجب ہے۔ جیسے جمل وصفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا۔

☆☆☆☆☆

(۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَزْرٰى بِنَفْسِهٖ مَنِ اسْتَشْعَرَ الطَّمَعَ، وَ رَضِيَ بِالذُّلِّ مَنْ كَشَفَ عَنْ ضُرِّهٖ، وَ هَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ مَنْ اَمَّرَ عَلَيْهَا لِسَانَهٗ.

(۲)

جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا اس نے اپنے کو سبک کیا، اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہوگیا، اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھا اس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کرلیا۔

(۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْبُخْلُ عَارٌ، وَ الْجُبْنُ مَنْقَصَةٌ، وَ الْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفَطِنَ عَنْ حُجَّتِهٖ، وَ الْمُقِلُّ غَرِيْبٌ فِيْ بَلْدَتِهٖ، وَ الْعَجْزُ اٰفَةٌ، وَ الصَّبْرُ شَجَاعَةٌ، وَ الزُّهْدُ ثَرْوَةٌ، وَ الْوَرَعُ جُنَّةٌ.

(۳)

بخل ننگ و عار ہے، اور بزدلی نقص و عیب ہے، اور غربت مرد زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے، اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے، اور عجز و درماندگی مصیبت ہے، اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے، اور دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے، اور پرہیزگاری ایک بڑی سپر ہے۔

(٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نِعْمَ الْقَرِيْنُ الرِّضٰى، وَ الْعِلْمُ وِرَاثَةٌ كَرِيْمَةٌ، وَ الْاٰدَابُ حُلَلٌ مُّجَدَّدَةٌ، وَ الْفِكْرُ مِرْاٰةٌ صَافِيَةٌ.

(۴)

تسلیم و رضا بہترین مصاحب، اور علم شریف ترین میراث ہے، اور علمی و عملی اوصاف نو بنو خلعت ہیں، اور فکر صاف وشفاف آئینہ ہے۔

(٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

صَدْرُ الْعَاقِلِ صُنْدُوْقُ سِرِّهٖ، وَ الْبَشَاشَةُ حِبَالَةُ الْمَوَدَّةِ، وَ الْاِحْتِمَالُ قَبْرُ الْعُيُوْبِ.

(اَوْ):

اَلْمُسَالَمَةُ خِبَآءُ الْعُيُوْبِ.

(۵)

عقلمند کا سینہ اس کے بھیدوں کا مخزن ہوتا ہے، اور کشادہ روئی محبت ودوستی کا پھندا ہے، اور تحمل و بردباری عیبوں کا مدفن ہے۔

یا اس فقرہ کے بجائے حضرتؑ نے یہ فرمایا کہ:

صلح وصفائی عیبوں کو ڈھانپنے کا ذریعہ ہے۔

(٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ رَّضِیَ عَنْ نَّفْسِهٖ كَثُرَ السَّاخِطُ عَلَيْهِ. وَ الصَّدَقَةُ دَوَآءٌ مُّنْجِحٌ، وَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ فِیْ عَاجِلِهِمْ نُصْبُ اَعْيُنِهِمْ فِیْۤ اٰجِلِهِمْ.

(۶)

جو شخص اپنے کو بہت پسند کرتا ہے وہ دوسروں کو ناپسند ہو جاتا ہے اور صدقہ کامیاب دوا ہے اور دنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

یہ ارشاد تین جملوں پر مشتمل ہے:

پہلے جملہ میں خود پسندی سے پیدا ہونے والے نتائج و اثرات کا ذکر کیا ہے کہ اس سے دوسروں کے دلوں میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی ذات کو نمایاں کرنے کیلئے بات بات میں اپنی برتری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ کبھی عزت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور لوگ اس کی تفوق پسندانہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اسے اتنا بھی سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے جتنا کچھ وہ ہے، چہ جائیکہ جو کچھ وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے وہی کچھ اسے سمجھ لیں۔

دوسرا جملہ صدقہ کے متعلق ہے اور اسے ایک ”کامیاب دوا“ سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ جب انسان صدقہ و خیرات سے محتاجوں اور ناداروں کی مدد کرتا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں سے اس کیلئے دُعائے صحت و عافیت کرتے ہیں جو قبولیت حاصل کر کے اس کی شفایابی کا باعث ہوتی ہے۔

چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

دَاوُوْا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ.

اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔ (الکافی، ج ۴، ص ۳)

تیسرا جملہ حشر میں اعمال کے بے نقاب ہونے کے متعلق ہے کہ انسان اس دنیا میں جو اچھے اور برے کام کرتا ہے وہ حجاب عنصری کے حائل ہونے کی وجہ سے ظاہری حواس سے ادراک نہیں ہو سکتے۔ مگر آخرت میں جب مادیت کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے تو وہ اس طرح آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گے کہ کسی کیلئے گنجائش انکار نہ رہے گی۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞﴾

اس دن لوگ گروہ گروہ (قبروں سے) اُٹھ کھڑے ہوں گے تا کہ وہ اپنے اعمال کو دیکھیں، تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرّہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ (سورۂ زلزلہ، آیت ۶-۸)

☆☆☆☆☆

(۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِعْجَبُوْا لِهٰذَا الْاِنْسَانِ يَنْظُرُ بِشَحْمٍ، وَ يَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ، وَ يَسْمَعُ بِعَظْمٍ، وَ يَتَنَفَّسُ مِنْ خَرْمٍ!.

(۷)

یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا ہے، اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے، اور ہڈی سے سنتا ہے، اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

(۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَاۤ اَقْبَلَتِ الدُّنْيَا عَلٰۤى اَحَدٍ اَعَارَتْهُ مَحَاسِنَ غَيْرِهٖ، وَ اِذَاۤ اَدْبَرَتْ عَنْهُ سَلَبَتْهُ مَحَاسِنَ نَفْسِهٖ.

(۸)

جب دنیا (اپنی نعمتوں کو لے کر) کسی کی طرف بڑھتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اسے عاریت دے دیتی ہے، اور جب اس سے رخ موڑ لیتی ہے تو خود اس کی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جس کا بخت یاور اور دنیا اس سے سازگار ہوتی ہے اہل دنیا اس کی کارگزاریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور دوسروں کے کارناموں کا سہرا بھی اس کے سر باندھ دیتے ہیں، اور جس کے ہاتھ سے دنیا جاتی رہتی ہے اور ادبار و نحوست کی گھٹا اس پر چھا جاتی ہے اس کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور بھولے سے بھی اس کا نام زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے۔

دوستند آنکه را زمانه نواخت
دشمنند آنکه را زمانه فکند

☆☆☆☆☆

(۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۹)

خَالِطُوا النَّاسَ مُخَالَطَةً اِنْ مِّتُّمْ مَّعَهَا بَكَوْا عَلَيْكُمْ، وَاِنْ عِشْتُمْ حَنُّوْا اِلَيْكُمْ.

لوگوں سے اس طریقہ سے ملو کہ اگر مر جاؤ تو تم پر روئیں، اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق ہوں۔

جو شخص لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتا ہے لوگ اس کی طرف دست تعاون بڑھاتے، اس کی عزت و توقیر کرتے اور اس کے مرنے کے بعد اس کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اس طرح مرنجاں مرنج زندگی گزارے کہ کسی کو اس سے شکایت پیدا نہ ہو اور نہ اس سے کسی کو گزند پہنچے، تاکہ اسے زندگی میں دوسروں کی ہمدردی حاصل ہو، اور مرنے کے بعد بھی اسے اچھے لفظوں سے یاد کیا جائے۔

چنان با نیک و بد سر کن که بعد از مردنت عرفی
مسلمانت به زمزم شوید و هندو بسوزاند

☆☆☆☆☆

(۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۰)

اِذَا قَدَرْتَ عَلٰى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرًا لِّلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ.

دشمن پر قابو پاؤ تو اس قابو پانے کا شکرانہ اس کو معاف کر دینا قرار دو۔

''عفوو درگزر'' کا محل وہی ہوتا ہے جہاں انتقام پر قدرت ہو، اور جہاں قدرت ہی نہ ہو وہاں انتقام سے ہاتھ اٹھا لینا مجبوری کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر کوئی فضیلت مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ قدرت و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفوو درگزر سے کام لینا فضیلت انسانی کا جوہر اور اللہ کی اس بخشی ہوئی نعمت کے مقابلہ میں اظہار شکر ہے۔ کیونکہ شکر کا جذبہ اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے سامنے تذلل و انکسار سے جھکے جس سے اس کے دل میں رحم و رافت کے لطیف جذبات پیدا ہوں گے اور غیظ و غضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے پڑ جائیں گے، جس کے بعد انتقام کا کوئی داعی ہی نہ رہے گا کہ وہ اس قوت و قدرت کو ٹھیک ٹھیک کام میں لانے کی بجائے اپنے غضب کے فرو کرنے کا ذریعہ قرار دے۔

☆☆☆☆☆

(۱۱) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اَعۡجَزُ النَّاسِ مَنۡ عَجَزَ عَنِ اكۡتِسَابِ الۡاِخۡوَانِ، وَ اَعۡجَزُ مِنۡهُ مَنۡ ضَيَّعَ مَنۡ ظَفِرَ بِهٖ مِنۡهُمۡ.

(۱۱)

لوگوں میں بہت درماندہ وہ ہے جو اپنی عمر میں کچھ بھائی اپنے لئے نہ حاصل کر سکے، اور اس سے بھی زیادہ درماندہ وہ ہے جو پا کر اسے کھو دے۔

خوش اخلاقی و خندہ پیشانی سے دوسروں کو اپنی طرف جذب کرنا اور شیریں کلامی سے غیروں کو اپنانا کوئی دشوار چیز نہیں ہے۔ کیونکہ اس کیلئے نہ جسمانی مشقت کی ضرورت اور نہ دماغی کدوکاوش کی حاجت ہوتی ہے، اور دوست بنانے کے بعد دوستی اور تعلقات کی خوشگواری کو باقی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ دوستی پیدا کرنے کیلئے پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے، مگر اسے باقی رکھنے کیلئے تو کوئی مہم سر کرنا نہیں پڑتی۔ لہٰذا جو شخص ایسی چیز کی بھی نگہداشت نہ کر سکے کہ جسے صرف پیشانی کی سلوٹیں دور کر کے باقی رکھا جا سکتا ہے اس سے زیادہ عاجز و درماندہ کون ہو سکتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو ہر ایک سے خوش خلقی و خندہ روئی سے پیش آنا چاہیے، تاکہ لوگ اس سے وابستگی چاہیں اور اس کی دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۲) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اِذَا وَصَلَتۡ اِلَيۡكُمۡ اَطۡرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوۡا اَقۡصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكۡرِ.

(۱۲)

جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انہیں اپنے تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔

(۱۳) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

مَنۡ ضَيَّعَهُ الۡاَقۡرَبُ اُتِيۡحَ لَهُ الۡاَبۡعَدُ.

(۱۳)

جسے قریبی چھوڑ دیں اسے بیگانے مل جائیں گے۔

(۱۴) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

مَا كُلُّ مَفۡتُوۡنٍ يُّعَاتَبُ.

(۱۴)

ہر فتنہ میں پڑ جانے والا قابل عتاب نہیں ہوتا۔

جب سعد ابن ابی وقاص، محمد ابن مسلمہ اور عبداللہ ابن عمر نے اصحاب جمل کے مقابلہ میں آپؑ کا ساتھ دینے سے انکار کیا تو اس موقع پر یہ جملہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مجھ سے ایسے منحرف ہو چکے ہیں کہ ان پر نہ میری بات کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ ان پر میری عتاب و سرزنش کارگر ثابت ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَذِلُّ الْأُمُوْرُ لِلْمَقَادِيْرِ، حَتّٰى يَكُوْنَ الْحَتْفُ فِي التَّدْبِيْرِ.

(۱۵)

سب معاملے تقدیر کے آگے سرنگوں ہیں، یہاں تک کہ کبھی تدبیر کے نتیجہ میں موت ہو جاتی ہے۔

(۱۶) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنْ قَوْلِ الرَّسُوْلِ ﷺ: «غَيِّرُوا الشَّيْبَ، وَ لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ».

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّمَا قَالَ ﷺ ذٰلِكَ وَ الدِّيْنُ قُلٌّ، فَاَمَّا الْاٰنَ وَ قَدِ اتَّسَعَ نِطَاقُهٗ وَ ضَرَبَ بِجِرَانِهٖ، فَامْرُؤٌ وَّمَا اخْتَارَ.

(۱۶)

پیغمبر ﷺ کی حدیث کے متعلق کہ: «بڑھاپے کو (خضاب کے ذریعہ) بدل دو اور یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو»۔ آپؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:

پیغمبر ﷺ نے یہ اس موقع کیلئے فرمایا تھا جبکہ دین (والے) کم تھے اور اب جبکہ اس کا دامن پھیل چکا ہے اور سینہ ٹیک کر جم چکا ہے تو ہر شخص کو اختیار ہے۔

مقصد یہ ہے کہ چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی جماعتی حیثیت کو برقرار رکھنے کیلئے انہیں یہودیوں سے ممتاز رکھا جائے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے خضاب کا حکم دیا کہ جو یہودیوں کے ہاں مرسوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ مقصد بھی تھا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں ضعیف وسن رسیدہ دکھائی نہ دیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِي الَّذِيْنَ اعْتَزَلُوا الْقِتَالَ مَعَهٗ:

خَذَلُوا الْحَقَّ، وَلَمْ يَنْصُرُوا الْبَاطِلَ.

(۱۷)

ان لوگوں کے بارے میں کہ جو آپؑ کے ہمراہ ہو کر لڑنے سے کنارہ کش رہے فرمایا:

ان لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی۔

یہ ارشاد ان لوگوں کے متعلق ہے جو اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرتے تھے۔ جیسے عبداللہ ابن عمر، سعد ابن ابی وقاص، ابوموسیٰ اشعری، احنف ابن قیس اور انس ابن مالک وغیرہ۔ بیشک ان لوگوں نے کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی، مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس لئے ان کا شمار مخالفین حق کے گروہ ہی میں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

(۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ جَرٰى فِيْ عِنَانِ اَمَلِهٖ عَثَرَ بِاَجَلِهٖ.

(۱۸)

جو شخص امید کی راہ میں بگٹٹ دوڑتا ہے وہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

(۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَقِيْلُوْا ذَوِى الْمُرُوْءَاتِ عَثَرَاتِهِمْ، فَمَا يَعْثُرُ مِنْهُمْ عَاثِرٌ اِلَّا وَ يَدُ اللّٰهِ بِيَدِهٖ يَرْفَعُهٗ.

(۱۹)

بامروت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ (کیونکہ) ان میں سے جو بھی لغزش کھا کر گرتا ہے تو اللہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اسے اوپر اٹھا لیتا ہے۔

(۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قُرِنَتِ الْهَيْبَةُ بِالْخَيْبَةِ، وَالْحَيَآءُ بِالْحِرْمَانِ، وَالْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ، فَانْتَهِزُوْا فُرَصَ الْخَيْرِ.

(۲۰)

خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے، اور فرصت کی گھڑیاں (تیزرَو) اَبر کی طرح گزر جاتی ہیں۔ لہٰذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو۔

عوام میں ایک چیز خواہ کتنی ہی معیوب خیال کی جائے اور تحقیر آمیز نظروں سے دیکھی جائے اگر اس میں کوئی واقعی عیب نہیں ہے تو اس سے شرمانا سراسر نادانی ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے اکثر ان چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے جو دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا باعث ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص اس خیال سے کہ لوگ اسے جاہل تصور کریں گے کسی اہم اور ضروری بات کے دریافت کرنے میں عار محسوس کرے تو یہ بے موقع و بے محل خودداری اس کیلئے علم و دانش سے محرومی کا سبب بن جائے گی۔ اس لئے کوئی ہوشمند انسان سیکھنے اور دریافت کرنے میں عار نہیں محسوس کرے گا۔ چنانچہ ایک سن رسیدہ شخص سے کہ جو بڑھاپے کے باوجود تحصیل علم کرتا تھا کہا گیا کہ: «مَا تَسْتَحْيِيْ اَنْ تَتَعَلَّمَ عَلَى الْكِبَرِ»: ''تمہیں بڑھاپے میں پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی؟''۔ اس نے جواب میں کہا کہ: «اَنَا لَا اَسْتَحْيِيْ مِنَ الْجَهْلِ عَلَى الْكِبَرِ فَكَيْفَ اَسْتَحْيِيْ مِنَ التَّعَلُّمِ عَلَى الْكِبَرِ»: ''جب مجھے بڑھاپے میں جہالت سے شرم نہیں آئی تو اس بڑھاپے میں پڑھنے سے شرم کیسے آسکتی ہے''۔

البتہ جن چیزوں میں واقعی برائی اور مفسدہ ہو ان کے ارتکاب سے شرم محسوس کرنا انسانیت اور شرافت کا جوہر ہے۔ جیسے وہ اعمالِ ناشائستہ کہ جو شرع و عقل اور مذہب و اخلاق کی رو سے مذموم ہیں۔ بہر حال ''حیا'' کی پہلی قسم قبیح اور دوسری قسم حسن ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْحَيَآءُ حَيَآءَانِ: حَيَآءُ عَقْلٍ وَّحَيَآءُ حُمْقٍ، فَحَيَآءُ الْعَقْلِ هُوَ الْعِلْمُ، وَحَيَآءُ الْحُمْقِ هُوَ الْجَهْلُ.

حیا کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو بتقاضائے عقل ہوتی ہے، یہ حیا علم و دانائی ہے۔ اور ایک وہ جو حماقت کے نتیجہ میں ہوتی ہے، یہ سراسر جہل و نادانی ہے۔ (الکافی، ج ۲، ص ۱۰۶)

☆☆☆☆☆

(۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَنَا حَقٌّ، فَاِنْ اُعْطِيْنَاهُ، وَ اِلَّا رَكِبْنَآ اَعْجَازَ الْاِبِلِ وَاِنْ طَالَ السُّرٰى.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ هٰذَا مِنْ لَطِيْفِ الْكَلَامِ وَ فَصِيْحِهٖ، وَ مَعْنَاهُ: «اَنَّا اِنْ لَّمْ نُعْطَ حَقَّنَا كُنَّآ اَذِلَّآءَ». وَ ذٰلِكَ اَنَّ الرَّدِيْفَ يَرْكَبُ عَجُزَ الْبَعِيْرِ، كَالْعَبْدِ وَ الْاَسِيْرِ وَ مَنْ يَّجْرِیْ مَجْرَاهُمَا.

(۲۱)

ہمارا ایک حق ہے اگر وہ ہمیں دیا گیا تو ہم لے لینگے، ورنہ ہم اونٹ کے پیچھے والے پٹھوں پر سوار ہوں گے۔ اگرچہ شب روی طویل ہو۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ بہت عمدہ اور فصیح کلام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ: اگر ہمیں ہمارا حق نہ دیا گیا تو ہم ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور یہ مطلب اس طرح نکلتا ہے کہ اونٹ کے پیچھے کے حصہ پر ردیف بن کر غلام اور قیدی یا اس قسم کے لوگ ہی سوار ہوا کرتے تھے۔

سیّد رضی علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ معنی کا ماحصل یہ ہے کہ حضرتؑ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ: اگر ہمارے حق کا کہ جو امام مفترض الطاعہ ہونے کی حیثیت سے دوسروں پر واجب ہے اقرار کر لیا گیا اور ہمیں ظاہری خلافت کا موقع دیا گیا تو بہتر، ورنہ ہمیں ہر طرح کی مشقتوں اور خواریوں کو برداشت کرنا پڑے گا، اور ہم اس تحقیر و تذلیل کی حالت میں زندگی کا ایک طویل عرصہ گزارنے پر مجبور ہوں گے۔

بعض شارحین نے اس معنی کے علاوہ اور معنی بھی تحریر کئے ہیں اور وہ یہ کہ: اگر ہمیں ہمارے مرتبہ سے گرا کر پیچھے ڈال دیا گیا اور دوسروں کو ہم پر مقدم کر دیا گیا تو ہم صبر سے کام لیتے ہوئے پیچھے ہٹنا گوارا کر لیں گے۔ اور اونٹ کے پٹھے پر سوار ہونے سے یہی مراد ہے، کیونکہ جو اونٹ کے پٹھے پر سوار ہوتا ہے وہ پیچھے ہوتا ہے اور جو پشت پر سوار ہوتا ہے وہ آگے ہوتا ہے۔

اور بعض نے یہ معنی کہے ہیں کہ: اگر ہمارا حق دے دیا گیا تو ہم اسے لے لیں گے، اور اگر نہ دیا گیا تو ہم اس سوار کی مانند نہ ہوں گے کہ جو اپنی سواری کی باگ دوسرے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے کہ وہ جدھر اسے لے جانا چاہے لے جائے، بلکہ اپنے مطالبہ حق پر برقرار رہیں گے خواہ مدت دراز کیوں نہ گزر جائے اور کبھی اپنے حق سے دستبردار ہو کر غصب کرنے والوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں گے۔

☆☆☆☆☆

(۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ.

(۲۲)

جسے اس کے اعمال پیچھے ہٹا دیں اسے حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

(۲۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوْبِ الْعِظَامِ اِغَاثَةُ الْمَلْهُوْفِ، وَ التَّنْفِيْسُ عَنِ الْمَكْرُوْبِ.

(۲۳)

کسی مضطرب کی داد فریاد سننا اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے چھٹکارا دلانا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔

(٢٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۴)

يَا بْنَ اٰدَمَ! اِذَا رَاَيْتَ رَبَّكَ سُبْحَانَهٗ يُتَابِعُ عَلَيْكَ نِعَمَهٗ وَ اَنْتَ تَعْصِيْهِ، فَاحْذَرْهُ.

اے آدمؑ کے بیٹے! جب تو دیکھے کہ اللہ سبحانہ تجھے پے در پے نعمتیں دے رہا ہے اور تو اس کی نافرمانی کر رہا ہے تو اس سے ڈرتے رہنا۔

جب کسی کو گناہوں کے باوجود پے در پے نعمتیں حاصل ہو رہی ہوں تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اللہ اس سے خوش ہے اور یہ اس کی خوشنودی و نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ نعمتوں میں زیادتی شکر گزاری کی صورت میں ہوتی ہے اور ناشکری کے نتیجہ میں نعمتوں کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں دونگا اور اگر ناشکری کی تو پھر یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔ (سورۂ ابراہیم، آیت ۷)

لہٰذا عصیان و ناسپاسی کی صورت میں برابر نعمتوں کا ملنا اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا ثمرہ نہیں ہو سکتا، اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس صورت میں اسے نعمتیں دے کر شبہ میں ڈال دیا ہے کہ وہ نعمتوں کی فراوانی کو اس کی خوشنودی کا ثمرہ سمجھے۔ کیونکہ جب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ خطا کار و عاصی ہے اور گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھ کر اس کا مرتکب ہو رہا ہے تو اس اشتباہ کی کیا وجہ کہ وہ اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا تصور کرے، بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ایک طرح کی آزمائش اور مہلت ہے تا کہ جب اسکی طغیانی و سرکشی انتہا کو پہنچ جائے تو اسے دفعتاً گرفت میں لے لیا جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اسے منتظر رہنا چاہیے کہ کب اس پر غضب الٰہی کا ورود ہو اور یہ نعمتیں اس سے چھین لی جائیں، اور محرومی و نامرادی کی عقوبتوں میں اسے جکڑ لیا جائے۔

☆☆☆☆☆

(٢٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۵)

مَاۤ اَضْمَرَ اَحَدٌ شَيْئًا اِلَّا ظَهَرَ فِيْ فَلَتَاتِ لِسَانِهٖ، وَ صَفَحَاتِ وَجْهِهٖ.

جس کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کر رکھنا چاہی وہ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلے ہوئے الفاظ اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے۔

انسان جن باتوں کو دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی وقت زبان سے نکل ہی جاتی ہیں اور چھپانے کی کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقلِ مصلحت اندیش اگرچہ انہیں پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے، مگر کبھی کسی اور اہم معاملہ میں الجھ کر ادھر سے غافل ہو جاتی ہے اور وہ بے اختیار لفظوں کی صورت میں زبان سے نکل جاتی ہیں، اور جب عقل ملتفت ہوتی ہے تو تیر از کمان جستہ واپس پلٹایا نہیں جا سکتا، اور اگر یہ صورت نہ بھی پیش آئے اور عقل پورے طور سے متنبہ و ہوشیار رہے تب بھی وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ چہرے کے خط و خال ذہنی تصورات کے غماز اور قلبی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ چہرے کی سرخی سے شرمندگی کا اور زردی سے خوف کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِمْشِ بِدَآئِكَ مَا مَشٰى بِكَ.

(۲۶)

مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

مقصد یہ ہے کہ جب تک مرض شدت اختیار نہ کرے اسے اہمیت نہ دینا چاہیے، کیونکہ اہمیت دینے سے طبیعت احساسِ مرض سے متاثر ہو کر اس کے اضافہ کا باعث ہوجایا کرتی ہے۔ اس لئے چلتے پھرتے رہنا اور اپنے کو صحت مند تصور کرنا تحلیل مرض کے علاوہ طبیعت کی قوتِ مدافعت کو مضمحل ہونے نہیں دیتا اور اس کی قوت معنوی کو برقرار رکھتا ہے، اور قوت معنوی چھوٹے موٹے مرض کو خود ہی دبا دیا کرتی ہے، بشرطیکہ مرض کے وہم میں مبتلا ہو کر اسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔

☆☆☆☆☆

(۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَفْضَلُ الزُّهْدِ اِخْفَآءُ الزُّهْدِ.

(۲۷)

بہترین زہد، زہد کا مخفی رکھنا ہے۔

(۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا كُنْتَ فِيْۤ اِدْبَارٍ وَ الْمَوْتُ فِيْۤ اِقْبَالٍ فَمَاۤ اَسْرَعَ الْمُلْتَقٰى.

(۲۸)

جب تم (دنیا کو) پیٹھ دکھا رہے ہو اور موت تمہاری طرف رخ کئے ہوئے بڑھ رہی ہے تو پھر ملاقات میں دیر کیسی؟۔

(۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَذَرَ الْحَذَرَ! فَوَاللّٰهِ! لَقَدْ سَتَرَ، حَتّٰى كَاَنَّهٗ قَدْ غَفَرَ.

(۲۹)

ڈرو! ڈرو! اس لئے کہ بخدا اس نے اس حد تک تمہاری پردہ پوشی کی ہے کہ گویا تمہیں بخش دیا ہے۔

(۳۰) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنِ الْاِيْمَانِ، فَقَالَ:

اَلْاِيْمَانُ عَلٰۤى اَرْبَعِ دَعَآئِمَ: عَلَى الصَّبْرِ، وَ الْيَقِيْنِ، وَ الْعَدْلِ، وَ الْجِهَادِ:

فَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلٰۤى اَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الشَّوْقِ، وَ الشَّفَقِ، وَ الزُّهْدِ، وَ التَّرَقُّبِ. فَمَنِ اشْتَاقَ اِلَى الْجَنَّةِ سَلَا عَنِ الشَّهَوَاتِ، وَ مَنْ اَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ، وَ

(۳۰)

حضرتؑ سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

''ایمان'' چار ستونوں پر قائم ہے: ''صبر''، ''یقین''، ''عدل'' اور ''جہاد'':

پھر ''صبر'' کی چار شاخیں ہیں: اشتیاق، خوف، دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار۔

اس لئے کہ جو جنت کا مشتاق ہو گا وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا، اور

مَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَهَانَ بِالْمُصِيبَاتِ، وَ مَنِ ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرَاتِ.

جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہو گا وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔

وَالْيَقِينُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ، وَ تَأَوُّلِ الْحِكْمَةِ، وَ مَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ، وَ سُنَّةِ الْأَوَّلِينَ. فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ، وَ مَنْ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبْرَةَ، وَ مَنْ عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَأَنَّمَا كَانَ فِي الْأَوَّلِينَ.

اور ''یقین'' کی بھی چار شاخیں ہیں: روشن نگاہی، حقیقت رسی، عبرت اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ۔ چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی، اور جس کیلئے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا وہ عبرت سے آشنا ہو گا، اور جو عبرت سے آشنا ہو گا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو۔

وَ الْعَدْلُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى غَائِصِ الْفَهْمِ، وَ غَوْرِ الْعِلْمِ، وَ زُهْرَةِ الْحُكْمِ، وَ رَسَاخَةِ الْحِلْمِ. فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ، وَ مَنْ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ، وَ مَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ فِيْ أَمْرِهِ وَ عَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيْدًا.

اور ''عدل'' کی بھی چار شاخیں ہیں: تہوں تک پہنچنے والی فکر اور علمی گہرائی اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری۔ چنانچہ جس نے غور و فکر کیا وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا، اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا، اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی۔

وَ الْجِهَادُ مِنْهَا عَلَى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ، وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَ الصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ، وَ شَنَآنِ الْفَاسِقِيْنَ. فَمَنْ أَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ شَدَّ ظُهُوْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ مَنْ نَّهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ أُنُوْفَ الْكَافِرِيْنَ، وَ مَنْ صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضٰى مَا عَلَيْهِ، وَ مَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِيْنَ وَ غَضِبَ لِلّٰهِ غَضِبَ اللّٰهُ لَهٗ، وَ أَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

اور ''جہاد'' کی بھی چار شاخیں ہیں: امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تمام موقعوں پر راست گفتاری اور بدکرداروں سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی، اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا، اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا اس نے اپنا فرض ادا کر دیا، اور جس نے فاسقوں کو برا سمجھا اور اللہ کیلئے غضبناک ہوا اللہ بھی اس کیلئے دوسروں پر غضبناک ہو گا اور قیامت کے دن اس کی خوشی کا سامان کرے گا۔

(۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْكُفْرُ عَلٰٓى اَرْبَعِ دَعَآئِمَ: عَلَى التَّعَمُّقِ، وَ التَّنَازُعِ، وَ الزَّيْغِ، وَ الشِّقَاقِ.

فَمَنْ تَعَمَّقَ لَمْ يُنِبْ اِلَى الْحَقِّ، وَ مَنْ كَثُرَ نِزَاعُهٗ بِالْجَهْلِ دَامَ عَمَاهُ عَنِ الْحَقِّ، وَ مَنْ زَاغَ سَآءَتْ عِنْدَهُ الْحَسَنَةُ وَ حَسُنَتْ عِنْدَهُ السَّيِّئَةُ وَ سَكِرَ سُكْرَ الضَّلَالَةِ، وَ مَنْ شَاقَّ وَعُرَتْ عَلَيْهِ طُرُقُهٗ وَ اَعْضَلَ عَلَيْهِ اَمْرُهٗ وَ ضَاقَ عَلَيْهِ مَخْرَجُهٗ.

وَ الشَّكُّ عَلٰٓى اَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى التَّمَارِیْ، وَ الْهَوْلِ، وَ التَّرَدُّدِ، وَ الِاسْتِسْلَامِ.

فَمَنْ جَعَلَ الْمِرَآءَ دَيْدَنًا لَّمْ يُصْبِحْ لَيْلُهٗ، وَ مَنْ هَالَهٗ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ، وَ مَنْ تَرَدَّدَ فِی الرَّيْبِ وَطِئَتْهُ سَنَابِكُ الشَّيٰطِيْنِ، وَ مَنِ اسْتَسْلَمَ لِهَلَكَةِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ هَلَكَ فِيْهِمَا.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ بَعْدَ هٰذَا كَلَامٌ تَرَكْنَا ذِكْرَهٗ خَوْفَ الْاِطَالَةِ وَ الْخُرُوْجِ عَنِ الْغَرَضِ الْمَقْصُوْدِ فِیْ هٰذَا الْبَابِ.

(۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَاعِلُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنْهُ، وَ فَاعِلُ الشَّرِّ شَرٌّ مِّنْهُ.

(۳۱)

''کفر'' بھی چار ستونوں پر قائم ہے: حد سے بڑھی ہوئی کاوش، جھگڑالُوپن، کج روی اور اختلاف۔

تو جو بے جا تعمق و کاوش کرتا ہے وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا، اور جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑے کرتا ہے وہ حق سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے، اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے وہ اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑا رہتا ہے، اور جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے اس کے راستے بہت دشوار اور اس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور بچ کے نکلنے کی راہ اس کیلئے تنگ ہو جاتی ہے۔

''شک'' کی بھی چار شاخیں ہیں: کٹھ حجتی، خوف، سرگردانی اور باطل کے آگے جبیں سائی۔

چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شیوہ بنا لیا اس کی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہو سکتی، اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول میں ڈال دیا وہ الٹے پیر پلٹ جاتا ہے، اور جو شک و شبہ میں سرگرداں رہتا ہے اسے شیاطین اپنے پنجوں سے روند ڈالتے ہیں، اور جس نے دنیا و آخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا وہ دو جہاں میں تباہ ہوا۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: ہم نے طوالت کے خوف اور اس خیال سے کہ اصل مقصد جو اس باب کا ہے فوت نہ ہو، بقیہ کلام کو چھوڑ دیا ہے۔

(۳۲)

نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر اور برائی کا مرتکب ہونے والا خود اس برائی سے بدتر ہے۔

(٣٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كُنْ سَمْحًا وَّ لَا تَكُنْ مُبَذِّرًا، وَ كُنْ مُّقَدِّرًا وَلَا تَكُنْ مُقَتِّرًا.

(۳۳)

سخاوت کرو، لیکن فضول خرچی نہ کرو، اور جزرسی کرو مگر بخل نہیں۔

(٣٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَشْرَفُ الْغِنٰى تَرْكُ الْمُنٰى.

(۳۴)

بہترین دولتمندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کرے۔

(٣٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَسْرَعَ اِلَى النَّاسِ بِمَا يَكْرَهُوْنَ، قَالُوْا فِيْهِ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ.

(۳۵)

جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جو انہیں ناگوار گزریں تو پھر وہ اس کیلئے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنہیں وہ جانتے نہیں۔

(٣٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَطَالَ الْاَمَلَ اَسَآءَ الْعَمَلَ.

(۳۶)

جس نے طول طویل امیدیں باندھیں اس نے اپنے اعمال بگاڑ لئے۔

(٣٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ لَقِيَهٗ عِنْدَ مَسِيْرِهٖۤ اِلَى الشَّامِ دَهَاقِيْنُ الْاَنْبَارِ فَتَرَجَّلُوْا لَهٗ وَ اشْتَدُّوْا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ:

مَا هٰذَا الَّذِیْ صَنَعْتُمُوْهُ؟

فَقَالُوْا: خُلُقٌ مِّنَّا نُعَظِّمُ بِهٖۤ اُمَرَآءَنَا.

فَقَالَ:

وَاللّٰهِ! مَا يَنْتَفِعُ بِهٰذَا اُمَرَآؤُكُمْ، وَ اِنَّكُمْ لَتَشُقُّوْنَ بِهٖ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ فِیْ دُنْيَاكُمْ، وَ تَشْقَوْنَ بِهٖ فِیْۤ اٰخِرَتِكُمْ، وَ مَاۤ اَخْسَرَ الْمَشَقَّةَ وَرَآءَهَا الْعِقَابُ، وَ اَرْبَحَ الدَّعَةَ مَعَهَا الْاَمَانُ مِنَ النَّارِ.

(۳۷)

امیر المومنین علیہ السلام سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہوا تو وہ آپؑ کو دیکھ کر پیادہ ہو گئے اور آپؑ کے سامنے دوڑنے لگے۔ آپؑ نے فرمایا:

یہ تم نے کیا کیا؟

انہوں نے کہا کہ: یہ ہمارا عام طریقہ ہے جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ البتہ تم اس دنیا میں اپنے کو زحمت و مشقت میں ڈالتے ہو اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مول لیتے ہو۔ وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اُخروی ہو، اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔

(۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِابْنِهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا بُنَيَّ! احْفَظْ عَنِّيْ اَرْبَعًا وَّ اَرْبَعًا، لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ:

اِنَّ اَغْنَى الْغِنَى الْعَقْلُ، وَ اَكْبَرَ الْفَقْرِ الْحُمْقُ، وَ اَوْحَشَ الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَ اَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ.

يَا بُنَيَّ! اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْاَحْمَقِ، فَاِنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يَّنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ، وَ اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْبَخِيْلِ، فَاِنَّهٗ يَقْعُدُ عَنْكَ اَحْوَجَ مَا تَكُوْنُ اِلَيْهِ، وَ اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ، فَاِنَّهٗ يَبِيْعُكَ بِالتَّافِهِ، وَ اِيَّاكَ وَ مُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ، فَاِنَّهٗ كَالسَّرَابِ: يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيْدَ، وَ يُبَعِّدُ عَلَيْكَ الْقَرِيْبَ.

(۳۸)

اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا:

مجھ سے چار اور پھر چار باتیں یاد رکھو، ان کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے گا:

سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے، اور سب سے بڑی ناداری حماقت و بے عقلی ہے، اور سب سے بڑی وحشت غرور و خود بینی ہے، اور سب سے بڑا جوہر ذاتی حسنِ اخلاق ہے۔

اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا تو نقصان پہنچائے گا، اور بخیل سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ جب تمہیں اس کی مدد کی انتہائی احتیاج ہو گی وہ تم سے دور بھاگے گا، اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا، ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا، اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لئے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا۔

(۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا قُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ اِذَآ اَضَرَّتْ بِالْفَرَآئِضِ.

(۳۹)

مستحبات سے قرب الٰہی نہیں حاصل ہو سکتا جبکہ وہ واجبات میں سدراہ ہوں۔

(۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَآءَ قَلْبِهٖ، وَ قَلْبُ الْاَحْمَقِ وَرَآءَ لِسَانِهٖ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذَا مِنَ الْمَعَانِي الْعَجِيْبَةِ الشَّرِيْفَةِ، وَ الْمُرَادُ بِهٖ: اَنَّ الْعَاقِلَ لَا يُطْلِقُ لِسَانَهٗ، اِلَّا بَعْدَ مُشَاوَرَةِ الرَّوِيَّةِ وَ مُؤَامَرَةِ الْفِكْرَةِ. وَ الْاَحْمَقُ تَسْبِقُ حَذَفَاتُ لِسَانِهٖ وَ

(۴۰)

عقل مند کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عقلمند اس وقت زبان کھولتا ہے جب دل میں سوچ بچار اور غور و فکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے۔ لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے

فَلَتَاتُ كَلَامِهٖ، مُرَاجَعَةَ فِكْرِهٖ وَ مُمَاخَضَةَ رَأْيِهٖ. فَكَانَ لِسَانُ الْعَاقِلِ تَابِعٌ لِّقَلْبِهٖ، وَ كَانَ قَلْبُ الْاَحْمَقِ تَابِعٌ لِلِسَانِهٖ.

جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ اس طرح گویا عقلمند کی زبان اس کے دل کے تابع ہے اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے تابع ہے۔

(٤١) قَدْ رُوِیَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۱)

هٰذَا الْمَعْنٰى بِلَفْظٍ اٰخَرَ وَ هُوَ قَوْلُهٗ:

قَلْبُ الْاَحْمَقِ فِیْ فِيْهِ، وَ لِسَانُ الْعَاقِلِ فِیْ قَلْبِهٖ.

وَ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ.

یہی مطلب دوسرے لفظوں میں بھی حضرتؑ سے مروی ہے اور وہ یہ کہ:

بے وقوف کا دل اس کے منہ میں ہے اور عقلمند کی زبان اس کے دل میں ہے۔

بہر حال ان دونوں جملوں کا مقصد ایک ہے۔

(٤٢) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۲)

لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ فِیْ عِلَّةٍ اعْتَلَّهَا:

جَعَلَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطًّا لِّسَيِّئَاتِكَ، فَاِنَّ الْمَرَضَ لَاۤ اَجْرَ فِيْهِ، وَ لٰكِنَّهٗ يَحُطُّ السَّيِّئَاتِ، وَ يَحُتُّهَا حَتَّ الْاَوْرَاقِ، وَ اِنَّمَا الْاَجْرُ فِی الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ وَ الْعَمَلِ بِالْاَيْدِیْ وَ الْاَقْدَامِ، وَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النِّيَّةِ وَ السَّرِيْرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ.

اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا:

اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے، مگر وہ گناہوں کو مٹاتا اور انہیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں! ثواب اس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے، اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاکدامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

وَ اَقُوْلُ: صَدَقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «اِنَّ الْمَرَضَ لَاۤ اَجْرَ فِيْهِ»، لِاَنَّهٗ مِنْ قَبِيْلِ مَا يُسْتَحَقُّ عَلَيْهِ الْعِوَضُ، لِاَنَّ الْعِوَضَ يُسْتَحَقُّ عَلٰى مَا كَانَ فِیْ مُقَابَلَةِ فِعْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْعَبْدِ مِنَ الْاٰلَامِ وَ الْاَمْرَاضِ وَ مَا يَجْرِیْ مَجْرٰى ذٰلِكَ. وَ الْاَجْرُ وَ الثَّوَابُ يُسْتَحَقَّانِ عَلٰى مَا كَانَ فِیْ مُقَابَلَةِ فِعْلِ الْعَبْدِ. فَبَيْنَهُمَا فَرْقٌ قَدْ بَيَّنَهٗ علیہ السلام كَمَا

سیّد رضی فرماتے ہیں کہ: حضرتؑ نے سچ فرمایا کہ: مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے، کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے جیسے دکھ، درد، بیماری وغیرہ، اس کے مقابلہ میں اسے ملتا ہے، اور اجر و ثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اسے کچھ حاصل ہو۔ لہٰذا عوض اور ہے اور اجر اور ہے۔ اور اس فرق کو امیر المومنین علیہ السلام نے

يَقْتَضِيهِ عِلْمُهُ الثَّاقِبُ، وَرَأْيُهُ الصَّائِبُ.

اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرمادیا ہے۔

(٤٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۳)

فِي ذِكْرِ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ:

خباب ابن ارتؓ کے بارے میں فرمایا:

يَرْحَمُ اللهُ خَبَّابَ ابْنَ الْأَرَتِّ، فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاغِبًا، وَ هَاجَرَ طَائِعًا، وَ قَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَ رَضِيَ عَنِ اللهِ، وَ عَاشَ مُجَاهِدًا.

خدا خباب ابن ارتؓ پر اپنی رحمت شامل حال فرمائے! وہ اپنی رضامندی سے اسلام لائے، اور بخوشی ہجرت کی، اور ضرورت بھر پر قناعت کی، اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے، اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی۔

حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ تعالےٰ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے۔ انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں۔ چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کئے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ صفین و نہروان میں امیرالمومنین علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ یہیں پر ۷۳ برس کی عمر میں ۳۹ ہجری میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ امیرالمومنین علیہ السلام نے پڑھائی اور بیرون کوفہ دفن ہوئے اور حضرتؑ نے یہ کلماتِ ترحم ان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمائے۔

☆☆☆☆☆

(٤٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۴)

طُوْبٰى لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ، وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ، وَ قَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللهِ.

خوشا نصیب اس کے جس نے آخرت کو یاد رکھا، حساب و کتاب کیلئے عمل کیا، ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ سے راضی و خوشنود رہا۔

(٤٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۵)

لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُوْمَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِيْ هٰذَا عَلٰۤى اَنْ يُّبْغِضَنِيْ مَاۤ اَبْغَضَنِيْ، وَ لَوْ صَبَبْتُ الدُّنْيَا بِجَمَّاتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلٰۤى اَنْ يُّحِبَّنِيْ مَاۤ اَحَبَّنِيْ، وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ قُضِيَ فَانْقَضٰى عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اَنَّهٗ قَالَ: «يَا عَلِيُّ! لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ».

اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا، اور اگر تمام متاعِ دنیا کافر کے آگے ڈھیر کر دوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا۔ اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ہو گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: «اے علی! کوئی مومن تم سے دشمنی نہ رکھے گا، اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا»۔

(٤٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

سَيِّئَةٌ تَسُوْٓءُكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ.

(۴۶)

وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو اللہ کے نزدیک اس نیکی سے کہیں اچھا ہے جو تمہیں خود پسند بنادے۔

جو شخص ارتکاب گناہ کے بعد ندامت و پشیمانی محسوس کرے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے وہ گناہ کی عقوبت سے محفوظ اور توبہ کے ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور جو نیک عمل بجالانے کے بعد دوسروں کے مقابلہ میں برتری محسوس کرتا ہے اور اپنی نیکی پر گھمنڈ کرتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کیلئے کوئی کھٹکا نہیں رہا وہ اپنی نیکی کو برباد کردیتا ہے اور حسن عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو توبہ سے معصیت کے داغ کو صاف کرچکا ہو وہ اس سے بہتر ہوگا جو اپنے غرور کی وجہ سے اپنے کئے کرائے کو ضائع کرچکا ہو اور توبہ کے ثواب سے بھی اس کا دامن خالی ہو۔

☆☆☆☆☆

(٤٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْرُ الرَّجُلِ عَلٰى قَدْرِ هِمَّتِهٖ، وَ صِدْقُهٗ عَلٰى قَدْرِ مُرُوْٓءَتِهٖ، وَ شَجَاعَتُهٗ عَلٰى قَدْرِ اَنَفَتِهٖ، وَ عِفَّتُهٗ عَلٰى قَدْرِ غَيْرَتِهٖ.

(۴۷)

انسان کی جتنی ہمت ہو اتنی ہی اس کی قدر و قیمت ہے، اور جتنی مروت اور جوانمردی ہوگی اتنی ہی راست گوئی ہوگی، اور جتنی حمیت و خودداری ہوگی اتنی ہی شجاعت ہوگی، اور جتنی غیرت ہوگی اتنی ہی پاکدامنی ہوگی۔

(٤٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلظَّفَرُ بِالْحَزْمِ، وَ الْحَزْمُ بِاِجَالَةِ الرَّاْيِ، وَ الرَّاْیُ بِتَحْصِيْنِ الْاَسْرَارِ.

(۴۸)

کامیابی دور اندیشی سے وابستہ ہے، اور دور اندیشی فکر و تدبر کو کام میں لانے سے، اور تدبر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے۔

(٤٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِحْذَرُوْا صَوْلَةَ الْكَرِيْمِ اِذَا جَاعَ، وَ اللَّئِيْمِ اِذَا شَبِعَ.

(۴۹)

بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملہ سے ڈرتے رہو۔

مطلب یہ ہے کہ باعزت و باوقار آدمی کبھی ذلت و توہین گوارا نہیں کرتا۔ اگر اس کی عزت و وقار پر حملہ ہوگا تو وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹے گا اور ذلت کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دے گا، اور اگر ذلیل و کم ظرف کو اس کی حیثیت سے بڑھا دیا جائے گا تو اس کا ظرف چھلک اٹھے گا اور وہ اپنے کو بلند مرتبہ خیال کرتے ہوئے دوسروں کے وقار پر حملہ آور ہوگا۔

☆☆☆☆☆

(۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۰)

قُلُوْبُ الرِّجَالِ وَحْشِيَّةٌ، فَمَنْ تَاَلَّفَهَا اَقْبَلَتْ عَلَيْهِ.

لوگوں کے دل صحرائی جانور ہیں، جوان کوسدھائے گا اس کی طرف جھکیں گے۔

اس قول سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ انسانی قلوب اصل فطرت کے لحاظ سے وحشت پسند واقع ہوئے ہیں اور ان میں انس و محبت کا جذبہ ایک اکتسابی جذبہ ہے۔ چنانچہ جب انس و محبت کے دواعی و اسباب پیدا ہوتے ہیں تو وہ مانوس ہو جاتے ہیں، اور جب اس کے دواعی ختم ہو جاتے ہیں یا اس کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو وحشت کی طرف عود کر جاتے ہیں، اور پھر بڑی مشکل سے محبت و ائتلاف کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔

مرنجان دلم را که این مرغ وحشی   ز بامی که برخاست به مشکل نشیند

☆☆☆☆☆

(۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۱)

عَيْبُكَ مَسْتُوْرٌ مَّاۤ اَسْعَدَكَ جَدُّكَ.

جب تک تمہارے نصیب یاور ہیں تمہارے عیب ڈھکے ہوئے ہیں۔

(۵۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۲)

اَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ اَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوْبَةِ.

معاف کرنا سب سے زیادہ اسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔

(۵۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۳)

اَلسَّخَآءُ مَا كَانَ ابْتِدَآءً، فَاَمَّا مَا كَانَ عَنْ مَّسْئَلَةٍ، فَحَيَآءٌ وَّ تَذَمُّمٌ.

سخاوت وہ ہے جو بن مانگے ہو، اور مانگے سے دینا یا شرم ہے یا بدگوئی سے بچنا۔

(۵۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۴)

لَا غِنٰى كَالْعَقْلِ، وَ لَا فَقْرَ كَالْجَهْلِ، وَ لَا مِيْرَاثَ كَالْاَدَبِ، وَ لَا ظَهِيْرَ كَالْمُشَاوَرَةِ.

عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بے مائیگی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین و مددگار نہیں۔

(۵۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۵)

اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلٰى مَا تَكْرَهُ، وَ صَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ.

صبر دو طرح کا ہوتا ہے: ایک ناگوار باتوں پر صبر اور دوسرے پسندیدہ چیزوں سے صبر۔

(٥٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۶)

اَلْغِنٰى فِي الْغُرْبَةِ وَطَنٌ، وَ الْفَقْرُ فِي الْوَطَنِ غُرْبَةٌ.

دولت ہو تو پردیس میں بھی دیس ہے اور مفلسی ہو تو دیس میں بھی پردیس۔

اگر انسان صاحب دولت وثروت ہو تو وہ جہاں کہیں ہوگا اسے دوست و آشنا مل جائیں گے جس کی وجہ سے اسے پردیس میں مسافرت کا احساس نہ ہوگا اور اگر فقیر و نادار ہو تو اسے وطن میں بھی دوست و آشنا میسر نہ ہوں گے۔ کیونکہ لوگ غریب و نادار سے دوستی قائم کرنے کے خواہش مند نہیں ہوتے اور نہ اس سے تعلقات بڑھانا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے وہ وطن میں بھی بے وطن ہوتا ہے اور کوئی اس کا شناسا و پرسان حال نہیں ہوتا۔

و آنرا که بر مراد جهان نیست دسترس   در زاد و بوم خویش غریب است و نا شناخت

☆☆☆☆☆

(٥٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۵۷)

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ.

قناعت وہ سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہوسکتا۔

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ رُوِيَ هٰذَا الْكَلَامُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

علامہ رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ کلام پیغمبر اکرم ﷺ سے بھی مروی ہے۔

"قناعت" کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو میسر ہو اس پر خوش و خرم رہے اور کم ملنے پر کبیدہ خاطر و شاکی نہ ہو اور اگر تھوڑے پر مطمئن نہیں ہوگا تو رشوت، خیانت اور مکر و فریب ایسے محرمات اخلاقی کے ذریعہ اپنے دامن حرص کو بھرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ حرص کا تقاضا ہی یہ ہے جس طرح بن پڑے خواہشات کو پورا کیا جائے اور ان خواہشات کا سلسلہ کہیں پر رکنے نہیں پاتا۔ کیونکہ ایک خواہش کا پورا ہونا دوسری خواہش کی تمہید بن جایا کرتا ہے اور جوں جوں انسان کی خواہشیں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں اس کی احتیاج بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس لئے کبھی بھی محتاجی و بے اطمینانی سے نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ اگر اس بڑھتی ہوئی خواہش کو روکا جاسکتا ہے تو وہ صرف قناعت سے کہ جو ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ ہر ضرورت سے مستغنی بنادیتی ہے اور وہ لازوال سرمایہ ہے جو ہمیشہ کیلئے فارغ البال کر دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(٥٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ.

(۵۸)

مال نفسانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے۔

(٥٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ حَذَّرَكَ كَمَنْ بَشَّرَكَ.

(۵۹)

جو (برائیوں سے) خوف دلائے وہ تمہارے لئے مژدہ سنانے والے کے مانند ہے۔

(٦٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَللِّسَانُ سَبُعٌ، اِنْ خُلِّيَ عَنْهُ عَقَرَ.

(۶۰)

زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔

(٦١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَرْاَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللِّبْسَةِ.

(۶۱)

عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کے لپٹنے میں بھی مزہ آتا ہے۔

(٦٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا حُيِّيْتَ بِتَحِيَّةٍ فَحَيِّ بِاَحْسَنَ مِنْهَا، وَ اِذَآ اُسْدِيَتْ اِلَيْكَ يَدٌ فَكَافِئْهَا بِمَا يُرْبِيْ عَلَيْهَا، وَ الْفَضْلُ مَعَ ذٰلِكَ لِلْبَادِيْ.

(۶۲)

جب تم پر سلام کیا جائے تو اس سے اچھے طریقہ سے جواب دو اور جب تم پر کوئی احسان کرے تو اس سے بڑھ چڑھ کر بدلہ دو، اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت پہل کرنے والے ہی کیلئے ہوگی۔

(٦٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلشَّفِيْعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ.

(۶۳)

سفارش کرنے والا امیدوار کیلئے بمنزلہ پر و بال کے ہوتا ہے۔

(٦٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَهْلُ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ يُّسَارُ بِهِمْ وَهُمْ نِيَامٌ.

(۶۴)

دنیا والے ایسے سواروں کے مانند ہیں جو سو رہے ہیں اور سفر جاری ہے۔

(٦٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَقْدُ الْاَحِبَّةِ غُرْبَةٌ.

(۶۵)

دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے۔

(٦٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَوْتُ الْحَاجَةِ اَهْوَنُ مِنْ طَلَبِهَا اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهَا.

(٦٦)

مطلب کا ہاتھ سے چلا جانا نا اہل کے آگے ہاتھ پھیلانے سے آسان ہے۔

نا اہل کے سامنے حاجت پیش کرنے سے جو شرمندگی حاصل ہوتی ہے وہ محرومی کے اندوہ سے کہیں زیادہ روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے مقصد سے محرومی کو برداشت کیا جاسکتا ہے، مگر ایک دنی و فرو مایہ کی زیر باری ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر باحمیت انسان نا اہل کے ممنونِ احسان ہونے سے اپنی حرمانِ نصیبی کو ترجیح دے گا اور کسی پست و دنی کے آگے دستِ سوال دراز کرنا گوارا نہ کرے گا۔

☆☆☆☆☆

(٦٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَسْتَحِ مِنْ اِعْطَاءِ الْقَلِيْلِ، فَاِنَّ الْحِرْمَانَ اَقَلُّ مِنْهُ.

(٦٧)

تھوڑا دینے سے شرماؤ نہیں، کیونکہ خالی ہاتھ پھیرنا تو اس سے بھی گری ہوئی بات ہے۔

(٦٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَفَافُ زِيْنَةُ الْفَقْرِ، وَ الشُّكْرُ زِيْنَةُ الْغِنٰى.

(٦٨)

عفت فقر کا زیور ہے اور شکر دولت مندی کی زینت ہے۔

(٦٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا لَمْ يَكُنْ مَا تُرِيْدُ فَلَا تُبَلْ مَا كُنْتَ.

(٦٩)

اگر حسبِ منشا تمہارا کام نہ بن سکے تو پھر جس حالت میں ہو مگن رہو۔

(٧٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَرَى الْجَاهِلَ اِلَّا مُفْرِطًا اَوْ مُفَرِّطًا.

(٧٠)

جاہل کو نہ پاؤ گے، مگر یا حد سے آگے بڑھا ہوا اور یا اس سے بہت پیچھے۔

(۷۱) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ.

(۷۱)

جب عقل بڑھتی ہے تو باتیں کم ہوجاتی ہیں۔

بسیار گوئی، پریشان خیالی کا اور پریشان خیالی عقل کی خامی کا نتیجہ ہوتی ہے اور جب انسان کی عقل کامل اور فہم پختہ ہوتا ہے تو اس کے ذہن اور خیالات میں توازن پیدا ہو جاتا ہے اور عقل دوسرے قوائے بدنیہ کی طرح زبان پر بھی تسلط و اقتدار حاصل کر لیتی ہے، جس کے نتیجہ میں زبان عقل کے تقاضوں سے ہٹ کر اور بے سوچے سمجھے کھلنا گوارا نہیں کرتی اور ظاہر ہے کہ سوچ بچار کے بعد جو کلام ہوگا وہ مختصر اور زوائد سے پاک ہوگا۔

مرد چوں عقلش بیفزاید بکاہد در سخن

تا نیابد فرصتِ گفتار نگشاید دہن

☆☆☆☆☆

(۷۲) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اَلدَّهْرُ يُخْلِقُ الْاَبْدَانَ، وَ يُجَدِّدُ الْاٰمَالَ، وَ يُقَرِّبُ الْمَنِيَّةَ، وَ يُبَاعِدُ الْاُمْنِيَّةَ، مَنْ ظَفِرَ بِهٖ نَصِبَ، وَ مَنْ فَاتَهٗ تَعِبَ.

(۷۲)

زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ اور آرزوؤں کو تر و تازہ کرتا ہے، موت کو قریب اور آرزوؤں کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ سے کچھ پالیتا ہے وہ بھی رنج سہتا ہے اور جو کھو دیتا ہے وہ تو دکھ جھیلتا ہی ہے۔

(۷۳) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

مَنْ نَّصَبَ نَفْسَهٗ لِلنَّاسِ اِمَامًا، فَلْيَبْدَاْ بِتَعْلِيْمِ نَفْسِهٖ قَبْلَ تَعْلِيْمِ غَيْرِهٖ، وَ لْيَكُنْ تَاْدِيْبُهٗ بِسِيْرَتِهٖ قَبْلَ تَاْدِيْبِهٖ بِلِسَانِهٖ، وَ مُعَلِّمُ نَفْسِهٖ وَ مُؤَدِّبُهَاۤ اَحَقُّ بِالْاِجْلَالِ مِنْ مُّعَلِّمِ النَّاسِ وَ مُؤَدِّبِهِمْ.

(۷۳)

جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنے کو تعلیم دینا چاہیے، اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت و کردار سے تعلیم دینا چاہیے، اور جو اپنے نفس کی تعلیم و تادیب کرلے وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔

(۷۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ **(۷۴)**

نَفَسُ الْمَرْءِ خُطَاهُ اِلَى اَجَلِهِ.

انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اسے موت کی طرف بڑھائے لئے جا رہا ہے۔

یعنی جس طرح ایک قدم مٹ کر دوسرے قدم کیلئے جگہ خالی کرتا ہے اور یہ قدم فرسائی منزل کے قرب کا باعث ہوتی ہے، یونہی زندگی کی ہر سانس پہلی سانس کیلئے پیغام فنا بن کر کاروان زندگی کو موت کی طرف بڑھائے لئے جاتی ہے۔گویا جس سانس کی آمد کو پیغام حیات سمجھا جاتا ہے وہی سانس زندگی کے ایک لمحے کے فنا ہونے کی علامت اور منزل موت سے قرب کا باعث ہوتی ہے۔کیونکہ ایک سانس کی حیات دوسری سانس کیلئے موت ہے اور انہی فنا بر دوش سانسوں کے مجموعے کا نام زندگی ہے۔

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میت فانی زندگی نام ہے مَر مَر کے جئے جانے کا

☆☆☆☆☆

(۷۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ **(۷۵)**

كُلُّ مَعْدُوْدٍ مُّنْقَضٍ، وَ كُلُّ مُتَوَقَّعٍ اٰتٍ.

جو چیز شمار میں آئے اسے ختم ہونا چاہیے اور جسے آنا چاہیے وہ آ کر رہے گا۔

(۷٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ **(۷٦)**

اِنَّ الْاُمُوْرَ اِذَا اشْتَبَهَتْ اُعْتُبِرَ اٰخِرُهَا بِاَوَّلِهَا.

جب کسی کام میں اچھے برے کی پہچان نہ رہے تو آغاز کو دیکھ کر انجام کو پہچان لینا چاہیے۔

ایک بیج کو دیکھ کر کاشتکار یہ حکم لگا سکتا ہے کہ اس سے کونسا درخت پیدا ہوگا، اس کے پھل پھول اور پتے کیسے ہوں گے، اس کا پھیلاؤ اور بڑھاؤ کتنا ہوگا، اسی طرح ایک طالب علم کی سعی و کوشش کو دیکھ کر اس کی کامیابی پر اور دوسرے کی آرام طلبی و غفلت کو دیکھ کر اس کی ناکامی پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔کیونکہ اوائل، اواخر کے اور مقدمات، نتائج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔لہٰذا کسی چیز کا انجام سجھائی نہ دیتا ہو تو اس کی ابتدا کو دیکھا جائے۔ اگر ابتدا بری ہوگی تو انتہا بھی بری ہوگی اور اگر ابتدا اچھی ہوگی تو انتہا بھی اچھی ہوگی۔

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

☆☆☆☆☆

(۷۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ مِنْ خَبَرِ ضِرَارِ بْنِ ضَمْرَةَ الضَّبَآئِيِّ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَ مَسْئَلَتِهٖ لَهٗ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ قَالَ: فَاَشْهَدُ لَقَدْ رَاَيْتُهٗ فِيْ بَعْضِ مَوَاقِفِهٖ وَ قَدْ اَرْخَى اللَّيْلُ سُدُوْلَهٗ وَ هُوَ قَآئِمٌ فِيْ مِحْرَابِهٖ، قَابِضٌ عَلٰى لِحْيَتِهٖ، يَتَمَلْمَلُ تَمَلْمُلَ السَّلِيْمِ، وَ يَبْكِيْ بُكَآءَ الْحَزِيْنِ، وَ يَقُوْلُ:

يَا دُنْيَا يَا دُنْيَا! اِلَيْكِ عَنِّيْ، اَ بِيْ تَعَرَّضْتِ؟ اَمْ اِلَيَّ تَشَوَّقْتِ؟ لَا حَانَ حِيْنُكِ! هَيْهَاتَ! غُرِّيْ غَيْرِيْ، لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ، قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثًا لَّا رَجْعَةَ فِيْهَا! فَعَيْشُكِ قَصِيْرٌ، وَ خَطَرُكِ يَسِيْرٌ، وَ اَمَلُكِ حَقِيْرٌ. اٰهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَ طُوْلِ الطَّرِيْقِ، وَ بُعْدِ السَّفَرِ، وَ عَظِيْمِ الْمَوْرِدِ!.

(۷۷)

جب ضرار ابن ضمرہ ضبائی معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ نے امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بعض موقعوں پر آپؑ کو دیکھا جبکہ رات اپنے دامن ظلمت کو پھیلا چکی تھی، تو آپؑ محراب عبادت میں ایستادہ، ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے، مار گزیدہ کی طرح تڑپ رہے تھے اور غم رسیدہ کی طرح رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

اے دنیا! اے دنیا دور ہو مجھ سے۔ کیا میرے سامنے اپنے کو لاتی ہے؟ یا میری دلدادہ و فریفتہ بن کر آئی ہے؟ تیرا وہ وقت نہ آئے (کہ تو مجھے فریب دے سکے)! بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟! جا کسی اور کو جُل دے! مجھے تیری خواہش نہیں ہے۔ میں تو تین بار تجھے طلاق دے چکا ہوں کہ جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔ تیری زندگی تھوڑی، تیری اہمیت بہت ہی کم اور تیری آرزو ذلیل و پست ہے۔ افسوس! زادِ راہ تھوڑا، راستہ طویل، سفر دور و دراز اور منزل سخت ہے۔

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ جب معاویہ نے ضرار کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور کہنے لگا کہ: خدا ابوالحسن پر رحم کرے، وہ واقعاً ایسے ہی تھے۔ پھر ضرار سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ضرار! ان کی مفارقت میں تمہارے رنج و اندوہ کی کیا حالت ہے؟ ضرار نے کہا کہ: بس یہ سمجھ لو کہ میرا غم اتنا ہی ہے جتنا اس ماں کا ہوتا ہے کہ جس کی گود میں اس کا اکلوتا بچہ ذبح کر دیا جائے۔

☆☆☆☆☆

(۷۸) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِلسَّآئِلِ الشَّامِيِّ لَمَّا سَئَلَهٗ: اَكَانَ مَسِيْرُنَا اِلَى الشَّامِ بِقَضَآءٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ قَدَرٍ؟ بَعْدَ كَلَامٍ طَوِيْلٍ هٰذَا مُخْتَارُهٗ:

وَيْحَكَ! لَعَلَّكَ ظَنَنْتَ قَضَآءً لَّازِمًا، وَ قَدَرًا حَاتِمًا! وَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ

(۷۸)

ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا ہمارا اہل شام سے لڑنے کیلئے جانا قضاء و قدر سے تھا؟ تو آپؑ نے ایک طویل جواب دیا جس کا ایک منتخب حصہ یہ ہے:

خدا تم پر رحم کرے! شاید تم نے حتمی و لازمی قضاء و قدر سمجھ لیا ہے (کہ جس کے انجام دینے پر ہم مجبور ہیں)۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب

لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَ الْعِقَابُ، وَ سَقَطَ الْوَعْدُ وَ الْوَعِيْدُ.

کا کوئی سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا، نہ وعدے کے کچھ معنی رہتے نہ وعید کے۔

اِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ اَمَرَ عِبَادَهٗ تَخْيِيْرًا، وَ نَهَاهُمْ تَحْذِيْرًا، وَ كَلَّفَ يَسِيْرًا، وَ لَمْ يُكَلِّفْ عَسِيْرًا، وَ اَعْطٰى عَلَى الْقَلِيْلِ كَثِيْرًا، وَ لَمْ يُعْصَ مَغْلُوْبًا، وَ لَمْ يُطَعْ مُكْرِهًا، وَ لَمْ يُرْسِلِ الْاَنْۢبِيَآءَ لَعِبًا، وَ لَمْ يُنْزِلِ الْكُتُبَ لِلْعِبَادِ عَبَثًا، وَ لَا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا، ﴿ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾.

خداوند عالم نے تو بندوں کو خود مختار بنا کر مامور کیا ہے اور (عذاب سے) ڈراتے ہوئے نہی کی ہے۔ اُس نے سہل و آسان تکلیف دی ہے اور دشواریوں سے بچائے رکھا ہے۔ وہ تھوڑے کئے پر زیادہ اجر دیتا ہے۔ اس کی نافرمانی اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ دَب گیا ہے اور نہ اس کی اطاعت اس لئے کی جاتی ہے کہ اس نے مجبور کر رکھا ہے۔ اس نے پیغمبروں کو بطور تفریح نہیں بھیجا اور بندوں کیلئے کتابیں بے فائدہ نہیں اتاری ہیں اور نہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو بیکار پیدا کیا ہے۔ ”یہ تو ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا تو افسوس ہے ان پر جنہوں نے کفر اختیار کیا، آتش جہنم کے عذاب سے“۔

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ پھر اس شخص نے کہا کہ: وہ کونسی قضا و قدر تھی جس کی وجہ سے ہمیں جانا پڑا؟ آپؑ نے کہا کہ: ”قضا“ کے معنی حکم باری کے ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ﴾

اور تمہارے پروردگار نے تو حکم دے دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۳)

یہاں پر ﴿قَضٰى﴾ بمعنی اَمَرَ ہے۔

☆☆☆☆☆

(۷۹) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خُذِ الْحِكْمَةَ اَنّٰى كَانَتْ، فَاِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُوْنُ فِیْ صَدْرِ الْمُنَافِقِ، فَتَلَجْلَجُ فِیْ صَدْرِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ، فَتَسْكُنَ اِلٰى صَوَاحِبِهَا فِیْ صَدْرِ الْمُؤْمِنِ.

(۷۹)

حکمت کی بات جہاں کہیں ہو اسے حاصل کرو، کیونکہ حکمت منافق کے سینہ میں بھی ہوتی ہے، لیکن جب تک اس (کی زبان) سے نکل کر مومن کے سینہ میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ بہل نہیں جاتی، تڑپتی رہتی ہے۔

(۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَ لَوْ مِنْ اَهْلِ النِّفَاقِ.

(۸۰)

حکمت مومن ہی کی گمشدہ چیز ہے، اسے حاصل کرو، اگرچہ منافق سے لینا پڑے۔

(۸۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قِيْمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَّا يُحْسِنُهٗ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هِيَ الْكَلِمَةُ الَّتِيْ لَا تُصَابُ لَهَا قِيْمَةٌ، وَ لَا تُوْزَنُ بِهَا حِكْمَةٌ، وَ لَا تُقْرَنُ اِلَيْهَا كَلِمَةٌ.

(۸۱)

ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے جو اس شخص میں ہے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ ایک ایسا انمول جملہ ہے کہ نہ کوئی حکیمانہ بات اس کے ہم وزن ہو سکتی ہے اور نہ کوئی جملہ اس کا ہم پایہ ہو سکتا ہے۔

انسان کی حقیقی قیمت اس کا جوہرِ علم و کمال ہے۔ وہ علم و کمال کی جس بلندی پر فائز ہوگا اسی کے مطابق اس کی قدر و منزلت ہوگی۔ چنانچہ جوہر شناس نگاہیں شکل وصورت، بلندی قد و قامت اور ظاہری جاہ و حشمت کو نہیں دیکھتیں، بلکہ انسان کے ہنر کو دیکھتی ہیں اور اسی ہنر کے لحاظ سے اس کی قیمت ٹھہراتی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو اکتساب فضائل و تحصیل علم و دانش میں جدوجہد کرنا چاہیے۔

زانکه هر کس را به قدر دانش او قیمت است

☆☆☆☆☆

(۸۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اُوْصِيْكُمْ بِخَمْسٍ لَّوْ ضَرَبْتُمْ اِلَيْهَاۤ اٰبَاطَ الْاِبِلِ لَكَانَتْ لِذٰلِكَ اَهْلًا: لَا يَرْجُوَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلَّا رَبَّهٗ، وَ لَا يَخَافَنَّ اِلَّا ذَنْۢبَهٗ، وَ لَا يَسْتَحِيَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ اَنْ يَّقُوْلَ لَاۤ اَعْلَمُ، وَ لَا يَسْتَحِيَنَّ اَحَدٌ اِذَا لَمْ يَعْلَمِ الشَّیْءَ اَنْ يَّتَعَلَّمَهٗ وَ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ، فَاِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْاِيْمَانِ كَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَ لَا خَيْرَ فِيْ جَسَدٍ لَّا رَاْسَ مَعَهٗ، وَ لَا فِيْۤ اِيْمَانٍ لَّا صَبْرَ مَعَهٗ.

(۸۲)

تمہیں ایسی پانچ باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر انہیں حاصل کرنے کیلئے اونٹوں کو ایڑ لگا کر تیز ہنکاؤ تو وہ اسی قابل ہوں گی: تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے اور اس کے گناہ کے علاوہ کسی شے سے خوف نہ کھائے، اور اگر تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ: ''میں نہیں جانتا''، اور اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اس کے سیکھنے میں شرمائے نہیں، اور صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے، یونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔

هر که را صبر نیست ایمان نیست

(۸۳) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِرَجُلٍ اَفْرَطَ فِی الثَّنَآءِ عَلَیْهِ، وَ کَانَ لَهٗ مُتَّهِمًا:

اَنَا دُوْنَ مَا تَقُوْلُ، وَ فَوْقَ مَا فِیْ نَفْسِكَ.

(۸۳)

ایک شخص نے آپؑ کی بہت زیادہ تعریف کی، حالانکہ وہ آپؑ سے عقیدت وارادت نہ رکھتا تھا تو آپؑ نے فرمایا:

جو تمہاری زبان پر ہے میں اس سے کم ہوں اور جو تمہارے دل میں ہے اس سے زیادہ ہوں۔

(۸٤) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

بَقِیَّةُ السَّیْفِ اَبْقٰی عَدَدًا، وَ اَکْثَرُ وَلَدًا.

(۸۴)

تلوار سے بچے کھچے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور ان کی نسل زیادہ ہوتی ہے۔

(۸٥) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ تَرَكَ قَوْلَ: لَاۤ اَدْرِیْ، اُصِیْبَتْ مَقَاتِلُهٗ.

(۸۵)

جس کی زبان پر کبھی یہ جملہ نہ آئے کہ: ”میں نہیں جانتا“ تو وہ چوٹ کھانے کی جگہوں پر چوٹ کھا کر رہتا ہے۔

(۸٦) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

رَاْیُ الشَّیْخِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ.

وَ رُوِیَ:

«مِنْ مَّشْهَدِ الْغُلَامِ».

(۸۶)

بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے۔

(ایک روایت میں یوں ہے کہ:)

بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے خطرہ میں ڈٹے رہنے سے زیادہ پسند ہے۔

(۸۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

عَجِبْتُ لِمَنْ یَّقْنَطُ وَ مَعَهُ الْاِسْتِغْفَارُ.

(۸۷)

اس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جو توبہ کی گنجائش کے ہوتے ہوئے مایوس ہو جائے۔

(۸۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

وَ حَکٰی عَنْهُ اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الْبَاقِرِ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَنَّهٗ قَالَ:

کَانَ فِی الْاَرْضِ اَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ، وَ قَدْ رُفِعَ اَحَدُهُمَا، فَدُوْنَکُمُ الْاٰخَرَ

(۸۸)

ابوجعفر محمد ابن علی الباقر علیہما السلام نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں، ایک ان میں سے اٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے، لہٰذا اسے مضبوطی سے

فَتَمَسَّكُوْا بِهٖ: اَمَّا الْاَمَانُ الَّذِیْ رُفِعَ فَهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ. وَ اَمَّا الْاَمَانُ الْبَاقِیْ فَالْاِسْتِغْفَارُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ۝﴾.

تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ نے فرمایا: ”اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم ان میں موجود ہو (اور) اللہ ان لوگوں پر عذاب نہیں اتارے گا، جب کہ یہ لوگ توبہ و استغفار کر رہے ہوں گے“۔

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ هٰذَا مِنْ مَّحَاسِنِ الْاِسْتِخْرَاجِ وَ لَطَآئِفِ الْاِسْتِنْۢبَاطِ.

سید رضیؒ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: یہ بہترین استخراج اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے۔

(۸۹) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَصْلَحَ مَا بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَیْنَهٗ وَ بَیْنَ النَّاسِ، وَ مَنْ اَصْلَحَ اَمْرَ اٰخِرَتِهٖ اَصْلَحَ اللّٰهُ لَهٗ اَمْرَ دُنْیَاهُ، وَ مَنْ كَانَ لَهٗ مِنْ نَّفْسِهٖ وَاعِظٌ كَانَ عَلَیْهِ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ.

(۸۹)

جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو ٹھیک رکھا تو اللہ اس کے اور لوگوں کے معاملات سلجھائے رکھے گا، اور جس نے اپنی آخرت کو سنوار لیا تو خدا اس کی دنیا بھی سنوار دے گا، اور جو خود اپنے آپ کو وعظ و پند کر لے تو اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

(۹۰) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْفَقِیْهُ كُلُّ الْفَقِیْهِ مَنْ لَّمْ یُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ، وَ لَمْ یُؤْیِسْهُمْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ، وَ لَمْ یُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَّكْرِ اللّٰهِ.

(۹۰)

پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے ناامید نہ کرے اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کر دے۔

(۹۱) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْاَبْدَانُ، فَابْتَغُوْا لَهَا طَرَآئِفَ الْحِكَمِ.

(۹۱)

یہ دل بھی اسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں، لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کیلئے لطیف حکیمانہ نکات تلاش کرو۔

(۹۲) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَوْضَعُ الْعِلْمِ مَا وَقَفَ عَلَی اللِّسَانِ، وَ اَرْفَعُهٗ مَا ظَهَرَ فِی الْجَوَارِحِ وَ الْاَرْكَانِ.

(۹۲)

وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے، اور وہ علم بہت بلند مرتبہ ہے جو اعضاء و جوارح سے نمودار ہو۔

(۹۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ، لِاَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اِلَّا وَ هُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى فِتْنَةٍ، وَ لٰكِنْ مَّنِ اسْتَعَاذَ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ، فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَقُوْلُ: ﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ﴾، وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ اَنَّهٗ يَخْتَبِرُهُمْ بِالْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ لِيَتَبَيَّنَ السَّاخِطُ لِرِزْقِهٖ وَ الرَّاضِیْ بِقِسْمِهٖ، وَ اِنْ كَانَ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمَ بِهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، وَ لٰكِنْ لِّتَظْهَرَ الْاَفْعَالُ الَّتِیْ بِهَا يُسْتَحَقُّ الثَّوَابُ وَ الْعِقَابُ، لِاَنَّ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ الذُّكُوْرَ وَ يَكْرَهُ الْاِنَاثَ، وَ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ تَثْمِيْرَ الْمَالِ وَ يَكْرَهُ انْثِلَامَ الْحَالِ.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ هٰذَا مِنْ غَرِيْبِ مَا سُمِعَ مِنْهُ فِی التَّفْسِيْرِ.

(۹۳)

تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ: ”اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں“۔ اس لئے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: ”اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے“۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے، تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر چیں بجبیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ ان کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے، لیکن یہ آزمائش اس لئے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اولاد نرینہ کو چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ ان عجیب و غریب باتوں میں سے ہے جو تفسیر کے سلسلہ میں آپؑ سے وارد ہوئی ہیں۔

(۹٤) وَ سُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنِ الْخَيْرِ: مَا هُوَ؟ فَقَالَ:

لَيْسَ الْخَيْرُ اَنْ يَّكْثُرَ مَالُكَ وَ وَلَدُكَ، وَ لٰكِنَّ الْخَيْرَ اَنْ يَّكْثُرَ عِلْمُكَ، وَ اَنْ يَّعْظُمَ حِلْمُكَ، وَ اَنْ تُبَاهِیَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ، فَاِنْ اَحْسَنْتَ حَمِدْتَّ اللّٰهَ، وَ اِنْ اَسَاْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰهَ. وَ لَا خَيْرَ فِی الدُّنْيَا اِلَّا لِرَجُلَيْنِ: رَجُلٌ اَذْنَبَ ذُنُوْبًا فَهُوَ يَتَدَارَكُهَا

(۹۴)

آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ نیکی کیا چیز ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ: نیکی یہ نہیں کہ تمہارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے، بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو، اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو۔ اب اگر اچھا کام کرو تو اللہ کا شکر بجا لاؤ اور اگر کسی برائی کا ارتکاب کرو تو توبہ و استغفار کرو۔ اور دنیا میں صرف دو شخصوں کیلئے بھلائی ہے: ایک وہ جو گناہ کرے تو توبہ سے اس کی تلافی کرے، اور دوسرا وہ

بِالتَّوْبَةِ، وَ رَجُلٌ يُّسَارِعُ فِي الْخَيْرَاتِ.

جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔

(۹۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَقِلُّ عَمَلٌ مَّعَ التَّقْوٰى، وَ كَيْفَ يَقِلُّ مَا يُتَقَبَّلُ؟.

(۹۵)

جو عمل تقویٰ کے ساتھ انجام دیا جائے وہ تھوڑا نہیں سمجھا جا سکتا، اور مقبول ہونے والا عمل تھوڑا کیونکر ہو سکتا ہے؟۔

(۹۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِالْاَنْۢبِيَآءِ اَعْلَمُهُمْ بِمَا جَآؤُوْا بِهٖ.

ثُمَّ تَلَا:

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ﴾.

ثُمَّ قَالَ:

اِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ اِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهٗ، وَ اِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ عَصَى اللّٰهَ وَ اِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهٗ.

(۹۶)

انبیاء علیہم السلام سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ جو ان کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں۔

پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

”ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت ان لوگوں کو تھی جو ان کے فرمانبردار تھے اور اب اس نبیؐ اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے“۔

پھر فرمایا:

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے، اگرچہ ان سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو، اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے، اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو۔

(۹۷) وَقَدْ سَمِعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَجُلًا مِّنَ الْحَرُوْرِيَّةِ يَتَهَجَّدُ وَ يَقْرَأُ فَقَالَ:

نَوْمٌ عَلٰى يَقِيْنٍ خَيْرٌ مِّنْ صَلٰوةٍ فِيْ شَكٍّ.

(۹۷)

ایک خارجی کے متعلق آپؑ نے سنا کہ وہ نماز شب پڑھتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا:

یقین کی حالت میں سونا شک کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۹۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِعْقِلُوا الْخَبَرَ اِذَا سَمِعْتُمُوْهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لَّا عَقْلَ رِوَايَةٍ، فَاِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيْرٌ، وَ رُعَاتَهٗ قَلِيْلٌ.

(۹۸)

جب کوئی حدیث سنو تو اسے عقل کے معیار پر پرکھ لو، صرف نقل الفاظ پر بس نہ کرو۔ کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں اور اس میں غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔

(۹۹) وَ سَمِعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَجُلًا يَقُوْلُ: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ قَوْلَنَا: ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ اِقْرَارٌ عَلٰۤى اَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ، وَ قَوْلَنَا: ﴿وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ اِقْرَارٌ عَلٰۤى اَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ.

(۹۹)

ایک شخص کو ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ (ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اللہ کی طرف پلٹنا ہے) کہتے سنا تو فرمایا کہ:

ہمارا یہ کہنا کہ "ہم اللہ کے ہیں" اس کی مِلک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ "ہمیں اسی کی طرف پلٹنا ہے"، یہ اپنے لئے فنا کا اقرار ہے۔

(۱۰۰) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ مَدَحَهٗ قَوْمٌ فِیْ وَجْهِهٖ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَعْلَمُ بِیْ مِنْ نَّفْسِیْ، وَ اَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِیْ مِنْهُمْ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا خَيْرًا مِّمَّا يَظُنُّوْنَ، وَ اغْفِرْ لَنَا مَا لَا يَعْلَمُوْنَ.

(۱۰۰)

کچھ لوگوں نے آپؑ کے روبرو آپؑ کی مدح و ستائش کی تو فرمایا:

اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے اور ان لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہچانتا ہوں۔ اے خدا! جو ان لوگوں کا خیال ہے ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان (لغزشوں) کو بخش دے جن کا انہیں علم نہیں۔

(۱۰۱) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَسْتَقِيْمُ قَضَآءُ الْحَوَآئِجِ اِلَّا بِثَلَاثٍ: بِاسْتِصْغَارِهَا لِتَعْظُمَ، وَ بِاسْتِكْتَامِهَا لِتَظْهَرَ، وَ بِتَعْجِيْلِهَا لِتَهْنُؤَ.

(۱۰۱)

حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر پائیدار نہیں ہوتی: اسے چھوٹا سمجھا جائے تاکہ وہ بڑی قرار پائے، اسے چھپایا جائے تاکہ وہ خودبخود ظاہر ہو اور اس میں جلدی کی جائے تاکہ وہ خوشگوار ہو۔

(۱۰۲) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَاْتِیْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يُقَرَّبُ فِيْهِ اِلَّا الْمَاحِلُ، وَ لَا يُظَرَّفُ فِيْهِ اِلَّا الْفَاجِرُ، وَ لَا يُضَعَّفُ فِيْهِ اِلَّا الْمُنْصِفُ، يَعُدُّوْنَ الصَّدَقَةَ فِيْهِ غُرْمًا، وَ صِلَةَ الرَّحِمِ مَنًّا، وَ الْعِبَادَةَ اسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكُوْنُ السُّلْطَانُ بِمَشُوْرَةِ النِّسَآءِ، وَ اِمَارَةِ الصِّبْيَانِ، وَ تَدْبِيْرِ الْخِصْيَانِ۔

(۱۰۲)

لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو، اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا جو فاسق و فاجر ہو، اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا، صدقہ کو لوگ خسارہ اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے، اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کیلئے ہوگی۔ ایسے زمانہ میں حکومت کا دار و مدار عورتوں کے مشورے، نوخیز لڑکوں کی کارفرمائی اور خواجہ سراؤں کی تدبیر و رائے پر ہوگا۔

(۱۰۳) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ رُئِيَ عَلَيْهِ اِزَارٌ خَلَقٌ مَرْقُوْعٌ، فَقِيْلَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ:

يَخْشَعُ لَهُ الْقَلْبُ، وَ تَذِلُّ بِهِ النَّفْسُ، وَ يَقْتَدِيْ بِهِ الْمُؤْمِنُوْنَ. اِنَّ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ، وَ سَبِيْلَانِ مُخْتَلِفَانِ، فَمَنْ اَحَبَّ الدُّنْيَا وَ تَوَلَّاهَا اَبْغَضَ الْاٰخِرَةَ وَ عَادَاهَا، وَ هُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ، وَ مَاشٍ بَيْنَهُمَا كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَّاحِدٍ بَعُدَ مِنَ الْاٰخَرِ، وَ هُمَا بَعْدُ ضَرَّتَانِ.

(۱۰۳)

آپؑ کے جسم پر ایک بوسیدہ اور پیوند دار جامہ دیکھا گیا تو آپؑ سے اس کے بارے میں کہا گیا۔ آپؑ نے فرمایا:

اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہے اور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت آپس میں دو ناسازگار دشمن اور دو جدا جدا راستے ہیں۔ چنانچہ جو دنیا کو چاہے گا اور اس سے دل لگائے گا وہ آخرت سے بیر اور دشمنی رکھے گا وہ دونوں بمنزلۂ مشرق و مغرب کے ہیں اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہوگا تو دوسرے سے دور ہونا پڑے گا۔ پھر ان دونوں کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا دو سوتوں کا ہوتا ہے۔

(۱۰٤) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ عَنْ نَّوْفٍ الْبِكَالِيِّ، قَالَ رَاَيْتُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، وَ قَدْ خَرَجَ مِنْ فِرَاشِهٖ، فَنَظَرَ فِي النُّجُوْمِ، فَقَالَ لِيْ:

يَا نَوْفُ! اَرَاقِدٌ اَنْتَ اَمْ رَامِقٌ؟

فَقُلْتُ: بَلْ رَامِقٌ يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ:

يَا نَوْفُ! طُوْبٰى لِلزَّاهِدِيْنَ فِي الدُّنْيَا، الرَّاغِبِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ، اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْاَرْضَ بِسَاطًا، وَ تُرَابَهَا فِرَاشًا، وَ مَآءَهَا طِيْبًا، وَ الْقُرْاٰنَ شِعَارًا، وَ الدُّعَآءَ دِثَارًا، ثُمَّ قَرَضُوا الدُّنْيَا قَرْضًا عَلٰى مِنْهَاجِ الْمَسِيْحِ.

يَا نَوْفُ! اِنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: اِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُوْ فِيْهَا عَبْدٌ اِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهٗ،

(۱۰۴)

نوف (ابن فضالہ) بکالی کہتے ہیں کہ: میں نے ایک شب امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اُٹھے ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور پھر فرمایا:

اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟

میں نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! جاگ رہا ہوں۔ فرمایا:

اے نوف! خوشا نصیب ان کے کہ جنہوں نے دنیا میں زہد اختیار کیا اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربتِ خوشگوار قرار دیا، قرآن کو سینے سے لگایا اور دُعا کو سپر بنایا، پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے۔

اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اٹھے اور فرمایا کہ: یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دُعا مانگے مستجاب ہو گی، سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا، یا لوگوں کی برائیاں

اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ عَشَّارًا، اَوْ عَرِیْفًا، اَوْ شُرْطِیًّا، اَوْ صَاحِبَ عَرْطَبَةٍ (وَ هِیَ الطُّنْبُوْرُ)، اَوْ صَاحِبَ كُوْبَةٍ (وَهِیَ الطَّبْلُ).

وَ قَدْ قِیْلَ اَیْضًا: اِنَّ الْعَرْطَبَةَ: الطَّبْلُ، وَ الْكُوْبَةَ الطُّنْبُوْرُ.

کرنے والا، یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو، یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔ (سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: ”عرطبہ“ کے معنی سارنگی اور ”کوبہ“ کے معنی ڈھول کے ہیں)۔

اور ایک قول یہ ہے کہ ”عرطبہ“ کے معنی ڈھول اور ”کوبہ“ کے معنی طنبور کے ہیں۔

(۱۰۵) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَیْكُمْ فَرَآئِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْهَا، وَ حَدَّ لَكُمْ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا، وَ نَهَاكُمْ عَنْ اَشْیَآءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا، وَ سَكَتَ لَكُمْ عَنْ اَشْیَآءَ وَلَمْ یَدَعْهَا نِسْیَانًا فَلَا تَتَكَلَّفُوْهَا.

(۱۰۵)

اللہ نے چند فرائض تم پر عائد کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور تمہارے حدودِ کار مقرر کر دیئے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ اس نے چند چیزوں سے تمہیں منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو اور جن چند چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا انہیں بھولے سے نہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا خواہ مخواہ انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

(۱۰۶) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا یَتْرُكُ النَّاسُ شَیْئًا مِّنْ اَمْرِ دِیْنِهِمْ لِاسْتِصْلَاحِ دُنْیَاهُمْ، اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مَا هُوَ اَضَرُّ مِنْهُ.

(۱۰۶)

جو لوگ اپنی دنیا سنوارنے کیلئے دین سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں تو خدا اس دنیوی فائدہ سے کہیں زیادہ ان کیلئے نقصان کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

(۱۰۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

رُبَّ عَالِمٍ قَدْ قَتَلَهٗ جَهْلُهٗ، وَ عِلْمُهٗ مَعَهٗ لَا یَنْفَعُهٗ.

(۱۰۷)

بہت سے پڑھے لکھوں کو (دین سے) بے خبری تباہ کر دیتی ہے اور جو علم ان کے پاس ہوتا ہے انہیں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

(۱۰۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَقَدْ عُلِّقَ بِنِیَاطِ هٰذَا الْاِنْسَانِ بَضْعَةٌ هِیَ اَعْجَبُ مَا فِیْهِ وَ ذٰلِكَ الْقَلْبُ، وَ لَهٗ مَوَادُّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ اَضْدَادٌ مِّنْ خِلَافِهَا، فَاِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَآءُ اَذَلَّهُ الطَّمَعُ، وَ اِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ اَهْلَكَهُ الْحِرْصُ،

(۱۰۸)

اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر اسے امید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے، اور اگر طمع ابھرتی ہے تو اسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

وَ اِنْ مَّلَكَهُ الْيَاْسُ قَتَلَهُ الْاَسَفُ، وَ اِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ، وَ اِنْ اَسْعَدَهُ الرِّضٰى نَسِيَ التَّحَفُّظَ، وَ اِنْ غَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ، وَ اِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْاَمْنُ اسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ، وَ اِنْ اَفَادَ مَالًا اَطْغَاهُ الْغِنٰى، وَ اِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ فَضَحَهُ الْجَزَعُ، وَ اِنْ عَضَّتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَآءُ، وَ اِنْ جَهَدَهُ الْجُوْعُ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ، وَ اِنْ اَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ،

فَكُلُّ تَقْصِيْرٍ بِهٖ مُضِرٌّ، وَ كُلُّ اِفْرَاطٍ لَّهٗ مُفْسِدٌ.

اگر ناامیدی اس پر چھا جاتی ہے تو حسرت و اندوہ اس کیلئے جان لیوا بن جاتے ہیں، اور اگر غضب اس پر طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے، اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے تو حفظ ما تقدم کو بھول جاتا ہے، اور اگر اچانک اس پر خوف طاری ہوتا ہے تو فکر و اندیشہ دوسری قسم کے تصورات سے اسے روک دیتا ہے۔ اگر امن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے تو غفلت اس پر قبضہ کر لیتی ہے، اور اگر مال و دولت حاصل کر لیتا ہے تو دولتمندی اسے سرکش بنا دیتی ہے، اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تابی و بے قراری اسے رسوا کر دیتی ہے، اور اگر فقر و فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو تو مصیبت و ابتلا اسے جکڑ لیتی ہے، اور اگر بھوک اس پر غلبہ کرتی ہے تو ناتوانی اسے اٹھنے نہیں دیتی، اور اگر شکم پُری بڑھ جاتی ہے تو یہ شکم پُری اس کیلئے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے۔

ہر کوتاہی اس کیلئے نقصان رساں اور حد سے زیادتی اس کیلئے تباہ کن ہوتی ہے۔

(۱۰۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نَحْنُ النُّمْرُقَةُ الْوُسْطٰى، بِهَا يَلْحَقُ التَّالِيْ، وَ اِلَيْهَا يَرْجِعُ الْغَالِيْ.

(۱۰۹)

ہم (اہلبیتؑ) ہی وہ نقطۂ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانیوالے کو اس سے آ کر ملنا ہے اور آگے بڑھ جانیوالے کو اسکی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

(۱۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يُقِيْمُ اَمْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اِلَّا مَنْ لَّا يُصَانِعُ، وَ لَا يُضَارِعُ، وَ لَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ.

(۱۱۰)

حکم خدا کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو (حق کے معاملہ میں) نرمی نہ برتے، عجز و کمزوری کا اظہار نہ کرے اور حرص و طمع کے پیچھے نہ لگ جائے۔

(۱۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ تُوُفِّيَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيُّ بِالْكُوْفَةِ بَعْدَ مَرْجِعِهٖ مَعَهٗ مِنْ صِفِّيْنَ، وَ كَانَ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ:

(۱۱۱)

سہل ابن حنیف انصاری حضرتؑ کو سب لوگوں میں زیادہ عزیز تھے۔ یہ جب آپؑ کے ہمراہ صفین سے پلٹ کر کوفہ پہنچے تو انتقال فرما گئے جس پر حضرتؑ نے فرمایا:

لَوْ اَحَبَّنِیْ جَبَلٌ لَّتَهَافَتَ.

مَعْنٰی ذٰلِكَ اَنَّ الْمِحْنَةَ تَغْلُظُ عَلَیْهِ، فَتُسْرِعُ الْمَصَآئِبُ اِلَیْهِ، وَ لَا یُفْعَلُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاَتْقِیَآءِ الْاَبْرَارِ، وَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ.

اگر پہاڑ بھی مجھے دوست رکھے گا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: چونکہ اس کی آزمائش کڑی اور سخت ہوتی ہے، اس لئے مصیبتیں اس کی طرف لپک کر بڑھتی ہیں اور ایسی آزمائش انہی کی ہوتی ہے جو پرہیزگار، نیکوکار، منتخب و برگزیدہ ہوتے ہیں اور ایسا ہی آپؑ کا دوسرا ارشاد ہے:

(۱۱۲) وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

(۱۱۲)

مَنْ اَحَبَّنَاۤ اَهْلَ الْبَیْتِ فَلْیَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا.

وَ قَدْ یُؤَوَّلُ ذٰلِكَ عَلٰی مَعْنًی اٰخَرَ لَیْسَ هٰذَا مَوْضِعُ ذِكْرِهٖ.

جو ہم اہل بیتؑ سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کیلئے آمادہ رہنا چاہیے۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ کے اس ارشاد کے ایک اور معنی بھی کئے گئے ہیں جس کے ذکر کا یہ محل نہیں ہے۔

شاید اس روایت کے دوسرے معنی یہ ہوں کہ جو ہمیں دوست رکھتا ہے اسے دنیا طلبی کیلئے تگ و دو نہ کرنا چاہیے، خواہ اس کے نتیجہ میں اسے فقر و افلاس سے دو چار ہونا پڑے، بلکہ قناعت اختیار کرتے ہوئے دنیا طلبی سے الگ رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

(۱۱۳) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

(۱۱۳)

لَا مَالَ اَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ، وَ لَا وَحْدَةَ اَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ، وَ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِیْرِ، وَ لَا كَرَمَ كَالتَّقْوٰی، وَ لَا قَرِیْنَ كَحُسْنِ الْخُلْقِ، وَ لَا مِیْرَاثَ كَالْاَدَبِ، وَ لَا قَآئِدَ كَالتَّوْفِیْقِ، وَ لَا تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ، وَ لَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ، وَ لَا وَرَعَ كَالْوُقُوْفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، وَ لَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِی الْحَرَامِ، وَ لَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ، وَ لَا عِبَادَةَ كَاَدَآءِ الْفَرَآئِضِ، وَ لَاۤ اِیْمَانَ كَالْحَیَآءِ وَ الصَّبْرِ، وَ لَا حَسَبَ

عقل سے بڑھ کر کوئی مال سود مند اور خود بینی سے بڑھ کر کوئی تنہائی وحشت ناک نہیں، اور تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل کی بات نہیں، اور کوئی بزرگی تقویٰ کے مثل نہیں، اور خوش خلقی سے بہتر کوئی ساتھی اور ادب کے مانند کوئی میراث نہیں، اور توفیق کے مانند کوئی پیشرو اور اعمال خیر سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں، اور ثواب کا ایسا کوئی نفع نہیں، اور کوئی پرہیزگاری شبہات میں توقف سے بڑھ کر نہیں، اور حرام کی طرف بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی زہد اور تفکر و پیش بینی سے بڑھ کر کوئی علم نہیں، اور ادائے فرائض کے مانند کوئی عبادت اور حیاء و صبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں، اور فروتنی سے بڑھ کر کوئی سرفرازی اور علم کے مانند کوئی

كَالتَّوَاضُعِ، وَ لَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ، وَ لَا عِزَّ كَالْحِلْمِ، وَلَا مُظَاهَرَةَ اَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ.

بزرگی و شرافت نہیں، حلم کے مانند کوئی عزت اور مشورہ سے مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں۔

(۱۱۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا اسْتَوْلَى الصَّلَاحُ عَلَى الزَّمَانِ وَاَهْلِهٖ، ثُمَّ اَسَآءَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ لَّمْ تَظْهَرْ مِنْهُ خِزْيَةٌ، فَقَدْ ظَلَمَ! وَاِذَا اسْتَوْلَى الْفَسَادُ عَلَى الزَّمَانِ وَ اَهْلِهٖ، فَاَحْسَنَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ، فَقَدْ غَرَّرَ.

(۱۱۴)

جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو اور پھر کوئی شخص کسی ایسے شخص سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی سوءِ ظن رکھے تو اس نے اس پر ظلم و زیادتی کی، اور جب دنیا و اہل دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حسنِ ظن رکھے تو اس نے (خود ہی اپنے کو) خطرے میں ڈالا۔

(۱۱۵) وَقِيْلَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَيْفَ تَجِدُكَ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟

فَقَالَ علیہ السلام:

كَيْفَ يَكُوْنُ حَالُ مَنْ يَّفْنٰى بِبَقَآئِهٖ، وَ يَسْقَمُ بِصِحَّتِهٖ، وَ يُؤْتٰى مِنْ مَّاْمَنِهٖ.

(۱۱۵)

امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپؑ کا حال کیسا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ:

اس کا حال کیا ہوگا جسے زندگی موت کی طرف لئے جا رہی ہو، اور جس کی صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو، اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت میں لے لیا جائے۔

(۱۱۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَمْ مِّنْ مُّسْتَدْرَجٍ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ، وَ مَغْرُوْرٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَ مَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِ! وَ مَا ابْتَلَى اللّٰهُ اَحَدًا بِمِثْلِ الْاِمْلَآءِ لَهٗ.

(۱۱۶)

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے، اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں، اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے۔

(۱۱۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَ مُبْغِضٌ قَالٍ!.

(۱۱۷)

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوئے: ایک وہ چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے، اور ایک وہ دشمنی رکھنے والا جو عداوت رکھے۔

(۱۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِضَاعَةُ الْفُرْصَةِ غُصَّةٌ.

(۱۱۸)

موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج و اندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

(۱۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ، لَيِّنٌ مَسُّهَا، وَ السَّمُّ النَّاقِعُ فِيْ جَوْفِهَا، يَهْوِيْ اِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ، وَ يَحْذَرُهَا ذُو اللُّبِّ الْعَاقِلُ!.

(۱۱۹)

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے، جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے، مگر اس کے اندر زہر ہلاہل بھرا ہوتا ہے، فریب خوردہ جاہل اس کی طرف کھنچتا ہے اور ہوشمند و دانا اس سے بچ کر رہتا ہے۔

(۱۲۰) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنْ قُرَيْشٍ، فَقَالَ:

اَمَّا بَنُوْ مَخْزُوْمٍ فَرَيْحَانَةُ قُرَيْشٍ، تُحِبُّ حَدِيْثَ رِجَالِهِمْ، وَ النِّكَاحَ فِيْ نِسَآئِهِمْ. وَ اَمَّا بَنُوْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَبْعَدُهَا رَاْيًا، وَ اَمْنَعُهَا لِمَا وَرَآءَ ظُهُوْرِهَا. وَ اَمَّا نَحْنُ فَاَبْذَلُ لِمَا فِیْۤ اَيْدِيْنَا، وَ اَسْمَحُ عِنْدَ الْمَوْتِ بِنُفُوْسِنَا. وَ هُمْ اَكْثَرُ وَ اَمْكَرُ وَ اَنْكَرُ، وَ نَحْنُ اَفْصَحُ وَ اَنْصَحُ وَ اَصْبَحُ.

(۱۲۰)

حضرتؑ سے قریش کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:

(قبیلۂ) بنی مخزوم قریش کا مہکتا ہوا پھول ہیں، ان کے مردوں سے گفتگو اور ان کی عورتوں سے شادی پسندیدہ ہے، اور بنی عبد شمس دور اندیش اور پیٹھ پیچھے کی اوجھل چیزوں کی پوری روک تھام کرنے والے ہیں، لیکن ہم (بنی ہاشم) تو جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اسے صرف کر ڈالتے ہیں اور موت آنے پر جان دینے میں بڑے جوانمرد ہوتے ہیں، اور یہ (بنی عبد شمس) گنتی میں زیادہ، حیلہ باز اور بدصورت ہوتے ہیں، اور ہم خوش گفتار، خیر خواہ اور خوبصورت ہوتے ہیں۔

(۱۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

شَتَّانَ مَا بَيْنَ عَمَلَيْنِ: عَمَلٍ تَذْهَبُ لَذَّتُهٗ وَ تَبْقٰى تَبِعَتُهٗ، وَ عَمَلٍ تَذْهَبُ مَؤُنَتُهٗ وَ يَبْقٰۤى اَجْرُهٗ.

(۱۲۱)

ان دونوں قسم کے عملوں میں کتنا فرق ہے: ایک وہ عمل جس کی لذت مٹ جائے لیکن اس کا وبال رہ جائے، اور ایک وہ جس کی سختی ختم ہو جائے لیکن اس کا اجر و ثواب باقی رہے۔

(۱۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ تَبِعَ جَنَازَةً فَسَمِعَ رَجُلًا يَّضْحَكُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

كَاَنَّ الْمَوْتَ فِيْهَا عَلٰى غَيْرِنَا كُتِبَ، وَ كَاَنَّ الْحَقَّ فِيْهَا عَلٰى غَيْرِنَا وَجَبَ، وَ كَاَنَّ الَّذِیْ

(۱۲۲)

حضرتؑ ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے کہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز سنی جس پر آپؑ نے فرمایا:

گویا اس دنیا میں موت ہمارے علاوہ دوسروں کیلئے لکھی گئی ہے، اور گویا یہ حق (موت) دوسروں ہی پر لازم ہے، اور گویا جن مرنے

نَرٰی مِنَ الْاَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا قَلِیْلٍ اِلَیْنَا رَاجِعُوْنَ، نُبَوِّئُهُمْ اَجْدَاثَهُمْ، وَ نَاْكُلُ تُرَاثَهُمْ، كَاَنَّا مُخَلَّدُوْنَ بَعْدَهُمْ، ثُمَّ قَدْ نَسِیْنَا كُلَّ وَاعِظٍ وَ وَاعِظَةٍ، وَ رُمِیْنَا بِكُلِّ جَآئِحَةٍ!.

والوں کو ہم دیکھتے ہیں وہ مسافر ہیں جو عنقریب ہماری طرف پلٹ آئیں گے۔ ادھر ہم انہیں قبروں میں اتارتے ہیں ادھر ان کا ترکہ کھانے لگتے ہیں۔ گویا ان کے بعد ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے ہر پند و نصیحت کرنے والے کو وہ مرد ہو یا عورت، بھلا دیا ہے اور ہر آفت کا نشانہ بن گئے ہیں۔

(۱۲۳) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

طُوْبٰی لِمَنْ ذَلَّ فِیْ نَفْسِهٖ، وَ طَابَ كَسْبُهٗ، وَ صَلُحَتْ سَرِیْرَتُهٗ، وَ حَسُنَتْ خَلِیْقَتُهٗ، وَ اَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَّالِهٖ، وَ اَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِّسَانِهٖ، وَ عَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهٗ، وَ وَسِعَتْهُ السُّنَّةُ، وَ لَمْ یُنْسَبْ اِلَی الْبِدْعَةِ.

اَقُوْلُ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّنْسُبُ هٰذَا الْكَلَامَ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَكَذٰلِكَ الَّذِیْ قَبْلَهٗ.

(۱۲۳)

خوشا نصیب اس کے کہ جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی، جس کی کمائی پاک و پاکیزہ، نیت نیک اور خصلت و عادت پسندیدہ رہی، جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا، بے کار باتوں سے اپنی زبان کو روک لیا، مردم آزاری سے کنارہ کش رہا، سنت اسے ناگوار نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: کچھ لوگوں نے اس کلام کو اور اس سے پہلے کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔

(۱۲٤) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

غَیْرَةُ الْمَرْاَةِ كُفْرٌ، وَ غَیْرَةُ الرَّجُلِ اِیْمَانٌ.

(۱۲۴)

عورت کا غیرت کرنا کفر ہے اور مرد کا غیور ہونا ایمان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب مرد کو چار عورتیں تک کرنے کی اجازت ہے تو عورت کا سوت گوارا نہ کرنا حلال خدا سے ناگواری کا اظہار اور ایک طرح سے حلال کو حرام سمجھنا ہے اور یہ کفر کے ہم پایہ ہے، اور چونکہ عورت کیلئے متعدد شوہر کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے مرد کا اشتراک گوارا نہ کرنا اس کی غیرت کا تقاضا اور حرام خدا کو حرام سمجھنا ہے اور یہ ایمان کے مترادف ہے۔

مرد و عورت میں یہ تفریق اس لئے ہے تاکہ تولید و بقائے نسل انسانی میں کوئی روک پیدا نہ ہو، کیونکہ یہ مقصد اسی صورت میں بدرجۂ اَتم حاصل ہو سکتا ہے جب مرد کیلئے تعدد ازواج کی اجازت ہو، کیونکہ ایک ہی زمانہ میں متعدد اولادیں ہو سکتی ہیں اور عورت اس سے معذور و قاصر ہے کہ وہ متعدد مردوں کے عقد میں آنے سے متعدد اولادیں پیدا کر سکے۔ کیونکہ زمانۂ حمل میں دوبارہ حمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اس پر ایسے حالات بھی طاری ہوتے رہتے ہیں کہ مرد کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ حیض اور رضاعت کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے تولید کا سلسلہ رک جاتا ہے اور اگر متعدد ازواج ہوں گی تو سلسلۂ تولید جاری رہ سکتا ہے، کیونکہ متعدد بیویوں میں سے کوئی نہ کوئی بیوی ان عوارض سے خالی ہوگی جس سے نسل انسانی کی ترقی کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا، کیونکہ مرد کیلئے ایسے موانع پیدا نہیں ہوتے کہ جو سلسلۂ تولید میں روک بن سکیں۔

اس لئے خداوند عالم نے مردوں کیلئے تعدد ازواج کو جائز قرار دیا ہے اور عورتوں کیلئے یہ صورت جائز نہیں رکھی کہ وہ بوقت واحد متعدد مردوں کے عقد میں آئیں۔ کیونکہ ایک عورت کا کئی شوہر کرنا غیرت و شرافت کے بھی منافی ہے اور اس کے علاوہ ایسی صورت میں نسب کی بھی تمیز نہ ہو سکے گی کہ کون کس کی صلب سے ہے۔

چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ: کیا وجہ ہے کہ مرد ایک وقت میں چار بیویاں تک کر سکتا ہے اور عورت ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں کر سکتی؟۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ: مرد جب متعدد عورتوں سے نکاح کرے گا تو اولاد بہر صورت اسی کی طرف منسوب ہوگی اور اگر عورت کے دو یا دو سے زیادہ شوہر ہوں گے تو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون کس کی اولاد اور کس شوہر سے ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں نسب مشتبہ ہو کر رہ جائے گا اور صحیح باپ کی تعیین نہ ہو سکے گی اور یہ امر اس مولود کے مفاد کے بھی خلاف ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی بحیثیت باپ کے اس کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگا جس سے وہ اخلاق و آداب سے بے بہرہ اور تعلیم و تربیت سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔

☆☆☆☆☆

(۱۲۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَاَنْسُبَنَّ الْاِسْلَامَ نِسْبَةً لَّمْ يَنْسُبْهَا اَحَدٌ قَبْلِیْ: اَلْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيْمُ، وَ التَّسْلِيْمُ هُوَ الْيَقِيْنُ، وَ الْيَقِيْنُ هُوَ التَّصْدِيْقُ، وَ التَّصْدِيْقُ هُوَ الْاِقْرَارُ، وَ الْاِقْرَارُ هُوَ الْاَدَآءُ، وَ الْاَدَآءُ هُوَ الْعَمَلُ.

(۱۲۵)

میں ''اسلام'' کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی: ''اسلام'' سر تسلیم خم کرنا ہے، اور سر تسلیم جھکانا یقین ہے، اور یقین تصدیق ہے، اور تصدیق اعتراف ہے، اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے، اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔

(۱۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَجِبْتُ لِلْبَخِيْلِ يَسْتَعْجِلُ الْفَقْرَ الَّذِیْ مِنْهُ هَرَبَ، وَ يَفُوْتُهُ الْغِنَى الَّذِیْ اِيَّاهُ طَلَبَ، فَيَعِيْشُ فِی الدُّنْيَا عَيْشَ الْفُقَرَآءِ، وَ يُحَاسَبُ فِی الْاٰخِرَةِ حِسَابَ الْاَغْنِيَآءِ.

وَ عَجِبْتُ لِلْمُتَكَبِّرِ الَّذِیْ كَانَ بِالْاَمْسِ نُطْفَةً وَّ يَكُوْنُ غَدًا جِيْفَةً.

(۱۲۶)

مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ وہ جس فقر و ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے اس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جس ثروت و خوشحالی کا طالب ہوتا ہے وہی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں دولت مندوں کا سا اس سے محاسبہ ہوگا۔

اور مجھے تعجب ہوتا ہے متکبر و مغرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہوگا۔

وَ عَجِبْتُ لِمَنْ شَكَّ فِي اللّٰهِ، وَ هُوَ يَرٰى خَلْقَ اللّٰهِ.

اور مجھے تعجب ہے اس پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے اور پھر اس کے وجود میں شک کرتا ہے۔

وَ عَجِبْتُ لِمَنْ نَسِيَ الْمَوْتَ، وَ هُوَ يَرَى الْمَوْتٰى.

اور تعجب ہے اس پر کہ جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر موت کو بھولے ہوئے ہے۔

وَ عَجِبْتُ لِمَنْ اَنْكَرَ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى، وَ هُوَ يَرَى النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى.

اور تعجب ہے اس پر کہ جو پہلی پیدائش کو دیکھتا ہے اور پھر دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کرتا ہے۔

وَ عَجِبْتُ لِعَامِرِ دَارِ الْفَنَآءِ، وَ تَارِكِ دَارِ الْبَقَآءِ!.

اور تعجب ہے اس پر جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے اور منزل جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

(۱۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ قَصَّرَ فِي الْعَمَلِ ابْتُلِيَ بِالْهَمِّ، وَ لَا حَاجَةَ لِلّٰهِ فِيْمَنْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْ مَالِهٖ وَ نَفْسِهٖ نَصِيْبٌ.

(۱۲۷)

جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے وہ رنج و اندوہ میں مبتلا رہتا ہے، اور جس کے مال و جان میں اللہ کا کچھ حصہ نہ ہو اللہ کو ایسے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۱۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَوَقَّوُا الْبَرْدَ فِيْۤ اَوَّلِهٖ، وَ تَلَقَّوْهُ فِيْۤ اٰخِرِهٖ، فَاِنَّهٗ يَفْعَلُ فِي الْاَبْدَانِ كَفِعْلِهٖ فِي الْاَشْجَارِ، اَوَّلُهٗ يُحْرِقُ وَ اٰخِرُهٗ يُوْرِقُ.

(۱۲۸)

شروع سردی میں سردی سے احتیاط کرو اور آخر میں اس کا خیر مقدم کرو، کیونکہ سردی جسموں میں وہی کرتی ہے جو وہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتدا میں درختوں کو جھلس دیتی ہے اور انتہا میں سرسبز و شاداب کرتی ہے۔

موسم خزاں میں سردی سے بچاؤ اس لئے ضروری ہے کہ موسم کی تبدیلی سے مزاج میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے اور نزلہ و زکام اور کھانسی وغیرہ کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بدن گرمی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ ناگاہ سردی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس سے دماغ کے مسامات سکڑ جاتے ہیں اور مزاج میں برودت و یبوست بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد فوراً ٹھنڈے پانی سے نہانا اسی لئے مضر ہے کہ گرم پانی سے مسامات کھل چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سرد پانی کے اثرات کو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور نتیجہ میں حرارت غریزی کو نقصان پہنچتا ہے۔

البتہ موسم بہار میں سردی سے بچاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صحت کیلئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، کیونکہ بدن پہلے ہی سے سردی کے عادی

ہو چکے ہوتے ہیں، اس لئے بہار کی معتدل سردی بدن پر ناخوشگوار اثر نہیں ڈالتی، بلکہ سردی کا زور ٹوٹنے سے بدن میں حرارت و رطوبت بڑھ جاتی ہے، جس سے نشوونما میں قوت آتی ہے، حرارت عزیزی ابھرتی ہے اور جسم میں نمو، طبیعت میں شگفتگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح عالم نباتات پر بھی تبدیلی موسم کا یہی اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ موسم خزاں میں برودت و یبوست کے غالب آنے سے پتے مرجھا جاتے ہیں، روح نباتی افسردہ ہو جاتی ہے، چمن کی حسن و تازگی مٹ جاتی ہے اور سبزہ زاروں پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور موسم بہار ان کیلئے زندگی کا پیغام لے کر آتا ہے اور بار آور ہواؤں کے چلنے سے پتے اور شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں اور شجر سرسبز و شاداب اور دشت و صحرا سبزہ پوش ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوْقَ فِيْ عَيْنِكَ.

(۱۲۹)

اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات کو حقیر و پست کر دے۔

(۱۳۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ رَجَعَ مِنْ صِفِّيْنَ، فَاَشْرَفَ عَلَى الْقُبُوْرِ بِظَاهِرِ الْكُوْفَةِ:

يَاۤ اَهْلَ الدِّيَارِ الْمُوْحِشَةِ، وَ الْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ، وَ الْقُبُوْرِ الْمُظْلِمَةِ. يَاۤ اَهْلَ التُّرْبَةِ، يَاۤ اَهْلَ الْغُرْبَةِ، يَاۤ اَهْلَ الْوَحْدَةِ، يَاۤ اَهْلَ الْوَحْشَةِ، اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ سَابِقٌ، وَ نَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ لَّاحِقٌ. اَمَّا الدُّوْرُ فَقَدْ سُكِنَتْ، وَ اَمَّا الْاَزْوَاجُ فَقَدْ نُكِحَتْ، وَ اَمَّا الْاَمْوَالُ فَقَدْ قُسِمَتْ. هٰذَا خَبَرُ مَا عِنْدَنَا، فَمَا خَبَرُ مَا عِنْدَكُمْ؟.

ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰۤى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ:

اَمَا لَوْ اُذِنَ لَهُمْ فِي الْكَلَامِ لَاَخْبَرُوْكُمْ: اَنَّ ﴿خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾.

(۱۳۰)

صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ سے باہر قبرستان پر نظر پڑی تو فرمایا:

اے وحشت افزا گھروں، اجڑے مکانوں اور اندھیری قبروں کے رہنے والو! اے خاک نشینو! اے عالم غربت کے ساکنو! اے تنہائی اور الجھن میں بسر کرنے والو! تم تیز رو ہو جو ہم سے آگے بڑھ گئے ہو اور ہم تمہارے نقش قدم پر چل کر تم سے ملا چاہتے ہیں۔ اب صورت یہ ہے کہ گھروں میں دوسرے بس گئے ہیں، بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لئے ہیں اور تمہارا مال و اسباب تقسیم ہو چکا ہے۔ یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے، اب تم کہو کہ تمہارے یہاں کی کیا خبر ہے؟

پھر حضرتؑ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اگر انہیں بات کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ تمہیں بتائیں گے کہ: ”بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے“۔

(۱۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ سَمِعَ رَجُلًا يَذُمُّ الدُّنْيَا:

اَيُّهَا الذَّامُّ لِلدُّنْيَا، الْمُغْتَرُّ بِغُرُورِهَا، الْمَخْدُوعُ بِاَبَاطِيلِهَا! اَتَغْتَرُّ بِالدُّنْيَا ثُمَّ تَذُمُّهَا. اَنْتَ الْمُتَجَرِّمُ عَلَيْهَا، اَمْ هِيَ الْمُتَجَرِّمَةُ عَلَيْكَ؟ مَتَى اسْتَهْوَتْكَ؟ اَمْ مَتٰى غَرَّتْكَ؟ اَ بِمَصَارِعِ اٰبَآئِكَ مِنَ الْبِلٰى؟ اَمْ بِمَضَاجِعِ اُمَّهَاتِكَ تَحْتَ الثَّرٰى؟ كَمْ عَلَّلْتَ بِكَفَّيْكَ؟ وَ كَمْ مَرَّضْتَ بِيَدَيْكَ؟ تَبْغِيْ لَهُمُ الشِّفَآءَ، وَ تَسْتَوْصِفُ لَهُمُ الْاَطِبَّآءَ، غَدَاةَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ دَوَآؤُكَ، وَ لَا يُجْدِيْ عَلَيْهِمْ بُكَآؤُكَ، لَمْ يَنْفَعْ اَحَدَهُمْ اِشْفَاقُكَ، وَ لَمْ تُسْعَفْ بِطِلْبَتِكَ، وَ لَمْ تَدْفَعْ عَنْهُ بِقُوَّتِكَ!، وَ قَدْ مَثَّلَتْ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ، وَ بِمَصْرَعِهٖ مَصْرَعَكَ.

اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ صِدْقٍ لِّمَنْ صَدَقَهَا، وَ دَارُ عَافِيَةٍ لِّمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَ دَارُ غِنًى لِّمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، وَ دَارُ مَوْعِظَةٍ لِّمَنِ اتَّعَظَ بِهَا، مَسْجِدُ اَحِبَّآءِ اللّٰهِ، وَ مُصَلّٰى مَلٰٓئِكَةِ اللّٰهِ، وَ مَهْبِطُ وَحْيِ اللّٰهِ، وَ مَتْجَرُ اَوْلِيَآءِ اللّٰهِ،

(۱۳۱)

ایک شخص کو دنیا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا:

اے دنیا کی برائی کرنے والے! اس کے فریب میں مبتلا ہونے والے! اوراس کی غلط سلط باتوں کے دھوکے میں آنے والے! تم اس پر گرویدہ بھی ہوتے ہواور پھراس کی مذمت بھی کرتے ہو۔کیاتم دنیا کو مجرم ٹھہرانے کا حق رکھتے ہو؟ یا وہ تمہیں مجرم ٹھہرائے تو حق بجانب ہے؟ دنیا نے کب تمہارے ہوش وحواس سلب کئے اور کس بات سے فریب دیا؟ کیا ہلاکت و کہنگی سے تمہارے باپ دادا کے بے جان ہوکر گرنے سے یا مٹی کے نیچے تمہاری ماؤں کی خوابگاہوں سے؟ کتنی تم نے بیماروں کی دیکھ بھال کی اور کتنی دفعہ خود تیمارداری کی، تم ان کیلئے شفا کے خواہشمند تھے اور طبیبوں سے دوا دارو پوچھتے پھرتے تھے۔ اس صبح کو کہ جب نہ دوا کارگر ہوتی نظر آتی تھی اور نہ تمہارا رونا دھونا ان کیلئے کچھ مفید تھا۔ ان میں سے کسی ایک کیلئے بھی تمہارا اندیشہ فائدہ مند ثابت نہ ہو سکا اور تمہارا مقصد حاصل نہ ہوا اوراپنی چارہ سازی سے تم موت کواس بیمار سے ہٹا نہ سکے، تو دنیا نے تواس کے پردہ میں خود تمہارا انجام اور اس کے ہلاک ہونے سے خود تمہاری ہلاکت کا نقشہ تمہیں دکھا یا دیا۔

بلاشبہ دنیا اس شخص کیلئے جو باور کرے سچائی کا گھر ہے، اور جو اس کی ان باتوں کو سمجھے اس کیلئے امن و عافیت کی منزل ہے، اور جو اس سے زادِراہ حاصل کرلے اس کیلئے دولتمندی کی منزل ہے، اور جو اس سے نصیحت حاصل کرے اس کیلئے وعظ ونصیحت کا محل ہے۔ وہ دوستانِ خدا کیلئے عبادت کی جگہ، اللہ کے فرشتوں کیلئے نماز پڑھنے کا مقام، وحی الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے۔

اكْتَسَبُوْا فِيْهَا الرَّحْمَةَ، وَ رَبِحُوْا فِيْهَا الْجَنَّةَ.

انہوں نے اس میں فضل و رحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کیا۔

فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَ قَدْ اٰذَنَتْ بِبَيْنِهَا، وَ نَادَتْ بِفِرَاقِهَا، وَ نَعَتْ نَفْسَهَا وَ اَهْلَهَا، فَمَثَّلَتْ لَهُمْ بِبَلَآئِهَا الْبَلَآءَ، وَ شَوَّقَتْهُمْ بِسُرُوْرِهَا اِلَى السُّرُوْرِ؟! رَاحَتْ بِعَافِيَةٍ، وَ ابْتَكَرَتْ بِفَجِيْعَةٍ، تَرْغِيْبًا وَّ تَرْهِيْبًا، وَ تَخْوِيْفًا وَّ تَحْذِيْرًا، فَذَمَّهَا رِجَالٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَ حَمِدَهَا اٰخَرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، ذَكَّرَتْهُمُ الدُّنْيَا فَتَذَكَّرُوْا، وَ حَدَّثَتْهُمْ فَصَدَّقُوْا، وَ وَعَظَتْهُمْ فَاتَّعَظُوْا.

تو اب کون ہے جو دنیا کی برائی کرے، جبکہ اس نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے، اور اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے، اور اپنے بسنے والوں کی موت کی خبر دے دی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی ابتلا سے ابتلا کا پتہ دیا ہے، اور اپنی مسرتوں سے آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ہے۔ وہ رغبت دلانے اور ڈرانے، خوفزدہ کرنے اور متنبہ کرنے کیلئے شام کو امن و عافیت کا اور صبح کو درد و اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے۔ تو جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی وہ اس کی برائی کرنے لگے اور دوسرے لوگ قیامت کے دن اس کی تعریف کریں گے کہ دنیا نے ان کو آخرت کی یاد دلائی تو انہوں نے یاد رکھا اور اس نے انہیں خبر دی تو انہوں نے تصدیق کی اور اس نے انہیں پند و نصیحت کی تو انہوں نے نصیحت حاصل کی۔

ہر متکلم و خطیب کی زبان منجے ہوئے موضوع ہی پر زور بیان دکھایا کرتی ہے اور اگر اسے موضوعِ سخن بدلنا پڑے تو نہ ذہن کام کرے گا اور نہ زبان کی گویائی ساتھ دے گی۔ مگر جس کے ذہن میں صلاحیت تصرف اور دماغ میں قوتِ فکر ہو، وہ جس طرح چاہے کلام کو گردش دے سکتا ہے اور جس موضوع پر چاہے ”قادر الکلامی“ کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ زبان جو ہمیشہ دنیا کی مذمت اور اس کی فریب کاریوں کو بے نقاب کرنے میں کھلتی تھی جب اس کی مدح میں کھلتی ہے تو وہی قدرت کلام و قوت استدلال نظر آتی ہے جو اس زبان کا طرۂ امتیاز ہے اور پھر الفاظ کو توصیفی سانچہ میں ڈھالنے سے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور راہوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود منزلِ مقصود ایک ہی رہتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا يُّنَادِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ: لِدُوْا لِلْمَوْتِ، وَ اجْمَعُوْا لِلْفَنَآءِ، وَ ابْنُوْا لِلْخَرَابِ.

(۱۳۲)

اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ ندا کرتا ہے کہ: موت کیلئے اولاد پیدا کرو، برباد ہونے کیلئے جمع کرو اور تباہ ہونے کیلئے عمارتیں کھڑی کرو۔

(۱۳۳) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلدُّنْيَا دَارُ مَمَرٍّ اِلٰى دَارِ مَقَرٍّ، وَ النَّاسُ فِيْهَا رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَاعَ فِيْهَا نَفْسَهٗ فَاَوْبَقَهَا، وَ رَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَهٗ فَاَعْتَقَهَا.

(۱۳۳)

”دنیا“ اصل منزل قرار کیلئے ایک گزرگاہ ہے۔ اس میں دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وہ جنہوں نے اس میں اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کر دیا اور ایک وہ جنہوں نے اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

(۱۳٤) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا يَكُوْنُ الصَّدِيْقُ صَدِيْقًا حَتّٰى يَحْفَظَ اَخَاهُ فِیْ ثَلَاثٍ: فِیْ نَكْبَتِهٖ، وَ غَيْبَتِهٖ، وَ وَفَاتِهٖ.

(۱۳۴)

دوست اس وقت تک دوست نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی تین موقعوں پر نگہداشت نہ کرے: مصیبت کے موقع پر، اس کے پس پشت اور اس کے مرنے کے بعد۔

(۱۳٥) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ اُعْطِیَ اَرْبَعًا لَّمْ یُحْرَمْ اَرْبَعًا: مَنْ اُعْطِیَ الدُّعَآءَ لَمْ يُحْرَمِ الْاِجَابَةَ، وَ مَنْ اُعْطِیَ التَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ الْقَبُوْلَ، وَ مَنْ اُعْطِیَ الْاِسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ، وَ مَنْ اُعْطِیَ الشُّكْرَ لَمْ يُحْرَمِ الزِّيَادَةَ.

وَ تَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ، قَالَ اللّٰهُ فِی الدُّعَآءِ: ﴿ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾، وَ قَالَ فِی الْاِسْتِغْفَارِ: ﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾، وَ قَالَ فِی الشُّكْرِ: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾، وَ قَالَ فِی التَّوْبَةِ: ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾.

(۱۳۵)

جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا: جو دُعا کرے وہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا، جسے توبہ کی توفیق ہو وہ مقبولیت سے ناامید نہیں ہوتا، جسے استغفار نصیب ہو وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوتا، اور جو شکر کرے وہ اضافہ سے محروم نہیں ہوتا۔

اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے: چنانچہ دُعا کے متعلق ارشاد الٰہی ہے: ”تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا“۔ اور استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: ”جو شخص کوئی برا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت کی دُعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا“۔ اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے: ”اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر (نعمت میں) اضافہ کروں گا“۔ اور توبہ کیلئے فرمایا ہے: ”اللہ ان ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی بنا پر کوئی بری حرکت کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں تو خدا ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے“۔

(۱۳۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلصَّلٰوۃُ قُرْبَانُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَ الْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَ لِكُلِّ شَیْءٍ زَكٰوۃٌ، وَ زَكٰوۃُ الْبَدَنِ الصِّيَامُ، وَجِهَادُ الْمَرْاَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ.

(۱۳۶)

نماز ہر پرہیز گار کیلئے باعث تقرب ہے اور حج ہر ضعیف و ناتواں کا جہاد ہے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور عورت کا جہاد شوہر سے حسن معاشرت ہے۔

(۱۳۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِسْتَنْزِلُوا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ.

(۱۳۷)

صدقہ کے ذریعہ روزی طلب کرو۔

(۱۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَيْقَنَ بِالْخَلَفِ جَادَ بِالْعَطِيَّةِ.

(۱۳۸)

جسے عوض کے ملنے کا یقین ہو وہ عطیہ دینے میں دریا دلی دکھاتا ہے۔

(۱۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَنْزِلُ الْمَعُوْنَةُ عَلٰى قَدْرِ الْمَؤُنَةِ.

(۱۳۹)

جتنا خرچ ہو اتنی ہی امداد ملتی ہے۔

(۱۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ.

(۱۴۰)

جو میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ محتاج نہیں ہوتا۔

(۱۴۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قِلَّةُ الْعِيَالِ اَحَدُ الْيَسَارَيْنِ.

(۱۴۱)

متعلقین کی کمی دو قسموں میں سے ایک قسم کی آسودگی ہے۔

(۱۴۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلتَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ.

(۱۴۲)

میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔

(۱۴۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ.

(۱۴۳)

غم آدھا بڑھاپا ہے۔

(۱۴۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰى قَدْرِ الْمُصِيبَةِ، وَ مَنْ ضَرَبَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ عِنْدَ مُصِيبَتِهٖ حَبِطَ عَمَلُهٗ.

(۱۴۴)

مصیبت کے اندازہ پر (اللہ کی طرف سے) صبر کی ہمت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارے اس کا عمل اکارت جاتا ہے۔

(١٤٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَمْ مِنْ صَآئِمٍ لَّيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَ الظَّمَاُ، وَ كَمْ مِنْ قَآئِمٍ لَّيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ وَ الْعَنَآءُ، حَبَّذَا نَوْمُ الْاَكْيَاسِ وَ اِفْطَارُهُمْ.

(۱۴۵)

بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں کا ثمرہ بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا، اور بہت سے عابد شب زندہ دار ایسے ہیں جنہیں عبادت کے نتیجہ میں جاگنے اور زحمت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ زیرک و دانا لوگوں کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی قابل ستائش ہوتا ہے۔

(١٤٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

سُوْسُوْۤا اِيْمَانَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَ حَصِّنُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ، وَ ادْفَعُوْۤا اَمْوَاجَ الْبَلَآءِ بِالدُّعَآءِ.

(۱۴۶)

صدقہ سے اپنے ایمان کی نگہداشت اور زکوۃ سے اپنے مال کی حفاظت کرو، اور دُعا سے مصیبت و ابتلا کی لہروں کو دور کرو۔

(١٤٧) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكُمَيْلِ بْنِ زِيَادٍ النَّخَعِيِّ، قَالَ كُمَيْلُ بْنُ زِيَادٍ: اَخَذَ بِيَدِيْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عليه السلام، فَاَخْرَجَنِيْۤ اِلَى الْجَبَّانِ، فَلَمَّاۤ اَصْحَرَ تَنَفَّسَ الصُّعَدَآءَ ثُمَّ قَالَ:

يَا كُمَيْلَ بْنَ زِيَادٍ! اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ اَوْعِيَةٌ، فَخَيْرُهَا اَوْعَاهَا، فَاحْفَظْ عَنِّيْ مَاۤ اَقُوْلُ لَكَ:

اَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَّبَّانِيٌّ، وَ مُتَعَلِّمٌ عَلٰى سَبِيْلِ نَجَاةٍ، وَ هَمَجٌ رَّعَاعٌ، اَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ، يَمِيْلُوْنَ مَعَ كُلِّ رِيْحٍ، لَمْ يَسْتَضِيْٓـُٔوْا بِنُوْرِ الْعِلْمِ، وَ لَمْ يَلْجَؤُوْا اِلٰى رُكْنٍ وَّثِيْقٍ.

يَا كُمَيْلُ! اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَالِ: اَلْعِلْمُ

(۱۴۷)

کمیل ابن زیاد نخعی کہتے ہیں کہ: امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور قبرستان کی طرف لے چلے۔ جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ کی۔ پھر فرمایا:

اے کمیل! یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ لہٰذا تو جو میں تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا:

دیکھو! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں: ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے، نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیاء کیا، نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔

اے کمیل! یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے، (کیونکہ) علم تمہاری

يَحْرُسُكَ وَ اَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ، وَ الْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ، وَ الْعِلْمُ يَزْكُوْ عَلَى الْاِنْفَاقِ، وَ صَنِيْعُ الْمَالِ يَزُوْلُ بِزَوَالِهٖ.

نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے، اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہو جاتے ہیں۔

يَا كُمَيْلَ بْنَ زِيَادٍ! مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ دِيْنٌ يُّدَانُ بِهٖ، بِهٖ يَكْسِبُ الْاِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِیْ حَيَاتِهٖ، وَ جَمِيْلَ الْاُحْدُوْثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، وَ الْعِلْمُ حَاكِمٌ، وَ الْمَالُ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ.

اے کمیل! علم کی شناسائی ایک دین ہے کہ جس کی اقتدا کی جاتی ہے۔ اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم۔

يَا كُمَيْلُ! هَلَكَ خُزَّانُ الْاَمْوَالِ وَ هُمْ اَحْيَآءٌ، وَ الْعُلَمَآءُ بَاقُوْنَ مَا بَقِیَ الدَّهْرُ: اَعْيَانُهُمْ مَفْقُوْدَةٌ، وَ اَمْثَالُهُمْ فِی الْقُلُوْبِ مَوْجُوْدَةٌ.

اے کمیل! مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں مگر ان کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔

هَا! اِنَّ هٰهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا (وَ اَشَارَ اِلٰى صَدْرِهٖ:) لَوْ اَصَبْتُ لَهٗ حَمَلَةً!

(اسکے بعد حضرتؑ نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:) دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، کاش! اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے۔

بَلٰى اَصَبْتُ لَقِنًا غَيْرَ مَاْمُوْنٍ عَلَيْهِ، مُسْتَعْمِلًا اٰلَةَ الدِّيْنِ لِلدُّنْيَا، وَ مُسْتَظْهِرًا بِنِعَمِ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَ بِحُجَجِهٖ عَلٰۤى اَوْلِيَآئِهٖ، اَوْ مُنْقَادًا لِّحَمَلَةِ الْحَقِّ، لَا بَصِيْرَةَ لَهٗ فِیْۤ اَحْنَآئِهٖ، يَنْقَدِحُ الشَّكُّ فِیْ قَلْبِهٖ لِاَوَّلِ عَارِضٍ مِّنْ شُبْهَةٍ.

ہاں ملا کوئی تو یا ایسا جو ذہین تو ہے مگر ناقابل اطمینان ہے اور جو دنیا کیلئے دین کو آلۂ کار بنانے والا ہے اور اللہ کی ان نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پر اور اس کی حجتوں کی وجہ سے اس کے دوستوں پر تفوق و برتری جتلانے والا ہے۔ یا جو ارباب حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے، بس ادھر ذرا سا شبہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں۔

اَلَا لَا ذَا وَ لَا ذَاكَ!

تو معلوم ہونا چاہیے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے۔

اَوْ مَنْهُوْمًا بِاللَّذَّةِ، سَلِسَ الْقِيَادِ لِلشَّهْوَةِ، اَوْ مُغْرَمًا بِالْجَمْعِ وَ الْاِدِّخَارِ،

یا ایسا شخص ملتا ہے کہ جو لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور بآسانی خواہش نفسانی کی راہ پر کھنچ جانے والا ہے۔ یا ایسا شخص جو جمع آوری و ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے۔

لَيْسَا مِنْ رُّعَاةِ الدِّيْنِ فِيْ شَيْءٍ، اَقْرَبُ شَيْءٍ شَبَهًا بِهِمَا الْاَنْعَامُ السَّآئِمَةُ! كَذٰلِكَ يَمُوْتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِيْهِ.

اَللّٰهُمَّ بَلٰى! لَا تَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَآئِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ، اِمَّا ظَاهِرًا مَّشْهُوْرًا، اَوْ خَآئِفًا مَّغْمُوْرًا، لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللّٰهِ وَ بَيِّنَاتُهٗ.

وَ كَمْ ذَا وَ اَيْنَ اُولٰٓئِكَ؟ اُولٰٓئِكَ ـ وَاللّٰهِ ـ الْاَقَلُّوْنَ عَدَدًا، وَ الْاَعْظَمُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ قَدْرًا، يَحْفَظُ اللّٰهُ بِهِمْ حُجَجَهٗ وَ بَيِّنَاتِهٖ، حَتّٰى يُوْدِعُوْهَا نُظَرَآءَهُمْ، وَ يَزْرَعُوْهَا فِيْ قُلُوْبِ اَشْبَاهِهِمْ، هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْبَصِيْرَةِ، وَ بَاشَرُوْا رُوْحَ الْيَقِيْنِ، وَ اسْتَلَانُوْا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُوْنَ، وَ اَنِسُوْا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُوْنَ، وَ صَحِبُوا الدُّنْيَا بِاَبْدَانٍ اَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْاَعْلٰى، اُولٰٓئِكَ خُلَفَآءُ اللّٰهِ فِيْۤ اَرْضِهٖ، وَ الدُّعَاةُ اِلٰى دِيْنِهٖ، اٰهِ اٰهِ شَوْقًا اِلٰى رُؤْيَتِهِمْ!.

اِنْصَرِفْ يَا كُمَيْلُ اِذَا شِئْتَ.

یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنیوالے نہیں ہیں۔ ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنیوالے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہو جاتا ہے۔

ہاں! مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے۔ چاہے وہ ظاہر و مشہور ہو، یا خائف و پنہاں، تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں۔

اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟ خدا کی قسم! وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم انکے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں۔ علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا اپنے لئے سہل و آسان سمجھ لیا ہے، اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اسکے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کیلئے میرے شوق کی فراوانی!۔

(پھر حضرتؑ نے کمیل سے فرمایا:) اے کمیل! (مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا)، اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

کمیل ابن زیاد نخعی رحمہ اللہ اسرار امامت کے خزینہ دار اور امیر المومنین علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ علم و فضل میں بلند مرتبہ اور زہد و ورع میں امتیاز خاص کے حامل تھے۔ حضرتؑ کی طرف سے کچھ عرصہ تک ہیت کے عامل رہے۔ ۸۳ ھجری میں ۹۰ برس کی عمر میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور بیرون کوفہ دفن ہوئے۔

☆☆☆☆☆

(۱۴۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِهٖ.

(۱۴۸)

انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی گفتگو سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی گفتگو اس کی ذہنی و اخلاقی حالت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس سے اس کے خیالات و جذبات کا بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ خاموش ہے اس کا عیب و ہنر پوشیدہ ہے اور جب اس کی زبان کھلتی ہے تو اس کا جوہر نمایاں ہو جاتا ہے۔

مرد پنهان است در زیر زبان خویشتن قیمت و قدرش ندانی تا نیاید در سخن

☆☆☆☆☆

(۱۴۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

هَلَكَ امْرُؤٌ لَّمْ يَعْرِفْ قَدْرَهٗ.

(۱۴۹)

جو شخص اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

(۱۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِرَجُلٍ سَئَلَهٗ اَنْ يَّعِظَهٗ:

لَا تَكُنْ مِّمَّنْ يَّرْجُو الْاٰخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ، وَ يُرَجِّي التَّوْبَةَ بِطُوْلِ الْاَمَلِ، يَقُوْلُ فِي الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِيْنَ، وَ يَعْمَلُ فِيْهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِيْنَ، اِنْ اُعْطِيَ مِنْهَا لَمْ يَشْبَعْ، وَ اِنْ مُّنِعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ، يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَاۤ اُوْتِيَ، وَ يَبْتَغِي الزِّيَادَةَ فِيْمَا بَقِيَ.

يَنْهٰى وَ لَا يَنْتَهِيْ، وَ يَاْمُرُ بِمَا لَا يَاْتِيْ، يُحِبُّ الصّٰلِحِيْنَ وَ لَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ، وَ يُبْغِضُ الْمُذْنِبِيْنَ وَ هُوَ اَحَدُهُمْ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوْبِهٖ، وَ يُقِيْمُ عَلٰى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ لَهٗ.

(۱۵۰)

ایک شخص نے آپؑ سے پند و موعظت کی درخواست کی تو فرمایا:

تم کو ان لوگوں میں سے نہ ہونا چاہیے کہ جو عمل کے بغیر حسنِ انجام کی امید رکھتے ہیں اور امیدیں بڑھا کر توبہ کو تاخیر میں ڈال دیتے ہیں۔ جو دنیا کے بارے میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے اعمال دنیا طلبوں کے سے ہوتے ہیں۔ اگر دنیا انہیں ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو قناعت نہیں کرتے۔ جو انہیں ملا ہے اس پر شکر سے قاصر رہتے ہیں اور جو بچ رہا اسکے اضافہ کے خواہشمند رہتے ہیں۔

دوسروں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے اور دوسروں کو حکم دیتے ہیں ایسی باتوں کا جنہیں خود بجا نہیں لاتے۔ نیکوں کو دوست رکھتے ہیں مگر ان کے سے اعمال نہیں کرتے اور گنہگاروں سے نفرت و عناد رکھتے ہیں حالانکہ وہ خود انہی میں داخل ہیں۔ اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث موت کو برا سمجھتے ہیں مگر جن گناہوں کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتے ہیں انہی پر قائم ہیں۔

اِنْ سَقِمَ ظَلَّ نَادِمًا، وَ اِنْ صَحَّ اَمِنَ لَاهِيًا، يُعْجِبُ بِنَفْسِهٖ اِذَا عُوْفِيَ، وَ يَقْنَطُ اِذَا ابْتُلِيَ، اِنْ اَصَابَهٗ بَلَآءٌ دَعَا مُضْطَرًّا، وَ اِنْ نَّالَهٗ رَخَآءٌ اَعْرَضَ مُغْتَرًّا،

اگر بیمار پڑتے ہیں تو پشیمان ہوتے ہیں اور تندرست ہوتے ہیں تو مطمئن ہو کر کھیل کود میں پڑ جاتے ہیں۔ جب بیماری سے چھٹکارا پاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں اور مبتلا ہوتے ہیں تو ان پر مایوسی چھا جاتی ہے۔ جب کسی سختی وابتلا میں پڑتے ہیں تو لاچار و بے بس ہو کر دُعائیں مانگتے ہیں اور جب فراخ دستی نصیب ہوتی ہے تو فریب میں مبتلا ہو کر منہ پھیر لیتے ہیں۔

تَغْلِبُهٗ نَفْسُهٗ عَلٰى مَا يَظُنُّ، وَ لَا يَغْلِبُهَا عَلٰى مَا يَسْتَيْقِنُ، يَخَافُ عَلٰى غَيْرِهٖ بِاَدْنٰى مِنْ ذَنْبِهٖ، وَ يَرْجُوْ لِنَفْسِهٖ بِاَكْثَرَ مِنْ عَمَلِهٖ، اِنِ اسْتَغْنٰى بَطِرَ وَ فُتِنَ، وَ اِنِ افْتَقَرَ قَنَطَ وَ وَهَنَ، يُقَصِّرُ اِذَا عَمِلَ، وَ يُبَالِغُ اِذَا سَئَلَ.

ان کا نفس خیالی باتوں پر انہیں قابو میں لے آتا ہے اور وہ یقینی باتوں پر اسے نہیں دبا لیتے۔ دوسروں کیلئے ان کے گناہ سے زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اپنے لئے اپنے اعمال سے زیادہ جزا کے متوقع رہتے ہیں۔ اگر مالدار ہو جاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں اور فتنہ و گمراہی میں پڑ جاتے ہیں اور اگر فقیر ہو جاتے ہیں تو ناامید ہو جاتے ہیں اور سستی کرنے لگتے ہیں۔ جب عمل کرتے ہیں تو اس میں سستی کرتے ہیں اور جب مانگنے پر آتے ہیں تو اصرار میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔

اِنْ عَرَضَتْ لَهٗ شَهْوَةٌ اَسْلَفَ الْمَعْصِيَةَ وَ سَوَّفَ التَّوْبَةَ، وَ اِنْ عَرَتْهُ مِحْنَةٌ انْفَرَجَ عَنْ شَرَآئِطِ الْمِلَّةِ، يَصِفُ الْعِبْرَةَ وَ لَا يَعْتَبِرُ، وَ يُبَالِغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَ لَا يَتَّعِظُ، فَهُوَ بِالْقَوْلِ مُدِلٌّ، وَ مِنَ الْعَمَلِ مُقِلٌّ، يُنَافِسُ فِيْمَا يَفْنٰى، وَ يُسَامِحُ فِيْمَا يَبْقٰى، يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَمًا، وَ الْغُرْمَ مَغْنَمًا.

اگر ان پر خواہش نفسانی کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ جلد سے جلد کرتے ہیں اور توبہ کو تعویق میں ڈالتے رہتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو جماعتِ اسلامی کے خصوصی امتیازات سے الگ ہو جاتے ہیں۔ عبرت کے واقعات بیان کرتے ہیں مگر خود عبرت حاصل نہیں کرتے اور وعظ و نصیحت میں زور باندھتے ہیں مگر خود اس نصیحت کا اثر نہیں لیتے۔ چنانچہ وہ بات کرنے میں تو اونچے رہتے ہیں مگر عمل میں کم ہی کم رہتے ہیں۔ فانی چیزوں میں نفسی نفسی کرتے ہیں اور باقی رہنے والی چیزوں میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ وہ نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع خیال کرتے ہیں۔

يَخْشَى الْمَوْتَ وَ لَا يُبَادِرُ الْفَوْتَ،

موت سے ڈرتے ہیں مگر فرصت کا موقع نکل جانے سے پہلے

يَسْتَعْظِمُ مِنْ مَّعْصِيَةِ غَيْرِهٖ مَا يَسْتَقِلُّ اَكْثَرَ مِنْهُ مِنْ نَّفْسِهٖ، وَ يَسْتَكْثِرُ مِنْ طَاعَتِهٖ مَا يَحْقِرُهٗ مِنْ طَاعَةِ غَيْرِهٖ. فَهُوَ عَلَى النَّاسِ طَاعِنٌ، وَلِنَفْسِهٖ مُدَاهِنٌ.

اعمال میں جلدی نہیں کرتے۔ دوسرے کے ایسے گناہ کو بہت بڑا سمجھتے ہیں جس سے بڑے گناہ کو خود اپنے لئے چھوٹا خیال کرتے ہیں، اور اپنی ایسی اطاعت کو زیادہ سمجھتے ہیں جسے دوسرے سے کم سمجھتے ہیں، لہٰذا وہ لوگوں پر معترض ہوتے ہیں اور اپنے نفس کی چکنی چپڑی باتوں سے تعریف کرتے ہیں۔

اَللَّهْوُ مَعَ الْاَغْنِيَآءِ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنَ الذِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَآءِ، يَحْكُمُ عَلٰى غَيْرِهٖ لِنَفْسِهٖ وَ لَا يَحْكُمُ عَلَيْهَا لِغَيْرِهٖ، يُرْشِدُ غَيْرَهٗ وَ يُغْوِيْ نَفْسَهٗ، فَهُوَ يُطَاعُ وَ يَعْصِيْ، وَ يَسْتَوْفِيْ وَ لَا يُوْفِيْ، وَ يَخْشَى الْخَلْقَ فِيْ غَيْرِ رَبِّهٖ، وَ لَا يَخْشٰى رَبَّهٗ فِيْ خَلْقِهٖ.

دولتمندوں کے ساتھ طرب و نشاط میں مشغول رہنا انہیں غریبوں کے ساتھ محفل ذکر میں شرکت سے زیادہ پسند ہے۔ اپنے حق میں دوسرے کے خلاف حکم لگاتے ہیں، لیکن کبھی یہ نہیں کرتے کہ دوسرے کے حق میں اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اوروں کو ہدایت کرتے ہیں اور اپنے کو گمراہی کی راہ پر لگاتے ہیں۔ وہ اطاعت لیتے ہیں اور خود نافرمانی کرتے ہیں، اور حق پورا پورا وصول کر لیتے ہیں مگر خود ادا نہیں کرتے۔ وہ اپنے پروردگار کو نظر انداز کر کے مخلوق سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے۔

وَ لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ اِلَّا هٰذَا الْكَلَامُ لَكَفٰى بِهٖ مَوْعِظَةً نَّاجِعَةً، وَ حِكْمَةً بَالِغَةً، وَ بَصِيْرَةً لِّمُبْصِرٍ، وَعِبْرَةً لِّنَاظِرٍ مُّفَكِّرٍ.

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اگر اس کتاب میں صرف ایک یہی کلام ہوتا تو کامیاب موعظہ اور مؤثر حکمت اور چشم بینا رکھنے والے کیلئے بصیرت اور نظر و فکر کرنے والے کیلئے عبرت کے اعتبار سے بہت کافی تھا۔

(۱۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكُلِّ امْرِئٍ عَاقِبَةٌ حُلْوَةٌ اَوْ مُرَّةٌ.

(۱۵۱)

ہر شخص کا ایک انجام ہے۔ اب خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ۔

(۱۵۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكُلِّ مُقْبِلٍ اِدْبَارٌ، وَ مَاۤ اَدْبَرَ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ.

(۱۵۲)

ہر آنے والے کیلئے پلٹنا ہے اور جب پلٹ گیا تو جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

(۱۵۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَعْدَمُ الصَّبُوْرُ الظَّفَرَ، وَ اِنْ طَالَ بِهِ الزَّمَانُ.

(۱۵۳)

صبر کرنے والا ظفر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا۔ چاہے اس میں طویل زمانہ لگ جائے۔

(١٥٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرَّاضِىْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِيْهِ مَعَهُمْ، وَ عَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِىْ بَاطِلٍ اِثْمَانِ: اِثْمُ الْعَمَلِ بِهٖ، وَاِثْمُ الرِّضٰى بِهٖ.

(۱۵۴)

کسی جماعت کے فعل پر رضامند ہونے والا ایسا ہے جیسے اس کے کام میں شریک ہو، اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں: ایک اس پر عمل کرنے کا اور ایک اس پر رضامند ہونے کا۔

(١٥٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِعْتَصِمُوْا بِالذِّمَمِ فِىْٓ اَوْتَادِهَا.

(۱۵۵)

عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کو ان سے وابستہ کرو جو میخوں کے ایسے (مضبوط) ہوں۔

(١٥٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَلَيْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تُعْذَرُوْنَ بِجَهَالَتِهٖ.

(۱۵۶)

تم پر اطاعت بھی لازم ہے ان کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں۔

خداوند عالم نے اپنے عدل و رحمت سے جس طرح دین کی طرف رہبری و رہنمائی کرنے کیلئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری کیا اسی طرح سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کے بعد دین کو تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھنے کیلئے امامت کا نفاذ کیا تاکہ ہر امام اپنے اپنے دور میں تعلیمات الٰہیہ کو خواہش پرستی کی زد سے بچا کر اسلام کے صحیح احکام کی رہنمائی کرتا رہے۔ اور جس طرح شریعت کے مبلغ کی معرفت واجب ہے اسی طرح شریعت کے محافظ کی بھی معرفت ضروری ہے اور جاہل کو اس میں معذور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ منصب امامت پر صدہا ایسے دلائل و شواہد موجود ہیں جن سے کسی بابصیرت کیلئے گنجائش انکار نہیں ہو سکتی چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً.

جو شخص اپنے دور حیات کے امام کو نہ پہچانے اور دنیا سے اٹھ جائے، اس کی موت کفر و ضلالت کی موت ہے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اس ذات سے کہ جس سے ناواقفیت و جہالت عذر مسموع نہیں بن سکتی حضرت کی ذات کو مراد لیا ہے اور ان کی اطاعت کا اعتراف اور منکر امامت کے غیر ناجی ہونے کا اقرار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

مَنْ جَهِلَ اِمَامَةَ عَلِىٍّ عليه السلام، وَ اَنْكَرَ صِحَّتَهَا وَ لُزُوْمَهَا، فَهُوَ عِنْدَ اَصْحَابِنَا مُخَلَّدٌ فِى النَّارِ، لَا يَنْفَعُهٗ صَوْمٌ وَّ لَا صَلٰوةٌ، لِاَنَّ الْمَعْرِفَةَ بِذٰلِكَ مِنَ الْاُصُوْلِ الْكُلِّيَّةِ الَّتِىْ هِىَ اَرْكَانُ الدِّيْنِ، وَ لٰكِنَّا لَا نُسَمِّىْ مُنْكِرَ اِمَامَتِهٖ كَافِرًا، بَلْ نُسَمِّيْهِ فَاسِقًا وَّ خَارِجِيًّا وَّ مَارِقًا وَّ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَ الشِّيْعَةُ تُسَمِّيْهِ كَافِرًا، فَهٰذَا هُوَ الْفَرْقُ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ، وَ هُوَ فِىْ

اللَّفْظِ، لَا فِي الْمَعْنٰى.

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی امامت سے جاہل اور اس کی صحت ولزوم کا منکر ہو، وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہمیشہ کیلئے جہنمی ہے۔ نہ اسے نماز فائدہ دے سکتی ہے، نہ روزہ۔ کیونکہ معرفت امامت ان بنیادی اصولوں میں شمار ہوتی ہے جو دین کے مسلمہ ارکان ہیں۔ البتہ ہم آپؑ کی امامت کے منکر کو کافر کے نام سے نہیں پکارتے، بلکہ اسے فاسق، خارجی اور بے دین وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ اور شیعہ ایسے شخص کو کافر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی ہمارے اصحاب اور ان میں فرق ہے۔ مگر صرف لفظی فرق ہے، کوئی واقعی اور معنوی فرق نہیں ہے۔

(شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۱۳۱۹)

☆☆☆☆☆

(۱۵۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْ بُصِّرْتُمْ اِنْ اَبْصَرْتُمْ، وَ قَدْ هُدِيْتُمْ اِنِ اهْتَدَيْتُمْ، وَ اُسْمِعْتُمْ اِنِ اسْتَمَعْتُمْ.

(۱۵۷)

اگر تم دیکھو تو تمہیں دکھایا جا چکا ہے اور اگر تم ہدایت حاصل کرو تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے اور اگر سننا چاہو تو تمہیں سنایا جا چکا ہے۔

(۱۵۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَاتِبْ اَخَاكَ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ، وَ ارْدُدْ شَرَّهٗ بِالْاِنْعَامِ عَلَيْهِ.

(۱۵۸)

اپنے بھائی کو شرمندۂ احسان بنا کر سرزنش کرو اور لطف و کرم کے ذریعہ سے اس کے شر کو دور کرو۔

اگر برائی کا جواب برائی سے اور گالی کا جواب گالی سے دیا جائے تو اس سے دشمنی ونزاع کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اگر برائی سے پیش آنے والے کے ساتھ نرمی وملائمت کا رویہ اختیار کیا جائے تو وہ بھی اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام بازار مدینہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شامی نے آپؑ کی جاذب نظر شخصیت سے متاثر ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ یہ حسن ابن علی علیہما السلام ہیں۔ یہ سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور آپؑ کے قریب آ کر انہیں برا بھلا کہنا شروع کیا۔ مگر آپؑ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ چپ ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ: معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں نووارد ہو؟ اس نے کہا کہ: ہاں ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ: پھر تم میرے ساتھ چلو، میرے گھر میں ٹھہرو، اگر تمہیں کوئی حاجت ہوگی تو میں اسے پورا کروں گا اور مالی امداد کی ضرورت ہوگی تو مالی امداد بھی دوں گا۔ جب اس نے اپنی سخت و درشت باتوں کے جواب میں یہ نرم روی وخوش اخلاقی دیکھی تو شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عفو کا طالب ہوا، اور جب آپؑ سے رخصت ہوا تو روئے زمین پر ان سے زیادہ کسی اور کی قدر و منزلت اس کی نگاہ میں نہ تھی۔

اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰى مَنْ اَسَآءَ

☆☆☆☆☆

(۱۵۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ وَّضَعَ نَفْسَهٗ مَوَاضِعَ التُّهَمَةِ فَلَا يَلُوْمَنَّ مَنْ اَسَآءَ بِهِ الظَّنَّ.

(۱۵۹)

جو شخص بدنامی کی جگہوں پر اپنے کو لے جائے تو پھر اسے برا نہ کہے جو اس سے بدظن ہو۔

(۱۶۰) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ مَّلَكَ اسْتَاْثَرَ.

(۱۶۰)

جو اقتدار حاصل کر لیتا ہے جانبداری کرنے ہی لگتا ہے۔

(۱۶۱) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَاْيِهٖ هَلَكَ، وَ مَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِیْ عُقُوْلِهَا.

(۱۶۱)

جو خود رائی سے کام لے گا وہ تباہ و برباد ہو گا، اور جو دوسروں سے مشورہ لے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

(۱۶۲) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ كَتَمَ سِرَّهٗ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهٖ.

(۱۶۲)

جو اپنے راز کو چھپائے رہے گا اسے پورا قابو رہے گا۔

(۱۶۳) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْفَقْرُ الْمَوْتُ الْاَكْبَرُ.

(۱۶۳)

فقیری سب سے بڑی موت ہے۔

(۱۶۴) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ قَضٰى حَقَّ مَنْ لَّا يَقْضِیْ حَقَّهٗ فَقَدْ عَبَدَهٗ.

(۱۶۴)

جو ایسے کا حق ادا کرے کہ جو اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو وہ اس کی پرستش کرتا ہے۔

(۱۶۵) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ.

(۱۶۵)

خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

(۱۶۶) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا يُعَابُ الْمَرْءُ بِتَاْخِيْرِ حَقِّهٖ، اِنَّمَا يُعَابُ مَنْ اَخَذَ مَا لَيْسَ لَهٗ.

(۱۶۶)

اگر کوئی شخص اپنے حق میں دیر کرے تو اس پر عیب نہیں لگایا جا سکتا، بلکہ عیب کی بات یہ ہے کہ انسان دوسرے کے حق پر چھاپا مارے۔

(۱۶۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۶۷)

اَلْاِعْجَابُ يَمْنَعُ مِنَ الْاِزْدِيَادِ.

خود پسندی ترقی سے مانع ہوتی ہے۔

جو شخص جویائے کمال ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی وہ کمال سے عاری ہے، اس سے منزل کمال پر فائز ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔لیکن جو شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ تمام و کمال ترقی کے مدارج طے کر چکا ہے وہ حصول کمال کیلئے سعی وطلب کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔کیونکہ وہ بزعم خود کمال کی تمام منزلیں ختم کر چکا ہے اب اسے کوئی منزل نظر ہی نہیں آتی کہ اس کیلئے تگ و دو کرے چنانچہ یہ خود پسند و برخود غلط انسان ہمیشہ کمال سے محروم ہی رہے گا۔اور یہ خود پسندی اس کیلئے ترقی کی راہیں مسدود کر دے گی۔

☆☆☆☆☆

(۱۶۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۶۸)

اَلْاَمْرُ قَرِيْبٌ وَّ الْاِصْطِحَابُ قَلِيْلٌ.

آخرت کا مرحلہ قریب اور (دنیا میں) باہمی رفاقت کی مدت کم ہے۔

(۱۶۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۶۹)

قَدْ اَضَآءَ الصُّبْحُ لِذِیْ عَيْنَيْنِ.

آنکھ والے کیلئے صبح روشن ہو چکی ہے۔

(۱۷۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۰)

تَرْكُ الذَّنْبِ اَهْوَنُ مِنْ طَلَبِ الْمَعُوْنَةِ.

ترک گناہ کی منزل بعد میں مدد مانگنے سے آسان ہے۔

اول مرتبہ میں گناہ سے باز رہنا اتنا مشکل نہیں ہوتا، جتنا گناہ سے مانوس اور اس کی لذت سے آشنا ہونے کے بعد۔کیونکہ انسان جس چیز کا خوگر ہو جاتا ہے اس کے بجالانے میں طبیعت پر بار محسوس نہیں کرتا لیکن اسے چھوڑنے میں لوہے لگ جاتے ہیں اور جوں جوں عادت پختہ ہوتی جاتی ہے ضمیر کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے اور توبہ میں دشواریاں حائل ہو جاتی ہیں۔لہٰذا یہ کہہ کر دل کو ڈھارس دیتے رہنا کہ ''پھر توبہ کر لیں گے''، اکثر بے نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔کیونکہ جب ابتدا میں گناہ سے دستبردار ہونے میں دشواری محسوس ہو رہی ہے تو گناہ کی مدت کو بڑھالے جانے کے بعد توبہ دشوارتر ہو جائے گی۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۱) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

(۱۷۱)

كَمْ مِّنْ اَكْلَةٍ مَنَعَتْ اَكَلَاتٍ!.

بسا اوقات ایک دفعہ کا کھانا بہت دفعہ کے کھانوں سے مانع ہوجاتا ہے۔

یہ ایک مَثَل ہے جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی شخص ایک فائدہ کے پیچھے اس طرح کھو جائے کہ اسے دوسرے فائدوں سے ہاتھ اٹھالینا پڑے۔ جس طرح وہ شخص کہ جو ناموافق طبع یا ضرورت سے زیادہ کھالے تو اسے بہت سے کھانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۲) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

(۱۷۲)

اَلنَّاسُ اَعْدَآءُ مَا جَهِلُوْا.

لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جسے نہیں جانتے۔

انسان جس علم وفن سے واقف ہوتا ہے اسے بڑی اہمیت دیتا ہے اور جس علم سے عاری ہوتا ہے اسے غیر اہم قرار دے کر اس کی تنقیص و مذمت کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس محفل میں اس علم وفن پر گفتگو ہوتی ہے اسے ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، جس سے وہ ایک طرح کی سبکی محسوس کرتا ہے اور یہ سبکی اس کیلئے اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اور انسان جس چیز سے بھی اذیت محسوس کرے گا اس سے طبعاً نفرت کرے گا اور اس سے بغض رکھے گا۔ چنانچہ افلاطون سے دریافت کیا گیا کہ: کیا وجہ ہے کہ نہ جاننے والا جاننے والے سے بغض رکھتا ہے، مگر جاننے والا نہ جاننے والے سے بغض وعناد نہیں رکھتا؟ اس نے کہا کہ: چونکہ نہ جاننے والا اپنے اندر ایک نقص محسوس کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ جاننے والا اس کی جہالت کی بنا پر اسے حقیر و پست سمجھتا ہوگا جس سے متاثر ہو کر وہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جاننے والا چونکہ جہالت کے نقص سے بری ہوتا ہے، اس لئے وہ یہ تصور نہیں کرتا کہ نہ جاننے والا اسے حقیر سمجھتا ہوگا۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ وہ اس سے بغض رکھے۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوْهَ الْاٰرَآءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَاِ.

(۱۷۳)

جو شخص مختلف رایوں کا سامنا کرتا ہے وہ خطا و لغزش کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

(۱۷۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَن اَحَدَّ سِنَانَ الْغَضَبِ لِلّٰهِ قَوِیَ عَلٰی قَتْلِ اَشِدَّآءِ الْبَاطِلِ.

(۱۷۴)

جو شخص اللہ کی خاطر سنانِ غضب تیز کرتا ہے وہ باطل کے سورماؤں کے قتل پر توانا ہو جاتا ہے۔

جو شخص محض اللہ کی خاطر باطل سے ٹکرانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اسے خداوند عالم کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور کمزوری و بے سروسامانی کے باوجود باطل قوتیں اس کے عزم میں تزلزل اور ثبات قدم میں جنبش پیدا نہیں کر سکتیں اور اگر اس کے اقدام میں ذاتی غرض شریک ہو تو اسے بڑی آسانی سے اس کے ارادہ سے باز رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سیّد نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمہ نے ''زہر الربیع'' میں تحریر کیا ہے کہ: ایک شخص نے کچھ لوگوں کو ایک درخت کی پرستش کرتے دیکھا تو اُس نے جذبۂ دینی سے متاثر ہو کر اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا۔ اور جب تیشہ لے کر آگے بڑھا تو شیطان نے اس کا راستہ روکا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں تاکہ لوگ اس مشرکانہ طریق عبادت سے باز رہیں۔ شیطان نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب؟ وہ جانیں اور ان کا کام۔ مگر وہ اپنے ارادہ پر جما رہا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ یہ ایسا کر ہی گزرے گا تو اس نے کہا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں تمہیں چار درہم ہر روز دیا کروں گا جو تمہیں بستر کے نیچے سے مل جایا کریں گے۔ یہ سن کر اس کی نیت ڈانواں ڈول ہونے لگی اور کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ تجربہ کر کے دیکھ لو، اگر ایسا نہ ہوا تو درخت کے کاٹنے کا موقع پھر بھی تمہیں مل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لالچ میں آ کر پلٹ آیا اور دوسرے دن وہ درہم اسے بستر کے نیچے سے مل گئے، مگر دو چار روز کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب وہ پھر طیش میں آیا اور تیشہ لے کر درخت کی طرف بڑھا کہ شیطان نے آگے بڑھ کر کہا کہ اب تمہارے بس میں نہیں کہ تم اسے کاٹ سکو، کیونکہ پہلی دفعہ تم صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے نکلے تھے اور اب چند پیسوں کی خاطر نکلے ہو۔ لہٰذا تم نے ہاتھ اٹھایا تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ چنانچہ وہ بے نیل مرام پلٹ آیا۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا هِبْتَ اَمْرًا فَقَعْ فِيْهِ، فَاِنَّ شِدَّةَ تَوَقِّيْهِ اَعْظَمُ مِمَّا تَخَافُ مِنْهُ.

(۱۷۵)

جب کسی امر سے دہشت محسوس کرو تو اس میں پھاند پڑو، اس لئے کہ کھٹکا لگا رہنا اس ضرر سے کہ جس کا خوف ہے، زیادہ تکلیف دہ چیز ہے۔

(۱۷۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۶)

اٰلَةُ الرِّيَاسَةِ سَعَةُ الصَّدْرِ.

سربرآوردہ ہونے کا ذریعہ سینہ کی وسعت ہے۔

(۱۷۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۷)

اُزْجُرِ الْمُسِیْٓءَ بِثَوَابِ الْمُحْسِنِ.

بدکار کی سرزنش نیک کو اس کا بدلہ دے کر کرو۔

مقصد یہ ہے کہ اچھوں کو ان کی حسن کارکردگی کا پورا پورا صلہ دینا اور ان کے کارناموں کی بنا پر ان کی قدرافزائی کرنا بروں کو بھی اچھائی کی راہ پر لگاتا ہے۔ اور یہ چیز اخلاقی مواعظ اور تنبیہ و سرزنش سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان طبعاً ان چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن کے نتیجہ میں اسے فوائد حاصل ہوں اور اس کے کانوں میں مدح و تحسین کے ترانے گونجیں۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۱۷۸)

اُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَيْرِكَ بِقَلْعِهٖ مِنْ صَدْرِكَ.

دوسرے کے سینہ سے کینہ و شر کی جڑ اس طرح کاٹو کہ خود اپنے سینہ سے اسے نکال پھینکو۔

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ اگر تم کسی کی طرف سے دل میں کینہ رکھو گے تو وہ بھی تمہاری طرف سے کینہ رکھے گا۔ لہٰذا اپنے دل کی کدورتوں کو مٹا کر اس کے دل سے بھی کدورت کو مٹا دو، کیونکہ دل دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ جب تمہارے آئینہ دل میں کدورت کا زنگ نہ رہے گا تو اس کے دل سے بھی کدورت جاتی رہے گی اور اسی لئے انسان دوسرے کے دل کی صفائی کا اندازہ اپنے دل کی صفائی سے بآسانی کر لیتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: «سَلْ قَلْبَكَ»: ''اپنے دل سے پوچھو''۔ یعنی جتنا تم مجھے دوست رکھتے ہو اتنا ہی میں تمہیں دوست رکھتا ہوں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دوسرے کو برائی سے روکو تو پہلے خود اس برائی سے باز آؤ۔ اس طرح تمہاری نصیحت دوسرے پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ورنہ بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔

☆☆☆☆☆

(۱۷۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَللَّجَاجَةُ تَسُلُّ الرَّأْيَ.

(۱۷۹)

ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے۔

(۱۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلطَّمَعُ رِقٌّ مُّؤَبَّدٌ.

(۱۸۰)

لالچ ہمیشہ کی غلامی ہے۔

(۱۸۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ثَمَرَةُ التَّفْرِيْطِ النَّدَامَةُ، وَ ثَمَرَةُ الْحَزْمِ السَّلَامَةُ.

(۱۸۱)

کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی اور احتیاط و دور اندیشی کا نتیجہ سلامتی ہے۔

(۱۸۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَاۤ اَنَّهٗ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ.

(۱۸۲)

حکیمانہ بات سے خاموشی اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں، جس طرح جہالت کی بات میں کوئی اچھائی نہیں۔

(۱۸۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا اخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ اِلَّا كَانَتْ اِحْدَاهُمَا ضَلَالَةً.

(۱۸۳)

جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی تو ان میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہو گی۔

(۱۸۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ اُرِيْتُهٗ.

(۱۸۴)

جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔

(۱۸۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا كَذَبْتُ وَ لَا كُذِبْتُ، وَ لَا ضَلَلْتُ وَ لَا ضُلَّ بِيْ.

(۱۸۵)

نہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے، نہ میں خود گمراہ ہوا، نہ مجھے گمراہ کیا گیا۔

(۱۸۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِلظَّالِمِ الْبَادِيْ غَدًا بِكَفِّهٖ عَضَّةٌ.

(۱۸۶)

ظلم میں پہل کرنے والا کل (ندامت سے) اپنا ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹتا ہو گا۔

(۱۸۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرَّحِيْلُ وَشِيْكٌ.

(۱۸۷)

چل چلاؤ قریب ہے۔

(۱۸۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَبْدٰى صَفْحَتَهٗ لِلْحَقِّ هَلَكَ.

(۱۸۸)

جو حق سے منہ موڑتا ہے، تباہ ہو جاتا ہے۔

(۱۸۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ لَّمْ يُنْجِهِ الصَّبْرُ اَهْلَكَهُ الْجَزَعُ.

(۱۸۹)

جسے صبر رہائی نہیں دلاتا اسے بیتابی و بے قراری ہلاک کر دیتی ہے۔

(۱۹۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَا عَجَبَاهُ! اَتَكُوْنُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَ الْقَرَابَةِ؟.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ رُوِیَ لَهٗ شِعْرٌ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰى، وَهُوَ:

فَاِنْ كُنْتَ بِالشُّوْرٰى مَلَكْتَ اُمُوْرَهُمْ
فَكَيْفَ بِهٰذَا وَ الْمُشِيْرُوْنَ غُيَّبٌ؟
وَ اِنْ كُنْتَ بِالْقُرْبٰى حَجَجْتَ خَصِيْمَهُمْ
فَغَيْرُكَ اَوْلٰى بِالنَّبِیِّ وَ اَقْرَبُ

(۱۹۰)

العجب! کیا خلافت کا معیار بس صحابیت اور قرابت ہی ہے؟!

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: اس مضمون کے اشعار بھی حضرتؑ سے مروی ہیں جو یہ ہیں:

اگر تم شوریٰ کے ذریعہ لوگوں کے سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے ہو تو یہ کیسے؟ جبکہ مشورہ دینے کے حقدار افراد غیر حاضر تھے۔ اور اگر قرابت کی وجہ سے تم اپنے حریف پر غالب آئے ہو تو پھر تمہارے علاوہ دوسرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ حقدار اور ان سے زیادہ قریبی ہے۔

(۱۹۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّمَا الْمَرْءُ فِی الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيْهِ الْمَنَايَا، وَ نَهْبٌ تُبَادِرُهُ الْمَصَآئِبُ، وَ مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَ فِیْ كُلِّ اَكْلَةٍ غَصَصٌ، وَ لَا يَنَالُ الْعَبْدُ نِعْمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخْرٰى، وَ لَا يَسْتَقْبِلُ يَوْمًا مِّنْ عُمُرِهٖ اِلَّا بِفِرَاقِ اٰخَرَ مِنْ اَجَلِهٖ.

فَنَحْنُ اَعْوَانُ الْمَنُوْنِ، وَ اَنْفُسُنَا نَصْبُ الْحُتُوْفِ، فَمِنْ اَيْنَ نَرْجُوا الْبَقَآءَ، وَ هٰذَا اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ لَمْ يَرْفَعَا مِنْ شَیْءٍ شَرَفًا، اِلَّاۤ اَسْرَعَا الْكَرَّةَ فِیْ هَدْمِ مَا بَنَيَا، وَ تَفْرِيْقِ

(۱۹۱)

دنیا میں انسان موت کی تیر اندازی کا ہدف اور مصیبت و ابتلا کی غارت گری کی جولانگاہ ہے، جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر لقمہ میں گلو گیر پھندا ہے، اور جہاں بندہ ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتا جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے، اور اس کی عمر کا ایک دن آتا نہیں جب تک کہ ایک دن اس کی عمر سے کم نہ ہو جائے۔

ہم موت کے مددگار ہیں اور ہماری جانیں ہلاکت کی زد پر ہیں۔ تو اس صورت میں ہم کہاں سے بقا کی امید کر سکتے ہیں؟ جبکہ شب و روز کسی عمارت کو بلند نہیں کرتے، مگر یہ کہ حملہ آور ہو کر جو بنایا ہے اسے گراتے اور جو یکجا کیا ہے اسے بکھیرتے

مَا جَمَعَا؟!.

ہوتے ہیں۔

(۱۹۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَا ابْنَ اٰدَمَ! مَا كَسَبْتَ فَوْقَ قُوْتِكَ، فَاَنْتَ فِيْهِ خَازِنٌ لِّغَيْرِكَ.

(۱۹۲)

اے فرزند آدم! تو نے اپنی غذا سے جو زیادہ کمایا ہے اس میں دوسرے کا خزانچی ہے۔

(۱۹۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلْقُلُوْبِ شَهْوَةً وَّ اِقْبَالًا وَّ اِدْبَارًا، فَاْتُوْهَا مِنْ قِبَلِ شَهْوَتِهَا وَ اِقْبَالِهَا، فَاِنَّ الْقَلْبَ اِذَا اُكْرِهَ عَمِيَ.

(۱۹۳)

دلوں کیلئے رغبت و میلان، آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سے اس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو، کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

(۱۹٤) وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ:

مَتٰى اَشْفِيْ غَيْظِيْۤ اِذَا غَضِبْتُ؟ اَحِيْنَ اَعْجِزُ عَنِ الْاِنْتِقَامِ فَيُقَالُ لِيْ لَوْ صَبَرْتَ؟ اَمْ حِيْنَ اَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَيُقَالُ لِيْ: لَوْ عَفَوْتَ.

(۱۹۴)

جب غصہ مجھے آئے تو کب اپنے غصہ کو اتاروں؟ کیا اس وقت کہ جب انتقام نہ لے سکوں اور یہ کہا جائے کہ صبر کیجئے، یا اس وقت کہ جب انتقام پر قدرت ہو اور کہا جائے کہ بہتر ہے درگزر کیجئے۔

(۱۹٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ مَرَّ بِقَذَرٍ عَلٰى مَزْبَلَةٍ:

هٰذَا مَا بَخِلَ بِهِ الْبَاخِلُوْنَ.

وَ رُوِيَ فِيْ خَبَرٍ اٰخَرَ اَنَّهٗ قَالَ:

هٰذَا مَا كُنْتُمْ تَتَنَافَسُوْنَ فِيْهِ بِالْاَمْسِ.

(۱۹۵)

آپؑ کا گزر ہوا ایک گھورے کی طرف سے جس پر غلاظتیں تھیں، فرمایا:

یہ وہ ہے جس کے ساتھ بخل کرنے والوں نے بخل کیا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپؑ نے فرمایا:

یہ وہ ہے جس پر تم لوگ کل ایک دوسرے پر رشک کرتے تھے۔

(۱۹٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمْ يَذْهَبْ مِنْ مَّالِكَ مَا وَعَظَكَ.

(۱۹۶)

تمہارا وہ مال اکارت نہیں گیا جو تمہارے لئے عبرت و نصیحت کا باعث بن جائے۔

جو شخص مال و دولت کھو کر تجربہ و نصیحت حاصل کرے اسے ضیاعِ مال کی فکر نہ کرنا چاہیے اور مال کے مقابلہ میں تجربہ کو گراں قدر سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ مال تو یوں بھی ضائع ہو جاتا ہے، مگر تجربہ آئندہ کے خطرات سے بچا لے جاتا ہے۔ چنانچہ ایک عالم سے جو مالدار ہونے کے بعد فقیر و نادار ہو چکا تھا، پوچھا گیا کہ تمہارا مال کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے اس سے تجربات خرید لئے ہیں جو میرے لئے مال سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں، لہٰذا سب کچھ کھو دینے کے بعد بھی میں نقصان میں نہیں رہا۔

(١٩٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْاَبْدَانُ، فَابْتَغُوْا لَهَا طَرَآئِفَ الْحِكْمَةِ.

(١٩٧)

یہ دل بھی اسی طرح تھکتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں۔ لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کیلئے لطیف حکیمانہ جملے تلاش کرو۔

(١٩٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْخَوَارِجِ «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ»:

كَلِمَةُ حَقٍّ يُّرَادُ بِهَا بَاطِلٌ.

(١٩٨)

جب خوارج کا قول «لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ» (حکم اللہ سے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا:

یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس سے مراد لیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔

(١٩٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ صِفَةِ الْغَوْغَآءِ:

هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا اجْتَمَعُوْا غَلَبُوْا، وَ اِذَا تَفَرَّقُوْا لَمْ يُعْرَفُوْا.

وَ قِيْلَ: بَلْ قَالَ عليه السلام:

هُمُ الَّذِيْنَ اِذَا اجْتَمَعُوْا ضَرُّوْا، وَ اِذَا تَفَرَّقُوْا نَفَعُوْا.

فَقِيْلَ: قَدْ عَرَفْنَا مَضَرَّةَ اجْتِمَاعِهِمْ، فَمَا مَنْفَعَةُ افْتِرَاقِهِمْ؟ فَقَالَ:

يَرْجِعُ اَصْحَابُ الْمِهَنِ اِلٰى مِهَنِهِمْ، فَيَنْتَفِعُ النَّاسُ بِهِمْ، كَرُجُوْعِ الْبَنَّآءِ اِلٰى بِنَآئِهٖ، وَ النَّسَّاجِ اِلٰى مَنْسَجِهٖ، وَ الْخَبَّازِ اِلٰى مَخْبَزِهٖ.

(١٩٩)

بازاری آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا:

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ مجتمع ہوں تو چھا جاتے ہیں اور جب منتشر ہوں تو پہچانے نہیں جاتے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ:

جب اکٹھا ہوتے ہیں تو باعث ضرر ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔

لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے مجتمع ہونے کا نقصان تو معلوم ہے مگر ان کے منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ:

پیشہ ور اپنے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو لوگ ان کے ذریعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسے معمار اپنی (زیر تعمیر) عمارت کی طرف، جولاہا اپنے کاروبار کی جگہ کی طرف اور نانبائی اپنے تنور کی طرف۔

(٢٠٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ اُتِيَ بِجَانٍ وَّ مَعَهٗ غَوْغَآءُ، فَقَالَ:

لَا مَرْحَبًا بِوُجُوْهٍ لَّا تُرٰى اِلَّا عِنْدَ كُلِّ

(٢٠٠)

آپؑ کے سامنے ایک مجرم لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو آپؑ نے فرمایا:

ان چہروں پر پھٹکار کہ جو ہر رسوائی کے موقع پر ہی نظر

سَوْاَةٍ.

آتے ہیں۔

(۲۰۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ مَعَ كُلِّ اِنْسَانٍ مَّلَكَيْنِ يَحْفَظَانِهٖ، فَاِذَا جَآءَ الْقَدَرُ خَلَّيَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهٗ، وَ اِنَّ الْاَجَلَ جُنَّةٌ حَصِيْنَةٌ.

(۲۰۱)

ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ اس کے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں، اور بے شک انسان کی مقررہ عمر اس کیلئے ایک مضبوط سپر ہے۔

(۲۰۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ قَالَ لَهٗ طَلْحَةُ وَ الزُّبَيْرُ: نُبَايِعُكَ عَلٰۤى اَنَّا شُرَكَآؤُكَ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ:

لَا، وَ لٰكِنَّكُمَا شَرِيْكَانِ فِی الْقُوَّةِ وَ الْاِسْتِعَانَةِ، وَ عَوْنَانِ عَلَى الْعَجْزِ وَ الْاَوَدِ.

(۲۰۲)

طلحہ و زبیر نے حضرتؑ سے کہا کہ ہم اس شرط پر آپؑ کی بیعت کرتے ہیں کہ اس حکومت میں آپؑ کے ساتھ شریک رہیں گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

نہیں، بلکہ تم تقویت پہنچانے اور ہاتھ بٹانے میں شریک اور عاجزی اور سختی کے موقع پر مددگار رہو گے۔

(۲۰۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِنْ قُلْتُمْ سَمِعَ، وَ اِنْ اَضْمَرْتُمْ عَلِمَ، وَ بَادِرُوا الْمَوْتَ الَّذِیْۤ اِنْ هَرَبْتُمْ مِنْهُ اَدْرَكَكُمْ، وَ اِنْ اَقَمْتُمْ اَخَذَكُمْ، وَ اِنْ نَسِيْتُمُوْهُ ذَكَرَكُمْ.

(۲۰۳)

اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے۔ اس موت کی طرف بڑھنے کا سروسامان کرو کہ جس سے بھاگے تو وہ تمہیں پا لے گی اور اگر ٹھہرے تو وہ تمہیں گرفت میں لے لے گی اور اگر تم اسے بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔

(۲۰٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يُزَهِّدَنَّكَ فِی الْمَعْرُوْفِ مَنْ لَّا يَشْكُرُهٗ لَكَ، فَقَدْ يَشْكُرُكَ عَلَيْهِ مَنْ لَّا يَسْتَمْتِعُ بِشَیْءٍ مِّنْهُ، وَ قَدْ تُدْرِكُ مِنْ شُكْرِ الشَّاكِرِ اَكْثَرَ مِمَّاۤ اَضَاعَ الْكَافِرُ، ﴿وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۠﴾.

(۲۰۴)

کسی شخص کا تمہارے حسن سلوک پر شکر گزار نہ ہونا تمہیں نیکی اور بھلائی سے بد دل نہ بنا دے۔ اس لئے کہ بسا اوقات تمہاری اس بھلائی کی وہ قدر کرے گا جس نے اس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور اس ناشکرے نے جتنا تمہارا حق ضائع کیا ہے اس سے کہیں زیادہ تم ایک قدردان کی قدر دانی حاصل کر لو گے، ”اور خدا نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے“۔

(۲۰۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كُلُّ وِعَآءٍ يَّضِيْقُ بِمَا جُعِلَ فِيْهِ اِلَّا وِعَآءَ الْعِلْمِ، فَاِنَّهٗ يَتَّسِعُ.

(۲۰۵)

ہر ظرف اس سے کہ جو اس میں رکھا جائے تنگ ہوتا جاتا ہے، مگر علم کا ظرف وسیع ہوتا جاتا ہے۔

(۲۰۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَوَّلُ عِوَضِ الْحَلِيْمِ مِنْ حِلْمِهٖ اَنَّ النَّاسَ اَنْصَارُهٗ عَلَى الْجَاهِلِ.

(۲۰۶)

بردبار کو اپنی بردباری کا پہلا عوض یہ ملتا ہے کہ لوگ جہالت دکھانے والے کے خلاف اس کے طرفدار ہو جاتے ہیں۔

(۲۰۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنْ لَّمْ تَكُنْ حَلِيْمًا فَتَحَلَّمْ، فَاِنَّهٗ قَلَّ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ اِلَّاۤ اَوْشَكَ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْهُمْ.

(۲۰۷)

اگر تم بردبار نہیں ہو تو بظاہر بردبار بننے کی کوشش کرو، کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت سے شباہت اختیار کرے اور ان میں سے نہ ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان طبعاً حلیم و بردبار نہ ہو تو اسے بردبار بننے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ اپنی اُفتادِ طبیعت کے خلاف حلم و بردباری کا مظاہرہ کرے۔ اگرچہ اسے طبیعت کا رخ موڑنے میں کچھ زحمت محسوس ہوگی، مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ حلم طبعی خصلت کی صورت اختیار کرلے گا اور پھر تکلف کی حاجت نہ رہے گی، کیونکہ عادت رفتہ رفتہ طبیعتِ ثانیہ بن جایا کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۰۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ رَبِحَ، وَ مَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَ مَنْ خَافَ اَمِنَ، وَ مَنِ اعْتَبَرَ اَبْصَرَ، وَ مَنْ اَبْصَرَ فَهِمَ، وَ مَنْ فَهِمَ عَلِمَ.

(۲۰۸)

جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے وہ نقصان میں رہتا ہے۔ جو ڈرتا ہے وہ (عذاب سے) محفوظ ہو جاتا ہے اور جو عبرت حاصل کرتا ہے وہ بینا ہو جاتا ہے، اور جو بینا ہوتا ہے وہ بافہم ہو جاتا ہے، اور جو بافہم ہوتا ہے اسے علم حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲۰۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَتَعْطِفَنَّ الدُّنْيَا عَلَيْنَا بَعْدَ شِمَاسِهَا عَطْفَ الضَّرُوْسِ عَلٰى وَلَدِهَا.

(۲۰۹)

یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی، جس طرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچہ کی طرف جھکتی ہے۔

وَ تَلَا عَقِيْبَ ذٰلِكَ:

﴿وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَۙ﴾.

اس کے بعد حضرتؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

”ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہی کو (اس زمین کا) مالک بنائیں“۔

یہ ارشاد امام منتظر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے متعلق ہے جو سلسلہ امامت کے آخری فرد ہیں۔ ان کے ظہور کے بعد تمام سلطنتیں اور حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ کا مکمل نمونہ نگاہوں کے سامنے آجائے گا۔

هرکسی را دولتی از آسمان آید پدید

دولت آل علیؑ آخر زمان آید پدید

☆☆☆☆☆

(۲۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّقُوا اللّٰهَ تَقِيَّةَ مَنْ شَمَّرَ تَجْرِيْدًا، وَ جَدَّ تَشْمِيْرًا، وَ كَمَّشَ فِيْ مَهَلٍ، وَ بَادَرَ عَنْ وَّجَلٍ، وَ نَظَرَ فِيْ كَرَّةِ الْمَوْئِلِ، وَ عَاقِبَةِ الْمَصْدَرِ، وَ مَغَبَّةِ الْمَرْجِعِ.

(۲۱۰)

اللہ سے ڈرو اس شخص کے ڈرنے کے مانند جس نے دنیا کی وابستگیوں کو چھوڑ کر دامن گردان لیا، اور دامن گردان کر کوشش میں لگ گیا، اور اچھائیوں کیلئے اس وقفۂ حیات میں تیز گامی کے ساتھ چلا، اور خطروں کے پیش نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا، اور اپنی قرار گاہ اور اپنے اعمال کے نتیجہ اور انجام کار کی منزل پر نظر رکھی۔

(۲۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْجُوْدُ حَارِسُ الْاَعْرَاضِ، وَ الْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيْهِ، وَ الْعَفْوُ زَكٰوةُ الظَّفَرِ، وَ السُّلُوُّ عِوَضُكَ مِمَّنْ غَدَرَ، وَ الْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ، وَ قَدْ خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰى بِرَاْيِهٖ، وَ الصَّبْرُ يُنَاضِلُ الْحِدْثَانَ، وَ الْجَزَعُ مِنْ اَعْوَانِ الزَّمَانِ، وَ اَشْرَفُ الْغِنٰى

(۲۱۱)

سخاوت، عزت و آبرو کی پاسبان ہے۔ بُردباری احمق کے منہ کا تسمہ ہے۔ درگزر کرنا کامیابی کی زکوٰۃ ہے۔ جو غداری کرے اسے بھول جانا اس کا بدل ہے۔ مشورہ لینا خود صحیح راستہ پا جانا ہے۔ جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ اپنے کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ صبر مصائب و حوادث کا مقابلہ کرتا ہے۔ بیتابی و بیقراری زمانہ کے مدد گاروں میں سے ہے۔ بہترین دولتمندی آرزوؤں سے ہاتھ اٹھا لینا

تَرْكُ الْمُنٰى، وَ كَمْ مِّنْ عَقْلٍ اَسِيْرٍ تَحْتَ هَوٰى اَمِيْرٍ، وَ مِنَ التَّوْفِيْقِ حِفْظُ التَّجْرِبَةِ، وَ الْمَوَدَّةُ قَرَابَةٌ مُّسْتَفَادَةٌ، وَ لَا تَأْمَنَنَّ مَلُوْلًا.

ہے۔ بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہوا و ہوس کے بار میں دبی ہوئی ہیں۔ تجربہ و آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے۔ دوستی ومحبت اکتسابی قرابت ہے۔ جو تم سے رنجیدہ و دل تنگ ہو اس پر اطمینان واعتماد نہ کرو۔

(۲۱۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ اَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهٖ.

(۲۱۲)

انسان کی خود پسندی اس کی عقل کے حریفوں میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حاسد، محسود کی کسی خوبی وحسن کو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح خود پسندی عقل کے جوہر کا ابھرنا اور اس کے خصائص کا نمایاں ہونا گوارا نہیں کرتی۔ جس سے مغرور و خود بین انسان ان عادات و خصائل سے محروم رہتا ہے جو عقل کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۲۱۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَغْضِ عَلَى الْقَذٰى وَ اِلَّا لَمْ تَرْضَ اَبَدًا.

(۲۱۳)

تکلیف سے چشم پوشی کرو، ورنہ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خامی و کمزوری ہوتی ہے۔ اگر انسان دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں سے متاثر ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کرتا جائے، تو رفتہ رفتہ وہ اپنے دوستوں کو کھو دے گا اور دنیا میں تنہا اور بے یارو مددگار ہو کر رہ جائے گا، جس سے اس کی زندگی تلخ اور الجھنیں بڑھ جائیں گی۔ ایسے موقع پر انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس معاشرہ میں اسے فرشتے نہیں مل سکتے کہ جن سے اسے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ اسے انہی لوگوں میں رہنا سہنا اور انہی لوگوں میں زندگی گزارنا ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان کی کمزوریوں کو نظر انداز کرے اور ان کی ایذا رسانیوں سے چشم پوشی کرتا رہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۱۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۱۴)

مَنْ لَّانَ عُوْدُهٗ كَثُفَتْ اَغْصَانُهٗ.

جس (درخت) کی لکڑی نرم ہو اس کی شاخیں گھنی ہوتی ہیں۔

جو شخص تند خو اور بد مزاج ہو وہ کبھی اپنے ماحول کو خوشگوار بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کے ملنے والے بھی اس کے ہاتھوں نالاں اور اس سے بیزار رہیں گے اور جو خوش خلق اور شیریں زبان ہو لوگ اس کے قرب کے خواہاں اور اس کی دوستی کے خواہشمند ہوں گے اور وقت پڑنے پر اس کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے، جس سے وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنا لے جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۱۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۱۵)

اَلْخِلَافُ يَهْدِمُ الرَّاْیَ.

مخالفت صحیح رائے کو برباد کر دیتی ہے۔

(۲۱۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۱۶)

مَنْ نَّالَ اسْتَطَالَ.

جو منصب پالیتا ہے دست درازی کرنے لگتا ہے۔

(۲۱۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۱۷)

فِیْ تَقَلُّبِ الْاَحْوَالِ عِلْمُ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ.

حالات کے پلٹوں ہی میں مردوں کے جوہر کھلتے ہیں۔

(۲۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۱۸)

حَسَدُ الصَّدِيْقِ مِنْ سُقْمِ الْمَوَدَّةِ.

دوست کا حسد کرنا دوستی کی خامی ہے۔

(۲۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۲۱۹)

اَكْثَرُ مَصَارِعِ الْعُقُوْلِ تَحْتَ بُرُوْقِ الْمَطَامِعِ.

اکثر عقلوں کا ٹھوکر کھا کر گرنا طمع و حرص کی بجلیاں چمکنے پر ہوتا ہے۔

جب انسان طمع و حرص میں پڑ جاتا ہے تو رشوت، چوری، خیانت، سود خواری اور اس قبیل کے دوسرے اخلاقی عیوب اس میں پیدا ہوجاتے ہیں اور عقل ان باطل خواہشوں کی جگمگاہٹ سے اس طرح خیرہ ہو جاتی ہے کہ اسے ان قبیح افعال کے عواقب و نتائج نظر ہی نہیں آتے کہ وہ اسے روکے ٹوکے اور اس خواب غفلت سے جھنجھوڑے۔ البتہ جب دنیا سے رخت سفر باندھنے پر تیار ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جو کچھ سمیٹا تھا وہ یہیں کیلئے تھا، ساتھ نہیں لے جاسکتا، تو اس وقت اس کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

(۲۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ الْقَضَآءُ عَلَى الثِّقَةِ بِالظَّنِّ.

(۲۲۰)

یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن وگمان پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

(۲۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِئْسَ الزَّادُ اِلَى الْمَعَادِ الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ.

(۲۲۱)

آخرت کیلئے بہت برا توشہ ہے بندگان خدا پر ظلم و تعدی کرنا۔

(۲۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنْ اَشْرَفِ اَعْمَالِ الْكَرِيْمِ غَفْلَتُهٗ عَمَّا يَعْلَمُ.

(۲۲۲)

بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے چشم پوشی کرے جنہیں وہ جانتا ہے۔

(۲۲۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ كَسَاهُ الْحَيَآءُ ثَوْبَهٗ لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهٗ.

(۲۲۳)

جس پر حیا نے اپنا لباس پہنا دیا ہے اس کے عیب لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں آسکتے۔

جوشخص حیا کے جوہر سے آراستہ ہوتا ہے اس کیلئے حیا ایسے امور کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے جو معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے اس میں عیب ہوتا ہی نہیں کہ دوسرے دیکھیں اور اگر کسی امر قبیح کا اس سے ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو حیا کی وجہ سے علانیہ مرتکب نہیں ہوتا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کے عیب پر پڑسکیں۔

☆☆☆☆☆

(۲۲٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُوْنُ الْهَيْبَةُ، وَ بِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُوْنَ، وَ بِالْاِفْضَالِ تَعْظُمُ الْاَقْدَارُ، وَ بِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ النِّعْمَةُ، وَ بِاحْتِمَالِ الْمُؤَنِ يَجِبُ السُّؤْدَدُ، وَ بِالسِّيْرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِئُ، وَ بِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيْهِ تَكْثُرُ الْاَنْصَارُ عَلَيْهِ.

(۲۲۴)

زیادہ خاموشی رعب و ہیبت کا باعث ہوتی ہے، اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لطف وکرم سے قدر و منزلت بلند ہوتی ہے۔ جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے۔ دوسروں کا بوجھ بٹانے سے لازماً سرداری حاصل ہوتی ہے، اور خوش رفتاری سے کینہ ور دشمن مغلوب ہوتا ہے، اور سر پھرے آدمی کے مقابلہ میں بردباری کرنے سے اس کے مقابلہ میں اپنے طرفدار زیادہ ہوجاتے ہیں۔

(۲۲۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَجَبُ لِغَفْلَةِ الْحُسَّادِ عَنْ سَلَامَةِ الْاَجْسَادِ.

(۲۲۵)

تعجب ہے کہ حاسد جسمانی تندرستی پر حسد کرنے سے کیوں غافل ہو گئے۔

"حاسد" دوسروں کے مال و جاہ پر تو حسد کرتا ہے، مگر ان کی صحت و توانائی پر حسد نہیں کرتا، حالانکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے زیادہ گرانقدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دولت و ثروت کے اثرات ظاہری طمطراق اور آرام و آسائش کے اسباب سے نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور صحت ایک عمومی چیز قرار پا کر ناقدری کا شکار ہو جاتی ہے اور اسے اتنا بے قدر سمجھا جاتا ہے کہ حاسد بھی اسے حسد کے قابل نہیں سمجھتے۔ چنانچہ ایک دولت مند کو دیکھتا ہے تو اس کے مال و دولت پر اسے حسد ہوتا ہے اور ایک مزدور کو دیکھتا ہے کہ جو سر پر بوجھ اٹھائے دن بھر چلتا پھرتا ہے تو وہ اس کی نظروں میں قابل حسد نہیں ہوتا۔ گویا صحت و توانائی اس کے نزدیک حسد کے لائق چیز نہیں ہے کہ اس پر حسد کرے۔ البتہ جب خود بیمار پڑتا ہے تو اسے صحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اسے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ قابل حسد یہی صحت تھی جو اَب تک اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

مقصد یہ ہے کہ صحت کو ایک گرانقدر نعمت سمجھنا چاہیے اور اس کی حفاظت و نگہداشت کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

(۲۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلطَّامِعُ فِيْ وِثَاقِ الذُّلِّ.

(۲۲۶)

طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار رہتا ہے۔

(۲۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ سُئِلَ عَنِ الْاِيْمَانِ فَقَالَ:

اَلْاِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَ عَمَلٌ بِالْاَرْكَانِ.

(۲۲۷)

آپؑ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ:

ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضا سے عمل کرنا ہے۔

(۲۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَصْبَحَ عَلَى الدُّنْيَا حَزِيْنًا فَقَدْ اَصْبَحَ لِقَضَآءِ اللّٰهِ سَاخِطًا، وَ مَنْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ مُصِيْبَةً نَّزَلَتْ بِهٖ فَقَدْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ رَبَّهٗ، وَ مَنْ اَتٰى غَنِيًّا فَتَوَاضَعَ لَهٗ لِغِنَاهُ ذَهَبَ

(۲۲۸)

جو دنیا کیلئے اندوہناک ہو وہ قضا و قدر الٰہی سے ناراض ہے، اور جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے تو وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے، اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولتمندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے، اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر

ثُلُثَا دِيْنِهٖ، وَ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَهُوَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّخِذُ اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا، وَ مَنْ لَّهِجَ قَلْبُهٗ بِحُبِّ الدُّنْيَا الْتَاطَ قَلْبُهٗ مِنْهَا بِثَلَاثٍ: هَمٍّ لَّا يُغِبُّهٗ، وَ حِرْصٍ لَّا يَتْرُكُهٗ، وَ اَمَلٍ لَّا يُدْرِكُهٗ.

دوزخ میں داخل ہو تو وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ہو گا جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے، اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہو جائے تو اس کے دل میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہو جاتی ہیں: ایسا غم کہ جو اس سے جدا نہیں ہوتا، اور ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی، اور ایسی امید کہ جو بر نہیں آتی۔

(۲۲۹) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَفٰى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكًا، وَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِيْمًا.

وَ سُئِلَ عليه السلام عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾، فَقَالَ: هِيَ الْقَنَاعَةُ.

(۲۲۹)

قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش و آرام نہیں ہے۔

حضرتؑ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ: ”ہم اس کو پاک و پاکیزہ زندگی دیں گے“، آپؑ نے فرمایا کہ: وہ قناعت ہے۔

”حسنِ خلق“ کو نعمت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح نعمت باعث لذت ہوتی ہے، اسی طرح انسان خوش اخلاقی و نرمی سے دوسروں کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اپنے ماحول کو خوشگوار بنا سکتا ہے اور اپنے لئے لذت و راحت کا سامان کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اور قناعت کو سرمایہ و جاگیر اس لئے قرار دیا ہے کہ جس طرح ملک و جاگیر احتیاج کو ختم کر دیتی ہے، اسی طرح جب انسان قناعت اختیار کر لیتا ہے اور اپنے رزق پر خوش رہتا ہے تو وہ خلق سے مستغنی اور احتیاج سے دور ہو جاتا ہے۔

هر که قانع شد به خشک و تر، شهِ بحر و بر است

☆☆☆☆☆

(۲۳۰) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

شَارِكُوا الَّذِیْ قَدْ اَقْبَلَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ، فَاِنَّهٗ اَخْلَقُ لِلْغِنٰى، وَ اَجْدَرُ بِاِقْبَالِ الْحَظِّ عَلَيْهِ.

(۲۳۰)

جس کی طرف فراخ روزی رُخ کئے ہوئے ہو اس کے ساتھ شرکت کرو، کیونکہ اس میں دولت حاصل کرنے کا زیادہ امکان اور خوش نصیبی کا زیادہ قرینہ ہے۔

(۲۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾:

اَلْعَدْلُ الْاِنْصَافُ، وَ الْاِحْسَانُ التَّفَضُّلُ.

(۲۳۱)

خداوند عالم کے ارشاد کے متعلق کہ: "اللہ تمہیں عدل و احسان کا حکم دیتا ہے"، فرمایا:

''عدل'' انصاف ہے اور ''احسان'' لطف و کرم۔

(۲۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ يُّعْطِ بِالْيَدِ الْقَصِيْرَةِ يُعْطَ بِالْيَدِ الطَّوِيْلَةِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ: اَنَّ مَا يُنْفِقُهُ الْمَرْءُ مِنْ مَّالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ الْخَيْرِ وَ الْبِرِّ وَ اِنْ كَانَ يَسِيْرًا، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَجْعَلُ الْجَزَآءَ عَلَيْهِ عَظِيْمًا كَثِيْرًا، وَ الْيَدَانِ هٰهُنَا عِبَارَتَانِ عَنِ النِّعْمَتَيْنِ، فَفَرَّقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ نِعْمَةِ الْعَبْدِ وَ نِعْمَةِ الرَّبِّ، فَجَعَلَ تِلْكَ قَصِيْرَةً وَّ هٰذِهٖ طَوِيْلَةً، لِاَنَّ نِعَمَ اللّٰهِ اَبَدًا تَضْعُفُ عَلٰى نِعَمِ الْمَخْلُوْقِ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً، اِذْ كَانَتْ نِعَمُ اللّٰهِ اَصْلَ النِّعَمِ كُلِّهَا، فَكُلُّ نِعْمَةٍ اِلَيْهَا تَرْجِعُ، وَ مِنْهَا تُنْزَعُ.

(۲۳۲)

جو عاجز و قاصر ہاتھ سے دیتا ہے اسے با اقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے جو کچھ خیر و نیکی کی راہ میں خرچ کرتا ہے اگرچہ وہ کم ہو، مگر خداوند عالم اس کا اجر بہت زیادہ قرار دیتا ہے۔ اور اس مقام پر دو ہاتھوں سے مراد دو نعمتیں ہیں ۔اور امیر المومنین علیہ السلام نے بندہ کی نعمت اور پروردگار کی نعمت میں فرق بتایا ہے کہ: وہ تو عجز و قصور کی حامل ہے اور وہ بااقتدار ہے، کیونکہ اللہ کی عطا کردہ نعمتیں مخلوق کی دی ہوئی نعمتوں سے ہمیشہ بدرجہا بڑھی چڑھی ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ ہی کی نعمتیں تمام نعمتوں کا سر چشمہ ہیں۔ لہٰذا ہر نعمت انہی نعمتوں کی طرف پلٹتی ہے اور انہی سے وجود پاتی ہے۔

(۲۳۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِابْنِهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

لَا تَدْعُوَنَّ اِلٰى مُبَارَزَةٍ، وَ اِنْ دُعِيْتَ اِلَيْهَا فَاَجِبْ، فَاِنَّ الدَّاعِیَ بَاغٍ، وَ الْبَاغِیَ مَصْرُوْعٌ.

(۲۳۳)

اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام سے فرمایا:

کسی کو مقابلہ کیلئے خود نہ للکارو۔ ہاں اگر دوسرا للکارے تو فوراً جواب دو۔ اس لئے کہ جنگ کی خود سے دعوت دینے والا زیادتی کرنے والا ہے اور زیادتی کرنے والا تباہ ہوتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن آمادۂ پیکار ہو اور جنگ میں پہل کرے تو اس موقع پر اس کی روک تھام کیلئے قدم اٹھانا چاہیے اور از خود حملہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ سراسر ظلم و تعدی ہے اور جو ظلم و تعدی کا مرتکب ہوگا، وہ اس کی پاداش میں خاک مذلت پر پچھاڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام ہمیشہ

دشمن کے للکارنے پر میدان میں آتے اور خود سے دعوت مقابلہ نہ دیتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ:

مَا سَمِعْنَا اَنَّهُ عَلَیْهِ السَّلَام دَعَا اِلٰی مُبَارَزَةٍ قَطُّ، وَ اِنَّمَا كَانَ يُدْعٰى هُوَ بِعَيْنِهٖ، اَوْ يَدْعُوْ مَنْ يُّبَارِزُ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ، فَيَقْتُلُهٗ.

ہمارے سننے میں نہیں آیا کہ حضرتؑ نے کبھی کسی کو مقابلہ کیلئے للکارا ہو بلکہ جب مخصوص طور پر آپؑ کو دعوت مقابلہ دی جاتی تھی یا عمومی طور پر دشمن للکارتا تھا، تو اس کے مقابلہ میں نکلتے تھے اور اسے قتل کر دیتے تھے۔

(شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۳۴۴)

☆☆☆☆☆

(۲۳۴) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

خِيَارُ خِصَالِ النِّسَآءِ شِرَارُ خِصَالِ الرِّجَالِ: الزَّهْوُ وَ الْجُبْنُ وَ الْبُخْلُ.

فَاِذَا كَانَتِ الْمَرْاَةُ مَزْهُوَّةً لَّمْ تُمَكِّنْ مِّنْ نَّفْسِهَا، وَ اِذَا كَانَتْ بَخِيْلَةً حَفِظَتْ مَالَهَا وَ مَالَ بَعْلِهَا، وَ اِذَا كَانَتْ جَبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ يَّعْرِضُ لَهَا.

(۲۳۴)

عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں: غرور، بزدلی اور کنجوسی:

اس لئے کہ عورت جب مغرور ہو گی تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی، اور کنجوس ہو گی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی، اور بزدل ہو گی تو وہ ہر اس چیز سے ڈرے گی جو پیش آئے گی۔

(۲۳۵) وَقِيْلَ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ

صِفْ لَنَا الْعَاقِلَ. فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَام:

هُوَ الَّذِیْ يَضَعُ الشَّیْءَ مَوَاضِعَهٗ.

فَقِيْلَ: فَصِفْ لَنَا الْجَاهِلَ. فَقَالَ:

قَدْ فَعَلْتُ.

قَالَ الرَّضِیُّ: يَعْنِیْ: اَنَّ الْجَاهِلَ هُوَ الَّذِیْ لَا يَضَعُ الشَّیْءَ مَوَاضِعَهٗ، فَكَانَ تَرْكُ صِفَتِهٖ صِفَةً لَّهٗ، اِذْ كَانَ بِخِلَافِ وَصْفِ الْعَاقِلِ.

(۲۳۵)

آپؑ سے عرض کیا گیا کہ عقلمند کے اوصاف بیان کیجئے! فرمایا:
عقلمند وہ ہے جو ہر چیز کو اس کے موقع و محل پر رکھے۔
پھر آپؑ سے کہا گیا کہ جاہل کا وصف بتایئے تو فرمایا کہ:
میں بیان کر چکا۔

سیدرضیؒ فرماتے ہیں کہ: مقصد یہ ہے کہ جاہل وہ ہے جو کسی چیز کو اس کے موقع و محل پر نہ رکھے۔ گویا حضرتؑ کا اسے نہ بیان کرنا ہی بیان کرنا ہے، کیونکہ اس کے اوصاف عقلمند کے اوصاف کے برعکس ہیں۔

(۲۳٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَاللّٰهِ لَدُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَهْوَنُ فِیْ عَيْنِیْ مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيْرٍ فِیْ يَدِ مَجْذُوْمٍ.

(۲۳۶)

خدا کی قسم! تمہاری یہ دنیا میرے نزدیک سور کی ان انتڑیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کسی کوڑھی کے ہاتھ میں ہوں۔

(۲۳۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيْدِ، وَ اِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْاَحْرَارِ.

(۲۳۷)

ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت و خواہش کے پیشِ نظر کی، یہ سودا کرنے والوں کی عبادت ہے، اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی، یہ غلاموں کی عبادت ہے، اور ایک جماعت نے از روئے شکر و سپاس گزاری اس کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے۔

(۲۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَرْاَةُ شَرٌّ كُلُّهَا، وَ شَرُّ مَا فِيْهَاۤ اَنَّهٗ لَابُدَّ مِنْهَا.

(۲۳۸)

عورت سراپا برائی ہے اور سب سے بڑی برائی اس میں یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

(۲۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَطَاعَ التَّوَانِیَ ضَيَّعَ الْحُقُوْقَ، وَ مَنْ اَطَاعَ الْوَاشِیَ ضَيَّعَ الصَّدِيْقَ.

(۲۳۹)

جو شخص سستی و کاہلی کرتا ہے وہ اپنے حقوق کو ضائع و برباد کر دیتا ہے، اور جو چغل خور کی بات پر اعتماد کرتا ہے وہ دوست کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتا ہے۔

(۲٤۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَجَرُ الْغَصِيْبُ فِی الدَّارِ رَهْنٌ عَلٰى خَرَابِهَا.

قَالَ الرَّضِیُّ: وَ يُرْوٰى هٰذَا الْكَلَامُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم، وَ لَا عَجَبَ اَنْ يَّشْتَبِهَ الْكَلَامَانِ، لِاَنَّ مُسْتَقَاهُمَا مِنْ قَلِيْبٍ، وَ مَفْرَغَهُمَا مِنْ ذَنُوْبٍ.

(۲۴۰)

گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: ایک روایت میں یہ کلام رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے منقول ہوا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا کہ دونوں کے کلام ایک دوسرے کے مثل ہوں، کیونکہ دونوں کا سر چشمہ تو ایک ہی ہے۔

(۲۴۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَوْمُ الْمَظْلُوْمِ عَلَى الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الظَّالِمِ عَلَى الْمَظْلُوْمِ.

(۲۴۱)

مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ سخت ہو گا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

دنیا میں ظلم سہہ لینا آسان ہے، مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم سہنے کا عرصہ زندگی بھر کیوں نہ ہو پھر بھی محدود ہے اور ظلم کی پاداش جہنم ہے، جس کا سب سے زیادہ ہولناک پہلو یہ ہے کہ وہاں زندگی ختم نہ ہوگی کہ موت دوزخ کے عذاب سے بچالے جائے۔ چنانچہ ایک ظالم اگر کسی کو قتل کر دیتا ہے تو قتل کے ساتھ ظلم کی حد بھی ختم ہو جائے گی اور اب اس کی گنجائش نہ ہوگی کہ اس پر مزید ظلم کیا جاسکے، مگر اس کی سزا یہ ہے کہ اسے ہمیشہ کیلئے دوزخ میں ڈالا جائے کہ جہاں وہ اپنے کئے کی سزا بھگتتا رہے۔

پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد
در گردن او بماند و بر ما بگذشت

☆☆☆☆☆

(۲۴۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّقِ اللهَ بَعْضَ التُّقٰى وَ اِنْ قَلَّ، وَ اجْعَلْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللهِ سِتْرًا وَ اِنْ رَقَّ.

(۲۴۲)

اللہ سے کچھ تو ڈرو! چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے اور اللہ کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو! چاہے وہ باریک ہی سا ہو۔

(۲۴۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا ازْدَحَمَ الْجَوَابُ خَفِيَ الصَّوَابُ.

(۲۴۳)

جب (ایک سوال کیلئے) جوابات کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جایا کرتی ہے۔

اگر کسی سوال کے جواب میں ہر گوشہ سے آوازیں بلند ہونے لگیں تو ہر جواب نئے سوال کا تقاضا بن کر بحث و جدل کا دروازہ کھول دے گا اور جوں جوں جوابات کی کثرت ہوگی۔ اصل حقیقت کی کھوج اور صحیح جواب کی سراغ رسانی مشکل ہو جائے گی، کیونکہ ہر شخص اپنے جواب کو صحیح تسلیم کرانے کیلئے ادھر اُدھر سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرے گا جس سے سارا معاملہ الجھاؤ میں پڑ جائے گا اور یہ خواب کثرت تعبیر سے خوابِ پریشان ہو کر رہ جائے گا۔

☆☆☆☆☆

(۲۴۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلّٰهِ فِيْ كُلِّ نِعْمَةٍ حَقًّا، فَمَنْ اَدَّاهُ زَادَهٗ مِنْهَا، وَ مَنْ قَصَّرَ عَنْهُ خَاطَرَ بِزَوَالِ نِعْمَتِهٖ.

(۲۴۴)

بے شک اللہ تعالیٰ کیلئے ہر نعمت میں ایک حق ہے، تو جو اس حق کو ادا کرتا ہے اللہ اس کیلئے نعمت کو اور بڑھاتا ہے، اور جو کوتاہی کرتا ہے وہ موجودہ نعمت کو بھی خطرہ میں ڈالتا ہے۔

(۲۴۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا كَثُرَتِ الْمَقْدُرَةُ قَلَّتِ الشَّهْوَةُ.

(۲۴۵)

جب مقدرت زیادہ ہو جاتی ہے تو خواہش کم ہو جاتی ہے۔

(۲۴۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِحْذَرُوْا نِفَارَ النِّعَمِ، فَمَا كُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُوْدٍ.

(۲۴۶)

نعمتوں کے زائل ہونے سے ڈرتے رہو، کیونکہ ہر بے قابو ہو کر نکل جانے والی چیز پلٹا نہیں کرتی۔

(۲۴۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْكَرَمُ اَعْطَفُ مِنَ الرَّحِمِ.

(۲۴۷)

جذبۂ کرم رابطۂ قرابت سے زیادہ لطف و مہربانی کا سبب ہوتا ہے۔

(۲۴۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ.

(۲۴۸)

جو تم سے حسن ظن رکھے اس کے گمان کو سچا ثابت کرو۔

(۲۴۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مَاۤ اَكْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَيْهِ.

(۲۴۹)

بہترین عمل وہ ہے جس کے بجالانے پر تمہیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔

(۲۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَرَفْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بِفَسْخِ الْعَزَآئِمِ، وَ حَلِّ الْعُقُوْدِ، وَ نَقْضِ الْهِمَمِ.

(۲۵۰)

میں نے اللہ سبحانہ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے۔

ارادوں کے ٹوٹنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے خداوند عالم کی ہستی پر اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک کام کے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، مگر وہ ارادہ فعل سے ہمکنار ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ارادوں کا اَدلنا بدلنا اور ان میں تغیر و انقلاب کا رونما ہونا اس کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں پر ایک بالا دست قوت کارفرما ہے جو انہیں عدم سے وجود اور وجود سے عدم میں لانے کی قوت و طاقت رکھتی ہے، اور یہ امر انسان کے احاطۂ اختیار سے باہر ہے۔ لہٰذا اسے اپنے سے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو ارادوں میں ردّ و بدل کرتی رہتی ہے۔

(۲۵۱) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَرَارَةُ الدُّنْيَا حَلَاوَةُ الْاٰخِرَةِ، وَ حَلَاوَةُ الدُّنْيَا مَرَارَةُ الْاٰخِرَةِ.

(۲۵۱)

دنیا کی تلخی آخرت کی خوشگواری ہے اور دنیا کی خوشگواری آخرت کی تلخی ہے۔

(۲۵۲) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَرَضَ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ تَطْهِيْرًا مِّنَ الشِّرْكِ، وَ الصَّلٰوةَ تَنْزِيْهًا عَنِ الْكِبْرِ، وَ الزَّكٰوةَ تَسْبِيْبًا لِّلرِّزْقِ، وَ الصِّيَامَ ابْتِلَآءً لِّاِخْلَاصِ الْخَلْقِ، وَ الْحَجَّ تَقْوِيَةً لِّلدِّيْنِ، وَ الْجِهَادَ عِزًّا لِّلْاِسْلَامِ، وَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ مَصْلَحَةً لِّلْعَوَامِّ، وَ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ رَدْعًا لِّلسُّفَهَآءِ، وَ صِلَةَ الرَّحِمِ مَنْمَاةً لِّلْعَدَدِ، وَ الْقِصَاصَ حَقْنًا لِّلدِّمَآءِ، وَ اِقَامَةَ الْحُدُوْدِ اِعْظَامًا لِّلْمَحَارِمِ، وَ تَرْكَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِيْنًا لِّلْعَقْلِ، وَ مُجَانَبَةَ السَّرِقَةِ اِيْجَابًا لِّلْعِفَّةِ، وَ تَرْكَ الزِّنٰى تَحْصِيْنًا لِّلنَّسَبِ، وَ تَرْكَ اللِّوَاطِ تَكْثِيْرًا لِّلنَّسْلِ، وَ الشَّهَادَةَ اسْتِظْهَارًا عَلَى الْمُجَاحَدَاتِ، وَ تَرْكَ الْكَذِبِ تَشْرِيْفًا لِّلصِّدْقِ، وَ السَّلَامَ اَمَانًا مِّنَ الْمَخَاوِفِ، وَ الْاَمَانَاتِ نِظَامًا لِّلْاُمَّةِ، وَ الطَّاعَةَ تَعْظِيْمًا لِّلْاِمَامَةِ.

(۲۵۲)

خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کیلئے، اور نماز کو فرض کیا رعونت سے بچانے کیلئے، اور زکوٰۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کیلئے، اور روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کیلئے اور حج کو دین کے تقویت پہنچانے کیلئے، اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کیلئے، اور امر بالمعروف کو اصلاحِ خلائق کیلئے، اور نہی عن المنکر کو سر پھروں کی روک تھام کیلئے، اور حقوقِ قرابت کے ادا کرنے کو (یار و انصار کی) گنتی بڑھانے کیلئے، اور قصاص کو خونریزی کے انسداد کیلئے، اور حدود شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کیلئے، اور شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کیلئے، اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کیلئے، اور زنا کاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کیلئے، اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کیلئے، اور گواہی کو انکارِ حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کیلئے، اور جھوٹ سے علیحدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کیلئے، اور قیامِ امن کو خطروں سے تحفظ کیلئے، اور امانتوں کی حفاظت کو اُمت کا نظام درست رکھنے کیلئے، اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے۔

احکام شرع کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ کرنے سے قبل ''ایمان'' کی غرض و غایت کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ ''ایمان'' شرعی احکام کیلئے اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی شرع و آئین کی ضرورت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔

''ایمان'' ہستی خالق کے اقرار اور اُس کی یگانگت کے اعتراف کا نام ہے اور جب انسان کے قلب و ضمیر میں یہ عقیدہ رچ بس جاتا ہے تو وہ کسی

دوسرے کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتا اور نہ کسی طاقت سے مرعوب و متاثر ہوتا ہے، بلکہ ذہنی طور پر تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر خود کو خدائے واحد کا حلقہ بگوش تصور کرتا ہے۔ اور اس طرح توحید سے وابستگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دامن شرک کی آلودگیوں سے آلودہ ہونے نہیں پاتا۔

''نماز'' عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے جو قیام وقعود اور رکوع وسجود پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ اعمال غرور ونخوت کے احساسات کو ختم کرنے، کبر و انانیت کو مٹانے اور عجز و فروتنی کے پیدا کرنے کا کامیاب ذریعہ ہیں۔ کیونکہ متکبرانہ افعال وحرکات سے نفس میں تکبّر و رُعونت کا جذبہ اُبھرتا ہے، اور منکسرانہ اعمال سے نفس میں تذلل وخشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ان اعمال کی بجا آوری سے انسان متواضع ومنکسر المزاج ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وہ عرب کہ جن کے کبر وغرور کا یہ عالم تھا کہ اگر ان کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تھا تو اُسے اُٹھانے کیلئے جھکنا گوارا نہ کرتے تھے اور چلتے ہوئے جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا تھا تو جھک کر اسے درست کرنا عار سمجھتے تھے، سجدوں میں اپنے چہرے خاکِ مذلّت پر بچھانے لگے اور نماز جماعت میں دوسروں کے قدموں کی جگہ پر اپنی پیشانیاں رکھنے لگے اور غرور وعصبیت جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام کی صحیح روح سے آشنا ہوگئے۔

''زکوٰۃ'' یعنی ہر بااستطاعت اپنے مال میں سے ایک مقررہ مقدار سال بسال ان لوگوں کو دے کہ جو وسائل حیات سے بالکل محروم یا سال بھر کے آذوقہ کا کوئی ذریعہ نہ رکھتے ہوں۔ یہ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کا کوئی فرد محتاج ومفلس نہ رہے اور احتیاج و افلاس سے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے محفوظ رہیں اور اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ دولت چلتی پھرتی اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہے اور چند افراد کیلئے مخصوص ہو کر نہ رہ جائے۔

''روزہ'' وہ عبادت ہے جس میں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا اور نہ حسنِ نیّت کے علاوہ کوئی اور جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ تنہائی میں جبکہ بھوک بے چین کئے ہوئے ہو اور پیاس تڑپا رہی ہو، نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھتا ہے، نہ پانی کی خواہش بے قابو ہونے دیتی ہے۔ حالانکہ اگر کھا پی لیا جائے تو کوئی پیٹ میں جھانک کر دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ مگر ضمیر کا حُسن اور خلوص کا جوہر نیت کو ڈانواں ڈول نہیں ہونے دیتا اور یہی روزہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس سے عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

''حج'' کا مقصد یہ ہے کہ حلقہ بگوشانِ اسلام، اطراف واکنافِ عالم سے سمٹ کر ایک مرکز پر جمع ہوں، تاکہ اس عالمی اجتماع سے اسلام کی عظمت کا مظاہرہ ہو اور اللہ کی پرستش وعبادت کا ولولہ تازہ اور آپس میں روابط کے قائم کرنے کا موقع حاصل ہو۔

''جہاد'' کا مقصد یہ ہے کہ جو قوتیں اسلام کی راہ میں مزاحم ہوں اُن کے خلاف امکانی طاقتوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا جائے، تاکہ اسلام کو فروغ واستحکام حاصل ہو۔ اگرچہ اس راہ میں جان کیلئے خطرات پیدا ہوتے ہیں اور قدم قدم پر مشکلیں حائل ہوتی ہیں، مگر راحتِ ابدی وحیات دائمی کی نوید، ان تمام مصیبتوں کو جھیل لے جانے کی ہمت بندھاتی رہتی ہے۔

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' دوسروں کو صحیح راہ دکھانے اور غلط روی سے باز رکھنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اگر کسی قوم میں اس فریضہ کے انجام دینے والے ناپید ہوجاتے ہیں تو پھر اس کو تباہی سے کوئی چیز نہیں بچاسکتی اور وہ اخلاقی وتمدنی لحاظ سے انتہائی پستیوں میں جا گرتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے اور فرائض کے مقابلہ میں اُسے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے پہلو بچالے جانے کو ''ناقابلِ تلافی جُرم'' قرار دیا ہے۔

''صلۂ رحمی'' یہ ہے کہ انسان اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور کم از کم باہمی سلام و کلام کا سلسلہ قطع نہ کرے، تاکہ دلوں میں صفائی پیدا ہو اور خاندان کی شیرازہ بندی ہو کر یہ بکھرے ہوئے افراد ایک دوسرے کے دست و بازو ثابت ہوں۔

''قصاص'' یہ ایک حق ہے جو مقتول کے وارثوں کو دیا گیا ہے کہ وہ قتل کے بدلہ میں قتل کا مطالبہ کریں، تاکہ پاداش جرم کے خوف سے آئندہ کسی کو قتل کی جرأت نہ ہو سکے اور وارثوں کے جوشِ انتقام میں ایک جان سے زیادہ جانوں کے ہلاک ہونے کی نوبت نہ پہنچے۔ بیشک عفو و درگزر اپنے مقام پر فضیلت رکھتی ہے، مگر جہاں حقوقِ بشری کی پامالی اور امن عالم کی تباہی کا سبب بن جائے، اُسے اصلاح نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ اس موقع پر قتل و خونریزی کے انسداد اور حیات انسانی کی بقا کا واحد ذریعہ قصاص ہی ہو گا۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾

اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۹)

''اجرائے حدود'' کا مقصد یہ ہے کہ محرماتِ الٰہیہ کے مرتکب ہونے والے کو جرم کی سنگینی کا احساس دلایا جائے تاکہ وہ سزا و عقوبت کے خوف سے منہیات سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔

''شراب'' ذہنی انتشار، پراگندگیٔ حواس اور زوالِ عقل کا باعث ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں انسان وہ قبیح افعال کر گزرتا ہے جن کی ہوش و حواس کی حالت میں اس سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس کے علاوہ یہ صحت کو تباہ اور طبیعت کو وبائی امراض کی پذیرائی کیلئے مستعد کر دیتی ہے اور بے خوابی، ضعفِ اعصاب اور نقرس وغیرہ امراض اس کا لازمی خاصہ ہیں اور انہی مفاد و مفاسد کو دیکھتے ہوئے شریعت نے اسے حرام کیا ہے۔

''سرقہ'' یعنی دوسروں کے مال میں دست درازی کرنا وہ قبیح عادت ہے جو حرص اور ہوائے نفس کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور چونکہ مشتہیاتِ نفس کو حدِ افراط سے ہٹا کر نقطۂ اعتدال پر لانا عفّت کہلاتا ہے، اس لئے بڑھتی ہوئی خواہش اور طمع کو روک کر چوری سے اجتناب کرنا عفّت کا باعث ہو گا۔

''زنا و لواطہ'' کو اس لئے حرام کیا گیا ہے کہ نسب محفوظ رہے اور نسل انسانی پھلے پھولے اور بڑھے۔ کیونکہ زنا سے پیدا ہونے والی اولاد، اولاد ہی نہیں قرار پاتی کہ اس سے نسب ثابت ہوتا۔ اسی لئے اُسے مستحق میراث نہیں قرار دیا جاتا اور خلافِ فطرت افعال سے نسل کے بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسکے علاوہ ان قبیح افعال کے نتیجہ میں انسان ایسے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے جو قطع نسل کے ساتھ زندگی کی بربادی کا سبب ہوتے ہیں۔

''قانونِ شہادت'' کی اس لئے ضرورت ہے کہ اگر ایک فریق دوسرے فریق کے کسی حق کا انکار کرے تو وہ شہادت کے ذریعہ اپنے حق کا اِثبات کر کے اسے محفوظ کر سکے۔

''کذب و دروغ'' سے اجتناب کا حکم اس لئے ہے تاکہ اس کی ضد یعنی صداقت کی عظمت و اہمیت نمایاں ہو اور سچائی کے مصالح و منافع کو دیکھ کر جھوٹ سے پیدا ہونے والی اخلاقی کمزوریوں سے بچا جائے۔

"سلام"[1] کے معنی امن و صلح پسندی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ صلح پسندانہ روش خطرات سے تحفظ اور جنگ و جدال کی روک تھام کا کامیاب ذریعہ ہے۔ عموماً شارحین نے "سلام" کو باہمی سلام و دُعا کے معنی میں لیا ہے، مگر سیاق کلام اور فرائض کے ذیل میں اس کا تذکرہ اس معنی کی تائید نہیں کرتا۔ بہر حال اس معنی کی رو سے سلام خطرات سے تحفظ کا ذریعہ اس طرح ہے کہ اسے امن و سلامتی کا شعار سمجھا جاتا ہے اور جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر سلام کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی و دوستی کا اعلان کرتے ہیں جس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

"امانت" کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں، بلکہ اپنے متعلقہ امور کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا بھی امانت کے منافی ہے۔ تو جب مسلمان اپنے فرائض و متعلّقہ امور کا لحاظ رکھیں گے تو اس سے نظم و نسق ملت کا مقصد حاصل ہوگا اور جماعت کی شیرازہ بندی پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔

"امامت" کے اجرا کا مقصد یہ ہے کہ اُمت کی شیرازہ بندی ہو اور اسلام کے احکام تبدیل و تحریف سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ اگر اُمت کا کوئی سربراہ اور دین کا کوئی محافظ نہ ہو تو نہ اُمت کا نظم و نسق باقی رہ سکتا ہے اور نہ احکام دوسرے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اور یہ مقصد اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب اُمت پر اس کی اطاعت بھی واجب ہو۔ اس لئے کہ اگر وہ مطاع اور واجب الاطاعت نہ ہوگا تو وہ نہ عدل و انصاف قائم کر سکتا ہے، نہ ظالم سے مظلوم کا حق دلا سکتا ہے، نہ قوانین شریعت کا اجرا و نفاذ کر سکتا ہے اور نہ دنیا سے فتنہ و فساد کے ختم ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

[1] نہج البلاغہ کے عام نسخوں میں لفظ "سلام" ہی تحریر ہے، مگر ابن میثم نے اسے لفظ "اسلام" قرار دیتے ہوئے اس کی شرح کی ہے اور لفظ "سلام" بھی روایت کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نسخہ میں لفظ "اسلام" بھی ہو۔

(٢٥٣) وَكَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَقُوْلُ عليه السلام:

اَحْلِفُوا الظَّالِمَ ـ اِذَا اَرَدْتُّمْ يَمِيْنَهٗ ـ بِاَنَّهٗ بَرِیْٓءٌ مِّنْ حَوْلِ اللّٰهِ وَ قُوَّتِهٖ، فَاِنَّهٗ اِذَا حَلَفَ بِهَا كَاذِبًا عُوْجِلَ الْعُقُوْبَةَ، وَ اِذَا حَلَفَ: بِاللّٰهِ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَمْ يُعَاجَلْ، لِاَنَّهٗ قَدْ وَحَّدَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔

(۲۵۳)

آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ:

اگر کسی ظالم سے قسم لینا ہو تو اس سے اس طرح حلف اٹھواؤ کہ: وہ اللہ کی قوت و توانائی سے بری ہے؟ کیونکہ جب وہ اس طرح جھوٹی قسم کھائے گا تو جلد اس کی سزا پائے گا اور جب یوں قسم کھائے کہ: ''قسم اُس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں'' تو جلد اس کی گرفت نہ ہوگی، کیونکہ اُس نے اللہ کو وحدت و یکتائی کے ساتھ یاد کیا ہے۔

ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے منصور عباسی کے پاس امام جعفر صادق علیہ السلام پر کچھ الزامات عائد کئے جس پر منصور نے حضرتؑ کو طلب کیا اور کہا کہ فلاں شخص نے آپؑ کے بارے میں مجھے یہ اور یہ کہا ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ: یہ سب جھوٹ ہے اور اس میں ذرہ بھر صداقت نہیں، تم اس شخص کو میرے سامنے بلا کر پوچھو۔ چنانچہ اسے بلا کر پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا صحیح اور درست تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ: اگر تم سچ کہتے ہو تو جس طرح میں تمہیں قسم دلاؤں تم قسم کھاؤ۔ چنانچہ حضرتؑ نے اسے یہی قسم دلائی کہ: ''میں خدا کی قوت و طاقت سے بری ہوں''۔ اس قسم کے کھاتے ہی اس پر فالج گرا اور وہ بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا۔ اور امام علیہ السلام عزت و احترام کے ساتھ پلٹ آئے۔

☆☆☆☆☆

(٢٥٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَا بْنَ اٰدَمَ! كُنْ وَّصِیَّ نَفْسِكَ فِیْ مَالِكَ، وَ اعْمَلْ فِيْهِ مَا تُؤْثِرُ اَنْ يُّعْمَلَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِكَ.

(۲۵۴)

اے فرزند آدم! اپنے مال میں اپنا وصی خود بن اور جو تو چاہتا ہے کہ تیرے بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے وہ خود انجام دے دے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کا کچھ حصہ اُمورِ خیر میں صرف کیا جائے تو اُسے موت کا اِنتظار نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ جیتے جی جہاں صرف کرنا چاہتا ہے، صرف کر جائے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث اس کی وصیت پر عمل نہ کریں، یا اُسے وصیّت کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔

زر و نعمت اکنون بدہ کان تست   کہ بعد از تو بیرون ز فرمان تست

☆☆☆☆☆

(۲۵۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ، لِاَنَّ صَاحِبَهَا يَنْدَمُ، فَاِنْ لَّمْ يَنْدَمْ فَجُنُوْنُهٗ مُسْتَحْكَمٌ.

(۲۵۵)

غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے، کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اُس کی دیوانگی پختہ ہے۔

(۲۵٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

صِحَّةُ الْجَسَدِ مِنْ قِلَّةِ الْحَسَدِ.

(۲۵٦)

حسد کی کمی بدن کی تندرستی کا سبب ہے۔

''حسد'' سے دل میں ایک ایسا زہریلا مواد پیدا ہوتا ہے جو حرارت غریزی کو ختم کر دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں جسم نڈھال اور روح پژمردہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لئے حاسد کبھی پھلتا پھولتا نہیں، بلکہ حسد کی آنچ میں پگھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۵۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكُمَيْلِ بْنِ زِيَادِ النَّخَعِيِّ:

يَا كُمَيْلُ! مُرْ اَهْلَكَ اَنْ يَّرُوْحُوْا فِیْ كَسْبِ الْمَكَارِمِ، وَ يُدْلِجُوْا فِیْ حَاجَةِ مَنْ هُوَ نَآئِمٌ، فَوَالَّذِیْ وَسِعَ سَمْعُهُ الْاَصْوَاتَ مَا مِنْ اَحَدٍ اَوْدَعَ قَلْبًا سُرُوْرًا اِلَّا وَ خَلَقَ اللهُ لَهٗ مِنْ ذٰلِكَ السُّرُوْرِ لُطْفًا، فَاِذَا نَزَلَتْ بِهٖ نَآئِبَةٌ جَرٰى اِلَيْهَا كَالْمَآءِ فِیْ انْحِدَارِهٖ، حَتّٰى يَطْرُدَهَا عَنْهُ كَمَا تُطْرَدُ غَرِيْبَةُ الْاِبِلِ.

(۲۵۷)

کمیل ابن زیاد نخعی سے فرمایا:

اے کمیل! اپنے عزیز و اقارب کو ہدایت کرو کہ وہ اچھی خصلتوں کو حاصل کرنے کیلئے دن کے وقت نکلیں اور رات کو سو جانے والے کی حاجت روائی کو چل کھڑے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کی قوتِ شنوائی تمام آوازوں پر حاوی ہے! جس کسی نے بھی کسی کے دل کو خوش کیا تو اللہ اُس کیلئے اُس سرور سے ایک لطفِ خاص خلق فرمائے گا کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ نشیب میں بہنے والے پانی کی طرح تیزی سے بڑھے اور اجنبی اونٹوں کو ہنکانے کی طرح اس مصیبت کو ہنکا کر دور کر دے۔

(۲۵۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَاۤ اَمْلَقْتُمْ فَتَاجِرُوا اللهَ بِالصَّدَقَةِ.

(۲۵۸)

جب تنگدست ہو جاؤ تو صدقہ کے ذریعہ اللہ سے تجارت کرو۔

(۲۵۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْوَفَآءُ لِاَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللهِ، وَ

(۲۵۹)

غداروں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے اور غداروں کے

اَلْغَدْرُ بِاَهْلِ الْغَدْرِ وَفَآءٌ عِنْدَ اللهِ.

ساتھ غداری کرنا اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

(۲۶۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَمْ مِّنْ مُّسْتَدْرَجٍ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ، وَ مَغْرُوْرٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَ مَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِ، وَ مَا ابْتَلَى اللهُ سُبْحَانَهٗ اَحَدًا بِمِثْلِ الْاِمْلَآءِ لَهٗ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْمَا تَقَدَّمَ، اِلَّاۤ اَنَّ فِيْهِ هٰهُنَا زِيَادَةٌ جَيِّدَةٌ مُّفِيْدَةٌ.

(۲۶۰)

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے۔ اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ کلام پہلے بھی گزر چکا ہے، مگر یہاں اس میں کچھ عمدہ اور مفید اضافہ ہے۔

فَصۡلٌ

نَذۡكُرُ فِيۡهِ شَيۡئًا مِنِ اخۡتِيَارِ غَرِيۡبِ كَلَامِهِ الۡمُحۡتَاجِ اِلَى التَّفۡسِيۡرِ:

(۱) فِي حَدِيۡثِهٖ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ ضَرَبَ يَعۡسُوۡبُ الدِّيۡنِ بِذَنَبِهٖ، فَيَجۡتَمِعُوۡنَ اِلَيۡهِ كَمَا يَجۡتَمِعُ قَزَعُ الۡخَرِيۡفِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: اَلۡيَعۡسُوۡبُ: السَّيِّدُ الۡعَظِيۡمُ الۡمَالِكُ لِاُمُوۡرِ النَّاسِ يَوۡمَئِذٍ وَ الۡقَزَعُ: قِطَعُ الۡغَيۡمِ الَّتِيۡ لَا مَآءَ فِيۡهَا.

فصل

اس میں ہم امیر المومنین علیہ السلام کا وہ مشکل و دقیق کلام منتخب کر کے درج کریں گے جو محتاج تشریح ہے:

[۱]

جب وہ وقت آئے گا تو دین کا یعسوب اپنی جگہ پر قرار پائے گا اور لوگ اس طرح سمٹ کر اس طرف بڑھیں گے جس طرح موسم خریف کے قزع جمع ہو جاتے ہیں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ’’یعسوب‘‘ سے وہ بلند مرتبہ سردار مراد ہے جو اس دن لوگوں کے معاملات کا مالک و مختار ہو گا اور ’’قزع‘‘ ابر کی ان ٹکڑیوں کو کہتے ہیں جن میں پانی نہ ہو۔

’’یعسوب‘‘ شہد کی مکھیوں کے سربراہ کو کہتے ہیں اور ’’یعسوبُ الدین‘‘ (حاکمِ دین وشریعت) سے مراد حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ’’امیر نحل‘‘ کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے اور وہ نجاست سے احتراز کرتے ہوئے پھولوں اور شگوفوں سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بھی تمام آلودگیوں سے پاک وصاف اور ہر طرح سے طیب و طاہر ہوں گے۔ اس جملہ کے چند معنی کئے گئے ہیں:

- پہلے معنی یہ ہیں کہ: جب حضرت حجت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف فضائے عالم میں سیر و گردش کے بعد اپنے مرکز پر مقیم ہوں گے۔ کیونکہ امیر نحل دن کا بیشتر حصہ پرواز میں گزارتا ہے اور جب اپنے جسم کا آخری حصہ کہیں پر ٹکا تا ہے تو وہ اپنی حرکت و پرواز کو ختم کر دیتا ہے۔
- دوسرے معنی یہ ہیں کہ: جب حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اپنے رفقاء و انصار کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں گے۔ اس صورت میں ’’ضرب‘‘ کے معنی چلنے پھرنے کے اور ’’ذنب‘‘ سے مراد انصار و اتباع ہوں گے۔
- تیسرے معنی یہ ہیں کہ: جب حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف شمشیر بکف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس صورت میں ’’ضرب ذنب‘‘ کے معنی شہد کی مکھی کے ڈسنے کے ہوں گے۔
- چوتھے معنی یہ ہیں کہ: جب حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف جوش و خروش کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس صورت میں یہ جملہ غضب و ہیجان کی کیفیت اور حملہ آوری کی ہیئت سے کنایہ ہو گا۔

☆☆☆☆☆

(۲) وَفِیۡ حَدِیۡثِہٖ عَلَیۡہِ السَّلَامُ

هٰذَا الۡخَطِیۡبُ الشَّحۡشَحُ.

یُرِیۡدُ الۡمَاهِرَ بِالۡخُطۡبَةِ الۡمَاضِیَ فِیۡهَا، وَ كُلُّ مَاضٍ فِیۡ كَلَامٍ اَوۡ سَیۡرٍ فَهُوَ شَحۡشَحٌ. وَ الشَّحۡشَحُ فِیۡ غَیۡرِ هٰذَا الۡمَوۡضِعِ الۡبَخِیۡلُ الۡمُمۡسِكُ.

[۲]

یہ خطیب شحشح۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: ''شحشح'' کے معنی خطیب ماہر و شعلہ بیان کے ہیں اور جو زبان آوری یا رفتار میں رواں ہو اسے ''شحشح'' کہا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر اس کے معنی بخیل اور کنجوس کے ہوتے ہیں۔

''خطیب ماہر'' سے مراد صعصعہ ابن صوحان عبدی ہیں جو حضرتؑ کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد سے ان کی خطابت کی رفعت اور قوت کلام کی بلندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے:

وَ كَفٰی صَعۡصَعَةَ بِهَا فَخۡرًا اَنۡ یَّكُوۡنَ مِثۡلُ عَلِیٍّ عَلَیۡهِ السَّلَامُ یُثۡنِیۡ عَلَیۡهِ بِالۡمَهَارَةِ وَ فَصَاحَةِ اللِّسَانِ.

صعصعہ کے افتخار کیلئے یہ کافی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ایسے (افصح عالم) ان کی مہارتِ کلام و فصاحتِ بیان کو سراہتے ہیں۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۳۵۵)

☆☆☆☆☆

(۳) وَفِیۡ حَدِیۡثِہٖ عَلَیۡہِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلۡخُصُوۡمَةِ قُحَمًا.

یُرِیۡدُ بِالۡقُحَمِ الۡمَهَالِكَ، لِاَنَّهَا تُقۡحِمُ اَصۡحَابَهَا فِی الۡمَهَالِكِ وَ الۡمَتَالِفِ فِی الۡاَكۡثَرِ، وَ مِنۡ ذٰلِكَ «قُحۡمَةُ الۡاَعۡرَابِ»، وَ هُوَ اَنۡ تُصِیۡبَهُمُ السَّنَةُ فَتَتَعَرَّقَ اَمۡوَالَهُمۡ، فَذٰلِكَ تَقَحُّمُهَا فِیۡهِمۡ. وَ قِیۡلَ فِیۡهِ وَجۡهٌ اٰخَرُ، وَ هُوَ اَنَّهَا تُقۡحِمُهُمۡ بِلَادَ الرِّیۡفِ، اَیۡ: تُحۡوِجُهُمۡ اِلٰی دُخُوۡلِ الۡحَضَرِ عِنۡدَ مُحُوۡلِ الۡبَدۡوِ.

[۳]

لڑائی جھگڑے کا نتیجہ قحم ہوتے ہیں۔

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) ''قحم'' سے تباہیاں مراد ہیں، کیونکہ (اقحام کے معنی ڈھکیلنے کے ہیں اور) لڑائی جھگڑا عموماً لڑنے جھگڑنے والوں کو مہلکوں اور تباہیوں میں ڈھکیل دیتا ہے۔ اور اسی سے ''قحمۃ الاعراب'' (کالفظ) ماخوذ ہے اور وہ یہ ہوتی ہے کہ بادیہ نشین عرب خشک سالیوں میں اس طرح مبتلا ہو جائیں کہ ان کے چوپائے صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ جائیں اور یہی اس بلا کا انہیں ڈھکیل دینا ہے۔ اور اس کی ایک اور بھی توجیہ کی گئی ہے اور وہ یہ کہ: سختی و شدت چونکہ انہیں شاداب حصوں کی طرف ڈھکیل دیتی ہے، یعنی صحرائی زندگی کی سختی و قحط سالی انہیں شہروں میں چلے جانے پر مجبور کر دیتی ہے، (اس لئے اسے ''قحمۃ'' کہا جاتا ہے)۔

(٤) وَفِیْ حَدِیْثِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِذَا بَلَغَ النِّسَآءُ نَصَّ الْحَقَآئِقِ فَالْعَصَبَةُ اَوْلٰی.

وَ یُرْوٰی: نَصَّ الْحِقَاقِ.

وَ النَّصُّ: مُنْتَهَی الْاَشْیَآءِ وَ مَبْلَغُ اَقْصَاهَا كَالنَّصِّ فِی السَّیْرِ، لِاَنَّهٗ اَقْصٰی مَا تَقْدِرُ عَلَیْهِ الدَّآبَّةُ. وَ تَقُوْلُ: نَصَصْتُ الرَّجُلَ عَنِ الْاَمْرِ، اِذَا اسْتَقْصَیْتَ مَسْئَلَتَهٗ عَنْهُ، لِتَسْتَخْرِجَ مَا عِنْدَهٗ فِیْهِ. فَـ «نَصُّ الْحِقَاقِ» یُرِیْدُ بِهِ الْاِدْرَاكَ، لِاَنَّهٗ مُنْتَهَی الصِّغَرِ، وَ الْوَقْتُ الَّذِیْ یَخْرُجُ مِنْهُ الصَّغِیْرُ اِلٰی حَدِّ الْكَبِیْرِ، وَ هُوَ مِنْ اَفْصَحِ الْكِنَایَاتِ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ وَ اَغْرَبِهَا. یَقُوْلُ: فَاِذَا بَلَغَ النِّسَآءُ ذٰلِكَ، فَالْعَصَبَةُ اَوْلٰی بِالْمَرْاَةِ مِنْ اُمِّهَا اِذَا كَانُوْا مَحْرَمًا، مِثْلَ الْاِخْوَةِ وَ الْاَعْمَامِ، وَ بِتَزْوِیْجِهَا اِنْ اَرَادُوْا ذٰلِكَ.

وَ «الْحِقَاقُ»: مُحَاقَّةُ الْاُمِّ لِلْعَصَبَةِ فِی الْمَرْاَةِ، وَ هُوَ الْجِدَالُ وَ الْخُصُوْمَةُ وَ قَوْلُ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِلْاٰخَرِ: «اَنَا اَحَقُّ مِنْكَ بِهٰذَا»، یُقَالُ مِنْهُ: حَاقَقْتُهٗ حِقَاقًا مِثْلَ جَادَلْتُهٗ جِدَالًا.

وَ قَدْ قِیْلَ: اِنَّ نَصَّ الْحِقَاقِ بُلُوْغُ الْعَقْلِ، وَ هُوَ الْاِدْرَاكُ، لِاَنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّمَاۤ اَرَادَ مُنْتَهَی الْاَمْرِ الَّذِیْ تَجِبُ فِیْهِ الْحُقُوْقُ وَ الْاَحْكَامُ، وَ مَنْ رَّوَاهُ نَصَّ الْحَقَآئِقِ، فَاِنَّمَاۤ اَرَادَ جَمْعَ حَقِیْقَةٍ.

هٰذَا مَعْنٰی مَا ذَكَرَهٗ اَبُوْ عُبَیْدٍ الْقَاسِمُ بْنُ

[۴]

جب لڑکیاں نص الحقائق کو پہنچ جائیں تو اُن کیلئے ددھیالی رشتہ دار زیادہ حق رکھتے ہیں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ’’نص الحقائق‘‘ کی جگہ ’’نص الحقاق‘‘ بھی وارد ہوا ہے۔ ’’نص‘‘ چیزوں کی انتہا اور اُن کی آخری حد کو کہتے ہیں۔ جیسے چوپایہ کی وہ انتہائی رفتار کہ جو وہ دوڑ سکتا ہے ’’نص‘‘ کہلاتی ہے اور یونہی «نَصَصْتُ الرَّجُلَ عَنِ الْاَمْرِ» اس موقع پر کہا جائے گا جب کسی شخص سے پوری طرح پوچھ گچھ کرنے کے بعد اس سے سب کچھ اُگلوا لیا ہو۔ تو حضرتؑ نے ’’نص الحقاق‘‘ سے حدِ کمال تک پہنچنا مراد لیا ہے کہ جو بچپن کی حدِ آخر اور وہ زمانہ ہوتا ہے کہ کم سن کم سنی کے حدود سے نکل کر بڑوں کی صف میں داخل ہوتا ہے اور یہ بلوغ کیلئے نہایت فصیح اور بہت عجیب کنایہ ہے۔ حضرتؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ: جب لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں تو ددھیالی رشتہ دار جبکہ وہ محرم بھی ہوں، جیسے بھائی اور چچا، وہ ان کا رشتہ کہیں کرنا چاہیں تو وہ ان کی ماں سے زیادہ رشتہ کے انتخاب کا حق رکھتے ہیں۔

اور ’’حقاق‘‘ سے (لڑکی کی) ماں کا ددھیالی رشتہ داروں سے جھگڑنا مراد ہے اور ہر ایک کا اپنے کو دوسرے سے زیادہ حقدار ثابت کرنا ہے۔ اور اسی سے ’’حاققتہ حقاقا‘‘ بروزن ’’جادلتہ جدالا‘‘ ہے۔ یعنی میں نے اس سے لڑائی جھگڑا کیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ’’نص الحقاق‘‘ سے مراد بلوغ عقل اور حدِ رشد و کمال تک پہنچنا ہے۔ کیونکہ حضرتؑ نے وہ زمانہ مراد لیا ہے کہ جس میں لڑکی پر حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں اور جس نے ’’نص الحقائق‘‘ کی روایت کی ہے اس نے ’’حقائق‘‘ کو حقیقت کی جمع لیا ہے۔

یہ مفاد ہے اس کا جو ابوعبیدہ قاسم ابن سلام نے کہا ہے۔ مگر

سَلَّامٍ وَّ الَّذِیْ عِنْدِیْ: اَنَّ الْمُرَادَ بِنَصِّ الْحِقَاقِ هٰهُنَا بُلُوْغُ الْمَرْاَةِ اِلَى الْحَدِّ الَّذِیْ یَجُوْزُ فِیْهِ تَزْوِیْجُهَا وَ تَصَرُّفُهَا فِیْ حُقُوْقِهَا، تَشْبِیْهًا بِالْحِقَاقِ مِنَ الْاِبِلِ، وَ هِیَ جَمْعُ حِقَّةٍ وَّ حِقٍّ، وَ هُوَ الَّذِیْ اسْتَكْمَلَ ثَلَاثَ سِنِیْنَ وَ دَخَلَ فِی الرَّابِعَةِ، وَ عِنْدَ ذٰلِكَ یَبْلُغُ اِلَى الْحَدِّ الَّذِیْ یُتَمَكَّنُ فِیْهِ مِنْ رُكُوْبِ ظَهْرِهٖ وَ نَصِّهٖ فِی السَّیْرِ، وَ الْحَقَآئِقُ اَیْضًا جَمْعُ حِقَّةٍ، فَالرِّوَایَتَانِ جَمِیْعًا تَرْجِعَانِ اِلٰى مَعْنًى وَّاحِدٍ، وَ هٰذَا اَشْبَهُ بِطَرِیْقَةِ الْعَرَبِ مِنَ الْمَعْنَى الْمَذْكُوْرِ اَوَّلًا.

میرے خیال میں اس مقام پر ''نص الحقاق'' سے مراد یہ ہے کہ لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں کہ جس میں ان کیلئے عقد اور اپنے حقوق کا خود استعمال جائز ہوتا ہے۔ اس طرح اسے سہ سالہ اُونٹنیوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور ''حقاق''، حق اور حقّہ کی جمع ہے۔ یہ اس اُونٹنی اور اُونٹ کو کہتے ہیں جو تین سال ختم کرنے کے بعد چوتھے سال میں داخل ہو، اور اُونٹ اُس عمر میں سواری اور تیز دوڑانے کے قابل ہو جاتے ہیں اور ''حقائق'' بھی ''حقّہ'' کی جمع ہے۔ اس بنا پر دونوں روایتوں کے ایک ہی معنی ہوں گے۔ اور یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں، پہلے معنی سے زیادہ اسلوب کلام عرب سے میل کھاتے ہیں۔

(۵) وَفِیْ حَدِیْثِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

[۵]

اِنَّ الْاِیْمَانَ یَبْدُوْ لُمْظَةً فِی الْقَلْبِ، كُلَّمَا ازْدَادَ الْاِیْمَانُ ازْدَادَتِ اللُّمْظَةُ.

ایمان ایک ''لُمظہ'' کی صورت سے دل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا ہے وہ ''لمظہ'' بھی بڑھتا جاتا ہے۔

وَ اللُّمْظَةُ مِثْلُ النُّكْتَةِ اَوْ نَحْوِهَا مِنَ الْبَیَاضِ. وَ مِنْهُ قِیْلَ: فَرَسٌ اَلْمَظُ، اِذَا كَانَ بِجَحْفَلَتِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْبَیَاضِ.

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) ''لُمظہ'' سفید نُقطہ یا اُس کے مانند سفید نشان کو کہتے ہیں اور اسی سے ''فرس المظ'' اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جس کے نیچے کے ہونٹ پر کچھ سفیدی ہو۔

(٦) وَفِیْ حَدِیْثِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

[٦]

اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا كَانَ لَهُ الدَّیْنُ الظَّنُوْنَ یَجِبُ عَلَیْهِ اَنْ یُّزَكِّیَهٗ لِمَا مَضٰى اِذَا قَبَضَهٗ.

جو شخص کوئی ''دین ظنون'' وصول کرے تو جتنے سال اس پر گزر رے ہوں گے ان کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

فَـ «الظَّنُوْنُ»: الَّذِیْ لَا یَعْلَمُ صَاحِبُهٗ اَیَقْبِضُهٗ مِنَ الَّذِیْ هُوَ عَلَیْهِ اَمْ لَا، فَكَاَنَّهُ الَّذِیْ یُظَنُّ بِهٖ، فَمَرَّةً یَّرْجُوْهُ، وَ مَرَّةً لَّا یَرْجُوْهُ. وَ هُوَ مِنْ اَفْصَحِ الْكَلَامِ، وَ كَذٰلِكَ كُلُّ اَمْرٍ تَطْلُبُهٗ وَ لَا تَدْرِیْ عَلٰى اَیِّ شَیْءٍ اَنْتَ مِنْهُ،

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) ''دین ظنون'' وہ قرضہ ہوتا ہے کہ قرض خواہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ وہ اسے وصول ہو گا یا نہیں، کبھی امید پیدا ہو اور کبھی نا امیدی۔ اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔ یونہی ہر وہ چیز جس کی تمہیں طلب ہو اور یہ نہ جان سکو کہ تم اُسے حاصل کرو گے یا نہیں، وہ ''ظنون'' کہلاتی ہے۔ چنانچہ اعشیٰ کا یہ قول اسی معنی کا

فَهُوَ ظَنُوْنٌ، وَعَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُ الْاَعْشٰى:

مَا يُجْعَلُ الْجُدُّ الظَّنُوْنُ الَّذِیْ
جُنِّبَ صَوْبَ اللَّجِبِ الْمَاطِرِ
مِثْلَ الْفُرَاتِیِّ اِذَا مَا طَمَا
يَقْذِفُ بِالْبُوْصِیِّ وَ الْمَاهِرِ

وَ «الْجُدُّ»: الْبِئْرُ الْعَادِيَةُ فِی الصَّحْرَآءِ، وَ «الظَّنُوْنُ»: الَّتِیْ لَا يُعْلَمُ هَلْ فِيْهَا مَآءٌ اَمْ لَا.

حامل ہے جس کا مضمون یہ ہے:

”وہ ”جد ظنون“ جو گرج کر برسنے والے ابر کی بارش سے بھی محروم ہو، دریائے فرات کے مانند نہیں قرار دیا جاسکتا جبکہ وہ ٹھاٹھیں مار رہا ہو اور کشتی اور اچھے تیراک کو ڈھکیل کر دور پھینک رہا ہو“۔

”جد“ اس پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں جو کسی بیابان میں واقع ہو، اور ”ظنون“ وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ خبر نہ ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔

(۷) وَفِیْ حَدِيْثِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّهٗ شَيَّعَ جَيْشًا يُّغْزِيْهِ، فَقَالَ:

اَعْذِبُوْا عَنِ النِّسَآءِ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

وَ مَعْنَاهُ: اصْدِفُوْا عَنْ ذِكْرِ النِّسَآءِ وَ شُغْلِ الْقَلْبِ بِهِنَّ، وَ امْتَنِعُوْا مِنَ الْمُقَارَبَةِ لَهُنَّ، لِاَنَّ ذٰلِكَ يَفُتُّ فِیْ عَضُدِ الْحَمِيَّةِ، وَ يَقْدَحُ فِیْ مَعَاقِدِ الْعَزِيْمَةِ، وَ يَكْسِرُ عَنِ الْعَدُوِّ، وَ يَلْفِتُ عَنِ الْاِبْعَادِ فِی الْغَزْوِ، وَ كُلُّ مَنِ امْتَنَعَ مِنْ شَیْءٍ فَقَدْ اَعْذَبَ عَنْهُ. وَ الْعَاذِبُ وَ الْعَذُوْبُ: الْمُمْتَنِعُ مِنَ الْاَكْلِ وَ الشُّرْبِ.

[۷]

جب آپؑ نے لڑنے کیلئے لشکر روانہ کیا تو اُسے رخصت کرتے وقت فرمایا:

جہاں تک بن پڑے عورتوں سے عاذب رہو۔

(سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ:) اس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کی یاد میں کھو نہ جاؤ اور اُن سے دل لگانے اور ان سے مقاربت کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ چیز بازوئے حمیت میں کمزوری اور عزم کی پختگیوں میں سستی پیدا کرنے والی ہے اور دشمن کے مقابلہ میں کمزور اور جنگ میں سعی و کوشش سے روگرداں کرنے والی ہے۔ اور جو شخص کسی چیز سے منہ پھیر لے اس کیلئے کہا جاتا ہے کہ: «اَعْذَبَ عَنْهُ» (وہ اس سے الگ ہو گیا)، اور جو کھانا پینا چھوڑ دے اسے ”عاذب“ اور ”عذوب“ کہا جاتا ہے۔

(۸) وَفِیْ حَدِيْثِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَالْيَاسِرِ الْفَالِجِ يَنْتَظِرُ اَوَّلَ فَوْزَةٍ مِّنْ قِدَاحِهٖ.

اَلْيَاسِرُوْنَ: هُمُ الَّذِيْنَ يَتَضَارَبُوْنَ بِالْقِدَاحِ عَلَى الْجَزُوْرِ، وَ الْفَالِجُ: الْقَاهِرُ الْغَالِبُ، يُقَالُ: قَدْ فَلَجَ

[۸]

وہ اس یاسر فالج کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی داؤں میں کامیابی کا متوقع ہوتا ہے۔

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) ”یاسرون“ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو نحر کی ہوئی اُونٹنی پر جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینکتے ہیں اور ”فالج“ کے معنی جیتنے والے کے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے: «قَدْ فَلَجَ عَلَيْهِمْ وَ فَلَجَهُمْ» (وہ ان پر

عَلَيۡهِمۡ وَ فَلَجَهُمۡ. وَ قَالَ الرَّاجِزُ:

لَمَّا رَاَيۡتُ فَالِجًا قَدۡ فَلَجَا

غالب ہوا)۔ چنانچہ مشہور رجز نظم کرنے والے شاعر کا قول ہے:

''جب میں نے کسی 'فالج'' کو دیکھا کہ اس نے فلج حاصل کی۔

(۹) وَفِيۡ حَدِيۡثِهٖ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

كُنَّاۤ اِذَا احۡمَرَّ الۡبَاۡسُ اتَّقَيۡنَا بِرَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمۡ يَكُنۡ اَحَدٌ مِّنَّاۤ اَقۡرَبَ اِلَى الۡعَدُوِّ مِنۡهُ.

وَ مَعۡنٰى ذٰلِكَ: اَنَّهٗ اِذَا عَظُمَ الۡخَوۡفُ مِنَ الۡعَدُوِّ، وَ اشۡتَدَّ عِضَاضُ الۡحَرۡبِ، فَزِعَ الۡمُسۡلِمُوۡنَ اِلٰى قِتَالِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ بِنَفۡسِهٖ، فَيُنۡزِلُ اللّٰهُ عَلَيۡهِمُ النَّصۡرَ بِهٖ، وَ يَاۡمَنُوۡنَ مِمَّا كَانُوۡا يَخَافُوۡنَهٗ بِمَكَانِهٖ.

وَ قَوۡلُهٗ: «اِذَا احۡمَرَّ الۡبَاۡسُ»، كِنَايَةٌ عَنِ اشۡتِدَادِ الۡاَمۡرِ، وَ قَدۡ قِيۡلَ فِيۡ ذٰلِكَ اَقۡوَالٌ اَحۡسَنُهَا: اَنَّهٗ شَبَّهَ حَمۡيَ الۡحَرۡبِ بِالنَّارِ، الَّتِيۡ تَجۡمَعُ الۡحَرَارَةَ وَ الۡحُمۡرَةَ بِفِعۡلِهَا وَ لَوۡنِهَا. وَ مِمَّا يُقَوِّيۡ ذٰلِكَ قَوۡلُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ، وَ قَدۡ رَاٰى مُجۡتَلَدَ النَّاسِ يَوۡمَ حُنَيۡنٍ وَّ هِيَ حَرۡبُ هَوَازِنَ: «اَلۡاٰنَ حَمِيَ الۡوَطِيۡسُ»، فَـ«الۡوَطِيۡسُ»: مُسۡتَوۡقَدُ النَّارِ، فَشَبَّهَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اسۡتَحَرَّ مِنۡ جِلَادِ الۡقَوۡمِ بِاحۡتِدَامِ النَّارِ وَ شِدَّةِ الۡتِهَابِهَا.

[۹]

جب احمرارِ باس ہوتا تھا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی سپر میں جاتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی ان سے زیادہ دشمن سے قریب تر نہ ہوتا تھا۔

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کا خطرہ بڑھ جاتا تھا اور جنگ سختی سے کاٹنے لگتی تھی تو مسلمان یہ سہارا ڈھونڈنے لگتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ خود بنفس نفیس جنگ کریں تو اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی وجہ سے ان کی نصرت فرمائے اور آپؐ کی موجودگی کے باعث خوف و خطر کے موقع سے محفوظ رہیں۔

حضرت کا ارشاد جب ''احمرار باس ہوتا تھا'' (جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ: جنگ سُرخ ہو جاتی تھی) یہ کنایہ ہے جنگ کی شدت و سختی سے۔ اور اس کی توجیہ میں چند اقوال ذکر کئے گئے ہیں، مگر ان میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ آپؐ نے جنگ کی تیزی اور گرمی کو آگ سے تشبیہ دی ہے جو اپنے اثر اور رنگ دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سُرخی لئے ہوتی ہے۔ اور اس معنی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حنین کے دن قبیلۂ بنی ہوازن کی جنگ میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا تو فرمایا: «اب وطیس گرم ہو گیا»۔ ''وطیس'' اُس جگہ کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جائے۔ اس مقام پر پیغمبر ﷺ نے لوگوں کے میدانِ کارزار کی گرم بازاری کو آگ کے بھڑکنے اور اس کے لپکوں کی تیزی سے تشبیہ دی ہے۔

اِنۡقَضٰى هٰذَا الۡفَصۡلُ، وَ رَجَعۡنَا اِلٰى سَنَنِ الۡغَرَضِ الۡاَوَّلِ فِيۡ هٰذَا الۡبَابِ:

یہ فصل تمام ہوگئی۔ اب ہم اس باب میں پہلے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں:

(۲۶۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا بَلَغَهٗ اِغَارَةُ اَصْحَابِ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْاَنْبَارِ، فَخَرَجَ بِنَفْسِهٖ مَاشِيًا، حَتّٰۤى اَتَى النُّخَيْلَةَ، فَاَدْرَكَهُ النَّاسُ، وَ قَالُوْا: يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! نَحْنُ نَكْفِيْكَهُمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

مَا تَكْفُوْنَنِيْۤ اَنْفُسَكُمْ، فَكَيْفَ تَكْفُوْنَنِيْ غَيْرَكُمْ؟ اِنْ كَانَتِ الرَّعَايَا قَبْلِيْ لَتَشْكُوْا حَيْفَ رُعَاتِهَا، وَ اِنَّنِي الْيَوْمَ لَاَشْكُوْ حَيْفَ رَعِيَّتِيْ، كَاَنَّنِيَ الْمَقُوْدُ وَ هُمُ الْقَادَةُ، اَوِ الْمَوْزُوْعُ وَ هُمُ الْوَزَعَةُ.

فَلَمَّا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا الْقَوْلَ، فِيْ كَلَامٍ طَوِيْلٍ، قَدْ ذَكَرْنَا مُخْتَارَهٗ فِيْ جُمْلَةِ الْخُطَبِ، تَقَدَّمَ اِلَيْهِ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِهٖ، فَقَالَ اَحَدُهُمَا: اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَ اَخِيْ، فَمُرْنَا بِاَمْرِكَ يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! نَنْفُذْ لَهٗ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

وَ اَيْنَ تَقَعَانِ مِمَّاۤ اُرِيْدُ؟.

(۲۶۱)

جب امیر المومنین علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ کے ساتھیوں نے (شہر) انبار پر دھاوا کیا ہے تو آپؑ بنفس نفیس پیادہ پا چل کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ نخیلہ تک پہنچ گئے۔ اتنے میں لوگ بھی آپؑ کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے: یا امیر المومنینؑ! ہم دشمن سے نپٹ لیں گے، آپؑ کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

تم اپنے سے تو میرا بچاؤ کر نہیں سکتے، دوسروں سے کیا بچاؤ کرو گے۔ مجھ سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی مگر میں آج اپنی رعیت کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہوں۔ گویا کہ میں رعیت ہوں اور وہ حاکم اور میں حلقہ بگوش ہوں اور وہ فرمانروا۔

(سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ:) جب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک طویل کلام کے ذیل میں کہ جس کا منتخب حصہ ہم خطب میں درج کر چکے ہیں، یہ کلمات ارشاد فرمائے تو آپؑ کے اصحاب میں سے دو شخص اٹھ کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! مجھے اپنی ذات اور اپنے بھائی کے علاوہ کسی پر اختیار نہیں تو آپؑ ہمیں حکم دیں ہم اسے بجا لائیں گے، جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ:

میں جو چاہتا ہوں وہ تم دو آدمیوں سے کہاں سرانجام پا سکتا ہے؟۔

(۲۶۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قِيْلَ: اِنَّ الْحَارِثَ بْنَ حَوْطٍ اَتَاهُ، فَقَالَ: اَتُرَانِيْۤ اَظُنُّ اَصْحَابَ الْجَمَلِ كَانُوْا عَلٰى ضَلَالَةٍ؟، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا حَارِثُ! اِنَّكَ نَظَرْتَ تَحْتَكَ، وَ لَمْ تَنْظُرْ فَوْقَكَ فَحِرْتَ! اِنَّكَ لَمْ تَعْرِفِ الْحَقَّ

(۲۶۲)

بیان کیا گیا ہے کہ حارث ابن حوط حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ: کیا آپؑ کے خیال میں مجھے اس کا گمان بھی ہو سکتا ہے کہ اصحابِ جمل گمراہ تھے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

اے حارث! تم نے نیچے کی طرف دیکھا، اوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی، جس کے نتیجہ میں تم حیران و سرگردان ہو گئے ہو۔ تم حق ہی کو نہیں

فَتَعْرِفَ مَنْ اَتَاهُ، وَ لَمْ تَعْرِفِ الْبَاطِلَ فَتَعْرِفَ مَنْ اَتَاهُ.

جانتے کہ حق والوں کو جانو اور باطل ہی کو نہیں پہچانتے کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو۔

فَقَالَ الْحَارِثُ: فَاِنِّیْ اَعْتَزِلُ مَعَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ وَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ؟ فَقَالَ عليه السلام:

حارث نے کہا کہ: میں سعد ابن مالک اور عبد اللہ ابن عمر کے ساتھ گوشہ گزیں ہو جاؤں گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

اِنَّ سَعْدًا وَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ يَنْصُرَا الْحَقَّ وَ لَمْ يَخْذُلَا الْبَاطِلَ.

سعد اور عبد اللہ ابن عمر نے نہ حق کی مدد کی اور نہ باطل کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔

سعد ابن مالک (سعد بن ابی وقاص) اور عبد اللہ ابن عمر ان لوگوں میں سے تھے جو امیر المومنین علیہ السلام کی رفاقت و ہمنوائی سے منہ موڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ سعد ابن ابی وقاص تو حضرت عثمان کے قتل کے بعد ایک صحرا کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں زندگی گزار دی اور حضرتؑ کی بیعت نہ کرنا تھی، نہ کی اور عبد اللہ ابن عمر نے اگرچہ بیعت کر لی تھی، مگر جنگوں میں حضرتؑ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اور عذر یہ پیش کیا تھا کہ میں عبادت کیلئے گوشہ نشینی اختیار کر چکا ہوں، اب حرب و پیکار سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتا۔

عذرهای این چنین نزد خرد
بیشکی عذری است بدتر از گناه

☆☆☆☆☆

(۲۶۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

صَاحِبُ السُّلْطَانِ كَرَاكِبِ الْاَسَدِ: يُغْبَطُ بِمَوْقِعِهٖ، وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَوْضِعِهٖ.

(۲۶۳)

بادشاہ کا ندیم و مصاحب ایسا ہے جیسے شیر پر سوار ہونے والا کہ اس کے مرتبہ پر رشک کیا جاتا ہے، لیکن وہ اپنے موقف سے خوب واقف ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جسے بارگاہ سلطانی میں تقرب حاصل ہوتا ہے لوگ اس کے جاہ و منصب اور عزت و اقبال کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، مگر خود اسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں بادشاہ کی نظریں اس سے پھر نہ جائیں اور وہ ذلت و رسوائی یا موت و تباہی کے گڑھے میں نہ جا پڑے، جیسے شیر سوار کہ لوگ اس سے مرعوب ہوتے ہیں اور وہ اس خطرہ میں گھرا ہوتا ہے کہ کہیں یہ شیر اسے پھاڑ نہ کھائے یا کسی مہلک گڑھے میں نہ جا گرائے۔

☆☆☆☆☆

(٢٦٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَحْسِنُوْا فِیْ عَقِبِ غَیْرِكُمْ تُحْفَظُوْا فِیْ عَقِبِكُمْ.

(۲۶۴)

دوسروں کے پسماندگان سے بھلائی کرو، تاکہ تمہارے پسماندگان پر بھی نظر شفقت پڑے۔

(٢٦٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ كَلَامَ الْحُكَمَآءِ اِنْ كَانَ صَوَابًا كَانَ دَوَآءً، وَ اِذَا كَانَ خَطَاً كَانَ دَآءً.

(۲۶۵)

جب حکماء کا کلام صحیح ہو تو وہ دوا ہے اور غلط ہو تو سراسر مرض ہے۔

علمائے مصلحین کا طبقہ اصلاح کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے اور فساد کا بھی، کیونکہ عوام ان کے زیر اثر ہوتے ہیں اور ان کے قول و عمل کو صحیح و معیاری سمجھتے ہوئے اس سے استناد کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ان کی تعلیم اصلاح کی حامل ہوگی تو اسکے نتیجہ میں ہزاروں افراد صلاح و رشد سے آراستہ ہو جائیں گے اور اگر اس میں خرابی ہوگی تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد گمراہی و بے راہروی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ: «اِذَا فَسَدَ الْعَالِمُ فَسَدَ الْعَالَمُ»: ”جب عالم میں فساد رونما ہوتا ہے تو اس فساد کا اثر ایک دنیا پر پڑتا ہے“۔

☆☆☆☆☆

(٢٦٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ سَئَلَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ اَنْ یُّعَرِّفَهُ الْاِیْمَانَ، فَقَالَ:

اِذَا كَانَ الْغَدُ فَاْتِنِیْ حَتّٰۤى اُخْبِرَكَ عَلٰۤى اَسْمَاعِ النَّاسِ، فَاِنْ نَّسِیْتَ مَقَالَتِیْ حَفِظَهَا عَلَیْكَ غَیْرُكَ، فَاِنَّ الْكَلَامَ كَالشَّارِدَةِ، یَنْقُفُهَا هٰذَا وَ یُخْطِئُهَا هٰذَا.

وَ قَدْ ذَكَرْنَا مَاۤ اَجَابَهٗ بِهٖ فِیْمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ وَ هُوَ قَوْلُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ: «اَلْاِیْمَانُ عَلٰۤى اَرْبَعِ شُعَبٍ».

(۲۶۶)

حضرتؑ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ: ایمان کی تعریف کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ:

کل میرے پاس آنا، تاکہ میں تمہیں اس موقع پر بتاؤں کہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں کہ اگر تم بھول جاؤ تو دوسرے یاد رکھیں۔ اس لئے کہ کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ ایک کی گرفت میں آجاتا ہے اور دوسرے کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(سید رضیؒ کہتے ہیں کہ:) حضرت نے اس کے بعد جو جواب دیا وہ ہم اسی باب میں پہلے درج کر چکے ہیں اور وہ آپؑ کا یہ ارشاد تھا کہ: «الایمان علی اربع شعب» (: ایمان کی چار قسمیں ہیں)۔

(٢٦٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یَا ابْنَ اٰدَمَ! لَا تَحْمِلْ هَمَّ یَوْمِكَ الَّذِیْ لَمْ یَاْتِكَ عَلٰى یَوْمِكَ الَّذِیْ قَدْ اَتَاكَ، فَاِنَّهٗ

(۲۶۷)

اے فرزند آدم! اس دن کی فکر کا بار جو ابھی آیا نہیں آج کے اپنے دن پر نہ ڈال کہ جو آچکا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی

اِنْ يَّكُ مِنْ عُمُرِكَ يَأْتِ اللّٰهُ فِيْهِ بِرِزْقِكَ.

ہوگا تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا۔

(۲۶۸) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا، وَ اَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا.

(۲۶۸)

اپنے دوست سے بس ایک حد تک محبت کرو، کیونکہ شاید کسی دن وہ تمہارا دشمن ہو جائے، اور دشمن کی دشمنی بس ایک حد میں رکھو، ہوسکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دوست ہو جائے۔

(۲۶۹) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلنَّاسُ فِی الدُّنْيَا عَامِلَانِ:

عَامِلٌ عَمِلَ فِی الدُّنْيَا لِلدُّنْيَا، قَدْ شَغَلَتْهُ دُنْيَاهُ عَنْ اٰخِرَتِهٖ، يَخْشٰى عَلٰى مَنْ يَّخْلُفُهُ الْفَقْرَ، وَ يَاْمَنُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ، فَيُفْنِیْ عُمُرَهٗ فِیْ مَنْفَعَةِ غَيْرِهٖ.

وَ عَامِلٌ عَمِلَ فِی الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، فَجَآءَهُ الَّذِیْ لَهٗ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ عَمَلٍ، فَاَحْرَزَ الْحَظَّيْنِ مَعًا، وَ مَلَكَ الدَّارَيْنِ جَمِيْعًا، فَاَصْبَحَ وَجِيْهًا عِنْدَ اللّٰهِ، لَا يَسْئَلُ اللّٰهَ حَاجَةً فَيَمْنَعَهٗ.

(۲۶۹)

دنیا میں کام کرنے والے دو قسم کے ہیں:

ایک وہ جو دنیا کیلئے سرگرم عمل رہتا ہے اور اسے دنیا نے آخرت سے روک رکھا ہے۔ وہ اپنے پسماندگان کیلئے فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے، مگر اپنی تنگدستی سے مطمئن ہے تو وہ دوسروں کے فائدہ ہی میں پوری عمر بسر کر دیتا ہے۔

اور ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اس کے بعد کی منزل کیلئے عمل کرتا ہے، تو اسے تگ و دو کئے بغیر دنیا بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں حصوں کو سمیٹ لیتا ہے اور دونوں گھروں کا مالک بن جاتا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک باوقار ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی حاجت نہیں مانگتا جو اللہ پوری نہ کرے۔

(۲۷۰) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ رُوِیَ اَنَّهٗ ذُكِرَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِیْۤ اَيَّامِهٖ حَلْیُ الْكَعْبَةِ وَ كَثْرَتُهٗ، فَقَالَ قَوْمٌ: لَوْ اَخَذْتَهٗ فَجَهَّزْتَ بِهٖ جُيُوْشَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ اَعْظَمَ لِلْاَجْرِ، وَ مَا تَصْنَعُ الْكَعْبَةُ بِالْحَلْیِ، فَهَمَّ عُمَرُ بِذٰلِكَ وَ سَئَلَ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عليه السلام، فَقَالَ عليه السلام:

اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلَى النَّبِیِّ صلى الله عليه وآله وَ

(۲۷۰)

بیان کیا گیا ہے کہ عمر ابن خطاب کے سامنے خانہ کعبہ کے زیورات اور ان کی کثرت کا ذکر ہوا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ ان زیورات کو لے لیں اور انہیں مسلمانوں کے لشکر پر صرف کر کے ان کی روانگی کا سامان کریں تو زیادہ باعث اجر ہوگا، خانہ کعبہ کو ان زیورات کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ عمر نے اس کا ارادہ کر لیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

جب قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو اس وقت چار قسم

الْاَمْوَالُ اَرْبَعَةٌ: اَمْوَالُ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَسَّمَهَا بَيْنَ الْوَرَثَةِ فِي الْفَرَآئِضِ، وَ الْفَيْءُ فَقَسَّمَهٗ عَلٰى مُسْتَحِقِّيْهِ، وَ الْخُمُسُ فَوَضَعَهُ اللّٰهُ حَيْثُ وَضَعَهٗ، وَ الصَّدَقَاتُ فَجَعَلَهَا اللّٰهُ حَيْثُ جَعَلَهَا، وَ كَانَ حَلْيُ الْكَعْبَةِ فِيْهَا يَوْمَئِذٍ فَتَرَكَهُ اللّٰهُ عَلٰى حَالِهٖ، وَ لَمْ يَتْرُكْهُ نِسْيَانًا، وَ لَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ مَكَانًا، فَاَقِرَّهُ حَيْثُ اَقَرَّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ﷺ.

فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: «لَوْلَاكَ لَافْتَضَحْنَا». وَ تَرَكَ الْحُلِيَّ بِحَالِهٖ.

کے اموال تھے: ایک مسلمانوں کا ذاتی مال تھا۔ اسے آپؐ نے ان کے وارثوں میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا مالِ غنیمت تھا۔ اسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ تیسرا مال خمس تھا۔ اس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرر کر دیئے۔ چوتھے زکوٰۃ و صدقات تھے۔ انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو ان کا مصرف ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے زیورات اس زمانہ میں بھی موجود تھے، لیکن اللہ نے ان کو ان کے حال پر رہنے دیا اور ایسا بھولے سے تو نہیں ہوا، اور نہ ان کا وجود اس پر پوشیدہ تھا۔ لہٰذا آپ بھی انہیں وہیں رہنے دیجئے جہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں رکھا ہے۔

یہ سن کر عمر نے کہا کہ: ''اگر آپؑ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو جاتے''۔ اور زیورات کو ان کی حالت پر رہنے دیا۔

(۲۷۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُوِيَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ رُفِعَ اِلَيْهِ رَجُلَانِ سَرَقَا مِنْ مَّالِ اللّٰهِ، اَحَدُهُمَا عَبْدٌ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ وَ الْاٰخَرُ مِنْ عُرُوْضِ النَّاسِ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَمَّا هٰذَا فَهُوَ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ وَ لَا حَدَّ عَلَيْهِ، مَالُ اللّٰهِ اَكَلَ بَعْضُهٗ بَعْضًا، وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ. فَقَطَعَ يَدَهٗ.

روایت کی گئی ہے کہ حضرتؑ کے سامنے دو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے بیت المال میں چوری کی تھی۔ ایک تو ان میں غلام اور خود بیت المال کی ملکیت تھا اور دوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت میں تھا۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

یہ غلام جو بیت المال کا ہے اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی، کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے، لیکن دوسرے پر حد جاری ہو گی۔ چنانچہ اس کا ہاتھ قطع کر دیا۔

(۲۷۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ قَدِ اسْتَوَتْ قَدَمَايَ مِنْ هٰذِهِ الْمَدَاحِضِ لَغَيَّرْتُ اَشْيَآءَ.

اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد دین میں تغیرات رونما ہونا شروع ہو گئے اور کچھ افراد نے قیاس و رائے سے کام لے کر احکام شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈال دی۔ حالانکہ حکم شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ قرآن و سنت کے واضح احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی احکام کا نفاذ کرے۔ چنانچہ قرآن کریم میں طلاق کی یہ واضح صورت بیان ہوئی ہے کہ: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾: ''طلاق (رجعی کہ جس میں

بغیر محلل کے رجوع ہو سکتی ہے) دو مرتبہ ہے"، مگر حضرت عمر نے بعض مصالح کے پیش نظر ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا گیا اور نماز جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا۔ یونہی حضرت عثمان نے نماز جمعہ میں ایک اذان بڑھادی اور قصر کے موقع پر پوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نماز عید میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا۔ اور اسی طرح کے بے شمار احکام وضع کر لئے گئے جس سے صحیح احکام بھی غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیر المومنین علیہ السلام جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے، وہ ان احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف اپنی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ:

لَسْنَا نَشُكُّ اَنَّهٗ كَانَ يَذْهَبُ فِي الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ وَ الْقَضَايَا اِلَى اَشْيَاءَ يُخَالِفُ فِيْهَآ اَقْوَالَ الصَّحَابَةِ.

ہمارے لئے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف رائے رکھتے تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۳۷۳)

جب حضرت ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپؑ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان الجھنوں سے آخر وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ ہوسکی اور مرکز سے دور علاقوں میں بہت سے غلط سلط احکام رواج پا گئے۔ البتہ وہ طبقہ جو آپؑ سے وابستہ تھا، وہ آپؑ سے احکام شریعت کو دریافت کرتا تھا اور انہیں محفوظ رکھتا تھا، جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہوسکے۔

☆☆☆☆☆

(۲۷۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِعْلَمُوْا عِلْمًا يَّقِيْنًا اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْعَبْدِ ـ وَ اِنْ عَظُمَتْ حِيْلَتُهٗ، وَ اشْتَدَّتْ طِلْبَتُهٗ، وَ قَوِيَتْ مَكِيْدَتُهٗ ـ اَكْثَرَ مِمَّا سُمِّيَ لَهٗ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، وَ لَمْ يَحُلْ بَيْنَ الْعَبْدِ فِيْ ضَعْفِهٖ وَ قِلَّةِ حِيْلَتِهٖ، وَ بَيْنَ اَنْ يَّبْلُغَ مَا سُمِّيَ لَهٗ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، وَ الْعَارِفُ لِهٰذَا الْعَامِلُ بِهٖۤ اَعْظَمُ النَّاسِ رَاحَةً فِيْ مَنْفَعَةٍ، وَ التَّارِكُ لَهُ الشَّاكُّ فِيْهِ

(۲۷۳)

پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ سبحانہ نے کسی بندے کیلئے چاہے اس کی تدبیریں بہت زبردست، اس کی جستجو شدید اور اس کی ترکیبیں طاقتور ہوں اس سے زائد رزق قرار نہیں دیا جتنا کہ تقدیر الٰہی میں اس کیلئے مقرر ہو چکا ہے، اور کسی بندے کیلئے اس کی کمزوری و بے چارگی کی وجہ سے لوح محفوظ میں اس کے مقررہ رزق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا سود و منفعت کی راحتوں میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسے نظر انداز کرنے اور اس میں شک و شبہ کرنے والا سب

اَعْظَمُ النَّاسِ شُغُلًا فِیْ مَضَرَّۃٍ.

وَ رُبَّ مُنْعَمٍ عَلَیْهِ مُسْتَدْرَجٌ بِالنُّعْمٰی، وَ رُبَّ مُبْتَلًی مَّصْنُوْعٌ لَّهٗ بِالْبَلْوٰی، فَزِدْ اَیُّهَا الْمُسْتَمِعُ فِیْ شُكْرِكَ، وَ قَصِّرْ مِنْ عَجَلَتِكَ، وَ قِفْ عِنْدَ مُنْتَهٰی رِزْقِكَ.

لوگوں سے زیادہ زیاں کاری میں مبتلا ہے۔

بہت سے وہ جنہیں نعمتیں ملی ہیں نعمتوں کی بدولت کم کم عذاب کے نزدیک کئے جا رہے ہیں اور بہت سوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے پردہ میں اللہ کا لطف و کرم شامل حال ہے۔ لہٰذا اے سننے والے! شکر زیادہ اور جلد بازی کم کر اور جو تیری روزی کی حد ہے اس پر ٹھہرا رہ۔

(۲۷۴) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا تَجْعَلُوْا عِلْمَكُمْ جَهْلًا، وَ یَقِیْنَكُمْ شَكًّا، اِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوْا، وَ اِذَا تَیَقَّنْتُمْ فَاَقْدِمُوْا.

(۲۷۴)

اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ۔ جب جان لیا تو عمل کرو اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے بڑھو۔

’’علم و یقین‘‘ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اگر اس کے مطابق عمل ظہور میں نہ آئے تو اسے علم و یقین سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یقین ہے کہ فلاں راستہ میں خطرات ہیں اور وہ بے خطر راستہ کو چھوڑ کر اسی پُرخطر راستہ میں راہ پیمائی کرے تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس راہ کے خطرات پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ اس یقین کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس راستہ پر چلنے سے احتراز کرتا۔ اسی طرح جو شخص حشر و نشر اور عذاب و ثواب پر یقین رکھتا ہو وہ دنیا کی غفلتوں سے مغلوب ہو کر آخرت کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ عذاب و عقاب کے خوف سے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۷۵) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الطَّمَعَ مُوْرِدٌ غَیْرُ مُصْدِرٍ، وَ ضَامِنٌ غَیْرُ وَفِیٍّ. وَ رُبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَآءِ قَبْلَ رِیِّهٖ، وَ كُلَّمَا عَظُمَ قَدْرُ الشَّیْءِ الْمُتَنَافَسِ فِیْهِ عَظُمَتِ الرَّزِیَّةُ لِفَقْدِهٖ، وَ الْاَمَانِیُّ تُعْمِیْ اَعْیُنَ الْبَصَآئِرِ، وَ الْحَظُّ یَاْتِیْ مَنْ لَّا یَاْتِیْهِ.

(۲۷۵)

طمع گھاٹ پر اتارتی ہے مگر سیراب کئے بغیر پلٹا دیتی ہے، ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتی ہے مگر اسے پورا نہیں کرتی۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی پینے والے کو پینے سے پہلے ہی اچھو ہو جاتا ہے اور جتنی کسی مرغوب و پسندیدہ چیز کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی اسے کھو دینے کا رنج زیادہ ہوتا ہے۔ آرزوئیں دیدۂ بصیرت کو اندھا کر دیتی ہیں اور جو نصیب میں ہوتا ہے پہنچنے کی کوشش کئے بغیر مل جاتا ہے۔

(۲۷۶) وَ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ تُحَسِّنَ

(۲۷۶)

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی

فِیْ لَامِعَةِ الْعُیُوْنِ عَلَانِیَّتِیْ، وَ تُقَبِّحَ فِیْمَاۤ اُبْطِنُ لَكَ سَرِیْرَتِیْ، مُحَافِظًا عَلٰی رِیَآءِ النَّاسِ مِنْ نَّفْسِیْ بِجَمِیْعِ مَاۤ اَنْتَ مُطَّلِعٌ عَلَیْهِ مِنِّیْ، فَاُبْدِیَ لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِیْ، وَ اُفْضِیَ اِلَیْكَ بِسُوْٓءِ عَمَلِیْ، تَقَرُّبًا اِلٰی عِبَادِكَ، وَ تَبَاعُدًا مِّنْ مَّرْضَاتِكَ.

چشمِ ظاہر بین میں بہتر ہو اور جو اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں وہ تیری نظروں میں بُرا ہو، درآں حالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کیلئے اپنے نفس کی ان چیزوں سے نگہداشت کروں کہ جن سب پر تو آگاہ ہے۔ اس طرح لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں اور تیرے سامنے اپنی بداعمالیوں کو پیش کرتا رہوں، جس کے نتیجہ میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں اور تیری خوشنودیوں سے دور ہی ہوتا چلا جاؤں۔

(۲۷۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَا وَ الَّذِیْۤ اَمْسَیْنَا مِنْهُ فِیْ غُبَّرِ لَیْلَةٍ دَهْمَآءَ، تَكْشِرُ عَنْ یَّوْمٍ اَغَرَّ، مَا كَانَ كَذَا وَ كَذَا.

(۲۷۷)

(کسی موقع پر قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:) اس ذات کی قسم جس کی بدولت ہم نے ایسی شبِ تار کے باقی ماندہ حصہ کو بسر کر دیا جس کے چھٹتے ہی روزِ درخشاں ظاہر ہوگا! ایسا اور ایسا نہیں ہوا۔

(۲۷۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

قَلِیْلٌ تَدُوْمُ عَلَیْهِ اَرْجٰی مِنْ كَثِیْرٍ مَمْلُوْلٍ مِّنْهُ.

(۲۷۸)

وہ تھوڑا عمل جو پابندی سے بجا لایا جاتا ہے زیادہ فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اُکتا جائے۔

(۲۷۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِذَاۤ اَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرَآئِضِ فَارْفُضُوْهَا.

(۲۷۹)

جب مستحبات فرائض میں سد راہ ہوں تو انہیں چھوڑ دو۔

(۲۸۰) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ تَذَكَّرَ بُعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ.

(۲۸۰)

جو سفر کی دوری کو پیش نظر رکھتا ہے وہ کمر بستہ رہتا ہے۔

(۲۸۱) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لَیْسَتِ الرُّؤْیَةُ كَالْمُعَایَنَةِ مَعَ الْاَبْصَارِ، فَقَدْ تَكْذِبُ الْعُیُوْنُ اَهْلَهَا، وَ لَا یَغُشُّ الْعَقْلُ مَنِ اسْتَنْصَحَهٗ.

(۲۸۱)

آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا نہیں کیونکہ آنکھیں کبھی اپنے اشخاص سے غلط بیانی بھی کر جاتی ہیں، مگر عقل اس شخص کو جو اس سے نصیحت چاہے کبھی فریب نہیں دیتی۔

(۲۸۲) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

بَيۡنَكُمۡ وَ بَيۡنَ الۡمَوۡعِظَةِ حِجَابٌ مِّنَ الۡغِرَّةِ.

(۲۸۲)

تمہارے اور پند و نصیحت کے درمیان غفلت کا ایک بڑا پردہ حائل ہے۔

(۲۸۳) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

جَاهِلُكُمۡ مُزۡدَادٌ، وَ عَالِمُكُمۡ مُسَوِّفٌ.

(۲۸۳)

تمہارے جاہل دولت زیادہ پاجاتے ہیں اور عالم آئندہ کے توقعات میں مبتلا رکھے جاتے ہیں۔

(۲۸۴) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

قَطَعَ الۡعِلۡمُ عُذۡرَ الۡمُتَعَلِّلِيۡنَ.

(۲۸۴)

علم کا حاصل ہوجانا، بہانے کرنیوالوں کے عذر کو ختم کردیتا ہے۔

(۲۸۵) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

كُلُّ مُعَاجَلٍ يَسۡئَلُ الۡاِنۡظَارَ، وَ كُلُّ مُؤَجَّلٍ يَتَعَلَّلُ بِالتَّسۡوِيۡفِ.

(۲۸۵)

جسے جلدی سے موت آجاتی ہے وہ مہلت کا خواہاں ہوتا ہے، اور جسے مہلت زندگی دی گئی ہے وہ ٹال مٹول کرتا رہتا ہے۔

(۲۸۶) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

مَا قَالَ النَّاسُ لِشَيۡءٍ: طُوۡبٰى لَهٗ، اِلَّا وَ قَدۡ خَبَاَ لَهُ الدَّهۡرُ يَوۡمَ سَوۡءٍ.

(۲۸۶)

لوگ کسی شے پر ''واہ، واہ'' نہیں کرتے مگر یہ کہ زمانہ اس کیلئے ایک بُرا دن چھپائے ہوئے ہے۔

(۲۸۷) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

وَ سُئِلَ عَنِ الۡقَدۡرِ، فَقَالَ:

طَرِيۡقٌ مُّظۡلِمٌ فَلَا تَسۡلُكُوۡهُ، وَ بَحۡرٌ عَمِيۡقٌ فَلَا تَلِجُوۡهُ، وَ سِرُّ اللّٰهِ فَلَا تَتَكَلَّفُوۡهُ.

(۲۸۷)

آپؑ سے قضاء و قدر کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

یہ ایک تاریک راستہ ہے اس میں قدم نہ اٹھاؤ، ایک گہرا سمندر ہے اس میں نہ اترو، اللہ کا ایک راز ہے اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔

(۲۸۸) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اِذَآ اَرۡذَلَ اللّٰهُ عَبۡدًا حَظَرَ عَلَيۡهِ الۡعِلۡمَ.

(۲۸۸)

اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اسے علم و دانش سے محروم کردیتا ہے۔

(۲۸۹) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

كَانَ لِيۡ فِيۡمَا مَضٰى اَخٌ فِي اللّٰهِ، وَ كَانَ يُعۡظِمُهٗ فِيۡ عَيۡنِيۡ صِغَرُ الدُّنۡيَا فِيۡ عَيۡنِهٖ، وَ كَانَ

(۲۸۹)

عہد ماضی میں میرا ایک دینی بھائی تھا اور وہ میری نظروں میں اس وجہ سے باعزت تھا کہ دنیا اسکی نظروں میں پست و حقیر تھی، اس پر پیٹ

خَارِجًا مِّنْ سُلْطَانِ بَطْنِهٖ، فَلَا يَشْتَهِيْ مَا لَا يَجِدُ، وَ لَا يُكْثِرُ اِذَا وَجَدَ، وَ كَانَ اَكْثَرَ دَهْرِهٖ صَامِتًا، فَاِنْ قَالَ بَذَّ الْقَآئِلِيْنَ وَ نَقَعَ غَلِيْلَ السَّآئِلِيْنَ، وَ كَانَ ضَعِيْفًا مُّسْتَضْعَفًا! فَاِنْ جَآءَ الْجِدُّ فَهُوَ لَيْثُ غَابٍ وَّ صِلُّ وَادٍ.

لَا يُدْلِيْ بِحُجَّةٍ حَتّٰى يَاْتِيَ قَاضِيًا، وَ كَانَ لَا يَلُوْمُ اَحَدًا عَلٰى مَا يَجِدُ الْعُذْرَ فِيْ مِثْلِهٖ، حَتّٰى يَسْمَعَ اعْتِذَارَهٗ، وَ كَانَ لَا يَشْكُوْ وَجَعًا اِلَّا عِنْدَ بُرْئِهٖ، وَ كَانَ يَقُوْلُ مَا يَفْعَلُ وَ لَا يَقُوْلُ مَا لَا يَفْعَلُ، وَ كَانَ اِذَا غُلِبَ عَلَى الْكَلَامِ لَمْ يُغْلَبْ عَلَى السُّكُوْتِ، وَ كَانَ عَلٰى مَا يَسْمَعُ اَحْرَصَ مِنْهُ عَلٰۤى اَنْ يَّتَكَلَّمَ، وَ كَانَ اِذَا بَدَهَهٗۤ اَمْرَانِ يَنْظُرُ اَيُّهُمَا اَقْرَبُ اِلَى الْهَوٰى فَخَالَفَهٗ.

فَعَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْخَلَآئِقِ، فَالْزَمُوْهَا وَ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِيْعُوْهَا، فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اَخْذَ الْقَلِيْلِ خَيْرٌ مِّنْ تَرْكِ الْكَثِيْرِ.

کے تقاضے مسلط نہ تھے۔ لہٰذا جو چیز اُسے میسر نہ تھی اسکی خواہش نہ کرتا تھا اور جو چیز میسر تھی اسے ضرورت سے زیادہ صرف میں نہ لاتا تھا۔ وہ اکثر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر بولتا تھا تو بولنے والوں کو چپ کرا دیتا تھا اور سوال کرنے والوں کی پیاس بجھا دیتا تھا۔ یوں تو وہ عاجز و کمزور تھا مگر جہاد کا موقع آ جائے تو وہ شیر بیشہ اور روادی کا اژدہا تھا۔

وہ جو دلیل و برہان پیش کرتا تھا وہ فیصلہ کن ہوتی تھی۔ وہ ان چیزوں میں کہ جن میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی کسی کو سرزنش نہ کرتا تھا جب تک کہ اس کے عذر معذرت کو سن نہ لے۔ وہ کسی درد و تکلیف کا ذکر نہ کرتا تھا مگر اس وقت کہ جب اس سے چھٹکارا پا لیتا تھا۔ وہ جو کرتا تھا وہی کہتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا وہ اسے کہتا نہیں تھا۔ اگر بولنے میں اس پر کبھی غلبہ پا بھی لیا جائے تو خاموشی میں اس پر غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ بولنے سے زیادہ سننے کا خواہشمند رہتا تھا اور جب اچانک اس کے سامنے دو چیزیں آ جاتی تھیں تو وہ دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں سے ہوائے نفس کے زیادہ قریب کون ہے تو وہ اس کی مخالفت کرتا تھا۔

لہٰذا تمہیں ان عادات و خصائل کو حاصل کرنا چاہیے اور ان پر عمل پیرا اور ان کا خواہشمند رہنا چاہیے۔ اگر ان تمام کا حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہو تو اس بات کو جانے رہو کہ تھوڑی سی چیز حاصل کرنا پورے کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

حضرتؑ نے اس کلام میں جس شخص کو "بھائی" کے لفظ سے یاد کرتے ہوئے اس کے عادات و شمائل کا تذکرہ کیا ہے اس سے بعض نے حضرت ابوذر غفاری، بعض نے عثمان ابن مظعون اور بعض نے مقداد ابن اسود کو مراد لیا ہے۔ مگر بعید نہیں کہ اس سے کوئی فرد خاص مراد نہ ہو، کیونکہ عرب کا یہ عام طریقۂ کلام ہے کہ وہ اپنے کلام میں بھائی یا ساتھی کا ذکر کر جاتے ہیں اور کوئی معین شخص ان کے پیش نظر نہیں ہوتا۔

☆☆☆☆☆

(۲۹۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ لَمْ يَتَوَعَّدِ اللهُ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ لَكَانَ يَجِبُ اَنْ لَّا يُعْصٰى شُكْرًا لِّنِعَمِهٖ.

(۲۹۰)

اگر خدا وند عالم نے اپنی معصیت کے عذاب سے نہ ڈرایا ہوتا، جب بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضا یہ تھا کہ اس کی معصیت نہ کی جائے۔

(۲۹۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَد عَزّٰى الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ عَنِ ابْنٍ لَّهٗ:

يَاۤ اَشْعَثُ! اِنْ تَحْزَنْ عَلَى ابْنِكَ فَقَدِ اسْتَحَقَّتْ مِنْكَ ذٰلِكَ الرَّحِمُ، وَ اِنْ تَصْبِرْ فَفِى اللهِ مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ خَلَفٌ.

يَاۤ اَشْعَثُ! اِنْ صَبَرْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَ اَنْتَ مَاْجُوْرٌ، وَ اِنْ جَزِعْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَ اَنْتَ مَاْزُوْرٌ.

يَاۤ اَشْعَثُ! ابْنُكَ سَرَّكَ وَ هُوَ بَلَآءٌ وَّ فِتْنَةٌ، وَ حَزَنَكَ وَ هُوَ ثَوَابٌ وَّ رَحْمَةٌ.

(۲۹۱)

اشعث ابن قیس کو اس کے بیٹے کا پرسا دیتے ہوئے فرمایا:

اے اشعث! اگر تم اپنے بیٹے پر رنج و ملال کرو تو یہ خون کا رشتہ اس کا سزاوار ہے اور اگر صبر کرو تو اللہ کے نزدیک ہر مصیبت کا عوض ہے۔

اے اشعث! اگر تم نے صبر کیا تو تقدیر الٰہی نافذ ہوگی اس حال میں کہ تم اجر و ثواب کے حقدار ہوگے، اور اگر چیخے چلائے جب بھی حکم قضا جاری ہو کر رہے گا، مگر اس حال میں کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔

تمہارے لئے بیٹا مسرت کا سبب ہوا، حالانکہ وہ ایک زحمت و آزمائش تھا اور تمہارے لئے رنج واندوہ کا سبب ہوا، حالانکہ وہ (مرنے سے) تمہارے لئے اجر و رحمت کا باعث ہوا ہے۔

(۲۹۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ سَاعَةَ دُفِنَ:

اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيْلٌ اِلَّا عَنْكَ، وَ اِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِيْحٌ اِلَّا عَلَيْكَ، وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِكَ لَجَلِيْلٌ، وَ اِنَّهٗ قَبْلَكَ وَ بَعْدَكَ لَجَلَلٌ.

(۲۹۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے:

صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپؐ کے غم کے، اور بیتابی و بے قراری عموماً بری چیز ہے سوائے آپؐ کی وفات کے، اور بلاشبہ آپؐ کی موت کا صدمہ عظیم ہے اور آپؐ سے پہلے اور آپؐ کے بعد آنے والی ہر مصیبت سبک ہے۔

(۲۹۳) وَقَالَ عَلَيهِ السَّلَامُ

لَا تَصۡحَبِ الۡمَآئِقَ، فَاِنَّهٗ يُزَيِّنُ لَكَ فِعۡلَهٗ، وَ يَوَدُّ اَنۡ تَكُوۡنَ مِثۡلَهٗ.

(۲۹۳)

بے وقوف کی ہم نشینی اختیار نہ کرو، کیونکہ وہ تمہارے سامنے اپنے کاموں کو سجا کر پیش کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تم اسی کے ایسے ہو جاؤ۔

بے وقوف انسان اپنے طریق کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ اس کا سا طور طریقہ اختیار کرے اور جیسا وہ خود ہے ویسا ہی وہ ہو جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا دوست بھی اس جیسا بے وقوف ہو جائے، کیونکہ وہ اپنے کو بے وقوف ہی کب سمجھتا ہے جو یہ چاہے اور اگر سمجھتا ہوتا تو بے وقوف ہی کیوں ہوتا۔ بلکہ اپنے کو عقلمند اور اپنے طریقہ کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست کو بھی اپنے ہی ایسا ”عقلمند“ دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رائے کو سجا کر اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا اس سے خواہش مند ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا دوست اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی راہ پر چل پڑے۔ اس لئے اس سے الگ تھلگ رہنا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۲۹٤) وَقَالَ عَلَيهِ السَّلَامُ

وَ قَدۡ سُئِلَ عَنۡ مَّسَافَةِ مَا بَيۡنَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ، فَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ:

مَسِيۡرَةُ يَوۡمٍ لِّلشَّمۡسِ.

(۲۹۴)

آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا:

سورج کا ایک دن کا راستہ۔

(۲۹٥) وَقَالَ عَلَيهِ السَّلَامُ

اَصۡدِقَآؤُكَ ثَلَاثَةٌ، وَ اَعۡدَآؤُكَ ثَلَاثَةٌ:

فَاَصۡدِقَآؤُكَ: صَدِيۡقُكَ، وَصَدِيۡقُ صَدِيۡقِكَ، وَ عَدُوُّ عَدُوِّكَ. وَاَعۡدَآؤُكَ عَدُوُّكَ، وَ عَدُوُّ صَدِيۡقِكَ، وَ صَدِيۡقُ عَدُوِّكَ.

(۲۹۵)

تین قسم کے تمہارے دوست ہیں اور تین قسم کے دشمن:

دوست یہ ہیں: تمہارا دوست، تمہارے دوست کا دوست اور تمہارے دشمن کا دشمن۔ اور دشمن یہ ہیں: تمہارا دشمن، تمہارے دوست کا دشمن اور تمہارے دشمن کا دوست۔

(۲۹٦) وَقَالَ عَلَيهِ السَّلَامُ

لِرَجُلٍ رَّاٰهُ يَسۡعٰى عَلٰى عَدُوٍّ لَّهٗ بِمَا فِيۡهِ اِضۡرَارٌ بِنَفۡسِهٖ:

اِنَّمَآ اَنۡتَ كَالطَّاعِنِ نَفۡسَهٗ لِيَقۡتُلَ رِدۡفَهٗ.

(۲۹۶)

حضرتؑ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو ایسی چیز کے ذریعہ سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے جس میں خود اس کو بھی نقصان پہنچے گا، تو آپؑ نے فرمایا کہ:

تم اس شخص کی مانند ہو جو اپنے پیچھے والے سوار کو قتل کرنے کیلئے اپنے سینہ میں نیزہ مارے۔

(۲۹۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَآ اَكْثَرَ الْعِبَرَ وَ اَقَلَّ الْاِعْتِبَارَ!.

(۲۹۷)

نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں اور ان سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

اگر زمانہ کے حوادث و انقلابات پر نظر کی جائے اور گزشتہ لوگوں کے احوال و واردات کو دیکھا اور ان کی سرگزشتوں کو سنا جائے تو ہر گوشہ سے عبرت کی ایک ایسی داستان سنی جاسکتی ہے جو روح کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے، پند و موعظت کرنے اور عبرت و بصیرت دلانے کا پورا سروسامان رکھتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں ہر چیز کا بننا اور بگڑنا اور پھولوں کا کھلنا اور مرجھانا، سبزے کا لہلہانا اور پامال ہونا اور ہر ذرہ کا تغیر و تبدل کی آماجگاہ بننا ایسا درسِ عبرت ہے جو سرابِ زندگی سے جامِ بقا کے حاصل کرنے کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ان عبرت افزا چیزوں سے بند نہ ہوں۔

کاخ جهان پر است ز ذکر گذشتگان لکن کسی که گوش دهد این ندا کم است

☆☆☆☆☆

(۲۹۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ بَالَغَ فِي الْخُصُوْمَةِ اَثِمَ، وَ مَنْ قَصَّرَ فِيْهَا ظُلِمَ، وَ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّتَّقِيَ اللهَ مَنْ خَاصَمَ.

(۲۹۸)

جو لڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے اس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں، اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اس کیلئے مشکل ہوتا ہے کہ وہ خوف خدا قائم رکھے۔

(۲۹۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَآ اَهَمَّنِيْ ذَنْبٌ اُمْهِلْتُ بَعْدَهٗ حَتّٰٓى اُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَ اَسْئَلَ اللهَ الْعَافِيَةَ.

(۲۹۹)

وہ گناہ مجھے اندوہناک نہیں کرتا جسکے بعد مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور اللہ سے امن و عافیت کا سوال کروں۔

(۳۰۰) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَيْفَ يُحَاسِبُ اللهُ الْخَلْقَ عَلٰى كَثْرَتِهِمْ؟

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

كَمَا يَرْزُقُهُمْ عَلٰى كَثْرَتِهِمْ.

فَقِيْلَ: كَيْفَ يُحَاسِبُهُمْ وَ لَا يَرَوْنَهٗ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

كَمَا يَرْزُقُهُمْ وَ لَا يَرَوْنَهٗ.

(۳۰۰)

امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند عالم اس کثیر التعداد مخلوق کا حساب کیونکر لے گا؟ فرمایا:

جس طرح اس کی کثرت کے باوجود انہیں روزی پہنچاتا ہے۔

پوچھا: وہ کیونکر حساب لے گا جبکہ مخلوق اسے دیکھے گی نہیں؟ فرمایا:

جس طرح انہیں روزی دیتا ہے اور وہ اسے دیکھتے نہیں۔

(۳۰۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَسُوْلُكَ تَرْجُمَانُ عَقْلِكَ، وَكِتَابُكَ اَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ!.

(۳۰۱)

تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہے اور تمہاری طرف سے کامیاب ترین ترجمانی کرنے والا تمہارا خط ہے۔

(۳۰۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا الْمُبْتَلَى الَّذِیْ قَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْبَلَآءُ، بِاَحْوَجَ اِلَى الدُّعَآءِ مِنَ الْمُعَافَى الَّذِیْ لَا يَاْمَنُ الْبَلَآءَ!.

(۳۰۲)

ایسا شخص جو سختی و مصیبت میں مبتلا ہو جتنا محتاجِ دُعا ہے اس سے کم وہ محتاج نہیں ہے کہ جو اس وقت خیر و عافیت سے ہے مگر اندیشہ ہے کہ نہ جانے کب مصیبت آ جائے۔

(۳۰۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلنَّاسُ اَبْنَآءُ الدُّنْيَا، وَ لَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلٰى حُبِّ اُمِّهٖ.

(۳۰۳)

لوگ اسی دنیا کی اولاد ہیں، اور کسی شخص کو اپنی ماں کی محبت پر لعنت ملامت نہیں کی جا سکتی۔

(۳۰٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الْمِسْكِيْنَ رَسُوْلُ اللهِ، فَمَنْ مَّنَعَهٗ فَقَدْ مَنَعَ اللهَ، وَ مَنْ اَعْطَاهُ فَقَدْ اَعْطَى اللهَ.

(۳۰۴)

غریب و مسکین اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے۔ تو جس نے اس سے اپنا ہاتھ روکا اس نے خدا سے ہاتھ روکا اور جس نے اسے کچھ دیا اس نے خدا کو دیا۔

(۳۰۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا زَنٰى غَيُوْرٌ قَطُّ.

(۳۰۵)

غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا۔

(۳۰٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَفٰى بِالْاَجَلِ حَارِسًا.

(۳۰۶)

مدتِ حیات نگہبانی کیلئے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لاکھ آسمان کی بجلیاں کڑکیں، حوادث کے طوفان امڈیں، زمین میں زلزلے آئیں اور پہاڑ آپس میں ٹکرائیں، اگر زندگی باقی ہے تو کوئی حادثہ گزند نہیں پہنچا سکتا اور نہ صرصر موت شمع زندگی کو بجھا سکتی ہے، کیونکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس مقررہ وقت تک کوئی چیز سلسلۂ حیات کو قطع نہیں کر سکتی۔ اس لحاظ سے بلاشبہ موت خود زندگی کی محافظ و نگہبان ہے۔

موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبانِ زندگی

☆☆☆☆☆

(۳۰۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَنَامُ الرَّجُلُ عَلَى الثُّكْلِ، وَ لَا يَنَامُ عَلَى الْحَرَبِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ: اَنَّهٗ يَصْبِرُ عَلٰى قَتْلِ الْاَوْلَادِ، وَ لَا يَصْبِرُ عَلٰى سَلْبِ الْاَمْوَالِ.

(۳۰۷)

اولاد کے مرنے پر آدمی کو نیند آ جاتی ہے، مگر مال کے چھن جانے پر اسے نیند نہیں آتی۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولاد کے مرنے پر صبر کر لیتا ہے، مگر مال کے جانے پر صبر نہیں کرتا۔

(۳۰۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَوَدَّةُ الْاٰبَآءِ قَرَابَةٌ بَيْنَ الْاَبْنَآءِ، وَ الْقَرَابَةُ اِلَى الْمَوَدَّةِ اَحْوَجُ مِنَ الْمَوَدَّةِ اِلَى الْقَرَابَةِ.

(۳۰۸)

باپوں کی باہمی محبت، اولاد کے درمیان ایک قرابت ہوا کرتی ہے اور محبت کو قرابت کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی قرابت کو محبت کی۔

(۳۰۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّقُوْا ظُنُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى اَلْسِنَتِهِمْ.

(۳۰۹)

اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو، کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے۔

(۳۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَصْدُقُ اِيْمَانُ عَبْدٍ، حَتّٰى يَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدِ اللّٰهِ اَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِيْ يَدِهٖ.

(۳۱۰)

کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہونے والے مال سے اس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

(۳۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَ قَدْ كَانَ بَعَثَهٗ اِلٰى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ لَمَّا جَآءَ اِلَى الْبَصْرَةِ، يُذَكِّرُهُمَا شَيْئًا مِّمَّا سَمِعَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فِيْ مَعْنَاهُمَا، فَلَوٰى عَنْ ذٰلِكَ، فَرَجَعَ اِلَيْهِ، فَقَالَ: اِنِّيْ اُنْسِيْتُ ذٰلِكَ الْاَمْرَ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللّٰهُ بِهَا بَيْضَآءَ لَامِعَةً لَّا تُوَارِيْهَا الْعِمَامَةُ.

(۳۱۱)

جب حضرتؑ بصرہ میں وارد ہوئے تو انس بن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ وہ اقوال یاد دلائیں جو آپؑ کے بارے میں انہوں نے خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنے ہیں۔ مگر انہوں نے اس سے پہلوتہی کی اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ: وہ بات مجھے یاد نہیں رہی۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا:

اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اس کی پاداش میں خداوند عالم ایسے چمکدار داغ میں تمہیں مبتلا کرے کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے۔

قَالَ الرَّضِيُّ: يَعْنِي الْبَرَصَ، فَاَصَابَ اَنَسًا هٰذَا الدَّآءُ فِيْمَا بَعْدُ فِيْ وَجْهِهٖ، فَكَانَ لَا يُرٰى اِلَّا مُبَرْقَعًا.

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: سفید داغ سے مراد ''برص'' ہے۔ چنانچہ انس اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے۔

علامہ رضیؒ نے اس کلام کے جس مورد و عمل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ: جب حضرتؑ نے جنگ جمل کے موقع پر انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں پیغمبر کا قول: «اِنَّكُمَا سَتُقَاتِلَانِ عَلِيًّا وَّ اَنْتُمَا لَهٗ ظَالِمَانِ»[1]: (تم عنقریب علی علیہ السلام سے جنگ کرو گے اور تم ان کے حق میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہو گے) یاد دلائیں، تو انہوں نے پلٹ کر یہ ظاہر کیا کہ وہ اس کا تذکرہ کرنا بھول گئے تو حضرتؑ نے ان کیلئے یہ کلمات کہے۔

مگر مشہور یہ ہے کہ حضرتؑ نے یہ جملہ اس موقع پر فرمایا جب آپؑ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق چاہی کہ:

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَّوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ.

جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں۔ اے اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ۔[2]

چنانچہ متعدد لوگوں نے اس کی صحت کی گواہی دی، مگر انس ابن مالک خاموش رہے، جس پر حضرتؑ نے ان سے فرمایا کہ: تم بھی تو غدیر خم کے موقع پر موجود تھے، پھر اس خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ: یا امیر المومنینؑ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اب میری یاد داشت کام نہیں کرتی۔ جس پر حضرتؑ نے ان کیلئے بددُعا فرمائی۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں کہ:

وَ ذَكَرَ قَوْمٌ اَنَّ عَلِيًّا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَئَلَهٗ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ: اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ، وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ؟ فَقَالَ: كَبُرَتْ سِنِّيْ وَ نَسِيْتُ. فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللّٰهُ بِبَيْضَآءَ لَا تُوَارِيْهَا الْعِمَامَةَ.

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے انس ابن مالک سے رسول اللہ کے ارشاد: ''اے اللہ! جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ'' کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اسے بھول چکا ہوں تو آپؑ نے فرمایا کہ: ''اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو خدا تمہیں ایسے برص میں مبتلا کرے جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے''۔ (المعارف، ص ۲۵۱)

ابن ابی الحدید نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور سید رضیؒ کے تحریر کردہ واقعہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

فَاَمَّا مَا ذَكَرَهُ الرَّضِيُّ مِنْ اَنَّهٗ بَعَثَ اَنَسًا اِلٰى طَلْحَةَ وَ الزُّبَيْرِ فَغَيْرُ مَعْرُوْفٍ، وَ لَوْ كَانَ قَدْ

---

[1] منہاج البراعہ، ج ۲۱، ص ۳۹۹۔

[2] مسند احمد، ج ۲، ص ۲۶۲، حدیث ۹۵۰۔

بَعَثَهُ لِيُذَكِّرَهُمَا بِكَلَامٍ يَخْتَصُّ بِهِمَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ لَمَا اَمْكَنَهُ اَنْ يَّرْجِعَ فَيَقُوْلَ: اِنِّيْ اُنْسِيْتُهُ لِاَنَّهُ مَا فَارَقَهُ مُتَوَجِّهًا نَحْوَهُمَا اِلَّا وَ قَدْ اَقَرَّ بِمَعْرِفَتِهِ وَ ذِكْرِهِ، فَكَيْفَ يَرْجِعُ بَعْدَ سَاعَةٍ، اَوْ يَوْمٍ، فَيَقُوْلَ: اِنِّيْ اُنْسِيْتُهُ، فَيُنْكِرُ بَعْدَ الْاِقْرَارِ، هٰذَا مِمَّا لَا يَقَعُ.

سیّد رضیؒ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرتؑ نے انس کو طلحہ و زبیر کی طرف روانہ کیا تھا ایک غیر معروف واقعہ ہے۔ اگر حضرتؑ نے اس کلام کی یاد دہانی کیلئے انہیں بھیجا ہوتا کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا تھا تو یہ بعید ہے کہ وہ پلٹ کر یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا۔ کیونکہ جب وہ حضرتؑ سے الگ ہو کر روانہ ہوئے تھے تو اس وقت یہ اقرار کیا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد میرے علم میں ہے اور مجھے یاد ہے۔ پھر کس طرح یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک گھڑی یا ایک دن کے بعد یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا اور اقرار کے بعد انکار کریں۔ یہ ایک نہ ہونے والی بات ہے۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۴، ص ۳۸۸)

☆☆☆☆☆

(۳۱۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلْقُلُوْبِ اِقْبَالًا وَّ اِدْبَارًا، فَاِذَاۤ اَقْبَلَتْ فَاحْمِلُوْهَا عَلَى النَّوَافِلِ، وَ اِذَاۤ اَدْبَرَتْ فَاقْتَصِرُوْا بِهَا عَلَى الْفَرَآئِضِ.

(۳۱۲)

دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اُچاٹ ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب مائل ہوں اس وقت انہیں مستحبات کی بجا آوری پر آمادہ کرو، اور جب اُچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو۔

(۳۱۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ فِي الْقُرْاٰنِ نَبَاُ مَا قَبْلَكُمْ، وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَ حُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ.

(۳۱۳)

قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں، تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کیلئے احکام ہیں۔

(۳۱۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُدُّوا الْحَجَرَ مِنْ حَيْثُ جَآءَ، فَاِنَّ الشَّرَّ لَا يَدْفَعُهُ اِلَّا الشَّرُّ.

(۳۱۴)

جدھر سے پتھر آئے اسے ادھر ہی پلٹا دو، کیونکہ سختی کا دفعیہ سختی ہی سے ہوسکتا ہے۔

(۳۱۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكَاتِبِهٖ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِيْ رَافِعٍ:

اَلِقْ دَوَاتَكَ، وَ اَطِلْ جِلْفَةَ قَلَمِكَ، وَ فَرِّجْ بَيْنَ السُّطُوْرِ، وَ قَرْمِطْ بَيْنَ الْحُرُوْفِ، فَاِنَّ ذٰلِكَ اَجْدَرُ بِصَبَاحَةِ الْخَطِّ.

(۳۱۵)

اپنے منشی عبید اللہ ابن ابی رافع سے فرمایا:

دوات میں صُوف ڈالا کرو اور قلم کی زبان لمبی رکھا کرو، سطروں کے درمیان فاصلہ زیادہ چھوڑا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو کہ یہ خط کی دیدہ زیبی کیلئے مناسب ہے۔

(۳۱۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَنَا يَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ الْمَالُ يَعْسُوْبُ الْفُجَّارِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ مَعْنٰى ذٰلِكَ: اَنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَتَّبِعُوْنَنِيْ، وَ الْفُجَّارُ يَتَّبِعُوْنَ الْمَالَ، كَمَا تَتَّبِعُ النَّحْلُ يَعْسُوْبَهَا، وَ هُوَ رَئِيْسُهَا.

(۳۱۶)

میں اہل ایمان کا یعسوب ہوں اور بدکرداروں کا یعسوب مال ہے۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کی اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا کرتی ہیں۔ اور ''یعسوب'' اس مکھی کو کہتے ہیں جو ان کی سردار ہوتی ہے۔

(۳۱۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَالَ لَهٗ بَعْضُ الْيَهُوْدِ: مَا دَفَنْتُمْ نَبِيَّكُمْ حَتّٰى اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ:

اِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِيْهِ، وَ لٰكِنَّكُمْ مَا جَفَّتْ اَرْجُلُكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ: ﴿اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۝﴾.

(۳۱۷)

ایک یہودی نے آپؑ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کر دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا:

ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا، بلکہ ان کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا، مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے کہ: ''ہمارے لئے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے خدا ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ: بیشک تم ایک جاہل قوم ہو''۔

اس یہودی کی نکتہ چینی کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو پیش کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو ایک اختلافی امر ثابت کرے، مگر حضرتؑ نے لفظ ''فیہ'' کے بجائے لفظ ''عنہ'' فرما کر اختلاف کا مورد واضح کر دیا کہ وہ اختلاف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں نہ تھا، بلکہ ان کی نیابت و جانشینی کے سلسلہ میں تھا۔ اور پھر یہودیوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ لوگ جو آج پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلاف پر نقد کر رہے ہیں، خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں عقیدۂ توحید میں متزلزل ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب وہ اہل مصر کی غلامی سے چھٹکارا پا کر دریا کے پار اترے تو سینا کے بت خانہ میں بچھڑے کی ایک مورتی دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسی مورتی بنا دیجئے۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ: تم اب بھی ویسے ہی جاہل ہو جیسے مصر میں تھے۔ تو جس قوم میں توحید کی تعلیم پانے کے بعد بھی بت پرستی کا جذبہ اتنا ہو کہ وہ ایک بت کو دیکھ کر تڑپنے لگے اور یہ چاہے کہ اس کیلئے بھی ایک بت خانہ بنا دیا جائے، اس کو مسلمانوں کے کسی اختلاف پر تبصرہ کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۳۱۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

وَ قِیْلَ لَهٗ: بِاَیِّ شَیْءٍ غَلَبْتَ الْاَقْرَانَ؟

فَقَالَ علیہ السلام:

مَا لَقِیْتُ رَجُلًا اِلَّاۤ اَعَانَنِیْ عَلٰی نَفْسِهٖ.

قَالَ الرَّضِیُّ: یُوْمِئُ علیہ السلام بِذٰلِكَ اِلٰی تَمَكُّنِ هَیْبَتِهٖ فِی الْقُلُوْبِ.

(۳۱۸)

حضرتؑ سے کہا گیا کہ آپؑ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ:

میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپؑ کی ہیبت دلوں پر چھا جاتی تھی۔

جو شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے اس کا پسپا ہونا ضروری سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ کیلئے صرف جسمانی طاقت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا، بلکہ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے۔ اور جب وہ ہمت ہار دے گا اور یہ خیال دل میں جمالے گا کہ مجھے مغلوب ہی ہونا ہے تو وہ مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورت امیر المومنین علیہ السلام کے حریف کی ہوتی تھی کہ وہ ان کی مسلّمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اسے موت کا یقین ہو جاتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں اس کی قوت معنوی و خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اسے موت کی راہ پر لا کھڑا کرتا تھا۔

☆☆☆☆☆

(۳۱۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِابْنِهٖ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّةِ:

یَا بُنَیَّ! اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكَ الْفَقْرَ، فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْهُ، فَاِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِّلدِّیْنِ، مَدْهَشَةٌ لِّلْعَقْلِ، دَاعِیَةٌ لِّلْمَقْتِ۔

(۳۱۹)

اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ سے فرمایا:

اے فرزند! میں تمہارے لئے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں، لہٰذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ دین کے نقص، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

(۳۲۰) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِسَآئِلٍ سَئَلَهٗ عَنْ مُّعْضِلَةٍ:

سَلْ تَفَقُّهًا وَّ لَا تَسْئَلْ تَعَنُّتًا، فَاِنَّ الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ شَبِیْهٌۢ بِالْعَالِمِ، وَ اِنَّ الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِیْهٌۢ بِالْجَاهِلِ الْمُتَعَنِّتِ.

(۳۲۰)

ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ آپؑ سے دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا:

سمجھنے کیلئے پوچھو، الجھنے کیلئے نہ پوچھو، کیونکہ وہ جاہل جو سیکھنا چاہتا ہے مثل عالم کے ہے اور وہ عالم جو الجھنا چاہتا ہے وہ مثل جاہل کے ہے۔

(۳۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ، وَ قَدْ اَشَارَ عَلَيْهِ فِيْ شَيْءٍ لَّمْ يُوَافِقْ رَاْيَهٗ:

لَكَ اَنْ تُشِيْرَ عَلَيَّ وَ اَرٰى، فَاِنْ عَصَيْتُكَ فَاَطِعْنِيْ.

(۳۲۱)

عبداللہ ابن عباس نے ایک امر میں آپؑ کو مشورہ دیا جو آپؑ کے نظریہ کے خلاف تھا تو آپؑ نے ان سے فرمایا:

تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو، اسکے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے، اور اگر میں تمہاری رائے کو نہ مانوں تو تمہیں میری اطاعت لازم ہے۔

عبداللہ ابن عباس نے امیرالمومنین علیہ السلام کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہ اور زبیر کو کوفہ کی حکومت کا پروانہ لکھ دیجئے اور معاویہ کو شام کی ولایت پر برقرار رہنے دیجئے، یہاں تک کہ آپؑ کے قدم مضبوطی سے جم جائیں اور حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے۔ جس کے جواب میں حضرتؑ نے فرمایا کہ: میں دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنے دین کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتا، لہٰذا تم اپنی بات منوانے کے بجائے میری بات کو سنو اور میری اطاعت کرو۔

☆☆☆☆☆

(۳۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ رُوِيَ اَنَّهٗ لَمَّا وَرَدَ الْكُوْفَةَ قَادِمًا مِّنْ صِفِّيْنَ مَرَّ بِالشِّبَامِيِّيْنَ، فَسَمِعَ بُكَآءَ النِّسَآءِ عَلٰى قَتْلٰى صِفِّيْنَ، وَ خَرَجَ اِلَيْهِ حَرْبُ بْنُ شُرَحْبِيْلَ الشِّبَامِيُّ، وَ كَانَ مِنْ وُّجُوْهِ قَوْمِهٖ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ:

اَ تَغْلِبُكُمْ نِسَآؤُكُمْ عَلٰى مَاۤ اَسْمَعُ؟ اَلَا تَنْهَوْنَهُنَّ عَنْ هٰذَا الرَّنِيْنِ؟

وَ اَقْبَلَ حَرْبٌ يَّمْشِيْ مَعَهٗ، وَ هُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَاكِبٌ. فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ:

اِرْجِعْ، فَاِنَّ مَشْيَ مِثْلِكَ مَعَ مِثْلِيْ فِتْنَةٌ لِّلْوَالِيْ، وَ مَذَلَّةٌ لِّلْمُؤْمِنِ.

(۳۲۲)

وارد ہوا ہے کہ جب حضرتؑ صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ پہنچے تو قبیلہ شبام کی آبادی سے ہو کر گزرے، جہاں صفین کے کشتوں پر رونے کی آواز آپؑ کے کانوں میں پڑی۔ اتنے میں حرب ابن شرحبیل شبامی جو اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے، حضرتؑ کے پاس آئے تو آپؑ نے اس سے فرمایا:

کیا تمہارا ان عورتوں پر بس نہیں چلتا جو میں رونے کی آوازیں سن رہا ہوں؟ اس رونے چلانے سے تم انہیں منع نہیں کرتے؟

حرب آگے بڑھ کر حضرتؑ کے ہم رکاب ہو لئے درآں حالیکہ حضرتؑ سوار تھے تو آپؑ نے فرمایا:

پلٹ جاؤ! تم ایسے آدمی کا مجھ ایسے کے ساتھ پیادہ چلنا والی کیلئے فتنہ اور مومن کیلئے ذلت ہے۔

(۳۲۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ مَرَّ بِقَتْلَى الْخَوَارِجِ يَوْمَ النَّهْرَوَانِ:

بُؤْسًا لَّكُمْ! لَقَدْ ضَرَّكُمْ مَنْ غَرَّكُمْ.

فَقِيْلَ لَهٗ: مَنْ غَرَّهُمْ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟

فَقَالَ:

اَلشَّيْطٰنُ الْمُضِلُّ، وَ الْاَنْفُسُ الْاَمَّارَةُ بِالسُّوْٓءِ، غَرَّتْهُمْ بِالْاَمَانِيِّ، وَ فَسَحَتْ لَهُمْ بِالْمَعَاصِيْ، وَ وَعَدَتْهُمُ الْاِظْهَارَ، فَاقْتَحَمَتْ بِهِمُ النَّارَ.

(۳۲۳)

نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہو کر گزرے تو فرمایا:

تمہارے لئے ہلاکت و تباہی ہو! جس نے تمہیں ورغلایا اس نے تمہیں فریب دیا۔

کہا گیا کہ: یا امیر المومنینؑ! کس نے انہیں ورغلایا تھا؟

فرمایا کہ:

گمراہ کرنے والے شیطان اور برائی پر ابھارنے والے نفس نے کہ جس نے انہیں امیدوں کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ ان کیلئے کھول دیا، فتح و کامرانی کے ان سے وعدے کئے اور اس طرح انہیں دوزخ میں جھونک دیا۔

(۳۲٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِتَّقُوْا مَعَاصِيَ اللّٰهِ فِي الْخَلَوَاتِ، فَاِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ.

(۳۲۴)

تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو، کیونکہ جو گواہ ہے وہی حاکم ہے۔

(۳۲٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا بَلَغَهٗ قَتْلُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ:

اِنَّ حُزْنَنَا عَلَيْهِ عَلٰى قَدْرِ سُرُوْرِهِمْ بِهٖ، اِلَّاۤ اَنَّهُمْ نَقَصُوْا بَغِيْضًا، وَ نَقَصْنَا حَبِيْبًا.

(۳۲۵)

جب آپؑ کو محمد ابن ابی بکر (رحمہ اللہ) کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپؑ نے فرمایا:

ہمیں ان کے مرنے کا اتنا ہی رنج و قلق ہے جتنی دشمنوں کو اسکی خوشی ہے۔ بلاشبہ ان کا ایک دشمن کم ہوا اور ہم نے ایک دوست کو کھو دیا۔

(۳۲٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعُمُرُ الَّذِيْۤ اَعْذَرَ اللّٰهُ فِيْهِ اِلَى ابْنِ اٰدَمَ سِتُّوْنَ سَنَةً.

(۳۲۶)

وہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا، ساٹھ برس کی ہے۔

(۳۲٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الْاِثْمُ بِهٖ، وَ الْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوْبٌ.

(۳۲۷)

جس پر گناہ قابو پالے وہ کامران نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا حقیقتاً مغلوب ہے۔

(۳۲۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَرَضَ فِیْۤ اَمْوَالِ الْاَغْنِیَآءِ اَقْوَاتَ الْفُقَرَآءِ، فَمَا جَاعَ فَقِیْرٌ اِلَّا بِمَا مُتِّعَ بِهٖ غَنِیٌّ، وَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَآئِلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

(۳۲۸)

خدا وند عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے، لہٰذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لئے کہ دولتمند نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر ان سے اس کا مواخذہ کرنے والا ہے۔

(۳۲۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلْاِسْتِغْنَآءُ عَنِ الْعُذْرِ اَعَزُّ مِنَ الصِّدْقِ بِهٖ.

(۳۲۹)

سچا عذر پیش کرنے سے یہ زیادہ وقیع ہے کہ عذر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض پر اس طرح کاربند ہونا چاہیے کہ اسے معذرت پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ معذرت میں ایک گونہ کوتاہی کی جھلک اور ذلت کی نمود ہوتی ہے، اگرچہ وہ صحیح و درست ہی کیوں نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

(۳۳۰) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَقَلُّ مَا یَلْزَمُكُمْ لِلّٰهِ اَنْ لَّا تَسْتَعِیْنُوْا بِنِعَمِهٖ عَلٰی مَعَاصِیْهِ.

(۳۳۰)

اللہ کا کم سے کم حق جو تم پر عائد ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی نعمتوں سے گناہوں میں مدد نہ لو۔

کفرانِ نعمت و ناسپاسی کے چند درجے ہیں:

- پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان نعمت ہی کی تشخیص نہ کرسکے۔ جیسے آنکھوں کی روشنی، زبان کی گویائی، کانوں کی شنوائی اور ہاتھ پیروں کی حرکت۔ یہ سب اللہ کی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں، مگر بہت سے لوگوں کو ان کے نعمت ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان میں شکرگزاری کا جذبہ پیدا ہو۔
- دوسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت کو دیکھے اور سمجھے، مگر اس کے مقابلہ میں شکر بجا نہ لائے۔
- تیسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت بخشنے والے کی مخالفت و نافرمانی کرے۔
- چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت و بندگی میں صرف کرنے کے بجائے اس کی معصیت و نافرمانی میں صرف کرے۔ یہ کفرانِ نعمت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

☆☆☆☆☆

(۳۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ الطَّاعَةَ غَنِيْمَةَ الْاَكْيَاسِ عِنْدَ تَفْرِيْطِ الْعَجَزَةِ۔

(۳۳۱)

جب کاہل اور نا کارہ افراد عمل میں کوتاہی کرتے ہیں تو اللہ کی طرف سے یہ عقلمندوں کیلئے ادائے فرض کا ایک بہترین موقع ہوتا ہے۔

(۳۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلسُّلْطَانُ وَزَعَةُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ.

(۳۳۲)

حکام اللہ کی سرزمین میں اس کے پاسبان ہیں۔

(۳۳۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ صِفَةِ الْمُؤْمِنِ:

اَلْمُؤْمِنُ بِشْرُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ، وَ حُزْنُهٗ فِيْ قَلْبِهٖ، اَوْسَعُ شَيْءٍ صَدْرًا، وَ اَذَلُّ شَيْءٍ نَفْسًا، يَكْرَهُ الرِّفْعَةَ، وَ يَشْنَاُ السُّمْعَةَ، طَوِيْلٌ غَمُّهٗ، بَعِيْدٌ هَمُّهٗ، كَثِيْرٌ صَمْتُهٗ، مَشْغُوْلٌ وَّقْتُهٗ، شَكُوْرٌ صَبُوْرٌ، مَغْمُوْرٌ بِفِكْرَتِهٖ، ضَنِيْنٌ بِخَلَّتِهٖ، سَهْلُ الْخَلِيْقَةِ، لَيِّنُ الْعَرِيْكَةِ! نَفْسُهٗ اَصْلَبُ مِنَ الصَّلْدِ، وَ هُوَ اَذَلُّ مِنَ الْعَبْدِ.

(۳۳۳)

مومن کے متعلق فرمایا:

مومن کے چہرے پر بشاشت اور دل میں غم و اندوہ ہوتا ہے۔ ہمت اس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ اپنے کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے۔ سربلندی کو برا سمجھتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا غم بے پایاں اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ بہت خاموش، ہمہ وقت مشغو ل، شاکر، صابر، فکر میں غرق، دست طلب بڑھانے میں بخیل، خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے اور اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور وہ خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

(۳۳۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ رَاَى الْعَبْدُ الْاَجَلَ وَ مَصِيْرَهٗ لَاَبْغَضَ الْاَمَلَ وَ غُرُوْرَهٗ.

(۳۳۴)

اگر کوئی بندہ مدتِ حیات اور اس کے انجام کو دیکھے تو امیدوں اور ان کے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

(۳۳۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِكُلِّ امْرِئٍ فِيْ مَالِهٖ شَرِيْكَانِ: الْوَارِثُ، وَ الْحَوَادِثُ.

(۳۳۵)

ہر شخص کے مال میں دو حصہ دار ہوتے ہیں: ایک وارث اور دوسرے حوادث۔

(۳۳۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْمَسْؤُوْلُ حُرٌّ حَتّٰى يَعِدَ.

(۳۳۶)

جس سے مانگا جائے وہ اسوقت تک آزاد ہے جبتک وعدہ نہ کرلے۔

(۳۳۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلدَّاعِيْ بِلَا عَمَلٍ كَالرَّامِيْ بِلَا وَتَرٍ.

(۳۳۷)

جو عمل نہیں کرتا اور دُعا مانگتا ہے وہ ایسا ہے جیسے بغیر چلّہ کمان کے تیر چلانے والا۔

(۳۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: مَطْبُوْعٌ وَّ مَسْمُوْعٌ، وَ لَا يَنْفَعُ الْمَسْمُوْعُ اِذَا لَمْ يَكُنِ الْمَطْبُوْعُ.

(۳۳۸)

علم دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جو نفس میں رَچ بس جائے اور ایک وہ جو صرف سن لیا گیا ہو، اور سنا سنایا علم فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

(۳۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

صَوَابُ الرَّاْيِ بِالدُّوَلِ: يُقْبِلُ بِاِقْبَالِهَا، وَ يَذْهَبُ بِذَهَابِهَا.

(۳۳۹)

اصابتِ رائے اقبال و دولت سے وابستہ ہے۔ اگر یہ ہے تو وہ بھی ہوتی ہے، اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہوتی۔

جب کسی کا بخت یاور اور اقبال اوج و عروج پر ہوتا ہے تو اس کے قدم خود بخود منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور ذہن و فکر کو صحیح طریق کار کے طے کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہوتی اور جس کا اقبال ختم ہونے پر آتا ہے وہ روشنی میں بھی ٹھوکریں کھاتا ہے اور ذہن و فکر کی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ جب بنی برمک کا زوال شروع ہوا تو ان میں کے دس آدمی ایک امر میں مشورہ کرنے کیلئے جمع ہوئے، مگر پوری ردّ و کد کے بعد بھی کسی صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکے۔ یہ دیکھ کر یحییٰ نے کہا کہ: خدا کی قسم! یہ ہمارے زوال کا پیش خیمہ اور ہمارے اِدبار کی علامت ہے کہ ہم دس آدمی بھی کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکیں، ورنہ جب ہمارا نیّر اقبال بامِ عروج پر تھا تو ہمارا ایک آدمی ایسی دس دس گتھیوں کو بڑی آسانی سے سلجھا لیتا تھا۔

☆☆☆☆☆

(۳۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَفَافُ زِيْنَةُ الْفَقْرِ، وَ الشُّكْرُ زِيْنَةُ الْغِنٰى.

(۳۴۰)

فقر کی زینت پاکدامنی اور تونگری کی زینت شکر ہے۔

(۳۴۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ اَشَدُّ مِنْ يَّوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُوْمِ!

(۳۴۱)

ظالم کیلئے انصاف کا دن اس سے زیادہ سخت ہوگا جتنا مظلوم پر ظلم کا دن۔

(۳۴۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْغِنَى الْاَكْبَرُ الْيَاْسُ عَمَّا فِيْۤ اَيْدِي النَّاسِ.

(۳۴۲)

سب سے بڑی دولتمندی یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھ میں جو ہے اس کی آس نہ رکھی جائے۔

(۳۴۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْاَقَاوِيْلُ مَحْفُوْظَةٌ، وَ السَّرَآئِرُ مَبْلُوَّةٌ، وَ ﴿كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌۙ﴾، وَ النَّاسُ مَنْقُوْصُوْنَ مَدْخُوْلُوْنَ اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللهُ، سَآئِلُهُمْ مُتَعَنِّتٌ، وَ مُجِيْبُهُمْ مُتَكَلِّفٌ، يَكَادُ اَفْضَلُهُمْ رَاْيًا يَرُدُّهٗ عَنْ فَضْلِ رَاْيِهِ الرِّضٰى وَ السُّخْطُ، وَ يَكَادُ اَصْلَبُهُمْ عُوْدًا تَنْكَؤُهُ اللَّحْظَةُ، وَ تَسْتَحِيْلُهُ الْكَلِمَةُ الْوَاحِدَةُ.

(۳۴۳)

گفتگوئیں محفوظ ہیں اور دلوں کے بھید جانچے جانے والے ہیں۔ "ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی ہے" اور لوگوں کے جسموں میں نقص اور عقلوں میں فتور آنے والا ہے، مگر وہ کہ جسے اللہ بچائے رکھے۔ ان میں پوچھنے والا الجھانا چاہتا ہے اور جواب دینے والا (بے جانے بوجھے جواب کی) زحمت اٹھاتا ہے۔ جو ان میں درست رائے رکھتا ہے اکثر خوشنودی و ناراضگی کے تصورات اسے صحیح رائے سے موڑ دیتے ہیں، اور جو ان میں عقل کے لحاظ سے پختہ ہوتا ہے بہت ممکن ہے کہ ایک نگاہ اس کے دل پر اثر کر دے اور ایک کلمہ اس میں انقلاب پیدا کر دے۔

(۳۴۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَعَاشِرَ النَّاسِ! اتَّقُوا اللهَ، فَكَمْ مِّنْ مُّؤَمِّلٍ مَّا لَا يَبْلُغُهٗ، وَ بَانٍ مَّا لَا يَسْكُنُهٗ، وَ جَامِعٍ مَّا سَوْفَ يَتْرُكُهٗ، وَ لَعَلَّهٗ مِنْ بَاطِلٍ جَمَعَهٗ، وَ مِنْ حَقٍّ مَّنَعَهٗ، اَصَابَهٗ حَرَامًا، وَ احْتَمَلَ بِهٖ اٰثَامًا، فَبَآءَ بِوِزْرِهٖ، وَ قَدِمَ عَلٰى رَبِّهٖ، اٰسِفًا لَّاهِفًا، قَدْ ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۝﴾.

(۳۴۴)

اے گروہ مردم! اللہ سے ڈرتے رہو! کیونکہ کتنے ہی ایسی باتوں کی امید باندھنے والے ہیں جن تک پہنچتے نہیں، اور ایسے گھر تعمیر کرنے والے ہیں جن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا، اور ایسا مال جمع کرنے والے ہیں جسے چھوڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہوسکتا ہے کہ اسے غلط طریقہ سے جمع کیا ہو یا کسی کا حق دبا کر حاصل کیا ہو۔ اس طرح اسے بطور حرام پایا ہو اور اس کی وجہ سے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہو، تو اس کا وبال لے کر پلٹے اور اپنے پروردگار کے حضور رنج و افسوس کرتے ہوئے جا پہنچے۔ "دنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا اٹھایا۔ یہی تو کھلم کھلا گھاٹا ہے"۔

(۳۴۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنَ الْعِصْمَةِ تَعَذُّرُ الْمَعَاصِیْ.

(۳۴۵)

گناہ تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک صورت پاکدامنی کی ہے۔

(۳۴۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَآءُ وَجْهِكَ جَامِدٌ يُّقْطِرُهُ السُّؤَالُ، فَانْظُرْ عِنْدَ مَنْ تُقْطِرُهٗ.

(۳۴۶)

تمہاری آبرو قائم ہے جسے دستِ سوال دراز کرنا بہا دیتا ہے، لہٰذا یہ خیال رہے کہ کس کے آگے اپنی آبروریزی کر رہے ہو۔

(۳۴۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلثَّنَآءُ بِاَكْثَرَ مِنَ الْاِسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ، وَ التَّقْصِيْرُ عَنِ الْاِسْتِحْقَاقِ عِیٌّ اَوْ حَسَدٌ.

(۳۴۷)

کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاپلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی ہے یا حسد۔

(۳۴۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَهَانَ بِهٖ صَاحِبُهٗ.

(۳۴۸)

سب سے بھاری گناہ وہ ہے کہ جس کا ارتکاب کرنے والا اسے سبک سمجھے۔

چھوٹے گناہوں میں بے باکی و بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کے معاملہ میں بے پرواہ سا ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ عادت اسے بڑے بڑے گناہوں کی جرأت دلا دیتی ہے اور پھر وہ بغیر کسی جھجک کے ان کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا چھوٹے گناہوں کو بڑے گناہوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے ان سے احتراز کرنا چاہیے، تاکہ بڑے گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔

☆☆☆☆☆

(۳۴۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ نَّظَرَ فِیْ عَيْبِ نَفْسِهِ اشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهٖ، وَ مَنْ رَّضِیَ بِرِزْقِ اللّٰهِ لَمْ يَحْزَنْ عَلٰى مَا فَاتَهٗ، وَ مَنْ سَلَّ سَيْفَ الْبَغْیِ قُتِلَ بِهٖ، وَ مَنْ كَابَدَ الْاُمُوْرَ عَطِبَ، وَ مَنِ اقْتَحَمَ اللُّجَجَ غَرِقَ، وَ مَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوْٓءِ اتُّهِمَ.

وَ مَنْ كَثُرَ كَلَامُهٗ كَثُرَ خَطَؤُهٗ، وَ مَنْ كَثُرَ

(۳۴۹)

جو شخص اپنے عیوب پر نظر رکھے گا وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہے گا۔ اور جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر خوش رہے گا وہ نہ ملنے والی چیز پر رنجیدہ نہیں ہوگا۔ جو ظلم کی تلوار کھینچتا ہے وہ اسی سے قتل ہوتا ہے۔ جو اہم امور کو زبردستی انجام دینا چاہتا ہے وہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔ جو اٹھتی ہوئی موجوں میں پھاندتا ہے وہ ڈوبتا ہے۔ جو بدنامی کی جگہوں پر جائے گا وہ بدنام ہوگا۔

جو زیادہ بولے گا وہ زیادہ لغزشیں کرے گا، اور جس کی لغزشیں

خَطَؤُهٗ قَلَّ حَيَآؤُهٗ، وَ مَنْ قَلَّ حَيَآؤُهٗ قَلَّ وَرَعُهٗ، وَ مَنْ قَلَّ وَرَعُهٗ مَاتَ قَلْبُهٗ، وَ مَنْ مَّاتَ قَلْبُهٗ دَخَلَ النَّارَ.

وَ مَنْ نَّظَرَ فِیْ عُيُوْبِ النَّاسِ فَاَنْكَرَهَا ثُمَّ رَضِيَهَا لِنَفْسِهٖ فَذٰلِكَ الْاَحْمَقُ بِعَيْنِهٖ.

وَ الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ، وَ مَنْ اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ رَضِیَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيْرِ، وَ مَنْ عَلِمَ اَنَّ كَلَامَهٗ مِنْ عَمَلِهٖ قَلَّ كَلَامُهٗ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ.

زیادہ ہوں اس کی حیا کم ہو جائے گی، اور جس میں حیا کم ہو اس میں تقویٰ کم ہو گا، اور جس میں تقویٰ کم ہو گا اس کا دل مردہ ہو جائے گا، اور جس کا دل مردہ ہو گیا وہ دوزخ میں جا پڑا۔

جو شخص لوگوں کے عیوب دیکھ کر ناک بھوں چڑھائے اور پھر انہیں اپنے لئے چاہے وہ سراسر احمق ہے۔

قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ جو موت کو زیادہ یاد رکھتا ہے وہ تھوڑی سی دنیا پر بھی خوش رہتا ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس کا قول بھی عمل کا ایک جز ہے وہ مطلب کی بات کے علاوہ کلام نہیں کرتا۔

(۳۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِلظَّالِمِ مِنَ الرِّجَالِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: يَظْلِمُ مَنْ فَوْقَهٗ بِالْمَعْصِيَةِ، وَ مَنْ دُوْنَهٗ بِالْغَلَبَةِ، وَ يُظَاهِرُ الْقَوْمَ الظَّلَمَةَ.

(۳۵۰)

لوگوں میں جو ظالم ہو اس کی تین علامتیں ہیں: وہ ظلم کرتا ہے اپنے سے بالا ہستی کی خلاف ورزی سے، اور اپنے سے پست لوگوں پر قہر و تسلط سے اور ظالموں کی کمک و امداد کرتا ہے۔

(۳۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عِنْدَ تَنَاهِی الشِّدَّةِ تَكُوْنُ الْفَرْجَةُ، وَ عِنْدَ تَضَايُقِ حَلَقِ الْبَلَآءِ يَكُوْنُ الرَّخَآءُ.

(۳۵۱)

جب سختی انتہا کو پہنچ جائے تو کشائش و فراخی ہو گی اور جب ابتلا و مصیبت کی کڑیاں تنگ ہو جائیں تو راحت و آسائش حاصل ہوتی ہے۔

(۳۵۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ:

لَا تَجْعَلَنَّ اَكْثَرَ شُغُلِكَ بِاَهْلِكَ وَ وَلَدِكَ: فَاِنْ يَّكُنْ اَهْلُكَ وَ وَلَدُكَ اَوْلِيَآءَ اللهِ، فَاِنَّ اللهَ لَا يُضِيْعُ اَوْلِيَآءَهٗ، وَ اِنْ يَكُوْنُوْا اَعْدَآءَ اللهِ، فَمَا هَمُّكَ وَ شُغُلُكَ بِاَعْدَآءِ اللهِ؟!.

(۳۵۲)

اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا:

زن و فرزند کی زیادہ فکر میں نہ رہو، اس لئے کہ اگر وہ دوستانِ خدا ہیں تو خدا اپنے دوستوں کو برباد نہ ہونے دے گا، اور اگر دشمنانِ خدا ہیں تو تمہیں دشمنانِ خدا کی فکروں اور دھندوں میں پڑنے سے مطلب ہی کیا۔

(۳۵۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَكْبَرُ الْعَيْبِ اَنْ تَعِيْبَ مَا فِيْكَ مِثْلُهٗ.

(۳۵۳)

سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس عیب کو برا کہو جس کے مانند خود تمہارے اندر موجود ہے۔

اس سے بڑھ کر اور عیب کیا ہو سکتا ہے کہ انسان دوسروں کے ان عیوب پر نکتہ چینی کرے جو خود اسکے اندر بھی پائے جاتے ہوں۔ تقاضائے عدل تو یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے پہلے اپنے عیوب پر نظر کرے اور سوچے کہ عیب، عیب ہے، وہ دوسرے کے اندر پایا جائے یا اپنے اندر۔

همه عیب خلق دیدن، نه مروتست و مردی
نگهی به خویشتن کن، که تو هم گناه داری

☆☆☆☆☆

(۳۵٤) وَهَنَّا بِحَضْرَتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رَجُلٌ رَجُلًا بِغُلَامٍ وُّلِدَ لَهٗ، فَقَالَ لَهٗ: لِيَهْنِئْكَ الْفَارِسُ.

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، وَ لٰكِنْ قُلْ: شَكَرْتَ الْوَاهِبَ، وَ بُوْرِكَ لَكَ فِي الْمَوْهُوْبِ، وَ بَلَغَ اَشُدَّهٗ، وَ رُزِقْتَ بِرَّهٗ.

(۳۵۴)

حضرتؑ کے سامنے ایک نے دوسرے شخص کو فرزند کے پیدا ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ: ''شہسوار مبارک ہو''! جس پر حضرتؑ نے فرمایا کہ:

یہ نہ کہو! بلکہ یہ کہو کہ تم بخشنے والے (خدا) کے شکر گزار ہوئے، یہ بخشی ہوئی نعمت تمہیں مبارک ہو! یہ اپنے کمال کو پہنچے اور اس کی نیکی و سعادت تمہیں نصیب ہو!۔

(۳۵۵) {وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ}

وَ بَنٰى رَجُلٌ مِّنْ عُمَّالِهٖ بِنَآءً فَخْمًا، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَطْلَعَتِ الْوَرِقُ رُؤُوْسَهَا! اِنَّ الْبِنَآءَ يَصِفُ لَكَ الْغِنٰى.

(۳۵۵)

حضرتؑ کے عمال میں سے ایک شخص نے ایک بلند عمارت تعمیر کی جس پر آپؑ نے فرمایا:

چاندی کے سکوں نے سر نکالا ہے۔ بلاشبہ یہ عمارت تمہاری ثروت کی غمازی کرتی ہے۔

(۳۵۶) وَقِيلَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ سُدَّ عَلٰى رَجُلٍ بَابُ بَيْتِهٖ، وَ تُرِكَ فِيْهِ، مِنْ اَيْنَ كَانَ يَاْتِيْهِ رِزْقُهٗ؟

فَقَالَ عليه السلام:

مِنْ حَيْثُ يَاْتِيْهِ اَجَلُهٗ.

(۳۵۶)

حضرتؑ سے کہا گیا کہ: اگر کسی شخص کو گھر میں چھوڑ کر اس کا دروازہ بند کردیا جائے تو اس کی روزی کدھر سے آئے گی؟ فرمایا:

جدھر سے اس کی موت آئے گی۔

اگر خداوند عالم کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو زندہ رکھے جسے کسی بند جگہ میں محصور کر دیا گیا ہو تو وہ اس کیلئے سروسامانِ زندگی مہیا کر کے اسے زندہ رکھنے پر قادر ہے اور جس طرح بند دروازے موت کو نہیں روک سکتے، اسی طرح رزق سے بھی مانع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس قادرِ مطلق کی قدرت دونوں پر یکساں کارفرما ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو رزق کے معاملہ میں قانع ہونا چاہیے، کیونکہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوگا، اسے بہر صورت ملے گا۔

می رسد در خانہ در بستہ روزی چون اجل   حرص دارد این چنین خاطر پریشان خلق را

☆☆☆☆☆

(۳۵۷) وَعَزّٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَوْمًا عَنْ مَّيِّتٍ لَّهُمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَيْسَ بِكُمْ بَدَاَ، وَ لَاۤ اِلَيْكُمُ انْتَهٰى، وَ قَدْ كَانَ صَاحِبُكُمْ هٰذَا يُسَافِرُ، فَعُدُّوْهُ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ، فَاِنْ قَدِمَ عَلَيْكُمْ وَ اِلَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْهِ.

(۳۵۷)

حضرتؑ نے ایک جماعت کو ان کے مرنے والے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اس موت کی ابتدا تم سے نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کی انتہا تم پر ہے۔ یہ تمہارا ساتھی مصروف سفر رہتا تھا۔ اب بھی یہی سمجھو کہ وہ اپنے کسی سفر میں ہے۔ اگر وہ آ گیا تو بہتر، ورنہ تم خود اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔

(۳۵۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ! لِيَرَكُمُ اللّٰهُ مِنَ النِّعْمَةِ وَجِلِيْنَ كَمَا يَرَاكُمْ مِنَ النِّقْمَةِ فَرِقِيْنَ، اِنَّهٗ مَنْ وُّسِّعَ عَلَيْهِ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اسْتِدْرَاجًا فَقَدْ اَمِنَ مَخُوْفًا، وَ مَنْ ضُيِّقَ عَلَيْهِ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ

(۳۵۸)

اے لوگو! چاہیے کہ اللہ تم کو نعمت و آسائش کے موقع پر بھی اسی طرح خائف و ترساں دیکھے جس طرح تمہیں عذاب سے ہراساں دیکھتا ہے۔ بیشک جسے فراخ دستی حاصل ہو اور وہ اسے کم کم عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اس نے خوفناک چیز سے اپنے کو مطمئن سمجھ لیا، اور جو تنگدست ہو اور وہ اسے آزمائش نہ سمجھے تو اس نے اس

اِخْتِبَارًا فَقَدْ ضَيَّعَ مَاْمُوْلًا.

ثواب کو ضائع کر دیا کہ جس کی امید و آرزو کی جاتی ہے۔

(٣٥٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَآ اَسْرَى الرَّغْبَةِ! اَقْصِرُوْا، فَاِنَّ الْمُعَرِّجَ عَلَى الدُّنْيَا لَا يَرُوْعُهٗ مِنْهَا اِلَّا صَرِيْفُ اَنْيَابِ الْحِدْثَانِ.

اَيُّهَا النَّاسُ! تَوَلَّوْا مِنْ اَنْفُسِكُمْ تَاْدِيْبَهَا، وَ اعْدِلُوْا بِهَا عَنْ ضَرَاوَةِ عَادَاتِهَا.

(۳۵۹)

اے حرص و طمع کے اسیرو! باز آؤ، کیونکہ دنیا پر ٹوٹنے والوں کو حوادث زمانہ کے دانت پیسنے ہی کا اندیشہ کرنا چاہیے۔

اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے منہ موڑ لو۔

(٣٦٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ اَحَدٍ سُوْٓءًا، وَ اَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتَمَلًا.

(۳۶۰)

کسی کے منہ سے نکلنے والی بات میں اگر اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو۔

(٣٦١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا كَانَتْ لَكَ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ حَاجَةٌ فَابْدَاْ بِمَسْئَلَةِ الصَّلٰوةِ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﷺ، ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ، فَاِنَّ اللّٰهَ اَكْرَمُ مِنْ اَنْ يُّسْئَلَ حَاجَتَيْنِ، فَيَقْضِيَ اِحْدَاهُمَا وَ يَمْنَعَ الْاُخْرٰى.

(۳۶۱)

جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو، پھر اپنی حاجت مانگو، کیونکہ خداوند عالم اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کر دے اور ایک روک لے۔

(٣٦٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ ضَنَّ بِعِرْضِهٖ فَلْيَدَعِ الْمِرَآءَ.

(۳۶۲)

جسے اپنی آبرو عزیز ہو وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے۔

(٣٦٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنَ الْخُرْقِ الْمُعَاجَلَةُ قَبْلَ الْاِمْكَانِ، وَ الْاَنَاةُ بَعْدَ الْفُرْصَةِ.

(۳۶۳)

امکان پیدا ہونے سے پہلے کسی کام میں جلد بازی کرنا اور موقع آنے پر دیر کرنا دونوں حماقت میں داخل ہیں۔

(٣٦٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَسْئَلْ عَمَّا لَا يَكُوْنُ، فَفِي الَّذِيْ قَدْ كَانَ لَكَ شُغُلٌ.

(۳۶۴)

جو بات نہ ہونے والی ہو اس کے متعلق سوال نہ کرو۔ اس لئے کہ جو ہے وہی تمہارے لئے کافی ہے۔

(۳٦۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْفِكْرُ مِرْاٰةٌ صَافِيَةٌ، وَ الْاِعْتِبَارُ مُنْذِرٌ نَّاصِحٌ، وَ كَفٰى اَدَبًا لِّنَفْسِكَ تَجَنُّبُكَ مَا كَرِهْتَهٗ لِغَيْرِكَ.

(۳٦۵)

فکر ایک روشن آئینہ ہے، عبرت اندوزی ایک خیر خواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے۔ نفس کی اصلاح کیلئے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کیلئے برا سمجھتے ہو ان سے بچ کر رہو۔

(۳٦٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعِلْمُ مَقْرُوْنٌ بِالْعَمَلِ، فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ، وَ الْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ، فَاِنْ اَجَابَهٗ وَ اِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ.

(۳٦٦)

علم عمل سے وابستہ ہے، لہٰذا جو جانتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے اور علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وہ لبیک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

(۳٦۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ! مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُّوْبِئٌ، فَتَجَنَّبُوْا مَرْعَاهُ قُلْعَتُهَا اَحْظٰى مِنْ طُمَاْنِيْنَتِهَا، وَ بُلْغَتُهَا اَزْكٰى مِنْ ثَرْوَتِهَا، حُكِمَ عَلٰى مُكْثِرِيْهَا بِالْفَاقَةِ، وَ اُعِيْنَ مَنْ غَنِيَ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ. مَنْ رَّاقَهٗ زِبْرِجُهَا اَعْقَبَتْ نَاظِرَيْهِ كَمَهًا، وَ مَنِ اسْتَشْعَرَ الشَّعَفَ بِهَا مَلَئَتْ ضَمِيْرَهٗ اَشْجَانًا، لَهُنَّ رَقْصٌ عَلٰى سُوَيْدَآءِ قَلْبِهٖ: هَمٌّ يَّشْغَلُهٗ وَ هَمٌّ يَّحْزُنُهٗ، كَذٰلِكَ حَتّٰى يُؤْخَذَ بِكَظَمِهٖ فَيُلْقٰى بِالْفَضَآءِ مُنْقَطِعًا اَبْهَرَاهُ، هَيِّنًا عَلَى اللّٰهِ فَنَآؤُهٗ، وَ عَلَى الْاِخْوَانِ اِلْقَآؤُهٗ.

(۳٦۷)

اے لوگو! دنیا کا ساز و سامان سوکھا سڑا بھوسا ہے جو وبا پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس چراگاہ سے دور رہو کہ جس سے چل چلاؤ باطمینان منزل کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے، اور صرف بقدر کفاف لے لینا اس دولت و ثروت سے زیادہ برکت والا ہے۔ اس کے دولت مندوں کیلئے فقر طے ہو چکا ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والوں کو راحت کا سہارا دیا گیا ہے۔ جس کو اس کی سج دھج لبھا لیتی ہے وہ انجام کار اس کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے، اور جو اس کی چاہت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وہ اس کے دل کو ایسے غموں سے بھر دیتی ہے جو دل کی گہرائیوں میں تلاطم برپا کرتے ہیں۔ یوں کہ کبھی کوئی فکر اسے گھیرے رہتی ہے اور کبھی کوئی اندیشہ اسے رنجیدہ بنائے رہتا ہے۔ وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کا گلا گھوٹا جانے لگتا ہے، اور وہ بیابان میں ڈال دیا جاتا ہے اس عالم میں کہ اس کے دل کی دونوں رگیں ٹوٹ چکی ہوتی ہیں۔ اللہ کو اس کا فنا کرنا سہل اور اس کے بھائی بندوں کا اسے قبر میں اتارنا آسان ہو جاتا ہے۔

وَ اِنَّمَا يَنْظُرُ الْمُؤْمِنُ اِلَى الدُّنْيَا بِعَيْنِ الْاِعْتِبَارِ، وَ يَقْتَاتُ مِنْهَا بِبَطْنِ الْاِضْطِرَارِ، وَ يَسْمَعُ فِيْهَا بِاُذُنِ الْمَقْتِ وَ الْاِبْغَاضِ، اِنْ قِيْلَ اَثْرٰى قِيْلَ اَكْدٰى، وَ اِنْ فُرِحَ لَهٗ بِالْبَقَآءِ حُزِنَ لَهٗ بِالْفَنَآءِ، هٰذَا وَ لَمْ يَاْتِهِمْ يَوْمٌ فِيْهِ يُبْلِسُوْنَ.

مومن دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے اتنی ہی غذا حاصل کرتا ہے جتنی پیٹ کی ضرورت مجبور کرتی ہے، اور اس کے بارے میں ہر بات کو بغض و عناد کے کانوں سے سنتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مالدار ہو گیا ہے تو پھر یہ بھی کہنے میں آتا ہے کہ نادار ہو گیا ہے۔ اگر زندگی پر خوشی کی جاتی ہے تو مرنے پر غم بھی ہوتا ہے۔ یہ حالت ہے، حالانکہ ابھی وہ دن نہیں آیا کہ جس میں پوری مایوسی چھا جائے گی۔

(۳۶۸) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَضَعَ الثَّوَابَ عَلٰى طَاعَتِهٖ، وَ الْعِقَابَ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ، ذِيَادَةً لِّعِبَادِهٖ عَنْ نِّقْمَتِهٖ، وَ حِيَاشَةً لَّهُمْ اِلٰى جَنَّتِهٖ.

(۳۶۸)

اللہ سبحانہ نے اپنی اطاعت پر ثواب اور اپنی معصیت پر سزا اس لئے رکھی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب سے دور کرے اور جنت کی طرف گھیر کر لے جائے۔

(۳۶۹) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَّا يَبْقٰى فِيْهِمْ مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ، وَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ، وَ مَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ مِّنَ الْبِنٰى، خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى، سُكَّانُهَا وَ عُمَّارُهَا شَرُّ اَهْلِ الْاَرْضِ، مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ، وَ اِلَيْهِمْ تَاْوِی الْخَطِيْٓئَةُ، يَرُدُّوْنَ مَنْ شَذَّ عَنْهَا فِيْهَا، وَ يَسُوْقُوْنَ مَنْ تَاَخَّرَ عَنْهَآ اِلَيْهَا، يَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: «فَبِيْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰۤى اُولٰٓئِكَ فِتْنَةً اَتْرُكُ الْحَلِيْمَ فِيْهَا حَيْرَانَ»، وَ قَدْ فَعَلَ، وَ نَحْنُ نَسْتَقِيْلُ اللّٰهَ عَثْرَةَ الْغَفْلَةِ.

(۳۶۹)

لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب ان میں صرف قرآن کے نقوش اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا، اس وقت مسجدیں تعمیر و زینت کے لحاظ سے آباد اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان میں ٹھہرنے والے اور انہیں آباد کرنے والے تمام اہل زمین میں سب سے بدتر ہوں گے، وہ فتنوں کا سرچشمہ اور گناہوں کا مرکز ہوں گے، جو ان فتنوں سے منہ موڑے گا انہیں انہی فتنوں کی طرف پلٹائیں گے، اور جو قدم پیچھے ہٹائے گا انہیں دھکیل کر ان کی طرف لائیں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ: ”مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ نازل کروں گا جس میں حلیم و بردبار کو حیران و سرگردان چھوڑ دوں گا“۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ہم اللہ سے غفلت کی ٹھوکروں سے عفو کے خواستگار ہیں۔

(۳۷۰) وَرُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ

قَلَّمَا اعْتَدَلَ بِهِ الْمِنْبَرُ اِلَّا قَالَ اَمَامَ الْخُطْبَةِ:

اَيُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا اللهَ، فَمَا خُلِقَ امْرُءٌ عَبَثًا فَيَلْهُوَ، وَ لَا تُرِكَ سُدًى فَيَلْغُوَ، وَ مَا دُنْيَاهُ الَّتِیْ تَحَسَّنَتْ لَهٗ بِخَلَفٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ الَّتِیْ قَبَّحَهَا سُوْٓءُ النَّظَرِ عِنْدَهٗ، وَ مَا الْمَغْرُوْرُ الَّذِیْ ظَفِرَ مِنَ الدُّنْيَا بِاَعْلٰى هِمَّتِهٖ كَالْاٰخَرِ الَّذِیْ ظَفِرَ مِنَ الْاٰخِرَةِ بِاَدْنٰى سُهْمَتِهٖ.

(۳۷۰)

جب بھی آپؑ منبر پر رونق افروز ہوتے تو ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ خطبہ سے پہلے یہ کلمات نہ فرمائیں:

اے لوگو! اللہ سے ڈرو، کیونکہ کوئی شخص بے کار پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ کھیل کود میں پڑ جائے، اور نہ اسے بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہے کہ بیہودگیاں کرنے لگے، اور یہ دنیا جو اس کیلئے آراستہ و پیراستہ ہے اس آخرت کا عوض نہیں ہو سکتی جس کو اس کی غلط نگاہ نے بری صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ فریب خوردہ جو اپنی بلند ہمتی سے دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اس دوسرے شخص کے مانند نہیں ہو سکتا جس نے تھوڑا بہت آخرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو۔

(۳۷۱) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

لَا شَرَفَ اَعْلٰى مِنَ الْاِسْلَامِ، وَ لَا عِزَّ اَعَزُّ مِنَ التَّقْوٰى، وَ لَا مَعْقِلَ اَحْسَنُ مِنَ الْوَرَعِ، وَ لَا شَفِيْعَ اَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ، وَ لَا كَنْزَ اَغْنٰى مِنَ الْقَنَاعَةِ، وَ لَا مَالَ اَذْهَبُ لِلْفَاقَةِ مِنَ الرِّضٰى بِالْقُوْتِ، وَ مَنِ اقْتَصَرَ عَلٰى بُلْغَةِ الْكَفَافِ فَقَدِ انْتَظَمَ الرَّاحَةَ، وَ تَبَوَّاَ خَفْضَ الدَّعَةِ، وَ الرَّغْبَةُ مِفْتَاحُ النَّصَبِ وَ مَطِيَّةُ التَّعَبِ، وَ الْحِرْصُ وَ الْكِبْرُ وَ الْحَسَدُ دَوَاعٍ اِلَى التَّقَحُّمِ فِی الذُّنُوْبِ، وَ الشَّرُّ جَامِعٌ لِّمَسَاوِئِ الْعُيُوْبِ.

(۳۷۱)

کوئی شرف اسلام سے بلند تر نہیں۔ کوئی بزرگی تقویٰ سے زیادہ باوقار نہیں۔ کوئی پناہ گاہ پرہیز گاری سے بہتر نہیں۔ کوئی سفارش کرنے والا توبہ سے بڑھ کر کامیاب نہیں۔ کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ بے نیاز کرنے والا نہیں۔ کوئی مال بقدر کفاف پر رضامند رہنے سے بڑھ کر فقر و احتیاج کا دور کرنے والا نہیں۔ جو شخص قدرِ حاجت پر اکتفا کر لیتا ہے وہ آسائش و راحت پا لیتا ہے اور آرام و آسودگی میں منزل بنا لیتا ہے۔ خواہش و رغبت، رنج و تکلیف کی کلید اور مشقت و اندوہ کی سواری ہے۔ حرص، تکبر اور حسد، گناہوں میں پھاند پڑنے کے محرکات ہیں، اور بدکردار تمام برے عیوب کو حاوی ہے۔

(۳۷۲) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیِّ:

یَا جَابِرُ! قِوَامُ الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا بِاَرْبَعَةٍ: عَالِمٍ مُّسْتَعْمِلٍ عِلْمَهٗ، وَ جَاهِلٍ لَّا یَسْتَنْكِفُ اَنْ یَّتَعَلَّمَ، وَ جَوَادٍ لَّا یَبْخَلُ بِمَعْرُوْفِهٖ، وَ فَقِیْرٍ لَّا یَبِیْعُ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْیَاهُ؛ فَاِذَا ضَیَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَهُ اسْتَنْكَفَ الْجَاهِلُ اَنْ یَّتَعَلَّمَ، وَ اِذَا بَخِلَ الْغَنِیُّ بِمَعْرُوْفِهٖ بَاعَ الْفَقِیْرُ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْیَاهُ.

یَا جَابِرُ! مَنْ كَثُرَتْ نِعَمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ كَثُرَتْ حَوَآئِجُ النَّاسِ اِلَیْهِ، فَمَنْ قَامَ لِلّٰهِ فِیْهَا بِمَا یَجِبُ عَرَّضَهَا لِلدَّوَامِ وَ الْبَقَآءِ، وَ مَنْ لَّمْ یَقُمْ فِیْهَا بِمَا یَجِبُ عَرَّضَهَا لِلزَّوَالِ وَ الْفَنَآءِ.

(۳۷۲)

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے فرمایا:

اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دنیا کا قیام ہے: ''عالم'' جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو، ''جاہل'' جو علم کے حاصل کرنے میں عار نہ کرتا ہو، ''سخی'' جو داد و دہش میں بخل نہ کرتا ہو اور ''فقیر'' جو آخرت کو دنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔ تو جب عالم اپنے علم کو برباد کرے گا تو جاہل اس کے سیکھنے میں عار سمجھے گا، اور جب دولت مند نیکی و احسان میں بخل کرے گا تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

اے جابر! جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی لوگوں کی حاجتیں بھی اس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہوں گی، لہٰذا جو شخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا، وہ ان کیلئے دوام و ہمیشگی کا سامان کرے گا اور جو ان واجب حقوق کے ادا کرنے کیلئے کھڑا نہیں ہوگا وہ انہیں فنا و بربادی کی زد پر لے آئے گا۔

(۳۷۳) {وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ}

وَ رَوَى ابْنُ جَرِیْرٍ الطَّبَرِیُّ فِیْ تَارِیْخِهٖ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلَى الْفَقِیْهِ ـ وَ كَانَ مِمَّنْ خَرَجَ لِقِتَالِ الْحَجَّاجِ مَعَ ابْنِ الْاَشْعَثِ ـ اَنَّهٗ قَالَ فِیْمَا كَانَ یَحُضُّ بِهِ النَّاسَ عَلَى الْجِهَادِ: اِنِّیْ سَمِعْتُ عَلِیًّا علیہ السلام یَقُوْلُ یَوْمَ لَقِیْنَاۤ اَهْلَ الشَّامِ:

اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ! اِنَّهٗ مَنْ رَّاٰى عُدْوَانًا یُّعْمَلُ بِهٖ وَ مُنْكَرًا یُّدْعٰى اِلَیْهِ فَاَنْكَرَهٗ بِقَلْبِهٖ فَقَدْ سَلِمَ وَ بَرِئَ، وَ مَنْ اَنْكَرَهٗ

(۳۷۳)

ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ فقیہ سے روایت کی ہے، اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو ابن اشعث کے ساتھ حجاج سے لڑنے کیلئے نکلے تھے کہ وہ لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کیلئے کہتے تھے کہ: ہم جب اہل شام سے لڑنے کیلئے بڑھے تو میں نے علی علیہ السلام کو فرماتے سنا:

اے اہل ایمان! جو شخص دیکھے کہ ظلم و عدوان پر عمل ہو رہا ہے اور برائی کی طرف دعوت دی جا رہی ہے اور وہ دل سے اسے برا سمجھے، تو وہ (عذاب سے) محفوظ اور (گناہ سے) بری ہو گیا، اور جو زبان سے

بِلِسَانِهٖ فَقَدْ اُجِرَ وَ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ، وَ مَنْ اَنْكَرَهٗ بِالسَّيْفِ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَ كَلِمَةُ الظّٰلِمِيْنَ هِيَ السُّفْلٰى، فَذٰلِكَ الَّذِيْۤ اَصَابَ سَبِيْلَ الْهُدٰى، وَ قَامَ عَلَى الطَّرِيْقِ، وَ نَوَّرَ فِيْ قَلْبِهِ الْيَقِيْنُ.

اسے برا کہے وہ ماجور ہے اور صرف دل سے برا سمجھنے والے سے افضل ہے، اور جو شخص شمشیر بکف ہو کر اس برائی کے خلاف کھڑا ہو، تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اور ظالموں کی بات گر جائے تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کی راہ کو پا لیا اور سیدھے راستے پر ہو لیا اور اس کے دل میں یقین نے روشنی پھیلا دی۔

(٣٧٤) وَفِيْ كَلَامٍ اٰخَرَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۳۷۴)

يَجْرِيْ هٰذَا الْمَجْرٰى:

اسی انداز پر حضرتؑ کا ایک یہ کلام ہے:

فَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ لِلْمُنْكَرِ بِيَدِهٖ وَ لِسَانِهٖ وَ قَلْبِهٖ، فَذٰلِكَ الْمُسْتَكْمِلُ لِخِصَالِ الْخَيْرِ، وَ مِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِلِسَانِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ التَّارِكُ بِيَدِهٖ، فَذٰلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَ مُضَيِّعٌ خَصْلَةً، وَ مِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِقَلْبِهٖ وَ التَّارِكُ بِيَدِهٖ وَ لِسَانِهٖ، فَذٰلِكَ الَّذِيْ ضَيَّعَ اَشْرَفَ الْخَصْلَتَيْنِ مِنَ الثَّلَاثِ وَ تَمَسَّكَ بِوَاحِدَةٍ، وَ مِنْهُمْ تَارِكٌ لِّاِنْكَارِ الْمُنْكَرِ بِلِسَانِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ يَدِهٖ، فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْاَحْيَآءِ.

لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو برائی کو ہاتھ، زبان اور دل سے برا سمجھتا ہے۔ چنانچہ اس نے اچھی خصلتوں کو پورے طور پر حاصل کر لیا ہے۔ اور ایک وہ ہے جو زبان اور دل سے برا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ سے اسے نہیں مٹاتا تو اس نے اچھی خصلتوں میں سے دو خصلتوں سے ربط رکھا اور ایک خصلت کو رائیگاں کر دیا۔ اور ایک وہ ہے جو دل سے برا سمجھتا ہے لیکن اسے مٹانے کیلئے ہاتھ اور زبان کسی سے کام نہیں لیتا اس نے تین خصلتوں میں سے دو عمدہ خصلتوں کو ضائع کر دیا اور صرف ایک سے وابستہ رہا۔ اور ایک وہ ہے جو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے اور نہ دل سے برائی کی روک تھام کرتا ہے، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔

وَ مَاۤ اَعْمَالُ الْبِرِّ كُلُّهَا وَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، عِنْدَ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، اِلَّا كَنَفْثَةٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ، وَ اِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ اَجَلٍ، وَ لَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِّزْقٍ، وَ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ اِمَامٍ جَآئِرٍ.

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمام اعمالِ خیر اور جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے گہرے دریا میں لعاب دہن کے ریزے ہوں۔ یہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے موت قبل از وقت آ جائے، یا رزق معین میں کمی ہو جائے۔ اور ان سب سے بہتر وہ حق بات ہے جو کسی جابر حکمران کے سامنے کہی جائے۔

(۳۷۵) {وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ}

وَ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ:

اَوَّلُ مَا تُغْلَبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْجِهَادِ الْجِهَادُ بِاَیْدِیْكُمْ، ثُمَّ بِاَلْسِنَتِكُمْ، ثُمَّ بِقُلُوْبِكُمْ؛ فَمَنْ لَّمْ یَعْرِفْ بِقَلْبِهٖ مَعْرُوْفًا، وَ لَمْ یُنْكِرْ مُنْكَرًا، قُلِبَ فَجُعِلَ اَعْلَاهُ اَسْفَلَهٗ، وَ اَسْفَلُهٗ اَعْلَاهُ.

(۳۷۵)

ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ:

پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہو جاؤ گے، ہاتھ کا جہاد ہے، پھر زبان کا اور پھر دل کا۔ جس نے دل سے بھلائی کو اچھا اور برائی کو برا نہ سمجھا، اسے الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا جائے گا۔

(۳۷۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ الْحَقَّ ثَقِیْلٌ مَّرِیْٓءٌ، وَ اِنَّ الْبَاطِلَ خَفِیْفٌ وَّبِیْٓءٌ.

(۳۷۶)

حق گراں، مگر خوشگوار ہوتا ہے اور باطل ہلکا، مگر وبا پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

(۳۷۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَاْمَنَنَّ عَلٰی خَیْرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَذَابَ اللّٰهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۟﴾.

وَلَا تَیْاَسَنَّ لِشَرِّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۝﴾.

(۳۷۷)

اس اُمت کے بہترین شخص کے بارے میں بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ، کیونکہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: "گھاٹا اٹھانے والے لوگ ہی اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھتے ہیں"۔

اور اس اُمت کے بدترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ ارشادِ الٰہی ہے کہ: "خدا کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی اور نا امید نہیں ہوتا"۔

(۳۷۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْبُخْلُ جَامِعٌ لِّمَسَاوِی الْعُیُوْبِ، وَ هُوَ زِمَامٌ یُّقَادُ بِهٖٓ اِلٰی كُلِّ سُوْٓءٍ.

(۳۷۸)

بخل تمام برے عیوب کا مجموعہ ہے اور ایسی مہار ہے جس سے ہر برائی کی طرف کھینچ کر جایا جا سکتا ہے۔

(۳۷۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهٗ، وَ رِزْقٌ یَّطْلُبُكَ، فَاِنْ لَّمْ تَاْتِهٖ اَتَاكَ، فَلَا تَحْمِلْ هَمَّ

(۳۷۹)

رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو اور ایک وہ جو تمہاری جستجو میں ہے۔ اگر تم اس تک نہ پہنچ سکو گے تو وہ تم تک پہنچ

سَنَتِكَ عَلٰى هَمِّ يَوْمِكَ! كَفَاكَ كُلُّ يَوْمٍ مَّا فِيْهِ، فَاِنْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمْرِكَ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَيُؤْتِيْكَ فِيْ كُلِّ غَدٍ جَدِيْدٍ مَّا قَسَمَ لَكَ، وَ اِنْ لَّمْ تَكُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمْرِكَ، فَمَا تَصْنَعُ بِالْهَمِّ لِمَا لَيْسَ لَكَ، وَ لَنْ يَّسْبِقَكَ اِلٰى رِزْقِكَ طَالِبٌ، وَ لَنْ يَّغْلِبَكَ عَلَيْهِ غَالِبٌ، وَ لَنْ يُّبْطِئَ عَنْكَ مَا قَدْ قُدِّرَ لَكَ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْمَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ، اِلَّاۤ اَنَّهٗ هٰهُنَا اَوْضَحُ وَ اَشْرَحُ، فَلِذٰلِكَ كَرَّرْنَاهُ عَلَى الْقَاعِدَةِ الْمُقَرَّرَةِ فِيْۤ اَوَّلِ الْكِتَابِ.

کرر ہے گا۔لہٰذا اپنے ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لادو۔ جو ہر دن کا رزق ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی ہے تو اللہ ہر نئے دن جو روزی اس نے تمہارے لئے مقرر کر رکھی ہے وہ تمہیں دے گا، اور اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی نہیں ہے تو پھر اس چیز کی فکر کیوں کرو جو تمہارے لئے نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی طلبگار تمہارے رزق کی طرف تم سے آگے بڑھ نہیں سکتا، اور نہ کوئی غلبہ پانے والا اس میں تم پر غالب آ سکتا ہے، اور جو تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے اس کے ملنے میں کبھی تاخیر نہ ہوگی۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ کلام اسی باب میں پہلے بھی درج ہو چکا ہے۔ مگر یہاں کچھ زیادہ وضاحت و تشریح کے ساتھ تھا، اس لئے ہم نے اس کا اعادہ کیا ہے، اس قاعدہ کی بنا پر جو کتاب کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔

(۳۸۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُبَّ مُسْتَقْبِلٍ يَّوْمًا لَّيْسَ بِمُسْتَدْبِرِهٖ، وَ مَغْبُوْطٍ فِيْۤ اَوَّلِ لَيْلِهٖ قَامَتْ بَوَاكِيْهِ فِيْۤ اٰخِرِهٖ.

(۳۸۰)

بہت سے لوگ ایسے دن کا سامنا کرتے ہیں جس سے انہیں پیٹھ پھرانا نہیں ہوتا، اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ رات کے پہلے حصہ میں ان پر رشک کیا جاتا ہے اور آخری حصہ میں ان پر رونے والیوں کا کہرام بپا ہوتا ہے۔

(۳۸۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْكَلَامُ فِيْ وِثَاقِكَ مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهٖ، فَاِذَا تَكَلَّمْتَ بِهٖ صِرْتَ فِيْ وِثَاقِهٖ فَاخْزُنْ لِسَانَكَ كَمَا تَخْزُنُ ذَهَبَكَ وَ وَرِقَكَ، فَرُبَّ كَلِمَةٍ سَلَبَتْ نِعْمَةً، وَ جَلَبَتْ نِقْمَةً.

(۳۸۱)

کلام تمہارے قید و بند میں ہے، جب تک تم نے اسے کہا نہیں ہے اور جب کہہ دیا تو تم اس کی قید و بند میں ہو۔ لہٰذا اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو جس طرح اپنے سونے چاندی کی حفاظت کرتے ہو۔ کیونکہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی بڑی نعمت کو چھین لیتی اور مصیبت کو نازل کر دیتی ہیں۔

(۳۸۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ، بَلْ لَا تَقُلْ كُلَّ مَا تَعْلَمُ، فَاِنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلٰى جَوَارِحِكَ كُلِّهَا فَرَآئِضَ يَحْتَجُّ بِهَا عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(۳۸۲)

جو نہیں جانتے اسے نہ کہو، بلکہ جو جانتے ہو وہ بھی سب کا سب نہ کہو۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے تمہارے تمام اعضاء پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن تم پر حجت لائے گا۔

(۳۸۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِحْذَرْ اَنْ يَّرَاكَ اللهُ عِنْدَ مَعْصِيَتِهٖ، وَ يَفْقِدَكَ عِنْدَ طَاعَتِهٖ، فَتَكُوْنَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ، وَ اِذَا قَوِيْتَ فَاقْوَ عَلٰى طَاعَةِ اللهِ، وَ اِذَا ضَعُفْتَ فَاضْعُفْ عَنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ.

(۳۸۳)

اس بات سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہیں اپنی معصیت کے وقت موجود اور اپنی اطاعت کے وقت غیر حاضر پائے، تو تمہارا شمار گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوگا۔ جب قوی و دانا ثابت ہونا ہو تو اللہ کی اطاعت پر اپنی قوت دکھاؤ اور کمزور بننا ہو تو اس کی معصیت سے کمزوری دکھاؤ۔

(۳۸٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرُّكُوْنُ اِلَى الدُّنْيَا مَعَ مَا تُعَايِنُ مِنْهَا جَهْلٌ، وَ التَّقْصِيْرُ فِيْ حُسْنِ الْعَمَلِ اِذَا وَثِقْتَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ غَبْنٌ، وَ الطُّمَاْنِيْنَةُ اِلٰى كُلِّ اَحَدٍ قَبْلَ الْاِخْتِبَارِ عَجْزٌ.

(۳۸۴)

دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکنا جہالت ہے، اور حسن عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھاٹا اٹھانا ہے، اور پرکھے بغیر ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز و کمزوری ہے۔

(۳۸٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِنْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ اَنَّهٗ لَا يُعْصٰى اِلَّا فِيْهَا، وَ لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهٗ اِلَّا بِتَرْكِهَا.

(۳۸۵)

اللہ کے نزدیک دنیا کی حقارت کیلئے یہی بہت ہے کہ اللہ کی معصیت ہوتی ہے تو اس میں، اور اس کے یہاں کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اسے چھوڑنے سے۔

(۳۸٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ طَلَبَ شَيْئًا نَّالَهٗ اَوْ بَعْضَهٗ.

(۳۸٦)

جو شخص کسی چیز کو طلب کرے تو اسے یا اس کے بعض حصہ کو پالے گا۔ (جوئندہ یابندہ)۔

(۳۸۷) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَا خَيْرٌ بِخَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ، وَ مَا شَرٌّ بِشَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ، وَ كُلُّ نَعِيمٍ دُونَ الْجَنَّةِ فَهُوَ مَحْقُورٌ، وَ كُلُّ بَلَآءٍ دُونَ النَّارِ عَافِيَةٌ.

(۳۸۷)

وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو، اور وہ برائی برائی نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ جنت کے سامنے ہر نعمت حقیر اور دوزخ کے مقابلہ میں ہر مصیبت راحت ہے۔

(۳۸۸) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

اَلَا وَ اِنَّ مِنَ الْبَلَآءِ الْفَاقَةَ، وَ اَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ، وَ اَشَدُّ مِنْ مَّرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ.

اَلَا وَ اِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةَ الْمَالِ، وَ اَفْضَلُ مِنْ سَعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ، وَ اَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ.

(۳۸۸)

اس بات کو جانے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے، اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں، اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے۔

یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے، اور مال کی فراوانی سے بہتر صحتِ بدن ہے، اور صحتِ بدن سے بہتر دل کی پرہیز گاری ہے۔

(۳۸۹) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ.

وَ فِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى:

مَنْ فَاتَهٗ حَسَبُ نَفْسِهٖ لَمْ يَنْفَعْهُ حَسَبُ اٰبَآئِهٖ.

(۳۸۹)

جسے عمل پیچھے ہٹائے، اسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے:

جسے ذاتی شرف و منزلت حاصل نہ ہو اسے آباؤ اجداد کی منزلت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

(۳۹۰) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ: فَسَاعَةٌ يُّنَاجِيْ فِيْهَا رَبَّهٗ، وَ سَاعَةٌ يَّرُمُّ مَعَاشَهٗ، وَ سَاعَةٌ يُّخَلِّيْ بَيْنَ نَفْسِهٖ وَ بَيْنَ لَذَّتِهَا فِيْمَا يَحِلُّ وَ يَجْمُلُ.

وَ لَيْسَ لِلْعَاقِلِ اَنْ يَّكُوْنَ شَاخِصًا اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ: مَرَمَّةٍ لِّمَعَاشٍ، اَوْ خُطْوَةٍ فِيْ مَعَادٍ، اَوْ لَذَّةٍ فِيْ غَيْرِ مُحَرَّمٍ.

(۳۹۰)

مومن کے اوقات تین ساعتوں پر منقسم ہوتے ہیں: ایک وہ کہ جس میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے۔ اور ایک وہ جس میں اپنے معاش کا سر و سامان کرتا ہے۔ اور ایک وہ کہ جس میں حلال و پاکیزہ لذتوں میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے۔

عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھر سے دور ہو، مگر تین چیزوں کیلئے: معاش کے بندوبست کیلئے، یا امر آخرت کی طرف قدم اٹھانے کیلئے، یا ایسی لذت اندوزی کیلئے کہ جو حرام نہ ہو۔

(۳۹۱) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُبَصِّرْكَ اللّٰهُ عَوْرَاتِهَا، وَ لَا تَغْفُلْ فَلَسْتَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْكَ!.

(۳۹۱)

دنیا سے بے تعلق رہو! تاکہ اللہ تم میں دنیا کی برائیوں کا احساس پیدا کرے، اور غافل نہ ہو! اس لئے کہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوا جائے گا۔

(۳۹۲) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

تَكَلَّمُوْا تُعْرَفُوْا، فَاِنَّ الْمَرْءَ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِهٖ.

(۳۹۲)

بات کرو! تاکہ پہچانے جاؤ، کیونکہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

(۳۹۳) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

خُذْ مِنَ الدُّنْيَا مَاۤ اَتَاكَ، وَ تَوَلَّ عَمَّا تَوَلّٰى عَنْكَ، فَاِنْ اَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَاَجْمِلْ فِي الطَّلَبِ.

(۳۹۳)

جو دنیا سے تمہیں حاصل ہوا اسے لے لو اور جو چیز رخ پھیر لے اس سے منہ موڑے رہو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تحصیل و طلب میں میانہ روی اختیار کرو۔

(۳۹٤) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

رُبَّ قَوْلٍ اَنْفَذُ مِنْ صَوْلٍ.

(۳۹۴)

بہت سے کلمے حملہ سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔

(۳۹٥) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

كُلُّ مُقْتَصَرٍ عَلَيْهِ كَافٍ.

(۳۹۵)

جس چیز پر قناعت کر لی جائے وہ کافی ہے۔

(۳۹٦) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اَلْمَنِيَّةُ وَ لَا الدَّنِيَّةُ، وَ التَّقَلُّلُ وَ لَا التَّوَسُّلُ، وَ مَنْ لَّمْ يُعْطَ قَاعِدًا لَّمْ يُعْطَ قَآئِمًا، وَ الدَّهْرُ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَّكَ، وَ يَوْمٌ عَلَيْكَ؛ فَاِذَا كَانَ لَكَ فَلَا تَبْطَرْ، وَ اِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ!.

(۳۹۶)

موت ہو اور ذلت نہ ہو۔ کم ملے اور دوسروں کو وسیلہ بنانا نہ ہو۔ جسے بیٹھے بٹھائے نہیں ملتا اسے اٹھنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ زمانہ دو دنوں پر منقسم ہے: ایک دن تمہارے موافق اور ایک تمہارے مخالف۔ جب موافق ہو تو اتراؤ نہیں اور جب مخالف ہو تو صبر کرو۔

(۳۹۷) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

نِعْمَ الطِّيْبُ الْمِسْكُ، خَفِيْفٌ مَّحْمِلُهٗ، عَطِرٌ رِيْحُهٗ.

(۳۹۷)

بہترین خوشبو مشک ہے، جس کا ظرف ہلکا اور مہک عطر بار ہے۔

(۳۹۸) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ضَعْ فَخْرَكَ، وَ احْطُطْ كِبْرَكَ، وَ اذْكُرْ قَبْرَكَ.

(۳۹۸)

فخر و سربلندی کو چھوڑو، تکبر و غرور کو مٹاؤ اور قبر کو یاد رکھو۔

(۳۹۹) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ حَقًّا، وَ اِنَّ لِلْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ حَقًّا:

فَحَقُّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ اَنْ يُّطِيْعَهٗ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ اِلَّا فِیْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ.

وَ حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ يُّحَسِّنَ اسْمَهٗ، وَ يُحَسِّنَ اَدَبَهٗ، وَ يُعَلِّمَهُ الْقُرْاٰنَ.

(۳۹۹)

ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے:

باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کی معصیت کے ہر بات میں اس کی اطاعت کرے۔

اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے اور قرآن کی اسے تعلیم دے۔

(۴۰۰) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَيْنُ حَقٌّ، وَ الرُّقٰى حَقٌّ، وَ السِّحْرُ حَقٌّ، وَ الْفَاْلُ حَقٌّ، وَ الطِّيَرَةُ لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَ الْعَدْوٰى لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَ الطِّيْبُ نُشْرَةٌ، وَ الْعَسَلُ نُشْرَةٌ، وَ الرُّكُوْبُ نُشْرَةٌ، وَ النَّظَرُ اِلَى الْخُضْرَةِ نُشْرَةٌ.

(۴۰۰)

چشمِ بد، افسوں، سحر اور فال نیک، ان سب میں واقعیت ہے۔ البتہ فالِ بد اور ایک کی بیماری کا دوسرے کو لگ جانا غلط ہے۔ خوشبو سونگھنا، شہد کھانا، سواری کرنا اور سبزے پر نظر کرنا غم و اندوہ اور قلق و اضطراب کو دور کرتا ہے۔

”طِیَرَہ“ کے معنی فالِ بد اور ”تَفَاءُل“ کے معنی فالِ نیک کے ہوتے ہیں۔ شرعی لحاظ سے کسی چیز سے برا شگون لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ صرف توہمات کا کرشمہ ہے اس بدشگونی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کیومرث کے بیٹوں نے رات کے پہلے حصہ میں مرغ کی اذان سنی اور اتفاق سے اسی رات کو کیومرث کا انتقال ہوگیا، جس سے انہیں یہ توہم ہوا کہ مرغ کا بے وقت اذان دینا کسی خبر غم کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس مرغ کو ذبح کر دیا اور بعد میں مختلف حادثوں کا مختلف چیزوں سے خصوصی تعلق قائم کر لیا گیا۔

البتہ فالِ نیک لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ جب ہجرتِ پیغمبرؐ کے بعد قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرے گا تو اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے تو ابو بریدہ اسلمی اپنے قبیلہ کے ستر آدمیوں کے ہمراہ آپؐ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور جب ایک منزل پر آمنا سامنا ہوا تو آنحضرت ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ بریدہ ابن خصیب۔ حضرتؐ نے یہ نام سنا تو فرمایا: «بَرَدَ اَمْرُنَا»: ”ہمارا معاملہ خوشگوار ہوگیا“۔ پھر پوچھا کہ کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ اسلم سے۔ تو فرمایا کہ: «سَلِمْنَا»: ”ہم نے سلامتی پائی“۔ پھر دریافت کیا کہ: کس شاخ

سے ہو؟ اس نے کہا کہ: بنی سہم سے۔ تو فرمایا کہ: «خَرَجَ سَهْمُكَ»: ''تمہارا تیر نکل گیا''۔ بریدہ اس اندازِ گفتگو اور حسنِ گفتار سے بہت متاثر ہوا اور پوچھا کہ: آپؐ کون ہیں؟ فرمایا کہ: محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ سن کر بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا: «اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ» اور قریش کے انعام سے دستبردار ہو کر دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گیا۔

☆☆☆☆☆

(۴۰۱) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مُقَارَبَةُ النَّاسِ فِيْۤ اَخْلَاقِهِمْ اَمْنٌ مِّنْ غَوَآئِلِهِمْ.

(۴۰۱)

لوگوں سے ان کے اخلاق و اطوار میں ہم رنگ ہونا ان کے شر سے محفوظ ہو جانا ہے۔

(۴۰۲) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِبَعْضِ مُخَاطِبِيْهِ، وَ قَدْ تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ يُسْتَصْغَرُ مِثْلُهٗ عَنْ قَوْلِ مِثْلِهَا:

لَقَدْ طِرْتَ شَكِيْرًا، هَدَرْتَ سَقْبًا.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ «الشَّكِيْرُ» هٰهُنَا: اَوَّلُ مَا يَنْۢبُتُ مِنْ رِّيْشِ الطَّآئِرِ قَبْلَ اَنْ يَّقْوٰى وَ يَسْتَحْصِفُ، وَ «السَّقْبُ»: الصَّغِيْرُ مِنَ الْاِبِلِ، وَ لَا يَهْدِرُ اِلَّا بَعْدَ اَنْ يَّسْتَفْحِلَ.

(۴۰۲)

ایک ہم کلام ہونے والے سے کہ جس نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک بات کہی تھی، فرمایا:

تم پر نکلتے ہی اڑنے لگے اور جوان ہونے سے پہلے بلبلانے لگے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: اس فقرہ میں ''شکیر'' سے مراد وہ پر ہیں جو پہلے پہل نکلتے ہیں اور ابھی مضبوط و مستحکم نہیں ہونے پاتے۔ اور ''سقب'' اونٹ کے بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس وقت بلبلاتا ہے جب جوان ہو جاتا ہے۔

(۴۰۳) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَوْمَاَ اِلٰى مُتَفَاوِتٍ خَذَلَتْهُ الْحِيَلُ.

(۴۰۳)

جو شخص مختلف چیزوں کا طلبگار ہوتا ہے اس کی ساری تدبیریں نا کام ہو جاتی ہیں۔ (طَلَبُ الْكُلِّ فَوْتُ الْكُلِّ)۔

(۴۰۴) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ سُئِلَ عَنْ مَّعْنٰى قَوْلِهِمْ: لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ:

اِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَ لَا نَمْلِكُ اِلَّا مَا مَلَّكَنَا، فَمَتٰى مَلَّكَنَا مَا هُوَ اَمْلَكُ بِهٖ مِنَّا

(۴۰۴)

حضرتؑ سے ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' (قوت و توانائی نہیں مگر اللہ کے سبب سے) کے معنی دریافت کئے گئے تو آپؑ نے فرمایا کہ:

ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہیں پر اختیار رکھتے ہیں۔ تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم

كَلَّفَنَا، وَ مَتٰى اَخَذَهٗ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيْفَهٗ عَنَّا.

پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں اور جب اس چیز کو واپس لے لے گا تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی شے پر مستقلاً تملک و اختیار حاصل نہیں، بلکہ یہ حق ملکیت و قوتِ تصرف قدرت کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہے اور جب تک یہ تملک و اختیار باقی رہتا ہے تکلیف شرعی برقرار رہتی ہے اور اسے سلب کر لیا جاتا ہے تو تکلیف بھی برطرف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا تکلیف مالایُطاق ہے جو کسی حکیم و دانا کی طرف سے عائد نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اللہ سبحانہ نے اعضاء و جوارح میں اعمال کے بجالانے کی قوت و دیعت فرمانے کے بعد ان سے تکلیف متعلق کی۔ لہٰذا جب تک یہ قوت باقی رہے گی ان سے تکلیف کا تعلق رہے گا اور اس قوت کے سلب کر لینے کے بعد تکلیف بھی برطرف ہو جائے گی۔ جیسے زکوٰۃ کا فریضہ اسی وقت عائد ہوتا ہے جب دولت ہو۔ اور جب وہ دولت کو چھین لے گا تو اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ کا وجوب بھی ساقط کر دے گا، کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا عقلاً قبیح ہے۔

☆☆☆☆☆

(۴۰۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، وَ قَدْ سَمِعَهٗ يُرَاجِعُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ كَلَامًا:

دَعْهُ يَا عَمَّارُ، فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْخُذْ مِنَ الدِّيْنِ اِلَّا مَا قَارَبَهٗ مِنَ الدُّنْيَا، وَ عَلٰى عَمْدٍ لَّبَّسَ عَلٰى نَفْسِهٖ لِيَجْعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِرًا لِّسَقَطَاتِهٖ.

(۴۰۵)

عمار بن یاسر کو جب مغیرہ ابن شعبہ سے سوال و جواب کرتے سنا تو ان سے فرمایا:

اے عمار! اسے چھوڑو! اس نے دین سے بس وہ لیا ہے جو اسے دنیا سے قریب کرے، اور اس نے جان بوجھ کر اپنے کو اشتباہ میں ڈال رکھا ہے تاکہ ان شبہات کو اپنی لغزشوں کیلئے بہانہ قرار دے سکے۔

(۴۰۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَاۤ اَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْاَغْنِيَآءِ لِلْفُقَرَآءِ طَلَبًا لِّمَا عِنْدَ اللّٰهِ! وَ اَحْسَنُ مِنْهُ تِيْهُ الْفُقَرَآءِ عَلَى الْاَغْنِيَآءِ اتِّكَالًا عَلَى اللّٰهِ.

(۴۰۶)

اللہ کے یہاں اجر کیلئے دولتمندوں کا فقیروں سے عجز و انکساری برتنا کتنا اچھا ہے! اور اس سے اچھا فقراء کا اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے دولتمندوں کے مقابلہ میں غرور سے پیش آنا ہے۔

(۴۰۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا اسْتَوْدَعَ اللّٰهُ امْرَاً عَقْلًا اِلَّا اسْتَنْقَذَهٗ بِهٖ يَوْمًا مَّا!.

(۴۰۷)

اللہ نے کسی شخص کو عقل ودیعت نہیں کی ہے مگر یہ کہ وہ کسی دن اس کے ذریعہ سے اسے تباہی سے بچائے گا۔

(٤٠٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهٗ.

(۴۰۸)

جو حق سے ٹکرائے گا حق اسے پچھاڑ دے گا۔

(٤٠٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْقَلْبُ مُصْحَفُ الْبَصَرِ.

(۴۰۹)

دل، آنکھوں کا صحیفہ ہے۔

(٤١٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلتُّقٰى رَئِيْسُ الْاَخْلَاقِ.

(۴۱۰)

تقویٰ، تمام خصلتوں کا سرتاج ہے۔

(٤١١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا تَجْعَلَنَّ ذَرَبَ لِسَانِكَ عَلٰى مَنْ اَنْطَقَكَ، وَ بَلَاغَةَ قَوْلِكَ عَلٰى مَنْ سَدَّدَكَ.

(۴۱۱)

جس ذات نے تمہیں بولنا سکھایا ہے اسی کے خلاف اپنی زبان کی تیزی صرف نہ کرو، اور جس نے تمہیں راہ پر لگایا ہے اس کے مقابلہ میں فصاحتِ گفتار کا مظاہرہ نہ کرو۔

(٤١٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَفَاكَ اَدَبًا لِّنَفْسِكَ اجْتِنَابُ مَا تَكْرَهُهٗ مِنْ غَيْرِكَ.

(۴۱۲)

تمہارے نفس کی آراستگی کیلئے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو اوروں کیلئے ناپسند کرتے ہو اس سے خود بھی پرہیز کرو۔

(٤١٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ صَبَرَ صَبْرَ الْاَحْرَارِ، وَ اِلَّا سَلَا سُلُوَّ الْاَغْمَارِ.

(۴۱۳)

جو انمردوں کی طرح صبر کرے، نہیں تو سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہو گا۔

(٤١٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ فِیْ خَبَرٍ اٰخَرَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِلْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ مُعَزِّيًا:

اِنْ صَبَرْتَ صَبْرَ الْاَكَارِمِ، وَ اِلَّا سَلَوْتَ سُلُوَّ الْبَهَآئِمِ.

(۴۱۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؑ نے اشعث ابن قیس کو تعزیت دیتے ہوئے فرمایا:

اگر بزرگوں کی طرح تم نے صبر کیا تو خیر، ورنہ چوپاؤں کی طرح ایک دن بھول جاؤ گے۔

(٤١٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِیْ صِفَةِ الدُّنْيَا:

تَغُرُّ وَ تَضُرُّ وَ تَمُرُّ، اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ

(۴۱۵)

دنیا کے متعلق فرمایا:

دنیا دھوکے باز، نقصان رساں اور رواں دواں ہے۔ اللہ نے اپنے

يَرْضَهَا ثَوَابًا لِّاَوْلِيَآئِهٖ، وَ لَا عِقَابًا لِّاَعْدَآئِهٖ، وَ اِنَّ اَهْلَ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ بَيْنَا هُمْ حَلُّوْا اِذْ صَاحَ بِهِمْ سَآئِقُهُمْ فَارْتَحَلُوْا.

دوستوں کیلئے اسے بطور ثواب پسند نہیں کیا اور نہ دشمنوں کیلئے اسے بطور سزا پسند کیا۔ اہل دنیا سواروں کے مانند ہیں کہ ابھی انہوں نے منزل کی ہی تھی کہ ہنکانے والے نے انہیں للکارا اور یہ چل دیئے۔

(٤١٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۱۶)

لِابْنِهِ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے فرمایا:

يَا بُنَيَّ! لَا تُخَلِّفَنَّ وَرَآءَكَ شَيْئًا مِّنَ الدُّنْيَا، فَاِنَّكَ تُخَلِّفُهٗ لِاَحَدِ رَجُلَيْنِ: اِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيْهِ بِطَاعَةِ اللهِ، فَسَعِدَ بِمَا شَقِيْتَ بِهٖ، وَ اِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيْهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ، فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ لَهٗ، فَكُنْتَ عَوْنًا لَّهٗ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ، وَ لَيْسَ اَحَدُ هٰذَيْنِ حَقِيْقًا اَنْ تُؤْثِرَهٗ عَلٰى نَفْسِكَ.

اے فرزند! دنیا کی کوئی چیز اپنے پیچھے نہ چھوڑو۔ اس لئے کہ تم دو میں سے ایک کیلئے چھوڑو گے: ایک وہ جو اس مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا تو جو مال تمہارے لئے بدبختی کا سبب بنا وہ اس کیلئے راحت و آرام کا باعث ہوگا۔ یا وہ ہوگا جو اسے خدا کی معصیت میں صرف کرے تو وہ تمہارے جمع کردہ مال کی وجہ سے بدبخت ہوگا اور اس صورت میں تم خدا کی معصیت میں اس کے معین و مددگار ہو گے۔ اور ان دونوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو۔

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ يُرْوٰى هٰذَا الْكَلَامُ عَلٰى وَجْهٍ اٰخَرَ وَ هُوَ:

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ کلام ایک دوسری صورت میں بھی روایت کیا گیا ہے جو یہ ہے:

اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الَّذِيْ فِيْ يَدِكَ مِنَ الدُّنْيَا قَدْ كَانَ لَهٗ اَهْلٌ قَبْلَكَ، وَ هُوَ صَآئِرٌ اِلٰى اَهْلٍ بَعْدَكَ، وَ اِنَّمَاۤ اَنْتَ جَامِعٌ لِّاَحَدِ رَجُلَيْنِ: رَجُلٍ عَمِلَ فِيْمَا جَمَعْتَهٗ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيْتَ بِهٖ، اَوْ رَجُلٍ عَمِلَ فِيْهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ لَهٗ، وَ لَيْسَ اَحَدُ هٰذَيْنِ اَهْلًا اَنْ تُؤْثِرَهٗ عَلٰى نَفْسِكَ، وَ لَا اَنْ تَحْمِلَ لَهٗ عَلٰى ظَهْرِكَ، فَارْجُ لِمَنْ مَّضٰى رَحْمَةَ اللهِ وَ لِمَنْ بَقِيَ رِزْقَ اللهِ.

جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے تم سے پہلے اس کے مالک دوسرے تھے اور یہ تمہارے بعد دوسروں کی طرف پلٹ جائے گا اور تم دو میں سے ایک کیلئے جمع کرنے والے ہو: ایک وہ جو تمہارے جمع کئے ہوئے مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا، تو جو مال تمہارے لئے بدبختی کا سبب ہوا وہ اس کیلئے سعادت و نیک بختی کا سبب ہوگا، یا وہ جو اس مال سے اللہ کی معصیت کرے تو جو تم نے اس کیلئے جمع کیا وہ تمہارے لئے بدبختی کا سبب ہوگا۔ اور ان دونوں میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو اور ان کی وجہ سے اپنی پشت کو گرانبار کرو۔ جو گزر گیا اس کیلئے اللہ کی رحمت اور جو باقی رہ گیا ہے اس کیلئے رزق الٰہی کے امیدوار رہو۔

(٤١٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِقَآئِلٍ قَالَ بِحَضْرَتِهٖ: «اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ»:

ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ! اَتَدْرِیْ مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ الْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَةُ الْعِلِّيِّيْنَ، وَ هُوَ اسْمٌ وَاقِعٌ عَلٰى سِتَّةِ مَعَانٍ:

اَوَّلُهَا: النَّدَمُ عَلٰى مَا مَضٰى.

وَ الثَّانِیْ: الْعَزْمُ عَلٰى تَرْكِ الْعَوْدِ اِلَيْهِ اَبَدًا.

وَ الثَّالِثُ: اَنْ تُؤَدِّیَ اِلَى الْمَخْلُوْقِيْنَ حُقُوْقَهُمْ حَتّٰى تَلْقَى اللّٰهَ اَمْلَسَ لَيْسَ عَلَيْكَ تَبِعَةٌ.

وَ الرَّابِعُ: اَنْ تَعْمِدَ اِلٰى كُلِّ فَرِيْضَةٍ عَلَيْكَ ضَيَّعْتَهَا فَتُؤَدِّیَ حَقَّهَا.

وَ الْخَامِسُ: اَنْ تَعْمِدَ اِلَى اللَّحْمِ الَّذِیْ نَبَتَ عَلَى السُّحْتِ فَتُذِيْبَهٗ بِالْاَحْزَانِ، حَتّٰى تُلْصِقَ الْجِلْدَ بِالْعَظْمِ، وَ يَنْشَاَ بَيْنَهُمَا لَحْمٌ جَدِيْدٌ.

وَ السَّادِسُ: اَنْ تُذِيْقَ الْجِسْمَ اَلَمَ الطَّاعَةِ كَمَاۤ اَذَقْتَهٗ حَلَاوَةَ الْمَعْصِيَةِ.

فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقُوْلُ: «اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ».

(۴۱۷)

ایک کہنے والے نے آپؑ کے سامنے ”استغفراللہ“ کہا تو آپؑ نے اس سے فرمایا:

تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے! کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے:

پہلے یہ کہ جو ہو چکا اس پر نادم ہو۔

دوسرے ہمیشہ کیلئے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیا کرنا۔

تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔

چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد کئے ہوئے تھے اور تم نے انہیں ضائع کر دیا تھا انہیں اب پورے طور پر بجالاؤ۔

پانچویں یہ کہ جو گوشت (اَکل) حرام سے نشو و نما پاتا رہا ہے اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملادو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو۔

چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو جس طرح اسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے۔

تو اب کہو: ”استغفراللہ“۔

(٤١٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحِلْمُ عَشِيْرَةٌ.

(۴۱۸)

حلم و تحمل ایک پورا قبیلہ ہے۔

(۴۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مِسْكِيْنٌ ابْنُ اٰدَمَ: مَكْتُوْمُ الْاَجَلِ، مَكْنُوْنُ الْعِلَلِ، مَحْفُوْظُ الْعَمَلِ، تُؤْلِمُهُ الْبَقَّةُ، وَ تَقْتُلُهُ الشَّرْقَةُ، وَ تُنْتِنُهُ الْعَرْقَةُ.

(۴۱۹)

بے چارہ آدمی کتنا بے بس ہے! موت اس سے نہاں، بیماریاں اس سے پوشیدہ اور اسکے اعمال محفوظ ہیں۔ مچھر کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے، اچھو لگنے سے مر جاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے۔

(۴۲۰) وَرُوِیَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَانَ جَالِسًا فِیْۤ اَصْحَابِهٖ، فَمَرَّتْ بِهِمُ امْرَاَةٌ جَمِيْلَةٌ، فَرَمَقَهَا الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ اَبْصَارَ هٰذِهِ الْفُحُوْلِ طَوَامِحُ، وَ اِنَّ ذٰلِكَ سَبَبُ هَبَابِهَا، فَاِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلَى امْرَاَةٍ تُعْجِبُهٗ فَلْيُلَامِسْ اَهْلَهٗ، فَاِنَّمَا هِیَ امْرَاَةٌ كَامْرَاَةٍ.

فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَوَارِجِ: قَاتَلَهُ اللّٰهُ كَافِرًا مَّاۤ اَفْقَهَهٗ. فَوَثَبَ الْقَوْمُ لِيَقْتُلُوْهُ. فَقَالَ علیہ السلام:

رُوَيْدًا! اِنَّمَا هُوَ سَبٌّ بِسَبٍّ، اَوْ عَفْوٌ عَنْ ذَنْبٍ!.

(۴۲۰)

وارد ہوا ہے کہ حضرتؑ اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے سے ایک حسین عورت کا گزر ہوا جسے ان لوگوں نے دیکھنا شروع کیا جس پر حضرتؑ نے فرمایا:

ان مردوں کی آنکھیں تاکنے والی ہیں اور یہ نظر بازی ان کی خواہشات کو برانگیختہ کرنے کا سبب ہے۔ لہٰذا اگر تم میں سے کسی کی نظر ایسی عورت پر پڑے کہ جو اسے اچھی معلوم ہو تو اسے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، کیونکہ یہ عورت بھی عورت کے مانند ہے۔

یہ سن کر ایک خارجی نے کہا کہ: خدا اس کافر کو قتل کرے! یہ کتنا بڑا فقیہ ہے۔ یہ سن کر لوگ اسے قتل کرنے اٹھے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

ٹھہرو! زیادہ سے زیادہ گالی کا بدلہ گالی سے ہو سکتا ہے، یا اس کے گناہ ہی سے درگزر کرو۔

(۴۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَفَاكَ مِنْ عَقْلِكَ مَاۤ اَوْضَحَ لَكَ سُبُلَ غَيِّكَ مِنْ رُّشْدِكَ.

(۴۲۱)

اتنی عقل تمہارے لئے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو ہدایت کے راستوں سے الگ کر کے تمہیں دکھا دے۔

(۴۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِفْعَلُوا الْخَيْرَ وَ لَا تَحْقِرُوْا مِنْهُ شَيْئًا، فَاِنَّ صَغِيْرَهٗ كَبِيْرٌ وَّ قَلِيْلَهٗ كَثِيْرٌ، وَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: اِنَّ اَحَدًا اَوْلٰى بِفِعْلِ الْخَيْرِ مِنِّیْ فَيَكُوْنَ وَاللّٰهِ! كَذٰلِكَ، اِنَّ لِلْخَيْرِ

(۴۲۲)

اچھے کام کرو اور تھوڑی سی بھلائی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔ کیونکہ چھوٹی سی نیکی بھی بڑی اور تھوڑی سی بھلائی بھی بہت ہے۔ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اچھے کام کے کرنے میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے، ورنہ خدا کی قسم! ایسا ہی ہو کر رہے گا۔ کچھ نیکی والے ہوتے ہیں اور کچھ

وَ الشَّرِّ اَهْلًا، فَمَهْمَا تَرَكْتُمُوْهُ مِنْهُمَا كَفَاكُمُوْهُ اَهْلُهٗ.

برائی والے: جب تم نیکی یا بدی کسی ایک کو چھوڑ دو گے تو تمہارے بجائے اس کے اہل اسے انجام دے کر رہیں گے۔

(۴۲۳) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهٗ اَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ، وَ مَنْ عَمِلَ لِدِيْنِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ اَمْرَ دُنْيَاهُ، وَ مَنْ اَحْسَنَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللّٰهِ اَحْسَنَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ النَّاسِ.

(۴۲۳)

جو اپنے اندرونی حالات کو درست رکھتا ہے خدا اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے، اور جو دین کیلئے سرگرم عمل ہوتا ہے اللہ اس کے دنیا کے کاموں کو پورا کر دیتا ہے، اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان خوش معاملگی رکھتا ہے خدا اس کے اور بندوں کے درمیان کے معاملات ٹھیک کر دیتا ہے۔

(۴۲۴) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحِلْمُ غِطَآءٌ سَاتِرٌ، وَ الْعَقْلُ حُسَامٌ قَاطِعٌ، فَاسْتُرْ خَلَلَ خُلُقِكَ بِحِلْمِكَ، وَ قَاتِلْ هَوَاكَ بِعَقْلِكَ.

(۴۲۴)

حلم و تحمل ڈھانکنے والا پردہ اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے۔ لہٰذا اپنے اخلاق کے کمزور پہلو کو حلم و بردباری سے چھپاؤ اور اپنی عقل سے خواہشِ نفسانی کا مقابلہ کرو۔

(۴۲۵) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَّخْتَصُّهُمُ اللّٰهُ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ، فَيُقِرُّهَا فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ مَا بَذَلُوْهَا، فَاِذَا مَنَعُوْهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ، ثُمَّ حَوَّلَهَا اِلٰى غَيْرِهِمْ.

(۴۲۵)

بندوں کی منفعت رسائی کیلئے اللہ کچھ بندگانِ خدا کو نعمتوں سے مخصوص کر لیتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ دیتے دلاتے رہتے ہیں اللہ ان نعمتوں کو انکے ہاتھوں میں برقرار رکھتا ہے، اور جب ان نعمتوں کو روک لیتے ہیں تو اللہ ان سے چھین کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

(۴۲۶) وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا يَنْۢبَغِيْ لِلْعَبْدِ اَنْ يَّثِقَ بِخَصْلَتَيْنِ: الْعَافِيَةِ وَ الْغِنٰى: بَيْنَا تَرَاهُ مُعَافًى اِذْ سَقِمَ، وَ بَيْنَا تَرَاهُ غَنِيًّا اِذِ افْتَقَرَ.

(۴۲۶)

کسی بندے کیلئے مناسب نہیں کہ وہ دو چیزوں پر بھروسا کرے: ایک صحت اور دوسرے دولت، کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے اور ابھی تم اسے دولتمند دیکھ رہے تھے کہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے۔

(۴۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ شَكَا الْحَاجَةَ اِلٰى مُؤْمِنٍ فَكَاَنَّهٗ شَكَاهَا اِلَى اللهِ، وَ مَنْ شَكَاهَا اِلٰى كَافِرٍ فَكَاَنَّمَا شَكَا اللهَ.

(۴۲۷)

جو شخص اپنی حاجت کا گلہ کسی مردِ مومن سے کرتا ہے، گویا اس نے اللہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی، اور جو کافر کے سامنے گلہ کرتا ہے گویا اس نے اپنے اللہ کی شکایت کی۔

(۴۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ بَعْضِ الْاَعْيَادِ:

اِنَّمَا هُوَ عِيْدٌ لِّمَنْ قَبِلَ اللهُ صِيَامَهٗ وَ شَكَرَ قِيَامَهٗ، وَ كُلُّ يَوْمٍ لَّا يُعْصَى اللهُ فِيْهِ فَهُوَ عِيْدٌ.

(۴۲۸)

ایک عید کے موقع پر فرمایا:

عید صرف اس کیلئے ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا ہو اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہو، اور ہر وہ دن کہ جس میں اللہ کی معصیت نہ کی جائے عید کا دن ہے۔

اگر حس وضمیر زندہ ہو تو گناہ کی تکلیف دہ یاد سے اطمینان قلب جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ طمانیت و مسرت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب روح گناہ کے بوجھ سے ہلکی اور دامن معصیت کی آلائش سے پاک ہو اور سچی خوشی زمانہ اور وقت کی پابند نہیں ہوتی، بلکہ انسان جس دن چاہے گناہ سے بچ کر اس مسرت سے کیف اندوز ہو سکتا ہے اور یہی مسرت حقیقی مسرت اور عید کا پیغام ہوگی۔

هر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی!

☆☆☆☆☆

(۴۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَعْظَمَ الْحَسَرَاتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَسْرَةُ رَجُلٍ كَسَبَ مَالًا فِيْ غَيْرِ طَاعَةِ اللهِ، فَوَرِثَهٗ رَجُلٌ فَاَنْفَقَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللهِ سُبْحَانَهٗ، فَدَخَلَ بِهِ الْجَنَّةَ، وَ دَخَلَ الْاَوَّلُ بِهِ النَّارَ.

(۴۲۹)

قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت اس شخص کی ہوگی جس نے اللہ کی نافرمانی کر کے مال حاصل کیا ہو، اور اس کا وارث وہ شخص ہوا ہو جس نے اسے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا ہو، کہ یہ تو اس مال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا اور پہلا اس کی وجہ سے جہنم میں گیا۔

(۴۳۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَخْسَرَ النَّاسِ صَفْقَةً وَ اَخْيَبَهُمْ سَعْيًا، رَجُلٌ اَخْلَقَ بَدَنَهٗ فِيْ طَلَبِ مَالِهٖ، وَ لَمْ تُسَاعِدْهُ الْمَقَادِيْرُ عَلٰۤى اِرَادَتِهٖ،

(۴۳۰)

لین دین میں سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا اور دوڑ دھوپ میں سب سے زیادہ ناکام ہونے والا وہ شخص ہے جس نے مال کی طلب میں اپنے بدن کو بوسیدہ کر ڈالا ہو، مگر تقدیر نے اس کے ارادوں میں

فَخَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا بِحَسْرَتِهٖ، وَ قَدِمَ عَلَى الْاٰخِرَةِ بِتَبِعَتِهٖ.

اس کا ساتھ نہ دیا ہو۔ لہٰذا وہ دنیا سے بھی حسرت لئے ہوئے گیا اور آخرت میں بھی اس کی پاداش کا سامنا کیا۔

انسان زندگی بھر تگ و دَو کرنے کی باوجود دنیا کی تمام کامرانیوں سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ اگر کہیں سعی و طلب کے نتیجہ میں کامیاب ہوتا ہے تو اسے بہت سے موقعوں پر ناکامی و نامرادی سے دوچار اور تقدیر کے سامنے درماندہ و سر افگندہ ہو کر اپنے ارادوں سے دستبردار بھی ہونا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو بخوبی اس نتیجہ پر پہنچا جاسکتا ہے کہ جب دنیا طلب و کوشش کے باوجود حاصل نہیں ہوتی تو اُخروی کامرانی بغیر طلب و سعی کے کیونکر حاصل ہوسکتی ہے۔

دنیا طلبیدیم و به جایی نرسیدیم　　　یا ربّ چه شود آخرت نا طلبیده

☆☆☆☆☆

(۴۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ وَّ مَطْلُوْبٌ، فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَهُ الْمَوْتُ حَتّٰى يُخْرِجَهٗ عَنْهَا، وَ مَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ رِزْقَهٗ مِنْهَا.

(۴۳۱)

رزق دو طرح کا ہوتا ہے: ایک وہ جو خود ڈھونڈتا ہے اور ایک وہ جسے ڈھونڈا جاتا ہے۔ چنانچہ جو دنیا کا طلبگار ہوتا ہے موت اس کو ڈھونڈتی ہے، یہاں تک کہ دنیا سے اسے نکال باہر کرتی ہے، اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے دنیا خود اسے تلاش کرتی ہے، یہاں تک کہ وہ اس سے تمام و کمال اپنی روزی حاصل کر لیتا ہے۔

(۴۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللهِ هُمُ الَّذِيْنَ نَظَرُوْۤا اِلٰى بَاطِنِ الدُّنْيَا اِذَا نَظَرَ النَّاسُ اِلٰى ظَاهِرِهَا، وَ اشْتَغَلُوْا بِاٰجِلِهَا اِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا، فَاَمَاتُوْا مِنْهَا مَا خَشُوْۤا اَنْ يُّمِيْتَهُمْ وَ تَرَكُوْا مِنْهَا مَا عَلِمُوْۤا اَنَّهٗ سَيَتْرُكُهُمْ، وَ رَاَوُا اسْتِكْثَارَ غَيْرِهِمْ مِنْهَا اسْتِقْلَالًا، وَ دَرَكَهُمْ لَهَا فَوْتًا.

(۴۳۲)

دوستانِ خدا وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کے ظاہر کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کے باطن پر نظر کرتے ہیں، اور جب لوگ اس کی جلد میسر آجانے والی نعمتوں میں کھو جاتے ہیں تو وہ آخرت میں حاصل ہونے والی چیزوں میں منہمک رہتے ہیں، اور جن چیزوں کے متعلق انہیں یہ کھٹکا تھا کہ وہ انہیں تباہ کریں گی انہیں تباہ کر کے رکھ دیا، اور جن چیزوں کے متعلق انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں انہیں انہوں نے خود چھوڑ دیا، اور دوسروں کے دنیا زیادہ سمیٹنے کو کم خیال کیا اور اسے حاصل کرنے کو کھونے کے برابر جانا۔

اَعْدَآءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ، وَ سِلْمُ مَا عَادَى النَّاسُ! بِهِمْ عُلِمَ الْكِتَابُ وَ بِهٖ عُلِمُوْا وَ بِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ وَ بِهٖ قَامُوْا، لَا يَرَوْنَ مَرْجُوًّا فَوْقَ مَا يَرْجُوْنَ، وَ لَا مَخُوْفًا فَوْقَ مَا يَخَافُوْنَ.

وہ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے دوسروں کی دوستی ہے اور ان چیزوں کے دوست ہیں جن سے اوروں کو دشمنی ہے۔ ان کے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا، اور ان کے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور وہ اس کے ذریعہ سے برقرار رہیں۔ وہ جس چیز کی امید رکھتے ہیں اس سے کسی چیز کو بلند نہیں سمجھتے اور جس چیز سے خائف ہیں اس سے زیادہ کسی شے کو خوفناک نہیں جانتے۔

(٤٣٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اُذْكُرُوا انْقِطَاعَ اللَّذَّاتِ، وَ بَقَآءَ التَّبِعَاتِ.

(۴۳۳)

لذتوں کے ختم ہونے اور پاداشوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

(٤٣٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اُخْبُرْ تَقْلِهٖ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّرْوِیْ هٰذَا لِلرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، وَ مِمَّا يُقَوِّیْ اَنَّهٗ مِنْ كَلَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا حَكَاهُ ثَعْلَبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْاَعْرَابِیِّ، قَالَ: قَالَ الْمَاْمُوْنُ: لَوْ لَا اَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: «اُخْبُرْ تَقْلِهٖ» لَقُلْتُ اَنَا: اَقْلِهٖ تَخْبُرْ.

(۴۳۴)

آزماؤ! کہ اس سے نفرت کرو۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: کچھ لوگوں نے اس فقرے کی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے، مگر اس کے کلام امیر المومنین علیہ السلام ہونے کے مؤیدات میں سے ہے وہ جسے ثعلب نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ: مامون نے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ نہ کہا ہوتا کہ «آزماؤ! کہ اس سے نفرت کرو»، تو میں یوں کہتا کہ: دشمنی کرو اس سے تاکہ آزماؤ۔

(٤٣٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَفْتَحَ عَلٰى عَبْدٍ بَابَ الشُّكْرِ وَ يُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الزِّيَادَةِ، وَ لَا لِيَفْتَحَ عَلٰى عَبْدٍ بَابَ الدُّعَآءِ وَ يُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْاِجَابَةِ، وَ لَا لِيَفْتَحَ لِعَبْدٍ بَابَ التَّوْبَةِ وَ يُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْمَغْفِرَةِ.

(۴۳۵)

ایسا نہیں کہ اللہ کسی بندے کیلئے شکر کا دروازہ کھولے اور (نعمتوں کی) افزائش کا دروازہ بند کر دے، اور کسی بندے کیلئے دُعا کا دروازہ کھولے اور درِ قبولیت کو اس کیلئے بند رکھے، اور کسی بندے کیلئے توبہ کا دروازہ کھولے اور مغفرت کا دروازہ اس کیلئے بند کر دے۔

(٤٣٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَوْلَى النَّاسِ بِالْكَرَمِ مَنْ عَرَّقَتْ فِيْهِ الْكِرَامُ.

(۴۳۶)

لوگوں میں سب سے زیادہ کرم و بخشش کا وہ اہل ہے جس کا رشتہ اشراف سے ملتا ہو۔

(٤٣٧) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّمَا اَفْضَلُ: الْعَدْلُ، اَوِ الْجُوْدُ؟ فَقَالَ عليه السلام :

اَلْعَدْلُ يَضَعُ الْاُمُوْرَ مَوَاضِعَهَا، وَ الْجُوْدُ يُخْرِجُهَا مِنْ جِهَتِهَا، وَ الْعَدْلُ سَآئِسٌ عَامٌّ، وَ الْجُوْدُ عَارِضٌ خَاصٌّ، فَالْعَدْلُ اَشْرَفُهُمَا وَ اَفْضَلُهُمَا.

(۴۳۷)

آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ عدل بہتر ہے یا سخاوت؟ فرمایا کہ: عدل تمام امور کو ان کے موقع و محل پر رکھتا ہے اور سخاوت ان کو ان کی حدوں سے باہر کر دیتی ہے۔ عدل سب کی نگہداشت کرنے والا ہے اور سخاوت اسی سے مخصوص ہو گی جسے دیا جائے۔ لہٰذا عدل سخاوت سے بہتر و برتر ہے۔

(٤٣٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلنَّاسُ اَعْدَآءُ مَا جَهِلُوْا.

(۴۳۸)

لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

(٤٣٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلزُّهْدُ كُلُّهٗ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْاٰنِ: قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ﴾، وَ مَنْ لَّمْ يَاْسَ عَلَى الْمَاضِيْ، وَ لَمْ يَفْرَحْ بِالْاٰتِيْ، فَقَدْ اَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَيْهِ.

(۴۳۹)

زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے: ارشاد الٰہی ہے: ”جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر رنج نہ کرو، اور جو چیز خدا تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں“۔ لہٰذا جو شخص جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی چیز پر اتراتا نہیں، اس نے زہد کو دونوں سمتوں سے سمیٹ لیا۔

(٤٤٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَاۤ اَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَآئِمِ الْيَوْمِ.

(۴۴۰)

نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے۔

(٤٤١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْوِلَايَاتُ مَضَامِيْرُ الرِّجَالِ.

(۴۴۱)

حکومت لوگوں کیلئے آزمائش کا میدان ہے۔

(٤٤٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَيْسَ بَلَدٌ بِاَحَقَّ بِكَ مِنْ بَلَدٍ، خَيْرُ الْبِلَادِ مَا حَمَلَكَ.

(۴۴۲)

تمہارے لئے ایک شہر دوسرے شہر سے زیادہ حقدار نہیں، (بلکہ) بہترین شہر وہ ہے جو تمہارا بوجھ اٹھائے۔

(٤٤٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَ قَدْ جَآءَهٗ نَعْیُ الْاَشْتَرِ رَحِمَهُ اللّٰهُ:

مَالِكٌ وَّ مَا مَالِكٌ! وَاللّٰهِ! لَوْ كَانَ جَبَلًا لَّكَانَ فِنْدًا، وَ لَوْ كَانَ حَجَرًا لَّكَانَ صَلْدًا، لَا يَرْتَقِيْهِ الْحَافِرُ، وَلَا يُوْفِیْ عَلَيْهِ الطَّآئِرُ.

قَالَ الرَّضِیُّ: «اَلْفِنْدُ»: اَلْمُنْفَرِدُ مِنَ الْجِبَالِ.

(۴۴۳)

جب مالک اشتر رحمہ اللہ کی خبر شہادت آئی تو فرمایا:

مالک، اور مالک کیا شخص تھا! خدا کی قسم! اگر وہ پہاڑ ہوتا تو ایک کوہ بلند ہوتا اور اگر پتھر ہوتا تو ایک سنگ گراں ہوتا کہ نہ تو اس کی بلندیوں تک کوئی سُم پہنچ سکتا اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ’’فند‘‘ اُس پہاڑ کو کہتے ہیں جو دوسرے پہاڑوں سے الگ ہو۔

(٤٤٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَلِيْلٌ مَّدُوْمٌ عَلَيْهِ خَيْرٌ مِّنْ كَثِيْرٍ مَّمْلُوْلٍ مِّنْهُ.

(۴۴۴)

وہ تھوڑا سا عمل جس میں ہمیشگی ہو اس زیادہ سے بہتر ہے جو دل تنگی کا باعث ہو۔

(٤٤٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِذَا كَانَ فِیْ رَجُلٍ خَلَّةٌ رَآئِقَةٌ فَانْتَظِرُوْٓا اَخَوَاتِهَا.

(۴۴۵)

اگر کسی آدمی میں عمدہ و پاکیزہ خصلت ہو تو ویسی ہی دوسری خصلتوں کے متوقع رہو۔

انسان میں جو اچھی یا بری خصلت پائی جاتی ہے، وہ اس کی افتادِ طبیعت کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور اگر طبیعت ایک خصلت کی مقتضی ہے تو اس خصلت سے ملتے جلتے ہوئے دوسرے خصائل کی بھی مقتضی ہو گی۔ اس لئے کہ طبیعت کے تقاضے دونوں جگہ پر یکساں کارفرما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص اگر زکوٰۃ و خمس ادا کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طبیعت ممسک و بخیل نہیں۔ لہٰذا اس سے یہ توقع بھی کی جا سکتی ہے کہ وہ دوسرے امورِ خیر میں بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس سے یہ امید بھی کی جا سکتی ہے کہ وہ غیبت بھی کرے گا۔ کیونکہ یہ دونوں عادتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

(٤٤٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِغَالِبِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَبِی الْفَرَزْدَقِ، فِیْ كَلَامٍ دَارَ بَيْنَهُمَا:

مَا فَعَلَتْ اِبِلُكَ الْكَثِيْرَةُ؟

قَالَ: ذَعْذَعَتْهَا الْحُقُوْقُ يَاۤ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ،

(۴۴۶)

فرزدق کے باپ غالب ابن صعصعہ سے باہمی گفتگو کے دوران فرمایا:

وہ تمہارے بہت سے اونٹ کیا ہوئے؟

کہا کہ حقوق (کی ادائیگی) نے انہیں منتشر کر دیا۔

فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ: ذٰلِكَ اَحْمَدُ سُبُلِهَا.

فرمایا کہ: یہ تو ان کا انتہائی اچھا مصرف ہوا۔

(۴۴۷) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

مَنِ اتَّجَرَ بِغَیْرِ فِقْهٍ فَقَدِ ارْتَطَمَ فِی الرِّبَا.

(۴۴۷)

جو شخص احکام فقہ کے جانے بغیر تجارت کرے گا وہ رِبا میں مبتلا ہو جائے گا۔

(۴۴۸) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

مَنْ عَظَّمَ صِغَارَ الْمَصَآئِبِ ابْتَلَاهُ اللهُ بِكِبَارِهَا.

(۴۴۸)

جو شخص ذرا سی مصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے اللہ اسے بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(۴۴۹) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

مَنْ كَرُمَتْ عَلَیْهِ نَفْسُهٗ هَانَتْ عَلَیْهِ شَهْوَتُهٗ.

(۴۴۹)

جس کی نظر میں خود اپنے نفس کی عزت ہو گی وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو بے وقعت سمجھے گا۔

(۴۵۰) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

مَا مَزَحَ امْرُؤٌ مَّزْحَةً اِلَّا مَجَّ مِنْ عَقْلِهٖ مَجَّةً.

(۴۵۰)

کوئی شخص کسی دفعہ ہنسی مذاق نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ اپنی عقل کا ایک حصہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

(۴۵۱) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

زُهْدُكَ فِیْ رَاغِبٍ فِیْكَ نُقْصَانُ حَظٍّ، وَ رَغْبَتُكَ فِیْ زَاهِدٍ فِیْكَ ذُلُّ نَفْسٍ.

(۴۵۱)

جو تمہاری طرف جھکے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے حظ ونصیب میں خسارہ کرنا ہے، اور جو تم سے بے رخی اختیار کرے اس کی طرف جھکنا نفس کی ذلت ہے۔

(۴۵۲) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

اَلْغِنٰی وَ الْفَقْرُ بَعْدَ الْعَرْضِ عَلَى اللهِ.

(۴۵۲)

اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد ہوگا۔

(۴۵۳) وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

مَا زَالَ الزُّبَیْرُ رَجُلًا مِّنَّاۤ اَهْلَ الْبَیْتِ حَتّٰی نَشَاَ ابْنُهُ الْمَشْؤُوْمُ عَبْدُ اللهِ.

(۴۵۳)

زبیر ہمیشہ ہمارے گھر کا آدمی رہا، یہاں تک کہ اس کا بد بخت بیٹا عبداللہ نمودار ہوا۔

(٤٥٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا لِابْنِ اٰدَمَ وَ الْفَخْرِ: اَوَّلُهٗ نُطْفَةٌ، وَ اٰخِرُهٗ جِيْفَةٌ، وَ لَا يَرْزُقُ نَفْسَهٗ، وَلَا يَدْفَعُ حَتْفَهٗ.

(۴۵۴)

فرزند آدم کو فخر و مباہات سے کیا ربط! جبکہ اس کی ابتدا نطفہ اور انتہا مردار ہے، وہ نہ اپنے لئے روزی کا سامان کرسکتا ہے، نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے۔

اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست و ریخت کے بعد کی حالت کا تصور کرے تو وہ فخر و غرور کے بجائے اپنی حقارت و پستی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ ایک وقت وہ تھا کہ صفحہ ہستی پر اس کا نام و نشان بھی نہ تھا کہ خداوند عالم نے نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی جو شکم مادر میں ایک لوتھڑے کی صورت میں رونما ہوا اور غلیظ خون سے پلتا اور نشو نما پاتا رہا اور جب جسمانی تکمیل کے بعد زمین پر قدم رکھا تو اتنا بے بس اور لاچار کہ نہ بھوک پیاس پر اختیار، نہ مرض و صحت پر قابو، نہ نفع نقصان ہاتھ میں اور نہ موت و حیات بس میں۔ نہ معلوم کب ہاتھ پیروں کی حرکت جواب دے جائے، حس و شعور کی قوتیں ساتھ چھوڑ جائیں، آنکھوں کا نور چھن جائے اور کانوں کی سماعت سلب ہو جائے اور کب موت روح کو جسم سے الگ کرے اور اسے گلنے سڑنے کیلئے چھوڑ جائے، تاکہ چیل، گدھیں اسے نوچیں، یا قبر میں اسے کیڑے کھائیں۔

مَا بَالُ مَنْ اَوَّلُهٗ نُطْفَةٌ
وَ جِيْفَةٌ اٰخِرُهٗ يَفْخَرُ؟!

☆☆☆☆☆

(٤٥٥) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَنْ اَشْعَرُ الشُّعَرَآءِ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَجْرُوْا فِیْ حَلْبَةٍ تُعْرَفُ الْغَايَةُ عِنْدَ قَصَبَتِهَا، فَاِنْ كَانَ وَ لَا بُدَّ فَالْمَلِكُ الضِّلِّيْلُ.

يُرِيْدُ امْرَاَ الْقَيْسِ.

(۴۵۵)

حضرتؑ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا کہ:

شعرا کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گوئے سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہچانا جائے، اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہی ہے تو پھر ’’ملک ضلیل‘‘ (گمراہ بادشاہ) ہے۔

سیّد رضی کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس سے امرأالقیس مراد لیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شعراء میں موازنہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ان کے توسن فکر ایک ہی میدان سخن میں جولانیاں دکھائیں اور جبکہ ایک روش دوسرے کی روش سے جدا اور ایک کا اسلوب کلام دوسرے کے اسلوب کلام سے مختلف ہے، تو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کون میدان ہار گیا اور کون گوئے سبقت لے گیا۔ چنانچہ مختلف اعتبارات سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے اور اگر کوئی کسی لحاظ سے اور کوئی کسی لحاظ سے اشعر سمجھا جاتا رہا ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ:

اَشْعَرُ الْعَرَبِ امْرَئُ الْقَيْسِ اِذَا رَكِبَ، وَ الْاَعْشٰى اِذَا رَغِبَ، وَ النَّابِغَةُ اِذَا رَهِبَ.

عرب کا سب سے بڑا شاعر ''امرأالقیس'' ہے جب وہ سوار ہو اور ''اعشیٰ'' جب وہ کسی چیز کا خواہشمند ہو اور ''نابغہ'' جب اسے خوف و ہراس ہو۔

لیکن اس تقیید کے باوجود امرأالقیس حسن تخیل ولطف محاکات اور ان چھوتی تشبیہات اور نادر استعارات کے لحاظ سے طبقہ اولیٰ کے شعراء میں سب سے اونچی سطح پر سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اکثر اشعار عام معیار اخلاق سے گرے ہوئے اور فحش مضامین پر مشتمل ہیں، مگر اس فحش نگاری کے باوجود اس کی فنی عظمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ فنکار صرف فنی زاویہ نگاہ سے شعر کے حسن و قبح کو دیکھتا ہے اور دوسری حیثیات کو جو فن میں دخیل نہیں ہوتیں، نظرانداز کر دیتا ہے۔

بہر حال امرأالقیس عرب کا نامور شاعر تھا اور اس کا باپ حجر کندی سلاطین کندہ کا آخری فرد اور صاحب علم و سپاہ تھا اور بنی تغلب کے مشہور شاعر و سخن ران ''کلیب'' اور ''مہلہل'' اس کے ماموں ہوتے تھے۔ اس لئے فطری رجحان کے علاوہ یہ اپنے ننھیال کی طرف سے بھی شعر و سخن کا ورثہ دار تھا اور سرزمین نجد کی آزاد فضا اور عیش و تنعم کے گہوارے میں تربیت پانے کی وجہ سے شورہ پشتی و سرمستی اس کے خمیر میں رچ بس گئی تھی۔ چنانچہ حسن و عشق اور نغمہ و شعر کی کیف آور فضاؤں میں پوری طرح کھو گیا۔ باپ نے باز رکھنا چاہا، مگر اس کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ آخر اس نے مجبور ہو کر اسے الگ کر دیا۔ الگ ہونے کے بعد اس کیلئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ پوری طرح دادِ عیش و عشرت دینے پر اتر آیا اور جب اپنے باپ کے مارے جانے کی اسے خبر ہوئی تو اس کے قصاص کیلئے کمربستہ ہوا اور مختلف قبیلوں کے چکر لگائے تاکہ ان سے مدد حاصل کرے اور جب کہیں سے حسب دلخواہ امداد حاصل نہ ہوئی تو قیصر روم کے ہاں جا پہنچا اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی اس نے ایک ناشائستہ حرکت کی جس سے قیصر روم نے اسے ٹھکانے لگانے کیلئے ایک زہر آلودہ پیراہن دیا، جس کے پہنتے ہی زہر کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر گیا اور اسی زہر کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہوئی اور انقرہ میں دفن ہوا۔

☆☆☆☆☆

(٤٥٦) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

اَلَا حُرٌّ يَدَعُ هٰذِهِ اللُّمَاظَةَ لِاَهْلِهَا؟ اِنَّهٗ لَيْسَ لِاَنْفُسِكُمْ ثَمَنٌ اِلَّا الْجَنَّةَ، فَلَا تَبِيْعُوْهَا اِلَّا بِهَا.

(۴۵۶)

کیا کوئی جوانمرد ہے جو اس چبائے ہوئے لقمہ (دنیا) کو اس کے اہل کیلئے چھوڑ دے۔ تمہارے نفسوں کی قیمت صرف جنت ہے۔ لہٰذا جنت کے علاوہ اور کسی قیمت پر انہیں نہ بیچو۔

(٤٥٧) **وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ**

مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ عِلْمٍ، وَ طَالِبُ دُنْيَا.

(۴۵۷)

دو ایسے خواہشمند ہیں جو سیر نہیں ہوتے: طالبِ علم اور طلبگارِ دنیا۔

(٤٥٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَلَامَةُ الْاِيْمَانِ اَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكَذِبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ، وَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ فِيْ حَدِيْثِكَ فَضْلٌ عَنْ عَمَلِكَ، وَ اَنْ تَتَّقِيَ اللهَ فِيْ حَدِيْثِ غَيْرِكَ.

(۴۵۸)

ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لئے سچائی باعث نقصان ہو اسے جھوٹ پر ترجیح دو، خواہ وہ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ اور تمہاری باتیں تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

(٤٥٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَغْلِبُ الْمِقْدَارُ عَلَى التَّقْدِيْرِ حَتّٰى تَكُوْنَ الْاٰفَةُ فِي التَّدْبِيْرِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ مَضٰى هٰذَا الْمَعْنٰى فِيْمَا تَقَدَّمَ بِرِوَايَةٍ تُخَالِفُ هٰذِهِ الْاَلْفَاظَ.

(۴۵۹)

تقدیر ٹھہرائے ہوئے اندازے پر غالب آ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت بن جاتی ہے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔

(٤٦٠) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحِلْمُ وَ الْاَنَاةُ تَوْاَمَانِ يُنْتِجُهُمَا عُلُوُّ الْهِمَّةِ.

(۴۶۰)

برد باری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں۔

(٤٦١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْغِيْبَةُ جُهْدُ الْعَاجِزِ.

(۴۶۱)

کمزور کا یہی زور چلتا ہے کہ وہ پیٹھ پیچھے برائی کرے۔

(٤٦٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

رُبَّ مَفْتُوْنٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِ.

(۴۶۲)

بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

(٤٦٣) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلدُّنْيَا خُلِقَتْ لِغَيْرِهَا، وَ لَمْ تُخْلَقْ لِنَفْسِهَا.

(۴۶۳)

دنیا ایک دوسری منزل کیلئے پیدا کی گئی ہے، نہ اپنے (بقا و دوام کے) لئے۔

(٤٦٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنَّ لِبَنِيْۤ اُمَيَّةَ مِرْوَدًا يَجْرُوْنَ فِيْهِ، وَ لَوْ قَدِ اخْتَلَفُوْا فِيْمَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ كَادَتْهُمُ

(۴۶۴)

بنی امیہ کیلئے ایک مرود (مہلت کا میدان) ہے جس میں وہ دوڑ لگا رہے ہیں، جب ان میں باہمی اختلاف رونما ہو تو پھر بجّو بھی ان پر حملہ

الضِّبَاعُ لَغَلَبَتْهُمْ.

وَ «الْمِرْوَدُ» هٰهُنَا مِفْعَلٌ مِّنَ الْاِرْوَادِ، وَ هُوَ الْاِمْهَالُ وَ الْاِنْظَارُ، وَ هٰذَا مِنْ اَفْصَحِ الْكَلَامِ وَ اَغْرَبِهٖ، فَكَاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَبَّهَ الْمُهْلَةَ الَّتِیْ هُمْ فِيْهَا بِالْمِضْمَارِ الَّذِیْ يَجْرُوْنَ فِيْهِ اِلَى الْغَايَةِ، فَاِذَا بَلَغُوْا مُنْقَطَعَهَا انْتَقَضَ نِظَامُهُمْ بَعْدَهَا.

کریں تو ان پر غالب آجائیں گے۔

(سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ:) ”مرود“ ارواد سے مِفعَل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مہلت و فرصت دینے کے ہیں اور یہ بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے۔ گویا آپؑ نے ان کے زمانہ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہ دی ہے جس میں انتہا کی حد تک پہنچنے کیلئے دوڑ رہے ہیں۔ چنانچہ جب اپنی آخری حد تک پہنچ جائیں گے تو ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ پیشین گوئی بنی اُمیہ کی سلطنت کے زوال و انقراض کے متعلق ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس سلطنت کی بنیاد معاویہ ابن ابی سفیان نے رکھی اور نوے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد ۱۳۲ ہجری میں مروان الحمار پر ختم ہوگئی۔ بنی اُمیہ کا دور ظلم و ستم اور قہر و استبداد کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر تھا۔ اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جن سے اسلام کا دامن داغدار، تاریخ کے اوراق سیاہ اور روح انسانیت مجروح نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کیلئے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے لیا تھا۔ مکہ پر فوجوں کی یلغار کی، خانہ کعبہ پر آگ برسائی، مدینہ کو اپنی بہیمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہادیں۔

آخر ان سفاکیوں اور خونریزیوں کے نتیجہ میں ہر طرف سے بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشار اور باہمی رزم آرائی نے ان کی بربادی کا راستہ ہموار کر دیا۔ اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور ادھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی پر پرزے نکالنا شروع کئے اور مروان الحمار کے دور میں ”خلافت الٰہیہ“ کے نام سے ایک تحریک شروع کر دی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے انہیں ابومسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا جو سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنون حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے خراسان کو مرکز قرار دے کر اُمویوں کے خلاف ایک جال بچھا دیا اور عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ شخص ابتدا میں گمنام اور غیر معروف تھا۔ چنانچہ اسی گمنامی و پستی کی بنا پر حضرتؑ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو ”بجو“ سے تعبیر کیا ہے کہ جو ادنیٰ و فرومایہ لوگوں کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

(٤٦٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(۴۶۵)

فِیْ مَدْحِ الْاَنْصَارِ:

هُمْ وَ اللّٰهِ! رَبَّوُا الْاِسْلَامَ كَمَا يُرَبَّى الْفِلْوُ مَعَ غَنَآئِهِمْ بِاَيْدِيْهِمُ السِّبَاطِ وَ اَلْسِنَتِهِمُ السِّلَاطِ.

انصار کی مدح و توصیف میں فرمایا:

خدا کی قسم! انہوں نے اپنی خوشحالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی جس طرح یکسالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے، اپنے کریم ہاتھوں اور زبانوں کے ساتھ۔

(٤٦٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْعَيْنُ وِكَآءُ السَّهِ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذِهٖ مِنَ الْاِسْتِعَارَاتِ الْعَجِيْبَةِ، كَاَنَّهٗ شَبَّهَ السَّهَ بِالْوِعَآءِ، وَ الْعَيْنَ بِالْوِكَآءِ، فَاِذَاۤ اُطْلِقَ الْوِكَآءُ لَمْ يَنْضَبِطِ الْوِعَآءُ.

وَ هٰذَا الْقَوْلُ فِي الْاَشْهَرِ الْاَظْهَرِ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ ﷺ، وَ قَدْ رَوَاهُ قَوْمٌ لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَ ذَكَرَ ذٰلِكَ الْمُبَرَّدُ فِيْ كِتَابِ «الْمُقْتَضَبِ» فِيْ بَابِ اللَّفْظِ بِالْحُرُوْفِ، وَ قَدْ تَكَلَّمْنَا عَلٰى هٰذِهِ الْاِسْتِعَارَةِ فِيْ كِتَابِنَا الْمَوْسُوْمِ: بِـ«مَجَازَاتِ الْاٰثَارِ النَّبَوِيَّةِ».

(۴۶۶)

آنکھ عقب کیلئے تسمہ ہے۔

سیّد رضیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے۔ گویا آپؑ نے عقب کو ظرف سے اور آنکھ کو تسمہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور جب تسمہ کھول دیا جائے تو برتن (میں جو کچھ ہوتا ہے) رک نہیں سکتا۔ مشہور و واضح یہ ہے کہ یہ پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے، مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المومنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ مبرد نے اس کا اپنی کتاب ”المقتضب“ باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب ”مجازات الآثار النبویہ“ میں اس استعارہ کے متعلق بحث کی ہے۔

(٤٦٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

وَ وَلِيَهُمْ وَالٍ فَاَقَامَ وَ اسْتَقَامَ، حَتّٰى ضَرَبَ الدِّيْنُ بِجِرَانِهٖ.

(۴۶۷)

ایک کلام کے ضمن میں آپؑ نے فرمایا:

لوگوں کے امور کا ایک حاکم و فرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے پر چلا اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

(٤٦٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوْضٌ يَعَضُّ الْمُوْسِرُ فِيْهِ عَلٰى مَا فِيْ يَدَيْهِ وَ لَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ، قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: ﴿وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ﴾، تَنْهَدُ فِيْهِ الْاَشْرَارُ، وَ تُسْتَذَلُّ الْاَخْيَارُ، وَ يُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ،

(۴۶۸)

لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ”آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو“۔ اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نیکو کار ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور اور بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائے گی،

وَ قَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّيْنَ.

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے) خریدنے کو منع کیا ہے۔

مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ان سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں اور مہنگے داموں ان کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اور نہ آئین اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں۔

(٤٦٩) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُّفْرِطٌ، وَ بَاهِتٌ مُّفْتَرٍ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذَا مِثْلُ قَوْلِهٖ عليه السلام:

هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَ مُبْغِضٌ قَالٍ.

(۴۶۹)

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے: ایک محبت میں حد سے بڑھ جانیوالا، اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ:

میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے: ایک محبت میں غلو کرنے والا، اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

(٤٧٠) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عَنِ التَّوْحِيْدِ وَ الْعَدْلِ، فَقَالَ عليه السلام:

اَلتَّوْحِيْدُ اَنْ لَّا تَتَوَهَّمَهٗ، وَ الْعَدْلُ اَنْ لَّا تَتَّهِمَهٗ.

(۴۷۰)

حضرتؑ سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند نہ بناؤ اور عدل یہ ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

عقیدۂ توحید اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں ''تنزیہ'' کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی اسے جسم و صورت اور مکان و زمان کے حدود سے بالاتر سمجھتے ہوئے اپنے اوہام و ظنون کا پابند نہ بنایا جائے، کیونکہ جسے اوہام و ظنون کا پابند بنایا جائے گا، وہ خدا نہیں ہوگا، بلکہ ذہن انسانی کی پیداوار ہوگا اور ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں۔ لہٰذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیلوں اور قوت واہمہ کی خیال آرائیوں سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا، اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جائے گا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

كُلُّ مَا مَيَّزْتُمُوْهُ بِاَوْهَامِكُمْ فِيْۤ اَدَقِّ مَعَانِيْهِ، فَهُوَ مَخْلُوْقٌ مِّثْلُكُمْ، مَرْدُوْدٌ اِلَيْكُمْ.

جب بھی تم اسے اپنے تصور و وہم کا پابند بناؤ گے، وہ خدا نہیں رہے گا، بلکہ تمہاری طرح کی مخلوق اور تمہاری ہی طرف پلٹنے والی کوئی چیز ہوگی۔ (منہاج البراعہ، ج ۱۰، ص ۳۱۵)

اور ''عدل'' یہ ہے کہ ظلم و قبح کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں ان کی ذات باری سے نفی کی جائے اور اسے ان چیزوں سے متہم نہ کیا جائے کہ جو بری اور

بے فائدہ ہیں اور جنہیں عقل اس کیلئے کسی طرح تجویز نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ﴾

تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی۔ کوئی چیز اس کی باتوں میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔

(سورۂ انعام، آیت ۱۱۵)

☆☆☆☆☆

(٤٧١) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهٗ لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ.

(۴۷۱)

حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں، جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

(٤٧٢) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ دُعَآءٍ اسْتَسْقٰى بِهٖ:

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ذُلُلَ السَّحَابِ دُوْنَ صِعَابِهَا.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ هٰذَا مِنَ الْكَلَامِ الْعَجِيْبِ الْفَصَاحَةِ، وَ ذٰلِكَ أَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ شَبَّهَ السَّحَابَ ذَوَاتِ الرُّعُوْدِ وَ الْبَوَارِقِ وَ الرِّيَاحِ وَ الصَّوَاعِقِ بِالْاِبِلِ الصِّعَابِ الَّتِيْ تَقْمُصُ بِرِحَالِهَا وَ تَقِصُّ بِرُكْبَانِهَا، وَ شَبَّهَ السَّحَابَ خَالِيَةً مِّنْ تِلْكَ الرَّوَآئِعِ بِالْاِبِلِ الذُّلُلِ الَّتِيْ تُحْتَلَبُ طَيِّعَةً وَّ تُقْتَعَدُ مُسْمِحَةً.

(۴۷۲)

طلب باراں کی ایک دُعا میں فرمایا:

بارِالٰہا! ہمیں فرمانبردار اَبروں سے سیراب کر، نہ اُن ابروں سے جو سرکش اور منہ زور ہوں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ کلام عجیب و غریب فصاحت پر مشتمل ہے۔ اس طرح کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کڑک، چمک، ہوا اور بجلی والے بادلوں کو اُن اونٹوں سے تشبیہ دی ہے کہ جو اپنی منہ زوری سے زمین پر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔ اور ان خوفناک چیزوں سے خالی اَبر کو ان اونٹنیوں سے تشبیہ دی ہے جو دوہنے میں مطیع ہوں اور سواری کرنے میں سوار کی مرضی کے مطابق چلیں۔

(٤٧٣) وَقِيْلَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَوْ غَيَّرْتَ شَيْبَكَ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَلْخِضَابُ زِيْنَةٌ، وَ نَحْنُ قَوْمٌ فِيْ مُصِيْبَةٍ!.

يُرِيْدُ وَفَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

(۴۷۳)

حضرتؑ سے کہا گیا کہ اگر آپؑ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے تو بہتر ہوتا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ:

خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: حضرتؑ نے اس سے وفاتِ پیغمبرؐ مراد لی ہے۔

(٤٧٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَا الْمُجَاهِدُ الشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَعْظَمَ اَجْرًا مِّمَّنْ قَدَرَ فَعَفَّ، لَكَادَ الْعَفِيْفُ اَنْ يَّكُوْنَ مَلَكًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ.

(۴۷۴)

وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو، اُس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

(٤٧٥) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَّا يَنْفَدُ.

قَالَ الرَّضِيُّ: وَ قَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْكَلَامَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

(۴۷۵)

قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: بعض لوگوں نے اس کلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

(٤٧٦) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِزِيَادِ بْنِ اَبِيْهِ۔ وَ قَدِ اسْتَخْلَفَهٗ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عَلٰى فَارِسٍ وَ اَعْمَالِهَا۔ فِيْ كَلَامٍ طَوِيْلٍ كَانَ بَيْنَهُمَا، نَهَاهُ فِيْهِ عَنْ تَقَدُّمِ الْخَرَاجِ:

اِسْتَعْمِلِ الْعَدْلَ، وَ احْذَرِ الْعَسْفَ وَ الْحَيْفَ، فَاِنَّ الْعَسْفَ يَعُوْدُ بِالْجَلَآءِ، وَ الْحَيْفَ يَدْعُوْٓ اِلَى السَّيْفِ.

(۴۷۶)

جب زیاد ابن ابیہ کو عبد اللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ملحقہ علاقوں پر عامل مقرر کیا تو ایک باہمی گفتگو کے دوران میں کہ جس میں اسے پیشگی مال گزاری کے وصول کرنے سے روکنا چاہا یہ فرمایا:

عدل کی روش پر چلو! بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشی کرو! کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے کی دعوت دے گا۔

(٤٧٧) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَخَفَّ بِهٖ صَاحِبُهٗ.

(۴۷۷)

سب سے بھاری گناہ وہ ہے جسے مرتکب ہونے والا سبک سمجھے۔

(٤٧٨) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَاۤ اَخَذَ اللهُ عَلٰۤى اَهْلِ الْجَهْلِ اَنْ يَّتَعَلَّمُوْا حَتّٰۤى اَخَذَ عَلٰۤى اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّعَلِّمُوْا.

(۴۷۸)

خداوند عالم نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہ کریں۔

(۴۷۹) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

شَرُّ الۡاِخۡوَانِ مَنۡ تُكُلِّفَ لَهٗ.

قَالَ الرَّضِيُّ: لِاَنَّ التَّكۡلِيۡفَ مُسۡتَلۡزِمٌ لِّلۡمَشَقَّةِ، وَ هُوَ شَرٌّ لَازِمٌ عَنِ الۡاَخِ الۡمُتَكَلِّفِ لَهٗ، فَهُوَ شَرُّ الۡاِخۡوَانِ.

(۴۷۹)

بدترین بھائی وہ ہے جس کیلئے زحمت اٹھانا پڑے۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: یہ اس لئے کہ مقدور سے زیادہ تکلیف، رنج و مشقت کا سبب ہوتی ہے اور جس بھائی کیلئے تکلف کیا جائے اُس سے لازمی طور پر یہ زحمت پہنچے گی، لہٰذا وہ بُرا بھائی ہوا۔

جس دوستی کی بنیاد محبت و خلوص پر ہو وہ رسمی تکلفات سے بے نیاز کر دیتی ہے اور جس دوستی کے سلسلہ میں تکلفات کی ضرورت محسوس ہو وہ دوستی خام اور ایسا دوست سچا دوست نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ سچی دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دوست دوست کیلئے باعثِ زحمت نہ بنے اور اگر زحمت کا باعث ہوگا تو وہ اذیت رساں اور تکلیف دہ ثابت ہوگا اور یہ ایذا رسانی اس کے بدترین دوست ہونے کی علامت ہے۔

(۴۸۰) وَقَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ

اِذَا احۡتَشَمَ الۡمُؤۡمِنُ اَخَاهُ فَقَدۡ فَارَقَهٗ.

قَالَ الرَّضِيُّ: يُقَالُ: حَشَمَهٗ وَ اَحۡشَمَهٗ: اِذَا اَغۡضَبَهٗ، وَ قِيۡلَ: اَخۡجَلَهٗ وَ احۡتَشَمَهٗ: طَلَبَ ذٰلِكَ لَهٗ، وَ هُوَ مَظِنَّةُ مُفَارَقَتِهٖ.

(۴۸۰)

جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کا احتشام کرے تو یہ اُس سے جدائی کا سبب ہوگا۔

سیّد رضیؒ کہتے ہیں کہ: ’’حشم و احشام‘‘ کے معنی ہیں غضبناک کرنا اور ایک معنی ہیں شرمندہ کرنا۔ اور ’’احتشام‘‘ کے معنی ہیں اس سے غصہ یا خجالت کا طالب ہونا اور ایسا کرنے سے جدائی کا امکان غالب ہوتا ہے۔

-----☆☆-----

وَ هٰذَا حِيۡنُ انۡتِهَآءِ الۡغَايَةِ بِنَا اِلٰى قَطۡعِ الۡمُخۡتَارِ مِنۡ كَلَامِ اَمِيۡرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ علیہ السلام، حَامِدِيۡنَ لِلّٰهِ سُبۡحَانَهٗ عَلٰى مَا مَنَّ بِهٖ مِنۡ تَوۡفِيۡقِنَا لِضَمِّ مَا انۡتَشَرَ مِنۡ اَطۡرَافِهٖ، وَ تَقۡرِيۡبِ مَا بَعُدَ مِنۡ اَقۡطَارِهٖ وَ تَقَرَّرَ الۡعَزۡمُ كَمَا شَرَطۡنَآ اَوَّلًا عَلٰى تَفۡضِيۡلِ اَوۡرَاقٍ مِّنَ الۡبَيَاضِ فِىۡ اٰخِرِ كُلِّ بَابٍ مِّنَ الۡاَبۡوَابِ لِيَكُوۡنَ لِاقۡتِنَاصِ الشَّارِدِ، وَ اسۡتِلۡحَاقِ الۡوَارِدِ وَ مَا عَسٰٓى اَنۡ يَّظۡهَرَ لَنَا بَعۡدَ الۡغُمُوۡضِ وَ يَقَعُ اِلَيۡنَا بَعۡدَ الشُّذُوۡذِ وَ مَا تَوۡفِيۡقُنَآ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡنَا وَ هُوَ حَسۡبُنَا وَ نِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ.

وَ ذٰلِكَ فِىۡ رَجَبٍ سَنَةَ اَرۡبَعَ مِائَةٍ مِّنَ الۡهِجۡرَةِ.

اب یہ ہمارے پایانِ کار کی منزل ہے کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب کلام کا سلسلہ ختم کریں۔ ہم اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں شکر گزار ہیں کہ اُس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں توفیق دی کہ ہم حضرتؑ کے منتشر کلام کو یکجا کریں اور دور دست کلام کو قریب لائیں۔ ہمارا ارادہ ہے جیسا کہ پہلے طے کر چکے ہیں

کہ ان ابواب میں سے ہر باب کے آخر میں کچھ سادہ ورق چھوڑ دیں تا کہ جو کلام اب تک ہاتھ نہیں لگا اُسے قابو میں لا سکیں اور جو ملے اُسے درج کر دیں۔ شاید ایسا کلام جو اس وقت ہماری نظروں سے اوجھل ہے، بعد میں ہمارے لئے ظاہر ہو اور دور ہونے کے بعد ہمارے دامن میں سمٹ آئے۔ ہمیں توفیق حاصل ہے تو اللہ سے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے اور وہی ہمارے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

یہ کتاب ماہ رجب سن ۴۰۰ ہجری میں اختتام کو پہنچی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الرُّسُلِ وَالْهَادِىْ اِلٰى خَيْرِ السُّبُلِ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَ اَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْيَقِيْنِ.

☆☆☆☆☆

بتائید اِیزد سبحان ترجمه نهج البلاغه ظهر روز جمعه، هیجدهم ماهِ رجب، سال هزار و سه صد و هفتاد و پنج (۱۳۷۵ھ) در بلده لاهور پایان یافت۔

وَ اَسْئَلُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ ذٰلِكَ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ خَيْرَ وَسِيْلَةٍ اِلٰى نَيْلِ مَثُوْبَاتِهٖ وَ مَرْضَاتِهٖ يَوْمَ الدِّيْنِ بِمَنِّهٖ وَ كَرَمِهٖ اِنَّهٗ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ.

☆☆☆☆☆